تاریخِ ہندوستان

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

جلد سوم - چہارم

مصنفہ
خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

954.022 Zaka Ullah, Maulvi Mohammad
Tareekh-e-Hindustan: Sultanat-
e-Islamia ka biyan. Lahore:
Sang-e-Meel Publications, 1998.
2 Jild 1310p.
1. Hindustan — Tareekh. 2. Tareekh—
Hindustan— Islami 'Ehad.
I. Title. Islami 'Ehad.

۱۹۹۸ء

پہلا اڈیشن

سنگِ میل پبلی کیشنز

سے شائع کی۔

قیمت -/900 روپے

ISBN - 969 - 35 - 0841 - 6

سنگِ میل پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۰۱۰ لاہور

فون: 7667970

فونز نمبر: 25، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

PHONES : 7220100 - 7228143 FAX : 7245101

Email lhr01660 @ paknet1 ptc.pk

http://www.sang-e-meel.com

تاریخِ ہندوستان

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

جلد سوم

اِس جلد کے تین حصّے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ بابر نامہ اس میں خاندانِ تیموریہ کے انساب و تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنیکا ذکر بالتفصیل و ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی کا بیان ہے۔

۲۔ شنگرف نامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال و زوالت سے ایران کے جانے تک ہے۔

۳۔ رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنیکا بیان ہے

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

- **بابر نامہ۔** اس میں خاندان تیموریہ کے انساب و تیمور کا بالا جمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ذکر بالتفصیل اور ظہیرالدین محمد بابر شاہ غازی فردوس مکانی کا بیان ہے 857
- **شگرف نامہ ہمایوں۔** اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت آشیانی کا حال روز ولادت سے ایران جانے تک ہے 963
- **رزم نامہ شیر شاہی۔** میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان ہے 1073

جلد چہارم

حصہ اول

- تاریخ سندھ 1359
- تاریخ ملتان 1423
- تاریخ کشمیر 1435
- تاریخ گجرات 1493
- تاریخ مالوہ 1648
- تاریخ خاندیس 1718
- تاریخ سلاطین بنگال 1741
- تاریخ شاہان شرقی 1761

حصہ دوم

- تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن 1771
- تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور 1866
- تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر 1939
- تاریخ سلاطین قطب شاہیہ گول کندہ 2028
- تاریخ سلاطین عمادیہ مملکت برار 2107
- تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر 2113
- ضمیمہ تاریخ دکن جس میں پرتگیزوں کا حال ہے 2115

جلد سوم

جلد سوم کے تین حصے ہیں اول حصہ میں بابر نامہ۔ حصہ دوم میں شگرف نامہ ہمایوں۔ حصہ سوم میں رزم نامہ شیر شاہی ہے حصہ اول میں خاندان تیموریہ کے انساب اور بسار حال اول سے آخر تک ظہیر الدین محمد بابر شاہ غازی کا لکھا ہے حصہ دوم میں ہمایوں کا حال روز ولادت سے ہندوستان سے ایران کے جانے تک مرقوم ہے حصہ سوم میں شیر شاہ کا حال از اول تا آخر اور خاندان سور کے بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان کیا ہے حصہ اول زیادہ تر تزوک بابری سے جس کو طبقات بابری بھی کہتے ہیں تالیف کیا گیا ہے اس کا مصنف خود حضرت فردوس مکانی (بابر) ہے حصہ دوم اکبر نامہ ابوالفضل و تذکرۃ الواقعات جسے جس کو تاریخ ہمایونی بھی کہتے ہیں تحریر کیا ہے حصہ سوم تاریخ شیر شاہی سے جس کو تحفۂ اکبر شاہی بھی کہتے ہیں اس کا مصنف عباس خاں سروانی ہے زیادہ تر تالیف ہوا ہے باقی ہر حصہ میں کتب مفصلۂ ذیل سے اضافہ مضامین کیا گیا ہے (۱) اکبر نامہ ابوالفضل (۲) لب التواریخ (۳) روضۃ الصفا (۴) لب التواریخ خافی خاں (۵) تاریخ فرشتہ (۶) تاریخ رشیدی حیدر مرزا دوغلات (۷) منتخبات التواریخ بدایونی (۸) طبقات اکبری (۹) تاریخ داؤدی عبداللہ (۱۰) ہمایوں نامہ خوندمیر (۱۱) ظفر نامہ علی یزدی (۱۲) تاریخ سلاطین افغانیہ مصنفہ احمد یادگار (۱۳) مخزن افغانی اور تاریخ خان جہاں لودی مصنفہ نعمت اللہ (۱۴) متفرق انگریزی تواریخ

کن خاں - آئی خاں - یلدوخاں - منگی خاں - منگیز خاں - ایلخاں وقیان - تیمور تاش - منگی خواجہ
یلدوز خاں - جوئینہ بہادر - آلنقوا - بوربجر قاآن - بوقا خان - دومتین خاں - قاندوقاں - بابر سنقر
وتومنہ خاں - قاچولی بہادر - برتان بہادر - ایردچی برلاس - سوغوچیجن - قراچار نویان - ایلکل نوین
امیر آیلنگر خاں وامیر برکل - امیر طراغائی - اشعار قران السعدین مع ترجمہ -

امیر تیمور صاحقران گیتی ستاں ۲۰ سے ۳۲ تک

فتوحات تیموری - شاہزادوں کی شادی کا جشن - امیر تیمور کے اوصاف واُس کی سلطنت کا اثر اطراف
اور دنیا پر - اولاد تیمور - جلال الدین میران شاہ - سلطان محمد میرزا و سلطان ابوسعید میرزا - عمر شیخ
فرغانہ - دریائے سیحوں - قصبات فرغانہ -

باب دوم بابرنامہ ۳۳ سے ۱۲۶ تک

ولادت بابر - چچا اور ماموں سے مصالحت - ابوبکر مرزا سے لڑائی - حسن یعقوب کا منحرف ہونا بابر پر
خجند کا فتح کرنا - سلطان محمود خاں سے ملاقات - سمرقند کا فتح کرنا بابر کا - بابر کے لشکر کے لئے سامان
سمرقند پر بابر کا قبضہ - بابر سے لشکر کا ناراض ہونا - جہانگیر مرزا کا داعیہ اندجان - اندجان کا محاصرہ
بابر کا علیل ہونا - اندجان کا حوالہ کرنا - بابر کے مصائب - محمود خاں کا اخسی میں آنا اور پھر پھر جانا - محمود خاں
پاس جانا - بابر کا یہاں سے نکالا جانا - پیلاتی میں جانا اور مرغینان سے بلایا جانا - فرغانہ کی رعایا کی نارضی
مغلوں کی سرکشی اور بابر و جہانگیر مرزا کی صلح - بابر کی نازک حالت - سمرقند کا دوبارہ بابر کے ہاتھ میں آنا
اور ہاتھ سے جانا - بابر کا دلچسپ سفر - بابر سنجاب میں - ۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء کے واقعات - بابر کی فرغانہ میں فتح - بابر
کے مصائب اور بھاگنا - بابر کا ہاتھ پر قبضہ - بابر کے ہاتھ سے کابل کا نکلنا اور پھر ہاتھ آنا - سمرقند پر بابر کا
تیسری دفعہ قبضہ اور بخارا پر تصرف - ہاتمی گھکر سے لڑائی - بابر کا سفر ہندوستان کے لئے - بابر کا سیالکوٹ
میں آنا - عالم خاں کی شکست ابراہیم سے - ملوٹ کا قلعہ فتح ہونا اور دولتخاں کا بابر پاس آنا - بابر کا سلطان
ابراہیم سے لڑنے کے لئے روانہ ہونا - ایک اور پیرایہ میں اوپر کی لڑائی کا بیان - دہلی کی سیر - آگرہ میں
بابر کے کارہ - ہندوستان کی فتح کا بیان - ہندوستان کی سلطنتوں کی کیفیت - ہندوستان کا جغرافیہ جو بابر نے

رعیتوں کی اطاعت - راجہ سنگا کا گندھار فتح کرنا - بابر کے ہاتھوں پہلی فتح - بیانا کی فتح - قلعہ
کی فتح - حصار فیروزہ کی بغاوت کا فرو ہونا - بابر کو زہر دینا - آگرہ سے لشکروں کا آنا - بابر کی فتح
شراب سے توبہ - سپاہ کی بے دلی کا علاج - ہندوستانی امرا کی بغاوت - بیعات کی قسم - ملک کا
انتظام - چندیری کی فتح - افغانوں کے مقدمہ کا بیان - قلعہ دھولپور کا فتح ہونا - ہمایوں کا بنگالہ کی مہم پر جانا
بیان - بابر پاس ہمایوں کا آنا - ہمایوں کے آنے کا حال جو تاریخ شیر شاہی میں لکھا ہے - ہمایوں کی بیماری کا
حال - ہمایوں کی جانشینی میں خطبہ - بابر کی وفات - خواجہ خلیفہ نظام الدین - بابر کی سلطنت کی حالت
واقعات بابری - خاتمہ بابر کی سلطنت کا -

فہرست مضامین شرف نامہ ہمایوں

باب سوم ۱۲۷ سے ۳۰۰ تک

ہمایوں کی تخت نشینی - بھائیوں کو ملک کی تقسیم - کوتجہ اور بہار گذہ جونپور کی فتح - مرزا سلیمان کا کابل سے چلا
میں آنا - محمد زماں مرزا کی بغاوت - بادشاہ کو بنگالہ کی فتح کو جانا اور پھر پھرنا - بادشاہ کو گجرات کی تسخیر کے
لئے جانا اور سلطان بہادر کا شکست پانا اور ان ملک کو فتح ہونا - بادشاہ کے لشکر پیشگون کا ہونا - قلعہ چتوڑ
کی فتح - ہمایوں کا دیش میں پڑنا اور تنگی کا پیدا ہونا - گجرات کی بغاوت اور بادشاہ کی طرف سے ملک
تحصیل خراج کے لئے جانا - ممالک الملک سے لشکر کا بڑھنا - ہمایوں کا ممالک الملک سے لڑنے کے لئے آمادہ ہونا
بادشاہ کا انتظام گجرات - بادشاہ کو ہندو بیگ کی صلاح - آگرہ و مالوہ سے پریشان خبروں کا آنا - بادشاہ
کا مندو میں آنا - بہادر شاہ کا گجرات میں پھر اقبال جمنا - غضنفر کا بیان - بادشاہ کا سپاہ کو تنگ حالت
میں ہونا اور مرزا عسکری اور مرزا کامران کا جانا - سلطان بہادر کا تعاقب کیا - مرزا کامران کا جانا - تردی بیگ کا خزانہ دینے سے انکار کرنا - گنگا کے اضلاع کا حال - مرزا ہندال کی فتح - مالوہ کا بادشاہ کے
ہاتھ سے جاتا رہنا - ملک کی حالت جب ہمایوں آگرہ میں آیا - ہمایوں کا حال آگرہ میں - شیر خاں کا حال
شیر خاں پر حملہ کی تیاری - چنار گڑھ کا محاصرہ - بنگالہ میں شیر خاں - اودھ بہار میں ہمایوں - محمد آشا
شاہ بنگالہ کا ہمایوں پاس آنا - بادشاہ کو شیر شاہ پاس فرمان بھیجنا - ملک ہمارین ہمایوں - شیر خاں کی
تدابیر اور بادشاہ کے لشکر کا شکست پانا - ہمایوں کا بنگالہ میں داخل ہونا اور گور میں ٹھہرنا - ہمایوں کا
عیش و عشرت میں پڑنا اور اُس کے کاموں کا بگڑنا - جونپور پر شیر خاں کا چڑھنا - آگرہ میں مرزا ہندال کی
بغاوت - ہمایوں کی روانگی ملک بنگال سے - ہمایوں کی خطرناک حالت - شیر خاں اور ہمایوں کی فوج کا

فہرست مضامین بابرنامہ اے ۲ تک

ہندوستان میں خاندان تیموریہ کی سلطنت جس کو سلطنت مغلیہ بھی کہتے ہیں۔

ترتیب انساب خاندان تیمور ۲ سے ۲۰ تک

امیر تیمور کا خاندان۔ انساب الترک۔ الغ خاں۔ دیپ باتوئی۔ گیوک خاں۔ الغ خاں۔ قراخاں۔ آغوز خاں۔ کن خاں۔ آئی خاں۔ بدوخاں۔ منگی خاں۔ منگیز خاں۔ ایغاں وقیان۔ تیمور تاش۔ منگلی خواجہ۔ یسنغر خاں۔ وتومنہ خاں۔ قاچولی بہادر۔ برتان بہادر۔ ایردمچی برلاس۔ سوغوچیجن۔ قراچار نویان۔ ایجل نویان۔ امیر آبنگر خاں و امیر برکل۔ امیر طراغائی۔ اشعار قران السعدین مع ترجمہ۔

امیر تیمور صاحبقران گیتی ستان ۲۰ سے ۳۲ تک

فتوحات تیموری۔ شاہزادوں کی شادی کا جشن۔ امیر تیمور کے اوصاف و اُس کی سلطنت کا اثر ایشیا اور دیگر یورپ۔ اولاد تیمور۔ جلال الدین میران شاہ۔ سلطان محمد میرزا و سلطان ابوسعید میرزا۔ عمر شیخ میرزا۔ فرغانہ۔ دریائے سیحوں۔ قصبات فرغانہ۔

باب دوم بابرنامہ ۳۳ سے ۱۲۶ تک

ولادت بابر۔ چچا اور ماموں سے مصالحت۔ ابوبکر مرزا سے لڑائی۔ حسن یعقوب کا منحرف ہونا۔ بابر کا خجند کا فتح کرنا۔ سلطان محمود خاں سے مفارقات۔ سمرقند کا فتح کرنا بابر کا۔ بابر کے لشکر کے لئے مکان بنانے۔ سمرقند پر بابر کا قبضہ۔ بابر سے لشکر کا ناراض ہونا۔ جہانگیر مرزا کا داعیہ اندجان۔ اندجان کا محاصرہ۔ بابر کا علیل ہونا۔ اندجان کا حوالہ کرنا۔ بابر کے مصائب۔ محمود خاں کا خسی میں آنا اور پھر پھر جانا۔ محمود خاں پاس جانا۔ بابر کا یہاں سے نکالا جانا۔ پیلاق میں جانا اور مرغینان سے بلایا جانا۔ فرغانہ کی رعایا کی ناراضی۔ مغلوں کی سرکشی اور بابر و جہانگیر مرزا کی صلح۔ بابر کی نازک حالت۔ سمرقند کا دوبارہ بابر کے ہاتھ میں آنا۔ اور پھوٹ جانا۔ بابر کا دلچسپ سفر۔ بابر شیبانی۔ ۹۰۶ھ کے واقعات۔ بابر کی فرغانہ میں فتح۔ بابر کے مصائب اور بھاگنا۔ بابر کا فتح پر قبضہ۔ بابر کے ہاتھ سے کابل کا نکلنا اور پھر ہاتھ آنا۔ سمرقند پر بابر کا تیسری دفعہ قبضہ اور بخارا پر تصرف۔ ہاتمی قحکر سے لڑائی۔ بابر کا سفر ہندوستان کے لئے۔ بابر کا سیال کوٹ میں آنا۔ عالم خاں کی شکست ابراہیم سے۔ لوٹ کا قلعہ فتح ہونا اور دولتخاں کا بابر پاس آنا۔ بابر کا سلطان ابراہیم سے لڑنے کے لئے روانہ ہونا۔ ایک اور پیرایہ میں اوپر کی لڑائی کا بیان۔ دہلی کی سیر۔ آگرہ میں آنے کے کام۔ ہندوستان کی فتح کا بیان۔ ہندوستان کی سلطنتوں کی کیفیت۔ ہندوستان کا جغرافیہ جو بابر نے

طبقات بابری میں لکھا ہے۔ تقسیم خزانہ۔ بیبیوں کی خوشامد۔ بابر کے ہمیشہ مصیبت اور اُن کی خود رائی رئیسوں کی اطاعت۔ رانا سانگا کا آگرہ حاضر کرنا۔ ۹۳۲ھ۔ بابر کے بائیوں پر فتح۔ بیانہ کی فتح۔ قلعہ دھولپور کی فتح۔ حصار فیروزہ کی بغاوت کا فرو ہونا۔ بابر کو زہر دینا۔ رانا سانگا سے لڑائی ۹۳۳ھ۔ بابر کی شراب سے توبہ۔ سپاہ کی بے دلی کا علاج جو بابر نے کیا۔ ہندوستانی اداکی بغاوت۔ میوات کی فتح اور ملک کا انتظام۔ چندیری کی فتح۔ افغانوں کے منصوبہ کا بیان۔ قلعہ رنتھنبور کا محاصرہ۔ چاندیری بندیلوں کی اور بابر کی بیان۔ بابر پاس ہمایوں کا آنا۔ ہمایوں کے آنے کا حال جو تاریخ رشیدی میں لکھا ہے۔ ہمایوں کی بیماری کا حال۔ ہمایوں کی جانشینی میں خزانہ۔ بابر کی وفات۔ خواجہ خلیفہ نظام الدین۔ بابر کی سلطنت کی وسعت واقعات بابری۔ خلاصہ بابر کی سلطنت کا۔

فہرست مضامین شرف نامہ ہمایوں

باب سوم ۱۲۷ سے ۳۳۶ تک

ہمایوں کی تخت نشینی۔ بھائیوں کو ملک کی تقسیم۔ کلنجر اور چنار گڑھ جونپور کی فتح۔ مرزا کامران کا کابل سے چلے آنا۔ محمد زماں مرزا کی بغاوت۔ بادشاہ کو بنگالہ کی فتح کو جانا اور پھر پھرا آنا۔ بادشاہ کا گجرات کی تسخیر کے لئے جانا اور سلطان بہادر کا شکست پانا اور ان ملک کو فتح ہونا۔ بادشاہ کے لشکر پر شبخون کا ہونا۔ قلعہ چتوڑ کی فتح۔ ہمایوں کا عیش میں پڑنا اور فتنہ کا پیدا ہونا۔ گجرات کی بغاوت اور بہادر شاہ کی طرف سے ملک کے تخصیل خراج کے لئے جانا۔ عادل ملک کی سپاہ کا بڑھنا۔ ہمایوں کا عادل ملک سے لڑنے کے لئے آمادہ ہونا۔ بادشاہ کا انتظام گجرات کا۔ بادشاہ کو ہندو بیگ کی صلاح۔ آگرہ و مالوہ سے پریشان خبروں کا آنا۔ بادشاہ کا مندو میں آنا۔ بہادر شاہ کا گجرات میں پھر اقبال چمکنا۔ غضنفر کا بیان۔ بادشاہی سپاہ کا نازک حالت میں ہونا اور مرزا عسکری اور مرزا کا جانا۔ مرزا کا جانا غیر کو چلا جانا۔ سلطان بہادر نے تعاقب کیا۔ مرزا کا جانا غیر جانا۔ تردی بیگ کا خزانہ دینے سے انکار کرنا۔ گنج کے اضلاع کا حال۔ مرزا ہندال کی فتح۔ مالوہ کا بادشاہ کے ہاتھ سے جاتا رہنا۔ ملک کی حالت جب ہمایوں آگرہ میں آیا۔ ہمایوں کا حال آگرہ میں۔ شیر خاں کا حال شیر خاں پر حملہ کی تیاری۔ چنار گڑھ کا محاصرہ۔ بنگالہ میں شیر خاں۔ اور بہار میں ہمایوں۔ محمود شاہ شاہ بنگالہ کا ہمایوں پاس آنا۔ بادشاہ کا شیر شاہ پاس فرمان بھیجنا۔ ملک بہار میں ہمایوں۔ شیر خاں کی تدابیر اور بادشاہ کے لشکر کا شکست پانا۔ ہمایوں کا بنگال میں داخل ہونا اور گور میں ٹھہرنا۔ ہمایوں کا عیش و عشرت میں پڑنا اور اُس کے کاموں کا بگڑنا۔ جونپور پر شیر خاں کا چڑھنا۔ آگرہ میں مرزا ہندال کی بغاوت۔ ہمایوں کی روانگی ملک بنگال سے۔ ہمایوں کی خطرناک حالت۔ شیر خاں اور ہمایوں کی فوجوں کا

قریب ہونا۔ شیر خاں کے منصوبے۔ چونسہ کی لڑائی اور اُس کا انجام۔ مصالحت کی گفتگو۔ شرائط صلح۔ شیر شاہ
کو محمد ہمایوں کی فوج کا قتل ہونا۔ بادشاہ کا تیزاور نظام محمد سقا اور بادشاہ کے لشکر کا بالکل تباہ ہونا۔ ہمایوں
کا آگرہ جانا۔ بنگال اور بہار پر شیر شاہ کا تسلط۔ گنگا کا اضلاع زیرین۔ نظام سقے کا بادشاہ ہونا۔ ہمایوں کا
دوبارہ شیر خاں کے ساتھ لڑنے کے لئے جانا۔ شیر شاہ کی فوج جو آگے آئی تھی اُس کی شکست۔ ہمایوں کا بھاگنا
بادشاہ کا آگرہ میں آنا۔ ہمایوں کے دہلی کی طرف جانے کا حال۔ مرزا کامران کی دغا بازی۔ بادشاہ کے
قندھار کا ارادہ چھوڑنا۔ مرزا کامران کا کابل جانا۔ بادشاہ کا ارادہ کشمیر کا اور وہاں کا حال۔ بادشاہ کا
سندھ کی طرف جانا۔ بادشاہ کا بختیونگاہ کے بلک سے باہر نکلنا۔ لہری میں بادشاہ کا رمضان میں رہنا۔
ہمایوں کے مصائب اور بھکہ کو چلی بھیجنا۔ شاہ حسین کا بادشاہ کو سندھ کے چھوڑنے کی ترغیب۔ ہمایوں کا
قصبہ بھکر کی سیر۔ بالائے سندھ میں قحط سالی۔ بادشاہ کا مرزا ہندال کے لشکر میں جانا۔ ہمایوں کا نکاح
مریم مکانی بیگم سے۔ میر ابوالبقا کا یادگار ناصر مرزا پاس جانا۔ شاہ حسین کے اپمی کا رخصت کرنا اور بادشاہ
کا سیوستان جانا۔ شاہ حسین کا پاس آنا۔ محاصرہ کی مشکلات۔ بھکر کے محاصرہ کی ترقی۔ یادگار ناصر مرزا کا
اتفاق۔ شاہ حسین کا بادشاہ کی کشتیوں کا پکڑنا اور بادشاہ کا سیستون چھوڑنا۔ ہمایوں کا شاہ حسین پاس ایلچی
بھیجنا۔ بادشاہ کا روڑی میں بھیجنا۔ بادشاہ کا دریا سندھ سے پار جانا۔ ہمایوں کے لشکر کی پرگسندگی۔
بادشاہ کی مایوسی۔ قلعہ دیورا ول۔ بادشاہ کی مراجعت۔ بادشاہی سواروں کی فتح۔ صحرا عظیم میں بادشاہ
کا جانا۔ پانی کی نہایت درجہ کی کمیابی جلیسلمیر سے دوسرے ایلچی کا آنا۔ پانی کی مصیبت۔ امرکوٹ کے رانا کا
دوستانہ برتاؤ بادشاہ کے ساتھ۔ حکایت۔ روپیہ کا سمر انجام کرنا۔ بادشاہ کی امرکوٹ میں اقامت اور سندھ
کے تازہ واقعات۔ یادگار ناصر مرزا کا قندھار جانا۔ شاہزادہ اکبر کا پیدا ہونا۔ جوتن کا حال۔ شاہ حسین کا دغا
دینا۔ بادشاہ سے ہندو دوستوں کا جدا ہونا اور شاہ حسین کا قلعہ۔ بیرم خاں کا بادشاہ پاس آنا۔ بیرم خاں کا
مجمل حال۔ بادشاہ کے لشکر میں ہمراہیوں کی تنگی کا ہونا اُس کی ہم رسانی کے لئے لشکر بھیجنا اور اُس کا تباہ ہونا
شاہ حسین اور ہمایوں کی صلح ہونی۔ افغانستان کی حالت موجودہ۔ مرزا عسکری کی دشمنانہ تیاریاں۔
شاہزادہ اکبر کا قندھار جانا۔ بادشاہ کا سیستان جانا۔ چند روز بادشاہ کو بلوچوں کا ٹھہرانا۔ بادشاہ کا
گرم سیر میں پہنچنا۔

فہرست مضامین رزم نامہ شیر شاہی

سلطنت خاندان سور شیر شاہ ۹۳۷ھ سے ۹۵۲ھ تک

شیر خاں کے حسب نسب و آغاز تعمر کا بیان۔ شیر شاہ کا خاندان۔ شیر خاں کی لڑکپن کی ایک حکایت۔

حسن خاں کی اولاد اور فرید خاں سے اُس کی نارضی اور فرید کی تعلیم۔ فرید کا انتظام باپ کی جاگیر
سوتیلی ماں کی شکایت سے باپ کو فرید سے ناراض ہونا۔ فرید خاں کا باپ کے بزرگوں کو چھوڑ کر
آگرہ جانا۔ اور دولت خاں کا نوکر ہونا۔ سلیمان خاں حاکم جونپور پاس جانا۔ فرید خاں کا جمال خاں پاس
جانا۔ شیر خاں کا جنید برلاس پاس جانا۔ اور اپنے پرگنوں پر قبضہ پانا۔ شیر خاں کا شمشاد بیاہنا
شیر خاں کا دوبارہ سلطان محمد پاس جانا اور بہار کا بالکل مالک ہونا۔ شیر خاں کا لشکر بنگال پر مستعد ہونا
لوحانیوں اور شیر خاں کے درمیان عداوت۔ شیر خاں کا ملک بہار پر قبضہ پانا۔ شیر خاں کا بنگال کے بادشاہ
سے لڑنا اور فتح پانا۔ قلعہ چنار پر شیر خاں کا قبضہ۔ سلطان محمود کا ہمایوں آنا اور شیر خاں کا رخصت دینا۔ چنار
قلعہ اور شیر خاں۔ شیر خاں کا خطاب حضرت علی رکھنا۔ شیر خاں کو بی بی فخر جہاں کا خزانہ بھیجنا۔ شیر
کا حملہ بنگال پر۔ قلعہ رہتاس پر قبضہ۔ ہمایوں اور شیر شاہ کے پیغام سلام اور لشکر کی تیاریاں۔ سلطان
محمود کا آنا اور مرنا۔ بادشاہ کے لشکر کا آگے بڑھنا اور شیر شاہ کا دھوکہ۔ شیر شاہ اور سیف خاں کی
باتیں اور سیف خاں کا ہمایوں کے ہراول سے لڑنا۔ شیر شاہ کا خزانہ اور جلال خاں کا بھاگنا۔ ہمایوں
قنوج و سنبل تک افغانوں کے قبضہ میں ملک کا آنا۔ شیر شاہ کا لشکر جمع کرنا۔ مغلوں کے ساتھ لڑنے کے لئے
شیر شاہ کا اپنی قوم کے امراء سے صلاح و مشورہ۔ شیر خاں کی فتح اور ہمایوں کی شکست۔ شیر شاہ کو خلعت
شیر خاں کا بنگالہ پر قبضہ اور ملک دلوہ کے معاملات۔ فاتحانہ ہمایوں یوسف خیل کو قتل قطب خاں کا لڑائی
میں مارا جانا۔ ہمایوں اور شیر شاہ کی لڑائی اور شیر شاہ کی فتح۔ ہمایوں کا آگرہ سے بھاگنا۔ اور شیر شاہ کا
اس طرف کے ملک پر قبضہ کرنا۔ بیرم خاں کا حال۔ شیر شاہ کا ہمایوں کو ہندوستان سے نکالنا۔ شیر شاہ
کی رعایت اپنی قوم کے ساتھ۔ قلعہ رہتاس کی تعمیر۔ شیر خاں کا بنگال جانا۔ مالوہ کی فتح [illegible]۔ مغلوں کا
بھاگنا۔ شجاعت خاں کو سنڈوہ کا دوبارہ شیر شاہ کا دینا۔ رائے سین کا قلعہ فتح خاں کا گرفتار ہونا اور ستان کا
آباد ہونا۔ رائے سین کا محاصرہ۔ مارواڑ کے راجہ مال دیو سے لڑائی۔ قلعہ کالنجر اور شیر شاہ کی وفات
شیر شاہ کے ملکی انتظاموں اور عادتوں کا بیان اور اور حالات۔ مذہب۔ تقسیم اوقات۔ شیر شاہ کا
انصاف جس کے سبب سے سلطان عادل اُس کا لقب ہوا۔ قانون مال۔ مشرقی کام تحصیل زر کے
قوانین۔ لشکر۔ عہدہ دار۔ سوداگروں و مسافروں کی حفاظت۔ جو ہی خاندانوں کے ساتھ سلوک۔

سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور ۹۵۲ھ سے ۹۶۰ھ تک

سلیم شاہ کا تخت پر بیٹھنا۔ امرائے بادشاہ کی کمدورت۔ بھائیوں کی خط کتابت و ملاقات۔ بھائی کے
پکڑنے کی تدبیر میں ناکام رہنا۔ سلیم شاہ کا چنار میں خزانہ کے لئے جانا اور اپنے امیروں کا قتل کرانا۔ بیمار ہونا

گی سلطنت کی وسعت اور اُس کا حاکم مالوہ اور حاکم ملتان سے سہ۔ پنجاب کی سرکشی۔ آگرہ اور دہلی میں نئی
عمارات کا بنانا۔ سپاہ کا پنجاب روانہ ہونا اور سرکشوں کا شکست پانا۔ سور کے خاندان میں امراء افغان
کے اختیارات۔ شجاعت خاں کا بھاگنا اور بحال ہونا۔ پنجاب میں اعظم ہمایوں کی چند روزہ فتحیابی اور
آخر کو خرابی ۹۵۵-۹۵۶ھ۔ بادشاہ کا رہتاس جانا اور گکھڑوں سے لڑنا۔ بادشاہ کا قتل ہونے سے بچنا۔
نیازیوں کی سرکشی کا خاتمہ۔ مرزا کامراں کا اسلام شاہ پاس آنا۔ ہمایوں کی آمد کی خبر۔ بادشاہ کی ناراضی
امراء۔ فرقہ محمدیہ۔ فرقہ صوریہ۔ شیخ علائی۔ بادشاہ کی وفات۔ خصائل اسلام شاہ و انتظام سلطنت۔

ذکر فیروز شاہ بن سلیم شاہ ۹۶۶

فیروز شاہ کی تخت نشینی۔

ذکر سلطنت محمد شاہ سور مشہور بہ عدلی ۹۶۶ سے ۹۸۰ تک

محمد شاہ کی تخت نشینی۔ تاج خاں کی بغاوت و شکست۔ ہیموں کا حال۔ ابراہیم خاں کی بغاوت۔ سلطنت کی
پریشان حالت۔ فرہ میں لشکر کا جمع ہونا اور لڑائی کا ہونا اور ابراہیم کا شکست پانا۔ قحط اور آتش زدگی۔
ہیموں اور ابراہیم کی لڑائی اور ابراہیم کا خاتمہ۔ محمد خاں گوریہ اور عدلی کی لڑائی۔ ہمایوں کا دہلی میں ہونا۔
ہیموں کا اکبر کے مقابلہ کے لئے جانا اور دہلی اور آگرہ دوبارہ لینا۔ خصائل عدلی۔ شیر شاہ بن عدلی۔ ہندوستان
میں افغانوں کی سلطنت کا خلاصہ۔

ہمایوں ایران میں ۹۸۰ سے ۹۸۱ تک

ہمایوں کا ایران میں مجبوری جانا۔ امیر سیستان۔ شاہ ایران کے حکم کے موافق ہمایوں کی مدارات
راہ میں۔ فرمان شاہ طہماسپ بنام محمد خاں شرف الدین اوغلی حاکم خراسان۔ ہرات میں ٹھہرنا۔ مشہد
مقدس کی زیارت۔ ہرام خاں کا پہلے شاہ ایران پاس بھیجنا اور اُس کی مدارات۔ ہمایوں قزوین۔
بادشاہوں کی ملاقات۔ سازشیں ہمایوں کے خلاف۔ بادشاہوں کا ملنا۔ ہمایوں کی تیاری قندھار
کے لئے۔ طہماسپ و ہمایوں کے معاملات پر ریویو۔

ہمایوں افغانستان میں ۹۸۱ سے ۹۸۱ تک

شاہ ایران کی فتح کی موجودات۔ ہمایوں کے بھائیوں کا ذکر۔ گرم سیر کی فتح۔ قلعہ بست کی فتح۔ مرزا کامراں
کی تیاری اور شاہزادہ اکبر کا قندھار سے کابل آنا۔ قندھار کے قریب لڑائیاں۔ قندھار کا محاصرہ۔

بیرام خاں کا کابل پہنچنا۔ قندھار کا ایرانیوں کو حوالہ کرنا۔ مرزا کامراں کا تنہا بھاگنا۔ مرزا عسکری کا بھاگ
اور پھر آجانا اور ولایت قندھار کا تقسیم ہونا۔ مرزا کامراں کا قاصد بھیجنا اور غزنین کو بھاگنا اور ہمایوں کا اُس
پر قبضہ کرنا شاہزادہ اکبر کا ختنہ۔ آمیروں اور امراء کا آنا۔ مرزا کامراں کا تنہ بھاگنا۔ بادشاہ کا
مرزا کا قید ہونا۔ ہمایوں کا بدخشاں جانا اور یادگار ناصر مرزا کا مارا جانا۔ ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا
بدخشاں کی قوم کا شکست پانا۔ ہمایوں کی علالت۔ خواجہ سلطان محمد رشیدی۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ
اور ہمایوں کا قلعہ خضر سے چلنا۔ کامراں کا سندھ میں جانا وہاں سے بادشاہ کی علالت سن کر چغانیان
اور کابل کا لینا اور اُس کے ظلم اور ہمایوں کا آگے بڑھنا اور امراء کا اُس کے لشکر سے بھاگنا۔ کابل پر حملہ
کرکے ہمایوں کا شہر بند کا لینا۔ محاصرہ کا بڑھنا۔ کامراں کا ایک قافلہ کا لوٹنا اور اُس کے لشکر کا بھاگنا
مرزا کامراں کی دھوکہ بازی حرکات۔ کامراں کا تنگ ہو کر صلح کا پیغام بھیجنا۔ ہمایوں کا کابل پر قبضہ پانا۔
کامراں کا بدخشاں بھاگنا اور وہاں سے قوم اوزبک پاس جانا۔ ہمایوں کا کابل میں داخل ہونا اور شہر کا
لٹوانا اور کامراں کے تعاقب میں لشکر بھیجنا اور کامراں کا فوج لے کر آنا۔ بدخشاں پر مرزا کامراں کا
حملہ۔ ہمایوں کا کامراں سے لڑنے کے لئے جانا۔ ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امراء میں سازشیں۔ ہمایوں
کا لشکر جمع کرنا اور حاکم بدخشاں کا بادشاہ کا طرفدار ہونا۔ مرزا کامراں کی ملاقات۔ جاگیروں کا مقرر کرنا۔
کابل میں مراجعت۔ کشمیر سے مرزا حیدر کی عزیمت کا آنا۔ مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا ۹۵۵ھ کے اور
واقعات۔ فتح کی صبح۔ ایبک کا محاصرہ اور اُس کا فتح ہونا۔ ہمایوں کا توقف۔ اوزبکوں کا ناگہاں بادشاہی
لشکر پر حملہ۔ مرزا کامراں۔ ہمایوں کا ارادہ مراجعت کا۔ بادشاہ کا جانے میں رہنا اور مرزا کامراں کا
بدخشاں و قندوز پر حملہ کرنا۔ اور اُس کے حالات و معاملات۔ کابل سے بادشاہ کو کامراں سے لڑنے
کے لئے جانا اور کابل میں سازشیں۔ بادشاہ کا کوچ اور لشکر کا تقسیم کرنا۔ بادشاہ پر کامراں کا حملہ۔ بادشاہ
کے لشکر کا مستعد نہ ہونا۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ اور اور حالات۔ ہمایوں کی لڑائی کامراں سے۔ کامراں
کا شکست پانا اور بھاگنا۔ مرزا کامراں کی آوارگی اور اُس کی کوششیں سلطنت کے لئے۔ بیرام خاں اور
حاجی محمد خاں کی ملاقات۔ مرزا کامراں کا تعاقب۔ افغانستان کا امن و امان۔ کامراں پر حملہ ہمایوں کی
لشکر کشی۔ مرزا ہندال کا کشتہ ہونا۔ مرزا کامراں کی جستجو۔ کامراں و ہمایوں کے لشکر کی لڑائی۔ ہمایوں
کا بنگش جانا۔ گکھڑ کا پیغام کامراں کے حوالہ کرنے کا۔ گکھڑوں کا حال۔ کامراں کا سلیم شاہ پاس آنا
مرزا کامراں کی گرفتاری۔ مرزا کامراں کے سزا دینے کا مباحثہ۔ مرزا کامراں کے اندھے ہونے کا
بیان۔ باقی حالات مرزا کامراں کے۔ مرزا کامراں کا مکہ معظمہ جانا۔ بادشاہ کا کشمیر کا ارادہ اور

سپاہ کو بھاگنا۔ تلاش در۔ ہمایوں کی حالت کا بدلنا۔

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت ۹۴۲ھ سے ۱۰۱۴ھ تک

بیرام خاں کا بادشاہ پر بدگمان ہونا۔ بیرام خاں کا ہندوستان کی مہم میں شریک ہونا۔ ہندوستان کی فتح کا شگون۔ بیرام خاں کا بادشاہ پاس آنا اور مہم ہندوستان پر روانہ ہونا۔ ہندوستان کی حالت۔ ہمایوں کا سندھ سے پار اترنا اور بہتاس اور پنجاب پر قبضہ کرنا۔ ہمایوں کا لاہور پر قبضہ فتحیابی کے ساتھ ہمایوں کا آگے بڑھنا۔ ہندوستان میں فساد۔ بیرام خاں کا ستلج سے پار اترنا۔ اور جگ، اچیوارہ۔ سکندر شاہ کا سپاہ لے کر ہمایوں سے لڑنا۔ شاہزادہ اکبر کے نام فتحنامہ لکھا جانا خواجہ معظم۔ ہمایوں کا تخت سلطنت پر دوبارہ بیٹھنا۔ جاگیروں کی تقسیم۔ جلدی سے اضلاع کا مطیع ہونا۔ قندھار دیوانہ۔ بیانہ کا حوالہ ہونا۔ مرزا سلیمان کی ناسپاسی۔ پنجاب میں ابوالمعالی کی بداعمالی۔ وفات حضرت ہمایوں۔ ہمایوں کی موت کا اخفا۔ شورش عظیم کا برپا ہونا۔ ہمایوں کی خصائل عادات ولیاقت وانتظام ومفترحات۔ مذہب۔ ریویو۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابرنامہ

تمہید

ہندوستان میں خاندان تیموریہ کی سلطنت جس کو سلطنت مغلیہ کہتے ہیں

میں اب عموماً خاندان تیموریہ کی سلطنت کا حال لکھونگا اور خصوصاً ان چھ بادشاہوں کی فرمانروائی کا ذکر تفصیل و بسط سے بیان کرونگا جنہوں نے دوسو برس کے عرصہ تک بابر کے حملہ سے اورنگ زیب کی وفات تک سلطنت کی۔ ان پانچ بادشاہوں بابر۔ اکبر۔ جہانگیر شاہجہاں اورنگ زیب نے ہندوستان میں جس شان و شوکت و سطوت و حشمت و عدالت و انصاف کے ساتھ سلطنت کی اس کی نظیر ایشیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی اس خاندان کی سلطنت کی ترقی و تنزل کے زمانہ آخر تین صدیوں کے اندر واقع ہوئے ہیں دنیا کی تاریخ میں یہ تین صدیاں بھی عجیب و غریب شمار کی جاتی ہیں ان میں اہل یورپ نے جو اپنی عقل و دانش کے جوہر دکھائے ہیں وہ پہلے کبھی نہیں دکھائے انہوں نے ایک نئی دنیا (امریکہ) کو منکشف کیا۔ کیپ گڈ ہوپ کے راستہ سے اپنے لیے ہندوستان کی راہ نکال لی جس سے انکی صولت و دولت کو بڑی ترقی ہوگئی۔ ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کرلیا جس سے یونانی۔ عربی عالموں کا علم مغرب میں پھیل گیا۔ اور قدیمی علوم میں ایک جان تازہ پڑگئی۔ چھاپہ کی ایجاد اور ترقی نے ادنیٰ اور اعلیٰ میں علم کو پھیلا دیا۔ یورپ میں مذاق علمی پیدا کردیا۔ یورپ نے اپنے مذہب کی اصلاح کی۔ باہم سلطنتوں کی قوتوں کی موازنت کا اصول قائم کیا جس سے زبردستوں کے ناحق ستانے کا انتظام زبردستوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ترکوں کی فتوحات کو جو قدم بڑھایا چلی جاتی تھیں روک دیا۔ ان صدیوں میں یورپ نے تو معاش و معاد کے لیے اپنی ترقی کا یہ سامان عظیم پہنچایا۔ مگر اس کے

بالعکس ایشیا نے اپنے تنزل کا سامان جمع کیا اور انہیں صدیوں میں یہ ہوا کہ چنگیز خاں اور امیر تیمور نے جو عظیم الشان اور وسیع سلطنتیں قائم کی تھیں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ایک دوسرے کی جانی دشمن ہوگئیں اور باہم غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح ہونے لگیں۔ یورپ و ایشیا میں عثمانی ترکوں کی سلطنت کی کساد بازاری شروع ہوگئی مگر خاندان صفویہ ایران نے عراق آذربائیجان۔ فارس خراسان وغیرہ پر فتوح حاصل کیں اور ازبک توموں نے تیمور کی اولاد کو سلطنت سے محروم کیا اور ماوراء النہر میں اپنی سلطنت کی قائم کی جو اب تک چلی جاتی تھی۔ بابر اپنی آبائی سلطنت سے محروم ہوا۔ اور کابل قندھار کو فتح کر کے اُس نے ہندوستان میں اپنے خاندان کی سلطنت کا سلسلہ ایسا جمایا کہ اس کے خاندان کی شہنشاہی کا قائم مقام برائے نام بے تاج و تخت و ملک ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔ آخر صدی میں اس کے خاندان کی سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا۔ اور انگریزی سلطنت کا عروج ہوا

ترتیب انساب خاندان تیمور

جب صاحبقران امیر تیمور کے خاندان عالی کی سلطنت کا ذکر ہو تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسب نسب کا بھی بیان کچھ ہو۔ اس کو ہم ان اعلیٰ درجہ کی تاریخوں سے منتخب کر کے لکھتے ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں ظفر نامہ مولانا شرف الدین یزدی۔ انساب الترک ابوالغازی خاں۔ الانساب مغل روضۃ الصفا حبیب السیر۔ اکبر نامہ منتخب اللباب۔ خافی خاں۔ تاریخوں میں نقل پرستی کا مذہب مدتوں سے چلا آتا ہے۔ مورخ خود محقق کمتر ہوتے ہیں مگر ناقل اکثر ہوتے ہیں۔ ان اوپر کی تاریخوں میں مضمون واحد ہے مگر عبارتیں مختلف ہیں۔ ہم اس نقل کے بعد انساب الترک کا بیان کسی ضمیمہ میں لکھیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ زمانہ حال کے محققین اُن کے باب میں کیا لکھتے ہیں۔

بالاتفاق تواریخ مذکورہ بالا یہ لکھتی ہیں کہ حضرت یافث جو حضرت نوح کے فرزند رشید ہیں اُن سے تیمور کے خاندان کا سلسلہ ملتا ہے۔ بلاد شرق اور ترکستان کے تمام خاندان انہیں سے منسوب ہوتے ہیں اُن کو ابوالترک کہتے ہیں اور بعض مؤرخ ان کو ابوبکر خاں لکھتے ہیں جس وقت حضرت نوح کی کشتی جودی پر سلامت ہی تو سوق الثمانین سے حضرت یافث مع اہل و عیال یار شرق و شمال کو رخصت ہوئے ہی ملک اُن کے نام پر نامزد ہوا۔ اُنہ نے باپ سے التماس کی کہ کوئی دعا اس کو ایسی سکھا دیں کہ جب چاہے تو مینہ برسنے لگے۔ حضرت نوح نے ایک سنگ اُس کو دیا جس کی خاصیت مینہ برسانے کی تھی

اسم اعظم کا لطیفہ اس پر اضافہ کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اسم اس پر کندہ تھا۔ کوئی کہتا ہے اس نے اُس پر دم کر دیا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ فقط سادہ لوحوں کو یہ بھکدم دے دیا تھا۔ ایسے پتھر ترکوں میں بہت ہیں اس کو وہ وجدہ تاش کہتے ہیں اہل فارس اس کو سنگ بدہ اور اہل عرب اس کو حجر المطر کہتے ہیں۔

حضرت یافث نے ان حدود میں جا کر صحرا تشینی اختیار کی۔ اس سنگ کے ذریعہ سے مینہ کو جب چاہتے تھے برسا لیتے تھے جب مانہ گزرا تو اُن کے فرزند پیدا ہوئے اور انھوں نے ایسے شایستہ آئین جاری کئے کہ کوتہ اندیشوں کو بھی اُن سے تسلی ہو اور والا فطرت بلند ہمتوں کو بھی مسرت افزائی ہو اُن کے گیارہ بیٹے تھے (۱) ترک (۲) چین (۳) اسقلاب (۴) اسنج جس کو منسک بھی کہتے ہیں (۵) کماری جس کو کیمال بھی کہتے ہیں (۶) خلج (۷) خرز (۸) روس (۹) سدسان (۱۰) غز (۱۱) یاجج بعض کتابوں میں صرف آٹھ بیٹے لکھے ہیں سدسان۔ غز یاجج کو خارج کر دیا ہے۔

حضرت یافث کے بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا ترک تھا ترک لوگ اس کو یافث اوغلان کہتے ہیں (ترکی زبان میں اوغلن کے معنی بیٹے کے ہیں) وہ سب اپنے بھائیوں میں زیادہ ہوشیار و کاریگر و رعیت پرور تھا باپ کے بعد وہی اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مردمی و مردانگی و مظلوم پرسی کی داد دی۔ سارے ملک میں سیر کر کے اپنی اقامت کے لیے ایک جگہ مقرر کی جس کو یسلول یا سیکنا ترک کہتے ہیں یہاں کی سردی خوشگوار اور گرمی عافیت بخش اور سرغزار دلکش اور آب واں کے چشمے جاری تھے۔ اس کے یہ اختراعات تھے۔ چوب گیاہ سے گھر کا بنانا اور خیمہ و خرگاہ کا بنانا کرنا بہائم اور سبزہ کے پوست سے پہننے کا لباس سلوانا۔ اسی کے زمانہ میں کھانے میں نمک ڈالنے کی رسم یوں جاری ہوئی کہ ایک دن اس کا بیٹا تودک طعام کھاتا تھا کہ لقمہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا زمین شور تھی لقمہ نمکین ہو گیا اُس نے اُٹھا کر جو اسے کھایا تو اس کو زیادہ مزہ دار معلوم ہوا اسطرح طعام میں نمک ڈالنے کی رسم جاری ہو گئی۔ یہ آئین اُس نے جاری کیا کہ بیٹے کو باپ کے مال میں سے سوا شمشیر کے میراث میں کچھ اور نہ ملے اور باقی تمام مال مینی کو دیا جائے۔

ترک کے بہترین فرزندان میں ایلنجہ خاں تھا جب ترک کا پیمانہ عمر پُر ہوا تو بزرگوں نے مشورہ کر کے اُس کو تخت سلطنت پر بٹھایا ایلنجہ نے خرد و دین کو اپنا پیشوا بنایا اور اپنا زمانہ عدالت گستری میں گزارا۔ جب بوڑھا ہوا تو عزلت اختیار کی۔

باپ کی عزلت کے بعد دیپ یا توئی باپ کے اشارہ سے فرماں روا ہوا۔ دیپ کے معنی
تخت و جاہ کے اور توئی کے معنی بزرگ کے ہیں۔

کبوک خاں

اس کا فرزند رشید کبوک خاں تھا۔ باپ نے مرتے وقت سریر خانی اسی کو عنایت کیا وہ
سلطنت کی قدر جانتا تھا اس کے حق ادا کرنے میں اہتمام خوب کیا۔

ایجوخاں

الغ خاں اس کا بیٹا تھا آخر عمر میں اس کو ولیعہد کیا اس نے داد و دہش بے اندازہ کی اور
اس کے زمانہ میں ترک صاحب نعمت و ثروت ہو گئے اور دنیا میں ایسے مست ہوئے کہ عقل کی
راہ سے غافل ہوئے جب اس طرح ایک مدت گزری تو اس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے جن میں سے
ایک کا نام مغل اور دوسرے کا نام تاتار رکھا مغل اصل میں مونگ اول تھا جس کے معنی فرمانده و سادہ
دل کے ہیں جب دونوں کاردان و سمجھدار ہوئے تو اس نے اپنے ملک کے دو حصے کیے ایک نصف
مغل خاں کو اور دوسرا نصف تاتار خاں کو ملا جب یہ زیرگوار انکا اس دنیا سے رخصت ہوا تو یہ دونوں
بھائی آپس میں موافقت کر کے اپنے اپنے ملک میں سلطنت کرنے لگے۔ خاندان تیمور کو کچھ تعلق تاتار اور
مغل کے آٹھ شعبوں سے نہیں ہے اس لیے اس کا حال ہم کچھ نہیں لکھتے اور مغل اور اس کے فرزندوں کے
احوال کی شرح لکھتے ہیں امرا مغول ہمیشہ باپ دادا کے سلسلۂ نسب کو محفوظ رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو
اُسے سکھاتے تھے اور دفاتر اور اوراق میں اُسے کتابت میں لاتے تھے اسی سبب سے ہم دیکھتے ہیں کہ انکے
انساب کی کتابیں بہت سی ہیں اور ان کے بچے بچے کا خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی نام لکھا ہے مغل
خاں دانا فرمانروا تھا۔ اس نے اپنے ملک میں رعیت کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ رعایا کے دل
اس کی بندگی و رضا جوئی کے طالب ہو گئے اور اس کی اچھی خدمتیں کرنے لگے مغل کے شعبے نو نفر تھے
جنہوں نے سلطنت کی اول ان میں مغل خاں اور آخر ایل خاں تھا یہ نو شعبے اسلیے ٹھہرائے تھے کہ مغل
نو کے عدد کو کل اشیاء کی تعداد کے لیے مبارک اور فرخندہ سمجھتے تھے مغل خاں کے چار بیٹے تھے قراخاں
آذر خاں۔ کرخاں۔ اوزخاں۔

قراخاں

سب بھائیوں میں قراخاں عمر میں بڑا تھا اور جہانداری کے شغل میں ممتاز تھا باپ کے مرنیکے
بعد وہی اورنگ فرمانروائی پر بیٹھا اور قراقوم میں جو دو پہاڑوں اورتارق و کرتان کے درمیان واقع
تھا اس نے رہنے کے واسطے ییلاق اور قشلاق مقرر کیا قشلاق اُن گرم مکانوں کو کہتے ہیں

کہ جن میں سردی میں رہیں اور ییلاق ان سرد مکانوں کو کہتے ہیں جن میں کہ گرمی میں رہیں۔

قراخاں کا فرزند گرامی آغوز خاں تھا وہ قراخاں کی فرمانروائی کے زمانہ میں خاتون بزرگ سے
پیدا ہوا تھا۔ تاریخوں میں افسانہ گزاروں نے جو اس کے نام رکھے اور خدا پرستی کی راہ سے کاٹنے
لکھے ہیں اُن کی نسبت ابوالفضل لکھتا ہے کہ خرد انصاف گزیں ان کے قبول کرنے میں تامل
نہیں کرتی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ خرد و دست خدا پرست معدلت گستر تھا۔ اس نے
ایسے نیک اور شائستہ قوانین مقرر کیے کہ جن سے اختلافات خلائق کا انتظام و اتمام ہوا اس کو
ملوک ترک میں ایسا سمجھنا چاہیے جیسا کہ ملوک عجم میں جمشید کو وہ بھی فرہنگ ثبت و ہیبت جلیلہ
و بخت ارجمند و شجاعت ذاتی سے ملک ایران و توران و روم و مصر و شام و افرنج کو اپنے حیطۂ تصرف
میں لایا اور اکثر خلقت اُس کے سایہ عاطفت میں آئی اور اس نے ترکوں کے لقب کسی نہ کسی
مناسبت کے سبب سے رکھے ہیں کہ وہ ابتک زبان زد خلائق ہیں مثل الغوز۔ قاقلی یا قاغلی
قبچاق۔ قارلیغ۔ خلج وغیرہ الغوز کے معنی بہادر و دلیر کے ہیں۔ قبچاق کے معنی کھوکھلے درخت کے ہیں۔ یہ بھی فسانوں میں
جو ترک اس کے ساتھ رہے اُن کا یہ نام رکھا قاقلی یا قاغلی گردوں (چکوت) کو کہتے ہیں لڑائی
میں جن ترکوں نے لوٹ کے مال لیجانے کے لیے اپنی عقل سے گردوں (چکوا) ایجاد کیا تھا اُنکا
نام قاقلی رکھا۔ ایک نسکت میں زن حاملہ جس کا خاوند مارا گیا تھا کھوکھلے درخت میں جا کر بچہ
اس کے بیٹے سے جو اولاد ہوئی اس کا لقب قبچاق رکھا قبچ کے معنی کھوکھلے درخت کے ہیں۔
ایک لڑائی میں کچھ ترک برف کے سبب سے آغوز خاں سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کا نام قارلیغ رکھا
جس کے معنی صاف برف کے ہیں۔ ایک لشکر کشی میں ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا مگر کھانا
نہ ملنے سے ماں کے دودھ نہ تھا صحرا میں ایک غزال نے تمدد کو پکڑا اس کو چیرا کر کباب اس
کے عورت کو کھلائے تو اس کی چھاتیوں میں دودھ اترا۔ جب آغوز خاں کو اس کی خبر ہوئی
تو اس نے کہا کہ یہ عورت ہمارے ساتھ رہے۔ اس کی اولاد کا نام خلج رکھا جس کے معنی
ہیں اے زن ہمارے خلج کو قلج بھی لکھتے ہیں۔

آغوز خاں کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ کون خاں۔ آئی خاں۔ یولدوز خاں۔
کوک خاں۔ طاق خاں۔ تنگیز خاں۔ آغوز خاں کی اولاد اور احفاد کی توالد و تناسل سے

منگلوں کے جو میں شیعے ہو گئے بعض اُن میں ولایت ماوراء النہر و خراسان میں متوطن ہو گئے وہاں کی آب و ہوا
کے اقتضا سے اور مشیت ایزدی سے اُن کی اولاد کے چہرہ اور بشرہ کی ترکیب بدل گئی ان کو لوگ
ترکمان یعنی ترکوں کی مانند کہنے لگے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ترکمان ایک علیحدہ قوم ہے کہ وہ ترکوں
سے نسبت قرابت نہیں رکھتی اور ظفرنامہ کے مقدمہ کا سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ترکمان وہ قوم ہے
جو مشک بن یافث کی نسل سے پیدا ہوئی ہے اس نے ترک بن یافث اور غزبن منسلک کے محاربہ
کے قضیہ کے آخر میں لکھا ہے کہ [illegible] سے کہ بیٹوں غزا اس لڑائی میں قتل ہوا ترکمانوں اور
ترکوں میں کینہ چلا آتا ہے۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

یہ بھی ایک نقل ہے کہ جب آغوز خاں نے مملکت ایران و توران سے فراغت پائی اور اپنی یورت
اصلی میں پھر آیا تو اس نے ایک بزم خسروانہ اور جشن بادشاہانہ ترتیب دیا اور ایک خرگاہ زرین بہت
بڑا نصب کیا اور اس جشن میں تمام بزرگوں اور اشراف و اعیان و امراء و سرداروں کو بلایا اور اُن
برتنوں میں جو اس نے ایجاد کیے تھے کھانا کھلایا۔ اسی محفل میں سپاہ کا دست راست جس کو ترکی
میں برالغار اور عربی میں میسرہ کہتے ہیں اپنے تین بڑے بیٹوں کو اور بیت چپ جس کو ترکی میں جرالغار اور عربی میں میمنہ
کہتے ہیں چھوٹے بیٹوں کو عنایت کیا اُنہوں نے تین بڑے بیٹوں کو بوزوق کا اور تین چھوٹے بیٹوں کو باجوق کا لقب یا ولیعہدی
اور بادشاہی بڑے بیٹوں کے لیے اور اُنکی اولاد کے واسطے مقرر کی اور وکالت سلطنت چھوٹے بیٹوں کے لیے اور وجہ ان
لقبوں کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آغوز خاں کے بیٹے شکار کھیلنے گئے تھے ایک کمان اور
تین تیر زرین اُن کو ہاتھ لگے وہ اُن کو باپ کے روبرو لائے باپ نے تین بڑے بیٹوں کو
کمان دی اور انہوں نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور آپس میں اُن کو بانٹ لیا۔ اس لیے
اُن کا لقب بوزوق (کمان) ہوا اور تیر تین چھوٹے بیٹوں کو دئے اس لیے اُن کا لقب باجوق
(تیر) ہوا۔ اور ترکوں کے نزدیک بوزوق (کمان) کا درجہ باجوق (تیر) سے زیادہ ہوتا ہے
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کمان بادشاہ کا حکم رکھتی ہے اور تیر ایلچی کا ؎

چو تیر ایلچی آمد کمان بادشاہ بود ایلچی از شاہ کمتر بہ راہ

آغوز خاں نے اپنے فرزندان ارجمند اور امراء اخلاص اندیش اور کل ملازموں پر نوازش شہانہ
شاہانہ کیں اور وہ نصیحتیں اور ہدایتیں فرمائیں جو ثبات دولت کی طرف رہنمون تھیں اور آئین مقرر

کیے کہ ان پر اس کی اولاد پشتہا در پشت بہتر برس سلطنت کر کے اُس نے دنیا کو وداع کیا۔

وصیت کے موافق باپ کا جانشین کن خاں ہوا۔ از غوخاں و زیر اور قبل خواجہ کی تدابیر
صائب کے موافق فرمانروائی کی کام روائی شروع کی۔ ان چھ بھائیوں میں سے ہر ایک کے چار بیٹے
تھے اس لیے کن خاں کے چوبیس بھتیجے تھے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا نیک اُس نے سلوک
کیا کہ وہ گیروہ دار سلطنت میں ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ ستر برس سلطنت کی۔ آئی خاں کو اپنا
ولیعہد مقرر کر کے وہ چل بسا کن ترکی زبان میں آفتاب کو اور آئی ماہتاب کو کہتے ہیں ایہ باپ نے
اپنے خاندان کے آفتاب ماہتاب تھے۔

آئی خاں اپنے پدر بزرگوار کے آئین پر چلا اور خوش خوئی کے ساتھ عدالت کی اور دانش کے
ساتھ کردار نیک کیے۔

آئی خاں کے مرنے کے بعد یلدوز خاں اُس کا جانشین ہوا جہانداری اور دادگستری میں پایہ بلند
رکھتا تھا اُسکے عہد میں مغلوستان کی خلائق مرفہ الحال ہو گئی (یلدوز ترکی زبان میں ستارہ کو کہتے ہیں)
منگلی خاں باپ کا دولت وارث ہوا تھا اس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اپنے باپ دادا کے طریقہ کو
اپنی حکومت میں برتا اور سرمو اس میں تجاوز روا نہ رکھا اور عنایت یزداں سے اور اپنی دانشوں
کی ستائش سے وہ ممتاز ہوا۔

باپ کی وفات کے بعد تنگیز خاں امور سلطنت کا منتظم ہوا اور مغولستان میں اس سال تک
سریر تاج رکھا اس کا بڑا بیٹا ایلخاں تھا۔ باپ نے اپنی پیری اور ناتوانی کے زمانہ میں سلطنت کی
عنان اسی کے ہاتھ میں دیدی تھی اور خود ایام کثرت کی مدارات کے لیے گوشۂ عزلت میں بیٹھا۔
(تنگیز تیل کشتی کو کہتے ہیں)

ایل خاں جب سریر آرا ہوا تو اُس نے وہ آئین انتظام کیے کہ جس سے عالم صوری کا انتظام
ہوا اور ملک معنوی کی مراعات ہوا اور پراگندہ دل فراہم ہوں مگر اس پر یہ بلا عظیم نازل ہوئی ترکستان
اور ماوراء النہر پر تورین فریدوں نے ہتھیا لیا تھا اور سوبخ خاں ملک تاتار اور ایغور کے ساتھ تفق
کر کے ایل خاں سے لڑا ایلخان مغلوں کے ساتھ حسن معاشرت رکھتا تھا اس لیے وہ دل و جان سے
اس کی طرف سے لڑے اور بہت سے ترکوں اور ایغوروں اور تاتاریوں کو انہوں نے قتل کیا۔

انداز جنگ میں تورو تمار سامنے سے ہٹ گئے۔ مکر و حیلہ سے روباہ بازی کر کے بھاگ نکلے اور
کچھ تھوڑی دور جا کر ایک نشیب میں اُتر گئے اور آخر شب میں ناگہاں لشکر ایل خاں پر شبخون مارا
اور یہی کوشش سے ایل خاں کے آدمیوں کی کشش کی کہ سوا ان چار آدمیوں کے کوئی اُس
کے لشکر میں زندہ باقی نہ رہا۔ ایک اس کا فرزند دلشیں قیان دوسرا اس کا پسر خال تکوز اور دو اُن
کی حرمن باقی رہیں۔ مشکل تھا کہ کوئی آدمی زندہ سلامت رہتا مگر ان چار آدمیوں نے اپنے تئیں
مردوں میں ملا کر نہاں کر دیا تھا اس لیے زندہ رہے۔ جب رات ہوئی تو یہ چاروں آدمی پہاڑ پر
گئے اور اس کی گھاٹیوں اور تنگ راہوں سے بڑی محنت و مشقت اُٹھا کر ایک مرغزار میں پہنچے
جس میں خوشگوار چشمے اور مزہ دار میوے نظر آئے۔ اس مقام کو غنیمت سمجھکر یہیں اقامت کی۔ ترک
اس جگہ کو ارکنہ قون یعنی (کمر بند) کہتے ہیں۔ یہ ہولناک واقعہ آغوز خاں کے مرنے سے
ہزار سال بعد وقوع میں آیا۔ اس سرزمین میں قیان اپنے ہمراہیوں سمیت بسر کرتا تھا۔ اولاد
کی کثرت ہوئی اور قبائل پیدا ہوئے۔ قیان کی اولاد کا نام قیات تھا۔ قیان کے معنی مغلوں
کی زبان میں سیل قوی کے ہیں کہ پہاڑ پر سے نیچے رواں ہوتی ہے۔ قیان کو یہ نام بہ سبب کمال
شجاعت کے ملا تھا۔ قیات جمع قیان ہے اور تکور کی اولاد کو دربگیں کہتے تھے۔ یہ قیان کی اولاد
دو ہزار برس تک ارکنہ قونوں میں پڑی رہی۔ اس زمانہ کا حال کچھ نہیں معلوم ہوا۔ اس زمانہ میں
نوشت و خواند کی رسم نہ تھی کہ کوئی تاریخ ہوتی تخمیناً دو ہزار سال گزرنے کے بعد نوشیرواں کے
آخر عہد میں قیات اور دربگیں جب باہر آئے کہ ارکنہ قون میں اس کے آباد رہنے کی گنجائش
نہ رہی جب اُنھوں نے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اُن کی راہ کو ایک پہاڑ نے جس میں معدن آہن
تھی روک رکھا تھا۔ عاقلوں نے سوچ کر بارہ سنگے کی کھالوں کی دو بھٹیاں بنائیں اور کوئلوں
اور لکڑیوں سے آگ روشن کی ہوا نے آگ کو بھڑکایا اور آگ نے کوہ آہنی کو پانی کی طرح
بھایا اور اس سے گذرنے کی راہ نکل آئی پھر اس نے ملک تاتار وغیرہ کو بزور شمشیر لے لیا۔
اور سریر کامرانی و جہانبانی پر متمکن ہوئے۔ اس زمانہ کے تخمینی کمیش درست اندیش چار ہزار سال
کا تخمینہ کرتے ہیں کہ جس میں اٹھارہ نسلیں اُن کی ہوئیں اور ہزار سال پیچھے اور گذرے کہ جس
میں اُن کی پچیس نسلیں ہوئیں۔ زمانہ حال کے تخمینہ سازاں درست اندیش کے نزدیک

یہ دونوں تخمینہ بالکل غلط ہیں۔ یورپ کے سوانح اور پرکے بیانات کو ایک فسانہ جانتے ہیں تاریخ کے پایہ
سے اُسے ساقط سمجھتے ہیں۔

مغلوں کی سرزمین مشرق میں بیکال آبادی سے جہت دو پہاڑ کا دور اتنا بڑا ہے کہ سات ماہ
مہینے میں اُس کے گرد سفر ہوتا ہے۔ اُس کی حد دو پہاڑ ہیں۔ سرحد مشرقی اس کی سرحد خطا تک ہے۔ غربی
سرحد مین انغور تک۔ شمالی سرحد اس کی قرغز و سیگاری سے ملی ہوئی ہے اور جنوبی سرحد اس کی تبت
سے متصل ہے۔ مغلوں کی خورش گوشت گورخر، پوشش اُن کی پوست بہائم و سباع۔

قیان کی نسل سے تیمور تاش ہے وہ سرداری فرمانروائی میں سرحلقہ ہوا اور اس کا بڑا بیٹا سنگی خواجہ
تاج دولت سے سرافراز ہوا اور مسند ریاست و عدالت پر بیٹھا۔ اس کا بڑا بیٹا بلدوز خاں ہے کہ وہ قیات
اور دربگیں کے نکل آنے کے بعد امارت و سرداری سے سرافراز ہوا قیان کے بعد اُن کے فرزند بطناً
بعد بطن ارکنہ قون میں سرداری قبائل رکھتے تھے۔ بلدوز خاں کے رتبہ رتبہ نسبے نے بسی یاری کی کہ
کاولوس مغل کو آباد کیا اور والا شکوہ فرمانروا ہوا۔ مغلوں کے نزدیک وہ شخص درست نسب اور خانی
کے لیے شائستہ ہے کہ وہ اپنے نسب کو بلدوز خاں تک پہنچائے۔ بلدوز خاں کا پسر شہید جو غیبہ جہاد ہے وہ باپ کے
مرنیکے بعد تخت سلطنت پر کامیاب ہوا۔ مغلوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اس موسم میں سب جمع ہوتے ہیں
جس میں کوہ ارکنہ قون کو آگ لگا کر قیات و دربگیں نکلے تھے تمام آلات آہن گروں کے اور ہوکیاں آگ
کو یکجا جمع کرتے ہیں اور آہن سرد کو گرم کرتے ہیں اور پھر گرم کو سرد کر کے کہتے ہیں اور رات کو عیش و عشرت
و خرمی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس موسم کو اپنے لیے ایام جانتے ہیں۔

النقوا کا قصہ دنیا کے عجیب قصوں میں سے ہے اور دنیا میں اب تک اس کے یقین کرنے والے
جیتے ہیں۔ النقوا جو یکتہ بہادر کی دختر قدسی اختر تھی قوم اس کی قیات نسل بر لاس تھی خوبی سے بزرگی
تک اس کے حسن صورت و سیرت میں افرائیش ربانی فطرت عالی و ہمت والا میں یگانہ روزگار ہوئی۔
دوست و دشمن خویش و بیگانے اس کو بزرگ منش خردپرور خدا پرست سمجھتے تھے۔ انوار خدا شناسی اس
کے چہرہ سے نمودار تھے۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اپنے چچا کے بیٹے سے جو خطاستان کا فرمانروا تھا بیاہی
گئی اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک ملکدی دوسرا ایک جدی۔ جب خاوند مر گیا تو وہ بیٹوں
کی پرورش اور اولوس کی سروری و سریر آرائی میں متوجہ ہوئی۔

ایک رات یہ نور پر ورد ہی خواب حالت میں تھی کہ ناگاہ اس کے تاریک خرگاہ گھر میں ایک نور روشن ہوا اور یہ نور اس کے دہن و کام کی راہ سے اندر گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب وضع حمل ہوا تو یہ نور روشن ہوا اور یہ نور اس کے دہن و کام کی راہ سے اندر گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب وضع حمل ہوا تو

پرستندگان اور عیان سلطنت نے بعد طعن اس پر شروع کی۔ القصہ انے تمام اکابر مغل کو جمع کر کے کہا کہ عالم الغیب میرے حال سے آگاہ ہے اور میری عصمت و عفت پر گواہ ہے۔ پھر اپنے حال سے مطلع کیا اور کہا جس کو شک ہو وہ چند روز میرے خرگاہ میں رہے تاکہ اس واقعہ کا حال اس پر روشن ہو جائے چند اشراف اس کے خرگاہ میں گئے انہوں نے دیکھا کہ خرگاہ کے روزن میں سے نور اندر آتا ہے اور پھر باہر جاتا ہے۔ بعد ازاں اتقا کا صبح کہنا ب پر روشن ہو گیا اور کسی کو اس کی عصمت و طہارت میں شک و باقی نہیں رہا جب حمل کے دن پورے ہوئے تو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک بوقون قنقی یا یاتون قضی تھا تمام قوم قنقین اس سے پیدا ہوئی۔ دوسرا یوسف شاہی تھا جس سے قبیلہ سالجوت منشعب ہوا۔ سوم بوزنجر قاآن جس کی اولاد کو نیرون کہتے ہیں۔ یعنی از نو پدید آمدہ ان کو اقوام مغل میں بزرگ تر سمجھتے ہیں۔

بوزنجر قاآن جد ہم چنگیز خان قراچار نویاں کا اور جد چارد ہم حضرت صاحبقران امیر تیمور کا ہے جب سن تمیز کو پہنچا تو ان زمین کی سریر سلطنت کو زینت دی ترک و تاتار وغیرہ جو بطریق ملوک طوائف زندگی بسر کرتے تھے دل و جان سے اس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوئے۔ اس نے اپنی تدابیر کی قوت سے پریشانی روزگار کو دور کیا حالت احسان کی داد دی اور خلقت کو ایک زمانہ دراز تک اپنی مراعات افزائی سے آرائش و آسائش پہنچائی۔ جب تن سے جان جدا ہوئی تو اس کے دو بیٹے بوقا تو قیا باقی تھے۔

بوزنجر قاآن

اس کا بڑا بیٹا بوقا خاں تھا وصیت کے مواقع باپ کا جانشین ہوا۔ اور سند بادشاہی کو عدل و داد سے آراستہ کیا جہانداری اور گیتی ستانی کے قواعد اختراع کر کے دستور اہل شاہی بنایا یاز و دستور

بوقا خاں

کے ساتھ اس طرز زیست بسر کی کہ خواص و عام اس سے خوشوقت ہوئے۔

اس کا پسر رشید دوتمین خاں تھا۔ اس کو اپنی زندگی میں ولیعہد کر دیا تھا۔ بعد باپ کے مرنے کے وہ بادشاہ ہوا۔ لوازم دارائی اور ملک آرائی میں کوشش کی۔ اس کے نو بیٹے تھے وہ جلد مر گیا اس کی بیوی کا نام منولون تھا اور عقل تدبیر میں یکتا تھی۔ وہ اپنے لڑکوں کو ایک گوشہ میں لیجا کر ان کی تربیت

دوتمین خاں

میں مشغول ہوئی۔ دلگیس کی قوم میں سے فرقہ جلائر نے منولون اور اس کے لڑکوں کو قتل کر نواں بیٹا قائدو خاں تھا وہ اپنے چچا کی بیٹی سے بیاہ کرنے کے لیے رہین گیا ہوا تھا۔ اس لیے بچ گیا اہل ماچین نے اس کی ایسی مدد کی کہ جلائر اہل دانی کے مصرف ہوئے اور ستر آدمیوں کو جو اس اور اس کے بیٹوں کے قتل میں شریک تھے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو باندھ کر جنوں نے قائدو پاس بھیجدیا۔ قائدو خاں نے ان کی پیشانیوں پر داغ بندگی لگا کر چھوڑ دیا اور ایک زمانہ تک ان کی اولاد کو بندگی میں رکھا۔

ماچین کی مدت کچھ مدت کے بعد قائدو خاں سریر سلطنت پر بیٹھا۔ سلطنت کی آبادانی میں سعی کی تیسے بسائے اور بہت کچھ خیل و حشم جمع کیا گو اس کی لڑائیاں جلائر سے ہوتی رہیں مگر اس کی سلطنت مستقل ہو گئی جب مر گیا تو تین بیٹے چھوڑ گیا۔ بڑا بیٹا بایسنغر خاں تھا۔ وہ کاردانی اور حزم کی سپہ سالاری میں اور سپاہی پنے میں بیگانہ تھا۔ باپ کی وصیت کے موافق فرماں روا ہوا۔ توشی خاں اس کا بڑا بیٹا تھا باپ کے مرنے کے وقت ملک اور دولت اسی کے سپرد کر گیا تھا سلطنت کو فرو اس سے ہوا مردانگی خردمندی بزرگ منشی بردباری اس کے زمانہ کو رونق دیتی تھیں اپنے ملک معمورتی پر ممالک مغلستان و ترکستان کو اپنی تدبیر و خشیر کے زور سے زیادہ کیا۔ ترکستان میں کوئی اس کی برابر ہیبت و عظمت نہیں رکھتا تھا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک سے سات لڑکے پیدا ہوئے اور دوسری سے دو توام جن میں سے ایک کا نام قبل اور دوسرے کا نام قاچولی تھا

قاچولی بہادر حضرت صاحبقران کا جد ہشتم تھا اس کے خواب اور ان کی تعبیریں بھی زمانہ گزشتہ کے عجب اعتقادات دکھاتی ہیں۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا قبل خان کی جیب اگر بہاں سے ایک ستارہ درخشاں نکلا اور آسمان پر جا کر تاریک ہو گیا۔ اور یہی حال تین دفعہ بار بار ہوا۔ چوتھی دفعہ ستارہ نہایت روشن اس کے گریبان سے نکلا کہ اس سے تمام آفاق نورانی ہو گیا اور اس نے اپنے پرتو سے چند ستاروں کو روشن کر دیا جن میں سے ہر ایک نے ایک ناحیہ کو منور کیا اور جب وہ کوکب نورانی ناپدید ہو گیا تو بھی اطراف جہاں پہلے سے روشن رہے جب اس خواب سے بیدار ہوا تو اس غیبی خواب کی تعبیر میں اپنے طائر اندیشہ کو پرواز دے رہا تھا کہ پھر سو گیا اور خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے گریبان سے سات دفعہ ایک ستارہ روشن نکلا اور غروب ہو گیا۔ اور تمام آفاق

قاچولی بہادر

بڑا ستارہ طلوع ہوا اُس کی روشنی سارے جہان میں پھیل گئی اور پھر اس سے اور ستارے نکلے جن میں سے ہر ایک نے ایک گوشۂ عالم کو روشن کیا جب یہ ستارہ غروب ہو گیا تو عالم میں وہی روشنی تھی اور ستارے بھی ویسے ہی روشن تھے۔ صبح کو اس واقعہ کی صورت کو قاچولی بہادر نے اپنے پدر بزرگوار تومنہ خاں کے روبرو بیان کیا۔ باپ نے ان خوابوں کی یہ تعبیر دی کہ قبلخان سے تین شاہزادے تخت خانی پر بیٹھیں گے اور مملکت میں حاکم ہوں گے۔ چوتھی دفعہ ایسا ہوگا کہ اُنکے بعد ایک بادشاہ کا ظہور ہوگا کہ وہ عالم کے اکثر حصہ کو اپنے تخت و تصرف میں لائے گا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک ناحیہ میں حکومت کریگا اور قاچولی کے سات فرزند دولتمند پیدا ہوں گے کہ انسر چشوائی اور تاج فرمانروائی اُن کے سر پر ہوگا اور آٹھویں دفعہ ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جہانگیری کریگا اور اہل عالم پر سری و سروری کریگا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک جانب میں حاکم اور ایک مملکت کا والی ہوگا۔ جب تومنہ خاں خواب کی تعبیر سے فارغ ہوا تو اس کے فرمانے کے موافق آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ قبل خاں کو سریر خانی مسلم ہو اور قاچولی سپہ سالار و صف آرا و تیغ زن مدار کل ہو اور یہ بات بھی قرار پا گئی کہ بطناً بعد بطنٍ اُن کے فرزند اس طریقہ پر مسلوک رہیں اور اس کو منظور رکھیں و خطا ایغوری میں ایک عہد نامہ اس باب میں لکھا ہوا اور دونوں بھائیوں نے اس پر مہر کر دیں اور تومنہ خاں کے آل تمغا کو دے بھیجا دیا۔

جب تومنہ خاں کا ستارہ حیات مغرب فنا میں غروب ہوا تو قبل خاں تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا اور قاچولی بہادر عہد نامہ کے موافق مہام سلطنت کے انتظام کا مقتدی ہوا جب قبل خاں نے دار الفتن ہتی سے دار الامان ہتی میں خرام کی تو اس کے چھ بیٹوں میں سے قوبلہ خاں جو تاج و تخت کے لائق تھا خان ہوا اور قاچولی بہادر آی منصب الاسپہ سالاری میں مشغول رہا۔ اسکو اپنے ایمان کا پاس تھا اور وہ فرزانگی اور مردانگی کی مدد سے کارگاہ ملک و دولت کا سر انجام کرتا تھا اور اس مہربان کی پشت گرمی سے جو عقل خداوندی اور منبع کشور ستانی رکھتا تھا اپنے بھائی کا انتقام التان خاں حاکم خطا سے لیا اور جنگہا بزرگ لڑا کر لشکر خطا کو شکست عظیم دی اس سرگذشت کا مجمل بیان یہ ہے کہ خطا کے فرمانروا ہمیشہ اس طبقہ والا شکوہ سے دغدغہ میں رہتے تھے اور ہمیشہ سلسلہ دوستی کے محرک ہو کر

اپنا زمانہ گزارتے تھے۔ جب خطا کی فرمانروائی التان خاں کو ملی تو وہ قبلخان کی شجاعت و تدبیر سے خبردار رہتا تھا اس نے اپنے ایلچی کا روانہ کیا جو اس موافقت کو ایسا مستحکم کر لیا تھا کہ قبلخان سے خطا میں آنے کی استدعا کی قبل خاں کو ملک نکی دارو گیر کو قاچولی بہادر کو سپرد کر کے اپنی خلقی ہمراہی کے سبب سے خطا میں گیا اور یہاں اپنے پدر بزرگوار کی صحبت میں اور بعد ازاں حضرت کے اپنے پوت کی جانب سے ہوا بیش تنگ حوصلہ اور فرومایہ ایمان دولت نے ناشایستہ باتیں بکار التان خاں کا مزاج متغیر کر دیا کہ وہ قبل خاں کے وداع کرنے سے پشیمان ہوا۔ اور آدمی بھیجکر اس کو طلب کیا۔ التان خاں کی نارسائی کو قبلخان سمجھ گیا اس کو جواب بھیجا کہ میں نے مبارک ساعت میں سفر شروع کیا ہے اس لیے میں اپنے کو مناسب نہیں جانتا۔ خان خطا اس جواب پر ایسا جوش میں آیا کہ اس نے ایک لشکر روانہ کیا کہ جس طرح بن پڑے قبل خاں کو الٹے آئے قبل خاں نے اپنے ایک دوست کے گھر میں جس کا نام سابجونی تھا لشکر خطا کے سردار کو اُتارا اور کہا کہ میں اولٹا چلتا ہوں۔ سابجونی نے چپکے سے اس سے کہدیا کہ معاودت میں مصلحت نہیں ہے میرے پاس ایک گھوڑا تیز گرد اور دور رو ہے جس کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ بہتر وقت یہ ہے کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس مخاطرہ سے باہر نکل جائیں قبل خاں نے اس رائے پر عمل کیا اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچا جب اہل خطا کو اس کی خبر ہوئی اُسکے پیچھے چابک دست تیز پا آدمی دوڑائے مگر کہیں ان کو خان نہ ملا تو وہ اس کے گھر پہنچے خان نے ان پذیرشوں کو گرفتار کر کے قتل کرایا اسی اثنا میں اس کا بڑا بیٹا ایغن برقاق کہ سن و صورت میں ہمتا تھا جنگل میں نکل گیا تھا کہ ناگاہ قوم تاتار سے دوچار ہوا۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور التان خاں کے روبرو لائے۔ خان نے اپنے آدمیوں کے انتظام میں اس غزال شیر نژاد کو خرچوں میں پراگندہ کر ہلاک کیا۔ جب قبل خاں کا دوسرا بیٹا قوبلہ خاں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے لشکروں کو جمع کیا اور التان خاں کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی خطا کو شکست ہوئی تمام مال اسباب اُن کا تاراج ہوا۔ التان خاں بھاگ گیا۔ جب قوبلہ خان اسی راہ میں واں قاش ہوئی تمام مال اسباب اُن کا تاراج ہوا۔ التان خاں بھاگ گیا۔ جب قوبلہ خان اسی راہ میں واں ہوا جس میں اس کے باپ دادا جا کر واپس نہ آئے تھے تو ہرتمان بہادر اس کے بڑے بھائی کو ایمان ہوا جس میں اس کے باپ دادا جا کر واپس نہ آئے تھے تو ہرتمان بہادر اس کے بڑے بھائی کو ایمان مملکت نے سریر خانی پر بٹھایا۔ اس نے اپنے باپ بھائی کی رسم و آئین کو تازہ کیا اسکے عہد میں کسی کو یہ قوت نہ تھی کہ اسے دعوی مبارزت و سپہ گری کہے اس لیے افواہ خلائق میں لفظ بہادر کے ساتھ

اس کا لقب خانی زبان پر ہوا۔ اور یہی نام اس کا مشہور ہوا اور امن زمانہ میں قاچولی بہادر کہ اس کا
برادر جاں نثار اور بہادر سپہ سالار تھا عالم بقا کو رخصت ہوا۔

قاچولی بہادر کا پسر رشید ایردمچی برلاس تھا وہ مسالک فرہنگ میں اور معارک جنگ میں بلند
ہوش تھا۔ باپ کے بعد طغرائے سپہ سالاری اسی کے نام سے سربلند ہوا۔ اس کے پدر بزرگوار نے جن
آئین کو رونق دی تھی اسی کے موافق تمام ممالک اور تمامی امور اعظم میں کوشش کرتا تھا اول یہی
شخص تھا جس نے برلاس کے لقب سے اختصاص پایا برلاس کے معنی مغلی زبان میں شجاع یا نسب
کے ہیں اور تمام الوس برلاس کا نسب اسی تک پہنچتا ہے۔ جب برتان بہادر کی زندگی ختم ہوئی تو اس
کے چار بیٹوں میں سے تیسرے بیٹے سیوکائی بہادر نے کہ چنگیز خاں کا باپ ہے اور فرزانگی اور مردانگی رکھتا تھا
تاج خانی سر پر رکھا سیوکائی بہادر کا نام ظفرنامہ میں بسوکی لکھا ہے ؎

بس از شاہ برتان یزداں پرست ✦ بسوکی بہادر بشاہی نشست

انہیں دنوں میں ایردمچی برلاس نے شہرستان بقا میں اقامت کی اس کے انتیس بیٹے تھے۔ ایردمچی برلاس کے
فرزندان گرامی میں سوغوجین لاد اور تھا اور عمر میں بھی سب سے بڑا تھا پدر عالی قدر کا جانشین ہوا وہ گو ظاہر میں سپہ سالار
تھا لیکن حقیقت میں شہریار تھا سیوکائی بہادر نے اس کی رائے کے موافق تاتار پر چڑھائی کی اور اس کے
خانخاں کو تخت تاراج کیا اور تاتار پر غالب ہو کر وہ دیلون بلاق میں پہنچا جہاں اسکے ہاں چنگیز خاں
پیدا ہوا سوغوجین کا نام مختلف طور سے مورخوں نے لکھا ہے مگر ظفرنامہ کے اس شعر پر اعتماد کرنا چاہئے ؎

ز سوغوجین بود پورے نکو ✦ بہانگیر و فرمانده و نیک خو

سوغوجین کے معنی عاقل کے ہیں۔ سوغوجین کا فرزند گرامی قراچار نویان تھا وہ بادشاہ خشل اور شہریار
نشاں تھا ۱۱۷۳ء میں سیوکائی بہادر کا انتقال ہوا اس کا بیٹا تموچین (چنگیز خاں) تیرہ برس کا تھا
اس کا حال جلد اول کے صفحات ۷۰، ۷۱، وغیرہ میں پڑھو۔ سوغوجین بھی اسی سال میں دنیائے رخصت
ہوا۔ اس کا بیٹا قراچار نویان خرد سال تھا۔ ان دونوں خرد سالوں نے جو کام کیے ان کی
تاریخ لکھنا اس ملک کی تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا۔ فقط یہ بیان کرنا کافی ہے کہ چنگیز خاں نے
قراچار نویان کے تعصب سے ہمات ملکی و مالی کو سرانجام دیا ؎

قراچار و چنگیز ابن عمند ✦ بکشور کشائی قرین ہم اند

چنگیز خاں نے اوکدائی خاں کو خانی حوالہ کی اور قاچولی و قبلخان کے درمیان جو عہد نامہ ہوا تھا اور آل تمغا
تومنہ خاں پاس تھا اس کو خزانہ سے طلب کر کے مجمع عالی کے حاضرین کے سامنے پڑھا اور فرمایا کہ تو جس
نویاں کے ساتھ اس وثیقت نامہ کے موافق عہد و پیمان کیا تھا تم بھی عہد کرو اور ایک دوسرا وثیقت نامہ
لکھکر اوکدائی اور اس کے فرزندوں کے حوالہ کیا اور دیار ماوراء النہر ترکستان بعض حدود خوارزم و
بلاد ایلغور۔ و کاشغر۔ بدخشاں۔ بلخ۔ غزنین آب سندھ تک جو سب ملک پہلے چغتائی
خاں کے حوالے کیے اور پیمان نامہ قبل خاں و قاچولی بہادر کو چغتائی کے حوالہ کیا اور کہدیا کہ
قراچار نویاں کے ہتصلوب سے تجاوز نکرنا اور ملک و مال میں اپنا شریک کرنا اور ان میں بعد و قرابتی
کا عقدہ باندھ دیا اسی سبب سے سلسلہ خاندان تیموریہ کو چغتائی کہتے ہیں ورنہ کچھ نسبت قرابت ان
ان میں نہیں ہے۔ ان خان زادوں اور نوجیٹوں نے وصیت پر عمل کیا۔ چنگیز خاں نے یہ تفص عہد
کیا کہ وہ پیمان نامہ کہ آل تمغائے تومنہ خاں سے مزین ہوا تھا۔ وہ اوکدائی قاآن کو دینا تھا کیونکہ
شہریر خانی اس کو ملا تھا اور اس کی معاونت قراچار نویاں کو سپرد کی گئی تھی تاکہ اس عہد نامہ
کے موافق عمل ہوتا۔ یا اس وثیقت کو حاضر نہیں کرنا تھا کہ وہ نسیان پر کہ ہمزاد انسان کا
محمول ہوتا تو یہ بدنامی نہ ہوتی۔

چغتائی نے پیش بالیغ کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سپاہ و رعیت کی ہمات کو امیر قراچار
نویاں کے سپرد کیا۔ جب ۱۲۳۸ء میں چغتائی کی حیات بے ثبات آخر ہوئی تو کارگاہ سلطنت کے
انتظام کے لیے امیر قراچار نویاں کو اپنا وصی بنایا اور اپنے فرزند اس کے سپرد کیے۔ اور اس وصیت کے
موافق وہ امور مملکت کا ضبط و نسق کرتا رہا اور کچھ دنوں بعد چغتائی خاں کے پوتے بلاکو خاں کو داد
کا جانشین کیا۔ اسی بادشاہ کی سلطنت میں ۱۲۵۳ء میں اسی سال کی عمر میں کام بخش کا مران
زندگی بسر کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

قراچار نویان کے دس بیٹوں میں سے ایکل خاں دانش و خدا شناسی کے ساتھ مخصوص تھا وہ قرا
بلاکو خاں کی خانی کے عہد میں اپنی دانائی اور توانائی کے سبب سے اپنے باپ کا قائم مقام رہا جب
چغتائی خاں کے فرزندوں میں اختلاف و نزاع بہت رہنے لگا تو اس نے ان کے ارتباط و اختلاط
سے کنارہ کیا۔ اور شہر کش میں کہ اس کی موروثی جگہ تھی اقامت اختیار کی۔ پھر ایک مدت کے بعد

اوجلا کو خاں کا مصاحب ہوا۔ اور خان مذکور نے اس کو تبریز عنایت کیا۔

ایجل خاں کی اولاد میں امیر ایلنگر خاں سب سے زیادہ لائق تھا وہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا اور امیر الامرا کا خطاب پایا اور اسلام سے مشرف ہوا۔ جب وہ اس جہان سے رخصت ہوا تو اس کا اکلوتا بیٹا امیر برکل اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے نفس کے معالجہ میں ایسا مصروف ہوا کہ کسی اور کام کی فرصت اس کو نہ ملی۔ اس نے اپنے باپ دادا کے کاموں کو اپنے چچا کی اولاد کے حوالہ کیا اور خود فارغ البال ہو کر حدود کش میں رہنے لگا وہ رضا اور بزدی میں لگا پورا اور مکارم اخلاق کی تحصیل میں جستجو کرتا تھا اس زمان میں بعض محال و مواضع جو اس کی ملک قدیم تھی اس کی آمدنی سے اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔ اس طرح زندگی بسر کر کے وہ ملک بقا کو چلا گیا۔

امیر برکل کا فرزند گرامی امیر طراغائی تھا وہ شیخ شمس الدین کلال کا بڑا معتقد تھا۔ سہ شنبہ کے دن ۹ شعبان ۷۳۷ھ کو شہر سبز میں کہ ایران یا ماوراء النہر کے توابع میں سے تھا نگینہ خاتون کے بطن سے اس کے ہاں امیر تیمور صاحبقران پیدا ہوا۔ پس ہم نے امیر تیمور صاحبقران کے ترتیب نسب کو بیان کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امیر تیمور بن طراغائی بن برکل بن ایلنگر بن ایجل بن قراچار نویان بن سوغجیحن بن برد چی بن قاچولی بن تومنہ بن بالیستقر بن قائدوین بوقا بن بوزنجیر بن النقوا ہے۔ النقوا مغل خاں یا مونغل خاں کی نسل میں تھے اور مونغل ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ مونغلستان کی آبادی کی بنا اسی نے ڈالی تھی۔ پہلے یہ لفظ مخصوص نہیں ترکوں کے طائفہ کے ساتھ تھا۔ جو مغل خاں کے سلسلہ میں تھے۔ اس لیے امیر تیمور کے خاندان کو خاندان مغلیہ کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں اس کی سلطنت کا نام سلطنت مغلیہ ہوا لیکن اکبر بادشاہ کے عہد سے مغل کا اطلاق ترک و تاجیک عجم پر یہاں تک کہ ایران توران کے بیدوں پر زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے اس لیے ابھی اس خاندان تیمور کی سلطنت ہند کو سلطنت مغلیہ کہتے ہیں۔ مغل خاں ترک کی نسل تھا اس لیے اس سلطنت کا نام سلطنت ترکیہ کہنا غلط نہیں ہے۔ خاندان تیموریہ کو چغتائیہ اس لیے کہتے ہیں کہ بنگنیر خاں نے وجہ نامہ کہ قبیل خاں اور قاچولی بہادر کے درمیان ہوا تھا کہ ایک بھائی کی اولاد میں خانی اور دوسرے بھائی کی اولاد میں سپہ سالاری رہی منسوخ کر کے قراچار نویان کو اپنے بیٹے چغتائی خاں کا سپہ سالار بنایا اور اوکدی خاں کا سپہ سالار نہیں بنایا جس کو سریر خانی حوالہ

کیا تھا۔ اس لیے اس خاندان کا لقب چغتائیہ ہوا گو نسبت قرابت اس خاندان کو چغتائی خاں سے نہ تھی۔ غرض ہم نے امیر تیمور کے مغل۔ ترک۔ چغتائی ہونے کی وجوہ بیان کر دیں۔ مغل و تاتار بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے اُن کی اولاد کے جو قرنے اور قبائل پیدا ہوئے ان میں مشرقی زبان کی تاریخوں میں تمیز نہیں کی جاتی۔ امیر تیمور کی اولاد کو کبھی ترک کبھی تاتار کبھی مغل کبھی ترکمان کہتے ہیں۔ معز الدین کے تاجدار شاہ دہلی کی سپاہ جب جلیکی کی شکست کھا کر واپس آئی اور بلخ اور افغان پور کی حدود میں اس بادشاہ کے رہبر و تحفظ عنائم و تاتاری گھوڑے اور مغل تیر دیش ہوئے تو اُس وقت کی حالت کو قران السعدین میں حضرت امیر خسرو نے بیان کیا ہے جس کو ہم نیچے نقل کرتے ہیں وہ ایک قوم مغلوں کے ہات میں گرفتار بھی ہو چکے تھے۔ یہ نظم ایسا ایک آئینہ ہے کہ جس میں مغلوں کی صورت شکل شمائل۔ خصائل صاف نظر آتے ہیں ترکوں اور خاندان تیمور کی صورت شکل مختلف مکھوں کی آب و ہوا کی تاثیر سے اور غیر قوموں سے رشتہ مندی پیدا کرنے سے ایسی بدل گئی کہ ان میں اصلی قومی شکل کا نشان باقی نہیں رہا۔

جہل زنان باریک و لشکرش	وانگہ بدان لشکر شہ یاورش
راستی آمد مقام نعال	کردہ بسجدہ قد خود را ہلال
ہر کس ازاں سجدہ کہ عالی نمود	صورت آن صورت قالی نمود
زاہل سپہ تا بخداوند کوس	یافت ہمہ کس شرف دست بوس
ازپس آں خدمتی آمد پیش	ہدیہ شاہانہ زاندازہ بیش
جام زر و جامہ زریں علم	با تحف اسپ و ظرائف بہم
عرض در آمد باسیران رزم	کز پئے خاں شکر شہ کرد عزم
کافر تاتار بروں از ہزار	گرد و دگر گونہ برانگیختہ سوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش	بر ہمہ پولاد تن و جبہ پوش
روئے چو آتش کلہ از پشم میش	آتش سوزاں شدہ با پشم خویش
سر بتراشیدہ ز بہر تلم	زاں تلم انگیخت خدا داں رستم
رخنہ شدہ طشت مس از چشم تنگ	دیدہ دراندافت و رخنہ سنگ

زشت تر از زنگ شده روئے شاں | پست تر از پشت شده روئے شاں
چہرہ شاں دہ بہ نم یافتہ | جائے بجائے۔ گنجلک و خم یافتہ
از زخ تارخ شدہ بینی بہ بہن | و زکلہ تا کلہ لبالب دہن
بینی چو رختہ چو گور خراب | یا چو تنورے کہ زطوفان پر آب
موے زبینی شدہ برلب فراز | سبلت شاں گشتہ بغایت دراز
ریش نہ پیرامن چاہ زنخ | سبزہ کجا روید از روئے یخ
گردہ زنخ شاں زمحاسن کنار | اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار
از شپشاں سینہ پسید و سیاہ | کاشتہ گنجد بزمین تباہ
روغن اگر خلق زگنجد چشید | گنجہ شاں روغن ازایشاں کشید
برتن شاں از شپش بے شمار | پشت چو گیہت شدہ دانہ دار
گشت چو گیہت سزاے درفش | چرم تفاگاہ سزاوار کفش
نیم تن از موے برہ در خراش | نیم سر از نیم شپش در تراش
خوردہ سگ و خوک بہ دندان بد | ہر ہمہ دندانِ خرد بیخرد
قصہ شنیدم ہم ازایشاں دگر | ایں بکند تے بخورد آں دگر
خوردن تے را چو پے اندر پے اند | عیب نگیرید کہ ترک تے اند
مائدہ شاں زخورش زشت تے | ہر کہ ببیندقیش آمد بہ تے
اصل زسگ لیک بزرگ استخواں | گربہ بختی شدہ بروئے خواں
شہر عجب زاں ہمہ رویائے زشت | کہ ایزد شاں زآتش و زخ سرشت
دیو پسید آمدہ ہر یک بروے | خلق بلاحول زہر چار سوے

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ ہاربک یعنی امیر لشکر مع لشکر جو اُس کا معاون تھا طبل زناں سیدہا مقام تعال میں آیا اور سب نے اپنا ماتھا سجدہ میں جھکا کر ہلال بنایا۔ جس نے سجدہ کیا اُس نے اپنی صورت کو صورت قالی بنایا۔ سپاہی سے لیکر صاحب کوس تک نے دست بوس کا شرف پایا۔ پھر ہر ایک کو اپنی خدمت کا صلہ شاہانہ اندازے زیادہ ملا۔ ایک خدمتی جام و جامہ

منقش زریں اور گھوڑے اور اور ظرف چیزیں آگے لایا۔ وہ قبیلہ زنم کے جن کا ذکر ہو چکا بادشاہ کے لشکر نے کیا تھا پیش ہوئے۔ یہ کافر قریب ہزار سے زیادہ تھے وہ اور اور قوموں کے بہ نسبت اونٹوں پر سوار تھے۔ اُن کا رنگ سنہ مش آتش تھا اور سر پر اُن کے بھیڑ کی پشم کی ٹوپیاں تھیں جن سے کہ آتش سوزاں اور پشم باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ سر گو منہ اگر چہ بہیں نکالی تھیں اور اس قسم سے خذلاں رقسم ہوئے تھے۔ اُن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چہرہ پر اور اُن کے اندر ڈبے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ تانبے کے طشت میں چھید کر کے پتھر رکھ دیے ہیں۔ اُن کے رنگ سے زیادہ قابل نفرت ان کی بو تھی۔ گردن کے چھوٹے ہونے کے سبب سے اُن کے چہرے پشت میں دھنسے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے رخسارے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تیل کی نچڑے کی نرم تھیلیوں میں جھریاں اور شکن پڑی ہوں ہوں۔ اُن کی ناک چوڑی زخ سے زنخ تک دہن فراخ کلہ سے کلہ تک تھا۔ اُن کے نتھنے نسل بڑے ہوئے گورکے پانی سے بھرے تنور کے تھے۔ تک کے بال ہونٹوں تک بڑھے ہوئے اور مونچھیں اُن کی بڑی لمبی۔ روے زنخ پر جیسے سبزہ نہیں ہوتا ایسے ہی اُن ٹھوڑی کے گرد داڑھی نہیں ہوتی۔ ان کی زنخ (ٹھوڑی) محاسن (ریش) سے ایسی کنارہ کش تھی جیسے کہ اہل زنخ (ہیجوہ آدمی) سے محاسن (نیکیاں) درکنار ہوتی ہیں۔ اُن کا سینہ جوؤں سے سیاہ سیفہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کسی بڑی زمین پر تل بوئے ہوئے ہوں۔ خلق تلوں سے تیل نکالتی ہے مگر تلوں نے (جوؤں) نے اُن کا تیل نکالا تھا۔ اُن کے بدن پر بیشمار جوئیں تھیں جن کے سبب سے اُن کی پیٹھ گیہت ہو رہی تھی۔ پیٹھ اُن کی گیہت کی طرح سزاوار درفش تھی۔ اور گدی کا چمڑہ جوتیاں بنانے کے لائق تھا۔ آدھے جسم پر بھیڑ کے بچہ کی کھالوں کے پوستین پہنے ہوئے تھے۔ اور جوؤں کے خوف سے آدھا سر مُنڈائے ہوئے تھے۔ دوسرے اور سور کو اپنے بڑے دانتوں سے کھاتے تھے۔ اور اُن کے دانت بھی چھوٹے ہوتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ اُن میں سے ایک شخص تے کرتا ہے اور دوسرا اُس کو کھاتا ہے۔ تے کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ اُنکی بُرائی نہیں ہے کہ وہ تے کے (مقام) کے ترک ہیں۔ وہ اپنے دسترخوان پر تے کو کھانے کی جگہ رکھتے ہیں جس کے دیکھنے سے تے آتی ہے۔ اصل اُن کی سگ (سگوں) کی ایک ذات) ہے مگر اُن کے استخواں بزرگ ہیں اور وہ زبان پر بھی کی تخمین رکھتے ہیں۔ ان تمام زشت رویوں کو دیکھکر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ کہ اُن کو خدائے آتش و زخ سے

پیدا کیا ہے۔ ہر ایک شکل میں دیو پیدا تھا جس پر خلق چاروں طرف سے لاحول پڑھتی تھی۔

حضرت امیر خسرو نے بعض اشعار میں ترکوں و مغلوں کو ملایا ہے اور کہیں اُن کو ایک دوسرے سے علٰحدہ کر دیا ہے

امیر تیمور صاحبقراں گیتی ستاں

امیر تیمور کی فتوحات نظر کے حالات جو ہندوستان سے متعلق تھے وہ ہم نے اول سلطان محمود کے حال میں بیان کر دیے ہیں۔ اس لیے ہم کو اپنی تاریخ ہند میں اُس کے زیادہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر امیر تیمور دنیا کے ان چند اولوالعزم فرمانرواؤں میں سے ہے کہ جنہوں نے ساری دنیا کی فتح کا ارادہ کیا تھا۔ اور فقط یہ ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ اُس کو کر کے دکھا دیا۔ اُس کے نام کے ساتھ جو گیتی ستاں لکھا جاتا ہے تو وہ صاحب قراں کی قافیہ بندی کے لیے نہیں لکھا جاتا بلکہ وہ حقیقت میں اس خطاب کا مستحق تھا۔ اگر اُس کی عمر چند سال اور وفا کرتی تو کوئی دنیا کا ملک اُس کے ہاتھ سے نہیں بچتا۔ اس لیے ہم اُس کا حال بالاجمال کچھ لکھتے ہیں۔ امیر تیمور ایک عجیب پیکر بشر مظہر قدرت آفریدگار و مصدر غرائب آثار و بدیع اطوار تھا۔ اس میں رنگ برنگ کے نیرنگ عجب عجب نظر آتے ہیں۔ شجاعت دلاوری اس درجہ کمال پر کہ ابتدا عمر سے آخر عمر تک کسی معرکہ و جنگ میں دہشت و خوف اس کی خاطر میں نہیں آئے اصابت رائے اس مرتبہ پر کہ مدۃ العمر میں جو تدبیر اُس کے فکر و اندیشہ میں آئی وہ تقدیر کے موافق تھی۔ قہر و سیاست وہ کہ خدا تعالیٰ کے اوصاف جلالی کا آئینہ۔ رقت قلب وہ کہ جس وقت پروردگار کا سپاس گزار ہو تو آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی رواں ہو جس میں دل اُس کا شکر کی طرح گداز ہو۔ اولوالعزم ایسا کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ عمرو افریقہ کو فتح کر کے دریائے نیل سے گزرے اور بحر اطلانٹک میں جا کے اور آنبائے جبل طارق کی راہ سے یورپ میں آئے اور تمام یورپ کی سلطنتوں کو میٹ کر کے صحرا روس اور تاتار کوٹ کر کے پھر اپنے گھر میں آئے۔ ہمزمان یہ منصوبہ کہ چین کی تسخیر کے منصوبے باندھتا اُس کی ہمت بلند کو بتاتا ہے کہ اُس کی حد نہایت نہ تھی۔ چین سے چنگیز خاں کی اولادی سلطنت کے جاتے رہنے کو وہ اپنی قوم کی ننگ جانتا تھا اُس کا انتقام لینا اپنے اوپر فرض سمجھتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں نے اور میرے لشکر نے جو ہزاروں مسلمانوں کے قتل کرنے کا گناہ کبیرہ کیا ہے اُس کا کفارہ چین کے کافروں کے قتل کرنے سے اور بت خانوں کو ڈھا کر اُن کی جگہ مسجدیں بنانے سے ہو جائیگا۔ کلکم لحسنات یذہبن السیات میرے اور میرے

لشکر کے گناہوں کی آمرزش کا سبب ہوگا۔ اُنکی ہمت ایسی تھی کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سلطانوں سے اپنے تئیں بڑا سمجھتا تھا۔ وہ ان سبکو محکوم اور مسلمان بنانا چاہتا تھا۔ بڑی قوت اُنکی انتظام پر مبنی ہوتی ہے مگر بڑی قوت اتنی میں تھی کہ یورپ اور ایشیا کے درمیان جو ایک سمندر چھوٹا سا ہے اُس پر تسلط ہو۔ تیمور کی سپاہ کا تمام تر بڑی فوج کا نام نہیں لشکر سوار پاس تھے مگر ایک بیڑا جہاز نہ رکھتا تھا جو جنگی سامان رکھتا ہو پاس نہ تھا۔ اپنے دیس سے اپنی پرانی اور نئی رعیت کی فوج بڑی بھاری تعداد میں لیکر قلعوں اور قاموق کو مطیع کیا اور جگہ جگہ میں شہر اور چوکیاں بنائیں۔ اُن ملکوں کے قلعے جو اب تک سلامت آتش سے لیکر دیوار چین تک اُس نے نہایت درست و صحیح بنوائے۔ اپنی یہ مملکت چھتیس سال میں ثابت ماوراء النہر، خوارزم، ترکستان، خراسان، عراقین، آذربیجان، فارس، مازندران، کرمان، دیار بکر، خوزستان، مصر، شام، روم وغیرہ کو اس کشور کشا نے فتح کیا۔ ۷۸۳ھ میں اصفہان کے آدمیوں نے فتنہ فساد برپا کیا اس لیے اس شہر کو قتل عام کیا۔ وہاں سے دار الملک فارس میں آل مظفر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دشت قپچاق کا زمانہ۔ اسی کا ترجمہ یا فتنہ توقتمش خاں تھا اُس نے مخالفت کی دو دفعہ لشکر کشی اس پر ہوئی اور فتح ہوئی۔ دشت قپچاق کا طول ہزار فرسنگ اور عرض چھ سو فرسنگ تھا اُس کی سیر خود بنفس نفیس کی اور فتنہ و فساد کے خس و خاشاک سے اُس کو پاک صاف کیا۔ ۷۹۵ھ میں ایران میں دوبارہ جا کر شاہ منصور کو جو سرکش ہو گیا تھا شیراز میں قتل کیا۔ آل مظفر کو پامال کیا۔ پھر بغداد کو فتح کیا۔ کئی دفعہ گرجستان میں آیا ۷۹۸ھ میں دریائے سندھ پر پل بنا کر عبور کیا اور ہندوستان کو فتح کیا۔ پھر یہاں سے دشق پر فوج کشی کی اور اموراتھ حوتیہ میں تھے اُن کو قتل کیا۔ دوسرے سال روم کا ارادہ کیا ۸۰۴ھ میں انگورہ میں معارکہ صاف آراستہ ہوا اور ایلدرم بایزید سلطان روم گرفتار ہو کر امیر تیمور کے سامنے آیا تو نہایت اس کا اعزاز کیا وہ سنہ آذربیجان میں آیا۔ ڈیڑھ سال وہیں رہکر یہاں کا انتظام کیا۔ سلطان مصر نے روپے اشرفیوں پر امیر تیمور کے نام کا سکہ لگا کر اُس کی خدمت میں بھیجے اور اس حد و کے سب فرمانروایوں نے اطاعت اختیار کی۔ حسرتیں شرفیین اور اماکن شریفہ کے منبر پر اُس کی فرمانروائی کا خطبہ پڑھا گیا ۸۰۷ھ میں فیرازہ کوہ میں وہ آیا اور یہاں فتح حاصل کر کے خراسان میں گیا اور ۸۰۷ھ میں نیشاپور کی راہ سے ماوراء النہر میں آیا۔ اور وطن مالوف میں امیرزادہ ان لوبیگ۔ امیرزادہ ابراہیم سلطان۔ امیرزادہ انگل۔ عمر شیخ۔ امیرزادہ احمد۔ بایقرا کی شادیوں کا جشن عظیم فرمایا جس کو اس زمانہ کے لوگ دنیا کی نمائش

ہو کہنا چاہیے کہ جس میں ہر ملک کے آدمی اور چیز موجود تھیں۔ اس جشن عظیم کا مقام کان گل مقرر ہوا جس کی بلندی دبستی وصحرا ودشت کی زمین میں سبزی اور سبزی میں گلکاری اگائی اور خس وخاشاک کے بجائے لالہ گل لگائے جس نے کان گل کو حقیقت میں کان گل بنا دیا۔ پھر اس زمین میں آسمانی خیموں کا شہر بسایا گیا۔ بادشاہ کے واسطے چار سرا پردے اور شاہزادوں اور امرا کے واسطے دوسو خیمے وخرگاہ لگائے گئے جن کے سایہ میں دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ ہر شاہزادہ وامیر کے واسطے الگ الگ بارگاہ وخیمہ وخرگاہ تھا۔ یہ خیمے ریشمی طنابوں سے تانے گئے۔ سرا پردہ خاص زردوزی تھا اور اُس میں موتی وجواہر لگے ہوئے تھے۔ بارہ پائے اُس کے امرا اور شاہزادوں کے لیے بنائے گئے تھے کہ اپنے اپنے رتبے کے بموجب اُن پر بیٹھیں مخمل اور سقرلاط سے منڈھے گئے تھے اور خیموں کے ستون ایسے منقش تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک باغ کو بغل میں دبائے ہوئے ہیں۔ بعض خیمے سونے چاندی کے ایستادوں پر ایستادہ تھے۔ بعض کے ستون سیم خام کے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے اندر فرش وہ طرح طرح کے گلدار بچھے ہوئے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ فصل بہار کی چاندنی بچھی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے سب شاہزادوں کو سوا مرزا شاہ رخ کے اس جشن میں شریک ہونے کے لیے بلایا۔ خاص وعام کو اس میں شریک ہونے کی صلائے عام دیدی۔ چاروں طرف خبر بھیجدی کہ اس جشن میں جملہ حکام وسردار واعیان دکل اشراف شریک ہوں۔ دنیا کا کوئی ملک اور شہر باقی نہ رہا ہوگا جہاں کا آدمی یہاں نہ آیا ہوگا۔ چین۔ سقلاب۔ ہندوروم۔ ایران وتوران۔ زابلستان ومازندران خراسان فارس۔ بغداد۔ شام سے آدمی آئے تھے۔ شہ شاہزادہ مصر کا سفیر موجود تھا۔ اور نقد جواہر اقمشہ کے سوا رزافہ اور نوشتر مرغ کہ صنعت آفریدگار کے عجب نمونے ہیں نذر کے لیے وہ لایا تھا۔ ترکستان کا امیر یہاں موجود تھا۔ امرا نامدار وسرداران ذی مقدار۔ بزرگانِ دہلوانان لشکر وامیران سپاہ وسپاہی وشہری خرد وبزرگ سب ہی آسودہ حال بے اندوہ وملال شاداں وخرم چاروں طرف سے آکر جمع ہوئے اور اہل حرفہ نے اپنا اپنا جدا بازار لگایا اور اپنی صنایع وبدایع سے ایک کامل نمایش کو دکھایا۔ عمدہ صنعتیں اور انوکھی دستکاریاں اور طرح طرح کے اختراع سے جادو کا کام دکھایا اور اچنبھے تماشا جمایا۔ ہر اہل پیشہ نے اپنے اندیشہ کے موافق اپنی دکان کو بطرز لطیف زیب دی۔ جوہریوں نے جوہری بازار لگایا جس کو یاقوت۔ مانی۔ لعل۔ ناب سفتہ فاسفتہ درخوشاب سے ایسا سجایا کہ وہاں بلور و

مرجان ونیشب پر کوئی نظر نہیں ڈالتا تھا۔ زرگروں نے اپنی دکانوں کو زیوروں سے نئی دلہن بنایا ہنرداروں نے دیباد استبرق پریناں دحریر سے گلزار بنایا۔ خرازوں نے مرغ بابال وپر طاؤسی کی ہوئی روئی اور نے سے ایسے مینار بنائے جیسے کہ خشت وگل سے بنتے ہیں سر سے پاؤں تک اُن پر نقش ونگار بنائے اور اُن کے اوپر لگ لگ بٹھائے۔ چرم گروں نے اپنے دست ہنر سے یہ وہ خوبی دکھائی کہ ایک شتر پر دو ہودج بنائے۔ اور ہر ایک میں ایک پتلی اور پتلی کے ہاتھ میں ایک پوست جس سے وہ پوست بازی اور بازے کوئی کرتی تھی۔ بوریا بافوں نے یہ عجب تماشا دکھایا کہ بوریوں کی بناوٹ میں خط کوفی ونقل کی عبارتیں گونہیں کہ خوشنویسوں کے قطعات کو مات کیا۔ بازی گروں نے اپنی ریسمان تانکر آسمان پر پہنچائیں اور اُن پر چڑھکر ماہ ومہر کا تماشا دکھایا۔ قصابوں نے یہ طلسم دکھایا کہ گوسفند کو آدمی کی صورت بنا کے لاتے اور اُس کا پوست اُتار لیتے۔ بکریوں کے سینگوں پر سونے کی سنگوٹیاں چڑھاتے اور برابر آگے پیچھے نچاتے ہوئے لاتے۔ پوستین دوزوں نے پوستینوں کو وہ آراستہ کیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارے جنگل کے جانور۔ لومڑی۔ بھیڑیا۔ خیتر۔ پلنگ وشتر زندہ دکھڑے ہیں صورت میں وہ نظر آتے مگر معنی میں پڑی تھے۔ چوب تراں ریسمان دپراس کے اونٹ بنائے۔ میوہ فروشوں نے خوا کہ کو عجیب وغریب ہیئت سے چنا کہ ایک باغ لگا ہوا معلوم ہوتا تھا اور اُن کی خوشبو سے دماغ معطر ہوتا۔ ارباب طرب اہل نشاط نے تو ہر خیمہ گاہ کو اندر کا اکھاڑا بنایا پریروکاں اپنا دکھاتے کہ ناچتے ناچتے اپنے رنگ لیے بدلتے کبھی ہاتھی کبھی گوسفند بنجاتے۔ پکانے میں جنگلوں کی لکڑیاں تمام ہوگئیں گوشتوں کے مینار لگے۔ طرح طرح کے طعام جان پرور لذیذ لطیف معطر پکتے۔ شراب میں قوس قزح کے سے رنگ دکھاتیں۔ صاحب قراں نے فرمان صادر کیا تھا کہ ان ایام سور وشادی میں کسی پر تندی وتہر وتغیر نہ کیا جائے۔ کسی تیرہ روز سے یا نیک بخت سے سخت زبانی نہ کیجائے کسی کا مگار وبے نوا سے چون وچرا نہ ہو۔ کوئی کچھ ہی نیک وبد کام کرے کوئی اُس پر طعن نہ کرے کسی کام پر گوشمالی نہ کی جائے۔ اس شادی کی چہل پہل وعشرت کی ریل پیل میں تعزیرات معطل تھا۔

اس وقت بادشاہ کے دسترخواں پر تمام سلطنتوں اور فوجوں کے امرا کھانا کھاتے تھے یورپ کی سلطنتوں کے سفیر بھی اس دعوت میں داخل ہوتے تھے (اس زمانہ میں یورپ کو مسلمان اپنے عروج کے

سب سے اس لشکر قدرت سے دیکھتے تھے کہ اُنھوں نے یہ لکھا ہے جیسے سمندر میں جھینگا مچھلیاں بھی دامن
ہوئی ہیں اسی طرح یہ سفیر اس دعوت عظیم میں شریک ہوتے)

اول بادشاہ نے اختر شناسوں سے مبارک ساعت دیکھ کر نکاح کے لیے دریافت کی۔ پھر
بعد عقد نکاح کے تصحیح کے شمس الدین محمد فیروزی نے خطبہ پڑھا اور ملت حنفی کے موافق نکاح ہوا۔ بیشمار
زر و گوہر نثار ہوئے حضرت صاحبقران نے جشن گاہ میں تخت پر جلوس کیا۔ اور شان و شکوہ میں جاہ و جلال کا جلوہ
دکھلایا شاہزادے و امیر و سادات و امام و ملا جو چاروں طرف سے آئے تھے انہیں سے ہر ایک اپنے مرتبہ
کے موافق سراپردہ کے بارہ پایوں پر بیٹھے۔ نذریں گذریں خلعت دیے گئے۔ پھر رقص سرود و دعوت کی مجلسیں
منعقد ہوئیں۔ خوب جشن اُٹھے۔ رسم عہد کے موافق نوشہ لباس بدلتے تھے اور ہر دفعہ لباس بدلنے پر سیم و زر
و لعل و یاقوت دگر نثار ہوتے تھے۔ جشن گاہ میں دو مہینے شاہ و سپاہ نے خوب عیش اُڑائے۔ سلطنت کے
حاصل کرنے میں جو پچاس سال امیر تیمور کے گذرے تھے۔ انہیں صرف یہی دو مہینے عیش و نشاط میں بسر ہوئے
جب اس جشن شادی سے فراغت ہوئی تو پھر تیمور صالح ملک و نظم امور جمہور میں مصروف ہوا
اور حکم عام صادر ہوا کہ امیر معروف اور نہی منکر میں سعی بلیغ کی جائے اور پھر کوئی شراب نہ پیے۔

جشن سے فراغت پاکر چین و ختا کی طرف لوا عزم بلند کیا۔ امرا نے عرض کیا کہ کل ممالک کی دو لاکھ
پیادہ و سوار تیار ہیں۔ جو اعدائے دولت پر بلائے خدا ہے ہیں۔ آپ کے پرتال اور رنبگاہ اور سامان جنگ
پانچسو بڑے بڑے چھکڑوں اور گھوڑوں اور اونٹوں اور جانوروں پر رواں ہوتے ہیں سمرقند سے
پیکن تک چھ مہینے میں کاروان جاتا ہے۔ اس لشکر عظیم کو اور زیادہ عرصہ اس سفر میں لگے گا۔ موسم
ایسا تھا کہ سردی کی شدت اور برف و باراں کی کثرت تھی۔ دریائے سیحوں جم گیا تھا اسمیں ڈیڑھ دو گز
یخ کھودنے سے پانی نکلتا تھا۔ اُسپر گاڑی چھکڑے سوار پیادے بے تکلف چلتے تھے۔ امیر صاحبقران نے
اپنی ستر برس کی عمر پر موسم کی سختی پر کچھ خیال نہ کیا گھوڑے پر سوار ہو کر ۶۰ فرسنگ (۱۸۰ میل) اپنی
دارالسلطنت سے سفر کے اترار کے قریب خیمہ ڈالا جہاں حضرت عزرائیل اُسکے منتظر بیٹھے تھے۔ اس
سفر کی تکان نے اور برف کے ٹھنڈے پانی نے بخار کی حرارت کو زیادہ کر دیا۔ ملک و سپہ و مال و گنج نے
مرض کے رنج کو دفع نہ کیا۔ جب بیماری سے مزاج زبون ہوا تو تخت و تاج کچھ کام نہ آیا۔ اس حال میں
بھی اول سے آخر تک اُسے دغا نہ کی اُسکے سلامت ہے۔ جب اپنی رائے صائب سے سمجھا کہ مرض قابل علاج

نہیں ہے تو خوانین اور امرا کو بلا کر فرمایا کہ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم سب کو خدا کے حوالے کرتا
ہوں۔ میرے لیے نوحہ و زاری اصلا نہ کرنا میری آمرزش کی دعا خدا سے کرنا۔ گو میرے گناہ بہت ہیں مگر
خدا سے امید بخشائش ہے۔ اب پیر محمد جہانگیر کو ولی عہد و قائم مقام اپنا کرتا ہوں۔ سمرقند کے تخت پر وہ
فرمانروا ہوگا۔ سب امرا سے قسم لی کہ اس سے مخالفت نہ کریں گے۔ اس میں مرض کی اور شدت ہوئی
سرہانے قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ کلمہ توحید زبان پر تھا کہ روح نے پرواز کی۔ یہ واقعہ جان سوز ۱۸ شعبان
روز چہار شنبہ کو بوقت شب ششم میں واقع ہوا۔ وفات کی مختلف تاریخیں کہی گئیں اُن میں سے
ایک یہ ہے رباعی۔

سلطان تمور آنکہ چرخ را دل خوں کرد — وز خون عدو رخ زمیں گلگوں کرد
در ہفتہ و شعبان سوے جنت تاخت — فی الحال ز رضوان سر و پا بر دں کرد

وداع شہریاری بھی تاریخ ہے اکہتر برس کی عمر تھی جس کے عدد ام آخر صدر اعظم قران شرف ہیں
تھی۔ سمرقند کو اس کی نعش روانہ ہوئی۔ ۲۲ شعبان کو اپنے قبۂ مرقد میں دفن ہوئی۔ مدت سلطنت پینتیس
سال تھی یہ عدد ان تین حرفوں ال م کے موافق ہیں جنسے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ مرتب ہوتا ہے اور
۳۰ ہی آدمی اُس کی اولاد میں وفات کے وقت موجود تھے۔ اس کے ساتھ ہی چین کی فتح کا
ارادہ بھی گیا۔ لشکر پراگندہ ہو گیا چین بچ گیا۔ اُس کے مرنے سے پندرہ برس بعد اُس کی اولاد نے
ایک خط دوستانہ پیکن کو خاقان چین کے پاس بھیجا۔

امیر تیمور کی شہرت تمام مغرب و مشرق میں پھیلی۔ اُس کی اولاد میں سلطنت عظیم مدتوں تک رہی
اُس کی رعایا نے اُسکی تعظیم و تکریم ایسی کی جیسی کہ کسی معبود کی ہوتی ہے اُس کو بعض نے الوہیت کے
درجہ پر پہنچایا اور عدالت کو مضرب المثل بنایا۔ اُس کے سخت سے سخت دشمن بھی جنھوں نے اُس کو
راس الفساق کا خطاب دیا اور یہ کہا کہ امیر تیمور جیسے شریر اور پرتدویر بشر دنیا میں کمتر پیدا ہوئے ہیں
وہ بھی اُس کی مدح و ثنا کرنے پر مجبور تھے۔ اگرچہ پاؤں میں لنگ تھا مگر صورت میں وجاہت تھی اور
دیدبہ شاہانہ بشرہ سے برستا تھا۔ قد و قامت موزوں تھے۔ اور اعضا میں تناسب تھا جسم شہ زور تھا
ورزش کی عادت تھی۔ غذا میں اعتدال رکھتا تھا۔ معمولی گفتگو میں شیریں کلام تھا۔ گو عربی زبان جانتا
تھا مگر ترکی اور فارسی زبان نہایت فصاحت و بلاغت سے بولتا تھا علمی گفتگو کا شوق تھا۔ زیادہ تر

علوم اور تاریخ کی باتیں اُن سے کیا کرتا تھا۔ فرصت کے گھنٹوں میں شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ اور اُس میں نئی نئی
باتیں اختراع کرتا تھا جنے معلوم نہیں کہ شطرنج کی ترقی ہوتی تھی یا تنزل ہوتا تھا۔ متشرع مسلمان تھا اور
حرارت مذہبی شدت سے رکھتا تھا۔ توہمات۔ شگونوں۔ فالوں۔ خواب کی تعبیروں۔ ولیوں۔ نجومیوں
پیشین گوئیوں کا قائل تھا۔ اور اُن پر اعتقاد رکھتا تھا۔ ایسا دانشمند ایسی باتوں کا کب معتقد ہو سکتا ہے
یہ فقط اُس کی عاقلانہ پولیسی عوام الناس کے گرویدہ رکھنے کے لیے تھی۔ وہ اپنی اس وسیع
سلطنت میں مطلق العنان تھا۔ کسی دشمن کا مقدور نہ تھا کہ اُس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ نہ کسی دوست
کی یہ طاقت تھی کہ جس کو وہ عزیز رکھتا ہو اسے برگشتہ کرا دے۔ نہ کسی وزیر کا حوصلہ تھا کہ اُس کی رائے
کو کسی امر میں پھیر دے۔ یہ اُس کا ایک مستقل مقولہ تھا کہ بادشاہ کے حکم پر خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہی ہو چون و چرا
نہیں ہونی چاہیے اور وہ فسخ نہیں ہونا چاہیے مگر اُس کے دشمن کہتے ہیں کہ اس مقولہ پر تعزیری احکام
پر عمل مقصود ہوتا تھا۔ مگر رحم اور شفقت و مرحمت کے احکام پر عمل نہیں ہوتا تھا۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی
اولاد نہایت مطیع و منقاد اُس کی تھی۔ جہاں میں سے کوئی اپنے فرض سے انحراف کرتا تھا تو اُس کو
سزائے تورہ چنگیز خانی کے موافق موتیا تھا یعنی پاؤں میں لکڑیاں لگاتا اور پھر بدستور اپنے عہدہ پر
بحال کر دیتا۔ وہ مقتدر اور یار باش تھا دوستوں پر نوازش کرتا دشمنوں کے قصور معاف کرتا تمام
قواعد اخلاق عوام کے اغراض پر مبنی ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی دانائی جب تعریف کے لائق ہوتی ہے
کہ وہ فیاض و سخی ایسا ہو کہ خود مفلس نہ ہو جائے اور منصف ایسا ہو کہ انصاف سے وہ خود قوی اور متمول
ہو۔ فرمانروائی اور فرماں بری میں ایک اندازہ موزوں قائم کرے۔ مغرور سرکش کو سرزنش کرے
ضعیف کی حمایت کرے۔ مستحق کو انعام دے۔ اپنی مملکت سے سستی و بدی کو بدر کرے مسافر و غربا
تجار کے لیے امن و عافیت پیدا کرے۔ سپاہ کو خانہ گھری سے روکے۔ محنت پر مزارعین کی ہمت
بندھائے۔ اور اُن پر متعادی و معتدل جمع مقرر کرے۔ ٹیکسوں کے بڑھانے کے بغیر ملک کی آبادانی کی
افزائش کرے۔ یہ سب باتیں بادشاہ کے فرائض میں داخل ہیں۔ ان فرائض کے ادا کرنے کا معاوضہ
اُس کو ملتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان فرائض سے امیر تیمور نے کونسے فرائض ادا کیے۔

جب صاحب قراں کی سلطنت کا آغاز ہوا ہے تو ایشیا میں سالہا سال سے یہ حال تھا یلوک طوائف
و جمعیتہ مختلف کا استیلا و تسلط تھا۔ والیان اور فرمانروایان ملک کی مخالفت اور منازعت سے ملک و

شہر تباہ حال ہو رہے تھے ایک دوسرے کو کھائے جاتا تھا۔ راہوں میں کہیں امن و امان نہ تھا۔ سارا ان
راہوں کو لوٹتے تھے۔ بدکردار شہروں پر دست درازیاں کرتے تھے۔ غرض مزاج عالم اعتدال سے
باہر تھا۔ ظاہر ہے کہ پیکر انسانی کے دو ارکان ہیں کہ تمام عالم کا نسخہ ہے جب مواد فاسدہ غالب ہو اور
صحت و سلامت کی راہ مستقیم سے مزاج منحرف ہوا تو بغیر قوی مسہل کے کہ مادہ مرض کو دفع کرے
علاج پذیر نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مواد فاسدہ دفعتہً دفع ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ ضرور وہ صالح بھی
تحلیل ہوتا ہے پس حکیم قادر کا جب یہ ارادہ ہوا کہ مزاج عالم صاحب قراں کے قہر و لطف کے تحمل
و تشہیر میں سے اصلاح پائے اور اعتدال پر آئے۔ تو تھوڑی مدت میں ممالک گیہاں کو اُس نے
تسخیر کیا۔ اور گردن کشوں اور جابروں سے سلطنتوں کو چھین لیا اور اپنے عدل و احسان سے پھر امن
قائم کیا کہ اگر کوئی شخص یا لڑکا ایک لخت چاندی سے یا سونے سے بھرا ہوا مشرق سے مغرب کو
لے جائے تو کوئی چور و شریر اُس کو آسیب نہیں پہنچا سکتا ؎

کس نیارد تیز و خورشید دید از عدل او ۔۔۔ گرچہ از مشرق بمغرب طشت زر غلطد

اس حالت میں بہت سے ہولناک امر بھی صادر ہوئے۔ قتل۔ غارت۔ قید۔ تاراج یہ باتیں جہانگیری
کے لیے ناگزیر ہیں۔ گیتی ستاں بننے کے لیے جو تیمور نے ہولناک کام کیے اُن کا مفصل مقول حکموں کی
حالتیں کر رہی ہیں۔ ان چار باتوں پر جو نیچے بیان کی جاتی ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ تیمور
انسان پر احسان کرنے والا ایسا نہ تھا جیسا کہ اُس کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایک کوڑا تھا یعنی
انسان کے لیے محسن نہ تھا بلکہ تازیانہ تھا۔

اول بعض خاص بد نظمیوں اور مقامی فسادوں کا علاج امیر تیمور کی تلوار نے کیا مگر یہ علاج مرض سے
زیادہ موذی نکلا۔ مثلاً ایران میں چھوٹے چھوٹے حاکم ظالم جابر قاہر ہوتے تھے اور غارتگری اور
بدنظمی سے رعایا کو ستاتے تھے مگر اس سے اُن کے کل قویٰ تو برباد و پامال نہ ہوتی تھیں مگر ان
حضرت مصلح ملکی کے ہاتھ سے تو وہ بالکل سقیاناس ہو گئیں۔ وہ سرسبز و شاداب زمینیں جن میں شہر
آباد تھے اب اُن میں فتوحات تیموری کی یادگار کے لیے اہل شہر کی سروں کے مینار اور مینار قائم
ہوئے۔ تیمور کی آنکھوں کے سامنے اُس کی سپاہ نے۔ استرآباد۔ خوارزم۔ دہلی۔ اصفہان۔ بغداد
حلب۔ دمشق۔ بصرہ۔ سمرنا۔ اور ہزاروں شہروں کو تاخت و تاراج کیا یا جلا دیا یا بیچ ڈالا

سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ اگر کوئی ناصح یا حکیم جرأت کر کے امیر تیمور کو ان آدمیوں کی تعداد بتلاتا جو امن اور انتظام کے قائم کرنے میں قتل ہوئے ہیں تو ضرور اُس کا دل لرز جاتا۔

دوم جن جنگہائے عظیم میں اُس نے ملکوں کو فتح کیا اُن پر قبضہ رکھنے کا اور سلطنت و حکومت کرنیکا بہت تھوڑا خیال کیا۔ ترکستان۔ قپچاق۔ روس۔ ہندوستان۔ شام۔ انٹولیا۔ (ارض روم) آرمینیا۔ جارجیہ پر حملے کیے اور اُن کو فتح کیا۔ مگر ان دور دور دراز ملکوں پر قبضہ کرنے اور حکومت کرنے کی تمنا نہ کی۔ ان ملکوں نے غنائم کو لیکر کوچ کیا اور نہ اپنے پیچھے ان میں سپاہ چھوڑی کہ وہ متمرد رعایا کی تنبیہ اور گوشمالی کرتی اور نہ کوئی منتظم اور ضابطہ مجسٹریٹ چھوڑا کہ وہ مطیع رعایا کی حمایت کرتا۔ پہلے انتظام کو خاک میں ملا دیا۔ اور اُس کے اپنے حملہ سے پہلے برائیاں بڑھ گئیں یا نئی پیدا ہو گئیں اُن کا کچھ علاج نہ کیا۔ یعنی برائیوں کا معاوضہ بھلائیوں سے نہیں کیا۔

سوم ماوراء النہر اور ایران کے مہذب و شائستہ بنانے اور نظم و نسق کرنے میں غرض سب طرح سے اُس کے آراستہ پیراستہ کرنے میں امیر تیمور نے دل و جان سے کوشش کی اور اور ساری ہمت صرف کی۔ مگر اُس کے حسن انتظام میں یوں خلل پڑ جاتا تھا کہ وہ کہیں دور دور گنگا اور گنگا کے کنارہ پر لڑنے جاتا۔ اُس کے ملازم اپنے آقا کو اور اُس بیٹے بھی باپ کو اور اپنے فرائض کو بھول جاتے۔ گو وہ حسن انتظام کے قائم کرنے کے لیے تحقیقات کرتا اور مفسدوں کو سزا دیتا مگر جو مضرتیں بد انتظامی سے ہو جاتی تھیں اُن کی تلافات ان سزاؤں اور تحقیقاتوں سے نہ ہوتی تھیں مگر اُس سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ امیر تیمور کے دماغ عالی میں گورنمنٹ کے کمال کا دستخیل موجود تھا اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ کامل گورنمنٹ کے معنی کیا ہیں۔

چہارم امیر تیمور کی سلطنت و گورنمنٹ میں جو خوبیاں اور برکتیں تھیں وہ اُس کی ذات ہی کے ساتھ نثار ہو کر اُڑ گئیں۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد آپس میں عناد رکھتی تھی اور خلق میں فساد اُٹھاتی تھی۔ اُن کی بلند ہمتی کا اقتضا یہی تھا کہ وہ اپنے نام پر سلطنت رکھنی چاہتے تھے۔ مگر خود حکومت کرنے کا شوق نہیں رکھتے تھے۔ امیر تیمور کے چھوٹے بیٹے مرزا شاہرخ نے سلطنت کے ایک ٹکڑے کو ماوراء النہر میں کچھ دنوں باقرد شکوہ رکھا۔ مگر اُس کے مرنے کے بعد اس سلطنت پر تباہی چھا گئی اور خونریزی نے اپنا رنگ دکھایا۔ ابھی ایک صدی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ ماوراء النہر

اور ایران کو اوزبک اور ترکمان سیفد و سیاہ دیش نے پامال کیا اور تیمور کی اولاد کی سلطنت کا نام باقی نہیں رہا نسل تیموری کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر اُس کی چوتھی نسل میں ایک ریشہ برہ اورنگ سے جا لگا ہندوستان کو فتح کرنے کو چلا آیا۔ اُسی کے قائم مقاموں نے جو سلاطین مغلیہ کہلاتے ہیں اپنی حکومت اور تسلط کو اس کماری سے لیکر کاشمیر تک اور قندھار سے خلیج بنگال تک پھیلایا۔ اورنگ زیب کی سلطنت کے اس سلطنت میں بھی تنزل شروع ہوا۔ ایک ایرانی دلی کے خزانوں کو لوٹ کر لے گیا۔ اُس کے بعد افغان تاجروں کی کمپنی نے آکر تو اُس کا بالکل نام و نشاں مٹا دیا۔ امیر تیمور نے ایک کتاب بہت صاف صاف ترکی زبان میں لکھی ہے جس سے اُسکی کمال درجہ کی لیاقت فرمانروائی اور سلطنت کرنے کی معلوم ہوتی ہے جن کو یہ شبہ پڑا ہے کہ یہ کتاب کسی اور نے لکھی ہے یا اُس نے اپنے حکم سے لکھوائی ہے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو حال تیمور کے اس میں لکھے ہیں اُن کا کسی اور کے قلم سے نکلنا مشکل تھا۔ اُس نے بعض باتیں اپنی سادہ لوحی کی ایسی لکھی ہیں کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا۔ بعض اگر بڑی موزع لکھتے ہیں کہ اس میں ایسی باتیں بنا بنا کے لکھی ہیں کہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے کچلا جاتا ہے۔ بھلا جس ترک خونخوار نے شہر کے شہر ملک کے ملک بے چراغ کیے ہوں وہ اگر مدعا کا اتنا بڑا بگڑ دینا میں آئے تو بھی اُس کا کچلا چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے نہ ہل جائے۔ غرض تیمور کی کوئی مدح کر کے الوہیت کے درجہ پر پہنچانے یا ہجو کر کے راس الاشقیا ثابت کرنے کا نہ ہمارا منشا ہوں اور نہ یہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ اس قسم کے نامہ وروں کے اعمال اور اخلاق کی میزان میں ایک پلڑے میں حسنات اور دوسرے میں سیات چڑھائے جاتے ہیں کوئی ایک پلڑے کو جھکاتا ہے کوئی دوسرے کو کوئی دونوں کو برابر رکھتا ہے اصل حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ترازو کا کونسا پلڑا نیچا ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ بڑے آدمیوں کی لیاقت کو بڑے ہی آدمی سمجھتے ہیں۔ دلی راول نے شہاب الدین غوری کو پانچ دفعہ قید کیا تھا۔ اب بھی مسلمانوں میں ایسی طاقت باقی ہے کہ ایک امیر تیمور ان میں پیدا ہو جائے تو پھر ساے یورپ کو ہرا سکتے ہیں۔ اس مقولہ پر امیر تیمور کے حال کو ختم کرتے ہیں۔

صاحب قران کے چار پسر والا قدر تھے۔ اول غیاث الدین جہانگیر مرزا جس نے اپنے پدر بزرگوار کی اوائل سلطنت میں ۷۷۶ھ میں سمرقند میں رحلت فرمائی اُسکے دو بیٹے تھے اول محمد سلطان جسکو امیر تیمور نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ روم کی فتح کے بعد ۸۰۵ھ میں قصار روم میں کوس رحلت بجایا۔ دوم پیر محمد

جسکے نام پر بڑے بھائی کے مرنے پر طغرائے ولیعہدی سربلند ہوا۔ حضرت صاحب قران نے آخر عمر میں اُسکی اطاعت اور سلطنت کے لیے وصیت کی تھی۔ اس وقت وہ غزنہ اور حدود ہند کا حاکم تھا۔ شیر اُس نے پیر علی یار کے ہات سے شہادت پائی۔ یہ اُس کے امرا میں سے تھا۔ اس نمک حرام کی پیشانی پر داغ لعنت ابد تک لگا۔ حضرت صاحبقران کا فرزند دوم مرزا شیخ عمر تھا جو فارس میں حکومت کرتا تھا۔ ۷۹۶ھ میں باپ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ فرزند سوم جلال الدین میران شاہ میرزا تھا جس کا مجملاً حال نیچے لکھا جائیگا۔ فرزند چہارم میرزا شاہرخ تھا کہ خراسان کا فرمانروا تھا اور باپ کے ساتھ اکثر یورشوں میں شریک ہوا تھا۔ صاحبقران کے بعد تھوڑے دنوں فرمانروائے مستقل ہوگیا اور ایران اور توران پر اور ملک جو باپ کے قبضہ میں تھا اُس پر قبضہ کیا ۴۳ برس کامرانی کے ساتھ سلطنت کی۔ ولادت ۷۷۹ھ اور وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی۔

جلال الدین میران شاہ کی ولادت ۷۶۹ھ میں ہوئی اور حضرت صاحبقران جس وقت ہند پر متوجہ ہوئے تو عراق و عرب و عجم و آذربائیجان و دیار بکر شام کی حکومت بالکل اُسی کے سپرد کی گئی تھی۔ شکار کھیلتا تھا کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ زین سے زمین پر وہ گرا۔ سر اور رو پر آسیب عظیم پہونچا۔ گو صحت ہوگئی۔ مگر اعتدال طبعی نہ ہوا۔ صاحبقران کے انتقال کے بعد ابابکر میرزا پسر کلاں میران شاہ نے باپ کے خطبہ و سکہ کو جاری کیا۔ میران شاہ تو اکثر تبریز میں رہتا۔ تمام مہمات سلطنت کا اہتمام میرزا ابابکر کرتا تھا۔ ۸۰۷ھ میں محاربہ قرا یوسف ترکمان حوالی تبریز میں واقع ہوا۔ اسمیں میران شاہ شہید ہوا۔ اور اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ ابابکر میرزا۔ الکز میرزا۔ عثمان چلپی میرزا۔ عمر خلیل سلطان محمد میرزا۔ ایگل میرزا۔ بیسور غمش۔

سلطان محمد میرزا۔ میران شاہ کا بیٹا ہے اور مہر نوش جو قوم فولاد قپچاق سے تھی اُس کی ماں ہے یہ میرزا اپنے بھائی میرزا خلیل کے ساتھ سمرقند میں رہتا تھا۔ اور اُس کے دو بیٹے سلطان ابوسعید میرزا اور منوچہر میرزا تھے۔ سلطان ابوسعید میرزا ۸۳۳ھ میں پیدا ہوا اور پچیس برس کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور اٹھارہ سال فرماں روائی اور کشور کشائی میں اشتغال کے ساتھ اشتغال رکھا۔ ترکستان۔ ماوراء النہر۔ بدخشاں۔ کابل۔ غزنیں۔ قندہار۔ اور حدود ہندوستان پر تصرف کیا۔ اور آخر کو عراق بھی تسخیر کرلیا۔ باوجود اس دولت بزرگ و مملکت عظیم کے وہ مست نہیں ہوا ہوشیار

جلال الدین میران شاہ

سلطان محمد میرزا و سلطان ابوسعید میرزا

دل اور بیدار مغز تھا اور درویشوں اور گوشہ نشینوں سے بہت کامیاب رہا۔ ۸۷۳ھ میں اذون حسن بیگ قوموں کے دفع کرنے کے لیے میرزا جہاں شاہ بن قرا یوسف حاکم آذربائیجان گیا تھا مگر اُس نے بے پروائی اور بے تدبیری ایسی کی کہ وہ کشتہ ہوگیا۔ سلطان نے اُس پر لشکر کشی کی۔ آذون حسن نے ہر چند صلح چاہی مگر نہ ہوئی۔ ناگزیر اُس نے غلہ کی آمد روکنے کی راہوں کو ایسا بند کیا کہ لشکر میں وہ قحط عظیم پیدا کیا کہ چودہ روز تک خاصہ کے گھوڑوں کو جو بھی نہیں ملے۔ اس قحط سے لشکر بیاگانہ ہوا اور میدان جنگ میں آذون حسن غالب آیا اور ۸۷۴ھ میں سلطان کو آذون کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور یادگار محمد میرزا ابن سلطان محمد میرزا ابن بایسنغر میرزا ابن شاہرخ میرزا کو حوالہ کیا اُس نے یہ بہانہ بنا کے شہید کیا کہ اُس نے گوہر شاد بیگم کہ بنوے شاہرخ میرزا کو قتل کیا۔ مقتل سلطان ابوسعید اُس کی مرنے کی تاریخ ہوئی۔

سلطان ابوسعید کا چوتھا باپ عمر شیخ میرزا ہے وہ سمرقند میں ۸۳۸ھ میں پیدا ہوا سلطان ابوسعید میرزا نے اول اُس کو بدخشاں میں حاکم مقرر کیا تھا اور میرزا دوبیگ کو اُس کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ اس نے میرزاؤں کی طفلی کے سبب سے درگذشت سمرقند میں اُس کو واپس بلالیا۔ حسن شاہی کے بعد اُس نے ولایت اندجان و تخت اور جند اُس کو حوالہ کیے اور امرا اور نواب مقرر کیے۔ تیمور تاش کو اتالیق مقرر کیا۔ ملک موروثی کی نگاہ داشت کے سبب یہ جند اُس کو عنایت کیا گیا تھا۔ حضرت صاحبقران نے بھی اپنے بیٹے شیخ میرزا کو یہی ولایت دی تھی۔ ہمنامی کی مناسبت کے سبب سے سلطان میرزا نے بھی اپنے بیٹے کو یہی ولایت عطا کی۔ حضرت صاحبقران بارہا فرماتے تھے کہ ہم نے تسخیر عالم عمر شیخ میرزا کی قوت شمشیر کی ہے اور اندجان میں اس لیے اُس کو مقرر کیا ہے کہ ہماری ولایت و دولت قپچاق کے درمیان وہ سد شدید ہو۔ ملک کی حفاظت میں وہ اہتمام سعی کرتا تھا کہ اہل قپچاق کو مقدور نہ تھا کہ سرحدوں اور فتنہ و فساد برپا کرسکیں۔ اس لیے ہم بطرف کشور کشائی کرتے تھے۔ اس والا خود نے بھی اپنی ولایت کہ حدود مغلستان میں تھی ایسا انتظام کیا کہ لشکر بیگانہ کی مجال نہ تھی کہ اس حدود سے عبور کرکے اور اُسکی جمعیت میں کوئی خدشہ آسیب و تفرقہ آشوب پہنچا سکے۔ یہ میرزا سخن شناس سخن گستر تھا۔ ارباب نظم کے ساتھ توجہ رکھتا تھا۔ اور خود بھی نظم کہتا تھا۔ طبیعت اُس کی شعر سے مناسبت رکھتی تھی لیکن اُس کو شعر کہنے کی پروا نہ تھی۔ اور اکثر اوقات کتب نظم اور تواریخ پر توجہ فرماتا تھا۔ اُسکے سامنے اکثر شاہنامہ پڑھا جاتا تھا۔

وہ نہایت خوش صحبت و شگفتہ بیانی و نیک محاورہ تھا۔ شعرا چغتائیوں کے کلام میں سے شعر مناسب محل پڑھتا تھا۔ اخلاق اور اطوار اُسکے حنفی مذہب کے موافق تھے۔ پاکیزہ اعتقاد تھا۔ پانچ وقت کی نماز ترک نہ کرتا اور قضائے عمر تمام پڑھیں۔ اکثر تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ خواجہ عبداللہ احرار سے ارادت رکھتا تھا اور اُنکی صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت بھی اس کو بیٹا کہتے تھے۔ سخاوت کو شجاعت کے ساتھ ہم زانو اور ہمت کو قدرت کے ساتھ ہم نشیں کیا تھا۔ عدالت اُس مرتبہ پر تھی کہ ایک دفعہ اندجان کے کوہستان شرقی میں کاروان خطا آیا۔ وہاں برف ایسی پڑی کہ سارا کاروان اُسکے نیچے دبکر ہلاک ہوا صرف دو آدمی زندہ بچے۔ جب اُس کو خبر ہوئی تو محصلوں کو متعین کیا۔ کاروانیوں کا سارا مال جمع کیا ہر چند کوئی وارث حاضر نہ تھا اور اپنے تئیں احتیاج تھی مگر اُس مال کو اچھی طرح امانت رکھا۔ اور بعد ایک دو سال کے اہل کاروان کے وارثوں کو انکے وطن سے بلا کر پورا مال بغیر کسی نقصان کے حوالہ کیا ملک گیری میں بہت دفعہ آشتی کو جنگ سے اور دوستی کو دشمنی سے مبدل کیا۔ اوائل میں شراب بہت پیتا تھا اور آخر کو ہفتہ میں ایک دو مرتبہ پیتا تھا۔ معجون بہت کھاتا تھا جس سے کلّے خشک ہو گئے تھے۔ نرد بہت کھیلتا تھا۔ کبھی قمار بھی کھیلتا۔ تین مرتبہ جنگ آرا ہوا۔ دل یونس خاں سے اندجان کے شمال کی طرف دریائے سیحوں کے کنارہ پر اس میں مغلوب اور گرفتار ہوا۔ اس دفعہ یونس خاں نے اُس پر تنگی کر کے اپنی ولایت کو رخصت کیا۔ دوسری جنگ ترکستان لڑا۔ کنار دریا آرس پر نواحی سمرقند پر اورنگ تاخت و تاراج کرتے تھے۔ اُس نے دریا آرس عبور کر کے اُن کو خوب زبر کیا۔ مال اور اونٹ جو وہ لوٹ لیکر چلے سب واپس لیکر مالکوں کو دیدیئے۔ خود کچھ طمع نہیں کی۔ تیسری لڑائی سلطان احمد مرزا سے شاہرخیہ کے درمیان لڑا اُسمیں شکست پائی۔ باپ کے مرنیکے بعد اندجان میں کہ ولایت فرغانہ کا پایہ تخت تھا سریر سلطنت پر بیٹھا تاشکند و شاہرخیہ و سیرم اُسکے تصرف میں تھے۔ کئی دفعہ سمرقند پر لشکر کشی کی۔ سلطان احمد مرزا برادر عمر شیخ میرزا والی سمرقند اور محمود خاں پسر کلاں یونس خاں جو انوس سنگل کا خاں تھا دونوں نے ہم سخن ہو کر عمر شیخ میرزا پر لشکر کشی کی۔ آب خجندہ کے جنوب کی جانب سے سلطان احمد میرزا آیا اور شمال کی طرف سے سلطان محمود خاں کہ اس عرصہ میں عمر شیخ میرزا کو قضیہ ناگزیر تقدیر سے پیش آیا۔ ولایت فرغانہ کے ساتھ بلاد میں سے ایک اخسکت تھا جو قلعہ خشی مشہور ہے۔ عمر شیخ مرزا نے اُس کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ یہ قسمت کی بات ہے کہ ۴۔ رمضان ۸۹۹ھ کو ایک بلند عمارت پر وہ بیٹھا ہوا کبوتروں کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ یکایک

میں ایسی شکستگی آئی کہ وہ حضیض سفلی پر گر کر اج علوی میں پہنچا۔ عمر اُس کی ۳۹ سال قمری ۳۸ شمسی میں پیدا ہوا تھا۔

فرغانہ اقلیم پنجم میں سے ہے اور معمورہ عالم کے کنارہ پر واقع ہے۔ شرق میں اُسکے کوشہ جنوب میں سمرقند جنوب میں کوہستان سرحد دشتان۔ شمال میں اُسکے پہلے شہر الماليغ والماتو اور باغی کہ معروف بہ تھے مگر اُن کا کوئی نشان نہیں باقی رہا۔ اُسکے غرب میں سمرقند اور خجندہ میں کوئی پہاڑ نہیں۔ صرف اسی جانب سے کوئی بیگانہ اُس میں آسکتا ہے۔

دریائے سیحوں کہ آب خجندہ مشہور ہے وہ شمال سے آکر غرب میں بستا ہوا خجندہ کی جانب شمال سے اور فاراب (شاہرخیہ) کی جنوب سے گزرتا ہے۔ اور جب شمال کے بائیں طرف ہو کر ترکستان کی جانب جاتا ہے اور کسی دریا کے ساتھ ہمراہ نہیں ہوتا اور ترکستان کے آخر میں بیابان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس ولایت میں سات قصبے ہیں۔ پانچ دریائے سیحوں کے جنوب میں اور دو اُسکے شمال میں۔ قصبات جنوب اندجان۔ اوش۔ مرغینان۔ آسفرہ۔ خجندہ۔ اور قصبات شمال کے۔ اخسی کاسان۔

عمر شیخ میرزا کی اولاد میں تین بیٹے و پانچ دختر تھے۔ سب میں بڑا ظہیر الدین محمد بابر تھا اور اُس سے دو سال چھوٹا جہانگیر مرزا۔ اس سے دو برس چھوٹا ناصر مرزا۔

بابر نامہ

حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی

۶۔ محرم ۸۸۸ھ کو قتلغ نگار خانم کے بطن سے بابر پیدا ہوا۔ قتلغ نگار خانم یونس خاں کی دوسری بیٹی تھی سلطان محمود خاں کی بہن بھی۔ اُس کا نسب اس طرح ہے کہ قتلغ نگار خانم بنت یونس خاں بن ویس خاں بن شیر علی اولغلان بن محمد خاں بن خضر خواجہ خاں بن تغلق تیمور خاں بن ایسون تغا بن دوا خاں بن براق خاں بن چیوق تو ابن موالتان بن چغتائی خاں بن چنگیز خاں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابر کا نسب ماں کی طرف سے چنگیز خاں اور باپ کی طرف سے پوتی پشت میں امیر تیمور تک پہنچتا ہے اُس کی دو ددھیال ترک اور ننھیال مغل تھی۔ مگر وہ مغلوں کو باوجود اس رشتہ مندی کے اپنی سرگذشتوں میں حقارت کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ تاریخ ولادت مولانا جامی نے یہ لکھی ہے:

چوں در ششش محرم مژدہ آن شہ مکرم — تاریخ مولدش ہم آمد ششش محرم

یہ تاریخ اتفاقیہ ہے۔ اس تاریخ میں شش حرف ہیں اور چھ کا عدد اہل حساب کے نزدیک عدد خیر یعنی اچھا سمجھا جاتا ہے اور لفظ شش حرف اور نقش عدد خیر میں بھی دو تاریخیں نکلتی ہیں۔ پھر سنہ ولادت میں احاد و عشرات مات مساوی ہیں جو سلوک اطوار کی تسویہ پر اشارت کرتے ہیں۔ حضرت نام الدین خواجہ احرار نے اس کا نام ظہیر الدین محمد رکھا۔ اس نام کے الفاظ ترکوں کی زبان سے اچھی طرح نہیں ادا ہو سکتے تھے اسلیے اُنھوں نے بابر اس کا نام رکھا۔ احسنی میں چار باغ اندجان میں بابر عیش اڑا رہا تھا باپ کے واقعہ ناگزیر کی خبر دوسرے روز پہنچی تو وہ مع حاضر ملازمین کے قلعہ کی طرف چلا۔ جب دروازہ کے قریب پہنچا تو امیر خیرم طغائی اُس کی باگ موڑ کر نمازگاہ کی طرف اس اندیشہ سے لیگیا کہ سلطان احمد میرزا بڑی شان و شوکت کا بادشاہ ہے اور بہت سے لشکر کے ساتھ اندجان پر چلا آتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امرا غدر پر کمر باندھ کر بابر کو اور اُسکی ولایت کو اُسے حوالہ کریں۔ اسلیے اُس کو آدرکندیں دامن کوہ میں لے گیا۔ اگر امرا کی رائے یہی تھی کہ بابر کو اُسکے حوالہ کر دیں تو بلا سے مگر بابر اس تلکہ سے نجات پائے۔ جب امرا کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُنھوں نے خواجہ محمد درزی کو جو عم شیخ مرزا کا بڑا قدیم نوکر تھا بابر پاس بھیجا کہ اُسکی خاطر میں جو دغدغہ ہے اُسے نکال دے۔ بابر نمازگاہ میں پہنچا تھا کہ خواجہ محمد کا سب بوس ہوا اور اپنی معقول باتوں سے بابر کا اطمینان ایسا کر دیا کہ وہ اُلٹا چلا آیا۔ جب وہ قلعہ اندجان میں آیا تو سب امرا و ارکان دولت ملازمت میں حاضر ہوئے اور صلاح و مشورہ کر کے قلعہ کے برج و بارہ کے ضبط و ربط میں مشغول ہوئے۔ ایک دو روز میں بعضے وہ امرا بھی آگئے جو باہر گئے ہوئے تھے۔ پھر سب یکدل و یکجہت ہو کر قلعہ داری میں مشغول ہوئے۔ سلطان احمد مرزا نے اتیغنیہ و خجندہ و مرغینان کو تسخیر کر لیا اور اندجان کے قریب جا کر وہ پرقبا میں دروش ہوا۔ بابر نے خواجہ اوذون حسین و خواجہ حسین کو ایلچی بنایا اور اُنکی معرفت سلطان احمد مرزا سے یہ عرض کیا کہ اس ولایت میں اگر آپ اندجان کو فتح کیجیے گا تو خود یہاں نہیں رہیے گا سمرقند کو تشریف لیجائیے گا۔ یہاں کسی اپنے ملازم کو مقرر کر کے چھوڑ جائیے گا۔ بابر بھی آپ کا ملازم ہے اور فرزند بھی ہے۔ اگر اسکو یہاں کی خدمت کے عہدہ پر مقرر فرمائیں تو بہتر، ورنہ آسان تر فیصلہ ہو جائیگا۔ سلطان احمد مرزا کم سخن تھا فقیرانہ طبیعت رکھتا تھا۔ کوئی کام اور امر بغیر امرا کے دانہ پاتا تھا۔ امرا اس عرض پر ملتفت نہوئے سخت جواب دیدیے اور آگے کو چ کیا۔ مگر اُسکے لشکر پر یہ آفتیں آئیں۔ کہ اول دریا قبا کا پانی سیاہ تھا۔ سوا پل کے کہیں اور سے اُسپر گزر نہیں ہو سکتا تھا۔ پل پر اتنے آدمیوں کا ہجوم ہوا کہ ایک دوسرے پر آدمی

گرنے لگے اور گھوڑے اور لشکر سیاہ آب میں ڈوب کر مرنے لگے۔ لشکر پر تین سال پہلے بھی بارش کے دنوں میں یہ آفت آئی تھی۔ اسلیے وہی دہم چہر لشکر پر غالب ہوا۔ دہم گھوڑوں میں وہی بیماری ہوئی کہ مویشی کے طویلے خالی ہو گئے۔ سوم بابر کی رعیت سپاہ کو ایسا بیکدل و یکجہت پایا کہ جب تک کسی کی تن جان میں جان و توان باقی ہے جانبازی کرینگے اور پہلوتہی نہ کرینگے۔ ان وجوہ کے سبب وہ اپنے آگے بڑھنے سے پریشان و پشیمان ہوا۔ جب اندجان سے ایک کروہ (چار میل) ہٹ تو اُنھوں نے درویش محمد خاں کو صلح کے لیے بھیجا قلعہ کے اندر سے حسن یعقوب بھیجا گیا دونوں نے نمازگاہ میں صلح کی شرائط طے کیں اور واپس آئے۔ غرض سلطان احمد مرزا نے مصلحت بھی صلح کر لی اور سمرقند کو روانہ ہوا۔ مگر راہ ہی میں تھا کہ موت نے آلیا اپنے بڑے بھائی عمر شیخ مرزا کے مرنے کے بعد چار میں روز وہ مرا اب چچا سے بھتیجے کا یوں بچا چھٹا تھا کہ ماموں سے سامنا آن پڑا۔ دریا خجندہ کی جانب شمال سے سلطان محمود خاں نے آن کر احسنی کا محاصرہ کیا۔ احسنی میں بابر کا چھوٹا بھائی جہانگیر میرزا اور ایک گروہ کثیر امرا کا تھا۔ دیس لاغری اور میر غیاث طغائی بھی وہاں تھے اُن کو اور امرا سے ایسا وہم پیدا ہوا کہ وہ کاشان میں کہ دیس لاغری کی ولایت تھی چلے آئے۔ بابر کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر میرزا کا دیس لاغری آیا بلغ تھا اور ناصر میرزا یہاں کاشان میں نہیں تھا۔ جب کاشان کے قوم میں محمود آیا تو ان امرا نے خان کی خدمت جا کر کاشان کو اُس کے حوالہ کر دیا۔ اور ناصر میرزا کو دیس لاغری گرفتار کر کے سلطان احمد میرزا پاس لے گیا۔ اُس نے مزید تر خان کے سپرد کر دیا۔ اب محمود خان احسنی کے پاس گیا اور چند مرتبہ لڑا اور ناکام رہا۔ احسنی کے امرا اور جوانوں نے خوب جانبازی کی۔ اس اثنا میں سلطان محمود خان بیمار ہو گیا اور لڑائی سے بھی تنگ ہو گیا تھا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ سلطان احمد میرزا نے صلح کر لی اور قصد فتح ہونے کی بھی اُمید نہیں ہے تو وہ لڑائی کو ختم کر کے اپنی ولایت کو چلا گیا۔ مگر خان دوسری جہت میں زیادہ کامیاب ہوا۔ ناجیار تنبیہ با اسیر و شنہ جو فرغانہ کے قرب میں تھا اور کچھ برسوں سے عمر میرزا کے قبضہ میں تھا اُس کے مرنے سے پہلے سلطان محمود خان کی سپاہ نے اُس پر قبضہ کر لیا تھا اور خان نے اپنے گورگل تماش اولی دوست محمد حسین میرزا دوغلات کو وہاں کی حکومت دی تھی۔ یہ بڑا بیٹا حیدر میرزا امیر کا شغر کا تھا اور اُس نے خان کی ایک بہن سے شادی کی تھی۔

بابر کے سر پر جیسا کہ بارہ برس کی عمر میں باپ کے مرنے سے تخت و تاج کا بار پڑا تھا ایسا ہی ماں باپوں

کے بھائیوں یعنی چچا وماموں کی تلوار کے ہاتھ سے بچنا دشوار ہو گیا تھا۔ اُن کے حملوں سے ابھی بچا ہوا تھا کہ ابوبکر میرزا دوغلات علاقہ کاشغر از کندیالا کند تخت وتاراج کرتا ہوا فرغانہ کے مشرقی حصہ کا آموجود ہوا مگر اس حصہ کا ایک کونہ آسانی سے ہو گیا جب اس نے بابر کی سپاہ لڑنے کو گئی تو اُس نے صلح کر لی اور کاشغر کے پہاڑوں کے پار چلا گیا۔

دشمنوں سے فرصت ملی تھی کہ گھر میں ایک فساد کھڑا ہوا حسن یعقوب جس کو اندجان کی حکومت کا اختیار اندرخانہ بابر نے دیا تھا وہ منحرف ہو گیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ بابر کو معزول کر کے اُسکے بھائی جہانگیر میرزا کو بادشاہ بنائے۔ مگر سپاہ اور امراء سے اُس کا اختلاط خوب نہ تھا اسلیے اُس کا بھانڈا پھوٹ گیا اور اُس کا ارادہ معلوم ہو گیا بابر کی نانی ایس یہ دولت بیگم رائے وتدبیر میں ایسی لائق تھی کہ ایسی عورتیں کمتر ہوتی ہیں اس کی صلاح ومشورہ سے یہ قرار پایا کہ حسن یعقوب معزول کیا جاوے۔ یہ خبر اُس کو بھی معلوم ہو گئی تو وہ سمرقند کی طرف کندنادام تک گیا تھا کہ چند روز بعد اُس نے اندیشہ فاسد اجنبی کے فتح کرنیکا جب وہ اس نواح میں آیا تو لشکر اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا جس وہ ایک تیر کے لگنے سے ہلاک ہوا۔

چو بد کردی مباش ایمن ز آفات که واجب شد طبیعت را مکافات

عمر شیخ میرزا کی خدمت میں لڑکپن سے ابراہیم سارو رہتا تھا اور اسی خدمت گاری سے امیر ہو گیا تھا مگر وہ میرزا سے منحرف ہو گیا تھا اُس نے قلعہ آسفرہ میں آنکر بایسنغر خاں کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور مخالفت شروع کی بابر اُس کے دفع کرنے کے لیے لشکر لیکر گیا۔ چالیس روز تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ دو تین جگہ سرکوب بنائے اور نقب لگائے ابراہیم سارو ایسا عاجز ہوا کہ ترکش در شمشیر گلے میں ڈال کر بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ سپرد کیا۔ پہلے لکھ چکے ہیں کہ خجند بھی عمر شیخ میرزا کے عہد میں سلطان محمد میرزا نے لے لیا تھا۔ جب بابر یہاں آیا تو بے مقابلہ یہاں کے قلعہ دار نے اُس کو قلعہ سپرد کر دیا۔

سلطان محمود خاں اُس وقت شاہرخیہ میں آیا ہوا تھا۔ بابر نے یہ سمجھکر کہ مجھ میں اور سلطان میں کچھ فاصلہ نہیں ہے اُس کو باپ اور بڑے بھائی کی جگہ سمجھکر اُس سے ملنے کا قصد کیا تاکہ بیلی کدورتیں رفع ہو جائیں وہ شاہرخیہ میں ماموں پاس گیا جس نے اُس کو اپنے پہلو میں بٹھا کر شفقت ومہربانی کی بعد ایک دو روز کے بابر اجنبی کی طرف آیا۔ فرغانہ اور کاشغر کے درمیان ایک قوم جگرک رہتی تھی پانچ چھ ہزار خانوار رکھتی تھی۔ گھوڑے اور گوسفند گائے بہت اُس پاس تھے۔ بابر نے قاسم بیگ

اور لشکر کو بھیجکر بیس ہزار گوسفند اور پانچ سو گھوڑے اُس سے لیے اور لشکر کو تقسیم کر دیا۔

محمود مرزا کے مرنے سے اور بایسنغر خاں کے جانشین ہونے سے سمرقند میں بڑے بڑے فساد ہو رہے تھے۔ بابر ان سب کو بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اب اُس کا بھی ارادہ ہوا کہ اپنے باپ دادا کے ملک کا دا عیہ کیجیے۔ اس وقت اس بدنصیب دولتمند شہر پر ایک ہی وقت میں تین شخص حملہ آور ہوئے اندجان سے بابر اُس پر چڑھا مسعود مرزا حصار سے آیا۔ سلطان علی مرزا بخارا سے۔ سلطان علی نے بابر سے کہا کہ آؤ ہم تم آپس میں صلح کر لیں اور متفق ہو کر کام کریں۔ بابر نے اس صلح کو منظور کر لیا۔ یہ مصلحت اس سبب سے نہ تھی کہ ان دونوں میں اُسکو اعتبار تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ دونوں ایک شخص کے دشمن تھے غرض دونوں گھوڑوں پر سوار آپس میں ملے۔ چار پانچ آدمی ہر ایک کے ساتھ تھے۔ موسم زمستان قریب تھا سمرقند کے گرد سپاہیوں کا ہجوم اس قدر ہوا تھا کہ اب غیر سے لشکروں کے بایکتاج کا بھی انصرام نہیں ہو سکتا تھا اسلیے حملہ آور شاہزادے مجبور اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔

جب بابر اور سلطان علی میرزا میں ملاقات ہوئی تھی تو یہ امر مقرر ہوا تھا کہ تابستان میں وہ بخارا اور بابر اندجان سے سمرقند کا محاصرہ کرنے آئیں۔ اسلیے ماہ رمضان ۹۰۳ھ میں بابر اندجان سے روانہ ہوا اور لشکر کو بایسنغر میرزا کے ملک میں لے گیا۔ بام میں کہ سمرقند سے کچھ دور نہ تھا خیمہ زن ہوا۔ ماہ رمضان میں یہ ایک عجب تہذیب کی بات تھی کہ جو سپاہی کہ شہر کو محصور کیے ہوئے تھے اُن میں شہری و بازاری اس قدر آئے تھے کہ وہ شہر معلوم تھا۔ جو چیز شہر سے طلب کرتے وہ لشکر میں موجود ہوتی بابر نے لکھا ہے کہ لشکر ہمارا بام میں تھا کہ شہر کے بازاری اور غیر بازاری بہت سے لشکر کے بازار میں آتے تھے اور سودا بیچکر سود حاصل کرتے تھے کہ ایک بازار ظہر کی نماز کے بعد ایک غوغائے عام اب اُٹھا کہ ان مسلمانوں کا تمام مال تاراج ہو گیا۔ لشکر کا انتظام اور حفظ ایسا تھا کہ بادشاہ کا حکم ہوا کہ کسی شخص کا مال اسباب لوٹی اپنے پاس لشکر کا آدمی نہ رکھے اور سب مال جمع کر کے واپس کر دیا جائے پھر دن نہ چڑھا تھا کہ مالکوں پاس سارا اسباب پہونچ گیا۔ اور لشکر نے اُن کا کوئی سوئی تاگا تک اپنے پاس نہیں رکھا۔ بام سے یورت خاں کی طرف بابر گیا اور چالیس پچاس روز یہاں قیام رہا۔ اس قیام میں کئی دفعہ اندہ اور باہر کے جوانمردوں میں لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دفعہ اہل قلعہ نے یہ ترکیب کی کہ آدمی بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ غار عاشقان کی طرف سے تم آؤ تو ہم تم کو قلعہ دیدیں گے اس خیال سے رات کو

سمرقند کا حال یہ نوجوان بادشاہ اس طرح کہتا ہے کہ اُس کو حکمت دار الملک کا دار السلطنت امیر تیمور نے مقرر کیا تھا۔ ربع مسکوں میں اُس کی برابر کا لطیف شہر نہیں۔ ابتک کسی بانی (زبان) نے اتنا دلفریب سے اُس پر قبضہ نہیں پایا تھا اسلیے اُس کو بلاد محفوظہ کہتے ہیں۔ مغول والوس ترک اُس کو سمرکت کہتے ہیں حضرت عثمان کی خلافت میں یہ شہر مسلمان ہوا۔ اب سارے باشندے اسکے سنی پاک مذہب فقہ شافعی دیانت دار ہیں۔ ماوراء النہر میں جیسے ائمہ اسلام پیدا ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ کسی اور ولایت میں ایسے پیدا ہوئے ہوں۔ شیخ ابو منصور ماتریدی ائمہ کلام میں سے ہے۔ بایزید سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے دوسرے صاحب بخاری خواجہ اسمٰعیل احراری ماوراء النہری ہے۔ صاحب ہدایہ مرغینان کا ہے جو ولایت فرغانہ کا ایک حصہ ہے۔ مذہب حنفیہ میں ہدایہ سے زیادہ معتبر کتاب فقہ میں کم ہے اس کے باغات۔ مساجد۔ مدارس۔ عمارات کی بہت تعریف کی ہے۔ ایک مسجد کو لکھا ہے کہ اس سنت سے بنا ہے کہ اگر اُس کے صحن پر لات ماریے تو بج بج کی آواز نکلتی ہے۔ ایک مسجد تبہ پتھر کی ہندوستان کے سنگ تراشوں نے بنائی ہے اُس کے چھت طاق کے کتابہ میں قرآن کی آیات ایسی لکھی ہیں کہ ایک کروہ کے فاصلہ سے آدمی آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔ ایک کوشک کلاں میں امیر تیمور کی جنگ ہندوستان کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ مرزا الغ بیگ نے بہت سی عمارات بنائی ہیں جنمیں اُن کے ایک داستہ پشتہ کوہک میں ایک عمارت عالیشان رصد ہے کہ زیج بنانے کے آلات وہاں موجود ہیں الغ بیگ مرزا نے اس رصد سے زیج گورکانی لکھی ہے جس پر اب عمل ہوتا ہے پہلی زیجیں سب اس کے آگے معطل ہیں۔ اس سے پہلے زیج ایل خانی پر عمل ہوتا تھا جس کو خواجہ نصیر نے ہلاکو خاں کے زمانہ میں لکھا تھا۔ غالباً دنیا میں آٹھ سات رصد سے زیادہ نہیں بنائی گئیں۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک رصد بنائی تھی کہ جس سے زیج مامونی بنائی گئی۔ اب بطلیموسی رصد بنائی گئی تھی۔ ہندوستان میں راجہ بکرماجیت کے عہد میں اُجین میں کہ مالوہ میں ہے رصد (جنتر منتر) بنائی گئی تھی جیسر نے وہاں نے عمل کر کے زیج بنائی ہے اسپر ۴۵۰ برس گزر چکے ہیں بہ نسبت اور زیجوں کے ناقص ہو گئی ہے ایک تخت ایک پتھر کا ہے جس کا طول تخمیناً چودہ پندرہ گز کا اور عرض سات آٹھ گز کا اور ارتفاع ایک گز کا ایسے سنگ کلاں کو دور سے لائے ہیں اس میں اور زیادہ گئی ہے بعض مکان پتلی کے بنے ہوئے ہیں سمرقند کے شہر میں ایک خصوصیت ہے جو اور شہروں میں نہیں ہے کہ ہر ایک گز زمین کا بازار جدا جدا ہے کوئی گھر دوسرے گھر

باہر سوار ہو کر پل پر آیا اور جا موعود پر جوانمرد پیادوں کی ایک جماعت روزانہ کی کہ شہر کے اندر جا کر چابکدستیاں روشن کر کے لائے تھے تو سپاہ کو اُن کی وفا کا حال معلوم ہوا۔ جو جوانمرد غلبہ باز تھے وہ قتل ہو گئے۔

اب مقام یورت خاں سے بابر نے جو اپنے لشکر کے چند مقام شہر کے گرد بدلے تو شہر والوں نے جانا کہ وہ اُٹھا جاتا ہے تو سپاہی اور شہری لڑنے کے لیے باہر نکل پڑے۔ مگر بابر کے لشکر نے اُن کو شکست دی اور اُن کے بڑے بڑے جوانمردوں کا خون کیا اور غار عاشقاں میں جو بابر کے سپاہی مارے گئے تھے اُن کا انتقام لیا۔ اہل سمرقند کو پوری شکست ہوئی اور پھر وہ قلعہ سے باہر نہ نکلے اور نوبت یہانتک پہونچی کہ بابر کا لشکر خندق کے قریب ایسا ہو گیا کہ اندر جا کر آب و علہ لے آتا۔

اب آفتاب برج میزان میں داخل ہوا۔ بابر نے مجلس مشورہ کو جمع کیا۔ سب نے کہا کہ اہل شہر ایسے عاجز ہو رہے ہیں کہ ایک دو روز میں بعنایت الٰہی ہم شہر کو لے لیتے ہیں نہیں تو سردی کی تکلیف اُٹھانی پڑیگی اس لیے بہتر ہو گا کہ شہر کے پاس سے چلکر کہیں ایک قلعہ میں قشلاق موسم سرما کے رہنے کا بندوبست کیا جائیں کہ اگر وہاں سے چلے جانے کی ٹھیرے تو بے تردد چلے جائیں اس قشلاق کے واسطے خواجہ دیدار کا قلعہ تجویز ہوا۔ وہاں سے کوچ کر کے اس اولانگ (سبزہ زار) میں کہ قلعہ خواجہ دیدار کے آگے تھا فروکش ہوئے اور جب قلعہ میں مکانات تیار ہو گئے تو اُس کے اندر چلے گئے۔ اس عرصہ میں شیبانی خاں پاس بایسنغر نے متواتر آدمی بھیجے۔ وہ بطور الیغار کے ترکستان سے چلکر بابر کے لشکر کے سر پر آیا۔ باوجودیکہ لشکر جمع نہ تھا بہت سے آدمی اُس کے مصلحت قشلاق کے لیے رباط خواجہ عمر میں بعض شیراز میں دور چلے گئے تھے۔ مگر لشکر درست کر کے شیبانی خاں سے لڑنے کو بابر مستعد ہوا۔ مقابلہ شیبانی خاں نہ کر سکا سمرقند کو چلا گیا۔ بایسنغر خاں کے حسب مراد شیبانی خاں سے کام نہ ہو سکا اسلیے وہ مایوس ہو کر اور کچھ کام نہ کر کے ترکستان کو واپس آیا۔ بایسنغر خاں سات مہینے تک زحمت اُٹھاتا رہا شیبان خاں سے توقع تھی وہ بھی منقطع ہوئی۔ اسلیے دو تین سو بھوکے ننگے آدمیوں کو لیکر کندز کو سمرقند سے بھاگ گیا۔ بابر بجرد بایسنغر خاں کے فراز ہونیکی خبر سنکر خواجہ دیدار سے سوار ہو کر سمرقند پر متوجہ ہوا راہ میں اکابر و امراء خوانین استقبال کو آئے۔ ربیع الاول ۹۰۲ھ کو شہر اور ولایت سمرقند مسخر ہو گئے۔ بابر کی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی۔

قرمزی دکا غذ یہاں کا مشہور ہی۔ امیر تیمور نے جو کہا تھا کہ میرے پاس ایک باغ ہی کہ جس کا طول فرسنگ (۲۰ میل) ہی وہ باغ سعد میں تھا۔ جو ماوراالنہر کا ایک بڑا شہر ہی۔ وہ سمرقند کے میوہ کی بہت تعریف کرتا ہی۔ اہل شہر کی زبان فارسی ہی۔ اہل قصبات و دیہات کی زبان ترکی ہی۔ وہ کہتا ہی کہ امیر تیمور نے سمرقند کی حکومت جہانگیر مرزا کو دی تھی۔ جہانگیر مرزا کے مرنے کے بعد اُس کے بڑے بیٹے محمد سلطان جہانگیر کو وہ ملی اور شاہرخ مرزا نے تمام ماوراالنہر کو فتح کرکے مرزا الغ بیگ کو یہاں کی فرمانروائی دی۔ الغ بیگ کو اُس کے بیٹے عبداللطیف عباس نے مار ڈالا۔ تاریخ قتل

الغ بیگ بحر علوم و خرد — کہ دنیا و دیں را از و بود پشت
ز عباس شہد شہادت چشید — شدش حرف تاریخ عباس کشت

باپ کو مار کر وہ بھی پانچ مہینے سلطنت نہ کر سکا اُس کی نسبت یہ بیت مشہور ہی ؎

بہ کش با دشاہی را نشاید — اگر شاید بجز بہ کش مہ نشاید

عبداللطیف کو بابا حسین نے مارا۔ بابا حسین کشت اسکے مرنے کی تاریخ ہی۔ عبداللطیف کے بعد الغ بیگ کا داماد عبداللہ مرزا تخت پر بیٹھا۔ ڈیڑھ دو سال سلطنت کی ہوگی کہ سلطان ابوسعید فرماں روا ہوا اور اُس نے اپنی زندگی میں سلطان احمد مرزا کو یہاں کی حکومت دی۔ بعد سلطان ابوسعید مرزا کے سلطان احمد مرزا بادشاہ ہوا اور بعد اُس کی وفات کے سلطان محمود مرزا اور سلطان مرزا کے بعد بایسنغر مرزا تخت سمرقند پر بیٹھا۔ ترخانیوں نے غوغا میں بایسنغر مرزا مقید ہوا۔ اور ایک دو روز کے لیے اُس کے چھوٹے بھائی سلطان علی مرزا کو تخت پر بٹھا دیا۔ پھر بایسنغر مرزا نے تخت لے لیا اور اُس سے بابر نے سلطنت لے لی۔ بابر نے تخت پر بیٹھکر امرا سمرقند پر عنایت کی اور جو امرا اُس کے ہمراہ تھے اُن پر بھی شفقت کی۔ سلطان احمد تنبل کی رعایت زیادہ کی گئی۔ سمرقند سات مہینے کے محاصرہ میں بہت سی تشویش کے بعد حاصل ہوا تھا۔ بابر نے سمرقند کو حملہ کرکے تو فتح نہیں کیا تھا بلکہ اہل سمرقند نے خود اپنے تئیں اسکو حوالہ کیا تھا۔ اس لیے وہ لشکر کو حکم اس شہر کے لوٹنے کا نہیں دے سکتا تھا۔ جس کو وہ اپنا دارالسلطنت بنانا چاہتا۔ سوا اس کے اس وقت سمرقند کا حال ایسا خراب تھا کہ وہ مدد لشکر و نقدی کا محتاج تھا۔ اس سے بھلا کیا کوئی چیز لے سکتا تھا۔ اس سبب سے اُس کے لشکر کے آدمی ناراض ہوئے کہ غنیمت کچھ ہاتھ نہ لگی نہ بادشاہ خود اُن کو کچھ

دے سکا اسلیے اُن کو اپنا گھر یاد آیا۔ ایک ایک دو دو کرکے بھاگنے شروع ہوئے اور شب بھاگ گئے اور فرغانہ میں جاکر باقی فوج کو بہکانے لگے۔ احمد تنبل جو اندجان میں بابر کی طرف سے حاکم تھا وہ بھی اور امیروں کے ساتھ مکر باغی ہوگیا۔

اب بابر نے اس فتنے کے دور کرنے کے لیے خواجہ قاضی کو بھیجا کہ وہ اپنے دوست اور دوان حسن کے ساتھ ملکر اُن لوگوں کو جو بھاگ گئے ہیں خود سزا دے یا پکڑ کر بھیجے۔ مگر معلوم ہوا کہ دوان حسن نمک حرام خود بھاگنے والوں کا سردار بن کر فتنہ برپا کرتا تھا۔ دوان حسن اور احمد تنبل نے فتنہ پردازوں کا گروہ کھڑا کرکے جہانگیر مرزا کو اندجان کا فرمانروا بنانا چاہا۔ اور بابر پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کو سمرقند بات لگ گیا ہی وہاں آپ فرماں روائی کیجیے اور یہاں اندجان اور اخسی میں آپ کا چھوٹا بھائی جہانگیر مرزا حکم رانی کریگا۔ بابر کا ماموں بھی جو شہر شش قند کا متصل بادشاہ تھا ان ملکوں کو مانگتا تھا۔ بابر نے جو بھائی اور ماموں کے ان دعووں کو بیان کیا ہے دعوے صاف نہیں ہے۔ مگر دونوں کا دعوی خالی از انصاف نہیں تھا۔ مغلوں کے ہاں اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد ہر بیٹے کو جداجدا انتظام کرتی تھی جس کے سبب بھائیوں میں آپس میں عناد و فساد رہتا تھا۔ بابر اور جہانگیر دونوں کی مائیں مغلانیاں مختلف قرقہ کی تھیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اسی کی انتظام جہانگیر کے پاس تھی۔ اس کے نسبت طرفدار تھے اور اُس کو آزاد بنانا چاہتے تھے۔ ابتدا میں جو بابر پر آفتیں زیادہ آئیں اُس کا سبب یہی تھا کہ یہی بھائی جو اُس کا معاون اور یار و یاور ہوتا مخالف ہوگیا۔ اور اس سبب سے فرغانہ کی قوت جو ان دونوں بھائیوں کے اتحاد سے پیدا ہوتی ضعیف ہوگئی۔ بابر کو چاہیے تھا کہ جب ملک سمرقند اُس کو ہات لگا تھا تو فرغانہ جہانگیر کو دیدیتا وہ اس کا مستحق تھا۔ محمود خاں کے دعوی کی نسبت ہم لکھتا ہی کہ اگر محمود خاں کے ساتھ کوئی وعدہ وفا یتوں کے دینے کا نہیں ہوا اور اُس نے مدت کمک بھی نہیں کی مگر وہ اُس کو طلب کرتا ہی۔ اگر یہ ملک جہانگیر مرزا کو دیدیے جائیں تو ماموں سے القط ہوجائیگی۔ سوائے اس کے جو لوگ جاگ گئے ہیں وہ بطریق تحکم دعوی کرتے ہیں اگر اس معاملہ میں کوئی پہلے بات مقرر ہوئی ہوتی تو اُس کے مانگنے کی وجہ معقول ہوتی۔ بتحکم بابر سے اُنہ نہیں سکتا تھا۔ بابر نے خواجہ التون کو بھیجا کہ وہ نصیحت کرکے لوگوں کے دلوں سے اہم کو دور کرے۔ مگر

نمک حراموں نے لوگوں کو ایسا بہکا رکھا تھا کہ وعدہ وعید و نصیحت و تہدید کچھ اثر اُن پر نہیں کرتا تھا۔
احمد تنبل اور اوزون حسن نے ایک جماعت کو بھیجکر التون کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دونوں سے جہانگیر
کو ساتھ لیکر اندجان کا محاصرہ کیا۔ اندجان سے جب بابر آیا تھا تو اُس میں علی دوست طغائی کو اور
اخسی میں اوزون حسن کو چھوڑ آیا تھا۔ پھر خواجہ قاضی کو سمرقند سے بھیجا تھا۔ اس نے قلعہ داری میں
بابر کی نیک خواہی کے لیے بڑا اہتمام کیا اور اٹھارہ ہزار گوسفند اپنے پاس سے قلعہ کے اندر جو لوگ
تھے اون کو تقسیم کر دیئے۔ مدت محاصرہ میں بابر کی ماؤں اور نانی اور خواجہ قاضی نے متصل خط
بھیجے کہ ہم اس طرح محاصرہ میں گھرے ہوئے ہیں اگر ہماری فریاد نہ سنوگے تو تمام کام خراب
ہو جائیگا۔ سمجھ لو کہ اندجان کی قوت سے سمرقند کو تسخیر کیا تھا اگر اندجان ہات میں رہیگا تو خدا تعالیٰ
پھر سمرقند دلا دیگا۔

اندجان کا محاصرہ

بابر پاس اس مضمون کے خط برابر چلے آتے تھے وہ اس وقت سخت بیمار ہو کر تندرست ہوا تھا۔
نقاہت سے فراغت نہوئی تھی کہ اس تشویش سے عود مرض ہوا اور ایسا بیمار ہوا کہ چار روز تک دوائی
کے بھوؤں سے منہ میں پانی چوایا جاتا تھا۔ سب امرا کو اُس کی زندگی سے مایوسی ہوئی وہ اپنے اپنے
کام کی فکر میں ہوئے۔ ان دونوں میں اوزون حسن کا نوکر ایلچی گرمی کے لیے آیا تھا۔ امرا نے بابر
کو دکھا کر اُس کو رخصت کر دیا۔ چار پانچ روز بعد بابر کا حال کچھ اچھا ہوا مگر زبان میں کلالت باقی
تھی۔ چند روز بعد پھر ماں اور نانی کے اور مولانا قاضی کے جو اُس کا اُستاد اور پیر تھا تقاضے کے
خط آئے تو ماہ رجب ۹۰۲ھ/۱۴۹۶ء کو وہ سمرقند سے اندجان کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی خجند میں پہنچا تھا کہ
ایک آدمی خبر لایا کہ علی دوست طغائی نے جب بادشاہ کی علالت کا ایسا حال سُنا کہ زندگی کی اُمید
نہیں رہی۔ اس بات کو بہانہ بنا کے اُس نے قول قرار کر کے اندجان کو مخالفوں کے حوالہ کیا اور جب

اندجان کا دوبارہ گرفتار ہونا

خجند میں بابر کے پہونچنے کی خبر سنی تو مولانا قاضی کو بھی شہید کیا اور سب کو لوٹ لیا۔ بابر کی ماں اور
نانی کو خجند میں اُس پاس بھیجدیا۔ اندجان کے لیے سمرقند کو چھوڑا تھا سو وہ بھی ہات سے گیا وہی مثل ہوئی
از انجا راندہ و زانجا ماندہ۔ یہ وقت اُس پر بہت شاق و دشوار گزرا۔ جب سے بادشاہ ہوا تھا اس طرح

بابر کے مصائب

کے رنج و مشقت نہیں اُٹھائی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ زرخانہ اور سمرقند دونوں سے محروم ہوا تو اُسے
اپنے ماموں سلطان محمود خاں پاس قائم بیگ کو تاشکند بھیجا کہ وہ ماموں سے اندجان آنے کی

درخواست کرے۔

بابر کی اس درخواست پر محمود خاں سوار ہو کر اخسی میں آیا۔ اگرچہ اس کے اخلاق اور اطوار
خوب تھے مگر دوستداری اور سرداری سے بہت بے بہرہ تھا۔ مخالف بھی لشکر لیکر اخسی میں آ پہونچے
ہوئے اُنھوں نے اپنی خلاصی کے لیے ایلچی بھیجا اور ایسی جھوٹی باتیں دل فریب خاں کے ساتھ بنائیں
اور پیچ کے آدمیوں کو رشوت دی کہ خان اٹھا چلا گیا۔ اور ان بھانجوں کے جھگڑے میں خلل ہوا۔ بابر کے
پاس جو آدمی اور جوان تھے اُنکے بال بچے اندجان میں تھے۔ جب اُن کو اندجان کی تسخیر سے مایوسی
ہوئی تو سات آٹھ سو آدمی جن میں امیر غریب سب طرح کے آدمی تھے بابر کو چھوڑ کر چلے گئے
اس پاس تخمیناً دو سو آدمیوں سے زیادہ اور تین سو سے کم باقی رہے۔ اسوقت وہ ایسی خواری میں
پڑا کہ بہت رویا اور خجند میں آیا جہاں ماں اور نانی اور رفیقوں سے ملا۔ اور ماہ رمضان میں بسر کیا
پھر اس کا ارادہ ہوا کہ سمرقند کو لیجیے اس مطلب کے لیے محمود خاں سے کمک طلب کی اُس نے اپنے بیٹے
سلطان محمد خاں کو پانچ چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ کیا۔ جب خاں نے شاہرخیہ
تاخت و تاراج کرتا ہوا چلا آتا ہے تو وہ اُلٹا پھر گیا۔ بابر بھی خجند کو واپس آیا۔ وخدہ سلطنت و داعیہ
ملک گیری میں ایک دو مرتبہ کام کے نہ بننے سے خالی نہیں بیٹھا جاتا ہے۔ اس لیے بابر تاشکند میں
ماموں پاس گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے ملکر بہت خوش ہوا۔ ماموں نے آٹھ سات سو
آدمیوں سے کمک کی۔ اس کمک کو لیکر قلعہ شاہرخیہ کو جو خجند سے چالیس میل تھا اُس نے فتح کیا۔
یہاں خربوزہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ امرا سے مغول نے عرض کیا کہ اس قلعہ کے لینے سے ہمارا کیا کام
چلے گا۔ بابر کے نزدیک بھی یہی مصلحت ہوئی کہ وہ قلعہ کو چھوڑ کر پھر خجند میں آگیا۔ یہ چھوٹی سی جگہ
تھی۔ وہاں دو سو آدمیوں کا گزارہ تشویش کے ساتھ ہوتا تھا۔ جو صاحب داعیہ سلطنت ہو اُس سے
کیا نچلا بیٹھا جاتا ہے اس لیے اُس نے اپنے ماموں محمد حسین گورکان و دولات سے باہر بیلاق
و ساغرج کے دیہات مستعار جاڑا بسر کرنے کے لیے مانگ لیے۔ بابر یہاں چلا آیا۔ اور بابر بیلاق
کے قلعے خواہ بلنجن خواہ بزدرے لیے جاڑے بھر یہی ہوتا رہا کہ بعض قلعے بیاری و رندی و زوری
سے لے لیے کچھ جنگ کے زور سے لیے۔ جب یہ جوان بادشاہ بابر سمرقند میں سود من سلطنت
کر کے چلا آیا تو اُس کے بعد سمرقند میں اُس کے چچیرے بھائی سلطان علی مرزا کا کم بخارا کا تسلط

بابر کے محاصرہ کے لیے آئے۔ اُن سے بڑی جوانمردی سے بابر لڑا اور سارا ملک اُس کا ہو گیا
غرض دو برس کے بعد چونکہ سلطان سولہ برس کی عمر میں اپنی خدیمی دار السلطنت میں بادشاہ جلوس کر
میں اُس کی حکومت کی صورت ایسی باثبات و شوکت ہو گئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اور وہ جیحون اور
کے آدمیوں کو لوگوں نے لکڑیوں اور پتھروں سے مار کر نکال دیا۔ اور وہ جیحون پر
حوالہ کر دیا تھا کہ اُسکی جان اور مال کو نقصان نہ پہونچایا جائے اس لیے اُس کو چند امرا نے
جو لوگ تاراج شدہ بابر کے پاس تھے اور خواجہ قاضی کے متعلقین میں سے تھے اُنھوں نے بعض امرا سے
اتفاق کر کے کہا کہ تمام ان لڑائیوں کی وجہ اور ہمارے مسلمانوں کی ویرانیوں کا سبب یہی جماعت
تھی اُنھوں نے اپنے صاحبوں کے ساتھ کیا وفا کی جو ہمارے ساتھ کرینگے۔ اگر یہ گرفتار ہوں
تو اُس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہر خصوصاً یہ لوگ ہمارے سامنے ہمارے ہی گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے
ہمارے ہی کپڑے پہنتے ہیں۔ ہماری گوشمالیں مار کر کہتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ یہ ترحم عمل کیا جائے کہ
وہ گرفتار کیے جائیں اور نہ لوٹے جائیں تو اتنا ضرور چاہیے کہ بادشاہ حکم دے کہ جس جماعت نے ہمارے ساتھ
لڑائی میں محنت و مشقت کی ہے وہ مخالفوں میں جا کر اپنا مال چھڑا لیں۔ یہ امر بابر کو معقول معلوم ہوا
فرمان اُس نے جاری کیا کہ جو لوگ ہمارے ہمراہ تھے وہ دشمنوں کے پاس جو مال اپنا پہچانیں وہ لے لیں
اگرچہ یہ فرمان موجہ اور معقول تھا مگر اسمیں جلدی ہوئی۔ جب بادشاہ کا سوزنی دشمن مثل جہانگیر مرزا کے
موجود ہو تو اس طرح مال لے لینے کے کچھ معنی نہ تھے۔ ملک گیری اور ملک داری میں اگرچہ بعض کام ہر
ہیں معقول اور موجہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ہر کام کے ضمن میں چند ہزار باتیں ملحوظ کرنی واجب لازم
ہوتی ہیں۔ اس بے سوچے سمجھے حکم دینے سے کس قدر فتنے برپا ہوئے کہ دوبارہ جو وہ امیر ان
سے نکالا گیا اس کا سبب یہی حکم تھا۔ اس حکم سے سخنوں کو توہم ہوا۔ وہ بیگ چار ہزار جنگی سپاہی تھے وہ
بھلا کس طرح یوں اپنا لٹتا پٹتا دیکھ سکتے تھے۔ اُنھوں نے اوغتمش اور جہانگیر مرزا کو اپنا سردار بنایا اور
اپنی قوم کے سپاہیوں کو چاروں طرف سے سمیٹا۔ بابر کے اور اوغتمش اور جہانگیر مرزا کے لشکروں میں
سخت لڑائیاں ہوتی رہیں کبھی اِدھر کبھی اُدھر فتح ہوتی رہی۔ خوب کشت و خون ہوا۔ آخر کو بابر اور
جہانگیر مرزا کی صلح ان شرائط پر ہو گئی کہ دریا رخجند دونوں کی حد فاصل ہو اجشی اور کاشان اور تمام
ولایتیں دریا کے شمال میں جہانگیر مرزا کے حوالہ کی جائیں۔ اور دریا کے جنوب کی طرف کی ولایتیں

ہو گیا تھا۔ بابر ییلاق سمرقند سے تعلق رکھتا تھا اس لیے سلطان علی ان غاصبوں کو نکالنے کے لیے بہت
سی سپاہ لیکر آیا۔ بابر پاس تین سو آدمی تھے وہ کب اس سے لڑ سکتا تھا۔ ناچار جو کچھ تھوڑا سا ملک
فتح کیا تھا اسے چھوڑنا پڑا۔ اب یہ دل بھی اس کا نہ چاہتا تھا کہ خجند میں جائے جس کے باشندوں نے
دو برس تک اپنے مقدور سے زیادہ اُس کی خدمت کی تھی۔ اور یہ بھی سوچا کہ خجند میں جا کر بھی
کیا کرے گا۔ اس تردد پریشانی میں وہ ییلاق میں اور اندیجہ کے جنوب میں کچھ دنوں اس نواح میں
پریشان سرگردان رہا۔ حیران تھا کہ کہاں جائیے کہاں رہیے کہ خواجہ ابو المکارم ایک بزرگ جو
اسی کی طرح جلاوطنی میں سرگردان پھر رہے تھے آئے اور حال پوچھکر بہت روئے۔ بابر کو بھی رقت
ہوئی کہ صبح کو علی دوست طغائی کا ایک نوکر خط لیکر آیا جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ مجھ سے بڑے
بڑے گناہ صادر ہوئے ہیں لیکن امیدوار ہوں کہ اب اُن کو معاف کر کے مرغینان میں بلوا لیا جائے
کر کے آئے کہ میں وہ حضور کو سپرد کر کے غلامی اور خدمت گاری کروں کہ گناہ سے میں
پاک ہو جاؤں اور میرا احجاب رفع ہو۔ اسی خرابی اور سرگردانی میں یہ پیغام جب آیا تو بے
سوچے سمجھے بابر مرغینان میں کہ چوبیس فرسنگ تھا گھوڑے پر سوار ہو کر تین شبانہ روز میں مرغینان سے
ایک فرسنگ پر پہونچا تو بعض رفیقوں نے سمجھایا کہ علی دوست وہ شخص ہے کہ جس نے کس کس طرح کی برائیاں
کیں ہیں اس سے کچھ عہد و پیماں نہیں ہوا کس اعتماد پر آپ اُس پاس جاتے ہیں یہ بات تردد سے خالی
نہ تھی اسلیے صلاح و مشورہ ہوا آخر کو یہ بات ٹھہری کہ اب یہاں سے کہیں جانے کو جگہ نہیں۔ علی دوست پاس چلنا
چاہیے جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔ وہ خدا پر توکل کر کے قلعہ مرغینان پر پہونچا۔ علی دوست دروازہ بند کیے کھڑا تھا
عہد و پیماں ہوا۔ بابر قلعہ کے اندر گیا اور ایک عمدہ حویلی میں اُترا۔ علی دوست ملازمت کے لیے کھڑا ہوا۔
یہاں اُس کے ساتھ دو سو چالیس آدمی ہمراہ تھے۔ نزخانہ میں مرغینان پر قبضہ ہونا سب طرح سے بابر کے حق میں
بہتر تھا اوزون حسن اور اغمتبل نے اس ولایت پر ایسا ظلم کیا تھا کہ یہاں جہانگیر مرزا کی حکومت سے سب رعایا
بابر کا فرمانبردار اپنا بنانا دل سے چاہتے تھے۔ قاسم بیگ کو سو آدمیوں کے ساتھ اندجان کے جنوب میں اور
ابتہیم سارو کو اسی قدر آدمیوں کے ساتھ شمالی اضلاع میں اخسی میں بھیجا کہ وہاں کے آدمیوں کو جس طرح
ہو سکے بابر کی طرف مائل کریں۔

بعد چند روز کے اوزون حسن اور اغمتبل جہانگیر مرزا کو اور سپاہ اور سخنوں کو ساتھ لیکر مرغینان میں

اندجان اور آوركند كے سپرد ہوں اور جب دونوں بھائی اپنے اپنے ملکوں کا انتظام قرار واقعی کر لیں تو دونوں مل کر سمرقند پر حملہ کریں اور سمرقند کو تسخیر کریں تو اندجان جہانگیر مرزا کو ملے۔ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل دونوں بابر کے پاس آئے اور جو شرائط مقرر ہوئی تھیں اُن کے موافق جہانگیر مرزا احمد تنبل کی طرف اور بابر اندجان کو روانہ ہوئے اور قیدی طرفین کے قید سے رہا ہوئے۔

جب بعد اس صلح کے بابر اندجان میں آیا تو اُس نے میر علی دوست کے اطوار اور بری طور کو اس نے بابر کے ہمراہیوں کے ساتھ بدسلوکیاں شروع کیں اُسکے بیٹے محمد دوست نے بھی سلاح پر دستور اختیار کیے۔ دونوں پدر و پسر کو احمد تنبل پر بڑا بھروسہ تھا۔ بابر کو یہ اختیار اور اقتدار نہ رہا اس طور کی نامعقول حرکتوں کو منع کر سکتا۔ تنبل جیسا دشمن بغل میں موجود تھا۔ جو کچھ اُن کے دل آتا وہ کرتے بابر کی عجب نازک حالت تھی کہ نہ وہ کچھ کہہ سکتا تھا نہ کر سکتا تھا۔ ان پدر و پسر کے ان سے مدتوں اس نے خواری اُٹھائی۔

سمرقند میں محمد علی مرزا والی سمرقند اور محمد تبریز خاں وزیر سلطنت میں مخالفت ہوئی اور آپس میں لشکر کشیاں ہوئی کہ محمد مزید ترخاں نے بابر کو بلایا۔ یہاں بابر کا کہنا اپنے دربار میں چلتا نہ تھا اُس نے صلح اُس سے مصلحت سے کی تھی کہ اُس کا عزم سمرقند کا تھا فوراً سمرقند کو روانہ ہوا اور راستی میں مرزا پاس آدمی بھیجا کہ وہ اُدھر سے سمرقند پر روانہ ہوا ابھی بابر سمرقند نہیں پہنچا تھا کہ اُس کو یہ خبر لگی کہ شیبانی بخارا فتح کر کے سمرقند کے فتح کے ارادہ سے چلا آتا ہے۔ سلطان علی مرزا بر اے نام سمرقند میں بادشاہ تھا۔ اُس کے امرا ترخاں نے بابر کو بلایا تھا۔ اُس کی ماں زہرہ بیگی آغا اوزبک تھی اُس نے اپنی نادانی اور بے عقلی سے پوشیدہ پیغام بھیجا کہ شیبان خاں اس سے نکاح کرے تو اُس کا بیٹا سمرقند اُس کو دیدے اور اُس کے باپ کی سلطنت پر جب شیبان خاں قابض ہو تو وہ سلطان علی مرزا کے سپرد کر دے۔ شیبان خاں نے اس عورت کی شرط کو قبول کر لیا اور سلطان علی مرزا نے کچھ خبر اپنے امرا اور سرداروں اور نوکروں کو نہ کی اور وہ شیبان خاں کے پاس چلا آیا۔ شیبان خاں نے اُسکی کچھ عزت نہ کی اور اپنے سے نیچے بٹھایا۔ اس احمق عورت نے نفس کی خواہش میں اپنے شوہر کی جان و مال کو برباد کر دیا۔ سلطان علی مرزا اپنے آنے سے حیران اور پشیمان اور چند روز میں وہ قتل ہوا۔ اُس کی ماں کی بھی کچھ عزت نہ ہوئی وہ بھی حرموں کی طرح شیبان خاں

کے گھر میں پڑی رہی۔

بابر جانتا تھا کہ میں اپنے تھوڑے لشکر سے شیبان خاں سے نہیں لڑ سکتا اس لیے وہ کچھ دن یہاں چھپا رہا جہاں پہلے سے اُس کے امرا نے اپنے اہل و عیال کو بھیجا تھا جب اُس نے سُنا کہ شیبان خاں کو سمرقند حوالہ ہو گیا تو وہ سمجھا کہ شیبان خاں ضرور اُس کے پیچھے پڑیگا تو وہ مشرق کی طرف حصار شادمان کے ملک میں چلا گیا۔ یہاں اُس کو راہوں کے طے کرنے میں بڑی مصیبتیں اُٹھانی پڑیں۔ لوگوں کی بدسلوکی سے اُسے بہت سے رنج اُٹھانے پڑے۔ اب اُس پاس دو سو چالیس آدمی تھے اُس نے یہ مشورہ کیا کہ سمرقند شیبان خاں کے ہات ابھی آیا ہے شہر کے آدمی ابھی اُس سے مانوس نہ ہوئے ہونگے اس لیے وزدی سے سمرقند کو لے لیجے۔ جس وقت اہل شہر تم کو دیکھیں گے تو ہمارے مددگار ہو جائینگے غرض یہ صاحب ہمت تو عمر بادشاہ سمرقند پر چڑھ گیا۔ اتنی یا ستر آدمیوں نے زینے لگائے اور فصیل پر چڑھکر شہر کے اندر داخل ہوئے۔ دروازہ کے پہرہ داروں کو مار کر اُس کا قفل پتھر سے توڑا اور اس دروازہ سے رات کو دو سو چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر بابر شہر میں داخل ہوا جس نے نیند سے آنکھ کھولکر اُس کو دیکھا اُس کے قدموں پر گرا اور دعائیں دینے لگا۔ چند روز میں ساری خلقت اُس کا دم بھرنے لگی اور اوروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اینٹ اور پتھروں اور لکڑیوں سے مارنے لگی۔ اس وقت شیبان خاں خود کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ اُس کی طرف سے خان دخان مرزا حکومت کرتا تھا وہ یہ حال دیکھکر بھاگا اور اپنے بادشاہ پاس پہنچا۔ اور سب حال کہا۔ یہ سنکر شیبانی خاں پانچسو آدمیوں کو ہمراہ لیکر دروازہ آہنی پر آیا۔ اُس وقت اگر بابر پاس بہت آدمی ہوتے تو وہ اُس کے قابو میں آجاتا۔ شیبان خاں نے دیکھ کہ یہاں وہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ وہاں سے بخارا کو روانہ ہوا۔

بابر کو لوگ مبارکباد دیتے تھے کہ ایک سو چوبیس سال سے آپ کے خاندان میں یہاں کی سلطنت چلی آتی ہے یہ باغی کہاں سے گھس آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے پھر بادشاہت سے گیا ہوا علاقہ اُس کو دلا دیا۔ اس وقت بابر کی عمر اُنیس سال کی تھی۔ نوجوان بادشاہ نے بھی یہ غضب کا کام کیا ہے کہ باوجودیکہ بہت بڑے بہادر تھے مگر اُس نے شیبان خاں جیسے تجربہ کار اور کہنہ سال سے ملک لے لیا۔ جہاں وہ خود سو عورتوں اس فتح کی تاریخیں کہی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

جب سمرقند فتح ہوگیا تو بابر نے خوانین و سلاطین و امرا اردو سرحد و اطراف و جوانب پاس استمداد اور استعانت کے لیے متواتر و متعاقب ایلچی بھیجے کہ ہم سب کو چاہیے کہ ملکر اوزبکوں کو ماوراء النہر سے نکالدیں اُن کے ہات سے تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور اور اُٹھائیں گے۔ مگر باوجود اس تجربہ کے بعض نے سہل انگاری کی بعض نے توہمات کے سبب سے تغافل کیا۔ بعض نے لگک بھی دو سو یہ بھی۔ کچھ دنوں بابر کا زمانہ ترقی پر اور شیبان خاں کا تنزل پر آیا۔ بابر پاس دو سو چالیس آدمی کو لشکر جمع ہوگیا۔ بہت سا ملک بھی ہاتھ لگ گیا۔ ۵۔ شوال ۹۰۶ھ میں شیبان خاں نے سمرقند فتح کا ارادہ کیا۔ بابر بھی سمرقند سے لشکر لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ میدان جنگ میں دونوں بادشاہ نے اپنے اپنے کمالات خوب خوب لڑائیاں کرکے دکھائے۔ لشکر مغول جو بابر کی لگک کو آیا تھا اس میں لڑنے کی طاقت نہ تھی وہ اُٹھا بابر ہی کے لشکر کو لوٹنے لگا۔ مثل مشہور ہی نامرد ہا تھی اپنے ہی کو مارتا ہی۔ غرض ان مغلوں کے ہات سے اور لگک کے نہ پہونچنے سے بابر کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے سردار اُس کے مارے گئے۔ شیبان خاں سمرقند کی چار دیواری پاس آن پہونچا محاصرہ کرلیا بھی بابر اپنی جوانمردی اور بلند ہمتی سے چار مہینے تک اُس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اب ایک اور آفت کہ کوئی شخص باہر سے غلہ نہ لایا اور محاصرہ کا امتداد ہوا۔ آدمیوں کی نوبت یہ پہنچی کہ فقیر مسکین گدھے کتے کا گوشت کھانے لگے۔ گھوڑوں کا دانہ جب کم ہوا تو درخت کے پتے کھلانے شروع کیے بابر یہ تجربہ ہوا کہ برگ توت گھوڑے کو سازوار زیادہ ہوتا ہی۔ بعض خشک لکڑیوں کے ریزے کرکے ریتے اُن کے پانی میں تر کرکے گھوڑوں کو کھلاتے۔ گو سب طرف لگک کے لیے لکھا مگر کہیں سے اُس کے ملنے کی نہ ہوئی پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ قلعہ کے مضبوط کرنے کے لیے سر اور دو ہات اور پاؤں چاہئیں۔ سر سردار اور دو دست لگک جو دو طرف سے آئے دو پاؤں آب و ذخیرہ اور اب یہاں سوا سر کے کچھ اور نہ تھا۔ بغیر ہات پاؤں کے سر کیا کرسکتا تھا۔ محاصرہ کی مدت دراز ہوئی کسی طرف سے نہ ذخیرہ آذوقہ آیا نہ لگک پہونچی تو سپاہ اور رعیت دونوں مایوس ہوئے ایک ایک کرکے قلعہ کی فصیل سے گر کر بھاگنے شروع ہوئے۔ غلہ جو کچھ باقی تھا وہ بھی خرچ ہوگیا۔ شیبان خاں صلح چاہی تو مجبوراً اس صلح کو منظور کرنا پڑا جس کی شرط یہ تھی کہ بابر اپنی بہن خان زادہ بیگم

نکاح شیبان خاں سے کرے اور خود اپنی جان بچا کر بھاگ جائے۔ یہ نکاح ہوا اور بابر نے اپنے زنانہ کے آدمی رات کو سمرقند سے نکل کر روانہ ہوا۔ پانچ مہینے سمرقند کا محاصرہ رہا اور شیبان نے اُس کو بالکل فتح کرلیا

بابر نے جو اپنے سفر کا حال سمرقند سے دوبارہ نکالے جانے کے بعد لکھا ہی نہایت دلچسپ ہی وہ ہم نقل کرتے ہیں سمرقند سے نکلنے کے بعد اندھیری رات میں دو سو کی جوئے کناں میں پھنس گیا اور رستہ بھول گیا۔ اور صبح کو نہایت دشواری سے خواجہ دیوار سے گزرتا ہوا۔ رات کو دوغ میں آیا پھر ایلان اوتی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راہ میں قنبر علی اور قاسم بیگ ملے۔ اُن کے ساتھ گھوڑے دوڑائے۔ بابر کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ مڑکر جو اُس نے دیکھا کہ اُن کے گھوڑے کتنی دور رہ گئے ہیں تو تنگ گھوڑے کا ڈھیلا ہوگیا تھا۔ زین بھی اُس کے ساتھ پھرا اور وہ سر کے تلے زمین پر گرا اگرچہ اُسی وقت وہ گھوڑے پر سوار ہوگیا مگر رات تک اس کے ہوش و حواس درست و بجا نہ ہوئے یہ عالم وہ تابع گزشتہ مثل خواب و خیال کے اُس کی آنکھوں اور دل میں آجاتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد ایلان اوتی میں ہمراہیوں سمیت وہ آیا۔ یہاں گھوڑوں سے وہ اُترے۔ ایک گھوڑے کو ذبح کیا اور اُس کے گوشت کے پارچوں کے کباب بنا کے کھائے۔ تھوڑی دیر گھوڑوں کو آرام دیکر پھر سوار ہوئے۔ صبح سے پہلے موضع خلیلہ میں آئے اور خلیلہ سے دیزخ میں آئے۔ ان دنوں میں یہاں طاہر دولدائی اور یسر حافظ دولدائی موجود تھے یہاں فربہ گوشت اور نان بیسہ والوں کے تھے خربوزے اور انگور کثرت سے تھے۔ وہاں دو گرانی یہاں بیمارزانی تھی۔ وہاں جاتی یہاں آتی تھی۔ دل سے مرنے کا وغدغہ دور ہوا۔ پیاس کی شدت رفع ہوئی۔ بابر لکھتا ہی کہ اپنی عمر میں کبھی یہ فراغت نصیب نہیں ہوئی اور مدت العمر میں آسانی اور ارزانی کی قدر اس قدر میں نے نہیں کی۔ عشرت بعد عسرت کے و فراغت بعد شدت کے زیادہ لذیذ و خوب معلوم ہوتی ہی میری عمر میں چار پانچ دفعہ اسی طور کا اتفاق ہوچکا ہی کہ شدت سے راحت میں اور شدت سے فراغت میں میری حالت منتقل ہوئی ہی اول دفعہ یہ کہ بلائے دشمن اور ابتلا گرسنگی سے امانی میں راحت و ارزانی میں فراغت پائی۔ دیزخ میں دو تین روز آرام کرکے اوزبانہ کا قصد کیا اور اسی طرح میں گیا یہاں پہلے رہ چکا تھا۔ پھر وہ تاشکند میں ماموں سے ملنے گیا۔ اور وہاں اپنے لشکریوں سے ملا

بھدرا۔ ماموں اُس کو اور ایتہ دینا چاہتا تھا مگر اُس کے بیٹے نے نہ دینے دیا۔ ناچار وہ دھکت میں

یہاں تاجیک رہتے تھے وہ ترکوں کی طرح گلہ دار اور رمہ دار تھے۔ چالیس ہزار گوسفند

پاس تھیں۔ اس موضع میں رعایا کے گھروں میں وہ اور اُس کے ہمراہی اُترے۔ جو گاؤں

سے بڑا آدمی تھا اُس کے ہاں بابر اوترا۔ وہ ایک مرد پیر ستر اسّی برس کا تھا۔ اور اُس کی لا

تھی۔ اُس کی عمر ایک سو گیارہ برس کی تھی۔ جب ہندوستان میں تیمور آیا تو اُس کے عزیز

کوئی ایک آدمی لشکر تیمور میں تھا اُس کی زبانی سُنی سُنائی وہ ہندوستان کی حکایتیں بڑی دلچ

کرتی تھی۔ اُس کے پوتے پڑوتے نواسے کنواسے چھیانوے زندہ تھے اور اگر اُن کی بہوؤں کو بھی

تو دو سو تھے اُس کا پوتا پچیس تیس برس کا سیاہ ریش موجود تھا۔ جب دھکت میں بابر رہا تو

ننگے پاؤں چلنے کی ایسی عادت ہوگئی کہ اُس کے پاؤں کو کوہ و سنگ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ایک

اتفاق ہوا کہ کسی تنگ راہ میں جاتا تھا کہ ایک شخص گائے لیے جاتا تھا۔ بابر نے اُس سے پوچھا کہ

کہاں جاتی ہے اُس نے کہا کہ اس گائے کو دیکھتے رہو تو تم کو راہ معلوم ہو جائے گی۔ خواجہ اسداللہ

ظرافت سے کہا کہ اگر گائے گم ہو جائے تو ہم کیا کریں اس آوارہ گردی میں بابر کے نوکروں نے

جانے کے لیے رخصت طلب کی تو قاسم بیگ نے مبالغہ کیا کہ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل کو کچھ بھیجا

بابر نے اُس کے کہنے سے جہانگیر مرزا کو اپنا طاقی اور احمد تنبل کو ایک تلوار بھیجی یہی تلوار تھی جو تنبل

بابر کے سر پر چلائی جس کا ذکر آگے آئیگا۔

دھکت میں بابر تھا کہ موسم بہار میں شیبانی خاں اور ایتہ پر آیا۔ اس لیے بابر یہاں سے کوہ

سیخاب میں چلا گیا سیخاب کے نیچے آب بردں ایک گاؤں تھا اور آب بردں کے نیچے ایک چشمہ بہتا

اُس پر ایک قبر تھی۔ اس چشمہ کے کنارہ پر ایک پتھر پر بابر نے یہ اشعار کندہ کرائے۔ مثنوی

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت — بسر چشمہ شد بسنگے نوشت

بریں چشمہ چوں پاسے دم زدند — بر فتند تا چشم بر ہم زدند

گر نشیم عالم بہ مردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور

اس کوہستان کی یہ رسم ہے کہ پتھروں پر ابیات یا کچھ اور لکھتے ہیں۔ شیبان خاں یہاں سے

تو بابر تاشکند میں ماموں پاس چلا گیا۔ یہاں اپنا وقت شاعری میں بسر کرنے لگا۔

سب سے اول غزل اسی حال میں اُس نے کہی ہے

وہ کہتا ہے کہ جتنی مدت میں تاشکند میں رہا نہایت مفلسی اور خواری کی حالت میں رہا۔ میرے پاس

ولایت تھی نہ اُس کے حاصل ہونے کی اُمید تھی نوکر میرے سب پریشان ہو گئے تھے صد دو

پندرہ باقی تھے۔ وہ میری مفلسی کے سبب سے میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔ جب میں خان داد کے گھر

جاتا تو ایک دو نوکر میرے ساتھ ہوتے تھے۔ مگر یہ خیر تھی کہ اس خواری کی حالت میں میں بیگانوں میں

نہ تھا بلکہ اپنے ہی عزیزوں میں۔ میں سر برہنہ پا برہنہ اپنے گھر کی طرح شاہ بیگم پاس آ جاتا تھا۔ آخر کار

سرگردانی اور بے خانمانی سے تنگ ہو گیا اور جان سے عاجز ہو گیا میں نے سوچا کہ اس دشواری کے

ساتھ زندہ رہنے سے یہ بہتر ہوگا کہ کسی طرف جا کر گم ہو جاؤں کہ لوگوں کو میری خواری اور زاری کی

خبر نہ ہو۔ اور بہتر ہو کہ میں اتنی دور چلا جاؤں جتنی دور میرے پاؤں سے چلا جائے۔ خطا جانے کا

عزم مصمم کیا۔ مجھے خطا کی سیر کرنے کی ہوس اپنی خردی سے تھی۔ مگر بسبب سلطنت اور عزیزوں کے

ملائق کے یہ سیر میسر نہ ہوئی۔ اب سلطنت میرے پاس نہیں رہی۔ میری ماں اپنے بھائی ہندال

میں رہتی تھی جو موانع سیر تھے وہ رفع ہوئے۔ کل دغدغے دفع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم کے توسط

میں نے چاہا کہ اس بات کا ذکر خان سے اس پیرایہ میں کیا جائے کہ شیبان خاں جیسا ظالم پیدا ہوا ہے

دونوں ترکوں اور مغلوں کو اس سے ضرر برابر پہنچے گا۔ ابھی سے اس کا علاج کرنا چاہیے۔ ابھی اُس

زیادہ زور نہیں پکڑا ہے۔ خان اپنے چھوٹے جانی کیچک خاں سے چوبیس پچیس برس ہوئے کہ خوانیں ہوا اور

میں نے تو اُسے دیکھا بھی نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ میں اُس پاس جاؤں اور اُس کو دیکھوں اور دونوں بھائیوں

کی طاقت کا واسطہ بنوں۔ غرض میں نے یہ بہانا بنایا کہ مغلستان اور طرفان کی سیر کرنے جاؤں

اور وہاں جا کر مجھے اختیار ہوگا کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں۔ میں نے اس خیال کو اس خوبی سے چھپایا کہ

ماں مجھے منع کرے گی۔ دوسرے جو کچھ چھوٹے بڑے آدمی میرے ساتھ تھے اور امید میں مجھ سے رکھتے

ہیں جس کے سبب سے دو میرے ساتھ مائے مائے پڑے پھرتے ہیں اُن سے یہ کہنا بے عقلی سے خالی نہیں ہے

یہ باتیں خواجہ ابوالمکارم نے شاہ بیگم اور خان داد سے کہیں۔ اُن کی مرضی معلوم ہوتی تھی کہ کیونکر وہ

میرے چھوٹے خان داد پاس سے آیا کہ خود وہ قریب آ گیا ہے۔ اس طرح خطا کا جانا میسر ہو تو بہتر ہے۔

پھر اُس نے چھوٹے خان داد سے اپنے سب حال اور اُس کے خلعت دینے کا ذکر لکھا ہے۔ یہ خلعت

مغل جب بابر نے سنا تو اُس کے دوستوں نے بھی اسے نہیں پہچانا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کون
بادشاہی خانان نے مشورہ کیا اور یہ رائے اُن کی قرار پائی کہ میرے ساتھ ایک جماعت لشکر ہمراہ
وہ دریائے خجند سے عبور کر کے اُوش اور آدر کند کی طرف جائے۔ یہ لشکر بابر کے ساتھ ہوا اس
اُس نے قبا کو زیر کیا۔ اُوش کے قلعہ کو اہل قلعہ کی بے خبری میں لے لیا۔ آور کند جو پہلے زخانہ
تھا مطیع ہو گیا۔ اب خجند سے جو اندجان کی طرف قلعے تھے سوائے اندجان کے سب بابر کے ہاتھ
باوجودیکہ اتنے قلعے اُس کے ہات آئے لیکن ملک میں شور و فتنہ برپا تھا۔ احسنی و کرسان کے
قبیل اور خلجان میں لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ کوئی غالب و مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا آخر کار شیبان خان
ان دونوں خانوں کو شکست دی اور ان کو گرفتار کر لیا۔ ان تمام جنگوں کا نتیجہ
ماوراء النہر میں خاندان تیمور کی سلطنت کا خاتمہ اوزبکوں کے ہات سے ہو گیا۔ بابر پر بھی
وداحمد تنبل کے تیر سے زخمی ہوا اور اُس کے سر پر وہی تلوار تنبل نے ماری جو اُس نے اُس
بھی تھی۔ جس وقت وہ میدان جنگ سے گھوڑے پر سوار بھاگا تو اُس کے پیچھے احمد تنبل کے
پڑے۔ مگر یہ شہسوار گھوڑے کو پہاڑوں کی طرف بڑھائے جاتا تھا اور ان سواروں کی
جواب دیتا جاتا تھا یہ سوار اُسے صلاح دینے لگے کہ اُلٹے چلو اور احمد تنبل کی اطاعت کر لو۔ مگر
بابر نے نہ مانی۔ آخر ان دو مکار سواروں نے ایسی باتیں بنائیں اور قسمیں کھائیں کہ بابر کو یقین
کر وہ اُس کے درد کے شریک ہو گئے۔ مگر اُنھوں نے اُس کو راہ بھٹکا کر ایسی
ہو یا کہ دشمنوں کے ہات سے بچا دشوار تھا۔ مگر خدا نے وہاں سے چھٹکارا دیا اُس کو ماموں
کا بڑا سہارا تھا۔ اب اُس کی فوج منتشر ہے بھی اوزبکوں کے ہات سے شکست کھائی اور
اپنے بھائی سمیت گرفتار ہوا۔ اوزبکوں نے اپنے حقوق سابقہ کا خیال کر کے اس کو رہا کر دیا
محمود خاں اس گرفتاری کی غیرت سے امراض مختلفہ میں گرفتار ہوا اور اس قید ہستی سے
اب بابر کو یہ آس بھی نہ رہی اس لیے وہ ترمذ میں پہنچا وہاں کا حاکم تبوا ضع پیش آیا۔ اُس
سامنے بابر نے یہ دُکھڑا رو دیا کہ آج کل میرا حال گیند کا سا ہے کہ مصیبت کا چوگان کبھی
پھینکتا ہے کبھی اُدھر اور زمانہ کے ہات سے خطۂ بلخ کا بادشاہ بن رہا ہوں کبھی اس خانہ
کبھی اُس خانہ میں ہوا کی طرح سرگشتگی کو کرتا پھرتا ہوں۔ سرگردانی اور حیرانی کے سوا

جلد ۳

حاصل نہیں ہوا۔ اب جو دوستانہ مشورہ ہو وہ تم بتلاؤ۔ وہی میں کروں۔ اس پر اس نے یہ صاحب
نے عرض کیا کہ شیبانی خاں ماوراء النہر پر قابض ہے اور بلخ کا مالک ہے اور آپ کی سپاہ سب یہاں
بہتر یہ ہے کہ کابل کی طرف جا کر اوزبکوں کی حکومت سے دور ہو جائے۔

ندارد اگر با عدو زور جنگ — طریق مدارا گزیں بے درنگ
زملکش بجائے نما انتقال — کہ یک چند فارغ شوی از قتال

اب بابر کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی کہ وطن رہنا عزت اور غیرت کا مقتضا نہیں ہے اس لیے باپ
دادا کے ملک کو سلام کیا۔ اور خدا حافظ کہہ چند رفیقوں کو ساتھ لے ۱۰۰۱ھ میں بلخ اور
کابل کو روانہ ہوا۔

اب بلخ کی یہ کیفیت تھی کہ وہاں بادشاہ خسرو شاہ بادشاہ بن گیا تھا۔ وہ بھی بابر کے چچا کا
رفیق تھا۔ اور اُس کے چچیرے بھائی بایسنغر مرزا کا وزیر تھا جب تم پڑھ آئے ہو کہ بابر نے بایسنغر مرزا
کو سمرقند سے خارج کیا تھا۔ اس نمک حرام وزیر نے اپنے آقا کو مار ڈالا تھا۔ ان باتوں کے سبب سے
وہ اپنے تئیں محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ بابر کی بہت خوشامد کرتا تھا کہ اُس کا رفیق بن جائے۔ جب بابر بلخ میں پہنچا
تو اُس کے آنے کی ایک دھوم مچی۔ اور مغل سپاہیوں نے خود بخود بابر کی کسی نہ کسی ترغیب و حکمت سے
خسرو شاہ کی نوکری کو سلام کیا۔ اور جب بابر سے خسرو شاہ کا سگا بھائی باقی خاں جا ملا۔ تو یہ سب مغل سپاہی
آٹھ ہزار کے قریب اُس کے پاس چلے آئے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ کیا یہ بے ساتی کا سامان تھا کہ نہ ہونے
سو کے قریب سپاہی تھے اور وہ بھی مفلوک الحال کہ کسی پاس تلوار کی جگہ لاٹھی اور کسی پاس نیزہ کی جگہ
پونگا۔ کل دو خیمے جن میں سے ایک بڑے خیمے میں بابر کی والدہ اُترتی تھی۔ اور دوسرے میں خود
اُترتا تھا یا اب ان کا وہ سامان ہوا کہ لشکر جرار آٹھ ہزار مغلوں کا تو اعداد اں اور مرتب موجود ہو گیا
ایک آنا فانا میں خسرو شاہ کا دربار ٹوٹ گیا اور اب اُس کو جان کے لالے پڑے۔ بابر کی خدمت میں
پیشکش لیکر حاضر ہوا۔ بابر اپنی مروت اور جوانمردی کے سبب سے انتقام کے درپے نہ ہوا اور اُس کو حکم
دیدیا کہ جس قدر مال اسباب چاہو ساتھ لیکر خراسان چلے جاؤ۔ اُس نے سونے چاندی کا اسباب
اپنے پانچ چھ خچر و شتر پر لادا اور خراسان کا رستہ لیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خسرو شاہ نے اپنی
جان کو سب سے زیادہ عزیز جان کر اور مال اسباب کو کسی جگہ رکھ کر دو تین آدمیوں کے ساتھ

عبیدالزماں مرزا کے پاس رستہ لیا۔ اور جو اُس کے خانہ زاد مغل سپاہی ہیں چار ہزار تھے وہ بھی [illegible] پاس چلے آئے غرض جب سب اسباب جمع ہو گئے تو بابر نے بلخ کا انتظام کیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر منزل کابل کو روانہ ہوا۔ اب یہاں کابل کا یہ حال تھا کہ ابوسعید مرزا نے کابل کی حکومت اپنے بیٹے الغ مرزا کو سپرد کی تھی۔ جب ۹۰۰ھ میں وہ مر گیا تو اُس کا بیٹا عبدالرزاق مرزا باپ کا جانشین ہوا اُسکی تخت نشینی پر کابل میں بڑی پریشانی اور بدنظمی ہو گئی۔ محمد مقیم چھوٹا بیٹا امیر ذوالنون دو گرم سیر نے کابل پر لشکر کشی کی۔ اور عبدالرزاق مرزا اُس سے نہ لڑ سکا۔ اور طغان کو بھاگ گیا۔ ذوالنون کابل کا الگ بادشاہ ہو گیا اور مرزا الغ بیگ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ جب محمد بابر شاہ اس لشکر کشی میں خسرو شاہ کے لشکر کے ساتھ پہنچے۔ تو محمد مقیم نے اُس کا بڑا مقابلہ نہ کیا۔ اور بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ حوالہ کیا۔ بابر نے یہ سلوک کیا کہ اُس کو اجازت دیدی کہ مال اسباب سمیت اپنے بھائی شاہ بیگ پاس چلا جائے۔ غرض کابل پر بابر کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال میں قتلغ نگار خانم والدہ بابر نے بھی انتقال کیا۔ ایک مہینہ اس سال کا گزرا تھا کہ ایک بڑا زلزلہ کابل میں آیا کہ قلعہ کی فصیل دالان کے کوٹھے اور مواضع میں اکثر مکان ہموار ہو گئے اور تہ خانوں اور کوٹھوں پر آدمی دبے کے دب رہ گئے۔ زمین ٹکڑے ہو کر کہیں سے کہیں جا پڑی اور اُس سے چشمے جاری ہو گئے۔ کہیں ہامونی کی برابر زمین پست ہو گئی کہیں اتنی ہی اونچی ہو گئی۔ زلزلہ کے وقت پہاڑوں پر خاک اُڑتی تھی۔ ایک ہفتہ میں پچیس دفعہ زمین ہلی اور ایک مہینے تک ہر شب ایک دو دفعہ زلزلہ آتا رہا۔ بابر نے بیج بارہ قلعہ کی شکست و ریخت کی مرمت کرنے کا سپاہیوں کو حکم دیا۔ ایک مہینہ دس روز میں وہ تیار ہو گیا۔ بابر نے پھر لشکر لیکر قلعہ قلات کو کہ قندہار کے توابع میں تھا بڑے قہر اور جبر سے فتح کیا۔ اب آگے یہاں جو کیفیت بابر کو روئداد ہوئیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اس تاتاری خانہ خراب کو افغانستان میں گھر مل گیا۔ مگر چین یہاں بھی اُس کو نصیب نہ ہوا۔ گھر میں بر اور دشمن تکلیف دینے والے تھے۔ یہاں اور جاں ستاں اعدا پیدا ہوئے۔ فقط اس سائے انقلاب میں نقل مکان ہوا۔ ورنہ جیسے وہاں قوی دشمن ترک اور مغل تھے یہاں افغان ویسے ہی دشمن جاں تھے۔ وہ ان دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں ایسا کامیاب نہ ہوا تھا۔ خاص ملک ایسی قوی پنجہ اور خود بخت قوموں کے ہاتھ تلے دبا ہوا تھا اب اُس کے نکلنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی اُس کے ساتھ

کوئی جمعیت بھی ایسی نہ تھی کہ جس پر بھروسہ ہو سکے۔ جو فوج تھی وہ بھی تھی کہ پہلے اپنے آقاؤں کے ساتھ دغا کر چکی تھی اُن کو اچھی طرح وہ خود جانتا بھی نہ تھا۔ کوئی وزیر باتدبیر اُس پاس نہ تھا۔ بھائی جو فوت بازو کہلاتا ہے وہ دغا کر کے بھی تعظیم کے ساتھ رہ کر اُس کے تکیہ پر تلوار چلا چکا تھا۔

بابر کا چچا سلطان ابوالقاسم مرزا خراسان کا بادشاہ تھا۔ وہ شیبانی خان ازبک کے قوی ہونے سے ہراساں ہوا۔ اور اُس وقت کو بہتر جانا کہ بابر نے اُس کو لکھا تھا کہ آؤ ہم تم سب ملکر ان ازبکوں کا کام تمام کریں اُس نے چاہا اپنے عزیز اقارب کو مدد کے لئے بھیجے اور بابر کو خط بھیجا اور لکھا کہ تم سب آؤ اور ازبکوں کے ہات سے مجھے بچاؤ۔ بابر اس کے منتظر ہی بیٹھا تھا اوزبکوں کے ساتھ لڑنے پر مشتاق تھا۔ جہانگیر مرزا اپنے بھائی کو ساتھ لے خراسان روانہ ہوا۔ جب دونوں بھائی تیرہ زمین پہونچے تو یہ خبر سُنی کہ چچا مر گیا اور اُس کے بارہ بیٹے وہاں جمع ہیں مگر باوجود اس خبر سننے کے وہ اپنے خاندان کے ننگ و ناموس رکھنے کے واسطے خراسان روانہ ہوا اگرچہ اس میں کئی اور مطلب بھی اُس کے مدنظر تھے۔ اسی اثنا میں ان چچیرے بھائیوں کے ایلچی آنے شروع ہوئے اور آنے کے واسطے تقاضے پر تقاضا ہونے لگا۔ وہ مرغاب میں جہاں لشکر جمع ہو رہے تھے پہنچا۔ اُس نے چچا کا پرسا دیا۔ بھائی بھی بڑی بحث سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی۔ یہ سب بھائی اوزبکوں کی لڑائی سے غافل ہوئے۔ اور اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہوئے بابر کو ہرات کے جانے کا شوق بہت تھا۔ اوّل اُس نے یہ سُنا تھا کہ پہلے اُس کو خوب آراستہ کیا ہے دوم یہ بھی مدنظر تھا کہ وہاں جا کر سب اپنے خاندان کے شاہزادوں سے مشورہ کرے کہ اوزبکوں سے کیونکر لڑے غرض وہ ہرات کو روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا جاڑے کا موسم آگیا تھا زمین آسمان برف ہو رہا تھا بابر کو جو گھر کا خیال آیا کابل کو روانہ ہوا۔ اس برف اور جاڑے کے ہات سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں کہ کبھی میدان جنگ میں دشمنوں کی آگ سے وہ آفتیں نہ اُٹھائی ہونگی۔ بہ ہزار خرابی ہزارہ میں پہنچا۔ وہاں یہ خبر آئی کہ کابل میں ایک رستہ کا جانی بادشاہ ہو گیا۔ اور مشہور کر دیا کہ بابر کو ہرات میں بھائیوں نے قید کر لیا ہے۔ اگرچہ شہر کابل پر بھائی کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر قلعہ بالاحصار میں کچھ بابر کے دوست اڑے پڑے ہوئے تھے۔ بابر نے اُن پاس جاسوس کے ہات اپنی خیر و عافیت کے ساتھ پہونچنے کی خبر بھیجی۔ دوستوں کو اس خبر

اس ارادہ سے کابل سے کوچ ہوا۔ مگر نومان منگھاتک آکر بہ سبب بے سامانی کے مراجعت کی اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ فسخ کیا۔ اور پھر کابل میں آیا۔ اسی اثنا میں ناصر مرزا بھی قندہار سے آگیا۔ شہر قندہار کو شیبانی خاں نے لے لیا۔ اور قلعہ کو اوروں کے سپرد کرکے خراسان میں بہ ضرورت کے سبب سے چلا آیا۔

۹۱۴ھ میں سلطان بابر میمنہ کے افغانوں کی سرکوبی کے واسطے گیا تھا کہ فیروز شاہ کے فوت پاکر عبدالرزاق مرزا ابن مرزا الغ بیگ کو کابل کا بادشاہ بنا لیا۔ تین چار ہزار آدمی اس پاس جمع ہوگئے۔ اور ایک فتنہ عظیم برپا ہوگیا۔ پانچسو آدمیوں سے زیادہ آدمی بابر کے ہمراہ نہ تھے۔ اور باقی سب کابل کو بھاگ گئے۔ مگر اس ہمت والے بادشاہ نے باوجود اس قلیل آدمیوں کے کابل پر حملہ کیا۔ اور لڑائی میں پانچ بڑے بڑے سرداروں کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ اور کابل کو فتح اور مرزا عبدالرزاق کو گرفتار کرلیا۔ اول دفعہ اس کو قصور معاف کرکے اس نے رہا کر دیا۔ مگر دوسری دفعہ جو اس نے فتنہ برپا کیا تو اس کا فیصلہ کیا۔

خسرو شاہ کا ملک جب اوزبکوں نے لے لیا تو ایرانیوں کی سلطنت کے ساتھ ان کی حکومت کا ڈانڈا مل گیا۔ اور اب اوزبک قزلباشوں کے ساتھ بھی متعرض ہونے لگے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے شیبانی خاں پاس ایلچی بھیجا اور یہ کہا کہ عراق سے کچھ تعرض نہ کرو اور یہ بیت بھی اس میں لکھی

بیت

نہال دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد — درخت دشمنی بگسل کہ رنج بے شمار آرد

شیبانی خاں نے جواب لکھا کہ بادشاہی اسی شخص کو سزاوار ہے کہ جس کے باپ دادا نے بادشاہی کی ہو اور تو اس وقت تک بادشاہی نہیں کرسکتا ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ نہ ہو **مصرع**

گدائے گوشہ نشینی تو حافظ مخروش + اور ایک عصا اور کشکول بھیجا یہ کہ یہی باپ کی میراث ہے **بیت**

نصیحت گوش کن جانا کہ از جاں دوستر دارند — جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

اگر اپنی صے باہر قدم رکھے گا تو سر کو دوش پر نہ دیکھے گا **بیت**

عروس ملک کے در کنار گیرد بخت — کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

شاہ اسمٰعیل نے جواب لکھا کہ اگر سلطنت کسی کی میراث ہوتی تو تیرے ہاتھ کیوں لگتی۔ اور یہ

سے تقویت ہوئی۔ اور قلعہ سے باہر آکر بابر سے ملے۔ اور شہر پر لڑ کر فتحیاب ہوئے۔ دونوں بھائی مرزا جان اور محمد حسین گورکان قید ہوئے۔ مگر بابر نے مروت سے اُن کو چھوڑ دیا۔ مرزا جان اسیر دو الثون پاس اور محمد حسین گورکان فرہ اور سیستان کی طرف چلے گئے۔ بلخ میں بابر کا بھتیجا ناصر مرزا حاکم تھا وہ امرا ارشیبانی سے شکست پاکر کابل میں آیا۔ جہانگیر مرزا کا ایک بھائی ابھی مرا تھا اسی جگہ ناصر مرزا کو مقرر کیا۔

اوزبکوں کے غلبے سے امرا ارغون نے بابر کی اطاعت کا اظہار کیا اور لکھا کہ اگر اس طرف آئے تو قندہار آپ کے حوالہ کریں۔ اس پیغام پر اُس طرف بابر روانہ ہوا۔ جب قلات سے آگے بڑھا تو خان مرزا اُسے آن ملا اور ساتھ ہولیا جب شاہرخ بیگ اور محمد مقیم ارغون کو بابر نے پیغام بھیجا کہ درخواست کے مطابق میں یہاں تک آیا ہوں اب تم یہاں میرے پاس آؤ۔ اس خبر کو سنکر دونوں بھائی اُس کے بلانے سے پشیمان ہوئے اور قلعہ سے باہر نکلکر جنگ پر لڑائی لڑے مگر شکست کھائی اور قلعہ میں بھی اُلٹے جانے کی فرصت نہ پائی۔ شاہرخ بیگ یساول کو اور محمد مقیم داور کو بھاگ گیا بابر نے قبضہ میں قلعہ قندہار آیا اور وہاں بہت کچھ مال اسباب بھی ہاتھ لگا۔ اس سب مال اسباب کو امیروں اور رفیقوں میں برابر تقسیم کردیا اور قندہار اور داور کو ناصر مرزا کے سپرد کیا۔ اور خود کابل میں چلا آیا۔ اب محمد مقیم کے بھگانے سے اوزبکوں نے قندہار پر حملہ کیا۔ ناصر مرزا قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ اور بابر کو سارا حال لکھا۔ اُس کا جواب یہ آیا حتی الامکان لڑائی لڑو۔ اور اگر کام چلتا نہ دیکھو تو صلح کرلو۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ قاسم بیگ بابر کا وزیر بڑا تجربہ کار تھا۔ قندہار سے وہی بابر کو لے آیا تھا۔

ہر چہ در آئینہ جواں بیند — پیر در خشت پختہ ہماں بیند۔

اسے بابر نے طلب کرکے مشورہ کیا کہ اولاد تیمور کا سارا ملک شیبانی خاں دشمن کہن سال نے لے لیا ترک و چغتائی کا ہر گوشہ و کنارہ بعض کی خود رغبت سے بعض کی کراہت سے اوزبکوں کے ہات آگیا۔ کابل میں صرف آپ باقی ہیں۔ دشمن قوی۔ آپ ضعیف جو قوت قدرت ہے اس سے مصاحت ہونے کا احتمال نہ مقاومت کی مجال۔ بہتر ہے کہ کہیں اور چلکر مامن تلاش کیجے بلخ میں جاکر لڑیے یا ہندوستان کو لے لیجے۔ اس پر مشورہ ہوا کسی نے کہا کہ بلخ پر قبضہ کیجے کسی نے کہا کہ ہندوستان کو تسخیر کیجے۔ آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ ہندوستان ہی پر حملہ کیجے غرض

جو تو کہتا ہے کہ عروس ملک الخ اس کا جواب میں یہ لکھتا ہوں کہ ع جانان سخن از زبان من میگوید
اب اور باتیں ہماری تمہاری میدان جنگ میں ہونگی نہیں یہ چرخہ اور تکلا بھیجتا ہوں اُس سے شغل کرو
اور لڑائی کا نام نہ لو۔ **فرد**

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات　　با آلِ نبی ہر کہ درافتاد برافتاد

یہ نامہ بھیجکر اسمٰعیل صفوی روانہ ہوا۔ اور خراسان سے لیکر مرو تک بالکل اوزبکوں کو نکال دیا۔ شیبانی خاں نے لڑائی میں مصلحت نہ دیکھی اور قلعہ مرو میں متحصن ہوا۔ مگر جب لوگوں نے لینن حالت کی تو لڑائی کے میدان میں آیا اور شکست کھاکر بھاگا۔ پانچسو امیر اور سردار بھی اُس کے ہمراہ تھے اُن سب کو قزلباشوں نے قتل کیا۔ یہ سب خبر جان مرزا نے بابر کو لکھی اور خود قندہار میں چلا گیا۔ اور بابر کو تاکید کی کہ اس وقت ہات پیر ہلا کر مملکت موروثی کے لینے کا موقع خوب ہے۔ بابر ۱۵۱۰ء میں حصار کی طرف گیا اور مرزا جان کے ہمراہ دریا امو یہ سے اُترا مگر یہاں اوزبک موجود تھے اُن کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اس لیے بابر قندہار میں چلا آیا۔ اُس کی بہن خان زادہ بیگم اس لڑائی میں شاہ ایران کے ہات آئی تھی۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ وہ بابر کے پاس بھیجدی گئی۔ بابر کو اتنی بات شاہ ایران کے ساتھ راہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس عوض بہت سے تحفہ اور نفائس مرزا جان کے ہات بھیجکر شاہ ایران اسمٰعیل صفوی سے امداد چاہی یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور ایران سے بہت سے سردار سپاہ لیکر اُس کے ہمراہ ہوئے اور ساٹھ ہزار لشکر کی بھیڑ جاڑ بابر　　پاس جمع ہوگئی۔ اور اسی سال میں پھر سمرقند کو فتح کرلیا اور ناصر مرزا کو کابل کی حکومت پر مقرر کیا اور لشکر ایرانی کو نہایت اعزاز کے ساتھ واپس کیا اور خود اپنے آبائی تخت پر اجلاس کیا۔ اور آٹھ مہینے تک یہاں سلطنت کی مگر اوزبکوں نے پھر جمع ہوکر بابر کو سمرقند سے نکال دیا۔ اور اس دفعہ ایرانیوں کی امداد سے بھی کام نہ چلا۔ اور شکست ہوئی۔ اور ننگے پاؤں ننگے سر وہاں سے بھاگا۔ کابل میں آیا۔ ناصر مرزا کو یہاں کی حکومت سے غزنین کی حکومت پر منتقل کیا خود بجور میں آیا یہ ملک قوم یوسف زئی نے دبالیا تھا۔ ان افغانوں نے اُسکی اطاعت نہ کی۔ اور تلوار سے پیش آئے بابر نے تین ہزار افغانوں کا سر اُڑایا۔ اور اُن کے بال بچوں کو اسیر کیا۔ خواجہ کلاں کو یہاں کی حکومت سپرد کی اور خود ہندوستان کی عزیمت کی

۱۴۔ صفر ۹۲۵ھ کو جب بابر نے بجور کو چھوڑا تو اس کا ارادہ ہوا کہ کابل واپس جانے سے پہلے ہندوستان پر حملہ کرے۔ بابر کو ہندوستان کی فتح کا ہمیشہ خیال رہتا تھا مگر بعض موانع ایسے پیش آتے تھے کہ وہ خیال پورا نہیں ہوتا تھا۔ بجور میں چار مہینے تک لشکر کشی رہی مگر غنیمت میں کوئی لائق چیز ہات نہ آئی۔ بہرہ ہندوستان کی سرحد پر اس سے قریب تھا۔ اس لیے ارادہ ہوا کہ وہاں جسیدہ بیگ بنیر پر حملہ کیا جائے کہ وہاں سپاہ کے ہات کچھ آئے۔ اس خیال سے وہ افغانوں کو لوٹتا ہوا چلا جب وہ مقام کے اندر آیا تو بعض دوستوں نے سمجھایا کہ اگر آپ ہندوستان پر جاتے ہیں تو ٹھاٹھ کے ساتھ جائیے۔ اگرچہ اُن کا یہ سمجھانا معقول تھا مگر بابر نے عزیمت کرلی تھی۔ اس لیے اس سمجھانے پر کچھ نظر نہ کی۔ بیسج شام کو کوچ کرتا ہوا وہ گزر سندھ کی طرف چلا۔ پیر محمد جلایر کو اُس کے بھائیوں اور چند جوانوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ اب سندھ کے کناروں کو پایاں آب اور بالائے آب اور لشکر کو دریا کی طرف روانہ کیا اور خود سوالی کی طرف جس کو گرگ خانہ کہتے ہیں گینڈے کا شکار کرنے کے لیے آیا کئی گینڈے دکھائی دیے مگر جنگل ایسا گھنا تھا کہ اُن کو باہر نہیں نکال سکے جنگل کو جلایا تو گینڈا سوختہ ہات آیا بس کو کھایا۔ جو جات دریا کے گھاٹ کو دیکھنے گئی تھی۔ وہ بھی آگئی پنجشنبہ ۱۶۔ ماہ۔ صفر کو گھوڑے۔ اونٹ پر تال گھاٹ سے اُترا اور بازار پیادوں کو اجالا (کشتی) میں اُتارا۔ اُسی روز گزر دریا پر اہل پنجاب (ملاحوں) نے اجالہ (کشتی) میں اُتارا۔ اُسی روز گزر دریا پر اہل پنجاب (ملاحوں) نے اجالہ (کشتی) میں اُتارا۔ دریا سندھ پر ہے) نے ایک گھوڑا باساز اور تین سو شاہرخی (ڈیڑھ سو روپیہ زمانہ حال پیشکش میں دیں دریا سے پار ہوکر ظہر کی نماز کے قریب کوچ کیا اور پھر رات گئے دریائے کوٹ پر پہونچے۔ یہاں سے پھر صبح کو کوچ کرکے اس دریا سے عبور کیا۔ اور دروگ داکی پرچہ اکر قیام کیا جسیدہ قاسم ایشک آقا (چیمبرلین یعنی حاجب) تھا اور وہ پچھلی سپاہ کے ساتھ تھا وہ جنگ گوجروں کے سرکاٹ کر لایا وہ لشکر کے پیچھے پڑے تھے۔ صبح کو شنگ داکی سے کوچ کرکے ظہر کی نماز پڑھی اور آب سوہان (سندھ و جہلم کے درمیان ہے) عبور کیا۔ آدھی رات تک پچھلا لشکر اُترتا رہا۔ یہ دور دراز کا سفر بڑا ناہموار تھا۔ گھوڑے دُبلے اور کمزور ہوگئے تھے اُن پر یہ سفر نہایت سخت غابت ہوا گھوڑے ان میں گر پڑے۔ بہرہ سے سات کوس پر ایک پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ کو ظفرنامہ میں اور اور کتابوں میں کوہ جودھ لکھا ہے۔ پہلے اس کی وجہ تسمیہ بابر کو معلوم نہ تھی مگر اب معلوم ہوا کہ اس پہاڑ

پر ایک باپ کی نسل سے دو خیل آباد تھے ایک کا نام جود تھا دوسرے کا نام جنجوھ۔ بہرہ دونوں
چناب۔ جہلم۔ کئی دفعہ ترکوں کے قبضہ میں آچکے تھے (زمانہ حال میں پنڈی داد خان
کے نزدیک جہلم کے جنوب مشرق میں بہرہ ہے لیکن بابر کے زمانہ میں یہ ضلع دریا کے دونوں
تھا اور اس کا دارالسلطنت شمال کو تھا) خوشاب دریا سے زیادہ نیچا ہے۔ چناب وہ ضلع ہوگا جو اس
کے گرد پھیلتا ہوگا جہلم کا پتہ نہیں کہ کہاں تھا اس ملک کو بابر اپنے ملک کی مثل ترکوں
میراث جانتا تھا یہ ارادہ کیا کہ اس ملک پر خواہ بزور یا بصلح قبضہ کیجیے۔ مگر لازم
ہے کہ اس پہاڑ کے آدمیوں کے ساتھ مدارت اچھی طرح کی جائے اس نے حکم دیا کہ کوئی
شخص ان کے گھر درمہ کو ادنگلی نہ لگائے بلکہ ایک رستی کے ٹکڑے اور موٹی سوئی کا بھی ضرر
نہ پہنچائے۔

یہاں سے آگے کوچ کرکے کلدہ کمار (کلرہ کہار) میں بابر آیا۔ یہاں اس کے پاس خویدزادہ
یہ جگہ ایسی تھی کہ بابر نے باغ کی بنیاد ڈالی اور باغ صفا اس کا نام رکھا۔ سحر کو کلدہ کہار سے دو
ہوا۔ دوپہر ہم باتوں کے مختلف مقاموں پر یہاں کے مشہور آدمی کم قیمت پیشکش لائے اور ملازمت
اختیار کی۔ عبدالرحیم شقاول کے ساتھ ترکوں کو بھیجا کہ بہرہ کے آدمیوں کی ستانی
کریں اور ان سے کہیں کہ یہ ولایتیں قدیم سے ترکوں سے متعلق رہی ہیں ہرگز کچھ دغدغہ
نہ کریں۔ ہم آدمیوں کو دیر ان نہیں ہونے دینگے۔ ہم اس ولایت اور ملک کے کاروبار
اس کو تاراج نہیں کرینگے۔ پھر دن چڑھے بیاباں کوتل میں پہونچے۔ قربان فرخی و عبدالملک
ہستی کو سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ خبر لانے کے لیے بھیجا۔ اس اثنار میں افغانوں کے
لیے بڑے بڑے آدمی پیشکش لیکر حاضر ہوئے اور ملازمت کی بابر نے لشکر خاں کو ان کے ہمراہ
اہل بہرہ کے پاس استمالت کے لیے بھیجا کوتل سے گزر کر اور جنگل سے نکل کر برابر افغان و جوانان
وتول دیسوال کو آراستہ کرکے بابر بہرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ بہرہ کے قریب آیا
تو دیوہندوا اور سکندو کو بیٹا جو علی خاں پسر دولت خاں یوسف خیل کے ملازم اور اور بہرہ
کے سردار تھے بابر سے ملے اور ہر ایک نے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ پیشکش میں دیا اور
اطاعت و خدمت اختیار کی۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے کہ بہرہ کے مشرق میں دریا بہت کے کنارے

پر سبزہ زار پر بابر مقیم ہوا۔ اور بہرہ کے آدمیوں کا ذرہ کے برابر بھی نقصان نہیں کیا۔ اس وقت
سے کہ امیر تیمور بیگ نے ہندوستان فتح کیا تھا یہ چند ولایت بہیرہ و خوشاب۔ چناب۔ جہلم
اولاد تیمور کے یا اس کے توابع و لواحق کے تصرف میں تھیں۔ شاہرخ مرزا کا پوتا سلیمان شیخ کا
بیٹا سلطان مسعود میرزا کہ اس فرصت کے زمانہ میں کابل و زابل کی فرمانروائی کرتا تھا۔ اور اسی وجہ
سے اس کو سلطان مسعود کابلی کہتے تھے۔ میر علی بیگ کے بیٹے بابا علی و دریا خاں و ایاق خاں
جس کو آخر میں غازی خاں کہتے تھے یہ سب سلطان مسعود کے پروردہ یافتہ تھے اسی سے اور اس کے بیٹے
علی اصغر مرزا کے مرنے کے بعد وہ منتقب ہوکر کابل و زابل اور ہندوستان کی ولایت مذکور پر
متصرف ہوئے۔ سنہ ۹۱۰ھ میں بہیرہ و خوشاب و چناب کی حکومت میر علی بیگ کے پوتے اور غازی خاں
کے بیٹے سید علی خاں سے متعلق رہی تھی۔ اس نے سکندر لودی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی
اطاعت کی وہ بابر سے ڈر کر موضع بہیرہ سے شیرکوٹ میں چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو بعض منازل
مقامات میں علف و چارہ کے لیے آدمیوں کو بھیجا اور سوار ہوکر بہیرہ کی سیر کی۔ دو چار شبانہ
روز ہو۔ صفر ۹۲۵ھ کو بہیرہ کے چودھریوں اور بڑے بڑے آدمیوں کو بلاکر پچیس لاکھ شاہرخی
(پچیس لاکھ روپیہ) مال امانی ٹھہرا کر محصلوں کو متعین کیا۔ اور چند خود معون کرکے کشتی میں سوار
ہوا۔ پنجشنبہ کی صبح کو معلوم ہوا کہ بہرہ کے آدمیوں پر بابر شاہ کے آدمی دست درازی
کرتے ہیں۔ بابر نے اپنے آدمی ایسے آدمیوں کے پکڑنے کے لیے بھیجے وہ چند سپاہیوں کو پکڑ کر
لائے تو ان میں سے بعض کو اس نے مروا ڈالا یا بعض کی ناک کو چرا یا اور ان کو لشکر کے گرد
پھروایا۔ بابر ملکوں کو کہ ترکوں سے علاقہ رکھتے تھے مثل اپنے ملک کے سمجھتا تھا اس لیے وہ ان
لینے کا روادار نہ تھا۔ بابر کے آدمی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر صاحبقرانی کی نظر سے ابھی ان
ان ملکوں میں بھیجا جائے کہ ترکوں سے پہلے تصرف رکھتے تھے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ سلطان سکندر
لودی کو پانچ چھ مہینے مرے ہوئے تھے کہ اس کا بیٹا سلطان ابراہیم باپ کی جگہ تخت نشین ہوا تھا۔ اس پاس بابر نے ملا مرشد کو اپنی جانب بھیجا کہ اس سے یہ درخواست کرے
کہ جو ملک ترکوں سے متعلق تھے وہ مجھے حوالہ کرے۔ دولت خاں حاکم لاہور اور سلطان ابراہیم
کے نام خطوط لکھکر ملا مرشد کو دیئے تھے اور زبانی باتیں بھی کہکر اس کو رخصت کیا۔ عموماً ہندوستان کے

آدمی خصوصاً افغان عجب ہوش وخرد ورائے وتدبیر سے دور رہتے ہیں نہ میدان
میں مردانہ وار قدم جماتے ہیں نہ بزم دوستی ومحبت میں قائم رہتے ہیں۔ اس قاصد
میں وولت خاں نے روک لیا اور سلطان ابراہیم شاہ دہلی پاس آگے نہ بڑھنے دیا
بعدہ قاصد بے نیل مرام کابل میں چلا آیا۔

جمعہ کو مردم خوشاب کی عرضداشت آئی شنبہ ۲۵ رجب کو شاہ حسین خوشاب پر
یکشنبہ کو ایسا مینہ برسا کہ صحرا بڑا دریا ہو گیا۔ دریا سے کشتیاں منگا کر لشکر اُن میں سوار
قلعہ بھرہ میں جس کا نام جان ناتھا ایک روز قیام کیا سہ شنبہ کو باران وسیل کے خوف
کے شمال میں جو بلندیاں ہیں اُن پر لشکر آیا۔ اہل بھرہ نے جو زر دینا قبول کیا تھا اُس کے ادا
تاخیر کرتے تھے اسلیے بابر نے چار سرکاریں مقرر کیں ایک سرکار خلیفہ کو دوسری قنبر
کو تیسری سرکار ناصر بیگ کو اور چوتھی سرکار قاسم ومحبت علی کو دیں۔ کابل سے روز
ہرشنبہان کو مرزا ہندال کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ اُس کا نام ہندال اسی وجہ سے رکھا
وہ ہند کی تسخیر کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ دوسرے صبح کو دیوان کے برطرف ہونے
بعد کشتی میں بابر سوار ہوا اور ایک مجلس آراستہ ہوئی اُس نے اور بعض اُسکے مصاحبو
معجون کھائی اور بعض دوستوں نے شراب پی صحبت معجون کبھی صحبت شراب کے ساتھ راست
نہیں ہوتی مستوں نے شراب پی پی کر بدمستی میں معجون اور معجونیوں کی خوب خاک اُڑائی
صحبت بے مزہ ہو گئی مجلس کا خاتمہ بے لطفی کے ساتھ ہوا۔

انہی دنوں میں منوچہر خاں پسر سید علی خاں جسکا اوپر بیان ہوا آتا تھا۔ تاتار خاں
اُسے اپنی بیٹی بیاہ کے داماد بنایا۔ وہ بابر کی ملازمت میں حاضر ہوا۔

نیلاب وبھرہ کے درمیانی کوہستانی کے اندر جو دھنجوھ سے کوہستان کشمیر کے متصل تک
جاٹ وگوجر بستے ہیں اور اسی طبقہ کی قوموں کے آدمی بہت یوں بستے رہتے ہیں کہ ہر پشتہ دو
تین گاؤں کے گاؤں آباد کرتے رہتے ہیں۔ اُنکے حاکم قبیلہ گکھڑ سے ہوتے ہیں۔ اُن کی حکومت
مثل جودھنجوھ قوموں کے ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں دامنہ کوہ کی خلائق پر تاتار خاں گکھڑ کی اور
گکھڑ کی خلافت تھی وہ ایک باپ کی اولاد میں چچازاد بھائی بھائی تھے۔ کھکھوں اور ڈھلانوں

محکم مقامات بنے ہوئے تھے۔ تاتار خاں کے حصار کا نام پرحالہ تھا۔ وہ بہت اونچا تھا ایسی بلندی پر
نہ تھا جہاں برف پڑتی ہو۔ ہاتی کا ملک کوہستان سے متصل تھا۔ ہاتی نے بابا خاں حاکم کانگڑہ کو بار نیاں
تھا۔ تاتار خاں دولت خاں کا ایک طرح کا ملازم وتابع تھا وہ اس سے ملا بھی تھا۔ مگر ہاتی کھر
دولت خاں سے نہ ملا اور ہمیشہ فتنہ وفساد مچاتا رہا تاتار خاں ہندوستان کے امیروں کے اشارہ
سے اور اُن کے اتفاق سے کئی بیل پر اپنا لشکر لیے اس طرح پڑا تھا کہ ہاتی گھرا ہوا تھا۔ جب بابر بھیرہ
میں تھا تو ایک بہانہ بنا کر اور تاتار کو غافل پاکر اُس پر دوڑ گیا اور اُسکو مار ڈالا۔ اُس کے ملک
وخزانہ اور تمام اسباب پر قابض ہو گیا۔

بابر کشتیوں میں سوار ہو کر باغوں اور شگوفوں کی اور لشکر کے کھیتوں کی اور اُن میں
سے آب پاشی کی سیر کرتا تھا اور شراب پیتا ہوا اور معجون کھاتا ہوا دھیرے دھیرے اُترتا ہوا
کو جب آفتاب برج حمل میں آیا۔ کشتی میں سوار ہوا اور شراب پی اور مصاحبوں کے ساتھ نا
ورنگ کے جشن اڑائے شاہ حسین خوشاب سے آیا۔ اُن ولایتوں کو مصالحہ کے ساتھ بابر نے طلب
کیا جو قدیم سے ترکوں سے متعلق تھیں اور اسی طرح جو ولایت اُسکو ملی تھی اُسکا بندوبست ایسا کیا
کہ جس میں مصالحہ وامن واماں رہا۔ ۱۰ ربیع الاول ۹۳۲ھ کو بھیرہ سے کابل کی مراجعت کے لیے
سفر کیا۔

ایک جماعت نے جو اس ولایت کی زمین وملک وآب ہوا سے واقف تھی اور قوم تھوڑ
جو گکھڑ کے قدیمی دشمن تھی بابر سے عرض کیا کہ ہاتی گکھڑ نے بڑے ظلم وستم بپا کر رکھے ہیں سنتے تو ہاتی کا
مسافروں کو رستہ نہیں چلنے دیتا اس کو یہاں سے آپ دفع کریں یا اُس کی گوشمالی فرمائیں۔
اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے بابر نے خواجہ میر میران اور مرزا ناصر کو لشکر میں متعین کیا
اور خود لشکر لیکر ہاتی پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ تاتار خاں کو مار کر چند روز سے ہاتی برابر میں
رہتا تھا۔ اسوقت وہ یہیں تھا۔ ظہر کی نماز پڑھکر اور گھوڑوں کو دانہ کھلا کر عشا کی نماز کے
وقت بابر سوار ہوا۔ ملک ہست کا نوکر ایک گوجر رہبر تھا اُس کا نام سوہا تھا۔ رات بھر وہ
چلا سحر کو اُترا۔ بیگ مغول کو لشکر کے گرد پھرایا۔ جب روشنی ہوئی تو پھر وہ سوار ہوا۔ اور
چاشت کو جنبہ پہن کر تیز رواں ہوا۔ ایک کروہ سوا دو بر حالہ نمودار ہوا پھیر چھاڑ شروع

ہوئی۔ میمنہ پرحالہ کے شرق کی طرف گیا قوچ بیگ کہ جرانغار کا سردار تھا بران
عقب سے کمک کو بھیجا گیا۔ جرانغار دقول کے سپاہی پرحالہ پر گئے۔ دوست بیگ
کے آدمیوں کے عقب سے اس سپاہ کی کمک کو بھیجا گیا جو پرحالہ پر حملہ کرنے گئی
وادی اور غاروں کے اندر ایک بلند جگہ پر پرحالہ واقع تھا اس میں جانے کی دو راہ
جنوب شرقی راہ سے بابر کی سپاہ گئی تھی۔ راہ غاروں کے کناروں پر جاتی تھی اور
دونوں طرف غار اور ڈھلان تھے۔ پرحالہ سے آدہ کوس سے پرحالہ کی راہ شہر کے در
ایک بڑی دشوار گذار تھی۔ یہ غاروں کی راہ پانچ چار جگہ سے ایسی تنگ و ڈھلواں ہوگئی ہے
ایک آدمی اُس پر ایک وقت میں چل سکتا تھا۔ اور ایک تیر کے فاصلہ پر راہ بہت ہی دشوار
چلنی پڑتی تھی۔ دوسری راہ کہ بائیں مغرب و شمال کے ہے وہ ایک کھلے وادی میں سے جاتی
ان دو راہوں کے سوا کوئی اور راہ نہیں تھی۔ اگرچہ پرحالہ کی فصیل و کنگرے نہیں تھے مگر وہ
جگہ بھی نہ تھی کہ اُس پر زور کیا جاتا۔ اُسکے گرد آٹھ سات گز اونچی عمودوار پہاڑی تھی۔ جرانغار
تنگیوں میں سے گذر کر دروازوں کی طرف چلا۔ باقی تیس یا چالیس جیبہ دار مسلح سواروں
بہت سے پیادوں کو ساتھ لیکر لڑنے والوں پر حملہ آور ہوا اور اُن کو ہٹا دیا۔ دوست بیگ
عقب میں تھا اُس نے دشمنوں پر یورش کی۔ ان میں سے بہت آدمیوں کو مارا اور
شکست دی۔ باقی گھبرا اس ملک میں مردانگی میں مشہور تھا۔ وہ خوب لڑا۔ مگر میدان جنگ
ٹھہر نہ سکا بھاگا۔ وہ تنگ مقاموں کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔ جب وہ قلعہ میں گیا تو اوسکی
ہی اُسکے اختیار سے باہر تھی۔ بابر کی سپاہ اس کے پیچھے ایسی لگی ہوئی گئی کہ اُسکے ساتھ ہی
داخل ہوئی۔ باقی مجبور ہو کر شمال مغرب کے دروازہ سے جریدہ بھاگ گیا۔ دوست بیگ
بڑی بہادری کی بابر نے جس کا انعام اُسکو خوب دیا۔ اُسی وقت بابر پرحالہ میں جا کر تاتار خاں
مکانوں میں فرودگش ہوا۔ ان جنگوں میں بعض آدمی جنکو بابر نے اپنے آگے رہنے کا حکم دیا تھا وہ
خالفسے مل گئے تھے۔ اُن میں امین محمد قراقی اور ترخان خاں ارتوں تھے جنپر بابر نے یہ جرم
کر سزا پاگو جرکو حکم دیا کہ اُنکو جنگل صحرا میں بے سروسامان چھوڑ دے کہ وہ یہ حیرانی اُٹھا کر
واپس آئیں۔

پنجشنبہ ۱۵ کو اندر آبمیں آب سوہان کے کنارہ پر بابر آیا۔ یہ قلعہ اندر بہ خیرہ سے تک بہت کے باب
سے تعلق رکھتا تھا جسکو ہاتی گگر نے مار کر قلعہ کو ویران کر دیا تھا ان دنوں میں وہ ویران پڑا تھا۔ اتی سے
تاتار خاں کے مارنے کے بعد اپنے ایک خویش پربت کو بابر کی خدمت میں پیش کش و ایک گھوڑا یاساول
دیکر بھیجا تھا۔ اگرچہ وہ بابر سے نہیں ملا مگر اُس کا لشکر جو عقب میں تھا اُس میں آکر اُس نے پیشکش بھی
اور اطاعت بابری قبول کی لنگر خاں جو بھیرہ میں مقرر کیا تھا وہ کیمپ میں بعض کاموں کے لیے آیا
اور بابر سے ملا۔ اور سب کاموں کا انجام کر کے بھیرہ کو چلا گیا۔ اُس کے ساتھ کچھ بھیرہ کے زمیندار بھی
کو بھی رخصت کیا۔ پھر بابر دریا سوہان سے پار اُتر کر ایک پشتہ پر اُترا۔ ہاتی کے رشتہ دار پربت کو
خلعت دیکر رخصت کیا اور ہاتی کو قرائن استمالت لکھ کر اوس کے پاس بھیجے۔ محمد علی جنگ جنگ
کو اُسکے ساتھ۔ پھر بابر چاشت کے وقت سنگ درگی کے درہ میں پہنچا۔ سبح کو یہاں سے کوچ کر کے
بلندی پر آیا اور لشکر کا ملاحظہ کیا اُس کے پاس اونٹ گھوڑے ۔ ۔ تھے یہاں سے آگے کوچ
کیا۔ رستہ میں ایک کشتی اناج سے بھری ہوئی دلدل و کیچڑ میں پھنسی ہوئی دیکھی۔ لوگوں نے بہتیرا
کوشش کی مگر وہ نہ نکل سکی۔ بابر نے اُسکا اناج نکلوا کر اپنے لشکر کو تقسیم کر دیا۔ یہ قلعہ اسوقت میں
خوب ہاتھ آیا۔ شام کے قریب جہاں آب بند و آب نیلاب ملتے ہیں۔ وہاں آب نیلاب سے بہت
نیچے ایک بلند جگہ پر قیام کیا۔ نیلاب سے پانچ چھ کشتی سنگ گرسیاہ جو قلعہ کی روز میں پایا جاتا ہے
باقی کا رشتہ دار پربت جو محمد علی جنگ جنگ کے ہمراہ گیا تھا وہ دریا کے کنارہ پر پھرتا آیا
اور ہاتی کی طرف سے ایک گھوڑا یاساز اور پیشکش لایا۔ نیلاب کے باشندوں نے ایک گھوڑا
یاساز پیشکش کے طور پر دیا اور اطاعت کی۔ محمد علی جنگ جنگ بھیرہ میں رہنا چاہتا تھا وہ بابر نے
ہندو بیگ کو دیدیا تھا۔ اسلیے اُسکو وہ ملک دیدیا گیا جو بھیرہ اور سند کے درمیان تھا اور دال
والوس مثل قاربوق ہزارہ و ہاتی و فیاض دال و کھپ کے اُسکو دیدیے اور اُسکو ایک ترکی شعر لکھکر
سمجھا دیا کہ جو شخص رعیت ہونے پر گردن نہ رکھے اُسکے ساتھ رعایت کرنی چاہیے اور جو داہت ہیں
اطاعت نکرے اُسکو تاخت و تاراج کر کے مطیع و منقاد کرے۔ اور ربیع الاول ۹۲۵ھ کو دریا کے
کنارے سے سفر کیا اور ۲۰ کو کابل میں پہنچ گیا۔

اوپر لکھا ہے کہ ہندو بیگ کو بھیرہ میں بے سامان صلح کی امید میں چھوڑا تھا وہ ۲۵ روز اوسنے

کو آیا۔ اُس نے صلح و اصلاح میں کوشش نہیں کی اور بابر کی باتوں کو اس کان سے
کان سے اُڑا دیا۔ بجز دبابر کی بازگشت کے افغان اور ہندوستانی جمع ہو کر بھیرہ میں
کے سر پر جا چڑھے وہ وہاں ٹھہر نہ سکا خوشاب میں آیا اور دین کوٹ و نیلاب کی راہ
میں آیا۔ دیوہند و دسپر سکٹوا و چند ہند و بھیرہ سے قید ہو کر آئے تھے اُنکو خلعت
بابر نے رخصت کیا۔ روز جمعہ کو بابر کو بخار آیا فصد لی مگر دوسرے تیسرے روز تپ
و یوسف زئی اور افغانوں کی سزادہی کے درپے رہا۔ انریدی افغانوں کی سزا کے لیے
کرام کی طرف آنے کا قصد کیا۔ علی مسجد میں آیا تھا کہ ابوالہاشم سلطان علی نے اس پاس
کر میں نے جوئے شاہی میں ایک شخص سے کہ بدخشاں سے آتا تھا سنا کہ سلطان سعید خاں
بدخشاں کے فتح کرنے کا عزم جزم کیا ہے میں بادشاہ کو خبر کرنے آیا ہوں۔ بابر نے امرا کو
کر کے مشورہ کیا اُن کی صلاح سے بدخشاں کو مراجعت کی۔ یہاں دوستوں کے ساتھ خو
کے جلسے اُڑائے اُسکے سارے دوستوں کو معجون کھانے کی عرق شراب پینے کی عادت
ایک دوست نے اُنکی نسبت کہا تھا ع۔ در ہر کہ نگری بہمیں داغ مبتلاست

اب غرہ ماہ صفر ۹۳۲ھ کو کہ آفتاب برج قوس میں تھا۔ کابل سے بابر نے ہند
کی عزیمت سے سفر کیا۔ اول منزل دہ یعقوب میں کی۔ یہاں دو روز لشکر جمع ہونے کے لیے
کیا یہاں سے بادام چشمہ میں آیا۔ بدہ کو نوربیگ و خواجہ حسین دیوان لاہور سے بیس ہزار شاہ
اشرفی و روپیہ سکہ لایا جسکو اُس نے بج بھجوایا۔

۲۰۔ کو دریا سند کے کنارے پر قیام ہوا۔ اس دریا سے اول ربیع الاول روز شنبہ کو
ہوا۔ اور سیج کوٹ کے دریا کو عبور کر کے اُس کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ امرا و بخشیوں
و دیوان نے لشکر جو ملازمت میں تھا اُسکی موجودات لی تو سب چھوٹے بڑے نیک و بد
وغیرہ لوگ دس ہزار آدمی لکھے گئے۔ اس سال صحرا و دامن کوہ میں برسات کم ہوئی تھی
مگر دامن کوہ میں جو نہرے اُن میں خوب برسات ہوئی تھی غلہ کی مصلحت سے دامن کوہ میں ہو کر سیالکوٹ
پہنچا چاہتے لاہور کی گھڑی کی برابر تریا آئے تو واں ایک ندی میں ہر جگہ پانی گہرا کھڑا تھا اور بج بستہ ہو
اس بج کو عمق بہت زیادہ نہ تھا۔ ایک ہاتھ سے کچھ زیادہ ہوگا۔ بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان

ملک میں اس طرح کا بج عجیب و غریب سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہم چند سال بعد
بج کی اصلا علامت و آثار نہیں دیکھے (اس فقرہ سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بابر نے اپنی کتاب کی یہ
ترمیم بعد لکھنے کے کی ہو یا اُسکے اہلکاروں نے لکھا ہوگا) سندھ سے پانچ کوچ کر کے چھٹے کوچ میں کوہ
پر جو کوہ بالی ناتھ جوگی کے نیچے ہے ایک ندی کے کنارے پر بالکیالان میں منزل کی۔ صبح کو یہاں
غلہ جمع کرنے کی مصلحت سے قیام کیا۔ غلہ کے لیے جو آدمی گئے تھے وہ غلہ کو چھوڑ کر جنگل و کوہ و
قلب جگہوں میں پریشان ہو کر بہت دور چلے گئے اور چند آدمیوں کو پکڑ لائے۔ یہاں سے کوچ
کر کے آب بہت سے (جہلم) کے نیچے پایاب عبور کر کے قیام کیا۔ اسی منزل سے سید خان و
سید لاچین کو ان لوگوں پاس کہ لاہور میں تھے دو دو گھوڑے دیگر روانہ کیا کہ وہ اس لاہور سے جا کر
کہدیں کہ لڑائی نہ لڑیں بسیال کوٹ میں یا برسر دریں وہ میری سپاہ کے ساتھ شریک ہو جائیں
یہ خبر اُڑ رہی تھی کہ غازی خاں نے تیس چالیس ہزار سپاہ جمع کی ہے اور بوڑھے دولت خاں نے بھی
دو تلواریں کمر میں باندھ کر لڑنے کے لیے کس لی ہیں۔ بابر کو یہ خیال ہوا تھا کہ خود دوستوں سے
دس دوست اچھے ہوتے ہیں اسلیے لڑنے سے پہلے یہ ارادہ کیا کہ لاہور کے سپاہ کو اپنے ساتھ ملا
اس نے امیروں پاس آدمی بھیجے۔ ایک منزل دریبان کر کے آگے۔ چناب کے کنارہ سے
آتر کر منزل کی بہلول پور کی راہ سے کہ خاصہ میں تھا سیر کی اسکے تھوڑے آب پنج کے کنارہ پر ایک
بلندی پر واقع تھا وہ اُسکو بہت پسند آیا۔ اور سیال کوٹ کے آدمیوں کو یہاں لانے کا ارادہ کیا۔
بہلول پور سے وہ اپنے لشکر میں آیا۔ شراب کی محفل آراستہ کی۔ گھوڑوں کو کنارہ آب پر کھڑا
آرام دیا۔ ۱۴۔ ربیع الاول روز جمعہ کو سیال کوٹ میں وہ آن پڑا۔ یہ دفعہ بابر جب ہندوستان میں
آیا تو جاٹ گوجر بے شمار پہاڑوں اور جنگلوں سے گائے بیل جنسوں کے لوٹنے کیلیے آتے تھے اور
بدبخت بڑا ظلم کرتے تھے۔ اس سے پہلے یہ ولایت داغی تھی تو اسکی گرفت اور گیر و ہوتی تھی اب تو ہر
تابع ہو گئی تھیں مگر پھر بھی اُنھوں نے وہی اپنا پرانا طریقہ لوٹ مار کو اختیار کیا۔ بابر کی سپاہ کو غلہ
بھوسی کی تنگی تصیر مسکین آئی تھی کہ اُنھوں نے خوفا بچایا اور اُسپر لوٹ کے لیے ٹوٹ پڑی۔ بابر نے لشکر میں
کو پکڑوایا اور اُن میں سے دو تین کے پرزے اُڑوائے۔ اس منزل میں ایک سوداگر کی زبانی
معلوم ہوا کہ عالم خاں (یہ عالم خاں سلطان علاء الدین سلطان ابراہیم کو چچا تھا) نے سلطان

ابراہیم سے شکست پائی۔ اس شکست کا حال یہ ہے کہ عالم خاں جس طرح سے بابر کے پاس آیا
اس کا حال سلطان ابراہیم کی سلطنت کے بیان میں پڑھ چکے ہو وہ بابر سے رخصت ہو
سخت گرمی میں کہ آگ برستی تھی ایک منزل کی دو منزلیں کرتا ہوا لاہور میں آیا اُس
کچھ خیال اپنے ہمراہیوں کی تکلیف کا نہ کیا۔ جب عالم خاں کو بابر نے رخصت کیا تھا اور
کے تمام خانوں اور سلاطین نے بلخ کو قتل کیا تھا۔ اس لیے جسوقت عالم خاں ہندوستان
کو روانہ ہوا بابر بلخ کو گیا۔ اب عالم خاں نے ان سرداروں کو جو بابر کے ہندوستان
کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے تم کو میری مدد کے لیے حکم دیا ہے میرے ہمراہ چلو میں غازی
کو بھی اپنے ہمراہ کرلونگا۔ پھر ہم سب دہلی و آگرہ پر چڑھائی کرینگے۔ بابر کے امیروں
کہا کہ ہم غازی خاں کے ساتھ کس اعتماد پر چلیں ہمارے بادشاہ کا حکم ہمیں یہ ہے کہ
غازی خاں اپنے چچہ نے بھائی حاجی خاں کو اپنے بیٹے سمیت لاہور یا بادشاہ پاس
اول کے بھیجے تو اُس کے ہمراہ ہونا درنہ ہمراہ نہ ہونا۔ تم نے کل ہی غازی خاں سے جنگ
شکست پائی ہے پھر کس اعتماد پر اُسکے ہمراہ ہوتے ہو۔ ہم تم کو بھی یہ مصلحت بتاتے ہیں کہ اُس
ہمراہ نہ ہو ہر چند انھوں نے اس طرح اُس کو منع کیا مگر اُس نے نہ سنا۔ شیر خاں
بیٹے کو غازی خاں اور دولت خاں پاس بھیجکر اُن کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ دلاور خاں
جو ہندی خانے سے بھاگ کر تین مہینے ہوئے تھے کہ لاہور میں آیا تھا اُس کے ہمراہ ہو
مرزا محمود خاں خانجہاں جسکو لاہور کا قید خانہ سپرد تھا عالم خاں کی باتوں میں آگیا
اُن میں آپس میں یہ قرار پایا تھا کہ دولت خاں و غازی خاں و امرائے بابری جو ہندوستان
ہیں اس ملک کو اور اُسکی تمام اطراف کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ دلاور خاں و حاجی خاں
عالم خاں کے ہمراہ کریں اور یہ دہلی اور آگرہ کو اپنے قبضہ میں لائیں۔ اسمٰعیل جلوانی اور
امرا بھی عالم خاں سے آکر ملے وہ بے توقف کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کی طرف روان ہوا
میں آگے سلیمان شیخزادے بھی آن ملے۔ کل اس کی جمعیت تیس چالیس ہزار آدمیوں
نے دہلی کو محاصرہ کیا۔ مگر نہ اُسکو لڑکر اور نہ اُسکا غلہ و آذوقہ بند کرکے لے سکتا تھا۔
جب سلطان ابراہیم نے اس جمعیت کی خبر پائی کہ اُسکے ملک پر حملہ آور ہوئی تو وہ

لے کر اُن سے مقابلہ کرنے گیا۔ جب اُنھوں نے سلطان ابراہیم کے لشکر آنے کی خبر سنی تو قلعہ کا
محاصرہ چھوڑ کر اُس سے برسرمقابلہ ہوئے اور اُن میں یہ امر قرار پایا کہ اگر دن کو لڑینگے تو اپنے
اپنے ناموس کا پاس کرکے بھاگنے کے نہیں گشت و خون و قتل زیادہ ہوگا بلکہ اگر شبخون
رات اندھیری ہوگی کوئی کسیکو نہ پہچانیگا نہیں ہر سردار اپنے اہتمام میں رہیگا پس اس شبخون کے
مارنے کے ارادے سے دو چھ کوس دور چلے گئے اور دو دفعہ دو پہر کو گھوڑوں پر سوار ہوکر رات کو بھی
اور سہ پہر رات تک چڑھے رہے مگر نہ آگے گئے نہ پیچھے ہٹے۔ آپس میں کوئی بات ہی قرار نہ پائی۔
تیسری دفعہ وہ پہر رات باقی رہے دشمن کے خیمے پر پہنچے اُن کا قصد خون صرف یہ تھا کہ خیمو
میں اور گھروں میں آگ لگا دیں اور کچھ اور کوشش نہ کریں۔ انھوں نے یہی کیا کہ پہر رات سے
پیچھے سے آکر خیموں میں آگ لگا دی اور غوغا مچا دیا۔ بلال خاں جمعیت اور بعض اور امیروں
نے بھی آکر عالم خاں سے ملاقات کی۔ سلطان ابراہیم اپنے چند خاصہ خیل کے ساتھ اپنے
سرا پردہ سے نہ نکلا مگر صبح تک آمادہ بیٹھا رہا۔ اُس وقت اُس نے دیکھا کہ عالم خاں کی
سپاہ لوٹ پر جھک رہی ہے اور اُسکے پاس بہت سپاہ نہیں تو سلطان ابراہیم نے تھوڑی
سپاہ اور ایک ہاتھی کے ساتھ اپنی جگہ سے جنبش کی۔ ہاتھی کے پہنچتے ہی عالم خاں کی فوج
مقابلہ کی تاب نہ لاسکی اور بھاگ گئی۔ اون کے بھاگتے ہی عالم خاں میان دوآب کی طر
سے گذر کر پانی پت میں آیا۔ یہاں پہونچکر ایسا دانوں اندری میں میان سلیمان پر چلے
کہ اُس سے تین چار لاکھ معلوم نہیں کہ کتنا سارا روپیہ لیکر جیبت بنا۔ اسمٰعیل جلوانی و شیخ
جلال خاں پسر کلاں عالم خاں اُس سے جدا ہوگئے اور میان دوآب میں چلے گئے امرا اور سپاہ کا
ایک حصہ جو عالم خاں نے جمع کیا تھا سلطان ابراہیم سے جا ملے جیسے کہ سعادت الدین۔ دریا خاں
محمود خاں خانجہاں شیخ جمال غزنی۔ عالم خاں اور دلاور خاں اور حاجی خاں نے صرف سے
گذر کر بابر کے آنے کا حال سنا کہ قریب آگیا ہے اور لوٹ کو لے لیا ہے۔ دلاور خاں ابھی کا خبر خوا
جیسے سے تھا اور اُسکے سبب سے تین چار مہینے قید میں بھی رہ چکا تھا۔ اُن سے جدا ہو کر سیدھا
پور اور کوچی میں آیا۔ اور بابر سے جس نے تین چار روز ہوئے تھے کہ لوٹ کو لشکر کی بخا آگرہ
ملا۔ عالم خاں و حاجی خاں اب سنبھل سے اتر کر آخر کو کنکوٹہ میں پہنچے۔ کنکوٹہ ایک مستحکم قلعہ

نام ہے جو کوہستان کے اندر دون اور میدان کے درمیان واقع ہے اگلو بابر کی سپاہ کے ایک
نے جبیں انفعال اور ہزارہ تھے جاگھیر اور اس مضبوط قلعہ کو قریب تھا کہ فتح کر لیتا کہ را
ہو گئی۔ اب امرا نے قلعہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر دروازہ میں گھوڑے ایسے پڑے تھے کہ
باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ہاتھی اُنکے ساتھ تھے اُنھوں نے کچھ گھوڑوں کو کچلا اور مار کر
یہ امرا گھوڑوں پر سوار ہو کر راہ نہ پا سکے۔ پیادہ پا اندھیری رات میں ہزاروں تشویشیں
غازی خاں سے جا ملے۔ غازی خاں جب بھاگا تھا تو یہ سمجھ کر کہ وہ ملوٹ میں پناہ گزیں نہیں
پوسکتا پہاڑ میں بھاگ گیا تھا یہیں عالم خاں اُس سے ملا تھا مگر اُس نے آؤ بھگت
طرح اُس کی نہیں کی تو عالم خاں دون کے پائیں میں نواحی پہلور میں بابر کی خدمت میں
ہوا۔ بابر کے امرا جو لاہور میں تھے اُسکے پاس سے آدمی نے آنکر سیالکوٹ میں اطلاع دی
کہ وہ صبح کو بابر کی خدمت میں حاضر ہونگے صبح کو کوچ کر کے بابر پرسرور میں آیا۔ محمدی جنگجو
خواجہ حسین اور بعض اور جوان جو لاہور سے آئے تھے بابر سے ملے۔ دریائے راوی کے کنارہ
لاہور کی سمت میں غنیم کا لشکر تھا وہاں بابر نے بوچکہ کو اُس کے ہمراہیوں سمیت بھیجا کہ وہ
خبر لائے۔ شب کے سہ پہر کو وہ یہ خبر لائے کہ غنیم نے بجرد بابر کی خبر پانے کے حیران و پریشان
ہو کر بھاگنا شروع کیا اور ایک نے دوسرے کی خبر نہ کی۔

دوسرے روز صبح کو شاہ میر حسین اور بعض اور افسروں کو پرتل اور لشکر کی نگہبانی کیلئے بھیج
بابر شاہ حسین اور جنید اور آدمیوں کو لیکر تیز رواں ہوا۔ اور عصر و ظہر کے درمیان کلانور اور
اور بیاس کے درمیان بڑھ میں پہنچا۔ محمد سلطان مرزا عادل مرزا اور امرا نے یہاں آکر
ملازمت کی۔ کلانور سے صبح کو کوچ کیا راہ میں غازی خاں اور بھاگوڑوں کے سراغ سے پتہ
معلوم ہوتی کہ وہ نزدیک ہی ہیں۔ محمدی واحمدی اور بعض اور بیگ جو بابر کے ساتھ تھے اور
کابل میں بیگ بنایا تھا وہ ان مفروروں کے تعاقب میں بھیجے گئے اور یہ امر قرار پایا کہ اگر
مفرور کو جالیں تو بہتر ورنہ قلعہ ملوٹ کی اطراف کی خوب احتیاط کریں کہ قلعہ کے آدمی بھاگ
نہ سکیں۔ بابر کی بڑی غرض اس انتظام میں غازی خاں تھا کہ وہ ہاتھ آئے۔ اب ان امرا
بھیجکر بابر دریائے بیاس سے اُتر کر کیدا مین کے مقابل مقیم ہوا۔ تین سفروں کے بعد قلعہ ملوٹ کے

دامنہ میں باہر آیا۔ امرا کو جو پہلے یہاں آگئے تھے اور ہندوستانی امرا کو حکم ہوا کہ یہاں سے
قلعہ کا محاصرہ کریں۔ دولت خاں کے بڑے بیٹے ملی خاں کا بیٹا یہاں آیا تھا۔ کچھ وعدہ وعید و
کچھ استمالت و تہدید کے ساتھ پیغام اُس کی معرفت قلعہ میں بھیجا گیا۔ جمعہ کو بابر کوچ کر
کر کے آدہ کوس اور قریب آگیا اور قلعہ کو دیکھکر برابر ہزار و ہزار سوار قلعہ کے دونوں میں لشکر تقسیم کر کے اپنے
آردو میں واپس آیا۔ دولت خاں نے دلی خاں کو بھیجکر بابر کو اطلاع دی کہ غازی خاں تو
پہاڑ میں بھاگ گیا۔ اگر حضور میرے گناہ معاف کریں تو غلامی میں حاضر ہو کر قلعہ حوالہ کرتا ہوں بابر نے
خواجہ میراں کو بھیجا کہ دولت خاں کی خاطر سے توہم کو دور کرے اور اُس کو لائے علی خاں اُسکا
بیٹا اُسکے ہمراہ گیا۔ بابر نے اُس سے یہی کہہ بھیجا تھا کہ ہوشیاری کر کے دولت خاں کو ہمارے پاس
اس طرح لانا کہ اُس کی گردن میں وہی دو تلواریں بندھی ہوئی ہوں جو اُس نے ہم سے لڑنے کیلئے باندھی
تھیں۔ باوجودیکہ اس ہندوستانی احمق بزرگ کی یہ نوبت پہنچی تھی مگر پھر بھی وہ آنے میں حیلے حوالے
کرتا تھا۔ مگر آخر کو جب وہ بابر کے روبرو آیا تو اُس نے حکم دیا کہ اُسکی گردن سے دونوں تلواریں
کھول لی جائیں اور سامنے دوزانو بیٹھے جب یوں بیٹھنے میں تاخیر کی تو بابر کے حکم سے آدمیوں نے
اُسکی گردن میں ہاتھ ڈال کر دوزانو بٹھایا۔ بابر نے ایک شخص کو بلایا جو ہندوستانی جانتا تھا اور اُسکو
حکم دیا کہ باتیں جو میں کہتا ہوں وہ اُس کی خاطر نشان کرے اُس نے کہا کہ میں نے تجھے بڑے تعظیم
و احترام تیری اس سے زیادہ کی کہ تو چاہتا تھا۔ ملو خاں کی محبت سے تجھے اور تیری بیٹیوں کو عزت
دی تھا رے خیلوں اور حرموں کو ابراہیم کی قید سے میں نے آزاد کیا۔ تو نے کہا تھا کہ تو نے دو شمشیریں کر تیں
تین کروڑ کی تجھے عنایت کی۔ میں نے تیرے حق میں کیا بدی کی تھی کہ تو نے دو شمشیریں کر تیں
باندھ کر مجھ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور میری ولایت پر چڑھ آیا اور اُس میں فتنہ و فساد مچایا۔ یہ
پیر مہبوت ایک دو باتیں منہ کے اندر ہی بڑبڑاتا تھا کچھ معاملہ کی بات نہ کہتا تھا۔ ان باتوں کا
جواب بھی کچھ سوائے سکوت کے کچھ اور نہ تھا۔

یہ قرار پایا کہ خیلخانے و حرم اُن کے ان ہی کو دیدیے جاویں باقی اور سب سپاہ نخواہ
ضبط کیے جائیں اور اُنکو حکم ہوا کہ وہ خواجہ میراں کے ہمراہ نیچے آئیں۔ بروز شنبہ ۲۰ ربیع الاول
کو اُسکے خیلخانوں اور حرموں کے بھیج سالم نکالنے کیلئے بابر خود دروازہ ملوٹ کی بلندی پر بیٹھا۔

علی خاں نے آکر ایک اشرفی نذر دی۔ ظہر کی نماز کے وقت خلیفہ نے اور حرمیں باہر آنی شروع
ہوئیں عبد العزیز و محمد علی جنگجنگ قتلق قدم و محمد واحمدی کو حکم ہوا کہ قلعہ کے اندر جاکر انکے مرد
اور مال اسباب ضبط کریں بعض یہ کہتے تھے کہ غازی خاں نکل کر بھاگ گیا۔ بعض کہتے تھے کہ
اسکو قلعہ میں دیکھا ہے۔ اس لیے بابر نے بعض آدمیوں کو متعین کیا کہ جہاں اُس کے ہونے کا
وہاں تلاش کیجائے۔ مبادا وہ مغالطہ دیکر نہ نکل جائے اصل غرض تو اُس کا پکڑنا ہی تھا۔ اُسکے
جواہر و خزانے نہاں ہوں وہ نکال کر ضبط کیے جائیں۔ قلعہ کے دروازہ پر آدمیوں کا ہجوم تھا
اُٹھتے تھے سیاست کے لیے بابر نے اُن پر تیر چلائے۔ ہمایوں کا ایک آدمی تیر کے لگتے ہی مرگیا
کے اندر آیا اور سیر کی غازی خاں کے کتاب خانے میں گیا چند نفیس کتابیں اُنمیں سے لیں اُن میں
اپنے مطالعہ کے لیے رکھیں اور چند ہمایوں کو دیں چند کامران کو بھیجیں۔ ملایا نہ کتابیں بہت قیمتی
صورت میں اچھی معلوم دیتی تھیں ایسی وہ سیرت میں نہیں تھیں۔ رات کو وہ نہیں رہا صبح کو بابر
غازی خاں کا اُسکو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں ہوگا مگر وہ بے حمیت نامرد پدر و برادر خرد و مادر و خواہر
خرد کو تلوت میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑ میں بھاگ گیا۔ قطعہ

ہیں اُن بے حمیت را کہ ہرگز	نہ خواہد دید روئے نیک بختی۔
تن آسانی گزیند خویشتن را	زن و فرزند گذارد بہ سختی۔

روز چہار شنبہ کو یہاں سے کوچ کرکے جس پہاڑ میں غازی خاں گیا تھا اُس کی طرف کوچ کیا
تلوت میں ایک کوس چلا تھا کہ دلاور خاں نے آکر ملازمت کی۔ دولت خاں و علی خاں داماد
اور بڑے بڑے امیروں کو قید کرکے کتہ بیگ کو حوالہ کیا کہ وہ اس قلعہ تلوکی میں بہیرہ کے اندر
رکھیں۔ بابر نے تلوت کا قلعہ محمد علی جنگجنگ کو حوالہ کیا اُس نے اپنے بھائی ارغوں کو سپاہ کے
متعین کیا اور دو ڈیڑھ سو افغان و ہزارہ کے آدمی بھی کمک کے لیے اس قلعہ پر متعین ہوئے
گاؤں غزنیں کی خرابیں اونٹوں پر لاد کر لایا تھا۔ وہ مجلسوں میں خوب پی گئیں۔ بابر آب کنہ
پہاڑوں سے گذر کر دون میں آیا جسکو ہندوستانی زبان میں جلگا دوں کہتے ہیں۔
غازی خاں کی خبر تحقیق بابر کو کسی جگہ نہ معلوم ہوئی اُس نے ترد بیگ کو برم دیو ملہاس کے
بھیجا کہ جہاں غازی خاں ملے اُسے پکڑ کر لاؤ۔ اس کوہستان خرد کے اندر دون میں عجیب مضبوط قلعے

ہیں۔ شرق و شمال میں ایک قلعہ ہے جسکا نام کوٹلہ دائے گر دہاڑ شرقی گز ایک اندازہ کا۔
غازی خاں نے جو یہاں مضبوط قلعے بنائے تھے اُن میں سے ایک یہ ہے۔ قلعہ میں آدمی تھے۔ بابر کی
سپاہ کے ایک دستہ نے اُس پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ اُسکو دے لیتا مگر رات ہوگئی اہل قلعہ
گئے قلعہ خالی کر گئے۔ دون کے قریب ایک اور قلعہ کنکوٹہ ہے جسکے گرد تمام ملک کو ہستانی ہے وہ بھی
قلعہ کی برابر مضبوط نہیں ہے۔ عالم خاں اسی قلعہ میں تھا جسکا بیان پہلے مذکور ہوا۔ غازی خاں کے
لیے ایلغار روانہ کیا۔ پھر بابر بہت کی رکاب میں پاؤں رکھکر اور توکل کی باگ ہاتھ میں پکڑ کر
سلطان ابراہیم ابن سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودی افغان سے لڑنے چلا۔ دون و نواح میں
دہلی پایۂ تخت تھا۔ ممالک ہندوستان اسکے قبضہ میں تھے۔ لشکر حاضر اس پاس ایک لاکھ تھا۔
امرا و وزرا کے پاس ایک ہزار فیل تھے۔ ایک لڑائی کے بعد باقی فیل اول کو دیبال پور فتح کیا اور
لڑائی کی مصلحت کے لیے کمک بھیجی۔ خویشوں و عزیزوں و فرزندوں اور چھوٹوں کو کابل میں تھے بہت سا
روپیہ و فتح ملوت میں جو پونجی ہاتھ لگی تھی وہ اور سوغاتیں بھیجیں۔
بر در دو کھلور اور قلعہ ہائے کوہستان پر اس نواح میں مدتوں سے پسبان مقاموں کے
استحکام کے کسی دشمن نے قدم نہ رکھا تھا مگر اس سپاہ نے جو ملوت قلعہ سے آگے بھیجی گئی تھی جاکر ان سب پر
قبضہ کر لیا اور وہاں کے آدمیوں کو لوٹ لیا۔ اور بابر سے آن ملی۔ عالم خاں بھی خراب ہو کر بیاودہ و برہنہ
بابر پاس ملنے کو آیا۔ تو اُس نے اُس کے استقبال کے لیے امرا و مقرب بھیجے کچھ گھوڑے بھی بھیجے۔
اُسنے اس نواح میں آکر اُسکی ملازمت اور اطاعت اختیار کی۔ اس نواح کے کوہ و دمن میں سیر و شکار
خان بیگ اور بعض جوان رخصت لیکر سپاہ کے ساتھ گئے اور دو تین رات رہے مگر کوئی چیز مقصد
انکو ہاتھ نہ آئی۔ دون سے کوچ کرکے بابر رودپر آیا۔ پھر رودپر سے سفر کرکے سرہند کی برابر کرتال میں آیا
کہ ایک ہندوستانی نے اپنے تئیں سلطان ابراہیم کا ایلچی بیان کیا اگرچہ اس پاس کچھ خصوصیت نہ تھی
مگر اُس نے بابر سے یہ درخواست کی کہ ایک آدمی اُسکے ساتھ بطور ایلچی بھیجا جائے۔ بابر نے اس
درخواست کو منظور کیا اور لسوادی قنقطار اُس کے ساتھ بھیجا۔ یہ بیچارے دونوں ابراہیم کے پاس
جاتے ہی قید ہوئے اور اُنکے مارنے کا حکم ہوا۔ سوادی نے اُسی روز قید سے رہائی پائی کر ابراہیم کے پاس
بابر نے نکست دی بابر دو دن سفر کے بعد نور و سفور زمیدی سے سنارہ پر آیا اس آمدی کو گرگ کہتے ہیں پنجاب

کے کنارہ پر ہے۔ اس منزل میں خبر آئی کہ سلطان ابراہیم خود دہلی کے اس طرف آگے بڑھا
اور حمید خاں قتال شقدار حصار فیروزہ بھی دس کوس بابر کی طرف بڑھ آیا ہے۔ اس پاس حصا
کا لشکر اور گردنواح کی سپاہ ہے۔ بابر نے کتہ بیگ کو بھیجا کہ وہ ابراہیم کے لشکر کی خبر لائے
آمہ کو بھیجا کہ لشکر حصار کی خبر لائے۔ روز یک شنبہ ۲۲۔ جمادی الاول کو انبالہ سے بابر نے کو
اور ایک نالاب کے کنارے پر فروکش ہوا۔ کہ مومن آمہ اور کتہ بیگ دونوں اس روز واپس
بابر نے براغار کی تمام سپاہ ہمایوں کو حوالہ کی اور اُسکے ساتھ خواجہ کلاں و سلطان محمد دولدی
خازن اور وہ امرا جو ہندوستان میں رہ چکے تھے ساتھ کیے دوسرے روز دوشنبہ ۲۳ کو ہم
اپنی سپاہ بہمت حمید خاں کے سر پر یکایک جا پڑھا۔ ہمایوں نے پہلے سوڈیڑھ سو سپاہ قراولی کے طور پ
دشمن کے قریب پہنچکر قراول اُس سے جا بھڑا ایک دو دفعہ اُن میں رد و بدل ہوئی کہ پیچھے سے ہمایو
لشکر نمودار ہوا اُسکے دیکھتے ہی دشمن فرار ہوا۔ ہمایوں کے لشکر نے سو دو سو آدمیوں کو نیچے گرایا اور
سے آدھے آدمیوں کا سر اُڑایا اور آدھے آدمیوں کو زندہ مع آٹھ سات فیل کے ہمایوں کے لشکر
لایا۔ بروز دوشنبہ ۱۰۔ کو بابر کے پاس تتو قیدی اور آٹھ سات ہاتھی لایا۔ سیاست کے لیے بابر نے
استاد علی قلی خاں و فنگ اندازوں کو حکم دیا کہ ان سب قیدیوں کو تفنگ سے مار ڈالیں۔ یہ ہمایو
اول یورش تھی اور اول کام تھا جسکو باپ نے کہا کہ یہ ایک ہمایوں شگون تھا۔ قاد غو نچی یعنی ملکی
منصوروں کے پیچھے گئی اور حصار فیروزہ کو جاتے ہی لے لیا اور اُسکو لوٹ کر مراجعت کی۔ حصار فیر
کا مع اُسکے توابع و مضافات کے ایک کروڑ محاصل تھا وہ اور کروڑ زر نقد ہمایوں کو بابر نے
اور یہاں سے کوچ کر کے شاہ آباد میں آیا۔ اور سلطان ابراہیم کی خبر لانے کے لیے آدمی بھیجا۔
منزل میں چند روز توقف کیا اور جمعیت پیادہ کو فتحنامہ دیکر کابل روانہ کیا۔ اس منزل میں
نے اپنا خط استرہ و مقراض سے درست کرایا۔

۲۰۔ جمادی الاول روز دوشنبہ کو آفتاب نے برج حمل میں تحویل کی اور لشکر ابراہیم سے منوا
آئی کہ وہ آہستہ آہستہ ایک روز میں دو کوس چل کر ہر منزل میں دو دو تین تین روز قیام کرتا ہ
بھی شاہ آباد سے ایک منزل درمیان کر کے دریائے ہن کے کنارے پر سرساوہ کے مقابل
کلاں کے ملازم حمید قلی کو خبر لانے کے لیے بھیجا۔ بابر نے جمنا سے اتر کر سرساوے کی سیر کی

منزل سے دریا کے نیچے کی طرف دو منزل کنارہ کے قریب قریب کوچ کیا تھا کہ حمید علی خبر لینے کے لیے
بھیجا گیا تھا وہ یہ خبر لایا کہ داؤد خاں اور تیمم خاں دریا کے درمیان دو آب میں چھ سات ہزار سوار
کے ساتھ بھیجا گیا ہے وہ ابراہیم کے مقام سے آگے تین چار کوس پر ہماری طرف کی راہ پر ٹھیرے ہوئے
ایک شنبہ ۱۸ جمادی الاول کو اس سپاہ کے مقابلہ کے لیے بیگ تیمور سلطان اور افسروں کو جو
اکل سپاہ و جرانغار کے جو سلطان جنید کے تحت تھا روانہ کیا۔ سپاہ کے ایک حصہ توں کو بھی جو
یونس علی اور افسروں کے ماتحت تھا بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ دقتہ تقسیم پر ایغار کر کے چڑھ جائیں۔
دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت دریا سے اترے اور عصر و مغرب کے درمیان دشمن کے قریب
آئے اور کچھ اپنے تئیں قریب کیا اور دشمن سے لڑنے چلے۔ مگر بجز داس لشکر کے پہنچنے کے دشمن
بھاگا اور وہ اُسکے پیچھے آدمیوں کو مارتے ہوئے لشکر ابراہیم تک پہنچے۔ تیمم خاں کو جو داؤد خاں کا بھا
بھائی اور ایک سردار تھا اور ستر اسی قیدیوں اور چھ سات ہاتھیوں کو گرفتار کر کے لائے دشمن کی
سیاست کے لیے اکثر کی گردن اُڑائی گئی۔

یہاں سے کوچ کر کے بابر نے کل سپاہ کو جنگ کے لیے جرانغار و برانغار و قول و ایل میں مرتب
کیا اور اُسکو ملاحظہ کر کے دم کیا۔ دم کی یہ رسم ہے کہ جب سپاہ سوار ہوتی ہے تو اُس کا سپہ سالار
کمان یا چابک ہاتھ میں لیتا ہے اور بموجب دستور مقررہ کے سپاہ کے شمار کا تخمینہ کرتا ہے جسکے موافق
وہ حکم لگتا ہے کہ سپاہ کی مقدار اتنی ہوگی۔ اسطرح بابر نے جو سپاہ کا قیاسی تخمینہ کیا تھا اُتنا
ہی تھا جتنی کہ سپاہ نظر میں آئی۔ اس منزل میں توقف ہوا کہ وہ اپنے حال کے موافق اسباب کو
درست کریں سات سوارابہ (یعنی توپیں) تیار ہوئے۔ استاد قلی کو حکم ہوا کہ روم کے دستور کے موافق
ارابوں یعنی توپوں کے رہکوں کو گائے کے چمڑے کے رسوں سے بجائے زنجیر کے باندھے اور
توپوں کے درمیان چھ سات توڑوں کی جگہ چھوڑے (بدایونی نے توڑے کی جگہ توبرا لکھا ہے کہ وہ مٹی
سے بھرے ہوئے تھے) ان ارابوں کے پیچھے تفنگ انداز کھڑے ہو کر تفنگ چھوڑیں (تفنگ سے
مراد توڑے دار بندوق ہے) اس اسباب کی ترتیب کرنے میں پانچ چھ روز اس منزل میں توقف
ہوا۔ اسباب کے تیار و تکمیل ہونے کے بعد امرا اور اہل علم و سب تمیز جوانوں کو مشورہ عام کے
لیے جمع کیا۔ اس مجلس میں یہ رائیں قرار پائیں کہ ہاتھ پاؤں ایسا مضبوط کر کے اس میں گھلے اور گھم

بہت سے ہیں دو لشکر کے لیے خاصی ایک دیوار ہے۔ اور دوسری طرف اس نے ارابے اور توپ
مضبوط کیے جائیں اور اُن کے پیچھے تفنگچی اور پیادے کھڑے کیے جائیں۔ بعد اسکے کوچ ہو
منزل در میان کر کے پنجشنبہ سلخ جمادی الاول کو پانی پت کے قریب بابر کا لشکر آیا۔ دائیں بائیں
شہر کے محلے تھے اور سامنے ارابے و تورے لگائے گئے۔ بائیں طرف اور کئی مختلف جگہ خندق
اور درختوں کی شاخوں کی باڑ لگائی۔ اور ایک ایک تیر کے فاصلہ پر اسقدر جگہ چھوڑ دی کہ سوار
پچاس آدمی باہر نکل آئیں۔ بابر لکھتا ہے کہ میرے لشکر کے بعض آدمیوں کو بہت تردد و توہم تھا کہ
و تردد و ناحق ہوتا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالے نے ازل میں تقدیر کیا ہے وہی ہوتا ہے کچھ اور نہیں ہو
مگر میں ان آدمیوں کو بھی کوئی الزام نہیں لگاتا اس لیے کہ وہ دو تین مہینے سے اپنے وا
سے آئے تھے ایک ایسی بیگانی قوم سے لڑائی تھی کہ وہ نہ اُن کی زبان سمجھتے تھے نہ وہ
زبان جانتے تھے۔

نعیم کے حاضر لشکر کا ایک لاکھ تخمینہ کرتے تھے اور امرا و وزرا کے ہاتھی ہزار فیل اُسکے
باپ دادا کا خزانہ جمع کیا ہوا اسقدر موجود تھا۔ ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ جسوقت ضرورت ہوتی ہے
دیگر سپاہ کو ایک مدت کے لیے نوکر رکھ لیتے ہیں اور ان آدمیوں کو سہ بندی کہتے ہیں۔ اگر
ابراہیم کو اسکا خیال آتا تو ایک لاکھ سپاہ اور جمع کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالے کو تو میرا کام بنانا منظور
نہ وہ اپنے جوانوں کو راضی کر سکا نہ اپنے خزانہ کو قسم کر سکا۔ بخل و امساک اسکی طبیعت
ایسا غالب تھا کہ وہ اپنے جوانوں کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خود بیحد زر جمع کرنے
طالب تھا وہ ایک ناتجربہ کار جوان تھا وہ اپنی سب حرکتوں میں غافل تھا اُس کا
انتظام کے تھا اس کا قیام اور جانا بے تدبیری کے ساتھ تھا۔ اُس کا لڑنا بغیر دور اندیشی
تھا۔ جسوقت پانی پت اور اُسکے اطراف میں میر لشکر اپنے مقام کو ارابوں و شاخوں و خندق
مضبوط و مرتب کر رہا تھا تو درویش محمد ساربان نے عرض کیا اسقدر احتیاط اس مقام کے استحکام
کہ ممکن نہیں دشمن کو خیال یہاں آنے کا ہو۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو دشمن کو اور نیکوں کے فا
سلطانوں پر قیاس کرتا ہے مگر تجھے چاہیے کہ ان دشمنوں پر اُن دشمنوں کا قیاس نکر جن سے ہم
لڑ چکے ہیں۔ ان دشمنوں کو یہ تمیز ہی نہیں ہے کہ کہاں آگے بڑھنا چاہیے اور کہاں پیچھے

خدائے تعالی نے میرے سب کام درست کیے اور جو میں نے کہا تھا وہی ہوا۔ ہم پانی پت میں آٹھ
سات روز رہے ہمارے تھوڑے تھوڑے آدمی دشمن کے بڑے لشکر کے سپاہیوں پر تیر چلاتے
تھے مگر وہ کوئی جنبش و حرکت نہ کرتے تھے۔ آخر کو بعض ہندوستانی امرا خیر خواہ کی راے یہ
عمل کیا کہ میں نے ملک خواجہ اور اور امرا کو چار پانچ ہزار سپاہ دیکر شب خون مارنے کے لیے
بھیجا۔ مگر وہ آپس میں اول اچھی طرح نہ ملے اور ایسے پریشان روانہ ہوئے کہ وہ دشمن کے لشکر
تک پہنچکر کچھ کام نہ کر سکے۔ جب دن نکل آیا تو نعیم کے لشکر کے پاس ہتھنے نعیم کی تعاقب کر رہے
ہاتھیوں کو درست کر کے لڑنے آئے۔ اگرچہ میر لشکر ان کا کچھ نہ کر سکا مگر وہ خیر ہوئی کہ اسقدر ہاتھیوں
سے اپنے تئیں بچا کر صحیح سلامت اُلٹا چلا آیا اور کسی آدمی کی جان کو ضائع نہ ہونے دیا محمد علی
جنگجو کے پاؤں میں تیر لگا اگرچہ وہ مہلک تھا مگر وہ میدان جنگ میں پھر جا سکا میں نے خیر
لشکر ہمایوں کو کوس یا ڈیڑھ کوس آگے اُن پاس بھیجا اور خود لشکر میں رہ کر اُس کو درست کیا
اور لیکر با برپاس چلا۔ شب خوں کی سپاہ ہمایوں کے لشکر کے ہمراہ ہوئی۔ کوئی نعیم کا آدمی آگے
نہیں بڑھا۔ ہم بھی پھر کر اپنے لشکر میں چلے آئے۔ اسی رات کو ایک جھوٹا خوفناک اور ایک گھڑی
تک لشکر کے تیار ہونے کا شور مچتا رہا اور کل فیلہ رہا جنھوں نے ہے ایسا خوفناک نہیں دیکھا تھا
انکو تردد و توہم ہوا پھر کچھ دیر کے بعد یہ خوفناک موقوف ہوا۔

صبح کی نماز کے وقت خبر آئی کہ نعیم درست ہو کر ہماری طرف آتا ہے۔ ہم بھی بیسہ ہتکر اور
ہتھیار باندھ کر سوار ہوئے۔ ہراغنار ہمایوں کو اور اُسکے ساتھ اور افسروں کو اور ہراغنار سلطان
مرزا کو اور اُسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست راست چین تیمور سلطان اور اُسکے
ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست چپ خلیفہ اور اُسکے اور ہمراہیوں کو ہراول خسرو شاہ
اور امیروں کو حوالہ ہوا اور عبد العزیز میر آخور طرح میں متعین ہوا اور ہراغنار کی اضافہ میں
دلی قزل اور اور امرا مقرر ہوئے۔ بابا قشقہ کو مع مغلوں کے تلغمہ میں اور ہراغنار کے ساتھ
میں قراقوری کو اور تنکری قلی مغول کو تلغمہ کے راست میں مقرر کیا اور اُنکو ہدایت ہوئی کہ اگر
دشمن بہت قریب آجائے تو پھر کھا کر اُسکے پیچھے آئیں۔

جب نعیم سامنے آیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہراغنار کی طرف اُس کا میلان بہت ہے اس سبب کو

عبد العزیز کو کہ طرح میں متعین تھا برانغار میں کمک کے لیے بھیجا سلطان ابراہیم کی سپاہ
نمودار ہوئی تھی وہ کسی جگہ ٹھیری نہیں اور تیز چلی۔ جب ہماری سپاہ اُنکو نمودار ہوئی
نے دیکھا کہ وہ ترتیب سے حصوں میں بٹی ہوئی کھڑی ہوئی ہے اور اُسکی حفاظت ایسی ہوئی
اوپر بیان ہوئی تو وہ ٹھہری اور سوچ بچار میں ہوئی کہ ہم ٹھہرے رہیں یا نہیں۔ ہم
نہیں۔ وہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے نہ پہلی طرح سے تیزی کے ساتھ آگے بڑھ سکتی تھی
بھیجے کہ سپاہ جو قلعہ میں موجود ہے وہ دشمن کے دائیں بائیں طرف سے پھر کر اُنپر تیر لگائیں
سے مہدی خواجہ پہلے آیا۔ دشمن کا ایک گروہ ایک ہاتھی کے ساتھ اُس سے لڑنے آیا۔ میرا
اُن پر تیروں کا مینہ برسایا۔ یہ حصہ دشمن کی فوج کا الٹا چلا گیا۔ جو انغار کی کمک کو اور
بھیجا۔ دائیں جانب لڑائی سخت تھی۔ وہاں میں نے محمد گوکلتاش کو بھیجا۔ اوستاد علی قلی
بہت دفعہ توپوں کی باڑھ اور سامنے کے دشمنوں کو خوب مارا اور مصطفےٰ توپچی نے
طرف کے اپنے توپخانے سے خوب کام لیا۔ برانغار اور جرانغار و قول و تولغمہ نے
چاروں طرف سے گھیر لیا اور جنگ میں بڑی کوشش سے مشغول ہوئے اور اُن
تیر برسائے ایک دو دفعہ دشمن نے کوتاہ حملے میرے لشکر کے جرانغار اور برانغار
جنکو میرے لشکر نے ہٹا دیا۔ غرض دو لشکر آپس میں ایسے گتھ گئے کہ نہ اُنکو اُنکے
کی راہ تھی نہ بھاگنے کا رستہ تھا۔ خدا کی عنایت سے یہ میرا مشکل کام سہل ہو
ایسے بڑے زبردست دشمن کا لشکر دوپہر میں خاک میں مل گیا۔ میدان جنگ میں
ہزار آدمی مرے ہوئے ابراہیم کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ میدان جنگ اور اور
مرے ہوئے آدمی جو شمار ہوئے تو پندرہ سولہ ہزار تھے۔ آگرہ میں پہنچکر بعض ہندو
کی زبانی معلوم ہوا کہ چالیس پچاس ہزار آدمی اس معرکہ میں مردہ ہوئے۔ باقی کے بچے
اسیر کرتا ہوا میرا لشکر گیا۔ جو امرا بھش رو تھے وہ امیروں اور افغانوں کو اسیر کر
لگے اور بہت سے ہاتھی مع فیل بانوں کے لاکر پیشکش میں دینے لگے۔ غنیم کا کچھ فاصلہ تک
کرکے اور یہ سمجھکر کہ ابراہیم زندہ میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے میں نے کشمی مرزا کو مقرر
اگر تک اُس کا تعاقب کرے۔ جب میں ابراہیم کے لشکر کے درمیان سے گذرا اور اُ

اور گھروں کی سیر کی تو سیاہ آب اکالندی پر اترا۔ ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ خلیفہ کا چھوٹا بھائی
طاہر طبری کو ابراہیم مردوں میں ملا اُسکا سر کاٹ کے میرے پاس وہ لایا۔ یہ حال ہم نے بابر
بابری سے نقل کیا ہے۔ اور اسی بیان کو اور مورخوں کے بیان سے زیادہ معتبر گنتا ہے۔ ہم اسی
جنگ کے بیان کو ایک اور پیرایہ میں ادا کرتے ہیں جس سے اصل حال اس کا مختصر بیان تمام
میں آجاتا ہے۔ پانی پت کے جس میدان میں لڑائی ہوئی وہ ایک وسیع قطعہ زمین ہموار ہے
کہیں کہیں اس میں کچھ اونچے ٹیلے ہیں۔ کم پیداوار زمین بھی اُس میں کہیں کہیں تھی۔ وہ بہت
چھوٹی ندیوں سے کہیں سیراب بھی ہوتی ہے۔ گھاس پھوس جھاڑیاں اگنے میں بھی
وہ دخت کرتی ہے۔ زیادہ تر حصہ اُسکا بنجر ہے جو اپنا سفید زرد سرد دکھاتی ہے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ میدان ایسا سنسان ویران بیابانک قدرت ہی نے اس لیے موضوع کیا ہے کہ فوجیں
اس میں لڑا کریں۔

اس میدان میں ۲۰ اپریل ۱۵۲۶ء کو سلطان ابراہیم نے اپنے سوار جمع کیے کہ
سے لڑے ہندوستانی امرا خوب چمک دمک کے ہتیار لگائے ہوئے تھے سپاہیوں
سے سجائے اُن کے ساتھ تھے خیموں پر کس ایسے نظر آتے تھے کہ کسی کھیت میں زراعت کے
تھانوں کو بچھا کر سونے کے درخت لگا دیے ہیں۔ دنکو اُن میں بیش و نشاط کا جنگاسہ گرم تھا۔
اگر اس سے بالکل مختلف دوسری جانب کا حال تھا کہ وہ صحرا نورد جسکی زندگی جنگ کے میدانوں
میں گذری تھی اور وہ اپنے وطن کے کوہستانوں سے لڑتے ہوئے گرم لوؤں اور خشک صحراؤں
میں آئے تھے۔ بہت سے انہیں اپنے سردار کے یہاں بے تکلف چلے آنے سے تردد و توہم میں
پڑے تھے۔ بابر نے جو لکھا ہے کہ یہ تردد و توہم انکا بیجا ہے مگر اُن کی یہ حالت کہ وہ ایک بیگانے ملک میں
ایسے بڑے لشکر کے مقابل میں پڑے ہیں ایسے ہی کہ میں اُن کو زیادہ الزام اُن کے تردد و توہم پر
نہیں لگا سکتا۔ مگر ان دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں کی لیاقتوں میں ایسا فرق تھا کہ ایک
لشکر کی کمی اور اُس کے سپہ سالار کی لیاقت کی اُفزونی اور دوسرے لشکر کی زیادتی اور اُسکے
سپہ سالار کی لیاقت کی کمی آپس میں موازنہ کرتی تھی شمشاد بیگ کو بابر کہتا ہے کہ وہ ناکارہ بھی
کچھ جس تھا سپہ گری کے فن سے آشنا۔ دشمن کے سامنے کھڑے رہنے میں بہ سلیقہ لڑنے میں

ناعاقبت اندیشی برخلاف اسکے بابر تھا جس نے مصائب و مشکلات کے مدرسہ میں داخل ہو
سیکھ سکتا تھا اور کوئی واقعہ جنگ ایسا نہ تھا جو اُسکو نہ پیش آیا ہو۔ اُس کے لشکر کے داہنے
کی حفاظت پانی پت کی دیواریں کر رہی تھیں اُس کے مقابل کی جانب کی پاسبانی توپخانہ کر
توپوں کا زنجیرہ چمڑے کے رسوں سے بندھا ہوا تھا۔ اُن کے پہلے اور تورے حصار بنے ہو
اُس کے پیچھے بندوقچی تھے جنکے تورے دار بندوقیں قائم تھیں اور لمبی افغانی جزائل نشانہ
ہونا زنگیوں کی سپاہ کے زندہ آدمیوں کی یاد میں ہے۔ بائیں طرف بابر نے خندقیں بنا کر
درختوں کی شاخیں لگائی تھیں۔ اُن چیزوں کی تیاریوں میں اُس نے بڑے گھنٹے لگا دیے
دوسرے دن صبح کو بے صبر ابراہیم اپنے رنگ برنگ کے گھوڑے دشمنوں پر حملہ
لیے لایا جسکا نتیجہ جو ہوا وہ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ ایک طرف کو شجاعت مایوسانہ تھی اور
اس اندھا دھند لڑائی کا تھا۔ دوسری طرف مسلح آدمی متوسط تھے جن میں نیزہ و تیر زنوں کی
ہجوم و ازدحام نہایت احمقانہ و بدانتظام تھا۔ مغلوں کے سواروں نے تین غول بنائے
غول دشمنوں پر جو آگے بڑھے چلے آتے تھے حملہ کرنے کے لیے اور ایک غول لشکر کی حفاظت
واسطے رکھا۔ اون میں تیر انداز بھی تھے جنھوں نے دشمن کے دائیں طرف نکل کر اوسکے
تیروں کا مینہ برسایا اور حیران و پریشان کر دیا۔ سامنے جو اُن پر حملہ ہوا اُس کو اُن کے
نے پرے ہٹا دیا ہندوستانی سپاہ جنکی مغلوں کے نزدیک آتی تھی اُتنی وہ حملہ کرنے میں
ہوتی جاتی تھی۔ اُن کی صفیں کی صفیں آپس میں دب کر تیروں سے چھاتی جاتی تھیں وہ
آگے بڑھ سکتی تھیں نہ پیچھے ہٹ سکتی تھیں اُنکا خود ہجوم ہی اُن کے حق میں زہر ہو
گڈمڈ غلط ملط ہو کر بے ترتیب ہو گئیں۔ ابراہیم اور اُس کے منتخب آدمیوں نے بے
کے سنبھالنے میں سعی کی سلطان کو ایک مصاحب نے سمجھایا کہ ابھی وقت ہے کہ بھاگ
لیکن مغلوں کے سوار آگے تھے پیچھے تیر انداز تھے اسلیے ابراہیم نے باہر جانے سے
اپنے ہوا خواہ ملازموں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ یہاں پانچ چھ ہزار
کی لاشیں اپنے سلطان کو ساتھ لیے ہوئے پڑی تھیں۔ بابر کے حساب کے
ہزار کا خون ہوا۔ ایک ہی معرکہ میں ہندوستان کے فرماں روا بدل

پھر طبقات بابری سے نقل کرتے ہیں۔

جس روز میں نے ہمایوں مرزا اور افسروں کو مقرر کیا تھا کہ جریدہ جا کر آگرہ پر قبضہ کریں۔ صدی خواجہ
و محمد سلطان مرزا اور امرا کو مقرر کیا کہ پرتل سے جدا ہو کر اقفار کر کے قلعہ دہلی میں جا کر خزانوں کی احتیاط
رین نے خود دوسرے روز صبح ایک کوس کوچ کر کے دریائے جمن پر قیام کیا کہ گھوڑے تازہ دم
ہو جائیں دو منزل درمیان کر کے روز سہ شنبہ کو مرزا سلطان شیخ نظام الدین اولیا کا طواف کیا اور
دہلی کے برابر جمنا کے کنارہ پر اُترا۔ شب چہار شنبہ کو قلعہ دہلی کی سیر کی اور رات کو وہاں رہا صبح کو
قلعہ دہلی سے خواجہ قطب الدین کا طواف کیا۔ مقبرہ و عمارت سلطان غیاث الدین بلبن سلطان
علاء الدین خلجی و مینار و حوض شمسی و حوض خاص و مقابر و باغات سلطان سبکتگین کی سیر کی
اور لشکر میں واپس آیا۔ اور کشتی میں سوار ہوا اور عرق پیا۔ دہلی کی شقداری کا منصب لی بیگ
قزل کو دیا اور دولت بیگ کو دیوان دہلی مقرر کیا اور خزانوں پر مہر کر کے اُن کے حوالہ
کیے روز پنجشنبہ کو کوچ کر کے تغلق آباد کی برابر جمنا کے کنارہ پر قیام کیا روز جمعہ کو یہاں توقف کیا
مولانا محمود شیخ زین اور امیر دہلی میں گئے اور جمعہ کی نماز میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور نقرا
میں کچھ روپیہ تقسیم کیا۔ پھر وہ اُلٹے آئے۔ ہم نے ہفتہ کو اپنے قیام گاہ سے سفر کیا اور کوچ
پر کوچ کر کے آگرہ پہنچے۔ اور سلیمان فرمی کے مکان میں ٹھیرے۔ مگر یہ مکان قلعہ سے
دور تھا۔ اس لیے دوسرے روز جلال خاں جگمت کی جاگیر میں اُترا۔ ہمایوں یہیں سے
سے آیا تھا۔ اہل قلعہ نے غدر کر کے اُس کو اندر آنے نہیں دیا تھا۔ ہمایوں نے دیکھا کہ قلعہ میں اوسی
بے سرے ہیں کہیں خزانوں کو نہ لوٹ لیں اُس نے خزانوں کے برآمد کی راہ بند کی اور میرے
آنے تک چپکا بیٹھا رہا۔

بگرماجیت ہندو کہ گوالیار کا راجہ تھا، سو برس سے زیادہ وہ ولایت گوالیار میں اُس کے
باپ دادا راج کرتے چلے آئے تھے۔ سکندر کئی سال تک رہا اور گوالیار کی فتح میں کوشش
کرتا رہا۔ بعد ازاں سلطان ابراہیم کی سلطنت میں اعظم ہمایوں شیر دانی نے کچھ مدت تک اس کا
محاصرہ رکھا اور اُس پر کئی حملے کیے آخر کو صلح کر کے اُس کو لے لیا۔ شمس آباد و بگرماجیت کو دیا گیا
وہ سلطان ابراہیم کے ہمراہ ہو کر بابر سے لڑا اور مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال جلنا آگرہ میں تھے

جب ہمایوں آیا تو ہمراہیت کے آدمیوں نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر ہمایوں نے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ ہمایوں نے اُن کے لوٹنے کی اجازت نہیں دی۔ اُنھوں نے اپنی خوشی سے جواہر پیشکش میں دیئے۔ اُن میں ایک نامور ہیرا تھا جس کو سلطان علاء الدین لایا تھا۔ ہمایوں کہ ایک جوہری نے اُس کی قیمت کا تخمینہ کیا تھا کہ جتنا روپیہ سارے عالم کا ایک روز کے میں صرف ہوتا ہے اُس سے آدھی اُس کی قیمت ہے۔ اُس کا وزن آٹھ مثقال کا تھا۔ ہمایوں نے میری نذر کیا میں نے اُسے ہی پھر دیدیا (یہ ہیرا کوہ نور ہے جس نے بہت سے بادشاہوں کے کاموں سے مشابہت نہیں رکھتا اس لیے کہ سلطان محمود نے جب کو تباہ کیا ہے۔ اب وہ خاب قیصر ہند کے تاج میں چمکتا ہے۔ آدھے وزیر نے اُس کا تخمینہ ۸۰۰۰۰ پونڈ کیا ہے)

قلعے کے اندر جو سپاہی تھے اُن میں دانا مرد یہ تھے ملک داد کرانی ہیں سور۔ فیروز خاں سوائی اُنھوں نے کچھ حیلے حوالہ کیے تھے اُن کی سیاست کے واسطے آدمی بھیجے گئے۔ ملک اور بعض اوروں نے مجھ سے ملنے کی استدعا کی چار پانچ روز کے اندر میں نے اُن کی استدعا کو قبول کر لیا۔ موافق عنایت و شفقت کی اور سب قصور اُن کے معاف کر دیئے۔ ابراہیم کی ماں کو سات لاکھ جاگیر دی۔ اُس کے ہمراہی امراء میں سے ہر ایک کو پر گنے دیئے۔ آگرہ سے ایک کوس پر ایک میں نے اُس کو بھجوا دیا۔ دوشنبہ، ۲۔ رجب کو آگرہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور جب میں نے ۹۱۰ھ میں ولایت کابل کو فتح کیا تھا تب سے ہندوستان کے فتح کرنے میں میرا خیال لگا رہتا تھا۔ کبھی اپنے امیروں کی سُست رائی اور کبھی بھائیوں کی ہمتائی سے نہ ہندوستان پر یورش میسر ہوئی نہ اُس کے ممالک مسخر ہوئے۔ آخر کو یہ سب موانع دفع ہوئے۔ کوئی چھوڑا امیر الیسا نہ رہا کہ میرے اس مقصود کے خلاف کوئی بات کہتا۔ ۹۲۵ھ میں لشکر کشی کر کے قلعے بجبور کو دو تین گھڑی نہ لگی فتح کر لیا۔ قلعے کے آدمیوں کا قتل عام کیا۔ بھیرہ میں آیا۔ اسلام تاخت و تاراج نہیں کیا۔ نقد و جنس چار لاکھ شاہرخی کا وہاں کے آدمیوں سے لیکر لشکر میں تقسیم کر اور کابل میں مراجعت کی۔ اس تاریخ سے تاریخ ۹۳۲ھ تک سات آٹھ سال میں پانچ دفعہ ہندوستان پر لشکر کشی۔ پانچویں دفعہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطان ابراہیم کو غنیم کو ادبر و مقہور کیا۔ ہندوستان جیسا ملک مسخر و میسر ہوا۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ

کے عہدے اس تاریخ تک اس ولایت کے بادشاہوں میں سے تین بادشاہ ولایت ہندوستان پر مسلط ہوئے ہیں اور اُنھوں نے سلطنت کی ہے۔ ایک سلطان محمود غزنوی نے اُس کی اولاد ہندوستان کی مملکت کے تخت پر مدت دینگ بیٹھی رہی۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری اور اُس کے غلاموں اور توابع نے بہت برسوں اس ملک میں بادشاہی کی ہے۔ سوم میں ہوں ہندوستان کو مسخر کیا تو خراسان کا تخت اُس کے تحت میں تھا سلاطین خوارزم و دارالمرز اُس کے گیج و منقاد تھے۔ سمرقند کا بادشاہ اس کا زیر دست تھا اگر اس کا لشکر دو لاکھ نہ تھا۔ تو ایک لاکھ نزور تھا۔ اس ملک میں راے راجہ بہت سے راج کرتے تھے۔ تمام ہندوستان کا ایک بادشاہ نہ تھا۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ خراسان کی سلطنت نہ رکھتا تھا۔ مگر سب بھائی سلطان غیاث الدین غوری یہ سلطنت رکھتا تھا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ وہ ایک نصہ لاکھ میں ہزار لشکر لیکر آیا۔ اس کے قدیم ہیں کے رائے راجہ تھے۔ تمام ہندوستان کل ایک بادشاہ نہ تھا۔ میں جب بھیرہ میں آیا تو پندرہ سو غایت دو ہزار آدمی میرے ساتھ تھے۔ جب میں نے ۹۱۰ھ میں ولایت کابل کو فتح کیا تھا تب سے ہندوستان کے فتح کرنے میں رات دن میرا خیال لگا رہتا تھا۔ کبھی اپنے امیروں کی سُست رائی اور کبھی بھائیوں کی ہمتائی سے نہ ہندوستان پر یورش میسر ہوئی نہ اُس کے ممالک مسخر ہوئے۔ آخر کو یہ سب موانع دفع ہوئے۔ کوئی چھوڑا امیر الیسا نہ رہا کہ میرے اس مقصود کے خلاف کوئی بات کہتا۔ ۹۲۵ھ میں لشکر کشی کر کے قلعے بجبور کو دو تین گھڑی نہ لگی فتح کر لیا۔ قلعے کے آدمیوں کا قتل عام کیا۔ بھیرہ میں آیا۔ اسلام تاخت و تاراج نہیں کیا۔ نقد و جنس چار لاکھ شاہرخی کا وہاں کے آدمیوں سے لیکر لشکر میں تقسیم کر اور کابل میں مراجعت کی۔ اس تاریخ سے تاریخ ۹۳۲ھ تک سات آٹھ سال میں پانچ دفعہ ہندوستان پر لشکر کشی۔ پانچویں دفعہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطان ابراہیم کو غنیم کو ادبر و مقہور کیا۔ ہندوستان جیسا ملک مسخر و میسر ہوا۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ

مغلوب کرایا اور ہندوستان جیسی وسیع مملکت کو مفتوح۔ یہ دولت مجھے اپنی قوت و زور سے
حاصل ہوئی اور یہ سعادت اپنی سعی و ہمت سے نہیں ملی بلکہ محض عنایت و کرم الٰہی سے ملی۔
غرض بابر نے اپنی اس فتح کا حال اس طرح بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس
سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی فتوح سے بہتر سمجھتا تھا۔ اگرچہ ان
سولوں کی فتح کو جو سلطان ابراہیم کے قبضے میں تھے۔ سارے ہندوستان کی فتح سمجھنا یا
محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین کی فتوح کی برابر جاننا بجا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر یہ
فتح کی خصوصیات پر غور کیا جائے وہ ایک کارِ عظیم معلوم ہوتا ہے اور اُس کے نتائج پہلے فتو
زیادہ غلط دوقت رکھتے ہیں۔ یہ فتوح ایسے بادشاہوں کی سلطنت کی بانی مبانی
کہ جن کے عہد میں ہندوستان کا ملک غایت شادابی اور نہایت آبادی کو پہنچا۔ گو جس ز
حکومتیں کہ آج کل ہندوستان میں قائم ہیں وہ انھیں بادشاہوں کی تباہی کے نتیجے اور
کے نمونے ہیں۔

بابر کہتا ہے کہ ہندوستان کے ممالک وسیع و پر مردم و سیر حاصل ہیں مشرقی و جنوبی بلکہ غر
دریائے محیط پر ختم ہوئی ہیں۔ اُس کے شمال میں ایک پہاڑ ہے جس سے کوہ ہندوکش و کافرس
و کوہستان کشمیر وابستہ ہیں۔ مغرب و شمال میں اُس کے کابل و غزنی و قندہار واقع ہیں جو
اس کا دل ہے۔ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے سلطان فیروز شاہ کے عہد تک کہ
دہلی کے تحت و تصرف میں ہندوستان رہا اور اس تاریخ کہ میں نے ہندوستان فتح کیا
مسلمان بادشاہ اور دو ہندو راجہ ہندوستان میں سلطنت کرتے تھے۔ اگرچہ
رائے راجہ چھوٹے چھوٹے بہت سے پہاڑوں اور جنگلوں میں راج کرتے تھے۔ مگر ان
مستقل سات ہی تھے۔ اول ان سلطنتوں میں سے افغانوں کی بادشاہت تھی۔ اُن کی حکو
بہیرہ سے بہار تک تھی اور اس میں دارالسلطنت دہلی شامل تھا۔ افغانوں سے پہلے جو
سلطان چین شرقی قابض تھا۔ اُس کے باپ دادا فیروز شاہ تغلق اور اور تغلق بادشا
کے ہاں شاقی تھے۔ فیروز شاہ کے بعد اس ملک پر قابض ہوئے۔ جس وقت کہ دہلی
سلطان علاء الدین بادشاہ تھا۔ وہ سیدوں کے خاندان میں تھا جس کے باپ دادا کو امیر

نے دہلی کی سلطنت عنایت کی تھی اُس نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے پائے تخت
دہلی سے پائے تخت جونپور تک قبضہ کر لیا۔ اور دونوں سلطنتوں کو ایک کر دیا ان کا بادشاہ
ایک ہونے لگا۔ دوم گجرات اس میں سلطان مظفر بادشاہ تھا۔ وہ سلطان ابراہیم کی
شکست سے کچھ دنوں پہلے اس دنیا سے چل بسا تھا۔ وہ طالب العلم تھا۔ حدیث پڑھا کرتا تھا اور
لکھا کرتا تھا۔ اس کے خاندان کو تانگ کہتے ہیں اُس کے باپ دادا سلطان فیروز شاہ کے خاندان
شراب دار تھے۔ فیروز شاہ کے بعد وہ گجرات پر قابض ہوئے تھے۔ سوم دکن بہمنوں کا خاندان
فرمانروائی کرتا تھا۔ اس زمانہ میں سلاطین دکن کے ہاتھ میں اختیار اور اقتدار نہیں رہا تھا اُن کی
ولایتوں کو اُن کے امراء دبا بیٹھے تھے۔ یہاں بادشاہ ہر کام میں ان امیروں کے محتاج ہو گئے تھے
چہارم مالوہ جسے مانڈو بھی کہتے ہیں۔ یہاں محمود بادشاہ تھا جس کے خاندان کا نام خلجی تھا۔ اس کے
باپ دادا بھی سلطان فیروز شاہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے بعد وہ ولایت مالوہ پر قابض ہوئے
تھے۔ اس وقت اُس میں ضعف آگیا تھا۔ رانا سنگا نے اس کا ملک بہت دبا لیا تھا۔ پنجم بنگالہ۔ اس میں نصرت شاہ
بادشاہ تھا جس کو سلطنت وراثت میں ہاتھ آئی تھی۔ اس کا باپ بنگالہ میں بادشاہ ہوا تھا۔ وہ سید تھا
اور اُس کا لقب سلطان علاء الدین تھا۔ بنگالہ میں یہ عجب رسم ہے کہ سلطنت میراث میں کمتر ملتی ہے۔ بادشاہ
کے واسطے ایک تخت اور امراء و وزراء و صاحب منصبوں میں سے ہر شخص کے لیے ایک جگہ مقرر ہے۔
اہل بنگالہ اس تخت اور جگہ کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ کے واسطے نوکر چاکروں کی ایک جماعت معین ہے
جب بادشاہ کسی عہدہ دار کا عزل و نصب کرتا ہے تو سب نوکر چاکر تا بعین کا وہ عہدہ دار ہی مختار ہوتا
ہے۔ بادشاہ کے تخت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جب کوئی شخص بادشاہ کو مار کر تخت پر بیٹھتا ہے اُس کو
سب بادشاہ مانتے ہیں امراء و وزراء۔ سپاہ و رعیت سب اسکی اطاعت کرتے ہیں اور اسکو سابق بادشاہ
کی طرح فرمانروا جانتے ہیں۔ اہل بنگالہ کا قول یہ ہے کہ ہم تخت کے نمک حلال ہوا خواہ ہیں جو شخص تخت
پر بیٹھتا ہے ہم اُس کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں جیسے کہ سلطان علاء الدین پدر نصرت شاہ سے پہلے
ایک حبشی (مظفر شاہ حبشی) بادشاہ کو مار کر بادشاہ ہوا تھا اُس نے مدت تک سلطنت کی۔ اس حبشی کو سلطان
علاء الدین مار کر یکایک بادشاہ ہو گیا۔ اب اُس کا بیٹا بادشاہ بطریق ارث بادشاہ ہوا ہے ایک رسم بنگالہ
میں یہ رسم ہے کہ جو نیا بادشاہ ہو وہ ضرور ہے ایک نیا خزانہ جمع کرے۔ بادشاہ کا خزانہ جمع کرنا اس کے

فخر و مباہات کا سبب ہوتا ہے۔ ایک اور رسم یہ ہے کہ پایگاہ (اصل) خزانہ میں بیوتات سلاطین
خرچ اٹھانے کے لیے قدیم زمانہ سے پرگنے مقرر ہیں اُن کی آمدنی کے سوا کسی اور طرح سے
خرچ نہیں اٹھایا جاتا۔ یہ پانچ بادشاہ جو اوپر بیان ہوئے ہیں بڑے صاحب لشکر اور امیر مسلمان
ہندوؤں میں باعتبار ملک اور لشکر کے دو بڑے راجہ ہیں ایک راجہ بیجانگر ہے دوسرا رانا
جو زمانہ حال میں اپنی جرأت و غیرت کے زور سے بڑا صاحب قدرت راجہ ہو گیا اصل
اُس کی چتوڑ ہے جب سلاطین اسلام کی سلطنت میں خلل پڑا ہے تو اُس نے مانڈو کی سلطنت
سے بہت سے ملک دبا لیے جیسے کہ رنتھنبور۔ سارنگ پور بھیلسا۔ چندیری ۹۳۴ھ میں عنایت
سے میں نے دو گھڑی میں چندیری کو بزور لے لیا۔ وہاں کے کافروں کو قتل عام کیا اور اُس
دارالاسلام بنایا اس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ چند سال سے چندیری دارالحرب ہوئی تھی
میدانی رائے راج کرتا تھا۔ جو رانا سنگا کے نہایت معتبر اور معزز امیروں میں سے تھا۔ ملک ہندو
کی جوانب و اطراف میں اور بہت سے راجا اور رائے ہیں بعض اُن میں سے مطیع الاسلام
بعض اُن میں سے اسلام کے بادشاہوں کے مطیع اس سبب سے نہیں رہے کہ اُن کے ملک دشوار گذار
اور نہایت بعید فاصلہ پر واقع ہیں۔ بہیرہ سے بہار تک جو ملک میرے قبضہ و تصرف میں تھا اُس کی
خرچ یعنی آمدنی زمین باون کروڑ تنکہ تھی جس کی تفصیل ذیل میں ہے اس آمدنی میں سے یہاں تک
اور راجاؤں اور رانا ؤں کو پہلے بادشاہوں نے مدت سے اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری
سبب سے آٹھ نو کروڑ تنکہ کی جاگیریں دے رکھی تھیں۔ اگرچہ تزک بابری کے فارسی ترجمہ میں
نقشہ آمدنی نہیں ہے لیکن چغتائی ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ دریا رستندھ کے اس طرف جو ملک
کی حکومت کے اندر ہیں اُن کی آمدنی یہ ہے۔

نام ملک	آمدنی تنکوں میں
۱۔ سرکار جو ستلج سے اس طرف ہے بہیرہ۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ دیپال پور اور بعض اور ملک	۶۳۱۵۹۸۹
۲۔ سرہند مع مضافات	۲۹۳۱۹۸۵
۳۔ حصار فیروزہ	۱۲۰۷۵۱۰۴
۴۔ دارالملک دہلی کے ممالک دوردست	۱۹۵۰۲۵۴

نام ملک	آمدنی تنکوں میں
۵۔ میوات جو سکندر لودی کے زمانہ میں سلطنت کا حصہ نہ تھا	۱۶۹۸۱۰۰۰
۶۔ بیانہ	۱۴۲۱۴۹۳۰
۷۔ آگرہ	۲۴۷۹۴۱۹
۸۔ (میان دلایت) (شمالہ دوآبہ کے کسی حصہ سے مراد ہو)	۲۹۱۱۹۰۰۰
۹۔ گوالیار	۴۲۳۵۴۳۵۰
۱۰۔ کالپی۔ ستمندہ۔ گرا	۴۲۸۵۹۹۵۰
۱۱۔ قنوج	۱۳۹۲۳۲۵۸
۱۲۔ سنبھل	۱۳۸۴۰۰۰
۱۳۔ لکھنو و بگھیر	۱۳۹۸۲۴۳۳
۱۴۔ خیرآباد	۱۲۲۵۰۰۰
۱۵۔ اودھ و بہرائچ	۱۱۷۲۱۳۹۸
۱۶۔ جونپور	۴۰۰۸۸۳۳۳
۱۷۔ کڑا مانک پور	۱۸۳۲۷۲۸۰
۱۸۔ بہار	۴۰۵۹۰۰۰
۱۹۔ سروہی	۱۵۵۱۰۵۰۲½
۲۰۔ سارن	۱۱۰۱۸۲۷۹
۲۱۔ چمپارن	۱۹۰۶۸۹۰۹
۲۲۔ گونڈہ	۴۲۳۰۳۰۰
راجہ مثانہ۔ راجہ ادب برن (نرائن) چانڈی کا تنکہ	۲۵۵۰۰
سیاہ تنکہ	۲۰ لاکھ پچاس ہزار
	۴۰۰۱۰۰۰

مشتبہ
ناگور۔ راجہ کبرباجیت۔ رنتھنبور۔ راجہ کھنجری۔ راجہ سنگھ دیو۔ راجہ بکرم دیو۔ راجہ بکرم چند

جو رقمیں دیتے تھے وہ مشتبہ ہیں

۲۳ ترہت خدمتانہ راجہ ترہت ..... ۲۵ ٹنکہ نقرہ و ..... ۲۷۵ ٹنکہ سیاہ

۲۴ رتمبور ..... ۹ ....

۲۵ ناگور .....

۲۶ راجہ بگرہاجیت راٹھور — یہ سب ملکر ۴۴۳۷۸۳۴۵ ½ ٹنکہ دیتے تھے

۲۷ راجہ کانجری — ترہت کی سیاہ ٹنکہ ۲۷۵

۲۸ راجہ نرسنگھ دیو — کل ۴۴۶۵۳۴۵۷ ½ ٹنکہ

۲۹ راجہ بھیکم دیو — اس کے علاوہ ..... ۲۵ نقرہ ٹنکہ ترہتی خدمتانہ ہے اور

۳۰ راجہ بھیکم چند — راجاؤں کا خراج نامعلوم ہے۔

طبقات بابری میں ہندوستان کا جغرافیہ بابر نے نہایت عمدہ لکھا ہے اور اُسمیں ہندوستان کی بہت سی چیزوں کا بیان ہے مگر اُس نے تُرکی زبان میں اپنے اہل ملک کی خواہش کے لیے لکھا تھا۔ انمیں سے بہت سی چیزوں کا بیان کرنا ضرور نہیں ہے اس لیے کہ ہم اُن کو روز دیکھتے ہیں جیسے کہ ریٹھہ کا پھلنا۔ گھرنی پر چرسوں کا چلنا۔ چرندوں۔ پرندوں۔ درندوں کی صورتیں وعادتیں۔ ہم صرف وہی باتیں لکھتے ہیں جو اُن سے ہندوستان کی نسبت زیادہ کمی ہیں جن کے پڑھنے سے ہم کو دلچسپی آگاہی ہو۔ وہ لکھتا ہے کہ ہندوستان عجب ملک ہے کہ چاروں اقلیم اول و دوم و سوم و چہارم میں اپنا حصہ رکھتا ہے۔ کشمیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتا ہے کہ کوہستان کشمیر میں جو لوگ رہتے ہیں اُن کو کسیا کہتے ہیں اور میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں پس کسیا کا گش ہو گیا اور میر باقی رہا جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ پہاڑ جس پر کسیا رہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اس ملک کا عالم ہمارے ملک کے عالم سے ہی نرالا ہے۔ کوہ و دور پاد جنگل و صحرا و حیوانات و مردم زبان و پادو باراں اس کے اور ہی رنگ ڈھنگ رکھتے ہیں۔ کابل کے توابع میں سے ہندوستان سے بعض چیزوں میں مشابہت رکھتا ہے اور بعض میں نہیں آب سندھ سے گزرنے ہی آب و درخت و ملک و ایل و الوس و راہ و رسم تمام اُس کے بطریق ہندوستان ہیں۔ پہاڑوں کا بیان اُس نے ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ آج کل جغرافیوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہ اس

ملک میں یہ عیب بتاتا ہے کہ سوا دریاؤں کے اور آب رواں یعنی نہریں نہیں ہیں ہندوستان میں اکثر شہر بے صفا ہیں۔ تمام زمینیں ایک وضع کی ہیں اس کے باغوں میں دیوار نہیں ہوتی اس میں اکثر میدان ہیں بعض میدانوں میں گھاس ہے دریا و ندیاں برسات کے موسم بھر جاتی ہیں کہ ہر جگہ جھیل و مرغزار ہو جاتا ہے شہر کے آدمی تالابوں سے جن میں برسات میں پانی بھر جاتا ہے اور کنوؤں سے پانی پیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہندوستان میں دیہات و شہر دفعتاً آباد اور ویران ہو جاتا ہے سو برس میں واقع ہوتا ہے بڑے بڑے شہر جو مدتوں سے آباد ہیں جب ان میں بھگدڑ پڑ جاتی ہے تو ایک دو روز میں ایسے ویران ہو جاتے ہیں کہ کوئی آثار و علامت کی باقی نہیں رہتی اگر وہ پھر آباد ہوتے ہیں تو کسی ندی کھودنے اور بند و باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کچی حوض یا کنواں کھود لیا۔ بانس پھونس اور لکڑیوں کے مکان بنا لیے درختوں کی کثرت ہے لکڑیاں آسانی سے ملتی ہیں یوں فوراً شہر اور گانو آباد ہو جاتا تھا۔ ہندوستان کے مخصوص جانوروں میں سے اُس نے ہاتھی کا بیان دلچسپ لکھا ہے۔ جس ارابہ کو چار پانچ سو آدمی کھینچیں اس کو ایک دو ہاتھی آسانی سے کھینچ لیتے ہیں پھر گینڈے کی کیفیت لکھی ہے پھر اور جانوروں کا حال لکھا ہے جس کو ہم سب بخوبی پڑھے جاتے ہیں پھر نباتات کا ذکر کرتا ہے جس میں آموں کا بیان خوب لکھا ہے ہندوستان کی فصلوں کا اور اُن کی پیداوار کا ذکر کیا ہے۔ یہاں کی اوزان و اعداد کا بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اکثر ہندو حساب تناسخ کے قائل ہیں اور اپنے اپنے قبیلہ کا نام جدا رکھتے ہیں۔ اہل حرفہ اپنے باپ دادا ہی کا کام کرتے ہیں۔ ہندوستان میں لطافت کم ہے اُس کے آدمیوں میں حسن نہیں حسن اختلاط و آمیزش آمد و رفت نہیں اور اکرام نہیں ادب نہیں کرم و مروت نہیں شہر اور گانو میں میانہ نہیں گلی کوچوں میں صفائی نہیں۔ گھوڑا خوب نہیں گوشت اچھا نہیں انگور و خربوزے و میوے خوب نہیں۔ یخ و آب سرد نہیں بازاروں میں نہ طعام خوب ہے نہ نان خوب نہ حمام نہ مدرسے نہ شمع و مشعل نہ شمعدان۔ ڈیوٹ ہوتا ہے اس کو چراغدان پر رکھتے ہیں اور تیل جلاتے ہیں اور بتی سے اس میں تیل ڈالتے ہیں۔ یہ ڈیوٹ سیکڑوں ہوتے ہیں بجائے شمع و مشعل کے کام میں لاتے ہیں بادشاہوں اور امیروں کو اگر رات کو کام شمع سے پڑے تو اس کے سامنے بھی یہی ڈیوٹ جیبک بھر اتا ہے۔ عمارتوں اور باغوں میں آبہائے رواں نہیں اُن کی عمارات میں نہ صفائی ہے نہ ہوا کا میلان اچھا ہے۔ رعیت اور چھوٹے آدمی سب ننگے پانوں پھرتے ہیں لنگوٹی و لنگوٹہ باندھتے ہیں۔ عورتیں و چھوٹی آدھی ناگوں میں اور آدھی ساڑے بدن پر اوڑھتی ہیں پس ہندوستان کی یہی لطافت ہے کہ بڑی ولایت ہے۔ علاوہ زیں

ہوئے برسگال اس کی خوب ہوتی ہے (بابر شراب پیتا تھا اس لیے اُس کو برسات کی ہوا
معلوم ہوتی ہوگی) مینہ خوب برستے ہیں جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں بھی پانی کی سبلیں بہنے لگتی
بارش میں ہوائیں خوب ہوتی ہیں اُن میں اعتدال اور لطافت ہوتی ہے اُن میں عیب یہ ہو
آندھی تو کبھی ایسی ہوتی ہیں کہ ہماری ولایت کی کمانوں سے تیر اس موسم میں نہیں چھوٹ سکتا
گمان ہی کا حال یہ نہیں ہوتا بلکہ جیسہ و کتاب و درخت و متاع میں اس کا اثر ہوتا ہے عمارت
بہت دیر پا نہیں ہوتی سوائے برسات کے جاڑے اور گرمی میں اچھی ہوائیں چلتی ہیں مگر آندھی
بھی آتی ہیں جن میں وہ خاک ہوتی ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری
لطافت اس ملک میں یہ ہے کہ ہر صنعت و ہر حرفہ کے آدمی بے حد و نہایت موجود ہیں۔ ہر
ہر چیز کے واسطے آدمی معین ہیں کہ وہ باپ دادا سے ایک ہی کام کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ
علیزدی نے ظفر نامہ میں لکھا ہے کہ آذربائیجان و فارس و ہندوستان اور ممالک کے سنگ تراش
دو سو سمرقند کی مسجد میں کام بناتے تھے۔ اب یہاں آگرہ میں ہر روز میری عمارات چھوٹی
سنگ تراش بناتے ہیں۔ یہی حال ہر پیشہ و حرفہ کا ہے۔ بابر کو یہاں تین چیزیں بڑی ناپسند
تھیں۔ گرمی۔ گرد۔ آندھی۔ آب رواں کا نہ ہونا۔ اس لیے اس نے آگرہ میں باغ لگائے اور آبِ رواں جاری کیے جو مدتوں تک اس کی یاد دلاتے رہے۔

بابر لکھتا ہے کہ ۹ رجب ۹۳۲ھ کو خزانہ کے دیکھنے و بخشنے کا انتظام ہوا۔ ہمایوں
ستر لاکھ خزانہ سے دے گئے اور ایک اور خزانہ جس کا روپیہ تحقیق نہیں کہ کتنا تھا ہمایوں کو
میں دیدیا۔ کسی امیر کو دس لاکھ ٹنکہ کسی کو آٹھ لاکھ کسی کو سات لاکھ کسی کو چھ لاکھ دیئے
کے آدمیوں میں سے افغانوں اور اہل ہزارہ و عرب و بلوچ اور ہر جماعت کو جب حیثیت
خزانہ سے تقاضا انعام دیا گیا۔ ہر سوداگر و ہر طالب علم کو بلکہ ہر شخص کو کہ اس لشکر میں ہمراہ تھا
بخشش میں روپے دیئے۔ کامران کو ۱۰ لاکھ۔ محمد زماں مرزا کو ۱۵ لاکھ۔ عسکری و ہندال
بلکہ جمیع خویشوں و عزیزوں چھوٹے بڑوں کو بہت سی اشرفیاں روپے اسباب جواہر دیئے
دو سو خاتون ہی گئیں۔ ہمایوں نے بھی روپیہ پاکر بہت سو خاتیں سمرقند و خراسان و کاشغر و عراق
کو اپنے خویشوں و عزیزوں کے پاس بھیجیں۔ خراسان و سمرقند میں جو مشائخ تھے ان کو نذریں

گئیں بلکہ لاکھہ بدخشاں و انہ ہوئیں۔ ولایت کابل و قندہار و ترشک میں ہر مرد و زن و بچہ و آزاد و بانی
و نابالغ کو ایک شاہرخی دی گئی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں جو سلطان ابراہیم نے اپنی خست سے
اور اور بادشاہوں نے برسوں میں جمع کیا تھا وہ بابر نے ایک دن کی بخشش میں بانٹ چوٹ برابر کیا
اور سب کو معلوم ہوگیا کہ بابر کا لقب قلندر اسی سبب سے ہے کہ وہ کچھ دولت و خزانہ کی پروا نہیں
کرتا۔ ادھر تیغ سے لیا ادھر بیدریغ دیا۔

بابر لکھتا ہے کہ جب میں آگرہ میں آیا تو میرے آدمیوں اور ہندوستانیوں میں بہت مخالفت
و منافرت تھی میرے آدمیوں کی آوازے رعیت و سپاہی دور دور بھاگ گئے تھے۔ بعد ازاں سوا دلی
و آگرہ کے باقی سب جگہ کے قلعہ داروں نے اپنے قلعوں کو خوب مضبوط کیا اور اطاعت نہ کی
مخالفت پر کمر باندھی۔ قائم خاں نے حصار سنبھل سنبھالا۔ نظام خاں نے بیانہ میں اپنا انتظام
جمایا۔ راجہ حسن خاں نے میوات میں علم نافرمانی بلند کیا۔ یہ سرودھی سب شہروں و فسادوں کی جڑ تھا
دھول پور میں محمد زیتون نے منازعت اختیار کی۔ گوالیار کو تاتار خاں سارنگ خاں نے
مستحکم کیا رابری میں حسین خاں لوحانی نے اور اٹاوہ میں قطب خاں نے کالپی میں عالم خاں
(عالی خاں) نے مخالفت کی۔ قنوج اور دوآبہ گنگ کے اس طرف کا ملک مخالف افغانوں کے
پاس تھا شیخ ناصر خاں لوحانی۔ معروف فرملی اور امرا بھی جو سلطان ابراہیم کے مرنے سے دو تین
برس پہلے باغی ہو رہے تھے۔ جب میں نے ابراہیم کو زیر کیا تو انہوں نے اس طرف کا اور ملک
بھی دبا لیا تھا۔ اور قنوج سے دو تین کوچ ادھر آنکر ہو بیٹھے۔ بہار خاں پسر دریا خاں کو اپنا بادشاہ
بنایا۔ سلطان محمد خطاب دیا۔ ہمایوں میں سلطان ابراہیم کا غلام مرغوب مارکہ بن ہاتھا۔ اگرچہ
بچپنے سے اس قدر قریب تھا مگر چند مدت تک میرے پاس نہ آیا۔ جب میں آگرہ میں آیا تو گرمی کا موسم تھا
خلقت کو ایسا توہم عام ہوا کہ وہ سب بھاگ گئی۔ اب یہاں سپاہیوں کو اجناس کھانے پینے کو
نہیں ملتی تھیں نہ گھوڑوں کو دانہ گھاس ملتا۔ مغائرت و منافرت کے سبب سے دو تین نے اونٹنی
و وزدی اختیار کی۔ اس لوٹ مار سے راہیں بند ہوگئیں خزانہ تقسیم کرنے کے بعد مجھے اتنی رقم
نہ ملی کہ پرگنات اور مقامات میں مضبوط آدمی انتظام کے لیے متعین کرتا۔ برسیں تو میں اُن پر یہ
اور اضافہ ہوا کہ گرمی بڑی شدت کی پڑی اور میرے بہت سے آدمی لوؤں سے مرگئے

اس سبب سے بہت سے اچھے اچھے امرا اور جوانوں کے دل چھوٹ گئے اور وہ ہندوستان سے
پر رہنی نہ ہوئے۔ اور واپس جانے کی تیاری کی۔ اگر امرائے کہن سال اور تجربہ کار باتمکیز
تو کچھ عجب تھا مگر وہ چھوٹے چھوٹے آدمی طنز آمیز باتیں بنانے لگے کہ جن میں عقل و ہوش کا
کہ تقریر کرنے کے بعد وہ اپنی فلاح و فساد میں اور نیک و بد میں فرق کر سکتے۔ ایک بہتر ہا چال
جو ایک نے کہا دوسرے نے اس کا اعادہ کیا۔ جس میں کچھ مزا نہ تھا۔ ان چھوٹے آدمیوں
رائیں بے مزہ اور بے وجہ تھیں اور تعجب یہ تھا کہ اس دفعہ جو میں کابل سے روانہ ہوا تھا اور ہر
چھوٹے چھوٹے آدمی میرے ساتھ تھے جن میں سے میں نے چند کو امارت پر پہنچا دیا تھا اور
ان سے امید یہ تھی کہ اگر میں آب آتش میں جاؤنگا تو میرے ساتھ جائیں گے اور جب میں
نکلونگا تو میرے ہمراہ نکلیں گے۔ اور میں جس طرف ہونگا اسطرف وہ ہونگے۔ وہی آدمی بر
مقصود کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ میں نے ہر کارا اور ہر مہم کو مشورہ و اتفاق سے کیا۔ مگر اب
سب اپنی باتوں سے پھر گئے۔ احمدی پروانچی دولی خاں کا حال سب میں بدتر تھا۔ ابراہیم
زیر کرنے میں اور آگرہ کے لینے میں خواجہ کلاں نے خوب خوب کام کیے مردانہ باتیں کہتا تھا
صاحب ہمتوں کی سی رائے دیتا تھا۔ لیکن آگرہ کے لینے کے بعد چند روز میں اس کی ساری
کچھ اور ہی ہو گئیں۔ سب سے زیادہ وہی جانے پر بجد تھا۔ جب مجھے آدمیوں کی یہ بددلی معلوم ہو
تو مجلس شورہ کو جمع کر کے میں نے کہا کہ جہانگیری و سلطنت بے اسباب و آلات کے ہاتھ نہیں لگتی
بادشاہی و امیری بے نوکر اور ولایت کے ممکن نہیں کتنے برسوں محنت اٹھائی کن مشقتوں سے
ماہ کوٹے کیا لشکر کشیوں میں اپنے تئیں اور لشکروں کو حرب و قتال کے مخاطروں میں ڈالا۔ عنایت
سے اس قدر ملکوں کو زیر کیا۔ ایسے وسیع ولایتوں اور ملکوں کو تسخیر کیا۔ اب کون سی ایسی
آفت ہم پر آئی کہ ان ممالک مقبوضہ کو جنہیں ہزاروں جانیں ہم نے لہو کی ہیں چھوڑ کر کابل میں چلے
اور تنگدستی کی بلا میں مبتلا ہوں۔ پس جو شخص دولت خواہ ہو وہ ایسی باتیں پھر نہ کہے۔ جس شخص
رہنے کی طاقت نہ ہو اور وہ جانے کا ارادہ کر چکا ہو وہ چلا جائے۔ یہ معقول اور موجہ باتیں ہیں
ان کے خاطر نشیں کریں تو خواہی نخواہی ان کے دل سے دغدغہ جاتا رہا۔ خواجہ کلاں کا دل بھی
رہنے کو نہیں چاہتا تھا اس لیے یہ تدبیر کہ اس کو بہت سی سوغاتیں دی جائیں اور بہت آدمی اس

ساتھ جائیں اور وہ غزنی و کروز ہزارہ کا جا کر انتظام کرے وہاں کوئی مستقل نہیں ہے۔ یہ سب باتیں
اس کو میں نے دیدیں اور ہندوستان میں پرگنہ کہرام میں کہ جس کی جمع تین چار لاکھ ہے اس کو دی
اور خواجہ میر میراں کو اس کے ساتھ کیا۔ خواجہ ہندوستان سے ایسا متنفر تھا کہ چلنے کے وقت
دہلی کی عمارتوں کی دیوار پر یہ شعر لکھ گیا ؎

اگر بخیر و سلامت گذر کنم ہندم سیاہ روے شوم گر ہوائے ہند کنم

جب تک میں ہندوستان میں ہوں اس ظرافت آمیزیت کے کہنے اور لکھنے سے کیا فائدہ تھا
اس کے جانے سے میرے دل میں ایک کدورت پیدا ہوئی تھی اور اس طرح کی ظرافت سے ایک اور
کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے بھی ایک باعی بدیہہ کہی۔

الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ بابر کے اس مستقل ارادہ کا اثر جیسا کہ اس کے دوستوں پر ہوا ایسا ہی
اس کے دشمنوں پر بھی اثر ہوا یعنی دو دشمن جو اس امید پر مخالف ہو رہے تھے کہ بابر اپنے دادا تیمور کی طرح ممالک
مقبوضہ کو چھوڑ چھاڑ چلا جائے گا اب انہوں نے اس کا ارادہ دیکھ لیا تو وہ بابر پاس آنے شروع ہوئے
اور چار مہینے کے اندر جو سلطان ابراہیم شاہ کے قبضہ میں ملک تھا وہ اور اور جو ابراہیم کے قبضے سے نکل گئے تھے جونپور کی سلطنت سمیت بابر کے قبضہ میں آ گئے۔ جس کا بیان آگے
طبقات بابری سے نقل ہوتا ہے۔ مگر اپنا کہ پہلے کمتر درجہ کا آدمی تھا اس نے دو تین سال ہوئے کہ اپنے
بھائی بندوں کو جمع کر کے جمیعت بہم پہنچائی تھی اس کو اور کئی اور بعض افغانوں کو ساتھ کر کے کوہ بھیجا
اور اس نواح کے ترکش بندوں اور سپاہیوں کی استمالت کے فرمان لکھ کر بھیجے۔ شیخ گوزن نے اگہوں
اخلاص و اعتقاد کے ساتھ ملازمت کی اور میان دوآب کے ترکش بندوں میں سے دو تین ہزار آدمی کو
نوکر رکھ لیا۔ ہمایوں سے یونس علی جب اوجھل کر جدا ہوا تھا تو اس نے پسر علی خاں فوجی اور اس کے خویش
دہلی اور آگرہ کے درمیان مقابل ہوئے۔ یونس علی نے پکڑ کر ان کو زیر کیا اور علی خاں کے بیٹوں کو
قید کر لیا۔ اس تقریب سے پسر دولت کے دم مرزا محمد کو حقیقت بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو ساتھ کر کے بھیجا
پاس بھیجا اور وہ ان ایام فتنہ میں میوات میں آ گیا تھا۔ اور اس پاس فرمان استمالت بھی بھیجا گیا وہ چلا آیا
اس کی میں نے پروش کی کہ اس جگہ کے پرگنے پیش لاکہ کے اس کو دیدیے۔ سلطان ابراہیم
نے مصطفےٰ فوجی اور فیروز خاں سارنگ خانی کو جو ہند امرا کے ساتھ بورب کے پاغیوں سے لڑنے

کے لیے بھیجا۔ ان امرا باغی سے مصطفےٰ نے خوب خوب حرب و ضرب کی اور بہت سے
باغیوں کو زیر کر کے شکست دی۔ ابراہیم و مصطفےٰ مر گئے۔ مصطفےٰ کے چھوٹے بھائی بایزید
کے آدمیوں کو سر براہ کیا۔ سرفراز خاں و شیخ بایزید و محمود خاں لوحانی اور قاضی خیر
بندگی اختیار کی۔ اُن کی بھی میں نے اُن کے مدعا سے زیادہ رعایت کی۔ جونپور میں
کروڑ کی جاگیر فیروز خاں کو اور ایک کروڑ کی شیخ بایزید کو اور تیس لاکھ کی قاضی
اور غازیپور میں سے پونے دو لاکھ کی محمود خاں کو عنایت کی عید شوال کے بعد چند روز
کے گنبد ایوان ستون سنگ میں بڑی مجلس ہوئی اور ہمایوں اور امرا کو امارات عنایت ہو
محمد گوکل تاش کو سامانہ عنایت ہوا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ و ملک قاسم بابا قاقشال
بھائیوں اور خویشوں کے اور ملا آپاق کو میان دوآب کے ترکشوں کے ہمراہ بطور ایلغار
سنبھل بھیجا۔ قاسم سنبھلی نے تین چار دفعہ آدمی بھیجکر اطلاع دی تھی کہ میں نے سنبھل
اور ہم کو عاجز کیا ایلغار کے طور پر آئے تو بہتر ہوگا۔ میں نے اس شتاب میں اپنی اس
سے گرمی سے بھاگ کر دامنہ کوہ کو گھیر لیا تھا۔ اور پریشان اور گریختہ افغانوں کو جمع کر
ان فتحوں کے زمانہ میں میدان خالی دیکھکر سنبھل کو قتل کیا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ
ایلغار گئے تھے وہ گھاٹوں سے اُترے تھے۔ ملک قاسم اور بابا قاقشال مع اپنے
کے آگے جدا ہو کر چلا گیا تھا۔ جب وہ دربارسے گذرا تو سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ
ظہر کی نماز کے وقت سنبھل میں پہنچا۔ میں بھی درست ہو کر لشکر سمیت لڑنے آیا۔ ملک
قلعہ کو پس پشت رکھکر جنگ میں مشغول ہوا۔ میں اس کے سامنے نہ کھڑا رہ سکا بھاگ
ایک جماعت نے اس کے آدمیوں کو مار کر سر کاٹ لیے۔ تھوڑے ہاتھی بہت سے
اور اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا۔ جمع کو اور امرا بھی آئے۔ قاسم سنبھلی اُن سے ملا
قلعہ سپرد کرنا ناگوار تھا اس کے دینے میں حیلے حوالے کیے۔ ایک ان شیخ گوزن
ہندو بیگ سے باتیں کر کے ایک بہانہ سے قاسم سنبھلی کو ان امرا کے آگے بلایا اور
آدمیوں کو قلعہ سنبھل میں داخل کیا قاسم سنبھلی کی بیویوں اور متعلقوں کو سلامت و سالم
بھیجدیا۔ بیانہ میں قلعہ بیانہ دو کو بھیجا اور وعدہ وعید کے فرمان اسکے ہاتھ نظام خاں

بھیجے اور یہ قطعہ بھی ہدیہ کر کر روانہ کیا قطعہ

باترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ	چالاکی و مردانگی ترک میان است
گر زر و دنیائی و نصیحت نہ کنی گوش	آخر نہ میان است بصاحب نہ میان است

ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے قلعہ بیانہ ہے نظام خاں نے اپنے قلعہ کی مضبوطی پر بھروسہ کر
اپنے حوصلے سے زیادہ استدعا کی۔ اُسنے جو آدمی بھیجا تھا اسکو خوش اب باصواب نہ دیا۔ قلعہ گیری کی تیاری کی
محمد زمین (حاکم دھولپور) پاس وعدہ وعید کے زبان بابا قاقشال کے ہاتھ بھیجے گئے اُس نے بھی حیلے حوالے کیے
میں جب کابل میں تھا تو رانا سنگا نے ایلچی بھیجا تھا اور دوستواہی کا اظہار کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اگر بادشاہ
اس طرف سے تو اج دہلی تک آئے گا تو میں آگرہ پر روانہ ہونگا۔ میں نے دہلی کو زیر کیا اور آگرہ
کو لے لیا اس وقت تک رانا نے کوئی حرکت نہ کی بعد ازیں اُس نے آنکر گنگ حاضر حضور و قلعہ
تھنبور سے شرقی سے چند میل پر بکا کا محاصرہ کیا یہ قلعہ حسن پسر کمن کے تصرف میں خاص کمن
ان قلعوں کے زمانہ میں میدان خالی دیکھکر سنبھل کو قتل کیا۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ
ایلغار گئے تھے وہ گھاٹوں سے اُترے تھے۔ ملک قاسم اور بابا قاقشال مع اپنے
کے آگے جدا ہو کر چلا گیا تھا۔ جب وہ دربارسے گذرا تو سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ
ظہر کی نماز کے وقت سنبھل میں پہنچا۔ میں بھی درست ہو کر لشکر سمیت لڑنے آیا۔ ملک
قلعہ کو پس پشت رکھکر جنگ میں مشغول ہوا۔ میں اس کے سامنے نہ کھڑا رہ سکا بھاگ
ایک جماعت نے اس کے آدمیوں کو مار کر سر کاٹ لیے۔ تھوڑے ہاتھی بہت سے
اور اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا۔ جمع کو اور امرا بھی آئے۔ قاسم سنبھلی اُن سے ملا
قلعہ سپرد کرنا ناگوار تھا اس کے دینے میں حیلے حوالے کیے۔ ایک ان شیخ گوزن
ہندو بیگ سے باتیں کر کے ایک بہانہ سے قاسم سنبھلی کو ان امرا کے آگے بلایا اور
آدمیوں کو قلعہ سنبھل میں داخل کیا قاسم سنبھلی کی بیویوں اور متعلقوں کو سلامت و سالم
بھیجدیا۔ بیانہ میں قلعہ بیانہ دو کو بھیجا اور وعدہ وعید کے فرمان اسکے ہاتھ نظام خاں

فیروز خاں و محمود خاں و شیخ بایزید و قاضی ضیا اور اُنکے ہمراہی امرا کو بہت رعایت سے
کی طرف پرگنے دیئے اُنکو بھی اٹاوہ کی چڑھائی پر متعین کیا۔ دھولپور میں محمد زمیون بیٹھا ہوا
اور آبانہ تھا۔ دھولپور سلطان جنید برلاس کو عنایت کیا۔ اور عادل سلطان۔ محمدی کو کیتا
و تغلق قدم۔ ولی جان بیگ۔ عبداللہ ببر قلی۔ شاہ حسین بارہ کی کو تعین کیا کہ دھولپور کو بزور
جنید برلاس کو حوالہ کریں اور پھر بیانہ جائیں۔ ان سپاہیوں کے متعین کرنیکے بعد امرا ترک
کو طلب کرکے مشورہ کیا گیا کہ پورب میں امرا باغی نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی اور اُسکے ہمر
چالیس پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ دریا گنگ سے گذر کر قنوج کے اسطرف دو تین منزل آگے
سنگرام گنگا پار کو فتح کرلیا اور فتنہ و فساد مچا رہا ہے اور اب برسات بھی ختم ہونے کو ہے اب کیا کرنا اور
باغیوں کے سر پر جانا یا انکے سر پر چڑھنا۔ گرد و نواح کے قلعوں کا کام سہل ہے۔ ان فتنیوں کے
کرنے کے بعد اور تنبیہ کہاں جائیں گے۔ رانا سنگا کا تصور باغیوں کے برابر نہیں ہے۔ سب نے متفق
عرض کیا کہ رانا سنگا بہت دور ہے معلوم نہیں کہ نزدیک آسکے۔ یہ باغی سب نزدیک ہیں
دفع کرنا اولے ہے۔ میں ان دشمنوں سے لڑنے کے لیے سوار ہوتا تھا کہ ہمایوں نے یہ عرض کی
کے سوار ہونے کی حاجت کیا ہے اس خدمت کو میں بجا لاتا ہوں۔ یہ بات سب کو پسند
امرائے ترک و ہند نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ ہمایوں کو پورب میں متعین کیا
دھولپور روانہ ہوئے تھے اُن پاس احمد قاسم کو دوڑا کر حکم بھیجا کہ وہ چند دار میں ہمایوں
ہوں اور مہدی خواجہ و محمد سلطان جو اٹاوہ لشکر لے کر گئے تھے اُن کو بھی حکم ہوا کہ ہمایوں
ہوں روز چہارشنبہ ۱۲ ذیقعدہ ۹۳۲ھ کو ہمایوں سفر کرکے جلیسر میں آیا۔ یہ ایک گاؤں آگرہ
تیس کوس ہے۔ وہاں ایک روز توقف کیا۔ پھر وہاں سے کوچ پر کوچ کیا۔ جب ہمایوں سوار
آوجاج ضلع میں نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی و امرائے باغی کی جمعیت جمع تھی ہمایوں
پندرہ کوس سے مومن اتکہ کو خبر کے لیے بھیجا۔ جب باغیوں کو مومن اتکہ کی خبر ہوئی تو باغی
سے بھاگ گئے۔ جب اسکی خبر ہمایوں پاس آئی تو اُس نے جاکر جاج مئو کو لے لیا۔ جب
مئو میں آیا تو فتح خاں خروانی ہمایوں سے ملنے آیا۔ اُس نے مہدی خواجہ و محمد سلطان
میرے پاس اُس کو بھیجا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اُس کے باپ اعظم ہمایوں کی جاگیر میں

دیہی اور اُس پرار اور ولایتوں کی زیادتی ہوئی۔ ایک کرور ساٹھ لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی
ہندوستان میں جن امرا کے ساتھ بڑی رعایت کی جاتی ہے۔ اُن کے خطاب بھی مقرر
ہوتے ہیں۔ ایک خطاب اعظم ہمایوں دوسرا خانجہاں تیسرا خانخاناں ہے۔ میں شیخ خاں کو
اُس کے باپ کا خطاب اعظم ہمایوں تو دے نہیں سکتا تھا اس لیے ہمایوں خود موجود تھا۔
میں نے خانجہاں کا خطاب اُس کو دیا۔ ۸ صفر ۹۳۳ھ کو ایک دربار میں یہ خطاب دیکر اُس کو اپنی
ولایت میں رخصت کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کا بیٹا محمود خاں ہمیشہ بادشاہ کی ملازمت میں رہے۔ ہمایوں
نے پورب میں باغیوں کے سر پر چڑھ کے جونپور کو فتح کرلیا اور غازی پور میں وہ نصیر خاں سے لڑنے
گیا وہ آب سرد (گھاگرہ) سے پار اُترگیا۔ سپاہ جو آگے بڑھی وہ بھگ کو لوٹ کر لائی بھی آئی۔ میں نے
جو ہمایوں کو انتظام بتایا تھا وہ کیا۔ شاہ میرمین و سلطان جنید کو خوب جوانوں کی ایک جمعیت کے
ساتھ جونپور میں معین کیا۔ شیخ بایزید اور قاضی ضیا کو بھی یہاں مقرر کیا۔ ہمایوں مہمات کا ضبط و
سر انجام کرکے کڑہ و مانک پور کی نواح میں ہوکر گنگا پار ہوکر کالپی میں آیا۔ عالم خاں جلال خاں حکمت
کالپی میں تھے۔ اُن کی عرضداشتیں آتی تھیں جب ہمایوں کالپی کی برابر آیا تو اُس نے اکبادنقد
دور کیا اور ہمراہ لیکر روز یکشنبہ ۳۔ ربیع الاول ۹۳۳ھ کو بانع بہشت میں میری خدمت میں آیا
روز چہارشنبہ ۲۴ محرم کو محمد علی حیدر کابہ ارکو ہمایوں پاس میں نے اس غرض کے لیے بھیجا
کہ باغیوں کے لشکر کو جونپور میں شکست ہوگئی ہے وہاں چند مناسب امیروں کو مقرر کرکے خود لشکر لیکر
میرے پاس آؤ کہ رانا سنگا نزدیک آگیا ہے۔
جب لشکر پورب بھیجا تھا تو اُس کے بعد تردی بیگ و قوچ بیگ اور اُسکے چھوٹے بھائی شہر محمد
کو اور بعض اور امیروں کو بھیجا تھا کہ وہ بیانہ کی نواح میں جاکر بھگ کو تاراج کریں اور اگر قلعہ کے
اندر کے آدمیوں کو وعدہ و استمالت سے میرے پاس لاسکیں تو لائیں ورنہ بہانہ و تاراج کرکے
تنبیہ کو عاجز کریں۔ نظام خاں حاکم بیانہ کا بڑا بھائی عالم خاں قلعہ متنکر میں تھا اُس کے آدمی باہر
آکر بندگی اور دولت خواہی کا اظہار کرتے تھے۔ عالم خاں نے اپنے دل میں جم لیا کہ بادشاہ ایک فوج
تعین کردے بیانہ کے تمام سرکش ہندوؤں کو وعدہ و استمالت سے قلعہ بیانہ سے نکلوا کر اور اس طرح کی بندگی
کو کہ تردی بیگ کے ہمراہ گئے تھے حکم ہوا کہ عالم خاں مردانہ کرکے اور اس طرح کی بندگی

کو اپنے ذمہ لیتا ہی۔ بیانہ کے لیے بھی مصلحت ہی کہ اُسکی صلاح وصوابدید پر عمل ہو۔ ہندوستان کے [illegible]
شمشیر زنی کرتے ہیں مگر سپاہی گری وقائم وقتل کی راہ ورسوش سے عاری وبے بہرہ ہیں۔ عالم خاں [illegible]
جماعت ایلغار کے ہمراہ ہوا۔ اور کسیکی بات کو نہ سنا اور نیک وبد کا ملاحظہ نہ کیا۔ وہ اس سپاہ ایلغار کو بیانہ کے
نزدیک لے گیا۔ میرے لشکر میں ترک ڈھائی تین سو کے قریب تھے اور ہندوستانی اور اطرافی لشکر دو ہزار سے
کچھ زیادہ تھا۔ نظام خاں کے پاس افغان اور سپاہی بیانہ کے چار ہزار سے زیادہ اور پیادہ دو ہزار سے
زیادہ تھے۔ میرے اُسقدر سوار وپیادہ دیکھ کر دیدہ ودانستہ اُنپر نظام خاں چڑھ آیا۔ اگرچہ وہ بہت اُدی
تھے مگر لشکر ایلغار نے تیر پھینک کر اور گھوڑے دوڑا کر اُن کو بھگا دیا۔ عالم خاں تھیکری نے اُتر کر پانچ چھ
آدمی گرفتار کیے اور پرتال کا ایک حصّہ لے لیا باوجود اس حرکت کے وعدہ استمالت کر کے نظام خاں کے سارے
دلاحق جرائم میں نے معاف کر دیے اور فرمان بھیجے۔ جب اُسنے رانا سنگ کے آنیکی خبر سنی تو کچھ اُسکو چارہ نہ
دیکھ رفع کو طلب کیے کے اُسکے توسط سے قلعہ میرے آدمیوں کے حوالہ کیا اور بید کے ساتھ میرے پاس آیا بیس
بیس لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی۔ دوست اتالیک آقا کو بیانہ میں عاریتاً بھیجدیا۔ بعد ازاں مہدی خواجہ کو
بیانہ عنایت کیا۔ ستر لاکھ کی جاگیر دیکر بیانہ روانہ کیا۔

تاتار خاں سارنگ خانی کہ گوالیار میں تھا ہمیشہ اُسکا آدمی آکر بندگی اور دولتخواہی کا اظہار کرتے تھے جب
رانا سنگ نے گندھار لے لیا۔ اور بیانہ کے نزدیک آگیا تو گوالیار کے راجاؤں میں سے ایک ابراہیم نامی
دوسرے خان جہان گوالیار کی فوج میں آکر قلعہ کی طمع میں گفتگو وفتنہ انگیزی کرنے لگے تاتار خاں نے ہنگ کر
قلعہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا۔ امرار متقرب واکثر خوب جوان تمام لشکروں میں ہر طرف ایلغار کو گئے ہوئے
تھے میں نے رحیم داد خاں کے ساتھ بہیرہ کی اور لاہوری جماعت کو گوالیار اور اُسکے پرگنوں میں متعین کیا اور شیخ
گوزن کو بھیجا کہ وہ گوالیار میں رحیم داد خاں کو بٹھا کر چلا آئے جب یہ لوگ گوالیار کے نزدیک پہنچے تو تاتار خاں
کی رائے بدل گئی۔ اُسنے اُنکو قلعہ کے اندر نہ آنے دیا اس اثنا میں شیخ محمد غوث کہ بڑے درویش تھے اور اُنکے
مرید اور اصحاب بھی بہت تھے اُنھوں نے قلعہ کے اندر سے اپنا آدمی رحیم داد خاں پاس بھیجکر اطلاع دی
کہ تم سے جس طرح سے ہو سکے اپنے گروہ کو قلعہ کے اندر داخل کرو تاتار خاں نے اپنی پہلی رائے کو بدل ڈالا
ہی اور خیال فاسد رکھتا ہی۔ جب رحیم داد خاں پاس یہ خبر آئی تو اُسنے آدمی بھیجکر تاتار خاں سے کہا کہ مجھے
قلعہ سے باہر کافروں کا بہت خطرہ ہی مجھے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کے اندر آنے دیجیے باقی [illegible]

سب آدمی قلعہ سے باہر رہینگے۔ بہت مبالغہ کے بعد تاتار خاں اُسپر راضی ہوا جب تھوڑے سے آدمی قلعہ
کے اندر آگئے تو اُس نے کہا کہ ایک دروازہ بھی مجھے دو کہ میں اپنے آدمی اُسپر مقرر کروں۔ ہتیا پول
کا دروازہ اُسکو حوالہ کیا گیا۔ اُس رات کو اُس دروازہ سے اُسنے پانچسو آدمیوں کو قلعہ کے اندر داخل کیا
صبح کو جب تاتار خاں نے یہ حال دیکھا تو اُسکو اور کچھ زور پڑا خواہی نخواہی قلعہ رحیم داد خاں کو سپرد کر کے
دو اگروہ میں میرے پاس آیا۔ بیس لاکھ کا پرگنہ اُسکو جاگیر میں دیا۔ محمد تیموں کو بھی کوئی اور چارہ اُسکے سوا نہ
بنا کر دھولپور اُس نے حوالہ کیا اور میری ملازمت کے لیے آیا دھولپور کو خالصہ کر کے اُسکی شقداری الواح فتح
ترکان کو دیکر اوسکو وہاں بھیجدیا۔

نواحی حصار فیروزہ میں حمید خاں سارنگ خانی نے اور بہنی افغانوں اور اور افغانوں نے پانچ چار ہزار
آدمیوں کی جمعیت بہم پہنچا کر ایک فتنہ وشور مچایا۔ روز چار شنبہ ۱۵ ماہ صفر کو بہین تیمور سلطان احمدی اور امیروں
کو ان افغانوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اُنھوں نے جاکر ان افغانوں کو خوب زبر کیا اور اُنکے بہت سے
آدمیوں کو مار کر اکثر کے سر میرے پاس بھیجے۔

روز جمعہ ۱۶ ماہ ربیع الاول کو عجب واقعہ پیش آیا جسکو مفصل خط میں لکھکر کابل بھیجا تھا اُسکو میں یہاں نقل کرتا
ہوں۔ ابراہیم لودی کی ماں نے سنا تھا کہ میں ہندوستانیوں کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیزیں کھاتا ہوں اُسکا حال
یہ تھا کہ اس تاریخ سے تین چار مہینے پیشتر اس سبب سے کہ میں نے ہندوستانی آشپز نہیں رکھی تھی ابراہیم کے دو پیشخدمت
گوالیار کے دو بوجھیوں میں سے چار کو نوکر رکھا احمد چاشنی گیر دیکھا دل تھا اس کیفیت کو ابراہیم کی ماں نے سکر احمد چاشنی
گیر کو بلا وہ آدمی بھیجکر اپنے پاس بلا لیا۔ اور ایک دائی کے ہاتھ کاغذ کی چار پڑیوں میں ایک تولہ زہر بند کر کے
احمد چاشنی گیر اور بدبد احمد باورچی کے پاس بھیجا اور چار پرگنوں کے دینے کا وعدہ کیا کہ جس طور سے ہو سکے
میرے طعام میں زہر کو ڈال دیں۔ پیچھے ایک اور دائی کو اُس نے اس خبر کے لیے بھیجا کہ وہ مجھے زہر
دیتا ہی یا نہیں۔ یہ خوب ہوا کہ اُس نے زہر دیگ میں نہیں ڈالا بلکہ میری رکابی میں ڈالا۔ اور
دیگ میں اس سبب سے نہیں ڈال سکا کہ باولوں کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ جو ہندوستانی حاضر
ہوں اُن کو کھانے پکانے کے بعد دیگ میں سے کھانا بھکایا جایا کرے۔ جسوقت کھانا چنا گیا تو میرے
بدنصیب کا دل خائف ہو گئے کہ قلیہ خر گوش وشکہ کے اوپر زہر ڈال دیا۔ اور جمعہ کو ظہر کی نماز
کے بعد میں کھانا کھانے بیٹھا تو کھانا بدمزہ معلوم ہوا تے ایک دفعہ آنے کو ہوئی مگر رک گئی پھر دل

گھبرایا اور تے آنے کو ہوئی میں گھبرا کر آب خانہ میں گیا وہاں بہت دفعہ قے آئی مجھے کھانے کے بعد کبھی قے نہیں آئی تھی بلکہ شراب پینے میں بھی میں قے نہیں کرتا تھا اس سبب سے میرے دل میں شبہہ ہوا باورچی کو پہرہ میں رکھا۔ یہ کھانا گئے کو دیا ایک پہر تک یہ گتا بے حال رہا پھر جدا اسکو مارا مگر اس سے ذرا حرکت نہ کی اور وہ نہ اُٹھا وہ پہر تک یہ حال رہا۔ بعد ازاں وہ نہ مرا بیتا اٹھا۔ وہ ایک اور آدمیوں سا بھی یہ کھانا کھایا تھا تو اُنکا بھی قیئوں کے مارے بُرا حال ہوا مصرع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت (اور اس نے مجھے از سر نو جان دی اور اُس دنیا سے پھر آیا۔ مانے ابھی مجھے جنا۔ ترکی شعر کی جیسا کا ترجمہ یہ ہے۔ ؎

من خستہ مردہ بودم زندہ شدم　　قدر جان بالشہ حالا دانستم

سلطان احمد بخشی کو حکم ہوا کہ باورچی پر خوب پہرہ رکھے۔ روز دوشنبہ کو دیوان (کچہری) فرمایا اکابر و اشراف و امرا و وزرا دیوان میں حاضر ہوئے۔ ان دو مردوں اور دو عورتوں سے حال پوچھا گیا اُنھوں نے بیان واقع شرح وبسط سے کہا۔ میں نے چاشنی گیر کے پُرزے اُڑوائے۔ باورچی کی زندہ کھال کھچوائی۔ ایک عورت کو تفنگ سے مروایا دوسری کو جلوایا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جان اسقدر عزیز ہوتی ہے جو مرنے کے قریب ہوتا ہے وہ جان کی قدر جانتا ہے۔ جسوقت یہ ہولناک واقعہ میرے دل پر آتا ہے بے اختیار میرا حال متغیر ہو جاتا ہے۔ یہ عنایت الٰہی تھی کہ از سر نو خدا نے مجھے جان بخشی۔ اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں ابراہیم کی ماں نے یہ بڑا جرم کیا تھا اس لیے یونس علی خواجہ نے اُسکو گرفتار کیا اور نقد و جنس و غلام و لونڈی چھین کر اوسکو عبدالرحیم کے سپرد کیا کہ اُس کو خوب احتیاط سے رکھے۔ پسر ابراہیم کو یہاں رکھنا بعد اس جرم کے مناسب نہ معلوم ہوا اوسکو کابل میں مرزا کامران کے ہمراہ بھجوا دیا۔

انھیں دنوں میں مہدی خواجہ کے آدمی پے در پے میرے پاس آکر کہتے کہ رانا سنگا کا آنا تحقیق ہے حسن خاں میواتی بھی رانا سے مل گیا اسکی فکر کرنی چاہیے۔ پہلے اس سے کہ لشکر یہاں آئے کمک کے طور پر بیانہ میں ایک جماعت آجائے۔ تو میں نے لشکر کے بھیجنے کا عزم جزم کیا اس سے پیشتر محمد سلطان مرزا یونس علی شاہ منصور برلاس کشہ بیگ کو بطریق ایلغار کے بیانہ بھیجا۔ بیگ ابراہیم میں حسن خاں میواتی کا بیٹا طاہر خاں ہاتھ آگیا تھا۔ اُسکو بطریق گرو گان داداں کے اپنے پاس رکھا تھا اس سبب سے اُس کا باپ حسن خاں ظاہر میں آمد و رفت رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنے بیٹے کو

طلب کرتا تھا۔ میرے بعض امرا کے دل میں آیا کہ حسن خاں کی استمالت کے لیے اگر اُسکے بیٹے کو بیانہ بھیجدیا جاوے تو بہتر ہو کر خدمتگاری بجا لائیگا۔ طاہر خاں کو خلعت پہنا کر اور اُسکے باپ کو وعدہ کر کے بیٹے رخصت کیا جوں ہی حسن خاں نے بیٹے کی رخصت کی خبر سنی پہلے اس سے کہ وہ اُس پاس پہنچے الور سے نکلکر بیانہ جا ملا۔ اُسوقت اُسکے بیٹے کا رخصت کرنا بیموقع تھا۔ انھیں دنوں میں بارش خوب ہوئی۔ خوب شراب کی صحبتیں ہوئیں۔ ہمایوں جسکو شراب سے نفرت تھی شراب پلائی گئی۔ روز دوشنبہ ۱۴ جمادی الاول سنہ کو میں نے رانا سنگا سے لڑنے کے قصد سے سفر کیا۔ محلوں نے نکلکر میدان میں آیا۔ تین چار روز لشکر کے جمع کرنے کے لیے اور توزک کے واسطے قیام کیا چونکہ ہندوستانی آدمیوں کا چندان اعتماد نہ تھا اس لیے امرا ہندوستان کو ہر طرف کے فرمان بھیجے گئے۔ گوالیار میں عالم خاں کو حکم بھیجا گیا کہ جاکر جیم داد کی کمک کرے۔ بین و قاسم سنبلی و حامد اور اُس کے بھائیوں اور محمد زیتون کو سنبھل میں احکام بھیجے گئے۔ انھیں دنوں میں خبر آئی کہ رانا سنگا مع تمام اپنے لشکر کے بیانہ کے نزدیک آگیا ہے اور تاخت و تاراج کرتا ہے جو فوج پہلے بھیجی گئی تھی وہ قلعہ بیانہ تک نہ پہنچ سکی بلکہ اپنے آنے کی خبر تک قلعہ میں نہ پہنچا سکی۔ قلعہ کے آدمی باہر نکل کر قلعہ سے دور بیہودہ طور پر جا پڑے۔ بہت جلد غنیم نے اُن کو شکست دیدی اور گرفتار کیا۔ لشکر خان چغتائی شہید ہوا۔ کتہ بیگ زخمی ہوا۔ لڑائی میں پھر وہ شریک نہ ہو سکا۔ قاسمی اتالیق منصور برلاس و ہر شخص جو بیانہ سے آتا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خود دوڑ کے مارے آتا ہے یا اور آدمیوں کو خوف دلانے کے لیے آتا ہے۔ دشمن کے لشکر کی خبر کہ کہاں ہے بادی لایا اُسکی بہت ستایش و تعریف ہوئی۔ اس منزل سے میں نے سفر کیا۔ قاسم میر آخور کو بیلداروں کے ساتھ بھیجا کہ برگنہ منڈھاپور میں جہاں لشکر اُترے گا بہت سے کنوئیں کھود دے۔ ۱۴ جمادی الاول روز دوشنبہ کو فوج آگرہ سے کوچ کر کے اُس منزل میں پہنچا جہاں کنوئے کھدوائے تھے صبح کو یہاں سے بھی کوچ کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس نواح میں ایسی جگہ جہاں پانی بہت ہو اور دشمن کو کفایت کرے سوائے سیکری کے کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ یہ احتمال ہے کہ رانا نے اسجگہ کو نہ لیا ہو۔ اسلیے میں بر انفار وجر انفار قول لیسا دل کو درست کر کے سیکری کی طرف چلا درویش محمد ساربان کو قاسمی کے ساتھ جو بیانہ میں گیا تھا اور ہر طرف اسکی دیدہ و دانستہ تھی بھیجا کہ کول سیکری کے کنارے پر بھیجا۔ اور میں نے منزل میں اُتر کر مہدی خواجہ و جماعت کو کہ

بیانہ میں تھے آدمی بھیجکر کہلا بھیجوایا کہ بے توقف آکر ہمراہ ہو۔ ہمایوں بیگ کا نوکر میرک مغول چند جوانوں کے ساتھ رانا کے لشکر کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ رات کو جاکر صبح یہ خبر لایا کہ نعیم کا لشکر بسا دورے ایک کوس آگے بڑھا ہے آج ہی مہدی سلطان سلطان مرزا و مردم ایلغار کر بیانہ گئے تھے آنکر ہمراہ ہوئے ہیں نے حکم دیا کہ قراولی کا اہتمام باری باری سے مختلف امراکریں عبدالعزیز کی باری کا روز تھا اُس نے آگاہ دیکھا بھیجا کنواہ (خانوہ) میں کہ سیکری سے پانچ کوس ہی آگے بڑھ گیا۔ رانا کا لشکر آگے بڑھ آیا تھا۔ جب اُسکو میری سپاہ کے بے طور آنیکی خبر ہوئی تو اُس نے چار پانچہزار آدمیوں کا لشکر بھیجا۔ اس لشکر کے آنے ہی عبدالعزیز وملا اپاق کے لشکر کو جسمیں پندرہ سو آدمی تخمیناً ہونگے آکر گھیر لیا۔ عبدالعزیز نے نعیم کے لشکر کا کچھ تخمینہ نہ کیا اور جنگ میں مشغول ہوا۔ اول ہی حملہ میں رانا کا لشکر بہت سے آدمیوں کو قید کرکے لے گیا جس دم میرے پاس یہ خبر آئی تو میں نے لشکروں کا ایک تار بانده دیا۔ محب علی خلیفہ کو مع اُس کے نوکروں کے بھیجا اُسکے پیچھے ملا حسین اور بعض اور امیروں کو بعد ازاں محمد علی جنگ جنگ کو بھیجا۔ مگر پسلی کلک کو جس میں محب علی خلیفہ اور اُس کے نوکر تھے پہنچتے پہنچتے عبدالعزیز اور اُس کے ہمراہی بے دست و پا ہو گئے تھے۔ نوبت انکا جھن گیا تھا۔ وہ خود اور ملا نعمت و ملا داؤد و ملا اپاق کا چھوٹا بھائی قید ہو کر قتل ہوئے۔ بجز پہلی کلک پہنچنے کے ظاہر پری طغائی۔ محب علی نے تاخت کی مگر اُس کو کلک نہ پہنچ سکی وہ دشمنوں میں جاکر پھنس گیا۔ محب علی بھی جنگ میں گرا مگر بالتو نے پیچھے سے حملہ کرکے اُسکو باہر نکالا۔ دشمن نے ایک کوس تک اُنکا تعاقب کیا مگر جب اُس کو محمد علی جنگ جنگ کی سپاہ دکھائی دی تو وہ پھر آگے نہ بڑھا۔

میرے پاس پیاپے خبر آئی کہ نعیم کے سپاہ نزدیک آئی ہے۔ میں نے بھی جیبہ پہنا اور گھوڑوں کا ساز ڈالا۔ اور ہتیار باندھے اور سوار ہوا اور حکم دیا کہ ارابوں کو کھینچ کر لائیں۔ ایک کوس میں آیا مگر نعیم کا لشکر اُلٹا چلا گیا تھا۔ ہمارے پہلو میں ایک بڑا کول تھا اس لیے پانی کی مصلحت کے سبب سے ہمیں ہم اُترے۔ ارابوں کو پہلے سے مضبوط کرکے زنجیروں سے مضبوط کیا تھا۔ دو ارابوں کے بیچ میں سات آٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ وہ زنجیرہ کرکے بھیجے گئے مصطفےٰ رومی نے بدستور رومی ارابوں کو لگایا تھا وہ بہت چست و چالاک ہوشیار اور توپخانہ کے انتظام سے ماہر تھا۔ اوستاد علی قلی اُس سے حسد و حسد رکھتا تھا۔ اسواسطے مصطفےٰ کو برانغار میں آگے ہمایوں کے متعین کیا۔ جس جگہ ارابے

نہیں پہنچ سکتے تھے خراسانی و ہندوستانی بہلداروں سے خندق کندہ کرائی۔ رانا کے اسطرح تیر و تفنگ سے اور بیانہ کی جنگ سے اور بیانہ سے آنکر شاہمنصور اور قبی نے جو اُسکے لشکر کی تعریف کی ان سب باتوں نے میرے لشکر کے آدمیوں میں بیدلی پیدا کی۔ اور عبدالعزیز کے زیر ہونے سے ہاوں خودسری پھیلی آدمیوں کے اطمینان خاطر کے لیے اور لشکر کے استحکام ظاہری کے واسطے جن جگہوں پر ارابے نہیں پہنچتے تھے وہاں گاڑی کے سٹے گلوا کے اُنمیں سات آٹھ گز کا فاصلہ رکھا اور اُنکو گائے کے چمڑوں کے رسوں سے مضبوط و مربوط کرادیا۔ ان اسباب و آلات کے مہیا و مکمل ہونے میں پچیس روز لگے۔ انہیں ایام میں کابل سے ایک ایک دو دو آدمی کرکے پانچسو آدمی آئے ہونگے سب کے ہمراہ محمد شریف منجم خوم نفس بھی آیا۔ بابا دوست سرجی بھی جو شراب کے لیے کابل گیا تھا آیا۔ تین قطار اونٹوں کی شراب سوجہ غزنی کی لایا۔ اس حال میں کہ پریشان باتوں سے جنکا اوپر مذکور ہوا لشکر کو یوں تردد و توہم بہت تھا۔ محمد شریف منجم جس شخص سے ملاقات ہوتی یہ مبالغہ کے ساتھ کہتا کہ ان ایام میں مریخ مغرب میں ہی جو شخص اُس طرف سے جنگ کرے گا مغلوب ہوگا اگرچہ اسکا بڑا ایمانہ تھا کہ میرے سامنے یہ بات کہتا۔ مگر اوروں کے سامنے اس کہنے سے لشکر اور زیادہ بے دل ہوا۔ میں نے ایسی پریشان باتوں کو کچھ نہ سنا جو کام کرنے کے لائق تھے وہ میں نے کیے ہم جنگ میں مصاف کرنے میں مستعد ہو کر روز یکشنبہ ۱۲۔ کو شیخ جمالی کو بھیجا کہ دوآب و دھلی کے ترکش بندوں میں سے جسقدر آدمی جمع کر سکے جمع کرکے مواضع میوات کو تاخت و تاراج کرے۔ جب تک اس طرف کوئی خدشہ ہو لوٹ مار سے ہاتھ نہ اُٹھائے۔ ملا ترک علی بھی کابل سے آیا تھا اُس کو بھی فرمان ہوا کہ شیخ جمالی کے ہمراہ ہو کر میوات دیران کرنے اور تاراج کرنے میں تقصیر نہ کرے۔

روز سہشنبہ جمادی الاول ۹۳۳ھ کو میں سیر کرنے کے لیے سوار ہوا تھا اثنائے سیر میں میرے دل میں آیا کہ مجھے توبہ کا دغدغہ ہمیشہ رہتا تھا امر نامشروع کے کرنے سے میرا دل مکدر ہوتا تھا میں نے کہا کہ اے نفس کب تک گناہ کرے گا۔ مرنا آنکھوں کے سامنے ہے۔ جو شخص اپنے مرنے کا جرم کرے گا وہ اس حال میں تو جانتا ہی کیا رہے گا۔ بیت

دوصد ساز از جملہ ناہی خودرا — پاک سازد از ہمہ گناہے خودرا

اس خیال سے خوش ہوکر میں نے شراب پینے سے توبہ کی اور سونے چاندی کی صراحی و پیالہ تمام آلات مجلس شراب اسوقت منگا کر سب کو توڑ ڈالا۔ اور اُس کو سختوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اور شراب کو چھوڑ کر دل کو آسودہ کیا۔ اس توبہ کی موافقت میں میرے ساتھ اوّل عمر تھا اُس نے ڈاڑھی منڈانے اور رکھنے میں بھی میرے ساتھ موافقت کی تھی اس رات اور صبح میں امراء و مقربوں میں سے اور سپاہیوں وغیرہ سپاہیوں میں سے تین سو آدمیوں نے توبہ کی جو شراب پیتے تھے اُسے پھینک دیا۔ یا وہ دست جو شراب لایا تھا اُس کو حکم دیا کہ نمک ڈالکر سرکہ بنا دے جیسا کہ کرتے ہیں جو شراب پھینکی گئی تھی وہ کھودی جائے اور پتھر لگا کر وہ جگہ اونچی کی جائے اور اُس پر کچھ کھودا جائے میری یہ منت مانی تھی کہ اگر رانا سنگا پر ظفر پاؤنگا تو مسلمانوں کو تمغا بخش دونگا (تمغا سوا زمین کے محصول کے اور تمام محصولوں کو کہتے ہیں) جب تین مہینہ بعد ۹۳۵ھ میں گوالیار کی سیر کرکے دھولپور کی راہ سے سیکری میں آیا تھا کہ راہ میں وہ جگہ آئی جہاں شراب کے دبانے کی جگہ پتھر لگائے گئے تھے تو درویش محمد ساربان و شیخ زین نے تمغے کی بخشش کو یاد دلایا میں نے کہا کہ یہ بات تم نے خوب یاد دلائی میں نے منشیوں کو بلا کر حکم دیا کہ ان دو امر عظیم الشان کے لیے جو واقع ہوئے ہیں فرمان لکھے جائیں شیخ زین نے اپنی قلمت فرمان لکھے اور تمام قلمرو میں بھیجے۔ فرمان کی عبارت کا مختصر ترجمہ یہ ہے فرمان ظہیر الدین محمد بابر اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَیَسْتَکْثِرُ هَادِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَیَغْفِرُ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ وَیُثْنِیْ عَلٰی خُلُقِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔ ارباب لبرائے جو صورِ اسباب کے محاسن و صدق و صواب کو خوب سمجھتے ہیں وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ طبیعت انسانی بمقتضائے فطرت لذاتِ نفسانی پر مائل ہے اور منہیات کا ترک کرنا توفیق ربّانی و تائید آسمانی پر موقوف ہے نفس بشر کا شرمسار ہونا کچھ دور نہیں ہے غرض اس مقال کی تصویر اور اس مقولہ کی تقریر سے یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت بادشاہوں کی مراسم اور بادشاہی لوازم کے موافق اور خاص بادشاہوں کی عادت کے مطابق خواہ وہ بادشاہ ہوں یا سپاہ منعوان ایام شباب میں بعض منہای و ملاہی کا میں مرتکب ہوا۔ بعد چند روز کے مجھے اس سے ندامت و حسرت حاصل ہوئی۔ ان منہای میں سے میں نے ایک ایک کو ترک کیا اور توبۃ النصوح سے اُس کی طرف رجوع کا دروازہ بند ہوا مگر شراب کی توبہ کہ اہم مطالب اس مقصد کا اور اعظم مآرب اس مقصود کا ہے۔ الامر مرہون باوقاتھا کے حجاب میں ایسا محجوب رہا کہ اپنا منہ نہیں دکھاتا تھا۔ یہاں تک ان

مبارک اوقات اور سانحات میں کہ جملہ تمام سے جہاد کا احرام کرکے صحرائے اسلام کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے بیٹھا ملہم غیبی و ہاتف لاہوتی سے میں نے اسباب معصیت کو مٹایا توبہ کا دامن پروردگار کے ساتھ جہاد کا آغاز جہاد اکبر سے کیا جسکے معنی مخالفت نفس ہیں۔ شراب کی توبہ کا میرے دل میں بہت دنوں سے ارادہ تھا اب میں نے اُسکو پورا کیا اور سراحی و پیالہ و تمام آلات قدح کہ میری مجلس کو ایسی زینت دیتے تھے جیسے کہ آسمان کو کواکب اُن کو زمین پر ثروت و خوانی کے ساتھ دے بیٹھا اور الحمد للہ تعالیٰ جیسے کہ بتوں کے توڑنے کا ارادہ کیا اُن کو پارہ پارہ کیا اور ہر پارہ ایک مسکین بیچارہ کو دیدیا۔ اس میرے اثابت قریب الاجابت سے بہت سے مقربوں کے مقتضائے الناس علی دین ملوکھم توبہ کی اور شرب خمر کو مجھ سے چھوڑا۔ اور ابھی بہت سے آدمی اور امرو نواہی کے مطیع ہوکر سعادتمند ہوتے جاتے ہیں اور امید ہے کہ مقتضائے الدال علی الخیر کفاعلہ۔ اس توبہ کا ثواب میرے نامہ اعمال میں لکھا جائیگا۔ اور بعد اس فرمان جاری کرنے کے میں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص نہ شراب پیے نہ اُسکی تحصیل میں کوشش کرے۔ نہ شراب بنائے نہ خرید کرے اور میں نے تمام ممالک میں مسلمانوں کو تمغا معاف کر دیا جس کا حاصل مت ہی کچھ تھا یا وہ کہ شرعی سائی صوابط شریعت کے خلاف ہوتوں سے اُٹھ لیتے تھے میں نے فرمان صادر کیا کہ کسی شہر و علاقہ میں گذر و معبر پر تمغا کسی مسلمان سے نہ لیں۔ اور اس حکم میں تغیر و تبدل کو روا نہ رکھیں اور میرے حکم کی تعمیل کریں۔

انہیں ایام میں واقعات گذشتہ سے جنگاہ اوپنہ کو رہوا لشکر کے سب چھوٹے بڑے گھبرا کر تمام تجمل ڈوب۔ ہمارے لشکر میں ایک آدمی ایسا نہ تھا جسکے منہ سے کوئی بات روانہ اور کوئی رائے دلیرانہ سننے میں آتی۔ مقرر و زیرک و نیز امیر جنہوں نے اس ملک کی دولت کے مزے اُڑائے تھے اُنکی یہ جنس مردانہ تھیں اور نہ اُن کی تدبیر تقریر صاحب ہمتانہ تھیں۔ اس واسطے میں نے خلوت خوب خوب کام کیے تھے اور اُس نے ضبط و استحکام میں اور جمعیت و انتظام میں کوئی تقصیر نہیں کی جب میں نے آدمیوں کی یہ بیحالی اور اس طرح کی شکستگی و کمی تو میرے دل میں یہ تدبیر آئی کہ میں سب امراء اور جوانوں کو طلب کرکے کہا کہ اے امراء جوانو ؎

ہر کہ آمد بجہاں نزاد نماند جاودانہ ہیچ
آنکہ پائندہ و باقی است خدا خواہد بود

ہر شخص جو مجلس حیات میں آتا ہے وہ آخر کو بیگانہ اہل بیتا ہے اور جو زندگی کی منزل میں آتا ہے وہ

کے غم خانہ سے باہر جاتا ہے۔ بدنامی کے جینے سے نیکنامی کے ساتھ مرنا بہتر ہے۔ ؎

بنام نکو گر بمیرم رواست　　مرا نام باید کہ تن مرگ راست

خدائے تعالیٰ نے یہ سعادت ہمکو نصیب کی ہے اور ایسی دولت قریب کی ہے کہ جو مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے اور جو مارتا ہے وہ غازی ہوتا ہے۔ سبکو کلام الٰہی پر قسم کھانی چاہیے کہ کوئی شخص قتال سے روگردانی کا خیال نہ کریگا اور جب تک جان تن سے مفارقت نکرے وہ اس محاربہ و مقابلہ سے جدا نہ ہو۔ پس سب صاحب و نوکر خورد و کلاں سب نے رغبت سے قرآن شریف کو ہاتھ میں لیا۔ سب عہد و پیمان اُوپر کے مضمون کے موافق کیے۔ یہ میری تدبیر اس طور کی تھی کہ دور کے آدمی سنیں اور پاس کے آدمی دیکھنے سے دوست دشمن سبکو پسند آئی۔

انہیں دنوں میں سب جگہ ایک آفت و شورش برپا ہوئی۔ حسین خاں نے آنکر رابری کو لیا (یہ ایک قلعہ دوآبہ میں چندوار سے نیچے ہے) قطب خاں کے آدمیوں نے چندوار کو دبا لیا (یہ قلعہ آگرہ کے نیچے جمنا پر واقع ہے) رستم خاں نے دوآبہ کے ترکش داروں کو جمع کرکے کول کو آنکر لے لیا۔ کیچک علی کو قید کرلیا۔ لہذا بدخاں بجھوری سنبھل کو چھوڑ کر میرے پاس چلا آیا۔ سلطان محمد دولدی قنوج کو چھوڑ کر چلا آیا۔ گوالیار کے قلعہ کو اس نواح کے ہندوؤں نے گھیر لیا۔ اس قلعہ کے بچانے کے لیے عالم خاں کو بھیجا گیا تھا وہ اپنی ولایت کو گوالیار سے پھر کر چلا گیا۔ ہر روز میرے پاس ہر طرف سے ایک ناخوش خبر آتی تھی لشکر سے بعض ہندوستانی بھاگنے لگے ہیبت خاں گرگ انداز سنبھل کو بھاگ گیا۔ حسن خاں باری دال دشمنوں سے جاملا۔ مینے اُنکی کچھ پروا نہ کی فقط اپنی سپاہ پر بھروسہ کرکے کارزار پر متوجہ ہوا۔ ارابوں اور سرہائے غلطکدار کو اور اُس تمام اسباب قلات کو جو تیار ہوا تھا لیکر روز سہ شنبہ جمادی الآخر سنہ ۹۳۲ کو نور روز کے روز کوچ کیا۔ جرانغار و قول و یسال کو درست کیا آپنے آگے ارابے و سرہائے غلطکدار روانہ کیے اُسکے پیچھے ہی قلی کو اور تمام تفنگ اندازوں کو تعین کیا کہ وہ پیادوں کو ارابوں کے عقب سے جدا نہ ہونے دے تاکہ یسال بستہ رہے۔ جب یسال آگیا اور ہر شخص اپنی جگہ پر قائم ہوا تو میں نے امرا اور قول و برانغار و جرانغار کے جوانوں کی دلدہی کی اور بتایا کہ ہر جماعت کو یساں کھڑا رہنا چاہیے اور کسی دشمن کو کس طور سے مارنا چاہیے کس طریقہ سے لڑنا چاہیے۔ غرض سب کیواسطے یہ باتیں معین و مقرر کیں۔ میں ایک کوس چلکر اُترا۔ رانا کا لشکر بھی میرے لشکر کی حرکت سے واقف ہوا۔ اور اُس نے جماعتیں درست کیں اور مقابلہ کے

لیے سامنے آیا۔ لشکر کے آنے کے بعد ارابہ و خندق لشکر کے آگے درست کی گئیں۔ اُس دن لڑائی کا کچھ خیال نہ تھا تھوڑے سے آدمی آگے بڑھ کر نیم سے لڑے اور لڑائی کا شگون کیا چند جنگلیوں کو پکڑا ایک آدمی سر کاٹ کر لائے۔ ملک قاسم پھند سر کا مکرلایا تھا اُسنے یہ خوب کیا۔ اس سے لشکر کے آدمیوں کا دل قوی ہوا اور آنکھ اپنے اوپر بھروسہ ہوا صبح یہاں سے کوچ کرکے لڑائی کا خیال تھا کہ خلیفہ نے اور بعض دولتخواہوں نے مجھسے عرض کیا کہ جو منزل لشکر کے اترنے کے لیے مقرر ہوئی وہ تردیک ہے اسلیے خندق کندہ کرکے مضبوط کرکے کوچ کیا جائے تو مناسب ہے۔ اس خندق کے بنانے کے لیے خلیفہ سوار ہوا اُس نے خندق کی کئی جگہوں پر سیلدار اور اُنکے منتظم مقرر کیے اور پھر وہ ہمسے آن ملا۔

روز شنبہ ۱۳۔ جمادی الاخری کو ارابوں کو آگے کھینچکر برانغار جرانغار و قول و یسال ایک کوس کے قریب آگے اور منزل مقررہ میں اُترے بعضے خیمے کھڑے ہوگئے تھے اور بعضے کھڑے ہو رہے تھے کہ خبر آئی کہ تنبم کی سپاہ دکھائی دے رہی ہے۔ فی الحال میں نے سوار ہوکر حکم دیا کہ برانغار میں یہ آغار اور جرانغار میں جرانغار اور ہر شخص اپنی جگہ پر جا کر ارابوں اور لشکروں کو مضبوط و مرتب کرے۔ بابر لکھتا ہے کہ زین الدین نے جو اس لڑائی کا فتحنامہ لکھا ہے اُس سے لشکر اسلام کی کیفیت ذیل کنارکی کیفیت و صفوں و یسالوں کا کھڑا ہونا اور اہل اسلام و ہنود کی لڑائی کا حال شخص و معلوم ہوتا ہے۔ اس سبب سے میں نے زین خاں کے فتحنامہ کو بغیر گھٹانے بڑھانے کے اپنی تزک بابری میں نقل کر دیا ہے وہ یہ ہے۔

جب بابر نے ممالک دہلی و آگرہ و جونپور و بہار وغیرہ تک کو فتح کر لیا تو اکثر طوائف اقوام ہنود و اسلام نے اطاعت انتیار کی مگر اب اُنھوں نے سرکشی کی۔ ولایت ہندمیں رانا سنگا کا استیلا ایسا ہوا کہ بڑے بڑے راجاؤں نے اس سے مدارا و مواسا کرلی اور بلاد اسلام میں قریب دو سو شہروں کے اُسکا حکم ایسا بلند ہوا کہ اُس نے مساجد و معابد کو خراب کرکے ان شہروں کے مسلمانوں کے عیال و اطفال کو اسیر کیا۔ دس بڑے بڑے نامی ہندو اُسکے طرفدار تھے جنکی سپاہ کی تفصیل یہ ذکر کہ (۱) صلاح الدین ۳۰ ہزار سوار (۲) راول اودے سنگھ باگری ۱۲ ہزار سوار (۳) میدنی راے بارہ ہزار سوار (۴) حسن خاں میواتی بارہ ہزار (۵) بارہل اندری چار ہزار (۶) برت راے امات ہزار سوار (۷) سردی کچی ۶ ہزار سوار (۸) بیرم دیو چار ہزار سوار (۹) ہرسنگھ

چار ہزار [illegible] بھیرہ و خاں و لد سکندر، پاس اگرچہ کوئی ولایت و پرگنہ نہ تھا مگر چونکہ ۱۰ ہزار سوار اُس امید پر جمع کیے تھے کہ میں سردار ہو جاؤنگا۔ غرض ولایت و پرگنہ کے قاعدہ کے موافق اس پاس و دلاور ایک ہزار سوار تھے۔ اور ۱۲ جمادی الاخری ۹۳۲ھ کو موضع خانوہ (کانوہ) میں بادشاہی لشکر آیا۔ تمیم نے لشکر اسلام سے لڑنیکے لیے ہاتھی بھی بہت جمع کیے تھے وارد ہوئے اسلام سے مقابلہ و کارزار میں آئے۔ لشکر اسلام نے بھی اپنی صف بندی کی اور ترکوں نے سر پر اپنے خودوں کو چمکایا اور بطریق غزات، رزم تفنگچیوں اور رعد اندازوں کی پناہ کے لیے سپاہ کے آگے ارابوں کی صفیں مرتب ہوئیں۔ میدان جنگ میں طرفین کے لشکر شائستہ آئین کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ بابر نے حکم دیا کہ کوئی شخص بے حکم اپنی جاے حرکت نہ کرے اور بے اجازت میدان جنگ میں قدم نہ رکھے پہروں تک آتش جنگ مشتعل رہی۔ براوغار و جراوغار میں بہت آدمی قتل ہوئے اور مخالفت کے جراوغار نے بادشاہ کے یراوغار کی طرف جنبش کر کے خسرو گوکلتاش و ملک قاسم و بابا قشقہ پر حملہ کیا۔ بابر نے چین تیمور سلطان کو اُس کی کمک کو بھیجا۔ اُس نے مردانہ دستبرد کر کے مخالفوں کو اُن کے قول کے عقب کے رخ پر پہنچایا جس کے بعد دمیں یہ فتح اُن کے نام پر لکھی گئی۔ مصطفےٰ رومی نے بادشاہ کے لشکر میں سے ارابوں کو آگے لا کر تفنگ و ضرب زن اپنے مخالفوں کی صفوں پر لگائے کہ اُن کو توڑ دیا اور بہت سے مخالفوں کو ہلاک کر کے خاک میں ملایا۔ دشمنوں کی سپاہ پے در پے نئی آتی تھی۔ بابر بھی متواتر چیدہ و چیدہ سپاہ کمک کے لیے بھیجتا تھا۔ ایک دفع قاسم حسین سلطان و احمد یوسف و قوام بیگ کو حکم ہوا۔ دوسری دفعہ ہندو بیگ توپچین مامور ہوا۔ تیسری دفعہ محمدی گوکلتاش و خواجگی اسپ کو فرمان ہوا۔ بعد ازاں یونس علی و شاہ منصور برلاس و عبد اللہ کتابدار اُن کے پیچھے دوست اتالیک آقا و محمد خلیل اختہ بیگی کمک کے لیے مامور ہوئے۔ مخالف کے براوغار نے بابر بادشاہ کے لشکر جراوغار پر حملہ کیا۔ کبھی تیروں سے کبھی خنجر و شمشیر سے طرفین کے آدمی کام آئے بادشاہ کے حکم سے مومن اتکہ رستم ترکمان دشمن کی سپاہ کے پیچھے جا کر حملہ آور ہوئے۔ خواجہ خلیفہ کے ملازم ملا محمود اور علی اتکہ باشلیق اُن کی کمک کو گئے۔ محمد سلطان مرزا، ابدال سلطان عبد العزیز میر آخور و تتق قدم قراول و محمد علی جنگ جنگ و شاہ حسین یارنیگی مغول خانجی نے محاربہ میں دست کشائی کر کے بائے ثبات تھکا گیا۔ اور خواجہ حسین نوآموں کی ایک جماعت

لے کر اُن کی کمک کو گیا۔ طرفین کے بہادروں نے جانفشانی میں جانفشانی کی۔ جب کارزار میں دو گھڑی ہوئی تو بادشاہ نے اپنے خاص ملازموں کو جو ارابوں کے پیچھے لیے بیٹھے تھے حکم دیا کہ شیر پنجیروں میں چھوڑ دیں اور دونوں طرف سے لڑائی شروع کریں۔ غرض اُنھوں نے داد دلاوری اور دلیری دی۔ تلواروں کی چمکا چمک و تیروں کی سنسناہٹ کی آواز بلند ہوا۔ ناموَر العصر علی قلی مع اپنے توابع کے لشکر کے آگے کھڑا تھا۔ تفنگ اندازی اور ضرب زنی تفنگ چلانے میں کارنامہ دکھا رہا تھا۔ اس اثنا میں بابر نے حکم دیا کہ توپیں آگے لے جائیں۔ وہ روانہ ہوئیں۔ اور وہ خود لڑائی میں مصروف ہوا اور ایک دفعہ دشمن پر حملہ کیا۔ جب دن پچھلے کو ہوا تو قتال و جدال کی آگ نے خوب اشتعال پایا اور بادشاہ کے میمنہ میسرہ نے دشمن کے میمنہ و میسرہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ دشمن نے قول شاہی کی چپ و راست پر حملہ کیا اور اُس کے بہت قریب آگئے۔ غرض بادشاہ کی سپاہ نے دشمنوں پر ایسا دلاوری سے حملہ کیا کہ ایکا قدم میدان جنگ سے اکھڑ گیا اور وہ بھاگ گئے۔ حسن خاں میواتی تفنگ کی ضرب سے فنا ہوا۔ راول اُدے سنگھ ولی ولایت نگرکوٹ۔ مانک چند چوہان۔ راے چندر بھان و ولیت رائے دلکنو۔ کرم سنگھ۔ ہوگر اور بہت سے بڑے بڑے امرا رانا سنگھ کے مارے گئے اور کئی ہزار آدمی زخمی ہوئے۔ بادشاہ نے محمد علی کوکلتاش و عبد العزیز میر آخور و علی خاں اور بعض اور امیر کو رانا سنگھ کے تعاقب میں بھیجا۔

بابر نے مخالفوں کو جنگ گاہ سے بھگا کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اتنے میں رات ہو گئی دشمنوں کے لیے روز سیاہ تھا اور دوستوں کے لیے شبستان عشرت تھی۔ بابر اپنی منزل گاہ میں آیا۔ اس فتح کی تاریخ شیخ زین صدر نے فتح بادشاہ اسلام کہی۔ ایک اور شاعر کو بھی اس تاریخ کا توارد ہوا۔ بعد اس فتح کے طغرا میں بابر کے نام کے ساتھ غازی لکھا گیا۔ زمین ناں کے ختم کے بعد بابر نے ترکی زبان میں ایک رباعی لکھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے واسطے میں صحرا میں آوارہ ہوا کفار و ہنود سے لڑا میں نے تو عزم جزم یہ کیا تھا کہ شہید ہوں مگر میں غازی ہوا

دشمنوں کا لشکر میرے لشکر سے دو کوس تھا میں نے دشمن کے تعاقب میں محمدی و عبد العزیز و علی خاں اور امیروں کو بھیجا۔ مگر مجھے کسی اور طرف سے نکلنا چاہیے تھا بلکہ خود جانا چاہیے تھا۔ تمام شب کی جو تعیش و خوشحالیاں کرتا تھا فتح کی مبارکباد دینے آئیں میں نے اُن کو بہت گالیاں دے کر

دل کی بھڑاس نکالی۔ اگرچہ وہ کافر دشمن دشوم نفس اور بہت مغرور و سرکش تھا مگر قدیمی نوکر تھا
ایک لاکھ تنکہ انعام دیکر میں نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ میری قلمرو میں نہ رہے یہ لڑائی ایک پہاڑی کے پاس
ہوئی تھی میں نے وہاں دشمنوں کی کھوپڑیوں کا مینار یادگار بنوایا۔ جب مجھے فتح ہوئی تو میں نے محمد علی
جنگ جنگ و شیخ گوزن اور افسروں کے ساتھ بڑا لشکر الیاس خاں کے مفسدہ کو مٹانے کے
لیے دوآبہ کو روانہ کیا۔ اس الیاس خاں نے دوآبہ میں بڑا غدر و شور مچا رکھا تھا۔ کول پر
قبضہ کیا۔ کجک علی کو قید کیا۔ جب میرا لشکر پہنچا تو الیاس خاں نے جانا کہ اس لشکر کا سامنا
نہو سکے گا چاروں طرف کی راہ لی۔ کوئی ادھر گیا کوئی اُدھر تھوڑے دنوں بعد جب میں آگرہ میں آیا
تو الیاس خاں پکڑا ہوا آیا میں نے اُسکی زندہ کھال کھچوائی۔ میوات کا ملک دہلی کے قریب ہے اور اُسکی
آمدنی تین چار کروڑ تنکہ کی تھی حسن خاں میواتی کو ریاست یہاں کی وراثت میں ہاتھ لگی تھی اسی
خاندان میں حکومت دو سو برس سے چلی آتی تھی و بادشاہ دہلی کا مطیع برائے نام تھا۔ سلاطین ہند
کو کبھی پوری حکومت ملک میوات پر میسر نہ ہوئی اسکا سبب یہ ہوا ہوگا کہ میوات کا ملک فے اخ تھا۔
پہاڑ اُسمیں بہت تھے۔ ان پہاڑوں میں میواتیوں کو پناہ لینے کا خوب موقع ملتا تھا جب میں نے ملک ہند
کو فتح کیا تو سلاطین سابق کے موافق حسن خاں پر میں نے بھی نہایت عنایت کی مگر اس کا نزعت اخلاق
نے میری اس مروت و عنایت کا کچھ خیال نکیا۔ اُسکا دل ہندوؤں کی طرف راغب تھا جتنے فساد برپا
ہوئے سب کا بانی مبانی وہی تھا۔ اس لیے میں نے ہندوؤں کا ملک چھوڑ دیا۔ اور اس ملک کی نظم و نسق کا
ارادہ کیا۔ میں چار پانچ کوچ کر کے قلعہ الور کے پاس پہنچا یہ میواتیوں کا دار الفرار تھا حسن خاں کے
باپ دادا کا دار السلطنت بجا رہا تھا۔ ایک شخص کرم چند حسن خاں کے سرداروں میں تھا اور وہ اُسوقت
بھی آگرہ میں آیا تھا کہ حسن خاں کا بیٹا طاہر خاں قید تھا۔ اب اُسنے اس طاہر خاں کی طرف سے مراسم شاہانہ
کی التجا کی میں نے اُسکے ساتھ عبد الرحیم کو بھیجا اور خط و لکھدیے جس سے طاہر خاں کے دل کو تسلی اور
تسکین ہو۔ اور خوف جاتا رہے اُس پر وہ میرے پاس چلا آیا اور میں نے اُس پر عنایت کی اور
اُس کو ایک برگنہ لاکھ تنکہ کا جاگیر میں دیا۔ اور بعین تیمور سلطان کو شہر تجارا دیدیا۔ پھر میں قلعہ الور میں
گیا اور وہاں ایک شب رہا۔ غرض میوات کا انتظام پہلے سے اچھا ہو گیا۔ اور الور کے پاس سے
ممالک کابل کے انتظام کے واسطے شہزادہ ہمایوں کو روانہ کیا۔ وہاں خان مرزا کا انتقال ہو گیا تھا

ایک ساتھ وہ فرق ہی تھا جنھوں نے کابل جانے کی رخصت اس لڑائی سے پہلے چاہی تھی اور بہت سا
[illegible] کر دیا۔ محمد علی جنگ جنگ اور سرداروں کو اس کام پر متعین کیا کہ حسن خاں میواتی
[illegible] خان نے جو چندوار اور ابری میں اور قطب خاں نے حواٹاوہ میں بغاوت اختیار کی ہی اُسکا
[illegible] اگر حسن خاں تو بے لڑے میدان سے بھاگا۔ دریا پار جاتا تھا کہ راہ ہی میں دریا نما میں ڈوب
[illegible] یاں کہیں آوارہ ہو کر چلا گیا۔ جن کا فساد دور کرنے کے واسطے محمد سلطان مرزا قنوج کو روانہ
[illegible] وہ خیر آباد کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۹۔ ذی الحجہ ۹۳۴ھ کو بادشاہ کول اور سنبھل میں شکار کھیلتے گیا۔ پھر
[illegible] ہنڈاکو کر آگرہ میں آیا۔ غرض جن صوبوں کا انتظام لڑائی کے سبب بگڑ گیا تھا چھ مہینہ میں سب درست
[illegible] یں۔ برس دن کے اندر اندر گنگا پار کے ملکوں میں صوبہ اودھ کے سوا بابر کی سلطنت قائم
[illegible] گئی۔ فقط صوبہ اودھ میں ایک گروہ افغانوں کا باقی تھا۔ اُسکی سر کوبی کیواسطے فوج روانہ کیگئی۔

۹۳۴ھ میں بابر نے چندیری پر چڑھائی کی۔ وہ اپنے واقعات میں لکھتا ہے کہ ربیع الاول
[illegible] ویں تاریخ دوشنبہ کے دن چندیری فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اور جلیسر اور کجوہ
[illegible] ہوتا ہوا چندیری سے تین کوس پر خیمہ ڈالا۔ حصار چندیری پہاڑ پر واقع ہے اور سارا شہر اور قلعہ
[illegible] ڈھلان پر بنا ہوا ہے۔ پھر آگے بڑھ کر تمام لڑائی اور مورچوں کی تیاری کی اور قلعہ فتح کرنیکا
[illegible] سلطان مع کیا۔ چندیری پہلے مانڈو (مالوہ) سے علاقہ رکھتی تھی سلطان ناصر الدین کی وفات
[illegible] اُسکا ایک بیٹا سلطان محمود مانڈو کا مالک ہوا اور اُس کا دوسرا بیٹا محمد شاہ چندیری پر
[illegible] ہوا۔ اور سلطان سکندر لودی سے حمایت کا طالب ہوا۔ سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو
[illegible] اُس کی حمایت کی۔ پھر سلطان ابراہیم کے وقت میں محمد شاہ مر گیا۔ اور ایک کم عمر بیٹا احمد شاہ
[illegible] گیا۔ سلطان ابراہیم نے اس احمد شاہ کا کام تمام کر کے ایک اپنا آدمی وہاں حاکم
[illegible] اور رانا سنگا ابراہیم سے لڑنے کے واسطے دھولپور تک آیا۔ تو اُس شاہزادہ کے
[illegible] اُس کے خلاف ہو گئے۔ غرض رانا سنگا کے ہاتھ چندیری آگئی اُس نے میدنی راے کو یا نکا
[illegible] دیا۔ اب اس وقت وہ یہاں راجہ تھا اور پانچ ہزار سپاہ پاس رکھتا تھا میں نے اُس
[illegible] پیغام بھیجا کہ چندیری میرے حوالہ کر دے۔ اور اُس کے عوض میں شمس آباد لے لے مگر اُسکے
[illegible] کاروں نے اس مصلح کو نہ ہونے دیا۔ غرض میں نے چندیری کا محاصرہ کیا۔ دوسرے

ان مصورین مایوس ہوگئے۔ اور وہی کام ہو مایوسی کی حالت میں راجپوت کیا کرتے ہیں کیا کہ اپنے
بہو بچوں کو قتل کیا اور برہنہ ہو جان لڑانے کے واسطے وہ نکلے۔ جو سلمان قصیل پر چڑھے ہوئے
تھے ان کے سامنے آئے اُن کو مار کر ہٹا گئے۔ یا اور قصیل سے کود کر خوب دل کھول کر لڑے۔ اور
آخر کو مغلوب ہو کر سب کے سب کام آئے۔ دو تین سو راجپوت میدنی راؤ کے گھر میں گھس گئے اور
آپس میں اس طرح قتل ہو گئے کہ ایک آدمی تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور اُس کے گرد سب
راجپوت جمع ہوئے اور خوشی خوشی اپنی گردن اُس کی تلوار کے آگے جھکاتے گئے اور سر اڑتے
گئے۔ اور میدنی راؤ بھی اسی طرح قتل ہو گیا۔ دو تین گھڑی میں یہ مشہور قلعہ خدا کی عنایت سے
بے تہ لگ گیا۔ فتح دار الحرب اس کی تاریخ ہوئی۔ یہاں بھی ایک مینار ہندوؤں کی کھوپڑیوں کا پیدا
پر قائم کیا۔ دوسرے دن قلعہ کی بابر نے سیر کی۔ اور ملو خان کو یہ قلعہ سپرد کیا۔ اور یہ ارادہ
ہوا کہ بھیلسہ اور چیتوڑ کو فتح کیجیے مگر یہ ارادہ اس سبب سے فسخ ہوا کہ جب چندیری کا محاصرہ ہوا
تھا تو خلیفہ نے وہ ایک خط دیے۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ پورب کو جو سپاہ روانہ ہوئی تھی وہ بے ترتیب
کوچ کر رہی تھی اُس پر افغانوں نے حملہ کیا اور شکست دے کر پریشان اور منتشر کر دیا۔ وہ لکھنؤ کو چھوڑ کر
قنوج میں جمع آنی ہے۔ جب چندیری فتح ہو چکی تو بادشاہ نے اس باب میں صلاح اور مشورہ کیا۔
سب کی مرضی ہوئی کہ پہلے سرکشوں کا سر کچلنا چاہیے۔ اس لیے وہ سب مقبوضے ممالک خود
کی فتح کے مجموعے اور چندیری احمد شاہ کو جو سلطان ناصر الدین کا پوتا تھا سپرد کی اور اُس
اقرار ٹھیرایا کہ بچاس لاکھ ٹنکہ خزانہ شاہی میں سالانہ داخل کیا کرے۔ اور جمادی الاول کی گیارہویں
تاریخ اتوار کے دن اس مہم پر بابر شاہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچا جہاں چمنا اور چنبل ملتے ہیں یہاں
اُس پاس خبر آئی کہ جو فوج قنوج میں اُس کی تھی وہ برابری میں ہے۔ اور تمس آباد کو قلعہ
جس میں ابو محمد نیزہ باز کی فوج تھی دشمنوں نے حملہ کر کے لے لیا ہے۔ اس خبر کو سنکر بابر شاہ جلد
پٹ ورہا کو عبور کر کے قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ اور آگے فوج کو دشمنوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا
جب وہ دو تین منزل پر تھا تو اُس پاس یہ خبر آئی کہ حسن اور شیخ بایزید معروف افغانوں کے
سردار اُس کے آنے کی خبر سنکر قنوج سے گنگا پار اُتر گئے ہیں اور مشرقی کنارے پر گنگا کے

فوں نے پڑاؤ ڈالا ہے۔ غرض بابر بھی قنوج میں پہنچا۔ یہاں بیس چالیس کشتیاں جا بجا سے
ع کر کے گنگا کا پل باندھنا شروع کیا۔ اور استاد علی قلی نے بھی اپنے توپخانے کو چلانا
شروع کیا۔ اور ایک توپ بھی جسکا نام دیگ غازی تھا وہ بھی چلائی گئی۔ غرض اس توپخانہ
کی نوبیں پہلے دن آٹھ دفعہ اور دوسرے دن سولہ دفعہ چلیں اور اسی طرح پانچ چھ روز
تک وہ چلتی رہیں۔ اور پل بنتا رہا۔ جب پل تیار ہو گیا تو سپاہ نے عبور کیا۔ یہاں بابر نور وز اور
بام کے سعود اور منحوس ہونے کے حساب میں رہا نہیں وہ دشمنوں کا جلد کام تمام کرتا۔ افغان بھی
نی صفیں باندھ کر اور ہاتھیوں کو سامنے کر کے لڑائی کے میدان میں آئے اور لڑائی ہوئی اور
فغان میدان سے بھاگے۔ اور مہین تیمور سلطان اُنکے تعاقب میں گیا۔ مگر چونکہ سپاہ اس تعاقب
میں گئی اُسنے کچھ کام نہ کیا۔ بابر خود بھی لکھنؤ میں پہنچا اور گومتی کے پار اُترا۔ اور اجودھیا سے دو
تین کوس پر پہنچا۔ شیخ بایزید بھی کہیں یہیں تھا۔ بابر کی فوج اُسکے پیچھے روانہ ہوئی تو وہ جنگل میں
بھاگ گیا۔ بابر یہاں چند روز مقیم رہا۔ اور اودھ کا خاطر خواہ بندوبست کیا۔ غرض دشمنوں کو گھاگھرا
پار نکال دیا۔ اس سال کا باقی حال واقعات بابری میں نہیں پایا جاتا۔ اب بابر بادشاہ کا ارادہ گوالیار
کی سیر کا ہوا۔ جنابار ہو کر قلعہ آگرہ میں آیا۔ اور یہاں اسکو بخار آنا شروع ہوا اور اس حالت
مرض میں اُس نے خواجہ عبید اللہ احرار کے رسالہ والدیہ کو نظم کیا۔ پھر نصف صحت ہوا اور اُسکا
دیکھنا عالیشان ہوا۔ اُسکی عادت تھی کہ مصیبت کے دنوں کو ایسی ایسی دل لگیوں اور شغلوں میں کاٹتا۔

بابر لکھتا ہے رانا سنگا کا ایک بیٹا رانی ہرو مادی سے بکرماجیت تھا وہ رنتھنبور میں رہتا تھا ایک
بڑا معتبر سردار اُسکا اسوک نامی میرے پاس پیغام لایا کہ راجہ حضور کی فرمانبرداری کے واسطے اپنے
مکرا کو نذرانہ دینے کے لیے موجود ہے مینے اُسپر کہا کہ مجھکو یہ امر منظور ہے وہ قلعہ رنتھنبور میرے حوالے
کرے میں اُسکو اُسی قدر جاگیر دیدونگا جسقدر وہ مانگتا ہے۔ یہ پیغام لیکر آگرہ واپس گئے اور جب
دوبارہ میں آیا تو ایک دن ملاقات کا بکرماجیت کے آدمیوں کے ساتھ مقرر کیا۔ مگر اُس روز معین
کوئی آدمی حاضر نہوا۔ بعد چند روز کے پھر اسوکا آیا اُس نے بکرماجیت اور اُس کی ماں کو خود
بابر کو حال گذرا تھا سنایا۔ یہ بات وہ بابر کی اطاعت پر راضی ہو گئے۔ جب رانا سنگا نے صلح
نمود کی شکست دی تھی اور قید کیا تھا اُس پاس ایک تاج اور کمربند بڑا گراں بہا تھا۔ رانا نے

جب اُس قیدی کو رہا کیا تو یہ دونوں چیزیں اُس سے لے لیں اب وہ بگرا جیت پاس تھیں یہ
دونوں بیش بہا تحفے میری پیش کش میں آدمی کے ہاتھ بھیجے اور نقصبور کے عوض میں بیانہ گنگا
مگر شمس آباد میں نے اُسکو دیا۔

میں شکار کھیل رہا تھا کہ آگرہ سے خلیفہ نے خط بھیجے اُن میں یہ لکھا تھا کہ شاہ سکندر لودی
کے بیٹے محمود نے بہار کو فتح کر لیا (یہ محمود وہی ہے جو رانا سنگا کے ساتھ بابر سے لڑا تھا) اس خط کو
پڑھتے ہی میں ایک دن میں آگرہ کے اندر آ گیا۔ اور مشورہ سے یہ امر قرار پایا کہ ممالک شرقیہ
کی فتح کے واسطے میں خود جاؤں۔ غرض سب سپاہ کا سامان تیار کر کے ۹۳۵ھ میں میں دام
ہوا و کدکی میں پہنچا یہ مقام ہر گنہ کڑہ میں ہے یہاں یہ متواتر خبر آئی کہ سلطان محمود پاس ایک لاکھ
لشکر جمع ہو گیا ہے اور اس نے شیخ بایزید اور بتن کو بہت سا لشکر دیکر سردار کی طرف روانہ کیا ہے
اور وہ خود اور فتح خاں گنگا کے کنارہ پر پڑا ہے اور چنار گڈھ پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے۔ اور شیر خاں
کو جسپر مینے بہت سے احسان کیے تھے اور بہت سے پرگنے جاگیر میں دیے تھے۔ اور اس طرف
میں اُسکو حاکم بنایا تھا وہ بھی افغانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔ غرض یہ سب جمگھٹ بنارس کی
طرف آیا۔ سلطان جلال الدین کے آدمی بنارس کو ان دشمنوں سے نہ بچا سکے بنارس کو چھوڑ
کر چلدیے اور یہ بہانہ بنایا کہ وہاں قلعہ میں ہم آدمی اپنے چھوڑ آئے ہیں کہ وہ اُسکی حفاظت کے
واسطے کافی ہیں۔ اور ہم آگے گنگا کے کنارے پر لڑنے کے لیے چلے آئے ہیں۔ تھوڑے
دنوں بعد محمد بخشی کشتی میں سوار ہو کر دوسری طرف سے گنگا کے آیا اور یہ خبر لایا کہ محمود خاں
پسر سلطان سکندر لودی جسکو افغانوں نے محمود شاہ بنایا تھا اُس کا یہ حال ہوا کہ جب لشکر نے
چنار گڈھ کا محاصرہ کیا اور انکو میرے پاس جانیکی خبر پہنچی تو اُنکے ہوش اُڑ گئے اور گھبرا کر ادھر اُدھر
بھاگنے لگے اور چنار کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور بنارس پر جو افغان بڑھ آئے تھے وہ بھی اُلٹے ایسے بے دم
پاؤں بھاگے کہ درمیان میں دو کشتیاں اُنکی ڈوب گئیں۔ اور بہت سے آدمی اُنکے دریا میں خاک کے اندر
مل گئے۔ پھر میں نے جمنا کے کنارے سے کوچ کیا اور چنار کے قلعہ کی سیر کی۔ یہاں باقی خاں خبر لایا
کہ محمود خاں دریا سون کے کنارہ پر پڑا ہوا ہے۔ میں نے امیروں سے صلاح و مشورہ کیا تو یہ
قرار پایا کہ کوچ پر کوچ کر کے جلد تر اُسکی خبر لینی چاہیے۔ اس میں توقف نہ کرنا چاہیے۔ غرض میں

ہاجپور میں پہنچا اور چوسہ (چوسر) میں مقام کیا۔ اور اور لشکر نے کرم ناسا پر خیمے ڈالے۔ یورب
میں اُسوقت لوہانی اور لودی افغانوں میں آپس میں لڑائی جھگڑے ہو رہے تھے بہت سے طرفدار
جلال خاں لوہانی پسر محمد شاہ لوہانی کے ہو رہے تھے۔ اس جلال خاں نے بابر پاس پیغام بھیجا
کہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانوں کے ہاتھ سے اُس نے صدمہ اُٹھایا
تھا۔ اور وہاں سے بھاگ کر بابر پاس آیا تھا۔ ان باہمی فسادوں ہی نے افغانوں کی قوت کو توڑ دیا
کر دیا۔ اب بہار گنگا کے جنوب میں بابر کے تصرف میں تھا اور شمال میں شاہ بنگال کے قبضہ میں
اس بادشاہ پاس بہت سی فوج اب بھی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ سلطنت دہلی میں سے جسقدر ملک اُسکے
قبضہ میں خاصی پر اکتفا کرے۔ اور باقی ملک پر جو لوگ قابض ہیں اُن سے لڑائی جھگڑا کرے۔ اس
بابر نے اُسکا سفیر اسمٰعیل متا بابر کے پاس رہتا تھا۔ بابر نے اس سفیر کو اور ایک اپنے آدمی
کو شاہ بنگال پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ وہ اپنی تمام فوج کو اُس ملک سے جہیں وہ کوچ کر رہا ہے اپنے
ملک میں لے لے۔ اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس سپاہ کو خیر و عافیت سے ترک اُس پاس پہنچا دینگے اور
راہ میں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ اگر اس امر سے شاہ بنگال انکار کریگا تو خود اپنے پاؤں میں
کلہاڑی مارے گا۔ اور جو آفت اُس پر پڑے گی وہ اپنے ہاتھ سے اُس پر آئیگی۔ غرض اس بات کا
جواب نہ آیا۔ اور بابر سے صبر نہ ہو سکا وہ گنگا سے اُتر کر بنگالیوں سے لڑنے لگا۔ اگرچہ بابر گنگا پار
اُتر گیا تھا۔ مگر گاگرا ابھی باقی رہا تھا غنیم وہاں پڑا تھا جہاں گیا گرا اور گنگا یہ دونوں دریا ملتے ہیں۔ بنگالیوں
اس کشتیوں کا سامان ایسا اچھا تھا کہ اُس نے بنگالیوں کی کشتیوں کو مار ہٹا کر بھگا دیا۔ اگر یہ
مصیبت پیش نہ آتی تو وہی کشتیاں بابر کے حق میں سنگِ راہ ہوتیں۔ بنگالیوں نے بابر کو اُترنے
سے روکا۔ بنگالی توپ چلانے میں بڑے استاد مشہور تھے اس طرف بھی عمدہ توپچی موجود تھا۔
غرض دونوں طرف سے توپوں کی مار شروع ہوئی۔ دریاؤں کے پار جا کر لڑائیاں شروع ہوئیں
بابر کی فوج نے بنگالیوں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ اور بہت سے سپاہیوں کو قید کر لیا۔ پھر شاہ
بنگال سے صلح ہو گئی۔ اور جب بابر کا ارادہ آگرہ کا ہوا تو اُس کو یہ خبر ملی کہ بن اور بایزید بنگال کی
طرف سے گاگرا پار اُتر گئے ہیں اور لکھنؤ پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہاں کے قلعہ میں گھاس ایک جگہ بہت سی جمع
تھی اُس میں آگ لگ گئی۔ اس آگ کی گرمی سے قلعہ تنور ہو گیا۔ اور اُسکی فصیل پر کھڑے رہکر اُنا

دشوار ہو گیا۔ اور اُسکے پیچھے جو لشکر روانہ ہوا اُس نے اُنکو بندیل کھنڈ میں گنگا جمنا دوآبہ برباد کر دیا۔ اب برسات آگئی۔ بادشاہ آگرہ میں آگیا۔ اور باغ ہشت بہشت میں مزے اُڑانے لگا اور بنگالہ سلطان جنید برلاس کے سپرد کر دیا۔ اب آگے اُس سے واقعات بابری میں کچھ نہیں لکھا اسی بیان پر اُس کا خاتمہ ہو گیا۔

اب اس گل کی بھی خزاں آگئی۔ مرنے سے پندرہ مہینے پیشتر بیشتر مزاج کچھ نہ کچھ مرض میں مبتلا رہتا تھا۔ اپنی واقعات میں بھی اس زمانہ کا کچھ حال نہیں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم کا زور بھی ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ اور سستی اور کاہلی نے چستی و چالاکی کی جگہ لے لی تھی۔ ہمایوں بغیر اُس کی اجازت کے کابل سے چلا آیا۔ ہمایوں کا حال یہ ہے کہ بابر ممالک کابل و بدخشاں کے انتظام و استحکام کو اپنے ذمے واجب جانتا تھا۔ اس نے ۹۱۷ھ میں جب خان مرزا کا انتقال ہو گیا تو ہمایوں کو بدخشاں مرحمت کیا اور اُسکو بہت ملازموں کے ہمراہ ۹۔ رجب کو ۹۱۷ھ کو وہاں روانہ کیا۔ جب ۹۱۸ھ میں بدخشاں سے قاصد خبر لائے کہ ہمایوں نے چالیس پچاس ہزار سپاہ جمع کر کے مُہم قندز کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور حرف صلح بھی درمیان ہے۔ بابر نے اُسی وقت ہمایوں کو منشور لکھا کہ اگر کار مصالحت سے بابر نہ ہو گیا ہو تو جب تک مہم ہندوستان صاف نہو صلح رکھنی چاہیے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کار ہندوستان جو قریب الاختتام ہے تمام کر کے میں خود وہاں آؤں گا۔

ہمایوں ایک سال تک بدخشاں میں عشرت پیرا رہا کہ یکبارگی باپ کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ بدخشاں پر سلطان ویس کو جسکا داماد میرزا اسلیمان تھا حوالہ کر کے قبلہ و کعبہ کی طرف چلا ایک روز میں کابل آیا۔ میرزا کامران قندھار سے کابل میں آیا ہوا تھا۔ عیدگاہ میں دونوں بھائیوں میں ملاقات ہوئی۔ میرزا کامران نے حیران ہو کر بھائی سے پوچھا کہ کیوں جاتے ہو فرمایا کہ باپ کا اشتیاق کشاں کشاں مجھے لیے جاتا ہے مرزا ہندال کو کابل سے بدخشاں کی حراست کے لیے بھیجا۔ اور تھوڑے دنوں میں باپ کے پاس دار الخلافت آگرہ میں پہنچا۔ میرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں یہ لکھا ہے کہ ۹۳۵ھ میں بابر نے ہمایوں مرزا کو طلب کیا۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہے کہ میرزا خان ابن سلطان محمود مرزا ابن ابو سعید مرزا نے جو بدخشاں میں تھا وفات

ہمایوں کے آنے کا حال تاریخ رشیدی میں لکھا ہے

پائی تو اس کا ایک بیٹا سلیمان تھا اُسکو بابر نے اپنے پاس بلا لیا اور اپنے سب سے بڑے بیٹے ہمایوں مرزا کو بدخشاں بھیجا۔

۹۲۶ھ سے ۹۳۵ھ تک ہمایوں مرزا بدخشاں میں باپ کے ساتھ تھا۔ جب ہندوستان فتح ہوا تو اسوقت بادشاہ کے دو بیٹے صد شباب کو پہنچے تھے اُن میں سے ایک ہمایوں مرزا کو اپنے پاس بلا لیا اس لیے کہ فرزندوں میں سے ایک اپنے پاس رہے۔ اگر واقعہ ناگزیر پیش آئے تو جانشین پاس ہو۔ ان وجوہ سے بادشاہ نے ہمایوں مرزا کو ہندوستان میں طلب کیا۔ اہل بدخشاں نے ہمایوں مرزا سے عرض کیا کہ بدخشاں کے پیچھے ازبک لگے ہوئے ہیں اور قدیم کینہ ہم رکھتے ہیں آپ تو ہندوستان جاتے ہیں بدخشاں کی حفاظت ہمارے نہیں ہو سکے گی۔ ہمایوں مرزا نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے مگر میں باپ کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں بہت جلد کسی اپنے بھائی کو بھیجدیتا ہوں۔ آدمیوں کو اس طرح تسلی دیکر اُس نے ہندوستان کی راہ لی۔ اہل بدخشاں مایوس ہوئے۔ ہمایوں ہندوستان میں آیا۔ فقیر علی کو بدخشاں میں اُس نے مقرر کیا۔ ہمایوں باپ کے پاس مدتوں تک رہا تھا اور باپ اُسکے ساتھ مصاحبانہ سلوک کرتا تھا اور بارہا کہا کرتا تھا کہ ہمایوں مصاحب بے بدل ہے۔ جب ہمایوں بدخشاں سے چلا آیا تو سلطان سعید خاں کاشغر کے خوانین میں سے تھا اور نسبت خویشی کی بابر کے ساتھ رکھتا تھا رشید خاں کو بارگند میں چھوڑ کر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان ویس کو طلب کیا۔ پہلے اس سے کہ وہ بدخشاں میں پہنچے مرزا ہندال بدخشاں میں آگیا تھا اور قلعہ ظفر کو اپنا عشرتکدہ بنایا تھا ملک میں امن امان تھا۔ سعید خاں نے تین مہینہ قلعہ کا محاصرہ کیا مگر بے بہرہ کاشغر کو اُٹھا گیا تھا۔ ہندوستان میں بابر سے یہ کہا گیا کہ کاشغریوں نے بدخشاں لے لیا۔ بابر نے بدخشاں کی مہم کے انتظام کے لیے خواجہ قلعہ کو جانے کا حکم دیا۔ خواجہ نے اپنے معاملہ فہمی سے جانے میں تعاقد کیا بادشاہ نے ہمایوں سے کہا کہ تم جانے میں اپنی کیا صلاح جانتے ہو تو اُس نے عرض کیا کہ جب حضور کی ملازمت سے دور ہوا تو مجھے اسقدر آزار و گزند پہنچا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنے اختیار سے حضور کے قدمبوسی سے بعد از ہونگا آگے حضور مالک ہیں بندہ فرمانبردار ہے۔ اسواسطے مرزا سلیمان کو بدخشاں اُس نے رخصت کیا۔ اور سلطان وانیال کو لکھا کہ ہم مرزا سلیمان کو بھیجتے ہیں اُسکو مناسب ہے کہ

بدخشاں حوالہ کردے ہم نے وارث کو میراث سپرد کی ہے آئندہ تمکو اختیار ہے۔ ہم نے پہلے لکھا تھا کہ بدخشاں میں امن امان ہو گیا تھا۔ مرزا سلیمان نے مرزا ہندال کو بدخشاں حوالہ کر دیا اور خود ہندوستان کی طرف چلا۔

بابر نے کچھ دنوں بعد ہمایوں کو سنبھل میں کہ اُسکی جاگیر تھا بھیجدیا تھا۔ چھ مہینے تک وہ وہاں عیش و عشرت میں مصروف رہا کہ یکایک بخار چڑھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑھتا گیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر جا کر پہنچی تو اُس نے بیقرار و بیتاب ہو کر حکم دیا کہ ہمایوں کو دہلی لے جائیں اور وہاں سے کشتی میں بیٹھا کر آگرہ روانہ کریں تاکہ میری آنکھوں کے سامنے حاذق طبیب معالجہ کریں۔ اور اطبا کی جماعت کثیر جو میرے پاس ہی وہ اُسکے علاج میں صحیح تدبیرات کریں دریا کی راہ سے تھوڑے دنوں میں تابوں آگرہ میں آگیا۔ ہرچند اطبا نے علاج میں سر مارا اور صحیح تدبیرات کیں مگر کچھ افاقہ و صحت کی صورت نظر نہ آئی۔ جب ساری طبابت ختم ہو چکی تو ایک روز جمنا کے کنارے پر باغ میں بیٹھا بیٹھا طبیبوں کے ساتھ معالجہ کے باب میں اندیشہ کر رہا تھا کہ میرا بوالبقا کہ اس زمانہ کے عالم افاضل میں سے تھا اُس نے عرض کیا کہ پہلے عاقل بزرگوں سے سنتے چلے آتے ہیں کہ اس طرح کے امور میں جب اطبا ظاہری معالجہ میں عاجز ہوں تو چارہ کار یہ ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ بہتر اور عزیز ہو اُس کو تصدق کرتے ہیں اور خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ اُسوقت بابر نے فرمایا کہ میرے لخت جگر ہمایوں کے نزدیک سب سے بہتر عزیز شے میں ہوں اور اُس کے پاس کوئی چیز مجھ سے زیادہ بہتر و شریف تر نہیں ہے میں اپنے تئیں اُس پر فدا کرتا ہوں خدا قبول کرے خواجہ خلیفہ اور مقربین درگاہ نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں ہمایوں عنایت الٰہی سے صحت حاصل پائیگا اور عمر طبیعی کو پہنچے گا۔ جو پہلے بزرگوں نے صدقہ کے باب میں ارشاد کیا ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ مال دنیا میں جو بہتر ہو وہ تصدق کیجئے۔ پس وہ الماس بے بہا جو خنگ ابراہیم میں ہاتھ لگا ہے وہ ہمایوں کو دیجیے کہ اُنپر سے صدقہ اُتاریں۔ اُس پر بابر نے فرمایا کہ دنیا کا مال کیا وقعت رکھتا ہے اور وہ ہمایوں کا عوض کس طرح ہو سکتا ہے میں خود اپنے تئیں اُسپر فدا کرتا ہوں اُسکا حال ایسا فیصلہ ہو گیا ہے کہ میں اُسکو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ بعد ازاں اُس نے خلوت میں جا کر اپنے خاص طریقہ سے مناجات کی اور تین دفعہ ہمایوں کے گرد صدقہ پھرایا۔ اُسکی دعا قبول ہوئی۔ طبیعت پر گرانی شروع ہوئی تو

اُس نے کہا کہ میں نے ہمایوں کی بلا لے لی ہے۔ فی الفور بادشاہ کو بخار چڑھ آیا اور ہمایوں کے بخار میں تخفیف شروع ہوئی اور تھوڑے دنوں میں صحت کامل عطا ہوئی۔ اور بابر کی طبیعت اور زیادہ بگڑنی شروع ہوئی۔ اُس کے حال سے رحلت و انتقال کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تو بابر نے ارکان دولت اور اعیان مملکت کو بلایا۔ ہمایوں کے ہاتھ پر اُس نے بیعت خلافت کرائی اور اپنا جانشین اور ولیعہد مقرر کیا اور تخت خلافت پر اُسکو بٹھایا اور خود پایہ تخت کے نیچے صاحب فراش پڑ رہا۔ خواجہ خلیفہ و قنبر علی بیگ و تردی بیگ و ہندو بیگ اور ایک جماعت موقت موجود تھی۔ اُن کے روبرو ہمایوں کو یہ نصائح فرمائیں کہ داد و دہش عدل و احسان تحمل رضائے الٰہی۔ رعایت رعایا۔ نگہبانی خلائق تقصیر والوں کا عذر قبول کرنا۔ گنہگاروں کے جرائم بخشنا۔ کار آگہوں کے جرم کی رعایت کرنی۔ سرکشوں کو پامال کرنا۔ بدکاروں کو ہدایت کرنا۔ ان سب باتوں میں اہتمام کرنا اور سب سے زیادہ یہ میری نصیحت یاد رکھنا کہ بھائیوں کا قصہ کرنا گو وہ اُسکے سزاوار ہوں۔ ہمایوں نے باپ کی اس نصیحت و وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ ہمایوں نے کیا کیا جفائیں اُس پر کیں مگر اُس نے کبھی انتقام لینے کا قصد نہیں کیا مگر اُسوقت خلیفہ نظام الدین کو دل میں ہمایوں کی طرف سے کچھ وہم اور خوف پیدا ہوا اُس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ چاہا کہ مہدی خواجہ بادشاہ کا داماد بادشاہ ہو۔ یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی اور دربار اُس کا کہنے لگا تھا۔ اور خواجہ مہدی کو بھی یقین اپنے بادشاہ ہونے کا ہو گیا تھا۔ یہ شاہزادہ نوجوان مزاج کا لاابالی تھا۔ اس لیے میر خلیفہ جانتا تھا کہ وہ میرا ہمیشہ محکوم رہے گا۔ اور میں سلطنت کے مزے اڑاؤنگا مگر خواجہ مہدی سے ایک کام ایسا سرزد ہو گیا کہ وزیر اپنی امید سے ناامید ہوا اور اُسکا حال طبقات اکبری میں یوں لکھا ہے کہ ایک روز خواجہ مہدی کے مکان پر خلیفہ گیا اور مؤلف منتخب طبقات اکبری کا باپ اُسکے ہمراہ تھا کہ اتنے میں اُسکے لیے آدمی دوڑے آئے کہ جلو بادشاہ کا دم ہونٹوں پر ہے خواجہ مہدی خواجہ تعظیماً دروازہ تک پہنچانے گیا۔ اور محمد مقیم پیچھے رہا۔ تعظیم کے سبب آگے نہ نکل سکا خلیفہ باہر نکل گیا تو مہدی خواجہ اپنے آپ پڑھنے لگا کہ خدا چاہے تو خلیفہ اس بیربانی کی کمال کچھ ہوں گے جب اُسنے محمد مقیم کو دیکھا کہ وہ دروازہ پر کھڑا رہا تھا تو اُسکے اوسان خطا ہو گئے محمد مقیم کے کان پکڑ کر خوب اٹھے اور بیٹھے اور بھاگا۔ زبان سے سرسبز ہو بابر بادشاہ محمد مقیم نے یہ اوسان خلیفہ کو سنائی اور کہا کہ خلیفہ پر کیا خبری ہے عاقبت اندیشی کا کام

ہمایوں جیسے دانشمند تجربہ کار اور اُسکے لائق بھائیوں کو چھوڑکر اس سفلہ مزاج کا حامی ہوتا ہی اور سلطنت کو بابر کی نسل سے دوسرے خاندان میں منتقل کرتا ہی۔ اس فہمایش پر وہ اپنے خیال پر سے باز آیا۔ اور راہ راست پر آیا۔ اور ہمایوں کا دوست بنا۔ اور خواجہ کے واسطے بادشاہ کے نام سے حکم دیدیا کہ وہ دربار میں آنے نہ پائے اور نہ کوئی اُس پاس جائے غرض وہ جمادی الاول ۹۳۶ھ کو اُسی باغ میں جسکو بابر نے جمنا کے کنارہ پر لگایا تھا اُس کی بہار عمر آخر ہوئی اور حسب وصیت کے موافق لاش کابل بھیجی گئی۔ اُسپر ایک عالیشان مقبرہ جہانگیر نے بنوایا ہی کہ اب بھی سیاح دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں شمار کرتے ہیں۔ ہشت روزی باد تاریخ وفات ہے ؎

ہمایوں بود وارث ملک وے ۔ ہمایوں کے جلوس کی تاریخ ہی۔ بابر کی عمر پچاس برس کی تھی اور اڑتیس برس اُس نے سلطنت کی۔ خدا کی قدرت سے یہ امر بعید نہیں ہی کہ بابر کی دعا اور التجا جناب الٰہی میں مقبول ہوئی ہو۔ جو لوگ تاثیر دعا کے قائل ہیں وہ بابر ہی کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُس نے دعا کے لیے کیا ہاتھ اُٹھایا گویا جان ہی سے ہاتھ اُٹھایا تھا۔ مگر جو فقط عقل کے پابند ہیں وہ اس رائے کے دینے میں سنگدلی کرتے ہیں کہ مے نوشی کی کثرت نے بابر کو جلد ضعیف کردیا آخر عمر میں اکثر مریض رہنے لگا جب اس حالت ضعف میں اپنے لخت جگر کا یہ حال متغیر دیکھا تو دلپر ایسا صدمہ پہنچا کہ زندہ نہ رہ سکا۔

یہ خلیفہ بابر کے قدیمی رفیقوں میں تھا۔ کیا تعجب کی بات ہی کہ بابر جیسے دانشمند بادشاہ کے روبرو اور ہمایوں جیسے تجربہ کار وارث کے سامنے اُسکو یہ قدرت اور جرات پیدا ہوئی ہو کہ خواجہ مہدی کے بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اب اس تعجب پر تعجب یہ ہی کہ آگے چلکر کہیں تاریخ میں خلیفہ کا نام بھی نہیں آتا نہ اکبرنامہ کچھ اُس کے باب میں بولتا ہی نہ فرشتہ کچھ کہتا ہی معلوم نہیں بیچ میں کون فرشتہ اُسکو کھا گیا۔

بابر نے سلطنت کو اتنا بڑھاکر دنیا سے آگے قدم بڑھایا کہ ہندوکش سے پرے بدخشاں اور قندز تک اور دریاے سیحوں کے تمام جنوبی اضلاع مچ کی سرحد تک اور ہندوکش کے جنوب کی طرف کابل۔ غزنی۔ قندھار۔ ہندوستان میں پنجاب اور کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ سوائے اُسکے افغانستان کے بہت سے کوہستانی اضلاع ایسے تھے کہ

بابر کی وفات

چکے اور اُس کی سلطنت برائے نام تھی۔

بابر کا جو کچھ حال ہمنے لکھا ہی اُسے عادتیں اور خصلتیں اُس کی سمجھ دار سمجھ جائینگے مگر جب تک واقعات بابری کا بیان زبان پر نہ آوے بابر کے کمالات اور فضائل پردہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ اس کتاب میں اُس نے سوانح عمری اپنی ۹۳۶ھ تک بیسک بھی ٹھیٹھ ترکی زبان میں لکھی تھی۔ کہیں کہیں غوطہ بھی لگ گیا ہی۔ ۱۵۰۸ء سے ۱۵۱۹ء تک کچھ حال نہیں لکھا۔ اور سوائے اُس کے کہیں اور بھی کسی کسی زمانہ کا حال چھوڑ گیا ہی۔ اکبر کے ۳۵ جلوس مطابق ۹۹۸ھ میں مرزا خان نے فارسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہی۔ اُس میں نہ توزک تیموری کی سی بناوٹ نہ توزک جہانگیری کی سی طمطراق پائی جاتی ہے۔ واقعات کا ایک بے تکلف بیان سادہ اور سچا کرتا جاتا ہی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عجیب غریب کتاب بے نظیر ہی زبان کی فصاحت بیان کی بلاغت اُس کی اہل زبان کے نزدیک مسلم ہی۔ زبان اسکی ٹھیٹھ ترکی ہی۔ عربی و فارسی الفاظ کا خرچ اُس میں زیادہ نہیں طرز ادا اور انداز بیان دونصف کا ہے کہ اگر اُسکو کھول کر پڑھیے تو کہیں افسانہ کا مزہ آتا ہی۔ کہیں تاریخ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ آج کل کے کسی بڑے محقق جغرافیہ داں کا جغرافیہ پڑھ رہے ہیں جو کبھی کسی ایشیا والے کو لکھنا نصیب نہیں ہوا۔ جن ملکوں میں وہ رہا سہا لڑا بھڑا اُن کا حال تو ایسا لکھا ہی کہ تصویر اُس کی آئینہ کے اندر نظر آتی ہی۔ پہاڑوں کا بیان اُن پر برف گرنے کا منظر اُن پر سپیدوں کو رکھ کر کھلنا۔ سبزہ زاروں کا لہلہانا۔ نہروں کا لہرانا۔ دریاؤں کا بہنا۔ جنگلوں کا گھنا گھنا ہونا غرض کسی بات کو چھوڑا نہیں۔ نباتات اور حیوانات کا حال جو لکھا ہی اور اُس میں ایک ملک کے میووں کی پود دوسرے ملک میں لگانے کی جو چاہتیں اور جو تجویزیں اپنی ملکوں میں جو جانوروں کی پرورش کی ترکیبیں لکھی ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو ایک عجیب قدرت خداداد قدرتی اشیاء کے بیان کرنے کی حاصل تھی۔ خدا نے اُسکو طبیعت ایسی رنگین اور شگفتہ بنائی تھی کہ باوجود زمانہ نے اُسکو اسقدر نشیب و فراز دکھائے ہیں کبھی تخت پر بٹھایا اور کبھی بوریا بیٹھنے کو نہ دیا۔ مگر اُس کا مزاج اس شاہی اور گدائی میں ایک ہی طرح کا رہا جس حال میں رہا خوش رہا۔ جسوقت کہ سمرقند کی سلطنت سے محروم ہوا

اور چپہ بھر زمین اُس پاس نہ رہی تو وہ لکھتا ہے کہ آج میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور بیٹھ بھر کے سویا۔ اگر رزم کا بیان ہے تو دلچسپ ہے اور اگر بزم کا ذکر ہے تو دل کش ہے۔ وہ اپنے شراب کے جلسوں کا ذکر جابجا کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ پہلے پہل شراب ہرات میں چچا زاد بھائیوں نے بڑی منت سے پلائی۔ پھر اُس کا چسکا ایسا لگا کہ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں اُس کا لطف نہ اُٹھایا۔ باروں کے جلسے جماتا۔ اور خوب شرابیں اُڑاتا۔ ایک سنگ مرمر کا حوض بنوایا اور اُس کو شراب سے بالب بھروایا۔ اور اُسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

نوروز و نوبہار و مے و دل رباخوش است ✧ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

دوستوں کو ساتھ لیکر کبھی باغوں کی سیر کرتا۔ کبھی سبز پہاڑوں پر چڑھتا۔ کبھی کشتیوں میں بیٹھتا اور عالم آب کی سیر کرتا۔ کشتیوں کو دوڑاتا۔ آپ گاتا اور اوروں کو گواتا۔ رباب پر ترکی تانوں کو اُڑاتا۔ شراب خود پیتا اور اوروں کو منتیں کر کے پلاتا۔ کبھی کوئی نشہ میں لڑکھڑاتا تو اور یاروں کے ہاتھ اُسے گھر بھجواتا۔ یاروں کے ساتھ دھول دھپا لڑتا۔ خود اُنکو کچھ کہتا اور آپ کچھ سنتا۔ غرض کس کس بات کا بیان کیجیے۔ وہ جن عیبوں کو کرتا ایسے ہنر کے ساتھ کرتا کہ وہ عیب عیب نہ معلوم ہوتے۔ بُرے کاموں میں شہد کی مکھی نہ بنتا کہ جب نکلنے کا قصد کرے پر ٹوٹ کر وہیں رہ جائے۔ بلکہ وہ مصری کی مکھی بنتا کہ مزا اُڑاتا اور جب چاہتا اُڑ جاتا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ بیت ہی چالیس برس کی عمر کے بعد شراب سے توبہ کروں اور پھر اُسے منہ نہ لگاؤں اس لیے اُنتالیسویں برس میں بہت سی شراب پیتا ہوں۔ مگر یہ عہد اُس کا پورا نہ ہوا۔ ۹۳۳ھ میں اُس نے شراب سے توبہ کی ہے۔ وہ اس بادشاہی پر عمر گذشتہ کا تاسف کیا کرتا تھا۔ اپنے لڑکپن کے دوستوں کی یاد میں پہروں رویا کرتا تھا۔ ماہنوں اور عزیز و اقارب کا تذکرہ اس طرح کرتا کہ گویا یہ اُن کی بغل میں بیٹھا ہوا تھا۔ دوست آشناؤں کے سب برے بھلے کاموں کو بے تکلف بیان کرتا خواجہ کلاں اُس کا بڑا دوست تھا۔ کابل میں اسکی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اُسکے ایک خط میں اُس کچھ کاروبار سلطنت کا ذکر لکھا ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ اب میں نے شراب سے توبہ کی ہے۔ تم بھی توبہ کر لو۔ شراب پینے کا جب ہی تک لطف تھا کہ ہم سب پرانے یار ایک جگہ بیٹھکر پیتے تھے۔ تنہا شراب پینے میں کیا خاک مزہ ہے۔ صرف دو قدیمی یار حیدر قلی اور شیر احمد تمہارے پاس باقی رہ گئے

ہیں۔ اے مجھے کیا رنگ اسپر آتا ہے کہ تم کابل کے مزے اُڑاتے ہو۔ اتفاق سے ایک تربوز میرے پاس آیا۔ اُسے جب تراشا تو مجھے اپنی تنہائی پر کیسا افسوس آیا قتلے تربوز کے منہ میں رکھتا جاتا۔ اور آٹھ آٹھ آنسو روتا جاتا تھا۔ یہ سب یار اسنے کی باتیں لکھکر اُسنے معذرت میں یہ فقرہ لکھا۔ کہ میری اس تحریر سے تم مجھے احمق نہ سمجھنا جس عمر میں لڑکے نے کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اُس عمر میں وہ شمشیر زن کر میدان جنگ میں وہ جید سپاہیوں کے کام کرتا کہ عقل حیران ہوتی تھی گولڑکپن ہی سے وہ بڑا سپاہی تھا۔ مگر محمد باسپہ سالار جب نئی بناکر بہت سی تنگنیں کھائیں اور دیں۔ ہندوستان کے میدانوں میں جو لڑائیاں لڑا اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو سپہ سالاری کے کام میں بھی پورے درجہ کا کمال حاصل ہو گیا تھا وہ آزاد منش اور رحم دل تھا۔ بعض مثالیں اُسکے رحم دلی کی واقعات میں قابل یاد رکھنے کے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اُس کا ایک دوست شراب کی مجلس میں گر کر مر گیا۔ اُس کے غم میں دس روز تک آنکھ سے آنسو نہ تھما۔ جانوں کی بڑی حفاظت کرتا۔ جن دشمنوں نے اُس کے ساتھ وفا اور فریب بھی کیا۔ اُن کا قصور اس حالت میں معاف کر دیا کہ انتقام لینا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بیان پڑھ آئے ہو کہ اُس زہر دینے والی عورت کو اُس نے چھوڑ دیا۔ مگر کبھی کبھی تیموری اور چنگیزخانی رگ بھی پھڑک اُٹھتی تھی۔ افغانستان اور ہندوستان کی لڑائیوں میں اُس نے قیدیوں کو بڑی بیرحمی سے قتل کیا۔ اور کھوپڑیوں کے مینار کس خوشی اور مسرت سے اپنی آنکھوں کے سامنے چنوائے ایک دفعہ اسقدر قیدی قتل کروائے کہ اُن کا خون اسقدر بہا کہ تین دفعہ خیمہ بادشاہی اس اندیشہ سے اکھیڑا گیا کہ خون آلودہ نہو۔ اُس کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک جگہ پڑاؤ رہتا۔ مرنے سے تھوڑے دنوں پہلے لکھتا ہے کہ گیارہ برس کی عمر سے دو رمضان ایک جگہ نہیں ہوئے کیوں ہوتے جب لڑائی بھڑائی سے فرصت نصیب ہوتی تو سیر و شکار سے رخصت دیتی۔ باوجود علالت مزاج خط فتح طبیعت کے واسطے دو دن میں کابل سے آگرہ (۱۰۰ میل) گھوڑے پر آ گیا۔ دو دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کشتیاں موجود تھیں مگر وہ گنگا جیسے دریا کو کپڑے اُتار اور ننگے ہتھیار ہاتھ میں لے کر پار اُتر گیا۔ وہ لکھتا ہے کہ جو دریا راہ میں آتا اُس سے تیر کر پار اُترتا۔ الحاصل یہی خواہش اسکو جہانبانی اور کشورستانی کے لیے عقل مناسب اور ہمت بلند عطا فرمائی تھی۔ ایسی ہی اولو

کاموں کے واسطے فہم اور سمجھ عنایت کی تھی۔ حمد و نعت باغ لگوائے نہریں تالاب بڑے فائدہ کھدوائے۔ بیگانہ ملکوں کے پھول پھلواری میوہ دار درخت لگوائے۔ یہ اُسی کا کام تھا کہ یہ کام اُسوقت کرتا کہ زمانہ اُسکو نیچے گراتا اور مصیبتوں اور آفتوں کو اُس کے سر پر چڑھاتا وہ ان گل بوٹوں اور شعر غزل سے دل بہلاتا۔ سوائے ان واقعات باہری کے اُسکی اور تصنیفات بھی ہیں۔ ایک ترکی زبان میں دیوان ہے متانت اور بلاغت اُس کی مشہور ہے۔ مثنوی مبین اُس کی ایسی مثنوی ہے جن کو سب اُستاد مستند گنتے ہیں۔ ترجمہ رسالہ والدیہ خواجہ احرار کا مطبع خاص عام ہے۔ اس تمام تصنیفات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے ماہر تھا۔ اور شاعر شیریں کلام تھا۔ علم عروض و قوافی سے بہرا کافی رکھتا تھا وہ اپنی طبقات میں ایک جگہ لکھتا ہے ۹۳۲ھ میں جب ہندوستان کو آتا تھا ایک دن میں کشتی میں سوار تھا اور اُس میں بعض شاعر بھی میرے ساتھ تھے۔ جیسے کہ شیخ ابوالوجد و شیخ زین و ملا طیخاں تردی بیگ اور بعض اور بھی تھے۔ اس صحبت میں محمد صالح کی اس بیت کا ذکر ہوا ؎

محبوبہ بے عشوہ گرے را چہ کند کس　　جائے کہ تو باشی دگرے را چہ کند کس

میں نے کہا کہ اس زمین میں اشعار کہیں صاحب طبع اس میں مصروف ہوئے۔ ملا ملی خاں کے ساتھ مطالبہ کے طور پر بطریق بدیہہ میں نے یہ بیت کہی ؎

مانند تو مدہوش گرے را چہ کند کس　　نرگاؤ کسے مادہ خرے را چہ کند کس

اس سے پہلے نیک و بد وجد و ہزل جو دل میں آتا تھا بطریق مطالبہ کے کہتا تھا۔ ان ایام میں میں مبین کو نظم کرتا تھا میری خاطر فاتر میں اور دل حزیں میں یہ آیا کہ حیف ہے کہ جس زبان سے میں ایسے الفاظ کو درج کروں۔ پھر اپنا کلام ایسے قبیح سخنوں میں خرچ کروں اور افسوس ہے کہ جس دل سے ایسے معانی ظہور میں آئیں پھر اُس کے خیال میں زشت مضامین سمائیں۔ پھر اُسدن سے میں نے شعر و نظم ہزل و ہجو کو چھوڑ دیا۔ مگر بیت مذکور کے کہنے کے وقت مجھے اس اپنی پہلی بات کا خیال نہ رہا۔ بعد ایک دو روز کے جب میں بکرام (پیشور) میں آیا تو لرزہ سے بخار آیا پھر کھانسی ہوئی اس میں خون آنے لگا تو میں نے جانا کہ یہ تنبیہ کیوں ہوئی ہے۔ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ؕ

شعار ترکی لکھے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اے زبان میں تیرا کیا کروں تیرے سبب سے میرا دل تمام خون ہو رہا ہے تو کب تک اس طرح کے شعر کہے گی جنمیں سے ایک فحش ہے اور ایک اُن میں سے دروغ ہے۔ اگر تو یہی کہے تو اس عرصہ سے اپنی باگ موڑ۔ پھر میں نے از سر نو استغفار نامگی اور توبہ کی۔ اور پھر اس اندیشہ باطل کے سوچ سے اور اس پیشہ نالایق سے دل کو سرد کر قلم کو توڑا۔

بابری تھا کہ جس نے ہندوستان میں خاندان مغلیہ کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ تیمور اُس کا دادا اور چنگیز خاں نانا تھا۔ ۸۸۸ھ میں پیدا ہوا ۹۳۷ھ میں مر گیا۔ گیارہ برس کی عمر میں فرغانہ میں بادشاہ ہوا۔ انتیس برس بادشاہ رہا۔ اس چھوٹی سی ریاست کو وراثت میں پاکر ایسا سلطنت آراستہ کیا کہ ہندوستان کا مالک ہوا۔ دس برس بھائی بندوں سے اور دشمنوں سے لڑتا بھڑتا رہا اور اتنی تھوڑی مدت میں وہ آفتیں اُٹھائیں اور مصیبتیں جھیلیں کہ شاید کسی بادشاہ نے کئی کئی پشتوں میں اُٹھائی ہونگی۔ کبھی سر پر تاج شاہی ہوتا۔ کبھی قدم رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ جیسا دل کا سخت اور طبیعت کا ہمت پسند تھا۔ ایسا ہی مزاج کا رنگین تھا۔ رنج اور مصیبت میں عیش و عشرت کرنا اُسی کا کام تھا۔ کوئی مصیبت اُس کے دل کو نہ ہرا سکی۔ ایک بلکہ خداداد اُس کو قدرتی اور فطرتی باتوں کے سمجھنے کا تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے خوب ماہر تھا۔ شعر خوب کہتا تھا۔ دشمنوں کے ساتھ سلوک کرنے میں فیاض اور رحم دل تھا۔ اگرچہ کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ جس سے وہ تیمور کا پوتا معلوم ہوتا تھا۔ مگر ایسے کاموں کا کرنا اُس زمانہ کے بادشاہوں کو سزاوار تھا۔ وطن میں مصیبتوں کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بے وطن ہوا۔ اور کابل کا بادشاہ بنا۔ اسوقت ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت آپس کی نااتفاقی سے خراب حالت پر تھی۔ اُس کو آنکر لے لیا۔ وہ اہل ہند کے ساتھ موانست اور الفت و محبت پیدا کر کے سلطنت قائم کرنے کے لیے آیا تھا۔ جب اُس نے بادشاہ اور حاکم ہو کر حکومتوں کے ساتھ محبت پیدا کی تو پھر اُس کا اُکھیڑنا اور ہندوستان سے نکالنا دشمنوں کی حد اختیار سے باہر ہو گیا۔ ایک بڑے زبردست راجہ سے بھی لڑا اور فتحیاب ہوا۔ پھر اپنے عقیدے کے موافق اپنے بیٹے ہمایوں کی جان کے عوض جان دی۔ اسی اس افغان صاحب کی یہ تعریف واقعی

جو سب سے زیادہ تعریف کے لائق ایشیا میں بادشاہ گذرا ہے وہ بابر ہے۔ واقعات بابری خود
اُس نے ایسی لکھی ہے کہ بادشاہوں کا دستور العمل اور ابتدا نشا کے درست اور نکتہ ہائے صحیح
کی تعلیم کا قانون ہے یہی بادشاہ ہے جس کی نسل میں پانچ متواتر بادشاہ ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر
شاہجہاں۔ اورنگ زیب۔ ایسے ہوئے کہ کبھی ایسے اچھے بادشاہ ایشیا کے کسی ملک میں متواتر
نہیں ہوئے اکثر جگہ میں نے اختصار کی نظر سے اس بادشاہ نام فقط بابر لکھا ہے جن کا دل چاہے
وہ بابر کی جگہ حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی پڑھا کریں۔

فقط

شگرف نامہ ہمایوں

باب سوم

حضرت جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی

بابر کی جگہ بادشاہ ہونے کا جو جھگڑا اوٹھا تھا اُس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں خلیفہ نظام الدین
کی اعانت سے دار الخلافت آگرہ میں ہمایوں چوبیس برس کی عمر میں غرہ جمادی الاول ۹۳۷ھ مطابق
۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء کو تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا اور تاریخ جلوس خیر الملوک ہوئی۔ چند روز بعد بادشاہ
نے دریا کی سیر کی اور جشن آرایا اور اُس دن زر سے پُر ایک کشتی انعام دی اور اس موقع بخشش
کی تاریخ کشتی زر ہوئی۔

اس بادشاہ کے تین بھائی تھے۔ اُنکا نام مرزا کامران۔ مرزا ہندال۔ مرزا عسکری تھا اور
اُس کا بھنوئی محمد زماں مرزا ابن بدیع الزماں مرزا تھا۔ ہمایوں نے باپ کی وصیت کے موافق تقسیم
حکومت اس طرح کی۔ کہ کابل و قندھار مرزا جہانگیر مرزا کامران کو اور سرکار سنبھل مرزا عسکری کو اور
میوات اور مرزا ہندال کو عنایت کی۔ اور مرزا سلیمان کو بدخشاں مرحمت کیا۔ اس طرح سارا ملک بانٹ
دیا اپنے واسطے فقط تھوڑا سا وہ ملک رہنے دیا جو ابھی فتح ہوا تھا اور مغلوں کے دیدینے سے
فتح نہیں ہوا مگر کابل و قندھار کا ملک کیا ہاتھ سے گیا بہادر جوان مرد سپاہیوں کا کمیت قبضہ
سے نکل گیا۔ یہ سب کے سپاہی تھے جن سے سارا ملک فتح ہوا تھا اور انھیں کی امداد پر آیندہ فتوح
کا مدار تھا۔ مگر اس سبب سے کہ ابھی بابر کی سپاہ جنگجو اور تجربہ کار زندہ موجود تھی اسلئے اول اول میں
اُن کے بُرے آثار ظہور میں نہیں آئے۔ مگر جب پرانے سپاہی مرنے لگے اور اُنکی جگہ نئے خیر خواہ

سپاہی میسر ہوئے تو اوسوقت حقیقت کھلی کہ اس تقسیم سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوئیں ۹۳۲ھ میں پانچ چھ مہینے کے قلعہ کالنجر کے محاصرہ میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس قلعہ کا محاصرہ ایک مہینہ رہا تھا کہ اہل قلعہ تنگ ہوگئے اور حاکم کالنجر نے اطاعت اختیار کی۔ بارہ من سونا اور بہت سا اسباب دیکر صلح کرلی۔

قلعہ کالنجر کا بادشاہ محاصرہ کر ہی رہا تھا کہ سلطان محمود پسر سلطان سکندر لودی نے ملک بہن اور بایزید افغانوں سے اتفاق کرکے جونپور پر قبضہ کرلیا اور اس ملک میں ایک فساد عظیم برپا کیا ناچار ہمایوں نے راجہ کالنجر سے جھٹ پٹ پیش کش لیکر صلح کرلی اور جونپور کی طرف متوجہ ہوا اور ان افغانوں کو سخت شکست دی اور سلطان محمود بہٹے کی طرف بھاگ گیا اور پھر سلطنت کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور ۹۳۹ھ میں اپنی موت مرگیا۔ بایزید بھی مارا گیا۔ غرض جونپور پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا اور بدستور سابق جنید برلاس کو وہ سپرد ہوا بادشاہ نے خود آگرہ کو مراجعت کی اور ایک جشن عظیم کیا جس میں بارہ ہزار آدمیوں کو خلعت اور انعام ملے اور دو ہزار آدمیوں کو بالاپوش عنایت کئے جن میں مرصع تمکے لگے تھے۔ قلعہ چنارگڈھ شیر خاں پاس تھا (یہ شیر خاں وہ ہے جس نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکالکر اپنے تئیں شیر شاہ بنایا اوس کا ذکر آگے آئیگا) اس نے قلعہ دینے سے انکار کیا اس سبب سے بادشاہ لشکر لیکر قلعہ پر چڑھ آیا مگر اس سے ملکر صلح ہوگئی۔ شیر خاں پاس قلعہ چنارگڈھ رہے اور اوس کا بیٹا عبدالرشید عرف قطب خاں بادشاہ کی ملازمت میں ہمیشہ رہے۔

اس سنہ میں سلطان بہادر فرمانروائے گجرات نے داشوریاچیوں کے ہاتھ بادشاہ پاس تحفے اور ہدیئے بھیجے جن کو بادشاہ نے منظور کیا اور اپنے فرمان اور منشور سے اوس کا اطمینان کیا۔

اس سنہ میں دارالملک دہلی میں جمنا کے کنارہ پر بادشاہ نے ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اوسکا نام دین پناہ رکھا۔ ایک فاضل نے اوسکی تاریخ شہر بادشاہ دین پناہ کہی۔

جب مرزا کامران نے باپ کے مرنے کی خبر اور بھائی کے بادشاہ ہونے کی خبر سنی تو اوسکے پیٹ میں چوہے دوڑے قندھار مرزا عسکری کو سپرد کرکے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ شاید شاہی پر کامیاب ہو ان دونوں میں ہمایوں کی طرف سے لاہور میں میر یونس علی حاکم تھا۔ مرزا کامران مکر اور فریب کی چال یہ چلا کہ اس نے فراجہ بیگ کو علی الاعلان خوب گالیاں دیں۔ دوسرے دن

فراجہ بیگ اپنے سپاہیوں سمیت مرزا کامران کے لشکر سے بھاگ کر لاہور گیا۔ میر یونس علی نے اوسکے ساتھ نہایت مروت کی اور آدمیت برتی اکثر اوقات اوسکو اپنے گھر بلاتا اور دوستانہ جلسے اوسکے ساتھ ہوتے فراجہ بیگ گھات میں لگا رہتا تھا کہ کب موقعہ ملے کہ دغا کروں۔ ایک دن مجلس شراب میں بیخودی میں یونس علی کے عمدہ سپاہی جاگیروں پر گئے ہوئے تھے اوسکو پکڑ بند کردیا اور قلعہ لاہور کے دروازوں پر اپنے آدمی بٹھادیے اور جلدی سے مرزا کامران کو بلایا وہ اوس کا منتظر بیٹھا تھا۔ یلغار آکے لاہور میں داخل ہوا اور شہر پر متصرف ہوا اور میر یونس علی کو بند سے آزاد کرکے عذر خواہی کی اور کہا کہ تم یہاں رہو تو میں تمکو لاہور کا حاکم مقرر کردونگا۔ میر یونس علی نے اوسکی خدمت کو قبول کیا رخصت لیکر ہمایوں کی خدمت میں چلا آیا۔ مرزا کامران نے سرکار پنجاب کے پرگنوں میں اپنے آدمی معتمد کردیے اور ستلج تک ملک پر قبضہ کرلیا۔ مکاری یہ کی کہ بادشاہ پاس دانا ایلچی بھیجے اور اوس سے استدعا کی کہ یہ ملک مجھے عنایت ہو۔ ہمایوں کو تو اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کرنا تھا کہ بھائیوں سے نہ بگاڑنا۔ یہ ملک اُسے دیدیا مرزا کامران نے اِس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور ہمیشہ رسل و رسائل بھیجتا رہا اور ہمایوں کی مدح کرتا رہا۔ یہ ایک عرضی اوس نے لکھ کر بھیجی۔

حسن تو دمبدم افزوں بادا	طالعت فرخ و ہمایوں بادا
ہر غبارے کہ ز رایت خیزد	نور چشم من محزوں بادا
گردکان ازرہ میلے آید	جائے او دیدۂ مجنوں بادا
ہر کہ گرد تو جوید کارے نہ گشت	او ازین دائرہ بیروں بادا
کامراں تا کہ جہاں راست بقا	خرد و ہر ہمایوں بادا

اس غزل کے صلہ میں بادشاہ نے حصار فیروزہ اوسکو اور عنایت کیا۔ مرزا کامران ظاہرا فرمانبرداری کرتا رہا اور ہمایوں اوسپر عنایت کرتا رہا۔

محمد زماں مرزا و محمد سلطان مرزا اور اوسکے بیٹے رفیع مرزا نے بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اس گروہ کی تنبیہ کے لئے بادشاہ بھوجپور کی نواح میں گنگا کے کنارہ پر آیا۔ اور یادگار ناصر مرزا کو لشکر دیکر بھجوایا وہ گنگا پار ان سرکشوں کے سر پر پہنچا وہ لڑکر اُن پر مظفر ہوا اور محمد زماں مرزا و محمد سلطان مرزا دونوں کو خوب مرزا کو گرفتار کرلیا۔ محمد زماں مرزا کو مقید کرکے بیانہ بھجوادیا

اور باقی دو مرزاؤں کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ محمد زماں مرزا قید سے نکلکر گجرات میں سلطان بہادر پاس چلا گیا۔

بادشاہ نے ۹۴۱ھ میں دیار شرقی کا عزم کیا اور ممالک بنگالہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ حدود کالپی قصبہ کنار تک وہ آیا تھا کہ اوس نے سنا کہ قلعہ چیتور کا محاصرہ سلطان بہادر نے کیا سلطان علاؤالدین کے بیٹے تاتار خاں کے پاس ایک جمع کثیر ہے اور فساد برپا کر رہی ہے گجرات کی سلطنت دہلی سے علیحدہ ہو کر ایک بڑی زبردست سلطنت بن گئی تھی۔ اب اس میں بڑا اولوالعزم اور صاحب حوصلہ و بلند پرواز بادشاہ بہادر شاہ ہوا۔ اس نے اپنے زور بازو سے اصل سلطنت کو وسعت دی اور خاندیس و احمد نگر و برار کے بادشاہوں نے اس سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ انکے ملک کا خواہاں نہوگا تو سب اوسکے ہوا خواہ رہیں گے۔ اسکے سوا مالوہ کی سلطنت کو اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ غرض وہ اور ہمایوں برابر کی ٹکریں تھیں۔ بہادر شاہ نے تو بابر کی لڑائی ابراہیم کے ساتھ دیکھی تھی وہ اس خاندان کے ساتھ لڑنے سے جھجکتا تھا۔ مگر تاتار خاں اوسکو پٹیاں پڑھایا کرتا تھا کہ بادشاہ کی سپاہ کو عیش اور آرام کی خو ہو گئی ہے اوس سے لڑنا کچھ مشکل نہیں۔ ایکدن بہادر شاہ نے تاتار خاں سے پوست کندہ یہ بات کہدی کہ لشکر گجرات بادشاہ کی سپاہ کا حریف نہیں ہو سکتا مگر اسکو میں تدبیر و حیل سے اپنا تابع بناؤنگا اور اسی سبب سے اس نے خزانہ کا منہ کھول رکھا تھا جس کے سبب سے اوسکے دس ہزار ملازم ہو گئے تھے اسی اثنا میں یادگار طغائی کے نوکروں سے جن کی حراست میں محمد زماں مرزا قید تھا سازش کر کے وہ بھاگ آیا جسکو بہادر شاہ نے بہت غنیمت جانا ہمایوں نے بہادر شاہ کو لکھا کہ جو ہمارے حقوق خدمت کو ترک کر کے آپ کی طرف بھاگتے ہیں انکو پکڑ کر ہمارے پاس بھیجدیا اپنے ملک سے باہر نکالدو تا کہ آپکی اور ہماری یکجہتی میں فرق نہ آئے سلطان بہادر نے اوس کا جواب یہ دیا کہ اگر ہماری پناہ میں کوئی بزرگ زادہ آئے اور اوسکے ساتھ ہم کسی قدر رعایت کریں تو وہ ہمارے اور آپ کی محبت و اخلاص کے منافی نہیں ہے اور عہود و مواثیق میں وہ مضرت نہیں پہنچاتا۔ چنانچہ سکندر لودی اور سلطان مظفر کے درمیان موافقت تھی مگر اوسکے بھائی سلطان علاء الدین اور کئی اور سلاطین زادوں کے گجرات کے آنے سے اور اوسکے ساتھ یہاں رعایت اور مروت

کرنے سے اوسکی مودت میں خلل نہیں پڑا۔ ہمایوں نے اس کا جواب دیا کہ عہد و پیمان کے رسوخ اور ثبات کی علامت سوائے اس کے اور نہیں ہے کہ کوئی امر وہ نہ ظہور میں آئے جو صداقت میں خلل ڈالے اور یہ دو بیتیں بھی لکھیں۔

طوبےٰ لک از زبان تو با دل موافق است ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

حال لکھنے پہلے پڑھا۔ ہندوستان کے فتح ہونے کے بعد بابر نے اوسکو بدخشاں دیدیا۔ وہانسے افغان سوداگروں کی دستگیری سے بھاگا اور افغانستان و بلوچستان میں ہوتا ہوا گجرات میں آیا۔ تاتارخاں بھاگ کر پہلے ہی گجرات میں آگیا تھا جب فوجیں روانہ ہوئیں تاتارخاں سے نے اپنے خزانہ سے چالیس ہزار سپاہ افغانوں وغیرہ کی جمع کرلی اور ملک بیانہ کو لیلیا۔ بادشاہ جو ممالک شرقیہ کی فتح کو جاتا تھا وہ فوراً الٹا آگرہ میں آیا۔ مرزا عسکری۔ مرزا ہندال۔ یادگار ناصر مرزا اور اور امراء کو اٹھارہ ہزار سپاہ دیکر دشمن کی اس سپاہ کے برباد کرنے کے لئے بھیجا جو رخ دہلی کی طرف تھا وہ جانتا تھا کہ اس سپاہ کے برباد ہونے سے باقی اور دو فوجیں جو ہیں وہ خود برباد ہو جائینگی۔ جب یہ سپاہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچی تو اوس کے خوف سے مخالف کا لشکر بھاگنا شروع ہوا اور تین ہزار آدمی رہ گئے۔ مندرایل میں ایک معرکہ اس سے ہوا۔ ہر چند اونہوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر بے دست و پا ہوکر ہارے۔ جب یہ لشکر پراگندہ ہوا اوسکے ساتھ وہ دونوں اور لشکر فتنہ انگیزی کے لئے آمادہ تھے خود بخود تتر بتر ہو گئے۔ اس سے بیانہ اور اوسکے مضافات پر ہمایوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس شکست سے بہادر شاہ شکستہ دل ہوا اور ہمایوں کا حوصلہ بڑھا اب ہمایوں کا ارادہ مصمم ہوا کہ بہادر شاہ کو نقض عہد کی خوب سزا دے۔ وہ جمادی الاولی ۹۴۱ھ کو تسخیر گجرات کے لئے روانہ ہوا۔ جب رائے سین کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے عرایض معہ پیشکش کے بھیجیں کہ قلعہ حضور کا ہے ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ بادشاہ کا قصد گجرات کا تھا اوس نے اس قلعہ پر توجہ نہ کی اور مالوہ کی طرف چلا۔ سارنگ پور میں پہونچا تو سلطان بہادر شاہ چتوڑ کے محاصرہ میں ہمہ تن مصروف تھا۔ بادشاہ نے یہ قطعہ بہادر شاہ پاس بھیجا۔

اے کہ ہستی نہ نہم شہر چتور — کافراں را چہ طور مے گیری
بادشاہے رسید بر سر تو — تو نشستہ چتور مے گیری

اس قطعہ کے جواب میں بہادر شاہ نے یہ قطعہ لکھا۔

منکہ ہستم نہ نہم شہر چتور — کافراں را بہ چور مے گیرم
ہر کہ بگشد حمایت چتور — تو ہمیں گش چہ طور مے گیرم

اب بہادر شاہ نے اپنے امیروں کے ساتھ مشورہ کیا ایک جماعت نے مشورہ یہ دیا کہ قلعہ کی مہم سب وقت میسر ہے اور اہل قلعہ سے کچھ ضرر بھی نہیں پہنچتا۔ مناسب یہی ہے کہ مہم قلعہ کو موقوف کرکے بادشاہ کے لشکر کے رد و بدل ہو جائے۔ صدر خاں جو اہل علم و فضل کا صدر تھا اور سپاہ میں صاحب منصب و الا تھا اوس نے اپنی اصابت رائے سے یہ کہا کہ محاصرہ مدت سے ہو رہا ہے تھوڑے دنوں کا کام اس میں باقی ہے اول اوسکو ختم کرنا مصلحت ہے ہمایوں دیندار بادشاہ ہے جب تک ہم کفار سے لڑتے ہیں وہ ہم سے لڑنے نہیں آئیگا اگر آئیگا تو ہمارے لئے ترک جہاد کا عذر معقول میسر ہو گا۔ سلطان بہادر کو یہ رائے پسند آئی اور اسپر عمل کیا جب ہمایوں کے کان میں یہ خبر پہونچی تو بہادر شاہ سے جھٹک کچھ نہ بولا کہ ۳ رمضان ۹۴۱ھ کو اوس نے قلعہ چتوڑ فتح کیا اس کا سبب کیا اس کا تماشا تھا یا اسلام کا پاس تھا قلعہ میں بہادر شاہ کو بہت دولت ہاتھ آئی اور اوس نے وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کر دی پھر وہ بادشاہ کے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اوجین میں بادشاہ کا مقام تھا یہاں سے جلد تر وہ مندسور میں پہنچا جو مالوہ کے مضافات میں سے ہے ایک کولاب پر جو چوڑائی اور گہرائی میں دریا کی برابر تھا دونوں لشکر ایسکی دو جانبوں میں فروکش ہوئے۔ دونوں بادشاہوں کے ہراولوں میں لڑائی ہوئی بادشاہ کی طرف بچکہ بہادر تھا اور بہادر شاہ کی طرف سید علی خاں اور مرزا نعیم تھے۔ بہادر شاہ کی طرف شکست ہوئی جس سے وہ شکستہ دل ہوا۔ تاج خاں اور صدر خاں سے نہایت ممتاز افسر بہادر شاہ کے تھے اوسپر زور دیا کہ ہماری سپاہ نے ابھی قلعہ چتوڑ فتح کیا ہے دل اوسکا بڑھا ہوا ہے۔ مغلوں کی دوا دوش اور حرب و ضرب کا تجربہ اوسکو نہیں ہوا ہے بہتر یہی ہے کہ فی الفور دشمن پر حملہ کیا جائے مگر رومی خاں جو توپخانہ کا افسر تھا اور بہادر شاہ کا بڑا مشیر تھا اوسکی رائے اوسکے برخلاف تھی اوسکے پاس تین سو ترکی گولہ انداز اور اسّی پرتگیزی اور فرانسیسی گولہ انداز تھے جن کا افسر سان جے گو تھا جو ہندی پرتگیز تھا اور فرنگی خاں اوسکا خطاب تھا۔ رومی خاں قسطنطنیہ کا رہنے والا عثمانی ترک تھا۔ اپنے فن کو وطن میں سیکھکر یہاں آیا تھا۔ وہ توپ خانہ کا اہتمام خوب جانتا تھا اوس کا تجربہ چتوڑ اور رائے سین کے قلعوں پر ہو چکا تھا اور ساحل بحر پر اوس نے بہت سے پرتگیزوں کے جہاز پکڑ لئے تھے۔

وہ بہادر شاہ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے آپ کا توپ خانہ ایسا تیار کر دیا ہے کہ قیصر روم کے
توپ خانہ کے بعد یہی ہے۔ اوس نے کہا کہ جب یہ آتش بازی کا سامان ہمارے پاس ہو تو ہم
تلوار سے لڑنے کی کیا ضرورت ہے مناسب یہی ہے کہ رہکلوں کا حصار بنائیں اور اوس کے
گرد خندق کھدوائی اور پھر ان پر توپیں لگائیں۔ مغل جب ہم پر دوڑ کر آئیں تو اونکے ٹکڑے
اوڑائیں اور ایسا انکو گھٹائیں کہ وہ بھاگ جائیں یوں سلاح دور دست سے کام چلائیں شمشیر
اور تیر کی جنگ بجائے خود ہے۔ آخر رومی خاں کی صلاح پر بادشاہ نے عمل کیا۔ مگر یہ ہنرمندی
کسی کام نہ آئی۔ ہمایوں کو اسکی خبر ہو گئی اوس نے اپنی سپاہ کو حکم سنا دیا کہ خبردار توپ خانہ
کی ہوا کے پاس بھی نجانا۔ اور پانچ چار ہزار تیر انداز مقرر کئے کہ چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد
کو لوٹا کریں۔ قاعدہ ہے کہ کھلے میدانوں میں اس قسم کی قلعہ بندی کچھ کام نہیں آتی۔ اس قلعہ
بندی سے دشمنوں کو چاروں طرف اپنے تاخت و تاراج کا موقعہ ملتا ہے ہمیشہ ایسے قلعہ نشینوں کو
شکست ہوتی ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ہمایوں کے بہادروں دیکھ جوانوں کی بزم بادہ پیمائی گرم
ہوئی اس میں ہر ایک اپنی مردانگی کی شیخی بگھارتا۔ ایک مست بولا کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے
غنیم روبرو ہے اپنے عیار کار کو ظاہر کیجئے پچھلی کھانیاں بنانے سے فائدہ کیا ہے۔ لشکر کے
ہوشیاروں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ بدمست کہ دو سو کے قریب تھے دشمنوں پر جا پڑے۔ ایک
گجراتی سردار اونسے پانچ ہزار سواروں سے خوب لڑا۔ مگر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور وہ
اپنے لشکر میں بھاگ گئے یہ اپنے لشکر میں آئے۔ اور اس لڑائی کا نام رزم دوستاں رکھا گیا
سلطان بہادر کے لشکر میں اس دلیری اور دلاوری سے ہل چل پڑی۔ مغل کسی توپ خانہ کی مار
میں نہ آتے اور چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد بند کر دی۔ توپ خانہ کا قلعہ غنیم کے لئے
بندی خانہ بن گیا۔ توپ و تفنگ انھیں کے لئے وبال جان ہو گئے۔ اب نہ سپاہ پاس کھانے کو
تھا نہ جانوروں کے لئے گھاس چرنے کو تھی۔ چار پانچ ٹنکہ سیر اناج بکتا تھا۔ گھوڑوں کے گوشت
سے لشکر پیٹ بھرتا تھا اور کوئی اور خوراک نہیں ملتی تھی۔ بادشاہی تیر اندازوں نے سب طرف
سے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ جو رسد کی تلاش میں باہر نکلتا طعمہ اجل ہوتا۔ عید رمضان کے دن
محمد زماں میرزا پانچ۔ چھ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے کے لئے نکلا۔ اس طرف سے بھی ایک

جماعت لڑنے کو کھڑی ہوئی۔ گجراتیوں نے تین دفعہ تیر مارے اور پھر وہ بھاگ گئے اس حیلہ سے
لشکر جو اونکے پیچھے گیا وہ توپ خانہ کی زد میں آیا۔ توپیں دفعۃً چھوڑی گئیں۔ بادشاہی آدمی زخمی
اور ہلاک ہوئے۔ سترہ روز بعد بادشاہ نے ایک ساعت مقرر کی تھی کہ سلطان بہادر کے لشکر
پر حملہ کیا جائے۔ اس عرصہ میں روز بروز گجراتیوں کا حال تنگ ہوتا جاتا تھا۔ اتوار کے دن ۲۱ شوال
کو بہادر شاہ نے کل توپوں اور ضرب زنوں میں بارود بھروا دی اونکی رنجکیں اڑوائیں جس
سے سب توپیں پھٹ گئیں۔ پھر بہادر شاہ نے دکھلایا تو یہ کہ وہ آگرہ جاتا ہے مگر وہ منڈو کو روانہ
ہوا۔ صدر خاں و عماد الملک بیس ہزار سوار لیکر سیدھے رستے پر منڈو کو روانہ ہوئے محمد زماں مرزا
فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے لاہور روانہ ہوا۔ گجراتیوں کے لشکر میں اُسدن ایک عجیب شور غل
ہوا پتا۔ حقیقت حال بادشاہ کو معلوم ہوئی وہ تیس ہزار سپاہ کو مسلح لئے ہوئے رات بھر کھڑا رہا
جب پھر دن چڑھا تو معلوم ہوا کہ سلطان بہادر منڈو کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر کے گجراتیوں
کے لشکر گاہ کو خوب لوٹا۔ اسباب و اموال ہاتھی گھوڑے خوب ہاتھ لگے۔ خداوند خاں جو سلطان
مظفر کا ادستاد اور وزیر تھا وہ بادشاہ پاس آگیا۔ اس پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی اور باگھا
نامی مرزا و قایم سلطان و میر ہندو بیگ کو دشمن کے لشکر کے پیچھے روانہ کیا۔ قلعہ منڈو میں حیدر خاں
و عماد الملک پہونچے۔ بادشاہ بھی اونکے پیچھے آیا اور قلعہ کے پیچھے خیمے ڈالے۔ لشکر مخالف سے
رومی خاں بھی بھاگ کر بادشاہ پاس آیا اور شاہی خلعت سے سرفراز ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ سلطان
بہادر نے ایک افسر کو حکم دیا تھا کہ رومی خاں کو مار ڈالے اس افسر نے رومی خاں کو اس حکم
سے اطلاع دی اسلئے وہ بادشاہ پاس چلا آیا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ نے اُس سے سازش
کر کے بلا لیا۔ بہادر شاہ یہاں چند روز ٹھیرا۔ اوس کی یہ صلاح ہوئی کہ صلح اس طرح ہو جائے
کہ منڈو اور اوس کی حدود تو بادشاہ پاس رہیں اور گجرات اور چتوڑ اس پاس رہیں یہ صلح
عرضی کو منظور ہوئی۔ سلطان بہادر کی طرف سے صدر خاں اور بادشاہ کی طرف سے مولانا محمد میر علی
صلحنامہ کو مرتب کرنے بیٹھے۔ اسی رات کے آخر میں قلعہ کے نگہبان محنت سے ہارے تھکے ہوئے
تھے کہ قلعہ کے عقب میں بادشاہ کے دو سو سپاہی کچھ زینے چڑھا کر اور کچھ رسیاں لگا کر قلعہ
کی دیوار پر چڑھ آئے اور قلعہ کے دروازہ کو جو پاس تھا کھول کر اپنے گھوڑے منگا کر سوار ہوئے

اور سپاہیوں کو اپنے دروازہ پر بلالیا قلعہ کا صاحب صوبہ چل ملوخاں تھا کہ قادر شاہ اوسکا خطاب تھا جب اوس کو خبر ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہوکر سلطان بہادر کے پاس گیا وہ ابھی سوتا تھا کہ قادر شاہ کی آواز سے بیدار ہوا۔ اور خواب و بیداری میں بھاگا۔ تین چار آدمی اوس کے ساتھ تھے۔ اثنار راہ میں بھوپت رائے دلہ بہدری کہ اوسکی اہل مجلس میں سے تھا بیس سواروں کے ساتھ اُس سے آن ملا۔ اور بیس سوار اور اُس سے آنکرے جب وہ میدان میں آیا تو وہ بادشاہ کے دو سو آدمی اوسکے مقابل آگئے جس پر سلطان بہادر نے خود حملہ کیا اور اونکے اندر سے وہ صاف نکل گیا اور گجرات کی طرف چلا کہ لوری اوزبک نے جو اُس کا پہلے نوکر تھا اور اب قاسم حسین خاں پاس تھا اوسے پہچان لیا۔ قاسم خاں سے کہا کہ یہ سلطان جاتا ہے مگر قاسم حسین خاں نے اوس کے کہنے کو کچھ نہ سُنا۔ سلطان جان سلامت لے گیا جانپانیر پہنچنے تک اس پاس پندرہ سو آدمی ہوگئے۔ جب وہ یہاں کے قلعہ میں آیا تو یہاں کے خزائن اور نفائس جتنے لیجا سکا اون کو بندر دیپ میں بھیجدیا۔

بادشاہ کو اپنے بہادروں کی اس تیزدستی کی خبر دوسرے روز دو گھنٹے دن چڑھے ہوئی وہ اسی وقت سوار قلعہ میں دہلی دروازہ سے داخل ہوا۔ صدر خاں یہاں لڑ رہا تھا۔ اگرچہ زخمی ہوگیا تھا مگر پائے ثبات محکم تھا۔ آخر کو بعض افسر اوسکو سونگڑھ میں لے گئے۔ اور منڈو سے بھاگ کر بہت آدمی اوس کے ساتھ جاکر اس قلعہ میں متحصن ہوئے۔ اور سلطان عالم بھی اوس پاس چلا گیا۔ یہاں بادشاہ کی سپاہ تین روز تک دشمنوں کے گھروں کو لوٹتی رہی۔ پھر بادشاہ نے سپاہ کو لوٹ سے منع کردیا اور عالم خاں اور صدر خاں پاس اپنے معتمد بھیجے اور مطمئن کیا متحصنوں کو اماں دی اور وہ بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ سلطان عالم چند دفعہ فتنہ برپا کرچکا تھا اسلئے اوس کی کوچیں کاٹ کر چھوڑ دیا۔ صدر خاں پر التفات خسروانہ ہوئے۔ بادشاہ دس ہزار سواروں کے ساتھ گجرات کی طرف بطور ایلغار متوجہ ہوا۔ اور باقی لشکر کو حکم دیا کہ منزل بمنزل سفر کرے جب بادشاہ کا لشکر جانپانیر میں پہنچا تو اوسکی خبر سلطان بہادر کو ہوئی تو وہ دوسرے دروازہ سے نکلکر کمبایت کی طرف بھاگ گیا اور شہر میں آگ لگانے کا اشارہ کرگیا۔ بادشاہ شہر میں آیا تو اوس نے اس آگ کو بجھوایا۔ اور میر ہندو بیگ اور ایک اور جماعت کو جانپانیر کی حدود میں منتظم مقرر کیا اور خود ایک ہزار سوار ساتھ لیکر بطور ایلغار کے سلطان بہادر کے

پیچھے پڑا۔ سلطان کمبایت میں پہونچکر دیپ (دیو) چلا گیا۔ اور سو غراب جنگی کو جو اہل فرنگ کے خیال سے بنائے تھے آگ لگادی کہ مبادا وہ بادشاہ کے ہاتھ آجائیں اور وہ اوسکا تعاقب کرے۔ بادشاہ نے کمبایت میں سمندر کے کنارہ پر قیام کیا۔ اور سلطان کے تعاقب میں لشکر کو دیو روانہ کیا۔ سلطان دیو میں پہنچگیا اور بادشاہ کا لشکر بہت کچھ غنائم دیو کے پاس سے لیکر کمبایت میں آئے ۹۳۷ھ میں یوں منڈو اور گجرات فتح ہوئے۔

بادشاہ کے ساتھ کمبایت میں کم آدمی تھے۔ ملک احمد لاد اور رکن داؤد کہ سلطان بہادر کے اعیان میں سے تھے۔ اور کولی واڑہ کے پاس رہتے تھے۔ اس سرزمین کے کولیوں اور گنواروں کو مطلع کیا کہ بادشاہ کے ساتھ آدمی کم ہیں فرصت پاکر اوس پر شبخون مارو۔ وہ مستعد ہوگئے۔ ایک بڑھیا بادشاہ کے خیمے کے پاس آئی اور بادشاہ کے مقربوں میں سے ایک سے کہا کہ مجھے خاص بادشاہ سے ایک بات کہنی ہے۔ اس بڑھیا کی باتیں ایسی سچی معلوم ہوئیں کہ بادشاہ نے اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ اوس نے بادشاہ کو شبخون کی خبر دی۔ بادشاہ نے بڑھیا سے کہا کہ تجھے کس سبب سے اس خیرخواہی کی سوجھی۔ اوس نے کہا کہ میرا بیٹا بادشاہ کی قید میں ہے۔ اگر میری بات سچ ہو تو اس دولت خواہی کے انعام میں وہ رہا ہو اور اگر وہ جھوٹ ہو تو مجھے بیٹے سمیت سیاست ہو۔ بادشاہ نے دونوں کو پہرہ میں رکھا۔ اور رات بھر ہوشیار رہا۔ رات تو خیر سے گذری مگر سحر کو پانچ چھ ہزار بھیل اور گنوار بادشاہ کے خیمہ گاہوں پر آن پڑے اور سب مال اسباب لوٹ لے گئے۔ اس لوٹ میں اکثر کتب نفیسہ کہ مصاحب معنوی تھیں اور ساتھ رہتی تھیں وہ بھی لٹ گئیں۔ ان میں ایک تیمور نامہ بھی تھا جو خاص سلطان علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اُستاد بہزاد کے ہاتھ کی تصویریں اس میں بنی ہوئی تھیں۔ جب دن ہوا تو بادشاہی لشکر ان لٹیروں کے پیچھے پڑا اور بیتروں سے ان سب کو متفرق اور منہزم کیا پھر ان سرخرو ہوئی اور اوس کی مقصد برآری ہوئی۔ بادشاہ ایسا غضب میں آیا کہ اسنے کمبایت کے لوٹنے اور جلانے کا حکم دیدیا۔ سلطان بہادر کے تعاقب سے قطع نظر کرکے وہ جانپانیر میں آیا۔

اختیار خاں کہ سلطان بہادر کا معتمد کارداں تھا۔ اس قلعہ کا محافظ تھا اور اوسکی نگاہداشت

میں بہت کوشش کرتا تھا باوجود اس محافظت و احتیاط کے کبھی کبھی دریائے کوہ سے جہاں
درختوں اور خارزاروں کی کثرت سے پیادہ کا گذر دشواری سے ہوتا تھا۔ چہ جائیکہ سوار کا
بعض ہیزم کش کوہ نوردوں نے اپنے منافع کے لئے ایک منفذ پیدا کیا تھا۔ کہ غلہ اور روغن
گراں بیچنے کے لئے قلعہ کے نیچے لاتے اور قلعہ کے آدمی رسیاں لٹکا کر جنس کو اوپر کھینچتے اور
قیمت کو نیچے لٹکاتے۔ جب مدت محاصرہ دراز ہوئی تو ایک روز بادشاہ اطراف قلعہ کی سیر کرتا
تھا اور لشکر کے اندر جانے کی راہ تلاش کرتا تھا کہ ایک جماعت اوسکو نظر پڑی وہ غلہ اور روغن
بیچکر جنگل سے نکلتی تھی حکم ہوا کہ تحقیق کرو کہ یہ جماعت کیا کام کرتی ہے۔ اس جماعت نے کہا
کہ ہم ہیزم کش ہیں۔ مگر آلات ہیزم کشی تبر و تیشہ ان کے پاس نہ تھے اسلئے ان کا کہنا
صحیح نہ معلوم ہوا۔

حکم ہوا کہ جب تک سچ بات نہ بتائیں سیاست سے نجات نہ پائیں ناچار اونہوں نے
اصل حال بتلا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جائے کو لوگ جاکر دیکھیں۔ تو دیکھنے سے معلوم ہوا
کہ یہ جگہ ساٹھ۔ ستر گز اونچی ہموار بلند ہے اس پر چڑھنا دشوار ہے۔ حکم بادشاہی سے ستر۔ اسی
سیڑھیں لگائی گئیں اور وہ چپ و راست گز گز کے فاصلہ پر دیوار کوہ میں ٹھونکی گئیں اور جوانوں کو
حکم ہوا کہ اس معراج مردانگی پر چڑھیں اونتالیس آدمی چڑھے تھے کہ پھر بادشاہ نے چڑھنے
کا قصد کیا مگر ہیرم خاں نے عرض کیا کہ اتنا توقف کیجئے کہ درمیان کے آدمی اوپر چڑھ جائیں۔ یہ
سنکر وہ پہلے خود چڑھا اور پھر بادشاہ کا اکتالیسواں نمبر چڑھنے والوں میں تھا۔ خود بادشاہ نے
کھڑے رہ کر تین سو آدمیوں کو اس فولادی زینے پر چڑھایا۔ پھر حکم دیا کہ مورچوں میں جو سپاہ
متعین ہے وہ قلعہ پر حملہ کرے۔ کہ قلعہ کے اندر کے آدمی باہر کے آدمیوں سے لڑنے میں ایسے
مشغول ہوں کہ وہ بادشاہ کے اندر آنے سے غافل رہیں۔ کنگروں سے باہر سر نکالکر وہ باہر کے
آدمیوں سے روبرو لڑ رہے تھے کہ ان تین سو جوانوں نے لشکر کو پیچھے سے آن کر تیر لگا کے
بے دست و پا کیا مخالف سوراخوں میں چھپنے شروع ہوئے۔ اختیار خاں سر کو بچہ پر جسکو مولیہ
کہتے ہیں اوپر چڑھ گیا دوسرے روز اماں دی کر بادشاہ نے بلا لیا۔ وہ مہمات سلطنت کی سر
براہی میں دانشمند ہونے کے سوا علوم حکمت سے خصوصاً ہندسہ و ہیات سے خوب ماہر تھا اور

شرف دعا سے بہرہ مند تھا بادشاہ کی مجلس عالی میں اوسکو بیٹھنے کی اجازت ملی اور عطوفت خسروانہ
سے وہ ممتاز ہوا اور مقربان سلطانی میں داخل ہوا۔ اس واقعہ کی تاریخ کسی فاضل نے اول یفتح
باب صفر کہی ہے۔

جس روز یہ فتح ہوئی ہے سلطان بہادر کا ایک نامی سردار عالم خاں بادشاہ پاس آیا
بادشاہ نے اوسے سلطان کے خزانوں کا حال بہت پوچھا مگر اوس نے کچھ نہ بتلایا تو بعض امیروں
نے عرض کیا کہ یہ بہادر شاہ کا بڑا معتمد سردار ہے اسے ضرور خزانوں کا حال معلوم ہوگا وہ یوں
نہیں بتاتا تو اوسکو خوب ماریئے پیٹئے وہ سب بتلا دیگا۔ بادشاہ نے کہا وہ ہمارے پاس خود آیا
اوسکو مارنا پیٹنا مناسب نہیں ؎

چو کارے بر آید بلطف و خوشی چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اوسکو کسی مجلس میں خوب شراب پلاؤ اور سارا حال پوچھ لو۔ یہی کیا گیا کہ ایک مجلس میں پیالہ محبت
چلایا گیا۔ جب وہ اوس کے نشہ میں مست ہوا تو اوس سے کہا کہ سلطان بہادر کے خزانے ہاتھ
نہیں آئے تو اوس نے کہا کہ اگر ان خزانوں کو چاہتے ہو تو اس حوض کے اندر ہیں جس پر تم بیٹھے
ہو۔ اسیوقت حوض ڈولوں سے خالی ہونا شروع ہوا تو عالم خاں نے کہا کہ حوض یوں نہیں خالی
ہوگا۔ اس کی بدرو کھولدو۔ اس بدرو کے کھولنے سے حوض سے پانی بالکل نکل گیا تو خزانہ
کی جگہ اوس نے بتلا دی وہاں سے وہ خزانہ نکلا کہ سپاہ میں سیروں میں بھر بھر کر تقسیم ہوا۔
ایک کنواں بھی خزانہ سے بھرا ہو معلوم ہو گیا تھا۔ ہمایوں اپنی فتوح سے متمتع نہوا۔ بلکہ عیش و
نشاط میں ڈوب گیا جس سے بُرے نتائج پیدا ہوئے۔ فرمانروا ہی کی شرائط عظیم میں سے یہ ہے کہ
محل ملازموں اور قریب کے خدمتگاروں کے واسطے چند ضابطے مقرر ہوں اور ان میں سے
ہر گروہ پر ایک خرد فش اور احتیاط اندیش افسر مقرر ہو۔ تاکہ وہ ہمیشہ اونکی نشست و برخاست
و رفت و بود و آمد و رفت کی خبر رکھے اور صحبت بد سے جو بُرے خیالات کی مائی باپ ہے بچائے
فی الخصوص اسوقت کہ کثرت مشاغل سے بادشاہ سے جزئیات امور مخفی رہتے ہوں اور اس پر
اکتفا نہ کی جائے بلکہ مسیاں راست گفتار درست کردار مقرر کئے جائیں کہ ہمیشہ حقیقت احوال
و غرض مقاصد سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہیں ورنہ بہت سے تنگ حوصلہ دوام صحبت کے سبب سے

سطوت بادشاہی کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ بادشاہ کے تقرب کے سبب سے وہ ایسے
بدمست ہوجاتے ہیں کہ لغزشیں کرنے لگتے ہیں۔ اور اس بدمستی سے بڑے فساد برپا ہوتے
ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں یہی سانحہ پیش آیا کہ ان فتوحات غیبی کی شادمانی میں بادشاہ
کی بزم رقص میں ایسے کم حوصلہ اور ناقص نشاط مثل کتابدار و سلحدار و دوات دار اور مثل
اون کے شریک ہوئے باغستان بالول یا باہول میں جب بزم صراحی و جام مرتب ہوئی اور
عالم مستی میں کہ عقل و ہوش برجا نہیں ہوتے یہ بدمست ظفرنامہ میں پڑھنے لگے کہ جب
امیر تیمور کی سلطنت کی ابتدا ہوئی اور چالیس جاں نثار اوس کے ساتھ تھے اون سے دو دو
تیر لیکر بادشاہ نے ایک مٹھے میں باندھے اور ہر شخص سے کہا کہ توڑو ہر ایک نے زانو پر
رکھ کر زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹے اور جب کھول کر الگ الگ تیر دیے تو ہر ایک نے آسانی سے
اوس کو توڑ ڈالا پھر امیر تیمور نے فرمایا کہ ہم چالیس آدمی ہیں اگر اس دستہ تیر کی طرح
یک دل رہیں تو جہاں جائیں گے فتح و ظفر پائیں گے۔ اب بے خبر بے خردوں نے اس سر
گذشت کو پڑھ کر یہ خیال کیا کہ ہم چار سو آدمی ہیں اگر ایک دل رہیں گے تو ملک دکن کو فتح
کرلیں گے۔ یہ سوچ کر چلدیے۔ بادشاہ کو دوسرے روز ان نزدیکوں کا پتہ نہ لگا۔ اُن کے
پکڑنے کے واسطے ایک ہزار آدمی متعین کئے۔ وہ ان سب کی گردن پکڑکر بادشاہ پاس لائے
بادشاہ نے سرخ کپڑے یا سرخ کے رنگ کے پہنے اور کرسی تخت پر غضب پر بیٹھا اور گناہ گاروں کے
گروہ کے گروہ اوس کے روبرو پیش ہوئے۔ ہر ایک گروہ کو اس طرح سزا دی کہ بعض کے
ہاتھ باندھ ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈالا۔ اور بعض کو جنہوں نے خط ادب سے سر باہر رکھا تھا
اونکے بدن کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ جس جماعت نے خیال فاسد میں دست درازی کی
تھی اونکو بے دست و پا کیا۔ جس فرقہ نے خود بینی سے بادشاہی حکموں پر کان نہیں لگایا تھا
اونکے گوش و بینی القطع کئے جس طائفہ نے سرانگشت غریمت حرف خطا پر رکھا تھا اونکی مشت
میں انگشت باقی نہ رکھی۔ جب یہ قصہ فیصلہ ہوچکا تو شام کی نماز میں امام جو کھڑا ہوا تو اوسنے
سورہ الم ترکیف پڑھی۔ جب بادشاہ نے سلام پھیرا تو حکم دیا کہ امام نے سورہ فیل پڑھ کر
بدفالی کی ہے اور مجھ پر کہنا یہ اعتراض کیا ہے وہ ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالا جائے۔ مولانا

محمود پیر علی نے ہر چند سفارش کی کہ امام سورت کے معنی نہیں جانتا۔ مگر بادشاہ کی سورت
غضب نے کچھ نہ سنا۔ امام بیچارہ مارا گیا۔ مگر جب بادشاہ ہوش میں آیا۔ اور امام کی سادہ
دلی کو بیان ہوا تو نہایت تاسف کیا اور ساری رات روتا رہا دلایت گجرات آب مہندری کے
ضلع میں ہمایوں کے قبضہ میں تھی مگر بادشاہ کو قلعہ چنپانیر کی فتح سے وہ اموال و اسباب
ہاتھ آیا کہ بزم خسروانی سے اشتغال تھا اور لب حوض پر دونوں طرف جشن
ہوتے تھے اور بزم رنگیں جمتی تھی۔ ملک کے خراج کی تحصیل کا خیال بھی نہ تھا کہ حاکم مقرر ہوتے
وہ انتظام کرکے خراج وصول کرتے۔ اس شورش میں بہادر شاہ کے بھی ملکی اور جنگی افسر
چلے گئے تھے۔ زمینداروں اور رعایا نے اپنے تئیں بے سرادیکھکر بہادر شاہ سے جس سے ہوسکا
لوٹ لیا تھا عرضداشت بھیجی کہ کسی عاقل کو آپ مقرر فرمائیں کہ محصول کی تحصیل کے لئے
زور کرے۔ تو رعایا ادائے مال سے سبک دوش ہو سلطان نے امیروں کو بلاکر رعایا کی عرضداشت
سنائی اور پوچھا کہ کون احمد آباد جاکر تحصیل مال کرنے پر راضی ہوتا ہے۔ سب خاموش رہے۔ مگر
ملک نے جرأت کرکے اس خدمت کی استدعا کی مگر یہ شرط ٹھیرائی کہ مجھکو بالکل یہ اختیار
دیا جائے کہ برآمد کار کے لئے جتنا خراج چاہے معاف کردے۔ جتنا چاہے مانگے جس کو چاہے
جاگیر دے جس کو چاہے نقد روپیہ دے اُس سے بازپرس نہ کی جائے۔ بہادر شاہ نے یہ
درخواست منظور کی اور وہ دو سو سواروں کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔

راہ میں وہ تحصیل مال کے لئے محصل مقرر کرتا گیا اور جن آدمیوں کو وہ اپنے نزدیک معتمد جانتا
تھا ہر ملک میں وہ معزز تھے اون کو جاگیریں اور مواجب مقرر کرتا تھا۔ وہ معہ اپنے ساتھیوں
کے اوس کے ہمراہ ہوتے جاتے تھے۔ سورت اور کاٹھیاواڑ کے زمیندار اسقدر اوسکے ساتھ
ہوگئے کہ احمد آباد پہونچنے تک دس ہزار سوار اس پاس جمع ہوگئے۔ وہ جو محصول جمع کرتا اسکو
اپنے لوگوں میں تقسیم کرتا۔ اسلئے اوسکی سپاہ تیس ہزار ہوگئی اور مجاہد خاں حاکم جونا گڈھ
تیس ہزار سواروں کے ساتھ اس سے آن ملا۔

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے اپنی مستانہ نوشی چھوڑی اور ہوش میں آیا
اور نظام الملک کو چانپانیر میں چھوڑا اور خود احمد آباد کی طرف چلا اور لشکر کو پھر غنیمت کا وہ بہہ

گجرات کی بدنظمی اور بہادر شاہ کی طرف سے علاؤالملک کا تحصیل مال کے لئے جانا

تقسیم کیا اور آب مہندری کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ عماد الملک بھی دلیری کرکے آگے آیا بادشاہ کے ہر کوچ پر وہ بھی کوچ کرتا تھا۔ اس پاس سپاہ پچاس ہزار تھی۔ مرزا عسکری جو چند منزل بادشاہ سے آگے ہراول لشکر کے ساتھ تھا۔ اس پر نربادا اور محمود آباد کے درمیان دوپہر کو نہایت سخت گرمی میں گجراتیوں نے یکایک حملہ کیا اور مرزا کو شکست دی مگر یادگار ناصر مرزا اور ہندو بیگ جو مرزا کے دائیں بائیں طرف ایک میل میں لشکر لئے موجود تھے۔ وہ اوسکی حمایت کو آگئے۔ بادشاہ کے لشکر کے آنے کی خبر دشمنوں کو معلوم ہوئی یادگار ناصر کا لشکر آگے تھا اوسنے پہلے لڑائی ہوئی۔ دوسری جانب سے عالم خان لودی اور چند اور امیروں نے کوشش کی۔ مگر عماد الملک بچکر نکلگیا۔ طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ مرزا عسکری کے لشکر پر گجراتیوں نے ایسا جلہ کیا کہ اوسکو فرصت لشکر کے آراستہ کرنے کی نہ ملی وہ چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر چار بندر قوم میں چلا گیا۔ گجراتی کچھ مرزا کی طرف متوجہ نہوئے بلکہ لوٹ پر پل پڑے اور غنیمت کو لیکر پراگندہ ہوگئے۔ اسوقت مرزا یادگار ناصر و میر ہندو بیگ اپنی اپنی فوجیں آراستہ کرکے آئے تو پھر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور مرزا عسکری نے بھی چار بندسے باہر آکر اپنا نقارہ بجایا۔ اور گجراتیوں کا تعاقب احمد آباد تک کیا۔ دو ہزار آدمی اس معرکہ میں قتل ہوئے مگر اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ تین ہزار سے زیادہ اور چار ہزار سے کم مخالفوں کے آدمی مارے گئے بادشاہ بھی یہاں آگیا۔ اوس نے خداوند خاں سے پوچھا کہ اب آیندہ احتمال جنگ ہے یا نہیں۔ اوس نے جواب دیا کہ وہ نظام میر وص عماد الملک اس جنگ میں موجود تھا تو جنگ آخر ہے اور اگر وہ نہیں تھا تو پھر اوس کے لڑنے کا احتمال ہے مگر دو زخمیوں کی زبانی تحقیق ہوا کہ اس جنگ کا مہتمم وہی تھا۔ بادشاہ نے کوچ کرکے احمد آباد کے نزدیک کانگریہ میں ڈیرے ڈالے اور مرزا عسکری کو احمد آباد میں توابع عنایت کیا۔ مرزا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر سارا لشکر شہر میں آئیگا تو عموماً خلایق کو آزار پہونچائیگا۔ بادشاہ نے دروازوں پر پہرے بٹھا دیئے کہ سوائے مرزا عسکری اور اوسکے آدمیوں کے کسی کو اندر نجانے دیں۔ بادشاہ سرکیج میں آیا۔ کہ معمورہ دلکش تھا شہر کی سیر کو گیا۔ اور گجرات کے ملک کا یہ انتظام کیا کہ مرزا یادگار ناصر کو پٹن عنایت کیا اور قاسم حسین خاں سلطان کو بڑودج و نوساری و بندر سورت

دیا۔ اور دوست بیگ آقا کو کمبایت و بڑودہ اور میر موحکہ بہادر کو محمود آباد مرحمت کیا۔ ہندو بیگ کو بہت سا لشکر دیا کہ وہ جسکو کمک کی ضرورت ہو اوسکی مدد کرے۔

ہندو بیگ اور بعض اور ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کو فتح نصرت میسر ہوئی۔ سلطان بہادر بھاگتا پھرتا ہے وہ حضور کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ ہندوستان میں خراب خستہ پڑا ہے پس یہ مناسب ہے کہ جو خزانے ہاتھ لگے ہیں اونمیں سے ایک دو سال کی تنخواہ سپاہیوں کو دیجائے اور باقی بطریق امانت رکھی جائے اور ولایت گجرات سلطان بہادر کو اپنی طرف سے عنایت کی جائے تاکہ آپ کی نیکنامی صفحہ روزگار پر یادگار رہے۔ بادشاہ نے کہا احسن کما احسن اللہ الیک ان اللہ یحب المحسنین اور خود بدولت آگرہ کو تشریف فرما ہوں کہ وہاں سے پریشان خبریں آرہی ہیں۔ یہ صلاح تیری نیک ہوتی اگر اوسپر عمل ہوتا۔ مگر بادشاہ اس صلاح کو سنکر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ جس ولایت کو ضرب شمشیر سے فتح کیا ہو اوس کو رائگاں کھونا نہیں چاہیئے۔ اس ملک کا انتظام میں کرونگا اور اور ملکوں کی طرح۔

جب گجرات کا بادشاہ نے انتظام کر دیا تو وہ بندر دیپ (دیو) کی طرف جہاں بہادر خانخانا چلا۔ احمد آباد سے تیس کوس پر ندوقہ سے گذرا تھا کہ دارالخلافہ سے دولت خواہوں نے اوسکو اطلاع دی کہ حضور دارالخلافہ سے بہت دور چلے گئے یہاں معتمدوں نے تمرد اختیار کیا ہے خانخاں نے بہار میں سر اٹھایا ہے۔ محمد سلطان مرزا نے اپنے بیٹوں الغ خاں و شاہ مرزا کی مدد سے قنوج سے جونپور تک لیلیا ہے اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا ہے۔ جمنا کے کنارہ پر جو اضلاع آگرہ میں ہیں اور آگرہ میں بھی سرکشی کے آثار نمودار ہوتے جاتے ہیں مالوہ کی مختلف طرفوں سے بھی اوسکی خبریں بہت جلد پہنچیں کہ سکندر خاں اور ملوخاں نے سر اوٹھایا ہے اور سرکار ہوشنگ جاگیردار مہتر زنبور کے سر پر چڑھ گئے۔ وہ اپنے اموال کو لیکر اوجین میں چلا آیا اور اوسکی فوج میں جو بادشاہ کی سپاہ جابجا متعین تھیں۔ وہ سب اوجین میں فراہم ہے اور فتنہ پردازوں کی جماعت کثیر نے اس شہر کا محاصرہ کیا اور درویش علی کتاب دار حاکم اوجین کو زخمی کیا جس سے وہ مرگیا۔ باقی اہل قلعہ نے امان طلب کی بادشاہ پاس جب یہ

پریشان خبریں آئیں تو یہ امراء نے قرار دیا کہ مالوہ میں جاکر منڈو میں مقیم ہو جس سے ملک مالوہ بھی اہل فساد سے پاک ہو اور گجرات بھی جو ابھی فتح ہوا ہے انتظام پائے اور دار السلطنت کے قریب جو فتنہ فساد کی آگ بھڑک رہی ہے وہ بجھ جائے اوس نے گجرات کو مرزا عسکری اور ایک گروہ امراء کو حوالہ کیا اور خود بڑودج و سورت اور سیر تیں ہوتا ہوا برہان پور میں آیا اور یہاں سات روز قیام کیا۔ قلعہ آسیر کے پہلو میں سے گذر کر منڈو میں آیا۔ بادشاہ کی معاودت کی خبر سنکر فتنہ پرداز کونوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ کو مالوہ کی آب و ہوا ایسی مطبوع مزاج ہوئی کہ اوس نے اپنے معتمدین کو یہاں جاگیریں دیدیں۔ پھر اوس پر کامرانی اور کام بخشی کے دروازے کھل گئے۔

منڈو میں آنا۔

بہادر شاہ کا گجرات میں پھر اقبال جمانا۔

گجرات میں ہمایوں بادشاہ کے اقبال کی ہوا پھر بگڑی۔ گجراتی ان فتح کرنے والوں کو اجنبی اور بیگانہ جانتے تھے۔ ابھی بادشاہ نے گجرات کی طرف پیٹھ کی تھی کہ وہاں سرکشی کا بازار گرم ہوا۔ بہادر شاہ نے پرتگیزوں سے صلح کرلی اونہوں نے اوسکی کمک کا وعدہ کیا اور اوس نے پانچ چھ ہزار حبشیوں کا لشکر جمع کرلیا۔ اوس کے اور طرفدار بھی ملک میں تیار ہو گئے۔ ودی خاں صفر جس نے سورت کے قلعہ کو بنایا تھا اوس کے اندر ہو بیٹھا اور چاروں طرف سے اوسے بند کرلیا۔ ایک اور افسر نے دریا تپتی کے دہانہ پر نوساری کے قریب ایک مستحکم حصار میں قیام کیا۔ اور گجراتی جہازوں کی مدد سے اس مقام کو حملہ آوروں کے ہاتھ سے بچایا۔ ان افسروں نے خان جہاں شیرازی کے سامنہ اتفاق کرکے عبد اللہ خاں حاکم ولایت نوساری کو یہاں سے نکال دیا اور سورت پر قبضہ کیا۔ عبد اللہ خاں قاسم حسین خاں اوزبک کا خویش تھا اور وہ اوسکی دار الخلافہ بڑودج میں چلا گیا۔ خاں جہاں نے خشکی کی راہ سے بڑودج کی طرف کوچ کیا۔ اور ودی خاں نے دریائے نربدا کی راہ سے عرابہائے جنگی میں توپ و تفنگ لگاکر بڑودج پر چڑھائی کی یہ دیکھکر قاسم حسین خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ بھاگ کر چانپانیر میں آیا۔ اور یہاں سے احمد آباد میں گیا اور مرزا عسکری اور ہندو بیگ سے کمک کا طالب ہوا۔ سید اسحاق نے جسکو بہادر شاہ کی طرف شتاب خانی کا خطاب ملا تھا۔ کمبایت پر تصرف کیا۔ اور سارا ملک گجرات لڑنے پر تیار ہو گیا۔ مرزا عسکری نے یہ حال دیکھکر یادگار ناصر مرزا کو پٹن سے احمد آباد میں بلا لیا۔ دریا خاں

لودھانی جو راہ لبین سے سپاہ لیکر بہادر شاہ پاس دیو جاتے تھے جب اونہوں نے پٹن کو مرزا شاہی سپاہ سے خالی دیکھا تو اوس پر قبضہ کرلیا اور پھر تو یہ حال ہو گیا کہ امراء شاہی اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنے لگے۔ اپنی تنگ حوصلگی سے تھوڑی سی کامیابی پر فاسد رائیں کرنے لگے اور آپس میں ناشائستہ مخالفت کرنے لگے اور نفاق سے دل کدر رکھنے لگے۔ [illegible] کا عرصہ گذرا تھا کہ ایک دن مرزا عسکری شراب پئے مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا کہ میں بہادر شاہ کو قتل اللہ ہوں۔ اوس پر غضنفر اوس کے کوکا نے چپکے سے کہا کہ ہستی اما خویش نمیستی۔ یہ سنکر بادوں نے قہقہہ لگایا۔ مرزا نے پوچھا کہ کیا ہے تو یہ غضنفر کا کہنا معلوم ہوا۔ اوس نے غصہ ہوکر اوسکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ وہ اس بند سے نکلکر بندر دیو میں بہادر شاہ پاس پہونچا اور تین سو سواروں کو ساتھ لیگیا۔ اوس نے مغلوں کے سارے منصوبوں اور ارادوں اور تدبیروں سے مطلع کیا اور احمد آباد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ وہ سب بھاگنے کے لئے پابرکاب بیٹھے ہیں مگر کسی بہانہ کے منتظر ہیں اس امر پر اسقدر اصرار کیا کہ آپ مجھے قید رکھئے اگر میری [illegible] میں رائی برابر جھوٹ ہو تو سزا دیجئے۔ اس کہنے سے بہادر شاہ احمد آباد کی طرف چلا۔ سارا لشکر اوس کے ساتھ تھا۔ لشکر اس کثرت سے بڑھ گیا اور وہ احمد آباد کے مقابل سرکیج میں خیمہ زن ہوا۔ اس نازک وقت میں بادشاہ کی سپاہ خطرناک حالت میں تھی۔ سارا ملک اوس کا دشمن تھا جہاں کی سپاہ نے سارے شہر سوائے جانپانیر کے چھوڑ دیئے تھے۔ سب آنکر مرزا عسکری پاس جمع ہوئے تھے۔ ہندو بیگ یادگار ناصر مرزا۔ قاسم حسین سلطان اوزبک اور امراء عظیم [illegible] نزدیک اساول کے حوالی احمد آباد میں ساربرمتی کے بائیں کنارہ پر جمع تھے اور بیس ہزار سوار اونکے پاس تھے یہاں مرزا عسکری کو ہندو بیگ نے یہ سمجھایا کہ گجرات پر قبضہ و تصرف رکھنے کا طریقہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ اب اپنے نام کا خطبہ پڑھوائے اور سکہ چلائے تمام ملک آپ کو بادشاہ جانیں اور آپ کی اطاعت کریں اور سپاہ آپ کو بادشاہ جان کے خوب جان لڑاکر لڑائی لڑے اور میدان جنگ میں بہادری دکھائے اوس پر مرزا عسکری نے ہندو بیگ کو لعنت ملامت کی مگر اصل حال یہ تھا کہ من چاہے اور منڈیا ہلائے۔ بہادر شاہ کا لشکر بھی سامنے تھا اتفاقاً مرزا عسکری کے خیمہ سے اوس کے خیمہ پر ایک گولہ آکر لگا اور خیمہ

گر پڑا۔ یہ دیکھکر وہ بہت گھبرایا اور غضنفر کو بلایا کہ اوس کی سیاست کرے مگر اوس نے کہا کہ میں تک صف آرائی نہو لشکر میری سزا سے باز رہیے یقینی آج رات کو مرزا عسکری بھاگ جائیگا۔ تین روز دونوں لشکر مقابلہ میں پڑے رہے۔ آخر کو مرزا عسکری بغیر لڑے جاجپانیر کو بھاگا۔ اور ایسا بے سروپا بھاگا کہ اپنے خیمے اور بھاری اسباب کو یہیں چھوڑ گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اس طمطراق سوار ہوا کہ لڑائی کو جاتا ہے مگر وہ بھاگنے کا سامان تھا۔

سلطان بہادر نے جسکو سو طرح کے اندیشے تھے دلیر ہوکر اوس کا تعاقب کیا۔ سلطان کا ہراول سید مبارک تھا وہ بادشاہی لشکر کے قریب پہنچا۔ ناصر مرزا چندادل تھا۔ مرزا پھر کر دشمنوں سے خوب مردانہ لڑائی ہوئی سلطان کے ہراول نے بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ مرزا کے ہاتھ میں بھی زخم آیا۔ دشمن محمود آباد میں ٹھیر گیا۔ اور مرزا نے اپنے لشکر میں مراجعت کی مرزا عسکری نے آب مندری سے کہ راہ میں تھا ایسا مضطربانہ عبور کیا کہ بہت سے سپاہی اوس کے دریا میں ڈوب کر مرگئے۔ سلطان بھی اوس کے پیچھے آب مندری تک آیا جب مرزا عسکری جاجپانیر میں پہنچا تو تردی بیگ نے لوازم مہمانداری کا حق ادا کیا اور قلعہ میں چلا گیا۔ دوسرے روز مرزاؤں کے بیٹوں کی نیت میں فساد آیا اور اونھوں نے تردی بیگ کو پیغام بھیجا کہ ہم پریشان احوال آئے ہیں اور لشکر کا برا حال ہے قلعہ کے خزانوں سے کچھ روپیہ بطور مساعدت کے ملے کہ ہم لشکر کو دیں اور اوسان درست کرکے دشمن کے دفع کرنے پر مبادرت کریں۔ چھ روز میں منڈو قاصد پہونچتا ہے عرایض بھیجنے میں یقین ہے کہ بادشاہ خزانہ ملنے کا حکم دیدے گا۔ تردی بیگ نے اونکی درخواست کو نامنظور کیا مرزاؤں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ تردی بیگ کو گرفتار کرلیں اور تمام خزانوں پر متصرف ہوں اور سلطنت مرزا عسکری کے نام پر مقرر کردیں۔ اگر بہادر پر ہم فتح پائیں تو بہتر ورنہ بادشاہ کو تو منڈو کی آب وہوا پسند ہی اور دارالخلافہ آگرہ کی حدود خالی ہیں اسطرف متوجہ ہوں۔ تردی بیگ قلعہ سے نکلکر مرزاؤں کی خدمت میں جاتا تھا کہ اثنا راہ میں اوسکو یہ خبر ہوئی تو وہ اُلٹا قلعہ کو چلا گیا اور مرزاؤں کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا میری توپوں کی زد میں ٹھیرنا مناسب نہیں۔ مرزاؤں نے جواب دیا۔ کہ ہم جانتے ہیں تم ذرا ہم سے ہٹجاؤ کچھ باتیں کہنی ہیں وہ اون کے منصوبے پر مطلع تھا کب آتا تھا۔ مناسب جواب دیا۔ مرزاؤں نے اپنے خیمے نہیں ہٹائے

سلطان بہادر نے تعاقب کیا

مرزا عسکری کا جاجپانیر میں جانا اور تردی بیگ کا خزانہ دینے سے انکار کرنا۔

نے اپنے اونکے دھمکانے کے لئے تردی بیگ نے صبح کو توپیں اونپر ماریں تو مرزاؤں نے یہاں سے کوچ کیا۔ گھاٹ کرجی کی راہ سے دارالخلافت آگرہ کی طرف بخیال فاسد روان ہوئے [illegible] کا لشکر جب تک جاجپانیر میں رہا بہادر نے آب مندری سے جو جاجپانیر سے پندرہ کروہ [illegible] نہیں کیا۔ جب اوسکو آگرہ کی طرف مرزاؤں کے چلے جانے کی اور اونکے خیالات واہیہ کی خبر پہنچی تو وہ دریا سے عبور کرکے جاجپانیر میں آیا۔ باوجودیکہ قلعہ مستحکم تھا اور تمام قلعہ داری کے لوازم موجود تھے مگر حالتیں ایسی تھیں کہ بہادر شاہ سے تردی بیگ لڑتا تو قلعہ بھی جاتا اور اوس کا سامان خزانہ بھی۔ اب اوس نے قلعہ حوالہ کردیا اور خود سلامت نکل آیا اور خزانہ جس قدر وہ لے سکا اپنے ساتھ لے لیا۔ اور بادشاہ پاس منڈو پہونچا اور مرزاؤں کے ناصواب [illegible] سے بادشاہ کو مطلع کیا۔ یہ سنکر بادشاہ اس خیال سے بطور ایلغار کے چتوڑ سے روانہ ہوا کہ آگرہ میں مرزا پہلے سے نہ پہونچ جائیں اتفاقات حسنہ سے یہ تھا کہ راہ کے درمیان چھیور [illegible] میں اوسکو مرزا مل گئے۔ ناچار وہ بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوئے بادشاہ نے اپنی طبیعت ذاتی اور عفو جبلی سے اونکے اعمال ناپسندیدہ پر نظر نہ کی اور اپنے لطف عمیم سے اونکے گناہ معاف کردیے اور عفو کا ضمیمہ فیض احسان کو بنایا اور اون پر عنایت شاہانہ کیں۔

اس ملک سے آگرہ میں بادشاہ کے جانے کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے الغ مرزا نے جو ہمیشہ باغی رہتے تھے ان دنوں میں شورش برپا کی۔ پہلے یہ کہچکے ہیں کہ بادشاہ نے اونکے نابینا کرنے کا حکم دیا تھا مگر جو لوگ اونکے اندھا کرنے کے لئے مقرر ہوئے تھے شرایط احتیاط نہ بجالائے اور آنکھیں سلامت رہیں اب اونھوں نے قید سے نکلکر رگنہ بگرام پر تاخت کی اور قنوج میں گئے۔ خسرو کوکلتاش کے بیٹے یہاں تھے اونھوں نے سلطان بگرام قنوج اون کو دیدیا اور قنوج کے سامنے بگرام کو محمد سلطان نے اپنا دارالسلطنت بنایا اور یہاں سے اپنے بیٹے الغ مرزا کو بڑی سپاہ کے ساتھ جونپور کے محاصرہ کرنے کے لئے بھیجا [illegible] بیٹے شاہ مرزا کو کڑہ مانک پور پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

مرزا ہندال جسکو بادشاہ نے آگرہ میں حاکم مقرر کیا تھا اس سرکشی کے فرو کرنے کے

مرزا ہندال کی فتح

سے روانہ ہوا اور اوس نے فوراً قنوج کو لے لیا۔ جب محمد سلطان مرزا نے سنا کہ مرزا ہندال قریب آگیا ہے تو اوس نے جہاں جہاں فوج بھیجی تھی وہاں سے بلالی۔ شاہ مرزا اوس سے آن ملا اور الغ مرزا نے لکھا کہ جب تک میں نہ آنکر تمہوں دشمن سے لڑائی نہ لڑنا۔ سلطان مرزا اور شاہ مرزا دونوں دریا کے کنارہ پر بادشاہی لشکر کو دریا سے اُترنے نہیں دیتے تھے۔ مرزا ہندال یہ چاہتا تھا کہ محمد سلطان مرزا پہلے اوس سے کہ الغ بیگ اِس سے آنکر لڑے لڑائی لڑے وہ قنوج دس کروہ آگے جاکر گنگا سے جہاں وہ پایاب تھے معہ لشکر اُترا اور دشمن کو یہ حال نہ معلوم ہوا دونوں لشکر مقابل ہوئے اور لڑنے لگے کہ ایک ایسا آندہی کا طوفان آیا کہ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک پڑی کہ خاک اون کو نہ سجھائی دیتا تھا۔ بادشاہی لشکر کے پس پشت آندہی کا رُخ تھا گھوڑوں کے سموں کی خاک نے اور آندہی کی گرد نے دشمنوں کو ایسا گھیرا کہ وہ نہ غنیم کے لشکر کو نہ اپنے لشکر کو پہچانتے تھے۔ اونہوں نے شکست پائی۔ جون پور کی طرف الغ مرزا روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے پرگنہ بلگرام کلاں بیگ کو سپرد کیا اور خود مرزا الغ بیگ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اودہ میں اوسکو جا لیا یہاں محمد سلطان اور اوس کے بیٹوں کا لشکر آپس میں جمع گیا تھا۔ اوس کے روکنے کے لئے مرزا ہندال کا لشکر آیا۔ دونوں لشکر دو مہینے تک آمنے سامنے پڑے رہے۔ مرزا ہندال لڑنے کے لئے بے صبری کرتا تھا مگر شیخ پھول کہتا تھا کہ تحمل کرو میں دعوت اسم کر رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ دشمن خود پریشان ہوجائیں گے۔ مرزا ہندال اس نوید سے خوشحال ہوتا تھا۔ اِس اثنا میں مرزا محمد سلطان کو خبر پہونچی کہ بادشاہ دار الخلافت آگرہ میں آگیا ہے۔ اِسلئے اوس نے فوراً مرزا ہندال پر چڑھائی کی مرزا ہندال نے شیخ پھول سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے تو اوس نے کہا کہ جب دشمن سر پر آن کہڑا ہوا تو ضرور لڑنا چاہئے غرض دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ مرزا ہندال کو فتح ہوئی دزی ہوئی۔ مرزا محمد سلطان تینوں بیٹوں سمیت کوچ بہار کو جو پرنیا کے متصل سرحد بنگالہ پر ہے بھاگ گیا۔ مرزا ہندال نے جون پور تک تعاقب کیا اور یہاں ٹھیر گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جون پور کو تقسیم کرے کہ اوسکو خبر معلوم ہوئی کہ بادشاہ گجرات سے آگرہ میں آگیا۔ تو وہ سپاہ کو چھوڑ کر بھائی سے ملنے آگرہ چلا آیا۔

بادشاہ کا گجرات سے کامل آنا

ملک کی حالت جب ہمایوں آگرہ میں آیا

جب بادشاہ آگرہ کی طرف چلا تو تمام گردونواح کے ملک میں اُس کی خبر ہوئی۔ کہ بادشاہ آرہا ہے تو بھوپال راسے بیجاگڈھ نے یہ دیکھا کہ قلعہ سنڈ خالی پڑا ہے تو وہ دلیر ان میں آیا۔ طوفاں اوس سے آن ملا اور یہاں کے تخت پر بیٹھکر اوس نے اپنا لقب تاور شاہ رکھا اور ہیران محمد فاروقی برہان پور سے یہاں آیا۔ بادشاہ کی فوج تو یہاں موجود نہ تھی کہ لڑائی ہوتی غرض تمام ملک پر اون کا قبضہ ہوگیا۔ خلاصہ اوپر کے تمام جھگڑوں کا یہ ہی سنہ ۹۴۲ ہجری میں بادشاہ کو اپنا سارا ملک گجرات اور مالوہ دونوں ہاتھ لگ گئے۔ ہمایوں کو یہ دونوں ملک تخت اور سلطنت سے ہاتھ آئے تھے وہ سلطنت ہاتھ سے نکل گئے تاریخ گجرات میں ہمایوں بادشاہ کا لکھیں گے۔

جب بادشاہ گجرات اور مالوہ چھوڑ کر آگرہ میں آیا تو اوس نے ملک کا حال دگرگوں پایا ملک کا کام ابتر و پریشان ہوگئے تھے۔ جب سے وہ بادشاہ ہوا تھا اوس کی سلطنت کے لئے بہت سے ایسے خوف و خطر درپیش ہوئے کہ اونکے دفع کرنے کے لئے بڑی مردانگی اور فرزانگی کی ضرورت تھی۔ باپ کے زمانہ کے جو امرا ترکی و چغتائی اوسکے ساتھ تھے اون کی خیر خواہی اس دولت خواہی ڈہل مل ہو رہی تھی۔ محمد زماں مرزا۔ ایسے ہی محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے شکست پا چکے تھے مگر وہ لڑنے کو مستعد تھے اور وہ ایسے ملک میں چلے گئے تھے کہ انکا حکم اونکے ارادوں کا استحکام کرتا تھا۔ کیونکہ یہ ملک ابھی فتح ہوا تھا اور ملک سے فتح بالکل نہ ہوئی تھی۔ مملکت دہلی چھوٹی چھوٹی ولایتوں میں منقسم تھی جو کم و بیش آزاد تھیں ان میں انتظام رکھنا آسان نہ تھا۔ دوآب اور آگرہ کے ہمسایہ میں بڑے بڑے سرکشوں کے گروہ موجود تھے جنکا حال یہ تھا کہ جہاں ذرا سی بھی غفلت اونہوں نے بادشاہ کی طرف دیکھی تو لوٹ مار اونہوں نے شروع کی۔ مالوہ اور گجرات میں ہمایوں کا جانا تھا کہ اونہوں نے شورش مچا دی۔ ایسی حالتوں میں بڑے جوانمرد بادشاہ کا کام تھا کہ وہ سلطنت کو سنبھالتا۔

آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ یہ زمانہ اوس نے عجب طرح بسر کیا۔ کس شان و شکوہ سے اوس نے مکھوں کو فتح کیا تھا مگر وہ سب اُس کے ہاتھ سے نکل گئے تو اوس کا دل

افسردہ آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ ہوا۔ اب اوس نے دل کے تنگ کرنے کا علاج یہی سوچا کہ محل میں مست پڑا رہتا۔ دربار میں کبھی نہیں آتا۔ کسی سے کچھ صلاح و مشورہ نہ کرتا۔ ملک کی بدنظمیوں کا علاج کچھ نہ کرتا۔ افیون کی پینکوں سے کام تھا اور کسی سے کچھ سروکار نہ تھا۔

شیر خان کا حال

۹۳۳ھ/۱۵۳۶ء کو امیر حسین برلاس حاکم جونپور مرگیا۔ یہ امیر اپنی حکمت اور تدابیر اور شمشیر سے افغانان شرقیہ کی سرکوبی کرتا رہتا۔ گجرات اور مالوہ کی مہمات میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس عرصہ میں شیر خان افغان نے بہار، جون پور، قلعہ چنار پر تصرف کرلیا۔ بہت کچھ سامان جنگ اور لشکر بہم پہنچا لیا۔ بنارس کو تاخت و تاراج کیا۔ گورکھ پور کا محاصرہ مدتوں تک رکھا۔

شیر خان پر حملہ کی تیاری

جب ہمایوں کو شیر خان کی اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوا اور اوس نے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اوس پر حملہ کرنے کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا (شیر خان کا مفصل حال ہم آیندہ اوسکی تاریخ میں لکھیں گے) اوّل بادشاہ کا ارادہ گجرات پر یورش کرنے کا تھا اسلئے کہ برہان نظام شاہ بادشاہ احمد نگر براوس کے دکھنی ہمسایہ والوں نے حملہ کیا تھا تو اوس نے ہمایوں کو لکھا تھا کہ اگر آپ گجرات پر حملہ کریں تو میں اس حملہ جدید میں آپ کا معاون ہونگا۔ مگر بادشاہ کو شیر خان کا بہت خوف تھا اسلئے اسنے مہم بنگالہ کو مقدم جانا۔ دار الخلافہ آگرہ کی حکومت میر محمد بخشی کو کہ معتمدین میں سے تھا سپرد کی اور محمد یادگار ناصر مرزا اپنے چچازاد بھائی کو کالپی جو اوس کی جاگیر تھی حوالہ کی اور اوسکو رخصت کیا کہ وہاں جاکر انتظام کرے۔ نور الدین محمد مرزا کو جسکو اوسکی بہن گلرنگ بیگم بیاہی تھی قنوج اور اوس کے نواح کی حراست حوالہ ہوئی اور ۹۳۳ھ/۱۵۳۶ء کو خود کشتی میں سوار ہوکر مشرق کی طرف کوچ کیا مرزا عسکری اور مرزا ہندال و بیرام خاں اور امراء عالی قدر ہمراہ تھے لشکر بحر و بر کی راہ سے چلتا تھا اور خود کبھی کشتی میں سوار ہوتا کبھی گھوڑے پر۔ اس طرح بادشاہ چنار گڈھ پہنچا۔ چنار گڈھ کے قریب مرزا احمد زمان گجرات سے چلکر ہمایوں سے آن ملا۔ اس واقعہ کا حال یہ ہے کہ مرزا نے پہلے اپنے آنے سے اپنی ہمشیرہ عزیزہ معصومہ سلطان بیگم کی معرفت بادشاہ سے مغفرت تقصیر کی درخواست بھیجی تھی۔ بادشاہ نے اوس کے جرموں کو معاف کردیا تھا اور اوسکو بلایا تھا۔

چنار گڈھ کا محاصرہ

جب مرزا لشکر بادشاہی کے قریب آیا تو بادشاہ نے اوس کی بڑی خاطر داری اور تواضع کی خلعت خاصہ و کمربند و اسپ و شمشیر عنایت کیا۔ ہمایوں کی صفت ذاتی یہ تھی کہ وہ سیات کی مکافات حسنات سے کیا کرتا تھا۔ جتنا کسی کا جرم و اثم زیادہ ہوتا تھا اوتنا ہی اوسپر لطف و کرم زیادہ کرتا۔ یہ صفت بادشاہوں میں کمتر ہوتی ہے شیر خاں بڑا عاقبت اندیش تھا اور وہ ان سب خطروں سے جو اوسکے آگے پیش آتے تھے پہلے سے واقف ہوجاتا تھا اور اوکی روک تھام کے واسطے ایسی معقول تدبیریں سوچتا اور عمدہ تجویزیں کرتا کہ اوس کی نظیر ہندوستان میں نہیں پائی جاتی جب اوسکو ہمایوں کے آنے کی خبر پہونچی تو اوس نے قلعہ چنار گڈھ کو مستحکم کیا اور قطب خاں اپنے بیٹے کو اوسکی محافظت سپرد کی اور خود بہار کنڈہ یا جہار کنڈہ کو چلا گیا۔ قطب خاں کو اوس نے مقرر کیا کہ وہ محاصرین کو باہر ستاوے اور غازی خاں سور کو قلعہ کے اندر مقرر کیا کہ دشمنوں سے لڑے۔ ہمایوں نے چنار گڈھ کے پاس مقام کیا اور اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا محاصرہ کا اہتمام سارا رومی خاں کے سپرد کیا۔ یہ رومی خاں وہی ہے جو سند سور کی لڑائی میں سلطان بادشاہ گجرات سے جدا ہوکر بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں آیا تھا۔ اور امیر آتشی کے عہدہ پر سرافراز ہوا تھا۔ اوسکو قلعوں کی فتح میں کمال تھا۔ اوس نے قلعہ کا محاصرہ شروع کیا اور کئی مہینے اس محاصرہ میں لگ گئے۔ توپوں نے وہ کام محاصرہ میں نہیں کیا جس کی امید تھی رومی خاں نے اس امر کے دریافت کرنے کے لئے کہ قلعہ کی کونسی طرف ضعیف ہے یہ تدبیر کی کہ اپنے حبشی وفادار کلامات کو ایسا مارا پیٹا کہ اوسکے سارے بدن پر جہاں پر گئیں وہ داغو ہوگا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا اور وہاں رومی خاں کے ظلم و ستم کا بیان کیا کہ مجھے ناحق مارا مارا پیٹا ہے کہ دیکھ لو کہ کوڑوں کے نشان میرے سارے بدن پر موجود ہیں۔ افغانوں نے اوسکے زخموں کا علاج کیا اور جب اچھا ہوگیا تو اوس نے کہا کہ رومی خاں جیسے اوستاد کا نمکخوار ہوں میں آپ کو ایسے مقامات بتا سکتا ہوں کہ جہاں سے محاصرین کو آپ لوگ بہت حیران و پریشان کرسکتے ہیں غرض اپنی صداقت اور ہنرمندی کا یقین اہل قلعہ کو ایسا دلایا کہ اُنھوں نے اپنے قلعہ کے سارے مقامات دکھا دیئے۔ یہ غلام چند روز وہاں رہ کر اور سب کچھ دیکھ بھال کر پھر رومی خاں پاس بھاگ آیا اور سارا حال بیان کردیا جس کے موافق رومی خاں

نے عمل کیا۔ رومی خاں نے کشتیوں کے ساباط (مورچے) بنائے تھے اور اُن میں تختہ
قطعات تختہ ایسے سطح لگائے تھے کہ اونکو دیکھکر ہنرمندوں کی عقل دنگ ہوتی تھی۔ اور سرنگیں
دو لگائیں جنکے اُڑنے سے زمین کے ٹکڑے ہوتے تھے۔ یہ مورچہ رواں دریا کی طرف سے قلعہ
کے پاس گیا اور پھر قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ ہوا اور قلعہ کی ایک دیوار گری جس میں سے
محاصرین نے قلعہ کے اندر جانے کا ارادہ کیا مگر محصورین نے بھی ایسا مقابلہ کیا کہ سات محاصرین
کو قتل کیا اور مورچہ رواں بھی توپوں سے آدھا اوڑا دیا۔ دوسرے دن صبحکو کاریگروں نے
مورچہ رواں کی مرمت کی اور از سرنو حملہ کا ارادہ کیا۔ جب اہل قلعہ نے دیکھا کہ بادشاہ کسی طرح
قلعہ کو بغیر فتح کے نہیں چھوڑیگا تو اونہوں نے جان کی امان مانگ کر اپنے تئیں حوالہ کر دیا۔ اور
بادشاہ نے بھی رومی خاں کے کہنے سے اونکو جان کی امان دیدی مگر موبد بیگ دولدی نے
دشمن کے تین سو گولہ اندازوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور جھوٹ موٹ کہدیا کہ یہ بادشاہ کے حکم
کے موافق کام کیا ہے۔ رومی خاں نے بادشاہ سے اس عہد شکنی کی شکایت کی جس پر بادشاہ
نے موبد بیگ کو بڑی لعنت ملامت کی۔ بادشاہ نے رومی خاں سے پوچھا کہ یہ قلعہ کس امیر کو
دیا جائے کہ یہاں وہ تیرے ساتھ کام کرے تو اوس نے کہا کہ ان امیروں میں سے تو کوئی
اس قلعہ کے لایق میں نہیں دیکھتا۔ بادشاہ نے رومی خاں کو یہ قلعہ حوالہ کیا مگر اس کہنے سے
امیر اُس سے ایسے ناراض ہوگئے کہ سب نے متفق ہوکر اوسکو وہ زہر کا پیالہ پلایا کہ جس سے پانچ
مہینہ اس کا بسر ہوا۔ اِس محاصرہ کا حال جوہر نے واقعات ہمایونی میں اور طبقات اکبری اور
اکبرنامہ اور تاریخ فرشتہ میں اور منتخبات اللباب خافی خاں میں ایسا مختلف لکھا ہے کہ اونہیں
مطابقت کرنی دشوار ہے۔

ہمایوں کو چنار کی تسخیر میں چھ مہینے لگے۔ شیر خاں کو یہ فرصت کا وقت خوب بنگالہ میں اپنے
کام کرنے کے لئے مل گیا۔ اور اپنے بنگالہ کو لے لیا اور گور کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ کبھی وہ
خود اور کبھی اوس کا بیٹا جلال خاں اور کبھی اوس کا سپہ سالار خواص خاں لشکر سے کام لیتا
ہمایوں چنار کو فتح کرکے بنارس میں آیا۔ یہاں اوس کو معلوم ہوا کہ گور کا محاصرہ کر رہا ہے اور
کل مملکت پر قابض ہوگیا ہے اسلئے بادشاہ نے بنگال میں جاکر شیر خاں کی ترقی کو روکنا

چاہا وہ دریائے سون کے کنارہ پر پہونچا۔ جہاں اوسکو یہ معلوم ہوا کہ شیر خاں نے گور کو
لے لیا۔

بہت مہینوں تک شہر گور کا محاصرہ رہا تو وہاں تو پڑا۔ سید محمود شاہ بادشاہ گور نے
دیکھا کہ اب شہر کے بچنے کی امید دشمنوں کے ہاتھ سے نہیں ہے تو ایک کشتی میں وہ سوار ہوکر
ہادی پور میں آیا۔ اوس کا تعاقب شیر خاں کے لشکر نے کیا۔ اور اوس کے لشکر کو پریشان کر دیا
اور اوسکو خود بھی زخمی کیا تو محمود شاہ بادشاہ بنگالہ نے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں استغاثہ
لانے کا قصد کیا۔ شیر خاں نے گور کو فتح کرکے ملک بنگال اور بہار کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا
سید محمود شاہ کے زخمی ہونے اور اوس کے ملک بنگال کے چھوڑنے نے بادشاہ کے ارادہ
کو بنگالہ کی تسخیر پر اور زیادہ آمادہ کیا اور اُس نے اور زیادہ اوس پر توجہ کی کہ وہ زرخیز ملک
بنگالہ پر شیر شاہ کی حکومت کو جمنے نہ دے اِسلئے اوس نے قبل حسین ترکمان کو ایلچی بناکے شیر شاہ
پاس یہ فرمان دیکر بھیجا کہ جیتر و تخت و خزانے ہمارے پاس بھیجدے اور بنگالہ اور بہتاس کو
خالی کرکے ہمارے بندگان درگاہ کو سپرد کر دے۔ اِس کے عوض میں قلعہ چنار گڈھ اور جونپور
یا کوئی اور جگہہ جو اُسکو اچھی معلوم ہو جاگیر میں لے لے۔ شیر خاں نے بادشاہ کے اِس حکم کو
قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ میں نے پانچ سال محنت کرکے بنگالہ کو اپنی تلوار کے زور سے لیا ہے
اور اس میں اکثر میرے سپاہیوں نے جان دی ہے بھلا وہ میں کیسے دیسکتا ہوں۔ قبل حسین
ہنسکر وہ گرد واپس آیا اور اوس نے یہ کہا کہ شیر خاں نے بادشاہ کا حکم نہیں مانا اور وہ گور سے
بہتاس اور کوہستانی ملک کو گیا ہے اور بے شمار دولت جو اوسکے ہاتھ لگی تھی اپنے ساتھ
لیگیا ہے کہ وہ ان پہاڑوں میں اوسکو محفوظ رکھے۔

بادشاہ نے جون پور کو اور اوس کی حدود کو ہندو بیگ کو کہ اُمرائے کبار میں سے تھا
اور چنار گڈھ کو بیگ میرک کو عنایت کیا کہ وہ اِس طرف کے ملک میں انتظام کریں۔ اور خود
اوس نے لشکر کو بجرد برکی راہ سے جنبش دی۔ آرہ اور دیناپور کے درمیان ایک قصبہ مونیہ ہی
جو گنگا اور سون کے ملنے کے مقام سے قریب ہے وہاں سید محمود شاہ معزول بادشاہ
بنگال جس کے زخم ہرے تھے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اوس کو تسلی دی کہ میں

تیرا ملک تجھے جلد دلائے دیتا ہوں۔ جب بادشاہ پٹنے میں پہونچا تو دولت خواہوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم باراں سر پر ہے اگر حضور بنگالہ پر حملہ کرنے کو اس موسم کے آخر ہونے تک موقوف رکھیں گے تو آئین ملک گیری میں جو روش فیروزی پائے گی ہے اوس کے موافق حصول مامول قریب تر ہوگا بنگال میں اس موسم میں سوار کو چلنا نہایت دشوار ہے اور سپاہ کا وہاں جانا دیران اور تباہ کرنا ہے لیکن والی بنگالہ کو اپنی اغراض پر نظر تھی اوس نے بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ بنگالہ میں شیر شاہ کے قدم قدم نہیں جمے ہیں اوسکے سر پر جلد چڑھنے سے اوس کا استیصال سہل ہوگا۔ وہاں سب طرح کا سامان رسد لشکر کے لئے موجود ہے بادشاہ نے اس مستم رسیدہ کی خاطرداری اور رصلاح کی معقولیت پر خیال کرکے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بادشاہ کو اس مہم کا شوق اس سبب سے بھی تھا کہ جیسا ایک بڑا ملک بگرات ہاتھ سے گیا ہے ایسا ہی دوسرا ملک ہاتھ آئیگا تو نقصان کا معاوضہ فائدہ سے ہو جائیگا۔

جب شیر خاں نے سُنا کہ بادشاہ کا لشکر آتا ہے تو اوس نے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کی اس فوج عظیم سے اس سال نہ لڑے اور برسات میں اوس کو حیران کیجئے اسلئے وہ خود تو جھارکھنڈ کو چلا گیا کہ جب بادشاہ کا لشکر بنگالہ میں آئے تو خود اس راہ سے بہار میں جائے اور وہاں شورش اور فساد مچائے اور مال بنگالہ جو اس پاس ہے اوسکو کسی مامن میں پہونچائے اپنے بیٹے جلال خاں اور اپنے سپہ سالار خواص خاں کو گڈھی ترائی (تتہ گولی لی) کے قریب مقرر کیا اور کہہ دیا کہ جب لشکر شاہی یہاں پاس آئے اور میں شیر پور میں پہونچوں تو تم ایلغار کرکے میرے پاس چلے آنا اور جنگ کے اقدام پر دلیری نہ کرنا۔ بادشاہ نے جھاگھپور سے ابراہیم بیگ چابوق اور جہانگیر قلی بیگ و بیرم بیگ و نہال بیگ و روشن بیگ و گرگ علی بیگ و بھکہ بہادر اور ایک جماعت کثیر پانچ چھ ہزار سپاہ کو روانہ کیا جب لشکر شاہی نواحی گڈھی میں پہنچا تو جلال خاں باپ کے حکم کے برخلاف فوج کو آراستہ کرکے لشکر شاہی پر چڑھ آیا۔ ابھی لشکر نے کمر ہی سیدھی نہیں کی تھی کہ اوس پر یہ آفت آئی اُس سے نہ جنگ کا انتظام ہو سکا نہ ترتیب افواج قایم ہوئی۔ لشکر مخالف بہت تھا۔ یہاں سپاہ کا قصد جنگ نہ تھا۔

ابراہیم خان نے چند مرتبہ لشکر اس طرح لڑایا کہ دشمن کے لشکر کا منہ پھیر دیا مگر فوج شاہی میں بے ترتیبی ایسی تھی کہ اوسکو کمک نہ پہونچی اور جسے دلخواہ کام نہ بنا اور لشکر شاہی کو شکست ہوئی اور علی خاں حمادی وحید بخشی اور بعض اور اعیان دولت والا پایہ شہید ہوئے جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو خود اوس نے سرعت کے ساتھ نہضت کی راہ میں کھلکام میں کشتی جو بادشاہ کی خاص سواری کی تھی ڈوب گئی۔ یہاں بادشاہ سے امرا شکست یافتہ آن ملے۔ لشکر سفر کر رہا تھا کہ کئی گھنٹے بارش ہوئی۔ خیمے ڈیرے وسرا پردے سب کھڑے تھے کہ بادشاہ نے حاجی محمد بیگ کو بھیجا کہ گڈھی کی خبر لائے کہ جلال خاں کہاں ہے۔ حاجی محمد جاکر وہاں سے خبر لایا کہ جلال خاں گڈھی میں ہے شیر خاں نے اوسے لکھا ہے کہ میں نے اپنا مال رہتاس میں پہونچا دیا ہے تو چار کھنڈ (چھرکھنڈ) کی راہ سے میرے پاس چلا آ۔ جب بادشاہ بنگالہ پر مسلط ہوگا تو زر و زمین کرنی ہوگی وہ کی جائیگی۔ جب جلال خاں کو شیر خاں کی رہتاس میں پہونچنے کی خبر پہونچی تو وہ رات کو باپ پاس چلا گیا اور اوسکی خبر بادشاہ پاس پہونچی کہ اب گڈھی میں جلال خاں نہیں ہے۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ سنگ راہ خود بخود کیوں اٹھ گیا۔ جس سے بنگالہ کا راستہ صاف ہو گیا۔ یہ گڈھی بہار اور بنگالہ کے درمیان بنگالہ کا دروازہ گنا جاتا ہے اسی لئے جلال خاں نے پندرہ ہزار سپاہ سے روکا تھا کہ بادشاہ کو بنگالہ کے اندر نہ جانے دے اور شیر خاں کو اتنی فرصت ملجائے کہ وہ بنگال کی غنیمت کو رہتاس میں لیجائے۔ جب رہتاس شیر خاں نے لیلیا تو جلال خاں اُس پاس چلا گیا اور شیر خاں کو اپنے منصوبوں کے موافق لگے ہوئے ملکوں کے بندوبست کا موقعہ مل گیا۔ اب بادشاہ بنگال میں داخل ہوا اور گور پر غیر مقابلہ اور مقاتلہ کے اوس کا قبضہ ہو گیا۔ افغانوں کے ظلم سے ملک بنگالہ خراب خستہ و پریشان حال ہو گیا تھا۔ گور میں ہر طرف مردے پڑے ہوئے تھے اور کوچے بازاروں میں لاشوں کی بدبو پھیل رہی تھی۔ بادشاہ کے یہاں آنے سے یہ تباہی اور لڑائی کی نشانیاں دور ہوئیں۔ سارے صوبہ بنگال پر ایک سال میں ۹۴۵ھ میں بادشاہ کا بالکل قبضہ ہو گیا اوس سے پہلے بھائی مرزا ہندال کو ترہت اور پرنیہ کو جاگیر میں دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی نئی جاگیر میں جاکر اپنی سامان بنگالہ کے اس طرف سے لائے۔

بادشاہ کو ملک بنگال کی شادابی و اب وہوا ایسی خوش معلوم ہوئی کہ گور کا نام جنت نشاں رکھا اور یہاں جنت کے عیش اوڑانے لگا ایک مہینہ تک بادشاہ کی صورت کسی نے نہیں دیکھی محل میں خلوت میں پڑا رہا فراغت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اسلئے اِس وسیع ملک کا انتظام کیا نہ رعیت کی خبر گیری کی۔ امرا نے بھی اپنے بادشاہ کی عیش اوڑانے میں تقلید کی۔ اب کوئی لکھتا ہے کہ اس حال میں بادشاہ بنگالہ میں نو مہینے رہا۔ کوئی لکھتا ہے کہ وہ گور میں تین مہینے رہا کوئی چھ مہینے لکھتا ہے۔ غرض خواہ کچھ ہی عرصہ ہو اوس کو نہ اوسکے امراء کو حال کا فکر نہ آیندہ کا تردد ہوا۔ اِس زمانہ میں مرزا ہندال نے اہل نفاق سے اتفاق کرکے اور باب فتنہ کے تباہ اندیشوں کو دل میں جگہ دیکے بادشاہ کی اجازت بغیر من برسات کے موسم میں دارالخلافہ آگرہ کی راہ لی۔ یہاں چند روز میں آگیا۔ شورش و فساد برپا کیا اور خود شہریار بننے کا ارادہ کیا۔ ہرچند بادشاہ نے اوسکو نصیحت نامے لکھے مگر وہ کچھ سود مند ہوئے اُسوقت بادشاہ پاس نہ کوئی نئی کمک آئی نہ کوئی رسد پہونچی۔ پہلے جو خبریں آتی تھیں اب وہ بھی آنی بند ہوگئیں اگر ساری ملک کی بربادی کی خبریں بادشاہ کے کان میں پہنچتیں تو وہ ضرور ہوشیار ہوکر تدابیر ملکی کرتا مگر جو لوگ اسوقت اوس کے ساتھ تھے وہ ایسی متوحش خبروں کو اُس تک نہیں پہونچنے دیتے تھے کہ اوسکے عیش کو تلخ کریں۔

مگر ایک خبر متوحش ایسی متواتر بادشاہ کے ہمراہیوں پاس پہنچی کہ وہ اوسکو کسی طرح چھپا نہیں سکتے تھے بادشاہ جن راہوں سے اِس ملک میں گیا تھا انہیں پر شیر خاں قابض نہیں ہوا بلکہ کل ملک پر جس میں بادشاہ گیا تھا۔ وہ بادشاہ کے جانے کا راہوں میں سدباہ نہیں ہوا بادشاہ کو جنوب سے بنگال میں اوس نے داخل ہونے دیا اور وہ پہاڑوں کی راہ سے دوسری طرف سے بہار میں داخل ہوا۔ اور پہاڑوں کے شمال میں اوس نے اپنا لشکر پھیلا دیا جو اوس کے زور کا مرکز تھا۔ وہ کل صوبے بہار کا مالک ہوگیا اور اوس نے وہ تمام راہیں بند کردیں کہ جنسے بادشاہ کو سپاہ کی کمک پہنچ سکے یا کوئی اُس پاس بنگال جاسکے۔ اِس طرح بادشاہ اپنی باقی سلطنت سے بالکل علیحدہ ہوگیا نہ اوسکو اپنے ساتھ شریک کرسکتا اور نہ اوس کے ساتھ رسل و رسائل رکھ سکتا۔ کوئی بادشاہ کی سپاہ اوس کی روکنے والی نہ تھی وہ گنگا پار اور تربا رس کا

علاقہ لیا اور تھوڑے دنوں میں اوس نے تسخیر کرلیا اور یہاں کے حاکم میر فضلی کو قتل کیا وہاں سے جونپور گیا۔ یہاں ہندو بیگ کے مرنے کے بعد بابا بیگ جلائر کو بادشاہ نے حاکم مقرر کیا تھا اوس نے اپنے مقام کو استحکام دیا تھا۔ یوسف بیگ پسر ابراہیم بیگ چاوتی اودھ سے اِس ارادہ سے آتا تھا کہ بنگالہ میں بادشاہ پاس جائے وہ ہمیشہ اطراف و جوانب میں فتنہ و بلوا بپا کرتا تھا اور نہرد اور پیکار کا طلبگار تھا۔ جلال خاں پیغمبر سنکر دو تین ہزار آدمیوں سے ہمراہ کرکے اُسکے پاس آپہنچا۔ یوسف بیگ لشکر کے سپاہی کو دیکھکر مستعد جنگ ہوا۔ ہرچند ہمراہیوں نے سمجھایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور مخالف بہت ہیں مگر اوس نے کچھ نہ سُنا اور لڑا اور جونپور کی تواح میں مردانہ وار شربت شہادت پیا۔ مخالفوں نے دوسرے روز آن کر جونپور کو گھیرا۔ بابا بیگ جلائر نے بڑی بہادری میں داد مردانگی و کاردانی دی اور مرزاؤں اور امیروں کو بکیفیت احوال لکھا۔ اور بادشاہ پاس عرائض متواتر بھیجیں۔ میر فقیر علی دہلی سے دارالخلافہ آگرہ میں آیا اور اوس نے مرزا ہندال کو نصایح ارجمند کرکے جمنا پار بھیجا اور محمد بخشی کو سمجھایا کہ میرزا کی مدد کرکے جلد جون پور اوسکو پہنچا دے۔ میر فقیر علی آگرہ سے کالپی گیا اور یہاں مرزا کو سمجھایا کہ وہ لشکر کو تیار کرے اور آگرہ کی حدود پر مرزا سے متفق ہوکر جلد جونپور روانہ ہوں۔ اسی زمانہ میں خسرو بیگ و کھتاش و حاجی محمد بابا تشقہ و زاہد بیگ و میرزا نظر اور اور جماعت امرا یہ سب اپنی ناہنجاری اور شورانگیزی کے سبب سے بنگالہ سے بھاگ کر قنوج میں مرزا زین العابدین محمد جہانگیر پاس آئے۔ اس مرزا نے ان امرا کے آنے کا حال مرزا ہندال کو لکھا اور اون سے اُن کی استمالت کی استدعا کی۔ مرزا ہندال نے الطاف نامے اُن پاس اپنے ایک معتمد محمد غازی توغبائی کے ہاتھ بھیجے اور یادگار ناصر مرزا اور میر فقیر علی کو بھی اُن امرا کے تسخیر کرنے بھیجے۔ مرزا زین العابدین جہانگیر پاس ابھی مرزا ہندال کا جواب نہیں آیا تھا کہ وہ کول میں جو جہانداد بیگ کے مواجب میں تھے آئے۔ مرزا ہندال کے فرستادہ کو جب کول میں اونکے آنے کی خبر ہوئی تو یہاں وہ اُن پاس پہنچا۔ ان نمکحراموں نے صاف صاف کہدیا کہ اب ہم بادشاہ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اگر مرزا ہندال جیسا کہ ان کا خیال ہے اپنے نام کا خطبہ پڑھوا دے تو ہم اوسکی ملازمت کرنے کو تیار ہیں اور نہیں تو ہم مرزا کامران پاس جاتے ہیں۔

وہاں ہماری کام روائی خوب ہو جائیگی۔ محمد غازی توغبائی نے آنکر مرزا ہندال کو یہ پیغام مخفی پہنچایا اور کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ناگزیر ہے کہ کیا اپنے نام کا خطبہ پڑھواتے اور اوران امرا کو بلوا کر اون پر نوازش فرمائے یا کسی بہانہ سے اون کو بلا کر قید فرمایئے مرزا ہندال کو اپنے تئیں بادشاہ بنانے کا خیال ہمیشہ سے تھا اوس نے امرا کے پیغام کو غنیمت سے شمار کیا اور اونکو بلا کر لطف و کرم کے وعدہ کئے اور آپ بادشاہ بننے کا ارادہ مصمم کیا جب بادشاہ کو بنارس اور جون پور اور اوسکی حدود کے تفرقہ کا اور مرزا ہندال کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو شیخ بہلول کو بنگالہ سے رخصت کیا کہ وہ دار الخلافہ میں بہت جلد اپنے تئیں پہنچائے اور مفسدوں کو خستہ کرکے خیالات فاسدہ سے باز رکھے۔ اور افغانوں کے استیصال کے لئے اون کو یکدل اور یک زبان بنائے۔ شیخ صاحب ہندوستان کے اعیان مشائخ میں سے تھے اور بادشاہ اونکا معتقد تھا۔ شیخ اُسوقت آگرہ میں پہنچا کہ امرا نادرست اندیشی اور نا سود مند فکر کرکے مرزا ہندال کو بہکا کر بادشاہ بناتے تھے۔ مرزا ہندال شیخ کے استیصال کو گیا۔ شیخ نے دولت خواہانہ باتیں اوسکو سمجھائیں اور مرزا کو بادشاہ کی خدمت پر ثابت قدم کیا دوسرے روز محمد بخشی کو بلایا کہ لشکر کے لئے جو کچھ سامان چاہیئے اوس کا سرانجام کردے۔ نذر و اشتر و اسپ و اسلحہ جنگ کا سامان کرے۔ محمد بخشی نے یہ معذرت کی کہ خزانہ تو ہے نہیں کہ سپاہ کو دیا جائے مگر اسباب اور اجناس بہت ہیں سب حسب دلخواہ سرانجام کرتا ہوں اس بات پر چار پانچ روز نہ گذرے تھے کہ مرزا نور الدین محمد قنوج سے ایغار کرکے آیا اُسکے آنے سے اس ارادہ میں کہ امرا نے فکر کیا تھا بڑی تقویت ہوئی۔ مرزا ہندال نے دوسرے دفعہ محمد غازی توغبائی کو امرا کے پاس بھیجا امرا نے جو پہلے کہا تھا وہی کہا اور اوس پر یہ اور اضافہ کیا کہ شیخ بہلول کو جو بادشاہ کا فرستادہ ہے اور ہمارے کاموں کی صلاح کو بگاڑتا ہے مرزا ہندال علانیہ قتل کر ڈالے تاکہ ہم سب کو یقین ہو جائے کہ وہ بادشاہ سے یکسو ہو گیا اور اوس نے ہماری بات کو مان لیا تو ہم خاطر جمع سے اوسکی ملازمت کریں سفر اور لشکر کا سامان شیخ درست کرا رہا تھا کہ مرزا نور الدین محمد نے شیخ کو اوس کے گھر سے پکڑوا کر دریا کے پار ریت میں گردن اُڑوا دی اور مرزا ہندال کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور آگے

گئی گیا۔ ہر چند مرزا ہندال کی مادر افاچہ بیگم نے اور اور بیگموں نے سمجھایا کہ یہ تو کیا کرتا ہے گھر میں آگ لگاتا ہے مگر اصلا فائدہ نہوا ؎

باد است نصیحت کساں در گوشم　　اما باد یکہ آتشم تیز کند

جب مرزا اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کے اپنی ماں کے پاس گیا تو وہ ماتمی لباس پہنے ہوئے تھی مرزا نے کہا کہ ایسی شادمانی میں آپنے یہ ماتمی لباس کیوں پہنا ہے دُور اندیش ماں نے جواب دیا کہ تم میں یہ لباس پہناہے تو خرد سال ہے فتنہ سازوں اور ناعاقبت اندیشوں کے فریبوں میں آکر راہ صواب سے گمراہ ہوا ہے اور اپنے تئیں ہلاک کرنے پر کمر باندھی ہے۔ مرزا نے آکر کہا کہ آپ نے شیخ کو مارا اب میرے مارنے میں کیوں توقف کرتے ہیں۔ مرزا سے اوس کی استمالت کی اور ہمراہ لیا۔ میر فقیر علی اور یادگار ناصر مرزا اس ناگوار قضیہ کو سُنکر گرانباری کی راہ سے ایغار کرکے دار الملک دہلی میں آئے اور شہر کے استحکام اور قلعہ داری کے اہتمام میں لگے۔ مرزا ہندال فیروز آباد کے نزدیک حمید پور میں تھا کہ اوسکو خبر لگی کہ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے دہلی کی جانب ایغار کیا۔ مرزا اور امرا نے مشورہ کرکے دہلی پر متصرف ہونے کا ارادہ کیا۔ کوچ پر کوچ کرکے دہلی کا محاصرہ کیا۔ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے قلعہ داری پر کمر ہمت چست کی۔ مرزا کامران کو صورت واقعہ کھکر التماس کی کہ فتنہ و فساد دور بھانے کے لئے دہلی تشریف لائے۔ مرزا کامران فوراً دہلی کی طرف دوڑا۔ جب وہ قصبہ پہنچت میں آیا تو مرزا ہندال نے اپنا کام ناتمام چھوڑ کر دار الخلافہ آگرہ میں مراجعت کی مرزا کامران جب دہلی کے قریب آیا تو اوس سے ملاقات کرنے میر فقیر علی گیا۔ یادگار ناصر مرزا قلعہ کے استحکام میں مشغول رہا۔ میر فقیر علی نے مرزا کامران کو مقدمات ہوش افزا سے آگاہ کیا کہ دہلی میں یادگار ناصر مرزا ہے اگر اوس پر آپ حملہ کیجئے گا تو وہ ہمایوں کیطرف سے اوس کی حفاظت کریگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ مرزا ہندال کے پیچھے آگرہ کی طرف چلے جائیں کہ وہ وہاں پہنچنے نہ پائے اور آگرہ پر تصرف کیجئے۔ جب آپ پاس آگرہ ہوگا تو دہلی خود بخود آپ کو ہاتھ لگ جائیگی ناصر مرزا اوس کے حوالہ کرنے میں کوئی حیلہ نہ کرے گا مرزا کامران اس طرح سمجھانے سے آگرہ روانہ ہوا۔ ناصر یادگار مرزا کو اپنے قلعہ داری

کے استحکام کے لئے فرصت ملی۔ مرزا کامران آگرہ کے قریب پہونچا تو مرزا ہندال سے رہا
گیا میں بھائی کی ٹکر کا نہیں ہوں تو وہ الور کو جو میوات کا دار الحکومت تھا پانچ ہزار سوار
لیکر چلا گیا۔ مرزا کامران آگرہ میں آیا تو اوس نے اغاچہ بیگم والدہ مرزا ہندال سے درخواست
کرکے مرزا ہندال کو آگرہ میں بلوایا وہ الور سے آیا دونوں بھائیوں میں ملاقات اچھی طرح
ہوئی اور امرا دفتنہ انگیز کو بلا کر قصور معاف کیا اور مرزاؤں اور امیروں نے اتفاق کرکے
جمنا سے عبور کیا کہ شیر خاں کے فتنے کو دور کریں۔ مرزا کامران خود کوتاہ اندیش تھا اور امرا
جو بھاگے بھوگے اوسکے ہمراہ تھے وہ ایسے فتنہ پرداز تھے کہ اونہوں نے اوسکو ایسی
پٹیاں پڑھائیں کہ بھائیوں میں اور زیادہ نفاق بڑھا۔ اونہوں نے اوسکو یقین دلایا کہ شیر خاں
دشمن کو تباہ کرنا اور ہمایوں کو مصیبت سے بچانا اپنے پانوں میں کلہاڑی مارنی ہے ہمایوں
کے سامنے اِن کا چراغ نہیں روشن ہوگا۔ مگر جب اس کا چراغ گل ہوجائیگا تو پھر شیر خاں
سے سمجھنا کیا بڑی بات ہے۔ غرض کامران جو آہستہ آہستہ شیر خاں کی طرف کوچ کر رہا تھا۔
اوس کو اوس نے موقوف کیا اور یہ صلاح ٹھیری کہ اولے چلیے اور تمام ذخیروں اور اسباب
جنگ کو محفوظ رکھے کہ لشکر اپنے ٹھہر آرام سے پہونچ جائے اور نئی جنگ کا سامان آسانی سے
موجود رہے اگر بادشاہ ہمایوں کو شیر خاں شکست دے تو اوس سے مقابلہ کے لئے ہم تیار
ہیں اور اگر شیر خاں کو شکست ہو تو بادشاہ سے ہم صلح ہوکر مصالحت جن شرائط پر چاہیں گے
تحریر لیں گے۔ غرض برسات کی ابتدا میں مرزا کامران اُلٹا آگرہ میں چلا آیا اور ہمایوں کو اپنے
حال پر چھوڑ دیا۔ بادشاہ اور اوسکے اولیائے دولت جن کو اس ملک میں جاگیریں ملی تھیں
عیش و عشرت کے سامان کے زیادہ کرنے میں مصروف تھے۔ غفلت کا دروازہ اُن پر کھلا ہوا
تھا۔ ارکان سلطنت انتظام ملکی کی طرف کم مصروف تھے فتنہ خوابیدہ اپنی آنکھوں کو کھول
رہا تھا۔ ایسی خبریں کہ معتمد ہوں بادشاہ کے لشکر میں پہونچتی نہ تھیں۔ اگر بادشاہ کے کسی معتمد
کو بہت باتوں میں سے کوئی بات معلوم ہوتی تھی تو اوس کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے
کہتا۔ یہ خوف تھا کہ کسی چیز تا ملایم سے بادشاہ کا عیش منغص نہو۔ مگر دولت خواہ حقیقی بھی
موجود تھے جن کی نظر اپنی غرض پر نہیں ہوتی بلکہ حق پر ہوتی ہے اونہوں نے سارا حال

بادشاہ کو سنایا۔ بادشاہ نے سنکر بنگالہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ اگرچہ اسوقت برسات کی
ساری زمین سیلاب ہو رہی تھی اور دریاؤں میں طوفان آرہا تھا مگر صلاح وقت اُسکی مقتضی
ہوئی کہ مراجعت کیجئے۔ ملک بنگالہ مرزا ہندال بیگ کو حوالہ کرنے کے لئے کہا تو اوس نے کہا کہ بنگالہ
کے سوا میرے مارنے کے لئے کوئی اور جگہ نہ تھی اس جواب پر بادشاہ بہت خفا ہوا۔ اور
فرمایا کہ اس مردک کو مارنا چاہئے وہ مجلس سے اوٹھ کر باہر گیا۔ زاہد بیگ کی بیوی ہمایوں کی لاڈلی
بہن گلبدن بیگم کی بہن تھی۔ اس بیگم نے بادشاہ سے ہر چند منت سماجت کی کہ بادشاہ اس کا
قصور معاف کردے مگر جب بادشاہ نے نہیں مانا تو زاہد بیگ بھاگ کر مرزا ہندال پاس چلا آیا
اوس کو بانی بتایا۔ بادشاہ نے جہانگیر قلی کو بنگالہ حوالہ کیا اور لشکر اور بعض امرا اوسکے
تعین مقرر کئے۔

جب بادشاہ بنگالہ سے چلا تو اوس نے خانخانان لودی کو آگے بھیجا کہ وہ منگیر میں جلد تک
پہنچ کر وہاں لشکر پہونچے۔ وہ منگیر میں آنکر مقیم ہوا۔ بادشاہ منگیر کو آتا تھا کہ اوس نے سنا کہ
شیر خاں کا سپہ سالار خواص خاں ایلغار کرکے منگیر میں آیا اور اوسکے دروازوں کو آگ
لگوا دی اور خانخاناں کو قید کرکے شیر خاں پاس بھجوا دیا۔ بادشاہ اس خبر کے سننے سے متردد ہوا
اس سے ہمایوں کی اور خطرناک حالت ہوگئی۔ بنگال اور بہار کو جو آبنائے جدا کرتے ہیں اُنمیں
گنگا بھی شامل تھا۔ سپاہ کو کیچڑ پانی میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ بہت اسباب اوس کے ساتھ نہیں
جا سکتے تھے۔ گھوڑے مرے جاتے تھے۔ سپاہ میں ہیضہ نے آفت مچا رکھی تھی ہمایوں نے
لشکر کو بلایا جس کی سپاہ سارے لشکر میں کارگذار سمجھی جاتی تھی اوس سے بادشاہ نے
کہا کہ تم ہمیشہ ان آفتوں سے بچا۔ میں تجھے چار چیزیں دونگا۔ جو تو مانگے گا۔ مرزا عسکری نے امرا
سے پوچھا کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے۔ اُس سے کونسی چار چیزیں مانگوں۔ امیروں نے کہا کہ
بیشمار چیزیں اوس سے مانگنی چاہتے ہیں اوس نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے
جواہر و اجناس اور اسباب و تماش بنگالہ و چند باترین و چند نفر خواجہ سرا مانگوں اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عسکری کیسا کوتہ اندیش اور نفس پرور تھا۔ امرا نے یہ سنکر بڑا تعجب
کیا اور اوس کا تعجب دیکھکر کہا کہ اب تم بتاؤ کہ کیا مانگوں تو اونہوں نے کہا کہ میں

وقت شیر خاں سے مقابلہ و مجادلہ کرنے کا اور جانسپاری اور سپاہ گری کا ہے بادشاہ
سے بہادر سپاہی دلاور جانسپار مردان کار اور سپاہ کی تنخواہ کے اضافے اور انعام
کے لئے بڑے درجے مانگنے چاہئیں اور عرض کرنا چاہیئے کہ حضور مجھے اِس مہم کے سپرد
فرمائیں میں جاؤں اور شیر خاں مرزا عسکری نے امراء کی رائے کو پسند کیا اور اسکو
بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے روپیہ بہت عنایت کیا اور چند امراء نامی کو اوسکی مدد میں
بھیجا کہ شیر خاں سے لڑیں اور حکم دیا کہ مرزا عسکری چند منزل گدھی سے آگے بڑھکر کھڑکپور
میں میرے آنے تک قیام کرے اور شیر خاں کی جو خبر اُسکو معلوم ہو اوس سے مجھے مطلع کرے
جب مرزا عسکری کھل کرام میں آیا تو معلوم ہوا کہ شیر خاں نے جون پور اور چنار کا محاصرہ کر لیا
ہے اور قنوج تک ملک کو تسخیر کر لیا ہے اور ایسا مطلق العنان ہو گیا ہے کہ اپنے تئیں بادشاہ
شیر شاہ بنایا ہے اور اب وہ رہتاس میں سپاہ جمع کر رہا ہے۔ بادشاہ گنگا کے پار میں کنارہ
پر سفر کرکے منگیر میں آیا۔ یہاں مرزا عسکری سے جو پہلے چلا تھا ملا۔ محمد زماں میرزا نے تحقیق خبر
بادشاہ پاس بھیجی کہ شیر خاں دُور نہیں ہے۔ وہ بادشاہ کے لشکر کی خبر ذرا ذرا مخفی دریافت
کرتا ہے۔ اگر بادشاہ گنگا کے کسی کنارہ پر چلا جاتا تو وہ اِس راہ میں بہت سی سپاہ اپنی کمک
کے لئے جمع کر لیتا اور اوسکو راہ میں اِسقدر خوف و خطر بھی پیش نہ آتے جیسے کہ اِس پیشی
کے سبب سے پیش آئے کہ اوس نے کہا کہ شیر خاں یہ ڈنگ مارے گا کہ بادشاہ نے میرے
خوف سے سیدھی جنوبی راہ کو چھوڑ کر شمال کی راہ اختیار کی اِسلئے اوس نے دائیں کنارہ کی
طرف عبور کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے لایق افسروں نے اس کو سمجھایا کہ لشکر
لڑنے کے لئے تیار نہیں ہے غنیم کی طرف منہ کرنا اور عرصہ قتال میں استقبال کرنا مصلحت سے
دُور ہے۔ لشکر دُور دراز کے سفر سے پا بگل آیا ہے اور ماندہ ہو رہا ہے۔ اِس پاس اسباب
جنگ موجود نہیں ہے۔ مگر اسے کنارہ پر جون پور تک جانا چاہیئے اور وہاں توقف کرنا چاہیئے
جب تک کہ دہلی سے سامان جنگ و تفنگ آئے اور برسات ختم ہو جائے۔ موید بیگ نے
بادشاہ کی رائے کی تائید کی کہ اگر بادشاہ دریا پار جائیگا تو شیر خاں اور شیر ہو جائیگا کہ بادشاہ
اوسکی لڑائی کے خوف سے نہیں اوترا۔ غرض بادشاہ نے کسی کا کہنا نہ مانا اور وہ پٹنہ سے گدھا

شیر خاں اور بادشاہوں کی فوجوں کا قریب

اور بونہ میں جہاں سون اور گنگا ملتی ہیں پہونچا۔

اب تک دشمن گو دُور نہ تھا مگر نظر سے غائب تھا۔ اب پیچھے پیچھے اِس کا لشکر کثیر تھا
آنے لگا۔ بادشاہ نے لشکر کو لڑنے کی تیاری کا حکم دیا۔ سامنے کچھ افغانوں کا لشکر بھی آ گیا
تھا۔ لشکر نے کوچ کیا دوسرے روز تیرہ تفنگ سے لشکروں میں چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ دوسرے
روز لشکر سفر کرنے کو تھا کہ خبر آئی کہ افغانوں نے اُس کشتی کو پکڑ لیا جس میں توپ کوہ شکن
تھی اور وہ چنار کی فتح کے کام میں آئی تھی۔ سپاہ دریائے سون سے پار اُتری اور چوتھے روز
اوس سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی (چوتھے) میں پہونچی اِس مقام کے قریب دریا کرم ناسا
دریا رنگ سے ملتا ہے۔

شیر خاں نے جب سُنا کہ مرزاؤں اور بادشاہ کے لشکر نے دار الخلافہ آگرہ کیطرف
عزم شروع کیا تو وہ جونپور سے دست بردار ہو کر رہتاس کو چلا گیا۔ اور اوس نے یہ
خطرہ کیا کہ اگر بادشاہ اِس سے لڑنے آئیگا تو وہ جنگ سے یکسو ہو کر راہ چار کھنڈ سے
جس سے آیا تھا پھر مراجعت کرکے بنگالہ کا قصد کریگا اور اگر بادشاہ دار الخلافہ کی طرف گیا تو
عقب میں آن کر اوسکے اسباب اور رسد کے لوٹنے کا اور شبخون مارنے کا موقعہ ڈھونڈے گا جب
بادشاہ کا لشکر رہتاس میں آیا تو شیر خاں کو بادشاہ کے لشکر کی کمی اور بے سر انجامی معلوم
ہوئی تو وہ شیر ہو گیا۔ اور سپاہ تیار کرکے اوس نے پیشقدمی کی اور بادشاہی لشکر کے
نزدیک نزدیک وہ اپنا قابو ڈھونڈھتا تھا اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ غنیم کی نیرنگستانی
سے واقف ہوتا۔

بادشاہ کا لشکر بہرون چڑھے چوتھے میں پہنچا ہے کہ مشرق کی جانب سے بہت سا
گرد و غبار نظر آیا۔ بادشاہ نے اوس کی خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ شیر خاں کا لشکر بھاگا بھاگ
چلا آتا ہے بادشاہ نے امراء سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو قاسم حسین خاں نے کہا کہ شیر خاں
کا لشکر اُکھاڑ دو فیس کروہ کی منزل طے کرکے آیا ہے اوسکے گھوڑے تھکے تھکائے ہونگے
اِنکی نسبت ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں اِسلئے آج ہی حملہ کرنا چاہیئے آگے جو خدا کی مرضی
ہو۔ عرض آدمیان خواستہ کردگار چیست۔ بادشاہ نے منظور کر لیا مگر موید بیگ نے

شیر خاں کے حضور پر ہونے کی لڑائی اور اوسکا انجام

کہا کہ لڑائی میں اضطراب نہیں چاہیئے تساہل چاہیئے۔ بادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا تو امرا اور سپاہ کا دل آزردہ ہوا۔ کرم تاسا کا پل بندھا اوس کے پار لشکر شاہی بغیر لڑے اترا۔ راتوں رات شیر خاں نے اپنے تمام لشکر کے گرد خندقیں کھود لیں اور مورچے بنالئے۔

اب ہمایوں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس پاس سپاہ تھوڑی اور بے سامانی بہت بیماری اور خراب راہوں کی تکان سے سپاہ بہت ضعیف ہوگئی تھی۔ بہت سی بارہ برداری کے جانور مرگئے تھے۔ گھوڑوں کے مرنے سے سوار پیادے ہوگئے۔ دونو لشکروں کے قراولوں میں لڑائیاں ہوتیں جن میں بادشاہی لشکر کو غلبہ رہتا۔ اسی حال میں دونو لشکر دو مہینے تک پڑے رہے اس حالت میں۔ بادشاہ نے بھائیوں کو خط پر خط منت سماجت سے لکھے کہ اے برادران عزیز اس وقت شیر خاں بڑا زبردست مخالف ہے۔ ہم سب پر واجب ہے کہ متفق ہوکر اس شیر خاں کے پنجے سے ملک چھڑائیں۔ دیکھو باپ نے کیا جان کھپا کر یہ ملک لیا ہے اب ہماری نااتفاقیوں سے وہ مفت ہاتھ سے جاتا ہے۔ خاندان کا نام و نشان مٹا جاتا ہے۔ اس بلا سے نجات پاؤ اور پھر مرضی کے موافق ملک کو آپس میں بانٹ لو مگر ان کمبخت بھائیوں نے ایک نہ سنی۔ ان کے آہنی دلوں میں ان نصائح کا نقش نہ جما۔ اور الٹی یہ سمجھے کہ ہماری فرمانروائی اور شاہی کا سدراہ ہمایوں ہی ہو رہا ہے۔ غرض یہ بھائی جو ایک اقلیم کو فتح کرسکتے تھے کوتاہ بینی سے ایسے دور از کار اندیشی رکھتے کہ اتفاق کی سعادت سے محروم رہے۔

چوسہ میں بادشاہ دو ڈھائی مہینے گھرا پڑا رہا اور آفتیں جھیلتا رہا۔ شیر خاں نے اپنی سپاہ کے مورچے ایسی توپوں سے آراستہ کئے تھے کہ بادشاہ اس کے لشکر کو کھلے میدان میں لڑنے کے لئے نہیں جاسکتا تھا اور نہ دشمن کے روبرو سے گنگا کے پار ہوسکتا تھا چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں جو بادشاہ کو فتحیابی ہوئی وہ کچھ کام نہ آئی وہ دشمنوں کے ملک میں پڑا ہوا تھا اور گنگا پار قنوج تک ملک کو افغان تاخت و تاراج کر رہے تھے بھائی جو ہر طرح کی مدد بادشاہ کی کرسکتے تھے اونکا حال اوپر بیان ہوچکا ہے اب ماہ محرم ۹۴۶ھ ۱۵۳۹ء میں یہ ایک بلا آسمانی آئی کہ بارش کی شدت نے کمک اور رسد کی راہ بند کی۔ شیر خاں

کے قلعہ کا ایک حصہ بالکل پانی میں ڈوب گیا وہ بلند مقام پر اور تین چار کوس چلا گیا اور لشکر میں سپاہ کا ایک حصہ چھوڑ گیا۔ توپ خانہ اوس کا یہیں رہا لڑائیاں جاری رہیں۔

بادشاہ ایسا عاجز ہوا کہ اوس سے مصالحت میں اپنی مصلحت جانی اور ملا محمد برخیز کو جو شیر خاں کو جانتا تھا اس پاس بھیجا کہ صلح و آشتی کی گفتگو کرے اس ایلچی نے جاکر یہ دیکھا کہ گدی بچھا بادشاہ شیر شاہ کدال ہاتھ میں لئے سپاہیوں کے ساتھ خندق کھود رہا ہے بادشاہ کے ایلچی کو دیکھکر اوس نے ہاتھ دھوئے اور زمین پر بیٹھ کر ایلچی سے باتیں کیں۔ ملا نے بادشاہ کا پیغام دیا تو شیر شاہ نے یہ جواب دیا کہ میری طرف سے ہمایوں سے کہو کہ وہ لڑنا چاہتا ہے تو اس کا لشکر لڑنا نہیں چاہتا۔ اور میں لڑنا نہیں چاہتا مگر سر لشکر لڑنا چاہتا ہے تو اپنے مرشد شیخ خلیل کو جو حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھا ہمایوں پاس بھیجا کہ شرایط صلح ٹھہرائے۔

ان دو لشکروں میں ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور شرایط صلح پر مباحثہ ہونے لگا لڑائی ملتوی ہوئی۔ دونوں لشکروں میں دوستانہ ملاقاتیں ہوئیں۔ شیر خاں نے اس عرصہ میں اپنے سپہ سالار خواص خاں کو کئی ہزار سوار دیکر چپکے چپکے بھیجا کہ وہ راجہ بیرم کو بہکالے۔ اس راجہ نے بادشاہ کی مدد سواروں اور پیادوں سے کی تھی اور شیر شاہ کی سپاہ کی رسد لوٹی تھی۔ شیر خاں نے اس راجہ کو سمجھایا تھا کہ اگر تو کسی طرف نہ بولیگا تو تجھے انعام دیا جائیگا اور اگر بادشاہ کی طرف بولے گا تو انتقام لیا جائیگا۔ راجہ نے خواص خاں کو دھتا بتلا دیا مگر اوس نے شکست پائی۔ خواص خاں نے اوس کا سر کاٹ کر شیر شاہ کے پاس بھیجدیا۔

صلح کا ان شرایط پر فیصلہ ہوا۔ کہ کل ملک بنگال اور بہار میں جو اوس کی جاگیر تھی دے شیر خاں کو دیجائے اور وہ ہمایوں کو اپنا بادشاہ مانے اور اپنے ملک میں اوسکے نام کا خطبہ پڑھوائے۔ شیر خاں نے چنار کے لینے کی تکرار کی بادشاہ نے اس شرط کو بھی گوارا کرکے گوارا تھی مان لیا مورخوں کا ان شرایط کے باب میں اختلاف ہے۔ ابو الفضل نے تو لکھا ہے کہ شیر خاں نے روباہ بازی کرکے معتبر آدمیوں کو بادشاہ پاس صلح

کے لئے بھیجا۔ طبقات اکبری اور تاریخ بدایونی میں لکھا ہے کہ شرایط صلح یہ تھیں کہ ہمایوں سلامت اپنے گھر جائے۔ شیر خاں پاس بنگال گڈھی تک رہے اور اس بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا جائے۔ جوہر نے یہ شرط لکھی ہے کہ چنار شیر خاں کو دیا جائے گو بادشاہ کو یہ شرط ناگوار خاطر تھی مگر اوس نے مان لی۔ نصاب نامہ میں لکھا ہے کہ بنگال گڈھی تک شیر خاں کو دیجائے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ بنگال اور بہار شیر خاں کو دیا جائے اور شیر خاں کچھ خراج دیا کرے۔ ان شرایط پر طرفین سے قسمیں ہوگئی۔ اس عہد و پیمان کے بعد دونو لشکروں نے سفر کرنا شروع کیا۔ شیر شاہ نے کرم ناسا پر پل بنا کے اپنی عمدہ سپاہ دو تین منزل پر بنگال میں بھیجدی۔ ہمایوں نے اپنے مورچے اکھیڑ ڈالے۔ لشکر گاہ میں لشکر پراگندہ پھرنے لگا اور اپنے اسباب کے باندھنے اور کھانے پینے کے سامان کرنے میں مصروف ہوا۔ اور گنگا کے کنارہ پر کشتیوں کا پل بنانے لگا کہ اپنے گھر اُٹھا جائے۔ لشکر میں خوشی کے مارے چہل پہل ہو رہی تھی۔

جب شیر شاہ نے دیکھا کہ ہمایوں اور اوس کے سپہ سالاروں نے اپنا پہرہ چوکی موقوف کیا تو اوسکو یقین ہوا کہ یہی وہ وقت ہے جس کا میں منتظر رہتا تھا کہ اس میں بادشاہ پر حملہ کرنے سے اِن کا فیصلہ اور خاندان بابری کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اوسوقت شیر خاں نے جو عہد و پیمان قرآن اوٹھا کر کئے تھے اون کا کچھ خیال نہیں کیا یا یہ عہد و پیمان دراصل اسطرح ہوئے ہی نہ تھے اوس نے اپنی سپاہ کو پیچھے پیچھے جنبش دی۔ اوس نے اپنی سپاہ کے تین توپ (گردہ) بنائے۔ ایک اپنے پاس رکھا دوسرا اپنے بیٹے جلال خاں کو اور تیسرا اپنے سپہ سالار خواص خاں کو دیا۔ خواص خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی سپاہ کو لیکر بادشاہ کے لشکر کے گرد چکر کرے اور دشمن کو دریا کی طرف چوکائے۔ کشتی ڈونگے جو دریا میں ہوں اونکو لے لے اور جو آدمی راہ میں اُس سے ملیں اونکو قتل کرے۔ باقی دو حصے بالاتفاق بادشاہ کے لشکر پر مختلف مقامات پر حملہ کریں۔ کہتے ہیں کہ شیخ خلیل نے بادشاہ کو اطلاع دی تھی کہ وہ ہوشیار ہو جائے اُس پر حملہ ہونے کو ہے۔ خواص خاں بعد ظہر کی نماز کے قوی لشکر لیکر اوسکے لشکر پر حملہ کرنے کو ہے مگر بادشاہ نے اُسکی پروا نہ کی۔

محمد زماں خاں کا یہ کام تھا کہ رات کو لشکر کی حفاظت کرے مگر اُس نے بڑی غفلت کی لشکر کے قلب میں دریا کی طرف غل شور ہوا۔ تھوڑی دیر بعد تمام لشکر گاہ کی عورتیں اور بہیر لشکر کے آدمی پریشان ہو گئے۔ افغان لشکر میں گھس آئے اور جو سامنے آیا اُسے قتل کیا کچھ بس نہیں کھایا۔ بہت سے سوتے ہوئے سپاہیوں کو مار کر ایسا سلایا کہ قیامت ہی کو اُٹھیں گے کوئی کہتا ہے کہ ہمایوں اُسوقت سوتا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن پڑھتا تھا۔ جب اوس نے یہ حال دیکھا تو فوج کی تیاری کا اقارہ بجوایا۔ تین سو سوار اوس کے پاس آئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہونا ہی تھا کہ تردی بیگ۔ کوچ بیگ۔ بابا جلائر اوس سے آن ٹٹ اونکو حکم دیا کہ حاجی بیگم کو جس طرح بنے لاؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں اُنکی جان گئی۔ غرض چوبدار۔ نوکر بیگم صاحب کو بچا گیا وہ جان سے گیا۔ بہت سی جانیں گئیں مگر بیگم صاحب افغانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوئیں۔ شیر خاں نے اپنے خواجہ سراؤں اور مسلح سپاہیوں کو حکم دیا کہ بیگم کے خیمے پر پہرہ دیں اور کسی کو حرم سرا کے گرد نہ آنے دیں۔ افسروں اور مرد سپاہیوں کی عورتیں اس مامن میں جمع آئیں۔ جب ہمایوں اپنی سپاہ جمع کر رہا تھا۔ تو دشمنوں کے کچھ سپاہیوں نے ایک ہاتھی کو ہمایوں کے اوپر پیلا۔ ہمایوں نے اپنے ملازم سے نیزہ لیکر ہاتھی کے مشک پر ایسا مارا کہ وہ اوس کے اندر ایسا گھس گیا کہ پھر کھینچنے سے بھی نہ نکلا۔ بادشاہ نے نیزہ کو چھوڑ دیا ایک تیر انداز نے ہاتھی کے ہودہ پر سے بادشاہ کے بھی تیر ایسا مارا کہ بازو زخمی ہوا۔ غمی ہو کر بادشاہ پھرا اور اوس نے اپنے پاس والوں کو پکارا کہ حملہ کرنے میں شریک ہوں مگر اونوں نے کچھ نہ سنا اور یہ کہا کہ دسترخوان اوٹھ گیا پھر کھانے کا انتظار کیوں کیا جائے۔ یہ وقت دنگ کرنے کا نہیں ہے بادشاہ نے تو اُنسے مرنے کا قصد کیا مگر امرا اوسکے گھوڑے کی باگ موڑ کر دریا کی طرف کشاں کشاں لے گئے ؎

چو بینی کہ یاراں نہ باشند یار ۔۔۔ بہ بیت اندر میدان نیابت شمار

جب بادشاہ پل پر آیا تو اوسے شکستہ پایا۔ تو قف میں جان کا اندیشہ تھا اسلئے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ مگر گھوڑا ران کے تلے سے نکل گیا۔ بادشاہ بھی ڈبکیاں کھانے لگا بادشاہ کو بھشتی مشک کے اعضہ ہوا بھر کر تیرتا جاتا تھا وہ بادشاہ کا حفظ راہ بنا۔ اُس نے بادشاہ کو مشک پر بٹھا کر

دریا پار اوتار دیا۔ دریا پر اوتر کر بادشاہ نے لشکر سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو اوس نے کہا کہ نظام تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو نظام اولیا ہے اور اوس سے وعدہ فرمایا کہ اگر میں بسلامت تخت سلطنت پر بیٹھوں گا تو دو پہر کی بادشاہی تجھکو دونگا۔ جب بادشاہ کی یہ نوبت ہوئی تو لشکر کا کیا ذکر ہے جس کے جدھر سینگ سمائے اُدھر چلا گیا۔ بہت سے یوں ہی مارے گئے کچھ کیچڑ میں پھنس پھنس کر دنیا کی دلدل سے چھوٹے۔ کچھ دریا میں طعمۂ نہنگ اجل ہوئے۔ آٹھ ہزار سپاہی اور بڑے بڑے افسر بابر کے زمانے کے مرزا محمد زمان۔ مولانا محمد پیر علی۔ مولانا قاسم صدر اور مولانا جلال ٹٹوی اور بہت سے اور امرا بحر فنا میں غرق ہوئے۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۹۴۷ھ مطابق ۲۷ جون ۱۵۳۹ء کو آب گنگ پر گذرا چوسہ پر واقعہ ہوا۔

شیر شاہ نے بادشاہ کو یہ شکست کامل دی۔ لشکر گاہ پر سب طرف سے حملہ ہو گیا دریا پار پل توڑ دیا تھا۔ کشتیاں اِدھر اُدھر رواں تھیں۔ بندوقچی و نیزہ باز اُن میں بیٹھے تھے اُنہوں نے جو پانی کے پاس آیا سب کو مار ڈالا۔ تمام خیمے۔ اسباب۔ توپ خانہ۔ غلہ کا ذخیرہ۔ خزانہ جو کچھ بنی رہا تھا وہ سب شیر خاں کے ہاتھ آیا۔ اور بادشاہ کی ساری تاتاری فوج کام میں آگئی۔

دشمن کی سپاہ پر شیر شاہ بالکل تباہ کر کے اپنے شاہانہ خیمے میں گیا اور عنایت عزوجل کا شکر بجا لایا۔ ایک اپنے خواب کا ذکر کیا کہ میں اور ہمایوں دونوں آنحضرت کے روبرو پیش ہوئے تو آنحضرت نے ہمایوں سے سلطنت لیکر مجھے اِس شرط سے دی کہ ہمیشہ عدل کرنا۔ شیر خاں نے پھر قیدی ملک کے پاس نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیغام بھیجا کہ جب ہمایوں آگرہ پہنچا تو آپ کو بخیر و عافیت آگرہ پہنچا دونگا۔ اِس وعدہ کو اوس نے ایفا ماندازی سے پورا کیا۔ اور اوس نے حکم دیدیا کہ اہل حرم کو دشمن کی سپاہ تباہ شدہ کے بیوی بچوں کو وہی وظیفے ملیں جو اونکو پہلے سے ملتے تھے۔ وہ قیدی نہ سمجھے جائیں اور اونکی خوشی ہو تو اپنے گھر چلے جائیں۔ یہ کار شیر شاہ نے بڑی انسانیت اور مردمی کا کیا۔

گنگا کے بائیں کنارہ پر کچھ دنوں ہمایوں نے توقف کیا اور فوج کے آدمی جو ادھر اُدھر پراگندہ ہو گئے تھے اونکو جمع کیا اور مرزا عسکری اور بعض اور امراء سے جو آگرہ کو جاتے تھے ملا گمراہی اوسکو دشمن کے ہاتھ سے فراغت نہیں ہوئی۔ وہ آگرہ آیا تھا کہ اوسکو خبر ملی کہ میر فرید

خود ایک افغان افسر اوس کے پیچھے چلا آتا ہے اور شاہ محمد افغان آگے راہ روکے ہوئے کھڑا ہے اِس خبر کو سن کر بادشاہ کے آدمی بڑے متردد ہوئے اور خوف کے مارے اونکے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اِس اڑے وقت میں راجہ پربھان ایک راجپوت راجہ معہ اپنی سپاہ کے بادشاہ کی امداد کو کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں میر فرید غور کو جو پیچھے آتا ہے روکتا ہوں اور حضور اپنی تمام سپاہ سے شاہ محمد افغان پر جو سر راہ کھڑا ہے حملہ کر کے آگے چلے جائیے بادشاہ نے بھی کیا کہ وہ اپنی سپاہ کے ساتھ افغانوں کے اِس لشکر کے جو سامنے تھا مقابلہ میں آیا افغانوں کا لشکر اپنے مقام سے چلا گیا۔ بادشاہ کے لئے رستہ صاف ہو گیا۔ بادشاہ کالپی کی راہ سے آگرہ میں آیا۔

شیر شاہ نے اپنی فتوح کے بڑھانے میں وقت نہیں کھویا۔ وہ بہت جلد بنگال میں لشکر لیکر گیا۔ اور اپنے بیٹے جلال خاں کو ساتھ لیتا گیا۔ اور جہانگیر قلی کو بیکو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بنگال میں بادشاہ چھوڑ آیا تھا حملہ کر کے متواتر شکستیں دیں اِس دلاور نے جب دیکھا کہ میں باوجود کوشش و کشش کے دشمن کے سامنے میدان جنگ میں نہیں ٹھیر سکتا تو زمیندار کی پناہ میں چلا گیا اور وہاں دشمن سے سخت مقابلہ کیا مگر آخر کو وہ اور اوس کا لشکر مغلوب ہوا افغانوں کے لشکر کی کثرت نے اوسکو اور اوسکی تمام سپاہ کو فنا کیا فقط درویش محمد بنگالی مشہور آدمیوں میں سے بچا۔ اب شیر شاہ نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ اِس فتح کی بشارت کی سارے خطوط احباب کو لکھے جائیں۔ اِس پر امیروں نے عرض کیا کہ خطوط کیا لکھتے ہیں فرمان جاری فرمائیے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوائیے اور سکہ جاری کیجئے۔ بشیر خاں نے اِس بات کو قبول کیا اور شیر شاہ اپنا خطاب رکھا۔ بالکل بادشاہ بن گیا۔ اب اِس کے بادشاہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔

ہونسہ کی فتح عظیم کے اثر کچھ بنگال ہی پر مقصور نہ تھے بلکہ وہ ہر طرف پھیلے۔ بہار کا مختار الزمان مالک شیر شاہ ہو گیا۔ وہ گنگا کے پار جون پور کے محاصرہ کے لئے آیا اور اوسکو سوا اوسکی مضافات کے کچھ تھوڑے ہی مقابلہ سے تسخیر کر لیا اور اِسی طرح گنگا کے مشرق میں ٹونک ملک پر مسلط ہو گیا اور اِس فتح پر قناعت نہیں کی بلکہ دوآبہ میں بہت سے لشکر

کے ساتھ اپنے بیٹے قطب خاں کو بھیجدیا کہ وہ کالپی اور اٹاوہ کے شہروں کو فتح کرے
اب ہمایوں کی وسیع سلطنت ایسی تنگ ہوگئی تھی کہ آگرہ اور دہلی کی فصیلوں کے اندر اوسکی
حد رہ گئی تھی۔ اور ان شہروں کی رعایا بھی محفوظ نہ تھی۔

جب آگرہ میں ہمایوں معہ معدودے چند اور مرزا عسکری کے دوڑا دوڑا آیا تو مرزا
کامران قدمبوسی سے سرافراز ہوا بادشاہ نے اوسے گلے لگایا۔ مرزا کامران اور اوسکی
والدہ کی سفارش سے مرزا ہندال کا تصور بادشاہ نے معاف کیا وہ بھی شرمندہ سرافگندہ
بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں باغی ہوا اور بادشاہ کی مدد سے رو
گردان ہوا تو اوس نے شرمندہ ہوکر جواب دیا کہ میں خورد سال تھا امیروں کے بہکاوے میں
آگیا۔ میں اپنے گناہ کا قائل ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ آیندہ ایسے گناہ سے توبہ کرو۔ پھر بادشاہ
نے فرمایا کہ گذشت آنچہ گذشت۔ اب شیر خاں کے دفع کی تدبیر کرنی چاہیے وہ گنگا پر قنوج
تک قابض ہوگیا ہے تو مرزاؤں اور امیروں نے کہا کہ ابکی دفعہ عنایت الٰہی و اقبال شاہی
ہم ایسی دلاوری اور جاں سپاری کرینگے کہ دشمن کا نام نہیں چھوڑیں گے اس پر فاتحہ
خیر پڑھی گئی۔

اس اثنا میں پاک سرشت سقا نظام جو بادشاہ کے لئے آب حیات بنا تھا۔ جاں و مال کو
دعا دیتا ہوا تخت کے پایہ سے آن لگا۔ بادشاہ نے اس سقے کو دور سے دیکھا تو پہچان لیا
اور اپنے وعدہ کو پورا کیا کہ دو پہر کے واسطے اوسکو تخت پر بٹھادیا اور بعض احکام اور ادام
بادشاہی جس کی اوسکی طرف میں گنجایش نہ تھی مستثنیٰ کرکے اوس کو حکمرانی کا اختیار دیا۔ اور
اس اورنگ شاہی پر سقے نے جو حکم دیے وہ جاری ہوئے مشہور ہے کہ اوس نے مشکیں کنتروا کر
چام کے دام چلائے۔ اون پر طغرا کرایا اور اپنا نام اور اپنی سلطنت کا سکہ اوس پر نقش کرایا۔
بادشاہ کی اس حوصلہ مندی کو مرزا کامران دیکھ کر جیں بہ جبیں ہوا اور شکایت کی اوسکی خاطر آیا۔
جو گو یہ بھی ایک بہانہ ہاتھ آیا۔

جب بھائیوں کا اجتماع ہوا تو ہمایوں ہر روز مجلس شورہ منعقد کرتا۔ بھائیوں کو بلاتا اور
سب نشیب و فراز سمجھاتا اور کہتا کہ اگر خدانخواستہ شیر خاں قوی پنجہ ہوگیا تو ہم سب کا کہیں

ٹھکانا نہ لگیگا بادشاہ ہر چند بھائیوں کے زنگار نفاق کو مصقل موعظے سے چمکاتا مگر کسی طرح وفاق جلا نہ پاتا اور مرزا
کامران کی طرف سے زوال نصائح سے غبار کدورت دھوتا مگر صفائی نہ پیدا ہوتی۔ بادشاہ نے سپاہ کے
جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ بھائیوں اور عزیزوں کی پریشان دلی دور کرنے میں کوشش کی گو ظاہر میں بھائیوں کے چہرے
صاف نظر آتے تھے مگر اونکے باطن میں نفاق تھا۔ اس عرصہ میں سپاہ بھی جمع ہوگئی بہت
سے امرا اپنی اپنی جاگیر سے سپاہ لیکر بادشاہ سے آن ملے ان میں محمد سلطان مرزا اور اوسکے
بیٹے بھی تھے اونہوں نے دیکھا کہ افغان ایسے غالب دشمن ہوگئے ہیں کہ خاندان تیموری کی ایک
فوج انکے ہاتھ سے نہیں بچ سکتی۔ اسلئے اونہوں نے اپنی تقصیر کو معاف کرایا اور اُنکے
ساتھ شریک ہوئے اس طرح سے بادشاہ کی سپاہ تقریباً دس ہزار زیادہ ہوگئی مگر استعداد میں
کمی بھائیوں میں یوں تو بڑے بڑے مشورے ہوتے کہ تدبیر میں کیا کیا کرنی چاہئیں مگر اس
سب کے دلوں میں نفاق تھا کہ کامران سے نہ نکلتا۔ کامران نے ہمایوں سے درخواست
کی تھی کہ وہ آگرہ میں رہے اور یہ خدمت مجھے سپرد فرمائے کہ میں اوسکو بچا لاؤں۔ میرے
پاس بیس ہزار سپاہ پنجاب کی تازہ دم موجود ہے جو شیر شاہ سے خوب سمجھے گی مگر بادشاہ
نے فرمایا کہ افغانوں نے مجھے دفعات شکست دی ہے مجھے اون سے انتقام لینا چاہیے۔ یہاں
مرزا کامران کو بڑا توقف ہوگیا تھا وہ بادشاہ کے ساتھ کسی بات میں متفق الرائے نہ تھا۔ اوسکو
الگ جانے کی دھن لگی۔ اور اوس نے بادشاہ سے جانے کی بارہا درخواست کی مگر اوسکی
ہر درخواست سوا اس درخواست کے بادشاہ منظور کرلیتا۔ بادشاہ سے مرزا کہتا کہ میرے
پاس بہت فوج ہے وہاں کے انتظام کے لئے میری حاضری وہاں ضرور ہے غرض کئی مہینے تک
بادشاہ سے یہی درخواست کرتا رہا مگر مطلب نہ حاصل ہوا۔ اب معلوم ہوا کہ بنگال کی فتح
سے شیر شاہ نے فراغت پاکر ایک لشکر جرار جمع کیا ہے اور وہ ان بھائیوں پر حملہ کرنے
آتا ہے۔

دکھلانے کے لئے بھائیوں میں اتفاق دشمن کے دفع کرنے کے لئے ہوگیا تھا مگر مرزا
کامران دل سے اپنے بھائی کے تسلط و سطوت بڑھنے کو خواہاں نہ تھا اور اوسکو اپنے حق میں
مضر سمجھتا تھا۔ اور شمال میں جانے کے لئے بے صبر تھا۔ اوس پر مرض نے سخت حملہ کیا۔ ہندوستان

کی آب وہوا اوسکو موافق نہ آئی دو تین مہینہ کے اندر اوسکو خفیف سا بخار آنے لگا جس
سے وہ ضعیف ہوگیا اور امراض متضاد میں مبتلا ہوا۔ علاج کا اثر اوس کے مرض پر نہ ہوا۔ تو
ارباب غرض نے یہ سمجھایا کہ بادشاہ کے کہنے سے یحییٰ نے زہر دیدیا ہے۔ اول اوس نے
مرزا کلاں بیگ کو جو بابر کے زمانہ کا عمدہ سپہ سالار چغتائی تھا روانہ کیا۔ بادشاہ نے مرزا کامران
کو سمجھایا کہ اگر تجھکو توفیق میرے ہمراہ ہونے کی نہیں ہے تو اپنے آدمیوں کو میرے ساتھ کر
مرزا بادشاہ کی خواہش کے برعکس اس اندیشہ میں ہوا کہ بادشاہ کے آدمیوں کو بدراہ کرکے
اپنے ہمراہ لے جائے۔ مرزا حیدر دوغلات بن محمد حسین گورکان کو کہ خالہ زاد بھائی بابر کا تھا۔
اور مرزا کامران کے ساتھ آکر دارالخلافت آگرہ میں بادشاہ کی خدمت سے مشرف وممتاز ہوا
تھا اوسکو اپنے ساتھ مرزا کامراں نے لیجانا چاہا تو اوس نے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ بادشاہ
نے فرمایا۔ کہ اگر نسبت خویشی پر خیال ہے تو طرفین سے وہ برابر ہے اگر ارادت واخلاص مندی
کا خیال ہے تو وہ ہمارے ساتھ تو نے زیادہ ظاہر کی ہے۔ اور اگر ناموس ومردانگی کی تلاش
ہے تو ہمارے ہمراہ ہونا چاہیے کہ ہم دشمن سے لڑنے جاتے ہیں۔ مرزا کامران اپنی بیماری کے
سبب سے تجھکو ساتھ لیجانا چاہتا ہے۔ تو تو طبیب اور وارد شناس نہیں ہے کہ ساتھ جاتا ہے
مرزا جو لاہور کو مامن تصور کرتا ہے یہ خیال اوس کا فاسد ہے۔ اب یہ پورش جو ہم کرتے ہیں
دو حال سے خالی نہیں اگر ہمکو فتح ہوئی تو پھر تمنا کیا منہ ہوگا جو ہمارے روبرو آوے گے شرمندگی
کے مارے جینا مرنے سے بدتر ہوگا اگر خدانخواستہ اوسکے خلاف حال ہوا تو تمہاری کیا مجال ہے
جو لاہور میں رہ سکو جس نے مرزا کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اس ہنگامہ جنگ میں لاہور میں رہنا
بےخوف وخطر ہے اوس کے دماغ میں خلل ہے یا وہ خائن ہے کہ جو کو چھپاتا ہے اور خوشامد کرتا
ہے مرزا حیدر پر کامراں کو بڑا اعتبار تھا۔ جسوقت وہ قندہار فتح کرنے گیا تھا تو اوسکو اپنی جگہ
لاہور میں مقرر کر گیا تھا۔ اسلئے مرزا نے اوسے سمجھایا کہ تو میرے ساتھ چل اور اوسکو یاد دلایا
کہ جب تو جلاوطن ہوکر آیا تھا تو میں نے تجھے اپنے دربار میں ہمیشہ بھائیوں کی طرح رکھا اور سب
سے زیادہ تجھکو معتبر سمجھا اور اپنے معاملات عظیم تیرے سپرد کئے میں ایسی حالت میں کہ تو میرے دشمن
کو دھمکا رہا ہو اور میں بیمار ہوں تجھے یہاں چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ اگر ساتھ نہ جائیگا تو باعث شک

شیر شاہ کی فوج ہوکر آگے آئی اور اسکی شکست

فیر گا۔ اوس دونوں بھائیوں نے حیدر مرزا کو فہمایش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے
دلوں میں کیا تھا۔ مرزا حیدر نے بادشاہ کے سمجھانے سے اپنے جانے کے ارادہ کو فسخ کیا۔
حیدر مرزا کی یہ رائے تھی کہ مرزا کامران کے جانے ہی سے خاندان چغتائی کا زوال آیا۔ مرزا
کامراں پاس فوج بہت تھی اوس نے تین ہزار آدمی بہ سرداری عبداللہ مغل مرزا حیدر کے
ہمراہ کردیے مگر خود اوسکو توفیق خدمت نہوئی۔ مرزا کامراں کے جانے سے بادشاہ کی دوستوں کو
حضرت وشکست اور دشمنوں کو منفعت وقوت ہوئی۔ اس عرصہ میں شیر خاں گنگا پار اترا اور
اپنے چھوٹے بیٹے قطب خاں کو دوآبہ میں بھیجا کہ کالپی اور اٹاوہ پر حملہ کرے کہ وہ دارالسلطنت
کے قریب ہیں۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے یادگار ناصر مرزا و قاسم حسین خان اوزبک
جو اس حدود میں جاگیردار تھے اور اسکندر سلطان کو جو مرزا کامراں کی جانب سے سرکار کالپی
کے بعض عمال کا اہتمام رکھتا تھا۔ حکم دیا کہ وہ اس سے لڑنے جائیں۔ اونہوں نے بادشاہ کے
آنے کا عمل کیا اور دونوں لشکروں میں ایک جنگ عظیم ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی اور قطب خاں
اس لڑائی میں میدان جنگ میں مارا گیا۔ جس کا سر کاٹ کے آگرہ میں بادشاہ پاس
بھیجا گیا۔ ان نمکحلال سپہ سالاروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ وہ خود لڑنے کے لئے چلے۔ چنانچہ وہ
آگرے لگا کی طرف شیر شاہ سے لڑنے گیا۔ ذیقعدہ ۹۴۴ھ میں ہمایوں آگرہ میں باغ
نرگشا میں خیمہ زن تھا۔ بادشاہ کی شکستوں کا اور بھائیوں کی نااتفاقی کا اثر سارے لشکر
پر پھیلا ہوا تھا۔ اعلیٰ درجہ کے امیر اور خصوصاً چغتائی سب دلوں میں ناراض تھے بسیاہ میں نئی
بھرتی کے سپاہی تھے۔ جنہوں نے کبھی لڑائی کا میدان نہیں دیکھا تھا۔ جو سپاہ تجربہ کار دلیر
تھی اوس کا بڑا حصہ بنگال کی مہم میں کام آچکا تھا۔ لشکر میں تمام ناتوانی اور بےدلی
پھیل رہی تھی۔ نہ امیروں میں گرمجوشی تھی نہ سپاہ میں مستعدی۔ جب بادشاہ بھوجپور میں آیا تو
شیر شاہ لشکر لیکر دریا کے اس طرف ہو بیٹھا کہ بادشاہ کو اترنے نہ دے۔ بادشاہ نے تھوڑے
فاصلہ میں بھوجپور کے گھاٹ پر پل باندھا اور عبور کرنے کا ارادہ کیا کہ ڈیڑھ سو جوانان یکہ تاز
سلاح پہن کے گھوڑوں پر بیٹھکر دریا میں تیر کر پار گئے اور بہت دشمنوں کو مار کر مراجعت کی پھر
سب کے آپ آئے تو افغانوں نے پل کو اس طرح توڑ ڈالا کہ ایک ہاتھی جسکا نام گردباز تھا اور

وہ شیر شاہ کو جنگ چونسہ میں یاد آتا تھا اوسکو پل توڑنے کے لئے مقرر کر دیا۔ اوس نے پل کے پایوں کو ڈھا دیا۔ بادشاہ کے لشکر نے ایک توپ اوسکے ایسی لگائی کہ فیل کے پاؤں بھی ٹوٹ گئے۔ اور لشکر کا زور ہی پل پر کم ہو گیا اور جو جوان پار آ گئے وہ سلامت بچ آئے۔ اب صلاح یہ ہوئی کہ دریا کے کنارے کنارے قنوج کو سفر کیجئے۔ یہ کوچ آہستہ آہستہ ہوتا تھا کہ مخالفوں کی طرف سے کشتیاں نمودار ہوئیں کہ وہ بادشاہ کے لشکر کے سد راہ ہوں۔ بادشاہی لشکر نے ایک توپ ایسی ماری کہ مخالفوں کی سب سے بڑی کشتی شکستہ ہو کر زیر و زبر ہو گئی اب ہم آگے حال تاریخ رشیدی سے مختصر کر کے لکھتے ہیں اوسکو زیادہ معتبر اس سبب سے گنتے ہیں کہ مصنف اس کا حیدر مرزا جس کا حال اوپر بیان ہوا اوس میں خود شریک تھا۔ جب سب بھائی جمع ہوئے تو امور حادثہ میں صلاح و مشورہ ہونے لگا اور گفت و شنید بہت طول کے ساتھ ہوئی مگر کوئی مقصود کے لئے مفید نہوئی بلکہ کوئی بات ایسی پیش نہوئی جو اس موقع کے لئے مناسب ہو۔ عقلا نے کہا ہے کہ جب روز تیرہ آتا ہے تو عقل کو خیرہ کرتا ہے۔ مرزا کامراں کو واپس جانے کی دھن لگی ہوئی تھی۔ بادشاہ مرزا کامران کی سب درخواستوں کو قبول کرتا۔ مگر واپس جانے کی اجازت نہ دیتا۔ غرض سات مہینے اس حیص بیص میں گذرے کہ شیر شاہ گنگ کے کنارے پر جنگ کے ارادے سے آموجود ہوا ؎

مرگ آمد و تشنہ در پیش — تو در پے این و آن فتادہ
در غفلت و قلت تجارب — مثل تو کسے ندیدہ سادہ

اس حال میں مرزا کامران امراض متضاد میں مبتلا ہوا۔ ہندوستان کی آب و ہوا سے اوسکو طرح طرح کے امراض عارض ہوئے۔ جب امراض کا امتداد دو تین مہینے رہا تو پاؤں حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ضعف کے سبب سے ایسا دبلا ہو گیا تھا کہ بدن کی رگیں چاہو تو اوس کی گن لو۔ پوست و استخوان باقی رہا۔ مگر حکیم ابو البقا نے اوس کے علاج میں دو مہینا دکھلایا۔ مرزا کامراں نے استشداد مرض کی وجہ سے لاہور جانے کا عزم مصمم کیا۔ اوس کا یہاں سے جانا شیر خاں کا اقبال اور چنداولوں کا ادبار تھا۔ بادشاہ نے ہر چند سعی کی کہ وہ اپنے آدمی ملک کے لئے یہاں چھوڑ جائے۔ مگر مرزا کامراں نے اوس کے خلاف کوشش کی کہ آگرہ کے تمام آدمیوں کو اپنے

ہمراہ لے جائے چہ جائیکہ اپنے لشکر کو یہاں چھوڑ جائے۔ میر خواجہ کلاں جو اوسکی عقل تھا وہ بھی واپس جانے میں بیحد ہوا۔ مرزا نے اس امیر کو اپنے سے پہلے روانہ کیا اور خود بھی آگے پیچھے روانہ ہوا۔ اس اثنا میں شیر خاں دریائے گنگ کے کنارہ پر آیا۔ اور اوس کا لشکر دریائے اودھ پر۔ قطب خاں اوس کا بیٹا آمادہ اور کالپی کے پاس آیا۔ یہ حدود اقطاع میں تھیں۔ قاسم حسین سلطان کے جو سالطین اوزبک میں سے ایک تھا اور یادگار ناصر مرزا کے جو بابر بادشاہ کے بھائی سلطان ناصر مرزا کا بیٹا تھا کالپی کا ایک حصہ مرزا کامراں کے بھی اقطاع میں اوسکے انتظام کے واسطے اپنی طرف سے اوس نے اسکندر سلطان کو بھیجا تھا۔ یہ سب مکر قطب خاں کے مقابل گئے اور اوسکو مار ڈالا اور خوب فتح اور مردانہ کام کیا۔ بادشاہ آگرہ سے گنگا کی طرف شیر خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ کامراں مرزا نے اپنے آئینہ و تمام و کمال کاموں کو نجیب حیدر مرزا کو تفویض کر کے کہا کہ تو میرے ساتھ لاہور چل تو کاشغر سے ابنائے جنس کی ناسازگاری سے چلا آیا۔ وہاں تو نے دیکھ لیا کہ تمام عمر خدمتگزاری کرنے سے کیا حاصل ہوا۔ میں نے تجھے اپنے برادر سے بہتر سمجھ کر اپنے تمام کلیات امور سپرد کئے اگر مجھ سے کوئی تقصیر ہوئی تو گریں اوس کا تدارک کروں اب اس حال میں کہ ممالک پر دشمن غالب ہے اور میں مرض میں مبتلا ہوں برادرانہ دست شفقت مجھ پر پھیر کر ان دونوں ملکوں سے خلاص دیکر لاہور پہنچا دے۔ مجھے اوس نے القاب میں دوست گزیدہ بہتر از برادر لکھا۔ یہ القاب اوس نے کسی اور عزیز کو نہیں لکھے تھے۔ اب بادشاہ مجھے یہ سمجھاتا تھا کہ مرزا کامراں جو استشداد مرض کی وجہ سے اپنے ساتھ مجھے لیجانا چاہتا ہے تو کوئی طبیب نہیں ہے کہ اوس کے مرض کی دوا کرے گا جس سبب سے تیرا جانا ضرور ہوا اگر قرابت کے سبب سے جاتا ہو تو تیرا بیشتہ مجھ سے اور کامراں سے برابر ہے۔ میں جو کہتا ہوں تو انصاف سے ملاحظہ کر کہ بابر بادشاہ کے تمام فرزندوں اور کل ہندوستان کا کاروبار اس لڑائی پر موقوف ہے کہ مجھ میں اور شیر خاں میں ہوتی ہے تیرا کامراں کے ساتھ لاہور کو جانا دو باتوں پر محمول ہوگا۔ اول یہ کہ مرزا کامراں دبہانہ سے خود اپنی جان بچا کر سلامت لیگیا۔ دوم یہ کہ تو بابر بادشاہ کا خانہ زاد ہے سب کے ساتھ تو برابر کہتا ہے اسلئے تجھے لوگ کہیں گے کہ ایسے غموں کے ہجوم میں کسی کے ساتھ تو نہ

نہیں ہوا اور خود لاہور سلامت چلا گیا اور وہاں سے کسی اور مامن میں گیا۔ کیا یہ بات دوستی اور خویشی میں سزاوار ہے تو اس مصاف میں مجھے اکیلا چھوڑتا ہے۔ دودمان بابری کی دولت خواہی اس لڑائی میں تجھ پر لازم ہے۔ مرزا کامراں کا مرض ایک بہانہ ہے۔ حالانکہ اگر اس لڑائی میں شکست ہوئی تو لاہور بطریق اولی ویران ہوگا اور شیر خاں کی تہ تیغ ہوگا۔ میں نے یہی مصلحت جانا کہ مرزا کامراں کی بغیر اجازت کے میں بادشاہ پاس رہوں۔ کامراں مرزا نے اسکندر سلطان کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کمک کے لئے چھوڑا اور جتنے آدمی وہ یہاں سے لے جا سکا اپنے ہمراہ لیکر لاہور کو روانہ ہوا۔ جس کے سبب سے اُس نے اپنے دشمن کو قوی کیا دوستوں کو شکست دی۔ بہرحال لشکر شاہی دریا گنگ کے کنارہ پر پہنچا۔ ایک مہینے کے قریب گنگا کے ایک طرف بادشاہ کا لشکر اور دوسری طرف شیر خاں کا لشکر ایکدوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ ان لشکروں میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی ہونگے۔ ہندوستانیں بابر بادشاہ کی خدمت میں محمد سلطان مرزا آیا تھا وہ خراسان کے بادشاہ سلطان حسین مرزا کا نواسہ تھا۔ بابر بادشاہ نے الطاف شاہانہ طرح طرح سے اوسپر کئے تھے۔ اسکے بعد ہمایوں بادشاہ سے اوس نے بار بار بغاوت کی جس سے اوس کا مطلب کچھ نہ حاصل ہوا۔ وہ بادشاہ کے روبرو آیا اور تقصیرات معاف کرائیں۔ بادشاہ نے معاف کردیں تعجب یہ ہے کہ یہ امن جو بھاگے تھے وہ شیر خاں پاس نہیں جاتے تھے کہ اوس سے عنایت کی توقع رکھتے وہ یہ کہتے تھے کہ لشکر میں ہوا گرم ہے ہمکو جانے دو اور اپنے مقاموں میں آرام کرنے دو۔ مرزا کامراں کا لشکر جو بطور کمک کے یہاں رہ گیا تھا اُس میں اکثر آدمی لاہور کو بھاگ گئے۔ اب تمام اسباب جو بادشاہ کی ملازمت تھا سات سو گردوں تھے جن میں سے ہر ایک کو بیلوں کی چار جوڑیاں کھینچتی تھیں اور ہر گردوں میں ایک ضرب زن تھا کہ جس میں سے پانچسو مثقال کا گولہ چھوٹتا تھا۔

اِن دنوں میں بار بار میں نے دیکھا کہ یہ ضرب زن بلندی پر سے جو سوار کچھ کچھ دکھائی دیتے ہوتے جاتے تھے۔ اُن پر بے خطا نشانہ مارتے تھے اور اکیس گردوں ایسے تھے کہ اونکو بیلوں کی آٹھ جوڑیاں کھینچتی تھیں اُن سے پتھروں کے گولے نہیں مارے جاتے تھے بلکہ

ہت ہوش (لگی ہوئی پیتل وغیرہ) کا گولہ چھوڑا جاتا تھا جس کا وزن پانچہزار مثقال اور جسکی قیمت دوسو مثقال نقرہ ہوتی تھی۔ وہ اُس چیز پر نشانہ لگاتے تھے جو ایک فرسخ سے نظر آتی تھی جب لشکر نے بھاگنا شروع کیا تو اس خوف سے بغیر لڑائی کے لشکر ویران نہو جائے پہلے معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ جنگ کی جائے۔ اگر لڑائی ہر بھی جائیگی تو خلق یہ معلوم تو نہیں کریگی کہ ہندوستان جیسے ملک کو بغیر ہاتھ ہلائے ہاتھ سے دیدیا اور یہ فائدہ بھی سمجھ میں آیا کہ اگر دریا پار چلے جائیں گے تو سپاہ پھر نہیں بھاگ سکیگی۔ اِن وجوہ سے دریا سے لشکر پار اوترا۔ دونوں طرف کے لشکروں نے اپنے گرد خندقیں بنائیں۔ ہر روز طرفین کی اوباش اور بے باس آدمیوں میں لڑائیاں ہوتیں۔ اِس حال میں برسات کا مینہ ایسا برسا کہ بادشاہ کا سارا لشکر گاہ پانی میں ڈوب گیا۔ اسلئے یہاں سے کوچ کرنا لازم ہوا۔ اہل الرائے کہتے تھے کہ اگر ایک اور ایسا مینہ برسا تو سیلاب کے امواج کا تلاطم تمام لشکر کو گرداب اضطراب میں سرگرداں کریگا۔ تجویز ہوئی کہ کسی ایسی اونچی جگہ پر لشکر کا مقام ہو کہ وہاں برسات کا سیلاب اثر نہ کرے اور مخالف سے مقابلہ بخوبی ہو سکے میں ایسے مقام کی تلاش میں گیا اور ایک مقام اس کام کے لئے تجویز کیا کہ وہاں لشکر کوچ کرکے جائے۔ میں نے عرض کیا کہ کوچ کے وقت مصاف خلاف عقل ہے اسلئے کوچ کے وقت مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دشمن کی توجہ کو ہٹا کر اوسکو امتحان میں یوں لانا چاہیئے کہ کل روز عاشورہ ہے ہم اپنے لشکر کو خوب ضبط کریں دربط دیں اور آگے نہ بڑھیں دشمنوں کو دیکھیں کہ اگر وہ خندق سے باہر آتے ہیں اور ہم سے جنگ میں پیشقدمی کرتے ہیں تو آخر کو ہمارے اور دشمن کے درمیان ایک مصاف وجنگ ہوگی مناسب تدبیر یہ ہے کہ ہم دیگوں (توپوں) اور ضرب زنوں کو مقابلہ پر جس اور تفنگچیوں کو کہ قریب پانچہزار کے ہیں توپوں پر مقرر کریں۔ اگر دشمن ہم پر حملہ کرنے باہر آئے تو کوئی کل اور وقت اِس سے زیادہ بہتر مصاف کے لئے نہیں ہوگا اگر دشمن خندق سے باہر نہ آیا تو دوپہر تک ہم صف کش رہیں اور پھر اپنے مقام میں آجائیں اور پھر دوسرے دن بھی وہی کام کریں جو پہلے دن کیا تھا۔ یوں نئے مقام میں اپنا اسباب جنگ بچائیں اور اوس کے بعد ہم خود کوچ کرکے وہاں چلے جائیں۔ یہ رائے سب کو پسند آئی۔

۱۰ محرم ۹۳۳ھ کو اسی ارادہ سے ہم سوار اور صف آرا ہوئے۔ بلکہ یہ صفیں اون کے دل کی طرح مستزلزل اور نا راست تھیں۔ یہ ٹھیری کہ گردوں اور دیگ اور تنگچیاں بیچ میں ہوں توپوں کا اہتمام محمد خاں رومی اور اوستاد علی قلی خاں کے بیٹوں اور اوستاد احمد رومی اور حسن خلیفہ کو سپرد ہوا۔ اون نے گردونوں اور ضرب زنوں کو اونکے مناسب مقاموں پر نصب کیا۔ اور قانون مقررہ کے موافق اُن میں زنجیر کھینچا۔ یعنی زنجیریں اونکے درمیان ڈالدیں۔ سپاہ میں امیر اسمہ بے مسلّی تھے۔ بڑی بڑی جاگیریں اور رتبے رکھتے تھے مگر اُن میں رائے دردمیت و ہمت و غیرت و شجاعت ذرا نہ تھی۔ امیر وہی حقیقت میں ہوتا ہے جن میں یہ خصلتیں ہوں۔ بادشاہ نے مجھے اپنے بائیں پہلو کی طرف اس طرح مقرر کیا تھا کہ دایاں پہلو میرا بادشاہ کے بائیں پہلو سے ملا ہوا تھا اس مقام پر اپنی منتخب فوج کو کھڑا کیا بائیں طرف میرے تمام لازم کھڑے تھے۔ میں نے چار سو آدمی انتخاب کئے تھے وہ سب تجربہ کار اور جنگ پرور و دلیر تھے سب تپچاق کے گھوڑوں پر سوار اور جلیبہ پوش تھے۔ میرے اور جوبیار کے درمیان ۴۰ امیر تھے جنکے علم تورغ تھے۔ ایسے ہی جرانغار کے دوسری طرف پر بھی قیاس کرنا چاہئے جب صفات بن شیر خاں اپنی سپاہ کو توپ میں مرتب کرکے لایا تو امراء عظام نے ان تدابیر توپوں کو اس وہم سے پنہاں کردیا تھا کہ کہیں دشمن اون کو دیکھکر ہمیں پر نہ پل پڑیں پس اونکی اس حرکت سے اونکی شجاعت اور دلاوری پر قیاس کرلینا چاہئے۔

شیر خاں نے اس سپاہ کے پانچ جوق کئے تھے اور ہر جوق میں ایک ہزار آدمی تھے تین ہزار آدمی اوس کے آگے بڑھے میں نے تخمینہ کیا تھا کہ شیر خاں کی سپاہ میں پندرہ ہزار سے کم اور چغتائی لشکر میں چالیس ہزار آدمی ہونگے۔ بادشاہی لشکر میں سب تپچاق سوار اور جلیبہ پوش تھے وہ دریا کی طرح اوج موج کررہے تھے مگر اونکے امراء کا حال وہی تھا جو اوپر میں نے بیان کیا۔ جب شیر خاں کی سپاہ خندق سے باہر آئی تو اوس کے دو جوق جو کثرت میں اور تمام جوقوں سے ممتاز تھے دو خندق کے آگے کھڑے ہوئے اور تین جوق اوس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے بادشاہ کی طرف سے بھی میں نے تول کو حرکت دی اور اوس جگہ پر لگیا جو میں نے اوس کے کھڑے رہنے کے لئے انتخاب کی تھی مگر جب ہم وہاں پہونچے تو

وہاں قیام کرنا میسر نہوا۔ اسلئے کہ لشکر چغتائی کے ہراول میسرہ و زیرا و رخنی سے فقیر تک خالی تھے امیر بیگ اوصاف اوپر بیان کئے ہیں انہیں جس امیر پاس سو نوکر تھے تو اوس کے نوکر دشمن کے پاس پانسو غلام ہونگے۔ یہ غلام لڑائی کے دن نہ اپنے آقا کی کچھ مدد کرتے ہیں اور نہ خود اپنے دفاع میں ہوتے ہیں۔ جہاں لڑائی تھی وہاں ان غلاموں پر اُنکے مالکوں کا بس کچھ نہیں چلتا تھا جب اونکے سر پر اُن کا خواجہ نہیں رہتا تو وہ شتر بے مہار بنجاتے ہیں یا اوس شکاری پرند کی طرح ہوجاتے ہیں کہ جس کے سر پر سے ٹوپی اُٹھ جائے اور وہ جلد ہر جا بے آسمجھے۔ وہ جانتے ہیں خوف زدہ ہو کر بھاگنے کے لئے دھکا پیل کرتے تھے جس کے سبب سے ہم کو اپنی جگہ پر قایم رہنا ممکن نہ تھا۔ تول کو دشمن نے عقب سے دبا کر گردونوں کے زنجیر سے باہر کردیا پھر تو یہ حال ہوا کہ یہ اوس پر اور وہ اس پر گرنے لگا اور اس آیت کے معنی مجھ میں آنے لگے وَدُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔ ایسے ہی غلام جو آدمیوں کے پیچھے تھے وہ اپنے آگے کے آدمیوں کو آگے ہکاتے تھے۔ کئی جگہ سے زنجیر ٹوٹ گیا اور جو آدمی زنجیر کے پاس تھے وہ اس سے باہر نکل گئے اور جو باہر نہ نکل سکے وہ اندر ہی درماندہ ہوگئے تمام صفوف ابتر اور پریشان ہوگئے۔ یہ تو اس تول کا حال ہوا جو مرکز میں تھا۔ دائیں طرف شیر خاں صف آرا ہو کر آگے آیا اور ہوا جس صف پاس وہ جاتا پہلے اس سے کہ ایک تیر وہ پھینکے اس طرح دو تیر دشمن آگے بڑھاتے تھے جیسے کہ صرصر میں گھاس۔ یہ سب اپنی صفوں کو توڑ کر تول میں پہنچیں غلام بنکر اونکے افسروں نے پیچھے سے بلا کر آگے کرنا چاہا وہ دیکھا کہ عقب سے ایسے بھاگے کہ وہ گردونوں کے پاس پہنچے جن میں سے کچھ گردونوں نے نگل گئے اور کچھ اونکے پیچھے رہے۔ اوصفیں ایسی درہم برہم ہوگئیں کہ امیر نوکر سے جدا اور نوکر امیر سے جدا ہوگیا اور اس حال میں بائیں طرف کی سپاہ بھاگ کر تول میں آئی۔ پہلے اس سے کہ ایک تیر قلب کی جانب چلے وہ متفرق ہوگئی اور یکبارگی ہزیمت ہوگئی۔ لشکر چغتائی جس کا تخمینہ میں نے چالیس ہزار کیا تھا شیر خاں کے دس ہزار لشکر سے بھاگا بغیر اس کے کہ دوست دشمن سے کوئی ایک تیر بھی ہوا۔ شیر خاں کو فرار چغتائیوں کو شکست ہوگئی ایک دیگ سے نہ گولہ چھوٹا نہ ایک ضرب زن میں تنی لگی کہ سارے گردوں بیکار اور معطل ہوگئے۔

جہاں سے چغتائی بھاگے ہیں وہاں سے دریائے گنگ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا
سب امیر اور بہادر جن میں سے ایک بھی زخمی نہیں ہوا تھا جان بچانے کے لئے دریا کی طرف
بھاگے دشمن نے تعاقب کیا اسلئے چغتائیوں کو اتنی فرصت بھی نہ لینے دی کہ وہ اپنے زرہ بکتر
اور ہتیاروں کو تو اُتارتے وہ دریا میں جا پڑے اور اپنے ہی ہتیاروں کے بوجھ سے ڈوب گئے
دریا کا پاٹ پانچ تیر پرتاپ کا ہوگا۔ بڑے بڑے نامی امیر بہادر نامراد دریا نامرادی میں ڈوبے
جو بچے اوتکا جہاں جی چاہا چلے گئے جب ہم دریا سے نکلے ہیں تو وہ بادشاہ جس کے کارخانہ
میں دوپہر سے پہلے ستر ہزار شاگرد ہمیشہ کام کرتے تھے وہ ننگے سر ننگے پاؤں ایک گھوڑے پر
سوار تھا جو اوسکو تردی بیگ نے مستعار دیا تھا بقائے خداست و ملک ملک خدا۔ بادشاہ کے
سات ہزار آدمی تھے جن میں سے ساٹھ آدمی دریا میں سے زندہ نکلے باقی سب غرق آب عدم
ہوئے۔ اس سے کل آدمیوں کی جانوں کا قیاس کرلو۔

یہ حال تو مرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں چشم دید لکھا ہے مگر ابو الفضل نے اکبرنامہ
میں لکھا ہے کہ مرزا ہندال کے روبرو شیر خاں کے لشکر میں سے جلال خاں و سرمست خاں اور
تمام نیازی افغان آئے اور یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین خان کے مواجہ میں مبارز خاں و
بہادر خاں و رائے حسین جلوانی اور جامہ کرانی آئے اور مرزا عسکری کے سامنے خواص خاں
و برمزید اور ایک اور جماعت آئی۔ مرزا ہندال اور جلال خاں کے درمیان اول لڑائی ہوئی اور
عجیب چقلشیں ہوئیں۔ جلال خاں گھوڑے سے گرا جرانفار شاہی نے اپنے غنیم کے قول پر حملہ کیا
جب شیر خاں نے یہ دیکھا تو بہت سا لشکر لیکر اوسپر چڑھ گیا اور خواص خاں اور اوسکے ہمراہیوں
نے بھی مرزا عسکری پر حملہ کیا۔ جو ہیں حملہ ہوا تو اکثر امرا بھاگ گئے اور ذرا کار زار میں ہاتھ نہ ہلایا
بادشاہ خود دو دو دفعہ لشکر مخالف پر چڑھ کر گیا اور اوس کے دو نیزے شکستہ ہوئے۔ گو قانون
نہیں ہے کہ بادشاہ خود مرتکب جنگ ہو لیکن وقت نبرد آزمائی میں جودت جلادت حد نجابت
کب بادشاہ کو روک سکتی تھی اور قانون پر عمل کرنے دیتی تھی۔ مگر افسوس کہ ہزار دینے برادری
کا حق نہ ادا کیا۔ جنگ میں اینابت قدم نہ ہے اور بادشاہ پر اس صدمے کے پڑنے کو دونوں
نے روا رکھا۔ یہ لشکر کثیر جو نفاق سے ہرا ور اخلاص سے خالی تھا۔ بادشاہ کے ساتھ تھا اوسکے

شکست پانے سے بادشاہ کو ایسی غیرت آئی کہ ان دشمنان دوست نما کو ساتھ مدارا کرنے
سے اور نفاق کے ساتھ اُن سے موافقت رکھنے سے اور حریفان کج باز کے ساتھ نزدیک و دور
چلنے سے منزل فنا میں جانے کو بہتر سمجھا۔ اور اپنے نفس نفیس سے اوس نے اسطور سے حملہ کیا
کہ جس سے اوس کا ارادہ ظاہر ہو گیا۔ مگر بعض دولت خواہ اوسکے سامنے گڑگڑائے اور اوسکے
گھوڑے کی باگ کو موڑ لائے۔ بادشاہ دریا کے کنارے پر متردد تھا کہ کیا کروں کہ اتنے میں
اوسنے ایک بوڑھے ہاتھی پر اوسکی نظر جا پڑی۔ فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی لا۔ وہ ہاتھی لایا۔ بادشاہ اُس
پر چڑھا۔ اُس میں ایک خواجہ سرا کافور نامی بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے فیلبان سے کہا کہ ہاتھی کو دریا
میں ڈال تو اوس نے کہا کہ دریا میں ہاتھی ڈوب جائیگا۔ خواجہ سرا نے چپکے سے سُنکر بادشاہ
کے کان میں کہا کہ کہیں یہ نمک حرام حضور کو دشمنوں میں جا کر نہ پھنسا دے۔ بہتر ہے کہ اس موذی
کا سر اُڑا دیجئے میں ہاتھی ہانک لونگا مجھے ہنکانا آتا ہے۔ بادشاہ نے فیلبان کا تلوار سے سر اُڑا کر
پانی میں پھینک دیا۔ خواجہ سرا فیلبان بنا اور بادشاہ کو دریا کے کنارہ پر لاکر اوتار دیا اتفاق سے
وہاں کا کنارہ بلند تھا۔ اوسپر بادشاہ کا چڑھنا دشوار تھا۔ وہاں چند مغل اوپر بیٹھے تھے اونہوں نے
اپنے ہاتھوں کے سروں کو ملا کر اور بٹ کر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک سرا دیکر اوپر کھینچ لیا۔ ابو الفضل نے
لکھا ہے کہ ایک شخص نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھا دیا۔ بادشاہ نے جب نام اوس کا پوچھا تو
اوسنے اپنا نام محمد اپنا نام اور غزنی اپنا وطن بتلایا اور کہا کہ مرزا کامران کا نوکر ہوں۔ اس اثنا میں مقدم
لشکر سے جو اعیان مرزا کامران میں سے تھا بادشاہ کو پہچانا اور اپنے گھوڑے کو پیشکش کیا۔ بادشاہ
نے اوسکی دلجوئی کے ساتھ سلوک شاہانہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۰ محرم ۹۴۶ھ مطابق ۷ مئی ۱۵۳۹ء کو ہوا۔

اب ہمایوں آگرہ کی طرف چلا۔ اثنائے راہ میں مرزا عسکری اور مرزا ہندال اور اور مرزا بھی مل
گئے۔ بھاگی ہوئی سہی فوج بھی اکٹھی ہو گئی جب بھنگا پور شاہد (جھوگاؤں) میں پہنچے تو اس قصبہ کے
زمینداروں نے بادشاہی آدمیوں کے ساتھ خرید و فروخت بند کر دی اور یہ تابیداری اختیار کی کہ جو
بادشاہ کا آدمی اونکے ہاتھ پڑ جاتا تو اوسکی جان لینے کا قصد کرتے۔ جب بادشاہ کو یہ حقیقت معلوم
ہوئی تو مرزا عسکری و یادگار ناصر مرزا و مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ ان سرکشوں کی فہمایش و تادیب کریں
یہ لشکر قریب بہ گنوار پیادہ و سوار جمع ہو گئے تھے جب حکم شاہی ان مرزاؤں پاس پہنچا تو مرزا

عسکری نے جانے سے انکار کیا۔ یادگار ناصر مرزا نے اسکو دو چار تمچیاں لگا کر کہا کہ تمہاری نااتفاقی سے یہ حال تو ہو گیا ہے اسپر متنبہ نہیں ہوتے۔ یادگار ناصر مرزا اور مرزا ہندال نے فرمانبرداری کی کہ ان گنواروں پر چڑھ کر گئے اور جنگ عظیم ہوئی اور گنواروں کی جماعت کثیر قتل ہوئی۔ اونکو تنبیہ کرکے مرزاؤں نے مراجعت کی اور مرزا عسکری کو شکایت ناک تھا سو تاب ہوا۔ اس قسم کی بازی کی حکایت جو ہرنے اپنی تاریخ ہمایوں میں یہ لکھی ہے کہ اتفاقاً یادگار ناصر مرزا کے تیر لگا۔ اوس نے مرزا عسکری سے کہا کہ آپ ذرا ان گنواروں کی طرف متوجہ ہوجئے تاکہ میں اپنے زخم کو باندھ لوں۔ مرزا کو اس کا یہ کہنا ایسا ناگوار ہوا کہ اوس نے ناصر یادگار مرزا کو بے نقط سنائیں اوس کے جواب میں گالیاں نہیں تو غصہ میں آکر ناصر یادگار کے تین تمچیاں یا چابک مارے۔ یہ تمچیاں کھا کے ناصر یادگار نے بھی مرزا عسکری کے پاؤں میں چند تمچیاں لگائیں۔ جب ہمایوں کو خبر ہوئی تو اوس نے کہا کہ بہتر ہوتا کہ یہ چابک آپس میں لگانے کی جگہ چوروں پر وہ لگاتے۔

یہاں سے بادشاہ ایلغار کرکے آگرہ میں آیا۔ اطراف ممالک کو درہم برہم پایا ہر طرف فتنہ برپا دیکھا۔ بادشاہ دوسرے دن صبحکو قدوۃ الاکابر مرزا رفیع کے مکان میں اترا۔ میر صاحب سادات صفوی میں سے تھے اور عقل و علم میں کمال رکھتے تھے۔ بادشاہ اونکی برابر کسی کی تعظیم نہیں کرتا تھا اون سے مشورت کرنے کے بعد آخرالامر یہ راے قرار پائی کہ پنجاب کی جانب کوچ کیا جائے اگر مرزا کامران کو عقل داوری اور سعادت یاوری کرے تو وہ تلافی اور تدارک کے درپے ہوکر بادشاہ کی خدمت کرے جس سے البتہ رخنہ فتنہ و فساد بند ہو جائیگا۔ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ قلعہ کے اندر جائے وہاں سے بادشاہ کی مابسوں اور اور اہل و عیال اور خدمتگاروں کو لائے اور خزانہ اور جواہر جتنا لاسکے لے آئے۔ خود بادشاہ سیکری میں آیا۔ راہ میں مرزا ہندال بھی معہ اہل و عیال سیکری میں چند روز بادشاہ بابر کے باغ میں رہا تھا کہ ایک دن صبحکو کوہ سیکری کی طرف سے ایک تیر اوسکی بغل میں آکر پڑا۔ میر زاحید راور ایک افسر تیر انداز کی تلاش میں نکلے تو وہ بھی زخمی ہوکر واپس آئے۔ بادشاہ نے جانا کہ یہاں دال میں کچھ کالا کالا ہے وہ وہی کی طرف چلا۔ وہ نہایت خستہ حال ہو رہا تھا۔ چند امیر اوس کے ساتھ تھے۔ اُن میں ایک میر فقیر تھا جب وہ اوس سے آگے چلنے لگا تو بادشاہ نے اوسکو غصہ سے بلایا اور کہا کہ تیرے ہی کہنے

سے گنگا پار اترا تھا۔ اچھا ہوتا کہ تو وہیں مرگیا ہوتا کہ آج ہم سے جدا ہوکر نہ چلتا۔ فقیر علی اوسکا آیا اور راہ میں وہ ۲۰ صفر ۹۴۳ھ کو دنیا سے سفر کر گیا۔

اب بادشاہ کو صفر میں فکر سے نجات ملی اول منزل میں وہ بیجونہ میں پہونچا تھا کہ مرزا عسکری نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ میر فرید گودر (برمزید) جو شیر شاہ نے بادشاہ کی تلاش میں بھیجا تھا وہ جلد نزدیک آنے والا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے جریدہ کوچ فرمائیے پیچھے فوجیں آن رہیں گے۔ اس کی صلاح کے موافق بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ لشکر میں غل و شور ہوا۔ ہر شخص حیران تھا کہ میں کیا کروں۔ ایک دوسرے کا دستگیر نہ ہوتا۔ بیٹا باپ کی اور باپ بیٹے کی خبر نہ لیتا۔ ہر ایک شخص جو مال قیمتی اس پاس تھا اوسے چھپا کر جیب بناتا۔ اب اس مصیبت پر باران رحمت الٰہی نے اور ایسی زحمت پہنچائی کہ خدا کسی دشمن کو نہ دکھائے جب بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو ایسا مضطر اور بیحال پایا تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ روک کر کھڑا ہوا اور اس نے فرمایا کہ روم۔ شام۔ عراق اور ہر جانب کے آدمی جو ہماری سپاہ میں تھے اُن میں سے کچھ جنگ چوسہ میں کچھ جنگ قنوج میں مارے گئے۔ اب جو باقی ہیں وہ یوں ہلاک ہوتے ہیں میں اپنے مرنے پر راضی ہوں مگر مجھ سے یہ اپنے آدمیوں کی مصیبت نہیں دیکھی جاتی ایسا مضطر اور بے دل نہ ہونا چاہیے تحمل کے ساتھ ایک طرح چلنا چاہیے۔ اوس نے فوج کے تین حصے کئے دست راست کی سپاہ مرزا ہندال کو اور دست چپ کی سپاہ یادگار ناصر مرزا کو اور عقب کی سپاہ امیروں کی دی اور حکم سنا دیا کہ جو بادشاہ کے آگے جائیگا وہ سزا پائیگا اور اوس کا گھر لٹ جائیگا۔ جوئنہ بہادر نے ایک مغل کا گھوڑا چھین لیا تھا۔ اوسکو حکم ہوا کہ گھوڑا واپس دے تو اوس نے سنا تا بادشاہ نے اوس کا سر اوڑا دیا اس سیاست سے آیندہ انتظام ہوگیا۔ بادشاہ اس طرح سے ۱۰ محرم ۹۴۳ھ کو دہی پہنچا۔ یہاں قاسم حسین سلطان اوزبک اور بعض امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہندال اور عسکری نے اپنی جاگیروں پر جانے کے لئے رخصت لی۔ ایک اور گیا۔ دوسرا سنبھل ۲۰ محرم کو اس شہر سے بھی سفر کیا ۲۲ صفر کو رہتک پہنچا۔ یہاں مرزا ہندال بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے قیام کیا۔ اہل قلعہ نے جو شہر کو لوٹ لیا تھا اونکو تنبیہ کی دس بارہ گروہ کی مشکیں روز بادشاہ نے کرتا ہوا ۱۰ صفر کو سرسند میں

(سرہند) میں پہنچا۔ مرزا ہندال کو بادشاہ نے یہیں چھوڑا اور خود ستلج کے کنارے پر اجھیواڑہ میں پہونچا۔ دریا چڑھا ہوا تھا گروہ اُس سے پار اُتر گیا۔ شیر شاہ بھی دہلی آگیا۔ اِن دونوں بادشاہوں میں پچاس کروہ کا فاصلہ تھا۔ بادشاہ اور مرزا ہندال جالندہر میں آئے۔ شیر شاہ کی سپاہ سرہند میں آئی۔ بادشاہ خود لاہور روانہ ہوا اور مرزا ہندال کو جالندہر میں چھوڑا اور مظفر بیگ ترکمان کو اوس کی اعانت کے لئے بھیجا۔ مظفر بیاس کے مغربی کنارہ پر کندوال میں تھا کہ شیر شاہ کی سپاہ بھی کنارہ پر سامنے آئی۔ جب بادشاہ لاہور میں قریب سرائے دولت خاں کے پہنچا تو خواجہ دولت کے باغ میں اُترا مرزا ہندال باغ خواجہ غازی میں اُترا پھر سنبھل سے مرزا عسکری بھی آگیا وہ امیر ولی بیگ کے گھر میں اُترا اور اِن دِنوں شمس الدین محمد بخوی جو بادشاہ کے ساتھ قنوج کی لڑائی میں تھا وہ بھی آگیا۔ غرہ ربیع الاول ۹۴۷ھ کو لاہور میں سب بھائی اور امراء اگرامی اور اونکے ملازم جمع ہوئے باوجودیکہ ان عزیزوں کو تنہیات آسانی ہوتی تھیں مگر کوئی صداقت پر کمربستہ ہوتا تھا اب بھائیوں میں اتفاق کا ہونا اور دلوں کا صاف ہونا ایک خواب وخیال تھا۔ بادشاہ کے پاس آکر بہت دفعہ مجلسیں ہیں اور اُنہیں صلاحیں اور اتفاق اور یکجہتی پر عہد وپیمان ہوئے اور اکابر دہ معارف مثل خواجہ خاوند محمد ولی جو سب کے پیر ومرشد تھے اور میر ابوالبقا کہ اعلم العلماء تھے گواہ ہوئے اور سب مرزاؤں اور اعیان دولت واکابر نے جمع ہوکر اتفاق ویکجہتی کا عہدنامہ لکھا اور اوپر سب نے تحریر کردیں جب یہ محضر عہد وپیمان تیار ہوگیا تو اب نصائح شروع ہوئیں۔ بادشاہ نے سمجھایا کہ بھائیوں دیکھو کہ باپ نے کس محنت وجانفشانی سے یہ وسیع سلطنت ہندوستان حاصل کی۔ اگر وہ ہماری تا اتفاقی سے ہاتھ سے جاتی۔ ہیگی تو تم خواص وعوام میں ملعون وملوم ہوگے۔ اب تمکو گذرا اور غیرت پکڑنی چاہیے تاکہ خلایق کے درمیان سربلندی اور رضائے ایزدی ہو مگر باب عہد وپیمان واعجاب موافق ودایمان اپنے عہد قریب کو بھول گئے اور اپنی ہوا وہوس میں موافق باتیں کہنے لگے مرزا کامران نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ بادشاہ اور تمام مرزا جریدہ چند روز کے لئے پہاڑ میں یا کشمیر میں چلے جائیں اور تمام اہل وعیال میرے سپرد کردیں کہ میں اونکو لیکر کابل چلا جاؤں اور اون کو وہاں امن میں پہنچا کر پھر چلا آؤں۔ کامران کی یہ بات سنکر سب حیران ہوگئے کہ اسوقت میں کہ اتفاق پہ

سرگذشت ہوئی یہ کیا بات اوس نے کہی یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ کوئی اہل وعیال کو تو اوسکے ساتھ کابل بھیجدیگا اور خود جریدہ لاہور سے کابل تک پہاڑوں میں پڑا پھریگا اور رہزنوں سے اپنے تئیں لٹوائیگا۔

مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا نے کہا کہ اب ہم افغانوں سے نہیں لڑسکتے مناسب یہ ہے کہ حدود بکر میں چلے جائیں اور اُس ولایت کو لے لیں اور اوسکی قوت سے گجرات کو تسخیر کریں جب یہ دو ملک حاصل ہوجائیں اور کام کا انتظام ہوجائے تو پھر اس ملک کو اچھی طرح سے ٹٹولنے لے سکیں گے۔ مرزا حیدر نے کہا کہ کل مرزا کو شہر سند (سرہند) سے کوہ سارنگ تک دامن کوہ کو مستحکم کریں میں اوس کا ذمہ دار ہوں کہ تھوڑی تقویت سے دو مہینے میں کشمیر کھلے لونگا اور جب کشمیر لینے کی خبر پہونچے تو ہر شخص اپنے متعلقین کو کشمیر بھیجدے کہ کوئی مامن اُس سے زیادہ محفوظ نہیں ہے چار مہینے چاہئیں کہ شیر خاں وہاں پہونچے اور اُنکو اعتماد و قوت حاصل ہو میں اپنی توپوں وضرب زنوں پر ہیں جنکے بارکش گردوں ہیں جو کسی طرح پہاڑ میں نہیں آسکتے وہ تو آکر لڑ نہیں سکتا۔ اسکی کثرت لشکر میں قلت ہوگی اور واپس جانے پر مجبور ہوگا۔ چونکہ زبانیں دلوں کے ساتھ موافق نہ تھیں اِسلئے مجلس تمام ہوگئی اور اصل بات ناتمام رہی۔ مرزا کامران بادشاہ کا زیادہ تر حریف تھا نہ مطیع نہ دوست ظاہر میں وہ بادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا تھا کہتا کہ میں ساعت مسعود میں نکلتا ہوں اور مخالف سے یک دل ویک رنگی کے ساتھ پیکار پر تیار ہوتا ہوں۔ مگر اس ظاہری موافقت کی جگہ باطنی مخالفت کو وہ بڑھاتا جاتا تھا مرزا کامران سخت متردد تھا کہ میں بھائی اور شیر شاہ کے خونوں سے کس خوف کو زیادہ سمجھوں بھائی اپنے درثہ کے سبب سے مجھے بھری وسیع سلطنت سے جو ایران۔ خراسان۔ ہیلمند سے ستلج اور حصار فیروزہ تک پھیلتی ہے محروم کرسکتا ہے۔ مگر شیر خاں کی غایت فیروزمندی یہ ہے کہ وہ پنجاب کو مجھ سے لے لے اور کابل۔ قندہار۔ غزنی کو وہ انگلی نہ لگائے۔ اِسلئے وہ ایسی حکمتیں کرتا تھا کہ ہر ایک کا جمع منتشر ہوجائے اور وہ خود کابل میں جاکر گوشہ عشرت کو غنیمت جانے۔ غرض یہ سارے منصوبے ومشورے یوں ہی خالی گئے اور کوئی تدبیر بن نہ پڑی کہ سب بھائی ملکر کسی کام کو کرتے۔ ہمایوں میں وہ صفات نہ تھیں کہ جس سے وہ بھائیوں میں اپنی اطاعت اور ادب کو پیدا کرتا ہر مرزا خود سر ہوگیا جو ال

کی سلطنت تھی ممالک کابل۔ غزنی۔ قندہار۔ ختلان۔ بدخشان اس پاس تھے۔ ہندوستان میں
شیر شاہ بڑی سلطنت و شان و شوکت سے سلطنت کر رہا تھا۔ پنجاب اور دریا سندھ کے
درمیان ملک اس نے مرزا کامراں سے چھین لیا تھا۔ بھکر اور رہتاس میں شاہ حسین فرمانروا تھا
اب ہمایوں سارا اپنا ملک غیروں کے ہاتھ میں دیکھتا تھا بھائی کے ہاتھوں میں گرفتار ہونیکا
خوف ہر وقت لگا رہتا تھا اسلئے اوس نے اپنے باپ کے موروثی ملک کو چھوڑا اور بیگانوں
دست نگر ہوا جن کی دستگیری شبہ تھی کہ وہ کریں یا نہ کریں۔ اب ہم ہمایوں کے حال کو یہاں تک
لکھ کر چھوڑتے ہیں اور پھر اوسکے ایران میں رہنے اور ہندوستان کے دوبارہ فتح کرنیکا
ذکر کرینگے۔ اب تاریخ شیر شاہی لکھتے ہیں۔ فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رزم نامۂ شیر شاہی

افغانوں کا ایک خاندان سور کہلاتا ہے اور اوسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے
کہ بنی طیئ خور میں سے ایک شہزادہ سور تھا وہ اپنا دیس چھوڑ کر ملک روہ میں چلا آیا تھا اگرچہ
پٹھانوں کی عادت یہ نہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو غیر کفو میں بیاہیں۔ مگر جب اونکو اس شہزادہ
کا اعلیٰ نسب ہونا ثابت ہوا تو اونہوں نے اپنے بیٹی سے شادی کر دی۔ اس سے جو اولاد
پیدا ہوئی وہ افغان سور اپنے تئیں اور سب افغانوں سے اسلئے بہتر جانتے ہیں کہ وہ
ہاشمی فرقہ کی اولاد میں سے ہیں۔

سلطنت خاندانِ سور

ملک دہلی میں سلطان بہلول قبیلہ سا ہو خیل قوم لودی افغان بادشاہ تھا۔ اس زمانہ
میں ملکت ہند میں اور کئی بادشاہ صاحب سکہ اور خطبہ تھے۔ ملک جونپور سلطان ابراہیم
شرقی اور ملک مالوہ میں سلطان محمود خلجی اور ملک گجرات میں سلطان قطب الدین اور ملک دکن
میں سلطان علاء الدین احمد شاہ اور کشمیر میں سلطان زین العابدین۔ ملتان میں شیخ یوسف
صاحب سجادہ غوث العالم مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا قریشی صاحب سلطنت تھے اور بنگال
وغیرہ کے بادشاہوں کے نام معلوم نہیں جب تک سلطان بہلول دہلی میں سریر آرا رہا ہیں
سلاطین میں سے کسی نے مخالفت کرنے میں جرأت نہیں کی۔

راے سیرہ لنگاہ زمیندار ربری (بادی) نے شہر ملتان سے شیخ یوسف کو نکال دیا اور
خود ملک ملتان پر متصرف ہوا اور اپنا نام قطب الدین رکھا شیخ یوسف استمداد کے لئے
سلاطین کی درگاہ میں دہلی میں آیا۔ سلطان بہلول سپاہ رزم خواہ لیکر شیخ یوسف کے ہمراہ
شہر ملتان کی طرف گیا۔ سلطان محمود شرقی حاکم جونپور نے وہاں سے آن کر دہلی کا محاصرہ کیا
سلطان بہلول لودی دیبال پور میں تھا کہ اوسکو دہلی کے محاصرہ کی خبر پہونچی۔ اوس نے
اپنے ارکان دولت سے فرمایا کہ مملکت وسیع اور زردار ہے اور سلاطین یہاں کے ہندی
نژاد ہیں مگر میں اپنے ملک میں اپنی قوم کے بہت قبیلے رکھتا ہوں کہ شجاعت و مردانگی میں
معروف اور جلادت پہلوانی میں موصوف ہیں اپنے ملک میں تنگ معاش ہیں اگر وہ ہندوستان
میں آجائیں تو تنگدستی کی دقت سے بھی نجات پائیں اور اپنی قوم کے دشمنوں پر غالب
آئیں اور ملک ہند اون کے ہاتھ آجائے میرے دشمنوں کو غارت کردیں ارکان دولت نے
عرض کیا کہ حضور کی راے نہایت مناسب و درست ہے اور اپنی قوم کے حق میں یہ خاندانی
لطف و کرم ہے۔ ؎

منزل مہماں نبود ہر دمے بار عزیزاں نکشد ہر کسے

مناسب ہے کہ حضور ہر قبیلہ کے سردار کا نام ملک ردہ میں فرامین صادر فرمائیں جس کا
مضمون یہ ہو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت دہلی افغانوں کو عنایت فرمائی۔ مگر اور سلاطین ہند
چاہتے ہیں کہ ملک ہند سے افغانوں کو خارج کریں۔ جس میں عورتوں کی عزت بھی شامل ہوتی ہے
ہوتی ہے مملکت ہند وسیع و زردار ہے۔ اس میں تمام عزیزوں کی گنجایش ہے۔ اگر اس ملک
میں یہ عزیز آجائیں تو سلطنت میرے نام پر ہو اور ہر ملک اور ولایت جو اب ہاتھ میں ہے
جو اور آیندہ ہاتھ آئے اوس کو برادرانہ قسمت کرکے دے لیں۔ ان دنوں میں سلطان محمود
حاکم جون پور بہت سی جمعیت اور زمینداروں کو ساتھ لایا ہے اور شہر دہلی کو گھیرے رکھا ہے اور افغانوں
کے اہل و عیال اس شہر میں ہیں اگر بطریق کمک یہ عزیز بہت سی جمعیت کے ساتھ اس ملک
میں تشریف لائیں تو دقت امداد ہے ان فرامین کے پہنچتے ہی ازدے شرم و جمعیت کے
یکبار ہند میں وہ آئیں اور سلطان محمود کو ہلاک کریں اور جب وہ اپنی گذران وقات اچھی طرح

کرلیں گے تو پھر قصد معاودت نکریں گے۔ بادشاہ کی لشکر کی جمعیت بڑھائیں گے اور ملک
ہند کو اپنے تحت و تصرف میں لائیں گے۔ سلطان بہلول نے اس صلاح و مشورہ کی تحسین
کی اور فرامین افغانوں کے سرداروں کے نام فرامین جاری کرائے۔ ردہ کے افغانوں کے پاس
جو فرامین جوں ہی پہونچے وہ مور و ملخ کی طرح سلطان بہلول کی ملازمت کے لئے دہلی کے قریب
آئے سلطان محمود کی جانب سے بھی ایک فوج آئی جس کا سپہ سالار فتح خاں ہزدی
تھا۔ اوس کے پاس ہاتھی بہت تھے۔ ایک طرفۃ العین میں افغانوں نے اوس کے لشکر کو
شکست بدی۔ فتح خاں کو مار ڈالا۔ جب سلطان محمود کو فتح خاں ہزدی کے قتل کی خبر پہونچی
وہ بھی بیدل ہوکے بھاگ گیا۔ کالو خاں محمود خیل ساہو خیل اس لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔ سلطان
بہلول نے علاج و صدقہ کے لئے زر نقد بھیجا تو اوس نے نہ لیا اور کہا کہ میں یہاں زخم فروشی
کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بادشاہ سے افغانوں کے اکثر بڑے سرداروں نے رخصت کی
درخواست کی سلطان بہلول نے اُن کو بہت کچھ کہا کہ تم یہاں سے نہ جاؤ تو اونہوں نے کہا
کہ ہم اس دیار میں بطور کمک کے مستورات کے ننگ و ناموس کے بچانے کے لئے آئے تھے
بادشاہ ہمکو رخصت کرے پھر ہم آجائیں گے۔ سلطان بہلول نے ہر قبیلہ کے سردار کو
بہت سا نقد و اشیا اور ہر جنس کی متاع عنایت فرمائیں کہ جس کا سان گمان بھی افغانوں کو
نہ تھا۔ اگر پھر بار محتاج کے لئے محنت کی ضرورت نہ رہی۔ بعض افغانوں نے ملازمت کرلی
اور جاگیریں حسب دلخواہ دے کر سلطان نے امیر بنا دیا۔ کالو خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ مجھ
پر مرحمت و کرم سے معاف رکھئے میں اس ملک میں طمع دنیوی کے لئے نہیں آیا تھا۔ جب قبائل
کے سرداروں کو بادشاہ رخصت کرچکا تو اوس نے اپنے امراء کو حکم دیا کہ دیار ردہ سے
افغان ہند میں آئے اور میری خدمت کا ارادہ رکھے تو اوسکو میرے پاس لاؤ کہ مناسب
حال سے زیادہ اوسکو جاگیر دونگا۔ اور اگر وہ ہماری قربت و اخلاص و محنت و ملازمت اختیار
نہ کرے تو اوسکے دلخواہ مواجب و جاگیر میں یہ سنونگا کہ ردہ سے ایک افغان یہاں آیا اور
اوسکی معاش اور بے روزگاری کے سبب سے اپنے وطن کو چلا گیا تو ہماری جاگیر میں تغیر
نہ ہوگا۔ جب ردہ کے افغانوں نے یہ خبر سُنی اور سلطان کی بخشش و انعام کو دیکھا۔ تو

روز بروز و ماہ بماہ و سال بسال ہندوستان میں افغان آتے تھے اور جاگیر پاتے تھے
سلطان بہلول کے عہد دولت میں ہندوستان میں شیر شاہ کا دادا ابراہیم خاں ہو
تین بیٹے حسن خاں کے جو شیر خاں کا باپ تھا افغانستان کے اس مقام سے آیا جسکو افغانی
زبان میں رغزی یا شرغزی اور ملتانی زبان میں روہری کہتے ہیں اور یہ روہری کوہ سلیمان
کا ایک پایہ ہے کہ پہاڑ سے نکلا ہوا ہے چھ یا سات کروہ اوس کا طول ہے اور گمل کے
کنارے پر واقع ہے۔ حمایت خاں سور داؤد ساہوخیل کا نوکر ابراہیم ہوا۔ جسکو سلطان
بہلول نے جاگیر میں پنجاب کے اندر پرگنہ ہریانہ اور بہکل (بھکال) دغیرہ دے کر خان
بجوارہ میں ادنوں نے سکونت اختیار کی۔

سلطان بہلول کے عہد میں شیر خاں پیدا ہوا اور اوس کا نام فرید خاں رکھا گیا۔ تاریخ
خانجہاں لودہی میں لکھا ہے کہ وہ حصار فیروزہ میں پیدا ہوا تھا۔

ایک مدت کے بعد حمایت خاں (حمیت خاں) سے ابراہیم خاں رخصت ہوا اور
حصار فیروزہ میں آیا اور جمال سارنگ خانی کا ملازم ہوا۔ اوسنے پرگنہ نارنول میں چند گاؤں
کی جاگیر بقدر چالیس سوار کے اوسکو عنایت کی سند عالی عمر خاں سروانی کلکاپوری جو خان
اعظم کا خطاب رکھتا تھا اور سلطان کا مشیر اور مصاحب تھا اوس کی نوکری میاں حسن خاں
پدر فرید خاں نے کی سند عالی تاتار خاں کی وفات کے بعد سلطان بہلول نے لاہور کی حکومت
اس عمر خاں کو دی جو سرکار سرہند میں بھٹور شاہ آباد بانگ پور میں جاگیر رکھتا تھا اوس نے
پرگنہ شاہ آباد میں موضع بھادنی اور کئی گاؤں جاگیر میں حسن خاں کو دیے۔ ابو الفضل نے یہ
لکھا ہے کہ شیر خاں کا دادا ابراہیم گھوڑوں کی سوداگری کرتا تھا اور سوداگروں میں کوئی
بڑی عزت نہ رکھتا تھا۔ اعمال نارنول کے موضع شمیہ میں متوطن ہوا اوسکے بیٹے حسن نے کچھ
رشد پیدا کیا اور سوداگری سے نکلکر سپاہ گری میں آیا مدت تک راسال کے دادا رے مل
کا ملازم رہا پھر نصیر خاں لوہانی کا وہ نوکر ہوا جو سکندر لودی کے امراء میں سے تھا اور اوسکی
خدمت و کارروائی کے سبب سے سب ہمسروں میں برتر ہوا جب نصیر خاں مرگیا تو اوسکے
بھائی دولت خاں پاس نوکر ہوا اور پھر بہت کے ملازموں میں جو سلطان سکندر لودی کے

عہد میں تھا داخل ہوا۔

کچھ مدت کے بعد میاں حسن سے فرید نے عرض کیا کہ سند عالی عمر خاں کی خدمت میں
مجھے بھیجکر اس سے عرض کرے کہ فرید یہ کہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت کرنی چاہتا ہوں
میاں حسن نے کہا کہ ابھی آپ اسے سمجھیں اوسپر مقرر فرمائیں۔ میاں حسن نے فرید سے کہا کہ ابھی تو
تو خورد سال ہے کچھ روزوں توقف کر۔ ہوشیار بیوے کے چکنے چکنے پات۔ فرید نے باپ سے تقاضا
کیا باپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اوسکو عمر خاں پاس کسی خدمت پر مامور کرنے کے
لیے جائے۔ ماں نے میاں حسن سے کہا کہ فرید کا دل چاہتا ہے کہ سند عالی عمر خاں
کے پاس اسے اپنے ہمراہ اسے سند عالی کے روبرو لیجاؤ۔ شاید وہ خورد سال کی عرض سے
خوش ہو اور کوئی چیز اوس کو دیدے۔ میاں حسن نے بیٹے اور بیوی کی خاطر فرید کو ہمراہ لیا
سند عالی عمر خاں کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ فرید آپ کی ملازمت چاہتا ہے۔ عمر خاں
نے جواب دیا کہ فرید ابھی خورد سال ہے جب وہ لایق خدمت ہوگا تو میں اوسے خدمت
دونگا فی الحال میں اوسکو موضع بھادنی کا مزرعہ بلمو دیتا ہوں۔ اس سے حسن خاں اور فرید خاں
دونوں خوش ہوئے اور جب فرید گھر گیا تو اوس نے ماں سے کہا کہ باپ تو مجھے نہیں لیجاتا تھا
اپنی خاطر سے لیگیا۔ عمر خاں نے مجھے پرگنہ شاہ آباد میں ایک گاؤں دیا۔

چند سال بعد حسن خاں کے باپ ابراہیم خاں کا نارنول میں انتقال ہوا جب حسن خاں
نے اپنے باپ کے مرنے کی خبر سنی تو وہ شاہ آباد سے آن کر عمر خاں کے پاس گیا جو اسوقت
سلطان بہلول کے لشکر کے ساتھ تھا۔ اوس سے رخصت مانگی کہ وہ جاکر اپنے باپ کے
متعلقین کی تعزیت کرے۔ اور اوس نے یہ بھی کہا کہ میں ان سب متعلقین کو ساتھ لیکر آپ کی
خدمت میں حاضر ہونگا۔ میں کسی دنیاوی فائدہ و اضافہ کے واسطے آپ کی خدمت نہیں
ترک کروں گا۔ عمر خاں نے حسن خاں سے کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی جاگیر
میں سے تیرا حصہ دیدیا ہے اور آدمیوں کی گنجایش میرے پاس نہیں ہے اور تیرے
ہمسر کے متعلقین تیرا سہارا ڈھونڈھتے ہیں تو اپنے باپ کی جاگیر پر جا کہ اس سے زیادہ تو
تجھے نہیں ہاتھ آسکتا ہے میں اپنی قوم کا بدخواہ نہیں ہوں کہ تجھے تھوڑی جاگیر پر کھوں خاطر

جمع رکھکر میں جمال خاں سے تیرے باپ کی جاگیر مع اضافہ کے دلادونگا۔ امرا افغان ایسے خیر خواہ قوم ہوتے تھے کہ جب وہ دیکھتے تھے کہ جتنا فائدہ ہم افغانوں کو پہنچا سکتے ہیں اُس سے زیادہ فائدہ وہ کہیں اور سے حاصل کر سکتے ہیں تو وہ اون کی سفارش اس فائدہ کے لئے کر دیتے تھے۔ اونکی ریڑہ نہیں مارتے تھے۔ حسن خاں اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ دوسرے روز مسند عالی عمر خاں نے جمال خاں کو بلاکر میاں حسن کی بہت سفارش کی اور باپ کی جاگیر پر اور چند دہات کا اضافہ کراکے اوسکو دلادیا اور یہ کہا کہ میاں حسن پر جو احسان تم کروگے وہ مجھ پر ہوگا۔ حسن خاں کو گھوڑا اور سراپا عنایت کرکے اُس نے رخصت کیا۔ حسن خاں نے جمال خاں کی ایسی خدمت کی کہ وہ اوس سے راضی ہوا۔

سلطان بہلول کی وفات کے بعد سلطان سکندر نے جب اپنے بھائی بار بک شاہ سے جونپور لیا ہے اور یہ صوبہ جمال خاں کو حوالہ کیا۔ تو اوسکو حکم دیا کہ بارہ ہزار سوار و پیادے اور اونکی جاگیریں بادشاہ کی طرف سے مقرر کرے جمال خاں میاں حسن کی حسن خدمات سے خوش تھا اوسکو پرگنہ سہسرام۔ حاجی پور۔ خاص پور۔ ٹانڈہ جاگیر میں دے کر پانچسو سوار کا جاگیر دار مقرر کیا۔

حسن خاں کے آٹھ بیٹے تھے فرید خاں و نظام خاں تو پٹانی بیوی سے تھے اور علی اور یوسف دوسری بیوی سے اور خرم خاں و شادی خاں تیسری بیوی سے اور سلیمان اور احمد چوتھی بیوی سے۔ سلیمان اور احمد کی ماں لونڈی تھی اسپر حسن خاں ایسا فریفتہ تھا کہ نہ وہ فرید خاں کی بات پوچھتا تھا نہ اوس کی ماں کے حال پر توجہ کرتا تھا۔ وہ بالکل اس لونڈی کے بس میں تھا۔ بعض اوقات فرید خاں کو نہایت سخت و سست کہہ بیٹھتا تھا۔

جاگیر دینے کے وقت حسن خاں نے فرید خاں کا کچھ خیال نہیں کیا اور اوس کو جاگیر نہ دی۔ اس سبب سے فرید باپ سے رنجیدہ ہوکر جون پور میں جمال خاں پاس چلا گیا حسن خاں کو معلوم ہوا کہ فرید وہاں چلا گیا تو اوس نے جمال خاں کو عرضداشت لکھی کہ فرید مجھسے ناحق رنجیدہ خاطر ہوکر آپ پاس چلا آیا ہے آپ کے مکارم اخلاق سے امید ہے کہ آپ اوسے سمجھا کر میرے پاس بھیجدیں اور اگر میرے پاس آنے کے لئے وہ راضی نہ ہو تو آپ

حسن خاں کی اولاد اور فرید خاں سے اوسکی ناراضی اور فرید کی تقرر

اوسکو اپنی خدمت میں رکھیں اور علوم دینی کی اور خدمات ملوک کے ادب کی تعلیم دلائیں۔

جمال خاں نے فرید کو بلاکر سب طرح سے سمجھایا کہ بیٹا باپ پاس چلے جاؤ مگر فرید نے تقریر نہ کیا اور اوس نے یہ کہا کہ تحصیل علوم اور اکتساب فنون کے واسطے سہسرام سے جونپور ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہاں ہر علم کے سیکڑوں عالم اور ہر فن کے صدہا ماہر موجود ہیں یہاں تحصیل علم میں مشغول ہونگا۔ جمال خاں نے کہا اچھا۔ یہاں فرید تحصیل علوم عربیہ میں مشغول ہوا۔ کافیہ شروع قاضی شہاب الدین سے اچھی طرح پڑھا۔ اور اور علوم تحصیل کئے گلستان بوستان سکندر نامہ۔ برزبان یاد کیا اور فلسفہ کی بھی کتابیں پڑھیں اور کتب سیر ملوک ماضیہ کو اوقات مطالعہ کرتا تھا۔ اپنی ایام سلطنت میں جب علمار اوسکی خدمت میں مدد معاش کیلئے حاضر ہوتے تھے تو وہ حاشیہ ہندیہ آن۔ سے پوچھتا تھا۔ چند سال کے بعد جون پور میں جمال خاں کی خدمت میں حسن خاں آیا تو اوسکو سب بھائی بندوں اور عزیزوں نے جمع ہوکر اس بات پر بڑی لعنت ملامت کی کہ لونڈی کے پھندے میں پھنسکر فرید جیسے لایق بیٹے کو گھر سے نکال دیا اس خوردی میں آثار بزرگی اوس کی ناصیہ پر نمودار ہیں اور علم و فہم و عقل و فراست میں اوسکی برابر قوم سور میں ایک شخص بھی نہیں ہے اوس نے ایسی قابلیت پیدا کی ہے کہ اگر اوسکو پرگنہ وغیرہ اوسکو سپرد کرے تو وہ اوس کا خوب انتظام اور اوسکے کاروبار کو اچھی طرح سرانجام دیگا۔ میاں حسن نے یہاں برادری کا کہا مان لیا اور کہا کہ فرید کو بلا سادیگر میرے پاس آؤ۔ مجھے آپ کا کہنا منظور ہے اسکے عزیزوں نے کہا کہ تو اکثر اوقات جمال کی خدمت میں جونپور میں رہتا ہے۔ تو اپنے دونوں پرگنوں کی حکومت فرید کو سپرد کردے۔ میاں حسن نے اپنے عزیزوں کی التماس کو قبول کیا۔ یہ عزیز خوش حال ہوکر فرید پاس آئے اور اوس سے کہا کہ ہم نے جو کچھ تیرے باپ میں باپ سے کہا اوس نے بلا عذر قبول کیا اب تیرے عزیز جو کہیں تو تو بھی قبول کر۔ فرید نے کہا کہ جو کچھ آپ فرمائیں گے اُسے قبول کرونگا اگر ہر گز اوس سے برگشتہ نہونگا مگر میاں حسن جسوقت حسن رویے کنیز ک دیکھیں گے تو جو کچھ وہ کہیں گی وہ کرینگے۔ عزیزوں نے کہا کہ تو ہمارا کہنا قبول کر۔ اگر حسن اپنے اقرار سے جو اس نے ہمارے سامنے کیا ہے پھر جائیگا تو ہم اوسکو ملامت کرینگے۔ فرید نے عزیزوں سے

یہ کلمات سُنے تو اوس نے کہا کہ آپ کی خاطر سے میں نے دونوں پرگنوں کی حکومت قبول
کی حسب المقدور اس خدمت میں تقصیر نہیں کروں گا۔ فرید خوش ہوکر عزیزوں کے ساتھ آپ
پاس گیا اور چند مہینے اُس پاس رہا۔ جب میاں حسن نے چاہا کہ جاگیر میں فرید کو بھیجے تو بیٹے
نے باپ سے کہا کہ ابھی چند باتیں عرض کرنی ہیں اگر حکم ہو تو عرض کروں میاں حسن نے
کہا کہو اوس نے کہا کہ جاگیر میں سپاہی اور اہلکار اکثر غریب ہیں اور دونوں پرگنوں میں جاگیر
رکھتے ہیں میں زراعت و عمارت کی افزایش میں سعی کرونگا اور زیادتی زراعت و عمارت
سوائے قانون عدل کے میسر نہیں ہوتی حکما نے کہا ہے کہ عدل جو بہترین خصلت ہے
اور اوس کا نتیجہ بقائے ملک و وسعت مملکت اور معموری خزانہ و آبادی قریہ ہے اور ظلم
بدترین درخت ہے کہ ثمرہ اُس کا زوال مملکت و خرابی ممالک ہے اُس سے دُنیا اور آخرت
دونوں خراب ہوتی ہیں ؎

مملکت معمور خواہی خلق را معمور دار　　ورنہ سر ایشاں بلائے ظالماں دور دار

دویم سیاست ہے جس پر آبادی مملکت منحصر ہے۔ اگر سیاست نہو تو پھر انتظام نہیں ہوتا
اور جلدی سے ارکان سلطنت میں تزلزل آجاتا ہے ؎

در سیاست نظام گیرد ملک　　بے سیاست خلل پذیرد ملک

قاعدہ شریعت بغیر کوئی حق اپنے مرکز میں قرار نہیں پاتا اور بے ضابطہ سیاست
کے کار شرع و دین منتظم نہیں ہوتا۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ نازکی و کاہلی کو پاس نہ آنے دے
بار عام کرے اور خود اپنے نفس نفیس سے مظلوموں کے حال سے مطلع ہو۔ میں جانتا ہوں
کہ آپ کے عزیز و متقدم ظلم و تعدی کرتے ہیں اول میں اونکو نرمی و آہستگی کے ساتھ ظلم و
تعدی کرنے سے منع کرونگا اور اگر وہ افعال زشت سے باز رہیں گے تو بہتا ؎

چو کارے بر آید بلطف و خوشی　　چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اگر وہ ظلم سے جو ان کی طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے باز نہ آئیں گے تو میں اونکی سیاست
کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہو اور ظالم ظلم سے باز رہیں اور فتنہ انگیزوں کو معلوم ہو کہ
سیاست کی آگ گرم ہو رہی ہے جس سے وہ بچکر ایک کونہ میں بیٹھ جائیں گے۔ اگر کار

سیاست میں کچھ سستی و بے پروائی وہ دیکھیں گے تو ہزار فتنے بیدار کریں گے اور ہر طرف
سے شور اوٹھائیں گے۔ حکما کا قول ہے کہ سلطنت بمنزلہ نہال کے ہے اور سیاست بمنزلہ
آب۔ لازم ہے کہ درخت سلطنت کی بیخ کو آب سیاست پہنچاتے رہیں جس سے ثمرہ امن و امان
حاصل ہو۔ ملوک پر لازم ہے کہ حقوق ذوی القربیٰ یعنی خویشوں و عزیزوں کی رعایت کریں
اور ہمیشہ اونکے حال سے خبردار رہیں اور اور آدمیوں سے زیادہ اونکا ماہیانہ مقرر کریں اور
اونکے ضروری کاموں کے اندر جیسے کہ فرزندوں کی شادی اور مصائب سفر میں مدد کریں۔
خدم و حشم و عمال کے حقوق کی نگاہداشت کریں جو اونکی تنخواہ مقرر ہو وہ بے نقصان اونکے
پاس پہنچائیں اور اپنے حق میں طمع نہ کریں اور انعام و بخشش دینے میں دریغ نہ کریں اور
بیشتر شفقت اور عین عاطفت سے دیکھیں اون میں سے جس کو ضرورت اور احتیاج ہو رفع
کریں۔ اگر جب حاکم دیکھے کہ اون میں سے کوئی ظلم و تعدی و فسق و فجور میں دست درازی
کرتا ہے اگر اُس کا فرزند ہی کیوں نہو اوس پر قہر و تشدد کرے نرمی و رفق نہ کرے۔ مظلوم کا
حق اوس سے دلائے اور کچھ ملاحظہ عزیزوں و خدم و حشم کا نہ کرے اسلئے کہ حقیقت میں ظالم
دو بھیوں سے حاکم کا دشمن ہوتا ہے اول یہ کہ اوسکے سبب سے حاکم کی ہیبت اور سلطنت کی آبرو
کم ہو جاتی ہے اور خلقت میں سستی و کاہلی و بے عدلی کے ساتھ منسوب ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ
رعیت سے رعیت باغ اوٹھتی ہے اور متفرق ہو جاتی ہے ملک ویران ہوتا ہے محصول
کم ہو جاتا ہے خزانہ خالی ہو جاتا ہے۔ سپاہی کے لئے زر نہیں پیدا ہوتا اور جب اوسکو زر نہیں
ملتا ہے تو وہ کہیں اور چلا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں عدالت سے کام کروں گا خواہ کوئی
بیگانہ ہو یا برادر ہو۔ جان پہچان ہو یا انجان ہو عدالت میں سب کو برابر جانوں گا۔ ظالموں و سرکشوں
کو بغیر سزا دیئے نہیں چھوڑوں گا اونکی جاگیر کو بدل دونگا۔ میاں حسن بیٹے کی یہ باتیں سنکر
بہت خوش حال ہوئے اور کہا کہ میں سپاہیوں کی جاگیروں کا عزل و نصب وغیرہ تجھے
سپرد کرتا ہوں تیرا دل چاہے سو کر میں تیرے کئے ہوئے کام میں دخل و تبدیل نہ کروں گا
پھر اوسنے فرید کو اپنی جاگیر میں بھیجدیا۔

جب فرید اپنے باپ کی جاگیر میں پہنچا تو اوس نے تمام مقدموں کا شتکاروں

پٹواریوں اور سپاہیوں کو بلایا۔ پہلے سپاہیوں سے یوں مخاطب ہوا کہ باپ نے تمکو موقوفی بحالی میرے ہاتھ میں دی ہے میں ان پرگنوں کو زراعت وعمارت کی افزایش دل سے سعی کرنی چاہتا ہوں اس میں میری نیکنامی اور تمھاری بھلائی ہے۔ تمکو چاہیے کہ زراعت وعمارت میں رعیت کے ساتھ سہولیت اور عمل نیک کرو اور ظلم و تعدی کو چھوڑ دو۔ رعیت سے بوقت زراعت جو محصول مقرر ہوا اُس قرار سے محصول لینے کے وقت پھرنا نہیں چاہیے اور کسی موافق محصول لینا چاہیے۔ اگر عمال وسپاہی اپنے قول وقرار سے محصول لینے کے وقت پھر جائیں اور رعیت کے حق میں طمع کریں تو ویرانی رعیت اور حاکم کی بدنامی کا سبب ہوگا اور مال آیندہ میں محصول کم ہو جائیگا۔ سپاہیوں اور عمال کو معلوم ہو کہ جو کچھ پہلے ظلم و تعدی وہ کرچکے ہیں اوس کو میں معاف کرتا ہوں اب آیندہ وہ ظلم نہ کریں اگر میں سنوں گا کہ اُنھوں نے رعیت سے ایک گھاس کا پٹھا بھی ظلم سے لیا تو ایسی سیاست اوس کی کرونگا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ میرا کیسا ہی عزیز ہو میں اون کی رورعایت نہیں کروں گا۔ اگر وہ ظلم وخلاف عہدی رعیت کے ساتھ کریگا اوسکو سزا دونگا تاکہ اورونکو عبرت ہو اور رعیت بفراغت خاطر زراعت وعمارت میں سعی کرے اور محصول زیادہ نہو میں سپاہیوں کے مواضع سے کوئی چیز نہیں لونگا اور جو کچھ محصول زاید ہوگا وہ سپاہیوں کی ملک سے ہوگا۔ میری غرض یہ ہے کہ میری حکومت کے سبب سے خاص وعام کو نفع پہونچے اور ظلم وتعدی کے آثار باقی نہ رہیں رعیت کی تھوڑی رعایت کرنے سے بھی حاکم کو بہت فائدہ پہونچتا ہے ؎

مراعات دہقان کن از بہر خویش کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

جب سپاہیوں کی نصیحت سے فارغ ہوا تو رعیت کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تمکو اختیار دیتا ہوں کہ جس طرح اپنا فائدہ دیکھو زراعت وگذاری ادا کرو۔

بعض مقدموں نے عرض کیا کہ جریب قبول کیجائے یعنی پٹہ قبولیت لکھے جائیں کسی مقدم نے نقدی کا دینا کسی مقدم نے بٹائی کرنا قبول کیا۔ غرض اسکے موافق پٹہ قبولیت لکھا گیا اور وجریبانہ یعنی کھیتوں کی پیمایش کی اجرت ومحصلانہ یعنی تحصیلداروں کی زراعگذاری تحصیل کرنے کی اجرت اور خوراک محصلان کی معین کی گئی اور مقدموں سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ سارے ملک

کی سرسبزی زراعت پر موقوف ہے اور زراعت کا سارا مدار کاشتکاروں پر ہے جسقدر وہ فرخ حال ہونگے زمین کو زرخیز کرینگے اور جس قدر وہ خستہ حال ہونگے زمین کو ویران کرینگے اون پر جو کچھ ظلم وستم تم کرتے ہو میں اوس سے خوب واقف ہوں اسلئے میں نے جریبانہ ومحصلانہ وخوراک محصلان مقرر کردی ہے۔ اگر اوس سے زیادہ رعیت سے ایک پھوٹی کوڑی لوگے تو وہ حساب میں مجرا دوں گا اور یہ بھی تمکو یاد رہے کہ آخر سال میں حساب میرے روبرو ہوگا اور رعیت سے جو خراج واجب مقرر ہوا ہے وہی دلاؤنگا اور واجبی دیوان (بادشاہ کو جو خراج دیا جاتا ہے) وہ بھی میں اس طرح جمع کروں گا کہ خریف کا روپیہ خریف میں اور ربیع کا روپیہ ربیع میں بقایا دیوان پرگنہ کی ویرانی کا سبب ہوتی ہے اور عمال اور رعیت میں عداوت ہوتی ہے حاکم پر واجب ہے کہ پیمایش زمین کے وقت جس قدر رعایت کاشتکار کے ساتھ ممکن ہو کرے مگر تحصیل محصول کے وقت رعایت کا نام نہ لے۔ کوڑی کوڑی اُس سے وصول کرے اگر روپیہ کے ادا کرنے میں کاشتکار شرارت کریں تو اونکو قرار واقعی سزا دے کہ اورونکو عبرت ہو۔ بعد اسکے کاشتکاروں اور رعیت کی طرف متوجہ ہوا اور اونسے کہا کہ میں دل وجان سے تمھارا بہی خواہ ہوں جس بات کی تکلیف تمکو ذرا سی بھی ہو تو مجھے آن کر عرض کرو میں اُس کا علاج کرونگا۔ میں تمھاری تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہوں یہ نصیحت کرکے رعایا کو رخصت کیا کہ زراعت میں مشغول ہوں اور دولت خواہی دیوان کریں۔ رعیت کی رخصت کے وقت اپنے باپ کے عہدہ داروں کو سمجھانے لگا کہ اگر غور سے دیکھو تو تمام ملک کی دولتمندی اور بہبودی اور سرسبزی وشادابی کاشتکاری پر منحصر ہے۔ اسلئے میں نے کاشتکاروں کی خوب نگہبانی کرکے رخصت کیا ہے۔ تم اونپر ظلم وستم کسی طرح نہ کرنا۔ اگر کاشتکاروں پر ظلم وستم ہو تو پھر اون سے زمین کا محاصل لینا بڑی نا انصافی اور بے شرمی ہے جس رعایا اور کاشتکاروں کی بدولت ہم اپنا پیٹ پالتے ہوں اونکی حفاظت وراحت ہم پر فرض واجب ہے بعض پرگنوں میں بعض زمیندار ایسے متمرد ہیں کہ محکمہ حاکم میں حاضر نہیں ہوتے محصول کو حاضر نہیں ادا کرتے۔ آس پاس کے دہات کو ضرر پہنچاتے ہیں اب تم بتاؤ کہ کس تدبیر سے ایسے سرکشوں کو ہلاک کروں۔ سپہ سپاہ افسروں نے عرض کیا کہ حضور تھوڑے دنوں صبر

فرمایئں میان حسن کے ساتھ بہت سا لشکر مدت سے گیا ہوا ہے اب عنقریب آنیوالا ہے
اوس پر فرید خاں نے کہا کہ ایک لمحہ بھی میں صبر نہیں کرسکتا کہ میرے ہوتے وہ مکہ میں آئیں
اور خلق خدا کو ستائیں۔ اب تم دیکھو کہ کس طور سے میں تدبیر کرکے اُن متمردوں کی گوشمالی
کرتا ہوں کہ وہ زمانہ میں یادگار رہے باپ کے عہدہ داروں کو حکم دیا کہ دو سو گھوڑوں کے
زین کس کر تیار کریں اور یہ تلاش کریں کہ اس پرگنے میں کتنے جوان ہیں۔ پھر افغانوں اور
خیل داروں کو جو بے جاگیر تھے بلاکے کہا کہ جب تک میاں حسن آئیں میں تمکو خوراک اور
پوشاک دونگا اور مفسدوں کے لوٹنے سے جو کچھ نقد و جنس تمہارے ہاتھ لگے وہ تمہاری ہی
ہوگا میں اُس میں سے کچھ طمع نہیں کرونگا اور جو تم میں سے مردانگی دکھائیگا اوسکو جاگیر
میاں حسن سے دلواؤنگا اور تمہاری سواری کے لئے گھوڑے میں خود دیتا ہوں جب یہ
کلمات افغانوں نے سُنے تو وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم جاں سپاری میں کوئی تقصیر
نہیں کرینگے فرید نے اون پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں اور اون کو کپڑے دیے اور کسیقدر زر
بھی دیا کہ یہ تمہارے صابون کے لئے ہے اور رعیت سے گھوڑے طلب کئے کہ عازم چند
روز کے لئے دیدیں کہ اس مہم کے ختم ہونے کے بعد اونکو میں واپس کرونگا رعیت نے بڑی
خوشی سے گھوڑے دینے قبول کئے اور ہر گاؤں سے ایک دو گھوڑے اُس پاس بھیجدیے
اون پر زین جو فرید خاں نے خود بنوائے تھے کسے گئے اور ان سپاہیوں کو جن پاس گھوڑے
نہ تھے یوں تقسیم کئے گئے کہ ہر سپاہی کو وہی گھوڑا دیا گیا جو اوس کی سواری کے لایق تھا۔
ان سپاہیوں نے چند دہات کے سرکشوں کو لوٹنا مارنا شروع کیا اور اونکی عورتوں اور
بچوں کو گرفتار کیا اور مال و جنس سب چھین لیا۔ فرید خاں نے مال اور چوپائے سپاہیوں کو
دیدیئے اور رعیت کے زن و فرزند کو متعید کیا اور مقدموں کو کہلا بھیجا کہ سرکاری مالگزاری
کی کوڑی کوڑی ادا کرو نہیں یہ تمہارے بال بچے بیچے جائیں گے اور تمکو آباد نہیں ہونے
دونگا جہاں جاوگے وہاں میں پہنچا کرونگا اور جس گاؤں میں جاؤگے وہاں کے مقدم کو
تمکو دونگا کہ تمکو باندھ کر میرے پاس بھیجدے اور اگر یہ نہ ہوگا تو میں تم سے بھی جنگ کرونگا
جب مقدموں نے یہ کلمات سُنے تو اونہوں نے آدمی بھیجکر یہ عرض کی کہ ہماری پہلی خطا

معاف ہو اگر آیندہ کوئی حرکت ناپسندیدہ سرزد ہو تو سیاست کی جائے۔ فرید خاں نے کہا کہ حاضر ضامنی
دیکر اگر تم جرم کرکے بھاگ جاؤگے تو ضامن تمہارا تم کو حاضر کرے جن مقدموں کے اہل و عیال قید
نہ ہوئے اونہوں نے حق دیوان جو باقی تھا ادا کیا اور حاضر ضامنی دی اور اہل و عیال کو بندسے آزاد کرایا۔
بعض زمیندار ایسے تھے کہ طرح طرح کے فساد برپا کرتے تھے۔ دزدی رہزنی کا پیشہ کرتے
تھے جن دیوان میں روپیہ کی جگہ خاک بھی نہیں دیتے تھے۔ نہ کبھی دیوان میں حاضر ہوتے تھے اور
ہیبت پر مغرور تھے۔ ہر چند اونکو نصیحت کی گئی مگر اون کے کان پر جوں نہ چلی فرید خاں نے اپنا
لشکر جمع کیا اور رعیت کو حکم دیا کہ جس پاس گھوڑا ہو وہ گھوڑے پر سوار ہوکر آئے اور جس پاس
گھوڑا نہ ہو وہ پیادہ آئے۔ آدھے آدمی اپنے گاؤں کے ساتھ لائے اور آدھے آدمیوں کو چھوڑ آئے
کہ وہ زراعت اور عمارت کے کام میں اور گھروں کے انتظام میں مصروف رہیں۔ جب سپاہ اور
رعیت حاضر ہوئے تو متمردوں کے دہات کی جانب کوچ کیا۔ اور گاؤں سے ایک کوس پر قلعہ قائم
کیا اور حکم دیا کہ جنگل صاف کیا جائے اور سواروں کو حکم دیا کہ گاؤں کے گرد پھرو اور مردوں کو
قتل کرو اور اون کے زن و بچوں کو اسیر کرو۔ مویشی کو پکڑ لو۔ کھڑی زراعت کو برباد نہ کرو نہ کسی آدمی کو کہ
گاؤں میں کوئی چیز لے جانے دو اور نہ کسی چیز کو اونکے گاؤں میں سے باہر آنے دو۔ رات کی شب
خون مارا کرو اور کسی آدمی کو باہر نہ جانے دو۔ پیادوں کو حکم تھا کہ جنگل صاف کرو کہ پھراون کے
چھپنے کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہے جب جنگل صاف ہوجاتا تو دوسرے گاؤں کے قریب ایک
قلعہ تیار کیا جاتا اور اُس میں سپاہ فروکش ہوتی۔ غرض متمرد عاجز ہوئے اور اپنا وکیل اونہوں نے
بھیجا کہ اگر ہمارا قصور معاف ہو تو ہم حاضر ہوں۔ فرید نے کہا کہ میں تمہارے آنے کو منظور نہیں کرتا۔ ہوا رے
تمہارے درمیان لڑائی ہے خدا جسکو چاہے فتح دے ہر چند ان متمرد زمینداروں نے بہت روپیہ
دینا کیا دیا اور معافی قصور کے لئے ہاتھ پاؤں مارے مگر فرید خاں نے ایک نہ سُنی اور اون سے
کہا کہ یہ معاش سرکشوں کا یہ دستور ہے کہ اول حاکموں سے جنگ اور درشتی سے پیش آتے ہیں اگر
حاکم گرفتار دیکھتے ہیں تو اپنے قرد سے باز نہیں آتے اور اگر حاکم کو زور آور پاتے ہیں تو اوس سے
طلب کرو پیسہ دے دلاکر بلا کو اپنے سر سے ٹالتے ہیں اور وقت فرصت پاکر پھر وہی ہوجاتے
ہیں اسلئے پہلے تمکو سمجھایا کہ چلے آؤ اور حق دیوان ادا کرو اور اپنے افعال زشت سے باز آؤ اتنے

قبول نہ کیا۔ اب جب میں غالب ہوا تو یہ چاہتے ہو کہ طمع زر میں آکر تمہارا عذر قبول کروں اور بازگشت کروں۔ انشاءاللہ تمہارے مردوں کو تہ تیغ کرونگا اور زن و بچہ کو قید۔ کرونگا اور تمہاری زمین پر اور رعیت کو آباد کروں گا تاکہ اوروں کو عبرت ہو جس خام طمع نے ان حیلہ انگیز مفسدوں سے روپیہ لیکر اخلاص کیا اوس نے اپنے ملک میں بنیاد ظلم و فساد کو قایم کیا اور مظلوم میں اونکے ساتھ شریک ہوا اسلئے کہ جب وہ اپنے گھر کا روپیہ حاکم کو دیکر خلاص ہوتے تو پھر وہ دزدی اور رہزنی سے زر پیدا کرتے ہیں اور یہ بیچاری ضعیف رعیت سے جو اونکے پاس سکونت رکھتی ہے اوس سے زر بزور لیتے ہیں بلکہ دیوان میں آنا روپیہ دیتے نہیں جتنا ناجائز طور سے وہ تحصیل کرتے ہیں حاکم کو چاہیے کہ کل زر میں آنکر اُن مفسدوں کو مارے اور سیاست کرنے میں تاخیر نہ کرے اور رعیت کی خبرداری کرے کہ کوئی اُس پر ظلم نہ کرنے پائے میں ان کا گناہ کبھی نہیں بخشوں گا اور انشاءاللہ تعالیٰ ان ناہنجاروں کو گھوڑوں کی ٹھوکروں تلے لاؤں گا اور تلواروں سے سر اوڑاؤں گا یہ بوڈے کتے دیوانگی سے اپنی شجاعت پہ مغرور ہیں اُن کو برباد کرتا ہوں جبکہ وہ سوار ہو کر ان گناہگار مفسدوں پر دوڑا اور سمرودں کو قتل کیا اور اون کے زن و بچوں کو بند کیا۔ اور اون کے بیچنے کا حکم دیا اور آدمیوں کو بلا کر اون کی جگہ آباد کیا جب اور سمرودں نے دیکھا کہ یوں وہ مارے جاتے اور جلا وطن ہوتے ہیں بیوی بچے قید ہوتے ہیں تو اونہوں نے سمرد سے توبہ کی اور دزدی اور رہزنی سے باز آئے ؎

پسند گیر از مصائب دگراں تا نگیرند دیگراں ز تو پند

اگر کوئی سپاہی یا کاشتکار فریاد پاس فریاد لاتا تو اوسیوقت اوسکی داد رسی کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتا اور مظلوم کے ظلم میں غور کرتا اور کاہلی و غفلت ہرگز نہ کرتا۔

تھوڑے عرصہ میں دونوں پرگنوں کا وہ انتظام کیا کہ ساری رعایا و سپاہ مالا مال ہو گئی اور تمام مفسدوں کے گھر بے چراغ ہو گئے۔ جب میاں حسن کو یہ خبر پہونچی تو وہ بہت خوش ہوا اکثر مجالس میں وہ ان پرگنوں کی آبادانی کا اور اپنے بیٹے کی فرزانگی مردانگی کا اور مفسدوں و سمرودں کی زبونی کا ذکر کرتے۔

فرید کی حسن تدبیر کی شہرت ولایت بھر میں ہو گئی۔ اس طرف کے سارے امیر اوسکے کام سنکر تحسین کرتے تھے اور اوس کا بڑا اعتبار کرتے تھے جب غریب و اقارب اوسکو عزیز رکھتے تھے

کہ فرید اوس سے حسد بھی کرتے تھے جیسے کہ سلیمان کی ماں۔ بعد ایک مدت کے جمال خاں کے پاس سے میاں حسن اپنے گھر آیا۔ امیر غریب رعیت سپاہی سب نے متفق ہو کر فرید کا ذکر خیر حسن خاں کے روبرو کیا۔ اوس نے بھی دیکھا کہ فرید و نظام کے انتظام سے ملک آباد رعیت شاد خزانہ معمور ہے تو خوشی کے مارے وہ پھولا نہ سماتا تھا۔ فرید سے جو ناخوشی تھی وہ رفع ہوئی۔ دونوں بھائیوں پر طرح طرح کی مہربانیاں کرتا اور کہتا کہ میں اب بڈھا ہو گیا ہوں اب پرگنات اور سپاہ کی تدابیر میں مجھسے محنت و مشقت نہیں ہو سکتی اب تم دونوں بھائی اس کام کا انتظام کرو میاں حسن کی یہ باتیں سلیمان اور اوسکی ماں کو خوش نہ معلوم ہوئیں اب اونہوں نے فرید پر بہتان لگانے شروع کئے اور یہ جھوٹی تہمت لگائی کہ فرید خاں نے جو سلیمان کی بہن کی شادی کے لئے روپیہ دیا تھا وہ کھوٹا تھا ہر روز اوسکی شکایت حسن خاں سے ہوتی مگر وہ کچھ سنتا نہ تھا جب سلیمان کی ماں نے دیکھا کہ ان جھوٹی شکایتوں سے فرید سے میاں حسن نہیں ناراض ہوا بلکہ اولٹا اوس سے یہ کہنے لگا کہ تجھے مناسب نہیں ہے کہ فرید کا گلہ ہر روز غد کیا کرے تیرے سوا کوئی غریب سپاہی رعیت اوس کی شکایت نہیں کرتا میں اوس کے افعال نیک کا شاکر ہوں اور اوس سے راضی ہوں دونوں بھائی اوسی کے سبب سے آباد ہو گئے ہیں میاں حسن کی زبان سے یہ بات اور سلیمان سنکر از حد مغموم ہوئی اور اوسکے سامنے اوٹھ کے چلی گئی اور میاں سے اختلاط کم کر دیا۔ کج ادائیاں شروع کیں۔ اور پہلے تعلقات کو چھوڑ دیا۔ مگر عشق بڑی بری بلا ہوتا ہے جب حسن نے اپنے معشوق کو دیکھا کہ وہ دلگیر و غم زدہ رہتا ہے تو ایک دن اوس سے پوچھا کہ تیرے مغموم اور کم اختلاطی کا سبب کیا ہے۔ اور سلیمان نے عرض کیا کہ میں تیری ایک کمینہ لونڈی تھی۔ تو نے اپنی محبت و اخلاص سے سرافراز کیا۔ تیرے اہل و عیال نے بھی بہت فساد شروع کی۔ میں نے اونکی خدمت میں کچھ قصور نہیں کیا۔ مگر وہ مجھپر اور میری اولاد پر کرم فرماتے ہیں اور اوسکو تو خود بھی جانتا ہے جب تو نے عزیزوں کی سفارش سے فرید کو جاگیر دی تھی تو میں نے پوچھا تھا کہ میرے فرزندوں کو تو کیا دیگا تو تو نے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ بڑے ہونگے اور حکومت کے لایق ہونگے تو اونکو بھی حکومت پرگنہ کی ہیگی۔ فرید بڑا بیٹا ہے تیرا وہ جانشین ہوگا۔ اگر تو اپنی حیاتہ میں میرے بیٹوں کو فرید کے پرگنات دیکر سرافراز نہ کریگا تو تیری زندگی میں اپنے تئیں اور اپنے بیٹوں کو مار ڈالوں گی اسلئے کہ وہ تیری زندگی میں صاحب سامان ہوئے فرید اور تیرے فرزند میرے بیٹوں کے دشمن ہیں تیرے بعد وہ ہم کو بے حرمت کر کے پرگنات سے نکال دینگے اسلئے

تیرے سامنے مرنا دشمنوں کے ہاتھ سے بے ناموس ہونے سے بہتر ہے۔

میان حسن تو عشق کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے جب معشوق کی بغل میں سے گئے تو عقل کہاں تھی عقل کی بات کو عشق کب سننے دیتا ہے ؎

عشق ست ہزار شعلہ در تاب　　عقل ست ہزار پنبہ در آب

معشوق کی محبت کا وہ غلبہ اوسپر تھا کہ اوس کے کہنے سے کب باہر جا سکتا تھا اوسنے اپنے بڑے بیٹے سے محبت باطنی چھوڑی اور اوس کے درپے ہوا کہ اوسکو علیحدہ کرکے اپنے کنیزک زادہ بیٹوں کو اُس کا قایم مقام کرے اور سلیمان نے میان حسن سے کہا کہ تیری شفقت و لطف سے سب طرح کی امیدیں ہیں۔ مگر تیرے عزیزوں سے خوف ہے کہ وہ فرید کو حکومت سے جدا ہونے نہ دینگے تو کہنہ عشق کے اسیر نے سخت قسم کھائی معشوق کو تسلی دی۔ اب حسن میاں فرید کے تصوروں کو پکڑنے کے درپے ہوا کہ اُسکے احوال اور اشغال کا تجسس شروع کیا غرض حسن نے فرید سے پھر پرسش شروع کی کہ وہ اس سے بیخود ہوگیا۔ اُسکو معلوم ہوگیا کہ مادر سلیمان سے پدر نے بہ تسریہ اقرار کرلیا ہے کہ اوسکے دو بیٹوں کو دو پرگنے کی حکومت دیگا اور اس اقرار سے جو اوس نے اپنے عزیزوں سے کیا تھا پھر جائیگا تو اوس نے دونوں پرگنوں کی حکومت ترک کرکے حسن سے کہلا بھیجوایا کہ جبتک لطف و شفقت پدری مجھپر تھی میں پرگنات کی خدمت کرتا تھا مگر اب وہ نہیں رہی اسلئے آپ جسے چاہیں پرگنات کا شقدار بنائیں بعض آدمیوں نے حسد و دشمنی سے ایسی باتیں آپ کے کان تک پہنچائی ہیں کہ آپ کا دل مجھ سے پھر گیا ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میرا حال کس طرح تحقیق کرنا چاہیے حاکم کو لازم ہے کہ احوال اور رعیت کے احوال سے خفیہ خبردار رہے تاکہ اون سے بے دیانتی نہونے پائے اور اُس سے آبادی ملک ہو اور رعیت کا دل و اطمینان خاطر ہو۔ خود غرضوں کی باتیں اوس کے دل میں دخل نہ دیں اور غرض گو کے کہنے کا اعتبار نہ کرے ؎

زصاحب غرض راستی نشنوی　　اگر کار بندی پشیماں شوی

اگر کسی غرض گو کے کہنے سے حاکم کے دل میں آئے کہ عمال نے بے دیانتی کی ہے تو عمال کو بدل دے اور اپنے امین اور معتمد خدمتگار مقرر کرے اور حکم دے کہ کاغذ خام چند دہات کے پہلے اوس سے کہ مقدم کو خبر ہو وہ لے لیں۔ پھر ہر دہ کے مقدم اور پٹواری کو بلائیں پھر حاکم خود ان کاغذوں پر متوجہ ہو

سے کہ اپنے آدمی کہ بالکل قابل اعتماد ہوں کم میسر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی دیانت منہ باندھ گیا ہے تو اوسے مقرر کرے اگر تحقیق سے بے دیانتی عمال ثابت ہو تو سزا دے کہ اوروں کو عبرت ہو ؎

کہ از فربہی بادہ خشم کند پوست　　مکن صبر بر عامل ظلم دوست

اگر شقدار نہ بدلا جائیگا اور دوسرا آدمی متعین کیا جائیگا کہ کاغذ خام لے دو مقدم و پٹواری کو بدلے اوس کے خوف سے کاغذ خام نہیں دیگا اور پرگنہ کی حقیقت جیسی کہ چاہیے نہیں دریافت ہوگی رعیت اُس مستقل شقدار سے عداوت نہیں باندھے گی۔ پس حاکم کو چاہیے کہ شقدار قدیم کو بدلکر نیا شقدار مقرر کرے۔ نیا شقدار جب پرانے شقدار کی بددیانتی ثابت کرنے میں کوشش کرے گا تو پرانا شقدار نئے شقدار کو کچھ نذر دیگا اور کہے گا کہ تو رعیت کی عادت نہ جانتا کہ آج جو میرے لئے تجھ کو کل تیرے لئے ہوگا تو نیا شقدار رعیت کو حقیقت حال کہنے سے منع کردیگا۔ بہتر ہے کہ شقدار قدیم کو بحال رہنے دے اور ایک تیسرا دیانت دار آدمی مقرر کرے کہ کاغذ خام لیکر دو مقدم و پٹواری کو بلاکر تحقیق کرے تاکہ حقیقت کار معلوم ہو۔ ابا جان آپ کو معلوم ہے کہ میں نے پرگنات کی شقداری چھوڑی ہے آپ شخص ثالث کو مقرر کریں تاکہ وہ کاغذ خام و مقدم و پٹواری کو آپ پاس لائے اور آپ توجہ ہوکر تحقیق کریں تاکہ حق و باطل ظاہر ہو ؎

خوش بود کہ محک تجربہ آمد بمیان　　تا سیہ روے شود ہر کہ در و غش باشد

جلال حسن نے اس کا جواب فرید خاں کو یہ کہلا بھیجوایا کہ مجھے تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے جب میں لشکر میں یہاں سے غیر حاضر تھا تو مجھے پرگنات کی حقیقت خوب معلوم ہوئی کہ تو نے ملک کو چوپٹ برباد کردیا۔ اگر تو نے کچھ تصرف بھی کیا تو اچھا کیا وہ تیرا مال اور حق تھا میں نے تجھے حکومت اسلئے عطا نہیں کی کہ میں نے تجھ میں لیاقت نہ دیکھی تھی اور میری غرض اس سے یہ تھی کہ تو صاحب سامان ہو کہ اون وہ تیرے کام آئے۔ میرے مرنے کے بعد میری نیکنامی تیرے ہی سبب سے ہوگی اور میرے اہل و عیال کی خبرگیری تو ہی کرے گا۔ تیرے ناخلف بھائی سلیمان وغیرہ ہر روز مجھے تکلیف دیتے ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اون سے ملک کا انتظام نہیں ہوگا میں نے ہر چند اون کو سمجھایا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اونہوں نے مجھے بے آرام کر رکھا ہے اونکی ماں اپنے بیٹوں کے لئے رات دن میری جان کھاتی ہے۔ اس ضرورت کے سبب سے میں چند روز ان دونوں پرگنوں کا شقدار

سلیمان اور احمد کو مقرر کرتا ہوں کہ اس شب و روز کی تشویش سے نجات پاؤں۔ جب فرید خاں نے میاں حسن کے یہ کلمات سُنے تو اوس نے کہلا بھیجوایا کہ دونوں پرگنے آپ کے ہیں اونکی حکومت جسے چاہے دیدیجئے۔ جب عزیزوں نے سُنا کہ دونوں پرگنوں کی حکومت فرید سے حسن خاں لیتا ہے اور سلیمان اور احمد کو دیتا ہے اور فرید کا ارادہ ہے کہ روزگار کے لئے آگرہ جائے۔ اُن دنوں آگرہ دارالخلافت تھا وہیں آدمی روزگار کے لئے جاتے تھے تو وہ جمع ہو کر میاں حسن پاس آئے اور اُس سے کہا کہ یہ تو کیا کرتا ہے کہ پرگنوں کی حکومت فرید سے لیتا ہے اور سلیمان اور احمد کو دیتا ہے کہ فرید جاتا ہے۔ ان دو پرگنوں کا انتظام جیسا فرید نے کیا ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اور کوئی قصور بھی اوس نے نہیں کیا۔ ایسے قابل فرزند کو ان ایام میں باہر جانے دیتا ہے کہ سلطان ابراہیم کی سلطنت میں خلل پڑ رہا ہے اور ہر افغان کہ زمینداری رکھتا ہے ریاست اور مملکت گیری کا دعویٰ کرتا ہے۔ میاں حسن نے عزیزوں سے کہا کہ تم سچ کہتے ہو کہ فرید خاں کا آزردہ خاطر کرنا مناسب نہیں ہے۔ مگر میں اس سے مجبور ہوں کہ سلیمان اور اوسکی ماں مجھے تنگ کرتے ہیں اور ایک لحظہ آرام سے نہیں رہنے دیتے جب سلیمان خرد سال تھا تو اوس نے مجھسے کہا تھا کہ مجھے حکومت دو تو میں نے اوسکی تسلی کے لئے کہا تھا کہ جب تو بڑا ہوگا تو تجھے پرگنہ کی حکومت دونگا تو اوس نے کہا کہ اگر آپ فرید کو پرگنہ کی حکومت دیدینگے تو کس طور سے اُسکو حکومت سے جدا کرینگے تو میں نے کہا تھا کہ میں اُس سے کہونگا کہ تو نے بہت دنوں پرگنوں میں حکومت کی اب چند روز کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کو حکومت کرنے دے تاکہ امور ملکی میں اوسکو مہارت ہو جائے۔ وہ میری اس بات کو بار بار یاد دلاتا ہے۔ میں سلیمان کی ماں پر دل و جان سے قربان ہوں۔ جب میں اوسکو آزردہ دیکھتا ہوں تو میں بھی دل آرام مجھپر حرام ہو جاتا ہے میں بڈھا ہو گیا ہوں مرنے کے دن قریب ہیں میں خلاف صد نہیں کرسکتا اپنی زندگی میں ایک دفعہ اون کو پرگنات کی حکومت دیتا ہوں اگر اونکی نیک ملی سے پرگنات کی آبادی اور رفاہیت میں خلق و سپاہ کی خوش حالی ظاہر ہوئی تو وہ میری زندگی میں نیکنامی حاصل کریں گے جیسی کہ فرید نے شہرت اور نیکنامی حاصل کی ہے اور فرید سے میری خاطر جمع ہو گئی ہے کہ جہاں وہ جائیگا وہاں روزگار پائیگا۔ اور اگر وہ اس حکومت کے قابل نہونگے تو میری زندگی میں چند روز دنیا سے متمتع ہونگے یہ مجھے یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ پرگنات میاں فرید کے

متعلق ہونگے کہ وہ ہی اوسکے لایق ہے اوسکی قابلیت اور لیاقت تدابیر ملکی میں مجھ سے اور اپنے بھائیوں سے کہیں زیادہ ہے اور جتنے اوس کے اقران اور ہم سن ہیں اُن سب میں وہ بہتر ہے اور امور مملکت میں جو بکار آمد باتیں میں نے فرید سے سُنی ہیں کسی اور کی زبان سے ہرگز نہیں سُنی ہیں۔

جب عزیزوں نے میاں حسن کا جواب یہ سُنا تو اونہوں نے اوس سے کہا کہ مناسب نہیں ہے کہ ایک بندۂ کی خاطر اپنے لخت جگر کو ان ایام خلل انگیز میں جدا کرے۔ ہمارے لوحانیوں کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ سے روگردانی کرکے بادشاہی اپنے نام سے کریں گے ہمارا کہا ہے کہ عورتوں کا اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور اپنے اسرار پر اُن کو مطلع نہیں کرنا چاہئے۔ بہتیری میں اتنے مشورہ نہیں کرتا چاہئے اپنے مال اور ذخائر کو اُن سے پوشیدہ رکھنا چاہئے اگر کوئی عورت کے عشق میں مبتلا ہو جائے تو اُس سے اپنے عشق کو مخفی رکھنا چاہئے کہ اُس کا غلبہ نہ ہو جب عورت جانتی ہے کہ شوہر اُس کا عاشق ہے تو وہ اوس کی اطاعت نہیں کرتی اور شوہر کو حقیر جانتی ہے عورتوں کی طبیعت میں حسد ہوتی ہے وہ ناقص العقل ہوتی ہیں اور جہالت اُنکے ہمراہ ہوتی ہے اونکی متابعت نہیں کرنی چاہئے۔ مگر عشق کب اُن عقل کی باتوں کو سننے دیتا تھا عزیزوں کے کہنے کا اثر اُس عاشق زار پر کچھ نہ ہوا۔

میاں حسن سے جب فرید بالکل ناامید ہو گیا تو وہ عزیزوں سے رخصت لیکر آگرہ کی جانب پرگنہ کاہن پور (کانپور) کی طرف روانہ ہوا۔ اُس پرگنہ میں اعظم ہمایون سروانی حاکم تھا جسکے پاس بہت آدمی تھے اس مقام میں سروانی بہت رہتے تھے جب فرید کاہن پور میں آیا تو سروانیوں سے کہ میاں حسن سے رشتہ داری رکھتے تھے اوسکی دعوت کی۔ اس مجلس میں شیخ اسمٰعیل بھی ہمراہ تھا تو سے پوچھا کہ یہ کون ہے سروانیوں نے کہا کہ وہ سروانی ہے مگر پھر یہ کہا کہ وہ ہماری قوم کا نہیں ہے اور ہمارا بھانجا ہے شیخ اسمٰعیل سے فرید نے کہا کہ تو نے کس لئے یہ نہ کہا کہ میں سروانی ہوں تو اونہوں نے کہا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں سروانی ہوں اونہوں نے مجھے سروانی کہا تو اس میں ہرگز گناہ نہیں ہے شیخ اسمٰعیل سے فرید نے کہا کہ میرے ہمراہ ہو جائے شیخ اسمٰعیل و ابراہیم اوسکے ساتھ ہو لئے اس کا بیان آگے آئیگا یہاں فقط اتنا ہی ذکر کرنا کافی تھا۔

جب فرید خاں آگرہ میں آیا تو یہاں دولت خاں کا طوطی خوب بول رہا تھا۔ وہ بدھو کا بیٹا تھا جو خانہ زاد اعظم ہمایوں سروانی کا تھا۔ دولت خاں بارہ ہزار سوار کا سردار تھا سلطان ابراہیم شفقت اوس پر کرتا تھا۔ فرید نے دولت خاں کا دامن پکڑا۔ اور اوس کی خدمت ایسی بجا لایا کہ دولت خاں اکثر کہا کرتا تھا کہ فرید خاں کے سامنے میں شرمندہ اس سے ہوتا ہوں کہ اگر وہ اپنا دعا کہے اور میں اُس میں حتی الوسع کوشش نہ کروں جب فرید خاں نے جانا کہ دولت خاں مجھ پر ایسی عنایت کرتا ہے تو اوس نے واجب العرض لکھی کہ میاں حسن بڈھا ہو گیا ہے اوس کے حواس میں فرق آگیا ہے اور وہ ایک لونڈی پر فریفتہ ہے جو کچھ وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے۔ ملک کی تدبیرات اوسنے لونڈی کو سپرد کی ہیں۔ اوسکے ہاتھ سے سب عزیز اور آدمی نالاں اور رعیت سرگردان ہیں اون کی بیوقوفی سے دونوں پرگنے ویران ہوتے جاتے ہیں شاہ عالم بندہ کو وہ پرگنے عنایت فرمائیں میں پانسو سواروں سے خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوں دولت خاں نے اِس واجب العرض کو پڑھ کر اوسکو تسلی دی کہ میں بادشاہ سے سفارش کردونگا اور دونوں پرگنہ کی حکومت دلادوں گا مگر جب دولت خاں نے بادشاہ سے میاں حسن اور فرید کا حال کہا تو بادشاہ نے فرمایا کہ میں اُس شخص کو بد جانتا ہوں جو باپ کا گلہ شکوہ کرے۔ دولت خاں نے بادشاہ کا ارشاد فرید سے کہہ کر کہا تو دلگیر نہو میں انشاء اللہ بادشاہ سے تجھے دونوں پرگنے دلادوں گا۔ فرید اُس سے اگرچہ رنجیدہ خاطر ہوا مگر دولت خاں کی تسلی کے سبب سے اُس پاس رہا۔ وہ اوسکو روپیہ اتنا دیتا تھا کہ خرچ کے بعد اُس پاس روپیہ جمع ہوتا تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد میاں حسن کا انتقال ہوا۔ سوم کے روز سلیمان نے باپ کی پگڑی سر پر رکھی جس مجلس میں وہ پگڑی رکھکر بیٹھا تھا وہاں نظام خاں معہ اپنی جمعیت کے پہنچا۔ اور اوس کے سر پر سے دستار اوتار لی اور اوسکو سمجھایا کہ بڑے بھائی فرید کے ہوتے تجھے مناسب نہیں ہے کہ باپ کی پگڑی سر پر رکھے۔ خدا سے ڈر خلق سے شرم کر کہ دستور و قاعدہ کے خلاف کام کرتا ہے کہ جس سے عداوت پیدا ہو۔ باپ کی زندگی میں اپنی ماں کے زور سے تو نے فرید کے ساتھ بے مروتی کی باپ کو تو کیا کہوں وگرنہ تمہارے زور و مردانگی کا حال معلوم ہی تھا اب تجھے یہ مناسب ہے کہ گذشتہ کے برخلاف تو فرید کے ساتھ اخلاص رکھ بغض چھوڑ۔ بڑے بھائی کے ساتھ لڑنا اچھا نہیں ہوگا۔ آپ نے جو اپنے زندگی میں بیٹوں کو جاگیریں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیں ہیں وہی

تو نے ہو تو کہ یاست کر کہ وہ تیرے بھائی کا حق ہے اور اگر لڑائی کرو تو نہ چھوٹے گا تو اور دشمن محتاج ہو جائے گا اور کوئی تجھے اچھا نہ کہے گا اور تو بدنام ہو جائے گا اور دونوں پرگنے ویران ہو جائینگے سلیمان نے کہا کہ اگر بھائی میرے ساتھ اخلاص رکھیں گے میں بھی ضرور اُن کی خدمت کرونگا۔

میاں حسن کی وفات کے بعد تمام حالات یہاں کے میاں نظام نے فرید کو لکھے جب اس کو خبر پہنچی تو اس نے باپ کی عزاداری کی اور سلیمان کا حال سن دمن دولت خاں نے سے کہا کہ تو کچھ اندیشہ نکر دونوں پرگنوں کی حکومت بادشاہ تجھکو دیدیگا۔ دولت خاں نے حسن کی وفات کا ذکر سلطان ابراہیم سے کہکر فرید خاں کے نام فرمان لکھدیا کہ دونوں پرگنوں پر تصرف کر کے پھر یہاں آجائے۔ جب فرید خاں یہ فرمان لے کر اپنے پرگنوں میں گیا تو عزیزوں نے اس فرمان کو قبول کیا۔ سلیمان فرید کے ساتھ مقاومت تو کر نہیں سکتا تھا وہ محمد خاں شاہ خیل عالم جونپور کے پاس چلا گیا وہ پندرہ سو سوار کا جاگیردار تھا۔ اور میاں حسن سے اس کو کلفت پہنچی تھی اس لیے وہ چاہتا تھا کہ بھائیوں میں عداوت پیدا ہو تا کہ طرفین میرے محتاج ہوں اس نے سلیمان سے کہا کہ چند روز صبر کرو۔ فرید پاس فرمان حکومت ہے۔ اس وقت یہ حال ہو رہا تھا کہ سلطان ابراہیم نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے اُمرا کی مدارات بری طرح سے کی ہے کہ وہ سب اپنی جاگیروں کو چلے گئے ہیں اور وہیں رہتے ہیں۔ خانخاناں یوسف خیل عالم پنجاب نے اپنے بیٹے دلاور خاں کو کابل بھیجا ہے کہ شیخ شاہ بابر کو یہاں لے آئے اور وہ مغلوں کو ساتھ لیتا آتا ہے۔ دونوں بادشاہوں میں لڑائی ہوگی۔ اگر سلطان ابراہیم کو غلبہ ہوا تو اس پاس جانا بھی تیری سفارش کی عرضداشت بادشاہ پاس بھیجدونگا کہ فرید کو میاں حسن سے اور مجھ سے عداوت ہے اور میاں حسن نے تجھے اپنی جانشینی کے لیے ترجیح دی تھی اور حکومت کے لیے پسند کیا تھا جو تیری قسمت میں ہوگا وہ تجھے مل جائے گا۔ اور اگر مغل مقتدر ہوئے تو میں فرید سے بزور پرگنہ چھین کر تجھے دلادونگا۔ سلیمان نے محمد خاں سے کہا کہ میں فرید کے خوف سے آپ پاس پناہ لیکر آیا ہوں کہ سوروں کے درمیان کوئی آپ کے برابر نہیں ہے۔ میں نے اپنا انتظام کر لیا ہے جو حکم آپ دیں گے میں اسے قبول کرونگا۔ محمد خاں نے اپنے وکیل بھیجکر فرید خاں کو کہلا بھیجا کہ تم میری نصیحت سنو اور میری مداخلت کا پاس کا خیال رکھو تو میں آنکر تم بھائیوں

میں صلح کرادوں۔ میں تم میں قرار کرادوں اُس سے۔ جو پہرے تو اس پر عزیز لعنت ملامت کرینگے
اس کے جواب میں فرید نے لکھا کہ بے شک آپ سب میں بڑے اور بزرگ ہیں اور داود خیل
سور کی اقوام میں برتر ہیں اس لیے قوم کی سرداری کے آپ مستحق ہیں۔ آپ کا یہاں آنا مناسب
نہیں مجھے بلا بھیجئے اور سلیمان آپ کی خدمت میں موجود ہی اور فقیر کا گلہ کرتا ہی۔ آپ پر روشن
ہی کہ وہ باپ کی زندگی میں میرا مخالف تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ
جو جاگیر تینوں بھائیوں کی باپ کی زندگی میں تھیں اس نے زیادہ لے لی اور باپ کے وقت کی
عداوت جو طرفین میں تھی اُسے دور کرا اور اخلاص محبت سے باقی زندگی بسر کرے

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است　　با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

میری نصیحت نے کچھ اثر نہ کیا۔ سب عزیز یہاں تھے، انہوں نے اپنی طرف سے بہت
سعی کی اور مخالفت سے منع کیا اُس نے قبول نہیں کیا اگر خان اعظم اسکو مخالفت سے منع
کریں اور اخلاص کی طرف رہنمائی کریں تو میاں حسن کے خاندان کی حرمت باقی رہیگی میں
اپنے بھائی نظام کو خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ سلیمان کو سمجھا کر اس کے ساتھ بھیج دیجئے۔
میں اس کو جاگیر خاطر خواہ دیدونگا اور جو وہ چاہے کہ پرگنہ کی حکومت میں اس کی شرکت ہو
تو یہ آرزو اس کی میری زندگی میں تو بر آنے کی نہیں۔ دو شمشیر ایک نیام میں اور دو حاکم ایک مقام
میں نہیں رہ سکتے۔

در شہر مگو کہ تو باشی با من　　کاشفتہ بود کار ولایت بدو تن

جب محمد خاں کا وکیل فرید خاں کا یہ جواب سنکر گیا تو خان نے سلیمان سے کہا کہ میں جانتا ہوں
کہ فرید تمہارا حصہ آسانی سے نہیں دیگا خاطر جمع رکھو میں بزور تمہارا حصہ دلا دونگا۔ جب تینوں بھائی
میرے پاس آئے ہو تو تمہارے حصہ دلانے کا پاس لحاظ مجھپر لازم ہی۔ سلیمان یہ سنکر خوشحال ہو گیا
فرید خاں کو خبرداروں نے یہ ساری خبر سنادی تو فرید خاں نے اپنے بھائی نظام خاں اور تمام اپنے
دولت خواہوں سے مشورہ کیا کہ مصلحت یہ ہی کہ ہم بھی کسی شخص کے ساتھ رجوع کریں کہ وہ محمد خاں
کا مانع ہو۔ اور ایسا آدمی کوئی آس پاس سوا بہار خاں پسر دریا خاں لوہانی کے نہیں ہی۔ چند روز
صبر کرنا چاہئے۔ اگر سلطان ابراہیم کی فتح ہوئی تو اس کا فرمان میرے پاس ہی۔ کوئی بہانے

پیش کر سکتا اگر خدانخواستہ سلطان ابراہیم کو شکست ہوئی تو میں بفرورت بہار خاں کا دست ہو نگا اور
اُسی کی خدمت میں رہونگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خبر آئی کہ دونوں بادشاہوں میں پانی پت کے
میدان میں سخت لڑائی ہوئی اور سلطان ابراہیم شہید ہوا اور دہلی کی سلطنت ۹۳۲ھ میں شہنشاہ بابر کے ہاتھ آئی۔

سلطان ابراہیم کی وفات کے بعد بہار خاں نے سلطان محمد کا لقب اختیار کیا اور بہار میں
اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلوایا۔ اب فرید خاں کو بہار خاں پاس جانے کی ضرورت ہوئی
اور اُس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رات دن اس کے کاموں میں لگنے لگا اور حسن خدمات
کی وجہ سے وہ اُس کا بڑا مقرب ہو گیا اور اپنی حسن تدابیر کی وجہ سے سارے بہار میں اُس کی شہرت
ہو گئی۔ ایک روز سلطان کے ہمراہ شکار کو فرید خاں گیا تھا کہ ایک شیر نظر آیا اس کو فرید خاں نے
تنہا مارا تھا جس کے سبب سے سلطان محمد نے فرید خاں کو شیر خاں کا خطاب دیا اور اپنے بیٹے
جلال خاں کا نائب مقرر کیا۔ جلال خاں کی نیابت میں شیر خاں کام کرتا تھا ایک مدت کے
بعد وہ سلطان محمد سے رخصت لیکر اپنے پرگنوں میں گیا اور وہاں بہت دنوں مقیم رہا۔ شیر خاں کی یہ
عادت سلطان محمد کرتا تھا کہ وہ تھوڑے دنوں کی رخصت لیکر گیا تھا مگر بہت دن گزر گئے وہ نہیں
آیا تو اس کا دل ایسا پر خلل تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر اعتماد کلی نہیں کر سکتا تھا۔

سلطان محمد پاس محمد خاں آیا اور اُس نے شیر خاں کی شکایت کی کہ وہ سلطان محمود پسر سلطان
سکندر کی راہ دیکھ رہا ہی جس کے رفیق اکثر امرا افغان ہو گئے ہیں اس لیے وہ نہیں آیا۔ اگر سلطان فرمائے
تو محمد شیر خاں کے آنے کی تدبیر عرض کروں۔ سلطان نے پوچھا وہ تدبیر کیا ہی تو محمد خاں نے
کہا کہ اس کا بھائی سلیمان جو قابل ہی اور میاں حسن نے اپنی زندگی میں دونوں پرگنوں کی حکومت
اُسے دی تھی شیر خاں کو اُس نے خارج کر دیا تھا تو باپ کی شکایت لیکر سلطان ابراہیم پاس گیا سلطان
خاص کو ہوشیار بتائی کہ میں ایسے شخص کو بد جانتا ہوں جو اپنے باپ کی شکایت کرے۔ مگر حسن
سلوک کے بعد اُس نے دولت خان بن بدھو کی وساطت سے دونوں پرگنوں کی حکومت کا فرمان
سلطان ابراہیم سے لکھا لیا۔ سلیمان کا بھی ارادہ تھا کہ باپ کے جو مرنے کے وقت اس کے لیے
فرمان لکھا سلطان کو جا کر دکھائے تو بیچ میں یہ حادثہ پانی پت کی لڑائی کا پیش آگیا اور

اس کا وہاں جانا رہ گیا اب وہ حضور کی خدمت میں استغاثہ لیکر آیا ہے اگر دونوں پرگنوں کی حکومت سلیمان کو سلطان عطا کرے تو شیر خاں جلد ملازمت میں حاضر ہو جائے گا۔ مدت ہوئی ہے کہ سلیمان اس کے ظلم سے بھاگ کر میرے پاس آیا ہے اگر اس کو اپنا حق ملجائے تو بندہ بھی آپ کا ممنون احسان ہوگا سلطان محمد نے کہا کہ شیر خاں نے میری بہت خدمت کی ہے اس چھوٹے سے قصور پر کہ وہ اختیار رخصت پر آیا ہے بغیر تحقیق کیے اس کی جاگیر کا تغیر نہیں کر سکتا۔ مگر تیری خاطر سے اس قضیہ کا فیصلہ تیرے سپرد کرتا ہوں تو دونوں سے خویشی و قرابت کی نسبت برابر رکھتا ہے تو کسی کی رعایت نہ کرنا جو حق ہو وہ کرنا کہ ان میں جو فساد غبار اٹھ رہا ہے بیٹھ جائے۔

میانجی چناں کن برائے صواب کہ ہم سنج بر جا بود ہم کباب

سلطان محمد سے جب محمد خاں رخصت لیکر اپنے پرگنہ میں آیا تو شیر خاں پاس شادی خاں اپنے غلام کو یہ پیغام دیکر بھیجا کہ تو نے جو دونوں پرگنے دبا لیے ہیں اور اپنے بھائی کو محروم کر دیا ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس سے خاندان میں نزاع پیدا ہو گیا ہے اب میں شادی کو تیرے پاس بھیجتا ہوں مجھے امید ہے کہ تو اس کے کہنے سے باہر نہ ہوگا اور مجھے ممنون کریگا۔ تیرے بھائی مدتوں سے میرے پاس ہیں افغانوں کی رسم و راہ تجھ سے مخفی نہیں ہیں۔ شیر خاں پاس شادی خاں آیا اور محمد خاں کا پیغام اس سے عرض کیا اس کے جواب میں شیر خاں نے کہا کہ خان اعظم سے میری زبانی یہ پیغام دو کہ یہاں روہ کا ملک نہیں ہے کہ ریاست برادر وار قسمت ہو یہ ملک ہند ہے بادشاہ کے حکم کا دخل وابستہ ہے کہ اس میں کسی کی مشارکت نہیں۔ خردی و بزرگی و برادری کا کچھ تعلق نہیں ہے سلطان سکندر خاں نے قرار دیا ہے کہ جو افغانوں کے امیروں میں مرے اس کا خزانہ و ہشیار بطریق فرائض ورثا کے درمیان تقسیم ہوں اور پرگنات اور سپاہ جو اس کی اولاد میں سب سے زیادہ لائق ہو اسکے دیے جائیں اور اس میں کسی بھائی کی شرکت نہ ہو۔ دونوں پرگنوں کی حکومت سلطان ابراہیم بندہ کو عنایت کی ہے اس میں بھائیوں کی شرکت نہیں ہے۔ نقد جنس جو میاں حسن کے پاس تھا اس کو سلیمان لیکر آپ پاس چلا گیا ہے۔ اس میں سب بھائی شریک ہیں۔ آپ کی خاطر کے سبب سے اس سے کچھ نہیں کہا۔ جس وقت وہ آپ سے جدا ہوگا حسن خاں کے ورثا اس سے اپنا حصہ لیں گے۔ خان اعظم کو یہ کہنا مناسب نہیں کہ سلیمان کو ٹانڈہ و بہلو دیدو میں اپنی خوشی

خاطر سے تو ان کو نہیں دونگا اگر آپ جھگڑا کر مجھ سے پرگنے لیکر سلیمان کو دیدیں گے تو آپ حاکم ہیں اسکے سوا کچھ اور عرض کرنے کے لیے نہیں ہے۔

شیر خاں سے شادی رخصت ہو کر محمد خاں پاس گیا اور سارا حال عرض کیا تو وہ بہت برگشتہ ہوا شادی کو حکم دیا کہ میرا تمام لشکر ہمراہ لیکر ٹانڈہ اور بہلو کو بزور لیکر سلیمان کو دلادے۔ اگر وہاں لڑائی ہو اور دشمن کو ہزیمت ہو تو دونوں پرگنے سلیمان کو دیدے اور اپنا لشکر وہیں چھوڑ دے کہ مبادا سلیمان کو تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دیکھکر دشمن اس پر حملہ آور ہو۔

جب یہ خبر شیر خاں کو پہنچی تو اس نے خواص خاں کے باپ سکھا کو جو اس کا غلام تھا اور بنارس کے پاس ٹانڈہ اور بہلو کا مقدار تھا پروانہ بھیجا اور اپنے لشکر کو لکھا کہ سلیمان کو شادی ہمراہ لیکر تمہاری طرف آتا ہے تو ٹانڈہ و بہلو کو بے جنگ کے حوالہ نکرنا۔ انہوں نے شہر سے نکلکر شادی سے جنگ کی۔ سکھا اس لڑائی میں مارا گیا اور لشکر شکست پاکر شیر خاں پاس سہسرام میں آیا اور وہ یہاں بھی نہیں رہ سکتا تھا۔

شیر خاں کو بعض آدمیوں نے سمجھایا کہ سلطان محمد پاس وہ جائے مگر اس نے یہ صلاح نہ مانی اور یہ کہا کہ زمانہ میں خلل آرہا ہے سلطان محمد میری شکست سے محمد خاں سے نہیں لڑے گا بلکہ وہ صلح کرانے کے لیے سعی کریگا اور میں صلح میں اپنی مصلحت نہیں دیکھتا۔ نظام نے کہا کہ اگر آپ صلح میں مصلحت نہیں جانتے تو بہتر یہ ہوگا کہ ہم چنڈ چلیں اور وہاں کے حامد کی سفارش کے ذریعہ سے سلطان جنید برلاس سے ملیں اور اس کی ملازمت اختیار کریں اور اس کی ملازمت کے سبب سے محمد خاں سے اپنا انتقام لیں اور اس کو چنڈ سے نکالدیں۔ یہی امر قرار پایا اور شیر خاں پٹنہ میں آیا۔ اور سلطان جنید برلاس پاس اپنا وکیل بھیجا۔ اور یہ التماس کی کہ اگر سلطان قول قرار کرے کہ کوئی آزار اس کو نہ پہنچائیگا تو میں آپ کی دل و جان سے خدمت و دولت خواہی کروں سلطان نے کہنے اسے قبول کر لیا۔ شیر خاں سلطان کی ملازمت میں آیا اور بہت چیزیں پیشکش گذرانیں۔ سلطان اس سے بہت راضی اور خوش ہوا۔ اور اپنا لشکر اس کو دیا۔ محمد خاں اور سلیمان اس سے نہ لڑ سکے۔ دو کوہ رہتاس میں بھاگ گئے اب شیر خاں نے اپنے پرگنوں پر اور محمد خاں کے پرگنہ چنڈ پر قبضہ و تصرف کیا۔ بعض پرگنات خالصہ شاہی کا قابض ہوا۔ اسکے

عزیز اور افغان جو پہاڑوں میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ اُن سب کو خطوط لکھکر بلا لیا اور اُن کو ترغیب دی کہ پہلے سے دوچند جاگیریں اُن کو دیجائیں گی۔ شرم ستورات واحد ہے۔ مترجم اپنا انتظام لیا اور پرگنات پر قبضہ کیا۔ ان خطوط کے پہنچنے پر شیر خاں کی خدمت میں اکثر افغان آگئے۔ جب اس پاس افغان جمع ہوگئے تو مغلوں کا لشکر جو جنید برلاس نے اس کی کمک کے لیے ساتھ کیا تھا اس کو عمدہ پیشکش دیکر رخصت کیا محمد خاں کو عریضہ لکھا کہ خان اعظم کوئی دغدغہ دل میں نہ کریں اور سب طرح سے خاطر جمع رکھیں اور یہاں آنکر اپنے پرگنہ چونڈہ پر تصرف کریں۔ میں نے پرگنات خالصہ شاہی کو لے لیا ہے مجھے اپنے عزیزوں کے ملک کی طمع دامنگیر نہیں ہے۔ زمانہ فتنہ انگیز اور حادثہ زا ہے اور جو افغان کہ جمعیت رکھتا ہے وہ ہماری ریاست اور ملک کے لینے کی لاف مارتا ہے۔ اس وقت میں اہل دولت کو اپنی قوم کا ممد و معاون ہونا چاہئے اور سپاہ کی جمعیت بہم پہنچانی چاہئے تاکہ اپنے ملک کی حفاظت کریں اور اوروں کے پرگنہ پر تصرف کریں۔ پس مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حسد و حقد و عجب و کینے کو جو جانبین کے سینوں میں جمع تھا دور کریں جس سے عزیزوں کی خاطر جمع ہو اور اس سے مرتبہ و قدر عالی و منزلت معالی حاصل ہوں ؎

خالِ دوستی بہ نشاں کہ کام دل بجا آرد　　خالِ دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد

محمد خاں پاس جب شیر خاں کا عریضہ آیا تو وہ پہاڑ پر سے اُتر کر پرگنہ چونڈہ میں آیا اور آپس میں پہلی کہ درت کی عذر خواہی کی۔ شیر خاں کا محمد خاں مرہون منت ہوا۔

محمد خاں کی طرف سے شیر خاں خاطر جمع ہوکر سلطان جنید برلاس کی خدمت میں آیا اور اس کے ہمراہ حضرت بابر بادشاہ کی خدمت میں مہم چندیری میں پہنچا۔ وہ مغلوں کے درمیان مدتوں رہا اور اُن کے اطوار جنگ و تدبیر ملکداری اور ارکان دولت کی روش کو دریافت کرتا رہا۔ وہ اکثر اوقات افغانوں کی مجالس میں کہتا کہ اگر بخت مساعدت کرے اور دولت یاور ہو تو ملک ہند سے مغلوں کو بآسانی نکال سکتا ہوں جب افغان یہ باتیں اُس کی سنتے تھے تو اس سے تمسخر کرتے تھے اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو کہتے تھے کہ شیر خاں کیا لاف گزاف بکتا ہے اور شیخیاں بگھارتا ہے اور ایسی باتیں کہتا ہے جو محال امکان سے باہر ہیں۔ عباس خاں مولف شیر شاہی لکھتا ہے کہ میں نے اپنے چچا شیخ حمید سے جس کی عمر اسی برس کی تھی سنا ہے

کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں مہم چندیری میں خانخاناں یوسف خیل کی ملازمت میں تھا کہ شیخ ابراہیم سروانی منزل شیر خاں میں اس کو لے گیا: وہاں باتوں میں شیخ ابراہیم نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ افغانوں کے ہاتھ میں ملک ہند آئے اور مغل اس ملک سے خارج ہو جائیں۔ شیر خاں نے شیخ محمد سے کہا کہ تم میرے اور شیخ ابراہیم کے درمیان گواہ رہو کہ اگر طالع و بخت میرا مدد کرے تھوڑی مدت میں مغلوں کو ہند سے میں باہر نکالدونگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ افغان جنگ و شمشیر زنی میں مغلوں سے فائق ہیں۔ افغانوں نے اپنے ملک ہند کی سلطنت آپ اپنی نااتفاقی کے سبب کھوئی ہے۔ میں نے مغلوں میں رہکر اُن کی جنگ کی روش دیکھی کہ وہ میدان جنگ میں ثبات و قرار نہیں رکھتے اور اُن کے بادشاہ اپنے عطوفت و شرافت کے سبب سے اپنے نفس نفیس سے تدابیر ملک میں متوجہ نہیں ہوتے امور مہمات ملکی اپنے امراء اور ارکان دولت کو سپرد کر دیتے ہیں اور اُن کے قول فعل پر اعتماد رکھتے ہیں اور یہ امراء سپاہی سے، رعیت سے ستمدیدہ اور بے غرض سے رشوت لیتے ہیں دولت خواہ ہو یا نادولت خواہ ہو جس کے پاس ہو وہ جب بخواہ اپنے سارے کام بنالیتا ہے اور جس پاس زر نہیں خواہ کیسی ہی وہ دولت خواہی کرے اور سپاہی خواہ کیسی ہی شمشیر زنی کرے اس کے کاموں کے چلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی ؎

ہر در کہ رشوت ستاں یافتی　　اگر یار داری اماں یافتی

طمع زر کے سبب سے دوست و دشمن میں حاکم تمیز نہیں کرتا۔ اگر دولت نے میری یاوری کی تو شیخ بھی آپ دیکھ لیں گے اور سن لیں گے کہ میں افغانوں کو کس طور سے اپنے ساتھ وابستہ کرتا ہوں کہ ہرگز وہ پھر متفرق نہیں ہونگے۔

چند روز بعد وہ ایک دن بادشاہ پاس اسوقت گیا کہ اس کا دسترخوان بچھا ہوا تھا یہ بھی اس میں شریک ہوا اتفاقاً ہیچہ کی آنچ ضعیف اس کے روبرو رکھی گئی وہ اس کے کھانے کے طریقہ سے ناآشنا تھا اُس نے چہری سے اُس کی قاشیں بنائیں اور بے تکلف کھانی شروع کیں تو بابر کی نظر اس پر پڑی اور اس کی فراست پر تعجب ہوا اسی وقت اُس نے اپنے وزیر میر خلیفہ سے سرگوشی کی کہ تو اس شیر خاں کے حال سے غافل نہ ہو اور ہر وقت اس کو نگاہ میں رکھ اس کے بشرہ سے آثار پادشاہی عیاں ہیں۔ میں نے شیر خاں سے

شیر خاں کا دوبارہ سلطان محمد کے پاس جانا اور بہار کا بالکل مالک بننا۔

بڑے بڑے افغان رئیس اور امیر دیکھے ہیں مگر یہ سطوت و حشمت و شوکت کبھی کسی اور کی صورت میں نہیں دیکھی۔ جب سے میری نظر اُس پر پڑی ہے میرا دل اس کے گرفتار کرنے کو چاہتا ہے۔ شیر خاں جب سلطان جنید سے رخصت ہوا تھا تو سلطان نے اپنے بڑے بھائی میر خلیفہ وزیر بابر سے اس کی بہت سفارش کی تھی۔ شیر خاں نے خلیفہ کو بہت تحفے تحائف پیشکش میں دئے تھے۔ بادشاہ سے خلیفہ نے عرض کیا کہ شیر خاں بیگناہ ہے اس پاس نہ کچھ جمعیت سپاہ نہ اور کچھ سامان ہے کہ حضور کی کسی جانب سے کوئی وہم پیدا ہو۔ اگر حضور اس افغان کو قید میں ڈالیں گے تو اور افغان جو حضور کی خدمت میں حاضر ہیں وہ حضور سے بدگمان ہو جائیں گے اور اُن کو بادشاہ کے قول و قرار پر اعتماد و اعتبار نہیں رہے گا اور یہ تفرقہ کا سبب ہوگا۔ یہ سنکر بادشاہ چپ ہو رہا۔ شیر خاں نے اپنی فراست سے دریافت کر لیا کہ اُس کے باب میں بادشاہ نے کچھ کہا ہے اُس نے اپنے گھر میں آکر لوگوں سے کہا کہ آج بادشاہ نے بُری نظر سے مجھے دیکھا ہے اور خلیفہ سے میرے باب میں کچھ کہا ہے میرا یہاں رہنا خوب نہیں اور اسی وقت سوار ہو کر لشکر سے باہر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ نے جو دیکھا تو وہ مجلس میں نہ تھا بادشاہ نے اسے طلب کیا۔ لوگ اس کے گھر آئے تو وہ جا چکا تھا۔ بادشاہ نے خلیفہ سے کہا کہ اگر تو منع نہ کرتا تو میں اس کو گرفتار کرتا وہ کچھ نہ کچھ ہونیوالا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

جب شیر خاں لشکر سے بے رخصت اپنی ریاست میں چلا آیا تو اس نے سلطان جنید کو عمدہ پیشکش بھیجے اور عرضی لکھی کہ بہ سبب ضرورت کے میں بادشاہ سے بے رخصت لیے چلا آیا ہوں اگر رخصت طلب کرتا تو وہ ملتی نہیں اور مجھے نظام بھائی نے لکھا تھا کہ محمد خاں اور سلیمان نے سلطان محمد سے عرض کیا کہ شیر خاں مغلوں کے ہمراہ ہو گیا ہے اور مغلوں کے زور سے اُس نے یہ پرگنے ہم سے لے لیے ہیں اگر حکم ہو تو ان پرگنوں کو لے لیں۔ سلطان محمد نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا جب یہ خبر مجھے پہنچی تو پھر میرا وہاں ٹھیرنا ناممکن تھا اس لیے چلا آیا۔ میں بندہ سلطان ہوں سلطان جو خدمت مجھے چاہے میں اس کے بجا لانے پر موجود ہوں۔

بعد اس کے شیر خاں نے نظام اور عزیزوں سے مشورہ کیا کہ اب نہ مجھ پر مغلوں کو اعتماد ہے اور نہ مجھے مغلوں کا اعتبار ہے اس لیے سلطان محمد کی خدمت میں جانا چاہیے اس

تجویز پر فیصلہ ہوا اور وہ سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُسے دیکھکر بہت خوش ہوا وہ اُس کی حسن تدابیر کا تجربہ کر چکا تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو اس کے سپرد کیا کہ اُس کی نیابت وہ کرے اور اُس کی تربیت میں کوشش کرے ابھی وہ خردسال ہے۔ شیر خاں اس سے خوشحال ہوا اور ان اشغال میں دل و جان سے مصروف ہوا۔ جب سلطان محمد کا انتقال ہوا تو جلال خاں اُس کا جانشین ہوا۔ جلال خاں خردسال تھا اس کی ماں جس کا نام دودو تھا اور وہ سلطان محمد کی حرم تھی ملک بہار کی حکومت کرتی تھی اُس نے بھی شیر خاں کو قائم رکھا جب دودو نے بھی وفات پائی تو شیر خاں بطریق نیابت جلال خاں کا کام کرتا تھا اور اب وہ اکیلا مختار ملک بہار میں تھا۔ گور و بنگالہ میں سلطان محمود بادشاہ تھا۔ اس کی طرف سے پرگنہ حاجی پور میں مخدوم عالم حاکم تھا۔ شیر خاں اور مخدوم عالم میں ایسا اتحاد تھا کہ دانت کوئی روٹی کھاتے تھے۔ مخدوم عالم سے بادشاہ بنگالہ ناراض ہوا اور اس کا ارادہ ہوا کہ ملک بہار کو افغانوں سے چھین لیجئے۔ اس مطلب کے لیے قطب خاں کو بہت سا لشکر دیکر بھیجا۔ شیر خاں نے صلح کے لیے التماس کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور کبھی تم سے ہم نے مخالفت نہیں کی اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا اور سند عالی دریا خاں اور آپ کے درمیان اخلاص و اتحاد تھا۔ اب اس کا بیٹا خردسال ہے آپ کو مناسب نہیں کہ اس وقت ملک لینے کا قصد فرمائیں ہر چند اس نے صلح کے لیے منت سماجت کی مگر قطب خاں نے ایک نہ سُنی۔ شیر خاں نے افغانوں سے کہا کہ ایک طرف مغل اور دوسری طرف لشکر بنگالہ۔ ان آتش و آب کے بیچ میں ہمارا بھلا دلاوری اور مردانگی پر موقوف ہے۔ اس پر پٹھانوں نے کہا کہ خاطر جمع رکھو کہ جب تک ہماری جان میں جان ہے میدان کو ہاتھ سے نہ دینگے یا فتح کریں گے یا جان دیں گے۔ ہم نے جو چند سال سے نمک کھایا ہے اُسے حرام نہیں کرینگے۔ شیر خاں نے اپنے لشکر کو ترتیب دیکر قطب خاں کا مقابلہ کیا۔ ایک جنگ عظیم واقع ہوئی۔ لشکر بنگال کو شکست ہوئی اس جنگ میں شیخ اسمٰعیل نے داد مردانگی دی۔ حبیب خاں جو اسمٰعیل خاں کا سالہ تھا اس نے قطب خاں پر حملہ کیا وہ گھوڑے سے گرا اور اس کی جان نکل گئی۔ شیخ اسمٰعیل کے نام پر یہ فتح ہوئی۔ شیر خاں نے اس کو خطاب شجاع خاں (شجاول خاں کا) دیا۔ دیوان اسمٰعیل وہی ہے جس کا پہلے

ذکر ہوا) اس لڑائی میں خزانے و گھوڑے ہاتھی وغیرہ شیر خاں کو ہاتھ لگے اور اس سے وہ بڑا دولت مند ہو گیا۔ اُن میں سے کچھ اس نے لوحانی پٹھانوں کو نہ دیا۔ لوحانیوں کو شیر خاں کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس کی طرف سے دل میں کینہ رکھنے لگے گو اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ مخدوم عالم نے قطب خاں کی مدد نہیں کی اور اُس کا یہ واقعہ ہوا تو بادشاہ بنگالہ نے مخدوم عالم پر لشکر بھیجا اس نے شیر خاں سے مدد طلب کی شیر خاں نے کہا کہ مجھ میں اور لوحانیوں میں مخالفت ہو گئی ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر اعتبار نہیں ہے۔ وہ خود تو مدد کو نہیں گیا مگر میاں حسن خاں کو کمک کے لیے بھیجا۔ مخدوم عالم نے اپنا سارا مال اسباب شیر خاں پاس یہ کہکر بھیجدیا کہ اگر مجھے فتح ہوئی تو میں یہ سارا اسباب الٹا لے لونگا اور نہیں تو اس اسباب کا تیرے پاس رہنا بہ نسبت اوروں کے پاس رہنے کے بہتر ہو گا۔ مخدوم عالم لڑائی میں مارا گیا۔ میاں حسن زندہ سلامت آئے۔ مخدوم عالم کا اسباب شیر خاں پاس رہا۔

لوحانیوں اور شیر خاں کے درمیان عداوت

شیر خاں اور لوحانیوں کے درمیان مخالفت روز بڑھتی جاتی تھی یہانتک اس کی حد پہنچی کہ اُنہوں نے شیر خاں کے مارنے کی یہ تدبیر کی کہ جلال خاں کو جھوٹ موٹ مریض مشہور کیجئے وہ اس کی عیادت کو ضرور اس کے گھر کے اندر آئے گا۔ جبکہ وہ جلال کی خدمت سے باہر ایک دروازہ سے نکلے تو دوسرے دروازہ پر وہ پہنچنے نہ پائے کہ جلال خاں کے محل کے دونو دروازے بند کرکے اُسے مار ڈالیں۔ یہ وہ جانتے تھے کہ جبکہ وہ جلال خاں پاس آتا ہے تو اس کے ساتھ تھوڑے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض لوحانی شیر خاں کے عزیز اور اخلاص مند تھے اور اس مشورہ میں شریک تھے انہوں نے اس ساری تدبیر کی خبر اس کو کر دی شیر خاں لوحانیوں کی طرز پہلے ہی جانتا تھا کہ اُنکا کلیجہ حسد سے کباب ہو رہا ہے اور اس کے خراب کرنے کے لیے سازشیں کرنے اور منصوبے باندھنے لگے ہیں۔ اس بات کو بھی سنکر یہ سر تیلا غیر وہی گیا چپکے چپکے اپنی جان و مال کی حفاظت کرنے لگا۔ تمام خزانہ اور ملک مال جواب اس کو ہاتھ لگا تھا اس کو نئی سپاہ کے بھرتی کرنے میں صرف کرنے لگا اور نئی سپاہ کو خاطر خواہ جاگیریں دیدیں اور لوحانیوں کی بات نہ پوچھی اس سبب سے وہ اور بھی جلکر خاک ہوئے اور جب اس سپاہ جدید کا انتظام ہو گیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ لوحانی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے اور لڑائی میں غالب نہیں آ سکتے

تو اس نے لوحانیوں کی دشمنی کا اظہار کیا۔ جلال خاں شاہ بہار سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ شاہ بنگال کا ارادہ ہے کہ کنّوج کل ملک بہار پر بڑا لشکر بھیجکر اس کو لے لے۔ لوحانی تین چار پشت سے جاگیردار چلے آتے ہیں۔ آرام طلبی اُن کی عادت ہو گئی ہے نیا ملک جو ہاتھ آتا ہے اس کی بھی وہ طمع کرتے ہیں۔ لڑائی بھڑائی کے کام کے نہیں ہے اس لیے میں نے یہ نئی سپاہ بھرتی کی ہے۔ کہ شاہ بنگال کا حوصلہ اس کثرت سپاہ کو دیکھکر پست ہو جائے اور وہ بہار کی طرف رخ نہ کرے لوحانی مجھے دلی بغض رکھتے ہیں میری عزت و جان کے خواہاں ہیں۔ اگر حضور مجھ کو اپنا عزیز چاہتے ہیں تو اُن کو میری دشمنی سے منع کیجئے اور جو کچھ وہ میرے معاملہ میں کہیں سُنے نہ باور کیجئے رہے آپ کو معلوم ہے کہ لوحانیوں کی قوم مجھ سے کہیں زیادہ قوت و غلبہ رکھتی ہے اور افغانوں کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر ایک متنفس کے چار بھائی زیادہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے سے غیر کے قتل و بے حرمت کرنے میں کچھ خیال نہیں کرتا یہ وقت بڑا نازک ہے کیا آپ خود خوف و اندیشہ نہیں رکھتے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوحانیوں نے میرے مارنے کے لیے کمر باندھی ہے اب میں حضور کی خدمت میں بغیر بہت سے سپاہیوں کی ہمراہی کے حاضر نہیں ہونگا مجھے یا تو آپ اپنے محل کے اندر بلائیں نہیں یا ضرورت کی صورت بلائیں تو حکم فرمائیں کہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ محل میں آؤں۔

جلال خاں اور لوحانیوں کو معلوم ہو گیا کہ شیر خاں کو اُن کے ارادہ اور مشورہ پر اطلاع ہو گئی اور اُنکا مکر اُس پر کارگر نہ ہوا۔ جلال خاں نے شیر خاں سے کہا کہ لوحانیوں کا کیا مقدور ہے جو تیری طرف بد نظر سے دیکھ سکیں۔ لیکن تو جانتا ہے کہ سب افغانوں میں لوحانی زیادہ بدزبان ہیں کچھ سوچتے سمجھتے نہیں زبان اُن کے اختیار میں نہیں جو کچھ زبان پر آتا ہے بک دیتے ہیں اور خاک کچھ نہیں کرتے۔ اپنی تسکین خاطر کے لیے جس طرح تیرے جی میں آئے میرے پاس آ اور کچھ فکر و اندیشہ نہ کر جو کہو گا میں اُسے قبول کرونگا۔ شیر خاں کی تسلی کرکے جلال خاں نے رخصت کیا۔ اب لوحانیوں اور شیر خاں میں آپس میں اعتماد نہیں رہا، اتحاد و اتفاق برطرف ہوا۔ اب لوحانیوں کے دو فریق ہو گئے۔ جس فریق نے شیر خاں کو خبر دی تھی وہ اُن سے علیحدہ ہو گیا۔ غرض لوحانیوں میں بھی اتفاق نہیں رہا۔ ان میں سے ایک جماعت کثیر نے شیر خاں کے ساتھ عہد و پیمان قسم کے ساتھ کیے۔ شیر خاں نے اُن سے کہا کہ میں جلال خاں کی دولت خواہی کے سوا کچھ اور

نہیں چاہتا۔ اس کے ماں باپوں نے میرے حق میں احسان کیے ہیں اور وہ خرد سال ہی اس کی تربیت میرے سپرد ہی۔ میں نے حتی الامکان اس کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہی اور نہ کرونگا وہ خود اس بات کو خوب جانتا ہی۔ بعض غرض گویوں نے حسد کے سبب سے مجھے مار ڈالا ہوتا اگر تم خبر نہ کرتے جب تک میں زندہ رہونگا تمہارا احسانمند رہونگا۔ اگر آپ کے نزدیک مصلحت ہو تو میں جلال خاں سے عرض کروں کہ چند لوحانی جو فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں وہ اُن کو اپنی خدمت سے دور کردے اور اگر وہ دور نہ کرے تو مجھے اپنی نیابت سے معاف کرے۔ اس لیے کہ ایسے مخالفوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہی لوحانی جو شیر خاں کے ساتھ متفق ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی صلاح عین تو اب ہی کہ ہم میں اور اُن میں عداوت جانی اور مالی ہوگئی ہی ایک جگہ رہنا مناسب نہیں اور اُن کے قول و قرار پر اعتماد نہیں چاہیئے۔ انہوں نے جو آپ کے زوال دولت کی تدبیریں کی ہیں اُن میں سے ایک شمہ ہم نے عرض کی ہیں۔ آپ کا اقبال تھا اور زمانہ حیات باقی تھا اس لیے جو اُنہوں نے چاہا وہ نہوا اب اُن کے ضرر سے بچنا چاہیئے شیر خاں نے اپنے دوست لوحانیوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرکے جلال خاں کو یہ واجب العرض لکھی جب سلطان محمدؒ نے مجھے آپ کی نیابت دی تو لوحانیوں کو حسد کے سبب سے وہ ناگوار گزری اور سلطان محمدؒ کی وفات کے بعد جب آپ کی ماں نے مجھے نائب بدستور رکھا اور امور ملکی میں مختار بنایا تو اور اُن کی حسد زیادہ ہوئی اور ظاہر اور پوشیدہ وہ میری شکایت کرنے لگے۔ مگر میرا دامن لوث خیانت سے پاک صاف تھا۔ ہر چند انہوں نے میرے حال میں جاسوسی کی مگر میرے کام میں کوئی رخنہ انہوں نے ایسا نہ پایا کہ وہ مجھے نیابت سے دور کرسکتے۔ مجھے اُن کے حال پر اطلاع تھی مگر میں نے اُنکے چھپانے میں کوشش کی اور اس کا افشا آپ کے سامنے نہیں کیا۔ اور میں نے اُن کے اعزاز و اکرام میں اور اُن کی مہمات کے انصرام میں کوئی تقصیر نہیں کی اور اس کی منازعت و مخاصمت کی مکافات میں نے جائز نہیں رکھی۔ زوال نعمت و فساد دولت کا سبب مخاصمت ہوتی ہی سلطان ابراہیم سے مغلوں نے جو ملک لے لیا وہ بزور شمشیر نہیں لیا بلکہ افغانوں کی باہمی مخالفت کے سبب سے لیا ہی۔ مجھے جماعت کثیر سے معلوم ہوا ہی کہ لوحانی میرے مارنے کا

قصد کرتے ہیں اور رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کس طرح مجھے یہاں سے نکالیں اور اپنی قوم کی کثرت پر اعتماد ہی۔ آپ کو دو مہم درپیش ہیں ایک جاگیر بنگالہ کی دشمنی جو روبرو ہی۔ دوم ملک کی نگاہداشت و حفاظت و تحصیل زر رعیت سے آپ کے لشکر کی دو جماعتیں ایسی ہوگئی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی مخالف و دشمن ہیں اُنکا یکجا جمع رہنا ممکن نہیں۔ ان دو جماعتوں میں سے جس کو چاہئے اپنے پاس رکھیے اور دوسری کو اپنی اپنی جاگیروں میں رخصت دیجئے۔ بضرورت عرض کیا جان سب کو عزیز ہی جلال خاں کو شیر خاں کے عریضہ پر اطلاع ہوئی تو اُس نے شیر خاں کے وکیل سے کہا کہ تو شیر خاں کی جانب ہی مگر اس سے یہ کہو کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا فیصلہ جب تک نہیں ہوگا میں اور تم یک جا نہوں چند روز صبر کرو کہ دشمن قوی سامنے ہی۔ میں آہستگی کے ساتھ اس کو دفع کرتا ہوں اور حق و باطل کی تحقیق کرتا ہوں شیر خاں کو جب اپنے عریضہ کا جواب معلوم ہوا تو اُس نے اپنا وکیل پھر جلال خاں پاس بھیجا کہ حضور نے جو ارشاد فرمایا بجا ہی میں آپ کے حکم سے پیش جو حکم دیجئے گا میں عمل کرونگا۔

بعد ازاں جلال خاں نے ان لوحانیوں کو بلایا جنہوں نے شیر خاں کے مارنے کا قصد کیا تھا کو شیر خاں کی واجب العرض دکھائی اور فرمایا کہ بعض لوحانیوں کو اس مشورہ کی خبر تھی انہوں نے شیر خاں سے حقیقت حال بیان کی اور اس کے ساتھ متفق کر یہ عہد و پیمان قسم کھا کر ہر یک بدیں اس کے ساتھی ہیں لوحانیوں نے جو جلال خاں کے ساتھ متفق تھے کہا کہ ہم کو اس کی ذرا پروا نہیں کہ شیر خاں کو ہمارے مشورہ پر اطلاع ہوگئی مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ان میں سے ایک جماعت اس کے ساتھ متفق ہوگئی اور ہماری قوم میں تفرقہ پڑگیا۔ جو ہم نے دشمن کے دفع کرنے کی سوچی تھی وہ الٹی ہمارے ہی تفرقہ کا سبب ہوئی۔ اب ہم شیر خاں کیلئے نہیں رہ سکتے۔ اب شیر خاں کو اپنی جاگیر میں بھیجیے اور آپ فراغ خاطر و جمعیت باطن سے بہار اور بنگالہ پاس چلے جایئے اور بہار فتح کیجئے پہلے اس سے کہ کوئی بہانہ پر قبضہ کرے۔ جلال خاں کو لوحانیوں کی رائے پسند آئی۔ شیر خاں کو بلا کر کہا کہ میری دولت خواہی کے سبب سے لوحانیوں نے تیری مخالفت کی وہ اپنی سزا جزا کو پہنچ گئے۔ اب تم مغلوں کے پاس جاؤ اور اپنے ملک کی تدبیر کرو اور میں ملک بنگالہ پر حملہ کرنے جاتا ہوں۔ شیر خاں نے

جلال خاں کے کہنے کو قبول کیا۔ اسی وقت جلال خاں نے گھوڑا اور خلعت دیکر شیر خاں کو رخصت کیا وہ اپنے پرگنہ سہسرام میں آیا۔ جلال خاں شاہ بنگال پاس گیا۔ جب شیر خاں نے سنا کہ جلال خاں شاہ بنگال پاس گیا تو وہ بڑا خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ ملک بہار اب میرے ہاتھ آجائیگا مجھے یقین تھا کہ ملک بہار کے فتح کرنے کے لیے لشکر بنگال آئے گا اور مجھ میں اور جلال خاں کے لوہانی لشکر میں عداوت تھی تو مجھے خوف تھا کہ دشمن کو فتح ہو اس لیے کہ ہر غریمت کا سبب عظیم لشکر کی باہمی مخالفت ہوتی ہے۔ اب بادشاہ بنگال پاس لوہانی چلے گئے میرے اور لشکر کے درمیان مخالفت باقی نہیں رہی اور جب افغانوں کے لشکر میں تفرقہ ہو تو لڑائی کے دن لشکر بنگال کی حقیقت اُس کے سامنے کیا ہے۔ مغلوں کا لشکر تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر بعنایت الٰہی بہ شاہ بنگال کو شکست دیدی اور میں زندہ رہا تو لوگ دیکھیں گے کہ میں نے مغلوں کو کس طرح ہندوستان سے خارج کر دیا۔ اب شیر خاں اپنے لشکر کی استعداد میں مصروف ہوا اور نیا لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جس جگہ کوئی افغان تھا اس کے پاس اپنا آدمی بھیجکر بلایا اور جو کچھ زر اس نے مانگا وہ دیا اس طرح اپنی جمعیت خوب بہم پہنچائی اور سب طرح سے لشکر کو تیار کیا۔ بہار کو پس پشت اپنے رکھا اور لشکر بنگال کے روبرو آیا اور اپنے لشکر کے گرد قلعہ خام کھگل کا بنایا۔

شیر خاں کا ملک بہار پر قبضہ پانا

شاہ بنگال نے ابراہیم پسر قطب شاہ کو اپنے لشکر کا میر مسکر بنایا۔ اور مملکت بہار کے فتح کے لیے بھیجا۔ ابراہیم پاس بنگال کا لشکر بہت تھا اور ہاتھی بہت تھے۔ اور آتشبازی کا سامان بھی تھا اس پر اتنا غرور زیادہ تھا کہ شیر خاں کی لشکر کی کچھ حقیقت نہیں گنتا تھا۔ شیر خاں اپنے قلعہ خام کی پناہ میں روز دشمن سے لڑتا تھا اور ابراہیم کا لشکر ہر چند کوشش کرتا تھا مگر قلعہ خام کے سبب سے شیر خاں کے لشکر کو آزار نہ پہنچا سکتا تھا اور افغان جانبازی کر کے اپنے قلعہ میں ابراہیم کے لشکر کو آنے نہ دیتے تھے۔ جب دشمن اُن کے قلعہ پر حملہ کرتا ناکام واپس جاتا تھا۔ دونوں لشکروں میں کوئی ایک غالب نہیں ہوتا تھا۔ ابراہیم خاں کو لوہانیوں کی شمشیر پر بڑا غرور تھا۔ اب اُس نے جانا کہ روز مصاف میں افغانوں کے حریف بنگالی نہیں ہو سکتے۔ لشکر کی کثرت اور ہاتھیوں اور آتشبازی کے سبب سے ابتک بنگالیوں کا لشکر نہیم کے لشکر کے روبرو تھما ہوا اسلیے اپنے بادشاہ بنگال کو عرضی لکھی کہ اور لشکر دیجیے کہ شیر خاں نے زمین حصار کو اپنی پناہ بنا رکھا ہے اور اس لشکر سے میں اکیلا کچھ نہیں کر سکتا

جب شیر خاں کو خبر ہوئی کہ ابراہیم خاں نے اپنے بادشاہ سے دوسرے لشکر کی مدد طلب کی ہے تو اس نے افغانوں کو جمع کر کے کہا کہ میں نے چند روز سے لڑائی میں بنگالیوں پر سبقت نہیں کی ہے اور حصار کو پناہ بنا رکھا ہے اور تھوڑے آدمیوں کو باہر نکال کر دشمن سے لڑاتا تھا کہ وہ دشمن کے لشکر کی کثرت سے ہیبت میں نہ آجائیں اب مجھکو یقین ہو گیا کہ روز جنگ میں افغانوں سے بنگالی نہیں لڑ سکتے۔ میں مدتوں تک حصار نشین رہا اور کوئی جنگ عظیم دشمن سے نہیں کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں لشکروں کی قوت کا حال معلوم ہو جائے۔ اور بنگالیوں کا غرور ڈھ جائے اور افغانوں کے دلوں سے دشمن کی کثرت لشکر کی ہیبت دور ہو جائے۔ اب میں جنگ صف کروں گا انشاءاللہ بغیر اس جنگ صف کے دشمن ہلاک کیے کر پراگندہ نہ ہوں گے۔ الحمدللہ کہ بنگالیوں اور افغانوں میں جو جنگ ہوتی ہے تو ہر بار افغان ہی سبقت لیجاتے ہیں اور بنگالی اُن کی برابری نہیں کر سکتے ہیں۔ اب میرے دل میں یہ ارادہ ہے کہ اگر عزیزوں کی صلاح ہو تو کل جنگ صف کروں۔ اب اس جنگ میں تاخیر کرنی مناسب نہیں دشمن پاس اور کمک آنیوالی ہے۔ افغانوں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی خاطر شریف میں آیا ہے وہ عین صواب ہے اب لڑائی میں دیر کرنی مناسب نہیں ہے۔ ہم سب دل و جان سے لڑنے کو موجود ہیں انشاءاللہ تعالیٰ جو ابراہیم کے باپ کو شربت مرگ چکھایا تھا وہی بیٹے کو چکھائیں گے۔ اور دشمن کے لشکر کی کثرت سے ہم کچھ غم و اندوہ نہ کریں گے مشہور ہے کہ زدہ را تواں زد۔ شیر خاں نے جب دیکھا کہ افغان بنگالیوں کے ساتھ لڑنے میں دلیر ہیں تو اس نے ابراہیم خاں سے کہلا بھیجا کہ کل میرا جنگ صف کا ارادہ ہے۔ ابتک میں نے ایسی جنگ میں توقف اس لیے کیا تھا کہ ہم اور تم میں صلح ہو جائے گی۔ اگر آپ صلاح پر راضی نہیں تو علی الصباح کل لشکر لیکر آئے ابراہیم خاں نے شیر خاں کے وکیل سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح نہیں ہوگی۔ اب تو تم نے کہلا کر بھیجا ہے اس میں ثابت قدم رہنا اور وعدہ سے نہ ٹلنا۔ میں بھی لشکر لیکر لڑنے آتا ہوں۔ شیر خاں اس جواب کو سنکر خوش ہوا۔ دوسرے روز جنگ عظیم ہوئی۔ شیر خاں کو فتح اور بنگالیوں کو شکست ہوئی۔ ہر چند ابراہیم خاں نے بنگالیوں سے کہا کہ پھر کوشش کرو افغانوں کا لشکر تھوڑا ہے بھاگ کر بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر ابراہیم خاں

کہا کہ میں خود کیا بادشاہ کو منہ دکھاؤنگا۔ میں لڑتا ہوں فتح پاؤنگا یا میں مروںگا۔ اُس نے بہت کوشش کی عمر باقی نہ تھی اجل آگئی۔ جلال خاں بنگالہ کو بھاگا خزانہ وہاتھی و توپ خانہ یہ سب شیر خاں کے ہاتھ لگے۔ اور تمام ملک بہار کا اور ملکو بنگا مالک ہوگیا۔

جو ملک شیر خاں کے تحت و تصرف میں آتا تھا اُس کی عمارت و زراعت میں وہ سعی کرتا تھا اور تھوڑے دنوں میں اپنی حالت سابقہ سے بہتر ہو جاتا تھا وہ اپنے نفس سے سب کاموں کی خبرداری کرتا تھا۔ کسی ظالم و سرکش کی خواہ اس کا خویش و قریب و عزیز ہی کیوں نہو اس کی رو رعایت کبھی نہیں کرتا تھا۔ اگر کسی کو وہ نوکر رکھتا تھا تو اول ہی اُس سے دو کہہ دیتا کہ جو کچھ تنخواہ تیری مقرر ہوئی ہے وہ تجھکو میں دونگا اس میں کبھی ایک پیسہ و کوڑی کا فرق نہوگا۔ لیکن اگر تو کسی پر ظلم و تعدی کرے گا تو میں تجھکو ایسی سزا دونگا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ تھوڑے دنوں میں وخلق خدا میں نیک نام ہوگیا اور اس کی ہیبت ہوگئی کہ وہ سپاہیوں کا حق ادا کرتا ہے رعیت پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اُس پر کسی کو ستم کرنے دیتا ہے

سلطان ابراہیم لودی نے چنار کا قلعہ تاج خاں سارنگ خانی کو سپرد کیا تھا بادشاہی خزانے یہیں جمع ہوتے تھے۔ تاج خاں کی بیوی لاڈ بیگم یا لاڈ ملکہ تھی جس کے ساتھ وہ بڑا پیار رکھتا اور اس کی محبت کے دام میں اسیر تھا۔ اس کو ملک اور سپاہ کا اختیار دے رکھا تھا۔ اور اس کے نائب میں ترکمان سگے بھائی میر احمد اور میرداد اسحاق مقرر کیے۔ یہ تینوں بھائی بڑے ہوشیار اور زیرک اور تجربہ کار تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ تاج خاں بالکل ایک عورت کے اختیار میں ہے تو انہوں نے اس عورت کے ساتھ عہد و پیمان بقسم کر لیا کہ اُس سے مخالفت نہیں کرینگے۔ لاڈ بیگم کے بطن سے تاج خاں کوئی اولاد نہ رکھتا تھا اور بیویوں سے اولاد تھی۔ مگر لاڈ بیگم کی محبت کے سبب سے وہ بیٹوں اور اُن کی ماؤں کو تنگ معاش ایسا رکھتا تھا کہ اُن کو روٹی بھی اچھی طرح نہیں ملتی تھی۔ ہر چند باپ کے سامنے بیٹے اپنا عرض حال کرتے۔ مگر باپ نہ سنتا تھا۔ باپ بیٹوں میں عداوت بڑھتی گئی۔ تاج خاں کے بڑے بیٹے نے لاڈ بیگم کے ایک تلوار لگائی مگر

کوئی نہ لگی۔ خدمت گاروں نے تاج خاں سے فریاد کی۔ وہ تلوار لیکر بیٹے کو مارنے آیا۔ جب بیٹے نے دیکھا کہ بیوی کی خاطر سے باپ میرا گلا کاٹنے کو آیا ہے تو اُس نے باپ کو ایسی تلوار ماری کہ اس کا کام تمام ہوگیا۔

تاج خاں کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی لاڈ بیگم کے ساتھ سارا لشکر اور اس کے بیٹوں سے وہ ناراض تھا۔ مگر کچھ تھوڑے سے آدمی ایسے بھی تھے کہ تاج خاں کے نالائق بیٹوں کے بھی ساتھ تھے۔ میر احمد و میرداد کی معرفت لاڈ بیگم اور شیر خاں کے درمیان گفتگو میں ہوئیں کہ لاڈ بیگم شیر خاں کے ساتھ نکاح کرنے پر اور قلعہ اس کو حوالہ کرنے پر راضی ہوگئے شیر خاں قلعہ میں گیا اور لاڈ بیگم سے نکاح ہوا۔ بیگم نے ۱۵۰ عدد جواہر بیش بہا اور سات من سونا اور ۱۵۰ من سونا اور بہت سی اور چیزیں۔ احمد یار مورخ نے ان سب اشیاء کی قیمت نو لاکھ روپیہ کا کیا ہے۔ چنار کے گرد نواح کے پرگنے بھی شیر خاں کے قبضہ میں آگئے۔ نصیر خاں کی بیوی گہر کشائیں کے مرنے سے ۶۰ من یا ۷۰ من سونا اُن کو ہاتھ لگا۔ غرض شیر خاں اب صاحب قلعہ و خزانہ ہوگیا سوار و پیادوں کی جمعیت اس پاس زیادہ ہوگئی۔ شہنشاہ بابر سے فتح پور سیکری میں سلطان محمود لودی اور سلطان سکندر نے شکست پائی تو وہ چتوڑ میں آیا یہاں رہا مسند عالی اعظم خاں افغان ثانی (جس کا داماد سلطان محمود تھا) مسند عالی عیسیٰ خاں پسر ہیبت خاں مسند عالی عمر خاں کالکا پوری جو پہلے لاہور کا حاکم تھا۔ ابراہیم خاں پسر احمد خاں لوہانی ترک خاں یوسف خیل اور میاں حسن پسر میاں عطا ساہو خیل حاکم سرہند یہ سب بایزید فرمانروائے صوبہ بہار میں جمع تھے۔ ان امیروں نے سلطان محمود کو بلا کر پٹنہ میں بادشاہ بنایا۔ جب سلطان محمود ان امراء کے ساتھ ملک بہار میں آیا تو ممکن نہ تھا کہ شیر خاں مقابلہ اُن کا کر سکتا۔ ان پاس بڑا لشکر تھا۔ وہ خود صاحب اعتبار تھے۔ ناچار شیر خاں بھی سلطان محمود کی خدمت میں رہا۔ ملک بہار کو افغانوں نے تقسیم کر لیا تھا۔ مگر بادشاہ نے شیر خاں سے کہا کہ تو مہم میں جو ہنود پر قبضہ کرونگا تو میں بہار تجھکو دیدونگا۔ تو نے اس کو

سلطان محمود کا بہار میں آنا اور شیر خاں کا فرار ہونا

اپنی تلوار کے زور سے بنگال کے بادشاہ کو شکست دیکر فتح کیا ہے۔ تو کچھ دل میں متفکر نہو جیسے کہ سلطان سکندر نے مملکت بہار دریاخاں کو دی تھی اس طرح میں تجھے بہار دونگا۔ شیر خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس باب میں فرمان عالیشان بھی عنایت ہو۔ سلطان نے فرمان اسکو دیدیا۔ شیر خاں یہ فرمان حاصل کرکے اور سلطان سے چند مہینے کی رخصت لشکر تیار کرنے کے لیے لیکر اپنی جاگیر میں آیا۔ جب سلطان محمود نے لشکر کو تیار کرکے جونپور کو کوچ کیا تو شیر خاں کو حاضری کا حکم بھیجا۔ اس کا جواب اُس نے یہ بھیجا کہ میں لشکر کا سامان جمع کر رہا ہوں جب سب سامان تیار ہو جائے گا حضور کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ اس جواب پر امیروں نے بادشاہ سے کہا کہ یہ شیر خاں بڑا روباہ باز ہے مکاری اور حیلہ جوئی اس کا پیشہ ہے۔ مغلوں سے سازش رکھتا ہے اس لیے بہانے بناتا ہے اس کو ضرور ہمراہ لینا چاہیئے۔ اعظم ہمایونی سروانی نے کہا کہ اس کے ساتھ لے چلنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ہم سب جہاں شیر خاں ہو وہاں چلیں اس کو اپنے نہ آنے کی سزا یوں ہی ملجائے گی کہ اس پر ہماری ہمانی کے خرچ کا بوجھ پڑیگا پیشکشیں دینی پڑینگی ناچار اُس کو ساتھ ہونا پڑیگا۔ اس صلاح کو پسند کیا سلطان محمود مع لشکر سہسرام کی طرف متوجہ ہوا۔ جب شیر خاں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ غمگین ہوا اور اپنے دولت خواہوں سے کہا کہ جو تدبیر میں نے سوچی تھی وہ رہست نہیں آئی۔ امرا عظام مع سلطان کے ہمراہ ہیں ایک اعظم ہمایوں سروانی اور دوسرا مسند عالی عیسی خاں سروانی بڑے عاقل ہوشیار اور تدابیر ملکی میں تجربہ کار ہیں وہ بسبب شرم افغانی اور عصبیت جنسی کے اس لشکر کے ہمراہ ہوئے ہیں مگر تم جان لو کہ اس لشکر سے کوئی کام نہوگا اس کے امرا میں اتفاق نہیں ہے۔ اس لشکر میں میاں بیتن و بایزید فرملی بے شعور ہیں اور امور ملکی میں ندما ہیں۔ میں نے یہ چاہا تھا کہ باطائف الحیل ان کو ٹالوں اور جب وہ میرے ملک سے باہر ہوں تو پھر تدبر مچاؤں۔ مگر اب سلطان خود اور یہ امیر میرے پاس آتے ہیں وہ میرے مہمان ہیں اُن کی مہمانداری کی تم تیاری کرو میں سلطان کے استقبال کو جاتا ہوں۔ وہ بادشاہ کی ضیافت میں دوڑا اور بہت تحفے تحائف نذر کے لیے ہمراہ لایا اور سلطان اور امرا کی دعوتیں ایسی دھوم دھام سے کیں کہ بادشاہ کے دل سے ساری کدورتیں اس کی طرف سے رفع ہوگئیں۔ اس نے

بادشاہ کو چند روز ٹھیرایا۔ اُس نے لشکر کو آگے بھیجکر لکھنو اور کڑہ مانک پور پر قبضہ کیا۔

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو وہ آگرہ سے لکھنو کو روانہ ہوا۔ یہاں سلطان محمود بھی جونپور سے [illegible] تھا دونوں لشکر لکھنو کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ روز طرفین کے بہادر کارزار کرتے۔ شیر خاں جانتا [illegible] افغانوں کے لشکر میں اتفاق نہیں ہے ہر شخص خود سر ہے اُس نے ہندو بیگ کو لکھا کہ مغلوں ہی نے [illegible] ناک سے انکار کرکے سرفراز کیا ہے سلطان محمود زبردستی اپنے ساتھ پکڑ کر مجھے لایا ہے۔ جس روز جنگ ہوگی [illegible] نہیں لڑونگا۔ بغیر لڑائی کے چلا جاؤنگا میری حقیقت احوال حضرت ہمایوں سے عرض کرو کہ روز [illegible] بادشاہ کی خدمت میں کرونگا اور میرے ہی سبب سے سلطان کے لشکر کو ہزیمت ہو جائے گی [illegible] ہندو بیگ نے ہمایوں کو شیر خاں کا یہ عریضہ سنایا تو اُس نے شیر خاں کو لکھا کہ تو جو سلطان [illegible] بلا کر لایا اُس کے سبب سے کچھ خوف و خطر نکر عریضہ میں جو فعل لکھا ہے اگر وہ تجھ سے ظہور میں آئے گا [illegible] تیری سرافرازی کا سبب ہوگا۔ چند روز بعد دونوں لشکروں میں جنگ کی صفیں آراستہ ہوئیں [illegible] شروع ہوئی میمنہ جنگ کے وقت شیر خاں بے جنگ اپنی فوج ہمراہ لیکر رواں ہوا۔ اس سبب [illegible] سلطان محمود کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ ابراہیم یوسف خیل نے اس کارزار میں داد مردانگی دی [illegible] ہوئے مغلوں کی فوج کو ہٹا دیا مگر جب وہ مارا گیا میاں بایزید شراب کے نشہ میں بدمست [illegible] قتل ہوئے سلطان محمود اور اور امرا بھاگ کر ملک بہار میں آئے۔ سلطان محمود صاحب خزانہ [illegible] تھا کہ اس سے لشکر کو آراستہ کر سکتا جن امیروں نے اسے بادشاہ بنایا تھا اکثر اُن میں سے [illegible] جنگ میں مارے گئے جو زندہ رہے وہ آپس کی مخالفت کے سبب سے پراگندہ ہوئے۔ سلطان محمود [illegible] کے ناچ دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اکثر اوقات اس میں مشغول رہتا۔ مغلوں سے لڑا نہیں [illegible] اسلیے اُس نے شاہی کو ترک کیا اور ملک پٹنہ میں گوشہ نشین ہوا اور پھر ہرگز بادشاہی کا [illegible] کیا اور ۹۴۷ھ میں اس دنیا سے رحلت کی۔ تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ وہ ملک اڑیسہ میں [illegible] میں مرا اور تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ وہ یہاں ۹۴۷ھ میں مرا۔

جب سلطان محمود پر ہمایوں غالب ہوا اور اکثر مخالفوں کو قتل کیا۔ اُس نے ہندو بیگ کو [illegible] کر کہ شیر خاں سے جاکر قلعہ چنار لے لے۔ مگر شیر خاں نے اُس کو چنار نہ دیا۔ جب ہمایوں کو [illegible] معلوم ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ قلعہ چنار کی طرف لشکر کا کوچ ہو شیر خاں نے اپنے بیٹے جلال خاں کو

اور جلال خاں بن جاؤ کو قلعہ چنار میں چھوڑا اور آپ خود اہل و عیال کو لیکر کوہستان بہار کنڈہ میں چلا گیا۔ ہمایوں نے قلعہ حصار کا محاصرہ کیا۔ ہر روز لڑائی ہوتی رہی اور دونوں جلال خاں ایسی بہادری سے لڑتے کہ نام ہوگیا شیر خاں کا قاعدہ یہ تھا کہ دیار میں جاسوسوں کو بھیجتا اور وہاں کی حقیقت حال کو دریافت کرتا تھا

چہ نیکو متاع ایست کار آگہی — کزیں نقد عالم مبادا تہی
بعالم کسے سر برآرد بلند — کہ در کار عالم بود ہوشمند

شیر خاں جانتا تھا کہ ان حدود میں زیادہ دنوں ہمایوں نہیں رہ سکتا اس کو یہ خبر معلوم ہوگئی تھی کہ گجرات کے شاہ بہادر شاہ نے مالوہ پر قبضہ کرلیا ہے اور دہلی کے لینے کا ارادہ رکھتا ہے ہمایوں کو بھی اس کی خبر ہوگئی تھی۔ شیر خاں نے اپنا وکیل ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ میں تربیت کیا ہوا جنیہ بردار اس کا ہوں۔ جنگ لکھنو میں جو میں نے خدمت کی ہے وہ حضرت بادشاہ کو معلوم ہے اگر مجھ غلام قدیم کو قلعہ چنار عنایت ہو تو میں حضور کی اور خدمت بجا لاؤنگا۔ میں بھی حضور کی درگاہ کے خدمت گاروں میں سے ایک ہوں بندہ کو قلعہ چنار عنایت ہو اور میرے عوض میں قطب خاں اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت میں رہنے کے لیے بھیجتا ہوں اگر ہم افغانوں سے کوئی حرکت نامناسب سرزد ہو تو ایسی سیاست فرمائیے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ جب حضرت ہمایوں نے شیر خاں کی یہ عرضداشت دیکھی تو اُسکے وکیل سے کہا کہ میں شیر خاں کو قلعہ چنار اس شرط سے دیتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹے جلال کو میرے ساتھ کردے۔ شیر خاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ماں باپوں کے نزدیک سب بیٹے محبت میں برابر ہوتے ہیں قطب خاں جلال خاں سے بہتر نہیں ہے میرے مخالف بہت ہیں اور میں اس پر آمادہ ہوں کہ ایسے مخالف کو زندہ نہ چھوڑوں جو حضور کے ملک میں غدر کرکے آزار پہنچائے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ مرزا محمد زماں جو قلعہ بیانہ میں تھا ایک جعلی فرمان بنا کر قید سے نکل گیا اور ملک میں فساد اس نے برپا کیا اور سلطان بہادر شاہ گجرات دہلی کا ارادہ رکھتا ہے اسلیے ہمایوں نے شیر خاں کے وکیل سے کہدیا کہ شیر خاں دو تنخواہ کی اس کی عرض کو قبول کرلیا۔ قطب خاں کو میری خدمت میں بھیجدے میں نے قلعہ چنار اس کو عنایت کیا۔ شیر خاں خوش ہوگیا قطب خاں اور عیسیٰ خاں حجاب کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ ہمایوں نے آگرہ کو مراجعت کی سلطان بہادر کے ساتھ لڑائیوں میں مشغول ہوا شیر خاں کو فرصت ملی

اس نے بہار میں اپنے مخالفوں میں سے ایک کو باقی نہیں رکھا۔ اُس نے افغانوں کی پرورش شروع کی جن افغانوں نے حوادث روزگار کے سبب سے فقیری اختیار کی تھی اُن کو فقیری سے نکالکر سپاہی کیا۔ زمرہ میں داخل کیا۔ جنہوں نے سپاہ گری نہ اختیار کی اور گداگری اپنا شعار بنایا اُن کو قتل کیا اور کہدیا کہ جو افغان سپاہی نہیں بنے گا اس کو میں مار ڈالونگا۔ لڑائی میں وہ افغانوں کی بڑی محمد اشت رکھتا تھا۔ اور کسی کی جان کو رائیگاں نہ جانے دیتا تھا۔ جب افغانوں نے دیکھا کہ شیر خاں کو اُن کی تربیت کی طرف بڑا میل ہے تو ہر طرف سے اُس کی ملازمت کے لیے وہ دوڑے آئے جب سلطان بہادر کو شکست ہوئی اور وہ ملک سورت کو بھاگا تو تمام افغان جو اُس کے نوکر تھے اور اس کے امیر تھے شیر خاں پاس آگئے۔ افغانوں کے بڑے بڑے امیر جو پہلے شیر خاں کی خدمت سے ننگ و عار رکھتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اس کا اقبال روز بروز ترقی پر ہے تو اس عار کو اور کیا اور اس کی خدمت میں چلے آئے چنانچہ مسند عالی عیسےٰ خاں بن مسند عالی ہیبت خاں سروانی اور میاں تین ساہو خیل و قطب خاں مہوبی خیل فرملی اور اعظم ہمایوں پسر کلاں سلطان عالم خاں ساہو خیل۔ غرض سب ہی اعلیٰ درجہ کے افغان شیر خاں پاس آگئے اور اُس نے اپنا خطاب حضرت اعلیٰ رکھا۔

ملکہ صاحب خزانہ تھی اور وہ میاں محمد کالا پہاڑ کی بیٹی تھی اور میاں کالا پہاڑ سلطان بہلول کا بھانجا تھا۔ میاں محمد صاحب تدبیر تھا۔ سپاہ تھوڑی رکھتا تھا۔ خزانہ بہت جمع کرتا تھا سلطان جلال نے تمام سرکار اودھ اور پرگنے اس کو جاگیر میں دیے تھے اور باپ کا خزانہ بھی اس کو ہاتھ آیا تھا سلطان بہلول و سلطان سکندر و سلطان ابراہیم کے عہد میں اس کی جاگیر میں کچھ تغیر نہیں ہوا تھا اس مدت میں سوا دولت جوڑنے کے اس کو کچھ خیال نہ تھا۔ ثقہ آدمی کہتے ہیں کہ تین سو من سونا اُس نے جمع کیا تھا اور طلا و جواہر کے سوا روپیہ اور نہیں خریدتا تھا۔ سوا فتح ملکہ کے کوئی اور اولاد اس کے نہ تھی۔ اس کا بیاہ شیخ مصطفےٰ سے کیا جب سلطان ابراہیم کی آخر سلطنت میں میاں محمد نے قوت پائی تو اس کا بیٹا مجہول النسب تھا جس کو بنا مو کہتے تھے۔ اس کے مجہول النسب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میاں محمد نے اپنی ایک حرم ایک غلام کو دی تھی جس نے ایام عدت میں بچہ جنا اور یہ کہا کہ میاں محمد سے میرا حمل تھا۔ جب میاں محمد نے یہ سنا تو اس کنیز کو غلام سے

بھاگیا اور اپنے محل میں اُس لڑکے کو فرزند بنا کے پالا۔ وہ قابل ہوا۔ سلطان ابراہیم نے مصطفےٰ کو جو میاں محمد کا داماد اور بھتیجا تھا۔ اس کا قائم مقام مقرر کیا اور میاں نیامو کو بھی کچھ خزانہ اور کسی کا ادا میں جاگیر دیدی۔ زیادہ تر باپ کا خزانہ بی بی فتح ملکہ کے ہاتھ آیا۔ شیخ مصطفےٰ نے سلطان ابراہیم کے عہد میں اور بعد اس کے میدان جنگ میں اپنے کارنمایاں دکھائے۔ کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم کے عہد میں میاں مصطفےٰ اور میاں معروف فرمل میں کسی ملک پر لڑائی کی ٹھیری میاں مصطفےٰ کا قاعدہ تھا کہ جب وہ جنگ کے لیے سوار ہوتا تو پہلے شیخ محمد سلیمان جو اس کا جد تھا اس کی روح کی ثواب کیلئے چند من حلوا بچوا کے فقرا کو تقسیم کرتا پھر جنگ کے لیے سوار ہوتا۔ میاں معروف دعاؤں کے پڑھنے میں مشغول تھے کہ مصطفےٰ کی فوج نزدیک آگئی۔ تو میاں معروف نے ایک خوش طبع شخص سے کہا کہ میں شیخ محمد سلیمان کو دعائیں مانگ کر مدد کے لیے بلا رہا ہوں تو اس نے کہا کہ اٹھو سوار ہو شیخ محمد سلیمان حلوے کو چھوڑ کر تیری مدد کو نہیں آئے گا۔ لڑائی ہوئی میاں معروف کو شکست ہوئی۔ جب میاں مصطفےٰ نے وفات پائی تو ایک چھوٹی عمر کی لڑکی مہر سلطان چھوڑی۔ بی بی فتح ملکہ بڑی ہوشیار عاقلہ تھی اس نے اپنے خاوند کے چھوٹے بھائی بایزید کو خوب تربیت کرایا اور اس سے کہا کہ ہمیں کی نگہداری تیری اور روپیہ میرا۔ بایزید اس دولت کی بدولت بابر سے خوب لڑا اور ایسے کارہائے نمایاں کیے کہ بابر کی فوج کا کئی دفعہ منہ پھیر دیا۔ بایزید اور تین کا نام مشہور ہو گیا ان دونوں آدمیوں کے مارے جانے کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ جب بایزید مارا گیا ہے تو بی بی فتح ملکہ بہار میں تھی۔ بہار کے نزدیک کے پہاڑوں میں اپنے خزانوں کی نگہبانی کے لیے وہ لے آئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ پٹنہ کے رایہ کے پاس جائے۔ جونپور کے افغانوں کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا۔ مگر جب بایزید ہلاک ہوا اور سلطان محمود نے سلطنت کو ترک کیا تو راجہ چنہ نے جانا کہ افغانوں کا سلسلہ دولت منقطع ہو تو اُس نے افغانوں پر جو اُس پاس پناہ لے گئے تھے دست تعدی دراز کیا۔ بی بی فتح ملکہ کو بھی خبر ہوئی تو اس نے پٹنہ جانے کا ارادہ ترک کیا۔ جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ اس خوف کے مارے بی بی فتح ملکہ نے پٹنہ جانے سے توبہ کی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس کو یہ فکر ہوا کہ کسی طرح سے بی بی ملکہ کو اپنے پنجہ میں لائے کہ وہ کسی اور راجہ پاس نہ چلی جائے اور اس کا خزانہ میرے ہاتھ سے نہ نکل جائے جس کی حسرت ہمیشہ دل میں باقی رہی۔ اس پاس شیر خاں نے اپنا وکیل بھیجا اور

یہ حوالہ لکھا کہ سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے سامنے امرا اور امیرزادے اس دربار میں تشریف لاتے ہیں اور بندہ کو سرفراز کیا ہے اور وہ افغانوں کی فقط نگہبانی کے لیے جمع ہوئے ہیں اور میں نے بھی اُن کی خدمت کے لیے کمر باندھی ہے۔ بی بی فتح ملکہ کو افغانوں کے ساتھ دو واسطے ہیں۔ اوّل یہ کہ شیخ محمد بہلول سلیمان کی اولاد میں سے ہے۔ دوم سلطان بہلول کے ساتھ نسبت فرزندی کی ہے۔ بندہ نے یہ تقصیر کی ہے کہ اس طرف آنے میں بی بی نے توقف کیا ہے۔ اس دیار کے کفار کا کچھ اعتبار نہیں ہے نہ خواستہ جس کو ہتھان میاں بی پھر رہی ہے کوئی نہیب اس کو پہنچ جائے گا تو میری ساری عمر کے لیے ناک کٹ جائے گی لوگ یہ کہیں گے کہ بی بی کو شیر خاں پر اعتماد نہ تھا اس لیے وہ اس کے ملک میں نہ آئی۔ وکیل یہ پیغام لیکر بی بی فتح ملکہ کی خدمت میں آیا تو اس نے جواب لکھا کہ اگر شیر خاں عہد کرے اور قسم کھائے تو میں اُس پاس آتی ہوں۔ شیر خاں نے اُس کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس نے اپنے ایک معتمد کو شیر خاں پاس بھیجا جس کے سامنے اُس نے عہد و پیمان قسم کیا۔ بی بی اس پاس چلی گئی اور کچھ مدت اس کے ساتھ رہی۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اُس کے پاس چھ سو من سونا تھا اور سوا اس کے چاندی اور بیش قیمت جواہر تھے۔ جب نصیب شاہ بادشاہ بنگالہ نے وفات پائی تو امرا بنگالہ نے سلطان محمود کو بادشاہ بنایا۔ اس میں سلطنت کی قابلیت خاک نہ تھی وہ بنگالہ کا انتظام نہ کر سکا۔ اس لیے ملک میں خلل پڑتا چلا گیا۔ اس لیے ملک بنگالہ کے فتح کرنے کیلئے شیر خاں کا حوصلہ بڑھا۔ اس نے بی بی فتح الملک سے تین سو من سونا سپاہ کی تیاری کے لیے لیا اور اس کی مدد معاش کے واسطے دو پرگنے یا چند دیہات دیدیئے اور زر نقد بھی اتنا دیا کہ وہ زندگی بھر کسی کی محتاج نہ ہو۔ جلال خاں نے اس کی بیٹی مہر سلطان سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس مائی نے انکار کر دیا۔ شیر خاں نے بھی بیٹے کو اس حرکت سے باز رکھا۔ مہر سلطان کی شادی فتح الملک بیٹے ایک عزیز سلطان سکندر سے کی۔ یہ سکندر بڑا نالائق نکلا۔ مہر سلطان کی زندگی تک اس کی عمر اچھی طرح بسر ہوئی۔ شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں ۱۰۰۸ھ میں دو سندہ کی طرف جاتی تھی کہ پرگنہ کیٹ میں مظفر خاں کے گھر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ شیر خاں نے فتح ملکہ کی دولت سے اپنے لشکر کو آراستہ کیا اور بنگالہ کی مملکت پر گدھی (سیکری گئی) اس طرف قبضہ کر لیا۔

جب ہمایوں گجرات سے آیا تو خانجہاں یوسف خیل نے اس سے عرض کیا کہ شیر خاں سے غافل نہیں ہونا چاہیئے وہ بڑا فتنہ انگیز ہے اور ملک کی تدابیر خوب جانتا ہے۔ سارے افغان اُس کے آنکر جمع ہوئے ہیں۔ لیکن ہمایوں کو اپنی بادشاہی پر غرور ایسا تھا کہ وہ شیر خاں کی حقیقت اپنے آگے کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ آگرہ میں برسات کے موسم میں پڑا رہا۔ ہندو بیگ کو جونپور کی طرف بھیجا کہ وہ شیر خاں کا حال من و عن دریافت کرکے لکھے جب شیر خاں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اسکی طرف آنا چاہتا ہے تو اس نے ہندو بیگ حاکم جونپور کو بڑی پیش کش بھیجکر عرض کیا کہ میں نے جو حضرت ہمایوں بادشاہ سے وعدہ کیا تھا اس سے بچا نہیں کیا۔ اس کے ملک میں داخل نہیں ہوا آپ مہربانی فرماکر میری دولت خواہی کا اظہار بادشاہ پر کرکے اس کو اس طرف آنے سے باز رکھئے میں بھی اُس کے خدمتگاروں اور دولت خواہوں میں سے ایک ہوں۔ ہندو بیگ پیش کش کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور شیر خاں وکیل سے کہا کہ تو اس سے کہدے کہ جب تک میں زندہ ہوں وہ سب طرح سے اور سب طرف سے اپنی خاطر جمع رکھے کوئی شخص اس کو آزار نہیں پہنچا سکے گا۔ اس وکیل کے روبرو ہندو بیگ نے بادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ حضور کے دولتخواہوں میں سے شیر خاں بھی ایک ہے اور وہ حضرت کے نام کا خطبہ پڑھواتا ہے اور سکہ چلاتا ہے اور حضور کے ملک کی حد و پر کوئی دست اندازی نہیں کی۔ اس نے بادشاہ کی ناخوشی کی بات نہیں کی حضور کا یہاں قدم رنجہ فرمانا حضور ہی کو تکلیف دیگا۔ ہندو بیگ کی اس عرضداشت کو دیکھکر ہمایوں نے ایک سال تک اپنے سفر میں توقف کیا۔ اس عرصہ میں شیر خاں نے جلال خاں اور خواص خاں اور امیروں کو ملک بنگال کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ امرا ملک بنگال میں داخل ہوئے تو سلطان محمود میں طاقت اُن سے مقابلہ کی نہیں تھی وہ خفیہ گور میں چلا گیا۔ گروہ فوج کا سارا ملک افغانوں کے قبضہ میں آیا اور انہوں نے قلعہ گور کو بھی محاصرہ کرلیا اور قلعہ کے آگے ہر روز لڑائیاں شروع ہوئیں۔

سال آئندہ میں ہمایوں بادشاہ نے بہار و بنگال کی طرف کوچ کیا۔ اور قلعہ چنار کے نزدیک آیا اپنے امرا سے پوچھا کہ اول قلعہ چنار تسخیر کرنا چاہیئے یا گور کی جانب جانا چاہیئے میں کو جلال خاں پسر شیر خاں نے محاصرہ کر رکھا ہے اور ابتک اس کے ہاتھ نہیں آیا ہے۔ اس کے مقابل امرائے

یہ صلاح دی کہ اول قلعہ چنار کو لینا چاہیئے پھر گور کی جانب جانا چاہیئے۔ یہ رائے ہمیر گئی۔ جب ہمایوں پاس خانخاناں یوسف خیل آیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے یہ سنا ہے کہ امرا مغل نے یہ قرار دیا ہے کہ اول قلعہ چنار کو لینا چاہیئے۔ خانخاناں یوسف خیل نے عرض کیا کہ میری رائے میں دو امر آئے ہیں دونوں عرض کرتا ہوں اُن میں حضور جس امر کو پسند کریں اُس پر عمل کریں۔ ایک رائے جوانانہ یہ ہے کہ قلعہ چنار کو اول لیں پھر گور کو جائیں۔ دوم رائے پیرانہ یہ ہے کہ گور میں خزانہ بہت ہے اول اس پر قبضہ کرنا چاہیئے بعدہ قلعہ چنار کا لینا آسان ہے۔ پھر ہمایوں نے کہا کہ میں جوان ہوں جوانانہ رائے پسند کرتا ہوں قلعہ کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہیں جاتا ہوں۔ خانخاناں جب گھر آیا تو اس نے کہا کہ شیر خاں خوش نصیب ہے کہ گور کی طرف مغل نہیں گئے جبتک کہ یہ قلعہ چنار نہیں لیں گے افغان گور کو فتح کرینگے اور خزانہ اُن کے ہاتھ آئیگا

شیر خاں نے چنار میں غازی خاں سور اور سلطان سروانی (بروہی) کو کہ شحنہ قلعہ چنار تھا چھوڑا اور اپنے اہل و عیال اور افغانوں کو جو اس کے ہمراہ تھے قلعہ ہرکندہ میں لے گیا مگر اس قلعہ میں اب آدمیوں کی گنجایش نہ تھی۔ رہتاس کا راجہ کشن اور اس کا نائب چورامن اس کے بڑے دوست تھے چورامن ایک بڑا لائق عالم پنڈت تھا وہ پہلے بھی شیر خاں کے حقیقی بھائی نظام خاں کے اہل و عیال کو اس قلعہ رہتاس میں پناہ دے چکا تھا۔ جب کچھ دغدغہ باقی نہیں رہا تو قلعہ کو نظام خاں کے اہل و عیال نے خالی کر دیا تھا۔ ان ایام میں بھی شیر خاں نے چورامن کو لکھا کہ مجھے بڑی ضرورت پیش آئی ہے آپ چند روز کے لیے بطور عاریت قلعہ رہتاس عنایت فرمائیں تو میں آپ کا ممنون منت ہونگا۔ اور جب میرا دغدغہ دور ہو جائے گا تو قلعہ خالی کر دونگا۔ چورامن نے جواب میں لکھا کہ خاطر جمع رکھو میں راجہ سے قلعہ رہتاس دلا دونگا۔ راجہ سے چورامن نے جاکر کہا کہ شیر خاں کو ایک مشکل پیش آئی ہے وہ آپ سے التجا کرتا ہے کہ اس کے اہل و عیال کے لیے قلعہ بطور عاریت عنایت ہو۔ یہ احسان کا وقت ہے۔ راجہ نے قبول کر لیا۔ شیر خاں اہل و عیال کو لیکر ہرکندہ سے چلا کہ راجہ اپنے قرار سے پھر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے جو پہلے نظام کو قلعہ میں جگہ دیدی تھی تو اس پاس جمعیت کم تھی اور میں غالب تھا اور اب اس کی جمعیت بہت ہے اور میں جمعیت کم۔ کہتا ہوں اور وہ غالب ہے اگر قلعہ رہتاس میں آکر وہ قلعہ کو نہ دے تو میں اس سے زور نہیں لے سکتا۔ چورامن نے یہ شیر خاں کو لکھا کہ میرے بعض مخالفوں نے راجہ کی مٹ

یہ دل دی کہ اب وہ قلعہ کے دینے سے انکار کرتا ہے۔ جب شیر خاں نے یہ بات نہیں سُنی تو وہ بہت
غمگین ہوا۔ اب چورامن اور راجہ کو لکھا کہ آپ کے قول کے موافق میں اہل وعیال کو بھر کنڈ سے
لے کر چلا ہوں۔ اگر ہمایوں کو یہ خبر ہو جائے گی تو وہ فوج کو بھیجکر افغانوں کے اہل وعیال کو مار ڈالیگا
یہ وبال آپ کی گردن پر ہوگا۔ چہ من سونا رشوت کے طور پر چورامن پاس بھیجا اور اس کو لکھا کہ
کسی تدبیر سے راجہ کو سمجھا کر اہل وعیال کے لیے قلعہ دلوادے۔ اگر قلعہ راجہ نہ دیگا تو میں ہمایوں
سے صلح کر لونگا اور پھر میں اور وہ دونوں ملکر راجہ کا کام تمام کر دیں گے۔ چورامن نے شیر خاں کو
لکھا کہ خاطر جمع رکھو اہل وعیال کے لیے قلعہ دلوا دونگا اُس نے راجہ سے جاکر کہا کہ یہ آپ کو مناسب نہیں ہے کہ
خلاف عہد کیجئے۔ اگر ہمایوں کو خبر ہوگی کہ شیر خاں کے اہل وعیال کو جگہ نہیں ملی تو وہ ان سب کو مار ڈالیگا
یہ وبال میری اور آپ کی گردن پر ہوگا۔ شیر خاں آپ کے اعتماد پر اہل وعیال کو لیکر چلا ہے اگر اسکو
یہ مشکل پیش آئے گی تو وہ ضرور ہمایوں سے صلح کر لیگا اور آپ سے جنگ کریگا۔ آپ اُس سے جنگ
نہیں کر سکیں گے۔ ناحق آپ دشمنی کرکے اپنے ملک میں خلل ڈالتے ہیں۔ اگر آپ قلعہ میں اُس کے
اہل وعیال کو جگہ نہ دینگے تو میں زہر کھا کر مر جاؤنگا۔ راجہ نے جب چورامن کی یہ تقریر سنی تو اُسنے
اہل وعیال کے لیے قلعہ دینا قبول کیا۔ ابھی شیر خاں نے یہ بات سنی نہ تھی کہ خبر آئی کہ خواص
گور کی خندق میں ڈوب کر مر گیا اور قلعہ چنار کو بادشاہ ہمایوں نے صلح کرکے لے لیا تو وہ حیران
اور متفکر ہوا خواص خاں کے چھوٹے بھائی صاحب خاں کو خواص خاں کا خطاب دیا اور اُسپر
تاکید کی کہ گور کو جلد لے لو۔ ہمایوں نے چنار لے لیا ہے اور چند روز میں بنگال میں آنے والا ہے۔
خواص خاں جس روز گور میں پہنچا جلال خاں سے شیر خاں کا حکم عرض کیا۔ جلال خاں نے کہا
کہ ایک روز تحمل کرو مگر اُس نے کہا کہ میں حکم کی تعمیل کرونگا۔ آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لیجائیں
جلال خاں نے کہا کہ آپ اپنے گھر تشریف لے جائیے۔ غرض خواص خاں نے دلیری کرکے پہلے
اس سے کہ جلال خاں اپنا لشکر لے آئے حملہ کرکے گور کو فتح کر لیا۔ اس کے سبب سے خلقت میں
خواص خاں کی شجاعت کی ایسی شہرت ہوئی کہ جہاں وہ گیا فتح اس کے ساتھ گئی۔ شیر خاں کے
لشکر میں کوئی سخاوت شجاعت میں اُس کے برابر نہ تھا۔ جلال خاں نے باپ کو لکھا کہ
خواص خاں نے قلعہ کو فتح کر لیا۔ جب شیر خاں اہل وعیال کو لیکر قلعہ رہتاس کے پاس پہنچا

راجہ کی بڑی منت سماجت کی اور بہت کچھ نقد جنس راجہ کو دیکر وعدہ کیا کہ اگر مجھے سلطنت ہاتھ آئیگی
تو آپ کا احسانمند ہونگا راجہ خوش ہوگیا اور اس نے قلعہ کے اندر شیر خاں کے اہل وعیال کو آنے دیا
شیر خاں نے اپنے آدمیوں کو نصیحت کر دی تھی کہ جو قلعہ کے اندر جائے پھر باہر نہ آئے شیر خاں خود
قلعہ میں گیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے قلعہ چنار کو نعم البدل اُس کو دیا اور کہنے لگا کہ
مجھے گور کے فتح ہونے کی ایسی خوشی نہیں ہوئی جیسی کہ اُس قلعہ کے ہاتھ لگنے کی۔ پھر اُس نے قلعہ کے
حبشیوں سے کہلا بھیجا کہ تم راجہ پاس چلے جاؤ۔ تمہارا اور افغانوں کا یہاں یکجا رہنا مناسب نہیں یہ
بھی کہدیا کہ اگر وہ کہنا نہ مانیں تو اُن کو مار مار کر نکال دو۔ شیر خاں کے آدمیوں نے جو قلعہ کے حبشیوں
سے باہر جانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا مانا نہیں۔ پھر شیر خاں کے آدمیوں نے اُنکو تلوار سے مارکر باہر
کر دیا اور شیر خاں نے اپنے حکمران مقرر کر دیئے۔ اور قلعہ کی نگاہداشت میں نہایت اہتمام کیا۔ عباس کی
تحریر کا بیان جو اوپر لکھا ہے وہ سب سے زیادہ معتبر تواریخ شیر شاہی اور مخازن افغانی سے لکھا ہے جنہوں نے
اپنی تاریخوں میں ان امیروں اور امیرزادوں سے واقعات کو تحقیق کرکے لکھا ہے جو اس جنگ میں
شریک تھے مگر تاریخ خاں جہاں اور اور تاریخوں میں اس واقعہ کو افسانہ کے طور پر بیان کرکے
خواص خاں میں مشہور کیا جس کو معتبر موضع پایہ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں۔ بازاری گپ جانتے ہیں۔
ہم اس افسانہ کو تاریخ فرشتہ سے نقل کرتے ہیں۔

دھل اور بنگالہ کا کوئی بادشاہ قلعہ رہتاس پر نہیں چڑھا۔ شیر خاں کو تدبیر کی رہنمائی سے
معلوم ہوئی کہ اس قلعہ کے حاکم مورثی راجہ ہرکشن پاس پیغام بھیجا کہ مجھ پر مغلوں نے زور کیا ہے اگر اُنکے
ہاتھ پر ملک آگیا تو تیرے تصرف میں اس قلعہ کا رہنا محال ہے میرے خیال میں یہ آیا ہے کہ میرے
بال ناموس و خزانہ رکھنے کے واسطے کوئی جگہ نہیں ہے اس لیے میں تجھ سے یہ درخواست کروں
کہ تو میرے فرزندوں اور عیال کو اور زر و مال کو جس کا ساتھ لیجانا مناسب نہیں ہے اپنے قلعہ میں
رکھ لے تاکہ میں تو خاطر جمع ہو کر مغلوں کے مقابل جاؤں اور اپنے اور تیرے ملک سے اُن کے
فتنہ و شر کو دفع کروں۔ اگر غالب ہوا تو ساری عمر تیرا مرہون احسان رہونگا اگر خدانخواستہ
معاملہ دگرگوں ہوا تو میرے مال و عیال مغلوں کے تصرف و ملکیت تعدی سے محفوظ رہیں گے اور میرے
بعد اس مال کو تو اپنا تصور کیجیو اور اپنے محل عافیت میں اُن کو رکھیو۔ راجہ نے اول انکار کیا

مگر آخر کو زر و مال کی طمع سے وہ شیر خاں کے دم میں آگیا اور اُس کی درخواست کو مان لیا۔ بدوزد طمع دیدہ ہوشمند۔ شیر خاں نے راجہ کو اور اُس کے کاریردازوں میں سے ہر ایک کو جداگانہ کہ دربانوں کو بھی تحائف بھیجے اور یہ اظہار کیا کہ ہم حسب درپیش ہے معلوم نہیں کہ مآل کار کیا ہو۔ ننگ و ناموس کو میری حیات میں اور میرے مرنے کے بعد اپنے ذمہ جانو اور اُن کو اور زیادہ امیدیں دلائیں اور ہزار ڈولیاں بہ تفاوت لے گیا۔ خاص و خواص و شاگرد پیشہ کی سواریوں کو نیت دی۔ ہر ڈولی میں دو جوان مرد عورتوں کا لباس پہنا کے بٹھائے اور چند ڈولیوں میں بڑی بوڑھیوں کو بہت زیور پہنا کے بٹھایا اور اُن کو دادی۔ نانی۔ پھپھی۔ ماں بنا یا کہ اگر پردہ کے اندر دیکھا جائے تو اصل بات پر سے پردہ نہ اُٹھ جائے۔ ہر جوان کے پاؤں تلے تلواریں چھپا کر رکھدیں۔ بیلوں اور کہاروں و مزدوروں کے کندھوں پر مصالحہ جنگ و قلعہ گیری کو اس خوبصورتی سے رکھا کہ وہ لالچیوں کو روپے کی تھیلیاں معلوم ہوں۔ ان سب کو ڈولیوں کے آگے پیچھے جلوس میں رکھکر قلعہ میں داخل کیا اور خود عورتوں کو پہنچانے اور ان سے رخصت ہونے کا بہانہ بنا کے دروازوں پر چند سوار کار آزمودہ ہمراہ لیکر آیا۔ درباریوں نے چند بڑھیوں و مردوں کی ڈولیوں کی تلاشی لی پھر اُن کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ اور ڈولیوں کی زیادہ کاوش نہ کریں۔ جب یہ ڈولیاں دوسرے دروازہ میں پہنچیں تو جوانان سادہ کار بیکار کے حربے لیکر کہاروں کے ساتھ جو اکثر کہادر افغان تھے اور تمام جن کے ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں دربانوں پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مار کر لمحہ بھر میں دروازہ پر قبضہ کر لیا۔ شیر خاں کی یہ تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی تو وہ خوشی کے مارے جامہ میں نہ سمایا۔ نقارہ بجاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ راجپوت غافل پڑے تھے ان کو مارا یا ندھا۔ راجہ بعد از خرابی بصرہ قلعہ کے چور دروازہ سے مع چند ہمراہیوں کے نکلکر بھاگ گیا جان سلامت لے گیا۔ اور حسن تدبیر سراپا تزویر سے افاغنہ کے چنگ میں بے جنگ قلعہ آگیا۔

تیموری مورخ ابوالفضل نے یہ لکھا ہے کہ چھ سو ڈولیاں تھیں ہر ڈولی میں دو مسلح جوان اور ڈولیوں کے اِدھر اُدھر لونڈیاں۔ اس حیلے سے قلعہ میں آدمی پہنچا کر اُسے لے لیا اور عیال اور سپاہیوں کو اس قلعہ میں چھوڑ کر فتنہ پردازی میں ہاتھ دراز کیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قلعہ رہتاس شیر خاں کے ہاتھ لگ گیا اور وہاں اپنے بڑے بیٹے عادل خاں

اور قطب خاں کو اہل و عیال سپرد کیے اور آپ کوہسار بہار و کنڈ میں آیا۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں پڑاؤ پڑا۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ اُس نے جھارکنڈ، بہار و کنڈ کے راجہ سے لڑ کر ایک منبعہ باقی جس کا نام سیام چند تھا حاصل کیا۔ اس باقی میں یہ صفت تھی کہ وہ کبھی خاک اپنے سر پر نہیں ڈالتا تھا اور اس کے ساتھ اور غنیمت بھی ہاتھ لگی۔ سکو وہ دھلی کی سلطنت بانٹ لینے کے لیے ایک تمکون بھیجا

ہمایوں چنار فتح کر کے بنارس میں آیا اور شیر خاں پاس وکیل اس غرض سے بھیجا کہ ملک بہار پر قبضہ ہو جائے بادشاہ کی اس نیت سے شیر خاں واقف تھا اس نے بادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے قلعہ گور فتح کیا ہے اور افغانوں کا لشکر بہت بڑا جمع کیا ہے۔ اگر بادشاہ بالکل بنگالہ سے دست بردار ہو تو میں بہار سُکھو یا جس کو وہ حکم دیگا اور تمام امارات شاہی جیسے چتر تخت وغیرہ میں وہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجدونگا اور بنگالہ سے بادشاہ کی خدمت میں دس لاکھ روپیہ سالانہ بھیجتا رہونگا۔ بشرطیکہ بادشاہ آگرہ کو تشریف فرما ہو۔ وکیل نے بادشاہ پاس آکر شیر خاں نے جو کہا تھا عرض کیا۔ ہمایوں بہار کی بابت سنکر بہت خوش ہوا اور شیر خاں کی درخواست کو قبول کیا اور ایک خلعت اور گھوڑا اس پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ اُس کی درخواست منظور ہے۔ شیر خاں پاس وکیل خلعت اور گھوڑا لایا اور بادشاہ نے جو فرمایا تھا وہ کہدیا۔ شیر خاں بہت خوش ہو گیا اور کہا کہ میں ان سب شرائط کو پورا کرونگا جو بادشاہ نے منظور فرمائی ہیں۔ شب و روز خدا سے دعا مانگتا رہونگا کہ جب تک میں زندہ رہوں مجھ میں اور بادشاہ میں مخالفت نہو میں اس کا دولت خواہ خدمت گار رہوں۔

اس پیغام پر تین روز گذرے تھے کہ سلطان محمود بادشاہ بنگالہ کا وکیل ہمایوں کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قلعہ گور افغانوں نے لے لیا ہے۔ جب سا ملک بہار میرے قبضہ میں ہے حضرت بادشاہ اس طرف توجہ فرمائیں ابھی افغانوں کے یہاں پیر نہیں جمے ہیں اور اُن کی قوت کو قرار نہیں ہوا۔ ملک سے اُن کو نکالنا آسان ہے۔ افغانوں میں اس قدر قوت نہیں ہے کہ بادشاہ کے روبرو ہو سکیں میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ سلطان محمود کی التماس کے سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالہ کی طرف لشکر کا سفر ہو خانخاناں یوسف خیل اور برلاس اور بعض امرا آگے روانہ ہوں اور سامان جنگ کا بھیجا کر کے بیر کمنڈ کے پہاڑوں میں جائیں جہاں شیر خاں

ہ کہ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ اپنے لشکر کو لیکر حاجی پور کی طرف جائے اور بادشاہ خود بنگالہ کو روانہ ہوا

جب شیر خاں نے سنا کہ اس کی طرف بادشاہ متوجہ ہوا تو اس کے عہد و پیمان کی امید بالکل منقطع ہوئی اُس نے بادشاہ کے وکیل سے کہا کہ میں نے بادشاہ کے ادب اور خدمت میں کوئی تقصیر نہیں کی اور اسکے ملک کی سرحد میں کچھ دخل نہیں دیا ملک بہار لوحانیوں سے فتح کیا۔ جب بادشاہ بنگالہ نے بہار پر قبضہ کرنے کا قصد کیا تو میں نے عجز و انکسار کے ساتھ اس سے عرض کیا کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دے اور بہار کے لینے کا قصد نکرے۔ مگر اس نے اپنے خدم و حشم کی کثرت کے سبب سے قبول نہیں کیا جب اُس کی جانب سے یہ تعدی ہوئی تو اس پروردگار نے مجھے ظفر دی اسلیے ملک بہار کی طمع کی میں نے اُس سے بنگالہ کا ملک لیا بادشاہ بنگالہ کے قول پر حضرت ہمایوں نے اعتماد کیا۔ میری خدمتوں پر اور افغانوں کی شکست لشکر پر جو بادشاہ کی خدمت کے لیے میں نے بہم پہنچائی کچھ توجہ نہ کی اور بنگالہ کی جانب کوچ کر دیا۔ جب بادشاہ نے قلعہ چنار کا محاصرہ کیا تو افغانوں نے مجھ پر جنگ کا تقاضا کیا تھا مگر میں نے اُن سے کہا کہ بادشاہ صاحب قدرت ہے قلعہ کے لیے اس سے لڑنا تمکو مناسب نہیں ہے۔ میرا ولی نعمت و مربی ہے جب اس کو معلوم ہوگا کہ میں نے باوجود کثرت سپاہ کے لڑنے کا قصد نہیں کیا اور اس کا ادب کیا تو وہ مجکو اپنا نیک خواہ خدمت گار جانے گا اور میرے اس لشکر کثیر کی پرورش کے لیے وہ مجھے ایک ملک جاگیر میں دیگا۔ بادشاہ نے بہار مجھ سے مانگا اس کے دینے کے لیے میں تیار ہوگیا۔ یہ ملک اوی کی تدبیر سے بعید ہے کہ اس مقدار جمعیت لشکر کو اپنی خدمت سے جدا کرے اور دشمن کے قول پر اعتماد کرکے اس کے خوش کرنے کے لیے افغانوں کے قتل اور جلاوطن کرنے کے درپے ہوا۔ بادشاہ میری حسن خدمات کا خیال ذرا نہیں کرتا اور عہد شکنی کرتا ہے تو اب مجھے نہ کوئی امید ہے اور نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ میں افغانوں کو بادشاہ کے مقابلہ کرنے سے روکوں۔ بادشاہ سُن لیگا کہ افغانوں نے کیا کام کیا اور اس کو بنگال میں اپنے آنے سے پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوگی اسلیے کہ اب افغانوں میں اتفاق ہے اور انہوں نے سب آپس کی نا اتفاقی کے جھگڑوں کو اُٹھا رکھا ہے۔ جس کے سبب سے مغلوں نے سلطنت اس سے پہلے لے لی تھی۔ یہ کہکر وکیل کو خلعت رخصت دیکر رخصت کیا اور لشکر جو اس کے ہمراہ تھا اس کو رہتاس روانہ کیا اور خود چند سوار ہمراہ لیکر گور کی طرف خفیہ روانہ ہوا کہ وہ کوئی اُسکے درپے نہو پھر وہ پہاڑوں میں جاکر ایسا مخفی ہوا کہ کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں گیا اور ہمایوں کے لشکر میں

خبر لائیں کہ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ ہمایوں دو منزل چلا تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ شیر خاں پہاڑوں میں چلا گیا ہے اس لیے وہ پھر اُلٹا آیا۔ خانخاں یوسف خیل اور بری برلاس جو شیر خاں سے لڑنے کے لیے گئے تھے وہ پرگنہ منیر شیخ بچکی میں مقیم تھے۔ جہاں سلطان محمود بڑی بادشاہ کی طرف سے آگیا۔ یہاں بادشاہ ہمایوں بھی آگیا۔ سلطان محمود کو بادشاہ کی خدمت میں امرا لے گئے۔ بادشاہ نے اس کا اعزاز و اکرام خاطر خواہ اس کے نہیں کیا اس لیے سلطان محمود اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور اسی رنج میں چند روز بعد مرگیا۔ بادشاہ نے اس قصبہ منیر شیخ بچکی میں اپنے لشکر کو مرتب کیا۔

موید بیگ پسر سلطان محمود اور جہانگیر قلی پسر ابراہیم بایزید و میر محمود کاکا۔ تردی بیگ۔ بڑی برلاس بہادر فوج اور امرا کہ تیس ہزار سوار دیگر بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ بادشاہی لشکر سے سات کوس آگے چلیں۔ جب شیر شاہ نے سُنا کہ ہمایوں بنگالہ کی طرف چلا تو وہ خود جریدہ چند سواروں کے ساتھ خیمہ روانہ ہوا۔ اور لشکر شاہی جو پیش رو تھا اس کے تراول نے ایک گانوں کے باغ میں کچھ سوار دیکھے اور جب اس کو معلوم ہوا کہ شیر شاہ کے سوار ہیں تو خوف کے مارے کچھ تحقیق نہیں کیا کہ وہ کتنے ہیں موید بیگ سے دوڑ کر اس کی خبر کی۔ موید بیگ نے جانا کہ شیر خاں لڑنے آیا ہے اس نے بادشاہ کو مطلع کیا بادشاہ نے خبداروں کو بھیجا کہ وہ تحقیق کرکے خبر لائیں۔ انہوں نے جاکر مقدم دسے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ شیر خاں چند سواروں کے ساتھ آیا تھا وہ بادشاہ کے سواروں کو دیکھکر لشکر کی سڑک کی طرف بھاگ گیا۔ جب یہ خبردار بادشاہ پاس خبر لائے رات ہوگئی تھی اسلیے یہ تعاقب موقوف ہوا۔

جب شیر خاں گڈہی کے دروازہ سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ سیف خاں اہل خیل سروانی اپنے اہل و عیال کو لیے رہتاس کو جاتا ہے تو اس نے کہا کہ پھر جاؤ مغلوں کا لشکر قریب ہے۔ جب سیف خاں انہوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے شیر خاں سے کہا کہ آپ کے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں اور دشمن سے فاصلہ تھوڑا ہے شاید دشمن آپکا تعاقب کرے اور پھر آپ کو پکڑلے۔ میرے نزدیک حال کو حضرت اعلیٰ شیر خاں صبیح کو ہمراہ لیجئے اور بندہ دروازہ گذر گڈہی پر کھڑا ہوتا ہے جب تک بدن میں جان باقی ہے لشکر بادشاہی کو روکونگا تاکہ آپ کے اور دشمن کے لشکر کے درمیان فاصلہ بہت پڑجائے سیف خاں سے شیر خاں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنی جان بچانے کیواسطے

بھائی کی جان کو ورطہ ہلاکت میں ڈالوں سیف خاں نے کہا کہ آدمی سب برابر نہیں ہوتے ایک نفس کو اہل بیت کے
اور ایک اہلیت کو ایک قبیلہ کیلئے اور ایک قبیلہ کو ایک شہر کیلئے اور ایک شہر کو ایک صاحب اقبال
کیلئے فدا کرنا چاہیئے اسلئے کہ ایک صاحب اقبال دولت کی ذات ہفت اقلیم کو فائدہ پہنچا سکتی ہے
کے واسطے کوئی چیز اس سے بہتر نہیں کہ وہ اپنے صاحب کی ذات کی حفظ وحمایت میں اپنی جان فدا کرے
میرے اقبال کا ستارہ چمک جائے کہ میری جان اور میرے سپاہیوں کی جان آپکے کام آئے ہر چند بہتیرے
نے مبالغہ کیا کہ میرے ہمراہ چل کہ میرے کام آئے مگر سیف خاں نے اُسے قبول نہیں کیا اور اہل وعیال کو
شیر خاں کے ہمراہ کیا صبح کے وقت سیف خاں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ غسل کرکے مرنے کے لیے تیار ہو
اور کچھ دغدغہ نکرو اجل لازم الوقوع ہے کسی آدمی کو اس سے چارہ نہیں صاحب جو سپاہی کو دولت دیتا ہے
اور اس کے تمام رنج واآلام میں حمایت کرتا ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ سپاہی اپنے ولی نعمت کی حمایت
میں اپنی جان پر کھیل جائے کہ ایسی خدمات پسندیدہ دینی آدم کے کام آتی ہیں اور سعادت دارین حاصل
ہوتی ہے یہ سنکر سیف خان کے بھائیوں نے کہا کہ جو کام آپنے اختیار کیا اس پر ہم بزور جان سے فدا ہیں
یہ کہنے کا وقت ہے گفتار کا نہیں۔ جو کچھ ہم سے ہوسکے گا اس کے کرنے میں تقصیر نہیں کریں گے سیف خاں
مستعد ہوکر گڈھی کے دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اسکے ساتھ بھائی بھی آکر کھڑے ہوئے۔ جس وقت انہوں نے
بادشاہ کے لشکر کے ہراول کو دیکھا تو کمین گاہوں سے بھوکے شیروں کی طرح نکلکر اُن پر جا پڑے ہمہ
کی طوفانی موجوں کی طرح اُن پر جا پڑے۔ اور اُنکا چھوٹا گروہ پہاڑ کی طرح سامنے کھڑا ہوگیا اور جب تک
بادشاہ کی فوج کو گڑھی میں سے نہ گزرنے دیا کہ سیف خاں کے بھائی مردانہ وار جان سے گئے
اور خود بھی اسکو تین زخم لگے۔ سیف خاں بے ہوش تھا کہ مغل اُسکو ہمایوں پاس پکڑ کرلے گئے بادشاہ
نے اس کی تحسین کرکے فرمایا کہ ہر وفادار سپاہی کو اسی طرح اپنے آقا کی خدمت کرنی چاہیئے جیسے کہ تونے
کی کہ اپنی جان کے فدا کرنے میں نہ اپنی سپاہ کی قلت پر اور بادشاہی سپاہ کی کثرت پر خیال کیا
پھر اس نے سیف خاں کو اختیار دیا چاہے ہمارے پاس رہ چاہے چلا جائے اس نے عرض کی
کہ شیر خاں کے ساتھ میرے اہل وعیال ہیں میں وہاں جاؤنگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
تیری جاں بخشی کی جہاں چاہے جا۔ مروت اسے کہتے ہیں وہ مونگیر کے نواح میں شیر شاہ
سے جا ملا۔ یہاں بیبت خاں نیازی حاکم تھا۔ شیر خاں نے اسکو حکم دیا کہ سیف خاں کے اہل

بچاں کو ہمراہ لیکر قلعہ گڑھی میں لیجائے اور خود ایک تیز رو کشتی میں سوار ہوکر گور کی طرف روانہ ہوا
دنوں کے بعد یہاں آیا تو اس نے جلال خاں اور حاجی خاں اور امرا کو دس ہزار سوار دیکر دروازہ
گڑھی کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ ممالک گورا اور بنگال کی راہ فقط اس گڑھی میں سے تھی اور ان
دونوں میں سے کسی اور راہ سے جانا ممکن نہ تھا۔ ان دونوں افسروں کو تاکیدی حکم دیدیا تھا کہ اس
بیچ راہ کو وہ مسدود رکھیں اور بلندیوں پر توپیں لگا دیں جن سے وہ ہمایوں کی سپاہ کو خوف و
خطر میں رکھیں تاکہ وہ خود اس فرصت میں گور میں جو خزانے تھے اُن کو رتاس لیجائے اُس نے
ان افسروں کو یہ ہدایت بھی کردی کہ وہ اپنے مقام کو کسی حال میں نہ چھوڑیں اور نہ مغلوں سے لڑیں
جبکہ شیر خاں پاس اسوقت جانا پڑیگا کہ وہ اپنا منصوبہ پورا کرچکے گا۔

ہمایوں کا مقدمۃ الجیش سات حصوں میں بڑے لشکر سے جدا ہوکر سفر کر رہا تھا۔ اس نے گڑھی
سے تین میل کے فاصلہ پر خیمے لگائے۔ ہر صبح کو وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس گذرگاہ پر آتے اور تیر
لگاتے اور اُلٹے چلے جاتے ان میں سے ایک گروہ نے آنکر بڑے غل شور سے جلال خاں کو کہنا
شروع کیا کہ تو بڑا نامرد ہے کہ چوہیوں کی طرح ایک تنگ گذرگاہ میں پڑا پھرتا ہے۔ اگر مرد ہے اور مرد کا بچہ ہے
تو میدان جنگ میں سامنے آکر معلوم ہو کون شجاع ہے۔ اب تک اس کو مغلوں سے میدان جنگ میں
پالا نہیں پڑا ہے۔ افغان ہر روز دشمنوں کی آتشباری سے ہلاک ہوتے جلال خاں ایکدن حاجی خاں
پاس گیا اور اس نے یہ شکایت کی کہ مغل ہر روز ہمکو ستاتے ہیں اور اپنی آتشباری سے نقصان
پہنچاتے ہیں اور مجھے گالیاں سناتے ہیں۔ اس کی اب مجھے برداشت نہیں ہے۔ میں اکیلا تو کچھ
نقصان نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر اور افسر میرے ساتھ شریک ہوں تو لشکر کو لشکر بنا سکتا ہوں اس
پر اُن سپاہ کے اندر پڑے رہنے سے کوئی بھلائی نہیں پیدا ہوگی۔ حاجی خاں نے کہا کہ یہ امر آپ
بادشاہ کے حکم کے برخلاف قطعی ہے تو جلال خاں نے کہا کہ اگر میری درخواست آپ منظور نہیں کرتے
تو مجھے کھانا حرام ہے۔ اس پر حاجی خاں نے کہا کہ اگر آپ کو اس امر میں ایسا ہی اصرار ہے تو مجھے منظور ہے
مرد میدان جنگ سے زندہ بھاگ کر آئے گا وہ شیر خاں کے ہاتھ سے سزا جس کا مستحق
ہوگا پائے گا۔ لیکن اگر صحیح ہوئی تو ہماری مہم کے سر پر تاج لگ جائے گا۔ اور سب کچھ بھلا
ہوجائے گا۔ اس پر اکھڑ پڑی گئی۔

حسب دستور دوسرے روز صبح کو مغل گھوڑے دوڑاتے ہوئے افغانوں کے لشکر پر
اور پھر اپنے خیموں کو لوٹتے چلے گئے ہتیار اُتار کر رکھدیئے اور گھوڑوں کے زین کھولدیئے۔ سپاہی دانہ
چارہ علوفہ کی تلاش میں چلے گئے۔ افسروں نے تکیئے لگا کے آرام کیا۔ دوپہر کے قریب افغانوں نے
گڑھی میں ایک ہزار سوار چھوڑ دیئے اور چھ ہزار سوار لیکر باہر نکلے اور مغلوں پر حملہ کیا۔ چند مغل
جن کے گھوڑے ہاتھ لگے تھے وہ تو سوار ہوئے مگر بڑا حصہ اُنکا لڑنے کے لیے تیار نہ ہو سکا۔ دو ہزار
مغل بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں مبارک فرملی اور ابوالفتح لنگاہ اور مغلوں کے بڑے بڑے
امیر تہ تیغ ہوئے۔ مغلوں کی کل لشکرگاہ میں سارا اسباب و گھوڑے اونٹ ہاتھی وغیرہ افغانوں
کے ہاتھ لگے۔ تھوڑے مغل جان بچا کر بھاگے ہوں گے ورنہ سب قتل ہو گئے۔ یہ کہتے ہیں کہ کوئی
افغان ایسا نہ تھا جس کو اس لڑائی میں چار گھوڑے کم از کم اور بہت سے صندوق بیش قیمت اشیا
کے ہاتھ نہ لگے ہوں گے۔

شیر خاں پاس اتنے خزانے تھے کہ اُن کی باربرداری کے لیے جانور گور میں اتنے جمع نہ ہو سکے
کہ وہ اپنی دولت کو رہتاس میں پہنچاتا وہ حیران تھا کہ باربرداری کے لیے کیا تدبیر کروں کہ جلال خاں کا
خط اس فتح کا پہنچا تو اس نے بیٹے کو لکھا کہ ہاتھی اونٹ بیل جس قدر تم خرید کر بھیج سکو بھیجو۔ جب
یہ باربرداری کا سامان آیا تو شیر خاں نے رہتاس میں اپنے خزانوں کو پہنچایا۔ شیر خاں نے اس تدبیر
اس مثل کو کہا کہ پانی سے جب مرغ ایک دفعہ بھاگ جاتا ہے تو دوبارہ وہ پالی میں لڑتا نہیں
مگر گگڑوں کو ہیت کرتا ہے۔ جب شیر خاں رہتاس میں پہنچا تو اس نے جلال خاں کو لکھا کہ
گڑھی سے یہاں چلے آؤ۔ جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی کہ گڑھی خالی پڑی ہے بنگالہ کی داراسلطنت
گور میں خود آیا اور مرزا ہندال کو آگرہ بھیجا۔ شیر خاں نے گور کے محل کو پہلے ہی سے تصویروں
اور نقش و نگار سے اور سب طرح کے سامان عشرت سے تیار کر رکھا تھا وہ ہمایوں کی طبیعت
کو جانتا تھا کہ کیسی عیش دوست ہے بادشاہ تو یہاں آکر اپنے عیش و نشاط میں ایسا
تین چار مہینے تک ۹۳۵ھ میں مصروف ہوا کہ اس کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس
زمانہ میں شیر خاں کو فرصت ملی کہ بنارس کی فتح کا موقع ہاتھ آیا۔ جلال خاں بن جالو سور کو پانچ
ہزار سوار کے ساتھ بھیجا کہ وہ نعیم کے لشکر کے قریب جا کر گور میں چارہ و علوفہ و آذوقہ کے جانے

شیر خاں کا خزانہ اور جلال خاں کا بلانا

کی راہ کو بند کر دے اس راہ کے بند ہونے سے سارے ملک میں گرانی ہو گئی۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر
یعقوب بیگ اور بیرام خاں کو بھیجا کہ جلال خاں کو جا کر ڈرائے۔ اس زمانہ میں بیرام خاں منصب
عالی نہ رکھتا تھا وہ یعقوب بیگ کے ماتحت تھا۔ یعقوب بیگ نے اور شکست پائی۔ شیر خاں نے خواص
خاں کو بنگالہ میں بھیجا۔ اور بادشاہ نے وہاں جو خانخاناں یوسف خیل کو حاکم مقرر کیا تھا اس سے قلعہ
چنار لے لیا اور اُسے قید کر کے میرے پاس بھیجدیا ہے۔ خواص خاں بابر کو کابل سے ہندوستان میں لایا
تھا۔ خواص خاں رات کو شہر کے اندر گھس گیا اور خانخاں کو باندھ کر شیر خاں پاس لایا جو بنارس کا
محاصرہ کر رہا تھا۔ خواص خاں کے آنے سے بنارس بھی فتح ہو گیا اور معصوم خاں مغل قتل ہوئے۔

شیر خاں نے ہیبت خاں نیازی۔ جلال خاں جالو کو ایک لشکر بڑا ہمراہ دیکر اودھ۔ لکھنو
بیانہ کی طرف بھیجا۔ ان بہادروں نے ہمایوں کے افسروں کو ان ملکوں سے بزور شمشیر نکال دیا
دسمبل تک پہنچے اس شہر کو مسخر کر لیا اور لوٹا اور اُس کے باشندوں کو غلام بنایا۔ ایک اور لشکر
قطب خاں نصیب خاں اور حاجی خاں کے ساتھ جونپور کو روانہ ہوا جس کا حاکم قتل کیا گیا اور شہر
غورکھپور افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ پھر یہ لشکر کڑہ مانک پور گیا جہاں کے حاکم نے لڑ کر اپنی جان گنوائی
اور افغانوں کی ملکیت میں قنوج اور مانک پور اور زیادہ ہوئے۔ غرض یہ لشکر آگرہ کی طرف روانہ
ہوا کل ملک میں ہمایوں کی طرف سے جس حاکم نے مقابلہ کیا وہ قتل ہوا یا شکست پا کر ملک سے
بھاگ گیا۔ اور تمام ملک قنوج تک اور سنبھل تک افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ شیر خاں نے خواص
خاں کو بھیجا کہ وہ بہار پر چڑھ جائے زمیندار ضلع بہار کو قید کرے اور اس کے جنگل کو صاف کرے غرض
سہسرام تک افغان بغیر کسی خلل کے ملکوں کو فتح کرتے رہے اور انہوں نے ان ملکوں کے خراج
و نذرانہ کو محصول وصول کیا۔

جب ہمایوں کو خبر ہوئی کہ مرزا ہندال نے شیخ جلال کو مار ڈالا اور ولایت آگرہ میں فتنہ
برپا کر رہا ہے اور گرمی بھی کم ہو گئی ہے تو اس نے بنگال سے آگرہ کی طرف جانے کا قصد کیا شیر خاں
نے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے بلا کر ایک جگہ جمع کیا۔ خواص خاں کو جو ہمارہ چور زمیندار
کے لشکر کے ساتھ گیا تھا نہیں بلایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جس وقت شیر خاں بعض سخت مہمات میں مصروف
تھا اور دشمن اس کو دبا رہے تھے تو اس زمیندار نے پہاڑوں اور جنگلوں سے نکل کے

برگنات بہار کے کسانوں کو بہت ستایا۔ اور پھر راہزنی کرنے لگا۔ اور گور بنگال کے مسافروں کو لوٹنے لگا۔ اور جب اس کو موقع ملتا تو شیر خاں کی سپاہ کے گھوڑے اونٹ اور مویشی لوٹ کر بنگالہ لے جاتا۔ اسلئے اول اس کا استیصال بہت ضروری تھا۔

جب رہتاس میں سارا لشکر جمع ہوا تو وہ ستر ہزار تھا اور پانچ سو جنگی ہاتھی تھے۔

جب کوہ رہتاس میں شیر خاں تھا کہ ہمایوں شہنشاہ اس کے آگے سے گزرا تو شیر خاں نے اپنے امراء سکندر و ابراہیم کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ ہمایوں بادشاہ کا لشکر بڑا بدحال ہے۔ ولایت اگرہ میں اُس کے بھائیوں نے فساد برپا کیا اُس نے میرا پیچھا چھوڑا۔ اب وہ اگرہ جاتا ہے اگر عزیزوں کی مصلحت ہو تو بخت آزمائی کروں۔ میرا لشکر مستعد اور تمام رکتا ہے۔ بنگالہ میں آنے سے پہلے ہمارے بہت عجز و زاری اُس کے آگے کی اور ہر سال زر دینے کا وعدہ کیا کہ بادشاہ مجھے ولایت بنگالہ عنایت کرے میں یہ نہیں چاہتا کہ خدانخواستہ مجبور میں اور میرے ولینعمت بادشاہ میں مخالفت ہو حضرت بادشاہ نے ولایت بنگالہ دینا بھی قبول کیا مگر بادشاہ بنگال سلطان محمود کا وکیل جب اس پاس گیا تو اپنے قول و قرار سے پھر گیا۔ اس سبب سے بادشاہ سے مخالفت کرنی ناگزیر ہوئی میں ولایت بہار اور جونپور پر جن میں بادشاہ کی سپاہ تھی متصرف ہوا اسلئے اب صلح کی راہ مسدود ہے اعظم ہمایوں سروانی نے جو سلطان سکندر کے امراء عظام میں سے تھا عرض کیا کہ مغلوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آپ سلطان بہلول اور سکندر کے امراء سے تو صلاح و مشورہ لیتے ہیں اس سبب سے کہ جو تدبیر انہوں نے کی وہ اُن کی کم طالعی سے راست نہ آئی اور جب مغلوں سے انہوں نے جنگ کی اپنے ہی امراء کی مخالفت سے اُنہوں نے شکست پائی آپ کا نصیبہ یاور ہے اور افغان آپ کے ساتھ تہ دل و جان سے متفق ہیں اور مغلوں کے ساتھ لڑنے میں دلیر ہونگے ہیں عقلاء زمانہ نے مجھے کہا ہے کہ شمشیر زنی میں مغلوں سے افغان کم نہیں ہیں مگر یہ سبب آپس کی مخالفت۔ کہ اُن سے بہتریت پاتے ہیں۔ ہندوستان سے مغلوں کو ایسے وقت نکالیں گے کہ افغانوں کا سردار ایک شخص ہوگا اور افغانوں کی قوم اُس کے ساتھ متفق ہوگی پس وہ سردار صاحب دولت ہوگا تو ہی ہے تو آپنے امراء سے اس بات میں صلاح مشورہ پوچھ اور جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کر کہ نتیجہ آپ کی یار ہو۔ جب اعظم ہمایوں سروانی کی یہ باتیں سنیں تو اپنے امراء سے پوچھا

مغلوں کے ساتھ لڑنے کے لیے شیر شاہ کا اپنی قوم کے امراء سے صلاح و مشورہ

کہ تم میں قطب خاں۔ ہیبت خاں نیازی۔ جمال خاں جن جلوہ سور۔ شجاعت خاں و نصرت خاں سروانی اور اور اُمرا تو ان سب نے متفق اللفظ و المعنی عرض کیا کہ جنگ کرنی چاہیے پھر ایسا وقت نہیں ہاتھ آئیگا۔ جب شیر خاں کو تحقیق ہو گیا کہ مغلوں کے ساتھ جنگ کرنے پر افغان سب متفق ہیں اور اُن پر دلیر ہیں تو وہ پہاڑوں سے باہر آیا اور ہمایوں کے لشکر کی طرف چلا۔ ہر منزل میں قلعہ گی بناتا اور آہستگی کے ساتھ کوچ کرتا۔ جب بادشاہ کو شیر خاں کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ بھی شیر خاں کے لشکر کی جانب مڑا۔ جب شیر خاں کو ہمایوں بادشاہ کے پھرنے کا حال معلوم ہوا تو اُس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ عرضداشت بھیجی کہ اگر بادشاہ ملک بنگالہ آیندہ کو عنایت کرے تو بادشاہ کے نام کا سکہ و خطبہ رہے گا اور بندہ بھی حضور کے درباروں سے ایک پرور دہ دولت ہوگا۔ شیر خاں نے آگے کوچ کر کے اپنے خیمے بادشاہی خیموں کے سامنے جھوسا (جونسہ) اور بکسر کے درمیان قریہ شیٹیا میں ڈالے۔ یہ دونوں خیمہ گاہ گنگا کے ایک ہی کنارہ پر تھے اور درمیان گنگا کی دو بار پھیس گز چوڑی بہتی تھی اسکے کنارے ایسے دلدلوں تھے کہ گھوڑا بغیر عبور نہیں ہو سکتا تھا اور اُسکے قعر میں کیچڑ اور دلدل ایسی تھی کہ آدمی اور گھوڑے اسمیں غرق کر دیتے تھے۔ شیر خاں نے خواص خاں کو بھی جو مہاراجہ بھیجا گیا تھا بلا بھیجا کہ جلد آوے جب بادشاہ پاس شیر خاں کا عریضہ پہنچا تو اُس نے ملک بنگال و نیابت سلطنت کے ساتھ قبول کیا کہ شیر خاں جو اپنی حد سے تجاوز کر کے بادشاہ کے روبرو پڑا ہے اور اُس کے اور بادشاہ کے درمیان آب حائل ہے تو وہ آداب بادشاہی کا لحاظ کر کے الٹا چلا جائے اور گذر آب کو بکل چھوڑ دے بادشاہ اس آب سے گزر کرے اور شیر خاں کے پیچھے دو تین منزل جاوے اور بعد ازاں مراجعت کرے (یہ ایک جھوٹا تعاقب ظاہر میں دکھانے کے لیے تھا) شیر خاں نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور دریا کے گزر کو چھوڑ دیا اور اولٹا چلا گیا۔ بادشاہ نے پل بنایا اور اُس پر سے اپنا عیال اور بعض لشکر کے عبور کیا اور دریا کے دوسری طرف خیمہ زن ہوا۔

شیخ خلیل فرزند قطب شیخ عالم فرید شکر گنج کو بادشاہ نے شیر خاں پاس برسم رسالت بھیجا کہ وہ برگال سے کوچ کر کے کوچ رہتاس چلا جائے اور بیچ میں کہیں توقف نہ کرے اور بادشاہ بھی منزل بمنزل اس کے پیچھے جائے اور پھر مراجعت کرے اور بعد اُس کے بنگالہ کی جاگیر بحکم جدید

شیر خاں کے دکلار کو سپرد کرے شیخ خلیل نے شیر خاں پاس آکر ہمایوں کا پیغام سنایا۔ شیر خاں نے بظاہر حکم بادشاہی کو قبول کیا۔ اور شیخ کی مہمانداری اور تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دوسرے روز شیخ خلیل نے بادشاہی آدمیوں کے روبرو جو اُس کے ساتھ آئے تھے صلح کے باب میں پند و وعظ کا دفتر کھولا ؎

اگر فیل زوری و گر شیر چنگ ۔۔۔ بہ نزدیک من صلح بہتر ز جنگ

اثنار سخن میں شیخ خلیل کی زبان سے نکل گیا کہ اگر تو صلح نہیں کرتا تو اُٹھ کھڑا ہو اور جنگ کر۔ شیر خاں نے کہا کہ یہ حضرت کا قول میرے لیے فال نیک ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں لڑونگا۔ بعد ازاں شیخ کو نقد و جنس و بنگالہ و مالدہ کے اقمشہ بہت سے نذر دیئے اور افغانوں کی خصوصیات اُسکے ساتھ بتلائیں غرض شیخ کو احسان کے دام میں پھنسالیا۔ پھر اُس کو تنہا خلوت میں بلایا اور اُس کے سامنے افغانوں کی خصوصیات جو خاندان فرید شکر گنج کے ساتھ تھیں بیان کیں کہ حضرت اور افغان ہم ولایت ہیں اور اُس کے حسب دلخواہ وعدے کرکے اُس سے کہا میں حضرت سے ہمایوں کے ساتھ صلح و جنگ کے باب میں مشورہ پوچھتا ہوں کہ تمکانے فرمایا ہے اہل حکمت و اندیش و دور بین خردمندوں سے مشورہ لینا چاہیے۔ حضرت میں تو یہ صفات موجود ہیں میری بہبود کے لیے جو حضور کے ضمیر منیر میں امر آئے اُس کو بے کم و کاست ارشاد فرمائیں کہ بادشاہ ہمایوں سے صلح بہتر ہے یا جنگ۔ شیخ صاحب نے تامل اور مراقبہ کے بعد شیر خاں سے کہا کہ آپ کے مشورہ طلب کرنے سے مجھے دو مشکلیں پیش آئیں ایک یہ کہ مجھے یہاں بادشاہ نے اپنا ایلچی بنا کے بھیجا ہے مجھے مناسب نہیں ہے کہ سوا اُس کی دولت خواہی کے کوئی اور بات کہوں۔ دوم یہ کہ آپ نے ایک امر مشورہ کے طور پر مجھ سے پوچھا ہے بزرگوں کا قول ہے کہ اگر دشمن بھی مشاورت کرے تو جو امر واقعی ہو اُس سے کہے۔ افغان میرے آباؤ اجداد کے بہت اخلاص مند بہی چلے آئے ہیں اگر میں اپنی رائے کے خلاف مشورہ دوں تو حدیث "المستشار موتمن" کے خلاف ہوتا ہے اس لیے میں امر واقعی کہتا ہوں کہ بادشاہ ہمایوں کے ساتھ صلح سے جنگ بہتر ہے کہ اُسکے لشکر میں کمال بے سامانی ہے کہ نہ گھوڑے ہیں نہ اور مویشی اور اُس کے بھائی اُس سے مخالفت کرتے ہیں بادشاہ اس وقت صلح تجھ سے بضرورت کرتا ہے۔ آخر کار یہ صلح برقرار نہیں رہیگی اس وقت

کو نیت جان پھر تجھے ایسا وقت جنگ کے لیے نہیں ہاتھ آئیگا۔ پہلے شیر خاں صلح و جنگ کے باب میں متردد و مذبذب تھا اب شیخ خلیل کے کہنے سے کہ صلح نہیں کرنی چاہیے اس نے آشتی کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہوا۔ خواص خاں کو پہلے اس نے بلایا تھا جب وہ آگیا تو اُس نے حکم دیا کہ میرے جاسوس خبر لائے ہیں کہ مہارٹھا بھی دور ہے دوسرے روز چار ہو کر چند کوس جا کر چلے آنا کہ مہارٹھا آج بھی نہیں آیا۔ آدھی رات سے کچھ پہلے اُس نے امرا کو بلا کر یہ فرمایا کہ میں نے بادشاہ ہمایوں سے صلح قرار دی تھی۔ جب میں نے اپنی خدمات سابقہ پر جو اس بادشاہ کی کی ہیں خیال کیا تو معلوم ہوا کہ انکا کوئی نیک نتیجہ نہیں ہوا اول میں نے بادشاہ کی خیر خواہی وہ کی تھی جس کے سبب سے سلطان محمود شاہ جونپور کو اور اُس کے لشکر کو ہزیمت ہوئی جب بادشاہ اس سے خاطر جمع ہوئے تو اُس نے مجھے قلعہ چنار طلب کیا جب میں نے قلعہ نہ دیا تو لشکر اُس کے لینے کے لیے مقرر کیا۔ لشکر قلعہ کو نہ لے سکا تو خود آیا کہ قلعہ کو بزور مجھ سے لے جب اُس کو خبر ہوئی کہ مرزا محمد زماں قید سے نکلکر ملک میں خلل انداز ہے اور سلطان بہادر بادشاہ گجرات دہلی لینے کے لیے چلا آتا ہے تو اُس کو ضرورت ہوئی کہ اولٹا چلا جائے میں نے قطب خاں اپنے بیٹے کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ (پانچسو) اُس کی خدمت میں مہم گجرات میں بھیجا اُس وقت مجھے یہ دست رس تھی کہ اُس کا ملک جونپور وغیرہ کو اپنے تحت و تصرف میں لے لیتا مگر میں نے مخالفت کا اظہار اس وجہ سے نہیں کیا کہ وہ بڑا شہنشاہ ہے میں نے باوجود دست رس ہونے کے کوئی برائی نہیں کی تو وہ مجھے اپنا خاص خدمت گار جانیگا اور میرے آزار کے درپے نہیں ہوگا۔ مگر جب وہ گجرات سے واپس آیا تو میری دولت خواہی پر کچھ خیال نہیں کیا اور لشکر کو تیار کرکے میرے اخراج کے درپے ہوا میرا اقبال یاور تھا۔ جو اُس نے میرا حال کرنا چاہا وہ نہ کر سکا۔ ہر چند میں نے عجز و انکسار و خدمت آوری کا اظہار کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ بنگالہ پر حملہ آور ہوا میں اُس کے احسان سے ناامید ہوا اور اُس کی بدی سے مجھے اندیشہ ہوا۔ اس سبب سے ناچار ہو کر مخالفت کے اظہار کی ضرورت ہوئی میں نے اُس کے تمام امرا کو بنگل تک نکال دیا اور ملک کو لوٹا اور وہاں کسی مغل کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب میں اس کس امید پر صلح کروں۔ اس سبب سے کہ اُس کے لشکر میں نزاع ہے اور گھوڑے و مویشی اور سامان موجود نہیں ہے اور اُس کے بھائی اُس سے مخالفت

کرتے ہیں مجھے وہ صلح کرتا ہے اور مجھے دھوکہ دیتا ہے آخر کار اس صلح پر قائم نہیں رہے گا۔
آگرہ میں جا کر جب بھائیوں کی مخالفت کو دفع کریگا تو سامان لشکر تیار کر کے پھر میرے قلع قمع میں
تقصیر نہیں کریگا پیش از واقعہ تدبیر باید کرد۔ میں نے بارہا آزمایا ہے کہ افغانوں کا لشکر مغلوں کے
لشکر سے زیادہ دلیر و مردانہ ہے۔ افغانوں کی باہم مخالفت کے سبب سے مغلوں نے ملک لیا ہے
اگر حضرت ظل اللہ کی مصلحت ہو تو میں صلح کو فسخ کروں اور بخوبی آزمائی کروں افغانوں نے عرض کیا کہ
حضرت اعلیٰ کے ساتھ جاں سپاری اور مردانگی میں حتی المقدور تقصیر نہ کرینگے۔ آپ نے جو صلح
کے فسخ کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ عین مصلحت ہے۔ شیر خاں نے کہا کہ میں نے صلح کو فسخ کیا اور خدا کے
فضل پر تکیہ کر کے بادشاہ سے لڑنے کا ارادہ کیا ؎

زمانہ چو حاجت روائی کند — بہ تندی اژدہا مور بازی کند

اُس نے امرا کو رخصت کر کے کہا کہ وہ جا کر اپنے لشکر کو مسلح کریں مجھے مہارٹھہ کا خوف لگ رہا ہے
جب پہر رات باقی رہی لشکر تیار ہو کر ڈھائی کوس مہارٹھہ کی طرف چلا تو شیر خاں کھڑا ہوا۔ اور
اُس نے افغانوں کو بلایا اور اُن سے یہ کہا کہ میں جو روز سوار ہوتا تھا تو میری غرض یہ تھی کہ بادشاہ
ہمایوں کو غافل کروں کہ وہ یہ جانے کہ میں کسی اور غنیم سے لڑنے جاتا ہوں اور اُس کو یہ شبہہ ہو
کہ میرا لشکر اُس کی طرف آتا ہے اب تم پھیرو اور بادشاہ کی طرف رخ کرو اور افغانوں کی عزت
کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور اپنی دلیری اور بہادری دکھانے میں تقصیر نہ کرو آج ہماری
قوم کے لیے ہندوستان کی فتح کا روز ہے افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ ہماری طرف سے
کچھ خدشہ دل میں نہ لائیں۔ ہم سب متفق ہو کر خوب لڑینگے۔ غرض افغانوں کے لشکر نے بادشاہ
کے لشکر کی طرف بہت جلد کوچ کیا اُس کے نزدیک پہنچے تو شہنشاہ ہمایوں کو خبر ہوئی کہ
شیر خاں کا لشکر آن پہنچا اُس نے اپنے لشکر کو مقابلہ کا حکم دیا اور کہا کہ میں ابھی دھوکر کے
آتا ہوں۔ بادشاہ جلادت و صولت میں شیر تھا۔ غرور جوانی میں مست تھا۔ اپنے بے نظیر
بہادر خدم و حشم کی کثرت پر مغرور تھا۔ افغانوں کے لشکر کی جمعیت کو لفر حقارت سے دیکھتا تھا
اور لوازم حرب پر نظر نہیں رکھتا تھا وہ یہ نہیں سمجھتا تھا کہ اُس کا لشکر بے سامان ہے۔ ولایت بنگالہ
کی آب و ہوا نے ضعیف و ابتر کر دیا ہے۔ شیر خاں حرب کے حیلہ و مکر و فریب و خداع کی انواع

جانتا تھا وہ جنگ کے مخارج و مداخل دیکھے ہوئے تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ تھا۔ اچانک
اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلے تھے کہ افغان اُن پر ٹوٹ پڑے اور طرفۃ العین میں اُن کو شکست
دیدی۔ بادشاہ وضو سے فارغ ہوا تھا کہ لشکر شکست کھا کر پراگندہ ہو گیا۔ بادشاہ آگرہ کو جائے گا
اس خیال کو بھی ہمراہ لینے کی فرصت نصیب نہ ہوئی۔ بیگم و دیگر محترم حضرت ہمایوں کی
عورتوں کی فوج کے ساتھ پردہ سے باہر نکلیں کہ شیر شاہ کی افتاد اُن پر پڑی۔ وہ گھوڑے سے
نیچے اُتر اب عورتوں کو تسلی دی اور دلاسا کیا اور خداوند تعالیٰ کا وہ گانہ شکر ادا کیا اور نہایت
بردباری کے ساتھ اُس نے یہ کہا کہ الٰہ العالمین بزرگی و قدرت تیرے ہی لیے سزاوار ہے اُسی
نقصان و زوال کو راہ نہیں تو نے مجھے کمینہ بندہ کو سرفراز کیا اور ہمایوں جیسے بادشاہ کے لشکر کو
پامال کیا اور اُس کے اہل و عیال کو میرا اسیر بنایا۔ پھر اس نے نقیبوں کو حکم دیا کہ سارے لشکر
میں پکار دیں کہ کوئی شخص مغلوں کے زن و فرزند کو اسیر نہ کرے اور سب کو حفاظت کے ساتھ بیگم
کے سراپردہ میں پہنچا دے۔ اس کے حکم کی ہیبت یہ تھی کہ کسی افغان کا مقدور نہ تھا کہ اس حکم
کے خلاف کام کرتا کہتے ہیں کہ چار ہزار مغلوں کی عورتیں بیگم کے سراپردہ میں جمع ہوئیں ہر
عورت کی خوراک اس کے درخور مقدار کی اور چند روز بعد بیگم کو پیر کہن سال حسین خاں تبرکی کے
ساتھ ہمراہ بھیجدیا اور باقی عورتوں کو عزت کے ساتھ سواریوں میں سوار کر کے اور خرچ راہ دیکر
آگرہ روانہ کیا (باقی حال ہمایوں کی سلطنت کے ذکر میں پڑھو) یہ واقعہ محرم ۹۴۶ھ میں واقع ہوا

جب شیر خاں کا کوکب ظفر افق سعادت سے طلوع ہوا تھا تو شیر خاں نے اپنا خطاب حضرت
اعلیٰ رکھا تھا۔ اُس نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ خطبہ ماجنیہ اُسکی فتح کا حال ہو لکھ کر چاروں طرف بھیجدیں
۹۴۷ھ میں عالی عمر خاں نے جس کا خطاب خان اعظم تھا اور سلطان بہلول کے عہد میں اُسکو تاتار خاں
یوسف خیل کی وفات کے بعد لاہور کی جاگیر ملی تھی عرض کیا کہ فتح نامی بطریق فرمان کے مجھے
بھیجیں۔ شیر خاں نے فرمایا کہ جو شخص جو سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے امراء امیرزادے
تھے اُنھوں نے اپنی قوم افغانوں کی شرم و ناموس کے سبب سے مجھے سرفراز کیا۔ مجھے مناسب نہیں
کہ میں اُن کو فرمان بھیجوں اور خود تخت پر بیٹھوں اور اُن کو کھڑا رکھوں۔ ملک کا بادشاہ زندہ ہے
اور لشکر بھی اُس کے تصرف میں ہے۔ اس سے عالی یعنی خاں سمجھا کہ شیر خاں تخت نشین

ہونے پر مائل ہے اُس نے عرض کیا کہ سلطان بہلول و سلطان سکندر اور اُن کی اولاد جو اپنی
قوم کی رعایت کے سبب سے تخت پر نہیں بیٹھے تو انھوں نے قانون سلطانی کے خلاف کام کیا
خدا تعالیٰ جس کو سلطنت دیتا ہے وہ اور سائر الناس سے سرفراز و ممتاز ہوتا ہے اُس کو
چاہیے کہ وہ قانون سلاطین سابق کے اداب بجالائے اور اُس کی تعظیم و تکریم سے کسی آدمی کو
عار نہیں کرنی چاہیے قدیم زمانہ سے یہ امر قرار پایا ہے کہ ملک کسی کی میراث نہیں ہے اور نہ
ہیں انسان کے لیے کوئی نعمت سلطنت سے بہتر نہیں ہے آپ کی ذات مجسمہ صفات میں تمام
سلطنت موجود ہیں آپ نے بادشاہ وقت کو شکست دیدی۔ اگر خصم زندہ نکل گیا تو کیا غم ہے
آپ جس طرف متوجہ ہونگے فتح و نصرت آپ کا استقبال کرے گی۔ آپ قوم افغانوں
کے امرا کا ملاحظہ نہ فرمائیں کیونکہ سلطان ابراہیم کے زمانہ سے بہ سبب حوادث روزگار
کے جس دیار میں یہ امرا گئے اُن کو بادشاہوں کے تخت کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا
پڑا وہ جس دربار میں جاتے تو اُس کے اہل بازار اُن کو چھیڑتے کہ آپس میں لڑ کر اپنے ملک کو
کھویا اب ہمارے ملک میں آئے ہیں۔ اب تیرے قدموں کی برکت سے افغان جو متفرق تھے
وہ مجتمع ہوئے جو مخالف تھے وہ متفق ہوئے۔ تیرے تخت پیچھے کھڑا ہونا اُن کے فخر کا سبب ہے
جو قوم اپنی قوم کا بادشاہ نہیں رکھتے وہ جان نہیں رکھتے ہیں۔ بعد ازاں اعظم خاں سروانی نے عرض
کیا کہ مغل اپنے بادشاہ کی پشت پناہ رکھتے ہیں۔ کشور ستانی و ملک گیری کا جامہ انہیں کے بدن پر
سیا گیا ہے انواع و فنون تیر اندازی و نیزہ بازی سے ماہر ہیں تداخل و مخارج جنگ کو وصوف جیل
خداع کو جو حرب میں مکروہ نہیں ہیں جانتے ہیں اور افغانوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور روز
جنگ میں کبھی اُس کو اپنا حریف نہیں سمجھتے ہیں۔ آپ کی حسن تدبیر اور دولت ملک گیری کے
سبب سے مغلوں کی کساد بازاری ہوئی۔ ہر جنگ میں آپ نے مغلوں کو شکست دی اب آئندہ مغلوں
کا منہ نہیں رہا کہ وہ افغانوں پر شمشیر زنی میں لاف زنی کریں۔ اب ساری خلقت کہنے لگی کہ
مغل و افغان حریف ہیں ملک داد الٰہی ہے جس کو چاہے دیدے۔ اگر اس نعمت کے شکر میں یہ
تخت کو افغان اپنے سر پر اُٹھائیں تو بجا ہے میاں ہیں اور امرا افغانوں نے متفق اللفظ یہ کہا کہ
عیسیٰ خاں سروانی اور اعظم ہمایوں سروانی کی برابر کوئی افغانوں کے لشکر میں نہیں ہے

اُنھوں نے جو کچھ کہا وہ عین صواب ہے۔ بادشاہ بننے میں تاخیر مناسب نہیں۔ اس تقریر سے بیشتر
خوش ہوا اور اُس نے کہا کہ اگرچہ اہم بادشاہی امر عظیم ہے اور جتھوں سے خالی نہیں مگر جب میرے
عزیزوں کی رائے میرے بادشاہ بنانے کی ہے تو میں نے قبول کیا۔ منجموں سے نیک ساعت پوچھکر
تخت پر بیٹھ گیا اور اپنا خطاب شیر شاہ رکھا اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور شاہ عالم بالف
اپنے خطاب میں زیادہ کیا عیسیٰ سروانی اُس کے خطبہ و سکہ کا سبب ہوا تھا شیر خاں نے اپنی
قوم کا فرمان اُس کے ہاتھ سے لکھوایا اور منشیوں کو دیدیا کہ اُس کی نقلیں اطراف ملک میں روانہ
کریں۔ تخت نشینی کی خوشی میں سات روز تک شادمانی کے نقارے بجے اور افغانوں کے ہر قبیلہ
کی فوج آئی تھی اور افغانوں کی رسم کے موافق رقص کرتی تھی اور مطربوں کو انعام
دیتی تھی اور جوانان رقاص کے سر پر بادشاہ کے خدمت گار زعفران و مشک و گلاب وغیرہ
ڈالتے تھے۔ اور لذیذ کھانے و مرغزے دار شیرینیاں و حلوے کھائے جاتے تھے اور
شراب طہور پیتے تھے۔

خود شیر شاہ ہمایوں کے تعاقب میں گیا اور کل ملک پر کابض اور قنوج تک قبضہ کیا خواص خاں
کو پیر مارہٹے لڑنے کے لیے بھیجا کہ اُس کو بالکل غارت و تباہ کرے۔ جلال خاں جالوی اور
ہادی خاں پٹنی کو بنگال بھیجا کہ وہ جہانگیر قلی کو جس کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں نے
بنگالہ میں متعین کیا تھا وہاں سے نکال دے۔ اُس کو اُنھوں نے لڑکر شکست دی اور بارہ والا
ملک بنگال دوبارہ بالکل افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اکابر ہند کو جو سپاہ ہمایوں کے ساتھ
بنگال میں تھے اُن کو رخصت کیا۔ شیخ خلیل کو اپنے پاس رکھا۔ اور اُس کو اپنے مخلصوں اور مشورہ کاروں
میں داخل کیا۔ ہندو عالی عیسیٰ خاں سروانی کو گجرات اور مندو کی طرف بھیجا اور اُس ایالت کے حکام
کو لکھا کہ میں اس نواح میں اپنے بیٹے کو اس لیے بھیجونگا کہ جب قنوج کی جانب ہمایوں بادشاہ متوجہ
ہو تو تم اس بیٹے کے ساتھ ممالک دہلی و آگرہ و مندو کو تاخت و تاراج کرنا۔ ان دنوں میں ملک مالوہ
کے اضلاع میں جدا جدا فرمانروا تھے ایک شخص نامی ملوخاں نے اپنے تئیں ملک مندو و راہین
سہنگ پور کا بادشاہ بنایا تھا اور اپنا نام قادر شاہ رکھا تھا اور دعویٰ سلطنت رکھتا تھا رائے بین
لہنہیری میں بھیتا پورن مل حکومت کرتا تھا وہ راجہ پرتاب سنگھ بن بھوپت کا نائب تھا۔

سیوا اس میں سکندر خاں حکومت رکھتا تھا۔ بیتم گڈھ اور بھوپال کا راجہ بھوپال تھا۔ بھوپال کا راجہ مہتر تھا۔ حکام منڈو نے شیر شاہ کو جواب میں خطوط لکھے کہ جس وقت آپ کا بیٹا ان حدود میں آئے گا تو ہم اُس کی خدمت گزاری میں تقصیر نہیں کرینگے۔ ملوخاں نے اپنی حماقت سے اپنے رتبہ شاہی دکھلانے کے لیے باوجودیکہ اُس کے امرا نے منع کیا اپنے خط کی پیشانی پر مہر لگائی جب شیر شاہ پاس یہ خط آیا تو اُس نے نمر کتر کر اپنی دستار میں رکھ لی جس کے معنی یہ تھے کہ اس گستاخی کے عوض میں اُس کا ایک ان سر کتر اجائیگا۔ جب عیسیٰ خاں گجرات میں آیا تو سلطان محمود خرد سال تھا اُس کے وزیر دریا خاں نے لکھا کہ ہمارا بادشاہ خرد سال ہے اور امرا آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور لشکر گجرات بہ سبب بُعد مسافت دہلی کی طرف جانے سے متنفر۔ عیسیٰ خاں اپنی مراجعت کے وقت افغانوں کو جو منڈو و گجرات میں تھے ترغیب دیکر اپنے ساتھ لے آیا۔ جب سنہ عالی عیسیٰ خاں گجرات سے آیا تو شیر خاں نے پوچھا کہ خانخاناں یوسف خیل کے لیے کیا کرنا مناسب ہے۔ عیسیٰ خاں نے کہا کہ افغانوں کو جو مغلوں سے ضرر پہنچا ہے وہ اسی کے سبب سے پہنچا ہے۔ وہ شششاہ بابر کو کابل سے ہندوستان میں لایا۔ ہمایوں بادشاہ کو گجرات سے وہ ان حدود میں لایا۔ اگر ہمایوں بادشاہ خانخاناں کے کہے پر عمل کرتا تو تجھکو وہ غارت کرتا اور یہ حسرت اس کو نہ ہوئی۔ مگر تیرا اقبال یاور تھا کہ بادشاہ نے خانخاناں کی رائے کے موافق کام نہیں کیا اس لیے اُس کو قتل کرنا چاہیے اُس کو منگیر میں قید رکھنا مصلحت نہیں ہے شیر شاہ نے کہا کہ میں نے جبار افغان سے اُسکے باب میں پوچھا تو اُس نے یہ کہا کہ یہ ایک بڑا افغان ہے اس کی جان لینی مناسب ہے مگر میری رائے عیسیٰ خاں کے ساتھ متفق ہے۔ خانخاناں روز گرفتاری سے منگیر میں قید تھا اور آدھ سیر خام جو اُس کو روز دینے ملتا تھا وہ قتل کیا گیا۔

جب بادشاہ ہمایوں نے قنوج کی طرف کوچ کیا تو شیر شاہ نے اپنے بیٹے قطب خاں کو ملک سنگھ کی طرف رخصت کیا کہ وہ حکام منڈو کو ہمراہ لیکر آگرہ اور دہلی کی نواح میں خلل انداز ہو اور ملک کو تاراج و ویران کرے۔ جب ہمایوں نے سُنا کہ شیر شاہ نے اپنے بیٹے کو چنیری کی طرف بھیجا ہے کہ وہ ان حدود میں خلل انداز ہو تو اُس نے اپنے دونوں بھائیوں مرزا ہندال اور مرزا عسکری کو اور اور امرا کو اس طرف روانہ کیا جب مالوہ کے حکام نے سُنا کہ ہمایوں کے دو بھائی قطب خاں سے لڑنے

کے لیے آئے ہیں تو اُنھوں نے قطب خاں کے ساتھ ہونے سے پہلوتہی کی چنیری سے چندھا کی طرف قطب خاں گیا اور یہاں مغلوں سے لڑا اور قتل ہوا۔ مرزا ہندال اور مرزا عسکری فتح پاکر آگرہ میں بادشاہ پاس آگئے۔ اس مہم کا حال پیچھے لکھا گیا۔

جب شیر شاہ نے سنا کہ حکام منڈو نے اُس کے بیٹے کے ساتھ موافقت نہ کی اور اُس کا بیٹا قطب خاں کشتہ ہوا تو غم و غصہ سے بہت غمگین اور پریشان ہوا مگر اُس کے اضلاع میں ظاہرا تغیر نہیں ہوا۔ حکام منڈو سے کینہ اُس کے سینہ میں مخفی جمع رہا۔ اس فتح سے مغل بڑے مغرور ہوگئے اور اُنکے اپنے ملک سے بھی فوج بہت سی آگئی۔ ہمایوں لشکر کو آہستہ کرکے قنوج میں بتاریخ سنہ ۹۴۶ھ مطابق اپریل سنہ ۱۵۴۰ء میں آیا۔ شیر شاہ نے بھی دریا گنگ پر اُسکے مقابل اپنا سپاہ کے گرد خندق کھدوایا۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ خواص خاں نے مہارتھ کو مار ڈالا۔ اس سے افغانوں کے لشکر میں بڑی خوشی ہوئی۔ شیر شاہ نے خواص خاں کو لکھا کہ جلد یہاں آؤ میں اور تیرے دوست سب چنیر پر رہا پہنچے ہیں کہ تو آئے تو ہم مغلوں سے لڑائی شروع کریں۔ جب شیر شاہ نے سُنا کہ خواص خاں قریب آگیا ہے تو اُس نے بادشاہ ہمایوں پاس ایلچی بھیجا کہ ہمیں کچھ دنوں سے یہاں مورچے جمائے ہیں اب بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ دریا سے عبور کرکے مجھ سے دریا کے اس طرف لڑے یا مجھے کہے کہ میں دریا کے پار جاکر لڑوں۔ ایلچی نے ہمایوں بادشاہ پاس آنکر شیر شاہ کا پیغام پہنچایا تو نہایت حقارت کے ساتھ ہمایوں نے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ شیر خاں سے جاکر کہو کہ اگر وہ دریا سے چند کوس پرے ہٹ جائے تو میں دریا عبور کرکے اُس سے لڑنے آتا ہوں۔ ایلچی نے شیر شاہ پاس آنکر یہ ہمایوں کا پیغام عرض کیا تو دریا کے کنارے شیر شاہ کے لشکر پر ہٹ گیا۔ جمید خاں کاکر نے جو شیر شاہ کے امرا میں سے ایک تھا اُس نے کہا کہ حضور مغلوں کے لشکر پر حملہ پہلے اس سے کریں کہ وہ کل دریا سے عبور کرے۔ شیر شاہ نے جواب دیا کہ اس سے پہلے بشرط رستی زمانہ ایسے بیس جنگ میں مکر و خداع کرتا تھا۔ اب خدائے لطف و کرم سے میرا لشکر ہمایوں کے لشکر سے کم نہیں ہے باوجود اپنی دسترس کے میں عہد شکنی نہ کروں گا اور جب وہ پار ہوگی تو میں صفیں آراستہ کرکے بے مکر و خداع کے جنگ کرونگا جو ارادہ الٰہی ہوگا وہ ظہور میں آئے گا۔ جب شیر شاہ کو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کا تمام لشکر دریا سے اُتر آیا تو اُس نے اپنی عادت کے موافق قلعہ خام بادشاہ کی فوج کے سامنے تیار کیا اور اُس کے نزدیک

خیمہ زن ہوا۔

چند روز کے بعد خواص خاں جس دن شیر شاہ کے لشکر میں آیا اُسی روز سوار ہو کر ہمایوں کے لشکر میں آیا۔ اور تین سو خچر اور شتر اور بہت سے بیل لوٹ کر شیر شاہ کے لشکر میں لایا۔ ۱۰ محرم عاشورہ ۹۴۷ھ دونوں لشکر جنگ کے لیے آراستہ ہوئے شیر شاہ نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ قلب میں شیر شاہ ہیبت خاں نیازی جس کا لقب اعظم ہمایوں ۹۵۰ھ میں ہوا۔ منصلی میمنہ پر سروانی۔ قطب خاں لودی۔ حاجی خاں جلوی۔ بلند خاں پسر ہیبت سیف خاں سروانی۔ بجلی خاں۔ سرمست خاں۔ میمنہ میں جلال خاں پسر شیر شاہ جو شیر شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ ہوا اور اسلام شاہ اُس کا خطاب ہوا۔ تاج خاں۔ سلیمان خاں کرانی جلال خاں جلوی اور اور امرا میسرہ میں عادل خاں پسر شیر شاہ۔ قطب خاں۔ رائے حسین جلوانی اور اور امرا جب شیر شاہ نے اپنی سپاہ کو اس طرح آراستہ کیا تو افغانوں سے کہا کہ میں نے بہت سی کر کے تم کو جمع کیا ہے اور تمہاری تربیت میں حتی المقدور قصور نہیں کیا۔ آج ہی کے دن کے لیے تم نگاہداشت کی ہے۔ آج ہی کا روز امتحان کا ہے۔ آج ہی کے دن جو میدان حرب میں غالب ہو گا اپنا رتبہ بڑھائیگا۔ ایسی کوشش کرو کہ وقت کارزار میں سب افغان یک دل و یک زبان ہوں افغانوں کی سپاہ میں اتفاق ہو تو کوئی شمشیر زنی میں ان کی برابر نہیں۔ میں اپنے عزیزان سے یہ التماس کرتا ہوں کہ حسد و خصومت و اختلاف کو جانے دو۔ سلطان ابراہیم کے عہد میں یہ حسد مخاصمت و اختلاف تمہیں غالب تھا جن سے افغان مغلوب ہوئے جس کا مزہ اُنھوں نے خوب چکھا سپاہ کو فیروزمندی و بلندی اُس کی یکدلی سے پہونچتی ہے۔ اے عزیزہم کو یہ معلوم ہے کہ میں نے عزم جزم کر لیا ہے کہ اس رزم گاہ سے اس وقت زندہ نکلونگا کہ فتح و نصرت ہو ورنہ میر اسر دشمنوں کے گھوڑوں کے سموں میں مسلا جائیگا۔ مرنا مسلم ہے بہتر ہے کہ ایسے کام میں مریں کہ نیک نام ہوں۔ اے عزیزو تم ڈرو نہیں۔ رزم گاہ میں اس طرح جاؤ کہ سر کے ساتھ پاسبانی کلاہ رکھو۔ سپاہ کو اس سے زیادہ کوئی بدنامی اور شرمندگی نہیں ہے کہ اُس کا صاحب مارا جائے اور سپاہی اور خدمتگار اس کے زندہ رہیں۔ اس جنگ میں ثبات قدم کے لیے تحریص کرتا ہوں کہ ملک ہندوستان آتا اور اہل و عیال کا مغلوں کے ہاتھ سے رہائی پانا اسی پر موقوف ہے۔ میں بڈھا ہو گیا ہوں۔

ہزاروں نوجوانوں سے افغانوں کو جمع کیا ہے اگر خدانخواستہ اس معرکہ میں یہ لشکر شکست پاکر پراگندہ ہو گیا تو پھر اس کا دوبارہ جمع ہونا محال ہے۔ ہوا سے جو کلیاں درخت سے جھڑ جاتی ہیں پھر وہ شاخسار پر جمع نہیں ہوتیں۔ یہ سنکر افغانوں نے عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ نے ہماری تربیت میں نہایت شفقت کی ہے اب یہ وقت خدمت یاری اور جاں سپاری کا ہے۔ شیر شاہ نے امرا کو رخصت کر کے فرمایا کہ فوج میں اپنی اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو اور پھر وہ خود آیا اور فوج کو مرتب کر کے روانہ کیا۔

ہمایوں کے مقدمۃ الجیش کو خواص خاں کے لشکر نے شکست دی اور شیر شاہ کے میمنہ نے جس میں افغان فقط شکست پائی لیکن ان چار آدمیوں نے میدان نہیں چھوڑا۔ جلال خاں میاں ایوب سروانی ماری گئی۔ محمد گلبور۔ جب شیر شاہ نے دیکھا کہ اس کی سپاہ میمنہ نے شکست پائی تو اُس نے مدد کرنے کا ارادہ کیا کہ قطب خاں لودی ساہو خیل نے عرض کیا کہ حضور اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں جس سے معلوم ہو جائیں کہ قلب سپاہ کو بھی شکست ہو گئی بلکہ دشمنوں کے درمیان گھس جائیں جب شیر شاہ کی سپاہ سے ہمایوں بادشاہ کے لشکر کی طرف بڑھی تو اُس نے اس سپاہ کو شکست دی جسنے پہلے اس کی میمنہ سپاہ کو شکست دی تھی۔ اور وہ بھاگ کر قلب سپاہ ہمایوں میں چلی گئی۔ میمنہ شیر شاہ شکست یافتہ نے پھر کر ہمایوں بادشاہ کو گھیر لیا اور شیر خان کے بیٹوں اور امرا افغان نے مردانگی کر کے مغلوں کی فوج کو شکست دی۔ ہیبت خاں نیازی اور خواص خاں شمشیر آبدار اور سنان جاں گداز نے اس جنگ میں بڑا کام کیا۔ ہمایوں بادشاہ بذات خود رزم گاہ میں پہاڑ کی طرح استوار کھڑا رہا اور داد شجاعت دیتا رہا مگر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ مردان غیب شیر شاہ کی طرف لڑتے ہیں تو امر الٰہی پر انقیاد کر کے مردان غیب کی طرف سے خان کو موڑ کر آگرہ کی طرف گیا۔ اس کی ذات کو کوئی آسیب نہیں پہنچا صحیح سلامت آگرہ میں پہونچ گیا۔ اس لڑائی کا حال ہمایوں کی سلطنت کے ذکر میں بھی دیکھو۔ ہمایوں کی فوج کا بڑا حصہ گنگا میں ڈوب گیا۔ دریا کا پل سپاہ کے خود بوجھ سے شکستہ ہو گیا۔

جب مغلوں کی کارزار سے شیر شاہ کی خاطر جمع ہوئی تو اُس نے شجاعت خاں کو جو ملک بہار میں فوجدار تھا لکھا کہ قلعہ گوالیار کو آ کر محاصرہ کرے اور فرمان لیجانے والے کو کہدیا

کہ شجاعت خاں جب تک زندہ ہے اُس سے نہ کہنا کہ اُس کا بیٹا محمد خاں اس لڑائی میں مارا گیا۔ مبادا بیٹے کی وفات سُنکر وہ وہاں سے چلنے میں ذہیل و خوار کرے۔ شجاعت خاں پاس جونہی شیر شاہ کا فرمان پہنچا وہ ہی اُس نے چلکر قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا۔ تنبیہ سے شیر شاہ نے ہرمز بیگ گور کو ایک لشکر کثیر کے ساتھ آگے بھیجا اور کہدیا کہ ہمایوں بادشاہ سے لڑنا نہیں۔ اور ایک سید نامور خاں کو دیکر سنبھل کو روانہ کیا۔ کہ وہ اس ملک کا انتظام کرکے وہ خود آگرہ کی طرف چلا۔ تاریخ خان جہاں میں لکھا ہے کہ دو برس کے بعد ہمایوں بادشاہ نے آگرہ میں آنکر امیر سید رفیع الدین سے کہا کہ اُس کی سپاہ کو افغانوں نے شکست نہیں دی بلکہ میں نے یہ دیکھا کہ مردان غیب اُس کی سپاہ سے لڑتے تھے اور اُن کے گھوڑوں کی باگیں موڑتے تھے جب وہ سرہند میں آیا تو وہاں ہی وہ ہستان اُس نے مجدالدین سرہندی سے کہی۔ جب شیر شاہ آگرہ کے پاس آیا تو ہمایوں بادشاہ آگرہ میں نہیں رہ سکتا تھا وہ لاہور کی جانب متوجہ ہوا۔ ہرمز بیگ گور آگرہ میں آیا اُس نے اکثر مغلوں کو جو آگرہ میں رہ گئے تھے قتل کیا۔ اس کی یہ حرکت شیر شاہ کو پسند نہ آئی اُس کو بڑی ملامت کی۔ شیر شاہ خود آگرہ میں آیا اور یہاں چند روز توقف کیا۔ خواص خاں ہرمز بیگ گور کو افغانوں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے تعاقب میں بھیجا اور حکم دیا کہ اُس سے پچاس کوس کے فاصلہ پر رہے کیونکہ اس تعاقب سے ہمایوں کا ہندوستان سے نکالنا بے جنگ کے منظور تھا جب شیر شاہ دہلی میں آیا تو سنبھل کے مفاد یہ رعیت نے آنکر استغاثہ کیا کہ نصیر خاں نے اُس کے حق میں طرح طرح کے ظلم و ستم برپا کر رکھے ہیں۔ شیر شاہ نے اُس کی جگہ مسند عالی عیسیٰ خاں بکھیر کو اور سرکار سنبھل کے علاوہ کانٹ و گولہ اُس کے اہل و عیال کی پرورش کے لیے اُس کو دیدیا اور حکم دیا کہ پانچ ہزار سوار وہ اپنے پاس رکھے اور نصیر خاں اُس کی خدمت میں رہے جب سنبھل جانے کے لیے عیسیٰ خاں کو شیر شاہ نے روانہ کیا تو اُس نے یہ کہا کہ دہلی سے لکھنؤ تک ملک سے اب میری خاطر جمع ہوئی۔ جب عیسیٰ خاں سنبھل میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ نصیر خاں نے بیرم بیگ مہردار ہمایوں بادشاہ کو پکڑ رکھا ہے یہ بیرم بیگ (بیرام خاں) وہی ہے جس کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں خانخاناں کا خطاب ملا۔ یہاں

بیرم خاں کا حال

ہمایوں کا آگرہ سے بھاگنا اور شیر شاہ کا اُس کے ملک پر قبضہ کرنا

بیرم بیگ کے آنے کا سبب یہ تھا کہ جب ہمایوں کے لشکر کو قنوج میں شکست ہوئی اُس کے لشکر میں تفرقہ پڑا تو بیرم بیگ میاں عبدالوہاب پسر میاں عزیز اللہ خاں رئیس سنبھل کے پاس سنبھل میں آیا۔ میاں عبدالوہاب نصیر خاں کے خوف سے اُس کو سنبھل میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے کمنوکے راجہ متریسین پاس بیرم بیگ کو بھیجا کہ چند روز اُن کو اپنے پاس رکھے۔ راجہ نے چند روز تک اپنے ملک کے شمالی حصہ میں جس کے اندر جنگل تھا اُن کو رکھا۔ جب یہاں کی خبر ہوئی کہ وہ راجہ متریسین پاس ہے اُس نے راجہ کو لکھا کہ وہ بیرم بیگ کو لیکر حاضر ہو۔ راجہ نے خوف اور ہشت کے سبب سے بیرم بیگ کو اپنے پاس راجہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اُس نے نصیر خاں کے حوالہ کیا۔ نصیر خاں نے اُس کے مارنے کا قصد کیا۔ تو میاں عبدالوہاب جو سکندر لودی کی اولاد سے مسند عالی عیسیٰ خاں کے آشنا تھے اس پاس گئے اور عرض کیا کہ نصیر خاں ظالم بیرم بیگ کے مارنے کا قصد رکھتا ہے آپ اُس کو اس ظالم کے پنجہ سے نکالیے۔ عیسیٰ خاں نے نصیر خاں سے بیرم بیگ کو خلاص کیا اور اپنے گھر میں چند روز رکھا اور راجہ متریسین سے اس امر کا تحقیق کیا کہ جب میں شیر شاہ پاس جاؤں تو بیرم بیگ اُس کے ہمراہ جائے۔

جب مسند عالی عیسیٰ خاں مع مسند والیان میں شیر شاہ کی خدمت میں گیا تو بیرم بیگ کو ہمراہ لیگیا۔ جب والیان میں اُس کو شیر شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو شیر شاہ نے اُس سے غصہ سے پوچھا کہ تُو نے افغانوں کی کہاں رہا تو عیسیٰ خاں نے عرض کیا۔ یہ شیخ علی کمال کے گھر میں رہا شیر شاہ نے کہا کہ افغانوں کی تو ہم میں یہ امر قرار پایا ہے کہ جو گناہگار کہ شیخ علی کے گھر میں پناہ لے اُس کا قصور معاف کیا جائے میں نے جو بیرم بیگ کا قصور بخش دیا۔ عیسیٰ خاں نے عرض کی شیخ علی کی خاطر سے اُس کا قصور معاف کیا۔ میری خاطر سے اُس کو خلعت و اسپ عنایت ہو اور اُس کو اجازت ہو کہ وہ محمد قاسم خاں کے ساتھ خیمہ میں رہے جس نے قلعہ گوالیار اُس کے حوالہ کیا ہے۔ شیر شاہ نے اُسکے لیے جگہ محمد قاسم کے پاس متعین کر دی جب شیر شاہ نے وہاں سے سفر کیا تو وہ دونوں بیرم بیگ اور محمد قاسم گجرات کی طرف جا نکلے۔ راہ میں محمد قاسم مارا گیا اور بیرم بیگ گجرات گیا اور مدتوں گجرات میں رہا اُس نے اور خدمات پسندیدہ کرکے گجرات سے اپنے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں پہنچا جب ہمایوں کی وفات کے بعد بیرم بیگ خانخاناں ہوا تو اُس نے شیخ گدائی میاں عبدالوہاب

وہ راجہ مشریین کے ساتھ ایسے احسان کیے جس سے زیادہ تصور میں بھی نہیں آتے۔ اسوقت جلال خاں بھی زندہ تھا نوتے برس کی عمر تھی۔ بعض آدمیوں نے اس سے کہا کہ آپ بھی خانخانان پاس جایئے تو اُس نے کہا کہ میں طمع دنیوی کے لیے منغل کے آگے نہیں جاؤنگا۔ یہی باپ کا طریقہ اُس کے بیٹوں نے بھی اختیار کیا کہ اپنے احسان کا معاوضہ بیرم خاں سے نہیں طلب کیا۔ بیرم خاں سے بھی جب اُسکے دوستوں نے پوچھا کہ عیسٰی خاں نے آپ پر کوئی احسان کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُسنے میری جان بچائی ہے اگر وہ میرے پاس آئے تو اُس کے آنے کو میں اپنا فخر سمجھونگا اگر میں شیر شاہ سے زیادہ نہ دے سکونگا تو سیفصل تو ضرور اُس کو دیدوں گا۔

شیر شاہ نے میوات حاجی خاں کو سپرد کیا اور آپ لاہور کی طرف چلا۔ سرہند میں آن کر خواص خاں کو یہ ملک حوالہ کیا۔ خواص خاں نے اُس کو اپنے غلام ملک بھگوت کو دیا۔ جب ہمایوں خواص خاں بادشاہ لاہور میں آیا تو بعض منغل ولایت سے تازہ وارد بادشاہ پاس آئے اُنھوں نے افغانوں کی جنگ نہ دیکھی تھی۔ اُنھوں نے بادشاہ سے درخواست کی۔ افغانوں کے ساتھ لڑنیکے لیے ہمکو بھیجے۔ پھر ہم دیکھیں کہ میدان جنگ میں افغان ہمارے حریف کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہمایوں نے اُن کو لڑنے کے لیے بھیجا۔ شیر شاہ نے خواص خاں و برمزید گور کو دہلی سے بھیجا۔ سلطان پور میں یہ لشکر دو چار ہوئے اور آپسمیں لڑے۔ منغلوں کو شکست ہوئی اور وہ لاہور میں آئے۔ خواص خاں نے سلطان پور میں توقف کیا۔ شہنشاہ ہمایوں اور مرزا کامراں نے لاہور چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد شیر شاہ لاہور پر قابض ہوا۔ مگر یہاں قیام نہیں کیا۔ لاہور سے تیسری منزل پر تھا کہ اُس نے سُنا کہ کوہستان جودکی راہ سے مرزا کامراں تو کابل گیا اور شہنشاہ ہمایوں دریا سندھ کے کناروں پر ملتان اور بھکر کی جانب متوجہ ہے۔ شیر شاہ خوشاب میں آیا۔ قطب خاں نیت و خواص خاں۔ حاجی خاں جیب خاں۔ سرمست خاں بلوچ۔ عیسٰی خاں نیازی۔ برمزید گورکو اور اپنے لشکر کے بڑے حصے کو ملتان کی طرف ہمایوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور اُن کو ہدایت کر دی کہ ہمایوں سے لڑنا نہیں بلکہ یہاں کی مملکت سے خارج کر کے اُلٹے چلے آنا۔ جب وہ دو منزل چلے تھے کہ اُنھوں نے سُنا کہ منغلوں کی سپاہ کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ افغانوں کو تردد ہوا کہ شیر شاہ پاس تھوڑی سپاہ ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اعتقاد کر کے منغل اُس پر حملہ ہوں۔ اسلیے افغانوں نے بھی اپنی سپاہ کے دو حصے

کیے۔ ایک حصہ خواص خاں و عیسٰی خاں وغیرہ کے ماتحت تھا وہ دریا خوشاب سے عبور کر کے جہلم کے کنارہ کنارہ ملتان کی طرف گیا اور دوسرا حصہ قطب خاں کے ماتحت تھا وہ اُس طرف اس دریا کے کنارہ کنارہ سفر کرتا تھا۔ ہمایوں کے لشکر کی وہ جماعت جو کابل جانیکے لیے جدا ہوئی تھی خواص خاں کے لشکر سے لڑی۔ مگر لڑنے کی سکت اُسمیں نہ تھی۔ علم و نقارہ چھوڑ کر بھاگی۔ خواص خاں نے علم اور نقارہ کو لیکر شیر شاہ کی خدمت میں آیا۔ شیر خاں نے خوشاب میں توقف کیا۔ اسمٰعیل خاں قتو خاں و غازی خاں۔ بلوچ شیر شاہ کی خدمت میں آئے۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ بلوچی اپنے گھوڑوں کو داغ لگائیں تو اسمٰعیل خاں نے کہا کہ اور آدمی اپنے گھوڑوں کے داغ لگاتے ہیں میں اپنے بدن پر داغ لگواؤں گا۔ شیر شاہ یہ بات سُنکر خوش ہوا اور اُن کے گھوڑے کے داغ کو موقوف کیا اور ملک سندھ اُس کو حوالہ کیا ملک روہ کے افغان ہر قوم و قبیلہ کے اُس پاس آنے شروع ہوئے شیخ بایزید جو بڑے متبرک اور ولی تھے وہ بھی شیر شاہ پاس خوشاب میں ملنے آئے۔ بادشاہ نے اُن سے معانقہ کیا اور بڑی تکریم و تعظیم کی۔ ایک لاکھ تنکہ اور ہندوستان اور بنگال کے عمدہ تحفہ دیکر وہ کو واپس جانے کی اجازت دی۔ شیخ نے عرض کیا کہ لنگاہ کے خاندان کے عمدہ حکومت سے میرے بزرگوں کے ملک پر بلوچوں نے قبضہ کر لیا ہے شیر شاہ نے حکم دیا کہ اسمٰعیل بلوچ کو لگروں کے ملک میں پرگنہ نندنہ دیا جائے اور بلوچیوں نے جو شیخ بایزید کا ملک دبا لیا ہے وہ اُس کو واپس دیدیا جائے۔ وہ سروانی زمینوں کا اصل مستحق ہے۔ شیخ اسمٰعیل کا مقدور نہ تھا کہ وہ شیر شاہ کے حکم کی تعمیل نہ کرتا اُس نے پرگنہ نندنہ اور لگروں کے دہات لے لیے اور سروانیوں کی زمین شیخ بایزید کو دیدی۔ پر شیخ بایزید دوبارہ شیر شاہ سے اجین و سارنگ پور کی مہم میں ملنے آیا تھا شیر شاہ نے اُس کو دو ہزار بیگہ زمین پرگنہ بٹنور میں دی اور ایک لاکھ تنکہ دینے کا وعدہ معمول بادشاہ کی ہر ملاقات پر ۱۰ تھا وہ دیا۔ تیسری دفعہ شیخ جب مہم کالنجر میں شیر شاہ پاس آیا تو اُس نے وعدہ کیا کہ میں مہم کالنجر سے فارغ ہو کر اُس کو اضلاع سندھ و ملتان اور بلوچوں کا ملک دوبارہ دلاؤں گا۔ وہ سے جو لوگ اُس کی قوم و قبیلہ کے آئے اُن کو اُن امید سے زیادہ نقد و جنس عنایت کی۔ سارنگ گگھر شیر شاہ کی خدمت میں آیا تھا اس لیے اُس نے کوہستان پرمان اور گرچاک میں لشکر سمیت گشت کیا کہ کسی مناسب مقام پر قلعہ ایسا بنائے

شیر خاں کا بنگال پر حملہ اور گوڑ کا محاصرہ

کہ وہ گکھروں کی سرکوبی کیا کرے۔ اور جب وہ خود یہاں سے چلا جائے تو کابل کی راہ پر سہسرام
اُس میں چھوڑ جائے اُس نے کابل و ہندوستان کی حد پر ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام رہتاس رکھا
جو اب تک موجود ہے۔ گکھروں کے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور گکھروں کو قید کیا اور سارنگ گکھر کو
پکڑ کر خواص خاں کے حوالہ کی یہاں یہ ہو ہی رہا تھا کہ بنگال سے خبر آئی کہ خضر خاں حاکم بنگالہ نے
سلطان محمود آخر بادشاہ بنگالی کی بیٹی سے نکاح کیا۔ اور اس ملک کی رسم کے موافق وہ ٹوکی پر بیٹھ کر
صدر نشین ہوا اس خبر سے شیر شاہ کو دہشت ہوئی اور وہ خواص خاں و عیسیٰ خاں و امرا کو تلہ رہتاس
میں چھوڑ کر بنگال میں آیا۔ خضر خاں اسکے استقبال کو گیا۔ شیر شاہ نے اُس سے پوچھا کہ میری اجازت بغیر
کیوں تو نے سلطان محمود کی بیٹی سے نکاح کیا اور بادشاہان بنگالہ کی طرح ٹوکی پر بیٹھا۔ امرا بادشاہی
کو چاہیے کہ وہ بادشاہ کی اجازت بغیر کوئی کام نہ کریں۔ یہ کہکر اُس نے حکم دیا کہ اُس کے ہاتھوں
میں ہتکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں اور فرمایا کہ جو امیر میرے حکم بغیر ایسا کام کریگا وہ سیاست
کی بلا میں مبتلا ہوگا۔ پھر بنگال کو اضلاع میں تقسیم کر دیا اور ایسا خوب بندوبست کیا کہ آیندہ کے لیے
فساد و شورش کا اندیشہ باقی نہ رہا۔ اور قاضی فضیلت کو جن کا عرف قاضی فضیحت ہوا ملک بنگالہ
کا منتظم مقرر کیا اور خود آگرہ میں آیا۔

جب آگرہ میں شیر شاہ پہنچا تو شجاعت خاں کا خط اس مضمون کا آیا کہ محمد قاسم خاں حاکم گوالیار
سے یہ شرائط ٹھہری ہیں کہ قلعہ گوالیار کو افغان لے لیں۔ اور بادشاہی لشکر میں مغلوں کو آنے جانے
دیں روک ٹوک نہ کریں۔ بادشاہ جسوقت آئے۔ محمد قاسم اُسکے روبرو پیش کیا جائے اور قلعہ
گوالیار جس کو بادشاہ حکم دے حوالہ کیا جائے۔ اسکا جواب شیر شاہ نے لکھا کہ اب میں گوالیار کے
رستہ سے منڈہ جاتا ہوں اور اس جانے سے مقصد یہ ہے کہ امرا منڈو سے اسکا انتقام لوں کہ اُنھوں نے
میرے بخت جگر قطب خاں کے گلے پر چھری پھیر دی اور آپ خود بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کیے۔ اسوقت
یہاں ملک منڈو میں کئی امیر مطلق العنان حکمران بن بیٹھے تھے۔ ایک ملو خاں تھا جو بادشاہ
بنا تھا۔ قادر شاہ اپنا خطاب رکھا تھا۔ شادم آباد یعنی قلعہ منڈو۔ اجین۔ سارنگپور قلعہ رنتھنبور
میں اس کا عمل دخل تھا۔ دوسرا سکندر خاں تھا۔ ملک سیوا اور ہنڈیا میں حکمرانی کرتا تھا تیسرا
راجہ پرتاب پسر بھوپت شاہ تھا۔ وہ خرد سال تھا۔ بھیا پورن مل اس کا نائب تھا۔ اضلاع

بندیری اور رائے سین میں اوس کی حکومت تھی۔ چوتھا بھوپال تھا وہ بیجاگڈھ اور حبار میں بایست
گڑھا تھا جب شیر شاہ گوالیار میں آیا تو ابو القاسم نے جو ہمایوں کے امراء اعظم میں تھا۔ گوالیار
شیر شاہ کے آدمیوں کو حوالہ کیا۔ جب شیر شاہ منزل گاکروں میں آیا تو شجاعت خاں نے رام شاہ
راجہ گوالیار کو بھیجکر بھیا پورن مل نائب ریاست رائے سین کو بلایا اوس نے لکھا کہ میں جب آؤنگا کہ
شجاعت خاں مجھے لینے آئیگا۔ اس لکھنے سے شجاعت خاں خود رائے سین پاس گیا اور پورن مل کو
بادشاہ کے روبرو لایا بھیا پورن کی روانگی کے وقت اُس کی بیوی رتنا دلی نے جو اپنے شوہر
پر عاشق زار تھی شجاعت خاں سے کہا کہ میں کھانا جبتک نہ کھاؤں گی کہ اپنے خاوند کی صورت نہ
دیکھوں گی۔ قلعہ کی فصیل پر بیٹھی اوس کی راہ تکوں گی شجاعت خاں نے اوس سے کہا کہ خاطر جمع رکھ
تیرا خاوند آج جائیگا کل آئیگا بھیا پورن مل کو شجاعت خاں چھ ہزار سواروں کے ساتھ جن میں سے
ہر ایک کی عمر چالیس برس سے کم تھی بادشاہ کے روبرو لایا شیر شاہ نے فوراً سو گھوڑے اور سو
اشرفی اوس کو عنایت کیے اور مراجعت کے لئے کہا۔ اپنے بھائی حیبر بھوج کو بادشاہ کی خدمت
کے لئے وہ چھوڑ گیا اور خود واپس گیا۔

جب بادشاہ منزل بمنزل سارنگپور میں آیا تو ملو خاں کا وکیل یہ پیغام لایا کہ وہ بادشاہ کی
خدمت کے لئے چلا آتا ہے شیر شاہ نے شجاعت خاں کو اوس کے استقبال کے لئے بھیجا۔ شیر شاہ
اپنے خیموں کے باہر بیٹھا اور دربار عام کیا۔ شجاعت خاں ملو خاں کو بادشاہ کے روبرو لایا۔ شیر شاہ
نے اُس سے پوچھا کہ تیرا خیمہ ڈیرا کہاں ہے اوس نے عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت میں تنہا آیا
ہوں۔ میرا خیمہ حضور کا دربار ہے اگر حضور اپنے خیمہ کی جاروب کشی کی خدمت مرحمت فرمائیں تو میں
اوس کو بڑی عزت سمجھوں۔ شجاعت نے بیان کیا کہ ملو خاں دو سو سواروں کے ساتھ آیا تھا شیر شاہ
نے حکم دیا کہ ایک سراپردہ سرخ معہ خیمہ و سامان کے اوس کے لائق لگایا جائے۔ جب لشکر نے
سارنگپور سے کوچ کیا تو شیر شاہ نے ملو خاں کو اپنے تمام لشکر کی ترتیب دکھائی جسکو ملو خاں
دیکھکر دنگ رہ گیا کبھی اوس نے ایسی فوج دیکھی نہ تھی جسوقت بادشاہ کا مجھنر سواروں کو
دکھائی دیا تو اپنی تلواریں میان سے نکال کر چھتر کی طرف دوڑے آئے اور گھوڑوں سے اترتے
ہوئے سواروں کے کل دستوں نے اس طرح سلام کیا کہ وہ لڑائی کے دن کیا کرتے تھے جب اوسنے

دیکھا کہ ہر منزل میں سپاہی ایسی محنت و مشقت کرتے ہیں کہ لشکر کے گرد خندق کھودتے ہیں اور قلعہ بناتے ہیں تو اوس کے ہوش اڑ گئے اوس نے افغانوں سے کہا کہ اللہ اکبر کیسی محنت کرتے ہو لمحہ بھر آرام اپنے اوپر حرام جانتے ہو افغانوں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا بھی یہی محنت کرنے کا دستور ہے اسلئے ہمکو بھی اس محنت و مشقت کی عادت ایسی ہوگئی ہے کہ اس سے کلفت اصلا نہیں ہوتی سپاہی کو چاہئے کہ اوس کا صاحب جس محنت و مشقت و خدمت کو چاہے اوس کے کرنے سے وہ تنگ نہ آئے۔ آرام کرنا عورتوں کا کام ہے۔ نیک مردوں کے واسطے آرام کرنا شرم کا مقام ہے سارنگ پور اور اوجین کے درمیان ایک منزل میں شیر شاہ نے اپنے لڑکپن کی یہ داستان سنائی کہ میں اپنی نوعمری میں سخت جفاکش تھا پندرہ پندرہ کوس پیادہ پا تیر و کمان لیکر شکار کے لئے چلا جاتا تھا۔ ایک دن قزاقوں نے مجھے آگمیرا میں اون کے ساتھ اتفاق سے رہنے لگا۔ بہت دنوں تک اون کے ساتھ غارت گری اور راہ زنی کرتا رہا۔ کشتی میں بیٹھا ہوا ایک دن میں نئے دوستوں کے ساتھ چلا جاتا تھا کہ مجھکو میرے دشمنوں نے آگمیرا اور لڑائی کے بعد وہ فتحمند ہوئے۔ میں تیر اور کمان کو سر پر رکھ کر دریا میں کود پڑا اور تین کوس تک تیرتا چلا گیا۔ اوس روز سے اوس کام سے توبہ کی۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ یہ ایک نئی بات ہے کہ شیر شاہ کیا تو ہنسی اور مسخرے پن سے اپنے اس مہمان سے یہ باتیں کرتا تھا کہ جس سے انتقام لینے پر اوس وقت اوس نے قسم کھائی تھی کہ خط پر مہر لگا کر اوس نے بھیجی تھی اور اب اوسکے اقوال اور افعال سے اوس کا سادہ لوح ہونا ظاہر معلوم ہوتا تھا۔ یا مصنف تاریخ نے جس نے یہ کہانی لکھی ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے اپنے بھولے پنے سے یقین کرلی ہے۔ خاندان تیموریہ کے مورخوں مثلاً ابو الفضل نے اس کہانی پر حاشیے چڑھا کر یہ لکھدیا ہے کہ شیر خاں ابتداء عمر میں چوری و دیکھتی راہ زنی اور بہت سے برے کام کیا کرتا تھا۔

جب شیر شاہ اوجین آیا تو وہ کالی وہ میں مقیم ہوا تو سکندر خاں میانی حاکم سہوا اس شیر شاہ کی خدمت میں آیا اور اطاعت اختیار کی۔ شیر شاہ نے ولایت مندو شجاعت خاں کے حوالہ کی ملوخاں بغیر کسی عہد و پیماں کے بادشاہ کی خدمت میں حاظر ہوا تھا اور بادشاہ سے پناہ مانگی تھی اور اپنے جرایم سے توبہ و استغفار کی تھی اس لئے اوسکو سرکار کالپی شیر شاہ نے عنایت کی۔

ملوخاں اپنے اہل و عیال کو قلعہ آجین سے باہر لایا تو اوسکو یہ خیال آیا کہ شیر شاہ کی خدمت کے لئے بہت محنت و مشقت کی ضرورت ہے اوسکی تاب مجھ میں نہیں ہے اسلئے کسی کروفیر سے اوسکے لشکر سے باہر نکلنا چاہئے۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوکنا

اس سبب سے ہوا تھا کہ اوس نے ایک دن دیکھا کہ قلعہ گوالیار میں جو مغلوں کے بڑے بڑے امیروں کی جماعت قید ہوئی تھی وہ لشکر کے گرد خندق کھود رہی ہے اور بیلداروں کی طرح پھاوڑے بجا رہی ہے اور ہر روز اوسکو یہ کام کرنا پڑتا ہے تو اوسے خوف ہوا کہ کہیں مجھے بھی یہ بیلداری نہ کرنی پڑے اسلئے اوس نے ہندو غلاموں کی طرح بھاگنے کا ارادہ کیا۔ شیر شاہ اوس کے اس ارادہ کو سمجھ گیا اوسنے شجاعت خاں کو حکم دیا کہ اوسے گرفتار کرے شجاعت خاں نے ملوخاں کی طرف دیکھا وہ زیرک ہوشیار تھا وہ سمجھ گیا کہ اس کے لئے کیا ہو رہا ہے اوس نے شجاعت خاں سے کہا کہ تم بادشاہ سے عرض کرو کہ میرے بال بچوں کے واسطے سامان بار برداری نہیں ہے کالپی کس طرح اونکو روانہ کروں شجاعت خاں نے بادشاہ سے ملوخاں کی اس عرض کو گزارش کیا۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ سو اونٹ اور سو خچر اوسکو دیں جب اوسکے خیمہ پر یہ خچر اور اونٹ آئے تو شتربانوں اور خچر والوں کو اتنی شراب پلائی کہ وہ بیہوش ہوگئے تو پھر وہ اپنے خزانے اور اہل و عیال کو لیکر بھاگ گیا۔ جب دن ہوا تو معلوم ہوا کہ ملوخاں بھاگ گیا۔ شیر شاہ نے کہا کہ دیکھو تو غلام نمکحرام نے کیا بدی کی ہے شجاعت خاں پر شیر شاہ بہت غضب ہوا اور اوسکو حکم دیا کہ ملوخاں جہاں ہو اوسکو پکڑ کر میرے پاس لائے۔ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اوسکو گرفتار کرلے۔ مگر تو نے اوسکو نہ پکڑا غفلت کی۔ واقعات مشتاقی اور تاریخ داؤدی میں اوسکے برخلاف لکھا ہے کہ جب شجاعت خاں نے شیر شاہ سے عرض کیا کہ ملوخاں کے بھاگنے کا ارادہ ہے تو اوس نے یہ جواب دیا کہ میں تو یہ خدا سے چاہتا ہوں کہ وہ بھاگ جائے اسلئے میں نے اوسکے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں روکی۔ اب وہ جو بھاگنے کو کہتا ہے تو اوس سے کچھ نہ کہو اور کسی بات کا خیال نہ کرو اور اگر وہ تجھکو روپیہ رشوت میں دے تو لے لے اور اوس کو بھاگنے دے۔ اس سبب سے شجاعت خاں نے ملوخاں سے سات لاکھ ٹنکہ رشوت میں لے لیئے اور اوس سے کہدیا کہ جہاں تیری جی چاہے چلا جا۔ رات کو وہ بھاگ گیا۔ احمد یادگار نے لکھا ہے کہ شیر شاہ نے شجاعت سے کہا کہ اگر یہ سیاہ رو تجھکو رشوت دے تو لے لے اور اوس کو جانے دے۔ احمد خاں سور اور فتح خاں

نیازی سے جس کی حراست میں وہ تھا ایک ہزار اشرفی اُس سے رشوت میں لی اور اوسکو جانے دیا اس واقعہ کے بیان کرنے میں مورخوں میں اختلاف بہت ہے۔ یہ یقین نہیں آتا کہ شیر شاہ نے رشوت ستانی کی اجازت دی ہو اور پھر ملوخاں کے پیچھے تعاقب میں سپاہ کثیر روانہ کی ہو۔

شجاعت خاں ملوخاں کی تلاش میں گیا اور وہ ناکام رہا۔ وہ سلطان محمود پاس گجرات میں جوا احمد یادگار یہ بیان کرتا ہے کہ ملوخاں نے سارنگ پور اور اور مقامات کو تاخت و تاراج کیا ہیبت خاں نے اوس پر شبخون مار کر اوس کو معہ ساتھیوں کے قتل کیا۔ اِس خدمت کے صلہ میں اوس کو اعظم ہمایوں کا خطاب ملا۔ تاریخ شیر شاہی میں لکھا ہے کہ یہ خطاب ملتان فتح کرنے پر ملا۔

جب شجاعت خاں منڈو کی سرحد سے واپس آیا۔ بادشاہ اِس سے ایسا خفا ہوا کہ کل ملک منڈو جو اوسکو پہلے عنایت ہوا تھا وہ اوس سے چھین لیا۔ اور اوس کے عوض میں سیواس (سیواس اور ہنڈیا وغیرہ دیدیا جو سکندر رمیانی کے پاس تھے اور جن کا محصول چار ہزار سواروں کا وظیفہ تھا دریا خاں گجراتی وزیر سلطان محمود یا دشاہ گجرات اپنے بادشاہ کو چھوڑ کر شیر شاہ کی خدمت میں آیا تھا اوس کو اُجین دیدیا۔ اور سارنگ پور عالم خاں کو دیدیا وہ بھی سلطان محمود کے امرا میں سے بھاگ کر اوس کے پاس آیا تھا۔ حاجی خاں اور رجنیدخاں کو اُس ملک کا فوجدار بنایا اور شہر و ہار اونکے حوالہ کیا اور خود راہ رنتھنبور سے مراجعت کی جو اِس سڑک پر تھا کہ جس پر سکندر رمیانی حاکم سیواس بھاگا تھا عثمان نے جس کا نام پہلے ابوالفرج تھا اور رنتھنبور میں ملوخاں کی طرف سے حاکم تھا اوس نے آن کر شیر شاہ کی اطاعت اختیار کی یہ قلعہ اوس نے اپنے بیٹے عادل خاں کے حوالہ کیا اور خود آگرہ میں آیا۔

جب شیر شاہ ملک منڈو سے چلا آیا تو سکندر خاں کا بھائی نصیر خاں چھ ہزار سوار اور دو سو ہاتھی لیکر شجاعت خاں پر چڑھنے چلا۔ شجاعت خاں پاس صرف دو ہزار سوار تھے۔ نصیر خاں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ شجاعت خاں کو زندہ گرفتار کریں تاکہ میں اُس کو سکندر خاں کے عوض قید رکھوں۔ جب تک شیر شاہ سکندر خاں کو نہ چھوڑے۔ میں شجاعت خاں کو نہ چھوڑوں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیر خاں کو نہیں معلوم تھا کہ اُس کا بھائی سکندر خاں بھاگ گیا ہے۔ جیسا اوپر مذکور

شجاعت خاں کو منڈو کا دوبارہ شیر شاہ کا دینا

ہوا بادہ پھر گرفتار ہو گیا ہوگا) جب شجاعت خاں نے سُنا کہ نصیر خاں آتا ہے تو وہ اوس سے لڑنے کے لئے نکلا اور نیل گڑھ میں دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ طرفین سے تھوڑی تھوڑی فوجیں بھاگ گئیں۔ تین آدمیوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم صرف شجاعت خاں ہی پر حملہ کریں گے اُن کے نام یہ تھے میاں عمر۔ سعید شاہزہ۔ سوم کوئی کرن ان میں سے ایک نے شجاعت خاں کے خنجر مارا دوسرے نے اوس کو نیزہ لگایا کہ تھنا زخمی ہوا اور آگے کا دانت گر پڑا تیسرے نے شمشیر لگائی اور اوسکے بال پکڑے کہ زندہ گرفتار کر کے نصیر خاں پاس لیجائے۔ شجاعت خاں نے تیسرے آدمی کے ہاتھ تلوار سے اوڑا دیے اور اپنے تئیں چھڑا لیا۔ جھاڑ خاں کے خاص خیل نے دوسرے سوار کو مار ڈالا اور مبارک خاں شیروانی نے تیسرے سوار کو قتل کیا یوں شجاعت خاں خلاص ہوا اور اُفتادہ علم اوس کا پھر ایستادہ ہوا۔ اور جو فوج بھاگی تھی وہ پھر جمع ہوئی اور اوس نے فتح حاصل کی اور نصیر خاں بھاگ گیا اور اوسکے دو سو ہاتھی شجاعت خاں کو ہاتھ لگے۔ اِس فتح کے بعد وہ ہنڈیا میں آگیا۔ ابھی اِس جنگ سے پیچھا چھوٹا تھا کہ اوس کے پاس یہ خبر آئی کہ ملوخاں چلا آتا ہے اور اوس نے حاجی خاں کو گھیر لیا جس نے قلعہ منڈو میں پناہ لی۔ ہر چند شجاعت خاں کے زخم ہرے تھے مگر وہ حاجی خاں کی مدد کو گیا اور دو سو ہاتھی اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسرے روز افغانوں کا لشکر بڑی جوانمردی سے لڑا اور ملوخاں کو شکست دی وہ گجرات بھاگ گیا جب شیر شاہ نے شجاعت خاں کی اِس مردانگی اور نمایاں کا حال سُنا تو حاجی خاں حاکم منڈو کو اپنے پاس بُلا لیا اور بارہ ہزار کا منصب اوس کو دیا اور شجاعت خاں کو اُجین۔ سارنگپور۔ مانڈو۔ مندسور جاگیر میں دے ملک سیواس شمس خاں۔ بہار خاں اور منیر خاں نیازی کو جو شجاعت خاں کے عزیز تھے دیا۔ اور اِس طرح شجاعت خاں کل ملک منڈو (مالوہ) کا مالک ہو گیا۔

شیر شاہ آگرہ میں دو برس رہا اور کبھی کبھی دہلی بھی گیا۔ پھر وہ بہار و بنگال کی طرف روانہ ہوا۔ اِس ملک میں سخت بخار اور دردیں مبتلا ہوا اِس حالت مرض میں اوسنے بارہا کہا کہ میں نے بڑی غلطی کی جو اِس طرف آیا۔ خدا تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے جلد شفا دے تو میں چند بیری جاؤں اور بھیا پوہان ل سے جمھوں جس نے خاندانی مسلمانوں کو خاص کر سادات بگرام کو غلام بنایا اور اونکی بہو بیٹیوں کو بازار قنوجا کے بازار اور کوٹھوں میں بٹھوایا اور میرے بیٹے قطب خاں کا ساتھ نہ دیا اوسکو ایسی

سزا دوں کہ وہ بھی یاد کرے اور پھر کسی ہندو کا حوصلہ نہ پڑے کہ وہ مسلمانوں پر ایسا ظلم و تعدی کرے
بہ عنایت الٰہی اوسکو شفا ہوئی اور وہ آگرہ میں آیا اور ۹۵۲ھ میں سندھ کو روانہ ہوا تاکہ بھیاپور کو
کو ٹھکانے لگائے اور قلعہ رائے سین کو اپنے قبضہ و تصرف میں لائے اوس نے اپنے فرزند ارجمند
جلال خاں کو حکم دیا کہ وہ لشکر لیکر آگے جائے۔ جب جلال خاں منزل بھیلسہ میں پہنچا تو شیر شاہ ابتدا کر کے
اپنے لشکر سے جا ملا۔ جب قلعہ رائے سین پر پہنچا تو بھیاپور ن مل نے چھ سو ہاتھی نذر میں بھیجے مگر خود نہیں
آیا۔ شیر شاہ نے قلعہ رائے سین کا محاصرہ کیا۔

اس اثنا میں خواص خاں کی عرضداشت آئی کہ مجھ میں اور ہیبت خاں نیازی میں ناانفاقی
ہوئی دونوں میں سے کسی ایک کو حضور اپنے پاس بلالیں تو شیر شاہ نے خواص خاں عیسیٰ خاں نیازی
وحبیب خاں کو بلا لیا۔ اور ہیبت خاں کو پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا اور فتح جنگ خاں کو اس کا مددگار مقرر
کیا اور اوس نے ہیبت خاں کو حکم دیا کہ ملتان جس پر بلوچوں نے قبضہ کیا ہے نکالدے اور اون کو
سزا دے شہر کو آباد کرے۔ فتح خاں جٹ جو کوٹ کمبولہ میں ہے پہلوں کے عہد میں پانی پت تک
لوٹ مار کرتا تھا اور تمام ملک جنگل ویران کر دیا تھا۔ اور اب لاہور سے دہلی تک وہ راہزنی کرتا
ہے اور لکھی جنگل کے ملک کو ویران کیا ہے اور اوس کی ظلم و تعدی کی فریادیں متواتر ہمارے پاس آتی
ہیں اوس کو گرفتار کرے اور اس فرمان کے آتے ہی ست گڈھ کے حاکم چاکر رند کے وکیل سے
ہیبت خاں نے کہا کہ تو چاکر رند کو خبر کر دے کہ میں اوس کے ملک میں آتا ہوں وہ اپنا لشکر تیار رکھے
میں ماٹھیلہ فتح کرنے جاؤنگا صبح کو سویرے ہیبت خاں آپہنچا۔ چاکر رند اوس کے استقبال کو گیا مگر اس
سبب سے سراسیمہ تھا کہ نہ لشکر تیار تھا نہ مہمانی کا سامان اوسکے لائق مہیا تھا ہیبت خاں نے اوسکی
صورت دیکھتے ہی کہا کہ میں تیرے لشکر کی موجودات دیبال پور میں لونگا۔ یہاں ٹھیرنے میں یہ اندیشہ
ہے کہ کہیں فتح خاں بھاگ نہ جائے۔ وہ ست گڈھ سے دو دن میں پاک پٹن میں شیخ فرید کے مزار پر
آیا۔ فتح خاں کو سوا بھاگنے کے کوئی اور چارہ نہ تھا وہ بھاگا ہیبت خاں اوسکے پیچھے گیا فتح خاں
جانتا تھا کہ بال بچے میرے ساتھ ہیں۔ ہیبت خاں کے پنجے سے چھوٹنا مشکل ہے کہ دوراہے پر
کے نزدیک ایک قلعہ خام تھا۔ وہاں چلا گیا۔ ہیبت نے جاکر اوس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ فتح خاں چند
روز لڑتا رہا۔ مگر آخرکار عاجز ہوا تو شیخ ابراہیم کو جو قطب عالم شیخ فرید کا بیٹا یا بھتیجا تھا اپنا شفیع بنا

ہیبت خاں کے پاس بھیجا ہیبت خاں نے اوس سے کہا کہ میں شیر شاہ کا نوکر ہوں جو اوس کا حکم ہوگا
اوس پر عمل کرونگا اور اوس کو قید کر دیا۔ رات کو ہندو بلوچ تین سو آدمیوں کے ساتھ اس قلعہ خام سے
نکلا اور محاصرین سے مردانہ جنگ کر کے باہر نکل گیا۔ جب دن ہوا تو افغانوں نے قلعہ پر قبضہ کیا
جو عورتیں عالی خاندان تھیں اون کو تو بلوچوں ہی نے قتل کر ڈالا تھا۔ باقی عورتوں کو افغانوں نے
لونڈی بنایا۔ اور اونہوں نے ہندو بلوچ اور بخشو لنگاہ کو مقید کیا پھر ہیبت خاں ملتان میں آیا۔
جس کو بلوچوں نے بالکل ویران کر دیا تھا اوس نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا اور اوسکے باشندے
جو ادھر اودھر مارے پڑے پھرتے تھے اون کو جمع کر کے شہر میں آباد کر دیا۔ پھر اوس نے شیر شاہ
کو عرضداشتوں میں ملک کی حقیقت حال لکھی اور فتح خاں۔ ہندو بلوچ بخشو لنگاہ کے مقید کرنے کی
خلاصی تو شیر شاہ نہایت خوش ہوا اور ہیبت خاں کو سنہ عالی اور اعظم ہمایوں کا خطاب
دیا اور سرپردہ سرخ عطا کیا اور اوس نے لکھا کہ ملتان کو دوبارہ آباد کرے اور لنگاہ کی سرحد رواج
کے موافق زمین کا خراج قلعہ کی بٹائی سے لے اور جریب کے موافق نہ لے اور فتح خاں اور ہندو بلوچ
کو قتل کرے اور بخشو لنگاہ اور اوسکے بیٹے کو اپنے پاس ہمیشہ رکھے مگر اوس کا ملک اوسی کے پاس رہنے
دے۔ جب اعظم ہمایوں پاس بادشاہ کا یہ فرمان ملتان میں پہنچا تو اوس نے فتح جنگ خاں کو ملتان میں
چھوڑا اور خود لاہور میں آیا اور فتح خاں و ہندو بلوچ کو قتل کیا فتح جنگ خاں نے ملتان کو آباد کیا
اور رعیت کے حق میں ایسے احسان کئے کہ وہ لنگاہ کے وقت سے بھی زیادہ تر آباد ہو گیا۔ اور ملتان
میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام شیر گڈھ رکھا معاملات پنجاب کو اس طرح شیر شاہ نے فیصل کیا اور
قلعہ رائے سین کے محاصرہ میں مصروف رہا اوس نے حکم دیا کہ افغانوں کی قوم میں سے کوئی شخص
قلعہ کے نزدیک بجائے میں حسن تدبیر سے اس قلعہ کو تسخیر کروں گا۔ ایک روز چند افغانوں کے
خانہ زاد بیٹے تھے اور بھیاپور ن مل کے سپاہیوں کی شجاعت کا ذکر کرتے تھے اون میں سے
اکثر نے کہا کہ زمانہ میں پورن مل کے سپاہیوں کی برابر کوئی بہادر نہیں ہے جو ہر روز قلعہ سے نکلکر
یہ کہتے ہیں کہ شیر شاہ کے لشکر میں کوئی ایسا جوانمرد نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ کرے اور کوئی افغان
اونکے خون کے مارے جانہیں سکتا۔ جب افغانوں نے اپنے خانہ زادوں کی یہ تقریر سنی تو غیرت افغانی
اونکو بھر آئی۔ سب نے اتفاق کر کے کہا کہ اگر شیر شاہ ہمارا گلا کٹوا ڈالے یا اپنے ملک سے خارج کر دے

تو بھی ہم پورن مل سے ایک دن لڑینگے تاکہ اوسکے سپاہیوں کی شجاعت و مردانگی کا امتحان ہو جائے
دوسرے روز قبل از طلوع آفتاب ایک ہزار پانچسو سوار مسلح ہوکر مقام موعود پر آن کر کھڑے ہوئے
اور بھیا پورن مل کو کہلا بھیجا یا کہ آپ کے آدمی ہر روز شیخی مارا کرتے تھے کہ کوئی ہم سے لڑ نہیں سکتا
آج ہم شیر شاہ کے حکم سے پندرہ سو سوار آنکر لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تو بھی اپنی سپاہ کو
مسلح کرکے قلعہ کے اندر سے باہر نکال تاکہ آپس میں لڑائی اور ہر ایک کی مردانگی کی حقیقت ظاہر ہو
بھیا پورن مل کو اپنی سپاہ کی مردانگی و شجاعت پر بہت اعتماد تھا بلکہ یقین تھا کہ افغان اوس کی سپاہ
کی برابر شجاع نہیں ہیں۔ اوس نے اِن سپاہیوں کو کہ بڑے جنگ آزمودہ تھے قلعہ سے باہر بھیجا اور
خود دروازے کے اوپر بیٹھا افغانوں اور راجپوتوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوئی پہر دن چڑھے
تک کوئی غالب مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا اور ایک دوسرے کو اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتا تھا
آخر افغانوں نے زور کیا اور راجپوتوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے وہ بھاگ کر قلعہ کے
دروازہ کے پاس گئے یہاں بھی افغان اون کے ہم عنان ایسے دوڑے آئے کہ راجپوتوں کو اونکے
مقابلہ کی تاب نہیں ہوئی۔ راجپوت قلعہ کے اندر گئے۔ یہ افغان مظفر و منصور اپنے لشکرگاہ میں آئے
اگرچہ افغان اِس فتح سے خوش ہوئے مگر وہ شیر شاہ کے حکم کے خلاف لڑے تھے اوس سے اونکو
بڑی ملامت کی مگر چند روز بعد اون کو انعام و منصب دیے اور خوب جاگیریں دیں۔ اور اوسنے کہا کہ
تم نے تو اپنی مردانگی دکھائی ہے۔ اب میرا کام دیکھو کہ میں اِس قلعہ کو کیونکر لیتا ہوں۔ اوس نے حکم دیا
کہ لشکر میں جتنا نانبا ہوا اوس کی توپیں بناؤ اِس حکم کے موافق سپاہیوں کے گھر کی پیتل و رکابیوں کی
اور بازار کے تانبے کی توپیں ڈھل کر تیار ہوئیں اوس کے حکم سے ایک دفعہ قلعہ پر ان توپوں میں گولے
بھر کر اونکی بارش ماری گئی جس سے قلعہ کی دیواریں شق ہو گئیں اور پورن مل کا دل دہل گیا وہ چھ سے
کے بعد خود شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ جن مسلمان عورتوں اور
بچوں کو تو نے غلام بنا رکھا ہے اون کو دیدے تو میں تجھکو بنارس کی حکومت دیدوں گا اوس نے
جواب دیا کہ نہ میرے پاس کسی مسلمان کے اہل و عیال غلام ہیں نہ میں راجہ ہوں۔ البتہ میں راجہ کا
وکیل ہوں جو حضور نے فرمایا ہے وہ میں راجا سے جاکر کہتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ کیا جواب دیتا
ہے۔ شیر شاہ نے اُس کو جانے کی اجازت دی۔ جب وہ قلعہ میں آیا تو اُس نے اپنے تمام جواہر شیر شاہ

پاس بھیجکر عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے پر دوبارہ جرأت نہیں کر سکتا اگر حضور
دو منزل قلعہ سے آگے چلے جائیں تو میں قلعہ کو حضور کے ملازموں کے سپرد کر دونگا۔ اور میں کسی اور
دیار کو چلا جاؤنگا۔ اب قطب خاں بنیت اور حضور کا بیٹا عادل خاں میرے ساتھ قول و قسم کریں
کہ مجھے کوئی ضرر مالی اور جانی نہوگا تو میں مع اہل و عیال قلعہ سے اُتر آؤں۔ شیر شاہ نے
عادل خاں و قطب خاں کو حکم دیا کہ تم جاکر پورن مل کے ساتھ عہد و پیمان کرو۔ قطب خاں
بیت قلعہ میں گیا اور پورن مل سے عہد و پیمان قسم کے ساتھ۔ بھیا پورن مل مع اہل و عیال قلعہ
راے بین سے نیچے آیا۔ قطب خاں نے شیر شاہ سے عرض کی کہ پورن مل کے واسطے حضور کوئی
منزل مقرر کر دیں کہ وہ وہاں اُترے۔ شیر شاہ نے اپنے لشکرگاہ میں ایک مقام مقرر کر دیا
قطب خاں نے پورن مل کو وہاں اپنے ساتھ لے جاکر اتروا دیا۔

چند روز بعد چندیری کے معزز خاندان کی عورتوں نے شرم کا برقعہ پھاڑ کر سر راہ شیر شاہ
کو پکڑا اور کہنے لگیں کہ شیر شاہ شیر شاہ تو نہیں جانتا کہ اس کافر بد کیش و بد اندیش نے ہمارے ساتھ
کیا سلوک کیا ہے اُس نے ہمارے خاوندوں کا گلا کاٹا۔ ہم کو لونڈی بنایا۔ ہماری کنواری لڑکیوں
کو فروخت کرکے باتر بنا کے گلی گلی کوچہ کوچہ بچوایا۔ تمام مال اسباب چھین لیا۔ ہم رات دن اسی دعا
میں رہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کوئی حاکم دیندار پیدا کرے کہ اس ظلم و تعدی کی جو ہم پر ہوا ہے
اُس کی مکافات کرے۔ ہماری دعا قبول ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے تجھ جیسے دیندار کو بادشاہ بنایا
اگر تو آج ہمارا انصاف نہیں کریگا کل خدا کو کیا منہ دکھائیگا۔ قیامت کا دن ہوگا ہمارا ہاتھ اور
تیرا دامن ہوگا۔ شیر شاہ ان مصیبتوں اور آفتوں کو سنکر رونے لگا اور کہنے لگا کہ میں دیندار
ہوں اس لیے لاچار ہوں دشمنوں سے پہلے عہد و پیمان کر چکا ہوں اُس کو تو رد نہیں سکتا۔ اسپر
عورتوں نے کہا کہ تو اپنے مذہب کے علماء سے پوچھ کہ ایسے عہد و پیمان کا قائم رکھنا درست ہے یا اُس کا
توڑنا شرعاً واجب ہے۔ لشکر میں سید رفیع الدین اور اور علماء جو موجود تھے بلائے گئے اور اُن سے
فتویٰ لیا گیا۔ مولویوں نے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دیا۔ چپ چپاتے شیر شاہ نے لشکر مرتب کیا
اور پورن مل کے خیمے پر بے خبر جا پڑا۔ اگرچہ وہ عہد و پیمان کے بھروسہ پر بے خبر تھا مگر جب اُسکو
معلوم ہوا کہ میرے خیمہ کو لشکر گھیر رہا ہے تو وہ اپنی پیاری بیوی رتناولی کے خیمے میں گیا اُس نے

سنسکرٹ میں اشلوک خوش آوازی سے گائے اُس نے اُس کا سر کاٹا اُس کے بال پکڑ کر
ہاتھ میں لٹکایا اور اور رجپوتوں کو دکھایا کہ تم بھی یہی کرو۔ ہندو اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل
کر رہے تھے اور مسلمان ہندوؤں کو مار رہے تھے۔ پورنمل اور اُسکے ہمراہیوں نے ایسی بہادری دکھائی
جیسے کہ سورما دکھاتے ہیں مگر طرفۃ العین میں سب مارے گئے۔ جو عورتیں بچ قتل سے بچے گرفتار ہوئے۔
یہ زندہ گرفتار ایک پورنمل کی بیٹی اور اُس کے بڑے بھائی کے تین بیٹے تھے۔ لڑکی بازی گروں کے
حوالہ کی گئی کہ بازاروں میں اس سے بازی کرائیں۔ اور لڑکے خوجے بنائے گئے کہ آیندہ اُنکی نسل
نہ بڑھے۔ شیر شاہ نے منشی شہباز خاں ایچ خیل سروانی کو قلعہ عنایت کیا اور خود آگرہ میں آنکر برسات
کاٹی احمد یادگار لکھتا ہے کہ پہلے اس سے کہ شیر شاہ آگرہ میں آئے برنادہ کے شیخ زادوں نے اس سے
شکایت کی کہ باسدیو رجپوت اُن کی لڑکیوں اور بیویوں کو لے گیا ہے داؤد میانی اُس کی تنبیہ
کے لیے روانہ ہوا۔ اُس نے ان سب قیدیوں کو چھڑا لیا اور بہت غنیمت و شمنوں کو ہزیمت دیکر
حاصل کی۔ راج کنور رجپوت کو بھی اسی طرح کی ہزیمت دی۔ آگرہ میں شیر شاہ نے شکار کھیلنے
میں برسات بسر کی۔ ایک دن امرا نامدار اور ارکان دولت سے پوچھا کہ اب ملک ہند سے تو
خاطر جمع ہوئی وہ سارا ہمارے قبضہ میں ہے۔ اس دیار میں کوئی خار دل آزار نہیں۔ حکمائے کہا ہے
کہ بادشاہان کامگار و دی اقتدار کو چاہیے کہ وہ اپنی علوہمت کی نظر میں سات اقلیموں کو محقر و مختصر
اور وہ اپنے ہمائے ہمت کو بلند پرواز رکھیں اور بھائم کی طرح قناعت کر کے سرافگندہ
نہ ہوں اور اقامت بغیر مصلحت ملک نہ کریں اور کسالت نہ اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ نے
جو غیرت کو پیدا کیا ہے محنت و مشقت کو اُس کا رفیق بنایا ہے اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ وہ
محنت ریاضت سے نہ ڈرے۔ رعیت کی راحت کے لیے اپنی آسایش کو دور رکھے۔ ایک اقلیم ہاتھ آجائے
تو دوسری اقلیم کی تسخیر کی ہمت کرے۔ امرا و ارکان دولت نے عرض کیا کہ شاہ عالم کا فرمانا عین
صواب ہے کہ ملک گیری کی دولت بے تحمل شدائد سفر و جرات و شجاعت کے میسر نہیں ہوتی مناسب
و دولت ہے کہ ملک دکن کو فتح کیجیے وہاں کے نمک حرام غلاموں نے اپنے آقاؤں سے ملک لیا ہے
اور شیعوں کا مذہب اختیار کیا ہے اصحاب پر تبرا کرتے ہیں اور بہت سی بدعتیں پھیلا رکھی ہیں
صاحب دولت و اقبال پر واجب ہے کہ وہ ان بدعتوں کو دکن سے خارج کرے۔ شیر خاں نے کہا کہ

سلطان ابراہیم کے عہد سے ہندوستان میں ہندو زمینداروں کا بڑا زور ہو گیا ہے مسجدوں کو ڈھا کر
اُنھوں نے مندر بنائے ہیں۔ ملک کفار سے بھرا ہوا ہے دہلی و مالوہ کے ملک میں ان کا اقتدار ہے
اول اس زمین کو کفار سے پاک کرنا چاہیے پھر کسی اور ملک پر توجہ کرنی چاہیے۔ بادشاہ کو چاہیے
کہ جو ملک ہاتھ آئے اول اُس کو خوب ضبط کرے کہ کوئی خار دامنگیر اس میں نہ چھوڑے یہ عقلمند
کا کام نہیں ہے کہ اپنے ملک کو تو دشمن سے خالی نہ کرے اور دوسرے ملک پر توجہ کرے ؎

چو داریم در کشور خود عدو ۔۔۔ بدیگر دیار از چہ داریم رو

بعض یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مال دیو راجہ مارواڑ سے کار زار کیجیے۔ وہ بڑا راجہ ہے۔ اُس نے اپنے
رب کو قتل کر کے ملک ناگور اور اجمیر کو تعدی اور ظلم سے لے لیا ہے۔ امرا نے عرض کیا کہ یہ امر
مناسب معقول ہے جب یہ رائے قرار پا گئی تو سنہ ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء میں شیر شاہ نے حکم دیا کہ اُسکا لشکر ناگور پر
چڑھائی کی طرف کوچ کرے۔ کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اُس کا لشکر اسی ہزار تھا کوئی اُسکو بے شمار بتاتا ہے۔ جب
یہ لشکر آگرہ سے سفر کر کے فتحپور سیکری میں پہنچا تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ سارا لشکر سوار ہو کر ایسا مرتب
کیا جائے جیسے جنگ کے واسطے چلتا ہے۔ ہر منزل میں قلعہ و خندق بنائی جائے اثنار راہ میں ایک
منزل ریگستان میں ہوئی وہاں ہر چند بسی کی ریت سے قلعہ نہ بن سکا تو بادشاہ کے پوتے محمد خاں پسر
عادل خاں نے یہ تجویز ایجاد کی کہ تھیلوں میں ریت بھر کر قلعہ بنایا جائے شیر خاں نے اس حسن تدبیر پر پوتے کو
شاباش دی۔ جب وہ غنیم کے نزدیک آیا تو چیکت چلا کہ ہندی خطوں میں خطوط مال دیو کے امرا کی طرف سے
اس مضمون کے لکھے گئے کہ ہم اس راجہ کے قہر و ستم کے خوف سے سرتابی کر کے برسوں کا فیض کھائینگے اور جنگ
کے وقت اُس کو گرفتار کر کے تیرے پاس لائینگے۔ حضرت بادشاہ کو فکر و اندیشہ نہ کرے۔ ان خطوط کو
ایک خریطہ میں بند کر کے ایک اپنے آدمی کو دیا کہ مال دیو کے خیمہ کے نزدیک جا کھڑا ہو اور جب وہ سوار
کو اس خریطہ کو اسکی راہ میں ڈالکر چھپ جائے۔ اس آدمی نے ہدایت کے موافق کام کیا جب کیل مالدیو نے
اس خریطہ پڑا ہوا دیکھا تو اسے اُٹھایا اور ان خطوں کو مالدیو پاس لے گیا۔ اس راجہ کو یہ ملک وراثت
میں نہ ملا تھا بلکہ اور راجاؤں کو تہ و بالا و مغلوب کر کے اپنا راج بنایا تھا وہ پہلے ہی سے زمینداروں
اور امرا سے اندیشہ مند تھا۔ ان خطوں نے اس اندیشہ کو بڑھایا اور وہ ایسی جانے کا ارادہ کیا ہر
چند اُمرا نے سمجھایا کہ آپ کیا کرتے ہیں مگر اُس نے کچھ نہ سنا۔ جب ان راجپوتوں کو ان خطوں

کے مضامین پر علم ہوا تو اُن کو اس بیوفائی کی تہمت بیجا کا بڑا قلق ہوا۔ اُنھوں نے راجہ سے کہا کہ اب ہم اس تہمت کے مٹانے کے واسطے اپنی ہمت دکھاتے ہیں۔ حیف ہے کہ ہم رجپوتوں پر بیوفائی کا نام آئے۔ غرض یہ کہ چند سرداروں میں جن میں جگ چندر اور گوہا بڑے سورما تھے دس بارہ ہزار سوار لیکر شیر شاہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور وہ ہنگامہ کارزار گرم کیا کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ شیر شاہ بیٹھا ہوا قرآن یا مستطاب عشر پڑھ رہا تھا ایک سپاہی اُس کو بڑا بھلا کہتا ہوا آیا کہ تو یہاں پڑھ رہا ہے وہاں لشکر کو شکست ہوتی ہے مگر اُس نے سپاہی کو کچھ جواب نہ دیا۔ اشارہ سے گھوڑا منگایا اور جب گھوڑا آیا تو وہ سوار ہوا کہ فتح کی خبر آئی کہ خواص خاں نے جگ چندر اور گوہا کو مع اُن کی سپاہ کے مار ڈالا۔ جب شیر شاہ کو ان راجپوت سرداروں کی جوانمردی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے لطیفہ کہا کہ ایک باجرہ پر سلطنت دہلی ہاتھ سے چلی تھی۔ اس لطیفہ میں لطف یہ تھا کہ مارواڑ کا ملک ریگستانی ہے اس میں سوا باجرہ کے اور پیداوار اچھا نہیں ہوتا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی اور بعض اور امراء کو ملک ناگور میں متعین کیا اور خود مراجعت کی۔ خواص خاں نے قلعہ جودھپور کے قریب ایک شہر آباد کیا اور اپنے نام پر خواص پورہ اُس کا نام رکھا اور کل ملک ناگور، اجمیر، قلعہ جودھپور اور مارواڑ کے اضلاع کو اپنے قبضہ و تصرف میں لایا۔ مالدیو کو جب ان خطوں کا اصل حال معلوم ہوا کہ وہ بھلے تھے تو اُس کے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور گجرات کی سرحد پر قلعہ سوانہ میں وہ بھاگ گیا۔

شیر شاہ کے امراء نے عرض کیا کہ برسات کا موسم سر پر آگیا کہیں توقف کرنا چاہیے اس سے شیر خاں نے کہا کہ میں برسات وہاں بسر کرونگا جہاں اپنا کام بھی کر سکوں اُس نے چتوڑ کے قلعہ کی طرف کوچ کیا جب قلعہ کے پاس وہ بارہ کوس پر پہنچا تو راجہ چتوڑ نے قلعہ کی کنجیاں بھجوا دیں جب شیر شاہ چتوڑ میں آیا اُس نے یہاں خواص خاں کے چھوٹے بھائی میاں احمد سردانی و حسین خاں غازی کو قلعہ چتوڑ میں متعین کیا اور خود کچھ واڑ کی طرف چلا۔ شیر شاہ کے بڑے بیٹے عادل خاں نے رنتھنبور جانے کی رخصت باپ سے مانگی۔ باپ نے رخصت دی اور کہا کہ میں تیری خاطر سے تجھے رخصت دیتا ہوں وہاں زیادہ دنوں نہ ٹھیرنا چلے آنا۔ جب شیر شاہ کھواڑہ میں آیا تو شجاعت خاں ہنڈیا کی طرف گیا۔ بعض شجاعت خاں

کے دشمنوں نے بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچائی کہ شجاعت خاں جتنے لشکر کی تنخواہ پاتا ہے اتنا لشکر اپنے پاس وہ نہیں رکھتا ہے اس لیے وہ بادشاہ کی خدمت میں نہ آیا۔ اور ہنڈیہ میں چلا گیا مگر شجاعت خاں کا حساب پاک تھا محاسبہ سے کیا باک تھا۔ غمازوں کا منہ کالا ہوا وہ سرخرو رہا۔ شجاعت خاں کو شیر شاہ نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ جس وقت کالنجر کی فتح کی خبر مجھے ہو تو فوراً اکبن پر سپاہ تیار کر کے چڑھائی کرنا۔

بادشاہ نے کھواڑہ سے کالنجر کی فتح کی طرف کوچ کیا۔ جب منزل شیہندی میں وہ پہنچا تو اُس کو خبر ہوئی کہ عالم خاں نے دوآبہ میں میرٹھ کے ضلع میں ایک شور برپا کر رکھا ہے اُس کے علاج کے واسطے وہ شیہندی سے دو منزل پیچھے تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ خواص خاں کے غلام بھوپت نے سرسنہ کی سرحد پر عالم خاں کو عالم جاودانی میں پہونچا دیا اور سارا فساد مٹا دیا۔

کالنجر کے راجہ سے لڑنے کا سبب یہ تھا کہ بیر سنگھ دیو بندیلہ کو شیر شاہ نے دربار میں بلایا تھا وہ دربار میں نہ آیا اور کالنجر کے راجہ کرت سنگھ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے راجہ کو لکھا کہ اس باغی کو ہمارے پاس بھیجدو۔ راجہ نے اُسکے بھیجنے سے انکار کیا جب شیر شاہ کالنجر کے قریب آیا تو وہاں کا راجہ اُس کے استقبال کو نہ آیا اس لیے شیر شاہ نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے اُس کے گرد اونچے اونچے مورچے بنائے کہ قلعہ کے اندر آدمی گھروں میں پھرتے نظر آتے تھے جن کو افغان پتھروں سے مارتے تھے۔ قلعہ کی تسخیر میں تاخیر اس سبب سے کیجاتی تھی کہ اس راجہ کے ہاں ایک پارس تھی جس کا کمال بیمثال تھا اور گمان میں اس کو کمال تھا۔ اس کا بادشاہ کو اس قدر خیال تھا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر میں قلعہ کو حملہ کر کے لونگا تو راجہ جوہر (جوہر) کر کے اُس کو جلا دیگا۔ روز جمعہ تاریخ آٹھویں ربیع الاول ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء کو دس گیارہ بجے تھے کہ بادشاہ نے کھانا منگایا۔ اُس کی عادت تھی کہ وہ علماء اور مشائخ کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا۔ اسوقت میں شیخ خلیل شیخ نظام اولیا طعام میں موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ جہاد کی برابر کوئی عبادت نہیں اگر ہمارے شہید ہوئے اور فتح پائی تو غازی ہوئے جب شیر خاں کھانے سے فارغ ہوا تو دریا خانی خواص کو حکم فرمایا کہ حصار پر آتش کو لائیں اور خود ایک مورچے کے اوپر گیا اور وہاں بہت

سے تیر چلائے اور بارہا کہا کہ دریا خاں نے بہت دیر لگائی کہ اتنے میں لوگوں نے عرض کیا کہ دریا خاں آتشیں حقے لے آیا تو شیر خاں مورچے سے نیچے اُتر آیا اور جہاں حقے دھرے تھے وہاں آنکر کھڑا ہوا۔ لوگوں نے حقے مارنے شروع کیے قلعہ کی دیوار پر ایک حقہ لگ کر اور اُس کے حصہ کو توڑ کر اُڑا وہاں سے آیا کہ اور حقوں میں جو برابر رکھے ہوئے تھے آنکر پڑا اور سب میں آگ لگ گئی اور وہ اُڑنے شروع ہوئے۔ بہت سے آدمی زخمی ہو کر بھاگے اور شیر شاہ بھی نیم سوختہ باہر آیا۔ ایک بانو خرد سال جو حقوں کے پاس کھڑی تھی وہ جلکر مر گئی۔ شیر شاہ محل میں جلکر آیا۔ آفریں ہو اس بادشاہ کے دل گردہ پر کہ گو اس صدمہ سے لبوں پر دم تھا مگر اہتمام جنگ میں وہی عزم تھا۔ اس مردہ حالت میں بھی اُس نے امراء کو بلا کر کہا کہ قلعہ فتح کرو۔ اُس کے حکم سے ظہر کے وقت چاروں طرف سے قلعہ پر حملہ ہوا اور مغرب کے وقت اس کی فتح کا مژدہ شیر شاہ کے کان تک پہونچا تو اُس کے چہرہ پر بشاشت کے آثار نمودار ہوئے۔ راجہ کیرت سنگھ شہر کے آدمیوں کے ساتھ ایک مکان میں گھرا رہا اور قلعہ کی رات بھر نگہبانی کرتا رہا کہ کہیں وہ زندہ نہ نکل جائے۔ شیر شاہ نے اپنے بیٹوں سے کہا کچھ خبر نہیں ہے کہ میرے امیروں میں سے کوئی اس مکان کی حفاظت کرے اس لیے یہ راجہ مگر سے نکل کر زندہ بھاگ گیا۔ مگر دوسرے روز صبح کو راجہ کو زندہ پکڑ لیا۔

دسویں ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۵ء کو شیر شاہ نے اس سرائے غرور سے جا کر دار سرور میں آرام کیا اور نشین خاک سے عالم افلاک میں خرام کیا۔ از آتش مردہ۔ اُس کی وفات کی تاریخ ہوئی۔ پندرہ سال امارت کی۔ پانچ سال سلطنت۔ سہسرام میں دفن ہوا۔ ایک تالاب کے اندر اس کا مقبرہ بنا جو اب تک عمدہ عمارت میں شمار ہوتا ہے۔

باوجودیکہ لڑائیوں میں بہت سا وقت شیر شاہ کا صرف ہوا مگر اس حال میں بھی وہ انتظام ملکی میں اور عمدہ رفاہ عام کے کاموں میں سرگرم رہا۔ ابو الفضل نے ناحق اُس کے ذمے یہ الزام لگایا ہے کہ سلطان علاء الدین کے قوانین جو تاریخ فیروز شاہی میں بالتفصیل مندرج ہیں اُن کو اُڑا دیے اور چرا لے اور اُن کو اپنا ایجاد بنا بنا کے خلق کو دکھلایا۔ بلکہ اُس کے بالعکس ابو الفضل نے بہت سے قوانین شیر شاہ کا لباس بدل کر آئین اکبری بنایا ۴

شیر شاہ کے ملکی انتظامات اور رفاہ عامہ کے کاموں کا بیان اور اس کی عمارات

جب دلاور است زدے کہ بکف چراغ دارد ۔ سچ یہ ہے کہ شیر شاہ کو خداداد استعداد قوانین کے ایجاد کی تھی وہ بہت سے قوانین کا خود موجد تھا۔ مسلمان بادشاہوں میں کوئی انتظام ملکی کی لیاقت اُس کی برابر نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے پانچ سال سلطنت کی اور برٹش گورنمنٹ انڈیا میں گورنر جنرلوں اور وائسرایوں کا بھی عہد حکومت پانچ سال ہوتا ہے تمام برٹش انڈیا کی تاریخ کے صفحوں کو پڑھ ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گورنر جنرل بھی ایسا ہندوستان میں نہیں آیا جس نے اپنے عہد حکومت میں شیر شاہ کے ایام سلطنت کی برابر انتظام ملکی میں اتنے قوانین ایجاد کیے ہوں اور اتنے ملک فتح کیے ہوں اور اتنے کام رفاہ عام کے کیے ہوں۔ خاندان تیموریہ کے خوشامدی مورخ شیر شاہ کو غاصب سلطنت بتلاتے ہیں مگر اُس کو غاصب سلطنت سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ مستحق سلطنت تھا۔ وہ خاص ہندوستان میں پیدا ہوا۔ وہ افغان تھا افغانوں کی سلطنت ہندوستان میں جمی آتی تھی۔ صرف چودہ برس سے اس خاندان کی سلطنت تھی جو افغانوں سے بیگانہ تھا۔ اُس نے اُس کو خارج کر دیا تھا۔ اس لیے ہندوؤں کی نسبت وہ سلطنت کا استحقاق زیادہ رکھتا تھا۔ اب ہم شیر شاہ کی سلطنت کے خاتمہ میں اُس کی بعض باتیں وہ لکھتے ہیں جو وہ اپنے بیٹوں اور امیروں اور ارکان دولت کو نصیحت کرتا تھا اور عزیزوں سے جن پر وہ عمل کرتا تھا۔ اور خود اُن میں شب و روز مصروف رہتا تھا۔

جب زمانہ نے زمام اختیار شیر شاہ کے ہاتھ میں دی اور مملکت ہند اُس کے کف اقتدار میں آئی تو اُس نے ظلم کے رفع کرنے کے لیے اور فسق و فجور کے دفع کرنے کے واسطے اور معموری گشت اور امن راہ اور آسودگی سوداگر اور سپاہ کے لیے بعض قانون اپنی رائے سے ایجاد کیے اور بعض کتب حکما سے استخراج کر کے وضع کیے اور اُن پر عمل و تجربہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ صفات مذکور کی رفاہیت کا سبب ہوئے شیر شاہ اکثر فرماتا تھا کہ بادشاہ کو لازم ہے کہ وہ خدا کی عبادت کیا کرے تاکہ اُس کی رعیت کو بھی عبادت کی طرف میل ہو۔ رعیت سے جو طاعت ہوتی ہے اُس میں بادشاہوں کی شرکت ہوتی ہے۔ فسق و فجور مانع فلاح خلق ہوتا ہے۔ بادشاہوں پر اس طریقہ کا شکر واجب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کے حکم کا تابع بناتا ہے اُن کو خود نہیں چاہیے کہ وہ برخلاف امر و نہی الٰہی کے کام کریں جو بادشاہ خدا کی خدمت میں کمر نہیں باندھتا خلق

اُس کی خدمت کے لیے کمر نہیں باندھتی۔

امورِ ملکی میں خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے یعنی کلیات و جزئیات میں اور انتظام مہمات سلطنت میں وہ بذات خود مصروف رہتا۔ دنیا کے کاموں کو بھی وہ عبادت کی طرح کرتا تھا۔ ہر کام کے واسطے روز و شب کو منقسم کر رکھا تھا۔ اُس نے آدمی مقرر کر رکھے تھے کہ جب رات کا آٹھواں حصہ باقی رہے تو اُس کو جگا دیں وہ اُٹھکر اس وقت ہر رات کو نماز پھر تہجد کی نماز اور وظیفہ چار طاس نجومی تک یعنی چار گھڑی تک پڑھتا۔ پھر کارخانوں کا حساب دیکھتا اور ارکان دولت کارخانوں کے آئندہ کاموں کی اطلاع دیتے۔ وہ حکم لکھا تاکہ ہر کارخانے کے منتظم کو یہ کام کرنا چاہیے۔ منتظم ان احکام کو دستور العمل بناتے۔ آئندہ اُن کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی اتنے میں صبح صادق ہو جاتی بادشاہ پھر وضو کرتا اور جماعت کثیر کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتا اور پھر مستعاب عشر اور دعائیں پڑھتا اور پھر امرا، سپاہ سلام کے لیے حاضر ہوتے نقیب نام بنام عرض کرتا کہ فلاں ابن فلاں سلام کرتا ہے۔ جب آفتاب نکلنے کے بعد ایک طاس نجومی یعنی گھڑی گزرتی تو نماز اشراق پڑھتا اور پھر امرا، اور سپاہیوں سے پوچھتا کہ کوئی ان میں سے بغیر جاگیر کے تو نہیں ہے اگر کوئی ہو تو میں مہم ہے پہلے اُس کو جاگیر دوں اگر کوئی مہم کے وقت جاگیر کے لیے عرض کریگا تو سزا پائیگا۔ پھر وہ پوچھتا کہ کوئی مظلوم و ستم دیدہ حاضر ہے کہ میں اس کا انصاف کروں۔ شیر شاہ زیور عدل سے آراستہ تھا، وہ اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ عدل تمام فضائل میں ایسا محمود ہے کہ وہ سلاطین اسلام اور غیر اسلام کو یکساں کوئی طاعت عدل کی برابر نہیں۔ کفر و اسلام دونوں عدل کے مستحق ہیں اگر بادشاہوں کی عدالت کا سایہ خلق کے سروں پر سے اُٹھ جائے تو آبادانی خلائق کی جمعیت کا سررشتہ ٹوٹ جائے۔ اور ضعیف کو قوی پیس ڈالیں وہ مہمات امور ملکی میں اپنے نفس نفیس سے توجہ کرتا اور روز و شب کو کاموں کے لیے قسمت کرتا۔ کسالت و کلالت اپنے پاس نہ آنے دیتا۔ وہ یہ کہتا کہ صاحب دولت کو اکثر بیدار رہنا چاہیے اور بسبب علو مرتبت کے مہمات ملکی کو چھوٹا اور حقیر سمجھ کر ارکان دولت کو نہ حوالہ کرنا چاہیے اور ناواجب اعتماد ارکان دولت پر نہ چاہیے اُن کے احوال سے خبردار ہونا چاہیے اور غفلت کو اپنا شعار نہیں بنانا چاہیے میں ہمیشہ لوگ زمانہ سے خبردار رہا ہوں اور اُن کے قول و فعل

کا تجربہ کرتا رہا ہوں۔ میں نے اون کو کامل معیار کبھی نہیں پایا۔ وہ اپنے طور شان کی نظر میں مہمات سلطنت میں حقیر جانکر ارکان دولت کو حوالہ کرتے ہیں اور خود عیش آرام میں مشغول ہوتے ہیں ارکان دولت طمع دنیوی کے سبب سے مہمات کو رشوت ستانی پر موقوف رکھتے ہیں۔ بادشاہ کی دوتواہی سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ لوگ زمانہ کی ارکان دولت کی رشوت ستانی نے مجھے بادشاہ بنایا ہے۔ بادشاہ کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ وکیل اور وزیر رشوت گیر رکھے۔ رشوت ستاں رشوت دہندہ کا دست نگر ہوتا ہے اور اسی دست نگری سے وزیر صاحب غرض ہو جاتا ہے اور صاحب غرض سے دولت خواہی اور راستی مفقود ہو جاتی ہے اور وہ خود غرضی سے انصاف پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ دکھاتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں جب سے کہ شیر شاہ کی سلطنت کا زوال قرار پایا وہ مظلوم اور داد خواہ کے حال سے کما حقہ مطلع ہوتا۔ اوس کو عدالت کا ایسا شوق تھا کہ جب کوئی مظلوم ستم رسیدہ آتا اوسکے مرچھوڑ کر اوس کی طرف متوجہ ہوتا اور ظالم کو وہ سزا دیے بغیر نہیں چھوڑتا خواہ اوسکے قریب کے رشتہ داروں بیٹوں۔ عزیزوں۔ نامدار امیروں اوسکی ہم نوالوں میں سے کیوں نہوں۔ وہ اوسکی سیاست میں ذرا توقف نہ کرتا تھا وہ فرمایا کرتا تھا کہ حکام رسلاطین کا دشمن کوئی ظالم کی برابر وہ وجہ سے نہیں ہے اول یہ کہ ظلم و جور تغیر دولت و تبدل حکومت کا سبب ہوتا ہے دنیا میں بادشاہ کی بدنامی ہوتی ہے اور عقبیٰ میں ندامت ہوگی۔ دوم ملک ویران اور رعیت خراب ہوتی ہے بادشاہوں کو محصول کم حاصل ہوتا ہے بادشاہ سائر الناس سے ایک جماعت کو سرافراز اور ممتاز اسلئے کرتا ہے کہ اوس کے دو تواہوں اور اوسکے احکام کو انجام دیں جب وہی ایسے کام کو کرنے لگے کہ جس سے سطوت بادشاہی و عزت فرمانروائی باقی نہیں رہتی اور وہ اپنے ولی نعمت کے حقوق کو فراموش کریں اور ایسے افعال زشت پر اقدام کریں کہ ولی نعمت کا زوال دولت ہو تو ان کی تادیب و تعذیب واجب ہو کہ اوروں کو عبرت ہو اور وہ ظلم و تعدی سے دست کوتاہ کریں اور فتنے و فساد کو روکیں بعض قانون کہ شیر شاہ نے وضع کیے تھے اور پہلے سے نہ تھے وہ گھوڑوں کے داغ کا قانون تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے قانون داغ اس سبب سے وضع کیا ہے کہ امرا، اور سپاہی کے حقوق کے درمیان فرق معلوم ہو اور سپاہی کے حق میں اسپ دست اندازی نہ کر سکیں اور اپنے منصب کے موافق سپاہی رہیں

اور راون میں کمی و بیشی نہ کر سکیں سلطان ابراہیم کے وقت میں اور اوس کے بعد میں سے دیکھ
کر کمینے اور جھوٹے مکار امرا نے یہ اپنا شعار بنایا تھا کہ جس وقت اون کا ماہیانہ مقرر ہوتا تھا تو وہ لشکر
بہت دکھاتے تھے اور جب اون کو جاگیر بٹاتی تھی تو اکثر سپاہیوں کو بغیر اونکے حق ادا کرائے کے وہ
جدا کر دیتے تھے اور ضرورت کے موافق تھوڑے سپاہی سے رکھ لیتے سے اور اون کا حق بھی پورا نہ
دیتے تھے اور اپنے صاحب کی مہم کے ابتر ہونے کا اور اپنے حرام خور ہونے کا خیال کچھ نہیں کرتے
تھے۔ اگر اون کا صاحب اون کے لشکر کا ملاحظہ اور شمار کرتا تو وہ ادھر اُدھر سے بیگانہ آدمیوں کو
جمع کر کے دکھا دیتے تھے اور زر اپنے خزانہ میں جمع کرتے تھے اور کارزار کے وقت بہ سبب
سپاہیوں کی کمی کے وہ شکست پاتے تھے اور فرار ہوتے تھے مگر روپیہ اپنے پاس رکھتے تھے
جب اُن کے صاحب کی مہم ضائع اور ابتر ہو جاتی تھی تو وہ اپنے روپے سے سامان درست
کر کے دوسرے صاحب کے چاکر ہو جاتے تھے۔ اس طرح اُن کے صاحب کی زوال دولت
سے اون کو آسیب و ضرر نہیں پہنچتا تھا۔ جب میرا اقبال دولت چمکا تو میں امرا اور سپاہی کے مکر و
فریب سے خوب خبردار تھا۔ بہت فکر و تامل کے بعد قانون داغ وضع کیا جس سے امرا اور
سپاہ کی مکر و فریب کی راہ بند ہو گئی اور پھر امرا کا مقدور نہ تھا کہ وہ اپنے منصب کے سپاہیوں
غیر سپاہیوں کو داخل کر سکیں اس داغنے نے اس دغا کو بند کر دیا۔ شیر شاہ کا قاعدہ یہ تھا کہ بے
داغ کے وہ کسی کو تنخواہ نہ دیتا تھا یہانتک کہ خاکروب و محل کی عورات کو داغ کے بغیر تنخواہ ملتی
تھی۔ سپاہی اور گھوڑے کا چہرہ لکھا جاتا تھا اور اوس کا ماہیانہ تنخواہ وہ خود اپنی زبان سے مقرر کرتا
اور اپنے سامنے گھوڑے پر داغ لگواتا۔

نماز اشراق کے بعد وہ بہت سے کام کرتا۔ پرانے سپاہیوں کے لشکر کی موجودات لیتا
اور نئے سپاہیوں سے باتیں کرتا اور افغانوں سے افغانوں کی زبان میں باتیں پوچھتا جو کوئی
افغانی زبان فصاحت سے بولتا تو اوس کو کہتا کہ کمان کھینچ اور وہ کمان بھی اچھی کھینچتا تو اوہ
سپاہیوں کی نسبت اوس کو تنخواہ زیادہ دیتا وہ کہا کرتا تھا کہ میں افغانی زبان کو بڑا عزیز کہتا ہوں
پھر اطراف مملکت سے جو خوانے آتے تھے وہ اُسی مکان میں پیش ہوتے پھر امرا یا اوس کے وکیل
وزیندار اور غیر سلطنتوں کے سفیر جو اوسکے لشکر میں آتے وہ بار یاب ملازمت اسی مکان میں ہوتے

اور جو میں وہ عرایض امرا و عمال کی جو آتیں اون کو بیٹھکر سنتا اور اُن کا جواب اپنی فراست
سے منشیوں سے لکھواتا جب ایک پہر اور دو گھڑی دن چڑھتا تو وہ اُٹھتا اور علما و مشایخ کے ساتھ
کھانا کھاتا اور پہر دو پہر تک امور مذکور میں مشغول رہتا پھر قیلولہ کرتا اور قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز
جماعت کثیر کے ساتھ پڑھتا اور اوس کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتا۔ اوس کے بعد پھر امور
مذکورہ میں مصروف ہوتا۔ سفر و حضر میں اس دستور میں فتور نہ پڑتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بڑے آدمی کے
معنی یہ ہیں کہ ہر وقت کام میں مصروف رہے۔ رعیت سے تحصیل زر کے لئے اور مملکت کی آبادی
کے لئے یہ قانون مقرر تھے۔ ہر پرگنہ میں ایک ایک امیر اور ایک خزانہ دار شقدار، ایک فوطہ دار
(خسہ نچی) ایک کارکن ہندی نویس اور دوسرا کارکن فارسی نویس مقرر ہوتا تھا۔ واقعات
شیر شاہی میں لکھا ہے کہ اوس نے ملک کو پرگنوں میں تقسیم کیا تھا اوس کے ملک میں ایک لاکھ
سولہ ہزار پرگنے تھے۔ ہر سال میں زمین کی پیمایش کرنے کا حکم تھا اس پیمایش کے مطابق اور
جنس پیداوار کے موافق رعیت سے خراج لیا جاتا تھا۔ پیداوار کا ایک حصہ کاشتکار کو دیا جاتا۔ اور
آدھا مقدم کو اور اناج کی جنس پر جمع مقرر ہوتی تاکہ مقدم اور چودھری اور عمال کاشتکاروں پر ظلم و
تعدی نہ کر سکیں آسودگی پر آبادی ملک کا سارا مدار ہے پہلے دستور نہ تھا کہ سال بسال
زمین کی پیمایش ہوتی ہر پرگنہ میں ایک قانون گو ہوتا تھا وہی پرگنہ کا اگلا پچھلا حال بتلایا کرتا
غرض ہر سرکار میں اوس نے ایک شقدار یعنی صد شقدار اور منصفوں کا منصف
یعنی صد منصف مقرر کیا تاکہ وہ اعمال اور رعیت کے احوال سے خبردار رہے کہ عمال رعیت
پر ستم نہ کر سکیں اور اموال بادشاہی میں خیانت نہ کریں اگر پرگنوں کی حدود کی بابت کوئی جھگڑا
یا شاہی عمال کے درمیان کھڑا ہو تو وہ اوس کا فیصلہ کر دے تاکہ بادشاہی معاملات میں
کوئی خلل نہ پڑے۔ اگر رعیت مرد اور سرکشی کر کے تحصیل زر میں خلل پیدا کرتی تو وہ سزا سے
یا تنبیہ سے ایسا اون کا قلع قمع کرتا کہ اون کے فساد کا اثر اوروں پر سرایت نہ کرتا۔

سال دو سال بعد وہ عمال کو بدل دیتا اور اون کی جگہ نئے عمال بھیجتا وہ فرمایا کرتا تھا
کہ میں نے بہت امتحان کیا ہے اور تجربہ سے خوب تحقیق کیا ہے کہ جو ضلع کے عامل و حاکم
ہوتے ہیں اُن کے عملوں میں روپیہ کی جو منفعت کیتھ اور آمدنی ہے وہ کسی اور عہدے میں

نہیں ہے اس لئے میں اپنے قدیمی نیک دولت خواہ و آزمودہ کار ملازمان کو عامل مقرر کرتا ہوں
تاکہ اون کو بہ نسبت اوروں کے زیادہ تنخواہ اور منافع و فوائد حاصل ہوں اور دو سال بعد اونکو
بدل دیتا ہوں تاکہ اور میری بادشاہی میں باری باری سے میرے سارے قدیمی ملازموں کو
بھی فائدے اور منافع حاصل ہوں اور لشکر پورے سامان اور آسودہ حالی کے ساتھ ہر سال فیضیاب
کی ملازمت میں حاضر ہوتا تھا لشکر کی تعداد متعین نہ تھی وہ ہر روز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ شیر شاہ
اپنے پاس ڈیڑھ لاکھ سوار اور پچیس ہزار پیادے رکھتا تھا۔ ان پاس کیا توڑے دار بندوقیں
ہوتی تھیں یا تیر کمان اور بعض مہمات میں وہ اس سے زیادہ سپاہ بھی ساتھ رکھتا تھا۔ ایک فوج
عظیم تیس ہزار سوار کی بمعیت خاں نیازی کے پاس قلعہ رہتاس کے ہمسایہ میں ہال تا تھ جو گکھڑ
کے نزدیک تھے وہ ملک کشمیر اور گکھڑوں کے ملک کی حفاظت کرتی تھی اور وہاں کے سرکشوں
کی سرکوبی کرتی تھی دیبال پور اور ملتان فتح جنگ خاں کے حوالے تھے اور ملتان کے قلعہ میں بہت
خزانہ رہتا تھا اور قلعہ لوت میں جس کو تاتار خاں یوسف خیل نے سلطان بہلول کے عہد میں
بنایا تھا حمید خاں کاکر رہتا تھا اور اوس نے نگرکوٹ۔ جوالا۔ دیدہ وال اور کوہستان جموں میں
انتظام ایسا استحکام کے ساتھ کر رکھا تھا کہ کسی شخص کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ جریب کے
موافق کوہی رعایا سے تحصیل زر ہوتی تھی۔ سرکار سرہند مسند عالی خواص خاں کی جاگیر
میں عنایت ہوئی تھی اوس نے ملک بھگونت اپنے غلام کو اس سرکار میں مقرر کر رکھا تھا وہ
دار السلطنت دہلی میں رہ کر اس ملک کا انتظام کرتا تھا۔ میاں احمد خاں سوائی امیر تھا اور عادل
حاتم خاں شقدار اور فوجدار تھے جو سرکار سنبھل کی رعیت اور امیر نصیر خاں کے ظلم سے بھاگ
گئے تھے تو شیر شاہ نے یہ سرکار مسند عالی عیسیٰ خاں بن مسند عالی بہمت کھکھر سروانی کو جس کا
خطاب خان اعظم تھا اور سلطان سکندر اور بہلول کا مشیر باتدبیر تھا عنایت کی اور اس سے کہا
کہ میں تجھے پرگنہ کانٹ گوله۔ تیلپر۔ تیرے کہنے اور تیرے پر آنے سواروں کے لئے دیتا ہوں پانچہزار
سوار بھرتی کرلے کہ یہاں کی رعایا کی طبیعت میں شرارت اور حکام کے ساتھ خصومت کی عادت
پڑ گئی ہے۔

سرکار سنبھل میں عیسیٰ خاں نے جو دلیری اور شجاعت میں مشہور تھا اپنی شمشیر کے زور سے

عہد دار

یہاں کے زمینداروں کو ایسا دبایا کہ اونہوں نے یہاں کے جنگل کاٹنے پر بھی سر نہ اوٹھایا ان
جنگلوں کو وہ اپنے ہاتھ سے کاٹتے تھے جنگلیوں نے اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا تھا اور
ٹڈے سانس بھرتے جاتے تھے چوری اور رہزنی سے اونہوں نے توبہ کرلی اسی سبب سے شیر شاہ
کہا کرتا تھا کہ دو شر دانیوں یعنی عیسیٰ خاں اور میاں احمد کے سبب سے سرکار دہلی اور سرکار دکھنوں کی طرف
سے طرح میری خاطر جمع رہتی ہے۔

بیرک نیازی قنوج کا شقدار تھا اوس نے پرگنہ مگونسہ کے متمردوں اور رہزنوں کو ٹھیک
بنایا اور داؤد کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ قنوج کے آدمیوں پر بیرک نیازی نے وہ اپنا
رعب داب بٹھایا تھا کہ وہ اپنے گھر میں تلوار یا تیر کمان یا بندوق یا کوئی اور ہتھیار کی چیز
سوار آلات کاشت اور پکانے کے برتنوں کے نہیں رکھ سکتے تھے۔ اگر وہ مقدموں کو حاضری کا
حکم دیتا تو وہ حاضری میں ایک لمحہ توقف نہیں کرتے اوسکے خوف و دہشت کے مارے وہ جریب
کے کوانف زر محصول خزانچی کو دیتے تھے۔ دریا جمنا اور چنبل کے کناروں کے ملک میں زمینداروں
نے جب فساد مچایا تو شیر شاہ سرہند سے بارہ ہزار سوار پرگنہ ہٹ کانت اور اوسکے نواح میں
لیا اون کو یہیں آباد کر دیا۔ اور اس دیار کی رعیت اور زمینداروں کو ایسا مار کوٹ کر ٹھیک بنایا کہ
ایک آدمی بھی مخالف نہ رہا۔ قلعہ گوالیار میں ایک لشکر شیر شاہ نے متعین کیا جس میں ایک ہزار سوار
بندوق دار تھے۔ بیانہ میں علاوہ پانچسو بندوق دار کے ایک لشکر رہتا تھا۔ رنتھنبور میں علاوہ سوار
بندوق داروں کے ایک فوج رہتی تھی قلعہ چوڑ میں ہزار بندوق دار رہتے تھے تاریخ داؤدی
میں لکھا ہے کہ چوڑ میں سولہ سو بندوق دار رنتھنبور میں پانچسو بندوق دار اور بیانہ میں ایک ہزار
بندوق دار گوالیار میں دو ہزار بندوق دار اور قلعہ میں اوس کے مناسب حال فوج رہتی تھی۔ قلعہ
نارنول یعنی مندو میں شجاعت خاں پاس دس ہزار سوار اور سات ہزار بندوق دار تھے۔ ماوہ اور ہنڈیہ
اوس کی جاگیر میں تھی۔ قلعہ رائے سین میں ایک فوج رہتی تھی جس میں ایک ہزار توپچی تھے اور
قلعہ نندنہ میں ایکہزار بندوق دار اور قلعہ رہتاس کلاں میں بہار کے نزدیک اختیار خاں پنی پاس میں
ہزار بندوق دار تھے اور اوس قلعہ میں خزانہ بے شمار تھا اور ملک بھدوریہ میں ایک فوج تھی خود عیسیٰ
خاں پاس ملک ناگور جودھپور۔ اجمیر میں ایک فوج تھی۔ ایک فوج لکھنؤ میں ایک سرکار کالپی میں

ملک بنگال کو اوس نے قسمتوں میں منقسم کیا تھا اور قاضی فضیلت کو ایمن بنگالہ مقرر کیا تھا جہاں جہاں
فوج کا رکھنا مناسب تھا وہاں اوس نے فوج رکھی تھی سپاہ کے شمار میں مورخوں کے بیان میں
مطابقت نہیں۔ تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ ایک فوج پیادوں پایک کی اوس پاس تھی جو سوار
پیادوں سے بے تعلق تھی۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار سوار تھے جو تمام پرگنوں میں بٹے ہوئے تھے جو اُن
قلعوں کی حفاظت کرتے تھے۔ غرض شیر شاہ نے سپاہ کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ملک فساد کے
فساد سے محفوظ تھا۔ متمرد زمینداروں کی سر کوبی ہوتی رہتی تھی۔ کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا تھا کہ ملک
بے محفوظ ہے اوس کو فتح کرنے کے لیے۔ ایک مدت کے بعد اس فوج کو جو اپنی جاگیروں میں آسودہ اور
فارغ رہتی تھی اوس کو بلا لیتا تھا اور اوسکی جگہ اس سپاہ کو بھیج دیتا تھا کہ جس نے لڑائیوں میں محنت و
مشقت اوٹھائی تھی۔ غرض ساری سپاہ کو چھاؤنیوں میں تمام ملک میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ کل
ملک کی حفاظت ہو اور جہاں کہیں دنگہ فساد و سرکشی ہو وہاں فوج اوسکی سرکوبی کے لئے موجود ہو
ان چھاؤنیوں میں فوج کم و بیش بہ حسب ضرورت رہتی۔ جا بجا عدالت کی کچہریاں مقرر کیں۔ خیرات
کے کاموں میں اوس کو شغل بہت رہتا تھا۔ مسافروں اور کاروانوں کے آرام کے لئے سڑکیں بنوائیں
اور سڑکوں پر دو دو کوس کے فصل سے سرائیں تعمیر کرائیں۔ ایک سڑک بنوائی قلعہ رہتاس گڈھ
سے جو اوس نے پنجاب میں بنایا تھا شہر سُنار گانوں تک جو بنگالہ میں دریا شور کے کنارہ پر واقع
ہے جو چار مہینے کا راستہ ہے۔ دوسری سڑک شہر آگرہ سے برہان پور تک جو ملک دکھن کی سرحد پر
ہے۔ تیسری سڑک آگرہ سے جودھ پور اور چتوڑ گڈھ اور چوتھی سڑک لاہور سے ملتان تک اس سڑک
پر سرائیں مختلف تھیں سڑکوں پر ستر سو سرائیں تھیں۔ ہر سرائے میں ہندو مسلمانوں کے رہنے کے جُدا جُدا
مکان تھے ہر سرائے کے دروازہ پر پانی کی سبیل لگی رہتی تھی۔ ہر آدمی پانی پی سکتا تھا۔ ہر سرائے
میں ہندوؤں کے لئے برہمن رہتا تھا جو اونکے پاس سرد پانی پینے کے لئے اور گرم پانی بنانے کے
لئے لاتا۔ بچھونا بچھاتا۔ رسوئی بناتا۔ گھوڑوں کے لئے دانا لاتا۔ قاعدہ یہ تھا کہ سرائیں جو مسافر قیام
اپنی حسب حیثیت کھانے پینے کا سامان اور مویشی کے لئے بچالی دانہ چارہ مفت سرکار شاہی سے پاتا
سرائیوں کے گرد وہات آباد تھے ہر سرائے کے وسط میں کچی اینٹ کی مسجد اور ایک کنواں بنا تھا
اور ہر مسجد کے واسطے امام و موذن مقرر تھا اور ہر سرائیں ایک منشی اور کئی چوکیدار مقرر تھے۔ اور

ڈاکی دو صاحب سرائے کے پاس کی زمین سے مقرر تھی اور ہر سرائیں ڈاک کے دو گھوڑے
رہتے تھے کہ دور و نزدیک کی خبریں جلد پہنچتی رہیں۔ تاریخ خاں جہاں میں لکھا ہے کہ اس ڈاک
میں ہر روز بادشاہ پاس بیانہ اور آگرہ سے اور بنگال کی سرحدوں سے خبریں پہنچتی تھیں کہ
اس بیچ میں چشت دار تین سو کوس ایک دن میں کسی ضرورت کے سبب گیا۔ واقعات متاقی میں
لکھا ہے کہ ہیمو چشت دار تین دن میں رات دن ڈاک میں چلکر گور سے چنور میں پہونچا جب وہ
پہونچا تو چارپائی پر لیٹ جاتا اور گنوار اوس کو کندھے پر لیکر چلتے اور جب آنکھ کھلتی تو وہ پھر گھوڑے
پر سوار ہوتا۔ ایسی باتیں اس ملک کے بھولے بھالے آدمی جلد یقین کر لیتے ہیں۔ مگر جو سمجھتے ہیں بھلا وہ
کب اس بات کو مانتے ہیں کہ آدمی برابر تین دن تک پچاس میل فی گھنٹہ گھوڑے کی طرح پرواز کرے
شاہراہ اعظم بنگال و رہتاس کے دورویہ میوہ دار درخت لگائے تھے مسافر گرم ہوا میں اوس کے
سایہ میں آرام سے جاتے تھے۔ اور اگر وہ باہر ٹھیرتے تو سایہ تنے آرام پاتے اگر وہ خود سرائے
میں ٹھیرتے تو اپنے گھوڑوں کو درختوں کے نیچے باندھتے تھے۔

خراسان کی سڑک پر شیر شاہ نے قلعہ رہتاس بال ناتھ جوگی کے قریب دریا بہت سے چار
کوس پر اور لاہور سے ساٹھ کوس پر ملک کٹھیر اور ملک گکھڑوں کے سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بنایا
تھا اور اوس کو ایسا مستحکم و استوار کیا تھا کہ کوئی اور قلعہ اوس کی برابر مستحکم نہیں تھا جب شیر شاہ
نے اس قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا تو کوڈرل کھتری نے عرضداشت بھیجی کہ یہ ملک گکھڑوں کا ہے اون کو
مزدوری کرنے سے ایسی نفرت ہے کہ سب نے اتفاق کر کے قسم کھائی ہے کہ جو مزدوری کرے
وہ جلاوطن کیا جائے اس عرضداشت پر بادشاہ نے حکم دیا کہ طمع زر کے سبب سے میرے حکم میں فیصلہ
نہ کیا جائے۔ کوڈرل نے اس حکم کے آنے پر حکم دیا کہ جو شخص ایک پتھر دیگا وہ پتھر کی قیمت میں
ایک اشرفی پائیگا۔ اس لالچ میں آن کر گکھڑ اوس کے گرد ہوئے پھر اوس نے ایک روپیہ پتھر
اور پھر ایک ٹنکہ پتھر کر دیا۔ غرض اس طرح اس قلعہ کی تعمیر میں بڑا روپیہ صرف ہوا اس قلعہ کا نام شیر شاہ
رہتاس خود رکھا۔ دارالخلافہ دہلی کا شہر ہمایوں نے دور رکھا اوس نے اوس کو ویران کر کے جمنا
کے کنارہ پر بنایا اور اوس میں دو قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا۔ جو شمل کوہ پر شکوہ اور استوار ہوں
ایک قلعہ خود جو محل حاکم نشین ہو اور دوسرا قلعہ تمام شہر کے گرد جہاں پناہ ہو قلعہ عالم نشین

میں ایک مسجد جامع بنائی گئی جس میں لاجوردی و شنگرفی و نقاشی و زرنگاری میں بہت روپیہ صرف ہوا۔ مگر تمام شہر کے گرد حصار پورا نہ ہوا تھا۔ کہ شیر شاہ نے انتقال کیا قنوج کے پرانے شہر کو کہ ہندوؤں کا دار السلطنت تھا مسمار کرا کے ایک قلعہ پختہ اینٹ کا بنوایا اور اس کا نام شیر گڑھ یا شیر رکھا اس شہر کے مسمار کرانے کی کوئی وجہ موجہ نہ تھی یہ کام عام پسند نہ تھا۔ ایک اور قلعہ اوس سے بہرہ کھنڈ میں بنوایا اور سہسن کنڈل اس کا نام رکھا اور اس کو ہستان میں ایک اور قلعہ بنایا اس کا نام شیر کوہ رکھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر زندگی نے وفا کی تو ہر سرکار میں ایک قلعہ ایسے مناسب مقام پر تعمیر کراؤنگا کہ وہ مظلوموں کے لئے پناہ اور مفسدوں کے واسطے سرکوب ہو۔ اب میں نے راہوں کی حفاظت اور امن کے لئے خام سرائیں بنوادی ہیں راہوں پر چوری اور رہزنی کے انسداد کے واسطے یہ قانون مقرر کئے کہ اگر چوری اور رہزنی ہو اور چور اور راہزن گرفتار نہ ہو تو جتنا مال وہ لے گئے ہوں وہ اس علاقہ کے مقدم سے دلایا جائے کہ جس میں چوری اور رہزنی ہوئی ہو۔ اگر دزدی اور رہزنی ایسے مقام پر ہوئی ہو کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کس مقدم کے علاقہ میں ہوئی ہے تو چاروں حدود کے مقدموں سے چوری کا معاوضہ دلایا جائے اگر بعد اسکے چور و رہزن کا پتا لگ جائے کہ وہ کس مقام میں ہے۔ تو جس علاقہ میں یہ پتا معلوم ہو وہاں کے مقدم سے جس نے چوروں اور رہزنوں کو پناہ دی پہلے مقدموں کو چوری کا معاوضہ دلایا جائے جو آدمیوں نے دیا ہے اور چوروں اور رہزنوں کو موافق شرع شریعت سزا دیجائے۔ اگر راہ پر کوئی قتل واقع ہو اور قاتل پکڑا نہ جائے تو عامل مقدموں کو موافق تفصیل بالا کے مقید کرے اور اون کو مہلت دے کہ وہ قاتل کو پیدا کریں۔ اگر وہ قاتل کو پیدا کر دیں یا بتلا دیں کہ فلاں جگہ وہ موجود ہے تو اون کو رہائی دیجائے اور قاتل کی گردن اوڑائی جائے۔ اگر اس گانوں کے مقدم جس میں قتل واقع ہوا قاتل کو گرفتار نہ کرا سکیں تو ان مقدموں کو موت کی سزا دیجائے یہ امر مسلم ہے کہ مقدموں کی سازش یا چشم پوشی بغیر کوئی واردات چوری قتل رہزنی کی نہیں ہوتی اور اگر شاذ و نادر مقدم کے بغیر علم کے اوس کی حد میں چوری اور رہزنی واقع ہو تو وہ مقدم چند روز تک اس میں تجسس و تفحص کرے گا تو اوس کو چوری اور رہزنی کا حال معلوم ہو جائیگا اسلئے مقدموں اور رعیت کو خبر ہوتی ہے کہ فلاں دہ میں یہ چور اور رہزن رہتے ہیں اور وہ اون کے ساتھ

رشتہ مندی اور دوستی رکھتے ہیں اسلئے اون کو خبر ہو جاتی ہے کہ کس نے یہ چوری اور رہزنی کی ہے یہ مقدم کیا چوری و رہزنی میں شریک ہوتے ہیں اون کو اس سے اطلاع ہوتی ہے دونوں صورتوں میں اکثر مقدم چوروں اور رہزنوں کو نہ گرفتار کرائیں تو اونکے عوض میں خود سزا پانے کے مستحق ہیں اور وہ قتل کئے جائیں کہ اور مقدموں کو ایسے کاموں کے کرنے کی جرات نہو۔ اسکی ایک مثال غایت عمدہ تاریخ داؤدی میں لکھی ہے کہ اٹاوہ کے قریب ایک قطعہ زمین پر پاس کے گانوں والوں میں آپس میں جھگڑا تھا وہاں ایک آدمی قتل ہوا۔ شیر شاہ نے دو آدمی تعین کئے کہ جہاں آدمی قتل ہوا ہے وہاں جا کر ایک درخت کو کاٹیں اور جو شخص اون کو منع کرنے آئے اوسکو میرے پاس بھیجیں۔ یہ دو آدمی درخت کاٹتے تھے کہ مقدم اون کو روکنے کے لئے آیا وہ شیر شاہ کے پاس بھیجے گئے اوس نے مقدم سے کہا کہ تجھکو اتنے فاصلہ پر ایک درخت کے کٹنے کی خبر ہو گئی مگر ایک زمی کے گلا کٹنے کی خبر نہوئی اوس نے حکم دیا کہ اس گانوں کے تمام مقدم مقید کئے جائیں اگر تین روز کے اندر وہ قاتل کو نہ پیدا کریں تو خود قتل کئے جائیں اس حکم سے مقدموں نے قاتل کو پیدا کر دیا اور وہ قتل ہوا۔ غرض اس انتظام سے کہ مقدم مجرم کو پیدا کریں یا خود مجرموں کی طرح سزا پائیں راہوں کا وہ انتظام تھا کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ سنہ میں کی دانت ہیں۔

شیر شاہ و اسلام شاہ کے عہد سلطنت میں اپنے دہات کی حد دیں مقدم حفاظت کرتے کہ کوئی چور راہزن دشمن مسافروں کو آزار نہ پہنچانے پائے کہ جس کے سبب سے وہ خود مستوجب قتل ہوں شیر شاہ نے عمال اور حکام کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ سوداگروں اور مسافروں کی خاطر سے طرح سے کیا کریں اور کسی طرح اون کو آزار نہ پہونچنے دیا کریں۔ اگر کوئی تاجر مر جائے تو اوس کے مال کو لاوارث سمجھ کر دست درازی نہ کریں ؎

چو بازارگاں در دیار ت بمرد ۔ بمالش خیانت بود دست برد

شیر شاہ اپنی تمام مملکت میں سوداگروں سے مال تجارت پر محصول دو جگہ لیتا تھا جب بنگالہ سے سوداگر چلتا تو گھوڑی (سیکری گنج) میں اُنسے محصول لیا جاتا اور اگر خراسان سے آتا تو سرحد پر محصول لیا جاتا۔ دوسرا محصول بکنے کی جگہ پر لیا جاتا۔ کسی کا مقدور نہ تھا کہ کسی سڑک پر رہ زنی

معبر پر کسی قصبہ و قریہ میں اس سے محصول لے۔ سوائے اس کے اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ تجار سے یہ نرخ بازار اشیا خریدی جائیں۔ اس نرخ میں زیادہ و کم نہ کرنے پائے۔ اکثر یہ شعر وہ پڑھا کرتا تھا ؎

بزرگاں مسافر بجاں پرورند کہ نام نکویش بہ عالم برند

اس کا قانون یہ تھا کہ جب لشکر کا سفر ہوتا ہر منزل میں قلعہ خام بنایا جاتا تو نصیب خان کرتے کہ کسی رعیت کی زراعت کو نقصان نہ پہونچے اور وہ خود سوار ہو کر زراعت کے بیچ میں تفحص کرتا اور سوار متعین کرتا کہ وہ کسی آدمی کے ہاتھ سے زراعت کا نقصان ہونے دیں جب وہ سوار ہوتا تو دائیں بائیں طرف دیکھتا جاتا تھا کیسکی زراعت کا نقصان تو نہیں ہوا۔ خدا کی پناہ اگر کوئی شخص اوس کو ایسا نظر آجاتا کہ وہ زراعت کا نقصان کرتا تو اپنے ہاتھ سے اوس کے کان کترتا اور حکم دیتا کہ اوسکے گلے میں جو کچھ اوس نے زراعت میں سے کاٹا ہے لٹکایا جائے اور لشکر کے گرد پھرایا جائے۔ ایک دفعہ ایک شتربان نے کچھ بالیں اناج کی توڑ لی تھیں تو اوس نے اوسکی ناک میں چھید کرکے اناج کو لٹکایا۔ اور اوس کی ٹانگیں باندھ کے سارے سفر میں نیچے سر اور پاؤں اوپر لے پھرا۔ اگر تنگی راہ کے سبب سے بضرورت زراعت پامال ہوتی تو امین معتمد مقرر ہوتے کہ زراعت پامال شدہ کا معاوضہ دیکر رعیت کو راضی کریں۔ اگر سپاہ کے خیمے زراعت کے قریب بضرورت ڈالے جاتے تو سپاہی اوس کے خوف سے زراعت کی خود نگہبانی کرتے کہ مبادا کوئی اور زراعت کا نقصان کرے اور ہمارا نام ہو۔ اگر وہ دشمنوں کے ملک میں جاتا تو نہ وہاں کی رعیت کو اسیر کرتا نہ اوسکی زراعت کو غارت کرتا۔ وہ فرمایا کرتا کہ رعیت بے گناہ ہوتی ہے وہ غالب کی اطاعت کرتی ہے۔ اگر میں رعیت کو آزار اور ضرر پہنچاؤں گا تو وہ ویران ہو جائیگی اور مملکت خراب و بے آب ہو جائیگی اور پھر کہیں مدتوں میں ملک آباد ہوگا ؎

گریزد رعیت ز بیداد گر کند نام بدشش بگیتی سمر

شیر شاہ کی عدالت اور سخاوت ایسی مشہور تھی کہ دشمنوں کے ملک میں اوسکے لشکر کو رعیت ساری ضروری چیزوں کی رسد پہنچاتی تھی۔ شیر شاہ پر نصفت و سخاوت و احسان کے اوصاف نے جس سے کہ افغانوں کی جمعیت اوسکے گرد ہو گئی اور ملک ہند کی سلطنت ہاتھ لگ گئی۔ جو شخص پریشان

ہو کر اوس کے لشکر میں آتا تو اوس کے ساتھ وہ سلوک کرتا کہ کسی سپاہی بیکس و محتاج کو وہ کرم نہ کیا ہوگا۔ اوس کے گزارہ کے لایق وظیفہ مقرر کر دیتا ہر روز نئے سپاہی بھرتی کرتا اوس کا لشکر سلطان طول ہوا۔

بورچی خانہ اوس کا بڑا وسیع تھا۔ کئی ہزار نوکران خاصہ جنکو عرف میں افغانی زبان میں آبی کہتے ہیں وہ مطبخ خاصہ میں کھانا کھاتے تھے۔ حکم عام تھا کہ سپاہی رعیت خادیم کا شتکار جو بھوکا ہو وہ بادشاہی دسترخوان پر آکر کھا جائے۔ اوس کا دسترخوان خدائی دسترخوان تھا کیسکے جی چاہے آکر کھائے۔ فقرا مساکین و محتاجوں کے لئے لنگر خانے جاری تھے جہاں اون کو لذیذ کھانے ملتے تھے۔ ان لنگر خانوں کا خرچ پانچسو اشرفی روز کا تھا۔

شیر شاہ کو یہ معلوم ہوا کہ امرا و خادیم سلطان ابراہیم کے بعد عمال کو رشوت دیکر اپنے استحقاق سے زیادہ زمینوں پر متصرف ہو گئے ہیں اسلئے اونکی مدد معاش کو بدل دیا اور خود تحقیقات کرکے جس کو جو حق تھا اوس کو دیدیا اور کسی کو محروم نہیں رکھا اور جسنے راہ دیکر رخصت کیا جو بیچارے محتاج تھے کہ اپنے ہاتھ سے کسب معاش نہیں کر سکتے تھے جیسے اندھے لنگڑے بوڑھے بیوہ عورتیں۔ تریض وغیرہ اون کے وظیفے نقد اس علاقہ شہر کے خزانے پر مقرر کر دیے جس میں وہ بستے تھے۔ خرچ راہ دیکر وہ رخصت کئے جاتے تھے۔ خادیم و امرائے وہ شدت سے جلاوطن کئے گئے کہ اوسکے انسداد کے واسطے یہ ترکیب نکالی تھی کہ وہ ان امرا اور خادیم کو فرمان نہ دیتا۔ گرفتاریوں کو حکم تھا کہ وہ ہر پرگنہ کے متعلق فرمان لکھکر اُس پاس لائیں اور وہ خود ان فرامین کو بکس توجیہ میں بند کرکے اور صرگہ کے کسی بڑے معتمد آدمی کو حوالہ کرکے کہتا کہ اس کو فال پر لگنے والے آدمی کے سپرد کرو۔ جب شقدار پاس یہ فرامین پہونچے اوّل وہ خادیم و امرا کو فرمان دکھا کر وظیفے دیتا اور پھر وہ فرمان اونکو دیدیتا۔ شیر شاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ وہ امرا کی مدد معاش مقرر کرے کہ ہندوستان کے شہروں کی رونق اور آبادی امرا اور خادیم سے ہوتی ہے جو طالب العلم اور سوال اصلیح کہ بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتے ہیں وہ اون سے فیض پاتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اون سے مسافر و مساکین کی رفاہیت ہوتی ہے اور اون سے حکمت و دین کے علوم کو رونق ہوتی ہے۔ بعد افغانستان سے جو افغان اس کے پاس آتا اوس کے زر نقد اوس کی توقع سے زیادہ دیتا

اور کہتا کہ ملک ہند جو میرے ہاتھ آیا ہے اوس میں سے یہ تمہارا حصہ مقرر کیا گیا ہے ہر سال آکر
اُسے لے لیا کرو اور دیار روہ میں جو اوس کی قوم اور قبیلہ کے آدمی رہتے تھے اون کو سالانہ
وظیفہ ہر گھر کے لئے موافق اوس کے آدمیوں کی تعداد کے بھیجتا تھا اوس کے سبب سے کوئی
افغان خواہ افغانستان میں ہو یا ہندوستان میں فقیر و محتاج نہیں رہا تھا سب صاحب املاک
تھے سلطان بہلول و سلطان سکندر کے عہد سے افغانوں کا قاعدہ یہ چلا آتا تھا کہ جس شخص کو زر نقد
یا خلعت ایک دفعہ ملتا تھا پھر اوس کا وہ معمول ہو جاتا تھا ہر سال ملتا تھا شیر شاہ کے فیل خانہ میں
پانچ ہزار ہاتھی تھے اور اصطبل میں گھوڑوں کی تعداد معین نہیں تھی روز خریدے اور دیے جاتے تھے
یہ بخشش اور خریداری دنبالہ داری تھی۔ تین ہزار چار سو گھوڑے سراویں میں ڈاک کے لئے رہتے تھے
جو ہر روز ہر مقام سے خبریں لاتے تھے ہندوستان میں ایک لاکھ تیرہ ہزار پرگنے زد حاصل کے
تعلقے میں تھے۔ ہر پرگنہ میں دو شقدار بھیجتا تھا۔ یہ سب پرگنے آباد اور خوش حال تھے مفسدوں و
متمردوں سے وہ خالی تھے۔ سارا ملک آباد اور شاد تھا۔ کہیں غلہ کی گرانی نہ تھی۔ شیر شاہ کے عہد
سلطنت میں کبھی قحط نہیں پڑا۔ اس کے لشکر کا تخمینہ کچھ نہیں ہو سکتا وہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا
اوس نے اپنی رعیت کے لئے جو قوانین وضع کئے تھے اون کی تعمیل کی نگرانی کے واسطے لشکر
اور امرا پر مخبر معتمد مقرر کئے تھے کہ وہ حالات کو مخفی تجسس اور تفحص کیا کریں اسلئے کہ مقربان درگاہ
اور ارکان دولت اپنی مصلحت کے سبب سے بادشاہ سے ایسے حالات نہیں عرض کرتے کہ جس سے
وہ اصلاح اُن خللوں کی کر سکے جو عدالت میں پیدا ہوئے ہیں جب شجاعت خاں کو ملک مالوہ کی جاگیر
شیر شاہ نے عنایت کی تو جاگیر کی تقسیم کے وقت اوس کے مشیروں نے یہ عرض کیا کہ اب وقت
ہے کہ آپ سپاہیوں کی جو جاگیریں مقرر کریں اون میں سے ایک حصہ اپنی جیب خاص کے لئے
لے لیں اور باقی اون کو تقسیم کر دیں۔ جب شجاعت خاں کے سپاہیوں کو یہ خبر پہونچی تو دو ہزار
سواروں و سپاہیوں نے جو افغان تھے باہم عہد و پیمان استوار کئے کہ اگر شجاعت خاں ہمارے
حق میں طمع کرے تو اوس کی حقیقت شیر شاہ کی درگاہ عالم پناہ سے عرض کریں۔ وہ اپنی عدالت
کے سبب سے کسی قوم اور صاحب لشکر عظیم اور امرا کی رعایت نہیں کرتا۔ اور اُس پر شجاعت خاں
اور اوسکی ارکان دولت کے ضبط ظاہر کرنے میں ہم سب باہم متفق رہیں اور اوس کے نیک و بد میں

ایک دوسرے کے معین رہیں اور طمع دنیوی کے سبب سے ہمرہ مودت و اتفاق کو نفاق
سے نہ بدلیں بعد اس اتفاق کے وہ شجاعت خاں کے لشکر سے جدا ہو گئے اور اپنا وکیل
شجاعت خاں پاس بھیجکر عرض کیا کہ شیر شاہ نے جو ہمارا حق مقرر کیا ہے اس سنہ مالی کے ہمکو
پورا پورا نہیں ادا کرتے۔ امرا و عظام سپاہی کے حق میں طمع نہیں کیا کرتے ہیں بلکہ اوس کو سوا
اوسکی تنخواہ کے انعام و اکرام دیا کرتے ہیں کہ وہ کارزار میں جاں سپاری میں اقدام کرے۔ اگر
اس سنہ مالی ہمارے حق میں طمع کریں گے تو لشکر میں نفاق پیدا ہوگا تفرقہ پڑ جائیگا جس سے آپ کی
رسوائی ہوگی۔ ؎

سپاہی کہ خوش دل نباشد بہ برگ کجا دل نہد روز ہیجا بہ مرگ

جب شجاعت خاں نے سپاہیوں کی عرض کو سنا تو ارکان دولت سے پوچھا کہ اس باب
میں کیا تدبیر کرنی چاہیئے اونہوں نے عرض کیا کہ دو ہزار سواروں نے انحراف کیا ہے اور
اس سنہ مالی پاس دس ہزار سوار ہیں اگر ان شوخ دیدوں کو ان کا حق پورا دیا جائیگا تو اور آدمی یہ
خیال کریں گے کہ آپ نے شیر شاہ کے ڈر سے یہ کام کیا ہے اور آپ کے حکم میں ایک اس طرح کا
ضعف پایا جائیگا اور صوبے سے آپ کی حکومت کا رعب اُٹھ جائیگا۔ مناسب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
انکو ایسا جواب درشت دیا جائے اور اون کی امید قطع کی جائے کہ اوروں کو ایسی حرکت کرنے کی
جرأت نہو اور آپ کے حکم سے تجاوز نہ کریں۔ بدوز و جمع دیدہ و شنید۔ شیر شاہ کی خبرداری و ہوشیاری
کو فراموش کیا۔ جب سپاہیوں کے پاس ایسا درشت جواب آیا تو آپس میں اونہوں نے یہ مشورت کی
جس سے کہ شیر شاہ پاس چلنا چاہیئے مگر جو شیر شاہ کے مزاج دان تھے اونہوں نے کہا کہ
شیر شاہ پاس جانا مناسب نہیں۔ اُس نے ہمکو شجاعت خاں پاس ملک دکن میں تعین کیا ہے اوسکے
مقابلہ میں اپنی سرحد سے باہر جانا اچھا نہیں ہے اپنا وکیل بھیجنا چاہیئے تاکہ حقیقت حال اُس پر عیاں
ہو جائے جو کچھ اوس کا حکم ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے اور اگر کوئی مہم بادشاہی اُس حدود میں آن پڑے
تو اوس کے رفع دفعہ میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ سب افغانوں نے اس رائے کو پسند کیا وکیل
بادشاہ پاس بھیجا۔ ابھی یہ سپاہیوں کا وکیل پہنچے نہ پایا تھا کہ جاسوسوں اور مخبروں نے شجاعت
خاں کو وہ دو ہزار سواروں کی نزاع کا حال شیر شاہ کو کہہ بھیجا تھا۔ اس خبر سے وہ بڑا متفکر ہوا

اوس نے شجاعت خاں کے وکیل کو بُلا کر کہا کہ تو شجاعت خاں کو لکھ کہ تو فقیر تھا میں نے تجھے امیر بنا دیا۔ اُن افغانوں کو کہ تجھے اچھے تھے تیرا تابع بنا دیا۔ تیرا پیٹ اپنی جاگیر کی آمدنی سے نہیں بھرتا تو سپاہیوں کے حق میں جمع کرنے لگا ہے ۔ داغ کا قانون اسلئے مقرر کیا کہ امرا اور سپاہی کے گھوڑے میں فرق معلوم ہو اور سپاہی کی حق تلفی امرا نہ کرسکیں۔ اگر تو نیرا نعمت پروردہ نہ ہوتا تو تیرا سر اُڑا دیتا۔ یہ اول ہی تیرا گناہ ہے اسلئے معاف کرتا ہوں۔ پیچھے اس سے کہ سپاہیوں کا وکیل میرے پاس آئے تو اون کو تسلی دیکر راضی کرلے۔ اگر اُن کا وکیل میرے پاس تیری شکایت کرنے آیا تو مجھے تیری جاگیر میں تنقیہ کرنا پڑے گا اور سزا دینی پڑے گی۔ امرا کو نہیں چاہیے کہ وہ اپنے بادشاہ کے حکم کے خلاف ایسا کام کریں جس کے سبب سے بادشاہ کے حکم کی وقعت و ہیبت جاتی رہے اور بدنامی ہو۔ جب شجاعت خاں کے وکیل کا یہ عریضہ اُس پاس پہونچا تو اوس نے اپنے ارکان دولت کو سر نشست کی اور کہا کہ تمہاری رائے کے سبب سے میری بدنامی ہوئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کس منہ سے میں بادشاہ کے روبرو جاؤنگا۔ خود سوار ہو کر دو ہزار سواروں کے خبرگیری میں عذر خواہی کے لئے گیا اور تسلی دی کہ میں تمہارے حق میں کوئی بدی نہیں کروں گا اور انھوں کو اکرام سے سرافراز کیا اور اپنی منزل گاہ پر اون کو لایا۔ سپاہیوں کا وکیل راہ میں سے پھر گیا جب شجاعت خاں کے پاس آیا تو اوس نے خدا کی درگاہ میں شکر بھیجا اور خزانہ اور رسالہ کی تنخواہ کیا اور وکیل کو گھوڑا اور خلعت دیا۔ شیر شاہ کا حکم سارے افغانوں پر جاری تھا اوس کی سیاست اور تنبیہ ریاست کے خوف سے کسی کا یہ زہرہ نہ تھا کہ اوس کے حکم کے خلاف کام کرسکے۔ اگر اُن کا بھائی اقارب قریب امرا ارکان دولت سے شیر شاہ کے حکم کی عدولی کرتا اور اوس کو اطلاع ہوتی تو پیوند قرابت قطع کرتا اور ناموس افغانی کی جمعیت کی شرم کرکے فرمان قضا جریان بے توقف گشتن وبستن کے لئے جاری کرتا جب سے تخت سلطنت پر شیر شاہ بیٹھا کسی افغان کی مجال نہ تھی کہ اوس کی مخالفت کرتا یا اس سے تمرد یا بغاوت کرتا۔ اُس کی مملکت کے گشت میں کوئی فارول آتا نہیں پیدا ہوا امرا و سپاہی و دزد و رہزن کو حوصلہ نہوا کہ دوسرے شخص کے اسباب کو بچشم خیانت دیکھتا یا اوسکی طرف اشارہ کرتا۔ مسافر راہوں میں اپنی پاسبانی سے فارغ تھے۔ رات کو آبادی اور ویرانی میں پڑکر سو رہتے اور مال اسباب جنگل میں ڈال دیتے اور سواری کو چراگاہ میں چھوڑ دیتے اور خود

جاسہ جمع ہو کر اس طرح سوتے جیسے کہ اپنے گھر میں سوتے تھے زمیندار اوس کی نگہبانی کرتے اگر ایک بڑھیا سونے کی ہنڈیا سر پر رکھ کر سفر کرتی تو کوئی چور خوف کے سبب سے اوس کے پاس نہ آتا ؎

چناں سایہ گستر دبر عالمے کہ زالے نیندیشد از رستمے

افغانوں کی طبیعت میں نزاع و خصومت جنگ و جدل داخل ہے مگر شیر شاہ نے اوس کو رفع دفع کردیا تھا۔ شیر شاہ فراست و کیاست و کاردانی میں اپنے زمانہ میں ایک ہی تھا اوس نے تھوڑی مدت میں ملک کا انتظام کرکے اوسکو آباد کیا اور رعیت و سپاہ کو شاد کیا۔

شیر شاہ کا بھانجا جبار زخاں الہ داد سنبھلی کی بیٹی پر کہ حسن و جمال میں کمال رکھتی تھی عاشق ہوا اور اوس سے شادی کا پیغام دیا۔ الہ داد نے انکار کیا کہ ہم اور آپ ہم کفو نہیں ہیں کہ افغانوں کی برادری کے خلاف یہ رشتہ کیا جائے۔ جبار زخاں حکومت کے غرور میں مست تھا اس جواب سے آگ ہو گیا۔ اس نے سنبھلیوں پر جور و جفا کرنا اور اُن کے دہات اور مال و اسباب اوسکا لوٹنا اور اُن کو قید میں بھیجنا شروع کیا اور خیرو کی لڑکی کو جو الہ داد کی رشتہ مند تھی پکڑ کے لے گیا۔ سنبھلی سب جمع ہو کر جبار زخاں کے پاس گئے اور اوس سے کہا کہ ہماری تمہاری عورتیں سب ایک ہیں خیرو شحنہ کی لڑکی کو چھوڑ عورتوں کے ناموس کا پاس و لحاظ رکھ۔ ہر چند سنبھلی اوس کے سامنے گڑگڑائے مگر اوس نے کچھ نہ سُنا تو سنبھلیوں نے جبار زخاں سے کہا تو ہندی ہے ہم افغانوں کی روش کو نہیں سمجھتا باز کو سارس مغلوب نہیں کرسکتا۔ ہم نے اب تک بادشاہ کا اور تیرا ادب کیا ہے ہم پر زیادہ جور و جفا نہ کر اور اوس مظلوم بیگس کو چھوڑ۔ جبار زخاں نے غصہ ہو کر جواب دیا تم غلام زادے ہو کر ایسی گستاخانہ گفتگو کرتے ہو میں ابھی چاہوں تو الہ داد کی بیٹی کو پکڑوا لوں۔ اس پر سنبھلی جو سردار بھی غصہ میں بھرے آئے اور اونھوں نے کہا کہ جبار زخاں اپنی جان پر رحم کر اور اپنی حد سے پرے قدم نہ رکھ اگر تو ہماری عورتوں پر تعرض ڈالے گا تو ہم تجھ کو جان سے مار ڈالیں گے تیرے خون کے قصاص میں مارے جائیں گے۔ جبار زخاں نے جب یہ سخت جواب سُنا تو اوس نے اپنے ہندوستانی دربانوں سے کہا کہ ان سنبھلیوں کو ہندوستانی لکڑیاں مار کر سنبھلیوں کو نکالنے لگے تو اونکو بھی غیرت آئی اور اونھوں نے جبار زخاں

اور بہت سے اوس کے ملازموں کو ایک لمحہ کی لمحہ میں مار ڈالا۔

جب شیر شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اوس نے اعظم ہمایوں کو جس کے علاقہ میں اسکے ہم قوموں نے یہ حرکت کی تھی لکھا کہ افغانوں میں سب سے زیادہ کم جگڑا قوم سور ہے۔ اگر ایک افغان ایک ایک سور کو مارے گا تو ایک سور بھی دنیا میں باقی نرہیگا سنبھلی تیرے ہم قوم ہیں تو ان کی ایسی تنبیہ و تعذیب کر کہ پھر کسی کو حوصلہ حاکم کے مارڈالنے کا نہو۔ جب اعظم ہمایوں پاس یہ فرمان پہنچا اور وہ بذات خود اس معاملہ میں متوجہ ہوا تو سنبھلیوں نے وطن چھوڑ کر کوہستان میں جا کر حصار میں پناہ لی اور یہ ارادہ کیا کہ یہاں سے کابل کو معہ اہل و عیال چلے جائے۔ مگر اب اعظم ہمایوں کو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر وہ کابل چلے گئے تو شیر شاہ اس پر یہ گمان کریگا کہ میں نے اپنے ہر قوم کو گرفتاری میں دیدہ و دانستہ سہل انگاری کی اسلئے کہ وجیلہ کر کے اس نے سنبھلیوں کو بلایا۔ اور لکھا کہ میں نے تحقیق کر لیا ہے کہ کچھ تمہارا گناہ نہیں ہے۔ مبارز خاں ہی نے تم پر ظلم و تعدی کیا ہے میں تم کو شیر شاہ کے روبرو کر کے عفو گناہ کرا دونگا۔ افغانوں کی یہ رسم کے موافق نیازیوں کی لڑکیاں سوروں سے بیاہی جائینگی یا دو ایک سرداروں کو شیر شاہ مار ڈالے گا مناسب نہیں ہے کہ اتنی بات کے لئے ساری قوم جلا وطنی اختیار کرے۔ سنبھلیوں نے اوس کو جواب کو لکھا کہ اگر ہم سے لڑنے آئیں گے تو ہم دکھا دیں گے کہ ہم نیازی کیسے لڑتے ہیں اور کس طرح وہ جلا وطن ہوئے اگر تو ہم سے لڑنے آئیگا تو طرفین سے نیازی مقتول ہونگے اگر ہم جلا وطن ہونگے تو تیری برائی ہوگی کہ اپنی قوموں کی رعایت نہ کر سکا لیکن اگر تو عہد و پیمان بقسم کرے کہ ہمارے آزار و سزا کے درپے نہیں ہوگا تو ہم تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اعظم ہمایوں نے جواب میں کہ کیا مجھے اپنی قوم کی شرم نہیں ہے کہ میں تمکو آزار پہنچا سکوں سنبھلیوں کی ساری قوم معہ اہل و عیال اعظم ہمایوں پاس چلی آئی۔ اون میں سے نو سو آدمی اعظم ہمایوں نے مار ڈالے اور مارنے کے وقت اوس نے بعض اپنے عزیزوں سے کہا کہ تم بھاگ جاؤ تو سنبھلیوں نے کہا کہ ہمکو قوم کی ناموس ہے ہم مرنے کو بے ناموسی سے بہتر جانتے ہیں مثل مشہور ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد۔ جب اعظم ہمایوں نے اکثر سنبھلیوں کو مار کر اُن کے اہل و عیال کو شیر شاہ پاس بھجوایا تو شیر شاہ نے کہ قوم کا نیک خواہ تھا اُس نے اعظم ہمایوں کو لکھا کہ مجھے یہ تیری حرکت نہایت ناپسندیدہ

معلوم ہوئی کسی افغان نے ایسی حرکت نہیں کی تو نے بادشاہ کی خاطر سے اپنی قوم کے آدمیوں کا خون ناحق اتنا کیا بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اُس کو پنجاب کی حکومت سے بدلے مگر اُس کا انتقال ہوگیا پھر اعظم ہمایوں نے بغاوت اختیار کی جس کا آگے بیان ہوگا۔

کہتے ہیں کہ شاہزادہ عادل خاں ہاتھی پر سوار ہو کر آگرہ میں کسی کوچے گزرا ایک بقال کی بیوی اپنے مکان میں جس کی دیواریں پست تھیں برہنہ نہا رہی تھی۔ جب شاہزادہ کی نظر اس پڑی تو اُس نے پان کا بیڑا ہاتھ میں لیکر اس کو مارا اور گھورتا ہوا چلا گیا۔ عورت صاحب عصمت تھی اس حرکت سے کہ بیگانہ نے برہنہ اس کو دیکھا ایسی شرم آئی کہ جان کے گنوانے کا ارادہ کیا جب اُس کے شوہر کو خبر ہوئی تو اُس نے روکا کہ کیوں جان کھوتی ہے بیڑہ کو ہاتھ میں لیکر شیر شاہ پاس پہنچا اور حقیقت حال کو عرض کیا۔ اس عادل بادشاہ نے اپنے بیٹے کے حال پر افسوس کیا اور حکم دیا کہ یہ بقال ہاتھی پر سوار ہو اور عادل خاں کی جورو اس کے سامنے آئے اور مستغیث اُس پر بھی پان کا بیڑہ جو اس کے ہاتھ میں ہو مارے۔ وزرا اور امرا نے ہر چند التماس کیا کہ شاہزادہ کا قصور معاف ہو تو اس نے کہا کہ میری عدالت میں فرزند و رعیت برابر ہیں آخر الامر بقال راضی ہوگیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنا حق پایا اور تظلم سے باز آیا۔ شرقی خیال کے موافق کوئی انصاف کا حکم اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا مگر مغربی خیال کے موافق یہ حکم ظلم سے خالی نہ تھا اس لیے کہ جرم بیٹے نے کیا تھا سزا بہو کو ملتی تھی۔

ذکر سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور

شیر شاہ کا بیٹا عادل خاں اس کا ولیعہد تھا۔ اسی کو بادشاہ نے اپنی جانشینی کے لیے تجویز کیا تھا مگر وہ نہایت عیش دوست اور فراغت جو اور بوجھ دل کا بار اتھا۔ دوسرا بیٹا اس کا جلال خاں تھا جس کو بعض مورخ عبد الجلیل بھی لکھتے ہیں وہ بڑا عاقل اور تجربہ کار تھا۔ باپ کے زمانہ میں بہت سی لڑائیاں لڑا تھا اور اُن میں نام پیدا کیا تھا جس وقت شیر شاہ فوت ہوا تو دونوں بیٹے پاس نہ تھے عادل رنتھمبور میں تھا اور جلال خاں قصبہ کالنجر بندیلہ کھنڈ میں تھا۔ امرا نے اس نظر سے کہ عادل خاں دور ہے اور عالم کا ہونا ضرور ہے کسی شخص کو بھیجکر جلال خاں کو کہ نزدیک

تھا بلالیا وہ پانچویں روز دربار شاہی میں آگیا۔ عیسیٰ خاں حاجب اور امرا کی سعی سے قلعہ کالنجر
نیچے ۱۵ ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۵۴۵ء کو تخت پر بیٹھا اور اپنا خطاب اسلام شاہ رکھا
اور سکون میں بیٹھا ہوا مگر عوام میں اس کا نام سلیم شاہ مشہور ہوا اپنی مہر میں ایک شعر کندہ
کرایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سے اسلام شاہ پسر شیر شاہ بادشاہ ہوا بعنایت الٰہی سارا ملک
شاد و خرم ہوا۔ تخت پر بیٹھتے ہی راجہ کالنجر کو جو ستر آدمیوں کے ساتھ قید خانہ میں پڑا تھا قتل کا حکم
دیا روز جلوس میں دو مہینے کی تنخواہ اس نے سپاہ کو دی ایک مہینہ کی تنخواہ بطور انعام دوسری
تنخواہ گذارہ کے لیے اور آئین و احکام کے باب میں تفتیش کر کے ان میں سے بعض کو بدستور قائم رکھا
بعض کو ترمیم بعض کو منسوخ کیا اس نے ایک قلم کے ڈوبے میں تمام قوانین جاگیر کو منسوخ کر دیا
اور اپنی حالت شہزادگی میں جو چھ ہزار سوار اس پاس تھے ان میں سے ہر ایک کی حسب حیثیت
ترقی کر دی ان میں جو فوجدار تھے ان کو گروہ دار بنا دیا اور جو گروہ دار تھے ان کو افسر و امیر بنا دیا
اس بیقاعدہ ترقی کو شیر و شیاہ کے امرا عظام اپنی بے عزتی سمجھا بادشاہ سے دل ان کا مکدر ہو گیا
اور بہت سے قوانین شیر شاہ کے بیکار ہو گئے اسلام شاہ بھی ان امرا کو مشتبہ جانتا تھا اس لیے جو پہلے
افغانوں میں یگانگت کا رشتہ بادشاہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا وہ شکستہ ہو گیا اب کچھ اور ہی
علاقہ ان میں ہو گیا۔

جب اسلام شاہ نے امرا کی طبیعت کو اپنی طرف سے بگڑا ہوا دیکھا تو وہ کالنجر سے آگرہ کی طرف
چلا وہ راہ ہی میں تھا کہ خواص خاں کو ڈھ میں اپنی جاگیر سے چلکر اس کی خدمت میں حاضر ہوا تو جلوس
کا جشن بڑی دھوم دھام سے از سر نو ہوا۔ راہ میں اسلام شاہ نے ہمیں ٹھیرا دار السلطنت آگرہ میں آ کر تخت
پر بیٹھا جب باپ کا قائم مقام ہو گیا تو اس نے بڑے بھائی کو کالنجر سے یہ خط لکھا کہ تم دور تھے
میں نزدیک تھا اس لیے میں نے لشکر کی محافظت بنا بر آنے تک اختیار کر لی ہے کہ کوئی فتنہ
کھڑا ہو جائے مجھے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پھر دنیاداری سے
ایک اور مکتوب عادل خاص پاس بھیجا اور محبت کی باتیں بنا کر یہ لکھا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بڑا
شوق ہے۔ عادل خاں نے سلیم شاہ کو یہ جواب لکھا کہ اگر یہ چار امیر عیسیٰ خاں نیازی خواص
خاں و جلال خاں جلوانی اور قطب خاں نائب آنکر میری تسلی کر دیں تو میں آپ کی ملاقات

کو آؤنگا۔ عادل خاں نے ان چاروں امیروں کو بھی لکھا کہ میں تمہاری ہدایت کے موافق کام
کرنا چاہتا ہوں۔ میرے آنے کے باب میں کیا تمہاری صلاح ہے میں آؤں یا نہ آؤں؟ اسلام شاہ
نے ان چاروں امیروں کو بھائی پاس بھیجدیا۔ ان چاروں امیروں نے قول قسم کر کے عادل
خاں کی تسلی کر دی اور یہ بات ٹھیرائی کہ عادل خاں کی ملاقات جو اول ہی دفعہ ہو اس میں وہ
رخصت کر دیا جائے اور ہندوستان میں جہاں وہ جاگیر مانگے وہاں اس کو وہ دیدی جائے عادل
خاں امیروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی ملاقات کو چلا۔ جب وہ نچور سیکری میں آیا تو اسلام شاہ بھی
بھائی کے استقبال کے لیے سنگاپور میں آیا یہاں دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لیے بڑی آرائش
ہوئی تھی دونوں بھائی ایک میں برابر بیٹھے اور دونوں نے محبت کی باتیں بنائیں تھوڑی دیر
کے بعد دونوں آگرہ کو روانہ ہوئے۔ اسلام شاہ کی نیت میں بھائی کو خفا سے گرفتار کرنے کا
ارادہ تھا اس لیے اس نے حکم دیدیا تھا کہ قلعہ کے اندر عادل خاں کے ساتھ سوا دو تین ملازموں
کے اور کوئی نہ آنے پائے لیکن جب قلعہ آگرہ کے دروازہ پر آئے تو اسلام شاہ کے آدمیوں نے
عادل خاں کے آدمیوں کو روکا مگر انہوں نے کچھ نہ سنا۔ بہت سے آدمی عادل خاں کے
ساتھ داخل ہوئے۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ عادل خاں کے پانچ چھ ہزار آدمی جن کے پاس ہتھیار تھے
قلعہ میں داخل ہو گئے وہ کسی کے روکے نہ رکے۔ جب سلیم شاہ نے دیکھا کہ یہ تدبیر نہ چلی تو
بالضرورت بدگمانی کے دور کرنے کے لیے عادل خاں کی خوشامد اور چاپلوسی کرنی پڑی اس سے
کہا کہ اب تک میں اتنا بے سر و سرکش افغانوں کو بلطائف الحیل نگاہبانی کرتا۔ اب آئندہ آپ
کے سپرد کرتا ہوں ع بدست را بنمرۂ ساقی حوالہ کن۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا اور خود
اطاعت کے لیے کھڑا ہو گیا۔ عادل خاں عیاش اور فراغت جو نوجوان تھا اور اپنے بھائی کی
اس مکاری اور دنیاداری اور اس کے کام کی طرح و طرز سے خوب شناسا تھا اس نے بادشاہی
نہیں قبول کی تخت سے وہ اترا اور بھائی کو تخت پر بٹھایا اور خود سلام کیا اور مبارکباد دی
پھر امرا میں سے ہر ایک نے مبارکباد دیکر نثار و ایثار کی رسم ادا کی تو اسلام شاہ بھائی کو
گرفتار نہ کر سکا مگر اس نے اپنی بادشاہی کا اقرار بر سر دربار کرا لیا۔ پھر قول و قرار کے موافق
بادشاہ نے عادل خاں کو بیانہ مع توابع جاگیر میں دیدیا اور عیسیٰ خاں اور خواص خاں کو

اُس کے ساتھ کیا وہ عیش کا بندہ تھا اس جاگیر کو آگرہ سے لیکر روانہ ہوا۔ دو تین مہینہ کا عرصہ گزرا تھا کہ اسلام شاہ نے شاہ غازی محلی جو اُس کے محرم کاروں میں تھا سونے کی زنجیریں دیکر بھیجا کہ عادل خاں کو گرفتار کرکے یہ بیڑیاں پہنا کے لے آئے۔ عادل خاں یہ خبر سنکر میوات میں خواص خاں پاس دوڑا گیا اور سلیم شاہ کے نقض عہد کا اعلام کرکے رویا۔ خواص خاں کا دل بھر آیا اور اس نے غازی محلی کو طلب کیا اور وہی بیڑیاں اُس کے پاؤں میں ڈالدیں اور مخالفت کا علم بلند کیا اور سلیم شاہ کے ہمراہ جو امیر تھے اُن کو اپنے ساتھ متفق کیا اور عادل خاں کے ساتھ ایک لشکر ارجرار لیکر آگرہ کی طرف اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ سلیم شاہ کو تخت اتار دے عیسٰی خاں نیازی اور قطب خاں نائب کہ قول و قرار کرانے میں شریک تھے وہ سلیم شاہ سے نقض عہد کے سبب رنجیدہ ہوگئے تھے اُنھوں نے بھی عادل خاں کو ترغیب دیں اور یہ قرار دیا کہ وہ آگرہ میں کچھ رات باقی پہنچے کہ سلیم شاہ سے جدا ہوکر اُن پاس آئے میں آنکھوں کی شرم مانع نہ ہو یہ بھی مکاروں کی عجب جھوٹی شرم تھی جن کو لڑکے اور بازاری آدمی بھی نہیں اختیار کرتے جوان جاگیرداروں نے اختیار کی۔ اتفاقاً جب عادل خاں اور خواص خاں قصبہ سیکری پہنچے کہ بارہ کوس آگرہ سے ہے تو شیخ سلیم کی ملاقات کو گئے وہ مشائخ وقت سے تھا اور شب برات بھی تھی اس شب کی مقرری نمازیں بھی خواص خاں کو پڑھنی ضرور تھیں وہ بڑا عابد تھا۔ اس سبب سے یہاں توقف ہوا اور آگرہ کے پاس پہر دن چڑھے پہنچے۔ سلیم شاہ اس آنے کی طرز سے واقف ہوا تو بہت گھبرا کر اُس نے عیسٰی خاں نیازی اور قطب خاں نائب اور اور امرا سے کہا کہ اگر میں نے عادل خاں کے باب میں بدعہدی کی تھی تو خواص خاں اور عیسٰی خاں نے مجھے مطلع کیوں نہ کیا کہ میں اس اندیشہ فاسد سے باز رہتا۔ قطب خاں نے بادشاہ کو یوں مضطرب دیکھکر کہا کہ ابھی کیا گیا ہی علاج ہاتھ میں ہی۔ میں ابھی جاکر صلح کرائے دیتا ہوں اُس نے قطب خاں نائب اور اور امرا کو جو عادل خاں کے ساتھ سازش رکھتے تھے رخصت دی کہ وہ عادل خاں پاس جاکر اس سے صلح و صلاح کی باتیں کریں اور اس میں اپنی مصلحت یہ سوچی کہ جو امیر مشتبہ ہیں اگر وہ اس بہانے سے عادل خاں پاس چلے جائیں گے اور مجھ سے دور ہو جائیں گے تو میں چنار کے

قلعہ میں چلا جاؤنگا اور وہاں کے خزانہ کو قبضہ میں لاؤنگا اور دوبارہ سازسامان درست کرکے جنگ اور محاربہ کے کام میں مشغول ہونگا عیسٰی خاں (عیسٰی خاں وہی ایک نیازی دوسرا مہ جو جاب امیر حاجب و تیول دار ہی) اس منصوبے کا مانع ہوا اور اس نے کہا کہ اگر حضور کو اور آدمیوں کا اعتماد نہیں ہی تو آپ کی ذات خاص کے دس ہزار افغان قومی وغیرہ ایام شاہزادگی سے حضور کے ساتھ جاں نثار کر رہی ہیں اُن کو لیکر میدان جنگ میں جائے باوجود اس قدرت اور مکنت کے یہ امر عجیب ہی کہ دولت خداداد پر بہروسا نہیں کرتے قرار کو چھوڑ کر فرار کو اختیار کرتے ہو اور امرا بہر چند مخالفت باطنی رکھتے ہیں مگر اُن کو غنیم کے پاس پہنچنا حزم اور احتیاط سے بعید ہی۔ آپ کو مناسب یہی ہی کہ خود آپ تمام لشکر کو لیکر میدان کارزار میں سبقت کیجئے اور ثابت قدم رہیے کہ کوئی امیر حضور کے پاس سے مخالف کی جانب نہیں جائے گا سلیم شاہ اس بات سے قوی دل ہوا اور قطب خاں نائب اور امیر لوگ جن کو جانے کی رخصت دیچکا تھا اُن کو طلب کرکے کہا کہ میں اپنے ہاتھوں سے تم کو غنیم کے حوالہ نہیں کرنا چاہتا مبادا وہ تمہارے ساتھ بدی کرے اب اُس سے زبان شمشیر سے باتیں ہونگی ؎

اینجا بر سول و نامہ برنے آید کار　　شمشیر دور دیہ کار یک دیہ کند

اور پھر وہ آمادہ حرب ہوا شہر سے نکلکر میدان جنگ میں کھڑا ہوا۔ وہ امرا کہ عادل خاں سے سازش رکھتے تھے اور اس سے ملنا چاہتے تھے وہی شرم کے سبب سے سلیم شاہ کے لشکر کے میمنہ میں داخل ہوئے دونوں بھائیوں میں آگرہ کے قریب لڑائی ہوئی سلیم شاہ کو فتح ہوئی عادل خاں بھٹہ کے پہاڑوں میں بھاگ گیا اور پھر اُس کا کچھ پتا نہ لگا کہ زمین کھا گئی یا آسمان لے گیا۔ خواص خاں اور عیسٰی خاں نیازی میوات کو بھاگے سلیم نے شادنے اُن کے پیچھے لشکر بھیجا اور دوسری لڑائی فیروزپور جھرکہ کے قریب ہوئی جس میں سلیم شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی مگر جب اور لشکر بھیجا گیا تو خواص خاں اور عیسٰی خاں میں اُس کے مقابلہ کی قوت نہ تھی وہ میوات سے بھاگے اور کوہ کمایوں میں راجاؤں پاس پناہ لی سلیم شاہ نے یہاں بھی قطب خاں کو اُن کے پیچھے لگایا۔ وہ دامن کوہ کو تاخت و تاراج کرتا رہا مگر کوئی کام جو کارگر ہوتا نہیں کیا۔ جب سلیم شاہ کو اس خوف سے فرصت ملی تو وہ چنار کو

سلیم شاہ کا خزانے کے لیے جانا اور اپنے دو امیروں کا قتل کرنا

روانہ ہوا کہ باپ کا خزانہ اپنے قبضہ میں لائے لڑائی سے پہلے جو خواص خاں اور امرا کے درمیان سازشی تحریرات ہوئی تھیں اُن کو اس نے خوب تحقیق کر لیا تھا۔ جلال خاں لوہانی امرائے اعظم میں سے تھا اور عادل خاں کو بادشاہ پاس لایا تھا اور اس کی حفاظت کا کفیل تھا وہ بھی اس سازش میں شریک تھا۔ بادشاہ نے لشکر کشی کرنی اس پر مناسب نہ جانی مگر اس حکمت سے اسے تھکانے لگایا کہ کوڑہ میں اس کو چوگان بازی کے لیے بلوایا۔ جب وہ اپنے گھر سے جدا ہو کر جہاں آیا تو اسے اور اس کے بھائی خداداد کو ایک افغان کے حوالہ کیا کہ ان کو قید میں رکھے مگر وہ افغان سے تلوار سے لڑے اس جرم کی سزا میں وہ قتل ہوئے چنار سے خضر خانے بادشاہ گوالیار میں لے آیا جو دارالسلطنت کے قریب ایک مستحکم مقام تھا۔

اب سلیم شاہ نے ارادہ مصمم کر لیا کہ عادل خاں کے ساتھ جو امیر یقینی یا مشتبہ شریک تھے ان سب کو سخت سزائے اور ان کو بساط دہر سے ہر طرح اُٹھائے جس طرح شطرنج کے مہرے ایک ایک کر کے سب اٹھ جاتے ہیں۔ قطب خاں جو سازشوں کا سرغنہ تھا وہ خلیل خاں کے قتل سے اور بادشاہ کی اور حرکتوں سے خائف ہو کر دامن کوہ کمایوں سے لاہور میں ہیبت خاں ہمایوں اعظم کے پاس بھاگ گیا سلیم شاہ نے اعظم ہمایوں کو فرمان بھیجا کہ قطب خاں کو اس کے حوالہ کرے اسوقت سلیم کے لشکر کی عظمت مسلم ہو چکی تھی کہ کوئی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا ناچار اعظم ہمایوں نے قطب خاں کو بادشاہ پاس بھیجدیا بادشاہ نے اُسے اور شہباز خاں کو جو اس کا بہنوئی تھا اور بارہ اور امیروں کو قلعہ گوالیار میں بھیجدیا۔ جہاں ان میں سے اکثر قید ہی میں قید حیات سے ہاتھ دھو گئے۔

شیر شاہ نے جتنا ملک فتح کیا تھا وہ سب اس کے بیٹے کے قبضے میں تھا اور اُسپر وہ حکمرانی خیر و عافیت کے ساتھ کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کی بڑی وسعت تھی پشور سے لیکر بحر بنگال تک اور کوہ ہمالیہ سے لیکر گجرات تک۔ مگر وہ اپنے باپ کے بعض امراء عظام سے بڑی حسد رکھتا تھا۔ ایک اُن میں سے مالوہ میں شجاعت خاں تھا جس کا حال پہلے شیر شاہ کی تاریخ میں لکھا ہے اس کے فتحیاب ہونے سے بادشاہ اس سے جلتا تھا۔ اس کو بلایا اور وہ آیا۔ دوسرا اعظم ہمایوں حاکم پنجاب تھا۔ اسکو بھی بلایا تھا مگر اس نے عذر کیے اور خود نہ آیا اپنے بھائی سعید خاں کو جو نہایت شجاع و طباع تھا بھیجدیا بادشاہ ان دونوں شجاعت خاں اور اعظم ہمایوں کو ساتھ ایک ہی

دن میں گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ جب ایک نہ آیا تو اس نے دوسرے کو مالوہ جانے کی اجازت دیدی۔ سعید خاں پر بادشاہ بہت لطف و عنایت کرتا تھا اس نے جو بھائی کی طرف سے اس کے نہ آنے کے عذر بیان کیے اُس سے بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ بغاوت کے لیے کسی موقع کا منتظر ہے بادشاہ ایک دن سعید خاں کو اپنے محل میں لے گیا اور وہاں دیواروں پر سر لٹکتے ہوئے دکھائے اور اُس سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کس کس کے سر ہیں۔ اس سے پہلے بادشاہ نے گوالیار کے قیدیوں کو اس طرح بارود سے اُڑایا تھا کہ زندان خانہ کی تہ میں ایک کوٹھا (غار) کیا اس میں بارود بھری اور آگ لگائی۔ آگ کے زور سے بارود نے قوت پائی مکان کو ہوا میں اُڑایا اور قیدیوں کے چیتھڑے بنائے کمال خاں بھی اُن کے درمیان تھا قادر پر کمال نے اس کو اس آفت سے محفوظ رکھا وہ ایک گوشہ خانہ میں تھا جہاں آگ کا دھواں تک نہیں پہنچا۔ جب سلیم شاہ کو اس دہشت ایزدی کی اطلاع ہوئی تو اس نے عہد لیکر کمال خاں کو چھوڑ دیا۔ یہ ان مقتولوں کے سر جیلے جیلے پتھروں پر لگے ہوئے دیواروں کے سہارے سے کھڑے تھے سعید نے اُن کے نام بتلائے جنکو وہ جانتا تھا۔ اپنے دل میں اسی فہرست میں اس نے اپنا نام بھی داخل سمجھ لیا اگروے کاموں سے فرصت پاکر بادشاہ اپنے باپ کے جمع کیے ہوئے خزانوں کے لینے کیلئے (جنہاں شرقی کو چلا۔ اب سعید خاں نے دیکھا کہ اس لشکر میں وہ بہت دنوں تک عافیت اور امن سے نہیں رہ سکتا وہ چلتے ہوئے لشکر سے گھوڑوں کی ڈاک بٹھا کر اپنے بھائی پاس لاہور بھاگ گیا۔ اس سبب سے اور اعظم ہمایوں کے آنے میں التوا کرنے سے اور اس امر کے تحقیق ہونے سے کہ ہمایوں اعظم سے خواص خاں ملنے چلا ہے۔ بادشاہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ امرا سلطنت میرے برخلاف سازش کر رہے ہیں۔ اسلیے وہ آگرہ کو اُلٹا منزل پیما ہوا اور اس نے شجاعت خاں کو لکھا کہ سپاہ لیکر اُس سے آ ملے۔

اب افغانوں کی دارالسلطنت دو شہر دہلی اور آگرہ تھے۔ آگرہ جانے سے پہلے اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اس کے گرد ایک فصیل بنائی جائے۔ جہاں شجاعت مالوہ سے لشکر جمع کیا گیا مگر بادشاہ نے اُسے اثنار رخصت کر دیا اور خود جتنا لشکر جمع کر سکا اسے لیکر دہلی کی طرف چلا جہاں وہ منتظر رہا کہ دور دور کی فوج اس پاس جمع ہو جائے اس فرصت میں اُسنے

حکم دیا کہ ہمایوں نے جو نیا شہر دہلی بنایا تھا اور مٹی اور پتھر کی فصیل اس کی بنائی تھی وہ گچ اور چونے کی بنائی جائے اُس نے جمنا کے کنارہ کے بہت ہی نزدیک بہت عمارات بنوائیں ان عمارات کے گرد جو حصار بنایا اس کا نام اُس نے سلیم گڑھ رکھا جو اب تک دہلی میں موجود ہے۔

اب سلیم شاہ لشکر مرتب کرکے دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں اور کل بادشاہ کے دشمنوں نے خواص خاں سے اور اُس کے دوستوں سے ملاقات کی اور ایک لشکر جو اسلام شاہ کے لشکر کا اضعاف تھا پنجاب سے روانہ کیا۔ انبالہ کے نزدیک دونوں لشکر آپس میں اور نیازیوں کے لشکر کے قریب اسلام شاہ خیمہ زن تھا لڑائی سے ایک روز پہلے اعظم ہمایوں اور اس کے بھائی خواص خاں کے ساتھ مشورہ کرنے بیٹھے کہ بادشاہ کسکو بنائیں۔ خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو کہیں سے پیدا کرکے بادشاہ بنانا چاہئے وہ شیر شاہ کا خانہ پرورد تھا وہ اس کے ہی خاندان میں سے بادشاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بھائیوں نے کہا کہ یہ کیا صلاح ہے تلوار ہم چلائیں اور ملک اور پائیں سے

ملک بمیراث نگیرد کسے　　تا نہ زند تیغ دو دستی بسے

اس سبب سے امیروں میں باہم کدورت ہوگئی خواص خاں کو انکا ارادہ ناگوار خاطر ہوا اسی رات کو زبانی پیغام اسلام شاہ کے ایک معتمد ملازم کے پاس بھجوایا کہ وہ بادشاہ کو اطلاع دے کہ حضور جو خواص خاں کو بے وفا ملازم جانتے ہیں اب لڑائی کے دن حضور دیکھیں گے کہ کیا وہ حضور کی خیر خواہی کرتا ہے وہ دل وجان سے شیر شاہ کے خاندان پر فدا ہے۔

جب اسلام شاہ کو خبر ہوئی کہ دشمن کے سرداروں میں باہم نفاق ہوا اور میرے ساتھ خواص خاں کا دوستانہ سلوک کرنے کا ارادہ ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اسکو اپنی فتح پر یقین ہوا۔ اسی اثنا میں یہ خبر آئی کہ نیازیوں کا لشکر بادشاہ کے لشکر کے بہت قریب آگیا ہے تو اسلام شاہ نے کہا کہ افغانوں میں عقل نہیں ہوتی اس نے ارابوں کو کھڑا کرکے اپنے لشکر کے گرد حصار بنایا جس کے اندر اس کی سپاہ آگئی اور وہ خود نیازیوں کے لشکر کو ایک پشتہ پر چڑھ کر دیکھنے لگا اس نے وہیں کھڑے ہوکر کہا کہ میرے ناموس کا یہ اقتضا نہیں ہے کہ میں لشکر باغی کو دیکھکر ذرا بھی صبر کروں پس اُس نے حکم دیا کہ ارابوں میں جو زنجیر پڑا تھا اُسے کھول دیں اور افواج

کی صفیں باندھ کر لڑائی کے لئے آمادہ ہوں طرفین سے نقارہ جنگ بجا۔ جب لڑائی کے لئے صفیں آراستہ ہوئیں تو خواص خاں بے لڑے چلدیا۔ نیازیوں نے حق المقدور مقابلہ اور محاربہ کیا مگر حرام نمکی کا نتیجہ بجز شامت وندامت کے کچھ اور نہیں ہوتا آخر کو شکست ہوئی بادشاہ کو فتح غیبی ہوئی سے

کسے را کہ دولت کند یاوری　　کہ یارد کہ باوے کند داوری

یہ واقعات واقع ہو رہے تھے کہ اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خاں نے دس مسلح آدمیوں کو ساتھ لیکر یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کو مبارکباد دینے کا بہانہ بناکے اوس پاس پہنچے اور وہاں اسکا کام تمام کیجئے۔ کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اس کام کے لئے بھائی نے بھیجا تھا۔ وہ بادشاہ کے خاصہ سپاہیوں کے ساتھ ملا تو کوئی اُسے پہچانتا نہ تھا۔ اسلام شاہ اسوقت جنگی ہاتھیوں کے حلقہ کے اندر کھڑا تھا اسلئے سعید خاں اُس تک نہ پہنچ سکا پھر اُس کو ایک فیلبان نے پہچان کر قتل کیا۔ سعید خاں نے ایک نیزہ اوسکے ایسا لگایا کہ وہ مرگیا اور وہ خود اپنی شجاعت اور مردانگی سے ہاتھیوں کے حلقہ سے اور بادشاہ کی فوج خاصہ سے داہنی طرف سے نکل گیا تزک افغانی میں لکھا ہے کہ فیلبان نے سعید خاں کو ایسا مارا کہ خود اوسکے سر پر سے گر پڑا تاریخ خاں جہاں میں لکھا ہے کہ فیلبان نے اُسکے نیزہ مارا۔ احمد یادگار لکھتا ہے کہ وہ احمد خاں سہسکے نیزہ سے مارا گیا۔ اب نیازی بھاگ کر رہوہ کے قریب دہن کوٹ میں پہونچے۔ صبح کو بارش کا طوفان آیا تھا۔ ندی جو انبالہ کے قریب خشک پڑی تھی اس بارش سے وہ طغیانی پر ایسی آگئی کہ وہ نیازیوں کے بہا گنے میں سدراہ ہوئی۔ اور انکے سواروں کو آگے جانے نہیں دیا اسلئے سلیم شاہ کا لشکر جو اوسکے پیچھے آیا اسنے ان میں سے بہت آدمیوں کو قتل کر ڈالا سلیم شاہ نے خود قلعہ رہتاس تک جو اوسکے باپ کا بنایا ہوا تھا نیازیوں کا تعاقب کیا۔ خواجہ ادریس شروانی کو ایک قوی لشکر دیکر اعظم ہمایوں سے لڑنے کے لئے متعین کیا اور خود آگرہ کی عزیمت کی اور یہاں سے گوالیار میں آیا اور یہاں ٹھیرا۔ یہاں رہنے کا اس کو ایسا شوق تھا کہ یہ مقام اوسکو اپنا دار السلطنت ہی بنا لیا تھا۔ معرکہ انبالہ میں جب اعظم ہمایوں سے خواص خاں اور عیسیٰ خاں جدا ہوگئے تو اعظم ہمایوں کی سپاہ نیازی پہاڑوں میں بھاگی اور خواص خاں

کی سپاہ نیازی جو پانچ چھ ہزار آدمیوں کی تھی وہ لاہور پر قبضہ کرنے کے لئے دوڑی اور امید تھی کہ اس افراتفری کے عالم میں اس شہر پر قبضہ ہو جائیگا۔ مگر خواص خاں نے دیکھا کہ بادشاہ کی فوج پیچھے دبائی چلی آتی ہے تو وہ راوی سے پار اترا۔ مگر موضع میانی میں اسکو پچھی سلوانی نے آن لیا۔ یہی سردار اوسکے تعاقب میں بھیجا گیا تھا۔ گو خواص خاں اسوقت ایک تازہ زخم سے رنجور تھا وہ اپنی چھ ڈول سے اوترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ دشمنوں کو پرے دھکیل دیا اور اپنی راہ پر روانہ ہوا۔ کوہ سوالک کے نیچے وہ کچھ دنوں ٹھیرا۔ سلیم شاہ نے تاج خاں کرانی حاکم سنبھل کو لکھا کہ وہ خواص خاں کو کسی طرح اوسکے مامن سے باہر نکالے۔ تاج خاں نے قول قسم کرکے اوسکو بلایا وہ اپنے کو بستانی مامن کو چھوڑکر سنبھل میں آیا مگر اس مشہور نامور سردار کے ساتھ تاج خاں نے جو وعدہ کیا تھا اُسے فراموش کرکے دغا سے اپنے محسن کو مار ڈالا اور اُسکا سر کاٹ کے اسلام شاہ پاس بھیجدیا جو پنجاب میں تھا۔ خواص خاں اپنے زمانہ میں نہایت ممتاز اور شجاعت لائق آدمیوں میں سے تھا اوسکی فیاضی خاص کر مذہبی آدمیوں پر حد سے زیادہ تھی۔ ابوالفضل نے جیسی اوسکی عادت ہے کہ وہ سور کے خاندان کو نامہربانی کی نظر سے دیکھتا ہے اس ستودہ صفات کی خصلت کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ شیر خاں کے غلاموں میں سے تھا۔ ابلہ طرازی اور گربزی اور لوگوں کے مال مارنے سے اور اونکے اندوختوں کو رذیلوں اور کمینوں میں تقسیم کرنے سے وہ اپنے ملک میں عوام الناس میں مشہور ہو گیا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خواص خاں کا تابوت اسکے نوکر دہلی لے گئے اور یہاں اسکو دفن کیا۔ اہل ہند اسکو اہل اللہ اولیا میں شمار کرتے ہیں اور خواص خاں ولی کہتے ہیں۔ عوام الناس اسکی قبر کی زیارت کرتے منتیں مانتے مرادیں پاتے گیتوں میں مدتوں تک اس نیک نام کا نام گایا گیا۔

جب سلیم شاہ گوالیار میں رہتا تھا تو ایک حادثہ عظیم وقوع میں آیا کہ جس نے تخت سلطنت کو ایک دفعہ ہلا دیا۔ ہم نے جو اوپر تاریخ خاندان سور کی لکھی ہے اسسے معلوم ہوگا کہ افغانوں کو اپنی آزادی اور باہم لڑائیوں کا شوق تھا گو اُن کی سلطنت میں اصول سلطنت جمہوری بنے مگر وہ سلطنت شخصی بھی نہ تھی۔ وہ موروثی امیروں کی حکومت تھی جن پر کسی اتفاق سے

کوئی مگراں ہوتا تو وہ اوسکو حسد کی نگاہ سے دیکھتے امراء خود اپنے تئیں بادشاہ سمجھتے تھے سلیم شاہ کے باپ کی برابر امرا تھے جنھوں نے اوس کے باپ کو خود اپنی کوشش سے بادشاہ بنایا تھا۔ صوبوں کے فرماں روا برائے نام بادشاہ کے مطیع تھے۔ وہ اپنے اختیارات اور اقتدار کو بادشاہانہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنی امارت سے بغیر اوسکے نہیں ہٹ سکتے تھے کہ کیا تلوار سے لڑائی انسے زور یا دھماکے اونکو قتل کرے۔ گوالیار میں بہت سے شیر شاہ کے امرا جو مختلف اضلاع میں مقرر تھے سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اگرچہ بادشاہ کا دل شجاعت خاں سے صاف نہ تھا مگر دولت خاں اجیلا بادشاہ کا منظور دل نشین و محبوب دل پسند تھا وہ شجاعت خاں کا بننے تھا اس کے سبب سے بادشاہ شجاعت خاں پر ظاہری مہربانی بہت کرتا تھا اور اوسکی عزت کرتا تھا مگل مالوہ کی حکومت اُسے دے رکھی تھی۔ ایک دن ایک افغان عثمان خاں شراب میں مست شجاعت خاں کے دیوان خانہ میں گھس آیا اور فرش اور گاؤتکیوں پر بار بار تھوکنا شروع کیا جب فراشوں نے اوسکو منع کیا تو اوسنے اونکے خوب گھونسے لگائے جس سے غل شور مچا۔ فراشوں نے شجاعت خاں سے فریاد کی تو اوسنے کہا کہ عثمان خاں نے تین جرم کئے میں اول شراب پی دوم دیوان خانہ میں گھس آیا سوم فراشوں کو مارا۔ اسلئے اوسنے عثمان خاں کے دونوں ہاتھ کٹوا دئے گوالیار میں بادشاہ سے فریاد کرنے عثمان آیا مگر بادشاہ نے شجاعت خاں کی عالی مرتبگی اور دولت خاں کی نیک خدمات کے سبب سے کچھ اوسے جواب نہ دیا پھر کچھ دنوں بعد شجاعت خاں گوالیار میں آیا تو ایک دن عثمان خاں نے پھر آنکر بادشاہ سے فریاد کی تو بادشاہ نے اُسے کہا کہ تو شجاعت سے اپنا انتقام آپ لے لے۔ جب عثمان خاں نے بادشاہ کی زبان سے یہ کلمے سنے تو وہ انتقام لینے کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ شجاعت خاں کو بادشاہ کی اس بات کے سننے سے بہت ملال ہوا۔ عیسیٰ خاں نے اپنا ایک ہاتھ لوہے کا بنوایا تھا ایکدن شجاعت خاں ہاتھی قلعہ سلیم شاہ پاس جاتا تھا اور تنہا پھول دروازہ پر پہنچا تھا کہ اوسنے عثمان کو جسکی شکل اوسے یاد تھی ایک دکان میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہاں بڑی دیر سے وہ اس کا منتظر تھا اور اپنے ہاتھ کو دوپٹے میں چھپائے ہوئے اور ایک چھوٹی سی تلوار لئے ہوئے بیٹھا تھا۔ شجاعت خاں نے اپنی ہاتھی کو ٹھیرایا کہ اوسکو کچھ دے اور اوسکا حال پوچھے۔ اوسکو یہ ایک موقع ہاتھ لگا

وہ اسکے پاس گیا۔ ایک تلوار اوس کو لگا کر زخمی کیا وہ فوراً گرفتار ہوا معلوم ہوا کہ اوس نے اوسی ہاتھ سے کہ یوہے کا بنوایا تہا شجاعت خاں کو خفیف سا زخمی کیا اوسی وقت اوس کو مار ڈالا۔ شجاعت خاں زخمی اپنے گہر آیا۔ اور اوسنے یہ جانا کہ بادشاہ کی اغوا سے یہ کام عثمان خاں نے کیا ہے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے اپنے امرا کو شجاعت خاں کی عیادت کو بہیجا اور کہلا بہیجا کہ میں خود بھی آتا ہوں۔

شجاعت خاں کے سب دوست و متعلقین یہ جانتے تہے کہ بادشاہ نے اوسے زخمی کرایا ہے اسلئے شجاعت خاں نے اس خوف سے کہ کہیں وہ بادشاہ سے بُری طرح نہ پیش آئیں ایک عرضی لکہی جس میں اپنی قدامت اور حسن خدمات کا ذکر کیا اور عرض کیا حضور نے میری عیادت کے لئے جو امرا بہیجے میری عزت افزائی کے لئے کافی ہیں بادشاہ عرضی کا مطلب سمجہ گیا۔ وہ ایک دن خود شجاعت خاں کے گہر گیا شجاعت خاں کا بیٹا فتح خاں بڑا شجاع قوی جوان تہا۔ اوسکے تیور بادشاہ کے دیکہنے سے بدلے تو اوسکے دوسرے بہائی میاں بایزید نے اوسکو بادشاہ کی نذر کے اہتمام میں لگا دیا۔ بادشاہ تہوڑی دیر ٹہیرا۔ شجاعت خاں نے نذر دی اور اس سے درخواست کی کہ حضور پھر تشریف نہ لائیں اور کچہ اور باتیں بھی رمز و کنایہ میں ایسی کہیں کہ بادشاہ پہلے کی نسبت اس سے وچند ناراض ہو گیا۔

شجاعت خاں کا زخم تہوڑے دنوں میں اچھا ہو گیا وہ بادشاہ کی خدمت میں ایک دن گیا بادشاہ نے اسے ایک سو ایک گہوڑے اور ایک سو ایک بچے بنگال کے کپڑوں کے عنایت کئے اور نہایت لطف و کرم سے پیش آیا۔ شجاعت خاں نے اس ظاہری محبت پر تپاک کو باطنی عداوت پر محمول کیا اور ایک دن بادشاہ کی بغیر اجازت خیمے ڈیرے لاد کر مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہ اسکی اس حرکت سے بڑے غصے میں آیا اور سپاہ کو مرتب کر کے اوسکے تعاقب میں روانہ ہوا شجاعت خاں سارنگ پور میں پہنچا اور اپنی سپاہ کو معائنہ کرنے لگا تو سپاہ نے یہ خیال کیا کہ اسلام شاہ چلا آتا ہے اسے لڑنے کا ارادہ ہے مگر شجاعت نے سپاہ سے کہا کہ اسلام شاہ میرا ولی نعمت ہے اور میرے مربی کا بیٹا ہے میں اسے کبھی نہیں لڑنے کا جن کو یہ خیال ہو کہ میں اس سے لڑوں گا وہ میرے لشکر کو چہوڑ کر چلے جائیں۔ جب اسلام شاہ سارنگ پور کے قریب پہنچا تو شجاعت خاں بانسواڑہ میں چلا گیا۔ بادشاہ نے مالوہ اس سے لے لیا اور عیسےٰ خاں کو اوجین میں

بیس ہزار سوار دیکر متعین کیا اور خود آگرہ چلا آیا۔ شجاعت خاں ان پینتیس امرا میں تہا جنکے طفیل سے شیر شاہ بادشاہ ہوا تہا اوسنے باوجود قدرت و استطاعت کے مالوہ کا خیال کچہ نہیں کیا یہ واقعہ ۹۵۳ھ میں ہوا۔

اسلام شاہ اسوقت نیازیوں کی بغاوت کے روکنے میں مصروف تہا اور وہ دوبارہ اونکو سزا دینے کے لئے لاہور گیا۔ دولت خاں اجیلا نے بادشاہ سے شجاعت خاں کی بہانی قصور کی سفارش کی بادشاہ نے اسے مان لیا اور شجاعت خاں پسر سلیم خاں کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اسے سارنگ پور اور رائے سین کا قلعہ حوالہ کیا۔ اور بادشاہ کی اجازت سے پہر اپنی جاگیر میں گیا۔ دولت خاں اجیلا بادشاہ کے ساتھ رہا۔ دولت خاں کو اجیلا اسلئے کہتے ہیں کہ رات کو بادشاہ اور اوسکے محلوں کے درمیان ترک پر مشعلیں جلتی تہی نہیں یہی امیر اپنی شجاعت ذاتی و شرافت خاندانی کے سبب سے سلیم شاہ کا اوس کے اخیر وقت تک دوست رہا۔

مالوہ میں بادشاہ کامیاب ہوا مگر پنجاب میں اسکا لشکر ناکام رہا پنجاب میں ہمایوں اعظم نے مدتوں تک حکومت کی تہی اب تک اسکا رعب و داب اس ملک میں چلا جاتا تہا جہلم سے پار اوسکے پاس بہادر اور مستقل آدمیوں کی جمعیت ہو گئی۔ اس جمعیت کو لیکر وہ دہن کوٹ (دین کوٹ) کے قریب خواجہ اویس سے لڑا جسکو سلیم شاہ نے اوسکے روکنے کے واسطے متعین کیا تہا اور اسکو شکست دی اور سرہند تک ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اسکا لشکر سارے پنجاب میں پہیل گیا صرف مویشی ہی نہیں لیجاتا تہا بلکہ آدمیوں کو اٹہا کر لیجاتا تہا۔ سارے ملک میں اوسنے ایک دہلکا مچا دیا سلیم شاہ نے فوراً لشکر اپنی میر عسکر پاس بہیجا اوسنے پہر نیازیوں کو دہن کوٹ تک ہنکایا۔ یہاں پر دونو لشکروں میں بڑی لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کو جسکے پاس بیس ہزار سوار تہے شکست فاحش ہوئی اور نیازیوں کی بعض عورتیں گرفتار ہوئیں وہ سب گوالیار بہیجی گئیں۔ بادشاہ نے انکے ناموس کا پاس نہیں کیا۔ اور نیازیوں کے جواب دشمن اعظم سر پر وہ وغیرہ ہاتھ لگا تہا وہ اپنے لشکر کے رندوں اوباش آدمیوں کو دیدیا اور انہیں سے ایک کو اعظم ہمایوں کا دوسرے کو سعید خاں کا تیسرے کو شہباز خاں کا اور علی ہذا القیاس خطاب دیا۔ اور اونکو نقارے دئے تاکہ نوبت کے وقت اپنے دروازوں پر بجائیں۔ یہ لوگ نقاروں

کو علانیہ بجاتے اور علم اور چھتر اور امارات شاہی کو اپنے آگے رکھ کر کہتے کہ سلیم شاہ کو فلاں لڑائی میں ہاتھ لگے ہیں اور اونکی اہانت کرتے۔ ہر شب جمعہ کو فواحش ہندو جو ستور کو موافق اسلام شاہ کے سلام کو آتے تو نقیب بآواز بلند کہتے کہ بادشاہ نظر رو بہ رو فلاں خاں نیازی دعا کرتا ہے۔ یہ بات افغانوں کو کہ سب ہم قبیلہ اور ایک جہت تھے بہت شاق و ناگوار گذرتی افغانوں میں عورتوں کی ناموس کا بڑا خیال ہوتا ہے ان کو ان عورتوں کی بے ناموس ہونے سے بادشاہ سے دل میں کینہ زیادہ ہوا۔

نیازی شکست پاکر دھن کوٹ کو دشمنوں سے نہ بچا سکے نمک سار کو ہمالے گکھڑ دنکی پناہ میں کشمیر کے گرد کے پہاڑوں میں پہنچے۔ اسلام شاہ اس امر کو اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے ضروری جانتا تھا نیازی امیر کا نام و نشان باقی نہ رکھے اسلئے وہ اس ملک میں خود ایک قوی فوج لیکر آیا اور رہتاس میں پہنچا۔ اس قلعہ کے پورا بنا دینے میں بڑی کوشش کی اور گکھڑوں کے مطیع بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گکھڑوں کو اپنی آزادی پر فخر تھا خاندان بابریہ سے انکا اتحاد تھا۔ قلعہ رہتاس کو گکھڑ اپنا خار راہ سمجھتے تھے اس لئے وہ اسکی تعمیر کی تکمیل میں ہر طرح سے سد راہ ہوتے تھے۔ قلعہ پورا بنوانا بڑا کام تھا۔ سلیم شاہ نے ایک حصہ سپاہ کا تو اوسکی تعمیر میں لگایا اور دوسرا حصہ گکھڑوں کے ساتھ لڑایا۔ گکھڑوں اور افغانوں کے درمیان دن کو لڑائیاں ہوتیں۔ رات کو چوروں کی طرح گکھڑ افغانوں کے لشکر میں آتے جو پاتے لیجاتے خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو آزاد ہو یا غلام اور اوسکو قید میں بری طرح رکھتے اور بیچ ڈالتے۔ سلیم شاہ سلطان آدم گکھڑ کو جو ہمایوں کا بڑا معتمد دوست تھا گرفتار کرنا چاہتا تھا وہ ہاتھ نہ آیا مگر سارنگ سلطان جو گکھڑوں کا بڑا نامور سردار تھا گرفتار ہوا بادشاہ نے اوسکی زندہ کھال اوتروائی اور اوسکے بیٹے کمال خاں کو قید کرکے گوالیار بھیجا۔ اور اس قوم کے اور سرداروں کو بھی ہلاک کیا۔ اس کوہستان کے بہت سے زمیندار بادشاہ کے مطیع ہوئے اور وفادار رہے۔ گوالیار ایک پہاڑی بوکا نگڑہ اور نگرکوٹ کے درمیان جنوب میں واقع ہے وہاں کا راجہ پرہورام جو زمینداروں میں زیادہ معزز تھا وہ بادشاہ کا پکا دوست ہوگیا۔ اس نواح میں تھانوں کی نگہبانی کے لئے پانچ قلعے شیرگڈہ۔ اسلام گڈہ۔ اسیرگڈہ۔ فیروزگڈہ۔ مانکوٹ یا مانگڈہ تعمیر کرائے اون کی

عمارات دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے وہ ہرگز آدمیوں کی بنائی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جنوں نے بنائی ہیں ان عمارات کے بنانے میں افغان و ہندو برسوں تک گکھڑوں کی کشی اور چوندپڑی کرتے رہے۔ بادشاہ کو اون پر ایسی بدگمانی تھی کہ دو برس تک یہ خاک مذلت اون کے سر پر ڈالتا رہا اور جب اونکو چھتری دھونے سے مخلصی ہوئی تو گکھڑوں سے اون کو لڑا اور اس مدت دو سال میں اونکو ایک پیسا اور جیتل تنخواہ میں نہیں دیا۔ اس سبب سے افغانوں کو روز بروز اوس سے نفرت زیادہ ہوتی جاتی تھی اور اوسکو برا بھلا کہتے تھے۔ اس احوال کے کہنے کی جوں کسی کو نہ تھی محمد شاہ فرملی ایک امیر کبیر خوش طبع و ظریف اور ندیم مخصوص گستاخ تھا اوسنے کہا کہ بادشاہ سلامت میں نے کل رات کو خواب دیکھا ہے کہ تین خربطے آسمان سے اترے ایک میں خاک تھی دوسرے میں سونا تھا۔ تیسرے میں کاغذ۔ انمیں سے خاک تو سپاہ کے سر پر گری اور دفتر کے ہندوؤں کے گھر میں زر پڑا۔ اور بادشاہی خزانہ میں کاغذ رہا۔ سلیم شاہ کو یہ لطیفہ بہت پسند آیا اور وعدہ کیا کہ گوالیار میں مراجعت کرنے پر حساب سپاہ کی دو سال کی تنخواہ کا حساب کرکے ان کو تنخواہ دینگے۔ مگر قضا و قدر نے اس حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی کہ قضا آگئی۔ اسکا حال آگے دیکھیگے۔ امرا نے اتفاق کرکے ایک آدمی کو جسے اپنی جان کی پروا نہ تھی یہ سمجھایا کہ بادشاہ آج پنج سخ سراپردہ سے قلعہ مان کوٹ کو معائنہ کرنے جائیگا تو اوس کے پاس فریادی بن کر جانا اور اوسکو قتل کر ڈالنا۔ یہ آدمی پہاڑ کی بلندی پر گیا اور ایسی تنگ جگہ پر بیٹھا جہاں سے ایک ہی آدمی گذر سکتا تھا جب بادشاہ اس جگہ آیا تو اوسنے ایک چھوٹی تلوار سے جو اوسنے چھپا رکھی تھی بادشاہ پر وار کیا جس سے اوسکی انگلیوں اور گردن پر نہایت خفیف سا زخم لگا۔ بادشاہ اپنی کمال چستی و چالاکی سے فوراً ہی غالب آیا اور گھوڑے سے اُتر کر اوسکو پکڑ لیا۔ اور تلوار چھین لی۔ دولت خان نے آنکر اس آدمی کو بادشاہ کے ہاتھ سے لے لیا اور عرض کیا کہ حکم ہو تو میں اس آدمی کو قتید کروں۔ بادشاہ نے فرمایا اس مردک کو جلد مار ڈالو معلوم نہیں کہ وہ جھوٹ موٹ کس کس کے نام بتا کے کتنے گکھڑوں میں آگ لگائے۔ اسکے مقید کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہمیں اسے مار ڈال۔ اسلام شاہ کی یہ بات نہایت ناخوشی سے نکلی تھی بادشاہ نے تلوار کو منگایا اور امرا کو دکھایا۔ خود بادشاہ اور امرا نے پہچانا کہ وہ اقبال خاں کی تلوار تھی۔ اقبال خاں کو بادشاہ نے اپنی نوازش سے چھوٹے آدمی سے بڑا

آوی کیا تہا اوسکو بلاکر کہا کہ افسوس ہے تو نے میری مہربانیوں پر خیال نہیں کیا اب تجکو قتل کیا کروں مجھے شرم آتی ہے کہ جیسے نوازش کرکے پروردش کی ہو اوسکو میں قتل کروں اوتی نوکری پر تیرا تنزل میں کرتا ہوں۔

اب بادشاہ نے نیازیوں کو بالکل استیصال کرنا چاہا۔ اعظم ہمایوں نے جب گھکروں کو مغلوب دیکھا تو وہ کشمیر کے کوہستان میں گیا۔ اسلام شاہ شہر کیبالی میں تہا اوسنے کشمیر میں نیازیوں کا تعاقب کرنا چاہا۔ مرزا حیدر والی کشمیر نے نیازیوں کی راہ کو اسلئے بند کردیا کہ اسلام شاہ اس پر مرحمت شاہانہ کرے۔ اعظم ہمایوں نے یہ دیکھکر کہ بادشاہ پیچھے چلا آتا ہے اور حاکم کشمیر نے راہ کو بند کررکھی ہے تو وہ راجوری میں گیا۔ اسلام شاہ نے اپنی منتخب سپاہ کو لیکر بہکا تعاقب موضع بدوتک ملک نوشیرہ میں کیا۔ یہاں سے پہاڑوں کی تنگ اور دشوار گذار راہوں سے سیال کوٹ کے قریب بن گانوں میں آگیا۔

محمد نذر اور صبر علی جو کشمیر کے بادشاہ کی طرف سے راجوری میں حاکم تہے اونہوں نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لیجاکر مرزا حیدر کو معزول کردیں اعظم ہمایوں نے اور افغانوں سے اس باب میں صلح کی۔ سبنے کہا کہ یہ فتح غیبی ہے ضرور جانا چاہئے مگر اعظم ہمایوں نے پسند نہ کیا اور مرزا حیدر کو ایک خط اپنی حقیقت حال کا لکہا اور امداد کی درخواست کی۔ مرزا حیدر ایک نوجوان فیاض دل تہا اسنے اعظم ہمایوں پاس بہت روپیہ بہیجدیا اور خط کا جواب نہایت اخلاق سے لکہا۔ اعظم ہمایوں کوچ کرکے موضع بزرگ میں آیا۔ جب بے وفا کشمیریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامیوں کو لکہا تو وہ اُس سے منحرف ہوگئے اور اس پاس سے بہاگ گئے بعض ان میں سے اسلام شاہ پاس چلے گئے۔ غازی خاں چک مرزا حیدر پاس گیا اور اُسنے کہا کہ افغانوں کی ایک جمعیت کشمیر کی تسخیر کے ارادہ سے آتی ہے اور وہ پرگنہ بالی بال اور بہو کوٹ اور مالوہ کوٹ میں آن پہنچی ہے حیدر نے حسین باکری۔ بہرام چک۔ یوسف چک کو مرزا حیدر نے حکم دیا کہ وہ کشمیریوں کا لشکر لیکر نیازیوں سے لڑیں طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کی بیوی بی بی رابعہ خوب مردانہ وار لڑی اور لالی چک کو اپنی تلوار سے مار ڈالا کشمیری کثرت سے تہے اونہوں نے بے سروساماں افغانوں کو پتھر مار مار کر بہگا دیا کسی نیازی کو زندہ نہ چہوڑا۔ دو ہزار کے قریب قتل کئے بیسے نیازیوں نے دو ہزار بیسیلیوں کو قتل کیا تہا

ہ یہاں آش و رکاس ایشاں بود۔ اس دیر مکافات میں اونہوں نے سزائے اعمال دست بدست پائی۔ اعظم ہمایوں، سعید لڑائی میں مارے گئے۔ کشمیری فتح پاکر سری نگر میں آگئے۔ مرزا حیدر نے ان افغانوں کے سر اسلام شاہ پاس بن میں بہیجے جنکو دیکہکر وہ بڑا خوش ہوا۔ اب نیازیوں کی سرکشی کا سرکچل گیا اور بادشاہ اپنے گہر آیا۔

مرزا کامراں ہمایوں بادشاہ سے اڑکر کابل سے بہاگا سلیم شاہ کے پاس اس غرض سے آیا کہ اسکی کمک اور تقویت سے کابل کو پہر لیلے۔ جب اسلام شاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے بہیو بقال کو جو ان دنوں میں بڑا صاحب اعتبار تہا۔ افغانوں کے ساتھ رہتاس کے پاس اوسکے استقبال کے لئے بہیجا۔ مرزا کامراں کو اس ذلیل استقبال سے ملال ہوا۔ اور اپنے آنے سے پشیمان ہوا۔ باوجود اس کے مرزا کو یہ امید تہی کہ شاید اوسکی تلافی ملاقات میں اسلام شاہ کریگا مگر دربار عام میں اسلام شاہ نے ذرہ خوبیت کی کہ اوسکے روبرو بدتمیزی سے مرزا کی گردن پکڑکے پیش کیا اور پکارکر کہا کہ بادشاہا نظر کامراں مقدم زادہ کابل دعا میکند۔ اسلام شاہ نے تکبر کی راہ سے دیکہکر کہا کہ خوش آمدی۔ یہ سلیم شاہ کی فرمانبرداری تہی کہ اسنے اپنے سراپردہ کے پاس مرزا کامراں کے واسطے خیمہ لگوایا۔ اسپ و سراپا بہجوایا اور کنیزک خاص خواہر سراخدمت کے لئے بہیجے کہ وہ اوسکے حال کی جاسوسی کرتے رہیں۔ مرزا کامراں شاعر بڑا تہا کبھی بادشاہ بلاکر مشاعرہ کرتا تہا۔ مرزا اس صحبت سے ناخوش تہا۔ اس تکلف و تواضع سے ایسا عاجز ہوا کہ جان سے بیزار ہوا۔ اور فرار ہونے کے لئے موقع ڈہونڈتا تہا۔ افغان اسکی ہندی زبان میں ہنسی کرتے تہے جب وہ دربار میں آتا تو کہتے کہ مرد آیا یعنے مرغ آیا۔ مرزا نے بادشاہ کے روبرو ایک امیر سے پوچہا کہ مورہ کسے گویند تو اوسنے جواب دیا کہ مرد عظیم الشان کو مورہ کہتے ہیں تہوڑے دن کے بعد اس معنی کر سلیم شاہ خوش مورد اور شیر شاہ خوشتر مورد ہوئے۔ یہ سنکر سلیم شاہ نے حکم دیا کہ ہرگز اس لفظ کو نہ کہنا اور مرزا سے ہنسی نہ کرنا۔ ایکدن اسلام شاہ نے مرزا سے کہا کہ کوئی شعر ارشاد ہو تو اوس نے یہ شعر پڑہا ؎

گردش گردوں گر دمادگر دوناں را گر دکرد — بر سر صاحب تمیزاں فضلہا را مردکرد

سلیم شاہ اسکے فحوا سے کلام کو سمجہ گیا اور اوسنے پوشیدہ موکل مقرر کردئے کہ مرزا کو چشم بند کرکے مرزا نے کسی زمیندار کی معرفت کسی راجہ سے ڈوب لگاکے ڈاک چوکی لگا رکہی تہی۔ ایک ان

وہ برقعہ اوڑھ کر بھاگ گیا۔ نگہبانوں نے یہ جانا کہ کوئی عورت جاتی ہے۔ باقی حال ہمایوں بادشاہ کی تاریخ میں پڑھنا۔ اسلام شاہ بن سے دہلی میں آیا یہاں مقیم رہا۔ وہ ایک دن گنجے میں جو گیں لگائے بیٹھا تھا کہ خبر آئی ہمایوں کابل فتح کر کے آب نیلاب سے پار ہندوستان میں آگیا ہے سلیم شاہ نے اوسی دم گلے سے جوکوں کو اوتار کر پھینک دیا اور پہلے ہی روز تین کوس کا کوچ کیا تو پخانہ ہمیشہ اوسکے ساتھ رہتا تھا مگر اس جلدی میں دہلی کے دہات سے بیل اونٹ کھینچنے کے واسطے نہیں جمع ہوئے تھے اوسنے حکم دیدیا کہ آدمی توپوں کو کھینچیں۔ ہر ایک توپ کو ہزار دو ہزار آدمی کھینچتے تھے ؎ اینکہ تو بینی نہ ہمہ مردمند بیشترے گاؤ و خر بید مند

وہ بہت جلد لاہور میں پہنچا۔ ہمایوں کسی ضرورت کے سبب سے اٹک سے پار اُترا تھا مگر جیسا آیا تھا ویسے ہی اُلٹا چلا گیا اوسکا حال آیندہ آئیگا۔

اسلام شاہ لاہور سے گوالیار میں آیا اور یہاں شکار کھیلتا رہا۔ ایک دن وہ نواح انڑی میں شکار کو جاتا تھا مفسدوں کی ایک جماعت نے بعض افغان امیروں کے اغوا سے بادشاہ کے سر راہ بیٹھ کر اوسکے قتل کا ارادہ کیا۔ عجب اتفاق ہے کہ بادشاہ نے کسی اور راہ سے مراجعت کی یہ جماعت بیکار اور معطل رہی۔ جب حقیقت حال بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو سید بہاؤالدین محمود۔ بداگہ کو کہ سرغنہ فساد تھے قتل کیا۔ اب بادشاہ کو اپنے امرا پر پہلے سے بھی زیادہ بے اعتباری ہوگئی۔ اپنے امرا میں سے جس امیر پر قوت فلیہ کا گمان ہوتا اوسکو مقید کرتا یا قتل کرتا۔ جس امیر کو دیکھتا کہ سر اوٹھائیگا اوسکی گردن اُڑا دیتا۔ ایک دن اوسنے اپنی منکوحہ مسماۃ بی بی بائی یا بانو سے کہا کہ میں نے تیرے بیٹے کے لئے سلطنت کی راہ صاف کر دی ہے مگر تیرا بھائی مبارز خاں خار راہ ہے اگر تو اپنے بیٹے کو دوست رکھتی ہے تو اجازت دے کہ میں اس کانٹے کو دور کروں اور اگر بھائی کو عزیز رکھتی ہے تو بیٹے کی حیات سے ہاتھ دھو اسکی جان کے لئے مبارز خاں کی طرف سے بہت خطرے ہیں اسکا جواب بائی نے یہ دیا کہ میرا بھائی عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے ساز و نغمہ میں سب وقت لگا رہتا ہے اوسکو بادشاہی سے کیا سروکار ہے۔ ہر طرح سلیم نے اوسکو سب طرح سمجھایا کہ وہ اس بات میں اسکی ہمراہی ہو جائے لیکن اس ناقص العقل عورت نے اوسکے کہنے کو نہ مانا۔ آخر کو پشیمان ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ تو جان۔ اسکے عہد سلطنت کا عجیب غریب واقعہ شیخ علائی کا ہے سمجھنا

اہل تعین یہ ہے کہ شیخ علائی کے باپ کا نام حسن تھا اور ملک بنگالہ کے مشائخ کبار میں سے تھا وہ بیانہ میں آیا۔ اور یہاں شیخ سلیم کا خلیفہ اور سجادہ نشین ہوا اور طالبین کو ارشاد اور ہدایت کیا کرتا۔ جب یہ انتقال ہوا تو اوسکی ساری اولاد میں شیخ علائی زیادہ لایق تھا وہی باپ کا سجادہ نشین ہوا اور ارشاد و ہدایت لوگوں کو کرنے لگا۔ اتفاقاً شیخ عبداللہ نیازی کہ شیخ سلیم چشتی کے نامی اور کامل مریدوں میں سے تھا وہ مکہ معظمہ سے حج کر کے بیانہ میں وارد ہوا یہیں اقامت اختیار کی اور فرقہ مہدویہ کی طریقہ اختیار کیا۔ اس فرقہ کا اعتقاد یہ ہے کہ سید محمد جونپوری مہدی موعود ہے۔ سید محمد کا باپ پیر سید خاں تھا اور نویں صدی کے وسط میں وہ جونپور میں پیدا ہوا تھا۔ وہ سلطنت جونپوری کی بربادی کو آثار قیامت میں گنتا تھا اور اس زمانہ میں جو اور واقعات عجیب و غریب وقوع میں آئے اوسنے لوگوں کو سمجھاتا کہ قیامت آگئی اور کہتا تھا کہ آسمان سے آواز آئی ہے کہ امام مہدی موعود میں ہوں۔ بہت سے آدمی اوسکے مرید ہو گئے اور مریدوں سے زیادہ دشمن ہو گئے۔ دشمنوں کے طعنوں سے تنگ ہو کر گجرات میں گیا۔ یہاں کا بادشاہ سلطان محمود اس کا معتقد ہوا۔ پھر وہ حج کو گیا۔ یمانے بھی وہ نکالا گیا۔ پھر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ اور بلوچستان کی راہ سے گجرات میں آتا تھا کہ ۹۱۱ھ میں سفر آخرت پیش آیا۔ اوسکی قبر باوجود شاہ ایران کی مزاحمت زیارت گاہ خلایق بنی۔ عبداللہ نیازی کی وضع شیخ علائی کو بھی خوش آئی اور اوسکی صحبت پر فریفتہ ہوا اور آباؤ اجداد کا طریقہ ترک کر کے خلایق کو روش مہدویہ کی دعوت کرنے لگا اور شہر کے باہر شیخ عبداللہ نیازی کے ہمسایہ میں رہنے لگا۔ اسکے معتقدین کی جماعت کثیر اسکے ساتھ رہنے لگی توکل اور تجرد پر گذران کرنے لگی اور ہر نماز کے وقت وہ قرآن شریف کا وعظ اس فصاحت و بلاغت سے کہتا کہ سامعین کے دل پر سحر کا اثر کرتا۔ اور سننے والے وہ کام کرتے کیا سب کام کاج چھوڑا اور دنیا سے منہ موڑ فرقہ مہدویہ کے فقیر بن کر بجھ جاتے یا سب معاصی منہیات سے توبہ کر کے سید محمد کا کلمہ پڑھنے لگتے اور جو کچھ زراعت تجارت وغیرہ سے اونکو پیدا ہوتا اوسکا دسواں حصہ راہ خدا میں نذر کرتے۔ ایسا بہت ہوا کہ بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو اور خاوند نے جورو کو اور بیوی نے خاوند کو چھوڑ دیا۔ اور قناعت اور فقر اختیار کیا۔ اس فرقہ میں نذر و فتوح کا جو کچھ آجاتا اوسکو سب آپس میں چھوٹے بڑے برابر تقسیم

کرتے اور اگر کچھ نہ آتا تو دو دو تین تین روز صاف گذر جاتے مگر اوسکا اظہار وہ کسی پر نہ کرتے سب وقت سپر و شمشیر و اسلحہ اپنے پاس رکھتے اور شہر و بازار میں پھرتے جس جگہ کسی کو کوئی کام غیر مشروع کرتے دیکھتے اوسکو لطف و مہر سے اول سمجھاتے کہ اس کام کو نہ کر اور اگر وہ نہ مانتا تو پھر جبر و قہر سے اس نامشروع کام سے اوسے باز رکھتے حکام شہر میں سے جو کوئی ان کا رفیق و موافق ہوتا اوسکے ساتھ سلوک کرتے اور جو مخالف ہوتا اوسکا مقصد پورا نہ ہوتا کہ وہ اونکو منع کرسکے یا اونسے مقاومت کرسکے۔ شیخ عبداللہ نیازی نے دیکھا کہ اب خاص و عام سے کام پڑا ہے ضرور کوئی فساد برپا ہوگا تو شیخ علائی کو ہدایت کی کہ وہ خدا کے گھر میں حج کرنے چلے۔ شیخ کے کہنے سے وہ ایسی وضع و حالت سے تین سو ستر خانوار کے آدمیوں کو ساتھ لے حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ جب وہ جودھپور کی حدود میں خواص پورہ میں پہنچا تو خواص خاں استقبال کو آیا اور اوسکا معتقد ہوگیا۔ لیکن جب اوسکو فرقہ مہدویہ کی حقیقت پر علم ہوا کہ فساد سے بھرا ہوا ہے تو وہ اس عقیدت سے پھر گیا۔ جب شیخ علائی کو اس حال پر اطلاع ہوئی تو یہ بہانہ بناکر کہ امر معروف اور نہی منکر کی اطاعت واجبی خواص خاص نہیں کرتا اس سے رنجیدہ ہوگیا اور خواص پورہ سے باہر چلا آیا اور حج کا ارادہ فسخ کیا اور بیانہ میں اولٹا چلا آیا۔ ان ایام میں آگرہ میں سلیم شاہ تخت پر بیٹھا تھا اوسکے بلانے سے شیخ علائی بادشاہی مجلس میں آیا اور رسوم آداب جو بادشاہوں کے ہوتے ہیں وہ نہ بجالایا بادشاہ کو سلام مشروع سلام علیک کرکے بیٹھ گیا سلیم شاہ نے علیک السلام بکراہت کہا۔ یہ بات بادشاہ کے مقربوں کو بری معلوم ہوئی ملا عبداللہ سلطانپوری المخاطب بہ مخدوم الملک نے شیخ علائی کے قتل کا فتویٰ تیار کیا تھا سلیم شاہ نے علمائے وقت کو بلاکر اس قضیہ کی تشخیص و تنقیح انکو حوالہ کی۔ سلیم شاہ کے سامنے مجلس مباحثہ منعقد ہوئی۔ شیخ علائی کسی عالم پر غالب نہ ہوا بلکہ مغلوب ہوکر جواب سے عاجز ہوا مگر قرآن کی تفسیر میں آیات کے معانی ایسے بیان کرتا تھا کہ بادشاہ کے دل پر اوس کا اثر ہوتا تھا۔ اوسنے شیخ علائی سے کہا کہ تو اس دعوی باطل مہدویہ سے باز آ میں تجھکو تمام اپنی قلمرو میں بادشاہی محتسب مقرر کردوں گا۔ جو اسوقت تک بغیر میرے فرمان کے امر معروف کرتا تھا بعد ازاں میرے حکم سے تو اسے کریگا۔ مگر اوسکو اس مذہب کاست ایسا چڑ ہوا تھا کہ

اوسنے بادشاہ کی بات کو نہ قبول کیا۔ باوجود اسکے سلیم شاہ نے ملا عبداللہ کے فتوی کے خلاف کیا کہ اوسکے قتل کا حکم نہ دیا قصبہ ہنڈیہ کو جو سرحد دکن میں ہے چلا وطن کیا۔ یہاں کا حاکم بہادر خاں جو سلیم شاہ کے عمدہ امرا میں سے تھا اوسکا معتقد ہوگیا۔ شیخ علائی اوسکے محل میں کھیلا اور اپنے مسائل کو بڑی تیپ ٹاپ سے بیان کرنے لگا اسکی طلاقت لسانی کام کرگئی امیران لشکر اور لشکر اوسکے معتقد ہونے لگے۔ پھر ملا عبداللہ نے بادشاہ کو سمجھاکر شیخ علائی کو یہاں سے طلب کرایا۔ اس مرتبہ بھی بادشاہ نے پیشتر سے بیشتر علما کو بلاکر اس قضیہ کی تشخیص کے لئے تاکید کی۔ ملا عبداللہ نے سلیم شاہ سے کہا کہ اے حضرت وہ خود مہدویت کا دعوی کرتا ہے اور مہدی کا تمام روئے زمین پر بادشاہ ہونا مسلمات مذہبی سے ہے پھر بتلائیے کہ اس امام کو چھوڑکر حضور کے ساتھ کون رہیگا سارے لشکر میں بہت سے امیر اب بھی اوسکے گرویدہ ہیں اور بعض عزیز آپکے خفیہ اوسکے مذہب میں آگئے ہیں۔ احتمال ہے کہ آپ کی بادشاہی میں خلل پیدا ہو بادشاہ ملا عبداللہ کو صاحب غرض جانکر اوسکی بات پر کان نہیں لگاتا تھا پھر اوسنے شیخ علائی کو بہار میں شیخ بڑہ پاس بھیجدیا یہ شیخ دانشمند اور طبیب کامل تھا اور شیر شاہ اوسکا ایسا معتقد تھا کہ اوسکی جوتیاں سیدھی کرکے اپنے ہاتھ سے اوسکے سامنے رکھتا تھا اور کہتا تھا کہ جو فتوی وہ دیگا اسپر عمل ہوگا۔ بادشاہ پنجاب روانہ ہوا۔ قلعہ مانکوٹ کو تعمیر کراتا تھا۔ شیخ بڑہ نے ملا عبداللہ سلطانپوری کے موافق فتوی لکھکر قاصدوں کے ہاتھ بادشاہ پاس بھجوایا۔ اس اثنا میں شیخ علائی ان امراض میں مبتلا ہوا جو وبا کی طرح پھیل رہے تھے۔ اس کے حلق میں ایک زخم تھا جس میں کہ ایک انگلی گی برابر جگہ جاتی تھی۔ اسپر سفر کی تکلیف کا اور اضافہ ہوا۔ جب شیخ سلیم شاہ کے روبرو پیش ہوا تو اس میں قوت گفتار نہ تھی۔ سلیم شاہ نے اوسکے کان میں چپکے سے کہا کہ تو کہدے کہ مہدوی نہیں ہوں تو تو چھوٹ جائیگا مگر یہ اوسنے نہیں قبول کیا۔ بادشاہ مایوس ہوا ناچار اوسنے حکم دیا کہ تازیانے لگائے جائیں۔ تیسرا تازیانہ لگا تھا کہ اوسکی روح نے پرواز کی۔ یہ قضیہ ۹۵۵ھ میں واقع ہوا۔ واذکر اللہ اوسکی تاریخ ہے۔ شیخ کے مرنے کے بعد اس فرقہ کا اجتماع متفرق ہوگیا۔

اسی زمانہ میں گو بادشاہ نے امیر اور سپاہ کو دو سال کی تنخواہ ملنے کا حکم دیدیا تھا مگر امرا عظام کے غارت کرنے کے سوا کسی اور بات کا خیال لمحہ بھر بھی نہیں کرتا تھا وہ امرا

کی سازشوں سے خوب واقف تھا اور اونکو یہ چاہتا تھا کہ ایک جگہ کرکے سزا دیجائے مگر امرا کو بھی اسکے
ارادہ سے اطلاع ہوگئی تھی اور اوہوں نے آپسمیں اتفاق کرلیا تھا کہ سب مکر دربار میں کبھی نہ جائیں مگر
ایک ایک کرکے بے خوف وخطر جاتے۔ سلیم شاہ تو شب و روز اسی خیال میں رہتا کہ میں امرا کو کسطرح
موت کے پنجہ میں پھنساؤں مگر وہاں مشیت ایزدی اور تھی وہ قصہ گویا ایسا ہوا کہ میں نہ کہونگا بلکہ
ہوگیا کہ صاحب فراش ہوگیا۔ اب کوئی مورخ اوسکو جس الہوا کی بیماری بتاتا ہے۔ ابوالفضل لکھتا
ہے کہ اعصاب سفلی میں انصباب مادہ حادہ ردیہ سے ایک قرحہ میں اہمیت پیدا ہوگئی تھی کہ کوئی کہتا تھا کہ
ایسا مرض تھا کہ اوسکو کسی کو وہ بتاتا نہ تھا اور اپنے ہاتھ سے گوں لگاتا تھا۔ اور روز بروز ضعیف
ہوتا جاتا تھا ہذیان ہوتا تھا۔ ایک روز اسنے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو خوب گالیاں دیں
جب بادشاہ ہوش میں آیا تو تاج خاں نے کہا کہ آج حضور کی زبان سے وہ کلمات سنے کہ جسکے کہنے کی
عادت حضور کو نہ تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے تاج خاں مجھکو اپنی قوت پر بھروسا تھا میں نے
سب آدمیوں کو مغلوب کیا۔ مگر یہ مرض مجھسے زیادہ طاقتور ہوا اوسنے مجھے چنیوٹی سے زیادہ ضعیف
اور کمزور بنا دیا۔ بی بی بائی کو بلا کر وہی بات اوسکے بیٹے کے باب میں کہی جو پہلے ہم لکھ چکے ہیں
بعد ازاں دفعتاً ایک لمحہ میں ۹۶۰ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی سال میں سلطان محمود
بادشاہ گجرات اور نظام الملک بادشاہ دکن کا انتقال ہوگیا تھا۔ زوال خسروان اونکی
وفات کی تاریخ ہوئی۔

وفات بادشاہ و اولاد

سلطنت کے اہتمام اور انتظام میں جو کام اسلام شاہ نے کئے ہیں اُنسے جو اوسکے خصائل ظاہر ہوتے ہیں
وہ ان خصائل سے نہیں مختلف جو مورخوں نے بیان کی ہیں۔ اس میں سب مورخوں کا اتفاق ہے
کہ اوسکی جسمانی قوت خلقی بہت زیادہ تھی اور اوسکو اپنی ورزش چستی و چالاکی سے اسنے اور
زیادہ بڑھا لیا تھا۔ اب کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اوسکو علم سے بہرہ کافی تھا کوئی اوسکو ناخواندہ بتاتا ہے
مگر اسمیں شبہ نہیں کہ اوسکے حافظہ میں فارسی اشعار کا خزانہ بھرا ہوا تھا۔ اور امرا کے ساتھ مشاعرہ
کرتا تھا۔ لطیفے خود کہتا اور اوروں سے لطیفے سنتا اور خوش ہوتا علما اور صلحا و مشائخ کی بہت عزت کرتا
اور اونکی ایسی قدر کرتا جسکی مثال ہم نہیں لکھتے ہیں کہ ایک روز ملا عبداللہ سلطانپوری سامنے
سے آتا تھا کہ اُسنے امرا سے کہا کہ بابر کے پانچ بیٹے تھے انمیں سے چار ہندوستان سے خارج ہوگئے

فضائل و اسلام شاہ و انتظام سلطنت

پانچواں یہ ملا عبداللہ ہے اسپر امرا نے عرض کیا کہ اس فتنہ پرداز کو کیوں حضور نے نہیں خارج
کیا تو اوسنے کہا کہ اس سے بہتر کوئی آدمی مجھے نہیں ملتا جو اسے نکالوں جب وہ آیا تو اسے تخت پر
بٹھایا۔ اور ایک تسبیح مروارید قیمتی بیس ہزار روپیہ کی جو اسوقت آئی تھی اوسکو دی۔ شیخ سلیم چشتی
اور شیخ نظام بدایونی اوسکے امام تھے۔ اوسکو اپنے باپ کی طرح ملک بڑھانے اور قانون بنانے
اور رعایا کو آرام پہنچانے اور شان و شوکت دکھانے کا شوق تھا۔ ہمیشہ ایک بڑی سپاہ رکھتا تھا
جبمیں سوار کثرت سے ہوتے تو پنجانہ اسکا درست اور مرتب رہتا اور سارا سامان اسکا
موجود ہوتا۔ قواعد کا سخت پابند سپاہ کو رکھتا گو وہ سپاہ کو نہایت آزردہ رکھتا مگر امرا و رعایا کو آسودہ رکھتا اور
نیک سلوک کرتا اسکا عمل اپنے باپ کے اس اصول پر تھا کہ کسی طرح کمزور کو زور آور نہ ستا سکے۔ پرگنے میں جو پہلے
قانونگو رہتے تھے اور حساب کتاب اسکا کہا کرتے تھے اونکو اوسنے یہ حکم بھی دیدیا کہ وہ رعیت
کی اور زراعت اور فصل کی پیداوار کی اور جرائم اور خطاؤں کی کیفیتیں لکھ کر بھیجا کریں وہ
عاقل اور تیز ہوش تھا۔ بہت ہی کم ایسے بادشاہ ہوتے ہیں کہ ملکی اور جنگی دونوں کاموں میں ماہر ہوں
عدالت کے کام اور ملک میں عمدہ انتظام کرتے ہوں مدبر ہوں میدان جنگ میں پکے کو ڈانا جانتے ہوں
سلیم شاہ ان دونوں کاموں کو جانتا تھا۔ وہ رفاہ عام کی عمارات کی تعمیر میں فیاض تھا۔ خیرات
کے کاموں میں دریا دل۔ جو زمینیں کہ اوقاف کیلئے دی گئی تھیں سب کو بدستور قائم رکھا۔ اُسنے
اپنے باپ کی سرایوں کو بدستور قائم رکھا بلکہ باپ کی دو دو سرایوں کے بیچ میں ایک ایک سرا بنواکے
اضافہ کیا۔ ہر ایک سرا میں مسجد و کنواں بنوا دیا اور موذن اور سقہ مقرر کر دیا۔ ڈاک چوکیوں گھوڑوں کو
زیادہ کیا اور اوسکی وسیع سلطنت میں سے ہر مقام کی خبر اوسکو جلد تر پہنچا کرے۔ ہر روز اس ڈاک میں
اس پاس سنار گانو دو ڈھاکہ کے تانے چانول آتے اور کچھ ململ آتی۔ شیر شاہ کی عہد میں یہ
قاعدہ تھا کہ لشکر شاہی میں ایک خیرات خانہ رہتا تھا۔ اب اوسنے اس قاعدہ کو بدل دیا اور ہر
سرا میں ایک خیرات خانہ جاری کیا۔ جس میں کنگالوں فقیروں کو ہر روز اتنا ملا کرتا کہ وہ سیر اور
آدھ سیر رہتے اور شیر شاہ کے دستور کے موافق ہر سرا میں ہندو مسلمان مسافروں کے لئے خواہ وہ فقیر ہوں
یا غنی کچا پکا کھانا ملا کرتا۔ اول اسکا بڑا مقصد یہ تھا کہ اپنے بڑے بھائی وعید ار سلطنت کو مٹا کر
خود تخت سلطنت پر بیٹھ جاؤں جب یہ مقصد پورا ہوا تو اوسکو یہ خیال ہوا کہ ان امرا عظام کے

اقتدار اور اختیار کو گھٹاؤں جو دعویدار تخت ہوتے ہیں۔ اوس کے باپ کی پولیسی اور تدبیر بالکل اوسکے برعکس تھی وہ اپنی فراست و ذہانت و لیاقت کے زور سے اپنی بزرگی اور محبت امرا کے دلوں میں بٹھاکے اونکی قوت اور لیاقت سے اپنی سلطنت کی قوت بڑھاتا تھا یہ امرا سے لڑکر اونکو اپنا دشمن بناتا اور اپنی سلطنت کی طاقت گھٹاتا۔ اسلام شاہ تخت نشینی سے پہلے بہت سی لڑائیاں لڑا تھا اور ان میں ہمایوں سے اپنی تدابیر سے کامیابیاں حاصل کیں تمہیں اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا صاحب لیاقت فراست کیاست تھا معمولی بادشاہوں میں سے نہ تھا ابوالفضل نے ان باپ بیٹوں کا نیکی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ روباہ بازی اور گربزی کا الزام ہمیشہ لگایا ہے اسکو بھی اپنی لیاقت کے سنولنے میں مجبور کیا ہے کہ آخر کو اوسنے یہ لکھا ہے کہ سچ یہ ہے پدر و پسر (شیر شاہ و سلیم شاہ) اسباب روزگار کے انتظام میں سلیقہ موافق رکھتے تھے افسوس ہے کہ اونہوں نے حرام نمکی اور کافر نعمتی میں اپنی زندگی بسر کی اگر یہ دونوں شخص حضرت شاہنشاہ ہمایوں کے ملازم ہوتے تو باپ کو بارگاہ معلی کی خدمت سپرد ہوتی اور پسر کو سرحدوں کا اہتمام سپرد ہوتا تو البتہ مراتم خسروانی کے مستحق ہوتے اور خدمات شائستہ کے بجالانے سے اونکی زندگی وہ ہوتی جسکو بزرگان دانش حیات کہتے ہیں ایسے کارکنوں کے لئے ہمایوں جیسا کارفرما چاہئے تھا ریاست عامہ جو حرام نمکی سے ہاتھ آئے دانایان کارشناس کے نزدیک قابل نفرین ہے اور اوسکے ساتھ جینا ہزار مرتبہ مرنے سے بدتر ہے۔ یہ ابوالفضل کی چیدہ ہے کہ وہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کو نمک حرامی کا الزام لگاتا ہے۔ بابر نے پانچ برس ہندوستان میں دخل رکھا تھا۔ ہمایوں اس کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ افغانوں کی پہلے سے سلطنت چلی آتی تھی اگر افغانوں نے ہمایوں سے اپنی سلطنت لے لی تو اُنپر نمک حرامی اور بغاوت کا الزام نہیں لگ سکتا۔ تاتاریوں سے کہیں زیادہ افغانوں کا حق سلطنت تھا۔

اسلام شاہ سلطنت کا انتظام ضوابط و قواعد کے ساتھ چاہتا تھا۔ وہ اپنی ذات خاص کے تمام اختیارات کے مرکز بنانے میں کوشش کرتا تھا۔ اوسنے تمام امیروں سے جنگی ہاتھی چھین لئے اور بارکشی کے لئے ایک کمزور متنفس کی رکھنے کی اجازت دی۔ اسنے حکم دیدیا کہ سراپردہ سرخ اسکی ساتھ مخصوص ہے کوئی اور نہ لگانے پائے۔ اوسنے تمام ولایتوں کو خالصہ بنالیا (یعنے ان سب کا محصول خود لینے لگا)

جاگیروں میں تقسیم ہونے کا قاعدہ موقوف کردیا۔ شیر شاہ کے زمانہ میں داغ کا دستور تھا یعنی گھوڑے گھوڑے دئے جاتے تھے اور اُنپر داغ لگتا تھا کہ اُن کی نشانہ خت کیجائے اور سپاہیوں کی تنخواہ میں جاگیریں دی جاتی تھیں اسکے بجائے اس نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ سپاہیوں کی تنخواہ زر نقدی دیجائے اسکی مملکت کے ہر حصہ سے کل معاملات دینی و ملکی و مالی کی رپوٹیں ہر روز باقاعدہ اس پاس آتی تھیں اور اُن میں بالکل مفصل حال لکھا ہوا ہوتا تھا کہ وہ سپاہی و رعیت و سوداگر اور طوائف دیگر میں سے کس سے متعلق ہیں بادشاہ ان اطلاعوں پر اپنے حکم نامے لکھکر ہر طرف روانہ کرتا۔ ان حکموں کے لیے نہ قاضی سے پوچھتا نہ مفتی سے نہ یہ خیال رکھتا کہ وہ شرع کے موافق ہیں یا نہیں۔

اس نے اپنی سپاہ کو نئی طرح تقسیم کیا کہ ۵۰ ۔۔۔ ۲۰۰ ۔۔۔ ۲۵۰ ۔۔۔ ۵۰۰ کے چھوٹے چھوٹے گروہ بنائے اور ۵۰۰۰ و ۱۰۰۰۰ و ۲۰۰۰۰ آدمیوں کے بڑے گروہ۔ چھوٹے گروہوں میں ہر پچاس سپاہیوں پیچھے ایک منشی فارسی کا اور وہ سر اہندی کا مقرر کیا۔ بڑے گروہوں میں ایک گرداور (یعنی افسروں میں مقرر کیا۔ سپاہ کے مقدمات قاضی اور مفتی نہیں فیصلہ کرتے بلکہ ایک افغانی منصف اور ایک ہندوستانی منصف یا امین اس نے سنارگانو کی حدود سے لیکر بنگال کی حد تک اور بنگال کی حدود سے کابل کی سرحد تک اپنی سپاہ کی چھاؤنیاں ڈالیں۔ ایک ایسی سپاہ کو اپنے پاس وہ رکھتا تھا جس سے ہمیشہ اُمرا ڈرتے رہیں۔

ہر چہ کو پنجہزاری۔ دہ ہزاری۔ بست ہزاری امرا ایک بلند خیمہ کھڑا کرتے اور کرسی اس کے اندر بچھاتے اور کرسی پر ایک کشتی میں بادشاہ کی جوتیاں اور تیر و کمان رکھتے یہ دونوں چیزیں سردار کو پہلے دی جاتی تھیں) پھر سب سے اول لشکر کا پیسالار پھر منصف اور امرا بترتیب کرسی کے آگے سر جھکاتے اور ادب سے اپنے اپنے متعین جگہ پر بیٹھ جاتے اور دبیر آتا اور بادشاہی چکنامے کو کہ اشٹی بند کاغذ کے یا اس سے کچھ کم و بیش ہوتے وہ مفصل پڑھتا اور جو سلسلہ شکل ہوتا اُسکی تمام شقوں اور انواع کے لیے ہدائیتیں اور حکم نامے ہوتے سب امرا اس حکم پر عمل کرتے اگر کوئی امیر ان الحکام کے خلاف کام کرتا تو دبیر اُسکی اطلاع بادشاہ کو کرتا۔ بادشاہ مجرم کو سزا کا حکم بھیجتا۔ یہ ضابطہ سلیم شاہ کی آخر علالت تک جاری رہا۔

فیروز شاہ بن سلیم شاہ

جب سلیم شاہ کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے فیروز خاں کو امرا نے تخت سلطنت پر بٹھلایا اور فیروز شاہ کا خطاب دیا اور سکہ و خطبہ اُس کا جاری کیا۔ مگر مبارز خاں بن نظام نے جو شیر شاہ کا بھتیجا اور سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور سالا تھا اُس نے تیسرے روز اُس کم عمر بادشاہ کی عمر تمام کی۔ ہم نے لکھا ہے کہ سلیم شاہ نے اپنی زندگی میں اور موت کے دن اپنی بی بی، بانی بانو کو سمجھا تھا کہ اگر مجھکو بیٹا عزیز ہے تو اپنے بھائی کے مار ڈالنے کی اجازت نہ دے اور اگر بھائی عزیز ہے تو بیٹے کی جان سے ہاتھ دھو۔ جس کا جواب بی بی یہ دیتی تھی کہ میرے بھائی کو سلطنت کا کب خیال ہے۔ وہ ناچ گانے کا عاشق ہے عیش و عشرت سے کب اسے فرصت ہے اس پر بادشاہ بی بی کو لعنت ملامت کرتا اور کہتا کہ کیوں اپنے بیٹے کے حق میں کانٹے بوتی ہے۔ یہ اُس کا کہنا سچ ہوا کہ سوم کا دن خاکہ جلاد ماموں معصوم بھانجے پر تلوار سونت کر چڑھ آیا۔ بھائی گڑگڑا کر بہن ہاتھ جوڑتی تھی تاکہ رگڑتی تھی۔ پیروں میں گرتی تھی۔ آہ و نالہ گڑگڑا کر کرتی اور کہتی کہ خدا کے واسطے میرے اس ننھے سے بچہ کو نہ مار۔ میں اسے لیکر ایسی جگہ دور لیجاؤنگی کہ کوئی اس کو نہیں جانے گا۔ وہ بادشاہی کا نام بھی نہیں لیگا۔ تو اس کو مار نہیں کیں قید خانہ میں ڈال دے۔ مگر اس سنگدل نے ایک نہ سنی اور اس بچہ کو باہی کی گود میں مار ڈالا تین دن وہ بھی سلطنت کر گیا سنہ ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء میں مبارز خاں تخت پر بیٹھا۔ اگرچہ سلیم شاہ کی بڑی بداخلاقی معلوم ہوتی تھی کہ وہ بہن سے بھائی کے مارنے کی اجازت نہ دیتا تھا مگر جو بھائی نے کام کیا اُس سے اُسکی بداخلاقی کا دھبہ مٹ گیا۔

ذکر سلطنت محمد شاہ سُور مشہور بہ عدلی

مبارز خاں نے بادشاہ ہو کر اپنا خطاب محمد شاہ عادل رکھا۔ مگر عوام الناس نے الف کو اُڑا دیا اور عادلی تخلص کر عدلی کہنا شروع کیا اور پھر بادشاہ کے جو نہ ہو ہند کام دیکھے تو اندلی (نابینا) نام مشہور کیا۔ یہ بادشاہ جاہل علم سے بیزار نہایت نابکار زناکار احمق ستم شعار ناحق پرست اور پاجیوں کا یار تھا۔ سوا ان عیبوں کے دل کا بھی بودا تھا۔ اس بادشاہ نے

مولف شاہ کی فیاضیاں سُن رکھی تھیں۔ جیسا اُنکا ہم نام تھا ایسا ہی فیاضی میں اس کا ہم پلہ ہونا چاہتا تھا۔ خزانہ کے مُنہ کھول دئے اور خلقت میں روپیہ لٹانا شروع کیا تاکہ خلقت کو اپنا دوست بنائے۔ جب شہر کے بازاروں میں اُس کی سواری جاتی تو تیروں کی پیکاں ایک تولہ سونے کے بنا کے خانہ کمان میں رکھکر چاروں طرف پھینکے جاتے۔ جن آدمیوں کے گھر میں تیر جاتے وہ لیا اور کوئی اُن کو اُٹھا کر لاتا تو وہ تیر دس روپیہ کو مول لیا جاتا۔ وہ خزانہ جو باپ نے برسوں کی محنت میں جمع کیا تھا وہ چند روز میں اُڑا اُوڑھ بیٹھ رہا۔ جب خزانہ یوں لٹا چکا تو یہ ارادہ کیا کہ امیروں کی جاگیروں کی ضبطی پر کیجے اور پگھرے اُڑائیے۔

جب سے بادشاہ ہوا پاجیوں کو بڑے بڑے عہدے دئے۔ وزارت و وکالت کا عہدہ شمشیر خاں کو جو شیر شاہ کا غلام اور خواص خاں کا چھوٹا بھائی تھا اور دولت خاں لوہانی کو مفوض ہوا ہیمو بقال کو مطلق العنان کر کے جمیع مہمات ملکی و مالی کا مالک کیا۔

افغان ان تقررات اور ہیمو بقال کے اختیارات سے جلے بیٹھے تھے۔ جاگیروں کے تغیرات کا خوف کر رہے تھے۔ اُنھوں نے سلطنت کے اول ہی مہینے میں ہر طرف فساد اُٹھانے کا ارادہ کیا ایک دن کا ذکر ہے کہ گوالیار کے دیوان خانہ میں بادشاہ دربار عام کر رہا تھا اور جاگیریں تقسیم ہو رہی تھیں کہ اُس نے حکم دیا کہ محمد شاہ فرملی کی جاگیر قنوج سرمست خاں سروانی کو دیجائے محمد شاہ فرملی کا بیٹا سکندر خاں جو انی کے زوروں میں چڑھا ہوا تھا وہ اس تغیر جاگیر سے غصے کے مارے آپے میں نہیں رہا بے ساختہ کہنے لگا کہ خدا کی قدرت اب ہماری نوبت یہانتک پہنچی کہ ہماری جاگیریں سروانیاں سگ فروش کو ملنے لگیں۔ اس وقت اس کا بوڑھا باپ بیمار تھا اس نے بیٹے کو غصہ سے روکا تو اُس نے باپ سے کہا کہ ایک دفعہ شیر شاہ نے تجھے لوہے کے پنجرے میں قید کیا تھا مگر سلیم شاہ کی سفارش سے بچ گیا تھا۔ اب تجھکو یہ افغان سوقتل کرنا چاہتے ہیں مگر تو اس بات کو نہیں سمجھتا وہ تجھے مارینگے۔ ہم کیوں اُن سے لیے دیے رہیں سرمست خاں بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ اس نے اس نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا کہ بیٹا اتنا غصہ۔ اس بہانہ سے وہ اس کو گرفتار کرنا چاہتا تھا مگر وہ سرتیلا جوان بات کو پا گیا۔ ایک خنجر کا ہاتھ ایسا صحیح کیا کہ سرمست خاں ستون کی طرح اکڑ کر گرا اور یہیں ڈھیر رہا۔ اس شورش عام میں بادشاہ تخت سے کود کر

محل سرا کی طرف بھاگا۔ سکندر بھی اس کے پیچھے جا لاگا۔ مگر بادشاہ کو یہ اوسان آگے کہ اُس نے دروازہ بند کر لیا اس لیے موت کا دروازہ اُس پر نہ کھلا۔ اکثر امرا عدلی کے ایسے حواس باختہ ہوئے کہ دیوانخانہ میں تلواروں کو چھوڑ کر فرار کی راہ بھی بھول گئے۔ سکندر دو گھڑی تک دیوانہ وار اِدھر اُدھر پھرا کیا۔ جو سامنے آیا اُسے قتل کیا۔ سترہ آدمیوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔ آخر کار ابراہیم سور کہ عدلی کا بھنوئی تھا ایک جماعت لیکر اس پر ٹوٹ پڑا اور تلواروں کے مارے اس کا قیمہ قیمہ کر دیا۔ محمد شاہ فرملی کو دولت خاں لوحانی نے مار ڈالا اسی روز تاج خاں کہ سلیم شاہ کے امرا عظام میں سے تھا دیوان خانہ سے باہر جاتا تھا راہ میں محمد شاہ فرملی سے اس کے گھر کے قریب ملاقات ہوئی اُن سے احوال پوچھا اُس نے کہا کہ حالت کچھ اور ہو گئی ہے میں نے اس خانہ سے پاؤں نکال لیا۔ تو بھی میرے ساتھ موافقت کر محمد شاہ نے اُس کو قبول نہ کیا سلام علیک کہکر دیوانخانہ میں عدلی پاس گیا وہاں جان جانی حق گئی۔ تاج خاں بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو جب اُس کے جانے کی خبر ہوئی تو اُسکے پیچھے قوی فوج روانہ کی اور خود بھی جانے کا ارادہ کیا۔ اُسکی فوج نے چھپر امئو پر تاج خاں کی سپاہ کو جا لیا اور لڑکر شکست دی۔ تاج خاں چنار کو بھاگ گیا۔ رستہ میں جو خالصہ شاہی کے عمال تھے اُنکو پکڑ دھکڑ سارا اسباب نقد و جنس اُن سے چھین لیا۔ اور بادشاہ کے سوہا تھی جو چرتے تھے اُن کو پکڑ کر لے گیا اور اپنے بھائیوں عماد خواجہ الیاس اور سلیمان سے جاگیر علاوہ حواص پور ٹانڈہ میں اور دریا گنگ کے پرگنوں میں حاکم تھے۔ اور ادر ہمسایہ کے افغان بادشاہ کے ساتھ بے مہری میں شریک تھے اُنھوں نے بادشاہ سے کھلی بغاوت اختیار کی۔

اس اثنا میں عدلی گوالیار سے چنار میں اپنا خزانہ لینے کے لیے آگیا تھا وہ کرانیوں کے دھمکانے کے لیے آگے بڑھا۔ دریا گنگا کے مقابل کے کناروں پر دونوں سپاہ میں آمنے سامنے آ ڈیرہ اور کچھ دنوں بغیر لڑائی کے پڑی رہیں آخر کو ہیمو نے جس پر عدلی کو بہت اعتبار ہو گیا تھا درخواست کی اگر مجھے چند فیل اور سپاہ عنایت ہو تو میں دریا پار جا کر دشمنوں کو پامال کر دوں عدلی نے ہیمو کی درخواست کو منظور کر لیا اور ہیمو سپاہ اور ہاتھی لیکر دریا کے پار اُتر کر کرانیوں سے لڑا اور ان کو شکست دی اور فتح کامل پائی۔ تاج خاں اپنی خوش نصیبی سے بنگال کو بھاگ گیا جہاں مدتوں کے بعد بادشاہ ہوا علامہ فاضل بیرکامل ابوالفضل میں یہ کمال تھا کہ وہ اپنی قوت بیانیہ و قلم کے زور سے سلاطین

نبوریہ کے جسموں کے دھجیوں کو ایک خوشنما پھول بنا دیتا تھا اور اُس کے دشمنوں کی خوبیوں کے نشتہ گوں کو بدنما داغ دکھا دیتا تھا۔ چنانچہ ہیمو جیسے لایق اور ہوشیار دانشمند کا حال اس طرح اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ اے بدایع قدرت الٰہی کے دیکھنے والو ذرا اپنی نظر دوڑاؤ اور ہیمو کے احوال سے عبرت پکڑو وہ ظاہر میں نہ جب رکھتا تھا نہ نسب صورت سے بہرہ رکھتا تھا نہ سیرت سے نصیب یقینی ابزد بیچوں نے اُس کو کسی کمال معنوی کے سبب سے جو بالغ نظروں کی دیدہ وری سے پوشیدہ تھا اس درجہ پر پہنچایا یا بد کاروں کے سزا دینے کے لیے بدکار تر کو تعین کیا۔ یہ بد قیافہ کوتاہ قد دراز اندیشہ ریواڑی میں کہ قصبات میوات سے ہے ذلیل بقالوں میں سے تھا۔ اُس کی ذات دھوسر تھی جو نیچ ہیں اُن کی سب ذاتوں سے گئی گزری ہے وہ سر پر نمک بھرے گلی گلی نمک لو نمک لو کہتا پھرتا تھا پھر وہ بطلیف الحیل سرکار سلیم خاں کے بقالوں میں منسلک ہو گیا (جس کو بازاروں کے چوپاؤں کے قتیارات بھی ہوتے ہیں) اور مکاری کے کارنامے دکھا کر بد گوئی اور کارروائی سے سلیم خاں کا دل خوش کیا اور اُس کے نوکروں میں داخل ہوا۔ وہ ہمیشہ آدمیوں کو بلا میں مبتلا کرتا۔ ظاہر میں وہ دکھاتا کہ میں اپنے صاحب کے لیے دولت خواہی کرتا ہوں اور باطن میں وہ اپنے لیے اخذ و جر کا بازار گرم کرتا اور مظلوموں کے۔ ال سے اپنے گھر کو ظاہری مدد نہ دیتا۔ وہ اپنے آقا کے لیے اسباب مال کیا سرانجام دیتا تھا اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتا تھا۔ یہاں بندرگان دین اور بادشاہ پروری غلطی کرتے ہیں۔ اس گروہ کو شتے بہت سے ہوتے ہیں اور وہ آدمیوں کے احوال کے جویا رہتے ہیں آدمیوں کے مخفی احوال دریافت کرنے کے لیے اور بدکاروں کے سزا دینے کیواسطے وہ بد ذات سخن چینوں کو اپنے پاس جگہ دیتے ہیں اگرچہ اپنے دل میں وہ عہد کرتے ہیں کہ ان آدمیوں کی باتوں میں آ کر کسی نیک اندیش و دولت خواہ آدمی کے عرض و ناموس کا قصد نہ کرینگے مگر یہ طائفہ ظاہر آراء اور خراب باطن وقت کو تاک اپنے فائدے کے واسطے چرب زبانی سے دو تین کا قصد کرتے ہیں اور یہ طبقہ علیہ کبھی کبھی افزونی مشاغل کے سبب سے اپنے عہد سے غافل ہو کر ان بد نہادوں کی گفت و گوئے کے سبب سے اپنے دولت خواہوں سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور اپنی دولت کی بنیاد کو آپ اُکھیڑتے ہیں۔

تھوڑے دنوں میں اس بد نہاد ہیمو نے ملکی اور مالی مہمات میں کمال خلطانی سے سلیم خاں

خاطر میں جابسے کی اور اکثر مہمات ملکی اور مالی میں دخل پیدا کیا جب سلیم خاں کا پیمانہ عمر پر ہوا ہندوستان کے تہ کاروں کی ریاست عدلی کو ملی تو اُس کو کارجہاں سے بے خبر دیکھکر ہیمو کارخانۂ حکومت کو خود ہیمو نے لے لیا اور امارت عظمی کو پہنچ گیا اور بادشاہ برائے نام رہ گیا۔ وہی اپنے اختیارے افسروں کا عزل و نصب کرتا اور جاگیروں کو لیتا دیتا اور اپنی دوربینی سے شیر خاں و سلیم خاں کے خزانوں اور فیل خانوں کو اپنے ہاتھ میں رکھتا اور ان اندوختوں کے پراگندہ کرنے میں بے محابا دست دراز کرتا۔ پست فطرت بندۂ زر معاملہ نافہم اُس کی پرستش کر کے رواج کار میں آگے سعی کرتے کچھ دنوں رائے کے خطاب کی نسبت پر نخوت رہی۔ پھر راجہ ہوا اور راجہ بکرماجیت کی ہم نامی پر فخر کرتا رہا۔ تہی مغزی اور کوتہ حوصلگی سے یہ بزرگوں کا نام اپنا نام رکھا۔ دوراندیشی سے عدلی کے نام پر بادشاہی کو قائم رکھا اور اُس کے مخالفوں سے لڑائیاں لڑا۔ اپنی جرات و جسارت سے جنگ میں فتحیاب رہا۔ اور مراسم پیکار میں اُس سے شگرف کارنامے ظہور میں آئے۔ شجاعت اور کامیاب ہونے میں وہ خلقت میں مشہور ہو گیا رفتہ رفتہ اُس کی جراءت اور علاوت کی نوبت یہ پہنچی کہ وہ حضرت شہنشاہ اکبر سے لڑنے آیا۔

سچا حال اس کا یہ ہے کہ ہیمو نے اپنی عقل و دوراندیشی سے اپنے تئیں ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا وہ بڑا بدتر اور سپہ سالار تھا۔ اُس نے اس لائق بادشاہ کی سلطنت کو نہایت نازک وقتوں میں سنبھالے کہا سائے امراء اُس سے نفرت و حسد کرتے تھے اُس کو حقیر جانتے تھے۔ اُسکو کاذب بتاتا جاکر سلطان عداوت کرتے تھے اور اُسکے اقتدار اور اختیارات کے سد راہ ہوتے تھے۔ اُس نے افغانوں کی سلطنت کو بہت دنوں خوفناک دشمن خاندان تیمور کے مقابل میں سنبھالے رکھا۔ گو وہ صورت میں بھونڈا کوتاہ قد تھا۔ کبھی اُس نے تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ گھوڑے پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ چودول میں بیٹھکر یا ہاتھی پر چڑھکر میدان جنگ میں جاتا تھا۔ ان نقصوں کے باوجود وہ ایسا بہادر شجاع و خوش اقبال تھا کہ بائیس لڑائیوں میں اپنے بادشاہ کے لیے فتح پائی جنمیں سے جانب مخالف میں وہ افغان امیر تھے کہ داعیہ سلطنت رکھتے تھے اور ان سب پر غلبہ پایا اور ہر قسم کے آدمیوں میں اُس کی شجاعت اور مدبر ملکی ہونے کی شہرت ہو گئی۔

شاید عدلی کی یہ نہایت عمدہ پالیسی تھی کہ اُس نے ایک ہندو کو اپنا وزیر بنایا تھا جس کو سارے

افغان حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ اگر وہ اپنی قوم میں سے کسی امیر کو اپنا وزیر مقرر کرتا تو ضرور وہ اول سلطنت سے معزول کرنے میں تدبیر کرتا۔ ہیمو کے وزیر مقرر کرنے میں یہ خوف نہ تھا کہ وہ اپنے مربی کے تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا۔

شیر شاہ کا چھوٹا بھائی نظام خاں تھا اُس کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں یہ عجب اتفاق ہی کہ بیٹا بھی اور تینوں داماد بھی اُس کے بادشاہ ہوئے۔ بیٹا تو یہی محمد شاہ عدلی تھا۔ ایک داماد سلیم شاہ تھا۔ دوسرا ابراہیم سور۔ تیسرا اسکندر سور۔ سلیم شاہ کی بادشاہی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور ابراہیم سور اور سکندر سور کی بادشاہی کا ذکر آگے آئیگا۔ اگرچہ ہیمو کی شجاعت نے تاج خاں کی لڑائی کی سرگرمی کو دبا دیا۔ مگر بغاوت کا بازار تو چاروں طرف گرم تھا۔ اور فتنہ کبھی نیند لیکر نہیں اُٹھا تھا کہ پھر اُس کے سونے کا ارادہ ہوتا وہ بہت سو کر اٹھا تھا۔ عدلی سے سب امیر بیزار تھے صوبوں میں حاکم بڑے صاحب قدرت تھے جنکے اختیار میں قوی سپاہ تھی۔ عدلی ان سب امیروں کو اپنا دشمن جان سمجھتا تھا۔ اس کو ابراہیم خاں پر باغی ہونے کا شبہ ہوا۔ اُس نے اُس کی گرفتاری کا قصد کیا۔ عدلی کی بہن ابراہیم خاں سور کی بیوی تھی۔ جب اُس کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے اپنے خاوند کو لکھ بھیجا کہ بھائی کا ارادہ تیری گرفتاری کا ہے۔ ابراہیم یہ خبر پاکر چپکے سے لباس بدل کر اپنے باپ غازی خاں پاس جو بیانہ و ہنڈوں کا حاکم تھا چلا گیا۔ بادشاہ نے عیسیٰ خاں نیازی کو اس سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ کالپی میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی عیسیٰ خاں کو شکست ہوئی۔ ابراہیم خاں نے کھلی بغاوت اختیار کی۔ اپنے باپ کے ملک میں لشکر جمع کر کے وہ دہلی گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اور تخت پر بیٹھ کے بادشاہ بنا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا پھر وہ آگرہ گیا اُس پر اور اور نواح کے اضلاع پر قبضہ کر لیا۔

جب عدلی کو اس کی خبر ہوئی کہ اُس کی مملکت کے مرکز میں یہ بغاوت عظیم ہوئی جس سے سلطنت کے چھن جانے کا خوف تھا تو اُس نے کڑاپیوں کا پیچھا چھوڑا اور جلدی سے چنار سے آگرہ کی طرف چلا۔ جب عدلی جمنا کے کنارہ پر آیا تو ابراہیم سور نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر حسین خاں جلوانی اور بہادر سرانی اعظم ہمایوں اور بڑے بڑے امیروں کو بھیجکر میری خاطر جمع کر دو تو میں صلح کے لیے اور سلطنت تمہارا اور آئندہ اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ اس احمق عدلی نے ان امیروں کو ابراہیم

پاس بھیجدیا معلوم نہیں کہ پہلے سے وہ اُس کے ساتھ سازش رکھتے تھے یا اپنے پاس بلاکر ابراہیم نے اُن کو ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ اُس کے ساتھ ہوگئے۔ غرض اُن کے اتفاق سے ابراہیم کا پلہ بھاری ہوگیا۔ عدلی کو ان امیروں کے دغا دینے سے یہ خیال ہوا کہ میں ابراہیم سے نبرد آزما ہوں اس لیے اُس نے دلی اور آگرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور چنار میں جاکر اُس کو اپنا دار القرار ٹھہرایا اور بہار پر قبضہ رکھنے کا مستقل ارادہ کیا اور یہاں اُس نے اپنی حکومت کو جمالیا۔ عدلی کی یہ نفسیسی کا منقطع ابراہیم ہی کی کامیاب سرکشی نہ تھی بلکہ دور دور کے صوبوں میں بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ اس نازک وقت میں شیر شاہ کی مملکت خاندانی فسادوں کے سبب سے پانچ افغان بادشاہوں میں منقسم تھی عدلی بہار جونپور اور گنگا کے مشرقی ملک کے بڑے حصے میں بادشاہ تھا۔ سلطان ابراہیم دہلی آگرہ دوآبہ اور جمنا کے مغربی اضلاع اور کالپی کے اضلاع زیریں میں فرمانروا تھا۔ احمد خاں سوری سلطان سکندر شاہ کا خطاب اختیار کیا تھا پنجاب میں حکمراں تھا۔ شجاعت خاں جس کو سترال خاں (سجاول خاں) بھی کہتے ہیں مالوہ میں سلطنت کرتا تھا۔ سلطان محمد شاہ سور بنگال میں بادشاہی کرتا تھا جس تاج خاں کرر انی رقابت کر رہا تھا ان فرمانروایوں میں سے اول جس نے اپنے ہمسایہ کے اضلاع پر دست درازی کی وہ احمد خاں سور تھا۔ وہ شیر شاہ کا چچیرا بھائی اور عدلی کا بہنوئی تھا۔ وہ پنجاب میں فرمانروائی کرتا تھا۔ مگر جب اُس نے سلطنت کا حال پریشان اور پراگندہ دیکھا تو وہ پنجاب ہی پر قانع نہ رہا بلکہ دہلی کی سلطنت کی ہوس دامنگیر ہوئی۔

امرا پنجاب جو عدلی سے منحرف تھے اُن سے اُس نے مشورہ کیا اور اُن کو عدلی کا ناقابل ہونا اور اُس کی سلطنت سے طرح طرح کی قباحتوں کا پیدا ہونا اور تاتار خاں کاسی و ہیبت خاں و نصیب خاں طغوتی جن کو یہ خطاب شیر شاہ نے دئے تھے امداد طلب کی اور اُن کی اعانت سے وہ سلطان سکندر شاہ کے خطاب سے مخاطب ہوا اور اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور وہ لشکر لیکر دہلی اور آگرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ابراہیم شاہ بھی لشکر بہم پہنچا کر فرید میں کہ آگرہ سے دس کوس پر تھا آپہنچا اکثر امرا نامدار جیسے کہ حاجی خاں سلطان حاکم الور کہ بادشاہ نشان اتھا اور رائے حسین جلوانی و مسعود خاں و حسین خاں غلزئی ابراہیم کی جانب میں تھے۔ ان امرا میں سے دو سو کو سرا پردہ و علم و قوق و نقارہ جو ابراہیم نے دیا تھا جو شخص دس پندرہ سوار ہمراہ لیکر آتا تو اُس کو ایک چیرق طلائی مرصع لعل میں لٹکتی ہوئی

دیہاتی اور تالیف قلوب کے لیے ایک فرمان منصب جاگیر کا دیا جاتا۔ اس طرح ابراہیم پاس ستر اسی ہزار سواروں کا لشکر جمع ہوگیا جس دن حاجی خاں الور سے آکر اس سے ملا ہے تو اُس کو بڑی تقویت ہوگئی۔ اور ایک سراپردہ وسیع و رفیع جس کے باہر سقرلاط پر تگالی لگی ہوئی اور اندر مخمل زنگی بچھی ہوئی تھی کھڑا کیا گیا۔ فرش لطیف اور ظروف نقرہ و طلا اور تمام لوازم تیار کیے گئے حاجی خاں اس خیمہ میں اترا۔ اس سے شریف امرا افغان کو رشک حسد ہوا اور اُس سے وہ کوفتہ ہوئے اور آپس میں دل ماندگی کی باتیں کرنے لگے۔ سکندر پاس کل جمعیت دس یا بارہ ہزار سواروں کی تھی۔ اُس نے جو ابراہیم کی سپاہ کی شان و شکوہ کو دیکھا کہ وہ کئی مرتبہ اُس کی سپاہ سے زیادہ تھی تو اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور مقدمات صلح کی تمہید کی اور ایک عہد نامہ اس مضمون کا لکھا کہ دہلی اور آگرہ اور اُن کے متعلقات اور ہند کے مشرق رویہ جو ملک فتح ہوں وہ ابراہیم سے اور ولایت پنجاب و ملتان جہاں تک ہاتھ لگے وہ سکندر شاہ سے متعلق ہوں اور جب ہمایوں دریا سندھ سے پار آئے تو دونوں یکدل ہوکر اُس کو اور مغلوں کو ہند سے خارج کریں دونوں لشکروں کے افغان جو آپس میں عزیز و خویش تھے اس طرح کی صلح ہونے سے خوش حال ہوئے مگر سکندر کے چھوٹے بھائی نے اس صلح میں یہ رخنہ نکالا کہ عدلی کو خزانہ پر اور ملک پٹنے پر ابراہیم کا قبضہ قریب الوقوع ہے ان دونوں میں بھی ہمارا سا انجام ٹھیرے۔ سکندر کو بھی یہ بات پسند آئی۔ ابراہیم کے بھی اکثر امرا نے سمجھایا کہ اس امر کے قبول کرنے میں ہمارا ضرر ہے جب خزانہ اور ملک پٹنہ ہاتھ آئیگا اُس وقت دیکھ لینگے کہ کون سا انجام ہوتا ہے۔ اور کہدینگے آؤ دو دو ہاتھ ہمارے تمہارے ہوجائیں بالفعل دفع الوقتی کی جائے۔ ابراہیم بھی راضی ہوا مگر مسعود خاں غلزئی و بعض نو دولت امرا نے کہا کہ جب آخر کو ہمارے اور سکندر کے درمیان تلوار سے حکم پڑے گا تو ابھی یہ قضیہ کیوں نہ فیصل ہو ہماری جمعیت کثیر اور اُس کی نسبت قلیل ہے دوبارہ کیوں یہ دردسر کیا جائے۔ اس وقت صلح کرنی ہمارے ذلیل ہونے کی دلیل ہوگی اور دشمن دلیر ہوگا۔ اور عدلی جو چوہے کی طرح بل میں چھپا ہوا ہے وہ فیل و حشم جمع کرکے ہم سے لڑنے کی ہوس کریگا۔ آخر کو لڑائی ہوئی اور سکندر کے میمنہ نے ابراہیم کے میسرہ کو شکست دی اور ہمایوں پل تک اُس کو بھگایا۔ ابراہیم خاں نشیب میں چار سو آدمیوں کے ساتھ ثابت قدم

ہوکر سکندر سے لڑتا رہا۔ مگر جب ابراہیم نے دیکھا کہ میدان میری فوج نے خالی کر دیا اور معلوم نہیں کہ وہ کہاں پراگندہ ہوگئی تو وہ اٹاوہ کو بھاگا اور چترو اسباب سلطنت سب برباد ہوگیا آگرہ اور دہلی پر سکندر کا قبضہ ہوگیا۔ سکندر شاہ یہ چاہتا تھا کہ افغان مجھے انتخاب و اختیار کے طور پر بادشاہ بنائیں۔ اس لیے اُس نے ایک بڑا دعوت کا جلسہ کیا اور اس میں کل امرا و اکابر افغان کو بلایا۔ جب سب جمع ہوئے تو اُس نے کہا کہ سلطان بہلول لودی نے افغانوں میں سے فرقہ لودی کو معزز اور مشہور آفاق کیا۔ شیر شاہ نے ہند کی سلطنت اعظم حاصل کی۔ اور طائفہ سور کو نامور اور بلند آوازہ کیا۔ یہ کام ان دونوں نے افغانوں کے ساتھ اتفاق اور یگانگت پیدا کرنے کے لیے کئے۔ مگر ان کے قائم مقاموں سلطان ابراہیم لودی اور محمد شاہ عدلی نے اُن کے برخلاف طریقہ اختیار کیا جس سے اپنی سلطنتوں کو برباد کیا۔

اس زمانہ میں افغانوں میں اختلاف رائے اور باہم معرکہ آرائی ہو رہی ہے اور ہمایوں جیسا دشمن اُن کی گھات میں بیٹھا ہے جس نے کابل فتح کر لیا ہے اور بھائیوں نے بھی اس کا لڑائی جھگڑا نہیں باقی رہا۔ وہ کل سپاہ کو لیکر ہندوستان پر چھاپا مارنے کو بیٹھا ہے وہ افغانوں کے نفاق سے متمتع ہوگا۔ افغانوں کو اگرچہ اُمید بہبودی کی ہو سکتی ہے تو صرف اتفاق سے۔ اگر وہ اپنے دلوں سے نفاق و رقابت کو نکال ڈالیں اور آپس میں برادرانہ اتفاق پیدا کریں تو وہ باہر کے بیٹے کو ملک سے نکال سکتے ہیں اس میں سب کی غرض اور منفعت شامل ہے میں نے تم سب کو اس لیے بلایا ہے کہ وہ باتیں سوچیں کہ جن میں ہم سب کا بھلا ہو۔ اس زمانہ میں شخصی غلط کے بے سعی کرنی چھوڑ دی جائے اور کوئی اپنا پیشوا انتخاب کرے۔ اگرچہ میں ایسا ہی ہوں جیسے تم ہو کوئی فوقیت مجھ کو تم پر نہیں ہے۔ اگر مجھے اس سلطنت کے لایق سمجھتے ہو تو مقرر کرو ورنہ کوئی اور جس میں ایسی عقل و فراست دیکھو کہ وہ اس منصب جلیل القدر کے قابل ہو کہ تم سب میں یگانگت پیدا کر کے تم کو مظفر و منصور کرائے۔ اُسے تم آزادانہ رائے سے انتخاب کر دیں اُس کی اطاعت کرونگا اور دل و جان سے اُس کا مخلص بنونگا اور دولت خواہ رہونگا۔ یہ سُنکر تمام انجمن متفق الرائے ہوکر پکاری کہ ہم سکندر شاہ سور عم زاد شیر شاہ کو اپنا پیشوا اور بادشاہ مقرر کرتے ہیں اور قران اُٹھایا کہ ہم اُسکے خیر خواہ رہینگے اور آپس میں مصالحت و یگانگت کے ساتھ رہینگے۔

یہ کہکر سکندر شاہ کو آگرہ میں تخت پر بٹھایا اور سب نے بیعت کی مبارکباد دی اور نذر دی جیسے بادشاہوں کو دیتے ہیں۔ مگر جب بادشاہ نے جاگیریں اور منصب عطا کیے تو وہ پھر اپنی قسم اور عہد و پیمان کو بھول گئے اور نااتفاقی اور بغض و بیر کی باتیں کرنے لگے۔ اس فتح نامہ سے گنگا سے لیکر دریا ے سندھ تک ملک کا مالک سکندر شاہ ہوگیا تھا۔ آگے بڑھنے کا ارادہ تھا کہ اتنے میں پنجاب میں ہمایوں آگیا۔ اس طرف وہ مصروف ہوا آگے حال اس بادشاہ کا ہمایوں کی تاریخ میں لکھا جائیگا۔

ابراہیم شاہ شکست پاکر بہنگل میں گیا۔ وہاں لشکر کی جمعیت بہم پہنچائی ایک مہینے میں تین ہزار سوار جمع کر لیے۔ از سر نو چتر مرصع سر پر رکھا اور کالپی کی طرف روانہ ہوا تاکہ ایک جمعیت تازہ روز بہم پہنچا کر عدلی سے لڑے اس وقت عدلی نے ہیمو بقال کو اپنا وزیر اور وکیل مطلق بنا رکھا تھا اُس کو چنار سے امرا عظیم الشان کے ساتھ اور پانسو ہاتھی اور خزانہ بہت سا دیکر آگرہ اور دہلی کی طرف روانہ کیا۔ ابراہیم کو ہیمو اپنا دشمن سمجھتا تھا اس کا دفع کرنا ضروری جانتا تھا۔ ابراہیم اُس کے مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے آیا اور بہت ثابت قدمی سے لڑا مگر شکست پائی۔ ابراہیم میں وہ تمام صفتیں تھیں جو بادشاہوں میں ہونی چاہئیں خوش شکل۔ خوش محاورہ۔ صاحب تواضع و اخلاق بہادر جواد مگر وہ سال کے اندر سولہ سترہ لڑائیاں لڑا۔ سب میں غلبہ پانے کے بعد مغلوب ہوا۔ ابراہیم یہاں سے شکست پاکر بیانہ بگ ٹٹ بھاگا۔ ہیمو نے اُسکا تعاقب کیا اور بیانہ میں پہنچا۔ ابراہیم لوحانیوں اور افغانوں اور زمینداروں کی جماعت جمع کر کے پھر ہیمو سے لڑنے گیا۔ قصبہ خانوہ جو بیانہ سے دس کوس پر تھا سحر کو جنگ عظیم ہوئی۔ ہیمو نے یہ سمجھکر کہ زندہ تو اس زندہ ابراہیم کو شکست دی۔ وہ بضرورت قلعہ بیانہ میں متحصن ہوا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم و بلند ہیمو نے اس قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر روز لڑائی ہوتی قلعہ میں آتشبازی کا سامان بڑا تھا۔ اور ابراہیم کا باپ غازی خاں ہندؤں سے آزوقہ بہم پہنچا کر کوہستان مغربی کی طرف سے قلعہ میں پہنچاتا تھا۔ ہیمو نے تین مہینے تک اس قلعہ کا محاصرہ رکھا۔

تمام ممالک شرقی میں قحط سالی عام تھی اور خاصکر آگرہ و بیانہ و دہلی میں اور زیادہ تر۔ ایکہ سیر جوار ڈھائی ٹنکہ کو آتی تھی وہ بھی نہیں ملتی تھی۔ اکثر آدمیوں نے فرم کے مارے دروازے

بند کر لیے اور دس دس اور بیس بیس ایک جگہ بھوک کے مارے سوئے کے سوئے رہ گئے نہ گورکفن ملا یہی ہندوؤں کا حال تھا۔ کیکر کی پھلیوں اور جنگل کی گھاس پات اور گائے کی کھالوں پر اکثر غریبوں کا گزارہ ہوتا تھا جس سے چند روز میں اُن کے ہاتھ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا اور آخر کو دم نکل جاتا تھا۔ ان دنوں میں آدمی کو آدمی کھاتا تھا اور قحط زدوں کی شکل ایسی عجیب تھی کہ کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اسی ساک باراں و قحط غلہ اور دو سال کے فتنہ و آشوب سے ملک بالکل خراب و ویران ہو گیا تھا اور کاشتکار اور رعایا باقی نہ رہی تھی۔ مسلمانوں کے شہروں کو متمرد غارت کرتے تھے۔ ایک عجیب واقعہ ۹۶۳ھ میں یہ واقع ہوا کہ سکندر و ابراہیم میں جب محاربہ ہوا تو قلعہ آگرہ کے بارود خانہ میں ایسی آگ لگ گئی کہ ایک زلزلہ سا سارے شہر میں آ گیا۔ لوگوں نے جانا کہ قیامت آ گئی تو یہ استغفار بھیجنے لگے۔ پتھروں کی بھاری بھاری سلیں اور ستون سنگین جہاں کے پار کئی کئی کوس اُڑ اُڑ کر گرتے تھے۔ آدمیوں کے اور جانوروں کے ہاتھ پاؤں پانچ چھ کوس تک اُڑ کر گئے۔ ارک آگرہ کے نام اصل میں بدل گڈھ تھا اس لیے اُسکی آتش زدگی کی تاریخ نہایت موزوں آتش بدل گڈھ ہوئی۔ جس وقت ہیمو بیانہ کا محاصرہ کر رہا تھا۔ خلق خدا کی نان کتی تھی اور جان دیتی تھی اور ایک لاکھ جانیں جا چکی تھیں مگر ہیمو کے ہاتھ کی کہ پانچ سو سے کم نہ تھے سوا ربریخ و شکر روغن کے کوئی اور رائب نہ پاتے تھے ؎

ما پر دریم دشمن و مامی کشیم دوست　　کس را چہ حد چون و چرا در قضاے ما

ہیمو ایک وقت طعام عام دیتا دامرا افغان کو بلا کر اپنے سامنے دسترخوان پر بٹھاتا اور کہتا کہ بڑے بڑے نوالے کھاؤ اگر کوئی چھوٹا نوالہ بنا کے کھاتا تو اُس کو گالیاں دیتا کہ تم عورتوں کے سے نوالے کھاتے ہو اپنے داماد مغلوں سے کیا خاک لڑو گے۔ زوال سلطنت کا وقت تھا افغان خدا کی شان دیکھتے تھے اور دم نہ مارتے تھے اُس پر ان کا عمل تھا ؎

مرا نان دہ کفش بر سر زن

اسی اثنا میں محمد خاں سور حاکم بنگالہ نے اپنا خطاب سلطان جلال الدین رکھا اور بڑا لشکر لیکر بنگالہ سے جونپور تک قبضہ میں کر لیا اور آگرہ اور کالپی کی طرف متوجہ ہوا اس حال میں عدلی نے ہیمو کو فرمان بھیجا کہ ایک قوی دشمن مقابلہ میں یہاں آیا تو محاصرہ کو چھوڑ یہاں

چلا آیا ہیمو محاصرہ چھوڑ کر آگرہ سے چھ کوس پر موضع منداگر پر گنہ کالپی میں پہنچا تھا کہ ابراہیم بیسے ہیمو کا حجرہ آشیانے سے نکل کر کلنگ کے پیچھے دوڑتا ہی ہیمو کے پیچھے پڑا وہ لڑا اور شکست پا کر بھاگا الور گیا کہ حاجی خاں الوری اُس کی کمک کرے کہ پھر کچھ کاروبار چلے۔ ہیمو نے اپنا بھتیجا اُسکے تعاقب میں بھیجا اور لشکر مرتب کر کے ساتھ کیا وہ چند منزل اُسکے تعاقب میں گیا۔ پھر ہیمو کے لشکر سے مل گیا۔ حاجی خاں الوری نہ ابراہیم کے آنے سے خوش ہوا نہ اُس کی کمک کی ناچار ابراہیم اپنے خویش و تبار کو ہندوؤں میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ساتھ ملک بھڑیں گیا۔ اُس کے باپ غازی خاں کو حیدر خاں چغتہ نے بیانہ میں گرفتار کیا اُس کو اور سب اُس کے خرد و کلاں کو مار ڈالا۔ ابراہیم کے لوگ اپنے انتظار رہتے تھے کہ جہاں جاتا وہاں اُس پاس آدمی جمع ہو جاتے جیسا وہ لڑائی میں غریب تھا ایسا جمعیت بہم پہنچانے میں خوش نصیب تھا جب اس پاس فوج جمع ہو گئی تو وہ راجہ رامچند راجہ بھڑ سے لڑا اور گرفتار ہو گیا مگر رامچند نے جیسی کہ زمینداروں کی رسم ہوتی ہے گمان اُس کو پیشکش میں دی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اُس سے پیش آیا۔ سراپردہ اور اسباب سلطنت و حشم بہم پہنچا کر پھر اُس کو تخت پر بٹھایا اور آپ نوکروں کی طرح اُس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوا۔ چند روز ابراہیم نے یہاں یوں گزارے۔

پھر اُس پر یہ آفت آئی کہ باز بہادر پسر شجاعت خاں جس کو سنرادل خاں بھی کہتے تھے اور مالوہ میں وہ حاکم تھا اُس نے بھی اپنا خطبہ پڑھوایا جس سے میانی افغانوں کے ساتھ اُس کا بھی ایک جھگڑا کھڑا ہوا۔ ان افغانوں نے ابراہیم کو بلایا اور اپنا سردار بنایا۔ اور باز بہادر کے مقابلہ میں کھڑا کیا۔ رانی درگاوتی جو ولایت گڈہ کٹنکہ میں فرمانروا تھی اور قرب و جوار کے سبب سے باز بہادر کے ساتھ اُس کا جھگڑا رہتا وہ بھی ابراہیم کی کمک پر آمادہ ہوئی اور باز بہادر سے لڑنے کے لیے گئی مگر باز بہادر نے اس رانی سے کچھ صلح کی باتیں ایسی کیں کہ رانی الٹی اپنے ملک کو چلی گئی جب ابراہیم نے دیکھا کہ رانی نے یوں آنا کانی دی تو اس نے یہاں رہنا اپنا مناسب نہ جانا ملک اڑیسہ میں کہ سرحد بنگالہ میں ہے چلا گیا۔ یہاں اُس نے زمینداروں سے ساز باز شروع کی سلیمان کرانی نے جب اڑیسہ میں استیلا پایا تو یہاں کے راجہ سے سازش کر کے

ابراہیم کو قول و قسم دیکر اپنے پاس بلایا اور پھر ۹۷۵ھ میں دغا سے اُسے مار ڈالا۔ ہیمو متواتر کوچ کر کے عدلی پاس پہنچا۔ لشکر موضع چپر گھٹہ میں کالپی سے پندرہ کوس پر عدلی و محمد خاں کے لشکر آمنے سامنے آئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان جمنا تھی۔ بہت سا لشکر اور ہاتھی محمد خاں کے ساتھ تھے اس لیے وہ عدلی کی طرف سے خاطر جمع رکھتا تھا اور ہر لحظہ فتح کا منتظر تھا مگر ناگاہ پاسہ پلٹ گیا ہیمو نے پہنچتے ہی فوج اور ہاتھیوں کو ساتھ لیا اور جمنا سے پار اُترا۔ اور ایسا گوریہ کے لشکر پر شب خون مارا کہ اُن کے ہوش اُڑا دئے۔ کسی کو یہ اوسان نہ رہے کہ کاسہ کہاں رکھے اور کیسہ کہاں۔ ہاتھ کدھر ہے اور پاؤں کدھر۔ دستار کہاں ہے کفش کہاں۔ اکثر امیر قتل ہوئے اور جو بھاگے تھے وہ راہ فرار بھی بھولے۔ محمد خاں گوریہ کی جان بھی گئی۔

عدلی ایک مدتی سلطنت کا کام تمام کر کے چنار میں آیا کہ یہاں ایسی فوج جمع کرے کہ وہ ہندوستان سے ہمایوں کو نکال دے۔ ہمایوں سکندر شاہ کو سرہند میں شکست دیکر دہلی میں چڑھ آیا اور یہاں سے فوج بھیجکر اُس نے آگرہ پر قبضہ کر لیا اور اس نواح کے اضلاع پر متصرف ہوا۔ عدلی چنار کے اندر سامان بہم پہنچا رہا تھا کہ ہمایوں کے مرنے کی اور اکبر کے جانشین ہونے کی خبر آئی۔ ہمایوں کی کیا جان گئی کہ ہیمو کی جان میں جان آئی۔ مگر عدلی کو حملہ آوروں کے روکنے کا اندیشہ اور زیادہ ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہیمو پچاس ہزار سوار اور پانچسو ہاتھی لیکر دہلی کی طرف یہ نیت کر کے چلا کہ دہلی اور آگرہ کو مغلوں کے پنجے سے چھڑائے اور اُن کو پنجاب سے پرے پہنچائے۔ بادشاہ کو چنار میں چھوڑ گیا کہ یہاں افغانوں کی بغاوت کا اندیشہ تھا۔ اکبر سے جو اُسکی لڑائی ہوئی اُس کا مفصل حال اس بادشاہ کی تاریخ میں لکھیں گے۔ یہاں فقط یہ لکھنا کافی ہے کہ جب ہیمو آگرہ کے قریب آیا تو سکندر خاں اُزبک اور اکبر اور افسران سپاہ نے دیکھا کہ ہم اتنے نہیں ہیں کہ اس سپاہ جرار سے لڑ سکیں اس لیے وہ دہلی چلتے بنے۔ ہیمو نے آگرہ اپنے نوکروں کے حوالہ کیا اور بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں دہلی پہنچا۔ یہاں دہلی کا حاکم مرزا تردی بیگ اُس سے لڑا مگر شکست کھا کر پنجاب کو بھاگا۔ ہیمو نے دہلی پر قبضہ پایا اور دونوں دارالسلطنتوں کا مالک ہو گیا۔ اب اُس کا ارادہ ہوا کہ پنجاب کی طرف باگ اُٹھائے اور مغلوں کی سپاہ کو صدمہ عظیم پہنچائے۔ پانی پت تک گیا جو ہمیشہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کیا کرتا ہے۔ یہاں بیرام خاں اور نو عمر اکبر سے لڑا۔ ہیمو کی آنکھ میں ایک تیر لگا

زندہ گرفتار ہوا اور بیرام خاں نے اُسے مار ڈالا۔

اس لڑائی نے افغانوں کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ ہیمو کیا مرا شاہ عدلی بھی زندہ درگور ہو گیا۔ اس کی ساری امیدیں دوبارہ سلطنت حاصل کرنے کی مر گئیں۔ افغان اس سے برگشتہ ہو گئے اس واقعہ سے پہلے محمد شاہ سور چپر گھٹہ کی لڑائی میں مقتول ہوا تھا اُس کا بیٹا خضر خاں گور میں اُس کا جانشین ہوا اور سلطان بہادر اپنا خطاب رکھا اور اپنے باپ کے انتقام لینے کے لیے ایک سپاہ کثیر جمع کر کے مشرقی اضلاع کو جس میں عدلی کی حکومت باقی تھی تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ عدلی گو نامردی میں مشہور تھا مگر وہ بذات خود میدان جنگ میں آکر سلطان بہادر سے بڑی مردانگی کے ساتھ لڑا مگر آخر کو شکست پائی اور مارا گیا۔ یہ واقعہ ۹۶۸ھ میں واقع ہوا اور تاریخ وفات اُسکی گوریہ بکشت ہوئی۔

اس نامور بے ہنر بادشاہ میں کوئی عمدہ خصلت اخلاق کی نہ تھی مگر فن موسیقی میں وہ ملکہ تھا کہ میاں تانسین جیسا کلانوت شہرۂ آفاق اُس کو اپنا اُستاد مانتا تھا۔ بازبہادر بادشاہ مالوہ جس کو علم موسیقی میں کمال استعداد تھی وہ کہا کرتا تھا کہ شاہ عدلی کی تعلیم سے مجھے اس علم میں کمال ہوا ہے۔ مزاج میں نزاست و نزاکت پرلے درجہ کی تھی طہارت خانہ میں دو تین سیر کافور روز حلال خورا کھاتے تھے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے وہ روزہ نماز کا بڑا پابند تھا وہ کبھی قضا نہ ہونے دیتا تھا۔ مسکرات کو کبھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ افسوس ایسے مراتو وہ گز جادہ بھی اُس کو نہ میسر ہوا تا نہ لگا کہ جنتہ کہاں گیا۔

اس کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا فیروز شاہ چنار میں تخت سلطنت پر بیٹھا مگر اُس کی سلطنت اتنی مختصر اور کم عمر تھی کہ اکثر مورخوں نے اُس کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔

اس بادشاہ کے بعد سور خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کی سلطنت کو ایک عجیب و غریب اشخص شیر دل نے قائم کیا اور دوسرے نے اپنی فراست و ذہانت سے اُسے سنبھالے رکھا اور اُس کے جانشینوں کی جہالت اور بدکاری نے اُسے برباد کر دیا۔ ہندوستان میں اس سلطنت نے بھی اپنی روشنی پھیلائی۔ بقول ابوالفضل کے یہ روشنی کرم شب تاب کی روشنی تھی جو صرف اندھیری رات میں سورج کے نہ ہونے سے چمکتی ہے۔ مگر پھر سورج

کے نکلنے سے غائب ہوجاتی ہے۔

ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت ایک سو چھ برس تک رہی جس میں بابر اور ہمایوں کی سلطنت جملہ معترضہ کی طرح بھی داخل ہے۔ افغانوں کی سلطنت کا آغاز سلطان بہلول لودی سے ہوا۔ اور شیر شاہ سور کے بادشاہ ہونے سے چھبیس برس بعد تک وہ قائم رہی۔ پانچ بادشاہ جو ہندوستان میں مطلق العنان بادشاہ ہونے کے لیے آپس میں لڑے اُس کا بیان ہم نے اوپر کیا کہ عدلی لڑائی میں مارا گیا۔ سلطان ابراہیم بادشاہ بیانہ بہت سی شکستیں پاکر مالوہ گیا اور پھر اڑیسہ میں دغا سے مارا گیا۔ سلطان محمد شاہ بنگالہ کا بادشاہ چپرگھٹہ کی جنگ میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا سلطان بہادر جانشین ہوا۔ سلطان سکندر بادشاہ پنجاب جو چوتھا دعویدار سلطنت تھا وہ ہمایوں اور بیرام خاں سے شکست پاکر کوہ ہمالیہ میں بھاگ گیا اور پھر شہنشاہ اکبر سے لڑجھگڑ کر بنگالہ گیا اور وہاں افغان سلطنت ہاتھ میں لی تھی کہ موت آگئی۔ اس کا حال شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں مفصل بیان ہوگا۔ تاج خاں کرانی اور سلیمان کرانی سکندر سور کے قائم مقام ہوئے۔ پانچواں شجاعت خاں (سزادل خاں) مالوہ کا بادشاہ تھا اُس نے کبھی دہلی پر حملہ نہیں کیا۔ وہ اُسی زمانہ میں مرگیا۔ اُس کا بیٹا بہادر بھائیوں کو سلطنت سے محروم کرکے مالوہ میں بادشاہ ہوا اور سلطان بازبہادر اپنا خطاب رکھا۔ اُس کو بادشاہانہ اختیارات بہت دنوں رہے۔ غرض پانچ افغان بادشاہ جو ہندوستان میں آپس میں سلطنت کے لیے جھگڑا کرتے تھے ان کا یہ انجام ہوا۔ ان کی نااتفاقی نے ہمایوں کی سلطنت کے لیے راہ کھول دی۔ اب ہم آگے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے ہم نے چھوڑا ہے یعنی جب سے کہ وہ شاہ ایران کی عملداری میں سیستان میں داخل ہوا۔

ہمایون ایران میں

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہمایون نے کس مجبوری اور لاچاری سے ایران میں جانے کا قصد کیا۔ اُس کے باپ کی مملکت میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ جس میں وہ خیر و عافیت کے ساتھ رہتا۔ یہاں یہ حیرانی تھی ایران میں جانے کے اندر مذہبی مخالفت کی پریشانی تھی۔ ان

دونوں حیرانیوں و پریشانیوں میں اُس نے ایران میں جانے میں آسانی دیکھی۔ وہ اسکی عملداری میں سیستان گیا۔ یہاں کے حاکم احمد سلطان شاملو نے اس نے سروسامان بادشاہ کی مہمانداری میں بڑی خدمت گاری کی اور میزبانی کے سارے آداب کی بجاآوری کی۔ اس سرزمین عشرت افزا میں ہمایوں نے شکار و تفنگ اندازی سے اشتغال رکھا اور شاہ ایران کے جواب کا منتظر رہا۔ احمد سلطان نے یہاں تک خاطرداری کی کہ اپنی والدہ اور عورات کو حضرت مریم مکانی کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اس کا دل بہلائیں۔ یہاں حسین قلی مرزا برادر احمد سلطان مشہد سے اپنی ماں اور بھائی سے ملنے آیا تھا کہ اُن سے اجازت لیکر حج کو جائے وہ بھی ہمایوں کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اُس سے مذہب ملت کے باب میں باتیں پوچھیں اُس نے عرض کیا کہ میں مدت سے شیعہ سُنیوں کے معتقدات میں غور کررہا ہوں اور فریقین کی کتابیں مطالعہ کی ہیں فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ اصحاب پر لعن طعن سے درجات ثواب حاصل ہوتے ہیں اور سُنیوں کا معتقد یہ ہے کہ اصحاب پر تبرا کرنا کفر ہے۔ تامل و فکر کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جس چیز میں آدمی خدا سے ثواب کا گمان کرے اس سے کافر نہیں ہوتا۔ بادشاہ کو یہ بات اسکی ایسی خوش آئی کہ اُس سے اپنی ملازمت کے لیے کہا مگر وہ حج کے لیے سفر کا سامان کرچکا تھا اس لیے اُس نے نوکری سے انکار کردیا۔

مرزا محمد عسکری سے حاجی محمد بابا قشقہ دشمن کو کہ جدا ہوکر ہمایوں پاس آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ صلاح وقت یہ ہے کہ حضور زمین داور کی طرف چلیں کہ امیر بیگ وہاں کا حاکم اور چلہ بیگ حاکم قلعہ بست حضور کی خدمت میں حاضر ہونگے اور مرزا عسکری کے اکثر آدمی دوڑ دوڑ کر حضور کے قدموں میں گرینگے اور قندہار اور اس کی حدود سب حضور کے تصرف میں آجائینگے۔ جب احمد سلطان نے سُنا کہ اس طرح کے مقدمات کی تمہید ہورہی ہے کہ بادشاہ ایران نہ جائے تو اُس نے ازراہ دولت خواہی و دل سوزی عرض کیا کہ حضور ضرور ایران تشریف لے جایئے۔ یہ گروہ اس سفر کو شگون کرتا ہے اس میں سوائے مکر و غدر کے کوئی اور غرض اُن کی نہیں ہے۔ بادشاہ کے دل میں احمد سلطان کی جگہ تھی اس کی تجویز کے موافق ایران کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کا

شاہ ایران کے مکتوب کے موافق ہمایوں کی مراجعت روانہ ہوئی

ارادہ ہرات کی سیر کا تھا اسلئے وہ قلعۂ اوک کی راہ سے ایران روانہ ہوا۔

جب بادشاہ ہمایوں کا مکتوب تخت آرائے ایران شاہ طہماسپ پاس پہنچا تو یہ جوان بادشاہ ستائیس برس کا خاندان صفوی کا متعصب شیعہ مذہب کا اس بات کو اپنا فخر سمجھا کہ تیمور کا قائم مقام شہنشاہ ہمایوں پناہ کے لیے ہمارے تخت کے تلے آتا ہے اس خوشی میں قزوین کے اندر اُس نے تین روز نقارۂ شادمانی بجوائے اور ہمایوں کے مکتوب کے جواب میں مکتوب مع تحف وہدایا کے ارسال کیا جسکے عنوان پر یہ شعر لکھا تھا ؎

ہمائے اوج سعادت بدام ما افتد　　اگر ترا گذرے برمقام ما افتد

شاہ ایران نے اپنے شہروں و بلدوں کے حکام اور ولاۃ کے نام احکام جاری کیے کہ ہر منزل و شہر میں کہ ہمایوں تشریف فرما ہو تو تمام اعظم حکام و اکابر و اہالی و موالی اس دور کے استقبال کریں اور مراسم ضیافت شاہانہ بجالائیں اسباب و اشیاء لائقہ و اشربہ و اطعمہ و فواکہ تازہ و تازہ منزل بمنزل مہیا کرکے نظر اشرف کے روبرو لائیں محمد شرف الدین اوغلی حاکم ہرات کے نام جو فرمان بھیجا ہے وہ بعینہ اکبر نامہ کے ۲۰۲ صفحہ میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران کی سلطنت کتنی شان و شوکت رکھتی تھی گو یہ فرمان ہندوستان کی تاریخ سے علاقہ نہیں رکھتا ہے میں اس کا خلاصہ اس لیے لکھتا ہوں تاکہ وہ اہل درایت کے لیے دستور العمل ہو جس کے موافق عمل کرنے سے راہ و رسم مردمی کے آگاہ حادثہ پیمایان مراحل نشیب و فراز کے ساتھ حق انسانیت کی بجاآوری میں کوئی دقیقہ آداب فتوت کا فروگذاشت نہ کریں۔

فرمان شاہ طہماسپ بنام محمد خاں شرف الدین اوغلی حاکم خراسان

واجب العرض تمہاری جس میں تم نے اس ملک میں نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کی توجہ کرنے کا حال لکھا ہے ۱۲ ذی الحجہ ۹۵۰ھ کو پہنچی اس مژدہ کے سننے سے جیسا میں مسرور ہوا وہ میں کہہ نہیں سکتا ؎

مژدہ اے باد صبا کز خبر مقدم دوست　　خبرت راست بود ای ہمہ جا محرم دوست

باشد آنروز کہ در بزم وصالش یکدم　　بنشینم بمراد دل خود ہمدم دوست

فرمان شاہ طہماسپ

اس خبر فرحت اثر کو سنکر ہم تم کو ولایت شہر سبزوار مرحمت فرماتے ہیں کہ اپنے دارو غہ وزیر کو وہاں بھیجو کہ اس جگہ کے مال واجبی اور وجوہات دیوانی کو ابتدا سال حال سے اپنے تصرف میں لائے اور ہمایوں کے لشکر میں اور اپنی ضروریات میں صرف کرے جو کچھ اس فرمان میں لکھا ہے اُس پر فصل بہ فصل و روز بروز عمل کرکے اُس کے برخلاف نہ کرے۔ پانچسو آدمی جو حامل روزگار دیدہ و ورہوں وہ بادشاہ کے استقبال کے لیے بھیجے۔ ان آدمیوں میں سے ہر ایک پاس ایک اسپ کوتل و استر رکاب باساز ہو۔ سو عربی گھوڑے مع زین طلا یا ساں سے بھیجے جاتے ہیں اور چھ گھوڑے عربی خوشرنگ قوی جثہ اور اپنے طویلوں سے تجنیب کرو اور اُن پر زین الجورودی منقش باگیں زربفت و زردوزنگاؤ۔ ان سب گھوڑوں میں سے ہر ایک گھوڑا دو آدمیوں کو دیکر بادشاہ پاس بھیجو بادشاہ کے لیے اسباب مفصلۂ ذیل بھیجا جاتا ہے اُس کو اچھی طرح بادشاہ پاس پہنچاؤ۔ مروارید خاصہ جو جواہر نفیس سے مکلل ہو مع شمشیر طلا و کمر مرصع چار سو توپ مخملی داطلس زرنگی و برزی ایک سو بیس جامے خاص بادشاہ کے لیے اور باقی بادشاہ کے ملازموں کے واسطے تا پچھل دوخوابہ طلابافت و تمنکیہ کرگی استر اطلس اور سہ زوج قالین بارہ گز کے گوشکانی خوش نقش اور بارہ چادر (خیمے) قرمزی سبز سفید اور بادشاہ کے لیے اور اُس کے ملازموں مقربین کے لیے الگ الگ۔ اشربہ لذیذ و لطیف۔ نانہائے سفید کہ روغن اور شیرینی خمیر کی ہوئی اور اُنپر خوش پزی ہوئی بھیجتے رہو۔ اور ایسا انتظام کرو کہ کل جس منزل میں بادشاہ نزول کرے وہاں اصفا لطیف سفید منقش خیمے جنکے سائبان اطلس و مخمل کے ہوں نصب ہوں اور کارخانہ مطبخ مکمل کارخانے مرتب کیے جائیں اور ہر کارخانہ میں جو چیز ضروری ہو وہ مہیا ہے جبوقت بادشاہ اُترے اُس کے سامنے شربت گلاب و آب لیمو خوش مزہ برف و یخ میں سرد کرکے پیش کیے جائیں بعد شربت کے سیب شکان شہدی کے مربے و ہندوانہ و انگور و غیرہ نانوں کے ساتھ حاضر کریں اور اس میں کوشش کریں کہ تمام اشربہ بادشاہ کی نظر سے گذریں اور گلاب و عنبر اُن میں ڈالیں اور ہر روز پانچسو طبق طعام الوان مع اشربہ کے چنے جائیں۔ قراقان سلطان و جعفر سلطان مع فرزندوں اور قوم کے جس میں ہزار آدمی تک ہوں تین روز کے بعد وہ پانچسو آدمی چلے جائیں استقبال کے لیے بھیجے۔ ان تین دن میں امراء و شکریوں کو رنگ برنگ

کے دکھائے اور توپچاق۔عربی گھوڑے اپنے ملازموں کو دیں سپاہی کے لیے کوئی زینت گھوڑے سے بہتر نہیں ہوتی۔ان ہزار آدمیوں کا لباس بھی رنگین اور پاکیزہ بنایا جائے۔جب یہ امیر بادشاہ کے پاس جائیں تو ہر ایک زمین خدمت پر لب ادب سے بوسہ دیں اور خدمت بجالائیں راہ میں سرسواری ہمارے ملازموں اور بادشاہ کے ملازموں کے درمیان ایسی گفتگو نہ ہونے دیں کہ کسی وجہ سے بادشاہ کے نوکروں کو آزردگی ہو۔سواری اور کوچ کے وقت امرا دو دو سے فوج میں خدمت کریں۔غرض سب خدمات ایسی بجالائیں جیسی کہ وہ اپنے بادشاہ کی کرتے ہیں اور جس ولایت میں بادشاہ جائے اُس کے امیر کو بھی فرمان دکھایا جائے کہ وہ اُن کے مواقع خدمت کرے اور اس طرح مہمانی کرے کہ کل طعام وحلوے وشربت کے ایک ہزار پانچ موقع سے کمتر نہوں یہ خدمت تمھارے لیے مشہد مقدس تک مقرر ہوئی ہے۔پھر امرا جو ملازمت میں حاضر ہوں وہ بارہ سو طبق طعام جو خوان شاہانہ کے لائق ہوں بادشاہ کی مجلس میں بھیجیں۔ان امرا میں جو امیر بادشاہ کی دعوت کرے اُس روز تو گھوڑے پیش کش کرے۔تین خاص بادشاہ کے لیے اور ایک بیرام خاں کے واسطے اور پانچ اور خاص امرا کے لیے۔

یہ جماعت گردش روزگار نا ہموار سے کسی قدر غبار آلودہ ہو رہی ہے اُنکو اپنی خونداری ایک جنس سے کہ ایسے اوقات میں سب طرح سے لایق اور خوشنما معلوم ہوتی ہے مسرور کریں اور اسی طرح کو جب تک کہ ہمارے حضور میں پہونچے منظور رکھیں اور بعد طعام کے علاوہ دو پالو وہ قند و نبات میں پکا کر اور تنوع مطبوع مرتب اور رشتۂ خطائی خاصہ گلاب و عنبر اشب سے معطر کر مجلس شاہی میں لے جائیں۔ہرات تک بادشاہ کی خدمات اسی طرح بجالائیں۔جب بادشاہ ہرات کے قریب بارہ کروہ پر پہونچے تو وہ بادشاہ کے آنے کی خبر میرے فرزند ارجمند کو کرے کہ وہ ہزارہ دنکدری وغیرہ کی سرحدوں سے قیس ہزار آدمی جمع کر کے بادشاہ کا استقبال کرے اور سارے لشکر کو بادشاہ کے نزدیک لائے جب بادشاہ کی ملازمت حاصل ہو تو ہماری طرف سے بہت سی دعائیں بادشاہ کی خدمت میں عرض کرے۔بادشاہ کو اپنا مہمان تین روز تک رکھے اور روز بادشاہ کے تمام لشکروں کو اطلس کمخواب یزدی اور دارائی مشہدی فانی کے خلعت فاخرہ پہنائے اور سب کو مخمل کے بالاپوش دے اور لشکر کے ملازموں میں ہر نفر کو دو تومان تبریزی یوم الخیج کا دے۔

میں ورے مقرر ہو کہلاوے اور شاہانہ مجلس رکھے کہ جسکے سبب سے تحسین و آفرین ہو۔بادشاہ کے لشکر کی تفصیل ہم کو لکھ بھیجے اور مبلغ دو ہزار پانچسو تومان تبریزی تحویلات سرکار خاصہ سے لے اور ان ضروریات میں صرف کرے۔بندگی و خدمت کی جو نہایت ہے وہ بجالائے اور منزل مذکورہ سے شہر تک بادشاہ کو چار روز میں لائے اور ہر روز مہمانی اول روز کی طرح کرنی چاہیے۔ہر مہمانی میں اپنی اولاد سے نوکروں کی طرح خدمت کرائے جس قدر اس کام میں سرگرمی کیجائیگی اوس قدر وہ ہم کو پسندیدہ ہوگی۔شہر میں بادشاہ کے آنے سے ایک روز پیشتر نواح عیدگاہ کے باغ میں کیاریوں کے سروں پر چھپے لگائے جسکے اندر اطلس قرمزی اور چھپے میں کرپاس طبسی اور اوپر مثقالی اصفہانی لگی ہوئی ہو اور بادشاہ جہاں جائے اسکی خدمت میں کمربستہ حاضر رہے اور اوسکی خاطر اشرف کو ہم زبانی سے خوش کرتا رہے۔جب ہرات کے پہنچنے میں ایک دن رہجائے تو خود بادشاہ سے رخصت لیکر میرے فرزند کی خدمت میں حاضر ہو اور ہم کو اوسکو بادشاہ کی استقبال کے لئے لے جائے۔اور جب یہ فرزند شہر سے باہر آئے تو قدغن سارے لشکر سے استقبال کرائے۔جب ایک تیر کا فاصلہ رہے تو بادشاہ پاس لیجاکر اوسکو رکاب پر بوسہ دے۔اور اگر بادشاہ منظور نہ کرے اور گھوڑے سے اُترے تو اول فرزند کو گھوڑے سے اُتار لیجائے اور بادشاہ کے ہاتھ پر وہ بوسہ دے۔اور پھر دونوں سوار ہوں اور وہ فرزند کے ساتھ رہے کہ بادشاہ کوئی بات شاہزادہ سے پوچھے وہ حجاب کے سبب سے جواب باصواب دے سکے تو وہ خود جواب عرض کرے جب بادشاہ منزل میں اُترے تو فرزند اوسکی دعوت استرخ کرے کہ تین سو طبق طعام الوان بطور حضر مجلس شاہی میں بھیجے جائیں اور دونوں نمازوں کے درمیان بارہ سو طبق طعام الوان طبقہ ارسگزی و بخی وطلائی و نقرہ مجلس میں بھیجے جائیں جنکے خوانوں کے سرپوش طلا و نقرہ کے ہوں پھر لذیذ مربے اور دو پالودہ بھیجے جائیں بعد ازاں سات راس اسپ لایق و رعنا فرزند ارجمند کے طویلوں سے بھالکے جائیں اور سب طرح سے آراستہ کئے جائیں۔بڑے بڑے نامور گانے والے اور نوازندے ہر وقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں کہ جو وقت اوسکا جی چاہے گانا سنے شکار۔باز۔چرغ۔باشہ۔شاہین۔بحری پیشکش میں دی جائیں اور ان جانوروں کے ملازموں کو خلعت ابریشمی ہر جنس و ہر رنگ کے جدا جدا دئے جائیں۔جب بادشاہ اپنے خیمے میں

جائے تو اوسکے ملازموں کو میرے فرزند کے روبرو لائیں وہ انہیں سے ہر ایک کو سرپا اسپ جو اوسکے لایق ہووے دے اور تین تومان سے انعام زیادہ نہ ہو اور بارہ بقچہ پارچہ ریشمی کہ مخمل و اطلس و کمخواب فرنگی یزدی و بافتہ شامی وغیرہ نہایت لطیف ہوں اور تیس ہزار تومان زر نقد تیس تھیلیوں میں رکھکر پیش کش کرے اور لشکر میں سے ہر نفر کو تین تومان تبریزی (چھ سو روپیے بادشاہی ہوتے ہیں) دیں اور تین روز تک مہمانداری ہو۔ اور نہایت عمدہ طور پر آئین بندی ہو کہ جس میں ہر حرفہ و صنعت گری کا اہتمام ایک امیر کو دیا جائے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھکر وہ ہر صنعت و شیریں کاری کو کہ جانتے ہیں دکھائیں۔ پیر و طفل و جوان کہ جمیں تمام مرد اور عورت کیاریوں کے گرد موجود ہوں اور ہر دکان و بازار میں عورات اور بیگ بیٹھیں اور ہر محلہ و کوچہ سے صاحب نغمہ باہر آئیں۔ حماموں کو سفید و پاکیزہ اور گلاب و مشک خوشبودار کرائیں اور بادشاہ جب جائے آسایش بدنی پائے۔ اس مہمانداری کی تمام کیفیات ایک خوشنویس لکھکر اور بادشاہ کی مہر کراکے ہمارے پاس بھیجے۔ انتہی۔

جب بادشاہ نواحی فریمن آیا تو شاہ ایران کا ایلچی اس پاس آیا۔ بادشاہ ہرات کیطرف متوجہ ہوا۔ یہ شہر یا بے شہر و دیار جس منزل پر پہنچتا وہاں کا حاکم زرق برق فوج لیکر استقبال کے لئے حاضر ہوتا۔ نذر دیکر لگام یا رکاب پر بوسہ دیتا۔ رکاب پکڑکر ساتھ ہولیتا۔ پیدل چلتا۔ جب بادشاہ کا اشارہ ہوتا تو سوار ہوتا۔ لشکر سمیت پیچھے پیچھے چلتا۔ مکان اترنے کے واسطے پہلے سے تجویز ہولیتا۔ اسکی آرائش و زیبائش میں ایسا تکلف ہوتا کہ طاقت بشری جسکا بیان نہیں ہوسکتا۔ جب بادشاہ ہرات کے قریب آیا تو سرپل مالان پر کہ ایک مشہور سیرگاہ ہے محمد خاں با اعیان امرا و تمام اعزہ و اہالی کے استقبال کو آیا اور بادشاہ ایران کی طرف سے دعا و سلام عرض کیا۔ شوق شاہی اور آداب تواضع کہ جو ہر یزدگی ہے اظہار کرکے خدمت بی آداب بجالائے یہ مقرر ہوا تھا کہ پل مالان سے باغ جہاں آرا تک راستوں پر جاڑو دیکر اور چھڑکاؤ کیا جائے۔ اور جب بادشاہ اپنی منزل پر پہنچا تو سلطان محمود مرزا نے استقبال کیا اور آداب اخلاص بجالایا اور شاہزادہ سلطان محمد مرزا اور امرا نے جس طرح اونکو حکم تھا استقبال کیا۔ زیارت گاہ سے پل مالان تک اور یہاں سے باغ جہاں آرا تک کہ تین چار فرسخ تھا

تمام جنگل و پہاڑ شہر و قصبات کے آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان تماشائیوں کا اجتماع شادمانی کے ساتھ اس طرح کا تھا کہ عید و نوروز معلوم ہوتا تھا۔ غرہ ذیقعدہ ۹۵۰ھ کو بادشاہ باغ جہاں آرا میں اترا۔ محمد خاں نے جشن شاہانہ مرتب کیا پیشکش نظر اشرف میں پیش کی۔ مجلس اول میں صابر قاق کہ گانے میں خراسان و عراق میں یگانہ تھا اس غزل امیر شاہی کو پڑھا جس سے اہل وجد و حال کے ارکان وجود میں تزلزل آگیا۔ سچ یہ ہے کہ نہایت ہی مناسب دموزوں یہ غزل پڑھی جسکا مطلع یہ ہے۔

بہاریں کشورے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد　　بہاریں منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد

جب اس بیت پر نوبت پہونچی

زہے دراحت گیتی مرنجاں دل مشو خرم　　کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

تو بابوں کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور قے ہونے لگی۔

ہرات اور اوسکی سیرگاہیں بادشاہ کو بہت پسند آئیں اور جشن نوروزی بھی نزدیک گیا تھا تو چند روز یہاں توقف کیا۔ بادشاہ جب قصد سوار ہوتا تو محمد خاں ساتھ ہوتا اور دو نوعرف زر نثار کرتا اور ہر روز ایک مشہور سیرگاہ میں مقام ہوتا اور ہر وقت ایک محفل تازہ عشرت گاہ ہوتی اور انعقاد مجلس کی ترتیب نظم معہود پر مقرر ہوتی کبھی کسی کاریزگاہ پر بادشاہ نشاط پیرا ہوتا کبھی باغ مرادیں اور ایسے ہی باغ خیابان باغ زاغان۔ باغ سفید میں تماشا فرما ہوتا ہر گل زمین میں ایک صحبت رنگیں موجود ہوتی۔ انہیں ایام میں زیارات اولیا عظام کی خصوصاً پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاری کی مجرد نیاز کے ساتھ ہوتی۔

مراسم نوروزی سے اور گل گشت عشرت افزا سے فارغ ہوکر مشہد اقدس کی طرف عالم کی باسے عزم خیر انجام ہوا۔ پانچویں ذی الحجہ ۹۵۰ھ کو جام میں پہونچے۔ یہاں حضرت شیخ الاسلام احمد جام کے مرقد کی زیارت کی۔ جب مشہد کے نزدیک وہ آیا تو شاہ قلی سلطان استجلو یہاں کا حاکم مع اکابر سادات استقبال کو آیا۔ آداب خدمت بجالایا۔ ۱۵۔ محرم ۹۵۱ھ کو مشہد مقدس میں روضہ رضویہ کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ یہاں آس پاس چند روز تہیر کرکے نیشاپور کی طرف متوجہ ہوا۔ شمس الدین علی سلطان یہاں کا حاکم مع اہالی و موالی پیشوائی کو آیا۔ بادشاہ نے کان فیروزہ

کی سیر کی۔ پھر سبزہ وار ہوتا ہوا وامغان میں پہونچا۔ جوہر نے اپنے واقعات ہمایونی میں اسکا یہ قصہ لکھا ہے کہ جب بادشاہ روضہ شریف پر پہنچا تو آستانہ کے دروازہ کی زنجیر لگی ہوئی تھی دربان نے زنجیر کھولنی چاہی وہ ایسی مضبوط لگی ہوئی تھی کہ نہ کھلی۔ دربان نے عرض کیا کہ نہیں کھلتی۔ بادشاہ دو تین قدم ہٹ کر آستانہ کی طرف آیا اور اپنے دل میں کہا کہ یا امام جو امیدوار تیرے آستانہ پر آتا ہے وہ اپنی مراد پاتا ہے۔ بندہ بھی تیرے روضہ پر امید لیکر آیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ میری حاجت روا کریہ کہکر دروازہ پر جو ہاتھ لگایا تو وہ کھل گیا۔ گویا زنجیر لگی ہوئی نہ تھی بادشاہ نے آستانہ کا طواف کیا اور فاتحہ پڑھی اور پھر معین جگہ پر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اس آستانہ کے متولی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چراغ کا گل کتر بادشاہ نے کہا کہ اس میں بے ادبی تو نہیں ہوگی۔ متولی نے کہا کہ اجازت ہے۔ بادشاہ نے مقراض لیکر گل کترا پھر فاتحہ پڑھکر باہر آیا اور اور فرمایا کہ ایک بڑی کمان آستانہ کے دروازہ پر بطور نذر کے چڑھا دیں۔ اس داستان میں بات یہ تھی کہ دربان بادشاہ کو سنی جانتا تھا اسلئے وہ چاہتا تھا کہ روضہ کی زیارت کو نہ جائے اسلئے اوسنے یہ بہانہ بنایا تھا کہ زنجیر نہیں کھلتی۔ دوسری داستان جو مغانکی ابوالفضل نے یہ لکھی ہے کہ عجائب روزگار سے یہاں ایک قدیم چشمہ ہے زمان پیشین سے ایک طلسم یہاں لگا یا گیا ہے کہ جسوقت کوئی پلید چیز اس چشمہ پر پڑتی ہے تو ہوا میں طوفان پیدا ہوتا ہے اور باد و خاک کی شورش سے ہوا تاریک ہوجاتی ہے۔ چشم عبرت سے اسکا بھی امتحان کیا۔ قادر حکیم فعال لما یرید کے کارخانہ میں اشیا کی خواص و تاثیرات اتنی نہیں ہیں کہ ادراکات افہام و اوہام کے احاطہ میں اونکا احاطہ ہوسکے۔ تعجب ہے کہ اس داستان کو ابوالفضل نے جو طلسمات کا قائل نہ تھا یہاں اس طرح لکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چشمہ کے طلسم کا یقین اسکو تھا۔ وامغان سے بسطام میں بادشاہ آیا۔ یہاں شیخ بایزید بسطامی کے مزار کی زیارت کی گو وہ سر راہ نہ تھا یہاں سے سمنان میں گیا وہاں شیخ علاء الدولہ سمنانی کی مرقد سے مشرف ہوا۔ ہمایوں کا یہ طریق تھا کہ سفر و حضر میں ہمیشہ خدا پرستوں سے توسل ڈھونڈھتا اور ظاہر و باطن میں زندہ دلوں سے ہمت چاہتا۔ منزل بمنزل حکام و اکابر خدمات میں کمال اہتمام کرتے اور گشادہ قات ایران کے رسائل شوق آتے۔ ایران میں ہمایوں کے استقبال کا حال کہ نہایت شان

شوکت سے ہوا بڑی طمطراق سے ابوالفضل نے لکھا۔ اور پھر اور مورخوں نے اسکی نقل اوتاری ہے ابوالفضل ہمایوں کی کوئی ایسی بات کہ جسمیں اوسکی کسر شان ہو نہیں لکھتا۔ وہ تو اسکی بیت العرش بنا دیوانے ہے اوسکی اہانت و ذلت کی باتوں کو بھی اس پیرایہ میں ادا کرتا ہے کہ اس کی عظمت شان معلوم ہو۔ مگر ہمایوں کے آفتابی جوہر نے واقعات ہمایونی لکھی ہے گویا بادشاہ کا ادنیٰ مدتگار تھا اس میں مورخ کی لیاقت کی امید نہیں ہوسکتی۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں تفصیل لکھی ہیں جنکو لایق مورخ کبھی نہ لکھتا۔ مگر بہت سے واقعات سچے سچے سلیس زبان میں کہ شوکت الفاظ سے خالی ہیں اوسنے لکھے ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اختلاف مذہب کے سبب سے ہمایوں کی غیرت مند طبیعت اور مغرور دل کو اتنی کلفتیں پہونچیں کہ اس ظاہری تعظیم و تکریم سے اتنی راحتیں نہیں ہوئیں۔

جب حوالی سرے میں قلعہ درس میں بادشاہ ہمایوں پہنچا تو شاہ ایران کا خط آیا جسمیں یہ لکھا تھا کہ میں قزوین آگیا ہوں۔ بادشاہ اپنے وکیل بیرام خاں کو میرے پاس بھیجدے۔ یہ ایلچی ترکمان پہلے شاہ ایران کی رعیت تھا۔ اور بخیال ثانی کے ساتھ جو سپاہ شہنشاہ بابر کی کمک کو شاہ ایران نے بخارا فتح کرنے کے لیے بھیجی تھی اُس میں وہ بابر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر وہیں بیرم کی اور اوس کے بیٹے کی خدمت میں رہا۔ اور اپنی شجاعت اور ذہانت و فراست و کیاست کے سبب سے پایہ بلند پر پہنچا۔ اس دانشمند فرزانہ کے صلاح و مشورہ سے ہمایوں شاہ ایران کے پاس آیا تھا بادشاہ نے حسب درخواست بیرام خاں کو دس سواروں کے ساتھ بھیجدیا۔ اوس نے قزوین جاکر شاہ ایران کی قدمبوسی کی۔ چند روز بعد بادشاہ نے اُسے حکم دیا کہ سر منڈاؤ اور تاج پہنو۔ بیرام خاں نے یہ نذر کیا کہ میں ایک اور بادشاہ کا تابع ہوں بغیر اوسکے ارشاد کے تاج کیسے پہن سکتا ہوں۔ اس عذر بے اختیاری کو بادشاہ نے سنکر فرمایا کہ تجھکو اختیار ہے مگر بیرام خاں کا یہ عذر اوس کو خوش نہ آیا۔ اوس نے اپنی سطوت و شوکت دکھانے کے واسطے اور بیرام خاں کے ڈر انیکے لئے مجوسی چراغ کشوں کو بلوایا اور سختی کہہ کہہ کے قتل کرایا۔

شاہان ایران کا یہ دستور ہے کہ موسم گرما میں میدانی شہروں میں اپنے محلوں کو چھوڑکر سرد و بلند پہاڑوں میں جو اکثر وہاں ہیں آجاتے ہیں۔ اس سال شاہ ایران کا مقام سلطانیہ و سوتیج

کے درمیان تھا۔ جب شاہ ایران قزوین سے چلا تو اوسنے ہمایوں کو لکھا کہ وہ اپنی جگہ پر مقیم رہے جب میں بلاؤں تو کوچ کرے۔ پھر شاہ ایران نے بوبک بیگ کو بھیجا کہ وہ ہمایوں کی جہانداری کا اور ہمایوں کو لکھا کہ قزوین میں آنکر دو تین دن رہے اور پھر اس پاس آئے۔ ہمایوں قزوین میں آیا اور خواجہ عبدالغنی کے حویلیوں میں جنمیں پہلے شاہان ایران اُترا کرتے تھے فروکش ہوا۔ دوسرے روز یہاں سے شاہ ایران کے لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوا جو سلطانیہ اور ابھر کے درمیان تھا رات باہر بسر کیا صبح کو حکم ہوا کہ جہاں پانی ہو وہاں خیمہ گاہ ہو۔ پانی کی تلاش ہو رہی تھی کہ بیرام خاں آنکر رکاب بوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور بہت آگے بڑھ آئے بادشاہ نے فرمایا اب میں پیچھے نہیں جا سکتا۔ صبح کے وقت بادشاہ نماز پڑھکر آرام فرمانے گیا کہ ایرانی بیلداروں نے جو مشرک درست کرنے آگے تھے گانا شروع کیا۔ بیرام نے آنکر عرض کیا کہ حضور کے استقبال کے لئے شاہ ایران کے آدمی آتے ہیں۔ بادشاہ دیوانخانہ میں غسل کرکے اور جامہ پہنکر بیٹھا۔ بیداروں وکلا سلاطین و وکلا خواتین آئے پھر وکلا میرزا۔ پھر حضرات سادات مشرف ہوئے۔ حضرت بادشاہ سوار ہوئے۔ دستور کے موافق سلاطین و خواتین نے استقبال کیا۔ شاہ ایران کے بھائی سیام مرزا اور ابراہیم مرزا نے استقبال کیا۔ سیام مرزا ایک تیر کے فاصلے گھوڑے سے اُترا بادشاہ بھی اپنے گھوڑے سے اُترا طرفین سے تعظیم و تکریم ہوئی پھر بیرام مرزا نے سراپا اور اسپ عزالہ پیش کش میں دیا۔ یہ گھوڑا بہت شوخ و چالاک تھا۔ ہمایوں کی شہسواری کے امتحان کے لئے ایرانیوں نے دیا تھا۔ بادشاہ نے سراپا پہنا اور تاج پہنا۔ اس تاج کا نام تاج حیدری تھا وہ قرمزی رنگ کا ریشمی جواہر سے مرصع ہوتا ہے کہ شاہان ایران پہنتے اوسکو شاہ اسمٰعیل کے باپ شاہ حیدر نے ایجاد کیا تھا۔ دیکھا بارہ امام کے نام کی تہیں۔ وہ فخر و حیدری شکل کا تھا۔

بعد ازاں تمام سپاہ و افسران سپاہ کو حکم ہوا کہ وہ اس شکل کا تاج پہنیں۔ وہ شیعہ ہونے کا ایک بانا تھا۔ ترکوں نے اس کا نام قزلباش یعنے سرخ سر رکھ دیا۔ بادشاہ عزالہ پر سوار ہوا تو وہ اسکے ہاتھ پیر ران کے نیچے سب اپنی شوخیاں بھول گیا اور خوش عنان ہو گیا۔ جس پر ترکمانوں کو تعجب ہوا اور اس امتحان سے اوسکو یقین ہو گیا کہ فرد اقبال

شہزادوں کی ران کے نیچے کودے ناچے گا۔ قورچی باشی نے آنکر سلام علیک کی دوسرے چوتھے بڑے کرمانی گھوڑوں پر سوار استقبال کو آئے۔ اس طرح آنے سے اونکی غرض یہ تھی کہ صغیر و کبیر ہمایوں بادشاہ کے ہم پایہ ہیں۔

جمادی الاولیٰ ۹۴۳ھ کو شاہ ایران نے خود استقبال کیا اور قواعد اعزاز و اکرام و تعظیم و آداب اجلال و احترام کے موافق ملاقات فرمائی ایک محل عالی میں جسکی مدت مدید میں بایک بیگ نقاشوں نے اپنی صنعت نقاشی کے بدایع دکھانے میں کمال کیا تھا دونوں بادشاہ برابر بیٹھے۔ محفل بادشاہانہ نے انعقاد پایا۔ اخلاص و اختصاص کی باتیں ہونے لگیں مرزا قاسم نے اپنی مثنوی میں ان دو شہریاروں کی ملاقات کے باب میں یہ شعر خوب لکھے ہیں۔

دو صاحبقراں در یکے بزمگاہ — قراں کردہ با ہم چو خورشید و ماہ
دو نور بصر چشم اقبال را — دو عید مبارک مہ و سال را
دو کوکب کز ایشاں فلک راست زین — بہم در یکے عرصہ چوں فرقدین
دو چشم جہانی بہم ہم عناں — بہم چو دو ابرو تواضع کناں
دو سعد فلک را یکے برج جائے — دو والا گہر را یکے درج جائے

اول شاہ ایران نے خیریت و کوفت راہ کی پرسش کی پھر اپنے مذہبی تعصب کو ظاہر کیا کر ہمایوں سے فرمایا کہ تاج کا لفظ مبہم تھا اسپر ہمایوں نے کہا کہ تج پہننے کی نذر اسلئے میں پہنوں گا۔ بادشاہ ایران نے اپنے ہاتھ سے اوسکے سر پر تاج پہنا دیا۔ اپنی رسم کے موافق تمام خواتین اور سلاطین جو موجود تھے اللہ اللہ کہتے ہوئے سجدے میں گئے تو پچیوں نے ترہوں کو بجاکر غل مچا دیا۔ ہمایوں نے شہزادوں کو کہا کہ وہ بیٹھ جائیں تو شاہ ایران نے کہا کہ یہ ہماری تورہ (رسم اخلاق) میں یہ قاعدہ نہیں ہے پھر دسترخوان بچھا۔ دونو بادشاہوں نے طعام تناول فرمایا۔ بعد کھانے کے بھی ترم بجائے گئے اور سجدہ شکر بھی کیا گیا مقصد اس سجدہ شکر سے یہ تھا کہ ہمایوں جیسے بادشاہ کو خدا تعالےٰ ہمارے بادشاہ کی پناہ میں لایا گردیکھنے والوں نے یہ جانا کہ ہندوستان کا بادشاہ ایرانی رسم و رواج و شیعہ مذہب کا پابند ہو گیا۔ جب شاہ ایران سے بادشاہ رخصت ہوا تو اوسنے کہا کہ بیرام خاں اور قدر خاں کی نمکحلالی

درمیان ہمایوں کی منزل ہو۔ بادشاہ حمام میں گیا اور اپنے بالوں کو ترشوایا کہ ایرانیوں کی رسم پوری ہو۔ بیرام مرزا تین سراپا حضور کی نظر کے آگے لایا۔ ان میں سے ایک کو پہن کر رات بھر جشن آرا رہا۔

ایسا قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں نے گو تاج پہنا اور بال کتروائے مگر شیعہ ہونا قبول نہیں کیا اسلئے کہ دوسرے روز علی الصباح شاہ ایران سلطانیہ کو چلا تو ہمایوں کی فرودگاہ کے نیچے آیا ہمایوں دروازہ پر سلام کرنے گیا تو شاہ ایران اوس کی طرف ملتفت نہ ہوا ہمایوں اپنا سامنہ لیکر چلا آیا۔ اور اوسکو نہایت رنج ہوا۔ سلطان محمد خدابندہ کے گنبد میں سلطانیہ کے اندر ہمایوں نے نزول فرمایا۔ خدابندہ نے شیعہ مذہب کو بڑی تقویت دی تھی۔ ہمایوں نہایت تفکر و تحیر میں بیٹھا تھا اور اپنے تئیں لعن طعن کر رہا تھا کہ میں کیوں ایسے بادشاہ کے پھندے میں پھنس گیا جسکو اپنی اتفاقی بزرگی پر یہ گھمنڈ ہے۔

ہمایوں نے اب جان لیا کہ میں ایسے متعصب بادشاہ کے اختیار میں آگیا جسنے یہ ارادہ مصمم کرلیا کہ جن سنیوں نے اسکے ہاں پناہ لی ہے اونکو بغیر شیعہ بنائے نہ چھوڑونگا۔ جو وسایل اوسکو شیعہ بنانے کے اختیار کئے اونمیں نرمی سے سختی زیادہ تھی۔ بادشاہ ایران نے ایک دن ہمایوں کے باورچی خانہ میں ایندھن بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تو شیعہ مذہب اختیار کرے گا تو میں تیری اعانت اور حمایت کرونگا اور تو نے شیعہ مذہب نہیں قبول کیا تو تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو ان لکڑیوں کی چتا میں بٹھا کے جلاؤنگا۔ ہمایوں نے اسکا جواب استقلال سے دیا کہ ہمکو اپنے مذہب پر اعتقاد کامل ہے اور ہم اسی پر قائم رہینگے مذہب کے سامنے سلطنت کو ہیچ جانتے ہیں ہمکو خدا تعالےٰ پر توکل ہے جو اوسکی مرضی ہوگی اوسپر ہم راضی ہیں ہمیں یہاں بیت اللہ کے جانے کے مقصد سے آیا تھا۔ اسلئے رخصت دیں کہ حج کو جاؤں اسکا جواب بادشاہ نے یہ دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ سنی عثمانیہ کے استیصال کرنے کے لئے سفر کروں اب تجھکو یہ سزاوار نہیں ہے کہ مذہب شیعہ کے اختیار کرنے میں حجت و تکرار کرے تو خود بخود میری سلطنت میں آیا ہے۔ تو بادشاہ تھا مگر اپنی سلطنت کا حق نہیں ادا کیا۔ اس مصیبت میں گرفتار ہوا کیا اس حال میں بھی تو اپنے جھوٹے ناحق مسائل کا قائل رہے گا۔

اب ہمایوں ایسے محل خوف و خطر میں پڑگیا تھا کہ اپنے تئیں سلامت رکھنا آسان نہ تھا اسی فکر و تردد میں بیٹھا ہوا تھا کہ قاضی القضات قاضی جہاں دیوان شاہ ایران اس پاس آیا اس سے بہت سی گفتگو کی اوسنے بادشاہ سے عرض کیا کہ عمدہ تدبیر یہ ہے کہ حضور شاہ ایران کی درخواست کو قبول کریں۔ فقط آپ ہی اکیلے نہیں ہیں کہ حضور کا اصرار اپنی بات پر آپ ہی کو برا نتیجہ دکھلائیگا بلکہ ان سات سو پیشکش سنیوں کو بھی جو حضور کے ساتھ ہیں آپ کے شریک ہونا پڑیگا۔ آپ کی حالت کا اقتضاء یہ ہے کہ شاہ ایران کی مرضی کے موافق کام کریں اور اوسنے کہیں کہ بے اختیار ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہیں سو کریں۔ اسکے جواب میں ہمایوں نے کہا کہ آپکی مرضی کیا ہی ہو اوسکو لکھا کر میرے پاس لاؤ۔ قاضی تین کاغذ شاہ طہماسپ کے پاس سے لکھا کر لایا۔ ہمایوں نے وہ کاغذ انہیں سے پڑھکر کہدئے اور اپنے خرگاہ کے دروازہ پر آیا۔ اپنے آدمیوں کو پکارنے کو تھا کہ قاضی نے اوسکے پاس آنکر عرض کیا کہ حضور خاموش رہیں اب کوئی علاج نہیں ہے زمانہ ساز بنجئے۔ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز۔ بادشاہ چپکا ہو رہا۔ تیسرا کاغذ شاہ ایران نے خود آنکر ہمایوں کو دیا اور اوسکے سامنے خود پڑھا اور اوسپر دستخط کرکے شاہ ایران کو دیدیا۔ کاغذ دینگا صحیح حال نہیں معلوم ہوتا کہ کیا لکھا ہوا تھا شاید ان کاغذوں میں یہ لکھا ہوگا کہ اول وہ شیعہ مذہب اختیار کرے دوم ہندوستان میں اسکی اشاعت کرے سوم قندہار حوالہ کرے پہلی شرط کے پورا کرنے کا وعدہ کیا باقی دو شرطوں کا پورا کرنا اسکے حد اختیار سے باہر تھا۔

شاہ ایران نے اپنی تفریح خاطر اور شان و شوکت دکھانیکے واسطے حکم دیا کہ تخت سلیمان کے حوالی میں شکار کھیلا جائے۔ یہاں پر سی پولس کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں اور ایران میں سب سے اچھی یہ شکارگاہ ہے غرض تین روز تک یہ شکار اور چوگان بازی اور قبچی اندازی ہوتی رہی۔ ہر شخص سپاہ اور لشکریوں میں سے شکاروں کے پکڑنے اور ہانکنے میں مشغول تھا۔ بیرام مرزا خلیفہ بوالقاسم سے مخالفت رکھتا تھا اس شکارگاہ میں اسکے تیر مارا جس سے وہ مرگیا اور اوسکی اطلاع مرزا کی خاطر سے شاہ ایران سے نہ کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے مرزاؤں کا کیا اخلاق تھا۔

غرض چند روز تک بادشاہ عیش و عشرت کی بزم آراستہ کرتا رہا۔ شاہ ایران کے پرجانیکے وقت بیرام خاں کے ہاتھ اوسنے ایک الماس گراں بہا کہ ملکوں کے خراج کی برابر اوسکی

قیمت تھی اور دو سو پچاس لعل بدخشانی بطور ارمغاں بھیجے۔ آپ کچھ تکلف نہیں ہے کہ ہمایوں کے آنے اور اوسکے جانے تک جو سرکار ایران کا خرچ ہوا ہوگا، کہیں زیادہ ضعافت مضاعف ان جواہرات کی قیمت ہوگی۔ جب جوہریوں نے الماس کی قیمت کو آنکھ کر کہا کہ وہ بے قیمت ہے تو شاہ طہماسپ نے بیرام بیگ کو خان کا خطاب دیا اور علم و نقارہ عنایت کیا۔

دو مہینے تک دونوں بادشاہوں میں نہ ملاقات ہوئی نہ خط و کتابت اہل فساد نے دونوں بادشاہوں کے دل میں غبار پیدا کر دیا مگر جلد صفائی ہوگئی۔ اوسکی کئی وجہ بیان کی جاتی ہیں۔ ایک وجہ یہ تھی کہ روشن بیگ کو کہ خواجہ غازی دیوان سلطان محمد نیز دباز جو آپ مرزا کامران کے چاکر تھے وہ حج کر کے یہاں آئے تھے وہ شاہ طہماسپ سے کہتے تھے کہ اگر ہمایوں بادشاہ کو بادشاہی کا سلسلہ ہے تو اوسکے بھائی اس سے جدا نہ ہوتے اگر ہمایوں کو آپ قید کریں اور لشکر ہم کو عنایت فرمائیں تو قندہار تک ملک لیکر آپکے حوالہ ہم کریں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ قزلباشوں اور ترکمانوں نے یہ بیگ طہماسپ کا مزاج بادشاہ کی طرف سے بہکا دیا تھا کہ ہمایوں اسی باپ کا بیٹا ہے جس نے کئی ہزار قزلباش کمک میں لیجا کر اوزبکوں کے ہاتھ سے قتل کرا دئے اور نجم بیگ ہمارے ہم وطن کو ہلاک کیا تھا۔ تیسری اس قضیہ کی طرف تھی کہ بابر بادشاہ اسمعیل شاہ ایران سے سترہ ہزار قزلباشوں کی کمک لیکر اوزبکوں سے قلعہ بخشب کا محاصرہ کر کے لڑا تھا۔ اور جب بعضیں آپس میں لڑیں تو خود ایک گوشہ میں چلا گیا اور قزلباشوں پر جو آفت آنی سو آئی۔ ہم ہمایوں کی کمک کے لئے سپاہ کو لیکر جائیں وہ ہم کو بھی اپنے باپ کی تقلید کر کے مار ڈالے۔ تیسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ اسے سوا برس پہلے جب ہمایوں گجرات میں بہادر شاہ کو شکست دیکر آیا تھا تو خانوادی تیر بنائے تھے اول قسم کے بارہ تیروں پر اپنا نام اور دوسری قسم کے گیارہ تیروں پر طہماسپ کا نام لکھا تھا اور سریر سلطنت پر بیٹھ کر مجمع عام میں کہا تھا کہ میرا طالع و جاہ اور میری شان و شوکت بادشاہ طہماسپ سے زیادہ ہے یہ بات شاہ ایران کے کانوں تک ہمایوں کے بدخواہوں نے پہنچا دی تھی اسلئے کہ سنکر شاہ طہماسپ بہت غصہ ہوا اور اوسنے ہمایوں کو اسکا الزام دیا تو ہمایوں نے بیان کیا کہ یہ امر سچ ہے اور اوسکی وجہ یہ تھی کہ اسوقت میری سلطنت ایران کی سلطنت سے دوچند تھی۔ تو طہماسپ خفا ہو کر کہا کہ اس حماقت و نخوت کا نتیجہ یہ ہے کہ تو اپنی وسیع مملکت پر سلطنت نہ کر سکا اس

گنواروں نے چھین لیا اور جورو بچے دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئے۔ ہمایوں نے کہا کہ خدا کا حکم سب پر غالب ہے اوس سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

سلطنت ایران سے ہمایوں کے خارج کرنے کا منصوبہ فقط اسی موقع پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ جب بادشاہ کی اول ملاقات ہوئی تو شاہ ایران نے فرمایا تھا کہ ہندوستان کو حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی نے فتح کیا تھا پر خدا تعالیٰ نے آپکی شمشیر کو کشور کشائی کے گنج خانہ کی کنجی بنایا ان دنوں مملکت داری و جہانبانی میں جو قصور و فتور ظہور میں آیا وہ بے اخلاص بھائیوں کی ناسازگاری اور بے اتفاقی سے ہوا اور آپ کو اس میں اختیار نہ تھا اس عالم اسباب میں بھائیوں کی موافقت ایک ضروری امر ہے کہ جس سے کارہا بستہ کشادہ ہوتے ہیں اب مجھکو اپنا چھوٹا بھائی تصور کیجئے اور اپنا مدد و معاون جانئے میں شرائط امداد اور لوازم اعانت آپکی آرزو کے موافق بجا لاؤنگا اور جسقدر کمک درکار ہوگی سرانجام دونگا۔ اگر مجھے خود کمک کے لئے جانا پڑیگا تو جاؤنگا بعد دستر خوان بچھا۔ دستور کے موافق بہرام مرزا آفتابہ چلمچی لیکر ہاتھ دھلانیکے لئے کھڑا ہوا تو شاہ ایران نے اشارہ کیا کہ بادشاہ کو بھائیوں کو اسطرح رکھنا چاہیئے۔ ہمایوں نے اوس کو تہ دل سے پسند کیا اور شاہ کے ساتھ اتفاق رائے کیا۔ اس بات سے بہرام مرزا ہمایوں کا جانی دشمن ہوگیا۔ ایران سے اوسکے نکالنے کا نہیں بلکہ اوسکی جان نکالنے کا خواہاں ہوگیا۔ یہ کلمات متوحش کہتا کہ خاندان تیمور کو ہندوستان میں بادشاہ بنانا عقل کا کام نہیں ہے وہ ایران سے قریب ہے۔ ہمایوں کو چند دنوں خوف رہا کہ باقی زندگی ایران میں قید یونکی طرح بسر ہوگی۔ شاہ طہماسپ نے بہرام مرزا سے کہا کہ امراء عرض کرتے ہیں کہ ہمایوں کی کمک کیطرح سے کرنی حماقت ہے وہ کسی طرح سے اعانت کا مستحق نہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس بادشاہ کو بہانے سے نکالدے مگر بادشاہ کو ان خوفوں سے نکالنے والی سلطانم خانم ہمشیر شاہ طہماسپ تھی کہ وہ امام مہدی کی نذر کی گئی تھی اور بادشاہ طہماسپ امور ملکی میں اوس کی صلاح سے کام کرتا تھا۔ اس بیگم کے ساتھ قاضی جہاں قزوینی ناظر دیوان اور حکیم نور الدین محرم تھے جو ان دونوں بادشاہوں کے دلوں سے کدورت دور کرتے تھے۔ ہمایوں کو بھی کئی ایک دفعہ غصہ آیا تھا۔ بیرام خاں نے سمجھایا کہ معمر [illegible] بیرام افتد تحمل پایدش۔ اسکے روکنے اور سمجھانے سے بادشاہ نے نہایت ملائمت اور

فروتنی اختیار کی۔ سلطانم خانم نے اپنے بھائی کے سامنے ہمایوں کی یہ رباعی پڑھی۔

ہستم ز جان بندۂ اولاد علی ۔ ہستم ہمیشہ شاد بایاد علی
چوں سرِ ولایت از علی ظاہر شد ۔ کردیم ہمیشہ در رہ خود نادِ علی

پھر اوسنے ایک اور رباعی لکھی جسکا آخر شعر یہ ہے کہ

شاہاں ہمہ سایۂ ہمای خواہند ۔ بنگر کہ ہما آمدہ در سایۂ تو

پھر قطعہ سلیمان کو تضمین کرکے بھیجا۔

ہست امید آنکہ لطف تو با ما آں کند ۔ آنچہ با سلیمانِ علی در دشت روزاں کردہ است

ہمایوں کی رباعی سنکر بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ اوسنے کہا کہ اگر ہمایوں اس امر کا عہد کرے کہ وہ ملک خراسان میں ممبروں پر معصومین علیہم السلام کا ذکر کرائے تو میں اوسکو مورونی ملک دلائے دیتا ہوں سلطانم بیگم نے ہمایوں سے یہ پیغام کہلا بھیجوایا۔ ہمایوں نے اس کا جواب دیا کہ میرے تمام امرا چغتائی اور اپنے بھائی مرزا عسکری سے اسی بات پر بگاڑ ہوا کہ آلِ نبی پر میری جان فدا ہے مرتے دم تک میں انہیں کا کلمہ پڑھونگا۔ عبدالقادر بدایونی نے تواپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہمایوں شیعہ ہوگیا اور اوسنے تبرا بھی کہا۔ اور شیعہ کے تمام معتقدات ایک کاغذ پر لکھ کر اوسکو حوالہ کئے گئے اور اوسکو بادشاہ نے بطور نقل کے پڑھا اور خطبہ میں ذکر ائمہ عشرہ کا بروش عراق قبول کیا یہ مورخ خاندان تیمور کو مہربانی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اونکے ذرا سے عیب کو بہت بڑھاکر لکھتا ہے ابوالفضل کی ضد ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ ہمایوں کے اس مذہبی معاملہ کا فیصلہ کرنا دشوار ہے ان دو بادشاہوں میں اختلاف مذہب کے سبب سے جو شکر رنجیاں ہوئیں۔ اُن کی حقیقت حال ایسی نہیں معلوم کہ جس پر اطمینان ہو۔ مورخوں نے ان کو مختلف طور سے بیان کیا۔ سنی مورخ کیا تو اس بات میں خاموش ہیں یا بولتے ہیں تو اون کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں جیسا سنی ایران گیا تھا ویسا ہی سنی واپس آیا۔ اوس پر شیعہ ہونے کا سایہ تک نہیں پڑا۔ شیعہ مورخ اس معاملہ پر حاشیے چڑھاکر بیان کرتے ہیں کہ ہمایوں پکا۔ کٹر شیعہ ہوگیا تھا سلطانم بیگم نے اپنے بھائی کے خیالات کو جو ہمایوں کی نسبت تھے بدل دیا۔ طہماسپ نے

ہمایوں کو بلایا اُس سے کئی گھنٹے تک گفتگو رہی جس میں یہ امر طے پایا کہ قندہار اور کابل اوزبکوں کے فتح کرنے میں شاہ ایران اونکی مدد کریگا۔ جب قندہار تسخیر ہوجائیگا تو وہ شاہ ایران کے حوالہ کیا جائیگا اور بادشاہ اور اوسکے ملازم قاضی جہاں کی گفتگو مذہبی اختلافات کے باب میں سُنینگے۔ ہمایوں نے اپنے خیمے میں آنکر ہندوستانیوں کو جمع کرکے شاہ ایران کے وعدوں کو سنایا جس سے اُن کو امید ہوئی کہ اب ہم پھر اپنے ملک کو چلیں گے اوسنے بھی کہا کہ قاضی جہاں بعض حکایات تمسے کہیگا۔ سب خدمتگار دست بدعا اوسکو خوشحال ہوئے بعد اس مصالحت کے شکار قمرغہ تیاری سے ہوا اور تخت سلیمان کے نزدیک ہمایونی دعوت بہت دھوم دھام سے ہوئی۔ محبت کی صداقت جتانیکے لئے روشن بیگ اور اوسکے ساتھیوں نے یہ کہا تھا کہ قندہار شاہ ایران کو دلائے دیتے ہیں طہماسپ نے پکڑوا بلایا۔ اور اُن سے کہا کہ چاکن راچارہ درپیش۔ حکم دیا کہ خیموں کی طنابیں کاٹی جائیں اور اونکی کمریں باندھی جائیں اور زندان سلیمان میں وہ لیجائے جائیں اگر رسیاں زندان کی زمین تک پہنچ جائیں تو وہاں وہ چھوڑ دئے جائیں اور اگر وہ نہ پہنچیں تو باہر قتال کئے جائیں۔ جب یہ حکم ہوا تو روشن بیگ نے جو حضرت ہمایوں کا کوکہ تھا بادشاہ کو عرضی لکھی۔ بندگان گنہگار کو کسی طرح جان کی امید سوا حضور کی شفاعت کے نہیں ہے از بے خردان خطا و از بادشاہاں عطا۔ بیٹا اور خصم نے ایک ہی چھاتی سے دودھ پیا ہے۔ ہمایوں اس عرضی کو پڑھکر ہنسا۔ بان ہوا اور طہماسپ کو رقعہ لکھا کہ اب شاہ اسمٰعیل کی قبر کے صدقہ میں اوسکو رہا کریں۔ جب شاہ ایران نے یہ رقعہ پڑھا تو اوسکو تعجب ہوا کہ ہمایوں میں کسقدر حلم ہے کہ اپنے ایسے دشمنوں کی شفاعت چاہتا ہے کہ اوسکے آزار کے درپے تھے۔ اوسنے صبح کو کہ کو ہمایوں کے سپرد کردیا جب تمام شرائط صلح ترتیب ہوگئیں تو طہماسپ نے ہمایوں کی رخصت کی دعوت کی اور اوس کا بڑا سامان کیا اور تین روز یہ شاہانہ و کامرانی کے ساتھ یہ ہنگامہ رہا۔ چھ سو خیمے لگائے گئے اور بارہ ہزار خدمتگار رکھے گئے اور تمام زمین پر فرش شاہانہ بچھایا گیا۔ اول روز دعوت ہوئی اور خلعت اور مرصع تلواریں بہت تقسیم ہوئیں۔ دوسرے روز طہماسپ نے اپنے بیٹوں ہمایوں کو بلاکر تمام خیمے گھوڑے۔ اونٹ فروش اور ہر ضروری چیزوں کو دکھاکر کہا کہ

یہ سب آپ کی نذر ہیں اور اس کے سوا میرا بیٹا مرزا مراد اور بارہ ہزار سوار آپ کے ساتھ بھیجتا ہوں
کہ آپ کا ملک دوبارہ آپ کو دلا دیں۔ جب یہ سب کارخانے اور سپاہ ہمایوں کی نظر سے گذر چکی
تو طہماسپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھکر کہا کہ اے شاہ ہمایوں اگر کوئی بے مجھ سے خطا ہوئی
ہو تو قصور معاف ہو۔ تیسرا دن شکار اور گیند بازی میں صرف ہوا۔ رات کو مجلس عیش منعقد ہوئی۔
طرح طرح کی شرابیں موجود تھیں کوئی ساقی نہ تھا ہر شخص آپ جتنی شراب چاہتا اپنے ہاتھ سے
ساغر میں نکال کر پیتا۔ جب دونوں بادشاہوں کے خیمے اکھڑ گئے تو ہمایوں طہماسپ سے آخر
ملاقات کے لئے گیا تو وہ ایک چھوٹے سے بچھونے پر جو تین تہوں پر بچھا ہوا تھا بیٹھا تھا
اس پر دوسرے آدمی کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ جب ہمایوں اترا تو اس نے دیکھا
کہ بیٹھنے کو جگہ نہ تھی زمین پر وہ بیٹھنے کو تھا کہ حاجی محمد نقشہ نے یہ دیکھکر اپنے ترکش کے غلاف
زریں کو پھاڑ کر بچھا دیا۔ طہماسپ کو یہ نمک کا جوش بہت بھایا۔ اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے
جواب دیا کہ میں مغل ہوں۔ طہماسپ نے کہا کہ تو میری نوکری کریگا تو اس نے کہا کہ میں اس عزت
کے لائق نہیں۔ میں کیا ہوں۔ میرا آقا حضور کی خدمت میں موجود ہے۔ جب اسکی ترقی ہوگی
تو میں اسکی جگہ حاضر ہونگا۔ اتبو میں خاک ہوں۔ بعد ازاں وہ بڑا سردار ہوگیا۔ طہماسپ کی بہت
کمک میں جو بڑے بڑے آدمی تھے ان کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا مراد۔ طہماسپ کا پسر خرد سال
بد اغغان قاچار۔ اس شاہزادہ کا اتالیق تھا۔ شاہ قلی سلطان افشار حاکم کرمان۔ احمد سلطان شاملو
ولد محمد خلیفہ۔ سنجاب۔ سلطان افشار حاکم قراہ۔ باز علی سلطان تکلو۔ سلطان علی افشار سلطان قلی
قورچی باشی خویش محمد خاں۔ یعقوب مرزا لطفائی۔ سلطان محمد خدابندہ۔ سلطان حسین شاملو
برادر احمد سلطان حاکم سیستان اور اوسکے سوا اور امرا۔ ہمایوں سے طہماسپ نے درخواست کی کہ
کہ میری دعوت ہندوستانی کھانوں کی کی جائے۔ اس دعوت میں طہماسپ کو ہندوستانی
کھانوں میں کھچڑی سب سے زیادہ پسند آئی۔ دونوں بادشاہ آپس میں خدا حافظ کہکر جدا ہوئے۔

ہمایوں نے تیمور کی تقلید کی کہ اردبیل و تبریز کی سیر کا ارادہ کیا حضرت مریم مکانی کو پیچھے
رستہ سے قندہار روانہ کیا اور بارہ ہزار سوار کہ ملازم رکاب تھے انکو رخصت کیا کہ وہ اپنے
گھر جاکر اپنے اسباب کو درست کریں اور جب ہمایوں آب ہلمند پر پہنچے تو وہاں شاہزادہ مع

لشکر مقررہ کے حاضر ہو۔ بادشاہ نے اول تبریز کی سیر کی یہاں کی گرگ دوانی اور چوگان بازی
پیادہ کا تماشا دیکھا۔ یہ دونوں کہیں اس ملک کے مشہور ہیں۔ پھر اس شہر کی عمارات عالیہ کی جو
سلاطین ماضیہ کے آثار قدیمہ اور یہ گاہیں ہیں ملاحظہ کیں اور آثار گذشتگان خاک گشتگان
خانہ افلاک اور گذشتگیہائے عالم بے ثبات اور گشتگیہائے جہان بیمقدار کو اپنی خاطر حقایق
آخر میں جگہ دی اور اس رباعی کو پڑھا۔

افسوس کہ سرمایہ زکف بیروں شد — وز دست اجل بے جگر ہا خوں شد
کس نامد ازاں جہاں کہ تا پرسم ازو — کاحوال مسافران عالم چوں شد

یہاں ایک لطیفہ یہ ہوا کہ بادشاہ کو تمام آلات رصدی اصطرلاب وغیرہ پر توجہ بہت تھی
اسنے اختہ بیگی سے کہا کہ کہیں سے کرہ تلاش کرکے لاؤ یہ سادہ لوح چند کرہ مع ادیان بادشاہ
پاس لے گیا۔ بادشاہ نے انکو نیک شگون سمجھکر خرید لیا۔

تبریز کی سیر سے فارغ ہوکر اردبیل کی طرف توجہ کی یہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ اور شیخ صفوی کے
مزار کی زیارت کی یہی خاندان صفوی کا بانی اول ہے۔ یہاں سے بھی اپنی دارالسلطنت کو
جاتا تھا۔ وہ ہمایوں کے لشکر کو دیکھکر متحیر ہوا کہ وہ ابتک نہیں گیا۔ آخر ہمایوں کو کہلا بھیجا کہ بارہ فرسنگ
روزہ بل ہے تو قطع چلا جائے۔ جب بادشاہ سبزوار میں آیا تو مریم زمانی کے ایک لڑکے کی پیدائش اور سارا
لشکر بھی اس سے ملگیا۔ یہاں سے مشہد مقدس میں گیا جہاں بیشتر از پیشتر بزرگ آداب بجا لائے۔ یہاں لشکر کو
جمع ہونے کے لئے کئی دن انتظار کیا۔ دانشوروں کی ساتھ صحبت رہی۔ ملا جامی نے بادشاہ کے مذہب پر شعر پڑھا کہ

ہمچو پروانہ بشمعے سروکارت مرا — چہ اگر پیش ہم بال و پرم مے سوزد

بادشاہ نے آخر مصرعہ کی یہ اصلاح دی کہ میرد ہم پیش اگر بال و پرم مے سوزد۔ ملا نے اس اصلاح
کے لئے سجدہ اخلاص کیا۔ یہاں سے قلعہ تگاب کی راہ سے سیستان میں نزول کیا۔

ہمایوں کے معاملات کی نسبت ہم ایک ریویو لکھتے ہیں۔ ایران کی تاریخ میں شاہ طہماسپ کی
سلطنت کا عہد مشہور ہے۔ جب شاہ ہمایوں ہندوستان سے بھاگ کر اسکی پناہ میں گیا تو اوسکو
شاہانہ مہمان نوازی ایسی کی کہ کبھی کسی بادشاہ نے دوسرے جلاوطن بادشاہ کی نہ کی ہوگی
ہمیشہ سے ایران کو اپنی مہمان نوازی پر فخر رہا ہے۔ ہر ایرانی اپنی اس قومی نیکی مہمان نوازی

کے دکھانے میں ایسی کوشش کرتا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ کوئی قوم اسکی برابر اس خوبی ،
نیکی میں نہیں ہے وہی سب سے برتر ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی اس نیکی کے دکھانے کا موقع اسے زیادہ
کیا ملتا۔ کہ ہمایوں جیسا بادشاہ جلا وطن ہو کر ایران میں آیا۔ بادشاہ نے بذات خود مجلس آرائی
اس طرح کی کہ بہت شامیانے زربفت و مخمل و تاجہ باف کے قایم کرائے منقش خرگاہ و بلند خیمے
نصب کرائے۔ ابریشمی گلیم قیمتی قالین جہاں تک نظر کام کرتی تھی زمین پر بچھائے اور پھر کیسے
تحفے و بہ پیشکش میں دئے جنکی تفصیل یہ ہے عراقی گھوڑے زین مطلے و مرصع اور عمدہ زین پوش
سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ شتر مع پیکر بادہ و نرجنگی پوشش قیمتی۔ بہت سی شمشیر و خنجر مرصع
بجواہر اور قماش نفیس۔ اور کیش و جلغا وہ وسنجاب سوتین کے پوستین۔ اور پہننے کے جامے
زربفت و مخمل و تاجہ و اطلس و شنجرفرنگی و نیردی و کاشی کے۔ بہت سے موتی چاندی کے طشت
و آفتابے و شمعدان جنمیں یاقوت و موتی جڑے ہوئے تھے کتنے ایک طبق طلا و نقرہ کے اور
مزین خرگاہ۔ اعلیٰ درجہ کی بساط کہ خوبی و کلانی میں نادرہ روزگار اور اور اسباب شاہانہ
سوا اسکے ہمایوں کے ہر ملازم کے ساتھ نقد و جنس کے ساتھ رعایت کی۔ ان سب کے عوض میں
ہمایوں نے ایک الماس اور دو سو پچاس لعل ایسے کہ وہ قیمت میں طہماسپ کے سب خزانوں سے
زیادہ تھے شاہ طہماسپ کو بطور ارمغان کے دئے۔ طہماسپ نے بادشاہ کی مہمانداری میں اسکی
تعظیم و تکریم میں اور اوسکے دوبارہ تخت سلطنت کے بٹھانے میں اپنی مملکت کے سارے وسایل
صرف کئے دور دور کی قوموں نے اس مہمان نوازی کی تعریف کی۔ مگر اس کا دل سب سے زیادہ
خوش اس سے ہوا کہ اوسکی رعایا نے تحسین و آفریں کی اور کہا کہ ہم کو اس مہمان نوازی پر فخر ہے
جو ہمارے بادشاہ نے اس جلاوطن بادشاہ کی کی گو یہ ظاہری استقبال و دعوتیں و سیر و شکار
بڑی دھوم دھام سے ہوئے مگر جوہر نے جو واقعات ہمایونی لکھی ہے گو وہ تواریخ میں ادنیٰ درجہ
رکھتی ہے مگر طہماسپ و ہمایوں کے اندرونی معاملات کا انکشاف خوب کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہماسپ شیعہ
میں سخت متعصب تھا ایسا مغرور اور چھچورا تھا کہ وہ اس جلاوطن بادشاہ پر ہر بات میں اپنی عظمت دکھانا اور اسکو
زبردستی شیعہ بنانا چاہتا تھا۔ اوسنے اپنی بہن کی سفارش سے ہمایوں کے ساتھ شرائط صلح میں
رعایت نہیں کی بلکہ فقط اپنی ذاتی اغراض کے لئے کہ قندہار پر قبضہ ہو جائے۔ اب ہمایوں

کی نسبت یہ فیصلہ کرتا کہ وہ شیعہ ہوا یا نہ ہوا مشکل ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اسکا مذہب
جھجھرا اور ڈھل مل ہو گیا۔ اس نے تاج حیدری کو جو شیعہ ہونے کا نشان تھا سر پر رکھ لیا شیعوں
شیعوں کے معتقدات کو پڑھا اور اُن کی دلائل کو سُنکر بعض کو تسلیم کیا۔ گو اس نے اُنکے
مسائل اعظم پر یقین نہیں کیا۔ مگر عوام میں اُن کے معتقدات کا اعلان کیا۔ اس کی زندگی میں
اُسکے بھائیوں نے اس پر لعن طعن کی کہ وہ شیعہ ہو گیا ہے۔ اور بعد مرنیکے بھی اس پر یہ الزام لگایا
غالباً ایران میں اس کی حالت ایسی تھی کہ بمجبوری اس کو شیعہ مذہب کو بظاہر پسند کرنا پڑتا تھا گو
دل میں اس کا اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر عمر میں اس کو سنیوں سے کام پڑا۔ ان میں اُس کی عزت اسکی
مقتضی ہوتی تھی کہ وہ شیعہ ہونے کا اعلان بظاہر نہ کرے۔

ہمایوں افغانستان میں

جب ہمایوں سیستان میں پہنچا تو پندرہ روز یہاں رہا۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی کہ جب طہماسپ
سے جدا ہوا تھا تو اس نے ہمایوں سے کہا تھا کہ میرے لشکر کو سب سامان سے تیار سیستان میں
وہ ملاحظہ کریگا۔ پس طہماسپ کے حکم کے موافق یہاں سب امیر اپنے اپنے لشکر لیکر جمع ہوئے اور
بادشاہ سے ملاحظہ کے لیے عرض کیا۔ بادشاہ نے اس سارے لشکر کو مرتب پایا اور بجائے بارہ ہزار
سواروں کے چودہ ہزار سوار موجودات کے وقت موجود تھے۔

خوشاب میں ہمایوں سے مرزا کامران جدا ہوا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور من
کوٹ کی راہ سے آب سندہ کے کنارہ پر آیا۔ محمد سلطان والغ مرزا جو ملتان میں تھے وہ اس
سنے یہاں مرزا نے بہت دنوں توقف کیا۔ مسرت غلہ سے تنگ ہو کر پل بنا کے سندہ سے
پار ہوا اور کابل میں آیا۔ غزنین اور اس کی حدود کو عسکری مرزا کے حوالہ کیا خواجہ خاوند
محمود کو برسم رسالت سلیمان مرزا پاس بدخشاں میں بھیجا۔ اور مطالبت کی اس سے درخواست
کی کہ سکہ اور خطبہ اس کے نام کا بدخشاں میں جاری کرائے۔ مرزا سلیمان نے اپنی کوبے مقصود
واپس کیا۔ مرزا کامران بیچ و تاب میں آکر بدخشاں میں لشکر لے گیا تو موضع باری کے نواح میں
فریقین میں لڑائی ہوئی۔ مرزا سلیمان نے اپنے تئیں ضعیف اور مرزا کامران کو قوی دیکھکر اس سے
صلح کر لی اور بدخشاں میں اس کے نام کا سکہ جاری کرایا۔ مرزا نے بدخشاں کے کچھ محال مرزا

سلیمان سے لیکر اپنے آدمیوں کے حوالہ کیے اور اپنا مقصد حاصل کرکے کابل میں آ گیا۔

انہیں دنوں میں خبر آئی کہ مرزا ہندال نے قندہار لے لیا۔ مرزا کامران نے اطراف و جوانب سے لشکر جمع کرکے قندہار کی طرف متوجہ ہوا اور چھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کیا بے آذوقی کے سبب سے مرزا ہندال عاجز ہوا تو امان طلب کی اور قلعہ سپرد کیا۔ مرزا کامران نے قندہار مرزا عسکری کے حوالہ کیا اور مرزا ہندال کو اپنے ساتھ لے آیا۔ کچھ دنوں محبت و سنج میں رکھا پھر بمقتضائے برادری نفاق کو لباس اتفاق میں چھپا کے چار جوئی جس کو اب جلال آباد کہتے ہیں مرزا کو دیدیا حاکم سند نے بھی اطاعت کی۔ مرزا سلیمان نے اپنے ملک پر جو مرزا کامران نے چھینا تھا پھر قبضہ کر لیا اور نقض عہد کیا۔ دوسری دفعہ مرزا کامران اس پر چڑھ گیا اور موضع اندراب میں لڑائی ہوئی۔ مرزا سلیمان شکست پاکر قلعہ ظفر میں متحصن ہوا۔ مرزا کامران نے تعاقب کرکے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور آذوقہ کی آمد و رفت کی راہ بند کی۔ اکثر اہل بدخشاں مرزا کامران سے آملے۔ جب مرزا سلیمان نے دیکھا کہ جس سپاہ سے وفا کی امید تھی اس نے بھی وفا کی آخر آذوقہ سے بھی قلعہ کا کار دشوار ہو گیا تو بے اختیار وہ بھی مرزا پاس آیا۔ مرزا کامران نے قاسم برلاس اور مرزا عبداللہ اور اپنے ہواخواہوں کو بدخشاں میں چھوڑا اور برلاس مذکور کو اُن کا سردار بنایا اس واقعہ کی تاریخ جمعہ ہفتدہم ماہ جمادی الثانی ہے۔ مرزا سلیمان اور اُس کے بیٹے مرزا ابراہیم کو قید میں رکھا اور خود پھر کابل میں آیا۔

مرزا ہندال کا حال یہ ہے کہ جب وہ ہمایوں سے جدا ہو کر قندہار کو چلا گیا تھا یہاں مرزا خواجہ بیگ نے جو مرزا کامران کی طرف سے یہاں حاکم مقرر تھا۔ اس کو قندہار حوالہ کر دیا۔ جو ہندال مرزا کامران نے یہاں آنکر مرزا ہندال کو قید کر لیا جیسا اوپر بیان ہوا۔

ناصر مرزا بھی قندہار میں ہمایوں سے منحرف ہو کر آیا تھا۔ وہ مرزا کامران کے ساتھ جو صوف اُس نے قندہار کو لے لیا تھا کابل چلا گیا۔ ان کے سوا محمد سلطان مرزا مع اپنے بیٹوں الغ مرزا اور شاہ مرزا کے مرزا کامران کی قید میں تھے۔

غرض اس وقت مرزا کامران سب سے زیادہ کامراں تھا لیکن نہ وہ حق محبت پہچانتا تھا نہ طریق مروت جانتا تھا۔ بزور سلطنت کو حاصل کیا تھا اس کی سلطنت ایک سر بلند کاخ بے بنیاد تھا

جس کی بنا برف کے مناروں کی طرح زوال پذیر تھی۔

جب ہمایوں سیستان سے نکل کر گرمسیر میں آیا جہاں مرزا کامران کی حکومت تھی تو بعد الٰہی گرمسیری جو بادشاہ سے جاتی دفعہ نہیں ملا تھا ترکش گلے میں ڈالے ہوئے کورنش کیلئے حاضر ہوا اور اپنی مخالفت سابق اور جرم تقصیر کا عذر پیش کیا۔ بادشاہ خطا پوشی و عطا پاشی کی عادت رکھتا تھا اُس نے معاف کر دیا اور یہاں حاکم مقرر کر دیا۔

جب بادشاہ گرمسیر میں آیا تو علی سلطان تکلو کو یکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ بست کی تسخیر کے لیے بھیجا وہ ولایت گرمسیر میں داخل تھا اور قندہار سے متعلق بھی تھا۔ شاہم علی بلاربد تیمور جلائر و میر خلیج ان صوبہ میں مرزا کامران کی طرف سے جاگیردار تھے انہوں نے قلعہ مستحکم کیا۔ فوج بادشاہی نے جاتے ہی اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اتفاقاً جنگ میں ایک تفنگ بالائے قلعہ سے علی سلطان کے ایسی لگی کہ اُسی وقت جان نکل گئی۔ سپاہیوں نے اس کے بیٹے کو کہ بارہ برس کا تھا باپ کا قائم مقام بنا کے پہلے سے زیادہ زور سے قلعہ پر حملہ کیا۔ جب ہمایوں نے اس لشکر کو بھیجا تھا تو اس نے عذر کیا تھا کہ شاہ طہماسپ کے حکم کے برخلاف یہ کام ہے تو ہمایوں نے کہا کہ میں طہماسپ کو لکھ بھیجوں گا۔ اب اس لشکر نے علی سلطان کے مرنے اور اُس کے بیٹے کے مقرر کرنے کا حال شاہ ایران کو لکھ بھیجا۔ کچھ دنوں لشکر پاس اس کا وہی حکم آیا جو ہمایوں نے دیا تھا۔ رفتہ رفتہ اہل قلعہ کا قافیہ تنگ ہوا تو انہوں نے فریاد الامان کرکے تسلیم و زاری کی۔ بادشاہ کے عواطف خسروانہ سے امان پاکر قلعہ انہوں نے حوالہ کیا۔ بادشاہ بہ اس قلعہ کے نواح میں آیا اور شاہم علی اور میر خلیج ترکش گردن میں ڈالے ہوئے زمین بوس ہوئے بادشاہ نے اُن کے جرایم معاف کرکے اپنے نوکروں میں داخل کیا۔

مرزا کامران کو مدت سے اندیشہ تھا کہ ممالک ایران سے حملہ ہونے والا ہے اس لیے اُس نے تمام قلعوں کو مستحکم کرکے سپاہ مقرر کر دی تھی۔ جب اُس نے سنا کہ ہمایوں سیستان میں آگیا ہے تو اس کو اول یہ خیال آیا کہ شاہزادہ اکبر کو قندہار سے کابل میں بلائے اُنکے خضر خاں ہزارہ کے بھائی اور آیان قراول بیگی کو کابل سے روانہ کیا کہ شاہزادہ کو قندہار سے کابل لے آئیں جب یہ قندہار میں پہنچے تو مرزا عسکری نے اپنے نزدیکوں سے مشورہ کیا۔ جس جماعت کی عقل درست تھی

اُس نے کہا کہ شاہزادہ کو بھیجنا لائق نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ جب ہمایوں نزدیک آئے تو اس کو اعزاز و احترام کے ساتھ اُس پاس بھجوائیں اور اس ذریعے سے اپنا استعفا، جرائم کرائیں۔ مگر اوزبک نے کہا کہ جو امور ہم سے سرزد ہوئے ہیں اُن کے سبب سے ہمارا منہ نہیں ہے کہ ہمایوں سے عفو جرائم کرائیں اس کو اپنا بنائے۔ پھر کامران کو کیوں آزردہ خاطر کرکے اپنے ہاتھ سے گنوائیں اس کے حکم کے موافق شہزادہ کو اُس پاس بھجوائیں۔ آخر اس رائے پر عمل ہوا اور سین زمستان اور برف و باراں میں اس کو کابل روانہ کیا۔ شمس الدین محمد غزنوی جس کا خطاب اتکہ خاں تھا اور ماہم انگہ والدہ ادہم خاں و جیجی انگہ والدہ مرزا عزیز کوکل تاش اور ایک جماعت اوزبکوں اور خدمتگاروں کے ساتھ تھے مرزا کامران نے قوم ہزارہ کے سردار کو اس جماعت کی پیشروی کے لیے اسواسطے منتخب کیا تھا کہ غزنین اور قندہار کے درمیان راہ کچھ ویران تھی اور کچھ اس قوم کے قزاقوں سے بھری رہتی تھی اس لیے کہ راہ میں اکبر کو کوئی پہچانے نہیں۔

اُسکو میرک اور اُس کی بہن بختی بانو بیگم کو بیچہ کہتے تھے۔ قلات میں پہنچکر یہ جماعت کسی ہزارہ کے گھر میں اتری۔ ملازموں کی کثرت اور اُن کی پرستاری اکبر کو چھپانے سکی دوسرے روز میر کو صاحب خانہ کی زبان سے نکلا کہ شاہزادہ بھی اس جماعت میں ضرور ہے۔ بہادر خضر خاں صاحب خانہ سے یہ کلمہ سنکر فوراً روانہ ہوا! اور بہت جلد غزنین میں گیا۔ اور یہاں سے کابل میں شاہزادہ پہنچ گیا۔ مرزا کامران نے اس کو خانزادہ بیگم ہمشیرہ عزیزہ بابر کے گھر میں اُتارا۔

ہمایوں منزل بست ہی میں تھا کہ مشہور ہوا مرزا عسکری اپنا خواہ لیکر کابل بھاگنا چاہتا ہے۔ قزلباشوں اور بادشاہ کے ملازموں کی ایک جماعت نے بجد ہو کر اجازت اس قصد سے حاصل کی کہ مرزا کو کیا قندہار سے بھاگنے نہ دینگے یا اسکو گرفتار کر لینگے ہمایوں کو اس خبر کا جھوٹا ہونا سچے مخبروں کی معرفت معلوم ہو چکا تھا اس لیے اُس کی مرضی نہ تھی کہ یہ جماعت اس کے تعاقب میں خراب ہو مگر اس جماعت نے جانے میں پیشقدمی کی کہ مبادا مرزا عسکری ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ بہت جلد بے سامانی کے ساتھ قندہار پہنچے وہاں مرزا کے جانے کی خبر سنکر قلعہ سے نکلی قلعہ سے ایک جماعت نے نکلکر جنگ کی اور قلعہ کے اوپر سے ضرب زن اور توپوں کو آنبھارا جس سے قزلباشوں اور اوزبکی ایک جماعت کثیر فنا ہوئی۔ اور ایک گروہ زخمی ہوا۔ قزلباشوں

وبختیاری دلاوروں نے دادمردانگی دیکر خیمہ کو قلعہ کے اندر دھکیلا۔ جمیل بیگ نے کہ مرزا عسکری کے معتمدوں میں سے تھا آدمی بھیجکر مرزا کو بلایا کہ دشمن کا لشکر کم رہ گیا ہے آپ کے آنے سے دشمن کی جماعت کا کام تمام کرنا آسان ہوگا۔ مگر مرزا نے یہ پیغام بھیجا کہ دشمن ہمارے لشکر کی کمیت و کیفیت کو جانتا ہے اس کی سپاہ اسی جماعت پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی کمک کمین گاہ میں ہے اسلیے مصلحت یہی ہے کہ ہمارا کام تمام کرنے۔ بیکھود ہو کا نہ کھانا چاہیئے بلکہ جنگ کو مرزا کامران کے آنے تک ملتوی رکھنا چاہیئے۔

پانچ روز بعد، محرم ۹۵۳ھ روز شنبہ کو حصار قندہار کی حوالی میں ہمایوں آگیا اس نے مورچال تقسیم کر دیئے اور صاحب اہتمام جا بجا مقرر کر دیئے۔ ہر روز جانبین سے جوانان نبرد آزما کارزار کرتے۔ ان لڑائیوں میں اکثر آدمی زخمی ہوتے۔ انہیں دنوں میں خبر آئی کہ مرزا کامران کابل کو رفیع زمین داور کی طرف ایک پہاڑ کے نیچے پڑا ہوا ہے جو آب افغنداب کے کنارہ پر ہے ایک جماعت ہزارہ اور نکدری کی اس پاس مجتمع ہے۔ بیرام خان محمدی مرزا اور جماعت کثیران پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئی۔ کچھ لڑائی ہوئی۔ رفیع کو کہ گرفتار ہوا۔ اور بہت سے آلات و ادوات حرب و مویشی اور دواب و غلہ بادشاہ کے لشکر کے ہاتھ آئے۔ بادشاہی لشکر میں تنگی ہو رہی تھی اس فتح سے وہ دور ہو گئی اور فراخی ہوئی۔

جب ہمایوں نے دیکھا کہ مرزا عسکری نے مخاصمت میں اہتمام کیا تو برادرانہ محبت کے سبب سے ہمایوں کی رائے میں یہ آیا کہ ایک منشور نصائح اور زبان موعظت مرزا کامران پاس بھیجوں شاید خواب غفلت سے بیدار ہو کر صبح کی رائے پر آئے اور اپنی نیکو نہتی سے تلافی تقصیرات کرے تاکہ بہت سے آدمی ناحق ہلاک نہوں اور بھائیوں کے اتفاق کے سبب سے اور بڑے بڑے کام جو اس کے دل میں تھے وہ ظہور میں آئیں اس لیے اُس نے بیرام خاں کو برسم رسالت کابل میں بھیجا جب قندہار اور غزنین کے درمیان وہ کتل وغنی آب ایستادہ پر پہنچا تو ایک جماعت ہزارہ شام کو اس کے روکنے کیلئے کھڑی ہوئی۔ لڑائی ہوئی بیرام خاں نے اُن کو شکست دیکر رفع دفع کر دیا اور بہت آدمیوں کو مارا جب بیرام خاں کابل کے نزدیک آیا تو بابوس اور اوزبک اس کا استقبال کیا اور بیرام خاں کو کابل لے گئے۔ مرزا کامران نے چہار باغ میں مجلس کو آراستہ

کر کے بیرام خاں کو بلایا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ اگر مرزا کو ہمایوں کے وہ دو منشور دونگا تعظیم کے لیے نہیں کھڑا ہوگا اسلیے اُس نے اوّل قران شریف نذر کیا جس کی تعظیم کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اُس نے دونوں منشور دیئے۔ اس طرح ان منشوروں کی بھی تعظیم ہوگئی پھر تحفہ بادشاہی اور ہدایا شاہی عمدہ طور پر پیش کیے اور مرزا کے ساتھ اخلاص صداقت آفریں باتیں کیں اور آخر مجلس میں اُس نے شاہزادہ اکبر و مرزا ہندال مرزا سلیمان۔ یادگار ناصر مرزا الغ بیگ مرزا کے ملنے کی درخواست کی مرزا نے اجازت دی اور یاسبوں کو مقرر کیا کہ وہ ان ملاقاتوں میں بیرام خاں کے ہمراہ رہے۔ اول خانزادہ بیگم ہمشیرہ کلاں فردوس مکانی کے مکان میں شاہزادہ اکبر کو دیکھ کر دل خوش کیا۔ پھر مرزا ہندال سے جو اپنی ماں دلدار بیگم کے گھر میں قید تھا ملاقات کی اور فرمان اور خلعت و اسپ خاصہ جو بادشاہ نے بھیجا تھا وہ نذر کیا پھر دوسرے روز مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم سے جو قلعہ کے اندر قاسم خاں کے گھر میں قید تھے باغ جلال الدین میں بلا کر ملاقات کی۔ پھر ناصر مرزا سے ملاقات کی اور اس کو مفصل تقصیرات اور نوازش بادشاہی کا امیدوار کیا اور ایسے ہی الغ مرزا اور امیرزادوں سے ملکر کلام شاہی کا امیدوار کیا اور صفوت و صفا و وفا کا سبق پڑھایا۔

مرزا کامراں نے ڈیڑھ مہینے ٹھیرا کر بیرام خاں کو رخصت کیا۔ مرزا اس عرصہ میں اس اندیشہ سے متردد تھا کہ نہ وہ بادشاہ سے لڑنے کی قوت رکھتا تھا نہ وہ اپنے اختیارات کو چھوڑنا چاہتا تھا۔ آخر کار اُس نے اپنی بڑی پھوپی خانزادہ بیگم کو بیرام خاں کے ساتھ کیا اور ظاہر یہ کیا کہ مرزا عسکری میرا کہنا نہیں مانتا۔ پھوپی صاحبہ جا کر اس کو نصیحت فرمائیں اور قندہار کو لیکر بادشاہ کے حوالہ کریں اور دل میں یہ منصوبہ تھا کہ مرزا عسکری نے مرزا کامراں کے کہنے سے قلعہ کے استحکام میں اہتمام کیا تھا اگر اس کو روز بد پیش آئے اور بادشاہ قلعہ فتح کرے تو پھوپی صاحبہ مرزا عسکری کے قصوروں کو معاف کرا دیں۔

قلعہ غزنہ بارہل میں بڑا مستحکم تھا وہ گل کا تھا اس لیے اس کا قلع قمع مشکل تھا اور اس کی دیوار کا عرض ساٹھ گز تھا اور پھر مرزا عسکری نے اُس کے استحکام میں پورا اہتمام کیا تھا اور توپ و توپچی بہت سے حصار کے اطراف میں جمع کیے تھے۔ اگرچہ بادشاہی بہادر

دادِ مردانگی دیتے مگر وہ فتح نہ ہوتا۔ اس امید و محاصرہ سے امرا قزلباشیہ گھبرائے۔ وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہمایوں جس وقت قندہار میں قدم رکھے گا۔ قوم چغتائی کو جمگھٹا اس کے گرد ہوگا۔ اب یہاں یہ دیکھا کہ کسی نے اُس کی بات نہ پوچھی۔ غرض اس پراگندگی میں اُنکا ارادہ ہوا کہ کہوں جھگڑے میں پڑیں ایران لُٹتے چلیں۔ اُن کی اس بات کو ہمایوں سمجھ گیا تو قلعہ کے لینے میں اور پہلے سے زیادہ اہتمام کیا اور ایک مورچل نہایت مستحکم بنایا۔ توپخانوں نے یہ دیکھکر قلعہ کے لینے میں دل لگایا۔ اور مرزا عسکری کو سراسیمہ و پریشان کیا۔ اُس نے عاجز ہوکر میر طاہر کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ پھوپی صاحبہ تشریف لاتی ہیں اُن کے آنے تک مجھے مہلت دیجئے کہ اُن کے ذریعہ سے اپنی خاطر جمع کرکے حضور کے پاس حاضر ہوں بادشاہ نے اُس کی درخواست کو منظور کرلیا اور مہم قلعہ میں اہتمام کم کر دیا۔ ظاہر میں مرزا نے پرخاش جوانمردی اختیار کی اور باطن میں استحکام قلعہ میں کوشش کی جب بیگم صاحبہ اور بیرام خاں دونوں آگئے تو پھر مرزا نے مخالفت اختیار کی۔ بیگم صاحبہ نے ہر چند اس کو سمجھایا کہ تو اپنی اس حرکت سے باز آ اور بادشاہ پاس چل مگر اُس نے اپنی خشونت و سرکشی کو نہ چھوڑا اور دشمنی کے سبب بیگم صاحبہ کو بادشاہ سے ملنے بھی نہ دیا۔ مرزا کی اس ناراستی سے ناراض ہوکر ہمایوں نے تسخیر قلعہ میں زیادہ اہتمام کیا۔ اس اثنا میں الغ بیگ مرزا ابن سلطان محمد مرزا کہ جناب دختری سلطان حسین مرزا کے تھے و شیر افگن بیگ و فضل بیگ و میر برکہ و مرزا حسن خاں اور ایک اور جماعت کابل سے بادشاہ کی خدمت میں آئی ان لوگوں کے آنے کا سبب یہ تھا کہ الغ مرزا کو مرزا کامراں نے قید کیا تھا اور احتیاط ہر ہفتہ میں اس کو ایک آدمی کے وہ سپرد کرتا۔ جب شیر افگن خاں کو اس کے سپرد کرنے کی نوبت آئی تو وہ مرزا سے ڈرتا تھا اس لیے وہ اس جماعت سے اتفاق کرکے الغ مرزا کو لیکر بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے بطے دریغ اس کو خلعت امتیاز سے سرافراز کیا زمین داور الغ مرزا کو عنایت کی۔ قاسم حسین خاں اگرچہ ان لوگوں کے ساتھ آیا تھا مگر راہ بھولکر ہزارہ قوم کے ہاتھوں میں پڑ گیا تھا۔ چند روز بعد لُٹ لُٹا پیدل آبلہ پا آیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے اخلاص میں کچھ نقصان تھا کہ راہ بھول کر اتنی بلاؤں میں مبتلا ہوا۔ بعد اس کے دودہ بیگ ہزارہ

خیل وحشم کے ساتھ آیا اور اعیان کابل کے عرائض لایا۔ اس جماعت کے آنے سے اور اکثر
امرا اور اعیان کابل کی عرائض بھیجنے سے لشکر شاہی میں بڑی خوشی ہے۔ قزل باش جو
متردد خاطر ہوئے تھے وہ مطمئن ہوئے جد وجہد از سر نو کرنے لگے۔ جسے قلعہ داری کے ارکان
میں تزلزل آیا اور کنگرہ محافظت سے پائے ثبات پھسلا ساکنان قلعہ روز بروز احوال مرزا عسکری
کا لکھتے تھے کہ گیرودار میں مردانہ کوشش کرو اور قلعہ کشائی پر کمر ہمت محکم کرو اور اہتمام سے باز
مت اٹھاؤ کہ اہل قلعہ تنگ ہو رہے ہیں آخر کار یہ نوبت آئی کہ مرزا عسکری کے اعیان
الگ الگ لڑکے قلعہ سے باہر نکلنے شروع ہوئے توپچی اور پیادے فیصل سے کود کر باہر جانے
لگے۔ بڑے بڑے امیر قلعہ کے اندر سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں آئے اب اہل قلعہ کو
یقین ہو گیا کہ قلعہ کی نگاہداشت ممکن نہیں مرزا عسکری بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر سراسیمہ
و مضطرب ہوا کہ نہ اس کی رائے قلعہ میں رہنے کی تھی نہ روئے بادشاہ پاس آنے کا تھا غرض
نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا حال تھا اول اس نے بادشاہ سے التماس کی کہ قندہار میں آپکو
پہنچا کر تا ہوں مجھے راہ دیجے کہ کابل چلا جاؤں۔ بادشاہ راضی نہوا جب اس خیال خام نے صورت نہ پائی
تو خانزادہ بیگم کو بادشاہ پاس بھیجا کہ اس کے گناہوں کی استغفار کرائے۔ بادشاہ نے بھوپی صاحبہ کی التماس
سے مرزا عسکری کے جرم معاف کر دیئے۔ جمعرات کے دن بتاریخ ۵ جمادی الاول سنہ ۹۵۲ھ مرزا عسکری
مع اپنے رفقا کے ننگی تلوار ترکش گلے میں ڈالے ہوئے بر سر دربار قصوروں کی معافی کے لیے حاضر ہوا
ہمایوں نے اس کا قصور معاف کیا۔ تلوار کو گلے سے اتروایا اور برابر بٹھایا اور تاج رنگ کا جلسہ
بڑی دھوم دھام کا بجایا۔ گو یہ ظاہر داری کی باتیں ہو رہی تھیں مگر دلوں میں بغض و کینہ بھرا ہوا تھا اس
عیش و نشاط کی مجلس میں عسکری کا وہ حکم اس کے سامنے پیش کیا جو اس نے ہمایوں کی گرفتاری کے
لیے اسوقت بلوچی حاکموں کو دیا تھا کہ وہ ایران کو بھاگا جاتا تھا اس حکم کے دیکھتے ہی عسکری کا
چہرہ فق ہو گیا۔ کاٹو تو بدن میں لہو کی بوند نہ تھی۔ عیش منغض ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو
نظر بند کریں تاکہ وہ اس بند میں چند روزہ رہکر پند پذیر ہو۔ کورنش کے لیے پھر لائے ہیں۔

دوسرے روز بادشاہ ایرانی افسروں کے ساتھ قلعہ میں آیا۔ بداغ خان نے عرض کیا کہ
شرائط عہد نامہ کے موافق قلعہ اور جو کچھ اس میں ہے خاصکر مرزا عسکری کا خزانہ شاہ طہماسپ کو

حوالہ کیا جائے۔ اگر بادشاہ کو خزانہ دینے سے انکار ہو تو مرزا عسکری کو حوالہ کیا جائے بادشاہ نے
فرمایا کہ میں قلعہ اور اس کا سارا سامان دینے کو تیار ہوں۔ طہماسپ کا دعوی خزانہ پر کچھ نہیں ہے
مگر میں اس کو دوستانہ بھیجتا ہوں۔ وہ میرزا عسکری کے مکان میں گیا اور خزانہ کے صندوق
منگوائے۔ اور ان پر قفل لگوائے اور اپنی اور امرا ایرانی کی مہر اس پر لگائی اور اپنے خیمہ کو واپس
گیا۔ اس وقت سے بادشاہ اور ایرانیوں میں آپس میں رنجیدگی شروع ہوئی۔ قزلباشوں نے
خزانہ کو جلد طہماسپ پاس روانہ کیا اور صلحت ندی کہ کوئی اس کے لینے کی کوشش کرتا۔
پھر انہوں نے اصرار کیا کہ میرزا عسکری ان کو بطور اوغل کے ہمراہ کیا جائے کہ وہ خیریت کے ساتھ
مراجعت کریں اور اگر وہ حوالہ نہ کیا جائے گا تو ہم اس کو زبردستی پکڑ لیں گے۔ بادشاہ کو انکا
یہ دعوی بہت برا معلوم ہوا اس نے اپنے قبیدی ان کے ہاتھ سے بچانے کے لیے اور اپنے لشکر
کی کرو فر دکھانے کے واسطے اپنے پرانے رفیقوں کو جواب اس پاس آگئے تھے مع لشکر بلایا۔
اور ان کو تربوں میں تقسیم کیا اور سب کو مسلح کر کے ملاحظہ کیا اس سے ایرانی چونک پڑے۔
اور اس کی قوت کو دیکھکر ڈرنے لگے پھر انہوں نے کچھ درخواست نہ کی چغتائیوں کو اور اہل لشکر کو
جو جہاں رہنا نہیں چاہتے تھے تین روز کی اجازت ملی کہ وہاں میں مع اپنے اہل و عیال کے
چلے جائیں کوئی ان کو تکلیف نہیں دی جائے گی چھٹے روز موافق عہد نامہ کے قلعہ
ہمایوں نے محمد مراد مرزا کو حوالہ کیا اور خود بدولت چار باغ بابر میں دو رجا کر آب خضرا
پر ٹھیرا اور اپنی مکان کو اتارا۔ یہاں اس پاس اور متصل کے اضلاع سے آدمی آن آکر
جمع ہونے لگے۔

جب قندہار کی فتح کی اور کابل کی طرف جلد بادشاہ کے آنے کی خبر مرزا کامران کے
کان میں پہنچی تو مرزا بڑا متردد ہوا۔ اس نے شاہزادہ اکبر کو خانزادہ بیگم کے پاس سے بلا کر اپنی
بیوی خانم بیگم کے حوالہ کیا۔ شمس الدین محمد غزنوی معروف اتکہ خاں کو متعید کر کے ایک بڑی جمعیت
میں ڈال اور اپنے امرا سے مشورہ کیا کہ مرزا سلیمان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے ملا عبد الخالق
کہ مرزا کامران کا استاد تھا اور یابوس نے کہ امور ملکی میں دخل رکھتا تھا کہا کہ مرزا کو والا صادر کر
و خشاں دیدینا چاہیے تاکہ وہ وقت پر کام آوے۔ مرزا سلیمان کا نصیبہ جاگا کہ اس سے

چند روز پہلے۔ میر نظیر علی سبزہ وار تمیشکانی و میر علی بلوچ نے قلعہ قلفر کو تسخیر کیا تھا اور فاسد یرلاس کو اور اعیان کے ساتھ مقید کیا تھا اُنہوں نے مرزا کامران کو یہ پیغام دیا کہ مرزا اسلیمان کو اب بھیجدیجئے اور ولایت بدخشاں اُس کو سپرد کیجئے اور نہیں تو ان آدمیوں کو جن کو ہم نے قید کیا ہے مار ڈالیں گے اور ملک بدخشاں اُزبکوں کو سپرد کردینگے اس لیے مرزا کامران نے مرزا اسلیمان اور مرزا ابراہیم خسرم بیگم کو بدخشاں بھیجدیا۔ یہ مرزا کچھ دور گئے تھے کہ مرزا کامران خصت دینے سے پشیمان ہوا اور میرزا اسلیمان پاس آدمی بھیجا کہ کچھ باتیں مجھے زبانی کہنی ہیں وہ آنکر سُن جاؤ۔ اس بلانے سے مرزا اسلیمان بدگمان ہوا۔ معذرت نامہ جواب میں لکھا کہ میں ایک ساعت میں روانہ ہوا ہوں اس لیے اُلٹا نہیں آسکتا جو کچھ ارشاد کرنا ہو اُس کو لکھکر کسی معتمد کے ہاتھ بھیجدیجئے میں اُس کے موافق عمل کروں گا۔ خود جلدی بدخشاں میں پہنچا۔ یہاں پہنچنا کیا تھا کہ سارے عہد و پیمان کا ٹوٹنا تھا۔ اس اثنا میں یادگار ناصر مرزا بھی کابل سے بھاگکر بدخشاں پہنچا۔ اب مرزاؤں میں سے کوئی سوا مرزا ہندال کے کامران پاس نہ رہا اس کی تہمتیں کرکے یادگار ناصر مرزا کے تعاقب میں بھیجا کہ اُس کو پکڑ لائے اور یہ اُس سے پختا وعدہ کیا کہ جو ملک میرے پاس اب ہے اور آیندہ حاصل ہوگا اُس کی تہائی میں تجھے دیدونگا مگر شرط یہ ہے کہ یکجہتی اور برادری کے حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہو۔ اس اقرار پر مرزا کو خصت دی۔ مرزا ہندال اس کی بدسلوکی سے تنگ ہوگیا تھا۔ زبانی اس اقرار کو قبول کرکے اس کے ہاتھ سے خلاصی پانے کو فوز عظیم سمجھا اور پائے چنار سے گذر کر ہمایوں کے پاس چلا آیا۔

ان حادثات کے واقع ہونے سے مرزا کامران سراسیمہ ہوا اور جہلاے کار کا سررشتہ گم کیا ملازموں اور مصاحبوں میں سے ایک ایسا باقی نہیں رہا کہ اس کا بہبود خواہ ہوکر ایک سچ بات کہتا اس کے اکثر آدمیوں کا دیدۂ بصیرت ایسا بند تھا کہ وہ سبیل سداد و طریق رشاد کو جانتے ہی نہ تھے ایک گروہ ایسا تھا کہ صلاح حال کو جانتا تھا مگر نفس الامر کے کہنے میں دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا جس کے دو سبب تھے ایک یہ کہ بعض کو عرض کرنے کا یارا نہ تھا۔ دوم یہ کہ بعض کو مرزا کی خاطر کا لحاظ اتنا تھا کہ انہیں حق کو صلاح وقت نہیں دیکھتے تھے اُن کو یقین تھا کہ اپنی خودرائی کے سبب سے صلاح کار

مرزا کامران کی بدسلوکی سے ہندال کا بھاگنا

قبول کرنا اس کے مشرب میں داخل نہ تھا۔ ہمارے کہنے سے فوراً ناراض ہوجائیگا اور اس کی آزردگی نکل کو اپنی قدر و منزلت سے گرا دیگی۔

حق دولت خواہی و شرط خیراندیشی یہ ہے کہ ایسے امور میں اپنی زبان کو منظور نظر نہ رکھے اور حق کہنے میں توقف نکرے کہ آخرکار اس کا ضرر سب کے حال پر عائد ہوتا ہے اور ان اعمال کا وبال سب کی دولت پر لاحق ہوتا ہے۔ اور مشورہ کی خیانت جو سب سے بڑی خیانت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اپنا نتیجہ پیدا کرتی ہے اور بے دیانتی و خوشامدگوئی جس میں بڑی بے دولتی و بے سعادتی ہے وہ اس کے مآل اور حال میں نمودار ہوتی ہے اس طائفہ کو یہ سزا وار ہے کہ اگر اظہار صدق اور حق کے بیان کرنے میں کوئی امر ناملائم پیش آتا ہو جس سے طبیعت کو نفرت ہو تو اس کو اپنی سعادت جانے اور خوش ہوکر اپنی انبساط کی جیبوں میں جیبں نہ ڈالے۔ اگرچہ بحسب ظاہر بزرگوں کے ضمیر پر امر شاق معلوم ہوتا ہے مگر والا جنابوں کے باطن اس کی تحسین فرماتے ہیں۔ اگرچہ بعد امر اپنے صاحبوں کی رائے کے خلاف بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ مگر در معنی اسے وہ آپ بری الذمہ ہوتا ہے اور حق نعمت ادا کرتا ہے اور عاقبت اندیشوں اور آخر بینوں کے نظر میں وہ محمود القول و فعل معلوم ہوتا ہے۔ غرض مرزا کامران میں نہ اسوقت عقل مصلحت امور تھی اور نہ ایسے ہمراہ عقل افزا تھے اس لیے وہ غلطی پر غلطی کرتا چلا جاتا تھا۔

جب ہمات قندھار سے بادشاہ کو فراغت ہوئی تو تسخیر کابل کا ارادہ ہوا اس ارادہ سے فردوس مکانی کے باغ سے سفر کرکے مقام حسن ابدال سے اوپر گنبد سفید میں فروکش ہوا تزلزل مدت سفر کے امتداد سے دلگیر ہو رہے تھے۔ مدت سے اپنا گھر نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے بہت سے امیر اپنی سپاہ کے بے رخصت اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ بعض نے دیر میں ہوکر کئی خصتی۔ جو چلے گئے وہ چلے گئے جو باقی رہے اُنہوں نے ظلم کرنا شروع کیا اور غریب قلعہ داریوں پر بے خوف و خطر دست درازی شروع کی شہر کے چھوٹے بڑے سب فریاد خاں اور داد کناں بادشاہ پاس آئے۔ اب بادشاہ اس معاملہ میں متردد تھا کہ اگر میں ستمگاروں کو تنبیہ کرتا ہوں تو شاہ ایران آزردہ خاطر ہوتا ہے اور اگر قانون داد پر عمل نہیں کرتا تو ستمدیدہ اگر زبردستوں پر دست درازی سے باز نہیں آتے اور اس سے خدا کا قہر نازل

ہوتا ہے۔ وقت کا مقتضا یہ نہ تھا کہ اس امر کا فیصلہ کرتا اس لیے اُس کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا۔

جب کابل پر یورش کا ارادہ مصمم ہوا تو بداغ خاں سے ہمایوں نے کہا کہ چند منزل مکان قلعہ کے اندر مستورات کے رہنے کے واسطے اور اسباب ضروری کے رکھنے کے لیے عنایت کیجئے اور یہ بھی اُس نے کہا کہ ہم نے تم کو اپنے عہد کے موافق قندہار دیدیا ہے مگر جہاں اپنی خاطر جمعی کے واسطے آدمیوں کا چھوڑنا ضرور ہے۔ بداغ خاں نے نامعلوم کس سبب سے اس درخواست کے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ امراء عظام نے کہ بادشاہ کی ملازمت میں تھے کہا کہ ہم کو ایک کار عظیم درپیش ہے۔ قندہار کا ہمارے پاس ہونا ناگزیر ہے تاکہ ہم فارغبال ہوکر اپنا کام کریں۔ شاہ ایران کی خاطر سے اُس کے آدمیوں کو آزردہ خاطر کرنا بادشاہ کو منظور نہ تھا۔ وہ ایرانیوں کی حرکات ناشائستہ کو تحمل سے دیکھتا رہا۔ یہ بھی وہ سوچتا تھا کہ بدخشاں کی طرف کوچ کرکے مرزا سلیمان کو ہمراہ لیجئے اور کابل کو تسخیر کیجئے اِن دنوں میں شاہ ایران کا بیٹا مرزا مراد جنت کی سیر کو گیا۔ پھر معتبرین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم سرما سر پر آیا۔ اس کوہستان میں اہل وعیال واسباب وپرتال کا لیجانا محال نظر آتا ہے پسر شاہ ایران نے رحلت کی۔ اب قندہار کو ایرانیوں کے پاس چھوڑنا مناسب نہیں ہے خصوصاً ایسی خود سر جماعت کے ہاتھ میں کہ ملک کی تخریب کرتی ہے اور آسائش ورفاہیت خلق میں خلل ڈالتی ہے باوجودیکہ یہ مقرر ہوچکا تھا کہ وہ ہمیشہ بندگی کے لیے کمربستہ رہ کر ملازم رکاب رہے گی اب اُس نے انحراف کیا اور احکام کے قبول کرنے میں سرگرمی نہیں کرتی بلکہ حیلہ حکمی کرتی ہے اور ظاہر وباطن میں مخالفت پر موافقت کی ہے اور بے آزاہی کی نقاب منہ پر ڈالی ہے مناسب یہ ہے کہ عاجز ومساکین کے دامن کو اُن کے دست تعدی سے بادشاہ چھڑائے۔ ہرگز شاہ ایران کی خاطر پر غبار اس سے نہیں بیٹھے گا کہ آپ غریبوں اور مظلوموں کی دادرسی کریں گے۔ حضور ملاحظہ فرمائیں کہ کابل کتنا دور دراز کا رستہ ہے۔ ہزارہ اور افغانوں کا لشکر مورچہ سے زیادہ رستہ میں پڑا ہے اور وہ مرزا کامران کا دم بھرتا ہے وہ ہم کو بغیر روکے کیسے راہ دیگا۔ اس سے اول کام یہ ہے کہ کوئی امن مقرر کیا جائے

وہ ہرگز قندہار کے کوئی اور مقام نظر نہیں آتا۔ پس عقل وعرف وعدل کے موافق بداغ خاں کو زیبا ہے کہ وہ خواہ خوشی سے خواہ ناخوشی سے قندہار خالی کردے اور اگر وہ نہ خالی کرے تو محاصرہ اور استیلا سے اسے خالی کرائے اور شاہ ایران کو بحمت نامہ موافق ماجرائے روزگار اور مقتضائے مصالح وقت جو وفور صداقت اور ایفائے وفاق پر مشتمل ہو لکھئے۔ شاہ والا گہر معدن دانش وانصاف ہے وہ اس عمل کو مستحسنات سے شمار کرے گا اور اس باب میں سب سے زیادہ پیرایہ کار حاجی محمد خاں قشقہ تھا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جو کہتے ہو سب مسلم۔ لیکن محاصرہ کرنا اور تیغ وتیر چلانا برائی سے خالی نہیں۔ اگرچہ ایرانیوں نے منہج اعتدال سے انحراف کیا۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے جواب میں میرے آدمی کوئی بے اعتدالی کریں۔ اس صورت میں بداغ خاں کے آدمی ضائع ہونگے اور اس امر کا ظہور اہل روزگار کو بدتر معلوم ہوگا بہتر یہ ہے کہ عقل ودور اندیشی کے وسیلہ سے کوئی تدبیر نکالنی چاہیئے کہ بے جنگ وجدال قلعہ ہاتھ لگ جائے اس لیے بداغ خاں پاس آدمی بھیجا کہ ہم تو تسخیر کابل کے لیے جاتے ہیں اور مرزا عسکری کو قندہار میں مقید رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اس سے خاطر جمع رہے اب اس درخواست کو منظور کیجئے بداغ خاں نے اس میں اپنی مصلحت سمجھکر درخواست کو قبول کرلیا۔ یہاں یہ مقرر ہوا کہ دلاور ان کارديدہ اور بہادران معرکہ آزمودہ حاجی محمد وقندہار میں جاکر کمین میں بیٹھیں اور ناگہاں وقت پاکر ہمت اور جلادت کی پامردی سے قلعہ کے اندر گھس جائیں بیرام خاں اور حاجی محمد وغیرہ سرداروں کے لیے قلعہ کے دروازے مقرر کیے گئے کہ وہ ایسے وقت قلعہ کے اندر جائیں کہ صبح صادق ہونے کو ہو۔ سب سے پہلے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار قلعہ کے اندر جاتی تھی اس کے پیچھے پیچھے چھپ کر اول حاجی خاں قلعہ کے دروازہ میں داخل ہوا۔ دربان اس کے جانے کا مانع ہوا اُس نے کہا کہ بداغ خاں کے حکم سے ہم مرزا عسکری کو لائے ہیں کہ قلعہ میں مقید کریں مگر اس کہنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دربان دروازہ کو بند کرنے لگا کہ حاجی محمد خاں نے تلوار سے ہاتھوں کو قلم کیا۔ ایک جماعت قزلباشوں کی لڑنے کو کھڑی ہوگئی اور قتل ہوئی۔ بیرام خاں دوسرے دروازہ سے داخل ہوا۔ قزلباش بھاگ کر ارک میں متحصن ہوئے دوپہر کو بادشاہ خود قلعہ میں آیا۔ حیدر سلطان کے وسیلہ سے بداغ خاں بادشاہ پاس آیا اور سجدہ وتہنیت اور عذر تقصیر بجالایا۔ بادشاہ نے

عنایت کرکے رخصت کیا اور شہر بیرام خاں کو عنایت کیا اور شاہ ایران کو مکتوب لکھا کہ
بداغ خاں نے آپ کے حکم کے خلاف کام کیا اور خدمت گذاری میں قصور کیا۔ اس لیے قندھار
اس سے لیکر بیرام خاں کو حوالہ کیا اب وہ آپ سے متعلق ہے (از اکبرنامہ الفنسٹن صاحب
اپنی تاریخ میں اس معاملہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ غالب یہ ہے کہ ہمایوں ان لاطائل عذر دکھانے
نہ تھا جن کو ابوالفضل نے اکبرنامہ میں بہت زور شور سے اُس کی جانب بیان کیے۔ اس لیے
کہ ہمایوں کے لیے یہی عذر کافی وافی تھا کہ ان عہد شکنیوں پورا کرنا اُس پر واجب و لازم نہ تھا جو
بجبر و اکراہ اس نے تسلیم کیے تھے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ تقریر و دلیل اس کے مذہب کے بدلنے
کی نسبت ہو سکتی ہے قندھار کے حوالہ کرنے سے تعلق نہیں رکھتی اس لیے کہ ملک قندھار اس امداد
اور اعانت کا بدلا تھا جو شاہ طہماسپ کی جانب سے ظہور میں آئی تھی اور شاہ کے اختیار و نیت
سے ہمایوں بالکل آزاد ہو کر نکل گیا تھا۔ اس کے بعد اس کی تائید و کمک سے فائدہ اٹھایا تو
اس نے قول و قرار کو از سر نو نہایت مضبوط و مستحکم کیا تھا۔ غرض ایسی عہد شکنی و خلاف ورزی
اور علاوہ اس کے ان نامعقول حرکتوں کے سبب سے جو عہد شکنی کے ساتھ سرزد ہوئیں اگر ہاتھوں
پر کافر نعمتی کا دھبا نہ لگے تو دغابازی کے داغ سے وہ پاک صاف نہیں رہ سکتا۔

اس اثنا میں مرزا عسکری نے جاں بخشی کی قدر نہ جانی اور بھاگ گیا۔ چند روز بعد ایک افغان نے
اُن کی خبر کی کہ مرزا میرے گھر میں چھپا ہے۔ کسی آدمی کو بھیجکر اُس کو گرفتار اس طرح کر لیجے کہ میرا نام
نہ ہو۔ بادشاہ نے دو آدمی بھیجکر اس افغان کے گھر سے پکڑوا منگوایا۔ وہ ایک ٹاٹ کے اندر چھپا
ہوا تھا بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور ندیم کو کلتاش کے حوالہ کیا۔ ولایت قندھار کو
اولیائے دولت پر اس طرح تقسیم کیا۔ ولایت پتری الغ مرزا کو دی اور اور پرگنات
لہوحاجی محمد خاں کے وجہ علوفہ میں دئے زمین داور اسمٰعیل بیگ اور قلات تیمور افگن خاں
شال حیدر سلطان کو اور اوروں کو اُن کے مناسب حال جاگیریں دی گئیں۔ اب بادشاہ
نے ہم قندھار سے سب طرح فارغ ہو کر تسخیر کابل کا ارادہ کیا۔

یہ بھی ہمایوں کو ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگی کہ ہندوستان سے ایک قافلۂ بزرگ آیا تھا
سوداگروں نے دنخواہ سودا کر کے ستر و سو گھوڑے ترکمانوں سے خریدے تھے اس قافلہ

کے سرداروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حضور ہمارے گھوڑے خریدیں اور اُن کی قیمت بندوبست
کے نفع کرنے کے بعد مرحمت فرمائیں تو ہماری بڑی امداد فرمائیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیچنے والوں
کو دنخواہ قیمت پر گھوڑے مول لے لیے جاویں اور اُن کو قیمت کے تمسک لکھ دیئے جائیں۔
ابوالفضل نے تو یہ لکھا ہے مگر جوہر واقعات ہمایونی میں یہ لکھتا ہے کہ ہمایوں نے قلف
قندھار لے لیا تو باغ خلجہ میں ایک مہینہ قیام کیا۔ ایرانیوں کو اس قدر بادشاہ کا پاس پڑا
رہنا ناگوار ہوا۔ بداغ خاں نے بادشاہ کے لشکر کی رسد بند کر دی۔ بادشاہ نے اس امر میں
امرائے صلاح پوچھی تو انہوں نے کہا کہ گھوڑے چڑھنے کے لیے لشکر میں نہیں ہیں ایرانیوں نے
اپنے ستر و سو گھوڑے سوداگروں کے ہاتھ بیچے ہیں اور وہ قلعہ کے باہر بندھے ہیں اُن کو
لے لینا چاہیئے۔ بادشاہ کے آدمیوں نے سوداگروں سے یہ گھوڑے زبردستی چھین لیے
سوداگر بادشاہ پاس فریاد لے آئے۔ تو اُن کو قیمت کے تمسک لکھ دیئے بادشاہ نے کچھ گھوڑے
اپنے لیے کے باقی امیروں کو تقسیم کر دئے ان سب گھوڑوں پر داغ لگایا گیا۔ دو بیگ
ہزارہ مالی اور جانی خدمات کرنی چاہتا تھا۔ جب بادشاہ قلعہ پتری کے قریب آیا
تو اس نے گھوڑے اور گوسفند اپنے حسب حال پیشکش میں دیئے۔ اس نواح میں سبزہ زار
بہت تھا اس لیے بادشاہ نے دل و دماغ کے تر و تازہ کرنے کے لیے قیام کیا۔ خانزادہ بیگم
نے علیل ہو کر یہیں انتقال کیا۔ مرزا سندال قندھار کے قریب بادشاہ سے آن ملا تھا۔ بادشاہ
اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور اس پر بہت عنایت کی۔ وہ بہت سے آدمیوں کے
آنے کا مقدمہ تھا۔ کابل سے جوق جوق بڑے بڑے آدمی چلے آتے تھے یہاں ہوا کے
اختلاف و امتزاج سے اس اوہیں بادشاہ کے لشکر میں بیماری دوبا شروع ہوئی اور بہت
سے آدمی یہاں نے شہرستان عدم میں سفر کیا۔ حیدر سلطان بھی اُن میں تھا۔ جب مخالفت ہوا
نے شدت پکڑی اور بادشاہ کے ساتھ آدمی کم رہ گئے تو مرزا سندال نے عرض کیا کہ مناسب یہ
ہے کہ اس زمستان میں قندھار میں حضور مراجعت کریں اور اوائل بہار میں سر انجام لشکر
کر کے تسخیر کابل پر توجہ فرمائیں۔ بادشاہ نے اُس کے رو برو کچھ نہیں کہا۔ مگر سیر برگ کی زبانی
کہلا بھیجا کہ اگر اپنی اور اپنے آدمیوں کی تکلیف کا خیال ہو تو دو زمین داور میں چلا جائے

مرزا عسکری کا بھاگنا اور پھر آنا اور ولایت قندھار کا تقسیم ہونا

اور جب کابل فتح ہو وہ چلا آئے۔ مرزا اس پیغام سے نہایت خجل ہوا عذر تقصیر کیا۔ راہ میں جمیل بیگ برادر بابوس حاکم غزنین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے بھائی بابوس کا قصور معاف کرایا۔ غرض کامران کے امرا کا حال ہمایوں پاس آنے کا یہ ہوا کا سا ہو گیا تھا کہ جہاں ایک جائے وہاں سب جائیں۔ کابل کے امیروں کا ہمایوں پر اعتماد نہ تھا کہ وہ آگے بڑھ پائے۔ جب بادشاہ کی فوج کوہستان سے نکلکر پرشیخ علی میں آئی جو نغان وارقندی کی نواح میں واقع ہے تو مرزا کامران سراسیمہ ہوا اور قاسم برلاس کو ایک جماعت کے ساتھ آگے بھیجا اور قاسم مخلص تربتی مرزا کا میر آتش تھا فرمایا کہ توپخانہ کو جلگہ دوری میں کہ یربت بابوس کے قریب ہے پہنچا کر لگائے۔ اور عیال مردم کو جو قلعہ کابل کے باہر تھے ان سب کو قلعہ کے اندر لے گیا اور استحکام قلعہ کے بعد یربت بابوس کے قریب بیٹھکر ترتیب فوج اور تقسیم صفوف میں اہتمام کرنے لگا موضع تکیہ چمار میں قاسم برلاس کو ایک جماعت کے ساتھ پہلے آیا تھا اس پر افواج شاہی میں سے خواجہ معظم و حاجی محمد خاں اوشیر افگن نے خوب دست برد کی اور قاسم برلاس انکا مقابلہ نہ کر سکا۔ بھاگ گیا جب فوجوں میں فاصلہ تھوڑا رہا تو مرزا ہندال ہراولی کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اور خود بادشاہ ارقدی کے قریب میں آیا۔ بابوس وجمیل بیگ اپنی جمعیت کے ساتھ اور شاہ بردی خاں ہیسے گرد یزد بیگش و دلغر بیگ تھے یہ سب آکر بادشاہ کے پابوس ہوئے۔ اس کے بعد مصاحب بیگ بہت آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اس اثنا میں بابوس نے عرض کیا کہ توقف کا وقت نہیں ہے سوار ہو جائے کہ سارے آدمی آپ پاس آتے ہیں۔ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس عرصہ میں حیدر سلطان کے بیٹے علی قلی سفرچی اور بھادر حاضر ہوئے کچھ دنوں کے بعد قراچہ خاں آکر زمیں بوس ہوا۔

مرزا کامران نے اب ہمایوں کے اقبال میں اپنا ادبار دیکھا تو اپنے جرموں کے استغفار کے واسطے اور بعض التماسات کے عرض کرنے کے لیے خواجہ جاوید محمود و خواجہ عبد الحی کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ کے لشکر اور مرزا کے لشکر میں آدہ کوس کا فاصلہ بھی نہیں رہا تھا کہ خواجہ التماس کی خدمت میں آن پہنچا۔ بادشاہ نے ان التماسات کو مرزا کی ملازمت پر موقوف رکھا اور عنایات کے وعدہ کرکے خواجہ کو باحترام رخصت کیا۔ اور خود مردی اور مروت کے سبب سے

توقف کیا۔ مرزا کی غرض خواجہ کے بھیجنے سے یہ تھی کہ کچھ فرصت مل جائے اور لشکر شاہی جمع ہونے میں توقف کرے۔ جب رات ہوئی تو وہ ارک کابل میں گیا اور وہاں سے مرزا ابراہیم اپنے بیٹے اور بال و عیال کو لیکر بیرونی حصار کی راہ سے غزنین کو بھاگ گیا۔ جب بادشاہ نے مرزا کے بھاگنے کی خبر سنی تو بابوس کو مع اپنے معتمدوں کے ساتھ کابل میں بھیجا کہ کوئی وہاں سپاہ و رعیت کو گزند نہ پہنچائے۔ اور سب کو عنایت شاہی کا امیدوار کرے اور مرزا ہندال کو مقرر کیا کہ وہ مرزا کے لشکر کو تعاقب کرے اور خود ۱۲ شہر رمضان ۹۳۳ھ کو کابل کو فتح کرکے شہر میں آیا۔ یہ فتح آئندہ فتوح کا مقدمہ تھا۔ نویدی نے اس فتح کی تاریخ ایک یہ کہی ہے کہ کابل را گرفت دوم بہ مصرع

بے جنگ گرفت کابل از نو ۔ بادشاہ بالاحصار میں آیا اور اپنے نونہال شہزادہ اکبر کو دیکھکر دل و جان کو مسرور کیا اس وقت شاہزادہ کی عمر دو سال دو مہینے آٹھ روز کی تھی۔ سبح کو تمام ارکان دولت و اعیان مملکت اور کل حشم اور عام عبید و خدم بادشاہ کے سامنے کورنش بجا لائے اور سب نے دعا اور مبارکباد دی۔ تمام جاڑا بادشاہ نے ارک کابل میں خلائق کی آسائش کے لیے بسر کیا اور عدل و احسان رعایا پر کیا اور ولایت کابل میں امن و امان ہو گیا۔

جوہر نے یہ ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ ایک دن بادشاہ نے پہر رات گذرگئی تھی مگر روزہ افطار نہیں کیا تھا اس نے بی بی پیچہ بیگم کے گھر سے کچھ کھانے کو منگوایا تو ان بیگوں نے بادشاہ کے پاس گائے کے گوشت کا قلیہ اور سراول گائے بھجوایا۔ جب بادشاہ نے اس کھانے کو چکھا تو معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ مرزا کامران تیری بہبود کس طرح ہو سکتی تھی کہ تو نے بی بی بیکہ بیگم صاحبہ کے پورچی خانہ میں ایک گوسفند بھی کھانے کو نہیں چھوڑی کہ وہ بیچاری گائے کا گوشت کھاتی ہے (جو غریب مفلس کھایا کرتے ہیں) یہ وہ بی بی ہے جس نے ہمارے باپ کی ہڈیوں کو لاکر یہاں دفن کیا ہے۔ اس نے وہ کام کیا کہ ہم چار بیٹوں میں سے کسی سے باپ کے لیے نہ ہو سکا۔ غرض اس تصور میں بادشاہ نے صرف شربت پیا اور روزہ پر روزہ رکھا۔

اگلے دنوں میں نوش علی اور مویدہ بیگ کہ اعیان سلطنت اور صدر نشین بارگاہ عزت تھے

دنیا سے رحلت کر گئے اور بادشاہ کو معلوم ہوا کہ خواجہ معظم کا ارادہ ہے کہ مقدم بیگ کو ساتھ لیکر مرزا کامران کے پاس بھاگ جائے بادشاہ کو یہ امر ناگوار ہوا۔ مقدم بیگ کو کشمیر کی جانب نکال دیا اور خواجہ معظم کو استقامت اور اعتبار کی نظر سے گرا دیا۔

یہاں مریم زمانی بیگم بھی قندھار سے تشریف لے آئیں اور بادشاہ نے شاہزادہ کا خطنہ بڑی شادمانی اور نشاط کے ساتھ کیا۔ اس کا حال اکبر کے بیان میں پڑھو۔ طہماسپ شاہ ایران کے ایلچی آئے۔ جن میں سردار ولد بیگ تھا وہ تحف و ہدایا لائے اور اپنے بادشاہ کی طرف سے فتح کی مبارکباد دی۔ بادشاہ نے عواطف خسروانی سے اُن پر نوازش فرمائی۔ میرزا سلیمان کی طرف سے بر سبیل رسالت شاہ قاسم طغائی آیا اور عرضداشت اور پیشکش مرزا کی لایا جس میں اپنے نہ آنے کے عذر لکھے تھے جس کو بادشاہ نے منظور کر کے حکم دیا کہ وہ حاضر ہو جس سے بخوبی داخلاص معلوم ہو۔ میر سید علی جو ولایت افغان اور بلوچ میں ایک مشہور زمیندار تھا اور موضع اوکی میں کہ توابع اور اعمال ہند سے ہے اقامت رکھتا تھا وہ صدق داخلاص کے ساتھ حاضر ہوا۔ بادشاہ نے دو کی اُسے مرحمت کیا۔ لونک بلوچ کہ اپنی قوم کا بزرگ تھا مع اپنے بھائیوں کے رہین بوس ہوا۔ اس کو بادشاہ نے شال اور ستنگ عنایت کیا۔ ان آنے والوں کی کامروائی بادشاہ نے جلد اس لیے کر دی کہ ان روستا پرور دونکی طبیعت میں وحشت اثر نہ کرے اور دیر لگنے سے یہاں کی آب و ہوا اُن کو ناگوار نہ ہو۔

اگرچہ کامران کے تعاقب میں مرزا ہندال روانہ ہوا تھا مگر اس نے کچھ اُس کی گرفتاری کی کوشش نہ کی۔ مرزا کامران غزنین میں گیا مگر وہاں لوگوں نے اس کو شہر کے اندر بھی نہ آنے دیا تو اس نے خضر خاں ہزارہ کا دامن پکڑا جو اُس کو اول پتری لے گیا اور پھر زمین داور میں لایا یہاں مرزا نے اپنے قدم جمانے کا قصد کیا مگر وہ جما نہ سکا تو آخر کار مجبور ہو کر سندھ میں پناہ لی۔

یادگار ناصر مرزا نے بادشاہ کی عنایات سابق و لاحق کو پیٹ کر بالائے طاق رکھا اور فساد پر آمادہ ہوا۔ مرزا عسکری کو کہ مظفر کے بہکانے سے خیالات فاسد کرنے لگا۔ جب اُس کی خبر متواتر بادشاہ کے کان میں پہنچی اور مجبران صادق نے اس کو ثابت کیا اور عبد الجبار شیخ نے کہ وہ اس کے فاسد مشوروں میں شریک تھا۔ حقیقت معاملہ کو تحقیق کے ساتھ تفصیل

شاہزادہ اکبر کا ختنہ

ایلچیوں اور امرا کا آنا

مرزا کامران کا سندھ و غیرہ یادگار ناصر مرزا کا قتل ہونا

بیان کیا تو بادشاہ آشفتہ خاطر ہوا مظفر کو کہ قتل کیا اور یادگار ناصر مرزا کو طلب کیا۔ قراچہ خاں کی زبانی عتاب آمیز باتیں اس کو کہلا بھیجیں جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہم کو یہ گمان نہ تھا کہ اس مرتبہ جو بھائی تیرے بڑے بڑے جرموں سے از سر نو درگذر کی تھی اور بہت مہربانیاں کیں تھیں تو تجھے غیرت آئے گی۔ تقصیرات ماضی و حال کی تلافی تو کریگا۔ کفران نعمت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ مرزا شرمندہ سر جھکائے ہوئے کبھی سکوت کبھی انکار کبھی تجاہل عارفانہ کرتا تھا۔ غرض بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو ارک کابل میں وہاں جہاں میر زا عسکری تھا مقید کریں بعض مورخ لکھتے ہیں کہ فہرست جرائم میں اُس کے تیس جرم تھے جو گواہوں کی گواہی سے ثابت کئے گئے تو قید کا حکم ہوا۔ اس طرح مقدمہ کے مرتب ہونے اور گواہوں کی شہادت سے ثبوت لینے کی مثالیں بہت کم تاریخ میں موجود ہیں۔ جب مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی نسبت یہ امر تحقیق ہو گیا کہ اس نے بادشاہ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اپنی سرکشی کا دروسر رکھتا ہے اور اس خیال باطل میں پیچ کشی کر رہا ہے تو اوائل ۹۵۲ھ میں بدخشاں کی طرف بادشاہ روانہ ہوا۔ مرزا کے انحراف کے اسباب یہ تھے کہ فتح کابل کے بعد خوست و انداب جو مرزا کے تصرف میں تھے ان کو بادشاہ نے کسی اور ملازم کو عنایت کیے۔ مگر مرزا نے وہ نہ دیئے۔ مرزا تمام بدخشاں کا مالک نہ تھا اس لیے بادشاہ چاہتا تھا کہ قندوز اور اس کی حسہ دو کسی اور ملازم کو جاگیر میں دیدے اور مرزا سلیمان کے باپ کو جو بابر نے جاگیر دی تھی اس پر بسر اکتفا کرے اور جب مملکت محروسہ وسعت پیدا کرے تو اس کی جاگیر بڑھا دی جائے۔ لیکن مرزا نے بادشاہ سے اس معاملہ میں روگردانی کی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس لیے بادشاہ نے اس کی مخالفت کے مٹانے کا ارادہ مصمم کیا۔ اور کابل سے چلکر برف چالاک میں آیا۔ مرزا عسکری اس لشکر میں ہمراہ تھا۔ یادگار ناصر مرزا کی طرف سے اندیشہ تھا اس لیے جب بادشاہ اندگرام میں آیا تو بادشاہ کی رائے یہ ہوئی کہ یادگار ناصر مرزا کو شکنجہ سختی سے خلاصی دینی چاہیئے تاکہ اس کے فتنہ کا قبیلہ اور شرارت کا شرر کہ جس سے دودمان جلیں بجھ جائے تو کوتوالی تفاتی کو جس سے حراست کابل متعلق تھی لکھا کہ مرزا کو قتل کرے مگر اس نے کمال سادگی اظہار حق جا سے زبان سے کہا کہ میں نے کبھی چڑیا کو بھی مارا نہیں مرزا کو کیسے قتل کرونگا

ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا

بادشاہ نے اس کی سادہ لوحی سے درگذر کی محمد قاسم کو یہ خدمت سپرد کی اُس نے رات کو بے خبر کمان سے خدنگ اجل اُس پر مارا۔ اس پر انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ محمد قلی کی عدول حکمی کو سادہ لوحی پر ہمایوں کا محمول کرنا خود اُس کی سادہ لوحی تھی۔ بایزید نے لکھا ہے کہ ہمایوں آدھی رات کو مجلس شراب سے نکلا تو وہ نشہ میں گر پڑا۔ میر سامان خواجہ جلال الدین محمود نے کہا کہ حضور نے ابھی تھے پی ہے کہ جس سے یہ حادثہ آپ پر واقع ہوا اُس کے کہنے کا اثر اس کے دل پر ایسا ہوا کہ شراب اور نشہ سے توبہ کی اور پھر عمر بھر اس توبہ کا پابند رہا۔

بدخشاں کی فوج کا شکست پانا

بادشاہ ناصر یادگار مرزا کے دفعہ کو مٹا کر کوچ بکوچ بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا جب حدود اندراب میں پہنچا اور باغ علی قلی اندرابی میں خیمہ زن ہوا تو مرزا سلیمان نے جمع کثیر کے ساتھ بادشاہ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور موضع تیرگراں میں آنکر صف آرائی میں اہتمام کیا۔ جب بادشاہ نے اُس سے لڑنے کے لیے ہندال مرزا۔ قراچہ خاں۔ حاجی محمد خاں اور دلیروں کی جماعت کو آگے روانہ کیا۔ مرزا اور بادشاہ کی فوجوں میں لڑائی ہوئی مرزا سلیمان نے ایک خندق کو اپنی پناہ کے لیے بنایا تھا اُس کے سبب سے وہ جنگ و جدل میں خوب بجا رہا۔ مرزا بیگ برلاس اور اس کے تیر انداز وہی جماعت نے مردانگی اور کماندازی کی داد دی۔ مرزا ہندال اور قراچہ خاں اور حاجی خاں نے بھی خوب جانفشانیں کیں۔ شاہ ایران کے ایلچی کے ساتھ جو قورچی آئے تھے وہ بھی بادشاہ کی سپاہ میں اس لڑائی میں شریک تھے وہ بھی خوب لڑے جنگ ترازو بن رہی تھی بادشاہی فوج کے دلیر خندق سے کود کر شمشیر زنی کرنے لگے۔ دشمن کی فوج کو اس سے لڑنے کی تاب نہ رہی وہ بھاگ گئی۔ ابھی بادشاہ سوار ہوئے پایا تھا کہ فتح کی مبارکبادی اور تہنیت ہونے لگی۔ مرزا سلیمان نہ ہٹیر سکا ناری اور افشکن راہ سے تنگی خوست کو چلا گیا۔ مرزا ہندال اس کے تعاقب میں گیا۔ بدخشانیوں کے گھوڑے بہت بادشاہ کے دلاوروں کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ کتل ساسان سے درہ خوست میں آیا مرزا سلیمان کولاب کو بھاگا۔ ولایت بدخشاں کے اکثر اعیان اور سپاہ فوج فوج بادشاہ کے پاس آئی۔ بادشاہ نے ہر ایک پر حسب حال اس کے عواطف خسروانی کیں۔ خوست میں پانچ چھ روز بادشاہ عشرت پیرا رہا۔ یہاں کے میوے جو مشہور ہیں وہ خوب کھائے مرغابی و

ہمایوں کی ملاقات

گرد و نواح کی شکار کھیلا اور درسک کی طرف متوجہ ہوا۔ کنجشک کا شکار جال سے یہاں مشہور ہو وہ گیا۔ پھر کشم میں وہ گیا۔ مرزا سلیمان آب اموی سے گذر کر سرگرداں پڑا پھرا۔ کشک میں یہ سانحہ پیش آیا کہ شاہ طہماسپ کا ملازم خسرو بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اُس نے شاہ ایران کو کچھ برا کہا اس کو تین توپچیوں کے تین سرداروں نے کہ بادشاہ کے ساتھ تھے بازار میں اُسے مار ڈالا۔ بادشاہ کو اُن کی خودسری ناپسند ہوئی۔ اُن کو گرفتار کر لیا۔ پھر حسین قلی کی سفارش سے اُن کا قصور معاف کر دیا۔ جب بادشاہ کی خاطر خواہ مہم بدخشاں کا سرانجام ہوا تو قندوز اور اس کی حدود مرزا ہندال کو مرحمت ہوئے اور بدخشاں کے اکثر حصہ اپنے ملازموں کو جاگیر میں دیدیئے۔ منعم خاں کو تحصیل نخوست میں مقرر کیا۔ طالقان کی تحصیل اموال کے لیے بابوس کو بھیجا۔ بادشاہ کی رائے یہ ہوئی کہ رعیت و سپاہ کی آسودگی کے لیے اور مہم بدخشاں کے سرانجام کرنے کے لیے جاڑے کا موسم یہیں بسر کرنا چاہیئے۔ اس لیے وہ قلعہ غلغر کی طرف روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کشم و قلعہ غلغر کے درمیان موضع شاخدان میں آیا تو مزاج مرزا ہندال سے منحرف ہوا جس کے سبب دو مہینے تک یہیں مقیم رہا اس عارضہ کے ابتدا میں بادشاہ پر چار روز تک متواتر غشی طاری ہوئی۔ اس سبب سے ناخوش خبریں افواہ عام میں پراگندہ ہوئیں سب طرف جاگیردار اپنی اپنی جاگیر میں چھوڑ کر آنے شروع ہوئے۔ مرزا ہندال اپنے محال سے امرا کے ساتھ اتفاق کر کے اندیشہ ناصواب ساتھ لیکر آیا یعنی بادشاہ مرے تو میں تخت پر بیٹھوں وہ آپ آب کچھ تک آیا۔ مرزا سلیمان کے ہواخواہوں نے جا بجا سر اُٹھایا۔ ایک جماعت کو جو بادشاہ کے ساتھ یک جہتی رکھتی تھی قراچہ خاں نے ساتھ لیکر درگاہ بادشاہ پر خرگاہ لگایا۔ اور مرزا سلیمان کی کوکہ جس پر احتمال فساد تھا اپنے خیمہ میں مقید کیا خود لوازم خدمت اور بیدار داری کا اہتمام کیا۔ حضور کی خدمت میں سوا خواجہ خاوند محمود و خواجہ معین کوئی نہیں جاتا تھا پانچویں روز افاقہ ہوا۔ میر برکہ کورنش بجا لایا بادشاہ نے اُسے دیکھا تو وہ شکرانہ صحت بجا لایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میرے خدا نے مجھ پر رحم کیا۔ میرے زمانہ کی برہمزدگی کا حال اور قراچہ خاں کی استقامت کا بیان عرض کیا۔ بادشاہ نے قراچہ خاں کو بڑھایا اور اس کی خدمت گذاری پر خوشنودی ظاہر کی اور اسی وقت شاہزادہ اکبر پاس اپنی صحت کا فرمان کابل بھیجا۔

اندیشہ تھا کہ وہاں کوئی خبر ناخوش نہ پہنچی ہو جس سے ملک میں درہمی برہمی پیدا ہوئی ہو۔ اتفاق حسنہ سے تھا کہ بادشاہ کی علالت کی خبر یہاں رات کو آئی تھی کہ صبح کو صحت کی نوید پہنچ گئی۔ مژدہ صحت سے کلفت دور ہوگئی۔ اس صحت سے پھر انتظام ہوگیا اور آشوب جاتا رہا۔ مرزا ہندال اپنی جگہ گیا اور ہر شخص اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔

خواجہ سلطان محمد شہیدی

اس سال میں یہ سانحہ بھی واقع ہوا کہ خواجہ محمد سلطان رشیدی مارا گیا اور وہ منصب ارجمند رکھتا تھا۔ ناقص اندیشہ یہ مذہب ہونکا مذہب تعصب ہوتا ہے اور تیرہ خرد سفاہت پیشہ اصل مقصود پر غور نہیں کرتے اور مناقشات لفظی کے پیچھے پڑتے ہیں اُن کے نہال فہم و ادراک میں کوئی معرفت کی کلی نہیں ہوتی کہ کوئی ثمر لائے وہ بے دینی تعصب کو دین سمجھتے ہیں ایسے آدمیوں کے ساتھ خواجہ معظم نے اتفاق کرکے اور رمضان کو خواجہ سلطان محمد رشید کے گھر جاکر روزہ کھولنے کے وقت اس کا روزہ آب شمشیر سے افطار کرایا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی اسنے ان بے اعتدالوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ خواجہ معظم مع ہمرائیوں کے گرفتار ہوکر آئے۔ بادشاہ نے اُن کو مقید کیا۔ جب شاہنشاہ میں بادشاہ کی صحت کے آثار نمودار ہوئے تو وہ مخفہ (چوڈول) میں بیٹھکر قلعہ ظفر میں آیا۔ مولانا بایزید اس کا طبیب تھا۔ اس کے علاج سے تھوڑے دنوں میں وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ یہاں شیر افگن خاں کو کاشمیر و ضحاک و بامیان عنایت کیا اور یہ بھی کہا کہ کابل میں جاکر غور بند بھی اس کو دیدیا جائیگا یہاں تمکار سے شغل رکھا۔ بادشاہ کی یہاں اقامت سے تمام ملک توران میں ایک تھلکہ پڑ گیا۔ اوزبک متفق ہوکر اس کے نکالنے کی تدبیر کرتے تھے مگر کوئی بن نہ پڑتی تھی۔

اس ہنگامہ عشرت میں کہ بادشاہ سب طرح خرم و خوشحال و بے غم فارغ بال تھا کہ کھول یہ غلہ لگا کہ خبر آئی کہ مرزا کامران نے دفعتہً دار السلطنت کابل پر قبضہ کرلیا اور شیر افگن خاں جسپر بادشاہ نے ابھی بہت سی عنایتیں کی تھیں اس کے ساتھ مل گیا۔ ہمایوں کو اول سب سے زیادہ فکر اپنے لختِ جگر اکبر کا تھا۔ جو کابل میں تھا دوم رعایا کی خونخواری کا تصور تھا کہ اس کو بھی وہ اولاد سے کم نہیں سمجھتا تھا سوم یہ خیال تھا کہ بھائی سے مدتوں تک لڑنا پڑیگا اور اسکے سبب سے جو اور فتوحات منصوبے تھے اس کو التوا میں ڈالنا پڑیگا۔ بادشاہ نے اس یورش کے قابل اہتمام کرنا شروع کیا

مرزا کامران کا کابل پر قبضہ اور ہمایوں کا قندھار سے جانا

مرزا کامران کی کابل پر قبضہ پانے کی کیفیت یہ ہے کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جب ہمایوں کابل

قبضہ ہوگیا تو مرزا کامران وہاں سے بھاگ کر غزنین گیا اور مرزا ہندال کو بادشاہ نے اس کے تعاقب میں بھیجا۔ اہل غزنین نے قلعہ کو مستحکم کرکے مرزا کو غزنین میں گھسنے نہ دیا تو وہ خضر خاں ہزارہ پاس گیا۔ خضر خاں نے مہمان نوازی کی اور اس کو ہتری لے گیا اور وہاں سے زمین داور میں لایا۔ حسام الدین علی نے زمین داور کے قلعہ کو ہندال کو دیا اور زمین داور اور اس کی حدود بجہ مرزا الغ بیگ کو عنایت کی اور علم و نقارہ و توغ اس کے ساتھ مرحمت کیا۔ بیرام خاں کو حکم ہوا کہ یادگار ناصر مرزا کو کامران کے فتنہ دور کرنے کے لیے بھیجے۔ یہ مرزا قندہار سے داور زمین کی طرف روانہ ہوئے جب اس لشکر کے آنے کی خبر مرزا کامران کو ہوئی تو قوم ہزارہ پراگندہ ہوکر چاریل میں جا گئی اور کامران نے اُن سے کنارہ کیا اور بکرو (بکھر) میں جاکر شاہ اور غونکا دامن پکڑا اور حدود سندھ میں جاکر حاکم ٹھٹھہ کی بیٹی چوچک بیگم سے جو پہلے نامزد اُس سے ہوچکی تھی نکاح کیا اور وہاں چند روز فتنہ و فساد کے سوچ میں بیٹھا تھا کہ بدخشاں میں بادشاہ کے علیل ہونے کی خبر اور پھر اس کے مرنے کی خبر سنی تو مرزا اپنے خسر سے کمک لیکر کابل کو چلا۔ حدود قلات میں افغان سوداگر گھوڑے لیے جاتے تھے ان کو چھینکر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیئے اور دفعتہً غزنین پہنچا جہاں مرزا ہندال کی طرف سے زاہد بیگ مقرر تھا کہ وہ غفلت و مستی میں زندگی بسر کرتا تھا جس شب کو مرزا غزنین میں آیا زاہد مست پڑا تھا عبد الرحمن قصاب سے اتفاق کرکے کمندوں کے ذریعہ سے قلعہ کے اوپر مرزا کی فوج چڑھ گئی اور قلعہ پر اپنا تصرف کرلیا زاہد بیگ کو حالت مستی میں مرزا کے روبرو لائے اس نے اس بدمست کو عین مستی میں ہستی کی بلندی سے نیستی کے گڑھے میں ڈالا اور اپنے داماد مرزا دولت سلطان کو غزنین میں حاکم مقرر کیا ٹھٹھہ کی سپاہ اس کی کمک کے لیے مقرر کی اور بہت جلد کابل کی طرف چلا بے خبر سحر کو کابل میں پہنچ گیا۔ جب وہ کابل کے دروازہ پر پہنچا تو محمد علی تفائی جو حکومت کابل رکھتا تھا وہ حمام کی آب و آتش میں تھا مرزا کے توپچی علی نامی اور علی حمام میں گھسکر اس کو ننگا حمام سے نکالکر لایا۔ مرزا نے آب شمشیر سے اُسے غسل دیا اور خود قلعہ کے اندر داخل ہوا اور شہر کابل اُس کے تصرف میں آیا۔ مرزا کے روبرو جب حاجی محمد عسس آیا تو اس نے پوچھا کہ میں کیسا گیا اور کیسا آیا۔ تو اس نے کہا کہ حضور شام کو گئے اور صبح کو آئے شاہزادہ اکبر کو اس کے آدمیوں سے لیکر اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔

جب مرزا کابل پر متصرف ہوا تو ظلم و تعدی شروع کی۔ آدمیوں کے مال چھیننے اور خلق کی خونریزی میں دست درازی شروع کی۔ بادشاہ کے خاص غلاموں بہتر و اصل و بہتر و کیل کی آنکھوں میں سلائی پھروائی۔ اور ہمایوں کے متوسلین کو بری طرح سے مارا اور شیر افگن خاں کو فریب سے اور حسن بیگ کو کہ اور سلطان محمد بخشی کو تزویر سے بادشاہ سے جدا کرلیا۔ اور ابھی ایسے بے حقیقت سفلہ طبع تنگ حوصلہ تھے کہ تھوڑے فائدہ کے گمان سے طمع کرکے ادھر سے ادھر ہو جاتے تھے۔ کابل پر مرزا کامران کا تصرف فقط اس سبب سے ہو گیا کہ ہمایوں نے جو امرا مقرر کیے تھے وہ آپس میں نااتفاقی رکھتے تھے اور غافل اور بدمست رہتے تھے۔

جب بادشاہ نے مرزا کامران کے فتنہ و آشوب کا سارا قضیہ سنا تو باوجود شدت سرما اور کثرت برف و باراں کے اس نے یہ ارادہ کیا کہ آب درہ کی راہ سے دوڑ کر فتنہ و فساد کی آگ کو بجھائے۔ اول سلیمان کو فرمان بھیجا کہ اس کی تقصیرات معاف ہوئیں۔ اور وہی جاگیریں جو شہنشاہ بابر نے اس کے باپ کو دی تھیں وہ اس کو دی جاتی ہیں۔ قندوز و اندراب و خوست و کھمرد اور غوری اور اس کی حدود مرزا ہندال کی جاگیر میں دی گئیں۔ کابل کی طرف وہ چلا اور طالقان میں برف و باراں کی تواتر کے سبب سے چند روز قیام کیا۔ بادشاہ کے چلے جانے سے قوم اوزبک کو بڑی خوشی ہوئی ان کو اس کا ڈھڑکا ہر وقت لگا رہتا تھا وہ موقوف ہوا۔ جب برف کے گرنے میں کمی ہوئی تو بادشاہ طالقان سے قندوز کی طرف سے روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے اس کی بڑی مہمانداری کی۔ بادشاہ عید قربان کے بعد کتل شہر تو سے کتل ریگ میں آیا یہاں سے خواجہ سیاران میں فروکش ہوا۔ تنگی آب درہ کو کامران کے معتمد شیر علی نے خوب محکم کیا۔ مگر مرزا ہندال اور قراچہ کے لشکر نے اسے اپنے سامنے ٹھیرنے نہ دیا۔ مگر جب بادشاہ کا لشکر عبور کر گیا تو اس نے پیچھے سے آنکر اس کے پس ماندہ و نکو بنگاہ اور پرتال لوٹ لیا جب بادشاہ موضع چاریکان میں مقیم ہوا تو ایک جماعت کثیر حقوق نعمت سابقہ و لاحقہ و عہود و مواثیق موکدہ بالائے طاق رکھکر بادشاہ سے جدا ہو کر مرزا کامران پاس ترقی کی امید میں چلی گئی بادشاہ نے چند روز توقف کیا ان لوگوں کو سمجھایا جو مذبذب اور متزلزل ہو رہے تھے اور ان سے پیمان و عہود کرکے مطمئن کیا اور مجلس مشورہ کو جمع کیا۔ اہل مشورہ نے عرض کیا

کہ مرزا کامران شہر بند ہو کر خود متحصن ہوا ہے مناسب یہ ہے کہ کابل کو چھوڑ کر بدخشاں کی خواجہ پشتہ کی حدود میں فروکش ہوں تاکہ آذوقہ لشکر میں پہنچتا رہے۔ سب کی رائے یہی ہوئی کچھ تھوڑی دور اس ارادہ سے چلے کہ بادشاہ نے یہ سوچا کہ وہاں جانا اس لیے مناسب نہیں ہے کہ اکثر آدمی جو ہمراہ ہیں ان کے اہل و عیال شہر میں ہیں وہ بے اختیار شہر میں چلے جائیں گے کہ بادشاہ قندہار جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اور شہر بند پر متصرف ہونا چاہیے اگر مرزا لڑا تو بہتر ورنہ آدمی ہم سے جدا ہوں گے اور بارش کے آسیب سے بھی کچھ نجات ہوگی۔ بادشاہ شہر بند کی فتح پر متوجہ ہوا۔ مرزا ہندال اور شیر افگن خاں کی لڑائیاں ہوئیں۔ بادشاہی لشکر کے پیر اوکھڑ گئے تھے کہ کمک پہنچ گئی اور شیر افگن خاں کو زندہ گرفتار کرکے بادشاہ کے روبرو لائے۔ بادشاہ اس کو چند روز بند میں رکھکر چند چیز بنانا چاہتا ہے مگر قراچہ بیگ نے بادشاہ کو سمجھا کر اس کو قتل کرایا۔ اور بادشاہ نے شہر بند فتح کیا بہت سے مفسدوں کو پکڑ کر قتل کیا پھر بادشاہ نے کوتھا میں پر جو قلعہ کابل سے اونچا ہے ضربزن توپیں چڑھائیں۔ اور روز مرزا کامران کے آدمیوں سے چقلش ہوتی رہی بعض بڑے بڑے سردار بادشاہ کی طرف سے بھاگ کر مرزا سے جا ملے تو بادشاہ نے قلعہ کے محاصرہ میں اور زیادہ توجہ کی اور مورچال تقسیم کرکے مرزا کو بہت تنگ کیا۔ غرض لڑائیاں ہوتی رہیں مرزا کامران کی طرف سے کچھ امیر بادشاہ سے مل گئے۔

عین جنگ و جدال میں ایک قافلہ کلاں چاریکان میں آیا۔ گھوڑے اور اسباب اس میں بہت تھے مرزا کامران نے شیر علی کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ بھیجا کہ اس کاروان کو لوٹ لے تردی بیگ جنگ جنگ نے کہا کہ اگر بادشاہ کو خبر ہو جائے گی اور وہ اپنے آدمیوں کو بھیجکر ہماری راہ کو روک لیگا تو پھر ہم آپ سے نہ مل سکیں گے اور آپ کا کام تمام ہو جائے گا۔ مگر مال مردار پر مرزا کی نگاہ تھی اس نے یہ بات نہ سنی اور شیر علی کو سردار بنا کے لشکر اس کے ساتھ بھیجا جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے حاجی محمد کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ قافلہ کو قندھار کی راہ سے بچائے اس نے مرزا کے لشکر کے سر راہ مورچل خوب مستحکم بنائے۔ اور بادشاہ نے خود آنکر اس کے گرد و نواح کو مستحکم کیا۔ شیر علی اور سرداروں نے جا کر قافلہ کو لوٹ لیا۔ مراجعت کرکے قلعہ میں آنا چاہتے تھے۔ سارے راہیں رکی ہوئی تھیں۔ ہر چند دائیں بائیں طرف دیکھتے تھے کہ کہیں قلعہ

میں جانے کی راہ ملے مگر نہ ملی - سرگرداں حیران پریشان ہوکر ایک کنارہ پر چلے گئے اور موقع وقت کے منتظر تھے کہ کسی بہانہ سے قلعہ میں چلے جائیں -

ایک دن باقی صایح بجد ہو کر مرزا کامران کو قلعہ کے آہنی دروازہ پر لایا اور منادی کرنے لگا کہ ایک حملہ میں شیر علی کو قلعہ کے اندر اسی دروازہ سے لاتا ہوں - ایک جماعت قلعہ کے اس اندر سے باہر آئی - بادشاہی مورچل سے محمد قاسم خاں موچی و قاسم مخلص و جمیل نے حاضر ہوکر مردانگی اور آگاہی کی داد دی سنبل خاں نے ساتھ ستر نفر غلام لیکر بندوق اندازی میں کار نمایاں کی - باقی صایح کہ اس فتنہ کا سبب تھا بندوق سے مارا گیا - اور جلال الدین بیگ کے زخم لگا وہ مرزا کے معتمدوں میں تھا اور اکثر اور آدمی زخمی ہوئے - اور اہل قلعہ نے اپنے ارادہ سے باز آکر قلعہ کے دروازہ کو بند کیا - شیر علی قلعہ میں جانے سے مایوس ہوکر غزنین کی طرف چلا گیا - بادشاہ نے اپنے آدمی مقرر کیے کہ اس کو دستگیر کریں - بادشاہی لشکر گیا اور کشل بجا ودیں شیر علی سے لڑائی ہوئی بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور بہت سامان اسباب اور گھوڑے اس کو ہاتھ لگے - ایک جماعت کثیر دست گیر ہوئی شیر علی تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ہزارجات کی طرف جاکر خضر کی پناہ میں گیا جن سوداگروں کا اسباب تاراج ہوا تھا اُن کو بادشاہ نے بلاکر کہا کہ ان غنائم میں تمہارا مال اور گھوڑے ہوں وہ لیلو اور اکثر مال کے مالکوں کو اُن کے گھوڑے اور اسباب مل گئے جس سے بادشاہ کے اقبال کو تازگی حاصل ہوئی - قیدی باغیوں کو مورچلوں کی برابر بڑی عقوبت سے ہلاک کیا -

مرزا کامران نے تدبیر کے سب دروازوں سے آمد و شد کی مگر کسی درے کامرانی نصیب نہ ہوئی تو پھر اپنی ہمت ناقص کو معصوم بچوں اور بے گناہ اطفال کی اور پاک دامن عورتوں کی سیاست میں مصروف کیا زن بابوس کو اہل بازار کے سپرد کیا اُس کے تین بیٹے ایک سات سال کا دوسرا پانچ سال تیسرا تین سال کا تھا - اُن کو قلعہ سے لٹکا کر بہت خدا سے خاک پر گرایا - سردار بیگ پسر راجہ بیگ اور خدا دوست پسر مصاحب بیگ کو قلعہ کے کنگروں سے لٹکایا اور یہ پیغام بھیجا کہ آنکر اُن کو دیکھو یا مجھے راہ جانے کی دو یا بادشاہ سے محاصرہ اُٹھا دو ورنہ میں بابوس کے بیٹوں کی طرح تمہارے بیٹوں کو مارونگا قراچہ خانے جو اس زمانہ میں وکیل مطلق تھا بآواز بلند یہ کہا کہ بادشاہ سلامت رہے ہماری جان و مال و فرزندوں کو ایک دن دینا سے جانا ناگزیر ہے اس سے بہتر کیا ہوگا کہ وہ اپنے صاحب

نعمت کے کام آئیں فرزند کیا ہیں ہم اپنی جان بادشاہ پر فدا کرتے ہیں - آپ ان نادرست اندیشوں سے درگذر کیجئے اور از راہ دولت خواہی اور بیچارگی انکر بادشاہ کی ملازمت کیجئے کہ وہ سرمایہ نجات و پیرایہ حیات آپ کا ہوگا اور ہم سے جس قدر آپ کی خیر خواہی ہو سکے گی اس میں کوشش کرینگے - ہم کو فرزندوں کے مارنے سے کیا ڈراتے ہو - اگر وہ مارے بھی جائیں تو ایکے عوض آسانی سے میسر ہو سکتا ہے - بادشاہ نے قراچہ خاں مصاحب بیگ کی یہ باتیں سنکر اُن کو طلب کیا اور بہت لطف و مہربانی نوازش فرمائی - مرزا آدمیوں کی عرض داشتوں پر دست زنی کرکے اُن کے فرزندوں اور عورتوں کے ساتھ نہایت ناشائستہ طور سے پیش آیا محمد قاسم کی بیوی کی چھاتیوں کو باندھ کر لٹکایا - مرزا بیخ و حسد کا بیمار تھا جس کے سبب سے وہ ایسی وحشیانہ حرکتیں کرتا تھا - مرزا کامران نے اپنی حفاظت کے واسطے شاہزادہ اکبر کو توپ کی برابر اس مقام میں کھڑا کیا کہ جہاں بادشاہی لشکر کے گولوں اور تیروں کا مینہ برس رہا تھا - مہد و مہ کا وہاں گذرنا دشوار تھا - مگر اکبر کا بال بیکا نہ ہوا - **مصرع**

دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است ؎

اگر تیغ عالم بجنبد ز جائے نبرد رگے تا نخواہد خدائے

جوہر نے جو اس مہم میں موجود تھا یہ لکھا ہے کہ وہ عقابین کے سر کوب کی گولہ اندازی ہونے لگی تو مرزا کامران نے بادشاہ کو دھمکایا کہ بادشاہ کا بیٹا اس توپ خانی کے مقابلہ میں بٹھایا جائیگا تو بادشاہ نے توپیں مارنے کو منع کر دیا مگر سپاہی مورچوں میں بدستور قائم رہے کہ وہ خوب محافظت کریں - بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب اکبر کو توپ کی مار میں کھڑا کیا تو ہمایوں اکبر کو اپنی چھاتی سے لگا کر کھڑی ہوئی ابو الفضل نے تو اکبر کی کرامت یہ بیان کی ہے کہ جب یہ امر ناپسندیدہ طائفہ بیباک نے اختیار کیا تو قدر اندازوں کے ہاتھ میں لرزہ آیا - تیر برسنے جلنے لگے - تفنگ کے فتیلہ سرد ہو گئے - سنبل خاں میر آتش کے مزاج حرارت امتزاج میں برودت آگئی وہ تیز نگاہ تھا اس نے اکبر کو شناخت کیا تو اسکو معلوم ہوا کہ آگ کے سرد ہونے کا یہ سبب تھا اسی وقت اس نے توپخانہ سے ہاتھ کھینچا جس سے دشمنوں کو توپ خانہ کی مار سے نجات ہوئی اکبر کی یہ کرامت تھی کہ ایسے خطرناک مقام میں بندوق اندازان کم خطا اور آتش افگنان

سحر پرواز سے محفوظ تھا۔ یہ خرق عادت تھی کہ آگ سرد ہو گئی اور توپ کا فتیلہ روشن نہ ہوا۔ اب محاصرہ میں امتداد ہوا تو اس اثنا میں مرزا الغ بیگ ترین داور سے اور قاسم حسین خاں شیبانی خاں سے اور ایک جماعت بدخشاں سے بادشاہ کی امداد کو آ گئی بادشاہ نے ان آدمیوں کے موجب یارک پر لگائے اور انہوں نے قلعہ کشائی میں بڑا اہتمام کیا۔ پہلے سے زیادہ جد وجہد ہونے لگی مرزا کامران ایسا تنگ ہوا کہ روباہ بازی اور چاپلوسی شروع کی اور خجالت وندامت کا اظہار کر کے تملق اختیار کیا۔ قراچہ خاں کے وسیلہ سے عرض کیا کہ میں گزشتہ باتوں سے پشیمان ہوں اب چاہتا ہوں کہ خدمت میں حاضر ہو کر تلافی مافات کروں اور خدمات پسندیدہ کر کے حضرت کے دل حق گذار کو اپنے اوپر مہربان کروں اب اس ندامت کا جائزہ اور اس ضراعت وخجالت کا صلہ یہ ہے کہ میں جان ومال اپنا حضور کے سپرد کرتا ہوں۔ بادشاہ نے اس عرض کو قبول کیا اور مہام کے اہتمام میں سخت گیری میں تخفیف کی۔ مگر مرزا ہندال وقراچہ خان ومصاحب بیگ اور اکثر اعیان لشکر بادشاہ کے ساتھ پورا اخلاص نہیں رکھتے تھے۔ اپنی گرمی ہنگامہ کے لیے کہ علما مذہب طلب کا شعار کہنہ ہے۔ نہیں چاہتے تھے کہ کامران بادشاہ کی خدمت میں آئے اخلاص ایک گوہر بے بہا اور جوہر کمیاب ہے۔ اگر تورانیوں میں جہاں ہمیشہ وہ نایاب ہے کم یاب ہو تو کیا تعجب ہے۔ عقل معاملہ فہم جو ظاہری سود وزیاں کو دیکھتی ہے نہ ان پاس وہ تھی نہ وہ نیکی کے پاداش میں نیکی کرتے تھے بلکہ بھلائی کے بدلہ میں برائی کو سرانجام دیتے تھے اور اس سے بدتر یہ بات تھی کہ وہ ہمیشہ مردم آزاری اور ناحق خونریزی کے اسباب کو تیار کر کے فتنہ وفساد برپا کرتے تھے جس سے اُن کی بزرگی زیادہ اور روزی فراخ ہو۔ اگر وہ اخلاص کے ادنیٰ مراتب کو چاہتے کہ اس میں کیا دولت ہے تو اس طرح کا زیاں اپنا نہ پسند کرتے اگر اخلاص مند نہ ہوتے مگر معاملہ فہم ہوتے تو دل آزاری کے وبال کو جانتے اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی نہ مارتے۔ غرض اس جماعت نے اپنے فکر نادرست سے مرزا کو بہکا دیا۔ اس کو کہلا بھیجا کہ کس امید پر تو قلعہ میں رہتا ہے۔ اور کس امید میں بادشاہ کے پاس آتا ہے روز بروز یہاں قلعہ گیری کا اسباب زیادہ ہوتا ہے تجھ کو چاہیے کہ حسن تعلی آقا کے مورچل سے نکلکر باہر چلا جا۔ مرزا اس جماعت کے اشارہ سے

دروازہ دہلی سے نکلکر مورچہ مذکور سے شب پنجشنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۵۵۳ھ کو بھاگ گیا اور بدخشاں کی طرف گیا کہ شاید مرزا سلیمان کے وسیلہ سے کام بنے اور اگر یہ نہ ہو تو قوم اوزبکیہ سے کام چلائے۔

اب کوئی مورخ لکھتا ہے کہ بادشاہ نے مرزا کامران کے پیچھے مرزا ہندال کو روانہ کیا اور ہندال نے اس کو پہاڑوں میں جا لیا وہ ایک آدمی کی جھنگی پر سوار ہو کر بھاگتا تھا۔ ہندال قریب تھا کہ اس کو پکڑ لے مگر اس نے بھائی سے گڑگڑا کر کہا کہ تو مجھے پکڑ کر موت کے منہ میں کیوں لیجاتا ہے۔ اس کہنے کا اثر بھائی پر ہوا اس کو گھوڑا دیکر چھوڑ دیا۔ بابر یہ لکھتا ہے کہ ہندال نے کامران کو اپنی مورچل میں سے جانے دیا۔ جب لوگوں نے اُسے پہچان کر پکڑنا اس نے ایک اشارہ کیا تو پھر اُسے چھوڑ دیا۔ ابوالفضل اور اور مورخ لکھتے ہیں کہ جب بادشاہ نے کامران کے پیچھے تعاقب میں روانہ کیا تھا اور اُس نے اُسے جا لیا تو اس نے ترکی زبان میں کہا کہ میں نے ہی تیرے باپ بابا قشقہ کو مارا تھا۔ حاجی محمد ایک بزرگ بابا کے مقرب تھا وہ آگے نہ بڑھا اور مرزا کو جانے دیا۔ وہ اس کو اپنا بچہ جانتا تھا۔ غرض کسی افسوں وافسانہ سے ہمایوں کے آدمیوں کے ہاتھ سے مرزا کامران نکل گیا۔ مرزا کامران نے راہ فرار اختیار کی اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ میں کوہ استالف میں کابل کے شمال میں لشکر جمع کر کے آتا ہوں جنگ ہونگا تم سب وہاں آجاؤ۔ مگر جب یہاں آیا اور کوئی اسباب تیار نہ پایا تو ملت کو صرف علی قلی توپچی کو ہمراہ لیکر یہاں بدخشاں کو روانہ ہوا۔ راہ میں قوم ہزارہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ہزارجات سے ہزار طرح کی خواری ورسوائی کے ساتھ ہوا جھنگار کے آگے بڑھا اس کے معتبرین میں سے مرزا بیگ اور شیر علی کچھ آدمیوں کے ساتھ نواحی ختلان میں اُس سے ملے۔ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اس نے ڈیڑھ سو سوار کے قریب جمع کر لیے اُن کے ساتھ فوری میں وہ گیا۔ وہاں حاکم مرزا بیگ برلاس تھا اس کو پیغام بھیجکر بلایا اس نے کہلا بھیجا کہ مجھ سے حرام نمکی جو بدگوہر وبیمقدار ہے ظہور میں نہیں آئے گی۔ فوری سے آگے مرزا بڑھنا چاہتا تھا کہ مرزا کے قلچیوں میں سے ایک نے مرزا کو اشارہ دے کر کہا کہ ایسے آدمی کے ہمراہ کوئی کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر وہ بابر کا بیٹا ہوتا

اور اس کو جیت ہوتی تو وہ ہرگز حاکم غوری سے اس زبونی کے ساتھ نہ پیش آتا اور اس کو
منت نہ چھوڑ جاتا مرزا اس طعن سے آزردہ ہوا اور کہا کہ کیوں بیہودہ بکتا ہے اور بات
نہیں سمجھتا کہ میں تمہاری بے سرانجامی سے اندیشہ مند ہو کر اس روش سے چلا ہوں اگر
تمہارے پاس سامان جنگ ہوتا تو میں اس طرح کیوں جاتا۔ پھر اس دیوانہ نے میرزا کو
گالیاں دیں۔ مرزا پھر کر غوری سے لڑا۔ مرزا بیگ پاس ایک ہزار پیدل اور تین سو سوار تھے
مرزا نے اس کو شکست دیکر غوری کو لے لیا اور یہاں بہت سا سامان اس کو ہاتھ لگا۔ گھوڑے
ہتیار اسباب جنگ۔ شیر علی کو یہاں انتظام کے لیے چھوڑا اور خود بدخشاں کو اس امید میں روانہ ہوا
کہ مرزا سلیمان اور اس کا بیٹا مرزا ابراہیم اس کی مدد کریں گے۔ مگر یہ مرزا ان چاروں
بھائیوں میں سے کسی کے آشنا نہ تھے وہ اپنی ڈیرہ اینٹ کی جدا ہی مسجد بناتے تھے اور
آزاد ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس کی اعانت سے صاف انکار کیا اور کہا کہ ہمایوں کے
ساتھ جو عہد و پیمان ہوئے ہیں اس کے پابند رہیں گے۔ بدخشان سے کامران مایوس ہو کر
اپنے خاندان کے جانی دشمنوں اوزبکوں پاس بلخ اس امید میں گیا کہ پیر محمد خاں الی توران
اوزبکوں کا سردار اس کی اعانت کریگا۔

اس اثنا میں بادشاہ دارالسلطنت کابل میں داخل ہوا اور شاہزادہ اکبر اور اپنے اہل
عیال سے ملکر مسرور ہوا اور اس نے یہ حکم دیا کہ اس کی سپاہ رات بھر سارے شہر کو لوٹے اہل شہر
کا قصور کچھ نہ تھا کہ ان کو یہ سزا دی گئی۔ اس میں انکا کیا قصور تھا کہ ایک شخص خود اپنے اختیار
سے انکا حاکم بن بیٹھا تھا جس کی غفلت سے ان کو طرح طرح سے تکلیفیں اور مضرتیں پہنچیں۔ مگر
ہمایوں کی سپاہ نے اس محاصرہ میں مدت تک مشقت شاقہ اٹھائی تھی۔ اس کے صلہ میں
روپیہ ہمایوں کسی اور طرح سے نہیں دیسکتا تھا سوا اس کے کہ اس نے سپاہ کو حکم دیدیا کہ ایک
رات شہر کو لوٹ لے۔ اس نے بعض ملانوں کو بھی قتل کیا۔ جنہوں نے مرزا کامران کو سرکشی
پر آمادہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس خوف سے کہ کہیں مرزا کامران بدخشاں میں اپنے پاؤں جمانے
قراچہ خاں کو کامران کے تعاقب میں روانہ کیا کہ وہ مرزا سلیمان اور مرزا ہندال سے مستقل ہو کر
مرزا کامران کو پکڑ لے یا آوارہ کردے۔ قراچہ خاں بدخشاں میں آیا اور مرزاؤں کو ہمراہ لیکر

ہمایوں کابل میں داخل ہوتا اور بدخشاں کا تعاقب میں لشکر بھیجنا اور کامران کا بلخ سے فوج لیکر آنا

قلعہ غوری کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں شیر علی اور کچھ آدمی مرزا کامران کے متعصن تھے انہوں
نے جنگ مردانہ کی اور بڑے بڑے نیک جوان طرفین کے مارے گئے آخر کو محصورین قلعہ میں مقابلہ
کی تاب نہ رہی وہ بھاگ گئے اور بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ میں قلعہ آیا۔ اس اثنا میں خبر آئی
کہ مرزا کامران اور پیر محمد خاں بلخ سے آتے ہیں۔

اب مرزا کامران کا یہ حال ہوا کہ جب وہ بدخشاں میں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کی
اعانت سے متصرف ہوا تو بلخ کو اس امید میں روانہ ہوا کہ پیر محمد خاں سے ملکر بدخشاں پر
متصرف ہوا موضع ایبک میں پہنچا تو یہاں حاکم اس سے اچھی طرح پیش آیا اور پیر محمد خاں کو حقیقت
حال سے آگاہ کیا۔ بدخشاں میں ہمایوں کی آخر اقامت سے اوزبکوں کو بڑا خوف و اندیشہ
لگ رہا تھا۔ اس لیے پیر محمد خاں نے مرزا کے مقدمہ کو مغتنم گنا۔ اوزبکوں کو اس خاندان کی
باہمی نااتفاقی سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہو چکا تھا اس لیے وہ خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی موقع ایسا
ہاتھ آئے کہ بابر کے بیٹوں میں آپس میں تلوار چلوائے۔ اس نے اپنے بڑے معتبر امرا مرزا کے
استقبال کے لیے بھیجے اور اس کو باحترام تمام اپنے گھر میں اتارا اور لوازم مہمانداری کو بخوبی بجا لایا
اور خود مرزا کے ہمراہ ہو کر بدخشاں آیا۔ غرض اس کمک سے کامران نے غور پر دوبارہ قبضہ کیا
اور بلخ لے لیا اور بہت سے بہادر اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ہندال مرزا مع سپاہ قندوز
کے قراچہ خاں و سلیمان کی فوج سے ملا تھا۔ مگر وہ ملکر بھی غنیم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے
پھر لشکر ٹوٹ گیا اور ہندال تو قندوز کو چلا گیا اور قراچہ خاں کابل کو گیا کہ خوب سپاہ جمع کر کے
دشمن سے لڑنے آئے اور بدخشانی مرزا کوہستان میں چلے گئے کہ وہ پہاڑوں کی تنگ صدود کی
محافظت کریں۔ پیر محمد خاں نے جب دیکھا کہ مرزا کامران میدانی ملک کا مالک ہو گیا اور
یہاں کوئی اس کا حریف و رقیب باقی نہیں رہا تو وہ بلخ کو چلا گیا اور اوزبکوں کی قوی سپاہ
مرزا کو کمک کے لیے حوالہ کر گیا۔ مرزا کامران اپنے اقبال کے دن دیکھکر اول مرزا سلیمان
کی مملکت پر حملہ آور ہوا۔ اس مطلب کے لیے وہ کشم اور طالقان میں آیا اور فریغ کو کہ اور خلق
بزرای کو چغتائی اور اوزبک فوج دیکر روستاق میں مقرر کیا یہ شہر و ضلع دریا کو کچھ پر بدخشاں
کے ملک میں ہے۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم نے اپنی کوہستانی سپاہ کو لاب کی

جمع کی اور قلعہ ظفر اور خلجان کی طرف سے پہنچکر رفیق کو کہ سے جنگ مردانہ کی مگر شکست کھائی
اور پھر اپنے کوہستانی ملک کی راہ لی۔ مرزا کامران کی اس نئی فتح کا اثر پرانے سپاہیوں
اور ملازموں پر کابل کے اندر ایسا ہوا کہ تین ہزار کے قریب کابل سے بھاگ کر مرزا کامران کی
سے اس نئی مہم میں داخل ہوئے۔ بادشاہ ہمایوں نے جب یہ بدخشاں کا ہر طرح مستاجر
بلخ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوا۔ وہ فوراً دارالسلطنت سے اپنی شمالی سپاہ کا سردار شکوہ والا ہوا
وہ غور بند میں جو کابل کے کوہ دمن میں واقع ہے آیا۔ یہاں قراچہ خاں سے جو شکست کھا کر
اگٹا جاتا تھا ملا۔ اس کا سارا مال اسباب جب وہ کوہستان میں گذرتا تھا ایماق نے
لوٹ لیا تھا۔ پہاڑی قومیں اور ہزارہ میں جب ایسی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو ایسی غارتگری سے
فائدہ اٹھایا کرتی تھیں اس لیے اس نے بادشاہ سے رخصت لی کہ وہ کابل جاکر اپنا سامان
درست کرکے بادشاہ پاس پہنچے۔ ہمایوں غور بند سے گل بہار میں آیا۔ یہاں سیر و شکار میں
مصروف رہا اور قراچہ خاں کا منتظر رہا۔ جب وہ آیا تو بادشاہ نے آگے چلنے کا ارادہ کیا مگر
کوہستان میں سفر کرنے کا موسم نہ رہا تھا۔ کتل ہندوکوہ پر برف سدراہ ہوئی اور وہاں ایک
شورش برپا ہوئی۔ مویشی دو آب برف میں ڈوب گئے اور سپاہ کو بڑی مضرت پہنچی
اس لیے ناچار سپاہ و بادشاہ کابل میں واپس آئے اور موسم بہار کے انتظار میں
مہم کی تیاری کے لیے بیٹھے۔

ہمایوں کا کامران سے لڑنے کے لیے جانا

ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امرا میں ساز

جب موسم بہار آیا اور کوہستانی راہیں قابل سفر ہوئیں تو بادشاہ کے لشکر میں ایک
اور شگوفہ کھلا۔ خاندان تیمور میں جو سازشوں کا سلسلہ برسوں تک چلا گیا ہے جس سے اس کی
سلطنت میں بہت سے انقلابات و خطرناک تغیرات وقوع میں آئے اس کے اسباب کی خفیف
حال کا زمانہ حال میں دریافت ہونا گو کیسا ہی ضروری ہو محال سا معلوم ہوتا ہے مگر اسباب ظاہری
اس کے یہ ہیں کہ سلطنت میں وراثت کا کوئی قانون نہ تھا جس کے بموجب بادشاہ کے خاندان
میں وارث اس کا مقرر ہوتا جیسا آج کل یورپ میں سلطنت کی وراثت کا ایک قانون ہے اور اسکے
سبب سے کوئی جھگڑا فساد نہیں اٹھتا کہ کون بادشاہ ہو۔ خاندان تیمور یا بابر میں سے جو بادشاہ مرتا
اسکے خاندان کے ہر رکن کی عزت و عظمت شاہانہ خلق کے دل میں ہوتی تھی وہ کسی خاص رکن

سے خصوص نہ ہوتی تھی کہ اسکو بڑا اور مستحق سلطنت سمجھیں جو اس کے خاندان میں فتح و ظفر پاکر
تاج سر پر رکھتا رعیت اُس کی اطاعت کے لیے موجود تھی جس ملک پر اس کی اولاد سے کوئی
قابض ہو گیا وہ اس کا بادشاہ بنگیا۔ یورپ کی طرح کوئی جماعت امرا کی اور کوئی گروہ رعیت کا ایسا
نہ تھا کہ وہ انتخاب کرکے بادشاہ بناتا جس سے کوئی فساد نہ مچاتا مگر ہاں ایک گروہ نظام کا
ایسا با اختیار و اقتدار ہوتا تھا کہ بادشاہ کا عزل و نصب اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا مگر اس کے
کام کو استقلال اتنے دنوں بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اُن کی زندگی تک قائم رہتا بلکہ اس میں
کون ایسا ہوتا تھا کہ وہ سلطنت میں تغیر و انقلاب پیدا کرتا رعیت میں باہمی ربط ضبط
و اتحاد و اتفاق ایسا نہیں تھا کہ وہ سلطنت کے کاموں میں اپنی صلاح و مشورہ سے کوئی اثر
دکھاتی مگر ہاں بادشاہ سے جب وہ آزردہ دل ہو جاتی تو بغاوت و فساد برپا کرنے سے سلطنت پر اثر
ضرور کرتی۔ جب کوئی شخص بادشاہ ہو جاتا تو اس کے اختیار میں ہوتا جسکو چاہے امیر بنادے۔ امرا کی
بڑی آرزو اور بڑی بے چینی یہی ہوتی تھی کہ ہم بادشاہ سے ایسی خصوصیت پیدا کریں کہ اُس کے ناک کے بال
بنجائیں اور اُس سے سرگوشی کی عزت حاصل کریں بہت سے ندیم و حشم رکھیں کم رتبہ امرا کی نوبت ہو سکتی
ہی نہ تھی کہ وہ ان امرا عظام کی نظر میں اعتبار اور اُن کے ساتھ خصوصیت پیدا کریں ان سب باتوں کا
نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر بادشاہ کے عہد میں ایک گروہ امرا عظام کا ہوتا تھا جس کے اختیار میں بادشاہ بنتا
ہوتا تھا۔ اگر بادشاہ رموز ملکی سے ماہر ہوتا تو وہ ان امرا کی قوت و قدرت کو ملک کی بہبودی اور
خلق کی آسائش و آرام اور سلطنت کے انتظام میں کام میں لاتا اور جو غافل کابل امور سلطنت
سے جاہل ہوتا تو وہ ایسی قوت کا خود شکار ہو جاتا۔ بادشاہ خود دادا اور امرا جن کو وہ حاکم کہیں
مقرر کرتا خود مختار ہوتے اور اپنے ملک و علاقہ میں شخصی سلطنت حکومت کرتے۔ پس جہاں یہ اسباب
موجود ہوں وہاں عناد و فساد کا ہونا اور ناراضی کا پیدا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ کابل میں بادشاہی
ملازموں کے دل صاف نہ تھے وہ بادشاہ سے حسن عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ اُن کی
حقیقت حال سے ہم ناواقف ہیں مگر یہ جانتے ہیں کہ اس وقت قراچہ خاں نے شائستہ خدمتیں
کیں اور بادشاہ کی عنایت بے غایت اُن پر تھی وہی وزیر اعظم تھا۔ مگر طرف اس کا تنگ تھا
شراب بہت پیتا تھی۔ اسکے حوصلہ کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ ہمایوں کی نرم مزاجی کے سبب سے اس نے

حد اعتدال سے قدم باہر رکھا اور غرور کی باتیں کرنے لگا۔ کسی کام کو اپنی مرضی کے خلاف نہ ہونے دیتا
اپنے مرتبے کا اور بادشاہ کے والا مرتبے کا حساب غلط کرنے لگا۔ وزارت کا جزو اعظم ہو کر
بادشاہ کے خزانہ کا مالک و زیر ہو۔ یہی اس کی قوت و اختیار کی معیار ہے قراچہ خاں نے کسی خاص
افسر کے لیے دس تمن (آٹھ یا دس سو روپیہ) کی منظوری بادشاہ کی حاصل کی تھی۔ مگر اس نے
خزانہ شاہی پر یہ حکم خود لکھکر بھیجدیا۔ خزانہ کا دیوان خواجہ غازی تبریزی تھا جس کو بادشاہ
نے ایران سے مراجعت کرکے نیکو خدمتی و کفایت اندیشی کے سبب سے منصب دیوانی دیا تھا
اُس نے اس روپیہ کے دینے سے انکار کر دیا اور اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں سپاہ کے
خرچ کا ذمہ دار ہوں میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور شخص اس میں دخل دے۔ جب یہ روپیہ کا
حکم منسوخ ہو کر قراچہ خاں پاس گیا تو وہ بڑے غصہ ہوا۔ اور بادشاہ سے جا کر شکایت کی مگر
بادشاہ نے اُس کے حسب دلخواہ جواب نہ دیا تو اُس نے اور امرا سے سازش کرکے بادشاہ سے
یہ درخواست کی کہ خواجہ غازی کو باندھ کر میرے پاس بھیجدو کہ میں اس کی گردن اُڑاؤں اور
قاسم حسین کو کہ کو اس کا عہدہ دیدوں یہ درخواست ماننے میں بادشاہ کی بھی ایک مصلحت
اور ایک وفادار ملازم کی بھی جان جاتی تھی اس لیے بادشاہ نے اس درخواست کو حقارت سے
نامنظور نہیں کیا بلکہ اس پیرایہ سے کہ وزیر کا ماتحت دیوان ہے آئندہ وہ آسانی سے کسی اور
محاسبہ میں اس کی گرفت کر سکتا ہے مگر وہ بادشاہ کے اس رافت و عدل سے راضی نہیں ہوا
اور بادشاہ کی اطاعت سے سرتابی کی اور جماعت کثیر کو بہکا کر اپنے ساتھ بدخشاں لے گیا۔
بابوس بیگ مصاحب بیگ اسمٰعیل بیگ دلدی۔ علی قلی اندرابی حیدر دوست مغل خضر
خواجہ خضری و قربان قراول اور قریب تین ہزار یکہ سوار یہ سب کابل سے کتل منار کی راہ سے
بدخشاں کی طرف منزل پیما ہوئے اور بادشاہی گھوڑے اور دوآب جو خواجہ روح کے پاس تھے
اُن کو بھی اپنے آگے رکھ لیا۔ اور کوہ دمن کا رستہ لیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو وہ
ان سرکشوں کے تعاقب میں امرا کو جو آتے گئے بھیجتا رہا۔ یہ ملازم جو بادشاہ کے ساتھ بجھت
تھے بعد ایک دوسرے کے روانہ ہوئے۔ یہ امرا تردی بیگ منعم خاں محمد قلی برلاس جلالہ
خاں سلطان اور اور دولت خواہ تھے۔ دوپہر کو بادشاہ خود سوار ہوا قراباغ کے

آن پاس ان سرکشان گریز پا کے چنداول یعنی پچھلی فوج کو جا کر دبا لیا اور اس پر ست برخوب
کی پھر بوری ندی کے کنارہ پر قراچہ بیگ سے دست و گریباں کی نوبت پہنچی۔ رات ہو گئی غلط
شب کی پناہ میں یہ تاریک دل بھاگ کر پریشان ہو گئے۔ غور بند کے پل سے گزرے اور
اُس کو توڑ گئے جو جماعت اُن کے تعاقب میں گئی تھی وہ قراباغ میں بادشاہ پاس لوٹ گئی اور
بادشاہ کابل میں چلا آیا کہ یہاں کا ساماں دل خواہ سرانجام دیکر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا اور قراچہ
خاں نے تمر علی شغالی اپنے وکیل کو پنجشیر میں مقرر کیا کہ ان حدود میں باخبر رہ کر کابل کے اخبار
پر اُنکو مطلع کرتا رہے اور خود کتل ہندوکوہ سے گذر کر کشم میں مرزا کامران سے جا ملا۔ بادشاہ
ہمایوں نے ان سرکشوں کو مناسب حال یہ خطاب دیئے قراچہ خاں کو قرابیگ کا اسباط بیگ
اور اسمٰعیل کو خرس کا اور مصاحب بیگ کو منافق کا اور بابوس کو دیوث کا اور مرزا ہندال اور
مرزا سلیمان و مرزا ابراہیم کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے لشکر تیار کرکے میرے پاس آئیں اور حاجی محمد
خاں کو فرمان بھیجا کہ وہ غزنین سے جلد حاضر ہو۔ بادشاہ اپنے اخلاص مند خردمند بزرگوں
اور دانشور جوانوں سے مشورت کرتا تھا اُن میں سے جو دل شجاعت فرمیں اور خود دور بیں
نہیں رکھتے تھے وہ قندہار جانے کی ترغیب دیتے تھے کہ وہاں لشکر کا سامان سرانجام دیکر
مرزا کامران کے دفع کرنے کے لیے جانا چاہیے جو فرزانگی اور مردانگی رکھتے تھے وہ بدخشاں جانے
میں بادشاہ کے ہم رائے تھے محمد سلطان نے بادشاہ سے کہا کہ حرام نمکوں کے بچ جانے
سے مرزا کامران مغرور بہت ہو گیا ہے۔ وہ ضرور ان حدود پر یورش کریگا۔ اگر لشکر شاہی
کتل ہندوکوہ سے گذریگا تو ہم کو فتح ہو گی۔ ورنہ نعوذ باللہ کچھ اور ہی ظہور میں آئے گا۔
بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کامران مغرور ہے تو ہم درگاہ الٰہی میں نیازمند ہیں اور یہ شعر پڑھا۔

مبادا کس بر وزیہ خویش مغرور — کہ مغروری کلاہ از سر گند دور

اور فرمایا کہ جلد کتل مذکور سے عبور کرتے ہیں۔

بادشاہ نے روز دوشنبہ ۱۰۵۵ھ کو اس طرف کوچ کیا اور قراباغ میں اس بارہ و فد کسی
مصلحت ملکی کے لیے توقف کیا۔ باوجودیکہ حاجی محمد خاں کی بیوفائی مشتہر ہو گئی تھی مگر وہ ہوا
خواہانہ حاضر ہوا۔ قاسم حسین سلطان بنگش سے آیا۔ اسی منزل میں مرزا ابراہیم بھی

بادشاہ سے آن ملا۔ اس کی سرگذشت یہ ہے کہ جب وہ نواح پنجشیر میں پہنچا تو ثمر شغالی نے اس کی راہ کو روکا۔ ملک علی پنجشیری نے اپنی قوم و قبیلہ کو لیکر مرزا کے ساتھ اتفاق کیا۔ مرزا ثمر سے لڑا اور اس کو اپنی تلوار سے مار ڈالا اور ملک علی پنجشیری کو احتیاطاً اپنے ہمراہ لیا کہ بادشاہ کے روبرو کرے مگر یہ دولت خواہ سادہ لوح زمیندارانہ کم عقلی کے سبب سے مرزا کی ہمراہی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر وہ مشکل سے لڑائی میں شریک ہوا۔ مرزا جریدہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ ملک علی نے دوسرے روز اپنے بھائی کے ہاتھ ثمر شغالی کا سر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنے نہ آنے کی تقصیر کا عذر کیا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت و انعام دیا اور اس کے بھائی کو فرمان اور خلعت گراں بہا بھیجا کہ مرزا نے تجھکو بھلا نہیں۔ تیری دولت خواہی مورد انعام ہوگی۔ جب پنجشیر میں آئیں گے تو تجھکو الطاف شاہی سے نہال کردیں گے۔ مرزا ابراہیم پر بہت نے بہت عنایت کی اور اس کو اپنا فرزند بنایا اور باپ پاس روانہ کیا کہ اس سے لشکر کو جمع کرا کے سامان نبرد تیار کرے اور طالقان میں وہ مجھ سے آن ملے۔ جب بادشاہ موضع بارک کے قریب پہنچا تو اس نے بعض افسروں کو آگے بھیجا کہ وہ شمالی ضلاع کی کیفیت دریافت کریں۔ وہ کتل ہندو کہ سے گذری ہے کہ مہدی سلطان و تردی محمد جنگ جنگ اور ایک طائفہ کر قلعہ اندراب میں تھا بھاگ گئے۔ اور بادشاہ کے حکم سے کہ تردی بیگ اور محمد قلی برلاس نخوست کو دوڑے کہ یہاں مغروروں کے اہل و عیال موجود تھے اُن کو گرفتار کریں۔ مرزا کامران اس وقت قلعہ ظفر میں تھا۔ بھاگے ہوئے امرا نے طالقان میں ہر چند بادشاہ کے لشکر کو روکنا چاہا مگر نہ رکا۔ ملا خرد زرگر نے اس کام میں بڑا اہتمام کیا مگر وہ سود مند نہ ہوا۔ آخر کو قراچہ خاں نے مصاحب بیگ کو بھیجکر خوست سے اہل و عیال کو اس خوف سے بلالیا کہ کہیں لشکر بادشاہی آن کر اُن کو گرفتار نہ کرلے تردی بیگ اور محمد قلی حوالی خوست میں پہنچے تو مصاحب بیگ اہل و عیال کو لے جا چکا تھا یا انہوں نے اُن کی گرفتاری میں اغماض کیا۔

جب اندراب میں بادشاہ پہنچا تو مرزا ہندال قندوز سے آیا اور شیر علی کو مقید کرکے لایا۔ اس کی سرگذشت یہ ہے کہ بدخشاں میں جب کامراں کا حال ہوا تھا تو شیر علی

ہمیشہ مرزا ہندال سے مغرورانہ پیش آتا تھا وہ ہمیشہ قندوز کے تسخیر کرنے اور مرزا ہندال کے گرفتار کرنے کا قصد کرتا تھا۔ رات کو اس کے گھر کو مرزا ہندال کے پیادوں نے جا گھیرا وہ بھاگ کر ایک ندی میں جا کر تیرا۔ ایک ہاتھ اس کا ٹوٹ گیا تھا۔ اس لیے وہ گرفتار ہوگیا۔ جب بادشاہ پاس آیا تو اس نے اس کی تقصیرات کو معاف کردیا اور خلعت دیا اور غوری کی حکومت دی وہ بڑا جوانمرد تھا اور سربراہ ہونے کی قابلیت تھی مگر نہیں تحقیق ہوتا کہ اس وقت میں کون سے اصول پر عمل ہوتا تھا کہ جو افسر ایک فوج سے دوسری فوج میں بھاگ کر جاتے تھے اُن کو بڑے اعتبار کے عہدے مل جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طرفین میں وفاداری اور عزت کا پاس افسروں کے اندر باقی نہیں رہا تھا۔

بادشاہ نے حاجی محمد خاں اور ایک جماعت کو آگے روانہ کیا اور مرزا ہندال کو ان کا سرگروہ مقرر کیا اور سب آدمیوں کو حکم دیدیا کہ مرزا کی اطاعت کریں اور اس کی بندگی و خدمتی میں تقصیر نہ کریں تاکہ ہر شخص اپنی لیاقت خدمت کے لائق اور اپنی آرزو کے موافق بہرہ مند ہو اور خود جمادی الاخری ۹۵۵ھ کے وسط میں النگ قاضیان میں آیا۔ یہ اندراب میں ایک موضع ہے۔ قاضی اندراب و مردم قوچیانی و سارن بخش و بلوچ اور سپاہیوں کی جماعت اور ادیباق بدخشاں اور مصاحب بیگ کے نوکر بادشاہ کے آستاں بوس ہوئے پھر بادشاہ کوچ بکوچ طالقان میں آیا۔ اکثر بھاگے ہوئے امیر اور مرزا عبداللہ اور ایک جماعت کثیر جو مرزا کامران کے منتسبوں میں تھے یہاں متحصن ہوئے۔ مرزا ہندال اور اس کے ساتھی امیروں کو حکم ہوا کہ آب تنگی سے گذر کر دشت شالتہ کریں اسی اثنار میں مرزا کامران بھی پچاس میل کا سفر کرکے طالقان کے قریب آگیا روز شنبہ ۵ جمادی الاخری کو ایک بلندی پر جس کو خلسان (جلسان۔ خلیان) کہتے ہیں۔ لڑائی ہوئی۔ ابھی بادشاہی لشکر نہ گذرا تھا اور ہراول اور قول میں کچھ فاصلہ تھا کہ ہراول بادشاہی سے عبور کرگیا مرزا کامران نے اُس پر حملہ کیا اور سارا اسباب اس کا لوٹ لیا اور اوسٹاد یاکے پار اُتار دیا۔ اسی اثنا میں بادشاہ چاہتا تھا کہ ندی سے عبور کرکے مخالف کے روبرو جائے کہ مخبروں نے تبلایا کہ یہاں ندی کے قعر میں اس کثرت سے گول پتھر بچھے ہیں کہ آدمی کا

پاؤں اُن پر سنبھل نہیں سکتا۔ آدہ کوس آگے آیا ہے اور وہاں کی زمین سنگلاخ ہے آسانی سے
وہاں عبور ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے آیا سے عبور کیا اور اس بلندی کے سامنے گیا کہ مرزا
کامران کھڑا تھا۔ یہاں اُس نے دیکھا کہ سپاہ اُس کی جو آگے بھیجی گئی تھی اُس پر مرزا نے سخت
حملہ کر کے پریشان کر دیا تھا مگر وہ اُلٹی جانے کو تھی کہ لشکر شاہی نظر آیا تو مرزا بھاگ گیا۔ بادشاہ
آیا کے قریب آیا۔ شیخم خواجہ خضری گرفتار ہو کر آیا۔ بادشاہ کے حکم سے اُس پر لات گھونسے
ایسے لگائے گئے کہ جان کو بدن سے کچھ تعلق نہ رہا۔ بادشاہ اسمٰعیل بیگ دولدائی
دستگیر ہو کر آیا۔ بادشاہ نے منعم خاں کی سفارش سے اُس کی جان بخشی کی اور
اس کو منعم خاں کے حوالہ کیا۔ بادشاہ اُس بلندی کی طرف متوجہ ہوا جہاں مرزا کامران
کھڑا تھا۔ بادشاہ فتح اللہ بیگ برادر روشن کوکہ کو ہراول بنا کر آگے بھیجا۔ جنگ
ہوئی۔ فتح اللہ گھوڑے سے گرا۔ اس کی سپاہ پراگندہ ہو کر واپس جانے کو تھی کہ
بادشاہ مع لشکر آگیا۔ مرزا کامران میں مقابلہ کی تاب نہ تھی وہ بھاگ کر قلعہ
میں گیا۔ اور قلعہ کو مستحکم کرنے لگا۔ لشکر شاہی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔
قلقچیوں کے درمیان کسی سبب پر جھگڑا ہوا تو بادشاہ نے حکم ہر دل دیدیا یعنی کہ جس شخص کے
ہاتھ جو مال آئے وہ اسی کا ہے دوسرا اس میں طمع نہ کرے۔ اس فتح میں سوا علی قلی خاں
کے کسی کا بال بیکا نہ ہوا۔ طرف ثانی کے بہت سے افسر گرفتار ہو کر آئے جنہیں بادشاہ نے
لطف و قہر جو مناسب جانا کیا۔ دوسرے روز محاصرہ کی شرائط پوری کی گئی اور مورچل
تقسیم ہوئے۔ بندوقیں چلنی شروع ہوئیں۔

ہمایوں نے کامران کو ایک فرمان بھیجا جس میں بعد طرح طرح کی بزرگانہ نصیحتوں کے
یہ عبارت لکھی کہ اے برادر بدخو والے عزیز جنگ جو تو اس کام سے باز آ کہ جس سے کار زار
ہوتی ہے اور بے شمار آدمیوں کو آزار پہنچتا ہے اور وہ قتل ہوتے ہیں۔ شہری اور لشکری
آدمیوں پر رحم فرما جو آج کے دن آدمی مارے جاتے ہیں کل قیامت کے دن اُنکا خون تیری
گردن پر ہوگا ؎

بود خون آں قوم بر گردنت کہ بر دست آں جمع دردامنت

ہماں بہ کہ بر صلح رائے آوری طریق مراد بجائے آوری

نصیب مال کے ہاتھ فرمان بھیجا۔ بادشاہ کی نصائح پر کامران نے کان نہیں لگایا اور یہ شعر خوانان
پڑھا یا ؎ عروس ملک کسے در کنار گیرد و بست کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند و نصیب مال
نے مرزا کامران کا یہ حال آنکر سنا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مورچلوں کو درست کریں
اس اثنا میں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم بھی اور چاکر خاں ولد دیس قبچاق بھی کولاب کے
آدمیوں لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک مہینہ محاصرہ رہا روز بروز بادشاہ
کا کام جتا اور مرزا کا مرا کا کام بگڑتا گیا۔ وہ پیر محمد خاں اُزبک کی کمک سے بالکل
مایوس ہو گیا تو اُس نے اطاعت اور انقیاد کو اختیار کیا اور اس حیلہ اور وسیلہ سے
تین دفعہ خطر کے گرداب سے نکل گیا۔ اُس نے ایک خط تیر میں باندھ کر بادشاہ کے لشکر
میں بھیجا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے بادشاہ کے حقوق عنایت و رعایت کو نہ جانا اسکا
نتیجہ جو میں نے دیکھا وہ دیکھا۔ اب میں اپنے کیے سے پشیمان ہوں اب چاہتا ہوں کہ کعبہ معظمہ
کی اجازت مجھے ہو کہ بغاوت کی معصیت اور کافرنعمتی کی کدورت سے پاک ہو کر پھر حضور کی
مستقد خدمت اور شائستہ ملازمت سے اپنے تئیں لائق کروں اور حضور کی عنایت سے امید ہے
کہ یہ دولت میسر عربیگی کی بدولت مشخص ہو۔ میر عرب و بیگ کے کیساتھوں میں اور صدق دعقاد میں مشہور تھا
اور کہ گرمشہور تھا۔ بابر اسکے حال پر بہت توجہ رکھتا تھا۔ اس حملہ میں وہ ہمایوں کے ساتھ
تھا اور لشکر دعا کو وہ بھی آرائش دیتا تھا۔ جب عرضداشت بادشاہ پاس آئی میر کو طلب
کر کے فرمایا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں میر نے کہا کہ میں اس کا جواب لکھکر قلعہ
کے اندر بھیجتا ہوں اور یہ عبارت لکھی (عمولوا اھل القلعۃ الاخلاص فی الاخلاص
والسلامۃ فی التسلیم والسلام علی من اتبع الھدی) یعنی اے اہل قلعہ اخلاص
میں خلاصی ہے اور اطاعت و انقیاد میں سلامتی ہے اور سلام ہے اُس پر جو راہ ہدایت کی
پیروی کرے۔ مرزا کامران نے اس کا جواب یہ لکھا کہ جو میر فرمائیں گے اور قرار دیں گے
اُس سے عدول نہیں کرونگا۔ میر قلعہ میں گیا اور حق کو بیان کیا اور مرزا کو بہت سرزنش کی
مرزا نے سوا رتقصیر تقصیر کے کچھ اور جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ جو کچھ آپ فرمائیں منظور ہے۔

میر نے کہا کہ اب چارہ یہ ہے کہ اٹھو اور دل اخلاص گزیں اور خاطر مستمند لیکر میرے ہمراہ بابر کی خدمت میں چلو معلوم نہیں کہ راستی یا حیلہ پردازی سے مرزا چلا جب وہ قلعے کے دروازہ پر پہنچا تو میر کہ مبصر زمانہ تھا اُس نے جانا کہ یہ بات کچھ اصل نہیں کہتی اور اسی قدر اطاعت ظاہری کافی ہے کہ بڑا ہوا اور مرزا سے کہا کہ تو نے جو آستان بوسی کے لیے قدم اُٹھایا تو دائرہ عناد سے باہر نکل آیا اور بغاوت سے نجات پائی خود بادشاہ کا خطیہ پڑھو اور خائبانہ رخصت لیکر حجاز روانہ ہو۔ مرزا نے میر کی پوری نصیحت قبول کی اور یہ کہا کہ حضرت کہو کہ وہ بابوس کو میرے ہمراہ فرمائیں وہ میرا قدیمی نوکر ہے۔ میر مراجعت کر کے بادشاہ کی خدمت میں آیا اور حقیقت حال کو عرض کیا۔ اور مرزا کے جرموں کا استغفا کیا۔ بادشاہ نے اس کی تقصیرات معاف کر دیں۔ اور جو کچھ میر نے مقرر کیا تھا وہ منظور کر لیا۔

روز جمعہ ۱۲۔ رجب ۹۵۵ھ کو قلعہ کے اندر مولانا عبد الباقی نے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ بادشاہ پاس کے باغ میں چلا آیا اور مورچل موقوف ہوئے اور حکم عالی صادر ہوا کہ جالی اور ایک اور جماعت حاضر ہو کر مرزا معدود آدمیوں کے ساتھ جو مقرر ہوئے ہیں باہر چلا جائے اور حدود قلمرو سے باہر نکال آئے۔ اُس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ قلعہ کی دروازہ کی حفاظت کر کے ان امیروں کو پکڑ لائیں جو بھاگ گئے تھے۔ مرزا کو معہود آدمیوں کے ساتھ جانے دیں۔ مرزا تو بموجب قرار دیا باہر چلا گیا۔ اثنار راہ میں کامران کا خدمت گار مرزا ابراہیم کے ایک گھوڑے پر سوار جاتا تھا اُس کو مرزا نے پکڑوا کر منگا لیا۔ ہمایوں نے اپنی نیک سیرتی سے اس بات کو ناپسند کیا اور ابراہیم مرزا خجالت اور ننگ مزاجی کے سبب سے بے رخصت کشتم میں چلا گیا۔ حاجی محمد پر عتاب ہوا کہ اُس نے مرزا کامران کو اس طرح بے حرمت کیا اور اس کے عوض میں خلعت اور سراپا کامران پاس بھیجا یا کہ جس سے مغفرت اس بے حرمتی کی ہو جائے۔ جب کچھ رات گزری تو قراچہ خاں کو ننگی تلوار گردن میں پڑی ہوئی بادشاہ کے روبرو لائے۔ جب وہ مشعل کے روبرو آیا تو بادشاہ نے اسکی گردن سے تلوار الگ کرائی اور تقصیر اُس کی معاف کی اور ترکی زبان میں کہا کہ عالم سپاہگری میں ایسی خطائیں سرزد ہوا کرتی ہیں۔ مصاحب بیگ بھی اس طرح آیا اور

اوس کا قصور معاف ہوا۔ جب سردار بیگ ولد قراچہ بیگ آیا تو فرمایا کہ گناہ از کنان است خردان چہ گناہ دارند۔ اس طرح سارے امیر نوبت بہ نوبت آتے گئے اور نوید بخشش سنتے گئے۔ آخر سب سے قربان قراول خدمتگار نہایت شرمندہ سرافگندہ کو رنش بجا لایا تو بادشاہ نے ترکی میں کہا کہ تیری کیا کمبختی آئی تھی جو تو گیا تو اوسنے ترکی میں جواب دیا کہ دست قدرت یزدی نے جس جماعت کا نہ کالا کیا ہوا وسنے کیا پوچھنا چاہئے۔ اسوقت حسن قلی سلطان ہزارہ نے یہ شعر پڑھا۔ چراغی را کہ ایزد برفروزد ✤ ہر آنکہ پف کند ریشش بسوزد۔

قراچہ خاں کی سب میں ریش دراز تھی وہ اس شعر کو سنکر بہت شرمندہ ہوا۔

روز چہارشنبہ ۱۴۔ رجب ۹۵۵ھ کو مرزا کامران مراجعت کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس واقعہ کی تشریح یہ ہے کہ مرزا کامران بادام درہ میں پہنچا یہاں اوسنے مرزا عبداللہ سے بادشاہ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنی بے ادبیوں کا اور بادشاہ کی انسے درگذرنے کا تذکرہ کیا جس سے اوسکو تعجب ہوا۔ مرزا عبداللہ نے اوس سے پوچھا کہ اگر ہمایوں کی جگہ تم اور تمہاری جگہ ہمایوں ہوتا تو تم کیا کرتے اوسنے جواب دیا کہ از من گذشتن و گذاشتن نمی آید مرزا عبداللہ نے کہا کہ ابھی آپکے اختیار میں ہے کہ اپنے کاموں کا پاداش کر سکتے ہیں آپ اگر کریں تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ مرزا نے پوچھا کہ یہ کیونکر میں کر سکتا ہوں۔ اوسنے کہا کہ آپ ایسی جگہ ہیں کہ وہاں بادشاہ کی دست رس نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ چند آدمیوں کو ساتھ لیجئے اور ایلغار کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجئے۔ اور سجدۂ شکر بجا لائے اور اپنے گناہوں کا عذر کیجئے۔ اور خدمات پسندیدہ بجا لائے۔ مرزا کامران نے اس بات کو قبول کیا اور چند آدمیوں کو لیکر بادشاہ کے لشکر میں بھیجا اور اپنے آنے سے خبردار کیا۔ بادشاہ اوسکے آنے سے خوشوقت ہوا۔ اوسنے امیروں اور مرزاؤں کو اوسکے استقبال کے لیے بھیجا۔ اور اوس روز مرزا عسکری کو قید سے آزاد کیا۔ بادشاہ نے دربار عام کیا۔ مرزا کامران آن کر بساط بوس ہوا۔ اور تسلیمات خراعت و سجدات اخلاص بجا لایا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تو رہ (مراسم و آئین کے موافق) کی ملاقات ختم ہوئی اب آؤ برادرانہ ملاقات کریں۔ اپنی محبت و شفقت کے سبب سے ہمایوں نے کامران کو گلے لگایا۔ اور زار زار ایسا رویا کہ سب حاضرین مجلس کا دل بھر آیا۔ پھر اوس کو

اپنے پاس بٹھایا۔ اور ایک جشن عظیم کیا۔ اور چاروں بھائیوں نے ملکر طعام دیموے کھائے
اس مجلس میں حسن قلی مہروار نے مرزا کامراں سے پوچھا کہ بادشاہ کے روبرو ایک شخص نے
یہ ذکر کیا کہ آپ پیر محمد خاں سے کہتے تھے کہ جسکو ایک تارنج کی برابر بغض علی نہ ہو اسکو
مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے یہ کہا ہوتا کہ وہی خدا کا بندہ ہے جس کو بغض ایک ہندوانہ
کی برابر ہو۔ مرزا نے کہا کہ توبہ توبہ مجھے تو نے میری غیبت میں خارجی بنایا۔ غرض اسی طرح
کی اور باتیں ہوتی رہیں۔ مرزا عسکری کو مرزا کامراں کے سپرد کرکے رخصت کیا اور اپنے
خیمہ کے پاس اوسکے لئے خیمہ لگوایا۔ دوسرے روز بلخ جانے کے لئے امرا اور امیرزادوں سے مشورہ
کیا گیا۔ ہر شخص نے اپنی عقل کے موافق جدا جدا رائے دی کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ
باری میں پہنچکر اس امر کا قطعی فیصلہ ہوگا وہاں سے ایک راہ کابل کو جاتی ہے اور ایک بلخ کو۔

اس منزل سے چھ کوچ کرکے سرچشمہ بند کشا پر بادشاہ آیا۔ یہاں خان مرزا اور جہانگیر مرزا آکر
بابر کے مطیع ہوئے تھے۔ بابر نے ایک پتھر پر اپنے آنے اور بھائیوں کے ملنے اور اطاعت کرنے
کی تاریخ کا نقش کرکے لگا دیا تھا۔ ہمایوں نے اسی لوح پر اپنے آنے کی اور بھائیوں کی ملاقات
کی تاریخ کندہ کرادی۔ پھر موضع باری میں بادشاہ آیا۔ اور ولایت بدخشاں کا انتظام یہ کیا کہ
ختلان کو کہ کولاب مشہور ہے سرحد موک و قراتگین تک مرزا کامراں کو عنایت کیں۔ چاکر خاں کو
اسکا امیر الامرا مقرر کیا۔ اور مرزا عسکری کو اوسکے ہمراہ کیا اور قراتگین اوسکی خاص جاگیر مقرر کی۔
اگرچہ مرزا کامراں اس جاگیر کے لینے پر راضی نہ تھا مگر جان بخشی کے سبب سے اُسنے اس میں کچھ
مضائقہ نہیں کیا۔ قلعہ ظفر و طالقان اور بعض اور پرگنات مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم
کو دئے۔ قندوز۔ غوری۔ کہمرد۔ بغلان۔ واشگش و ناری مرزا ہندال کو مرحمت ہوئے
شیر علی کو مرزا کے ہمراہ کیا اور بلخ کی یورش کو سال آیندہ پر موقوف رکھا۔ آخر مجلس میں عہود
و مواثیق ان سب سے لیکر سب کو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا۔ اور برادرانہ محبت کے سبب سے شربت کا
پیالہ منگاکر تھوڑا سا آپ پیا اور پھر مرزا کامراں کو دیا اور فرمایا کہ اوشس بادشاہی سب تمہارا
تھوڑا سا بانٹیں اور پیمان یک دلی و یک جہتی کو وثوق دیں۔ اخوت و تہی اسپر صداقت و
حلف کا عقد اور بندہا اور مرزاؤں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ دیا۔ مرزا کامراں۔ مرزا سلیمان

مرزا ہندال کو تمن توغ بھی عنایت کیا۔ مرزا اپنی اپنی جاگیر پر رخصت ہوئے۔ بادشاہ کابل کو
روانہ ہوا۔ جب پریان میں بادشاہ آیا تو یہاں ایک قلعہ تیمور نے بنوایا تھا شکستہ ہوگیا تھا
اسے از سر نو مرمت و تعمیر کرایا۔ بیگ میرک کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ قلعہ کی مرمت کراکے بادشاہ
چاندی کی کان دیکھنے گیا جسکی آمدنی خرچ سے کم تھی۔ ۴۔ رمضان ۹۵۵ھ کو اوائل زمستان میں
کہ زمین نے اپنا منہ برف سے سفید کرنا شروع کیا تھا وہ دارالسلطنت کابل میں پہنچ گیا۔

کشمیر کی حالت۔ بلخ کی مہم۔ کامراں کی بغاوت و شکست

ان دنوں میں بادشاہ کی خدمت میں کشمیر سے مرزا حیدر کی عرضداشت اور اس ولایت کی
پیش کشیں سمندر لایا۔ اس عرضداشت میں مرزا نے کشمیر کی آب و ہوا۔ بہار خزاں۔ گل و
میوہ کی تعریف و توصیف دل کش عبارت میں لکھی تھی اور مبالغہ سے عرض کیا کہ حضور اس
عرصہ دل کشا ہمیشہ بہار کی سیر فرمائیں تسخیر ہندوستان کے باب میں بہت سے مضامین معروض
کرکے اوسکی ترغیب دی تھی۔ بادشاہ نے جواب میں اوسکو مشورہ نہایت لطف و مہربانی سے
لکھا اور تسخیر ہندوستان کی نسبت اپنی توجہ کو بیان کیا۔ بادشاہ کے دل میں ہمیشہ ہندوستان
کی تسخیر کا ارادہ رہتا تھا مگر مصالحہ ملکی مقتضی اسکی نہیں ہوتی تھیں۔

انہیں دنوں میں بابا نی مودت کی تجدید اور معانی محبت کی تاکید کے لئے خواجہ جلال الدین
محمود کو برسم رسالت ایران کو بہت تحفے اور ہدیے دیکر روانہ کیا۔

اس سال کے سوانح میں مرزا الغ بیگ ولد میرزا محمد سلطان کا شہید ہونا ہے اس سرگذشت
کی کیفیت یہ ہے کہ مرزا اپنی جاگیر زمین داور سے بادشاہ کی ملازمت کے ارادہ سے بدخشاں
کی طرف گیا۔ اسکے ہمراہ خواجہ معظم بادشاہ سے ملنے اور تقصیرات معاف کرانے کے لئے آتا
تھا جب غزنین کے قریب وہ آئے اور انکو فتح کی خبر پہنچی تو خواجہ معظم نے بیحد ہوکر مرزا کو
ہزارہ قوموں پر تاخت و تاراج کرنے کے لئے چڑھا کر دیا۔ یہ قومیں ہمیشہ غارت گری اور
رہزنی سے مشغل رکھتی ہیں۔ ہمیشہ غرور جوانی اور جنون پندار سے بے تمہیز ہاں ہوا ہی
کرتی ہیں مرزا نے آئین پیکار پر خیال نہیں کیا اور لڑنے پر جرات کرکے اسلئے مرزا نے
جام شمشیر سے شربت واپسیں پیا۔ بادشاہ نے تردی محمد خاں کو زمین داور اور اوسکی

حدود و جاگیر میں دیکر وہاں کے انتظام کے لئے بھیجدیا۔

اسی سال میں حاکم کاشغر کا ایلچی عبدالرشید خاں آیا اور بہت سے تحفے وہدیے لایا۔ اوسکو بادشاہ نے جلد رخصت کردیا۔ انہیں دنوں میں عباس سلطان کہ سلاطین اوزبکیہ میں تھا بادشاہ کا آستاں بوس ہوا۔ بادشاہ نے اسپر یہ عنایت کی کہ اپنی چھوٹی بہن گل چہرہ بیگم کا نکاح اس سے کردیا۔ اسی سال کے واقعات میں سے مرزا شاہ برادر مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا ہی۔ وہ اپنی جاگیر اشترکرام سے بادشاہ سے ملنے آتا تھا۔ جب کتل منار میں پہنچا تو شاہ محمد برادر حاجی محمد نے اس انتقام میں اُسے مارڈالا کہ ہندوستان میں کوکی عم حاجی محمد خاں کو مرزا محمد سلطان نے مارا تھا۔ اوسنے گھات میں بیٹھکر مرزا کے ایک تیر لگایا جس سے اُسنے درجہ شہادت پایا۔ بطرح سے یہ دونو بھائی جنسے کہ فتنہ پردازی کا خوف لگا رہتا تھا کم ہوئے۔ ہم نے پہلے بیان کیا ہی کہ اونکے باپ سلطان مرزا کی بغاوتوں سے ہمایوں کو ابتداء سلطنت میں کیا کیا نقصان پہنچے تھے۔

بادشاہ کو ۹۵۵ھ کے موسم زمستاں میں کچھ فرصت انتظام ملکی کے لئے ملی۔ اوسکو ہمیشہ اپنے اراکین سلطنت کی تمکن فراجی اور دغابازی کا خوف بہت لگا رہتا تھا۔ وہ سازشوں کے منصوبوں میں سدا لگے رہتے تھے۔ کابل میں کامران بہت دنوں مطلق العنان فرمانروا رہا تھا امرا اور رعایا دونوں پر وہ حکمراں رہا تھا اوسکو ہمایوں سے کم تخت و تاج کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ بادشاہ کو اطمینان اپنے اراکین سلطنت پر نہ تھا۔ اس خوف کے دور کرنے کے لئے اوسنے مرزا کامران کے بڑے معتمدین قراچہ خاں اور مصاحب بیگ کے قصور معاف کردئے تھے مگر منافقوں کے سرگروہ بننے کا مادہ اونمیں موجود تھا اسلئے اونکو حج کرنے کے لئے رخصت دی تاکہ وہ ایام غربت میں رہ کر ایام دولت کو یاد کریں اور نیک روزی کی قدر جانکر اپنی بدکرداری سے باز رہیں۔ گو وہ بادشاہ کے حکم سے روانہ ہوئے مگر اونہوں نے ہزارہ کے ملک میں توقف کیا اور اپنے دوستوں سے سفارش کراکے بادشاہ کو اسپر راضی کرلیا کہ وہ اُلٹے چلے آئیں۔ بادشاہ ہندوستان کی فتح کو سب کاموں پر مقدم سمجھتا تھا اور کشمیر کی سیر کو بھی اُسکا دل بہت چاہتا تھا۔ مگر کابل کی حالت ایسی قابل اطمینان نہ تھی کہ وہ کسی دور دراز کی مہم میں مصروف ہوتا اور وہاں کوئی فساد نہ کھڑا ہوجاتا۔ مرزا کامران کی موافقت پر اعتبار نہ تھا۔ کابل میں بہت آدمی اوسکی اعانت کرنے کو موجود تھے

اگر بادشاہ ہندوستان کو جاتا تو ضرور مرزا کامراں کابل میں دند مچاتا۔ اوس نے چکرخاں کے ساتھ عداوت پر کمر باندھی تھی۔ جب ہمایوں نے کامراں کو کابل میں کوئی اور ملک جاگیر میں دینے کے لئے بلایا تو وہ نہ آیا۔ ہندوستان کو چھوڑکر ہمایوں نے بلخ کی یورش کا ارادہ کیا۔ جہاں اُس کو یہ اندیشہ تھا کہ وہاں کا حاکم کامراں کی امداد کرکے اُس کی سلطنت کو نہ چھین لے۔

۹۵۶ھ کے اوائل میں کہ ہوا میں اعتدال تھا ہمایوں نے لشکروں کو چار طرف بلایا اور کابل سے کوچ کیا۔ اس مہم کا موضوع بلخ تھا۔ مگر وہ بہت مخفی کیا گیا۔ اس ملک کو اوزبکوں نے ایرانیوں سے چھینا تھا۔ اور وہاں پیر محمد خاں ایک جوان اوزبک بادشاہ تھا اور اوسنے کامراں جب کابل سے بھاگا تھا تو اوسکی مدد کی تھی۔ پس یہ سبب اوسپر حملہ کرنے کے لئے کافی تھا علاوہ اس کے یہ ملک وسیع اور زرخیز تھا جسپر قبضہ ہونے سے دریا آمو کے بائیں کنارہ سے لیکر صحرا تک اسکی قلمرو میں آجاتا۔ یہ بھی ایک قوی سبب اوسپر حملہ آوری کا تھا اپنے ایک معتبر بانو بیگ کو مرزا کامراں پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ بموجب قرارداد کے میں بلخ کو جاتا ہوں آپ بھی اتفاق اور یک جہتی کو پیش نہاد ہمت کرکے حدود بدخشاں میں اپنا لشکر تیار کرکے آملئے اور مرزا ہندال اور مرزا عسکری اور مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم کو بھی حکم ہوا کہ راہ دست کریں اور سپاہ آمادہ اور اپنے تئیں جلد پہنچائیں۔ خود سفر شروع کیا اور پیرت چالاک میں ایک بہتے تک توقف اسلئے کیا کہ حاجی محمد خاں غزنیں سے آجائے اور انتظام مہام اور تقسیم امور ہوجائے اور یہاں سے خواجہ دوست کو کولاب بھیجا کہ مرزا کامراں کو لشکر شاہی میں لائے۔ اس اثناء میں مرزا ابراہیم بادشاہ پاس آگیا۔ اس یورش کی مہمات ضروریہ سے فراغت پاکے بادشاہ اتالف میں آیا۔ یہاں سے عباس سلطان اوزبک جس سے ہمایوں کی بہن بیاہی تھی بے خبتہ اس خیال میں بھال گیا کہ اوسکی قوم سے لڑائی ہوتی ہے مرزاؤں کے انتظار میں بادشاہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا پنجشیر کی راہ سے اندراب میں آیا۔ اور یہاں سے ناری میں اور کشل ناری سے گذر کر دشت قبل میں آیا۔ بدخشاں میں بہار کی بہار مشہور ہی اس نواح میں مرزا ہندال اور مرزا سلیمان آگئے۔ سپاہ کو تقویت دی۔ مرزا سلیمان کی التماس سے مرزا ابراہیم بدخشاں بھیجا گیا کہ ولایت کی حفاظت

میں اہتمام کرے اور اس ملک میں سپاہ کو تقویت دے۔ بادشاہ نے نواحی یقلان میں پہنچکر الغ بیگ
اور مرزا سلیمان اور حاجی محمد خاں اور ایک جماعت نبرد آزما اور کار طلب کو آگے ایک کوہ الغ
ایک تو ایلغ بلخ سے ہے اور معموری اور میووں اور آب وہوا کی خوبی میں ممتاز ہے اور اس
ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اس اثنا میں شیر محمد چکینہ پلنگ کا شکار کرکے لایا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا
کہ ترکوں کو سر لشکر پر پلنگ کا مارنا مبارک نہیں ہوتا مگر ہمایوں نے اسپر کچھ توجہ نہیں کی۔ بلخ
کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ دوسرے روز لشکر ایبک پر پہنچا۔ پیر محمد خاں حاکم بلخ نے خواجہ باقی
اپنے اتالیق کو اور بکار آمد آدمیوں کی جماعت کو احتیاطاً ایبک میں بھیجا یہ بھی اوسیوقت ایبک
میں پہنچے۔ پیر محمد خاں نے جب سنا کہ بادشاہ کا لشکر اوزبکوں کے لشکر کے قریب آگیا ہے تو
اوسنے اپنے وزیر اتالیق خواجہ باقی کو اور بڑے بڑے سرداروں کو بھیجا کہ وہ ایبک کی اور
ملک کی سرحد کی حفاظت کریں اور حملہ آوروں کو روکیں۔ جب یہ اتالیق ایبک کے قریب آئے تو
اوسکی توقع کے خلاف بادشاہ کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ وہ مجبور ہوکر قلعہ ایبک میں محصور ہوا
یہاں قلعہ میں نہ پانی پینے کو نہ غلہ کھانے کو تھا۔ اوسنے ناچار امان طلب کرکے قلعہ حوالہ کردیا
بادشاہ نے جشن شاہانہ کیا اور اتالیق سے ماوراء النہر کی تسخیر کے باب میں مشورہ کیا۔ اتالیق
نے عرض کیا کہ ایسی باتیں مجھسے کیوں پوچھی جاتی ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا اسلئے کہ تجھ میں
راستی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اوسنے کہا کہ پیر محمد خاں کے پاس جو بکار آمد آدمی تھے وہ سب
حضور کے پاس ہیں اونکی گردن اوڑوایئے تو ماوراء النہر بے جنگ وجدل حضور کے قبضہ تصرف
میں آجائیگا۔ بادشاہ نے کہا کہ نقض عہد آئین فتوت میں ناستودہ ہے خصوصاً سلاطین عالی قدر
سے اور زیادہ تر ناپسندیدہ ہے۔ جس گروہ کو ہم نے اماں دی ہے اوس کے خلاف انصاف کو
میرے دل میں تو خیال نہیں آتا۔ اتالیق نے عرض کیا کہ میری اس درست تدبیر کی رائے
متین پر عمل نہیں کرتے تو میری معرفت صلح کرلیجئے۔ خلم سے اس جانب کا ملک حضور کو پیر محمد خاں
سے دلادونگا اور جسوقت ہندوستان پر حضور یورش کرینگے تو ایک ہزار آدمی لیکر حضور کی
خدمت پسندیدہ یکجا لاونگا۔ بادشاہ نے یہ بات بھی اوسکی نہ مانی۔ ایبک میں بادشاہ کو مرزا
کامراں کے نہ آنے کے سبب سے توقف کرنا پڑا۔ خردمند پیش بیں حسابدان کہتے ہیں کہ اگر

توقف نہ ہوتا تو یقیناً پیر محمد خاں کو مقاومت کی طاقت ومقابلہ ومحاربہ کی قدرت نہ ہوتی۔
وہ بالکل برباد ہوجاتا یا حسب دلخواہ صلح پر راضی ہوجاتا اسلئے کہ عبدالعزیز خاں اور اور
خانان اوزبکیہ اوسکی کمک کو نہ پہنچ سکتے۔ جب توقف کو امتداد ہوا تو اس جماعت کو دہشت
ہوئی اور وہ غنیم کی کمک کو آگئے۔ بادشاہ نے امراء اوزبکیہ جو ایبک سے ہمراہ گئے تھے خواجہ قاسم
شیخ اپنے معتمد کے ہمراہ کابل بھیجے اور اتالیق کو اپنے پاس رکھا۔ ایبک میں مرزا کامراں کے انتظار میں
ہمایوں چند روز متفکر رہا اور پھر خلم کی راہ سے بلخ کی طرف چلا۔ خلم میں دو تین روز رہکر بالاشاہ ہو
میں آیا دوسرے روز آستانہ میں جہاں شاہ اولیا کا مزار ہے آیا۔ لشکرگاہ کے واسطے زمین ایک مدت
کے زیب تجویز ہوئی۔ ابھی بادشاہ کا بارگاہ نہیں قائم ہوا تھا اور بازار کے آدمی جو آئے تھے
وہ اپنا اسباب اوتار رہے تھے۔ بادشاہ جو شاہ اولیا کے مزار کی زیارت کو گیا تھا واپس آکر
اپنے خلوت خانہ ہی میں تھا۔ کچھ خبر نہ تھی کہ دشمن جل میں منجانب کہ کیا۔ لشکر کے بازار کی
طرف ایک غل شور برپا ہوا اور اس طرف دفعتاً حملہ ہوا۔ کابلی خاں اور اور افسر جلدی کر اس
حملہ کو روکنے کے لئے تیار ہوئے۔ کابلی خاں گھوڑے سے گرا اور اوسکا سر کاٹ کر بلخ پہنچا گیا۔ ایک
تانی اوزبک خاں بہادر زخمی ہونے کے سبب سے گرفتار ہوا وہ بادشاہ کے روبرو آیا تو اوس سے
بادشاہ نے پوچھا کہ کس نے میرے لشکر پر حملہ کیا تو قیدی نے کہا کہ شاہ محمد سلطان حصاری بن پیر محمد
سلطان نے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا وہ دیوانہ ہے۔ اوزبک نے جواب دیا کہ وہ ایک نوجوان بڑا
حوصلہ العزم ہے اور اپنے اوپر بڑا بھروسہ رکھتا ہے۔ ابھی وہ پیر محمد خاں سے ملا نہیں ہے وہیں آیا
ہے اسکو یہ شوق ہے کہ میں کارہا نمایاں کرکے بلخ میں داخل ہوں ہمایوں کو معلوم ہوا کہ وہ بادامو
سے کوچ سے اوزبک آنے شروع ہوئے ہیں۔ بادشاہ کے لشکر نے اپنا سفر جاری رکھا اور دوسرے
روز صبح کو ملک بلخ کے قریب جویباروں میں وہ آیا۔ مرزا کامراں کے انتظار میں بادشاہ کا لشکر آہستہ
چلتا تھا۔ وہ بلخ پہنچ گیا مگر مرزا کا پتا نہ تھا۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مرزا کا ارادہ آنے کا نہ تھا
ہمایوں کے دل میں یہ خوف ہو رہا تھا کہ ہم کو بلخ کی مہم میں مصروف دیکھکر وہ کابل میں ایک فتنہ
اوٹھائیگا۔ بایزید جو اس لشکر میں موجود تھا لکھتا ہے کہ لشکر کو اوزبکوں کا خوف ایسا نہ تھا کہ
جیسا کہ مرزا کے کابل میں جانے کا ڈر تھا۔

دن کو ظہر کی نماز کے وقت مرزا سلیمان ۔ مرزا ہندال ۔ حاجی محمد سلطان کوکہ سنبھل کے ہراول کے سردار تھے اوزبکوں کے ہراول پر جسکے سردار سلطان سکندر کے بیٹے عبداللہ سلطان اور خسرو سلطان تھے تختہ پل کے قریب حملہ کیا۔ اونہوں نے پل کے پار اوزبکوں کو دکیلا۔ وہ بلخ کی طرف دریا کے پار گئے ۔ حاجی محمد خاں نے اس لڑائی میں اپنے بہادری دکھا کر خان کا خطاب پایا۔ بادشاہ کی کل سپاہ بلخ کے جوبارہ سے گذر کر آدھے کوس پر بلخ سے تھی ۔ یہاں رات کو وہ مقیم رہے یہاں بادشاہ نے مشورہ کیلئے اپنے امراء کو بلایا۔ عام رائے یہ تھی کہ کامراں جو یہاں نہیں آیا کیا وہ کابل چلا گیا ہوگا یا چلا جائیگا۔ کابل پر اوسکے قبضہ پانے سے جو خرابیاں پیدا ہونگی اونکے انسداد کے واسطے سب جوکہوں کا اٹھانا انسب ہے۔ مراجعت کے لئے یہ وقت نہایت ہی مناسب اسلئے ہے کہ عبدالعزیز خاں پسر عبید خاں جو اوزبکوں میں سب سے بڑا خان ہے وہ بخارا سے چلا آتا ہے ابھی وہ دریاے آمو سے پار نہیں اترا۔ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ سپاہی تک سب کے دلمیں کابل کا خوف چھا رہا تھا۔ وہاں سب کے اہل وعیال تھے۔ یہ فیصلہ ہوا کہ یہاں سے مراجعت کرکے درہ گز میں جسکے پہاڑوں میں داخل ہوتے ہی چلکر مقیم ہونا چاہئے ۔ یہ ایک تنگ وادی ہے جسکی آسانی سے حفاظت ہوسکتی ہے۔ اگر مرزا کامراں کابل گیا تو اس مقام کو وہ کابل بھی جاسکتے ہیں اگر وہ نہ گیا تو یہاں رہ کر ایماق قوموں اور مقاماتکے سپاہیوں سے اپنے لشکر کی کمک اور تقویت کرسکتے ہیں۔ اور جسوقت اوزبکوں کے معاون لشکر دریاے آمو کو دوبارہ عبور کرکے اپنے گھر جائیں تو پھر اس لشکر کو جسکو تازہ کمک اور تقویت ہوئی ہے لیکر بلخ فتح کرنے کیا بلکہ ماوراء النہر کو فتح کرنے جائیں تو بہت فائدے حاصل ہونگے۔ آدھی رات کو مجلس شوریٰ برخاست ہوگئی ۔ مرزا ہندال ۔ سلیمان مرزا ۔ حسین قلی سلطان مہردار کو چنداول سپرد ہوا یعنے وہ اس سپاہ میں رہے جو سب سے پیچھے ہو۔ بلخ کی مہم کے بیان کو اکثر بایزید کے بیان سے جسنے نقل کیا ہے وہ خود اس ہنگامہ میں شریک تھا اسلئے اسکا بیان سب سے زیادہ معتبر ہے۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ اوزبکوں پاس بیس ہزار لشکر تھا اور اکبرنامہ میں ابوالفضل نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے روز اوزبکیہ ہجوم کرکے پیشدستی اور جنگ پر تمام وکمال آمادہ ہوئے ۔ عبدالعزیز خاں پسر عبید خاں قول ۔ پیر محمد خاں برانغار وسلطان حصار جرانغار ہوئے۔ بادشاہ نے لشکر کو

جابجا نصب کیا قلب میں وہ خود رہا۔ برانغار مرزا سلیمان کو اور جرانغار میں مرزا ہندال کو اور ہراول میں قراچہ خاں اور امیروں کو مقرر کیا۔ دوپہر کے بعد لشکر مرتب ہوا اور شام تک لڑائی رہی اور بادشاہ کے ہراول نے اوزبکوں کے ہراول کو بھگا دیا وہ جوبارے گذر کر کوچہ بند بلخ میں آئے۔ بادشاہ اپنی راے کے موافق چاہتا تھا کہ تعاقب کرکے جوبارے لشکر پار جانے لیکن کوتہ اندیشوں نفاق پیشہ رفیقوں نے وفاق کے لباس میں خلاف مصلحت کا جلوہ دکھایا اور تاوان دوستوں نے دشمنوں کی قوت کی ناواقفیت کے سبب اُن کی راے کو اختیار کیا اور جوبارے لشکر کو نہ گذرنے دیا۔ اور کم ہمتی کی وہ باتیں بنائیں کہ مخالف کی سپاہ بہت ہے۔ کابل میں نور آکامراں کے جانے کا اور سپاہ کے اہل وعیال کے گرفتار ہونیکا اندیشہ ہے مرزا کامراں کے قریب آنے کا انتظار کرنا چاہئے اور ایسی ایسی باتیں بنا کے بادشاہ کو مراجعت کی تحریص کی اور بادشاہ کو راضی کیا کہ درہ گز میں کہ ایک محکم جگہ ہے دو تین روز چندروز قیام کرے۔ اور اس حدود کے ایماقات اور سپاہیوں کی اور جماعت جمع کرکے اسباب فتح کرنے نے۔ توقف میں مرزا کامراں کی خبر مشخص ہو جائیگی۔ اگر مرزا کامراں کابل کی طرف جانا محقق ہوگیا تو ان حدود میں رہنا مناسب وقت نہ ہوگا۔ اور بعد ازاں خاطر جمع سے فتح کیا بلکہ دوبارہ آسانی سے تسخیر کرینگے۔ غرض ہر حال میں جنگ سے ہاتھ اٹھا کر درہ گز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے بادشاہ نے خواطر جمہور سے مجبور ہوکر اس طرف توجہ کی۔ بلخ لیا ہوا ارباب نفاق کی بے اتفاقی سے چھوڑ دیا۔ شیخ بہلول کو بھیجا کہ ہراول جو جوبارے گذر گیا ہے اور اوزبکوں کو بھگا کر شہر بند میں لایا ہے اوسکو اور لشکر لے آئے۔ مرزا سلیمان اور بہادر وں کی جماعت کو چنداول میں مقرر کیا۔

اب بادشاہ خواہی نخواہی درہ گز کی طرف روانہ ہوا۔ صبح کو اوسکی سپاہ اس جوے کے کنارے پر پہنچی جو درہ گز میں بہتی ہے۔ رات کو اوزبکوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ مراجعت کرتا ہے اونہوں نے ایک لشکر تعاقب میں روانہ کیا۔ جو سپاہ کہ تجربہ کار باقاعدہ ہوتی ہے اوسکو دشمن کے لگے ترتیب اور انتظام کے ساتھ قرار کرنا دشوار ہوتا ہے پھر جانیکو سپاہ بے قاعدہ اوسکا انتظام اور ترتیب کے ساتھ بھاگنا ناممکن ہے۔ درہ گز کا رخ کابل کی طرف تھا اس لئے یہ معاودت کابل کی طرف مشہور ہوئی۔ سپاہ نے درہ گز کی طرف جب سفر کیا تو اوسنے کابل کی طرف اپنا منہ کیا

اسکو یہ یقین تہا کہ کابل میں مرزا کامران فرمانروائی کر رہا ہے اور اوسکے اہل وعیال مرزا کے اختیار میں ہیں اسلئے وہ پریشان خاطر ہوا اور بادشاہ سے سپاہی اکیلے یا گروہ باندہ کر علحدہ ہونے اور اپنے اپنے گھر پہاڑونکی راہ سے جانے لگے۔ ہرچند بادشاہ نے کوشش وتدبیر کی کہ سپاہ کو اُن حرکتوں سے روکے مگر وہ فائدہ مند نہ ہوئی۔ اوزبک جو بادشاہ کی سپاہ کے پیچھے آئے تہے سب کو انہوں نے چند اول کوہ درہ گزر پر جالیا۔ اور حملہ کیا۔ اونکا مقابلہ تہوڑا سا ہوا۔ اونہوں نے بادشاہ کی سپاہ کو پریشان کیا اور سوار سے پیادہ بنا دیا اور قتل کیا۔ اسوقت ہمایوں سپاہ سے کچھ دور نہ تہا ہوے کے ہمراہی ملازموں کے ساتھ تہا اس پاس خبر آئی کہ اوزبک مرزا ہندال کے قریب آگئے ہیں اور فلک مرزا کیا تو وہ بہت پریشان خاطر ہوا۔ مرزا ہندال نے مہروار سے کہا کہ بادشاہ بچہ نہیں ہے وہ سپاہ سے ضرور وقت پر وہ آئے گا۔ بادشاہ نے آدمی بھیجکر دریافت کرایا کہ مرزا کیا کہتا ہے اور خود تیار ہوکر دریا پار اوترنا چاہتا تہا کہ اوزبکوں نے کنارہ پر آکر ایک بلندی پر بادشاہ کے تیر مارا جسکو بایزید نے اپنے سپر سے روکا۔ مگر وہ تیر بادشاہ کے گھوڑے کے لگا۔ جیسا نوشتہ نے اپنا گھوڑا بادشاہ کو دیا۔ اوزبکوں کو بادشاہ کی سپاہ نے ہٹا دیا اور بادشاہ اپنی راہ میں آگے بڑہا۔ تہوڑی دور چلا تہا کہ اوسنے حسین قلی مہروار کو حکم دیا کہ پریشان سپاہ کو جمع کرکے اوزبکوں سے لڑے تو اوسنے جواب دیا کہ یہ بہتر ہوگا کہ جو آدمی بادشاہ کے ساتھ ہیں وہ آگے بڑہیں نہ یہ حضور کو چھوڑینگے اور نہ وہ اکیلے پہرینگے۔ اسوقت ایک آدمی بھی میرے حکموں کو نہیں سُنے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اب تو ہی میرے احکام کو نہیں سنتا۔ حسین قلی نے بادشاہ سے کہا کہ حضور میرا قصور معاف ہو اوسنے بایزید کو ساتھ لیا اور ملازموں کو بادشاہ کے ساتھ چھوڑ دیا گھوڑے خضر خواجہ خاں صاحب بیگ۔ محمد قاسم توچی۔ شاہیم بیگ جالیر اور اور افسروں میں سے ہر ایک سے حسین قلی نے کہا کہ اولٹے چلکر اوزبکوں سے لڑو مگر ان میں سے کسی نے نہ سنا کہ وہ کیا کہتا ہے انمیں سے ہر ایک دوسرے کے گھوڑے کو اپنی طرف کھینچتا تہا۔ آخر کو یہ مہروار مجبور ہوکر دوہرا بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے مشفقانہ اوسکی بڑی تحسین کی۔ بایزید اس مراجعت میں بادشاہ کے ہمراہ تہا اوسنے ان مصائب کو بہت خوبی سے بیان کیا ہے۔ جو بادشاہ پر ان پہاڑوں کے اندر ان مہینوں میں گذرنے سے پڑیں جو پہلے سے نامعلوم تہیں اور بہت کم ناپسند آمد وقت رہتی تہی

اور جنگلی وحشی رہبری کرتے تہے۔ کہانے پینے کی تکلیف رہتی تہی سکان کے مارے بُرا حال ہوتا تہا۔ آخر کو کہردد اور غوربند کی راہ سے وہ کابل کے پاس آیا اور یکم رمضان کو کابل میں داخل ہوا۔ اس عام پریشانی اور ہزیمت میں جو درہ گزیں وقوع میں آئی۔ اس میں ہندال مرزا قزلباش بیگ۔ منعم خاں۔ شاہ بداغ خاں۔ ملک خاں کو بہین خدمات عظیم بجالائے۔ جب امرا نے اس شکستہ حالی کو دیکہا کہ لاعلاج ہے تو اونہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ مرزا سلیمان بدخشاں کو چلا۔ مرزا ہندال قندوز کو دوڑا۔ منعم خاں اوسکے ساتھ گیا۔ اور امرا یے ہم کابل میں آئے شاہ بداغ خاں دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہوا۔ اور بعض اور امیر بھی دشمنوں کی قید میں تہے بادشاہ نے اتالیق کو اور اوزبکیہ امیروں کی جماعت کو جو ایلک میں اسیر ہوئے تہے چھوڑ کر اپنے وطن کو بھجوا دیا۔ اونہوں نے پیر محمد خاں سے آنکر جو بادشاہ کی مرحمت اور عنایت کا ذکر کیا تو اوسکو تعجب ہوا اور اوسنے بھی بادشاہی آدمیوں کو جو اس پاس تہے۔ آدمیانہ سلوک کے ساتھ دارالملک کابل کو بھجوا دیا۔ اس زمانہ میں یہ بھی انسانیت اور آدمیت کی عجیب مثال ہے۔ سچ ہے کہ نوازش سے نوازش پیدا ہوتی ہے اور انتقام سے وہ خباثت پیدا ہوتی ہے کہ انسانیت کو بٹا لگاتی ہے۔

بادشاہ نے کابل جاکر دیکہا کہ سب طرح امن اماں ہے کامران نے کوہستان سے باہر آنیکی جنبش نہیں کی۔ بادشاہ نے موسم سرما بالاحصار میں بسر کیا۔ اب مرزا کامران کا حال سنو کہ اوسنے کیا کیا کام کیا۔ بادشاہ نے اپنی فرط شفقت سے مرزا کامران کی بڑی بڑی تقصیرات کو معاف کرکے کولاب اوسکو مرحمت کیا تہا۔ اور چاکر بیگ ولد دلیں بیگ کو اوس کے ہمراہ کیا تہا کچھ مدت نہ گذری تہی کہ مرزا نے چاکر بیگ سے بدسلوکی کی اور اوسکو کولاب سے باہر نکال دیا جب وہ کابل میں تہا تو اپنے آنے کے جہوٹے وعدے کامران کرتا تہا۔ بادشاہ اوسکی جہوٹی باتوں کو بھی سچ جانکر بلخ کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا نے اس فرصت کو غنیمت جان کر پھر کابل پر جا جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ بلخ کی یورش میں اسکی سلسلہ کمر کی تحریک سے امرا تنگ آئے افغان تنگ حوصلہ ارادوں سے جو طرح طرح کے نفاق کی باتیں کیں وہ اوپر بیان ہوئیں مرزا کامران نے کولاب میں مرزا عسکری کو چھوڑ کر مرزا سلیمان کے قتل کی طرف متوجہ ہوا

مرزا سلیمان جنگ طالقان کے بعد قلعہ ظفر میں آگیا۔ کامران نے بابوس بیگ کو طالقان بھیجکر
اور خود قلعہ ظفر کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم نے ترا مصلحت وقت نہ دیکھا
اسحاق سلطان کو قلعہ ظفر میں متعین کرکے خود تنگ نائے بدخشاں میں آگئے اور فوج بھی ہمراہ
چلے گئے۔ کامران کو جب سلیمان کی طرف سے ایک طرح کا انفراغ ہوا تو وہ قندوز کی طرف
متوجہ ہوا۔ اور اول مرزا ہندال سے دوستی نما فریب کی باتیں بناکر اوسکو پرچانا چاہا۔ مگر مرزا
ہندال اوس کی باتوں میں نہ آیا اور اپنے ثبات عہد پر قائم رہا۔ مرزا کامران نے خوب تیاری
کے ساتھ قندوز کا محاصرہ کرلیا۔ مرزا ہندال نے بھی مراسم جنگ اور قلعہ داری میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ کیا۔ مرزا کامران جب اسکا کچھ نہ کرسکا تو اوزبکیہ کا متوسل ہوا۔ اور اونسے کمک
مانگی تو اوزبکیوں کی ایک جماعت کثیر آنکر محاصرہ میں شریک ہوئی۔ مرزا ہندال نے مخالفوں
میں خلل ڈالنے اور دھوکہ دینے کے لئے یہ پسندیدہ تدبیر کی کہ مرزا کامران کی طرف سے ایک خط
اپنے نام لکھا جسمیں مضمون بالتفصیل یہ تھا کہ ہم دونوں اتفاق کرکے اوزبکیہ کو فریب دیں گے جس طرح
کی طرح یہ فریب نامہ قاصد کو دیا کہ وہ عمداً اوزبکیہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ جب قاصد کی کاوش
کے بعد خط پکڑا گیا اور اوسکے مضمون سے ظاہر ہوا کہ ان دونوں بھائیوں نے اتفاق کرکے یہ
چاہا ہے کہ اوزبکیہ کو تیر بلا کا ہدف بنائیں اور کمند ابتلا میں اسیر کریں تو اوزبکیہ اوس کے مطالعہ
سے برہم ہوکر محاصرہ چھوڑکر اپنی ولایت میں چلے گئے اور قلعہ کا کام پورا نہ ہوا۔ اور کامران
پاس خبر آئی کہ چاکر بیگ نے کولاب کا محاصرہ کررکھا ہے اور مرزا عسکری شکست پاکر
قلعہ کے اندر چلا آیا ہے۔ مرزا سلیمان اور اسحاق خاں ایک ہوکر قلعہ ظفر پر قابض ہوگئے
ہیں، اور اسحاق خاں کو جو اوسکے ساتھ متفق ہوا تھا مقید کرلیا ہے۔ اس اخبار سے مرزا
کامران سراسیمہ ہوا اور قندوز سے مایوس ہوا۔ یاسین دولت اور بابوس کو ایک جماعت
کے ساتھ مرزا سلیمان سے لڑنے کے لئے بھیجا اور خود کولاب کو دوڑا آیا۔ چاکر بیگ نے
کنارہ کشی کی۔ مرزا عسکری قلعہ سے نکلکر مرزا کامران سے ملا۔ یہ دونوں مرزا سلیمان کے
دفع کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ رستاق کے پاس آئے تھے کہ اوزبکیہ کی جماعت کثیر
جنکا سردار سعید بیگ بیرونادلی تھا کامران کے لشکر کی گذرگاہ پر آئی اور بالکل اسے لوٹ لیا

کامران وعسکری وعبداللہ مغل معدود آدمیوں کے ساتھ طالقان میں آئے۔ سعید بیگ کو
معلوم نہ تھا کہ یہ کامران کا لشکر ہے جب اوسکو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اعراق کو باعزاز
اپنے معتمدوں کے ساتھ اور تمام لوٹ کا اسباب وقیدیوں کو کامران پاس بھیجا اور معذرت کی کہ بیخبر
غلطی کی کہ آپ کا اسباب لوٹا۔ مگر مرزا کامران کی مصائب کا دور کرنا لاطلاع تھا۔ اوسکی سپاہ
ساری پراگندہ وپریشان ہوچکی تھی۔ سلیمان وہندال نے جب مرزا کامران کا یہ حال دیکھا
تو وہ اوسکے دفع کرنے کو چلے۔ کامران نے بدخشاں میں رہنا اپنا مناسب نہ جانا تو خوست میں
چلا آیا۔ کہ ضحاک بامیان کی راہ سے ہوکر ہزارہ کے ملک میں جائے اور وہاں سے کابل کا واقعی
حال دریافت کرکے کابل میں آئے یا کسی اور طرف متوجہ ہو۔ امراء اتفاق پیشہ ہمیشہ اوس کو
کابل آنے کے لئے برانگیختہ کرتے رہتے تھے اونے فریب دینے کے لئے بادشاہ پاس یہ پیغام بھیجا
کہ میں بادشاہ کی خدمت میں اولنا حاضر ہوتا ہوں کہ گذشتہ کا عذر کروں اور آستانہ حضور
کی خدمت گذاری کروں امید الطاف شاہانہ سے یہ ہے کہ میری تقصیرات اور جرائم معاف ہوں ؎

باز آمدم کہ سجدۂ آں خاک پاکنم　　گر طاعتے قضا شدہ باشد ادا کنم

امید ہے کہ اس مرتبہ نیکو خدمتی کے وسیلہ سے شرمندگی کے بارگراں سے نجات پاؤں
بادشاہ اپنی صفائی نیت سے اوسکی باتوں کو سچ جانتا تھا اوسکے مس زر اندوہ کو زر خالص سمجھتا تھا
جب کابل میں مرزا کامران تھا تو بادشاہ کے دور بین دولت خواہوں نے عرض کیا کہ پاک سیرتی
اور نیک گمانی کی بھی کوئی حد ونہایت ہوتی ہے۔ کامران کی تزویر وغدر وتشویر ومکر بار بار
تجربہ میں آچکے ہیں اب حزم واحتیاط کا اقتضا یہ ہے کہ حضور حکم فرمائیں کہ اہل غدر کے دفع کرنے
کے لئے لشکر تیار ہو اور حضور اپنا سراپردہ باہر نکالیں تاکہ دشمنوں کے مکر وغدر سے خلق امن ہو
اگر واقعی مرزا اپنے ناصواب کاموں سے پشیمان ہو دوستانہ آتا ہے تو بادشاہ اسپر عنایت فرمائیں
لیکن اس قضیہ میں اگر اوسکے دماغ میں سودائے فاسد ہے تو اس طرف سے مراتب احتیاط مرعی ہونگے بادشاہ
سنکر یہ رائیں سنکر غور بند کا ارادہ کیا اسی طرف سے کامران آتا تھا ۹۵۸ھ کے وسط میں کابل سے
روانہ ہوا کابل میں شہزادہ اکبر کو قائم مقام مقرر کرکے محمد قاسم برلاس کو سارا انتظام
سپرد کیا۔ قراچہ خاں ومصاحب بیگ سا ایکسا دو جماعت بادشاہ کے پاس ایسی تیرہ وروں

اور روشن بزوں رہتی تھی کہ ہمیشہ شورش و آشوب کے برانگیختہ کرنے پر آمادہ رہتی تھی آسے فرصت
ہوکر مقدمات حق ناشناسی کے مرتب کرکے مرزا کامراں کو لکھے کہ یہاں وہ ضرور آسے
ہم سب جماعت کثیر کے ساتھ آپسے ملینگے ۔ اور بادشاہ کے ساتھ جو آدمی ہیں انکو بھی
اس سے بدا کرینگے ملک کابل آسانی سے آپ کے ہاتھ آجائیگا۔

یہ زمانہ بھی عجب تھا کہ کمال ناانصافی سے وہ عہد شکنی و بداندیشی و ناورستی اقران اور
اور امثال کے ساتھ جو روا نہیں ہوتی امرائے محابا اپنے صاحب دولی نعمت کے ساتھ عمل میں لاتے
تھے اور ایسے اندھے ہوگئے تھے کہ اوسکی قبح کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان قبایح کو محسنات شمار
کرتے تھے اور اپنی تدابیر اوگر بزی شمار کرتے تھے ۔ اگرچہ وہ اخلاص و درست معاملگی کو سمجھتے تھے
اور اپنے نوکروں سے اوسکی امید رکھتے تھے ۔ مگر اپنی خوئے بد کے ایسے مغلوب ہوگئے تھے
کہ یہ نرد و غل بازی و بیوفائی ایسے صاحب پاکباز کے ساتھ کھیلتے تھے ۔ عجب بلکہ سہزار عجب
تیرہ دلی اور خیرہ رائی پر ہے کہ بادشاہ کی خوبیوں اور بزرگیوں کو وہ نہ جانتے تھے نہ سمجھی معاملہ
فہمی سمجھتے تھے ۔ اپنے نوکروں سے اپنے زعم سے احسان کا عوض چاہتے تھے مگر اوسکے برخلاف
بادشاہ کے بڑے بڑے احسانوں کو نہیں مانتے ۔ سچ یہ ہے کہ جسکے سرشت میں مخالفت و شرارت
داخل ہو اسے ایسے امور کا سرزد ہونا کیا بعید ہے ۔ جو ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اوسکو بورڈھے
آجانے سے کیا خوشی ہو ۔ ان امیروں کی چشم اخلاص نفاق کی سیل سے بے نور تھی ۔ اور اس
فرقہ کا سینہ محبت غرور کے ورم سے ایسا تنگ ہوگیا تھا کہ اس میں حقوق نعمت کے جاننے
کی گنجائش ہی نہیں تھی ۔ ان خودکاموں کا نفس امارہ کا توسن ایسا سرکش ہوگیا تھا کہ نہ سرانش
کے زور بازو سے اوسکی لگام کھچ سکتی تھی نہ نصیحت کا سرپنجہ اوسکی باگ کو موڑ سکتا تھا۔

بادشاہ کابل سے کوچ کرکے آب باراں میں آیا ۔ قراچہ خاں و صاحب بیگ اور ایک گروہ
نے کہ شرارت کے شرارہ کو چمکا رہتے تھے ۔ بواسطہ وبے واسطہ بادشاہ سے عرض کیا کہ معاملہ کو
درمیان ہے اور شعاب جبال متعدد ہیں ۔ مرزا معدودے آدمیوں کے ساتھ ہوگا ۔ دولتخواہان جاں نثار
کو مختلف راہوں پر متعین کیجئے کہ مرزا کو راہ سے نکلنے نہ دیں اور اس تدبیر بنانے میں ان
بداندیشوں کا خیال یہ تھا کہ بادشاہ کی سپاہ جو فراہم ہے اوسکو پراگندہ کرادینگے تاکہ کامراں کا

کام آسانی سے سرانجام پائے ۔ بادشاہ نے ان حرام نمکوں کی تدبیر کو نیک سمجھ کر قبول کرلیا
حاجی محمد خاں کوکہ کوہستانک و بامیاں میں بھیجدیا ۔ اور ہنسم خاں کو سمال اور لنگ میں متعین کیا ۔
قراچہ خاں و صاحب بیگ قاسم حسین سلطان احوال بادشاہی کا روزانہ لکھکر کامراں
پاس روزانہ بھیجتے تھے اور بادشاہ سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ مرزا کی نسبت اس
مرتبہ سوا خدمت گاری کے کوئی دوسرا امر نہیں ہے ۔

اس طرح بادشاہ کی خدمت میں اہل اخلاص تھوڑے رہ گئے اور اہل نفاق کا جو
لباس عقیدت میں حیلہ پردازی کرتے تھے ہنگامہ گرم ہوا ۔ بادشاہ کے لشکر کی فراوانی
سے کامراں پریشان و سرگردان تھا نہ ترک خدمت کی راہ اور نہ اوراک ملازمت کا رستہ
دیکھتا تھا وہ اس گروہ کے نفاق سے آگاہ ہوکر منافقوں کی ہدایت کے موافق ہمایوں
کی راہ سے درہ چیاق کی جانب آیا جو غوریند کے توابع سے ہے ۔ مرزا نے یامین دوست
و مقدم کو کہ بابا سفید کو ہراول بنایا اور خود قول ہوا اور باقی سپاہ کو توپخانے روانہ کیا ۔
دوپہر ہوئی تھی کہ منشی اصغر علی جو محافظ درہ تھا ہانپتا کانپتا ہوا آیا اور چلایا کہ مرزا آگیا
اس سے ہمایوں کے لشکر میں ایک ہلکہ پڑگیا ۔ ہمایوں نے اس افسر کا سر اڑادیا ۔ بوالفضل نے
لکھا کہ رہایا میں سے ایک شخص نے مرزا کے آنے کی خبر دی ۔ تو قراچہ خاں کہ بداندیشوں کا
سرغنہ تھا عرض کیا ۔ کہ اس قسم کے آدمیوں کی باتوں پر کان لگانا نہیں چاہئے اس سے خاطر
پراگندہ اور وہم پیدا ہوتا ہے ۔ اگر اس خبر کے موافق بادشاہ قصد جنگ کرے اور اسپر مرزا
مطلع ہو تو وہ بادشاہ کی ملازمت میں تساقط ہوگا ۔ جب مرزا کے آنے کی خبر متواتر آئی
تو بادشاہ کو یقین ہوا کہ مخالفت کے عزم سے ہے ۔ حکم ہوا کہ جماعت جو ہمراہ ہے سوار ہو اور بادشاہ
خود سوار ہوا ۔ تھوڑی دیر میں معرکہ قتال گرم ہوا ۔ پیر محمد آختہ و محمد خاں جلائر اور ایک اور جماعت
مرزا کی آگے دواں ہوئی ۔ پیر محمد خاں آختہ اول قتل ہوا ۔ مرزا قلی خوب لڑا مگر آخر وہ معرکہ کشش
و ہجوم کشاکش میں زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا ۔ اسکا بیٹا دوست محمد باپ کی مدد کو دوڑا کہ اوسکا
تو کام باپ کی زندگی میں تمام ہوگیا ۔

اب بادشاہ خود آگے بڑھا جہاں وہ جہاں پہنچا جہاں مقتول خاک میں پڑے تھے تو ہمراہیوں

پہاڑ کی بلندی پر مع اپنی بیویوں اور لڑکیوں کے آیا۔ بایزید کہتا ہے کہ بادشاہ کے بندوقچیوں نے بندوقوں میں گولیاں نہ بھریں۔ وہ مرزا کامراں کا مدتوں تک نمک کھا چکے تھے۔ مرزا کامراں کے آدمی برابر تیروں کا مینھ برساتے تھے جس سے بہت جلد بادشاہ کے اکثر آدمی اور گھوڑے زخمی ہوئے۔ اسوقت بھی قاسم حسین خاں جو دریا کے دوسری طرف تھا اور راہ اوسکے آگے اچھی تھی اس سے وہ مرزا کے ہراول پر اچھی طرح حملہ کر سکتا تھا مگر اوسنے حملہ نہ کیا بلکہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ کامراں نے دیکھا کہ بادشاہ کے لشکر میں ہل چل پڑگئی تو وہ خود بلندی سے نیچے اوترا اور سیدھا علموں کے لینے کے لئے دوڑا۔ علمداروں نے دیکھا کہ ہم کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتے تو وہ اولٹے بھاگے اور قاسم حسین خاں بھی مع اپنے لشکر کے فرار ہوا۔

اب سارے لشکر میں بھگدڑ پڑگئی اور ہمایوں بھی اس رستہ پر بھاگا جسے آیا تھا۔ اسکے گھوڑے کے ایک تیر لگا۔ اور بیگ بابا کولابی نے دانستہ یا نادانستہ بادشاہ کے تاج پر تلوار لگائی جو اسکے کان کے پیچھے بادشاہ کے زخم آیا۔ اوسنے دوبارہ تلوار بادشاہ پر مارنے کے لئے اٹھائی تھی کہ ہمایوں نے پھر کر ایسی تیز نگاہ سے بابا کو دیکھا اور چلایا کہ اے کمبخت باغی کہ بابا کے احسان خطا ہوئے اور تلوار نہ چلا سکا۔ مہتر سگائی عرف فرحت خاں نے بیچ میں آنکر بابا کو بھگا دیا ہمایوں سہارے سے گھوڑے پر چڑھا۔ اس مراجعت میں محمد امیر اور عبدالوہاب اوسکے محافظ تھے ہمایوں کے زخم کاری لگا تھا اور خون اس میں سے بہا تھا۔ اوسنے اپنا جیبہ اتار کر سیدل خاں کو دیا جسکے پیچھے دشمن کے آدمی چلے آتے تھے۔ اوسنے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے خاص جیبہ کو یہیں پھینکدیا۔ اس جیبہ نے اپنے برے نتیجے دکھائے۔

ہمایوں نے اب ارادہ کیا کہ ضحاک بامیاں کے درمیان جائے جہاں اوسکو حاجی محمد اوزبک کے ملنے کی توقع تھی اور مورہ سرطان سے گذری تھی۔ وہ زخم کے مارے ایسا ضعیف ہوگیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑے کی تیزروی کا تحمل نہ تھا میر برکہ کے پست قد گھوڑے سے اپنا گھوڑا بدلا اوسپر وہ بٹھایا گیا۔ میر برکہ اور خواجہ خضر ادھر اُدھر سے اوسکو پکڑے ہوئے گھوڑے پر چلے آخر شب میں وہ مورہ سرطان میں پہنچا۔ یہاں چند اوسکے بھاگے ہوئے آدمی ملے۔ سردیوں اور اوسکی تکان نے بادشاہ پر بہت اثر کیا اور زخم نے اوسکو بہت ضعیف کیا۔ میر برکہ نے اپنا

جیبہ اتار کر اوسپر ڈالا۔ صبح کو درہ کی بلندی پر پہنچا تو دھوپ میں کچھ گرم ہوا اور ایک ندی کے کنارہ پر فرودگش ہوا۔ یہاں زخم کو دھویا اور مرہم پٹی باندھی اور نماز تخفیف پڑھا۔ کچھ دیر کے بعد حاجی محمد خاں آیا۔ تین سو سوار نہایت آزمودہ کار اوسکے پاس تھے جس سے ہمایوں کو کچھ تقویت ہوئی۔ بادشاہ نے شاہ بداغ خاں و تولک قوچین و مجنوں قاقشال کو اور اوروں کو بلکا بھیجدہ دس نفر تھا کابل کی طرف خبر گیری کے لئے بھیجا۔ مگر انمیں سے سوا تولک قوچین کے کوئی واپس نہ آیا۔ بادشاہ نے اوسکو توزبگی کر دیا۔ زخم نے ہمایوں کو بہت ستایا وہ ضحاک اور بامیاں کے پہاڑوں میں کچھ دنوں رہا۔

سچ ہے تقدیر ازلی سلسلہ درویشی و بادشاہی کی منتظم اور دائرہ سعیدی و سیاہی کی مرتب ہے وہ کشادگیوں کی کنجی بستگیوں کو بناتی ہے اور سربلندیوں کو افتادگی کی نقیب کرتی ہے۔ رات کی تاریکی میں رہنے کو آفتاب کی روشنی کا قدرشناس بناتی ہے طلب کی خراب کی تشنگی کو چشمہ مقصود کی سیرابی کرتی ہے اس حال کا مصداق ہمایوں کا احوال ہے جو ان دنوں میں ہوا۔ ضحاک و بامیاں کی طرف اوسنے اپنے امرا سے اخلاص سرشت سرطان کے درہ سے بھیجے تھے اونکی طرف وہ چلا۔ محمد امین و عبدالوہاب کو حکم ہوا کہ وہ چند راہل بنا کے آئیں۔ تردوات کی کثرت سے اور زخم کے آسیب سے بادشاہ میں ضعف بہت ہوگیا اوسنے معتبروں کی جماعت طلب کر کے مشورہ کیا۔ حاجی محمد خاں جسکی جاگیر میں غزنین تھا اور سب سے زیادہ نفاق دل میں رکھتا تھا اوسنے قندہار جانے کی صلاح دی وہ قبول نہ ہوئی ایک گروہ نے بدخشاں جانے کی صلاح دی کہ وہاں مرزا سلیمان و ہندال و ابراہیم کو ہمراہ لیکر سرانجام لشکر کیا جائے اور کابل پر توجہ کیجائے۔ ایک بہادر گروہ نے یہ مشورہ دیا کہ آج کل مرزا کامراں منافقوں کے نفاق کی شراب سے بدمست ہو رہا ہے ہم حرف اولی اور جاں سپار کس دن کام آئینگے۔ سب کو یکدل و یک جہت ہوکر کابل پر چل کر حملہ کرنا چاہئے۔ امید واثق ہے کہ بدخشاں جائے بغیر کامراں کی مہم کا سرانجام ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نفاق اور فریب ابھی ظاہر ہو چکا تھا اسلئے اس رائے پر اعتماد نہ کر کے بدخشاں جانے کی صلاح ٹھیری اور یکہ اولنگ کی راہ سے کوچ کیا۔ حاجی محمد نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ محمد کو مع اپنے

آدمیوں کے بادشاہ سے رخصت لیکر غزنین پہنچا۔ اور بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے پیشکش و سلامتی کا خط شاہزادے اکبر کے نام لکھکر دیا کہ کسی طرح وہ اُس پاس پہنچادے فخلصان ملکل نے بادشاہ کو سمجھایا کہ ایسے وقت میں اہل نفاق کو اپنے سے جدا کرنا اعمال نفاق میں اون کو خود مختار کرنا ہے جو انمان مفسد کی صلاح کار کو عمل میں لانا ہے یہ اور اشارۃ و صراحۃً عرض کیا کہ حاجی محمد اپنے بھائی کو مرزا کامراں پاس بھیجتا ہے اور خود یہاں جاسوسی کے لئے رہتا ہے کہ سادہ لوحوں کو فریب دے بادشاہ نے ان مقدمات کو کچھ نہ سنا۔ شاہ محمد کو رخصت کیا دوسرے روز کہمرد کی طرف کوچ کیا یہاں بادشاہ سے بہت آدمی جدا ہوگئے اور ایک خاص جماعت اخلاص کے ساتھ بادشاہ کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوئی۔ اس راہ میں تین اوزبکایانی کوکلتی و سانقاچی نے جوان عہدہ میں بڑے آدمی تھے گھوڑے اور پیشکشیں اور چیزیں اپنے مقدور کے موافق بادشاہ کو پیشکش میں دیں اور ایسے وقت میں اونہوں نے خدمات شایستہ کیں اور رات کو بادشاہ اونہیں کے گھر میں رہا۔ جب صبح کو سوار ہوئے تو خبر آئی کہ ایک کارواں عظیم بسرکردگی میر سید علی سبزواری کے آیا ہے۔ خراسان اور عراق کے سوداگر بہت سا اسباب لیکر ہندوستان کے سفر کا اہتمام کرتے ہیں سہ پہر کو اس کارواں کے بڑے آدمی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسباب اور گھوڑے انہوں نے پیشکش میں دئے بادشاہ اوسکو تائید غیبی سمجھا اور اوسنے بعض اسباب و اشیا کو چوگنی اور پنجگنی قیمت پر خرید لیا اور سب نوکروں میں اوسکو تقسیم کردیا اور باقی چیزوں کو پھیر دیا کہ جہاں اونکا جی چاہے وہاں بیچیں۔ جب آپ بنگی کے کنارے پر پہنچا تو اس منزل میں ایک شخص نے فریاد کرکے پوچھا کہ بادشاہ کی کیا خبر ہے بادشاہ کے کان میں یہ آواز آئی تو اوسنے کہا کہ میری خبر کچھ نہ بتاؤ اس سے پوچھو تو کون ہے کسنے تجھے بھیجا ہے۔ بادشاہ کی خبر تو کیا جانتا ہے۔ اوسنے جواب دیا کہ میں نقری سال اولنگ کا فرستادہ ہوں جسنے مجھے بادشاہ کی تحقیق خبر لانے کے لئے بھیجا ہے اور ہمارے ہاں بادشاہ کی خبر یہ مشہور ہے کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوکر چلا گیا پھر اوسکو کسی نے نہیں دیکھا۔ مرزا کامراں کے آدمی اس حیلہ کو تاڑ گئے اور اوسکو اپنے پاس بلاکر پاس لے گئے جسے وہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے اس آدمی کو اپنے پاس بلاکر

کہدیا کہ نظری کو خوش خبری سناوو اور کہدو کہ اوسکا آقا آمادہ اور مستعد رہے کہ مراجعت کے وقت وہ حاضر ہوکر خدمات پسندیدہ بجالائے۔ دوسرے روز منزل آدمی منجال میں آیا اور مرزا ہندال اس منزل میں سے ملا۔ پھر اندراب میں بادشاہ آیا یہاں مرزا سلیمان اور مرزا ابراہیم آن ملے۔ جوہر نے واقعات ہمایونی میں بادشاہ پاس اپنے کپڑوں کے بہونے کا بیان اور جسطرح اور طرح سے کارواں کا بیان کیا ہے اس سے نقل کرتے ہیں۔ جب بادشاہ بامیان چلا تو شاہزادہ ہندال طہارت کے لئے گیا تو فرمایا کہ میرے کپڑے خون آلودہ ہیں مجھے آزار دیتے ہیں۔ بہادر خاں تیرے پاس کپڑوں کا جوڑا ہو تو مجھے دے۔ اوسنے کہا کہ بادشاہ پاس ایک ہی کپڑوں کا جوڑا ہے جو مجھے پہننے کو دیا تھا وہی میرے پاس ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں وہی جوڑا مانگتا ہوں اگر تیرے پاس ہو تو وہ لا۔ بہادر خاں وہ جوڑا لایا تو بادشاہ نے اوس سے لیا اور اپنے جوڑے کو جوہر کو دیا کہ اوسکو غازی کرے منزل کہمرد میں ایک بڑھیا نے دیبائے مصری پیشکش میں دیا۔ اوس کو فرمایا کہ اسکو مرد نہیں پہنتے ہیں مگر میرا جسمان ناپاک ہوگیا ہے اسلئے اسے پہنوں گا۔ اس ضعیفہ کا نام تو گل رکھا اور انعام دیا کہ مال واجبی کوئی اس سے نہ لے۔ بعد اسکے خبر آئی کہ تین سو گھوڑے کارواں میں آئے ہیں اور پھر خبر آئی کہ دوسرے کارواں میں ستر سو گھوڑے آئے ہیں۔ بادشاہ نے خود جاکر پسند کرکے گھوڑے خریدے اور اون کو قیمت کا تمسک لکھدیا کہ بعد فتح روپے دیدیے جائینگے۔

اب ہم مرزا کامراں کا احوال اُسوقت تک کا لکھتے ہیں کہ تسخیر کابل کے لئے یہاں آیا جب بادشاہ فضلان جاں سپار کے اہتمام سے ضحاک و بامیان کی طرف متوجہ ہوا تو مرزا کامراں کے سان گمان رہا تھا کہ یہ بات نہ تھی اوسکو تعجب ہوا۔ اور اہل نفاق اس سے فی فوج آنکر ملنے شروع ہوئے اور وہ انکے آنے سے زیادہ سرگرم اور خوش ہوتا تھا۔ اہل وفا پر دست جفا دراز کرتا تھا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے معزز معتبروں کو اوسنے ہلاک کیا۔ پھر جنگ گاہ سے کوچ کرکے چار پکار میں آیا اس جگہ ایک شخص بادشاہ کا بھیس خاصہ کر خون میں تربتر تنہا مرزا پاس لایا۔ تو اوسنے جانا کہ بادشاہ مرگیا اسے وہ خوشی کے مارے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ وہاں سے کوچ کرکے کابل کا محاصرہ کیا قاسم خاں برلاس ہمایوں کی طرف سے شاہزادہ اکبر کی نیابت میں انتظام کرتا تھا اوس نے

قلعہ داری کا اہتمام کیا۔ ہر چند مواعید کاذبہ صدق نما سے مرزا اوسکو فریب دیتا تھا مگر ہمایوں کی عقیدت و اخلاص کے سررشتہ کو نہ توڑتا تھا۔ مرزا نے بادشاہ کے مزاج کی خبر لینے میں اوذا رکھی تھی اسلئے جیبہ خاصہ قاسم خاں پاس بھیجا اور عہد و پیمان نادرست اور فریب کی باتیں بناکر قلعہ لے لیا۔ اب اکبر تیسری دفعہ چچا کی قید میں آیا۔

مرزا کامراں نے سپاہ کے بڑھانے میں اور مملکت کابل کو اپنے ہواخواہوں میں تقسیم کرنے میں توقف نہیں کیا۔ مرزا عسکری کو جمعے شاہی (جلال آباد) جاگیر میں دیا۔ یہ موضع دل کشا ہے۔ ہندوستان و کابل کا برزخ ہے۔ اسمیں ہندوستان کی خوبیاں موجود ہیں اور ولایت افغانستان کی برائیاں مفقود ہیں۔ منعم خاں نے اوسکو جلال الدین اکبر کے نام سے منسوب کرکے جلال آباد نام رکھا۔ قوریں اور اوسکی حدود قراچہ خاں کو اور غوربند اور اوسکی نواح یاسین دولت کو عنایت کیں اور اسی طرح اور اپنے آدمیوں کو جاگیریں اور علوفے اور جاہ و منصب مرحمت کئے۔ اوسنے بادشاہ کے بڑے بڑے ملازموں کا مال اسباب سب چھین لیا۔ اور ہمایوں کے تمام خزانوں پر قبضہ کرلیا۔ دیوان کو قید کرکے بہ جبر ساری دولت لے لی غرض جو کچھ جسطرح ہاتھ لگا وہ لے لیا۔ ظلم و جبر سے مال کے چھین لینے میں کسر باقی نہیں رکھی۔ آپ دولت مند ہوا ملک کو مفلس کیا۔ اعمال امن و امان کے ساتھ وہ نہ کرسکا۔ تین مہینے گذرے تھے کہ کابل میں خبر آئی کہ ہمایوں زندہ ہے اور اندراب سے ایک سپاہ جرار کو ہمراہ لئے چلا آتا ہے۔ کامراں نے ہزارہ اور پہاڑوں کی قوموں کو جمع کیا اور ہمایوں سے لڑنیکے لئے چلا اور باباجوچک اور ملاسقائی کو کابل کا انتظام سپرد کیا جب بادشاہ اندراب میں آیا اور مرزا اس پاس آگئے تو کشمند و کوہ سے کابل کا عزم مصمم کیا۔ چونکہ بادشاہ کے پاس ابتک منافقوں کا ایک گروہ تھا تو اوسنے ارباب ظواہر کے اطمینان خواطر کے لئے یہ تحریر لکھی کہ ہرگز وہ سے ایک طرز خاص پر سوگند لیجائے کہ وہ یکدلی و یکجہتی کے ساتھ ہمراہی کریں۔ ظاہر پرستوں میں قسم بڑی معتبر صورت رکھتی ہے بادشاہ نے فرمایا کہ حقایق اشیا کی صور کا نگارندہ قلم صنع الٰہی ہے۔ اہل وفا کے اوضاع کو جاوہ صدق و صفا میں ظاہر کرنے والی توفیقات ازلی ہے۔ ہماری خاطر سب کی طرف سے جمع ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اہل روزگار کہ ظاہر سبب پر نظر رکھتے ہیں وہ حقیقت پر پہنچنے کی تو کرنے ہیں تمہارے دل میں راستی دیکھ لیں۔ اس اثنا میں حاجی محمد خاں کوکی نے عرض کیا کہ

ہمایوں کی واپسی کامراں سے

جس طرح سے حکم ہوگا قسم کھائینگے لیکن حضور بھی قسم کھائیں کہ جو کچھ ہم دولت خواہی و اندیشی سے صلاح دولت کسی کار میں دیکھکر عرض کرینگے تو حضور اوسکو قبول فرمائینگے۔ اسپر مرزا ہنال نے کہا کہ یہ طرز گفتگو کیا ہے ہرگز خادم مخدوم کے ساتھ اور بندہ خداوند کے ساتھ اس طرح کی گستاخانہ باتیں نہیں کرتا مگر بادشاہ نے کہا کہ جس طرح حاجی محمد کے گائیں ہی قسم کھاتا ہوں نوض اس قسم قسمی کے بعد بادشاہ نے آگے قدم بڑھایا۔ بادشاہ سب طرح سے اپنی سپاہ اور اوسکے افسروں کو وفادار بنانا چاہتا تھا اسلئے اوسنے اوس سے قسم لی مگر حاجی محمد جو کہتا تھا اوسکا بادشاہ سے قسم لینا ایک نرالی بات تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی رائے و استقلال پر لوگوں کو اعتبار نہ تھا۔ بادشاہ کو ضرور یہ امر ناگوار ہوگا۔ ابوالفضل ہمیشہ حاجی کا ذکر حقارت سے کرتا ہے۔ مگر وہ ہمایوں کے بڑے کارکنوں میں تھا۔ جب لشکر اشکر اکے نزدیک آیا تو کامراں جنگ پر آمادہ ہوکر بادشاہ کے لشکر سے لڑنے آیا۔ جب دونوں لشکروں میں تھوڑا فاصلہ رہا تو بادشاہ نے مرزا شاہ خویش میر برکہ کو کہ ترمذ کے سادات بزرگ سے تھا کامراں پاس بھیجا اور نصایح ارجمند کیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیشہ مخالفت کا طریقہ اختیار کرنا اور موافقت کو چھوڑنا فرزانگی سے دور ہے افسوس ہے کہ کابل کے سر پر یہ سایے نزاع ہوں۔ حقوق قدیمہ و جدیدہ کو مرعی رکھکر طریق مصالحت و سبیل مخالفت کو اختیار کرو اور ہندوستان کی تسخیر میں یکدل ہوکر ہمراہی قبول کرو۔ میر نے آداب رسالت کو اچھی طرح ادا کیا صلح و صلاح قرار پائی۔ مرزا نے کہا کہ میں اس شرط پر ہندوستان کی تسخیر پر متوجہ ہوتا ہوں کہ قندہار بادشاہ سے اور کابل مجھ سے متعلق ہو۔ بادشاہ نے دوبارہ ایلچی بھیجا اور مولانا عبدالباقی صدر کو اوسکے ساتھ کیا اور یہ پیغام دیا کہ اگر درستی کار اور استحکام ہے اور تجھ چاہتا ہے تو اپنی بیٹی کا نکاح شاہزادہ اکبر کے ساتھ کردے کہ میں کابل اسکو دیدونگا اور میں اور تو دونو وفاق و اتفاق کے ساتھ ہندوستان کو فتح کرنے میں مصروف ہوں تاکہ کابل اور ہندوستان دونو ہمارے اور تمہارے ہوں۔ مرزا اس طرح صلح کرنے پر راضی نہ تھا مگر قزلباش خاں نے بیرام بیگ کی کامیابی کا حال سنکر اور یہ کہکہ سر ما و کابل اس وقت ہمارے ہوئے ہیں اور لشکر و بلد و زاد سامان امرا کے مقابل تمہارا کچھ نہ ہوسکیگا مرزا کو صلح کو پسند دیا اور کہا کہ سر ما و کابل اس وقت ہمارے ہوئے ہیں اور لشکر و بلد و زاد سامان امرا کے مقابل تمہارا کچھ نہ ہوسکیگا کہا آج لڑنا اپنے ہاتھ سے اپنی تئیں شکست دینا ہے مرزا بلطافت اہل آپکے دن نادان چاہتا تھا اور بادشاہ کا لشکر لڑنا چاہتا تھا لیکن حاجی محمد کی مرضی نہ تھی کہ آج لڑائی ہو اس لئے بادشاہ

نے اوسکی خاطر سے آج لڑائی موقوف رکھی۔ اس اثنا میں خواجہ عبدالصمد کہ جنگ قبچاق میں
بادشاہ کی ملازمت سے دور ہوکر کامراں سے جا ملا تہا وہ فرصت کو غنیمت جانکر پہر بادشاہ پاس آیا اور
اوسنے لشکر مخالف کے تذبذب اور برہم خوردگی کو بیان کیا۔ دوپہر کو بادشاہ نے لشکر کو مرتب کیا
قول عساکر کا وہ خود اور برانغار کا مرزا سلیمان اور جرانغار کا مرزا ہندال اور ہراول کا مرزا ابراہیم
منتظم ہوا۔ اور اقمش کا اہتمام حاجی محمد خاں اور بہادروں کی جماعت کو سپرد کیا۔ کامراں کی طرف
قلب میں مرزا کامراں میمنہ میں مرزا عسکری میسرہ میں آق سلطان مرزا کا داماد اور ہراول میں
قراچہ خاں منتظم ہوا۔ قضیہ قبچاق کے بعد ملازموں کی ایک جماعت اور مہتر سباکہ بضرورت مرزا
کے ہمراہ ہوگئے تہے وہ بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ جب دونو فوجوں میں فاصلہ کچھ زیادہ نہ رہا تو مہتر
نے کہا کہ آج جنگ کو موقوف رکھو لشکر کو حکم ہوا کہ وہ قیام کرے بادشاہ اور حاجی کے درمیان جو
ہو چکا تہا اسلئے بادشاہ نے مجبور ہوکر بیک میرک کو حکم دیا کہ فوج قیام کرے تو مرزاؤں نے آکر
عرض کیا کہ مصلحت نہیں ہے کہ کل ہم لڑیں آج ہی لڑنا چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ دشمن پر حملہ کریں یا
فتح کریں یا مارے جائیں عبدالوہاب نے آنکر عرض کیا کہ لشکر کے قیام کرنیکے لئے چادر خیمہ نہیں ہے
بادشاہ نے فرمایا کہ ترتیب کے ساتھ آگے بڑہو اگر دشمن نے مقابلہ کیا تو فبہا نہیں دریا کے
کنارہ پر ہیں قیام کرونگا۔

کامراں ایک بلند جگہ پر کہڑا ہوا تہا اور اسکے بہت قریب اسکا لشکر تہا۔ مرزا ابراہیم جو ہراول
میں تہا اسنے ایک سخت حملہ کرکے اس جگہ کو لے لیا۔ اور بادشاہ بھی یہیں آگیا۔ اوسنے اپنے بندوقچیوں کو
حکم دیا کہ دشمنوں پر گولیاں مارو۔ دشمن نیچے زمین پر تہا ان گولیوں نے اوپر سے کام کیا
قراچہ خاں سواروں کو لیکر بادشاہ کے میمنہ کو شکست دیکر میسرہ پر حملہ آور ہوا کہ اوسکے ایک بہادر
گولی سے وہ زخمی ہوا اور گہوڑے سے گرا اور اوسکو ایک اوتی آدمی نے گرفتار کرلیا۔ اوس کو
میدان جنگ سے لے جاتے تہے کہ قنبر علی نے جسکے بہائی کو قندہار میں قراچہ خاں نے مارا تہا
پیچہے آنکر اوسکا سر کاٹ لیا۔ اور بادشاہ پاس لیجاکر نذر کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ سر کابل کے
آہنی دروازہ پر لٹکا دیا جائے تاکہ اوسکا کہنا پورا ہو کہ سر ما دکابل۔ قراچہ خاں کے مارے جانے
بادشاہ کا ایک ہولناک دشمن کم ہوا۔ اس عرصہ داروگیر و مصاف زد و برد میں بادشاہ کی سپاہ

نے جانبازی کی۔ مرزا کامراں میں تاب مقاومت نہ رہی اسلئے وہ بہاگ گیا اور کنل بابی سے
نکل کر افغانستان میں آوارہ گرد ہوا۔ مرزا عسکری گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے مرزا ابراہیم کو بہیجا کہ وہ
بہال جائے اور مرزا سلیمان کو اپنے پاس رکہا۔ بادشاہ کے لشکر نے دشمن کے خیمہ کو خوب لوٹا اور
آدمیوں کو قتل کیا۔ ایک جماعت نے شرمندہ ہوکر اور رو دہو کر ہزاروں ملامتیں سنکر اپنی شقاوت پر
وہ بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہوئی یہ فتح بہت سی فتوحات کا صدقہ تہی اسلئے اس سے بڑی
شادمانی ہوئی۔ بادشاہ کو سب سے زیادہ خوشی یہ ہوئی کہ اوسکے نورنظر شاہزادہ اکبر کو حسن اختتام کے
سامنے لایا۔ بادشاہ کو بڑا تردد اوسکی طرف سے یہ ہو رہا تہا کہ اوسنے سنا تہا کہ کامراں اسکو اپنے
ساتہ لے گیا ہے۔ بیٹے کو باپ نے گلے لگایا اور آداب شکر گزاری کے بعد صدقات و خیرات
گرشکر علی ہے تقسیم کیا اور یتیموں اور غربا اور فقرا کے احسان و انعام سے دلداری کی۔ اور بادشاہ نے
فرمایا کہ اب میں کسی یورش میں اس اپنے نونہال کو اپنے سے جدا نہیں کرنے کا۔ اسی حال میں
دو شتر صندوق بار بے ساز و سامان جنگ میں نمودار ہوئے۔ بادشاہ نے خود ان اونٹوں کی مہار
کو پکڑا اور کہا کہ اونکو بٹہاؤ اور صندقوں کو کہولو اور دیکہو ان میں کیا ہے۔ ہر شخص جو لوٹے وہ
لے مگر ان صندوقوں کا مال میرا حصہ ہے۔ جب ان صندوقوں کو کہولا تو اس میں وہ سامان نکلا
نکلا جو بادشاہ کا جنگ قبچاق میں جاتا رہا تہا۔ بادشاہ کو اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ خواجہ محمد قاسم
پیر ہمیشہ کہ فتنہ کی آگ کو بہڑکاتا تہا اب وہ اپنے اعمال کی آگ میں جل گیا جس کے شور و شر
کے شرر بجہ گئے بادشاہ بعض اور فتنہ پردازوں کا قاتل بنا اور چار یکبار ان کے باغیں میں
عشرت کا مجلس آراستہ ہوا۔

دوسرے روز کابل میں داخل ہوا کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ یہاں اول دنوں بادشاہ نے
دوستوں کو انعام اور دشمنوں کو سخت سزا دی۔ مرزا سلیمان کو بدخشاں روانہ کیا اور بہت کچہ صلہ اسکو
حسن خدمت کا دیا۔ مرزا ابراہیم کو ایک عنایت خاص کے واسطے اپنے پاس کچہ دنوں رکہا اور اپنی
بیگی بیگی بانو بیگم کی منگنی اوس سے کردی موضع چرخ کو جو تومان لہوگر سے ہے شاہزادہ اکبر کو دیا اور
ہاجی محمد خاں کو اسکا وزیر و وکیل اور اتالیق مقرر کیا۔ ایک سال کابل میں بادشاہ رہا۔
ان دنوں میں بادشاہ داد و دہش و لطف و قہر کے ابواب کہولکر فرماں دہی اور فرمانروائی

کرتا تھا مرزا کامراں موضع اشترگرام کی شکست کے بعد بدتر حال میں آٹھ آدمیوں کے ساتھ برف
کی راہ سے سراسیمہ افغانوں میں چلا گیا۔ مرزا ہندال اور حاجی محمد اوسکے تعاقب میں پیچھے گئے
اونہوں نے اسکے پکڑنے میں لایق اہتمام نہیں کیا اور اولٹے چلے آئے۔ افغانوں نے مرزا
اور اوسکے ہمراہیوں سے سمجھ لیا۔ مرزا نے اس اندیشہ کو کہ کوئی اوسکو پہچان نہ لے چار ابرو کا صفایا
کرایا اور قلندروں کا بھیس اپنا بنایا۔ ملک محمد مندراوی کے ملک میں گیا کہ وہ ملنان کے راہ میں
میں سے تھا۔ اوسنے مرزا کے حقوق سابق پر نظر کرکے اوسکے احوال پر بہت مراعات کی۔
مرزا ان حوادث سے جنمیں سے ہر ایک ہوشمند کے واسطے عبرت پکڑنے اور خواب غفلت سے بیدار کرنے
کیلئے تازیانہ قوی تھا اصلا متنبہ نہ ہوا۔ اور ایسے سپاہیونکو جنکا پیشہ ہمیشہ فتنہ سازی اور حیلہ اندوزی تھا
اِدہر اُدہر سے پندرہ سو وہ جمع کرلئے۔ جب یہ خبر بادشاہ کے لشکر میں پہنچی تو اہل نفاق کا بازار گرم
اور ارباب اخلاص کا جگر خون ہوا۔ ایسے وقت میں کہ آتش فتنہ و آشوب بھڑکنے کو تھی حاجی
محمد خاں بے رخصت غزنیں کو چلتا بنا۔ بادشاہ نے زمانہ سازی کے مقتضا سے اور کمال
قدردانی سے اس بری حرکت کو نازیبا گمان کرکے اسپر کچھ التفات نہ کیا کامراں کے رفع
دفع کرنے کے لئے بادشاہ نے بہادر خاں و محمد قلی برلاس اور اور بہادروں کی جمعیت کو بھیجا۔
جب یہ لشکر مرزا کے قریب آیا تو وہ علی کارو علی شنگ کے دروں میں چلا گیا۔ امرا نے یہاں
بھی اسکا تعاقب کیا تو یہانسے بھاگ کر وہ جلیل و ہندکے افغانوں میں چلا گیا بہوا دی اس پاس
جمع ہوئے تھے وہ بھی پراگندہ ہوگئے۔ بادشاہ کی فوج غزہ شہیداں کی راہ سے چلی آئی۔ جب
بادشاہ کو مرزا کی شرارت سے کچھ فراغ ہوا تو اوسنے خواجہ جلال الدین محمود اور بی بی فاطمہ
کو بدخشاں بھیجا کہ مرزا سلیمان کی بیٹی سے بادشاہ کا نکاح ہوجائے تاکہ بدخشاں کی مہم سے
بادشاہ بالکل مطمئن ہوجائے اور مرزا سلیمان کے ساتھ تازہ اتفاق و التیام استحکام پائے
اور مرزا عسکری کو اونکے ساتھ مرزا سلیمان پاس یہ حکم دے کر بھیجدیا کہ راہ بلخ سے اوس کو
حجاز روانہ کردے۔ اس حکم کے موافق مرزا سلیمان نے مرزا عسکری کو بلخ روانہ کیا۔ مرزا کو
خود ندامت و خجالت کے سبب سے اس ملک میں رہنا پسند نہ تھا۔ اوسنے وہ سفر دور دراز اختیار
کیا ۹۶۵ھ میں مکہ اور شام کے درمیان اس کا پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ سات سال یہاں بھی زندگی

بسر کی۔ مرزا سلیمان اپنی بیٹی کے نکاح پر بادشاہ کے ساتھ رہنی ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ عادت طبیعت ثانیہ ہوتی ہے جب کوئی آدمی عادت بد کا معتاد ہوتا ہے
تو بچھو کی طرح نیش زنی میں بے اختیار ہوتا ہے۔ جس جماعت کی نہاد بداندیش و شرارت انگیز
ہو تو پھر اوسکے مزاج میں عادت اور طبیعت متفق ہوتی ہیں۔ یہ حال مرزا کامراں کا تھا کہ وہ
اپنی طبیعت اور عادت سے مجبور تھا۔ مصیبت پر مصیبت پڑی۔ مگر شقاوت کی ہوس کبھی دل سے
نہ گئی۔ خلیل اور ہندی افغانوں کی جماعت کو اوسنے جمع کیا۔ اور اونکو ساتھ لیکر ملک کو تاخت و
تاراج کرنا شروع کیا۔ بادشاہ اوسکی سوزش منانے کو عبارت سے بھی زیادہ فرض جانتا تھا۔
خواجہ اختیار و میر عبدالحی کو اوسنے غزنیں بھیجا کہ حاجی محمد کو اس پاس لائیں۔ بداندیشی سے حق شناسی
کی طرف ہدایت کریں بادشاہ پاس یہ خبر آئی کہ مرزا کامراں نے حوالی جلال آباد میں چاریخ کے
قریب ایک قلعہ کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ بادشاہ نے حاجی محمد کے آنے کا بھی انتظار نہیں کیا
بہت جلد جلال آباد کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا کامراں اس خبر کو سنکر سراسیمہ ہوکر پیر پیادوں
کے دروں میں چلا گیا اور وہاں سے نگبش و گردیز کی راہ پر چلا کہ شاید خود حاجی محمد پاس
پہنچ جائے وہ اور مرزا کامراں ایک تھے۔

اب حاجی محمد کی سرگذشت سنو کہ اوسنے بادشاہ کے آدمیوں سے باتیں بنائیں اور آنے کا
جھوٹا وعدہ کیا اور اونکو رخصت کیا اور مرزا کامراں کو خط لکھا کہ کب تک کوہ و دشت
میں سرگرداں پھروگے جلدان حدود میں آجاؤ کہ ہم تم اتفاق کرکے کوئی کام کریں۔

قضا را بیرام خاں غزنیں میں پہنچا وہ قندہار سے بادشاہ پاس جاتا تھا۔ حاجی محمد خاں
کو بیرام خاں کا ہمزاد تھا اوسکے استقبال کو گیا اور بظاہر بڑے تپاک سے پیش آیا۔ ضیافت کا
بہانہ کرکے اوسکو قلعہ کے اندر بلایا کر قلعہ بند اوسکو کرے۔ خان قلعہ کی طرف جاتا تھا کہ میر عرش
سے جو حاجی محمد خاں کے ساتھ تھا۔ خان کو اشارہ کیا کہ جس سے وہ حاجی کے غدارہ
کید پر مطلع ہوا۔ اوسنے غدر کرکے قلعہ کے جانے کا ارادہ فسخ کیا۔ شہر کے باہر سر چشمہ پر
اترا اور حاجی محمد کو بلطائف الحیل مطمئن کرکے ہمراہ اپنے کابل لے گیا۔ بادشاہ کو اپنے
اور حاجی محمد خاں کے آنے کی رفتہ اشت بھیجی۔ بادشاہ نے سنا تھا کہ مرزا کامراں کابل

کی حدود میں آگیا ہے خود بہت جلد کابل کو روانہ ہوگیا تھا۔ کابل سے ایک منزل پر مرزا
کامراں شنا کہ اوسنے سنا کہ بیرام خاں حاجی محمد خاں کو ساتھ لے آیا ہے اسلئے وہ سراسیمہ ہوکر
لمغان کی طرف چلا گیا۔ ایک دن حاجی محمد نے چاہا کہ شہر کابل میں انہیں دروازے داخل
ہو۔ خواجہ جلال الدین محمود نے کہ کابل کی حکومت اوس کو مفوض تھی اوس کو قلعہ کے اندر
آنے کی اجازت نہ دی۔ اور سخت باتیں کہلا بھیجو ائیں۔ اس سے حاجی کو وہم پیدا ہوا اور یہی کو
بہانہ بنا کے قرابغ کو روانہ ہوا اور کتل منار سے گذر کر بابا قچقار میں گیا۔ اور وہاں کو ہاندی
سے بہت جلد غزنیں میں چلا گیا۔ بادشاہ اس عرصہ میں سیاہ سنگ میں آیا۔ اور بیرام خاں
اُسے ملا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کوئی شخص لشکر سے شہر میں نہ جانے پائے۔ ہم
مرزا کامراں کا تعاقب کرینگے تاکہ ایک بارگی خلق خدا کو ہر روز کی پریشانی سے نجات ہو
لیکن حاجی محمد سے خاطر جمع نہ تھی اسلئے اولیاء دولت کی صلاح یہ تھی کہ اول سے خاطر جمع
کرکے مرزا کے پیچھے پڑنا چاہئے۔ بیرام خاں کو حاجی خاں پر تعین کیا اور فرمایا جس طرح بنے
مدارا کے طریقہ سے اوسکو یہاں لائے اور رڈے کارے پردہ نہ اوٹھنے پائے۔ بیرام خاں نے
تدابیر شائستہ سے اوسکو اپنا رام کیا۔ اور بعد عہد و سوگند کے حاجی محمد خاں گھکر میں بیرام خاں
سے ملا۔ بیرام خاں اسے بادشاہ پاس استغفائے جرائم کے لئے لایا۔ بادشاہ نے اوسکی خطا
معاف کردی چار پانچ روز بعد لمغانات کی طرف جو مرزا کی گریزگاہ تھی بادشاہ نے کوچ کیا
باوجودیکہ ابھی حاجی جی کی تقصیرات معاف ہوئیں تھیں مگر اوسنے وہی حرکتیں پہلی سی
شروع کیں۔ اور بادشاہ کو آزردہ خاطر کیا۔ جب بادشاہ جلال آباد میں آیا تو مرزا کنڑ و نورگل
کی تنگیوں میں بھاگا۔ اور اوسکے تمر و اپنے اپنے کوتلوں میں جا چھپے۔ بیرام خاں کو ایک جماعت
کثیر کے ساتھ بادشاہ نے کامراں پر تعین کیا۔ کامراں کنڑ و نورگل سے بھاگ کر نیلاب میں
چلا گیا۔ بیرام خاں واپس آکر بادشاہ سے دکہ میں ملا۔

اسوقت مصلحت کل و فراغت عام و حصول امن پر نظر کرکے بادشاہ نے حاجی محمد اور اوسکے
بھائی شاہ محمد کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونو خدمت فروشوں
کے لئے دو طومار بنائے جائیں ایک میں اوسکے جرائم اور گناہ لکھے جائیں اور دوسرے میں اعمال حسنہ

باہم میزان عدالت میں وہ دونوں تولے جائیں۔ غرض پہلا طومار تیار ہوا جس میں ایک دو بڑے بڑے
جرم تھے دوسرا ناتمام رہا۔ جب یہ محاسبہ لیا گیا تو عدالت کا مقتضا یہ ہوا کہ موقت اُن کے
خبث وجود سے دامن روزگار پاک کیا جائے۔ اوسکے نفس بہیمی و سبعی کو پنجہ ہیولائی انسانی سے
نکال کر اپنی جگہ پر پہنچایا اور غزنیں بہادر خاں کو عنایت کیا اور باقی اوسکی جاگیر اور نوکروں کو
عنایت ہوئی۔ اب بادشاہ نے مصمم ارادہ کیا کہ مفسدوں کے قصور معاف نہ کئے جائیں بلکہ اوسکو
سزا دی جائے۔

بادشاہ نے موسم سرما کو سیر و شکار میں بسر کیا۔ اوائل موسم بہار میں کہ عناصر کے اعتدال مزاج کا
وقت ہوتا ہے بے اعتدال افغان کو ہمیشہ ان حدود میں سر اوٹھا کر فتنہ انگیزی اور فساد اندازی
کرتے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لایق پیشکشین پیش کرکے اہل اطاعت کے زمرہ
میں داخل ہوئے۔ مرزا کی فتنہ و آشوب کی گرد بیٹھ گئی۔ بادشاہ بادغ کی راہ سے آب باران میں آیا
اور یہاں سے کابل میں مہمات قندہار کے انتظام کے لئے بیرام خاں کو رخصت کیا۔ خواجہ غازی
کو والی عراق کی رسالت کے لئے تحف و ہدایا دیکر اوسکے ساتھ کیا۔ ولایت قونیں۔ گرد و نواح
بنگش و تومان لہوگر مرزا ہندال کو مرحمت کئے۔ قندوز جو مرزا کے پاس تھا وہ میر برکہ و مرزا حسن
کو دیا۔ مرزا ہندال غزنیں کو اور میر برکہ قندوز کو رخصت ہوئے۔ جوے شاہی اور اوسکی حدود خضر
خواجہ خاں کو مرحمت ہوئیں اس سے پہلے کہ میر برکہ قندوز میں پہنچے مرزا ابراہیم نے قندوز کو
محمد طاہر خاں سے فسوں افسانہ بنا کے لے لیا تھا۔ اسلئے میر برکہ کابل واپس چلا آیا۔ بادشاہ نے
بھی مرزا ابراہیم کو قندوز دیدیا۔ انہیں دنوں میں خواجہ عبد السمیع کے وسیلے سے بادشاہ کے پاس
شاہ ابو المعالی آیا۔ وہ سادات ترمذ سے اپنا انتساب بتاتا تھا۔ اوس کی حسن صورت کے
سبب اوسپر نیک ذات ہونے کا شبہ کرتے تھے اور اوسکی بے باکی شجاعت پر محمول ہوتی تھی
اسلئے وہ بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچا اوسکا آگے ذکر آئے گا کہ اوسنے کیا کیا
بدمستیاں اور بدرفتگیاں کیں۔

مرزا کامراں نچلا نہیں بیٹھا۔ اس آوارگی اور سرگردانی میں بھی اوسنے اپنے پاس بہادر سپاہ
جمع کرلی۔ بادشاہ کی خاطر آرمیدہ کو پیراوسنے مضطرب کیا۔ اوسکی خبر ملی کہ جوے شاہی کی حدود میں

شورش اور فتنہ اوسنے برپا کیا ہے۔ بادشاہ نے غزنیں سے مرزا ہندال کو بلایا اور نزدیک کے جاگیرداروں کو حکم یورش کا دیا۔ تھوڑے دنوں میں مرزا ہندال آگیا۔ بادشاہ نے اس فساد کے مٹانے کے لئے کوچ کیا۔ جب بادشاہ سرخاب میں پہنچا تو اوسنے حیدر محمد اخته بیگی کو کچھ انعام کے ساتھ سراول بنا کے بھیجا۔ وہ سیاہ آب پر جو سرخاب و گندمک کے درمیان واقع ہے آیا۔ مرزا کامراں نے اسپر شبخون مارا۔ حیدر محمد مرزا اوسنے بہادرانہ لڑا اور زخمی ہوا۔ اور اسکا اسباب لٹ گیا مگر وہ ایسا ثابت قدم رہا کہ مرزا ناکام واپس گیا۔ بادشاہ چریار میں کہ تومان نیک نہاد سے ہے آیا اور احتیاطاً مورچے قسمت کئے اور خندق اور دیوار بست بنائی۔ آخر روز میں وافغان خبر لائے کہ آج مرزا کامراں افغانوں کے گروہ انبوہ کے ساتھ شبخون مارنے کا قصد رکھتا ہے ۲۱۔ ذیقعدہ ۹۵۸ھ روز دوشنبہ تھا اور پہر رات گئی تھی کہ مرزا کامراں ہتھ افغانوں کو لیکر بادشاہ کے لشکر پر چڑھا۔ بادشاہ اور اوسکے ساتھ شاہزادہ اکبر دونو ایک بلندی پر جاکر کھڑے رہے بادشاہ کی سپاہ اپنے اپنے مورچوں میں قواعد حراست و مراسم شجاعت کو بجا لائی اور ثابت قدم رہکر خوب اہتمام کیا اور آتش محاربہ و قتال نے اشتعال پایا۔ تاریکی شب کے سبب سے دوست دشمن نہیں پہچانے جاتے تھے کہ چاند نکلا۔ کامراں کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و پشیماں ہوا۔ اور بادشاہ اسی خوشی میں بیٹھا تھا کہ خبر ناخوش مرزا ہندال کے مارے جانے کی اوس پاس آئی وہ ساری خوشی بھول گیا۔ یہ دنیا کی رسم ہے کہ اگر ایک زمانہ خوشی میں بسر ہوتا ہے تو دوسرا زمانہ اندوہ میں بیان شاہ کو مجال مہلت ہے نہ اندوہ کو رخصت اقامت۔ شرح اس سانحہ کی یہ ہے کہ جب مرزا ہندال کو شبخون کی خبر ہوئی تو اوسنے مورچوں کا اہتمام کرکے بستر راحت پر سر رکھا تھا کہ افغانوں کا غوغا مرزا کے مورچل میں افغانوں کی ایک جماعت کثیر داخل ہوئی۔ رات اندھیری تھی مرزا انہیں کے دفع کرنے میں اہتمام کرتا تھا۔ اوسکے آدمی اپنے گھوڑوں کی خبرداری کے لئے دوڑے اس اثنا میں مرزا خود افغانوں کے روبرو کھڑا ہوا۔ تیر و کمان سے نوبت گذر گئی اوس نے ایک کو پکڑ کے نیچے پٹکا کہ اوسکے بھائی جرنده افغان نے کہ قبیلہ بھند سے تھا ایک پیکان زہر میں بجھا ہوا مرزا کے مار کر مسافر ملک عدم کا بنایا۔ بعض مرزا کامراں کے ہمراہی بیان کرتے ہیں کہ افغان مرزا ہندال کا ہوا شصت آویز (ترکش) مرزا کامراں کے روبرو گیا اوسکو معلوم نہ تھا کہ یہ کس کا ترکش ہے اوسنے

مرزا کامراں کا بابر کی طرف سے بغاوت کرنا

مرزا ہندال کا کشتہ ہونا

واقعہ کی تقریر کی۔ مرزا کی نظر جب اس شصت آویز پر پڑی تو اوسنے اپنے سر سے دستار زمین پر پٹکی اور چلایا کہ ہے ہے مرزا ہندال شہید ہوا۔

القصہ تاریکی شب میں نادانستگی میں ہندال کی روح نے پرواز کی اور قالب پژمردہ خواجہ ابہر نے اسے اٹھایا اور خرگاہ میں لے گیا اور حسن تدبیر کے ساتھ اس واقعہ کو اخفا کیا کہ اس شورش و غوغا میں دشمن خوشوقت و چیرہ دست نہ ہوں۔ کہ دیا کہ مرزا نے محنت بہت کی ہے اس لئے ضعیف ہوگیا ہے اور کسی قدر زخمی بھی ہوگیا ہے۔ کوئی شور و غوغا نہ کرے اور مرزا کی جانب سے بہار کہا و فتح دینے لگا۔ بادشاہ نے مرزا کے تابوت کو جوئے شاہی میں امانت رکھا اور کچھ دنوں بعد کابل میں بابر کے مقبرہ میں اسے دفن کیا۔ شبخون ۹۵۸ھ ہی اوسکے مرنے کی تاریخ ہے ۹۲۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ کوکب برج شاہنشاہی بود تاریخ سال ولادت ہے پس ۳۰ برس کی عمر تھی۔ بایزید جونسم خاں کے ساتھ تھا لکھتا ہے کہ بادشاہ بلند زمین پر رو رہا تھا کہ نسم خاں نے اوس سے پوچھا کہ حضور کیوں روتے ہیں بادشاہ نے کہا کیا تو نے نہیں سنا کہ ہندال شہید ہوا۔ تو نسم خاں نے کہا کہ آپ اپنے نفع حاصل کرنے پر روتے ہیں مرزا ہندال مرا تو حضور کا ایک دشمن کم ہوگیا۔ یہ سنکر بادشاہ نے رونا بند کردیا۔ دوسرے روز بادشاہ ہوس میں آیا اور مرزا ہندال کی تمام جاگیر اور کل خدم و حشم شاہزادہ اکبر کے سپرد ہوئے اور مرزا ہندال کی بیٹی سے اوسکی نسبت کردی۔

بادشاہ موضع بیسود میں مقیم ہوا اور ایک قلعہ مستحکم یہاں تعمیر کرایا۔ شاہزادہ اکبر کو کابل بھیجا یہاں خود بھیر کر مرزا کامراں کی جستجو میں رہتا۔ پانچ چھ مہینے یہاں قیام کیا۔ اور سارا جاڑا یہیں کاٹا مرزا کامراں قبایل افغانوں میں زندگی بسر کرتا۔ اکثر امرا کی یہ رائے ہوئی کہ اب مرزا کامراں میں قوت مقاومت اور قدرت منازعت نہیں رہی مناسب یہ ہے کہ بادشاہ کابل میں تشریف فرما ہو مگر جو فرقہ امرا دور بین تھا اوسنے عرض کیا کہ ہوا میں اعتدال ہے اگر بادشاہ نے یہاں سے سفر کیا تو افغانوں کے قبایل ملک کو تاخت و تاراج کرینگے بمصلحت وقت یہی ہے کہ اس آتش گرد کو کہ سرمایہ فتنہ و فساد ہے جب تک تنبیہ نہ کی جائے کابل کی طرف جانا نہیں چاہئے مرزا کامراں جوان گروہوں میں چھپا ہوا پھرتا ہے اور لوگوں کے پریشان کرنے کا سامان

مرزا کامراں کا بابر کی طرف سے بغاوت کرنا

جمع کرتا ہے وہ ہاتھ آجائیگا اور منافقوں کا آشوب بالکل جاتا رہے گا بادشاہ کو یہ راے قوی معلوم ہوئی اور کابل کی مراجعت پر اوسکو رجحان دیا کہ سوار ہوکر قبائل افغانان پر ناگہاں جا پہنچے اور اونکو ہلاک کیجئے۔ بڑے بڑے بہادر آگے روانہ ہوئے۔

قبائل جابجا پہاڑوں سے اُترکر پراگندہ پڑے پھرتے تھے معلوم نہ ہوتا تھا کہ میرزا کو کونسے قبیلہ میں ہے بادشاہ اس تردد میں تھا کہ ماہم علی قلی خاں و بابا خزاری مرزا کامراں کی طرف سے ملک محمد مندراوی پاس جاتے ہیں کہ وہ بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آگئے۔ اون سے جا کر حال پوچھا کہ وہ کس قبیلہ میں ہے۔ ماہم علی نے سائلوں کو بہکا دیا کہ اس قبیلہ میں مرزا کو بتلا دیا جس میں وہ نہ تھا۔ بابا نے کہا کہ ماہم علی نہیں جانتا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مرزا فلاں قبیلہ میں ہے میں وہاں تم کو لے جاتا ہوں۔ صبح کو بادشاہ کے لشکر کے پیش رو اوس قبیلہ کے پاس پہنچے اور تاخت و تاراج کرنے لگے۔ یہاں چودہ ہزار آدمی اس سے لڑنے کے لئے موجود تھے جنہوں نے بادشاہ کی سپاہ نے بہت آدمیوں کو قتل کیا اور اونکے زن و فرزند کو قید کیا کہتے ہیں کہ یہ قیدی بادشاہ کے کامراں سوتا تھا اس میں چند بہادر گھس گئے۔ وہ آدمی اس خیمے میں تھے ایک گرفتار ہوا دوسرا فرار۔ صبح کو معلوم ہوا کہ بیگ ملوک جس سے کامراں رابطہ نظری رکھتا تھا گرفتار ہوا اور کامراں نکل گیا۔ چند افغان مثل یوسف کرمانی اور ملک سیکی اور کئی اور لڑنے کھڑے ہوئے۔ مگر شکست پاکر فرار ہوئے۔ بادشاہ کی سپاہ کو اونکے گوسفند اور مویشی بہت ہاتھ لگے افغانوں میں مرزا کی قسمت کا آخری فیصلہ اس لڑائی نے کردیا اون کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ پھر اونہوں نے کامراں کی حمایت کا ارادہ نہ کیا۔ مرزا نے یہ ارادہ کیا کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں ہندوستان میں چلنا چاہئے۔ جب بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ کامراں ہندوستان کو روانہ ہوا تو باغ صفا میں بزم افروز مجلس جاہ و جلال ہوا۔ یہاں شگوفہ و گل کی بہار تھی۔ کابل سے اہل و عیال کو بلا کر عیش و نشاط میں بادشاہ مصروف ہوا۔ بعد ازاں کابل میں آیا۔

۹۵۹ھ کے آخر میں موسم زمستان میں بادشاہ بنگش کی طرف اسلئے روانہ ہوا کہ اس بار کے سرکش افغانوں کو جنہوں نے کامراں کی حمایت اور اعانت کی تھی تنبیہ کرے۔ چونکہ بنگش پست کابل کے بہت نیچے لیول میں واقع ہے تو یہاں سردی میں وہ شدت نہیں ہوتی جو کابل میں

کامراں وہمایوں کے لشکر کی لڑائی

ہمایوں کا بنگش جانا

ہوتی ہے۔ یہاں وہ اپنے دشمنوں سے خوب لڑسکتا۔ کابل کے حصہ بالا تمام پر قبضہ ہوا تھا جب بادشاہ خود دارالملک کابل سے چلا تو اوسنے حکم دیا کہ غزنین سے ایک سپاہ لیکر شاہزادہ اکبر بنگش کو گردیز کی راہ سے روانہ ہو تاکہ ہمراہ ہوکر دشمن سے لڑے بادشاہ کی سپاہ نے افغانوں کے ملک کو ہر طرف تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور اموال اسباب سب چھین لیا بیسیوں مویشیوں کو آگے ہنکا دیا۔ خاص کر عبدالرحمانی اور برمزیدی افغانوں کے قبیلوں کا بالکل ستیاناس کردیا۔ منعم خاں ایک تیسری فوج شاہی کو جلال آباد سے لیکر آتا تھا کہ فتح شاہ افغان جس پر چراغ کش فرقہ میں ہونے کا الزام لگایا گیا تھا اس کے دو چار ہوا۔ اس کا تمام مال اور اسباب بادشاہی لشکر کو ہاتھ آیا اور وہ زخمی ہوکر بھاگا۔ جوہر نے یہ لکھا ہے کہ ہمایوں بنگش میں تھا کہ اوسنے سنا ایک شخص شیخ مذہبی نے بنگش میں ایک جگہ اپنے لئے مقرر کی ہے اور وہاں لوگوں کو وہ گمراہ کرتا ہے اسلئے قراچہ خاں کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ اوسکو سزا دے اسنے جاکر اسکے اہل و عیال کو گرفتار کرلیا۔

اس دارو گیر و تاخت و تاراج میں سلطان آدم گکھر کے وکلا اوسکی عرضداشت لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ مرزا کامراں ان حدود میں پریشان و سرگردان آیا ہے میں حضور کا دولت خواہ ہوں میں نہیں چاہتا کہ مرزا آوارگی میں اوقات بسر کرے اگر ان حدود میں حضور موفق افروز ہوں تو میں مرزا کو حضور کی خدمت میں اوسکے جرائم کے تدارک کے لئے حاضر کروں اور خود بھی لوازم بندگی بجالاؤں۔

گکھروں کے بہت طوائف ہیں اور آب بہت و سند کے درمیان وطن رکھتے ہیں سلطان زین العابدین کشمیری کے عہد میں ملک کہ نام جو امرائے غزنین میں سے تھا اور حاکم کابل سے نسبت رکھتا تھا یہاں آیا اور بزور اس مقام کو کشمیریوں کے تصرف سے نکال لیا۔ اس کے بعد جانشین اوسکا بیٹا ملک کلاں ہوا۔ اور ملک کلاں کے بعد اسکا بیٹا بہرا اپنے اوس کا سردار ہوا اور اوس کے بعد تتار اپنے قبیلہ کا ناظم ہوا۔ جسکی شیر شاہ اور سلیم شاہ سے منازعت ہوئی۔ وہ اپنے تئیں خاندان تیمور کے منتسبوں میں سے جانتا تھا۔ جب بابر ہندوستان کی تسخیر کے لئے آیا ہے تو وہ اسکی ملازمت کے لئے حاضر ہوا تھا اور خدمات شائستہ بجالایا تھا۔ اور خصوصاً رانا سنگا کی لڑائی میں

اوسنے بڑی جانفشانی کی تھی۔ اوسکے دو بیٹے سلطان سارنگ اور سلطان آدم تھے بعد سارنگ کے سلطان آدم اوسکا جانشین ہوا اور سارنگ کے دو بیٹے کمال خاں اور سعید خاں گکھر تھے جو سلطان آدم کی متابعت نفاق کے ساتھ کرتے تھے۔ انہیں دنوں میں مرزا کامراں کا خدمت گار جوگی خاں مرزا کی عرضداشت بادشاہ کی خدمت میں لایا جس میں بڑی چرب زبانی سے بے اصل باتیں لکھی تھیں۔ ہمایوں نے خوب تجربہ کر لیا تھا کہ جب تک مرزا کامراں آزاد رہے گا اسے چین اور آرام سے نہیں بیٹھنے دیگا اور نہ اوسکی کسی تدبیر کو چلنے دیگا۔ اُسنے بے تامل سندہ کی طرف کوچ کیا اور دھن کوٹ (دین کوٹ) میں آپہنچا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ہمایوں سے کامراں سحر کے وقت شکست پاکر بھاگا۔ اور جب اوسکو افغانوں کی کمک سے مایوسی ہوئی تو ہندوستان کی طرف اس امید میں چلا کہ سلیم شاہ بادشاہ دہلی سے مدد لے یہ اوسکی بدعقلی تھی کہ وہ اپنے خاندان کے دشمن جانی پاس آیا اور یہ سمجھا کہ وہ اوسکو ایسی مدد دیگا کہ جس سے وہ ہمایوں سے لڑنے کے قابل ہو جائیگا۔ اپنے چند آدمیوں کو ہمراہ لیکر ہندوستان کی راہ لی اور نواحی خیبر سے بدلغ خاں کو سلیم شاہ پاس بھیجا وہ اس وقت پنجاب کے ایک قصبہ بن میں تھا۔ مرزا کا فرستادہ یہاں سلیم شاہ کی خدمت میں آیا۔ سلیم شاہ نے اپنا فائدہ سمجھکر مرزا کو بلایا۔ جب وہ بن سے چار کوس آیا تو اوسکے استقبال کے لئے امرا کو بھیجا۔ کامراں اس استقبال کو اپنے لایق نہ سمجھا اور جب وہ اپنے خیمہ میں آیا تو بادشاہ اسے ملنے نہ آیا۔ یہ غریب مرزا سمجھا کہ میں بادشاہ نہیں رہا اور وہ ذلتیں اوسنے برداشت کیں کہ جنسے اوسکو نہایت رنج ہوا وہ بدلغ خاں کو جس نے ہندوستان میں آنے کی زیادہ ترغیب دی تھی مرزا شتم کرتا تھا۔

جب مہمات پنجاب سے سلیم شاہ کی خاطر جمع ہوئی تو وہ دہلی کو روانہ ہوا اور مرزا کامراں کو ساتھ لیا۔ مرزا کو وہ اپنی نگاہ میں رکھتا تھا اور ہمیشہ اوسکو رخصت کرنے کو کہتا تھا۔ جھوٹ موٹ کے وعدے اوس سے کیا کرتا تھا۔ مرزا کے ہمراہ لینے میں اوسکا قصد یہ تھا کہ ہندوستان کے کسی مضبوط قلعہ میں اسے مقید کردوں مرزا کمک سے مایوس اور رخصت سے ناامید ہوا اور اصل حال اوسکو معلوم ہوا تو اوسنے بھاگنے کا قصد کیا۔ اپنے معتمد جوگی خاں کو راجہ بکھو پاس روانہ کیا وہ ماچھیواڑے

مرزا کامراں کا سلیم شاہ پاس آنا

بارہ کوس پر تھا اور اُس سے استغاثہ و استعانت چاہی۔ راجہ اس فرستادہ کے ساتھ شالسنگ سے پیش آیا اور مرزا کو پناہ دینے کا وعدہ کیا جس دن سلیم شاہ نے آب ماچھیواڑہ سے عبور کیا۔ تو مرزا نے یوسف آقا بچی کو اپنی جگہ اپنی خواب گاہ میں لٹایا۔ اور بابا سعید کو کہا کہ دیر تک وہ باواز بلند پڑھتا رہے تاکہ لوگ جانیں کہ مرزا ابھی سوتا ہے اور آپ تغیر لباس کرکے اور ایک برقعہ پہن کر راجہ کے ایک طرف سے بھگدڑ مامن میں جو مقرر ہوا تھا چلا گیا۔ راجہ اوس کے ساتھ بھی خیمہ میں آیا۔ مگر جب اوس نے خبر سُنی کہ مرزا کے تعاقب میں لشکر آتا ہے تو اوس نے راجہ کھلو پاس بھیجدیا۔ مگر اُسنے بھی دشمنوں کے ہراس سے مرزا کے ساتھ بدرقہ دیکر مجبور روانہ کیا۔ راجہ تجوسے زمیندارانہ دور اندیشی سے مرزا کو اپنے ملک میں نہ آنے دیا۔ مرزا سراسیمہ و سرگردان ولایت اٹکوٹ کی طرف گیا۔ یہاں قریب تھا کہ گرفتار ہو جائے مگر پھر تغیر وضع کرکے عورتوں کے لباس میں ایک افغان اسپ جلاب کے ہمراہ کابل کی طرف روانہ ہوا۔ اور سلطان آدم گکھر سے ڈرا کہ شاید یہ جماعت اس سے متفق ہو جائے تو پھر اپنے کام کے بنانے میں کوشش کرے مگر سلطان آدم ہمایوں کا دولت خواہ تھا۔ اوس نے مرزا کو بطائف الحیل اپنے پاس سے جانے نہ دیا اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی مرزا ابھی گکھروں کی طرف سے ناامید ہوا تو ایک عرضداشت بادشاہ کو لکھی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ہر چند مرزا نے گکھروں کو اپنے ساتھ متفق ہونے کے لئے اُکسایا مگر وہ پسیجے ہی نہیں۔ اب کامراں کے لئے کوئی ٹھکانہ نہ تھا کہ جہاں جائے اور اس قوم کی حراست سے اور اپنی واماندگی سے فرار ہوتا بھی دشوار تھا۔ ناچار گکھروں کے ساتھ اوقات بسر کرتا تھا۔ جب سلطان آدم کے بیٹے ہمایوں کی خدمت میں آن کر عرض حال کیا تو اوس نے ہندوستان میں گکھروں کی ولایت پر یورش کا ارادہ مصمم کیا اور کابل کی حراست و حکومت کے لئے مرزا جلال الدین کو بھیجا اور خود کوچ کیا اور شاہزادہ اکبر کو بھی ہمراہ رکاب رکھا۔ اب اوس نے ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ مرزا کامراں کے کار کا انجام کو پہنچائے اور عالم کو شور و شر سے بچائے۔ جب بادشاہ حدود سندہ میں پہنچا تو اوس نے قاضی چاند اور قاضی اُردو کو سلطان آدم پاس بھیجا کہ اوس کے پاس لائے اور مرزا کو بھی نصائح و مواعظ حسنہ کرے جو اوس کے دل سے خلاف و نفاق کو دُور کریں۔ بادشاہ نے آب سندھ عبور کیا مگر سلطان آدم زمیندارانہ اندیشوں کے سبب سے نہیں آیا۔ پھر بادشاہ نے شمس خاں کو اُس پاس

مرزا کامراں کی گرفتاری

بھیجا کہ دل آویز باتوں سے دلاسا دیکر اوسکو ملازمت کے لئے لائے اور مرزا سے بھی ایسی باتیں کرے کہ وہ سعادت کی طرف رہبر ہوں اور اس کے احوال سے تفرس کرکے اونکے ضمائر کی باتوں سے آگاہ ہوکر بادشاہ کو مطلع کرے منعم خاں نے کارنامہ دانش کا اظہار کیا کہ افسون و افسانے سے سلطان آدم و مرزا کو ہمراہ لیکر نواحی برہالہ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اس رات انجمن آرائے عشرت ہوا۔

باوجود ان جرائم کے کہ ہر ایک ان میں سے عقوبت عظمیٰ کا مستوجب تھا مرزا پر بادشاہ نے نہایت التفات کیا۔ کل امراء و دولتخواہ اور دانشوران خیر اندیش نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ رافت و عاطفت بادشاہی اور فطرت عالی اور عطوفت والا کا تقاضا یہی ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کو معاف کردے مگر عاقبت اندیشی و حزم کا اقتضا یہ ہے کہ ستیزہ کار مردم آزار کو سزائے اعمال دے تاکہ اوسکی شرارت سے خلق کی سلامتی پر آفت نہ آئے۔ دور اندیشی و دور بینی یہ ہے کہ ایک آدمی کی ظاہری آسایش کو آسایش خلایق پر ترجیح نہ دیجائے۔ شکستہ دلوں کی خاطر کی آسودگی لئے اور سینہ ریشوں کے زخم بھرنے کے لئے کسی فاسد ظالم کو دنیا سے محو کرنے سے مداہنت میں کچھ خلل نہیں پڑتا خصوصاً جب اوس کے ضمن میں ہزاروں کاموں کی اصلاح ہو غرض اس صورت باطل کا مٹانا رضاء الٰہی کے مطابق اور نظام کل کے موافق ہوگا۔ اوس نے بمقتدر کمان نعمت اور طغیان فتنہ نہیں کیا ہے کہ بہبود کی امید میں پھر وہ بحال کیا جائے اور اوس کا کردہ ناکردہ خیال کیا جائے۔ کار اندازہ سے کل گیا ہے اور طاقت طاق ہوئی ہے۔ ضرور اوس کو ملک عدم کا مسافر بنائیں۔ تاکہ خلق خدا ہزار طرح کی بلا سے نجات پائے۔ اور اوس کا بھی نامہ اعمال سیاہ زیادہ نہ ہو ایک مدت مدید گذر گئی ہے کہ اس شریر النفس فتنہ سرشت کے آشوب سے احوال خلایق غارت ہوتا ہے اور عرض و ناموس خلق کی برباد ہوتی ہے اور جانیں تلف ہوتی ہیں۔ مناسب وقت یہی ہے کہ اسے موذی کے ہاتھ سے خلایق کو نجات دیں۔ بادشاہ کی نظر حکمت و مصلحت سبب الاسباب پر تھی وہ اس کام پر اقدام نہیں کرتا تھا وہ جانتا تھا کہ ایسے بشر کو جو خدا نے باقی رکھا ہے وہ کسی غرض اور مصلحت پر مبنی ہوگی۔ اور سوا اسکے ہمایوں کو اپنے باپ کی خصایح کا بڑا پاس و لحاظ تھا اسلئے وہ کامران کا مارنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر امرا نے عرض کیا کہ اس سفاک بیباک کے سبب سے طرح طرح کی خونریزی

اور فتنہ انگیزی ہوتی ہے اور اس باب میں استصواب کرکے مفتیوں کی مہروں سے فتوی بھی لکھوا لیا اکابر دین و دولت و اعاظم ملک و ملت سے محضر مرتب کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اوسکو مرزا کامران پاس بھیجا۔ جب مرزا نے اپنا نامہ اعمال اور محضر مکافات اعمال مطالعہ کیا تو یہ کہلا بھیجا کہ جن لوگوں نے آج میرے قتل پر مہریں کیں ہیں اونہوں ہی نے یہ دن مجھے دکھایا ہی بادشاہ کو یہ منظور نہ تھا کہ اس ہجوم عام سے کامران کی خونریزی کا حکم جاری کرے۔ ایک مدت دوتال و حکم میں رہا عاقبۃ الامر مہور انام کی مصلحت سے یہ حکم خاص ہوا کہ اوس کو اندھا کردیں کہ وہ سلطنت کے کام کا نہ رہے۔

جب بادشاہ نے مرزا کامران کے آدمی جدا کردیئے اور اون کی بجائے اپنے پانچ آدمی بھیجے جن میں جوہر بھی تھا اوس نے جو مرزا کامران کے اندھے ہونے کا بیان اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہم نقل کرتے ہیں۔ بادشاہ نے جوہر کو حکم دیا کہ وہ خرگاہ کے اندر کی خدمات بجالائے اور خواب گاہ کے اوپر حرام مجھے عصر کی نماز کے بعد جوہر کامران کے خیمہ میں آیا مرزا نے جانماز طلب کی جوہر نے اوسکو دیدی اوس نے عصر کی نماز پڑھی۔ مغرب کی نماز کامران نے خیمہ کے اندر پڑھی اوس نے جوہر سے پوچھا کہ اے غلام تیرا کیا نام ہے اوس نے عرض کیا کہ جوہر۔ پھر اوس نے پوچھا کہ تو کتنی خدمت کرنی جانتا ہے اوس نے کہا کہ اپنی قدر کے موافق خادمی جانتا ہوں۔ پھر اوس نے پوچھا کہ کتنے برسوں سے بادشاہ کا نوکر ہے جوہر نے کہا کہ اکیس سال سے۔ تو مرزا نے کہا کہ بڑا قدیمی نوکر ہے۔ کبھی مرزا عسکری کی نوکری تو نہیں کی جوہر نے کہا کہ نہیں۔ مرزا نے کہا کہ رمضان کے میرے چھ روزے قضا ہوئے ہیں تو میرے عوض میں روزہ رکھے گا جوہر نے کہا کہ ہاں میں رکھوں گا۔ لیکن مرزا کو خود ان قضا شدہ روزوں کو رکھنے کا زمانہ ملے گا ایسی بیدلی کی باتوں کو دل میں راہ نہ دو دل کو مضبوط رکھو مرزا نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تجھے مارینگے۔ جوہر نے جواب دیا کہ بادشاہوں کی بات تو بادشاہ ہی جانتے ہیں مگر میں اپنی عقل سے یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے بازو کو اپنے ہاتھ سے نہیں توڑتا سوا اس کے بادشاہ ہمایوں بڑا بامروت ہے۔ اس طرح رات بسر ہوئی۔

دوسرے دن صبحکو بادشاہ یہ حکم دیکر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ مرزا کامران کی آنکھوں میں نشتر لگایا جائے جب بادشاہ کے نوکروں کے پاس یہ حکم پہنچا تو ان میں جھگڑا ہوا کہ کون نشتر

لگانے ہر ایک کو اس کام کے کرنے سے انکار تھا۔ سلطان علی بخشی نے علی دوست ایشک آقاسی سے کہا کہ تو نشتر لگا۔ علی دوست نے جواب دیا کہ جب تو ایک شہ رگ کسی کو دیتا ہے تو بادشاہ سے پوچھ کر دیتا ہے میں تیرے کہنے سے یہ کام کیونکر کروں اگر بادشاہ پوچھے کہ تو نے میرے بھائی کو دانہ ہا کیوں کیا تو میں کیا اس وقت یہ جواب دونگا کہ سلطان علی نے مجھ سے کہا تھا۔ یہ کام مجھے نہیں ہوتا آپس میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جوہر نے کہا کہ بادشاہ سے جاکر میں پوچھ آتا ہوں۔ غرض جوہر اور علی سلطان باریگی اور غلام علی شش انگشت داروغہ فراشخانہ گھوڑے دوڑا کر بادشاہ پاس گئے اور نے ترکی میں کہا کہ کوئی آدمی نشتر لگانا قبول نہیں کرتا۔ بادشاہ نے ترکی زبان میں اس کا جواب گالی دیکر دیا کہ اگر کوئی اور یہ کام نہیں کرتا تو تجھکو کیا ہوا کہ تو نہیں کرتا۔ بعد حکم کے علی دوست نے آکر مرزا سے کہا کہ اگر میں یہ بات اپنی طرف سے کہوں تو خدا تعالیٰ میری زبان میری گدی سے نکال لے مگر بادشاہ کے حکم سے چارہ نہیں بادشاہ کا حکم ہوا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں نشتر لگایا جائے۔ مرزا نے کہا کہ مجھے مار ہی کیوں نہیں ڈالتے۔ علی دوست نے جواب دیا کہ بادشاہ کے حکم کے بغیر کون آپکو مار سکتا ہے یہ کہہ کر اوس نے اپنا کام شروع کیا۔ ہاتھ میں اوسکے رومال تھا اوس کی گیند بنائی فراش نے مرزا کے منہ میں دے دی اور پھر مرزا کے ہاتھ پکڑ کے خیمے سے باہر لائے اور اوس کو زمین پر لٹایا اور اوس کی آنکھوں میں پچاس سے کم و بیش نشتر لگائے مگر اس جوانمرد نے آہ نہ کی ایک شخص جو اوس کے زانو پر بیٹھا تھا یہ کہا کہ تو میرے زانو پر کیوں بیٹھا ہے کیا تو مجھے جب تک نہیں چھوڑیگا کہ اپنا کام نہیں کریگا۔ اس بات کے سوا اوس نے دم نہ مارا مردانہ وار استقلال کے ساتھ رہا۔ جب آنکھوں میں نیبو کاٹ کر نمک چھڑکا گیا۔ پھر صبر نہ کیا گیا۔ اور بے اختیار چلا اوٹھا کہ یا الٰہی یا الٰہی اس دنیا میں جو بڑے کام کئے اون کا مزہ خوب چکھ لیا عقبیٰ میں مجھ پر رحم کر۔ پھر مرزا کو گھوڑے پر سوار کر کے فوج کے پیچھے روانہ کیا۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک جگہ درخت لگائے تھے وہاں اول مرزا کو اتارا۔ مگر ہوا گرم بہت تھی پھر اوسکو سوار کر کے لشکر میں لائے اور مرزا قاسم کو دور کے خیمہ میں اتارا جوہر نے جب مرزا کو بہت بے طاقت اور بے چین دیکھا تو وہ مرزا پاس نہ ٹھیرسکے اپنے ٹھکانے پر آیا یہاں سر جھکائے فکر میں بیٹھا تھا کہ بادشاہ کی نظر اوس پر پڑی اس سے بے حال پوچھا۔ پھر بادشاہ نے غسل کے لئے پانی منگایا۔ ابوالفضل نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ بادشاہ

نے مرزا کامراں کی آنکھوں میں نشتر لگانے کے لئے علی دوست باریگی اور سید محمد کیخہ کو تعلقاتی شش انگشت کو مقرر کیا یہ سب مرزا پاس آئے۔ مرزا نے جانا کہ وہ مجھے مارنے آئے تو وہ گھونسے مارنے کے لئے اوٹھا۔ علی دوست نے کہا کہ مرزا صبر کرو قتل کا حکم نہیں ہوا ہے۔ اضطراب کیوں ہے جب تک سید علی اور ایک بیگناہ جماعت کو نابینا کیا تھا۔ اوسکی مکافات اپنی آنکھوں میں دیکھ لیگے جب مرزا نے یہ بات سنی تو بادشاہ کے حکم کو بچشم قبول کیا اور دراز لیٹ گیا۔ نشتر لگائے گئے اور اس آنکھیں بینائی سے معزول ہوئیں۔ اوس کی آنکھوں میں نشتر بہتیرے لگائے گئے۔ مرزا نے جاں بخشی کی شکرانہ میں دم نہ مارا اس سے بادشاہ کو بھی بڑی رقت ہوئی اور بہت سی باتیں مہر افزا فرمائیں یہ قضیہ آواخر ۹۶۰ھ میں وقوع میں آیا۔ تاریخ اس قضیہ کی نشتر ہے مرزا نے اسی روز منعم خاں پاس آدمی بھیجا۔ کہ وہ بادشاہ سے عرض کر کے کسی نہ کسی طرح سے بیگ لوک کو میری خدمت کے لئے بھیجے بادشاہ نے مرزا کی درخواست کو منظور کر کے بیگ لوک کو اوس پاس بھیجا۔ مرزا کو اسکے حال پر کمال توجہ تھی جب وہ آیا تو اپنی اندھی آنکھوں پر اوس کے ہاتھ رکھکر یہ بیت پڑھی ؎

ہرچند کہ چشم برخت پردہ کشیدہ است　　بنیاد بجنبے کہ کسے روے تو دیدہ است

کامران کی ہوا و ہوس سلطنت اور بلند نظری نے اوس کی آنکھوں کو کور کیا۔ کسی ملکی کام کے لایق نہ رکھا اپنے خاندان کو بہت نقصان پہنچایا کہ بھائی کو ہندوستان کی بادشاہی سے نکلوایا اور ایران کے بادشاہ کا ممنون منت بنوایا۔ دشمنوں کو یہ فائدہ پہنچایا کہ ہندوستان میں افغانوں کا بول بالا ہوا اور سور خاندان بادشاہ ہوا۔ اب اوس کی باقی زندگی کے یہ چند واقعات لکھے جاتے ہیں ہمایوں نے جب ہندوستان سے کابل کو مراجعت کی ہے تو کامراں دریاے سندھ کے کنارہ تک اوسکے ہمراہ رہا۔ یہاں آن کر منعم خاں کو کہلا بھیجا کہ تم جانتے ہو کہ کابل میں میں کس شان و شکوہ کے ساتھ رہا ہوں۔ اب میں کن آنکھوں کو لیکر وہاں جاؤں اور اپنے منہ کو دکھاؤں مجھے کہ مکہ جانے کی اجازت دلا دو بغیر اس کے کہ میں اپنی پرانی دار السلطنت میں جاؤں۔ اگر یہ میری درخواست منظور نہ ہوگی تو میں اپنے تئیں مار ڈالوں گا۔ میرا خون بھائی کی گردن پر ہوگا۔ بادشاہ نے دونوں بھائیوں کی درخواست کو نامنظور کیا اور فرمایا کہ میں نے جس کو انہا بنایا اوس کو کیسے آزاد کر سکتا ہوں۔ مرزا نے اس نے منعم خاں اور امیروں کی سفارش سے مرزا کی درخواست کو قبول کیا اور ایک شرط سے

ملاقات بھی اوس نے قبول کی کہ وہ میرے سامنے روے دھوے نہیں۔ ابوالفضل نے لفظ یہ کہا ہے کہ مرزا کامران نے سفر حجاز کی التماس کی۔ اِسوقت بادشاہ کو مرزا کی خوشنودی خاطر منظور تھی اوس نے اوس کو حج کے لئے رخصت کیا اور جس شب کو رخصت کیا اپنے مخصوصوں کی جماعت کے ساتھ اوس سے ملاقات کو گیا۔ جو بزرگوں کی بزرگی کو زیب دیتی تھی۔ مرزا نے اوّل مراسم تعظیم ادا کیں اور یہ بیت پڑھی ؎

کلاہ گوشہ درویش بر فلک سایہ — کہ سایہ ہمچو تو شاہے فگند بر سرِ او

پھر یہ بیت پڑھی ؎

برجانم از تو ہرچہ برسد جائے منت ست — گر ناوک خطاست دگر منخ بر سرم

اگرچہ یہ بیت ثانی شکر کا پہلو بھی رکھتی تھی لیکن سخن شناس جانتا ہے کہ وہ شکایت سے کبریز تھی مگر بادشاہ نے اوس پر ذرا خیال نہیں کیا اور بہت رقت اوس کو آئی اور زبان سے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ یہ کام میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا میں نہایت شرمندہ ہوں کاش مجھ سے پہلے تم یہ اول یہ کرتے۔ مرزا نے نیازمندی اور شرمندگی کے ساتھ کہا کہ یہاں کون کون آدمی ہیں۔ جو آدمی بیٹھے تھے اون کے نام سُنائے گئے تو اوس نے کہا کہ اے یارو تم سب گواہ رہو کہ اگر میں اپنے تئیں بیگناہ جانتا تو اِسوقت کو حضور تشریف رکھتے ہیں میں اسکو بیان کرتا میں یقین کرتا ہوں کہ میں ہلاک ہونیکا استحقاق رکھتا تھا۔ بادشاہ نے میری جاں بخشی کرکے سفر حجاز کی اجازت دی۔ اس احسان کا ہزار شکر میں بجالاتا ہوں کہ میری بدی اور بدعہدی کی اوس نے مکافات نہیں کی۔ بعدازاں اپنے فرزندوں کی سفارش کی بادشاہ نے کشادہ روئی اور خوشخوئی سے فرمایا کہ وہ میرے بچے ہیں۔ مرزا کو رخصت کیا۔ یہ تو پہلے قرار پا گیا تھا کہ حضور کے روبرو مرزا رقت نہ کرے۔ اس نے جب تک بادشاہ بیٹھا رہا۔ وہ اپنے تئیں ضبط کئے رہا مگر جبکہ بادشاہ دولت خانہ گیا تو وہ ہاے ہو کرکے خوب رویا۔ دوسرے دن حکم ہوا کہ مرزا کے نوکر جو ساتھ جانا چاہیں اوس کے جانے کی ممانعت نہیں ہے وہ اُس تنہائی میں اوس کی ہمراہی کریں۔ مگر جو پہلے اوس کی دوستی کا دم بھرتے تھے وہ ناآشنا ہو گئے۔ جلیہ کو کہ کھڑا تھا اوس سے بادشاہ نے پوچھا کہ ہمراہ جائیگا یا میرے پاس رہیگا۔ اوس نے عرض کیا کہ میں اپنے حال کو اس لایق دیکھتا ہوں کہ اس بیوائی کی رانوں کے

مرزا کامران کا حج کو جانے کے لئے رخصت ہونا

مرزا کے ساتھ رہوں۔ بادشاہ نے اوس کی وفاداری کو پسند کیا۔ آیندہ ذکر آئیگا کہ وہ بڑا امیر کبیر ہوا۔ اوسکو بادشاہ نے رخصت دی اور مرزا کے اخراجات کے واسطے جو نقد و جنس مقرر ہوا تھا وہ اوس کے حوالہ کیا۔ بیگ طوک باوجودیکہ مرزا کے ساتھ ایک نسبت رکھتا تھا اوس نے یہ حرکت ناپسندیدہ کی کہ چند منزل ساتھ جاکر اولٹا چلا آیا جس سے اوس کی قبیح صورت مردود نظر ہو گئی مرزا دریاے سندھ کی راہ ٹھٹھہ میں آیا۔ یہاں اوس کے خسر شاہ حسین نے ایک محل سکونت کے واسطے مقرر کیا اور ایک جاگیر اوس کے گذارہ کے لئے مقرر کی داماد کو حج کے جانے سے منع کیا اوس کی بیوی چوچک بیگم ارغون نے اوسکے ساتھ جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ ہرچند سب نے اوسکو سمجھایا کہ کیوں خاوند کے ساتھ جانے کا ارادہ مصمم کیا۔ ہرچند سب نے اوس کو سمجھایا کہ کیوں خاوند کے ساتھ جاتی ہے مگر وہ بغیر باپ کی اجازت کے خاوند کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گئی باپ نے آدمی بھیجے کہ اوس کو واپس لائیں مگر اوس نے آنے سے انکار کیا تو باپ خود اوس کو لینے گیا مگر اوس نے بیگم نے باپ سے کہا کہ تم نے مجھے خاوند کو اوس وقت حوالہ کیا تھا کہ وہ بادشاہ اور خوش حال تھا اور اب مجھکو اس حالت میں جدا کرتے ہو کہ خستہ حال اندہا اور بایں گرفتار ہے۔ باپ نے بیٹی کی اس وفاداری کی تعریف کی اور اس کو مرزا کے ساتھ جانے دیا اور اُس کے لئے اسباب آسایش اور آرام جہاز پر بھیجدیا وہ مرزا کے ساتھ اس کی موت تک ہمراہ رہی۔ مرزا نے تین حج کئے اور ۹۶۷ھ عدم کو محل باندہا۔

گکھروں کے ملک میں بادشاہ کے معاملات کا بیان کرتے ہیں گو اوسکے بیان کرنیمیں مورخوں کے اندر اختلاف ہی مگر ہمکو جو بیان ان میں زیادہ تر مستند معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں جب مرزا کامران اندہا ہو چکا تو بادشاہ نے پیرایہ کی طرف جو جاتو یہ قوم کا سردار تھا اُس پاس سروں میں ایک بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ یہ قلعہ سخت مقابلہ کے بعد اوس نے حوالہ کیا۔ سلطان آدم نے بادشاہ سے درخواست کی کہ گکھروں کا ملک اُسکو دیدیا جاے۔ بادشاہ نے اوس کی یہ درخواست قبول کی۔ جب ان حدود کی طرف سے بادشاہ کی خاطر جمع ہوئی تو کشمیر پر یورش کا ارادہ ہوا مگر اس یورش میں مصلحت وقت امرا نہیں دیکھتے تھے کشمیر کو چاروں طرف سے تشبیہ دیکر اوسکی مذمت کرتے تھے کہ شاید شاہ کی خاطر اس یورش سے پھر جاے۔ ہم نے یعقوب شاہ کی سلطنت کے بیان میں

لکھا ہے کہ جب ہمایوں کے آنے کی یہاں خبر ہوئی تو سلیم شاہ بہت سا لشکر لیکر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ہمایوں پاس سامان جنگ جیسا کہ شاید باید جمع نہیں ہوا تھا تو سلطان آدم اور امرا شاہی نے عرض کی کہ اگر ہم آگے بڑھے اور دہلی کے افغانوں کا لشکر قریب آگیا تو اوسکو چھوڑکر کشمیر جانا کیا مناسب ہوگا۔ اگر افغانوں نے درّوں کو روک لیا تو کیا انجام ہوگا اسلئے بادشاہ کو لایق ہے کہ اس یورش کے خیال کو چھوڑے۔ سارے اہل نفاق کا فیصلہ ہوگیا تھا کہ دار الملک کابل میں جمیں اور وہاں سے حمل جنگ کا تہیہ کرکے آئیں کہ افغانوں کا کام بآسانی تمام کریں مگر بادشاہ نے ان باتوں پر ذرا کان نہ لگایا اور اپنے ارادہ یورش سے باز نہ آیا۔ شاہزادہ اکبر کو اعیان دولت کی ایک جماعت کے ساتھ دار الملک کابل کو روانہ کیا اور خود کشمیر کی طرف عنان عزیمت موڑی۔ امرا سوداگر مزاج تھے سوا اپنی منفعت کے اور کسی چیز پر نظر نہیں کرتے تھے گھر چھوڑے ہوئے مدت ہوچکی تھی اونکی بداطواری سے اونکے ملازموں اور سپاہیوں نے اون کو چھوڑ دیا اور کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ اب بادشاہ کی خدمت میں سوا امرا کے کوئی اور شخص نہ رہا۔ اس بُری حرکت سے کہ اخلاص و اعتقاد سے بہت دُور تھی بادشاہ کی خاطر مشوش ہوئی۔ اپنے معتمدوں و معتبروں کو حکم ہوا کہ ان آدمیوں کو اہتمام تمام کرکے واپس لائیں اور اگر اونکے قتل کرنے کی ضرورت ہو تو بے میرے حکم کے قتل کریں۔ ابو المعانی نے سوار ہوکر ایک سرغنہ کو تیر سے مارا مگر اس سے کیا ہوتا۔ اس حالت میں قرآن شریف میں فال دیکھی گئی تو قصہ یوسف صدیق نکلا۔ اس کی تعبیر پوچھی گئی تو خواجہ حسین مروی نے عرض کیا کہ کشمیر کے باب میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ چاہ و زندان کا حکم رکھتا ہے تو اس فال سے اوس کی تصدیق ہوئی۔ قصہ یوسف ان دونوں باتوں کا مخبر صادق ہے۔

بادشاہ نے ہمراہیوں کی بے اتفاقی سے فسخ عزیمت کرکے کابل کی طرف توجہ کی۔ جب بگرام میں جو اب پشاور مشہور ہے بادشاہ آیا اور اوس نے دیکھا کہ یہاں کے قلعہ کو ہمسایہ افغانوں نے برباد کردیا تھا اوس کی تعمیر کا حکم دیا۔ امرا تو کابل کے مشتاق تھے وہاں اون کے اہل و عیال تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی وجہ سے اِس جگہ توقف ہو۔ پہلوان دوست میر برے حکم عالی سے مورچل کل امرا میں تقسیم کردیے اس طرح وہ بہت جلد بالکل تعمیر ہوگیا۔ بادشاہ نے سکندہ خاں اوزبک کو اوس کی حراست سپرد کی۔ اور خود بدولت کابل کو چلے۔ دلازک کے افغانوں کی فصل تیار تھی اوسکو کاٹ کر قلعہ میں

غلہ کا ذخیرہ بھرلیا۔ افغانوں نے اِس قلعہ پر ہجوم کیا۔ سکندر خاں نے قلعہ داری اور مردانگی کی داد دی اور افغان بے بہرہ پریشان ہوئے اوائل ۹۵۳ھ میں کابل میں بادشاہ آیا محل میں جب وہ گیا تو بیگمات نے اوسکو مبارکباد دی تو اوس نے کہا کہ مرزا کامران کا قصہ ایسا نامبارک ہے کہ میرے آنے اور ملنے کی مبارکباد بے مزا ہے میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھیں نکالی ہیں۔ اس غلط کا افسوس مجھے بڑا ہے۔ عبد الرشید خاں حاکم کاشغر کو جو قرب قرابت رکھتا تھا اور مراسم خویشی میں اہتمام کیا تھا سارا احوال لکھکر روانہ کیا۔ ان دنوں میں کہ بادشاہ مہمات ملکی اور مالی میں مصروف تھا اور حسام و مظفر کا کام لطف و قہر سے کر رہا تھا کہ جس سے خدا راضی ہو چہارشنبہ ۴ جمادی الاول ۹۵۳ھ میں ماہچوچک بیگم سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد حکیم رکھا ابو المفاخر و ابو الفضائل اوسکے تولد کی تاریخ تھی اسلئے یہ دونوں اسکی کنیت قرار پائیں۔

ایک اور بیٹا بھی انہیں دنوں میں پیدا ہوا تھا اوس کا نام سلطان ابراہیم رکھا وہ جلد مرگیا تھا

بود بر تے ز آسمان کرم زادن و مردنش بہم نزدیک

اس زمانہ میں ہمایوں کی حالت اس کی ابتدائی سلطنت کی حالت سے بالکل مختلف تھی اُسنے بہت کچھ کھو کر سیکھا تھا اور تجربیں اوٹھاکر تجربہ حاصل کیا تھا اوسکے بھائی جو اوسکے سارے مقصودوں اور تدبیروں کے سدّ راہ ہوتے تھے سب دفع ہوگئے تھے۔ کامران اندھا ہوکر حج کو گیا۔ ہندال لڑائی میں مارا گیا عسکری ایسے فاصلہ دُور دراز پر بیٹھا ہوا تھا کہ نہ وہاں کچھ کرسکتا تھا نہ یہاں آسکتا تھا کہ اُس سے کچھ خوف و خطر ہوتا۔ اور اور مرزاؤں اور رشتہ داروں میں کچھ مارے گئے اور جو زندہ رہے وہ بادشاہ کے مطیع ہوگئے امرا میں سے قراچہ خاں اور حاجی محمد خاں بڑے فتنہ انگیز ذی اختیار و صاحب اقتدار تھے تیغ ہوئے۔ تخت سلطنت کا کوئی نقیب و حریف باقی نہ رہا اب امرا میں سے سب میں بڑا امیر الامرا ایرانی بیک بیرام خاں تھا جس کو یہاں سے کچھ تعلق نہ تھا اور شیعہ تھا جس کے سبب سے بادشاہ کو بادجودیکہ وہ فراست اعلیٰ درجہ کی رکھتا تھا اتنا ہی خوف نہ تھا جتنا ایک اونی آدمی کا ہوتا ہے چونکہ اوسکو بادشاہ ہی کے سبب سے حکومت حاصل ہوگئی تھی اسلئے وہ بادشاہ کی سلطنت و سطوت بڑھانے کو اپنی بہبودی سمجھتا تھا اور اس میں دل و جان سے کوشش کرتا تھا۔

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت

جب ہمایوں کو سرکشوں اور بغاوتوں کے مٹانے سے انفراغ ہوا اور بھائیوں سے بےکھٹکا ملا تو دہلی کے تخت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جس کی آرزو اوسکے دل میں مدتوں سے تھی۔ مگر اس امر جرأت کرنے سے پہلے اوسکو اپنے دارالملک کابل اور اوسکے توابع کا ایسا انتظام واستحکام کرنا ضرور تھا کہ ہندوستان کے فتح میں کوشش کرنے سے پہلے یہ اپنی سلطنت مغرب میں ہاتھ سے نہ کھو بیٹھے۔ اُس سال میں جاڑا شروع ہی ہوا تھا کہ فتنہ اندوزوں کی ایک جماعت نے بیرام خاں کی جانب سے غیر واقع باتیں لگا بجھا کے بادشاہ کے دل میں اوس کی وفاداری کو ایسا مشتبہ کر دیا تھا کہ ہندوستان جانے سے پہلے قندہار جانا مصلحت سمجھا۔ بیرام خاں سب سے زیادہ معاملہ اقتدار بادشاہ کا ملازم تھا اوس نے بڑی خدمت یہ کی تھی کہ حاجی محمدؐ کو بادشاہ کے حوالہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ ایک مشتبہ حالت میں تھا۔ چند سال سے وہ قندہار میں مطلق العنان حکومت کر رہا تھا ہمایوں نے قندہار شاہ ایران طہماسپ کو دیدیا تھا مگر اوسکے ساتھ اُس سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اسے چند اپنے قبضہ میں رکھتا ہوں اور بیرام خاں جو بادشاہ ایران کی رعیت میں سے ہے دونوں بادشاہوں کی طرف سے قندہار میں جب تک حاکم رہیگا کہ شاہ ایران کو قندہار حوالہ کیا جائیگا۔ اس طرح بیرام خاں کا تعلق دونوں بادشاہوں سے تھا۔ ہمایوں کو اپنا بادشاہ سمجھکر رسل و رسائل اوسکے ساتھ رکھتا اور شاہ ایران کی خدمت میں بھی اپنی ملازمت کا اظہار کرتا تھا۔ اسلئے اوس کی طرف سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اوس کی فرزانگی اور مردانگی اپنی آزادانہ حکومت چاہیگی کہ اس زمانہ میں نفاق کا بازار ایسا گرم تھا کہ اوس کی طرف سے جو امرائے بادشاہ کو بھڑکایا تو بادشاہ نے یہ مناسب نہیں جانا کہ میں ہندوستان جاؤں اور ایسے قوی شجاع و دانا کو اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں اسلئے اوس نے ارادہ کیا کہ بیرام خاں کو قندہار میں جاکر وہاں کی حکومت سے معزول کردوں۔

ہمایوں کو آجکل سنم خاں پر بڑا اعتماد تھا جو بڑا عاقل آزمودہ کار تھا اور وہ کچھ دنوں شاہزادہ اکبر کا اتالیق بھی رہا تھا گو اسوقت شدت سے سردی پڑ رہی تھی اور برف سے زمین ڈھکی ہوئی تھی مگر بادشاہ بیرام خاں کی معزولی کے لئے ایسا بےصبر تھا کہ وہ اس وزیر کو اپنے ساتھ لے غزنین میں

پہنچا اور قندہار کو چلا۔ کابل کی حکومت علی قلی خاں اندرابی کو سپرد کی اور شاہزادہ اکبر کو غزنین تک ساتھ لے گیا وہاں سے کابل رخصت کیا۔ بیرام خاں کو خبر بھی نہ تھی کہ بادشاہ کے دل میں اوس کی طرف سے یہ غبار بھرا ہوا ہے۔ وہ بادشاہ کے ساتھ ارادت میں اپنی سعادت جانتا تھا۔ شاہ ایران کی طرف سے بادشاہ کی اطاعت کو ترجیح دیتا تھا۔ بادشاہ کے آنے کو ایک نعمت عظمیٰ سمجھا۔ قندہار سے دس فرسخ پر موضع شورانداب میں بادشاہ آیا تو اوس کے استقبال کے لئے نہایت اخلاص کے ساتھ گیا جس سے بادشاہ کو یقین ہوا کہ جو کچھ بیرام خاں کی نسبت کہا گیا وہ سب افترا اور جھوٹ تھا۔ بادشاہ قندہار میں آیا تو دلکشا بزم مرتب ہوئی۔ بیرام خاں نے آداب خدمتگاری اور لوازم جانثاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جو کچھ سرکار خاصہ بادشاہی کے لئے درکار ہوتا اوس کا وہ سرانجام کرتا۔ بادشاہ کے نوکروں کو اپنے ملازموں کے مکانوں میں اتار دیا تھا وہ اونکی خدمتگاری کرتے تھے۔ غرض اوس نے اپنی مردانگی اور فرزانگی سے بادشاہ کو اپنے بس میں کر لیا مگر بادشاہ اپنے اصلی ارادہ سے باز نہ آیا۔ اوس نے منعم خاں کو قندہار میں بیرام خاں کی جگہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر اس وزیر دانشمند نے عرض کیا کہ یہ تغیر و تبدل قندہار میں مناسب وقت نہیں ہے۔ حضور ایک مہم عظیم کا ارادہ رکھتے ہیں اُس سے فارغ ہو کر قندہار میں تغیر و تبدل حضور کے اختیار میں ہوگا جو چاہے سو کیجئے گا۔ ہمایوں اپنے ارادہ سے باز آیا اور قندہار میں سارا موسم سرما عیش و عشرت میں بسر کیا فقیروں اور صفاکیشوں کی زیارت کو جاتا اور حصول مہمات و مرادات عاجلہ و آجلہ کی التماس بشارت مستلزم خواجہ غازی جو ایران کو رسالت کے طور پر گیا تھا وہ شاہ ایران کی طرف سے تحفے تحائف قندہار میں لایا اور بڑے بڑے امیر اوس کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ قندہار میں صرف یہ ایک قضیہ ناہنجار واقع ہوا کہ شاہ ابو المعالی کے ہاتھ سے شیر علی بیگ مارا گیا۔ مجمل بیان اس سانحہ کا یہ ہے کہ شیر علی بیگ میر شکار نے بادشاہ ایران کی بغیر اجازت کے ہمایوں کی ملازمت کر لی تھی۔ عالی حوصلگی اور بادشاہ کے تقرب نے اور شجاعت کے گھمنڈ نے شاہ ابو المعالی کا دماغ آسمان پر پہونچا دیا تھا وہ دائرہ اعتدال سے باہر قدم رکھتا تھا وہ تعصب سے جس نے اوس کے عقیدت کو پریشان کر رکھا تھا کہا کرتا تھا کہ میں اُس رافضیک کو مار ڈالوں گا۔ بادشاہ اوسکو ہنسی سمجھتا تھا مگر اُس متعصب نے ایک رات اُس بیگناہ کے خون سے خاک کو آلودہ کیا بادشاہ کو اوسکی یہ حرکت بہت ناخوش معلوم ہوئی

لیکن علاقہ خاص بجازی اوسکے ساتھ ایسا تھا کہ اوسکو کچھ سزا نہ دی بسبب بیرم خاں کا محسن انعام سب پر روشن ہو گیا کہ وہ اطاعت و نیکو خدمتی میں ثابت قدم ہے تو بادشاہ اپنے اس ارادہ سے باز آیا کہ منعم خاں کو قندہار دے دے بیرام خاں ہی پاس رہنے دیا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ کوئی ملازم خواہ کیسا ہی وفادار مرد نیکخواہ ہو بادشاہ سے دُور رہ کر اوس کی عنایت سے محروم ہو سکتا ہے اِس لئے اوس نے بادشاہ کے پاس رہنا چاہا کہ جس سے عزو شان بڑھے اوس نے درخواست کی کہ حضور مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا کوئی نائب قندہار میں مقرر کر کے حضور کی خدمت میں ہندوستان کی مہم عظیم میں شریک رہوں۔ بادشاہ نے یہ درخواست اوس کی منظور کر لی اُسے بادشاہ سے کمکر مرزا ترددی بیگ کو جو زمین دار میں اوس کے ہمسایہ میں حاکم تھا اندراب اور اوس کے پاس کے اضلاع میں بدلوا دیا اور بہادر خاں سیستانی کو زمین دار کا حاکم مقرر کرایا۔

اب ہمایوں یہاں سے فارغ ہو کر کابل چلا کہ مہم ہندوستان کا سرانجام کرے اور سمرقند اور بخارا اور تمام اطراف میں خطوط بھیجے کہ جن اولوالعزموں کو اُس مہم میں شریک ہونا ہے وہ آئیں موسم بہار پورش ہندوستان کے سامان بہم پہنچانے میں صرف کیا۔ اس اثنا میں ایک درویش نے جو ولی اللہ مشہور تھا ہمایوں پاس بطریق تحفے کے موزے بھیجے تو بادشاہ نے فرمایا کہ ان موزوں سے ہندوستان کی فتح کی تفاول کرتا ہوں اِس لئے کہ زبان عوام میں مشہور ہے کہ ترکستان سر خراسان سینہ۔ ہندوستان پاؤں ہے۔ یہ تفاول اِس تفاول کی مثل ہے جو صاحبقران نے فرمایا تھا۔ وہ اس طرح ہے کہ جس سال میں ماوراء النہر سے خراسان فتح کر کے صاحبقران روانہ ہوا۔ تو ایک درویش نے اوس کی دعوت کی اور بھنے ہوئے سینہ کا گوشت کھانے کے لئے سامنے رکھا تو صاحبقران نے فرمایا کہ میں اِس سینہ کے گوشت سے خراسان کی فتح کا تفاول کرتا ہوں اِس لئے کہ سینہ زمین خراسان مشہور ہے۔ اور رمضان کا دوسرا دن تھا کہ بیرام خاں بادشاہ پاس آیا جس کی خوشی میں بادشاہ نے ایک عید پر دوسری عید کا جشن کیا۔ اس اثنا میں ہندوستان سے ارباب اخلاص کی عرائض آئیں کہ سلیم شاہ کا انتقال ہوا اور ملک لکھوں میں جمع مرتب ہو رہا ہے۔

بیرام خاں کا ہندوستان کی مہم میں شریک ہونا

ہندوستان کی فتح کا تفاول

جب ہندوستان کی یورش کا سامان تیار ہو گیا تو تمام متعلقات کو دارالملک کابل میں خدا کی حفاظت میں چھوڑا اور اور مرزا محمد حکیم کو کابل میں اپنا قایم مقام مقرر کیا اور خدمت و محلات صوبہ کابل کو منعم خاں کو تفویض کیں اور اوسط ذی الحجہ ۹۶۱ھ میں بخوبیوں ست نیک ساعت پر قلعہ کہنہ دہلی کی طرف روانہ ہوا اور شاہزادہ اکبر کو جس کی عمر بارہ برس آٹھ مہینہ کی تھی ہمراہ لیا اس وقت بادشاہ کے ساتھ تین ہزار سوار تھے کابل میں بیرام خاں کو اس لئے چھوڑ گیا کہ وہ باقی سپاہ کو جو چوکی طرف سے آرہی ہے جمع کرے اور توپخانہ اور اور اسباب جنگ بھیجا کرے۔ ان سب کو ساتھ لیکر اس سے آن ملے بادشاہ جوے شاہی میں پہنچا۔ یہاں ایک چالہ پر سوار ہو کر دریا کابل سے عبور کیا اور سنج نجم ۹۶۱ھ میں بگرام (پشاور) میں خیمہ زن ہوا (چالہ چند چوبیں باہم پیوستہ ہوتی ہیں اور اس کے نیچے ہوا سے مشکیں بھری ہوئی لگی ہوتی ہیں اور اُن پر بیٹھ کر دریا عبور کرتے ہیں) سکندر خاں اوزبک جس نے یہاں کے قلعہ کی حفاظت میں خدمات پسندیدہ دکھائیں اوس پر بہت عنایت کی اور منصب اور خاں کا عنایت کیا۔ پانچویں صفر ۹۶۲ھ کو دریائے سند پر کنیاب مشہور ہے بادشاہ آیا۔ تین روز منزل میں قیام کیا۔ اسی مرحلہ عشرت آرام میں بیرام خاں کابل سے سامان جنگ اور لشکر لے کر آملا۔ اُس روز یہ خبر آئی کہ ہمایوں کے آنے کی خبر سن کر تاتار خاں کاکی کہ ایک لشکر گراں سے قلعہ رہتاس کی حراست کرتا تھا باوجود استعداد تحصن اور استحکام قلعہ کے بھاگ گیا۔

ہندوستان میں یہ وقت ایسا تھا کہ ہمایوں کے مدد کرنے کے لئے نہایت موید تھا سلیم شاہ قوی بادشاہ ہندوستان کا تھا ایک برس ہوا کہ وہ مر چکا تھا عدلی اُس کا جانشین ہوا تھا جسکے سبب سے سارے ملک میں فساد و بغاوت کی شورش برپا تھی سلطنت کے چار حصے ہو گئے تھے جن میں سے ہر ایک پاس بڑا ملک اور قوی سپاہ موجود تھی۔ کل سلطنت دہلی میں لوٹ مار اور بیکار کا بازار گرم تھا۔ خود دارالسلطنت کا یہ حال تھا کبھی اوس نے تسخیر کر لیا کبھی اسنے اوسکو۔ کاہ کا حاکم افغان احمد خاں جس کا لقب سکندر شاہ سور تھا وہ بھی دعویدار سلطنت تھا وہ پنجاب کی ساری فوج کو دہلی سے گیا تھا۔ اس سبب سے پنجاب میں اوس کی حفاظت کے واسطے سپاہ موجود نہ تھی اور قلعوں سے بھی سپاہ بلا لی تھی اور اوسکی حراست میں کچھ اہتمام نہ تھا کہ

ہمایوں کا ہندوستان پر دوبارہ ہونا

سکندر شاہ خود اس ملک سے دُور دہلی میں اکبیٹر بچہاڑ میں مصروف تھا۔ رہتاس کو چھوڑ کر تاتار خاں کا جانا ضرورت یا مصلحت پر مبنی تھا۔ جب بادشاہ ۸ صفر ۹۶۲ھ کو سندھ سے عبور کر کے بھیرہ میں پہنچا تو سلطان آدم گکھڑ کی قدیم و جدید خدمات شایستہ پر بادشاہ نے نظر کر کے لکھا کہ خدمت میں حاضر ہوا سے زمیندارانہ عذر کر کے عرضداشت بھیجی کہ سکندر سے عہد ہوا ہے اور میرا بیٹا لشکری اس کے ہمراہ ہے اگر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں تو عہد شکنی ہوتی ہے اور بیٹے کی ہلاکت کا خوف ہے۔ یہ عرضداشت دیکھکر اولیائے دولت نے عرض کیا کہ لشکر کو حکم ہو کہ وہ اوّل سلطان آدم کو قضیہ چکائے ایسے خودسر کو چھوڑ کر آگے جانا دُور اندیشی سے بعید ہے۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ وہ پہنے سے عقیدت و اطاعت ہماری کر رہا ہے اور خدمات شایستہ بجا لایا ہے اسوقت اوس کی تنبیہ مناسب نہیں ہے ملائمت کے ساتھ معذرت کرتا ہے وہ قبول کرنے کے قابل ہے۔ بادشاہ نے اوس کا بیجھا چھوڑا اور بہت خوشی سے قلعہ رہتاس پر قابض ہوا جسکو افغان خالی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے پھر وہ جہلم اور چناب سے پار اوترا۔ تمام پنجاب کے شمالی حصّہ کا مالک ہو گیا اور ہاتھ ہلانا ہی نہیں پڑا جب راوی اور بیاس کے درمیان بادشاہ قصبہ کلانور کی حدود میں آیا تو شہاب الدین احمد خان و اشرف خان و فرحت خاں کو لاہور بھیجا کہ اُس کے نام کا خطبہ و سکّہ جاری کریں اور بیرام خاں و تردی بیگ و سکندر خاں و خضر خاں ہزارہ و اسمٰعیل بیگ و دلا اور ایک جماعت کثیر کو ہریانہ اور بیانہ بھیجا کہ وہ یہاں کے حاکم نصیب خاں پنج بھیہ پر حملہ کریں اور خود لاہور کی طرف چلا۔ ۲ ربیع الثانی ۹۶۲ھ کو وہ لاہور میں داخل ہوا یہاں کے باشندوں نے اوس کے آنے کی بڑی خوشی منائی۔

اس مہینہ کے آخر میں بادشاہ پاس خبر آئی کہ شاہباز خاں افغان نے افغانوں کا ایک بلوہ دیبال پور میں جمع کیا ہے اور فساد مچانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے شاہ ابوالمعالی اور علی قلی خاں شیبانی و علی قلی خاں اندرابی و محمّد خاں جلائر اور یکہ و کار طلب کو ادھر روانہ کیا آٹھ سو سواروں کا لشکر یہ تھا کہ وہ مخالفوں کے پاس پہنچا اور معرکہ گرم کیا۔ طرفین سے جاں نثاروں نے لڑائی میں جان لڑائی۔ سید زادہ ابوالمعالی کہ دنیا کے نشہ میں بدمست اور حسن مستعار پر مغرور تھا بُری طرح گھر گیا کہ علی قلی خاں اوزبکوں نے دلاوری اور جانفشانی کر کے اوسکو بلا سے نکالا اور گروہ غالب کو شکست دی اور بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔

ہمایوں کا سندھ سے پار اُترنا اور رہتاس اور پنجاب پر قبضہ کرنا

ہمایوں کا لاہور پر قبضہ

افغانوں کے ساتھ ہمایوں کا آگے بڑھنا

بیرام خاں پرگنہ ہریانہ پر پہنچا یہاں نصیب خاں اپنے حوصلہ کے موافق تھوڑا سا لڑا اور بھاگ گیا بہت نقد و جنس بادشاہ کے بہادروں کے ہاتھ آیا۔ اور سارے عیال بھگوڑوں کے گرفتار ہوئے۔ بادشاہ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر بتائید الٰہی ہندوستان کی فتح ہو گئی تو کسی کو بندہ نہیں کروں گا۔ اور بندگان خدا کو آدمیوں کا بندہ نہ بناؤں گا یعنی کسیکو اسیر نہیں کروں گا۔ اس لئے بیرام خاں خود سوار ہوا اور افغان کے کل عیال کو جمع کر کے اپنے معتمدوں کے ہاتھ نصیب خاں پاس بھجوا دیا۔ یہ فتح مقدمہ اور فتوحات کا تھا۔ اس میں جو ناکامی ہاتھی اور خزائم میں نفیس اشیا ہاتھ آئی تھیں وہ عرضداشت کے ساتھ بادشاہ پاس بھیجدیں۔ بیرام خاں آگے بڑھ کر نواحی جالندھر میں پہنچا جہاں افغان جمع تھے مگر جب وہ یہاں آیا تو افغان سب بھاگ گئے۔ عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے کہ فوجوں کا رعب افغانوں پر ایسا چھا گیا تھا کہ ہزار ہزار افغان دس سوار بزرگ ستارہ کو ہر حیث دو ہاتھی کیوں نہوں دیکھکر بھاگ جاتے تھے اور پیچھے مڑکر نہیں دیکھتے تھے۔ اس دفعہ افغان اپنی تندجان بچا کر نہیں لے گئے بلکہ اُسکے ساتھ اپنا اسباب مال بھی لے گئے اس کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ کے لشکر میں یہ منازعت پیش آئی کہ تردی بیگ یہ چاہتا تھا کہ ان بھاگے ہوئے افغانوں کا تعاقب کر کے اونکے پیچھے جائے مگر بیرام خاں اس میں کوئی صلاح نہ دیکھکر اوسکو اجازت نہ دیتا تھا تردی بیگ خاں نے بالتوخاں کو بیرام خاں پاس بھیجا کہ جس طرح ہو سکے یہ اجازت دلا دے۔ بالتوخاں نے آکر پیغام گذاری کی خواجہ معظم اُس سے دُرشتی کے ساتھ پیش آیا اور گالیاں دیں۔ بالتوخاں نے بھی گالیوں کا جواب گالیوں میں دیا۔ خواجہ نے تلوار بالتوخاں کے ماری جو اوس کے ہاتھ میں لگی جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے ایک منشور نصیحت لکھا اور اپنی تقریر فضل خاں کو لکھا کر کہا کہ جا کر سناوے اوس نے بادشاہ کے کلمات و نصایح اور اکوٹنا سے جس سے باہم صلح و صفائی ہو گئی بیرام خاں نے جالندھر میں اقامت کی اور ہیرا میسہ کو اُس نواح کے پرگنوں میں مقرر کیا سکندر خاں اوزبک دریائے ستلج کے کنارے پر ماچھیواڑہ میں مقیم ہوا اوس نے ایک موقع دیکھکر ستلج سے پار اتر کر سرہند پر قبضہ کر لیا۔ بیرام خاں جسکی مردانگی میں فرزانگی میں سموئی ہوئی تھی وہ اس حرکت پر نہایت ناراض ہوا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ جو ملک ہاتھ لگ گیا ہے اوس کی حفاظت کی جائے اور سپاہ کا سارا زور اکٹھا ہو متفرق نہو چنانچہ اُس کا یہ خیال آیندہ واقع میں صحیح نکلا۔

ہندوستان میں فساد

جب ہمایوں نے پنجاب کو مغلوب کر لیا تو ہندوستان میں ملکی فساد برپا تھے۔ بہت دلیر سلطنت تھے جو اپنے سپاہیوں کو لڑا لڑا کر اپنی قوت کو گھٹا رہے تھے دہلی پرانا دار السلطنت ہر حملہ آوروں کے قریب تھا بار بار اپنے بادشاہ بدلتا رہتا تھا۔ پنجاب کا آخر حاکم سکندر شاہ سور دہلی کا بادشاہ تھا۔ اوس نے اپنے ایک رقیب سلطان ابراہیم کو شکست دیدی تھی اور دوسرے رقیب عدلی سے لڑنے کے لئے اٹاوہ سے روانہ ہونے کو تھا کہ اوس نے سُنا کہ ہمایوں پنجاب کی پورش میں فتحیاب ہوا۔ یہ خوف بڑا خطرناک تھا۔ پنجاب ہی کا صوبہ تھا کہ جہاں سے سکندر شاہ بہروسہ کی فوج جمع کر سکتا تھا۔ فقط پنجاب ہی پر مخالف نے قبضہ نہیں کر لیا تھا بلکہ وہ آگے بڑھ کر دہلی کے برجوں پر اپنا علم قایم کرتے کو تھا۔ اِسلئے سکندر شاہ نے مجبوراً اپنی سپاہ کو تقسیم کیا۔ بڑی سپاہ تو اپنے ساتھ رکھی اور شاہ عدلی سے لڑائی جاری رکھی۔ تاتار خاں پنجاب سے بھاگ آیا تھا اُس پر ایک فوج عظیم بھیجکر ہدایت کی کہ اولٹا چلا جائے اور دشمن کی فوج کے ٹکڑے نہ ادھر اسکے آنے روک تو دے۔ تاتار خاں تیس ہزار سپاہ کو لیکر سرہند کو چلا۔ سرہند کے قریب پہنچا تو سکندر خاں اوزبک نے سرہند میں رہنے کو صلاح حال نجانا اور جالندہر میں آگیا۔ بیرام خاں سکندر کی اس حرکت سے ناراض ہوا اور اوس سے کہا کہ تجھے وہاں ثابت قدم رہ کر مردانگی دکھانی چاہیے تھی اور سرہند کی حراست میں اہتمام کرنا چاہیئے تھا اور ہمکو خبر کرنی تھی۔

بیرام خاں نے جلد فوج کو جمع کیا اور بعد بہت سی گفتگو کے وہ جالندہر سے آگے بڑھا ہاجیواڑہ کی حدود میں تردی بیگ اور اکثر آدمیوں کے نزدیک دریائے ستلج کے پار جانا مصلحت نہ تھا۔ برسات کا موسم آگیا تھا اِسلئے اونہوں نے کہا کہ گذرگاہوں کو مستحکم کرکے اتنا توقف کرنا چاہیئے کہ برسات کی شدت کم ہو جائے اور ہوا میں اعتدال آجائے تو دریا سے عبور کرنا چاہیے بیرام اور ایک اور دُوربین جماعت دریا کے پار جانے میں مصلحت سمجھتی تھی اور اُس جانب کے مقدمات پسندیدہ بیان کرتی تھی۔ آخر کو ملا پیر محمد و محمد قاسم نیشاپوری و دولی بیگ وحید رسل ساہو و بیرام خاں نے دریا سے عبور کیا۔ پھر تو ناگزیر تردی بیگ اور باقی امرا نے بھی دریا سے عبور کیا۔ اب لشکر چار حصّوں میں منقسم ہوا تو اول بیرم خاں کی شجاعت و اخلاص سے آسایش پذیر ہوا۔

بیرام خاں کا ستلج سے پار اترنا اور جنگ ماچھیواڑہ

برانغار کا سردار خضر خاں ہزارہ مقرر ہوا۔ جرانغار میں تردی بیگ خاں کی بزرگی قرار پائی۔

ہراول میں سکندر اوزبک تیزدست جان نثاروں کے ساتھ معین ہوا۔

افغان بھی دریا کے کنارے پر آگئے تھے اور دریا پار جانے کا سامان تیار کر رہے تھے کہ اُن کو ہمایوں کی سپاہ کے پار آنے کا اور اپنی سپاہ سے اُس کی تعداد کے کم ہونے کا حال معلوم ہوا تو اونہوں نے شام کو لڑائی شروع کردی اور ایک جنگ عظیم قایم ہوئی۔ بادشاہی فوج دریا کے کنارے پر پڑی تھی وہاں وہ ثابت قدم رہی۔ رات ہوگئی۔ بہادر تیر اندازی کر رہے تھے یہ ایک اتفاقیہ بات تھی کہ اس نواح میں ایک گاؤں بہت بڑا تھا۔ اُس کے سارے گھر پھوس کے تھے اس میں آگ لگی اور ایسی روشنی ہوئی کہ بادشاہی سپاہ کو افغانوں کی ساری نقل و حرکت نظر آتی تھی اور وہ تاک تاک تیر دل دوز و جاں ستاں لگاتے تھے اور بادشاہی لشکر ایسا تاریکی میں تھا کہ افغانوں کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ وہ تاریکی میں تیر لگاتے تھے۔ تین پہر رات تک لڑائی رہی کہ افغانوں کے لشکر میں تاب مقاومت نہ رہی سراسیمہ فرار اختیار کیا۔ بیرام خاں نے دوسرے روز سرہند پر قبضہ کیا کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ بادشاہ کے لشکر کو فتح عظیم ہوئی اور فیل اور اسباب بہت اُس کو ہاتھ آیا۔ نفائس و غنائم اور اعراض اخلاص بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوئیں۔ بادشاہ کی سپاہ کی بوقلمونی اُس کے اِن چار سپہ سالاروں کی قوم سے معلوم ہوتی ہے کہ بیرام خاں ایرانی ترک تھا۔ خضر خاں ہزارہ کا افغان تھا۔ تردی بیگ خان قراول کا ترک تھا۔ اور سکندر خاں اوزبک تھا۔ بادشاہ نے اس فتح کے صلہ میں بیرام خاں کو خانخاناں و یار وفادار کا خطاب دیا۔

جب سکندر شاہ اس سرگذشت سے آگاہ ہوا تو اُس نے اور سب جھگڑوں کو چھوڑ اور تمام اپنی سپاہ کو جمع کیا کہ وہ اس خوفناک طوفاں کو روکے بیتیا اسی ہزار سوار جنگی ہاتھی توپخانہ لے کر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ جب اُس کے قرب آنے کا حال بیرام خاں نے سنا تو وہ وفور عقل و شجاعت سے سرہند میں پائے ثبات قایم کرکے لوازم قلعہ داری اور صوبہ ہوشیاری کو کام میں لایا اور بادشاہ کی خدمت میں عرایض متواتر بھیجیں اور اُس کے بلانے کی استدعا کی اس وقت ہمایوں عارضہ قولنج میں مبتلا تھا اُس نے شاہزادہ اکبر کو بھیجدیا۔ مگر ابھی وہ نہ پہونچا تھا کہ بادشاہ اچھا ہو گیا۔ فرحت خاں کو شقدار لاہور اور بابوس بیگ کو فوجدار پنجاب مرزا شاہ

سلطان کو امین اور مہتہ جوہر کو خزینہ دار اس صوبہ کا مقرر کیا اور خود لاہور سے چلکر ریجب ۹۶۲ھ کو سرہند میں آکر ایک باغ میں اترا۔ تو اُس نے دیکھا کہ سکندر شاہ پندرہ روز سے اُس کے مقابلہ کے سامنے آگیا ہے اور اُس نے تم اپنے لشکر گاہ کو خندق اور مورچوں سے مستحکم کر لیا ہے اور بادشاہ کی فوج پر روز حملہ کیا کرتا ہے۔ اور اُس کی سپاہ ایسے لشکر گراں کا مقابلہ کرکے قلعہ داری کر رہی ہے اس لئے اپنے لشکر کو چار قسموں میں تقسیم کیا۔ ایک کو اپنے نام پر اور دوسرے کو شہزادہ اکبر کے نام پر اور تیسرے کو شہزادہ ابوالمعالی کے نام پر اور چوتھے کو بیرام خاں کے نام پر ہمیشہ لڑائی ہوتی رہی طرفین سے مردان نبرد آزما جام تیغ سے شربت واپسیں پیتے۔ جانبین میں مردی اور مردی کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ زخمی اور مردوں کو احترام اور تعظیم کے ساتھ باہم ایک دوسرے کو حوالہ کر دیتے تھے ہمایوں کا لشکر پانچ ہزار آدمیوں کا تھا۔ ابھی اس قلت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے بادشاہی لشکر کو خوف رہتا تھا کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ہمایوں نے سوچا کہ اس قلت کا معاوضہ شجاعت اور جرأت سے کرنا چاہئے اس لئے اُس نے یہ ارادہ کیا کہ دشمنوں کی رسد اور آذوقہ علوفہ بند کرنا چاہئے۔ وہ پہلے گجرات کی مہم میں اسی طرح کامیاب ہو چکا تھا۔ باوجود یکہ یہ تدبیر قلت سپاہ کے لحاظ سے مناسب تھی مگر اُس نے تردی بیگ کو یہ کام سپرد کیا۔ اُس نے غلہ وغیرہ کی آمد و رفت بند کر دی بات سانو لشکر میں جاتا تھا اُس کو جانے نہ دیا۔ شاہزادہ اکبر نے جو ایک دن کسی بلندی پر دشمن کے لشکر کو دیکھا تو ایک لاکھ کے قریب تھا جس کا شکست پانا کسی کے خیال میں نہیں آتا تھا مگر اُس نے کہدیا کہ تھوڑے دنوں میں یہ لشکر تباہ ہو جائے گا اس کا کہنا پورا ہوا۔ تردی بیگ نے سلیم شاہ کے بھائی کالپی کی فوج کو شکست دی اور اُسے مار ڈالا اور علم اور نشان اُس کا چھین کر اپنے لشکر میں لیکر آیا۔ اس جنگ کے سبب سے افغان اپنے مورچوں سے باہر آئے کہ اس فوج کی کمک کریں یا اپنے پاس لے آئیں مگر لڑائی ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں پھیلتی چلی گئی اور ایک جنگ عظیم ہو گئی گو اس کا ارادہ نہ تھا بیرام خاں کی فوج پر افغانوں کی سپاہ نے اپنا سخت حملہ اس لئے کیا کہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ کی فوج کا سب سے زیادہ زبردست حصہ یہی ہے اگر اس کو مغلوب کر لیا تو پھر کیا ہے سامنے لشکر کو مار لینا آسان ہوگا۔ جب بیرام پر حملہ ہوا تو وہ اپنے مورچوں میں چلا گیا اور محافظانہ لڑائی لڑتا رہا۔ اپنی دلیری سے دشمنوں کو اپنے مقام پر کھڑا رہنے نہ دیا۔ جب ہمایوں نے دیکھا کہ بیرام خاں

اپنے مقام میں ثابت قدمی کے ساتھ لڑ رہا ہے اُس نے تردی بیگ اور شاہ ابوالمعالی کو حکم دیا کہ دشمن کے بازوؤں اور پیچھے کی فوج پر حملہ کریں۔ انہوں نے یہ حملہ اس خوبی سے کیا کہ غنیم کی سپاہ میں جو ایک لاکھ آدمیوں کے قریب تھی بڑی فوج گیا اور وہ پریشان ہو کر بھاگ گئی اور اپنا سارا اسباب و توپخانہ و پرتل چھوڑ گئی۔ یہ لڑائی ۲۲ شعبان ۹۶۲ھ کو ہوئی۔ شیرشاہیوں اس فتح کی تاریخ ہے۔ سکندر شاہ میدان جنگ سے بھاگ کر کوہ سوالک کے اس حصہ میں چلا گیا جو پنجاب کے دامن میں سے لگا ہوا ہے۔

جب یہ فتح عظیم حاصل ہوئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ فتحنامہ کس کے نام پر لکھا جائے ہر شخص اس باب میں اپنی عرض کرے۔ شاہ ابوالمعالی نے کہ بادۂ نخوت میں سرشار تھا فتحنامہ اپنے نام پر لکھانا چاہا۔ بیرام خاں جانتا تھا کہ ہندوستان میں بادشاہ کا آنا میرے ہی سبب سے ہوا ہے اور میری رائے سے ممالک کی تسخیر اور مخالفوں کا استیصال ہوا ہے تو وہ اپنے نام پر فتحنامے کے لکھے جانے کی آرزو کرتا تھا۔ یہ قضیہ یوں چک گیا کہ شاہزادہ اکبر کے نام پر فتحنامہ لکھا گیا جس کے سبب سے دونوں رقیبوں نے پھر جھگڑا نہ کیا۔

یہ واقعہ بھی عجیب ہے کہ خواجہ معظم نے چند خط سکندر شاہ کو اپنی دولت خواہی کے لحاظ میں لکھے تھے وہ پکڑے گئے تو بادشاہ نے خواجہ سے اس کا سبب پوچھا تو کہنے سے انکار تو نہیں کر سکتا تھا اُس نے یہ کہا کہ یہ خط میں نے بادشاہی کی خیر خواہی کے سبب سے لکھے تھے کہ جس وقت یہ نوشتے بادشاہ کی نظر میں آئیں گے تو وہ مجھ پر اور زیادہ التفات کریگا اور کسی شائستہ خدمت کا سربراہ مقرر کریگا۔ بادشاہ نے اُسے مقید کرکے میر قاسم کو حوالہ کیا۔

ہمایوں کو یہ فتح عظیم ایسی حاصل ہوئی کہ پھر دشمن میدان جنگ میں اُس کے سامنے نہیں آیا ہمایوں نے سکندر خاں اوزبک کو دہلی روانہ کیا کہ دار السلطنت کی راہ کو گھیر لے۔ اور خود لشکر لیکر سامانہ میں آیا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ سکندر شاہ بھاگ کر ہندوستان میں نہیں گیا بلکہ وہ کوہ سوالک میں ہے جہاں سے وہ پنجاب کے ملک زیر حرکت کو دبکا سکتا ہے اس لئے اُس نے یہاں قیام کیا اور شاہ ابوالمعالی کو ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ اگر سکندر کوہستان

سے لشکر پنجاب میں دست درازی کرے تو اس کا تدارک اچھی طرح کیا جائے اور صوبہ کی
کی مہمات کا سرانجام کرنا اُس کے سپرد ہوا۔ سامانہ کی خوش ہوائی کے سبب سے بادشاہ کا
ارادہ یہاں چند روز ٹھہرنے کا تھا مگر سکندر خاں اوزبک کی عرضی آئی کہ میں آیا اور مخالفوں میں
تاب مقاومت نہ تھی وہ بھاگ گئے اب مصلحت یہ ہے کہ بہت جلد آنکر پائے تخت ہندوستان
کو اپنی مسند نشینی سے بلند کریں۔ بادشاہ نے اس نوید کو سنکر سامانہ سے کوچ کیا اور پختہ خوہ سرکار
۹۶۲ھ کو سلیم گڈھ میں کہ دہلی کی سمت شمال میں ہے فروکش ہوا اور اس مہینے کی چوتھی تاریخ
اورنگ سلطنت پر بیٹھا۔ یہ دن ہمایوں ہی کو نصیب ہوا کہ شکست کے بعد فرصلطنت پر بیٹھا۔
بادشاہ نے اس سفر میں دہلی کے پہنچنے تک اور ہندوستان کے فتح ہونے تک تناول حیوانی کو
ترک فرمایا تھا۔ شہزادہ اکبر نے ایک نیل گائے کو تلوار سے مارا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا
گوشت خشک کرکے رکھا جائے کہ بعد رمضان جو ہم تناول حیوانی کرینگے تو اُس کو کھائینگے۔

بادشاہ نے اپنے ملازموں کو مناصب عالی اور جاگیریں لایق اس طرح عطا کیں کہ رہتاس
حصار اور اُس کی نواح شاہزادہ اکبر کی جاگیر مقرر ہوئی گو وہ ابھی فتح نہ ہوا تھا۔ ہمایوں کو بھی
بابر نے جب وہ اول یہاں آیا ہے یہی ضلع دیا تھا۔ سرہند اور اور پرگنات متفرقہ بیرام خاں کو
عنایت ہوئے۔ اُن کے سوا رقندہار بھی اس کی جاگیر میں تھا۔ تردی بیگ خاں کو میوات۔ اور سکندر
خاں کو آگرہ۔ علی قلی خاں کو سنبھل۔ حیدر محمد خاں اختہ بیگی کو بیانہ روانہ کیا جو دار الخلافہ آگرہ کے
قریب تھا۔ سوا اس کے مصطفےٰ آباد کہ جس کا محصول چالیس لاکھ تنکہ تھا۔ آنحضرت کی روح پر
فتوح کی نذر کیا۔ خود بادشاہ دار السلطنت دہلی کے قلعہ میں رہا کہ اپنی سپاہ کے کاموں اور ملک
کے انتظاموں کی نگرانی کرے۔ ان دنوں بادشاہ پاس خبر آئی کہ اُس کے ایک اور بیٹا پیدا ہوا
ہے جس کا نام اُس نے فرخ فال رکھا۔

انگہ خاں اور ایک جماعت حصار فیروزہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ رستم خاں اور چھاؤنی ۵ رمضان
کو حصار سے دو کوس کے فاصلہ پر وہ آئے کہ رستم خاں و تاتار خاں اور بعض اور امرا افغانوں
کی جماعت لیکر اُن سے لڑنے لگے۔ افغان دو ہزار کے قریب تھے اور بادشاہ کی سپاہ فقط
چار سو آدمی۔ مگر بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی اور ستر آدمی مخالفوں کے قتل ہوئے اور وہ بھاگ گئے

بیرم خاں نے بھاگ کر قلعہ حصار کو مستحکم کیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اُس کا تیئیس روز محاصرہ کیا۔
جب رستم خاں پر مُری بنی قول قرار ہو کر وہ سات سو آدمیوں کے ساتھ بیرون لطف و خواجہ قاسم
کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ جاگیر مناسب اُس کو دی
جائے لیکن اس شرط پر کہ وہ اپنے فرزندوں کو بکرام میں رکھنے کے لیے حوالہ کرے تاکہ مسلک طاعت
منسلک ہو اور راہ حزم و احتیاط بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ مگر اس سادہ مرد نے شرط کے قبول کرنے
کرنے سے انکار کیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے اُسے مقید کرکے بیگ محمد ایشک آقا کو حوالہ
کیا۔ قنبر دیوانہ احاد الناس میں سے تھا لشکر میں کوئی اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ جس وقت بادشاہ
کا لشکر سرہند سے دہلی کی طرف آیا ہے تو قنبر نے اوباشوں کی ایک جماعت کو جمع کرکے تاخت
و تاراج شروع کی جو غنائم ہاتھ لگتی وہ آدمیوں کو دیدیتا اور لوگوں کو کھانے خوب کھلاتا اور
کہتا کہ مال مال خدا ہے اور جان جان خدا ہے۔ قنبر دیوانہ بکاول خدا ہے۔ گزری یہ کہ کہ
بادشاہ کو عرایض نیاز بھیجا۔ وہ نواح سرہند سے دوڑتا دوڑتا سنبھل میں آیا اور اُس پر قبضہ کر لیا۔
اور اپنے تئیں سنبھل میں مستقل کرکے اپنے بیٹے عارف اللہ کو بداؤں میں بھیجا۔ ان حدود میں رائے
حسین جلوانی کہ اعاظم امراء افغانی میں سے تھا بے جنگ تباہ و ویران ہو گیا۔ قنبر کالنجر گوالیر میں
آیا۔ اس نواح کو لوٹا مارا ان حدود میں ارکن خاں سے جو رؤسائے افغان میں سے تھا شکست
پائی اور وہاں سے بداؤں میں آیا۔ اگرچہ عاقل دیوانہ ہمیشہ بادشاہ کو عرایض بھیجتا اور بندگی اور
نیکو خدمتی کا اظہار کرتا مگر اُس کے قول اور فعل میں موافقت نہ تھی۔ اپنے آپ لوگوں کو منصب
خانی اور سلطانی دیتا اور علم و نقارہ نجشتا وہ صرف مستی دنیا ہی نہیں رکھتا تھا۔ سودائے جنوں
بھی اُس کے ساتھ تھا بہت مرتبہ دیوانگی یا دیوانہ ساختگی سے اپنا گرفتار دیوانگی بنا کر بیوقوفوں کے
دل میں اعتقاد پیدا ہو۔ ہمیشہ حرکات نامنتظم مجنونانہ کرتا۔ جب بادشاہ نے اس قسم کی باتیں اُس
کی بار بار سنیں تو علی قلی شیبانی کو حکم صادر ہوا کہ قنبر کو بادشاہ پاس بھیجدو۔ اسی اثنا میں کہ ارکن خاں
..... سے دیوانہ شکست پاکر بداؤں میں آیا تھا علی قلی خاں مہمات میرٹھ سے فارغ ہو کر سنبھل میں
آیا تھا۔ تو قنبر نے کہا سنبھل ہے اور قنبر ہے۔ علی قلی خاں اور سنبھل ایسے ہیں جیسے کہ کسی کا گانوں ہو
اور کسی اور کے درخت سنبھل سے فارغ ہو کر علی قلی خاں بداؤں میں آیا۔ ہر چند علی قلی خاں نے

اُسے بلایا مگر وہ اُس پاس نہ گیا اور کہتا رہا کہ جیسا تو بندۂ بادشاہی ہے ایسا ہی میں بھی اس کا ہوں میں نے اس ولایت کو بزور شمشیر لیا ہے۔ میرا استاج شاہی سے تو اُمام ہے آخر کو علی قلی خاں سے بجنگ پیش آیا۔ قنبر شکست پاکر قلعہ میں آیا۔ اور بادشاہ کو عرضداشت لکھی بادشاہ نے قاسم خاں نقشبند کو بھیجا کہ اُس کو تسلی و دلاسا دے کر اس پاس لائے پہلے اس سے کہ بداؤں میں قاسم خاں آئے اور مژدہ نجات قنبر کو سنائے علی قلی خاں نے اُس کو اس طرح قتل کیا تھا کہ جب قنبر نے قلعہ کو محکم کیا اور محاصرہ میں دیر ہوئی اور کچھ کام نہ ہوا تو علی قلی خاں نے محمدی بیگ ترکمان اور ملا غیاث الدین کو اُس پاس بھیجا اُس نے اُن کو مقید کیا اُنھوں نے پوشیدہ پوشیدہ ایک جماعت کثیر کو اپنے ساتھ متفق کیا اور قلعہ کے اندر کے آدمیوں کو دم دہانے دیکر اپنے اختیار میں لیا۔ اور دیوانہ کو اسیر کرلیا علی قلی خاں نے اِس کا سر بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ کو یہ حرکت پسند نہ آئی اور فرمان عتاب آمیز علی قلی خاں کے نام صادر کیا کہ جب قنبر اطاعت کا اظہار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ملازمت کے لئے حاضر ہوتا ہوں تو پھر اُس سے تو لڑا کیوں اور جب وہ اسیر ہوا تو ہمارے بغیر حکم کے مارا کیوں۔ بادشاہ اُس کو دیکھنا چاہتا تھا۔

جب بیانہ میں بادشاہ نے حیدر محمد خاں اختہ بیگی کو بھیجا تو وہاں غازی خاں پر۔ ابراہیم (جس کا حال تم نے خاندان سور کی سلطنت میں پڑھا ہوگا) حاکم تھا۔ جب وہ لڑ نہ سکا تو حصار بیانہ میں متحصن ہوا۔ حیدر محمد نے اس سے عہد و پیمان و قول و قسم کئے تو وہ قلعہ سے باہر آیا۔ حیدر محمد نے اُس کے اموال اور اسباب کی طمع میں آکر نقض عہد کیا۔ اور اُسے اور بعض لکھتے ہیں کہ اُس کے بال بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور اُس کا سر بادشاہ پاس بھیجدیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو یہ اُس کو ناگوار خاطر ہوا مگر سیاست ظاہری اس نے نہیں کی کہ وہ بہت دور تھا اور ہندوستان میں آمد کی ابتدا تھی مگر زبان سے یہ فرمایا کہ اب اُس کو دوبارہ کر باندھنی نصیب نہیں ہوگی۔ شہاب الدین احمد خاں امیر بیوتات کو اس معاملہ کی تحقیق اور تشخیص کے لئے بھیجا۔

ہندوستان میں ایسی فتوحات نمایاں سے ترقی ہو رہی تھی۔ مگر شمال میں ہمایوں کی سلطنت کے کچھ حصہ پر زوال آرہا تھا۔ جب بادشاہ تسخیر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا

تردی بیگ جسے اندراب و اشکش جاگیر دی تھی اپنے ساتھ ہندوستان کو لے آیا تھا۔ مقیم خاں اس کی طرف سے جاگیر کا انتظام کرتا تھا۔ مرزا سلیمان نے اس فرصت کو غنیمت گنا۔ اول گربزی اور نیرنگ پردازی سے مقیم خاں کو اپنے ساتھ متفق کرنا چاہا مگر جب اس طرح مطلب نہ حاصل ہوا تو مرزا نے پردہ آزرم کو اُٹھا کر اندراب کا محاصرہ کر لیا۔ مقیم خاں ناچار اپنے اہل و عیال کو لے کر نکلا اور اُس سے لڑتا ہوا کابل چلا آیا۔

اس زمانہ میں معاملات پنجاب سب سے زیادہ مہتم بالشان تھے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ شاہ ابو المعالی کس مقصد کے لئے پنجاب بھیجا گیا اور اُس کے ساتھ کون کون سے ایسے مناصب جلیلہ پر مقرر ہوئے تھے۔ جب پنجاب میں شاہ ابو المعالی پہونچا تو وہ دنیا کے نشہ میں مست ہوگیا اور خلائق کو آزار دینے لگا اور حکم شاہی کے خلاف کام کرنے لگا اور پنجاب میں خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بادشاہ کو ایک خاص توجہ اُس پر تھی اس لئے جو ناخوش خبریں اُس کی آئیں اُن سب کو خلاف واقع جانتا اور اہل حسد کا افترا اور بہتان سمجھتا۔ لیکن جب یہ خبر آئی کہ سکندر شاہ کوہ سوالک سے باہر آیا ہے اور ابو المعالی نے فرحت خاں حاکم لاہور کو اپنے اختیار سے بادشاہ کے حکم کے بغیر معزول کر کے اپنے آدمی کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔ اور بادشاہی خزانہ پر دست درازی کر رہا ہے تو بادشاہ کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اعاظم صوبجات میں سے پنجاب ہے۔ اس میں شاہزادہ اکبر کو بھیجنا چاہئے اور کابل سے تمام عزیز و اقارب بھی آئے ہیں وہاں اس شہزادہ کا رہنا اور بھی مناسب ہوگا۔ اگرچہ پنجاب میں لشکر شاہی اس قدر تھا کہ وہ سکندر شاہ کے دفع کرنے کے لئے کافی تھا مگر ابو المعالی کی خاطر سے گنگ کا بہانہ بنا کے شروع ۹۶۳ھ میں نیک ساعت میں شہزادہ اکبر کو پنجاب روانہ کیا۔ بیرام خاں کو آتالیق بنایا اور بہت سے اور امرا ہمراہ کئے۔

جب یہ شہزادہ پنجاب کو روانہ ہوا تو اثنار راہ میں انگہ خاں اور باقی اور ملازم اس کے حضارت اس پاس آگئے۔ جب سرہند میں وہ آیا تو اُستاد عزیز سیستانی جس کو رومی خاں کا خطاب ملا تھا اور فنون آتش بازی اور بندوق اندازی میں لاثانی تھا اُس پاس آیا اور اُس کو بندوق اندازی سکھائی۔ یہاں وہ امرا بھی کہ شاہ ابو المعالی کی اعانت کے لئے مقرر ہوئے تھے

اور وہ اُس کی صحبت سے تنگ ہو رہے تھے جیسے کہ محمد قلی برلاس و مصاحب بیگ، خواجہ جلال الدین محمود، فرحت خان، خواجہ طاہر محمد ولد میر خرد و شیر تیمور، ابو المعالی سے بغیر رخصت آن ملے۔ سکندر شاہ جس نے کہ کوہ سوالک سے نکلکر کچھ ملک پر قبضہ کرکے محصول اُس سے لے لیا تھا وہ پھر کوہستان میں بھاگ گیا۔ اور ابو المعالی جو سکندر شاہ سے لڑنے کے لئے آیا تھا اور کچھ فتح یاب بھی ہوا تھا وہ بھی لاہور چلا گیا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ ملک شاہزادہ کو بادشاہ نے دیا ہے تو وہ سلطان پور میں شاہزادہ کی خدمت میں آیا۔ شاہزادہ نے اپنی مجلس عالی میں اُس کو بیٹھنے کی اجازت دی اور بہت سی اُس پر عنایتیں کیں۔ مگر میر صاحب وہ گھمنڈ میں آرہے تھے کہ جب اکبر سے رخصت ہوکر اپنے گھر گئے تو یہ پیغام بھیجا کہ سب جانتے ہیں کہ جوئے شیر کے قمرغہ میں ہمایوں نے اور میں نے ایک ظرف میں پاس بیٹھکر کھانا کھایا تھا اور آپ بھی وہاں موجود تھے اور آپ کو الوش دیا تھا۔ مگر میں جب آپ کے گھر آیا تو تکیہ تو میرے لئے جدا لگایا گیا۔ اور دستار خوان جدا بچھایا گیا۔ شاہزادہ نے سید کی بیوقوفی پر تبسم کیا اور حاجی محمد سیستانی جو یہ پیغام لایا تھا اُس کی زبانی کہلا بھیجا کہ اُس سے کہدو کہ تورۂ سلطنت اور چیز ہے اور قانون عشق اور بات ہے۔ حضرت ہمایوں سے آپ کو جو نسبت ہے وہ میرے ساتھ نہیں ہے تعجب ہے کہ ان دونوں نسبتوں میں آپ نے تفرقہ نہیں کیا بلکہ گلہ کیا۔ میر کو اس جواب سے بڑا انفعال ہے۔

شہزادہ کی فوج ہریانہ پہونچی تھی کہ بیرام خاں کے پاس قاصد نے پہنچکر خبر کردی کہ بادشاہ گر پڑا ہے۔ بیرام خاں نے آگے جانے میں صلاح نہیں دیکھی کہ وہ کلانور میں آیا۔ اور یہاں توقف کیا کہ ہمایوں کے واقعہ ناگزیر کی خبر پہونچی۔

بادشاہ دہلی میں انتظام ملکی سے فراغت پاکر تردی بیگ کو دہلی سپرد کرکے آگرہ جانا چاہتا تھا اور پیش خیمہ بھیج چکا تھا۔ آخر روز جمعہ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو شاہ بداغ و عالم شاہ و بیگ ملوک اور اور امیر حجاز کے سفرت اور چغتائی خاں اور بعض اور آدمی گجرات سے آئے تھے اور منعم خاں کی عرایض بھی کابل سے آئیں تھیں۔ کتاب خانہ مرتب کیا تھا اُس کے بام پر آکر امرا کو کہ مسجد جامع قلعہ دین پناہ میں موجود تھے بلایا۔ اور احوال کہ تعلقہ و کابل کا اُن سے

دریافت کیا۔ ریاضی دانوں کی جماعت کو طلب کیا۔ اس رات کو زہرہ کے طلوع ہونے کا طالب تھا اُس کو وہ دیکھنا چاہتا تھا اور نیت میں یہ تھا کہ جب زہرہ طلوع ہو اور ساعت سعود ہو تو مجلس عالی کو مرتب کرکے ایک جماعت کو مناصب جلیلہ پر ممتاز کرے۔ اول شام کو وہ نیچے آنا چاہتا تھا۔ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا کہ موذن نے اذان دی۔ تعظیم اذان کے لئے بادشاہ نے دوسری سیڑھی پر بیٹھنے کا قصد کیا۔ زینے کے پتھر کچھ پھسلنے تھے کچھ شگاف تھے۔ جب وہ بیٹھنے لگا تو پائوں پوستین کے دامن میں اُلجھا اور عصا پھسلا اور وہ سر کے بل زمین پر گرا۔ دائیں شقیقہ میں ضرب آئی اور داہنے کان سے چند خون کے قطرے نکلے۔ اسی وقت محل کے اندر لوگ اُس کو اُٹھا کر لے گئے یا وہ خود آپ چلا گیا۔ اتنا ہوش تھا کہ اُس نے شیخ جمالی کو بلا کر شاہزادہ اکبر پاس بھیجا اور اس حادثہ کا حال لکھکر اُس کے حوالہ کیا۔ طبیب جمع ہوئے کر کسی کی نہ دوا بت چلی نہ کسی دوا نے اثر کیا۔ چوتھے روز اجل نے اُس کے درد کی دوا کی۔ ان دنوں میں اکثر اوقات عالم بیہوشی میں رہا۔ یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۹۶۳ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء کو واقع ہوا۔ تاریخ وفات اُس کی سب سے زیادہ مشہور یہ ہے کہ ہمایوں بادشاہ ۹۶۳ از بام افتاد۔ مگر اس میں ایک سال کم ہوتا ہے۔ عمارات و تصنیفات کی تاریخ میں ایک دو سال کا فرق ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مگر موت کی تاریخ میں یہ جائز نہیں ہے اور تاریخیں بھی یہ ہیں۔ مصرعہ

۹۶۳
ست واے بادشاہ از بام افتاد۔ مصرعہ واصل حق شد ہمیوں بادشاہ۔

مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمایوں کبھی موت کا ذکر نہیں کرتا تھا اور اُس نے منع کر رکھا تھا کہ اُس کی مجلس میں موت کا ذکر اس لئے نہ ہو کہ منافی انتظام ہے۔ مگر ان دنوں میں وہ برخلاف اپنی عادت کے موت کے ذکر سے خوش ہوتا تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ حضرت فردوس مکانی اپنی مجلس میں ذکر کرتے تھے کہ میر ایک ملازم ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ جب میں غزنیں کا گورستان دیکھتا ہوں تو میرا بے اختیار مرنے کو جی چاہتا ہے ایسے ہی میں جب دہلی کے مزارات کو دیکھتا ہوں تو یہ بات مجھے یاد آتی ہے۔ انہیں دنوں میں اُس نے بعض مستعدوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ آج عبادات سحری کی فراغت کے بعد ملہم غیبی یہ رباعی زبان پر لایا۔

یارب بکمال لطف خاصم گرداں — واقف بحقایق خواصم گرداں

از عقل جفاکار دل افگار شدم　　دیوانۂ خود خوان و خلاصم گرداں

اس تاریخ کو پڑھ کر رونے لگا۔ ان دنوں میں ہمیشہ وہ کہا کرتا تھا کہ اس عالم فانی سے بوئے انتقال آتی ہے۔ اور محل کے طاق پر نہایت خوشخطی سے مطلع شیخ آذری کا لکھا یا تھا۔

شنیدہ ام کہ بریں طارم زر اندودند　　خطے کہ عاقبت کار جملہ محمود است

جب مرنے کے دن قریب آئے تو افیون کھانی کم کر دی تھی۔ اُس نے اپنے محرمان درگاہ سے فرمایا کہ چند روز میں میری افیون کی خوراک دو تین گولیاں رہ جائینگی اور سات روز کی خوراک کو ایک پڑیا میں بندھوایا اور فرمایا کہ اب میں اس سے زیادہ افیون نہیں کھاؤنگا۔ جب ایک دن مرنے میں رہا تو چار گولیاں منگا کر اور گلاب میں گھول کر پیں۔ دوسرے روز موت آگئی جو کہا تھا وہی ہوا۔ وہ ۹۱۳ھ میں پیدا ہوا تھا اُس کی ولادت کی تاریخیں یہ ہیں۔ سلطان ہمایوں فال۔ شاہ فیروز دریا بادشاہ صف شکن۔ کلہ خوش باد۔ خواجہ کلاں سامانی نے یہ تاریخ کہی ہے۔

سال مولود ہمایوں چہ ست　　زادک اللہ تعالےٰ قدرا

بردہ ام یک الف از تاریخش　　تا کشم میل دو چشم بدرا

۹۳۷ھ میں سریر فرمانروائی پر جلوہ افروز ہوا۔ خیر اللوک تاریخ ہے۔ اس حساب سے اس کی عمر ۵۰ سال کی اور مدت سلطنت ۲۵ سال کچھ ماہ کی ہوئی۔ جس میں وہ ۱۶ برس بھی داخل ہیں جن میں وہ سرگردانی اور پریشانی میں رہا۔ کھوئی سلطنت اس کو اس طرح ہاتھ آئی کہ کہہ نہیں سکتے کہ کسی کو ملا کرتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ موت نے فرصت نہ دی کہ اس سلطنت کا مزہ اُٹھاتا۔ اب نہ شیر شاہ اسکا دشمن زندہ رہا تھا نہ بھائی اُس کی جان کھانے والے اور نہ تلوار چلانے والے موجود تھے۔ اس فرصت کے زمانہ میں معلوم نہیں کیا کیا وہ انتظام سلطنت کرتا اور اس ملک خراں دیدہ کو اپنی تدابیر اور عقل سے کس کس طرح سے سرسبز و شاداب کرتا۔ مگر اس عاقل فرزانہ بادشاہ کے سارے منصوبے دل کے دل ہی میں رہے۔ اس بادشاہی پر چھ مہینہ کا عرصہ نہ گذرا تھا کہ عجب طرح کی موت آئی جس کا اوپر بیان ہوا وارث تاج و تخت فاصلہ پر تھا۔ امراء عظام چاروں طرف ممالک محروسہ میں گئے ہوئے تھے۔ بیناہ چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اس لئے جو امرا یہاں بادشاہ پاس موجود تھے اُنہوں نے اس واقعہ ناگزیر کو جب تک چھپایا کہ جانشین مسند خلافت کو خبر ہو اور امراء عظام جمع

ہوں۔ ہفتہ روز تک یہ واقعہ عوام سے پوشیدہ رکھا۔ اس لئے کہ لوگوں کو بادشاہ کے مرنے کا شبہ نہ ہو۔ ایک شخص کو لباس شاہانہ پہنا کر معمولی اوقات پر محل میں اُس جگہ میں دوسرے کھڑا یا جہاں بادشاہ بیٹھا کرتا تھا۔ ۲۸ ربیع الاول ۹۶۳ھ کو تردی بیگ نے جب اور سب امرا جمع ہو گئے تو شیر شاہ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا جس سے خلق کو تسکین ہوئی۔

جب یہ حادثہ مصیبت واقع ہوا تو ایک شورش عظیم اور آشوب قوی جو ایسے ہنگامہ کے لازمی ہے برپا ہوئے۔ اعیان دولت نے خلایق کی تسکین خواطر اور اطمینان بواطن میں مکرمت چست کی اور اس وقت تفرقہ زا میں دوست دشمن کے ساتھ جو کرنا چاہئے وہ کیا اور جو امرا دہلی میں جمع تھے اُن میں سے ہر ایک تعزیت اور تعزیت کی مراسم ادا کرنے کے بعد اپنی اپنی جگہ مقام پر چلا گیا کہ وہاں جا کر انتظام کرے اور کسی طرح کی پریشانی نہ پیدا ہونے دے۔ تردی بیگ کو امرا نے اتفاق کر کے اس بلاد کے سرانجام مہام کے واسطے دہلی میں بالکل اختیار دیدیا تھا اس نے اسباب اووات سلطنت کو جیسے کہ چتر و تاج و جواہر وغیرہ بھجوا دئے اور مرزا ابوالقاسم پسر کامراں کو ہمراہ کر دیا تھا۔ یہ وقت بڑا ہی نازک تھا۔ ہندوستان کی فتح کا آغاز ہی تھا کہ اکبر بادشاہ کو تین زبردست دعویدار سلطنت سے لڑنا پڑا۔ مرزا تردی بیگ نے یہ بڑی وفاداری کی کہ اول بادشاہ کے مرنے کو چھپایا اور امانات شاہی کو اکبر پاس بھجوا دیا۔ باوجودیکہ مرزا کامراں کا بیٹا اُس کی بغل میں تھا۔

یہ بادشاہ دل کا رحیم اور ہاتھ کا کریم تھا۔ تخت نشینی کے وقت کشتیاں بھر بھر کر روپیوں کی انعام دیں۔ بھائیوں نے جو ملک مانگا بسی خوشی دیدیا۔ مروت اس پر ختم تھی کہ بھائی کیسی کیسی بھاری خطائیں کرتے مگر جب آنکھوں کے سامنے آتے سب خطائیں معاف کیں اور اُن کا کردہ ناکردہ کی برابر سمجھا۔ عزیز اقارب دوست تو کیا وہ دشمنوں کی خطا بخشنے میں فیاض تھا۔ وہ بہادر و شجاع قابلیت کے ساتھ تھا۔ ہندوستان سے خارج ہونے کے بعد جو کام اُس نے کئے ہیں اور دشمنوں سے لڑنے بھڑنے کی تدابیر کام لایا اور جو جو سختیاں پیش آئیں اور جو جو مصیبتیں اور آفتیں سر پر پڑیں اُن کو خندہ پیشانی و مسرت سے جھیلا۔ ان سب کاموں سے اُس کی جوانمردی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس خوش مزاجی کو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے اپنی مصیبت کے وقت میں کئی دفعہ اپنے نوکروں سے گھوڑا مانگا اور اُنہوں نے انکار کیا مگر اس

کے دل پر ذرا میل نہ آیا اور اُس کا عوض نہ لیا اور یہ کہا کہ مصیبت کا وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ بڑے سب برابر ہو جاتے ہیں کسی کی تعظیم و تکریم باقی نہیں رہتی۔ ہم ہمایوں کی اصل خصائل کے بارے جو اُس کی مصیبت کے واقعات سے مستنبط ہوتی ہیں۔ اُن مشرقی مورخوں سے نقل نہیں کرتے جنکے دل میں بادشاہ کی عظمت مبالغہ کے ساتھ بیٹھی ہوتی ہے اُنھوں نے اپنی تاریخیں اُن کی اولاد کے فرمائش میں لکھی ہیں جس میں مجبوری خوشامد کے مارے ستایش و مدح کے دفتر سیاہ کرنے پڑے اور تمام عیبوں پر پردہ ڈالا۔ ہمایوں کے رشتہ دار مرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں ہمایوں کی خصائل کا بیان بیطرفی سے کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کمتر ایسے آدمی دیکھے ہیں جن میں علو فطرت و خوبی جبلت ایسی ہو جیسی ہمایوں میں لیکن اس میں اس سبب سے کہ وہ ارباب نفس و شرارت سے اور اصحاب خباثت جن میں مقدم و عظیم الشان مولانا محمد برغزی وغیرہ تھے زیادہ مخالطت رکھتا تھا۔ اُس میں بعض ناپسندیدہ صفات پیدا ہو گئی تھیں جیسے کہ افیون کا کھانا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو بادشاہ کام دار ہوتے ہیں وہ زبان زد خلایق ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے کام اس افیونی ہونے کے ساتھ منسوب ہوتے تھے۔ وگرنہ وہ اپنی ذات سے ملک صفات و مجمع انواع فضائل و کمالات تھا۔ رزم کی شدایہ میں استقامت و شجاعت میں ثابت قدم مثل کوہ اور لطائف بزم میں کف دریا نوال وہ معدن جواہر صنایع اعمال تھا کف کافی اس کا سحاب سخاوت و مروت مآل۔ انوری نے یہ شعر خاص اسی کے لئے کہا ہے ؎

گر دل دوست بحر و کاں باشد　　دل دوست خدایگاں باشد

وہ علو فطرت و شوکت شہنشاہی رکھتا تھا اور ہمت و عظمت میں کمال رکھتا تھا میں اُس کی خدمت میں آگرہ میں گیا تھا۔ خلقت کہتی تھی کہ جو پہلے عظمت و شوکت بادشاہی تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔ مگر باوجود اس کے دریا گنگ پر جو لڑائی ہوئی ہے تو ۱۷ ہزار شاگرد پیشہ تھے۔ اس پر اور تجملات کا قیاس کرنا چاہئے۔ اس کے لشکر میں اتنے سپاہی نہ ہوتے جتنے اور ملازم شاگرد پیشہ اور اہل حرفہ ہوتے۔ مرزا حیدر نے یہ خوب لکھا ہے کہ ہمایوں میں یہ بڑا عیب تھا کہ وہ کام جس کا سرانجام دینا خود اُس کو لازم تھا وہ اور کے ہاتھ میں بالکل دیدیتا۔ اُس کے دشمن شیر شاہ کی عادت اسکے خلاف تھی۔ ہمایوں کے اسی عیب کے سبب سے کہ وہ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں خود

اہتمام نہیں کرتا اوس کے مغلوب کرنے کا خیال شیر شاہ کے دل میں آیا تھا۔ یہ سخت عیب اُسمیں ہمایوں کا تھا اُس کی نیکیوں کے ہمسایہ میں برائیاں بھی آباد تھیں بعض نیکیاں حد اعتدال سے گذر گئی تھیں۔ سخاوت نے مسرف بنا دیا تھا کہ سارے ہندوستان کی آمدنی اوس کے خرچ کو کافی نہیں ہوتی کی افراط نے اوس کی سیاست کو لوگوں کے دلوں سے اُٹھا دیا تھا۔ گو وہ بذات خود شجاع دلاور تھا مگر باپ کی سی لیاقت سپہ سالاری کی نہیں رکھتا تھا۔ اوس نے ابتدا سلطنت میں اپنی کہ آزمودہ بہادر سپاہ سے مالوہ۔ گجرات۔ بنگال۔ بہار میں فتوح عظیم پائیں۔ مگر ان ملکوں کے فتح کرنے کے لئے بہادری اور سپاہ کی تواعد دانی کے ساتھ اس میں وہ لیاقتیں شامل نہ تھیں جو ان ملکوں پر مستقل قبضہ رکھتیں۔ اِس لیاقت کے نہونے سے وہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا جو باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔ اِس کے سارے عہد سلطنت میں امرا کی بغاوت و سرکشی کا بازار گرم رہا۔ اس میں وہ استعداد اور زور نہ تھا کہ جن سے وہ اون کو محکوم و مغلوب رکھتا اور ملک میں اپنی حکومت مستقل کرتا اور امرا کو یک دل و یکجہت بناتا۔ سہل انگاری۔ بے پروائی۔ غفلت شعاری اوسکے کاموں کو بگاڑتی تھی عیش و عشرت میں ایسا ڈوب جاتا تھا کہ سلطنت کے کاموں کی صبحوں خبر نہ لیتا تھا۔

اس بادشاہ کی تعلیم باپ نے اچھی طرح کرائی تھی۔ علوم عقلی اور نقلی سے اوس کو آگہی تھی خصوصاً علوم ریاضی میں اُسکو استعداد اچھی تھی۔ وہ ہمیشہ ارباب حکمت کے ساتھ صحبت رکھتا تھا علم ریاضی کے جو عالم ممتاز تھے اون کو زیادہ ممتاز کرتا۔ کئی جگہ محل رصد بنانیکا ارادہ کیا تھا اور بہت آلات رصد ترتیب دیلے تھے شعر و شعرا کیطرف توجہ بہت رکھتا تھا۔ طبع موزوں تھی حقیقت و مجاز کے اشعار اوقات فرصت میں کہتا تھا۔ ایک دیوان اوس کا بادشاہی کتب خانہ میں موجود تھا۔ یہ چند رباعیاں اوس کی لکھی جاتی ہیں۔

اے دل مکن اضطراب در پیش رقیب　　حال دل خود بگو بے ہا ہیچ طبیب
کار یکہ ترا بآں جفا کار افتاد　　بس قصہ مختصر ست و بس امر عجیب

رباعی

اے دل ز حضور یار فیروزی کن　　در خدمت او بصدق دلسوزی کن
ہر شب بخیال دوست خرم بنشیں　　ہر روز بوصل یار نوروزی کن

رباعی

اے آنکہ جفاے تو بجالم علم ست — روزے کہ ستم نہ بینم از تو ستم ست
ہر غم کہ رسد از ستم چرخ بدل — مارا چو غم عشق تو با شد چہ غم ست

بادشاہ کی طبیعت میں قوت اختراع بھی تھی۔ انتظام ملکی میں اُس کا فقط یہ اختراع تھا کہ وہ پایہ تخت تھا کہ ہندوستان میں دہلی۔ آگرہ۔ جونپور۔ منڈو۔ لاہور قنوج اور بعض اور محال پایہ تخت بنائے جائیں اور وہاں اتنا لشکر رکھا جائے کہ اوسکو ضرورت پر دوسری جگہ سے لشکر کی کمک نہ ہو۔ اور اوس کا ایک سردار ہوشمند دور بین رعیت پرور عدالت گستر مقرر کیا جائے اور بادشاہ اپنے پاس بارہ ہزار سوار سے زیادہ لشکر نہ رکھے۔ اُس نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی ہنڈیاں بنائی جائیں کہ دریا عام میں شاہزادے اور سرافراز و ممتاز امیر بادشاہ کے حکم سے اس پر بیٹھیں۔ غالب یہ ہے کہ دُنیا کے بزرگان نظرت کے دل فقط مال ہی کے دینے سے صید نہیں ہوتے بلکہ جب تک اُن کا جاہ و اعتبار نہ زیادہ کیا جائے اون کے دل نہیں تسخیر ہوتے۔

جسوقت بابر نے کابل سے قندہار کی طرف توجہ کی ہے اور کابل کا اہتمام ہمایوں کو سپرد کیا ہے تو ایک دن دشت و مرغزار کی سیر کرتا تھا اوس نے مولانا روح اللہ سے کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تین آدمی مجھے راہ میں ملیں اونکے نام سے فال لوں اور اساس سلطنت کو اوسپر بنا کروں۔ مولانا نے کہا کہ ایک آدمی کا نام اوسکو اکتفا کریگا۔ اِس کا جواب دیا کہ میرے دل میں تو یہی آتا ہے کہ تین آدمیوں کے نام سے فال لوں۔ کچھ مسافت طی کی تھی کہ ایک بوڑھا سنتہ میں ملا اُس نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اوس نے کہا کہ مراد خواجہ۔ پھر دوسرا شخص ملا جو گدھے پر گھڑیاں لادے جاتا اوس سے نام پوچھا تو اوس نے کہا کہ میرا نام دولت خواجہ ہے۔ تیسرا شخص ملا جو گائے چراتا تھا جب اُس سے نام پوچھا تو اوس نے کہا کہ سعادت خواجہ۔ اوس نے دین دنیا کی تمام کا انتظام مراد۔ دولت۔ سعادت پر رکھا۔ اوس نے اپنے تمام ملازموں کو اور ممالک محروسہ کو تین قسم میں تقسیم کیا۔ اخوان۔ اقربا۔ امرا وزرا کل سپاہیوں کا نام اہل دولت رکھا۔ ظاہر ہے کہ بغیر اوکی مساعدت کے معالج دولت و اقبال پر عروج میسر نہیں ہوتا۔ حکما۔ علما۔ صدور۔ سادات۔ مشائخ قضاۃ و شعرا اور سائر فضلا و موالی و اشراف اور اہالی کو اہل سعادت کہا کیونکہ ایسی ذات کی

صاحبت سے سعادت ابدی پر استعداد ہوتا ہے ارباب بیوتات اور اصحاب حسن صوری اور اہل نغمہ و ساز کا اہل مراد نام رکھا۔ یہی جمہور کی مراد ہوتے ہیں۔ اوس نے ہفتہ کے دنوں کو اہل دولت و اہل مراد سے منسوب کیا۔ اس طرح کہ روز شنبہ پنجشنبہ کو اہل سعادت سے مختص کیا ان دونوں دنوں میں وہ مناظر ظلم و عبادات کے ناظموں پر توجہ کرتا تھا اور اہل سعادت کے ساتھ اُن دنوں کو مخصوص کرتے کی یہ وجہ تھی کہ شنبہ منسوب ہے زحل کے ساتھ اور زحل مربی مشائخ و خاندان قدیم کا ہے۔ پنجشنبہ مشتری سے متعلق ہے وہ علما اور کل اشرافوں کا ستارہ ہے پنجشنبہ و شنبہ اہل دولت سے متعلق تھا۔ تمام بادشاہی اور انتظام امور جہانبانی ان دنوں سے مخصوص تھے۔ اور اس طرح معین کرنے میں حکمت یہ تھی کہ یکشنبہ آفتاب سے متعلق ہے کہ اسکی نورانیت کے پرتو سے سلطنت و فرمانروائی ہوتی ہے۔ شنبہ متعلق ہے مریخ سے اور مریخ سپہ کا مربی ہے۔ روز دوشنبہ و چہار شنبہ اہل مراد کے دن تھے۔ ان دنوں میں بعض ندیم و خواص اور بعض اور اہل مراد عنایت خاص سے مخصوص ہوتے تھے اور اس خصوصیت کی وجہ یہ تھی کہ دوشنبہ قمر سے تعلق رکھتا ہے اور چہار شنبہ عطارد سے ان دونوں کو امور بیوتات سے خاص مناسبت ہے۔ دونوں مجلسوں کو اپنے نام کے مطابق جامع مراتب مذکور کا بنایا تھا طبقات تمام بادشاہی فیض عام سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

اوس نے یہ بھی اختراع کیا کہ بادشاہ جسوقت بہ بزم دیوانی میں تخت پر بیٹھے۔ نقارہ بجایا جائے کہ جس سے طوائف مردم کو اطلاع ہو جائے۔ اور جسوقت دیوان سے بادشاہ اُٹھے نقارہ بجایا چھوڑی جائیں کہ خلائق کو آگاہی ہو۔ اس روز خلعت کر کیا تھی اور اشرفیوں کی چند تھیلیاں خزانچی رکھدے تاکہ بخشش اور خلق کی کارروائی میں تاخیر نہ ہو۔ چند شجاع جوشن دار سلاح لگائے بادشاہ پاس کھڑے رہیں۔

اوس نے تین تیر زرین بطور اختراع کے تھے اور اونکے نام سہم السعادت و سہم الدولت و سہم المراد رکھے تھے۔ اون میں ہر ایک تیر ارکان دولت سے اور اونکے سوا اسے بھی تعلق رکھتا تھا۔ اُس سرکار کی مہمات اسی کے حسن اہتمام سے سرانجام پائیں اور یہ مقرر تھا کہ جب تک ان صاحب سہام میں سے ہر ایک اپنے امور متعلقہ میں ایسی کوشش کرتا کہ وہ رضا الٰہی کا مستلزم اور دولتخواہی

کا مستوجب ہوتا تو بادشاہ کا منظور عنایت رہتا اور سند اختیار میں ثابت و پایدار۔ اگر وہ شراب جاہ سے بدمست ہو کر حد اعتدال سے باہر قدم رکھتا یا اپنی غرض کے سبب سے دولتخواہی میں چشم پوشی کرتا اور مال کے جمع کرنے پر اپنی ہمت کو مقصور کرتا تو وہ معزول ہوتا۔

خواندمیر مورخ نے قانون ہمایونی میں لکھا ہے کہ میری ملازمت کے زمانہ میں سہم السعادت مولانا محمد فرغلی کو سپرد تھا۔ وہ حل و عقد و قبض و بسط مہمات سادات و مشایخ و علما و قضاۃ و ارباب ورع و علم و تحقیق و استحقاق ارباب عمائم و عزل و نصب متکفلان امور دین و تعین وظائف و سیورغالات انکی ذات سے مختص تھے۔ سہم الدولہ امیر ہندو بیگ کی تفویض میں تعارقی و فتق و بست و کشاد مہام عظام امرا و اکابر و وزرا اور تمام متصدیان اعمال سلطانی و متکفلان امور دیوانی و تقرر مواجب مساکر و مراتب ملازمان درگاہ اسکو مفوض تھے۔ سہم المراد امیر دیسی کو سپرد تھا وہ مہمات بیوتات و ترتیب اسباب تجمل و حشمت و تکمیل موجبات تفاخر و عظمت میں مشغول رہتا۔ اُسکے مخترعات میں سے تیروں کی تقسیم بارہ قسم پر ہے اور اوس نے طبقات انام میں سے ہر ایک کے واسطے ایک تیر مقرر کیا تھا اور اسی سے طوائف خلائق کے مراتب کا اندازہ ہوتا تھا۔ تیر دوازدہم ترکش بادشاہی سے مخصوص تھا۔ تیر یازدہم منسوب تھا اقربا، اخوان و زمرہ سلاطین زادوں سے کہ ملازم بادشاہی تھے۔ تیر دہم متعلق سادات و مشایخ و علما سے۔ تیر نہم متعلق امرا اعظم سے تیر ہشتم مقربان اور انجیان صاحب منصب سے اور تیر ہفتم کل انجوتے تیر ششم قبائل کے سرخیلوں سے تیر پنجم یکہ جوانان بہادر سے۔ تیر چہارم تحویلداروں سے تیر سوم خواتین جرگہ سے تیر دوم شاگرد پیشہ گان سے تیر اول دربانوں اور پاسبانوں اور اس قسم کے آدمیوں سے اسکے مخترعات میں سے یہ تھا کہ سرکار سلطنت کی مہمات کو اربعہ عناصر کی تعداد کے موافق حصے کے ایک آتشی ہوائی آبی خاکی۔ ان چاروں سرکاروں کی مہمات کے جاری کرنے کے لئے ایک وزیر مقرر تھا۔ مہمات توپ خانہ ترتیب اسلحہ و آلات حرب اور تمام کام جن میں آتش کو دخل ہو سرکار آتشی کہلاتے تھے۔ اور اوسکی وزارت خواجہ عبدالملک کو سپرد تھی۔ مہمات کرکیراق خانہ بادرچی خانہ و فیل اور صروریات شتر خانہ و اشتر خانہ کا سرانجام دینا سرکار ہوائی کہلاتی تھی۔ خواجہ لطف اللہ کو اسکا اختیار تھا۔ سامان شربت خانہ مسوچی خانہ۔ وجریان امتعہ وہ مہمات کہ آب سے منسوب تھیں سرکار آبی کہلاتی تھیں۔ اور اس سرکار کی وزارت پر خواجہ حسن معین تھا۔ مہمات فداعت و عمارت و فیاضی

اور بعض بیوتات سرکار رفاکی سے موسوم تھیں۔ اس سرکار میں وزارت خواجہ جمال الدین مرزا بیگ سے منسوب تھی۔ ان سرکاروں میں ہر ایک میں ایک امیر کو دخل تھا مثلاً امیر جعفر تیغی میر سرکار آتشی تھا اور ہمیشہ جامہ سرخ پہنتا تھا۔

اسکے اختراعات میں سے یہ تھا کہ اوستاد بخاروں سے چار بڑی بڑی کشتیاں بنائیں اور ہر ایک میں ڈولیں اور ہر ایک کشتی کے چار طاق تھے جن کے دو حصے بست بند تھے۔ اور ان کشتیوں کو آپس میں اس طرح وصل کیا تھا کہ وہ چار طاق ایک دوسرے کے محاذی رہتے۔ ان چار کشتیوں میں دو کشتیوں کے درمیان ایک ممتن حوض نمودار ہوتا۔

بادشاہ کے اختراعات میں سے یہ بھی تھا کہ کشتیوں میں دکانوں کی ترتیب اور بازاروں کی آرایش ہوتی تھی ۹۳۹ھ میں بادشاہ فیروز آباد دہلی سے اکثر امرا اور ارکان دولت وغیرہ کیساتھ دارالخلافت آگرہ میں دریا کی راہ سے ایسی کشتیوں میں بیٹھ کر گیا کہ ایک ایسا بازار جمنا میں رواں تھا کہ اُس میں جس چیز کو کسی کا جی چاہتا خرید لیتا۔ اور اسی طرح باغبانان بادشاہی نے بادشاہ کے حکم سے روئے آب پر باغ رواں مرتب کیا تھا۔ ایسے ہی بادشاہ نے جسر رواں ایجاد کیا تھا۔

بادشاہ کا سب سے زیادہ عمدہ اختراع محل رواں تھا۔ اُس کی تین منزلیں تھیں جو چوب سے تراشی گئی تھیں اور اوستاد بخاروں نے اوسکے اجزا ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وصل کئے تھے کہ جو کوئی اوسکو دیکھتا تو جانتا کہ یک پارہ ہے مگر جس وقت چاہو اوسکے اجزا جدا کرکے جہاں چاہو لیجاؤ۔ فقیر اللہ کی زبان ایسی تراشی تھی کہ جس وقت چاہو اوسکو کھول لو اور جب چاہو لپیٹ لو۔ بادشاہ نے ایک تاج بھی ایجاد کیا تھا جس کی رفعت و لطافت حد اعتدال رکھتی تھی۔ اسکے گرد حاشیہ تھا جس میں دو فرجہ نمایاں تھے۔ اور ہر فرجہ سات کی صورت رکھتا تھا۔

بادشاہ نے ایک خرگاہ اختراع کیا تھا اوس کی تقسیم بارہ حصوں میں آسمان کے برجوں کی طرح کی اور ہر برج میں ایک پنجرہ لگایا کہ اُس کے سوراخوں میں سے کواکب دولت کے انوار چمکتے تھے اور ایک اور خرگاہ مثل فلک الافلاک کے جو محیط افلاک نوابت ہے بنایا جو اُس خرگاہ کو سب طرف سے احاطہ کئے ہوئے تھا اور جیسے کہ فلک اطلس نقوش سے مبرا ہے یہ خرگاہ بھی پنجرہ سے معرا تھا۔ غرض اس سے خرگاہ کیا بنایا تھا۔ زمین پر آسمان کا نقشہ اوتارا تھا۔

اسکے مخترعات میں سے بساط نشاط بھی تھا۔ اس بساط میں دو دائرے افلاک و کرات مخالف کے تھے دائرہ اول کہ فلک اطلس سے منسوب تھا سفید رنگ تھا۔ دوسرا کبود۔ تیسرا زحل کی مناسبت سیاہ۔ چہارم کہ محل برجیس ہے صندلی۔ اور پنجم کہ بہرام سے متعلق ہے لعلی ششم کہ خانہ تیرا عظم الزمین ہفتم کہ منزل ناہید ہے سبز روشن۔ وہشتم کہ جائے عطارد ہے سوسنی۔ دائرہ نہم کہ منزل قمر ہے سفید دہم قمر کے بعد کرۂ نار ہوا کو بالترتیب مرتب کیا تھا۔ اسکے بعد کرۂ خاک و آب تھا۔ اور بیع مسکوں کو سات اقالیم میں تقسیم کیا تھا۔ اپنی ذات کے لئے دائرہ زرین اختیار کیا تھا۔ اور اس میں سریر آرائے خلافت ہوتا۔ اور ہر طائفہ کو سبعہ سیارہ کے ساتھ منسوب کرکے بیٹھنے کا حکم تھا۔ مثلاً امرا ہندی کو دائرہ زحل میں سادات و علماء کو دائرہ مشتری میں۔ جو آدمی ان دائروں میں بیٹھتے وہ قرعہ ڈالتے جس کی ہر جانب میں ایک شخص کی صورت بوضع خیر کر رنگی ہوئی تھی اس کے موافق وہ مامور ہوتے اور جو زر پھینکتا اور جو صورت کہ اوپر آتی اس ہیئت سے وہ دائرہ میں بیٹھتا مثلاً اگر کھڑے ہوئے آدمی کی صورت قرعہ میں آتی تو وہ کھڑا رہتا اور اگر بیٹھے ہوئے آدمی کی تو بیٹھتا اور مضجع صورت ہوتی تو وہ تکیہ لگا کے بیٹھتا اور اوسکو بڑی خوشی ہوتی۔

یہ بھی اوسکے اختراعات سے تھا کہ ہر روز سے جو ستارہ منسوب تھا اسی کے رنگ کا لباس پہنا جاتا۔ مثلاً اتوار کو زرد لباس پہنا جاتا کہ آفتاب کا رنگ ہے۔ دوشنبہ کو لباس سبز کہ وہ قمر سے متعلق ہے اور بریں قیاس اوسکے اختراعات میں سے طبل عدل تھا۔ اگر کسی دادخواہ کی کسی سے مخاصمت ہوتی تو وہ طبل پر چوب لگاتا۔ اگر اوس کا تظلم عدم وصول علوفہ ہوتا تو دو دفعہ نقارہ کو بجاتا۔ اگر کسی ظالم نے کسی کا مال چھین لیا یا چور چرا کر لیگیا ہوتا تو تین دفعہ نقارہ کو بجاتا۔ اور اگر کسی پر خون کا دعویٰ ہوتا تو چار دفعہ نقارہ بجاتا۔

کہتے ہیں کہ ہمایوں اوامر و نواہی کا ایسا پابند تھا کہ بے وضو خدائے عزوجل کا نام نہیں لیتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اوسنے میر عبدالحی صدر کو عبدل کہہ کر پکارا جب وضو سے فارغ ہوا تو میر سے کہا کہ مجھے آپ معذور رکھئے کہ مجھے وضو نہ تھا اور حی خدا کا نام ہے اسلئے آپ کا پورا نام نہیں لیا۔ صوم و صلوٰۃ و فرض و سنن و تلاوت قرآن کا بڑا مقید تھا۔ کبھی وہ قسم نہ کھاتا اور خوش لقمہ زبان پر نہ لاتا۔ بہت غصہ ہوتا تو حرف لنظا سفیہ بولتا مسجد میں پہلے بایاں پاؤں نہ رکھتا۔ سب لوگ اسکے

مذہب سنی حنفی جانتے تھے مگر اوس کے ساتھ اہل بیت رسول اللہ سے محبت ایسی رکھتا تھا کہ وہ امامیہ مذہب کا طرفدار معلوم ہوتا تھا۔ امامیہ مذہب کے آدمیوں کے ہاتھ میں اوسکی سلطنت کا سارا اختیار رہتا جیسے میر مخدوم اور اہل ایران۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ حمید اوس کی مجلس میں آیا اور جیسے ہی آکر کہنے لگا کہ ہمارے بادشاہ کا سارا لشکر رافضی ہے بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں تو اوس نے جواب دیا۔ کہ میں حضور کے لشکر میں۔ یا علی کہنش علی حیدر علی وغیرہ سپاہیوں کے نام ہیں کسی کا نام صحابہ کے نام پر نہیں سنتا۔ بادشاہ اوس پر بہت برآشفتہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میرے دادا ہی کا نام عمر شیخ ہے اور یہ کہہ کر محل میں چلا گیا۔ مرزا کامران اسکا بھائی متعصب سنی تھا۔ اوسے اکثر شیعہ و سنی مذہب کی خلافت آمیز باتیں ہوا کرتی تھیں جب شیر شاہ سے شکست پاکر ہمایوں پنجاب کو جاتا تھا مرزا کامران اوسکے ہمراہ تھا۔ تو ایک قبرستان میں دو نوں کے گذرنے کا اتفاق ہوا وہاں ایک کتے کو دیکھا کہ ایک قبر پر موت رہا تھا۔ مرزا کامران نے اوس کتے کو دیکھ کر بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ظاہرا یہ قبر کسی رافضی کی معلوم ہوتی ہے۔ بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ سچ ہے یہ کتا سنی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جانبانی جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی ایسی صفات کے ساتھ موصوف تھا کہ ہمیشہ اوس کا نام سلاطین عظام کی فہرست میں لکھا جائیگا مگر ایسے بادشاہ ہوتے ہیں۔ جو بادشاہ کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور انہوں نے تجربہ سلطنت کس محنت و مشقت سے حاصل کیا ہو۔ یہ بھی اس بادشاہ کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ اوس کا باپ بابر تھا جو اکبر علماء میں شمار ہوتا ہے۔ اور بیٹا اکبر تھا جو پیغمبر سلاطین ہوا۔

ریویو

اس تھوڑے ہی عرصہ میں جو انقلابات واقع ہوئے وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایسا غایت تعجب خیز تماشہ دکھاتے ہیں۔ علانیہ کب خیال میں آتا تھا کہ بابر کی ترکی جماعت سپاہ دس برس میں ایسی پیش دست و آرام طلب ہو جائیگی کہ فوج میں اس طرح شکست پائیگی اور سلطنت کو یوں گھو بیٹھیگی پھر اس سے اور زیادہ بعید از خیال ہوتا تھا کہ اس جنگ کی تھکی افغانی سپاہ تھوڑے عرصہ میں ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ اپنے مغلوبوں کے ہاتھ سے جوتیاں کھائیگی۔ اور خود مغلوب ہو جائیگی۔ یہ

جو غرض شناس بیوفا ہے۔ غابا زبے وفا معشوقہ ہے کہ جو اوس کی بغل میں ہنستا ہوا اس پر عجب ادا سے سویا اُسی کو وہ دھوکا دی ہوئی اٹھا کے اپنے سے دُور پھینکتی ہے۔ مرزا حیدر نے جو قنوج کی جنگ میں شریک تھا ہمایوں کی سپاہ کا حال جو لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سپاہ نے پانی پت کے میدان میں سپاہ گری و بہادری کے جوہر دکھائے تھے تھوڑے دنوں میں اوس کی نامردی کا حال یہ ہوا تھا کہ قنوج میں ۳۰ توپخانے جو چلائے گئے تھے کہ اونکے دکھانے سے امرا کی جان نکلتی تھی ہمایوں کے ساتھ اتنے ملازم نوکر غلام تھے جن کے اژدہام نے سپاہیوں کی صف بندی نہونے دی۔ پہلے اس سے کہ ایک خون کی بوند زمین پر گرے یہ امراجان بچا کے دریا میں بھاگے جہاں وہ اپنے ہی ہتھیاروں کے بوجھ سے ڈوب ڈوب کر مرگئے حوالہ سپاہ بابری کا حال اُسکے بیٹے کے زمانہ میں یہ ہوا اور شیرخاں کی سپاہ جرار کا اس سے بدتر حال ہوا کہ ایک بقال اُسکا سپاہ سالار بنا جو افغانوں کو جو چاہتا سو کہتا یہ ساری خرابیاں حکومت شخصی کی ہیں کہ لایق اور نیک بادشاہوں کے اختیار میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لایق نکوکار قایم مقام مقرر کریں جس انتظام اون کی ذات خاص سے وابستہ ہوتا ہے وہ جمہور کی نیکیوں پر موقوف نہیں ہوتا کہ دیرپا ہو بس جہاں بادشاہ کا خاتمہ بالخیر ہوا اوسکے انتظام کا بھی خاتمہ ہوا شخصی انتظام تھوڑے عرصہ کا مہمان ہوتا ہے۔

تتمّہ

تاریخِ ہندوستان

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

جلد چہارم

جلد چہارم

ہندوستان میں جو دہلی کے سوا مسلمانوں نے سلطنتیں قائم کی تھیں اُن میں سے اکثر شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں داخل ہو گئیں اِسلئے ہم نکا حال جدا جدا از ابتدا تا انتہا لکھتے ہیں کہ وہ کیونکر بنیں اور کیونکر اکبر اور سلطنت مغلیہ میں شامل ہوئیں۔ اس جلد کے دو حصے ہیں حصہ اول مشتمل ہے (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سن جون پور۔

حصہ دوم مشتمل ہے (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر (۴) تاریخ سلاطین قطب شاہیہ گول کنڈہ (۵) تاریخ سلاطین عماد شاہیہ برار (۶) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۷) خاتمہ تاریخ دکن جس میں پرگنہ دں کا حال ہے (۸) ریویو تاریخ دکن اس حصہ میں بہت سے مضامین تازہ طلبہ پڑھیں گے جو اکثر تاریخوں میں نہیں ہیں وہ اُن تاریخ سے اخذ کئے گئے ہیں جو کمیاب ہیں (۱) سیر معصومی تاریخ سندھ (۲) سنسکرت میں تاریخ نکشہ یہ راج ترنگنی جس کا فارسی انگریزی میں ترجمہ ہوا (۳) سنسکرت میں تاریخ گجرات راس مالا جس کا انگریزی میں ترجمہ ہے۔ (۴) تاریخ مرآۃ سکندری دکن (۵) تاریخ مطلب شاہیہ مصنفہ شاہ خورشاہ ایرانی۔

اِن دو آخر کتابوں کا انگریزی ترجمہ میرے پاس تھا۔

فہرست مضامین حصہ اوّل

تاریخ مسعودی

ذکر سلاطین سندھ جنہوں نے بعد از گماشتگان عباسیہ کے سندھ میں حکومت کی

جام انر بن بانبیہ۔ جام جونہ ابن بانبیہ۔ جام تماجی بن جام انر و جام خیر الدین۔ جام بانبیہ۔ جام تماجی۔ صلاح الدین۔ جام نظام الدین بن جام صلاح الدین۔ جام علی شیر۔ جام کرن۔ ذکر فتح خاں بن سکندر۔ ذکر جام نجم ذکر سکندر جام۔ ذکر جام رائمہ نہ۔ جام سنجر۔ جام نظام الدین جو جام نند مشہور بہ جام فیروز۔ جام نندہ کا دریا کرنا۔ ملک سندہ پر ناصر الدین قباچہ کی حکومت۔ سندہ کے حکام خاندان غزنویہ اور اُسکے جانشینوں کے قوم سومرا

سما کی قوم ۲۰

خاندان ارغنون قندھار و سندھ ۲۱

تیر فود النون بیگ ارغون۔ شاہ بیگ۔ آمر شاہ بیگ کا مرزا شاہ حسین کا بھیجنا۔ جام صلاح الدین کے لئے۔ امیر شاہ بیگ کا مرزا شاہ حسین کا بھیجنا۔ جام صلا قلعہ بنانا۔ بلوچوں کا قتل کرنا۔ گجرات جانا۔ شاہ بیگ کا شاہ حسین کی ابتدا حکومت ٹھٹہ میں اور جام فیروز کا شکست پانا۔ حکومت شاہ حسین کا ذکر سیر ہونا۔ اس غزیت کے اثنا میں بعض مقاموں ملتان کی طرف شاہ حسین کا متوجہ ہونا۔ اوچہ کے مقام میں محاربہ شاہ حسین لنگاہ کا قلعہ لاڑ کی فتح ہونا۔ اور غازی خاں کا قتل قلعہ ملتان کا محاصرہ کر کے فتح کرنا۔ لنگاہ کی مخالفت اور مرزا شاہ ٹھٹہ جانا۔ ہمایوں بادشاہ کا عہد گجرات میں مرزا شاہ حسین کا بلانا اور اس کا جانا۔ بادشاہ ہمایوں کا وارد سندھ ہونا۔ مخالف ہونا۔ بجنسوے لنگاہ کا آنا مرزا کامران کا آنا۔ ارغونیوں کی بغاوت اور مرزا شاہ حسین کی وفات۔ شاہ حسین حال کا خلاصہ۔ مرزا عیسیٰ ترخان کا احوال مرزا عیسیٰ کا مرنا اور مرزا محمد باقی کا جانشین ہونا مرزا محمد باقی کا مرنا سلطان محمود حال سلطان محمود کا نزول اور انتقال۔

تاریخ ملتان ۶۵-۷۶

شیخ یوسف کی حکومت قطب الدین لنگاہ کی سلطنت۔ شاہ حسین لنگاہ بن قطب الدین لنگاہ کی شاہی حکومت شاہ بن حسین شاہ لنگاہ۔ محمود شاہ کی شاہی سلطنت شاہ حسین ثانی بن شاہ محمود لنگاہ۔ شاہان سندہ کے حق کا شجرہ۔

تاریخ کاشمیر ۷۷

فہرست اوّل۔ فہرست دوم۔ فہرست سوم۔ فہرست چہارم۔ فہرست پنجم۔ فہ

ششم فہرست ہفتم فہرست ہشتم سلطان شمس الدین کی سلطنت سلطان محمد شیر سلطان علاء الدین کی سلطنت سلطنت شاہ شہاب الدین سلطان قطب الدین کی سلطنت سلطان سکندر بت شکن سلطان علی شاہ بن سکندر بت شکن سلطان زین العابدین کی سلطنت کا ذکر شاہی حاجی خاں المخاطب بہ شاہ حیدر شاہی شاہ حسن ولد شاہ حیدر شاہی سلطان محمد شاہ بن سلطان حسن خاں مرتبہ اوّل فتح شاہ بن آدم خاں کی اوّل دفعہ حکومت دوبارہ محمد شاہ کی بادشاہی فتح شاہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا محمد شاہ کا سہ بارہ بادشاہ ہونا ابراہیم بن محمد شاہ کی بادشاہی ذکر شاہی نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ بادشاہ ہونا سلطان شمس الدین و نازک شاہ حکومت کشمیر میں مرزا حیدر کا تسلط تیسری دفعہ نازک شاہ کا بادشاہ ہونا ذکر شاہی ابراہیم شاہ تیسری دفعہ محمد شاہ اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کی بادشاہی کا حبیب شاہ پسر اسمٰعیل شاہ کا ذکر غازی شاہ کی حکومت کا ذکر شاہ حسین شاہ کی سلطنت علی شاہ سلطنت یوسف شاہ شجرہ شاہان کشمیر ۱۳۲۰ء سے ۱۵۶۰ء خاندان چک کا شجرہ

گجرات کی قدرتی حدود ۱۳۵

گجرات کی تاریخ ہندوؤں کے زمانہ کی جے شنکر چورہ مہاراجہ پنچاسورہ بن راج کا ذکر جوگ راج کا بیان بتول راج سولانکھی سلطان محمود غزنوی سلطان معزالدین سام عرف شہاب الدین غوری۔ سلطان قطب الدین ایبک۔ سلطان علاء الدین خلجی سلطانوں کی سلطنت گجرات۔ ذکر سلطنت مظفر شاہ۔ ذکر سلطنت احمد شاہ احمد شاہ کا ہندو رئیسوں کی لڑکیوں سے بیاہ کرنے کے لئے پابوسی کرنا ذکر سلطنت محمد شاہ بن سلطان احمد شاہ گجراتی۔ ذکر سلطنت سلطان قطب الدین بن محمد شاہ ذکر سلطنت داؤد شاہ۔ ذکر سلطنت فتح خاں المخاطب بہ سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیکرہ۔ ذکر سلطنت مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی ذکر سلطنت شاہ سکندر بن سلطان مظفر شاہ گجراتی ذکر شاہی سلطان محمود بن سلطان مظفر گجراتی ذکر شاہی سلطان بہادر بن سلطان مظفر شاہ مسلمان اور پرتگیزی تاریخوں سے ان واقعات کا بیان جو بہادر شاہ اور پرتگیزوں کے

درمیان واقع ہوئے قرائی سوز اکی تاریخ سے بہادر شاہ کے مارے جانے کا ذکر
ذکر سلطنت میراں محمد شاہ فاروقی ذکر سلطنت سلطان محمود گجراتی بن لطیف خاں بن سلطان مظفر ذکر سلطنت احمد شاہ گجراتی بادشاہی سلطان مظفر بن محمود شاہ گجراتی

تاریخ مالوہ (۲۹۰)

شجرہ سلمان بادشاہوں کا ۱۳۸۹ء سے ۱۵۳۱ء تک دلاور خاں غوری کا ذکر
ذکر سلطنت سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں ذکر سلطنت سلطان غزنیں المخاطب محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین ذکر سلطنت سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین خلجی زوال دولت خلجیہ مالوہ واستیلا سلطان بہادر گجراتی اور اور باتیں باز بہادر کا تخت مالوہ پر فائز ہونا اور امرائے اکبری کے ہاتھ گرفتار ہونا۔

تاریخ خاندیس (۳۶۰)

ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجی فاروقی ذکر سلطنت میراں عادل فاروقی
ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی ذکر حکومت میراں صبا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی ذکر حکومت داؤد خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی
ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں ذکر حکومت میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل شاہ فاروقی ذکر حکومت میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی
ذکر ریاست میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی ذکر راجہ میراں علی خاں بن مبارک خاں
ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی بن راجہ علی خاں اور خاتمہ حکومت خاندان فاروقی ۳۸۳

فہرست تاریخ سلاطین پوربی جنکو سلاطین بنگال بھی کہتے ہیں

سلطان فخر الدین خاں
ذکر استیلا محمد بختیار خلجی ولایت بہار و لکھنوتی (بنگال) پر

دیار شرقی کی سلطنت پر سرافراز ہونا ذکر ایالت علی مبارک المخاطب سلطان علاء الدین
سلطنت حاجی الیاس المشہور بسلطان شمس الدین بنگالہ ذکر سلطنت شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین
شاہ ذکر شاہ غیاث الدین بن شاہ سکندر شاہ ذکر سلطان السلاطین شاہ بن غیاث الدین
شاہ سلطنت شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین حکمرانی راجہ کنس ہندو حکومت
بیت ل ولد کنس المخاطب بہ سلطان بلال الدین سلطنت سلطان احمد بن سلطان جلال الدین
ناصر الدین غلام کا وارث ملک ہونا سلطنت سلطان ناصر الدین بنگالہ سلطنت
بارک شاہ بن ناصر شاہ حکومت یوسف شاہ ولد بارک شاہ سکندر شاہ کا بادشاہ ہونا
حکومت فتح شاہ ذکر حکومت سلطان بارک سلطنت ملک اندیل حبشی المخاطب بہ زنگی
سلطنت محمود شاہ بن فیروز شاہ سیدی بدر حبشی مظفر شاہ سلطنت شریف
ی سلطان علاء الدین نصیب شاہ بن سلطان علاء الدین سلطنت سلیم خاں سلطان بہادر
حکومت سلطان کرانی بہادر حکومت بایزید افغان بن سلیمان حکومت داؤد خاں
افغان بن سلیمان افغان

فہرست تاریخ شاہان شرقی (۴۰۳)

حکومت سلطان الشرق خواجہ جہاں سلطنت سلطان مبارک شاہ شرقی
سلطنت شاہ ابراہیم شرقی سلطنت سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی سلطنت
سلطان محمد شاہ بن محمود شاہ شرقی سلطنت سلطان حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی

فہرست مضامین حصہ دوم

تاریخ دکھن یا دکن صفحہ (۴۱۲)

سرزمین ہند کا بیان ہندوؤں کی عملداری کا بیان

فہرست دکن کے بہمنی بادشاہوں کی

علاؤالدین حسن گانگوئی بہمنی
سلطنت محمد شاہ بن سلطان علاء الدین حسن
مکہ معظمہ خزانہ بھیجنا۔
سلطنت مجاہد شاہ بہمنی
داؤد بادشاہ بن سلطان علاء الدین بن حسن گانگوئی
ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ بہمنی بن سلطان علاء الدین حسن گانگوئی
ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ۔
سلطان شمس الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ بہمنی
ذکر سلطنت فیروز شاہ بہمنی
ذکر سلطنت احمد شاہ بہمنی
ذکر سلطنت علاء الدین بن سلطان احمد شاہ
ذکر سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاء الدین بہمنی
ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ بہمنی
ذکر شاہی محمد شاہ بن ہمایوں شاہ
سلطنت محمود شاہ بہمنی
سلطنت احمد شاہ
سلطان علاء الدین بن سلطان احمد شاہ
شاہ ولی اللہ بہمن بن سلطان محمود شاہی
کلیم اللہ بہمن
تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور

یوسف عادل شاہ (۵۰۸)

یوسف کے خاندان کی داستان۔ یوسف کا ہندوستان میں آنا۔ بادشاہ کی طرف سے

یوسف کا درجۂ اعلیٰ پر پہنچنا۔ برید وزیر سے اور بہادر گیلانی سے ملک احمد بحری سے اور راجہ بیجانگر سے لڑائیاں اور معاملات۔ وجیانگر کے راے کا حملہ یوسف عادل شاہ پر اور یوسف کی شکست راے پر اور لوٹ کا ہاتھ لگنا۔ قلعہ جام کمنڈی کا ہاتھ آنا۔ دستور دینار خواجہ کا یوسف عادل شاہ سے لڑنا اور مارا جانا۔ بیجاپور کی اور گول کنڈہ کی اور بیدر کی اور احمد نگر کی اور برار کی مطلق العنانی اور سلطنتوں کا قائم ہونا۔ یوسف عادل شاہ کا شیعہ مذہب کا رواج دینا۔ پرتگیزوں کا گوا دفع کرنا۔ اور یوسف عادل شاہ کا پھراون سے لینا۔ یوسف عادل شاہ کی وفات اور خصائل حیات۔ یوسف عادل شاہ کی اولاد اور بیوی۔ عادل کی وسعت سلطنت۔

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ (۵۲۴)

گوا و پرتگیز۔ کمال خاں کا امرا کی جاگیروں کا ضبط کرنا اور امرا کا فرماں روائی چاہنا۔ کمال خاں کا منصوبہ اسمٰعیل عادل شاہ کے معزول کرنے کا۔ والدہ کمال خاں کی تدبیر اور صفدر خاں پسر کمال خاں کا مارا جانا۔ حبشیوں و دکنیوں کا موقوف ہونا اور مغلوں کا نوکر ہونا۔ مرزا جاگیر کا حملہ شرقی اضلاع پر۔ امیر برید کا حملہ بیجاپور پر۔ سفیران ایران اسمٰعیل عادل شاہ کا راے وجیانگر سے شکست پانا۔ برہان نظام کا حملہ و شکست۔ خدیجہ سلطان کی شادی۔ برہان نظام شاہ کی امداد امیر برید سے۔ برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی لڑائی۔ نکنڈہ قلعہ پر لشکر کشی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات و خصائل۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ (۵۴۰)

ابراہیم شاہ کے انتظامات۔ بیجانگر کی سلطنت میں انقلابات۔ وزیر کی سازش۔ نواسے بیٹے رام راج کا تخت پر بیٹھنا۔ رام راج کی سازشیں۔ ہوج رزیل راج کا امداد ابراہیم عادل شاہ سے چاہنا۔ قلعہ اودنی پر لشکر کشی۔ اسد خاں لاری کی شکایت۔ برہان نظام شاہ کی لشکر کشی۔ بیجاپور قطب شاہ کی لڑائی۔ برہان نظام شاہ اور ابراہیم شاہ کی لڑائی۔ شاہزادہ عبداللہ سلطان لاری۔

اسد خاں (۵۴۹)

اسد خاں لاری کے اوصاف۔ باالاتفاق برہان نظام شاہ اور رام راج کی جبہ دعائی

عادل شاہ کے ملک پر نظام شاہ اور عادل شاہ کے معاملات۔ وینکٹادری اور عین الملک کی لڑائی۔ ابراہیم عادل شاہ کی وفات۔

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ (۵۵۲)

نظام شاہیوں سے لڑائیاں۔ سٹرز فریڈیرک کا بیان۔ ہندوؤں کا بیان اس لڑائی کا۔ نظام شاہ کا اپنی مملکت بڑھانا۔ بنکاپور کی فتح۔ جرہ و چندر کوٹی پر لشکر کشی۔ پرن گڈھ پر لشکر کشی اور امرائے برگی کی سرکشی۔ علی عادل شاہ کی وفات۔ چاند بی بی۔ مرتضےٰ نظام شاہ کے سیر و تبت بہزاد الملک۔ امرا کی آپس میں کھینچا۔ بہزاد الملک کی لشکر کشی ممالک عادل شاہیہ پر۔ تہم عیسیٰ نظام شاہ کے معاملات۔ شادیاں۔ بادشاہ کی توجہ برہان شاہ کی مدد پر اور دلاور خاں اور جمال خاں کی لڑائی۔ برہان شاہ و ابراہیم عادل شاہ کے معاملات۔ تیمبار کی مہم۔ شہزادہ اسمٰعیل بن ابراہیم کا قید اور اس کے فساد کا مٹنا۔ ابراہیم نظام شاہ ثانی کا مارا جانا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کی سپاہ کا غالب ہونا۔

تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر (۵۸۱)

نسب و ابتدائی حالت۔ احمد نظام الملک کا خود مختار ہونا اور بادشاہی لشکر سے لڑنا۔ احمد نظام شاہ کا اپنا ملک بڑھانا۔ احمد نگر کا آباد کرنا۔ عالم خان حاکم خاندیس کی امداد۔ بادشاہ کی وفات اور اوسکے خصائل اور اوس کے دربار کے دستور۔

برہان نظام شاہ بن احمد شاہ بحری (۵۹۱)

امرائے شاہی کی سرکشیں اور کدورتیں اور فساد۔ شاہ برار کی سپاہ کا ملک نظام پر آنا اور اسمٰعیل کا ہونا۔ پرگنہ پاتری کے معاملات۔ برہان نظام شاہ کا آسنہ پر عاشق ہونا۔ برہان نظام شاہ و اسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات۔ پاتری پر لڑائی۔ عماد الملک اور برہان شاہ کی لڑائی۔ دولت آباد پر لڑائی۔ برہان نظام شاہ کی دوستی و ملاقات۔ برہان نظام شاہ و اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگ۔ برہان شاہ کا شیعہ

مذہب کا رواج دینا۔ برہان نظام شاہ و ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی۔ بیان نظام شاہ کی مہمات

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ بحری (۶۰۸)

تخت نشین ہونا اور بھائیوں کا فساد مٹانا۔ حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی۔ گلبرگہ پر حسین نظام شاہی کی لشکر کشی۔ قلعہ ریوڈنڈا پر لشکر کشی علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی جنگ۔ سلاطین اعلامیہ کا اتفاق اور رام راج راے وجیانگرے لڑائی۔ اولاد حسین نظام شاہ۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ (۶۱۹)

خونزہ ہمایوں اور مرتضیٰ نظام کا انتظام سلطنت۔ بیجاپور پر حملہ اور صلح۔ برار پر لشکر کشی۔ خونزہ ہمایوں کے اختیارات کا سلب ہونا۔ قلعہ دھارور کی فتح۔ بیجاپور پر لشکر کشی۔ ریوڈنڈا میں پرگنیروں پر بورش عادل شاہ اور نظام شاہ میں تقسیم ممالک کے باب میں عہد و پیمان و نظام شاہ کا ملک برار کا فتح کرنا۔ چنگیز خاں کا مرنا۔ بادشاہ کی غربت اور صاحب خاں کی بے اعتدالیاں۔ شہزادہ برہان کا خروج صلابت خاں حبشی کی وزارت۔ ابراہیم عادل شاہ اور نظام شاہ کی لڑائی۔ سید مرتضیٰ و صلابت خاں کی لڑائی۔ متفرقات دکن پر اکبر بادشاہ کی لشکر کشی۔ نظام شاہ کا دیوانہ لقب پانا۔ صلابت خاں کا قید ہونا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کا مارا جانا اور میران حسین کا پادشاہ ہونا۔

میران حسین نظام شاہ (۶۴۰)

میران حسین نظام شاہ کی بری عادتیں اور حرکتیں۔

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی (۶۴۳)

جمال خاں کے اختیارات۔ پردیسیوں کا اخراج۔ برہان نظام شاہ کی حمایت اکبر بادشاہ کی۔ جمال خاں کی لڑائی عادل شاہیوں سے اور برہان نظام شاہ سے۔ اسمٰعیل نظام شاہ گرفتار ہونا اور برہان

نظام کا بادشاہ ہونا۔

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ (۹۴۶ھ)

برہان شاہ کا ابتدائی حال۔ مہدویہ مذہب کا اخراج و شیعہ مذہب کا رواج۔ دلاور خاں حبشی و برہان شاہ و عادل شاہ کی لڑائی۔ اسمٰعیل کے بادشاہ بنانے کے لئے سازشیں۔ برہان شاہ اور پرتگیزوں کے معاملات۔ برادر عادل شاہ کی امداد۔ برہان شاہ کی وفات۔

سلطنت ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ (۹۶۵ھ)

ابراہیم نظام عادل شاہ سے لڑائی۔

احمد شاہ بن شاہ طاہر (۹۶۶ھ)

اخلاص خاں اور میاں منجھو کی لڑائی۔ میاں منجھو کا شاہزادہ مراد سے لڑنا۔ سلطان مراد کا احمد نگر کا محاصرہ اور بہادر شاہ کا بادشاہ ہونا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ ثانی (۹۶۲ھ)

چاند سلطان کا عادل شاہ سے مدد مانگنا اور سہیل خاں کا آنا اور لڑنا۔

مرتضیٰ نظام شاہ ثانی بن شاہ علی بن برہان شاہ اول (۹۶۶ھ)

مرتضیٰ نظام شاہ کا بادشاہ ہونا اور ملک عنبر اور میاں راجو عنبر دایرج خان کی لڑائی۔ عنبر اور نظام شاہ کے معاملات۔ وسعت سلطنت احمد نگر۔

تاریخ قطب شاہیہ ملک تلنگ (۹۷۰ھ)

سلطان قلی قطب شاہ (۹۷۰ھ)

سلطان قلی کا نسب اور اس کا ہندوستان میں آنا۔ بیدر میں بادشاہ پر دشمنوں کے حملوں کا رد کرنا۔ سلطان قلی کا تلنگانہ کا حاکم ہونا۔ قطب الملک کا محمود شاہ کے ہمراہ ہونا ہندوؤں کی لڑائی میں قاسم برید اور امراء کی لڑائی۔ محمود شاہ کا مرنا۔ قطب الملک کا بادشاہ ہونا۔ راجہ بیجانگر کے ملک میں

سے راج کنڈہ۔ دیور کنڈہ۔ بنگل گاگن پور اور گول کنڈہ کا تسخیر کرنا۔ قوام الملک اور قطب شاہ کی لڑائی۔ عماد الملک اور سلطان قلی اور قطب شاہ کی لڑائی اور ہلم کنڈہ کی فتح۔ سیتا پتی راجہ منگلانہ سے لڑائی۔ گجارامچندر کے ساتھ لڑائی۔ وجیانگر کے راجہ اور قطب شاہ کی لڑائی۔ قطب شاہ اور اسمٰعیل کی لڑائی۔ بریدشاہ سے لڑائی اور کوہیر کی تسخیر۔ کنڈہ کی فتح۔ آیت گیر کا محاصرہ۔ سلطان قلی قطب شاہ کی وفات۔ اولاد قطب شاہ۔ وسعت سلطنت قطب شاہ۔

جمشید قطب شاہ (۹۹۶ھ)

تخت نشینی جمشید قطب شاہ۔ برادر ابراہیم کی بغاوت۔ رام راج کی ترقی کا حال۔ جمشید قطب شاہ

سبحان قلی قطب شاہ (۱۰۰۳ھ)

شہزادہ ابراہیم کا شاہ ہونا۔

ابراہیم قطب شاہ (۱۰۰۶ھ)

ابراہیم قطب شاہ کی تخت نشینی۔ شاہان احمد نگر و بیجاپور کی جنگ میں قطب شاہ کی امداد۔ جگدیو راؤ کا وکیل السلطنت ہونا اور برار بھاگنا اور باغی ہونا اور شکست پاکر بیجاگر بھاگ کر جانا۔ احمد نگر کے برخلاف شاہان بیجاپور اور گول کنڈہ کا بیجانگر کے راجہ سے ملنا اور ابراہیم قطب شاہ کے توسل سے صلح کرنا۔ بیجانگر کے راجہ اور ابراہیم قطب شاہ کی لڑائیاں۔ گول کنڈہ کی مرمت۔ ہیبک دیوگی سازش بادشاہ کے مارنے کی اور اس کا کھلنا۔ رامچندری کی فتح۔ مالی کوٹ کی لڑائی۔ شاہان دکن کی آپس میں چال بازیاں اور لڑائیاں۔ رفعت خاں کا رامچندری کس سم کوٹا۔ وبرگو شم کو فتح کرنا اور کنگ نکر پہنچنا۔ بیجاپور کے شاہ سے لڑائی۔ کنڈ نیر اور کم مم اور کنڈاپلی کی فتح۔ ابراہیم شاہ کی وفات۔ ابراہیم شاہ کی اولاد۔ خصایل ابراہیم قطب شاہ۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۰۳۴ھ)

قلعہ نمدروگ کا محاصرہ۔ وجیانگر کے ہندوؤں سے لڑائی۔ دارالخلافہ کا حیدرآباد و کن میں منتقل ہونا۔ کرنول اور نندیل کی فتح۔ رستم خاں کی نامروی۔ شاہ صاحب کی بغاوت۔ تلنگانہ کی سرکشیاں۔

تاریخ مملکت برار جس کے بادشاہوں کا لقب عماد شاہ ہے (۷۴۹ھ)

فتح اللہ عماد الملک (۷۵۰)

علاء الدین عماد شاہ (۷۵۰)

تخت نشینی اور محمود شاہ بہمنی کی مدد۔ ماہور اور رام گیر پر قبضہ۔ برہان نظام شاہ کا دو ولایتوں کا لینا۔ بہادر شاہ کا برار کی امداد کے لئے آنا اور علاء الدین کی وفات۔

برہان عماد شاہ (۷۵۲)

تفال خاں کا سلطنت کا غصب کرنا۔

تفال خاں (۷۵۲)

تاریخ بیدر جسکے شاہوں کا لقب برید شاہ تھا (۷۵۴)

امیر برید (۷۵۵)　　علی برید شاہ (۷۵۶)

ضمیمہ تاریخ دکن (۷۵۷)

پرتگیزوں کا ہندوستان میں آنا۔ گاما کا دوبارہ ہندوستان میں آنا ۱۵۰۰ء۔ گاما کا تیسری دفعہ ہندوستان میں آنا۔ دون الفنسو البوکرک کا ہندوستان میں آنا اور ارناکولم کو الیدا کا ہندوستان میں آنا۔ الفنسو البوکرک کا آنا ۱۵۰۰ء۔ گوا کا فتح کرنا اور پھر چھن جانا ۱۵۱۰ء۔ البوکرک ۱۵۱۱ء۔ ۱۵۱۳ء الیوکرک اور پرتگیزوں کی شاہ بیجاپور سے لڑائی۔ رائے دی سیلوگور ۱۵۲۰ء گجرات اور پرتگیزوں کے معاملات ۱۵۲۱ء و ۲۷۔ دیو پر قبضہ کرنے کی تیاریاں ناکامی ۱۵۲۹ء دیو کا محاصرہ ۱۵۳۱ء و ۳۲ گوا پر لڑائی ۱۵۳۹ء۔ ملوخاں کا دعوئی شاہی ۱۵۵۳ء۔ پرتگیزوں کی فتوحات ۱۵۵۵ء و ۱۵۶۰ء۔ چیل پر حملہ ۱۵۵۷ء سے ۱۵۶۳ء تک واقعات۔

خلاصہ تاریخ دکن اور اسپیریو (۷۷۱)

سنی شیعوں کے سبب نزاع (۷۷۴)

تاریخ سندھ

ہندوستان میں چوٹی کے سوا اسلطنتیں مسلمانوں نے قایم کی تھیں اُن میں سے اکثر شہنشاہ اکبر کی سلطنت میں داخل ہوگئیں اس لئے ہم ان کا حال جُدا جُدا لکھتے ہیں کہ وہ کیونکر بنیں اور پھر کیونکر شہنشاہ اکبر کے قبضہ میں آئیں۔

ذکر سلاطین سندھ کا جنھوں نے بعد از گماشتگان عباسیہ کے سندھ میں حکومت کی

ہم نے اول جلد میں تاریخ سندھ کے اندر لکھا ہے کہ خلافت القادر باللہ ابوالعباس احمد اسحاق بن المقتدر باللہ میں سندھ کو کچھ تعلق خلفاء عباسیہ سے نہیں رہا۔ اب اس کے آگے شہنشاہ اکبر کے عہد تک تاریخ ملک سندھ لکھتے ہیں اس زمانہ کی تاریخ سندھ میں گڑبڑ بڑی ہے مؤرخوں کی تحریروں میں ایسا اختلاف ہے کہ انگریزی محقق مؤرخ بھی ان میں مطابقت نہ کر سکے سندھ کی تاریخ معصومی سے لکھتے ہیں جب سلطان محمود غازی نے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا اور ملتان میں پہنچا تو اُس نے سندھ کی تسخیر کے لئے فوج متعین کی اور ۴۱۰ھ میں ان کے معاملات سے فارغ ہو کر سیوستان وٹھہ کی طرف متوجہ ہوا اور اکثر لوہانہ کے آدمیوں کو اخراج کیا اور ایک جماعت کو عیال واطفال سمیت گرفتار کیا۔ اس میں جو صاحب فضل تھے اُن کو مناصب شرعیہ تفویض کئے اور اُن کے وظائف اور اوراد اُن کے معاش کے لئے مقرر کئے جب ۴۲۱ھ میں سلطان محمود نے اس جہان سے سفر کیا تو سلطان مسعود غزنین کے تخت پر اس کا جانشین ہوا اُس نے بساط عیش ونشاط بچھایا اور جشن وسور کے لوازم میں اور عیش وسُرور کے مراسم میں مشغول ہوا امہات جہانداری میں یہ مصروف ہوا۔ کشمیر اور دست کی سرحدوں کے آدمیوں نے تمرد اختیار کیا اور اس کی اطاعت سے نکل گئے۔ اس

زمانہ میں سومرہ کے آدمی نواح تھرہی میں جمع ہوئے اور ایک آدمی کو جس کا نام سومرہ تھا مسند ریاست پر بٹھایا۔ اُس نے مدت تک اپنی قوم کی سرداری کی اور اس دیار کو مفسدوں کے خس و خاشاک سے پاک کیا۔ صادان حدود میں مستقل و باعتبار زمیندار تھا۔ اُس لڑکی سے سومرہ نے نکاح کیا۔ اُس سے فرزند بھونگر پیدا ہوا اور وہ باپ کے مرنے کے بعد اپنی ماں کی موروثی کے تخت پر بیٹھا اور قدم آگے بڑھایا آخر فرش امراض پر قابض ارواح کو جان حوالہ کی اُس کا بیٹا دودہ تخت پر بیٹھا اور چند سال بالاستقلال حکومت کی اور نصیر پور تک اپنے ملک کو بڑھایا مگر عنفوان جوانی میں انتقال کیا اور ایک لڑکا نگھار چھوڑا اور ایک لڑکی ہاری چھوڑی جس نے مدتوں حکومت کی رعایا برایا کو مطیع و منقاد رکھا جب نگھار جوان ہو گیا تو اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور ملک و مال کے کام میں مشغول ہوا اور متمردوں اور باغیوں کو تادیب و تنبیہ کی اور ملک کچھ کی طرف عزیمت کی ہانک بائی (ایک چھوٹا جنگل سندھ و کچھ کے درمیان ہے) ملک پر قبضہ کیا۔ کچھ برسوں کے بعد وہ مر گیا۔ اُس کے بیٹا کوئی نہ تھا مگر اُس کی دائی جس کا نام ہموں تھا قلعہ دہک (دیبل) میں حکومت کرتی رہی۔ اور اُس نے اپنے بھائیوں کو محمد تور و تھری میں حکومت کے لئے متعین کیا۔ تھوڑی مدت کے بعد دودا کے بھائی کہ اس نوح میں چھپے ہوئے تھے باہر نکلے اور اُنھوں نے ہموں کے بھائیوں کو ملیامیٹ کر دیا اس اثنا میں دودا کی اولاد میں سے چھ بادشاہوں کھڑا ہوا اور ایک جمعیت عظیم اُس کے گرد جمع ہوئی۔ اُس نے جو جماعت اُسے منازعت کے لئے کھڑی ہوئی اُس کی جڑ پیڑ کاٹی اور خود تخت امارت پر بیٹھ گیا۔ چند مدت اُس نے بھی سلطنت کی پھر اُسکی زندگی ختم ہوئی۔ اُس کے بعد ایک شخص ہزار نام امور سلطنت کا متکفل ہوا اور معاملات ملک میں مشغول ہوا وہ صفات پسندیدہ سے متصف تھا چند سال بعد وہ بھی مر گیا اس کے بعد ارسیل سندھ حکومت پر بیٹھا وہ ظالم طبیعت مردم آزار تھا خلائق اُسکے ظلم سے برافروختہ ہو کر اُس کے عزل و قتل کے درپے ہوئی ذمہ سمہ کے کچھ آدمی کچھ سے پہلے آئے ہوئے تھے اور حوالی شہر میں اقامت رکھتے تھے اور اہل سمہ سے اُنھوں نے دوستی پیدا کی تھی ان میں ایک آدمی انر تھا کہ آثار رشد اُس کی پیشانی سے ظاہر ہوتے تھے اعیان ملک خفیہ سحر کے وقت ایک جماعت کو لیکر ارسیل کے گھر میں گھس گئے

اور اُس کو قتل کر ڈالا اور اُس کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا دیا اس جماعت نے انر کو تخت پر بٹھایا اتفاق امرا حاکم مستقل ہوا۔ اور خلق کثیر اُس کے گرد جمع ہوئی اور وہ اس جمعیت کے ساتھ تسخیر سیوستان کا عازم ہوا۔ یہاں سلاطین ترک کی طرف ملک رتن عامل تھا۔ انر نے حوالی سیوستان میں آن کر میدان مقابلہ و مقاتلہ آراستہ کیا ملک رتن اپنا لشکر آراستہ کر کے قلعہ سے نکلا اور جنگ گاہ میں آیا۔ آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ اوّل دفعہ جام انر کو جنگ میں شکست ہوئی دوسری دفعہ بھائیوں کی مدد لیکر میدان کارزار میں آیا۔ ملک رتن گھوڑا دوڑاتا تھا کہ وہ اُس پر سے گر پڑا جام انر نے اس کا سر کاٹ لیا اور قلعہ سیوستان پر متصرف ہوا۔ ملک فیروز علی و علی شاہ ترک کرنوانی بکرنار تھے اُنھوں نے ایک مکتوب اُس پاس بھیجا کہ یہ دلیری تم کو مبارک ہو ورنہ تمی اب لشکر بادشاہی سے لڑنے کی استعداد پیدا کر کے میدان استقامت میں مردانگی دکھاؤ۔ اس مکتوب کا اس پر اثر ہوا کہ وہ تھری میں چلا گیا اور انھیں دنوں میں مریض ہو کر چل بسا اس کے ایام حکومت تین سال چھ مہینے تھی۔ بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ جام انر نے سیوستان فتح کر کے مراجعت کی ہو تو وہ ایک رات مجلس عیش میں شراب پی رہا تھا کہ اس اثنا میں خبر آئی کہ ایک باغیوں کی جماعت آئی ہے اُس نے اپنے وکیل گاہر بن تماچی کو باغیوں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا وہ ایلغار کر کے پہنچا اور مقابلہ و مقاتلہ شروع کیا مگر اُس وقت گاہر مست تھا وہ گرفتار ہوا دشمنوں نے اُسے مقید کیا۔ جام انر اپنے عیش و عشرت میں مشغول رہا اُس نے کچھ پروا اپنے وکیل کے قید ہونے کی نہیں کی جسے گاہر بن تماچی کے سینہ میں کینہ پیدا ہوا اور اُس کو مخفی رکھا اور بہ لطائف حیل دشمنوں کی قید سے اپنے تئیں چھٹایا اور جام انر سے روگرداں ہو کر قلعہ بھر میں آیا۔ علی شاہ ترک سے ملاقات کی جس نے ملک فیروز شاہ سے اتفاق کر کے لشکر جمع کیا اور جام انر کو قلعہ بہرام پور میں قتل کر ڈالا۔

جام انر نے رحلت کی جام جونہ قوم سمہ میں سے جام کے خطاب سے ملقب ہوا اور اُس نے لشکر کی تسخیر کا خیال کیا اور اپنے برادروں اور خویشوں کی رعایت کر کے اُن کو قریات و قصبات بکر کی غارت و قتل کے لئے بھیجا۔ دو تین دفعہ بکر اور سمہ کے آدمیوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی ترکوں

میں مقاومت کی طاقت نہ تھی وہ قلعہ بکر کو چھوڑ کر اچھ میں چلے گئے اور جب جام نے سنا کہ
قرا کا حال سُنا تو وہ بکر کو روانہ ہوا۔ اور چند سال بہ استقلال سندھ میں حکومت کی۔ لیکن آخر کو
سلطان علاء الدین نے اپنے بھائی الغ خاں کو نواح ملتان میں روانہ کیا۔ الغ خاں سے جام
کا فوری و تاتار خاں کو جام کے دفع کرنے کے لئے سندھ کو بھیجا۔ یہ لشکر پہنچا نہ تھا کہ جام
خناق کے مرض سے مرگیا اس کے ایام حکومت تیرہ سال تھے۔ سلطان علاء الدین کے لشکر
نے بکر میں پہنچکر قلعہ بکر پر تصرف کیا اور سیوستان کا عازم ہوا۔

جام تماچی کو اعیان مملکت نے اتفاق کرکے سلطنت مورونی کے تخت پر بٹھایا۔ سلطان علاء الدین
نے بعد از جنگ جام تماچی بن انر کو گرفتار کیا اور اُس کو مع اہل و عیال دہلی لے گیا۔ خاندان
حوالی تتری میں اوقات بسر کرتی تھی اور عمال جام معاملات کا انتظام کرتے تھے۔ ملک تماچی کے
بعد ایک مدت کے اس کا بیٹا ملک خیر الدین کہ چھوٹی عمر میں باپ کے ساتھ دہلی گیا تھا باپ کے مرنے
بعد سندھ میں آیا۔ چونکہ جام خیر الدین بند و زندان کی محنت اُٹھا چکا تھا ہر چند سلطان محمد شاہ نے
اُس کو بُلایا مگر وہ نہ گیا پھر سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ کو حوالی ٹھٹہ میں سفر آخرت میں پہنچا
دہمیت کے موافق سلطان فیروز شاہ تغلق اس کا جانشین ہوا اور دہلی کا عازم ہوا۔ اُس کے
پیچھے جام خیر الدین چند منزل گیا حوالی سن سے کہ مضافات سیوستان سے ہے معاودت کی سلطان
فیروز شاہ کے دل میں اسے خدشہ رہا۔ جام خیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کی منصت کرنے
کے بعد بساط عدل و احسان بسیوط کیا عامہ رعایا کی ترفیہ میں کمال اہتمام کیا اُس کے قلمرو میں
نادر واقعہ یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ خواص و خدم کو ساتھ لئے سیر و تماشے کو
جاتا تھا۔ ناگاہ اُس کو ایک گڑھے میں ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آئیں۔ گھوڑا دوڑا کر وہاں
گیا اور ان پوسیدہ ہڈیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر ملازموں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم جانتے
ہو کہ یہ ہڈیاں مجھے کیا کہہ رہی ہیں وہ سب سر نیچا کرکے خاموش ہو رہے تو جام نے
فرمایا کہ چند مظلوم داد کی مدد چاہتی ہیں۔ پھر اُس نے ان اموات کے حال کی تحقیقات کی
یہ سرزمین ایک بوڑھے زمیندار سے تعلق رکھتی تھی اُس کو بُلایا اور ہڈیوں کا حال اُس سے پوچھا

تو اُس نے کہا کہ سات سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ گجرات سے ایک کارواں یہاں آیا تھا تاجران
جاٹ نے اسے مار ڈالا اور مال اُن کا لے گئی تھی اور اب تک یہ مال اکثر پاس موجود ہے جب
جام کو یہ حال معلوم ہوا تو اموال کے جمع کرنے کا حکم دیا اور والی گجرات پاس اپنے آدمی کے
ہاتھ یہ مال بھیجا کہ اس کو مقتولوں کے وارثوں میں تقسیم کردو اور قاتلوں کی جامت کو قصاص لیا۔
پندرہ سال بعد اس دیر فانی کو وداع کرکے جہان جاودانی میں آرام کیا۔

باپ کے مرنے کے بعد امرا و اعیان نے اتفاق کرکے باپ کے موروثی تخت پر جام بانبیہ کو
بٹھایا۔ اس اثنا میں سلطان فیروز شاہ ممالک ہندوستان اور گجرات سے خاطر جمع کرکے ولایت سندھ
کی تسخیر کا عازم ہوا۔ جام بانبیہ نے میدان محاربہ آراستہ کیا۔ سلطان فیروز شاہ تین مہینے یہاں کی حوالی میں
ٹھیرا رہا۔ پانی کی طغیانی اور ہوا کی مخالفت اور مچھروں کی کثرت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اوائل
برسات میں پٹن گجرات کی طرف چلا گیا۔ برسات کے بعد دوبارہ آیا اور بہت سا لشکر ساتھ لایا
اور سخت لڑائیاں لڑا آخر کو جام بانبیہ اُس کے ہاتھ آگیا اور ولایت سندھ تمام و کمال سلطان
فیروز شاہ کے قبضہ میں آئی اور جام کو سلطان دہلی اپنے ہمراہ لے گیا۔ جب جام ایک مدت تک
سلطان کی ملازمت میں رہا اور خدمات پسندیدہ بجا لایا تو اُس پر سلطان نے شاہانہ عنایت کرکے
خلعت دیا اور پھر سلطان نے سندھ کی حکومت عنایت کی۔ وہ یہاں سندھ میں آیا اور پندرہ
سال تک بالاستقلال حکومت کی آخر کو سفر آخرت کیا۔

اس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی (یا بیٹا) جام تماچی اورنگ امارت پر بیٹھا اور ملک
اور حکومت کے مشاغل میں مشغول ہوا۔ فراغت و دست تھا عیش و سرور میں اوقات بسر کرتا
تھا۔ تیرہ سال سلطنت کرکے گیا۔ وہیں مرگیا۔

جام تماچی کے مرنے کے بعد جام صلاح الدین شغل حکومت میں مشغول ہوا۔ اُس نے اول عہد
کا جو لوگوں کے تمرد سے درہم برہم ہو رہی تھی انتظام کیا اور سرکشوں کی گوشمالی کی۔ بعد اس تنبیہ
ڈنا کیسرے کچھ کی جانب متوجہ ہوا۔ اور کچھ کے آدمیوں سے سخت لڑائیاں لڑا اور اُن پر فتحیاب
ہو کر واپس آیا۔ اور سپاہی اور رعیت کی مہمات میں جس طرح چاہیے مشغول ہوا گیارہ سال پندرہ مہینے

حکومت کرکے عالم فانی کو گیا۔

باپ کے مرنے کے بعد باتفاق امرا تخت سلطنت پر بیٹھا اور اپنے چچاؤں کو جو بمقتضائے مصلحت ملکی قید میں تھے، رہا کیا۔ یہ چچا ملک سکندر و کرن و بہاء الدین وامرتے۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک ناحیہ میں بھیجدیا۔ امور ملکی کو بعض اہل کاروں کو سپرد کرکے شب و روز عیش و عشرت میں مشغول اور خود معاملات ملکی سے خبر نہ ہوا۔ اس کے چچاؤں نے جمعیت کرکے بالاتفاق شہر میں آکر اسے گرفتار کرنے کے درپے ہوئے۔ جب جام کو اپنے چچاؤں کے کی شرارت سے آگاہی ہوئی تو وہ بعض لشکریوں کی صواب دید سے آدھی رات کو شہر سے نکلا اور گجرات کی عزیمت کی۔ اس کی فرار کی لوگوں کو اطلاع ہوئی اس کا تعاقب کیا۔ اس اثنا میں اعیان شہر نے جب نرس اور بے خوردگی مشاہدہ کی جام علی شیر کو کہ ایک گوشہ میں چھپا ہوا تھا پیدا کیا اور باجماع و اتفاق سے تخت امارت پر بٹھا دیا۔ جام نظام الدین کو اثنا راہ میں سفر آخرت پیش آیا۔ اس کے بیٹے وخانسزادیں ہوکر صحرا میں چلے گئے۔

جام علی شیر تخت پر بیٹھا تو ابواب سلامت اور احسان کو روئے خلائق پر کھولا۔ وہ بڑا شجاع تھا۔ امور جہاں داری پر متوجہ ہوا ولایت سندھ کا جیسا ربط و ضبط کرنا چاہیے وہ کیا۔ اگلی سلطنت کے عہد میں خلق و امن و امان میں رہی۔ رعیت کی فراغت میں کٹی۔ جب ایک مدت اس طرح گذری تو جام عیش و عشرت میں مصروف ہوا اکثر اوقات چاندنی راتوں میں سیر کرتا تھا۔ فتح خاں کے بیٹے سکندر و کرن و فتح خاں تو صحرا میں سرگرداں پھرتے تھے جام علی شیر کے عیش و عشرت سے وہ مطلع ہوئے۔ رات کو چل کر اور دن کو چھپ کر شہر کے نزدیک آئے۔ شہر کے آدمیوں کی ایک جماعت کو انھوں نے اپنے ساتھ متفق کیا جمعرات کو جام علی شیر کشتی میں بیٹھکر دریا کی سیر کو گیا وہاں سے آدھی رات کو مراجعت کرتا تھا کہ لوگ ننگی تلواریں لے کر اس پر پل پڑے۔ جو اس کی جماعت اس کے ساتھ تھی ہر چند اس نے دشمنوں کی مدافعت میں کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جام علی شیر نے درجۂ شہادت پایا۔ پھر آدمی دوڑ کر اس کے گھر کے اندر گئے اب شور و غوغا ہوا تو آدمی خبردار ہوئے۔ جمع ہوئے۔ مگر انھوں نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے جا چکا

چاہا سب نے اطاعت اختیار کی۔ بشیر علی نے سات سال سلطنت کی۔

جام علی شیر کی شہادت کے بعد سب بھائیوں نے اتفاق کرکے کرن کو مسند پر بٹھایا۔ وہ اعیان و اشراف شہر سے ناخوش تھا۔ اوائل جلوس میں اس نے یہ چاہا کہ ان کو بس میں لاکر بعض کو حبس اور بعض کو مقتول کروں۔ اسی روز یا دوسرے روز اس نے مجلس سلطنت آراستہ کی اور بار عام دیکر خاص و عام کو طلب کیا۔ ان کے ساتھ اس نے استمالت کی باتیں کیں۔ ماءُ الطعام لائے وہ فارغ طعام کے بعد اٹھا اور طہارت خانہ کو روانہ ہوا۔ کہ ایک جماعت نے جو آدمیوں کی ترتیب و تحریص سے حاضر ہوئی تھی طہارت خانہ کے دروازہ پر جاکر کرن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے مارے جانے کا سبب فتح خاں بن سکندر تھا اس کو بالاتفاق لشکریوں اور رعیت نے مسند سلطنت پر بٹھایا۔

فتح خاں نے تخت سلطنت پر بیٹھکر قواعد ایالت و قوانین امارت کو استحکام دے کر کمال ہوشیاری امور جہاں داری میں دکھائی۔ اسی کے عہد میں امیر تیمور کا پوتا مرزا پیر محمد خاں حوالی ملتان میں بیٹھکر ملتان اور اچہ پر قابض ہوا تھا جب امیر تیمور ہندوستان سے چلا گیا اور ہندوستان میں طوائف الملوکی شروع ہوئی تو قدیمی سلاطین سندھ کے ہاتھ میں ملک سندھ رہا۔ فتح خاں شجاعت و سخاوت سے موصوف تھا فتوت و مردی میں مشہور اس نے پندرہ سال چند ماہ حکومت کی۔ پھر اجل آگئی۔ جام فتح خاں بستر ناتوانی پر پڑا تھا اور اپنے اوضاع سے چہرہ میں موت کے آثار دیکھتا تھا۔

اپنے مرنے سے تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی جام تغلق کو مسند ایالت پر بٹھایا اور حکومت اور امارت کی باگ اس کے ہاتھ میں دی جام تغلق اس کا خطاب کھا۔ اس نے سریر سلطنت پر جلوس کرکے اپنے بھائیوں کو سیوستان اور قلعہ بکر کی حکومت عنایت فرمائی۔ اکثر اوقات وہ سیر و شکار میں مصروف رہتا۔ جب حوالی بکر میں بلوچوں نے فتنہ و فساد شروع کیا تو جام نے ان کی تنبیہ کی اور مراجعت کی اور ہر پرگنہ میں تھانہ مقرر کیا۔ ۲۰ سال سلطنت کی اور بخیر اجل طبعی سے مر گیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اس نے سلاطین گجرات سے آشنائی و مصاہرت پیدا کی تھی۔

بیٹا باپ کا جانشین ہوا مگر وہ خورد سال تھا۔ سیوستان اور مکران کے حکام نے اُس کی اطاعت نہ کی اور آپس میں مخالفت کی۔ جام سکندر نے ٹھٹہ سے نکل کر بکر کا قصد کیا۔ قصبہ نصیر پور تک پہنچا تھا کہ ناگاہ ایک شخص مبارک نام نے کہ جام تغلق کی زندگی میں منصب پر دہ داری کا رکھتا تھا، خروج کیا اور اپنا خطاب جام مبارک رکھا اور سریر حکومت پر بیٹھ گیا۔ آدمیوں نے اُس کا ساتھ اتفاق نہیں کیا اس کی حکومت تین روز سے زیادہ نہ چلی۔ اُس کو اعیان ٹھٹہ نے دفع کر دیا اور سکندر کو آدمی بھیجکر بلایا۔ جب سکندر کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے حکام بکر سے صلح کر لی اور ٹھٹہ کو مراجعت کی ڈیڑھ سال سلطنت کر کے دنیا سے چل بسا۔

۶ جمادی الاول ۸۵۲ھ جام رائدانہ نے خروج کیا۔ جام تغلق کے عہد میں سرحد کچھ میں اور رہتا تھا اور وہاں کے آدمیوں سے مواصلت رکھتا تھا اور کام کے آدمیوں کی جماعت کثیر اپنے پاس رکھتا تھا اور اُن کی رضا جوئی انعام اکرام سے کرتا رہتا تھا۔ ان آدمیوں نے بھی اس کو اپنا مقتدا جانکر اپنے تئیں اُس کے حوالہ کر دیا تھا۔ جب اُس کو سکندر کے مرنے کی خبر ہوئی تو اپنی جمعیت کے ساتھ ٹھٹہ میں آیا۔ اور آدمیوں کو جمع کیا اور اُن کے روبرو بیان کیا کہ میں یہاں سلطنت کے داعیہ سے نہیں آیا۔ بلکہ مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کے لئے آیا ہوں جس کو تم سلطنت کے لایق جانو اُس کو تخت سلطنت پر بٹھاؤ اول میں اُس کے ساتھ بیعت کرونگا پھر جو کوئی شخص جو سلطنت کا استحقاق رکھتا ہو اُس وقت نہ تھا بالاتفاق تخت سلطنت پر اُسے بٹھایا۔ اُس نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ولایت سندھ کو آب شوسے لے کر موضع کوہیلہ اور کندرہ تک کہ سرحد موضع ماتیلہ اور اوباور پر واقع ہیں تصرف کیا۔ جب اُس کی سلطنت کو ساڑھے آٹھ سال کا زمانہ گذر گیا تو جام سنجر کے سر میں ہوائے سلطنت آئی وہ اُس کے ضمیر میں تھا اُس کے خواصوں اور مدعیوں کو اپنے ساتھ متفق کر کے اس وقت کہ وہ خلوت میں شراب پیتا تھا۔ ایک شیشہ میں زہر ملا کر اُس کو پلا دیا۔ ایک جرعہ پی کر تین دن کے بعد مر گیا۔

جام سنجر خوش صورت تھا۔ جماعت کثیر اس پر ایسی شیفتہ تھی کہ سب وقت بے تنخواہ اسکی ملازمت کرتی تھی کہتے ہیں کہ جام سنجر پہلے اسے مسند حکومت پر جلوس کرے ایک صاحب کمال درویش کو اُس پر توجہ خاص تھی

ایک شب کو سنجر اس درویش کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ حاکم ٹھٹہ ہوں۔ مگر حکومت آٹھ ہی روز کیوں نہ ہو۔ فقیر نے فرمایا کہ تو آٹھ سال بادشاہی کرے گا۔ جب جام سنجر نے سفر آخرت کیا اعیان ملک نے اتفاق کر کے جام سنجر کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور حکومت کی عنان اُس کے قبضۂ اقتدار میں دی۔ چونکہ اُس نے درویش کی دعا سے سریر سلطنت پر صعود کیا تھا تو بغیر اس کے کہ جنگ و جدال ہو اطراف و جوانب سے آدمی آن آن کر اُس کی اطاعت قبول کرتے تھے اور فرماں برداری کے لوازم کو بجالاتے تھے اس کے وقت میں جو مملکت سندھ کو رواج و رونق ہوئی وہ پہلے کسی زمانہ میں نہ ہوئی تھی۔ سپاہی در جمعیت کمال جمعیت سے رہتے تھے۔ جام سنجر ہمیشہ علما و صلحا و درویشوں کی خاطر کرتا تھا۔ روز جمعہ کو خیرات و مبرات بہت فقرا اور مساکین کو دیتا تھا اور اہل استحقاق کے وظائف و اورادات مقرر کرتا تھا۔ اس کی حکومت سے پیشتر حکام ارباب مناصب کو خبر دی تنخواہ دیتے تھے۔ سنجر کی سلطنت سے پہلے قاضی معروف بکر کا قاضی مقرر ہوا تھا اور بہت تھوڑا وظیفہ اس کو ملتا تھا اس لئے وہ مدعی و مدعا علیہ سے رشوت لیتا تھا۔ جب یہ بات سنجر کے کان تک پہنچی کہ قاضی اس طرح رشوت مدعی و مدعا علیہ سے لیتا ہے تو قاضی کو حکم بھیجکر بلایا۔ اور جب وہ حاضر ہوا تو اُس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو مدعی و مدعا علیہ سے رشوت لیتا ہے قاضی نے کہا کہ ہاں لیتا ہوں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ گواہوں سے بھی رشوت لوں گر وہ باہر چلے جائیں۔ جام کو بے اختیار ہنسی آئی قاضی نے کہا کہ تمام روز میں دار القضا میں بیٹھتا ہوں اور اوقات شریف گذرتا ہوں۔ اور میرے فرزندوں کو جمع شام کا طعام میسر نہیں ہوتا۔ جام نے قاضی کو انعامات دیئے اور کافی وظیفہ اُس کا مقرر کیا اور کل ممالک میں ارباب مناصب کے بڑے بڑے وظیفے مقرر کر دیئے کہ جن سے اُن کی گذر اوقات بہ فراغت ہونے لگی۔ جب اُس کی حکومت پر آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا تو اُس نے انتقال کیا۔

سنجر کے مرنے کے بعد ۲۵ ربیع الاول ۸۶۶ھ جام نظام الدین کو کل علما و صلحا و سپاہ و رعایا نے متفق ہو کر مسند سلطنت پر بٹھایا۔ وہ حاکم بالاستقلال ہوا کہتے ہیں کہ وہ اوائل حال میں طالب علمی کرتا تھا اور خانقاہوں اور مدارس میں اوقات بسر کرتا تھا۔ وہ بڑا خلیق تھا

صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ رکھتا تھا۔ کمال زہد رکھتا تھا اور عبادت کرتا تھا۔ اس کی خوبیاں
بیان نہیں ہو سکتیں۔ اوائل جلوس میں ٹھٹہ سے وہ بکر میں آیا۔ اور ایک سال یہاں رہا۔ اور اونہوں
کو ملیا میٹ کیا۔ قلعہ بکر میں ذخیرہ ہر قسم کا بہت جمع کیا اور دل شاد کو کہ اس کا خانہ زاد تھا
مدارس میں اس کی خدمت کرتا تھا۔ بکر میں اس کو حاکم مقرر کیا۔ اور گرد و نواح کا یہاں ایسا انتظام کیا
کہ راہوں میں آدمیوں کی آمد و شد ہونے لگی۔ بعد ایک سال کے وہ یہاں سے ٹھٹہ میں آیا اور
۴۰ سال بالاستقلال سلطنت کی۔ اس کے عہد میں علما و صلحا و فقرا نہایت فراغت سے زندگی بسر
کرتے تھے۔ سپاہ آسودہ حال اور رعیت مرفہ البال تھی۔ سلطان حسین لنگاہ حاکم ملتان کا معاصر
جام نظام الدین تھا۔ ان دونوں میں بڑی محبت و مودت ہمیشہ سے آپس میں تھی۔ بخطوط خوب بھیجتے
رہتے تھے۔ جام نظام ہر ہفتے اپنے اصطبل میں جاتا اور گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ مارتا اور کہتا
کہ اے دوستو میں نہیں چاہتا کہ سوائے غزا کے تم پر سوار ہوں۔ اس لئے کہ چاروں طرف
حکام مسلمان ہیں تم دعا کرو کہ بے سبب شرعی کے میں کسی جگہ نہ جاؤں اور کوئی یہاں نہ آئے
کہ مبادا بیگانا ہوں کی خونریزی ہو۔ خدا کے آگے میں شرمسار ہوں۔ اس کے عہد میں امن
نبوی کا رواج ایسا ہوا تھا کہ اسے مافوق تصور میں نہیں آتا۔ مساجد میں اقامت جماعت اس طرح
لی ہوئی تھی کہ محلے کے سب چھوٹے بڑے مسجد میں حاضر ہوتے اور کبھی تنہا نماز پڑھنے سے
راضی نہ ہوتے اور اگر کسی وقت کی نماز جماعت کی قضا ہو جاتی تو نہایت نادم ہوتے اور
دو تین روز استغفار پڑھتے۔ جام نظام کے اواخر سلطنت میں شاہ بیگ کی سپاہ قندھار
سے آئی اور مواضع بکری وغیرہ کا دو سند بچہ پر حملہ کیا۔ مغلوں کے حملے کے دفعہ کرنے کے
لئے جام نے سپاہ عظیم بھیجی اور وہ درہ کے قریب تک گئی جس کا نام جالو گرمشو ہے۔ ایک
لڑائی ہوئی جس میں شاہ بیگ کا بھائی قتل ہوا اور اس کی سپاہ کو شکست ہوئی باقی
سپاہ قندھار کو بھاگی۔ پھر نظام الدین کی حیات میں سندھ پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔ جام کو شہ
اوقات مذاکرہ و مباحثہ علمی میں علما کے ساتھ مشغول رہتا۔ جناب مولانا جلال الدین محمد دوانی
نے شیراز سے ملک سندھ میں آنے کا قصد کیا۔ اپنے دو شاگردوں میر شمس و میر معین کو

ٹھٹہ میں بھیجا کہ وہ جا کر میری طرف سے استعلا کریں کہ وہ وہاں رہنا چاہتا ہے۔ جام نظام نے
ان کے واسطے منازل لائق تجویز کیں اور اسباب معیشت بھی مہیا کیا اور خط اپنے دونوں کے ہاتھ
بھیجا۔ مگر ان کے پہنچنے سے پہلے مولانا کو سفر آخرت پیش آیا۔ پھر میر شمس اور میر معین نے رحلت
کی اور ٹھٹہ میں اقامت کی۔ بعد کچھ مدت کے جام نظام نے ملک باقی کو لازم کیا۔ اس کی وفات کے
بعد ملک سندھ میں بالکل آدمیوں کے حال میں فتور پڑا۔

جب جام نظام الدین نے سفر آخرت اختیار کیا تو جام فیروز اس کو بیٹا خرد سال تھا
و جام صلاح الدین کہ جام کے قرابتیوں میں تھا اور جام سنجر کا نواسا تھا اس نے دعوے کیا کہ
من سلطنت پر اجلاس کرے۔ دریا خاں و سارنگ خاں کہ جام کے معتبر غلاموں میں تھے اور بڑی
شوکت و تمکنت رکھتے تھے انھوں نے اس کا فرماں روا بنانا پسند نہیں کیا۔ اشراف و اعیان
ٹھٹہ سے اتفاق کر کے دریا خاں نے جام فیروز کو سریر سلطنت پر بٹھایا۔ جام صلاح الدین ناموس
ہوا اس نے یہ سوچ کر بغیر لڑائی ملک نہیں ہاتھ آتے گاہ گجرات میں گیا اور سلطان مظفر شاہ
گجراتی سے التجا کی۔ سلطان نے جام صلاح الدین کی عم کی بیٹی سے بیاہ کیا تھا فیروز عیش و نشاط میں
مشغول ہوا۔ گاہ گاہ اوقات حرم میں پڑا رہتا اور اگر کبھی باہر آتا تو اس کی مجلس میں لوے
اور مسخرے جمع ہوتے اور ہزل باتیں کرتے۔ اسکے عہد میں قوم سمہ کے آدمیوں اور خاصہ خیلوں نے
اہل شہر پر تعدی شروع کی۔ دریا خاں اس کا مانع ہوا تو لوگ اس کی اہانت کرنے لگے۔ دریا خاں
موضع کاہان میں جہاں اس کی جاگیر تھی رخصت لیکر چلا گیا۔ یہاں کچھ دنوں میں مخدوم عبد اللہ شیرازی
ابن محدث اور اسکے دو بیٹے جلیل الدین و مولانا محمد آ گئے جن میں سے ہر ایک عالم مبتحر تھا چند
سال تک افادہ و نشر علوم میں مشغول رہے اور ہرات سے ان کا کتب خانہ بھی لے آئے۔ ۹۷۲ھ میں
۹۷۳ھ میں ہوا۔ مولانا جمیع علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے اور ہر علم میں ان کی تصانیف پسندیدہ
ہیں۔ شکوٰۃ کی شرح لکھی تھی وہ تمام نہ ہوئی مگر مسودہ اس کا کتب خانہ میں موجود تھا اور کشف
الکتب متداولہ پر حواشی لکھے تھے۔ وہ اسی کاہان میں ملک آخرت کو چلے گئے۔ مقبرہ کاہان میں
ان کا مزار آدمیوں کی زیارت گاہ ہے۔ جام فیروز عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ کان کاٹنے

اُسکے برباد کرنے کا ارادہ کیا۔ جماعت واقعہ طلب نے جام صلاح الدین پاس آدمی بھیجا اور اس حال سے آگاہ کیا کہ جام فیروز اکثر عشرت دمی خور رہتا ہے اور عمدہ ملک دریاخاں صندرکے کاہان کو چلا گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ جلد یہاں آؤ۔ جام صلاح الدین نے ٹھٹے کے آدمیوں کے یہ مکاتیب سلطان مظفر کو دکھائے۔ سلطان مظفر نے بہت سا لشکر جام صلاح الدین کے ساتھ کرکے ٹھٹہ کو رخصت کیا۔ اُس نے متواتر کوچ کرکے مسافت بعیدہ کو قطع کیا اور فی الفور آب ٹھٹہ سے عبور کرکے شہر میں داخل ہوا جام فیروز کے آدمی پریشان ہوئے اُس کو دوسری جانب سے باہر لے گئے۔ جام صلاح الدین بلدہ ٹھٹہ میں سریر سلطنت پر بیٹھا اور جام فیروز کے خاص خیلوں سے مواخذہ لیا اور محاصرہ کرکر اموال طلب کئے۔ جام فیروز کو بکی والدہ دریاخاں پاس کاہان میں لائی اور بڑی زاری کرکے پہلی تقصیریں معاف کرائیں دریاخاں نے حقوق سابق کو مرعی رکھ کر لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب یہ ستان کے گرد جام فیروز کے ملک کے نیچے لشکر جمع ہوا۔ اور بلوچوں اور سیوستیوں نے بھی اُس کی طرف رجوع کی تو دریاخاں جام صلاح الدین کے دفع کے لئے متوجہ ہوا جام صلاح الدین نے چاہا کہ جدال کے لئے استقبال کرے حاجی نے کہ اُس کا وزیر تھا کہا کہ مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جام صلاح الدین شہر میں رہے اور جنگی ہاتھیوں اور لشکر کو ہمراہ کرکے جنگ میں بھیجے۔ جام صلاح الدین نے شہ میں توقف کیا۔ حاجی وزیر کو جنگ میں بھیجا۔ دونوں لشکروں میں آتش جدال وقتال افروختہ ہوئی طرفین سے بہادر کشتہ ہوئے۔ آخر کو دریاخاں کے لشکر نے ہزیمت پائی اور اُلٹا پھرا حاجی وزیر نے سرسواری جام صلاح الدین کو عرضداشت بھیجی کہ ہم کو فتح و فیروزی حاصل ہوئی خاطر جمع رکھو۔ وقت نہ تھا کہ دریاخاں کا تعاقب کرسکتا۔ قاصد عرضداشت کے دریاخاں کے آدمیوں کے ہاتھ لگا اُس نے فوراً عرضداشت کے مضمون کو بدل کر دوسری عرضداشت حاجی وزیر کی طرف سے جام صلاح الدین کو یہ لکھی کہ ہمارے لشکر کو شکست ہوئی غنیم زبردست ہے تم اہل وعیال لے کر ٹھٹے سے باہر چلے آؤ اور بالفعل توقف نہ کرو موضع جاجکان میں ہم تم مل جائیں گے۔ جوہیں یہ عرضداشت پہنچی جام صلاح الدین

ماہ رمضان کو بغیر افطار چلا یا اور دریا سے گذر کر شکستہ حال ہوا۔ آٹھ مہینے اس کی مدت سلطنت تھی۔ جب حاجی وزیر سے اُس کی ملاقات ہوئی تو اُس نے ملامت کی کہ تو نے یہ کیا کیا۔ اُس نے حاجی کی عرضداشت دکھائی تو حاجی نے کہا کہ میں نے یہ نہیں لکھا۔ آخر کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی نہایت ندامت ہوئی مگر کام ہاتھ سے جا چکا تھا۔ ندامت سے کیا فائدہ تھا۔ دریاخاں نے چند منزل تعاقب کیا اور عید الفطر کے روز جام فیروز کو ٹھٹہ میں لایا۔ عیدگاہ میں نماز پڑھی۔ جام فیروز نے چند سال استقلال سے سلطنت کی مگر آخر ۹۱۶ھ / ۱۵۱۱ء یا ۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ء میں شاہ بیگ ارغون نے حملہ کیا۔ چونکہ سومرہ و سمہ کا احوال کسی کتاب میں مفصل مرقوم نہیں دیکھا اس لئے مجمل لکھا گیا اگر کسی عزیز کو اس سے زیادہ حال معلوم ہو تو وہ تاریخ میں شامل کرے۔ پہلے اس سے کہ ہم خاندان ارغون کا حال لکھیں چند متفرق مضامین لکھتے ہیں۔

ہم نے اوپر دریاخاں کا نام لکھا ہے اس کے بلند پایہ ہونے کا حال تاریخ طاہری میں یہ لکھا ہے کہ جب جام نندا پسر بانبیہ کو تخت ٹھٹہ پر اُس کے دوستوں نے بٹھایا تو اس شہر کو بڑی رونق دی اور حکومت ایسی عدالت کے ساتھ کی کہ ہر شخص اپنے گھر میں خوش تھا۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

ایک دن وہ اپنے وزیر لکشر یریا لک دیر کو ساتھ لیکر شکار کو گیا۔ وزیر کے ساتھ ایک نوعمر غلام قبولہ تھا اور اُس کو پانی پلانے کی خدمت سپرد تھی۔ یہ لڑکا اصل میں سیدکا بیٹا مگر وہ معتقیہ ہو کر بکا اور وزیر نے اُسے مول لیا۔ جام کو پیاس لگی اس وقت اس کا آب دار موجود نہ تھا وزیر نے اس لڑکے کو حکم دیا کہ پانی لا۔ وہ پیالہ میں پانی لایا اور اُس میں گھاس کے تنکے ڈال دیئے۔ جام نے پیالہ کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ تنکے کیوں ڈالے ہیں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور پیاسے بہت تھے یہ خوف تھا کہ اگر پانی زیادہ پی جاؤ گے تو سوا نہیں ہو سکو گے۔ ان تنکوں کے سبب سے پانی تھم تھم کر اعتدال سے پیو گے۔ اگرچہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی مگر لڑکے کے اقبال نے یاوری کی کہ جام نے قبولہ کو وزیر سے لیا اور پھر اُس کو دو اپنے بچوں سے زیادہ چاہنے لگا اور مبارک خان کا خطاب دیا اور مرتے وقت اُس کو اپنا بیٹا

جام اور کاروبار سلطنت سپرد کیا۔

سب مؤرخین نے تو ناصر الدین قباچہ کا حال شاہان دہلی کے واقعات میں لکھا ہے لیکن تاریخ فرشتہ نے اُس کو مملکت سندھ کا ایک مستقل بادشاہ مان کر حال لکھا ہے اور اس طرح اُس کا حکومت سندھ میں بیان کیا ہے۔

ناصر الدین قباچہ سلطان معز الدین سام کا ترکی غلام تھا اور مدتوں اُس کی خدمت میں رہکر ملک داری اور کشور کشائی میں وقوف حاصل کیا تھا۔ بعد ازاں اُس نے قطب الدین ایبک کی ایک لڑکی سے شادی کی اور جب وہ مرگئی تو دوسری لڑکی سے نکاح کیا۔ قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد اکثر سندھ کے قلاع و بقاع کو وہ اپنے تصرف میں لایا۔ سومروں کو جن میں سے بعض مسلمان تھے بعض کافر ایسا ضعیف کیا کہ سوا بلدہ ٹھٹھہ و بھنگل کے اُن کے تصرف میں کچھ نہ رہا۔ وہ زراعتی و رعیتی بن کر گوشوں و کناروں میں رہتے تھے لیکن ناصر الدین قباچہ کی وفات کے بعد بہ تدریج سررشتہ سلطنت انھیں کے ہاتھ میں چلا گیا اور سلاطین دہلی کے ہاتھ سے سندھ نکل گیا۔

اب تحفۃ الکرام سے سندھ کی تاریخ کو اس زمانے سے کہ اسکا تعلق خلفا عباسیہ سے نہیں رہا نقل کرتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے بعد سلطان مسعود اور سلطان مادود و مجدود کی طرف سے سندھ میں حاکم رہے بعد ازاں سلطان قطب اور آخر کو آرام شاہ کے حاکم سندھ میں رہے جیسا بیان پہلے ہو چکا ہے آخر بادشاہ کے عہد میں سلطنت چار حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک حصہ میں ملتان اور گل سندھ اور اچھ تھا جس میں ناصر الدین قباچہ فرماں روا تھا اور اس وقت سات راجا ملتان کے اُس کے باج گزار تھے (۱) راجا بوہنرسٹ ایٹھور ڈبرا کا ضلع دریلا میں (۲) سینر پسر دھمان قوم کیچ سما جو تنگ میں ضلع رد پاہ میں رہتے تھے (۳) جیسر پسر جمی ماچھی سولانگی جو ماہک ہالے تھے (۴) دکانی پسر منجن چتون جو وادی سیوی میں رہتے تھے (۵) چتون پسر دیتا قوم چھاجو بھاگنے میں رہتے تھے (۶) جی یا پسر دری آد جو جھام یا بیم کوٹ میں رہتے تھے (۷) جیو دمن آگرا جو بین نگر ضلع بام بروا میں رہتے تھے۔

جب تاج الدین یلدوز کے افسروں نے لاہور کو تسخیر کیا تو شہر ملتان میں ملک ناصر الدین قباچہ نے پناہ لی اور ۶۲۱ھ/۱۲۲۴ء کے آخر میں ملک خاں خلجی اور اُس کے آدمی ملک سیوستان کے مالک ہو گئے سلطان شمس الدین التمش نے اپنا وزیر نظام الملک محمد سید اسعد خاں کو اچھ کی تسخیر کے لئے بھیجا اور خود دہلی گیا ۶۲۵ھ/۱۲۲۸ء میں اچھ بے جنگ نظام الملک کو ہاتھ آیا اور وہ لشکر کو دوڑا گیا۔ ناصر الدین قباچہ بھاگا اور دریا میں اُس کی کشتی حیات ورطہ ہلاکت میں آئی سلطان شمس الدین سندھ کا مالک ہو گیا ۶۳۱ھ/۱۲۳۳ء میں نور الدین حاکم مقرر ہوا سلطان التمش ۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء میں مر گیا سلطان مسعود شاہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کی پر خلل سلطنت میں داخل دریا سندھ سے پار اُترے اور اوچھ کا محاصرہ اُنھوں نے کیا۔ مگر سلطان مسعود کی ہوشیاری سے مغلوں کو شکست ہوئی اور وہ خراسان کو بھاگ گئے۔ سلطان مسعود نے ملک جلال الدین محمد کو سندھ کا حاکم بجائے نور الدین محمد کے مقرر کیا۔ اُس کی خدمت میں ناصر الدین محمود چچا سلطان مسعود کا تاج و تخت کا مالک ہوا۔

۶۶۲ھ/۱۲۶۴ء میں سلطان غیاث الدین دہلی میں بادشاہ ہوا اُس نے لاہور و ملتان کے ممالک اپنے بیٹے سلطان محمد کو سپرد کئے۔ وہ باپ کے تیسرے سال ملتے جاتا تھا ۶۶۸ھ/۱۲۶۹ء میں چنگیز خاں کے لشکر کے ساتھ لڑ کر شہید ہوا اور اُس کا بیٹا کے خسرو اُس کا جانشین ہوا۔ جب ۶۹۳ھ/۱۲۹۳ء میں سلطان جلال الدین خلجی آیا تو اُس نے ملتان اور اچھ میں ارکلی خاں کو حاکم مقرر کیا اور سندھ میں نصرت خاں کو حاکم مقرر کیا ۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء میں سلطان علاء الدین نے بھی اپنے بھائی الغ خاں کو ارکلی خاں کے نکالنے کے لئے بھیجا۔ مگر نصرت خاں دس ہزار سپاہ کے ساتھ ملتان اچھ۔ بھکر سیوستان ٹھٹھہ میں بدستور حاکم رہا ۶۹۸ھ/۱۲۹۸ء میں علداتی مغل سیستان سے آئے اور اُنھوں نے سیوستان پر قبضہ کیا مگر نصرت خاں نے اُن پر سخت حملہ کر کے ملک کو اُن کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان علاء الدین نے اپنے آخر وقت میں دیبال پور سے چنگیز خانی مغلوں کو نکالنے کے لئے غازی ملک کو دس ہزار سوار کا سپہ سالار بنا کے بھیجا۔ ملتان اچھ اور سندھ جاگیر میں دیا۔

خسروخاں علاء الدین کو معزول کرکے تخت کا مالک ہوا۔ غازی ملک سندھ و ملتان سے لے کر گیا اور خسروخاں کو نکال دیا اور خود بادشاہ ہو گیا اور اپنا خطاب سلطان غیاث الدین رکھا اس اثنا میں ایک قوم سومرا نے سر اُٹھایا اور ٹھٹہ پر قبضہ کیا سلطان غیاث الدین نے ملک تاج الدین کو ملتان بھیجا اور خواجہ خطیر کو بھکر اور ملک علی شیر کو سیوستان جب کشلو خاں نے ملتان میں بغاوت کی سلطان محمد شاہ بن سلطان غیاث الدین آیا اور ۷۲۰ھ ۱۳۲۰ء میں یہاں کی سرکشی کو دبایا۔ اور اپنے معتمد آدمی سیوستان اور جھ کو بھیجے اور مراجعت کی ۷۲۱ھ ۱۳۲۱ء میں طغائی غلام کے تعاقب میں اُس نے گجرات اور کچھ کو طے کیا اور ٹھٹہ کے ضلع میں آیا۔ اور موضع تیری میں دریا کے کنارہ پر قیام کیا۔ بخار اُس کو چڑھا تو وہ گندل میں چلا گیا اور یہاں اچھا ہو گیا۔ مگر پھر ٹھٹہ سے چار کوس پر رخصت ہوا جہاں اُس کو پھر بخار آیا اور مر گیا۔

سلطان فیروز شاہ اس کا جانشین ہوا۔ طغائی ٹھٹہ میں تھا جب اُس کو یہ معلوم ہوا تو وہ سومرا۔ جاریجا۔ سما قوموں کا افسر بن کر لڑا مگر شکست پائی۔ پہلی صفر سنہ مذکور کو سلطان نے نواح ٹھٹہ کو چھوڑا اور دریا سندھ ساگر پر ایک قلعہ کے بنانے کا حکم دیا اور امیر نصر اور ہزار ہور کو یہاں چھوڑا۔ امیر نصر نے ایک شہر آباد کیا اور نصر پور اس کا نام رکھا اور ملک بہرام کو یہاں کا اور اُسکی منسافات کا حاکم مقرر کیا۔ بہرام پور اُسی کے نام سے مشہور ہوا۔ ملک علی شیراز اور ملک تاج کافوری سیوستان میں رہا اور سلطان بھکر کو گیا۔ اُس نے ملک زین الدین کو اپنا قائم مقام بنایا اور ملک عبد العزیز کو وزیر خزانہ اور قلعہ کو منتخب سپاہ سے مستحکم کیا۔ ملک رکن الدین کو اخلاص خاں کا خطاب دیا اور سندھ کے تمام معاملات اُسکے سپرد کئے خود دہلی گیا ۷۶۲ھ ۱۳۶۰ء میں نگر کوٹ کو فتح کرکے ٹھٹہ میں آیا۔ یہاں جام خیر الدین حاکم تھا وہ قلعہ میں گیا جو پانی کے اندر تھا اور وہاں سپاہ جمع کی غلہ کے قحط نے اور مچھروں کی کثرت نے سلطان کو مجبور کیا کہ وہ لوٹ میں آیا۔ جام خیر الدین نے اُسکی اطاعت کی اور اُسکی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان اس کو اور اور قیدیوں کو اپنے ساتھ دہلی لے گیا اور جب سیوستان کے قریب اس کو معلوم ہوا کہ

جام بیاگنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اوسکو پابزنجیر کیا۔ تھوڑے دنوں بعد خیر الدین کے بیٹے جام بہو کو خلعت دیکر باپ کی جگہ مقرر کیا۔

۷۹۰ھ میں فیروز شاہ نے وفات پائی سلطان تغلق شاہ دہلی میں اسکا جانشین ہوا اور بعد اوسکے جو سلطان ابوبکر و سلطان محمد شاہ و سلطان سکندر شاہ بادشاہ ہوئے۔ اور پھر سلطان ناصر الدین بادشاہ ہوا جسنے سارنگ خاں کو دیبال پور اور ملتان اور سندھ کی تنبیہ کے لئے بھیجا۔

۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء میں پوتا امیر تیمور کا مرزا پیر محمد دریا سندھ سے پار اوترا اور قلعہ اچھ کا محاصرہ کیا۔ سارنگ خاں کی طرف سے یہاں ملک علی حاکم تھا چھ مہینہ بھر تک اس محاصرہ کو روکے رکھا۔ سارنگ خاں نے ملک تاج الدین کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ اوسکی کمک کو بھیجا مرزا پیر محمد خاں نے محاصرہ چھوڑا اور اچھ سے سفر کیا اور اوسکو شکست دی۔ پھر ملتان کا محاصرہ کیا چھ مہینے کے بعد سارنگ خاں نے اطاعت اختیار کی اور ملتان مرزا کو حوالہ کیا ۸۰۲ھ ۱۳۹۹ء میں امیر تیمور خود آگیا۔ اس زمانہ سے سلاطین دہلی کی سلطنت کا خاتمہ ملک سندھ میں سمجھنا چاہیئے۔

اس زمانہ سے پیشتر کہ جسکا بیان اوپر ہوا۔ قوم سندھ کے کچھ حصہ پر قوم سومرا نے بعض مدت حکومت ۵۰ سال رہی مورخ یہ بیان کرتے ہیں ظفار حبابیہ کا آخر حاکم سید انیسی تھا۔ اسکے بعد یہ قوم آئی ہے اس زمانہ سے اسکی حکومت کا آغاز شمار کرنا چاہیئے۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے سندھ کے ایک بڑے حصہ پر سلاطین غزنویہ کی طرف سے حاکم حکومت رکھتے تھے۔ یہ قوم بھی اپنی حکومت ایک حصہ میں خود مختار رکھتی تھی وہ سامرا کے عربوں کی قوم سے پیدا ہوئی تھی اور ساتویں ہجری کی چوتھی صدی میں یہاں آئی۔

کہتے ہیں کہ ڈالو رائے امراتی کے ظلم سے جب شہر الور غارت ہوا تو اوسکا چھوٹا بھائی امراتی ناراض ہو کر بغداد میں خلیفہ کے پاس گیا اور خلیفہ نے سو عرب سامرا کے اسکی ہمراہی کے لئے مقرر کئے وہ اونکو اور علماء سو سوی کو ساتھ لیکر سندھ میں آیا۔ بعد ازاں اور سب سے یہ عرب آگے آخر کو ڈالو رائے سید کا مطیع ہوا۔ اور اپنی بیٹی اوس سے بیاہ دی اور سندھ میں سب آباد ہوئے۔ وہاں اونکی اولاد ہوئی۔ اور اُنہوں نے سلطنت شہر لیا یہی اونکی اقامت گاہ جگہ ہے۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ۴۱۶ھ میں غازی ملک دہلی پر مسلمان اور سندھ سے سپاہ لیکر خسرو خاں کو مطیع کیا اور تخت پر بیٹھ کر اپنا لقب غیاث الدین تغلق شاہ رکھا اور اپنی کی حسن کے انتظام میں مصروف ہوا تو سومرا نے تھری میں اپنے ہمسایہ سے سپاہ کر جس کیا اور کو جسکا نام سومرا تاج تخت پر بٹھایا آگے سومرا کی سلطنت کا حال ہی لکھا ہے جو تاریخ معصومی سے ہے

آخر کار سمانے ۴۵۳ھ میں ارسیل کو جو سومرا کا فرمانروا تھا قتل کیا۔ اس خاندان کے وزوال اور اسکے بادشاہوں کی تعداد اور اونکے زوال کے اسباب مورخ مختلف طرح سے کرتے ہیں جسکا خلاصہ ذیل میں درج ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ کا متکل سوال یہ ہے کہ صحیح طور پر بیان کیا جائے کہ قوم سومرا ہند میں حکمران تھی وہ کون تھی اول میر معصوم نے جسکی تاریخ اوپر نقل ہوئی یہ لکھا ہے کہ عہد الرشید سلطان کے زمانہ ۴۴۳ھ میں قوم سومرا نے غزنی کی حکومت سے سرتابی کی اور سندھ کے تخت پر ایک قوم سومرا کا آدمی بٹھایا جسکا نام سومرا تھا اور اس بیان کا اپنے تاریخ میں خاتمہ پر کیا کہ مجھے اس سے زیادہ نہیں معلوم جو میں نے لکھا ہے اگر کسی کو زیادہ معلوم ہو تو وہ زیادہ کر دے۔

ابو الفضل نے آئین اکبری میں صرف یہ لکھا ہے کہ ۳۰ سومرے بادشاہوں نے سندھ میں ۴۰۰ برس سلطنت کی نرشتے نے بھی اس سوال کا فیصلہ نہیں کیا اور صاف یہ لکھا کہ عماد الدین محمد قاسم کی وفات کے بعد حکام سندھ کا احوال کسی تاریخ متداول میں نہیں لکھا گیا لیکن تاریخ ہمایوں شاہی میں اس مملکت کے حکام کے نام لکھے ہیں۔ محمد قاسم کے بعد ایک جماعت کہ اپنے تئیں اولاد تمیم انصاری جانتے تھے اونے سندھ میں بادشاہی کی انکے بعد اس حدود کے زمینداروں میں سے بگو سومرہ تھے اور قوت و کثرت احوال اور انصار میں ممتاز تھے سندھ کے ملک میں اپنی سلطنت قائم کی اور پانچسو سال سلطنت کی مگر اونکے بادشاہونکے نام کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرے اس سومرہ کے خانوادہ کو سمہ کے خاندان نے تباہ کیا۔ یہ بھی اسی ملک کی حدود کے زمیندار تھے انکے سردار نے جام کا لقب اختیار کیا۔ ان دو طائفوں کی سلطنت میں کبھی کبھی بادشاہان اسلام غزنویہ و غوریہ و دہلویہ نے مزاحمت کی اور بعض اوقات سے بلاد پر قابض ہوئے اور اپنے

گزشتوں کو حکومت کو سپرد کر کے خود اپنے مرکز پر واپس چلے گئے صرف سلطان ناصر الدین قباچہ نے یہاں سندھ میں بادشاہی کی جسکا اوپر ذکر ہوا۔

تاریخ طاہری میں لکھا ہے کہ قوم سومرا کی سلطنت ۴۳۰ برس سنہ ۴۵۳ھ تک رہی اور اونکے اور اونکی سلطنت میں تھا اور اونکا دار السلطنت محمد تور پرگنہ دیراک میں تھا۔ وہ اکثر علاء الدین کا تھا۔ پھر ڈالورائے، اور امیر سمرا کی کہانیاں قصے کہے ہیں۔

بیگلر نامہ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی فتح کے بعد قوم تمیم نے سندھ میں سلطنت کی اور پھر ۵۰ کے بعد سومرا فرمان روا ہوئے اور ۵۰۰ برس تک اونہوں نے سلطنت کی۔ اخیر سلطنت خاتم پور تھا۔

منتخب التواریخ میں محمد یوسف لکھا ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کا جانشین اسکا بیٹا سلطان عبد الرشید ہوا۔ اہل سندھ نے اوسکو کاہل و غافل و عیش دوست سمجھکر اُس سے سرتابی کی ۴۴۳ھ میں سومرا کی قوم نے ایک شخص سومرا نامی کو اپنا بادشاہ بنایا۔ وہ مدتوں تک خود مختاری کے ساتھ سلطنت کرتا رہا اسکے بعد اوسکا بیٹا بھونگر جسکی والدہ زمیندار صاد کی بیٹی تھی جانشین ہوا۔

سنہ ۴۵۳ھ میں بھونگر ۱۵ برس سلطنت کر کے مر گیا اور اوسکا بیٹا دودا ۴۲ برس سلطنت کی سنہ ۴۸۰ھ میں فوت ہوا۔ پھر سنگھر نے ۱۵ برس بعد اوسکے ہنیف نے ۳۰ برس اوسکے بھتیجے اموں نے ۱۰ برس اور دودا دوم نے ۴ برس دیپتو نے ۳۲ برس کنہر نے ۱۱ برس محمود نے ۱۵ برس کنہر دوم نے ۱۰ برس بھی ایک سال دودا سوم نے ۱۴ برس تمانی نے ۴۰ برس چنیسر نے ۱۰ برس بھونگر دوم نے ۲۰ برس ہنیف دوم نے ۱۸ برس دودا چہارم نے ۲۵ برس امیر سمرا نے ۳۰ برس بھونگر سوم نے ۱۰ برس پر سلطنت میر کے ہاتھ آئی جسکو اوسکے ظلم کے سبب نے قوم سومرا نے معزول کیا۔

تحفۃ الکرام میں ایک جگہ لکھا ہے کہ سامیرا کی عربوں سے قوم سومرا پیدا ہوئی یہ عرب دوسری صدی ہجری میں آئے تھے تمیم کا خاندان اونکے ہمراہ تھا۔ جو عباسیہ خاندان کے عہد سلطنت میں سندھ کا فرمانروا رہا۔ اور ۵۰۰ سال تک سلطنت کرتا رہا۔ اسلئے کہ وہ خاندان عباسیہ کے مطیع و فرمانبردار تھے اور پوری آزادی رکھتے تھے اور سندھ کے بڑے حصہ میں غزنوی اور غوری بادشاہوں کی طرف سے

حاکم مقرر تھے۔

ایک اور مقام پر وہ بیان کرتا ہے کہ اونکو چھوٹے امراتی بلایا تھا جو اپنے نامور بھائی کے ظلم سے ناراض ہوا اور بغداد میں گیا۔ اور خلیفہ نے سو عرب سامرا کے اوسکے ساتھ کر دیئے وہ اپنے ساتھ سندھ میں لایا اونکے ساتھ سید علی موسوی بھی تھا جسنے ڈالو راے کی بیٹی سے شادی کی جنکی اولاد ابتک شہر مطلوی میں بستی ہے۔

آگے اور کچھ حال سومرا کا لکھا ہے جسکو اوپر ہم نے نقل کیا ہے۔ غرض کچھ اور بھی سومرا کے حال میں غلط ملط ہو گیا۔ انگریزی مورخوں نے اس عقدہ کے حل میں بہت اپنا مغز پچایا مگر کامیاب حاصل نہوا۔

سما کی قوم

جو پیچیدگیاں اور دشواریاں قوم سومرا کے باب میں ہیں وہ سما کے باب میں نہیں ہیں۔ سما نے سومرا کو ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں خارج کر کے جبتک سلطنت کی کہ اونکا قایم مقام خاندان ارغون ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء میں ہوا۔ سما کی تاریخ سلطنت کوئی پہلے کوئی پیچھے بتاتا ہے۔ لدر نامہ ۷۳۴ھ/۱۳۳۴ء آغاز سلطنت بتاتا ہے جس سے ۱۹۳ برس قیام سلطنت ہوتا ہے تاریخ طاہری آغاز ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء اور قیام ۸۴ برس سے زیادہ تحفۃ الکرام ۷۵۲ھ آغاز جس سے قیام ۷۵ سال معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ طاہری میں ظاہر غلطی معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ سندھ پر سلطان فیروز شاہ نے ۷۶۲ھ/۱۳۶۰ء حملہ کیا ہے اسکا مقابلہ جامنے کیا جو سما میں سے تھا سومرا میں سے نہیں اور یہ تاریخ ہمکو شمس سراج کے بیان سے معلوم ہوئی۔ جسکا باپ پانچہزار کشتیوں میں سے ایک ہزار کشتی کا افسر تھا اور اسکے ساتھ یہ کشتیاں کام کرتی تھیں۔ جام کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ سلطان دہلی کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے چالیس ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار لایا تھا اور ڈھائی برس سلطان کو اٹکائے رکھا۔ دس برس پہلے تاریخ سے جو اسی زمانہ کی تصنیف میں ہیں محمد تغلق نے جب حملہ کیا تھا جام ہی حاکم سومرا تھا اور سمانہ تھا۔ پس تحفۃ الکرام کا ۷۵۲ھ کہنا صحیح ہے کہ اس میں سما کو تخت نشین ہوا تھا۔ اب آیندہ کے بیسنہ مطابق سلطان فیروز کی تخت نشینی سے ہے وہ سندھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اب آیندہ کے

مورخوں کا اسپر اتفاق ہے کہ قوم سما کا زوال ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء میں ہوا۔

یہ بھی تاریخوں میں لکھا ہے کہ سما اپنے تئیں جمشید سے منسوب کرتے ہیں اسلئے خطاب عام کا اپنے مقدم و بزرگ تر پر اطلاق کرتے ہیں تاکہ جمشید کی یاد دلاتے رہیں۔ بعض اونکو عرب بنی حمل کی اولاد سے بتاتے ہیں تاکہ ہندؤں سے نومسلم ہونیکا عیب دور ہو جائے۔ کچھ کی قوم جاریجا بھی سما کی قوم میں سے ہے وہ اپنے تئیں سام بن نوح کی اولاد میں سے بتاتے ہیں جس سے دونوں نسب سام و جام کی آسانی سے متعلق ہوتے ہیں۔

خاندان ارغون قندہار و سندہ

اکبر نامہ و میر معصوم کی تاریخ سندھ سے اور ارغون نامہ سے جسکا دوسرا نام ترخان نامہ ہے ہم خاندان ارغون کا حال لکھتے ہیں۔

مورخین بیان کرتے ہیں امیر بصری کا بیٹا ذوالنون تھا اور امیر بصری جسکو مصری کہتے ہیں وہ ارغون خان ترخان ابن ابکا یا ایاغ خان ابن ہلاکو خان بن چنگیز خان کی اولاد میں سے تھا۔

صاحب قران کے زمانہ میں ایک خطاب ترخان تھا جسکو وہ مل جاتا تو سپاہی اوسکو کہیں جانے سے نہ روکتے اور اوسے اور اوسکی اولاد سے نو جرموں تک باز پرس نہ ہوتی۔ چنگیز خان نے تشتیہ دینا کو اس جلد میں کہ اونھوں نے دشمنوں سے آگاہ کیا ترخان کا درجہ دیا تھا اور اپنی وصیت عظیم سے بار فرمایش سے سبکدوش کیا تھا اور اپنی لوٹ میں سے شمشاہی حصہ اوسکو دیا تھا۔ بعض بادشاہوں نے اس خطاب کے ساتھ یہ چیزیں دیں طبل تمن توغ نقارہ اور فرمان توغ و چتر توغ و توغ۔

تغلق تیمور نے امیر مولادی پر یہ نوازش کی تھی کہ اوسکی اولاد میں سے نو پیڑھی تک روگنا ہوں بے باز خواست نہ ہو۔ اور جب گن نو سے گذر جائیں تو باز پرس ہو اور اسکا پاداش یہ ہو کہ دو سالہ نقرہ اوسکا پاداش کو بٹھائیں اور پائے اسپ تک نہ ڈالیں۔ بزرگان برلاس میں سے ایک اوسکی گذارش عرض کرے اور اوسکے جواب کو اردکیوٹ کے سرداروں میں سے کوئی اس سے کہے۔ پھر اوسکی شہرگ کوٹی جائے۔ اور یہ وہ بزرگ اوسکی نگہبانی کریں۔ جب اوسکا کام انجام پائے تو اوسکو پیشگاہ

حضور سے لیجا کر سوگواری کریں۔ روز طوی میں سب بزرگ پیادہ ہوتے ہیں اور ایک سیاں آگے آگے کا انتظام کرتا ہے۔ اس طرح یہ ترخان بھی سوار ہوتا ہے اور انتظام کرتا ہے۔ اس بزم شادی میں ایک کے لئے ایک پیالہ خمر ہوتا ہے تو خان کے بائیں ہاتھ میں یہ ساغر رکھتے ہیں اور اوسکی ابھرگی پر ہوتی ہے لیکن فرمانروا کا سکہ اوسکی آخر سطر میں ہوتا ہے اور ناموں کا لفافہ نہیں ہوتا۔ یہ نوگناہوں کو بخشا جانا شائستگی سے خالی ہے۔

میرزا الغ بیگ ارغون

میرزا الغ بیگ ارغون سلطان ابوسعید کے ملازموں میں تھا زرم و کارزار میں ایسی جوہر کوششیں کرتا تھا کہ وہ سلطان ابوسعید کا منظور نظر ہوا۔ جب سلطان ابوسعید قراباغ میں مقتول ہوا تو امیر ذوالنون اپنے باپ پاس ہرات چلا گیا اور یادگار مرزا کی خدمت کچھ دنوں کرتا رہا جب سلطان حسین مرزا خراسان میں بادشاہ ہوا اور مرزا امیر بصری کا انتقال ہوا تو ذوالنون قندہار میں آیا۔ سلطان احمد مرزا نے اوسپر بہت التفات کی دو تین سال یہاں رہا۔ بعد ازاں ماوراء النہر کی بے سری سے الوس ارغون خراسان گیا۔ یہاں آنکر سلطان حسین کا ذوالنون منظور نظر ہوا۔ قندہار اور سیستان میں داور اسکو اقطاع میں مل گئے۔ جب بدیع الزماں مرزا نے اپنی بدگوہری سے سلطان حسین مرزا سے سرتابی کی میرزا ذوالنون اوسکے ہمراہ ہوا۔ جب سلطان حسین مرزا کی عمر ختم ہوئی تو اوسکے دو بیٹے بدیع الزماں و مظفر مرزا سر پر آرا ہوئے اور اس دربار میں پرگنہ گی پر پہلی شیبک خاں اوزبک لڑنے آیا۔ میرزا ذوالنون لڑائی میں مارا گیا۔

شاہ بیگ

جب امیر ذوالنون نے وفات پائی تو دونوں بھائی شاہ بیگ و محمد مقیم قندہار میں جمع ہوئے اور باپ کی تعزیت کی مراسم ادا کیں۔ تعزیت کے بعد اسی مجلس میں محمد مقیم و جمیع امرا ارغون و سپاہ نے شاہ بیگ کی سرداری کو قبول کیا۔ شاہ بیگ نے باپ کے وقت کے ضابطہ کو بدستور اپنے کاموں پر بحال رکھا۔ شاہ بیگ عنفوان جوانی سے پیرایۂ علم و ادب سے آراستہ اور علوم سے خوب ماہر تھا علماء اور طلبا کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ جب محمد خاں سیستانی ولایت خراسان کو تسخیر کرکے نواحی ہرات میں آیا اور قندہار کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اسطرف اوسنے گھوڑا دوڑایا۔ اور گرم سیر میں آیا تو شاہ بیگ و امیر محمد مقیم نے محمد خاں پاس اپنی ہمچگی اپنی اطاعت کا

اظہار کیا۔ خطبہ و سکہ محمد خاں کے نام کا چلایا۔ اوسکے پاس گئے اور ایسا اوسکو راضی کیا کہ وہ خراسان کو چلا گیا۔ ۹۱۶ھ میں کابل سے بابر بادشاہ قندہار و زمین داور کی فتح کے ارادہ سے چلا شاہ بیگ و محمد مقیم نے اس سے جنگ عظیم کی اور شکست پائی۔ زمین داور و قندہار بابر کے قبضہ میں آئے امیر ذوالنون کے خزانے جمع کئے ہوئے ہاتھ لگے جسکو اوسنے اپنی سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے بھائی ناصر الدین مرزا کو قندہار حوالہ کرکے کابل چلا گیا۔ اور محمد مقیم کی بیٹی ماہ بیگم کو عقد کرکے لے گیا۔ کچھ مدت کے بعد سلطان ناصر الدین مرزا قندہار کو بے وجہ چھوڑ کر چلا گیا۔ شاہ بیگ نے تیزدستی کرکے قندہار پر قبضہ کر لیا۔ اس حال میں محمد مقیم نے انتقال کیا۔ بابر نے ماہ بیگم کا کاجن قاسم کوکہ سے کر دیا جس سے ناہید بیگم بیٹی پیدا ہوئی۔ قاسم کوکہ جنگ اوزبک میں ہلاک ہوا۔

اب شاہ بیگ قندہار سے شال میں آیا۔ یہاں کے امرا نے اوسکی اطاعت کی۔ پھر سیوی کی طرف چلا جہاں کے حاکم پردل برلاس نے چند آدمی معتبر پیشکش کے ساتھ بھیجے۔ اخلاص و دولت خواہی کا اظہار کیا۔ شاہ بیگ نے ان فرستادوں کو رخصت کیا اور خود شال میں آکر ٹھہرا شاہ بیگ نے اپنے امرا سے مشورہ کیا سب نے یہ رائے دی کہ سیوی کو تسخیر کرنا چاہیے اسلئے کہ ۹۱۵ھ میں شاہ اسمٰعیل نے خراسان پر قبضہ کر لیا اور حضرت بابر شاہ کابل میں تشریف فرما ہیں اور طرفین سے منازعت کے ابواب کھلے ہوئے ہیں۔ ہمکو اپنی مانیت کی فکر کرنی چاہیے اگر کبھی وہ قندہار سے بڈھ ہوں تو وہاں چند روز گذارا کریں۔ آخر الامر وہ شال سے سیوی کوچ کرکے آیا اور سیوی کو لے لیا۔ بعض آدمی قلعے کے اوسکے پاس آئے بعض بھاگ گئے۔ خود قلعہ میں مجمع و مسکن اٹکا تھا بھیجا۔ اور بعض امیروں کو قندہار میں بھیجا۔ فتحپور ایک قلعہ سیوی سے پچاس کروہ پرشنگ کی جانب میں تھا۔ فتح پور تو برباد ہو گیا قلعہ و عمارتیں موجود تھیں یہاں پر ولی برلاس نے قریب ۲۰۰ آدمی جمع کرکے لڑا اور آخر کو شاہ بیگ فتح مند ہوا۔ یہاں شاہ بیگ نے بالمات عمارت کی بنیادیں ڈالیں اور قلعہ بنایا۔ اور کار آزمودہ آدمی مقرر کئے اور قندہار کو معاودت کی۔

شاہ اسمٰعیل نے اوسط شعبان ۹۱۶ھ میں خراسان پر تصرف کیا اور محمد خاں شیبانی کو قتل کیا اور ارشک خاں کو ہرات اور سیستان کی حکومت کے لئے بھیجا۔ شاہ بیگ کو

اندیشہ ہوا اوسنے اپنے مصاحبوں سے مشورہ لیا کہ ہم دو بادشاہوں کے درمیان آب و آتش
کے بیچ میں ہیں ایک جانب شاہ اسمٰعیل اور دوسری جانب بابر بادشاہ ہے سب کی رائے یہ ہوئی
کہ بابر بادشاہ سے صلح مصالحت کا ڈول ڈالنا چاہیے اور شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں جانا چاہیے
یہی کیا مگر شاہ اسمٰعیل نے شاہ بیگ کو قلعہ ظفر میں قید کیا۔ جو جماعت اوسکے ہمراہ تھی بدحواس
مایوس ہو کر قندہار چلے آئے۔ کچھ کونوں میں جا چھپے۔

مہتر سنبل جو شاہ بیگ کا غلام تھا وہ قلعہ ظفر میں پہنچا جس برج میں کہ شاہ بیگ قید تھا۔
وہاں حلوا پزی کی دکان کھولی اور زندانبانوں کو حلوے چٹا کر اُنسے آشنائی پیدا کی اور
اپنا مقصود حاصل کیا کہ شاہ بیگ پاس آنے جانے لگا اور ایما و اشاروں سے صورت مافیہ
معلوم کرنے لگا۔ بارہ مردان کار نے یہ امر قرار دیا کہ جس طرح ہو سکے شاہ بیگ کو چھڑا کر قندہار لیجانا
چاہیے۔ پھر سنبل حلوائی نے ایک رات کو پہرہ داروں کو دارو دے بیہوشی کھلائی وہ تو حواجت
رکے انتاچت ہوئے۔ سنبل دو آدمیوں کو لیکر برج میں آیا۔ شاہ بیگ کو رسی میں لٹکا کر
نکال لایا۔ رسی چھوٹی تھی اسلئے شاہ بیگ گرا اور ایک دانت ٹوٹا۔ پھر بادپا گھوڑوں پر جنکے نعل
اُلٹے لگے ہوئے تھے سوار ہو کر منزل مراد پر پہنچا۔

جب سے بابر بادشاہ نے شاہ بیگ کے قید ہونے کی خبر سُنی تھی تو قندہار کی تسخیر کا ارادہ
تھا لیکن بلاد ماوراء النہر و بدخشاں کے فسادوں کے سبب سے یہ ارادہ قوے سے فعل میں نہیں
آیا تھا اب اوسنے خاطر جمع کر کے قندہار کی عزیمت کی۔ شاہ بیگ مصالح قلعہ داری کے لئے
قندہار کی چاروں طرف سے آذوقہ کو شہر میں لے آیا۔ برج و بارہ کو درست کیا لشکر شاہی میں ہوا تو
جیسے شاہ بیگ نے ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ میدان مقابلہ و مقاتلہ میں قدم رکھے۔ اس باب میں اپنے مصاحبوں
سے مشورہ لیا تو سبنے یہ کہا کہ ایک قلعہ دو دو بادشاہ تباہ کرنے چاہئیں اگر فتح ہوئی تو ہم المراد اور اگر نہیں تو شخص
ہو کر جدال و قتال کرینگے۔ جب بابر قندہار کی نواح میں آیا تو ایسا بیمار ہوا کہ لشکریوں کا دل اوسکی
بیکار ہو گیا۔ جب شاہ بیگ کو اسلاح ہوئی تو پیشکش خوب اکابر قندہار کے ہاتھ بابر
بابر نے خواجہ جلال الدین کو اپنے اور خلعت دیکر شاہ بیگ پاس بھیجا اور خود مراجعت کی

جب بابر بادشاہ کا لشکر کابل چلا گیا تو شاہ بیگ سوی میں آیا اور کچھ دنوں یہاں رہا۔ اور اپنے
امرا اور لشکریوں سے کہا کہ بابر اس مرتبہ قندہار کی راہ دیکھتے آیا تھا۔ دوسری مرتبہ تسخیر
کے لئے آئیگا۔ اور جب تک اوسکو وہ نہ لیگا چین نہ دیگا اور اس اپنے حوصلے گرنے
دلیل یہ دیا کہ بابر کے دل میں مہم مقیم کی طرف سے یہ خلل ہے کہ اُسنے دولت قدیم اپنی ہمشیرہ
کو کابل بھیجا جو اوسکی بیٹی ماہ بیگم کو بیاہ کر قندہار میں لائی اور اوسکا نکاح مرزا شاہ حسین سے ہوا وہ
ضرور اوسکا انتقام قندہار کی فتح سے کرنا چاہیگا۔ دوم بابر بادشاہ پاس شاہزادے بہت سے
جمع ہو گئے ہیں۔ اوسکا ہاتھ اونچا اور قزلباش پر چل نہیں سکتا اسلئے وہ قندہار پر قبضہ
کرنا چاہیگا۔ اب ہمکو اپنا فکر کرنا چاہیے اُسنے سیوی سے ہزار سوار سندھ کی طرف بھیجے۔
اونھوں نے جا کر ۹ ذیقعدہ ۹۲۱ھ کو قریہ کاہاں و باغبانان کو تاخت کیا یہ قریے ایسے آباد تھے
کہ ہزار ہشتر جو باغوں میں رٹھہ چلاتے تھے لوٹ میں ہاتھ آئے۔ اسپر اور چیزوں کو قیاس
کر لینا چاہیے۔ ایک ہفتہ یہاں لشکر رہا اور پھر الٹا سیوی کو چلا گیا۔

۹۲۱ھ / ۱۵۱۵ء میں بابر نے اسی منصوبے کے موافق جو شاہ بیگ نے سوچا تھا قندہار کی طرف
کوچ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور نقبیں لگائیں۔ محاصرہ نہایت تنگ کیا گیا تھا۔ غلہ کا راستہ سب
طرف سے بند کیا گیا۔ شہر کے اندر غلہ کا قحط پڑا تھا۔ بالآخر مصالحہ قرار پائی۔ اول تیمور بادشاہی
لشکر میں تپ کی وبا پھیلی ناچار کابل کو معاودت کی اسی سال میں بابر بادشاہ کی خدمت میں
شاہ حسن مرزا باپ سے رنجیدہ ہو کر آیا۔ بادشاہ نے اسپر عنایت کی دو سال وہ بادشاہ
کی ملازمت میں رہا۔ بابر بادشاہ کہتا تھا کہ شاہ حسن بیگ ہماری ملازمت کے ارادہ سے
نہیں آیا بلکہ اس لئے آیا ہے کہ تورہ سلطنت اور قانون ایالت ہم سے یاد کرے۔ آخر کار شاہ حسن
بادشاہ سے رخصت لیکر قندہار کا عازم ہوا۔ ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء میں بابر بادشاہ قندہار کی طرف چلا۔
شاہ بیگ بادشاہ کی آمد شد سے بہ تنگ ہوا۔ شیخ ابوسعید پورانی کو مصالحت کے لئے بھیجا۔
اور اس جانب سے خداوند محمود و خواجہ عبد العظیم قندہار میں تشریف لائے۔ عہد نامہ کیا گیا۔
کہ سال آیندہ میں قندہار بابر بادشاہ کے آدمیوں کے حوالہ کیا جائے۔

بابر بادشاہ نے مراجعت کی۔ شاہ بیگ نے قلعہ شال کو مضبوط کیا اور حوالی شال (سیوی) میں سکونت اختیار کی اور اپنے وعدہ کے موافق ۹۲۳ھ میں قندہار کی کنجیاں میر غیاث الدین پر ابوالمکارم کے ہاتھ بادشاہ پاس بھیجدیں۔ بادشاہ نے اونکو لے لیا۔ دو سال امن و امان شال و سیوی میں ایسی تنگی و ترشی سے بسر کی کہ سپاہ کو شلغم و گاجریں اور اسی قسم کی چیزیں کھانے کو ملتی تھیں۔ آخرکار تسخیر سند کی طرف شاہ بیگ نے توجہ کی اور ایک رفعہ اور بعض مواضعات کو تاخت و تاراج کیا۔ اسی سال میں جام نندہ حاکم ٹھٹہ کا پسر خواندہ دریا خاں لشکر عظیم کے ساتھ حوالی سیوی میں آیا تھا۔ شاہ بیگ سیوستان کی تاخت و تاراج کو گیا تھا۔ مغلوں اور سندیوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ ابوالمحمد مرزا اس جنگ میں شہید ہوا۔ ارغونوں اور ہزارہ کے کچھ آدمی باقی رہے انکی کوششوں سے سندیوں نے ٹھٹہ کو خالی کی۔ اس سال میں جام نندہ نے وفات پائی۔ جام فیروز اسکا جانشین ہوا۔ دولت شاہی دنورگاہی آدمی ہزیمت پاکر ٹھٹہ میں آئے اور جام کے نوکر ہوئے۔ میر قاسم کبک ارغون نے بھی ایک خون کیا تھا۔ وہ جلاوطن ہوکر چند آدمیوں کے ساتھ سند میں آگیا تھا۔ جام نے ایک محلہ ان آدمیوں کے بسنے کے لئے دیدیا تھا۔ اوسکا نام مغل پورہ تھا۔ میر قاسم کبک یہاں اس سبب سے ناراض ہوگیا کہ مردم سمہ نے استہزا کے طور پر کہا کہ تمہاری عورتیں بھی تمہاری طرح سر منڈاتی ہیں اوسنے فی البدیہہ جواب دیا کہ نہیں تمہاری طرح سر پر بال رکھتی ہیں اس جواب سے قوم سمہ کے دل میں ناحق کینہ پیدا ہوا اور انکا ارادہ ہوا کہ میر کا سر اڑائے میر کو اُنکے ارادہ سے خبر ہوئی تو وہ امیر شاہ بیگ کی خدمت میں چلا آیا اور ولایت ٹھٹہ کی تسخیر کی ترغیب و تحریص دی۔

۹۲۳ھ/۱۵۱۸ء میں شاہ بیگ نے لشکر تیار کرکے ٹھٹہ کی عزیمت کی۔ جب شاہ بیگ فتحپور کنجا کی منزل میں آیا تو بہت آدمی اُس پاس جمع ہوئے۔ اوسنے سلطان علی مرزا اور ارغون بیگ ترخان اور ایک جماعت کو قلعہ سیوی اور عیال کی حفاظت کے لئے معین کیا۔ سلطان محمود کو سیوی میں مقرر کیا۔ میر فاضل کو کلتاش کے ہمراہ دوسو پاکیس سوار پہلے روانہ کئے اور

تین سو سپاہ لیکر خود اوسکے پیچھے گیا۔ جب دریا سند میں آیا اور موضع باغبان سے عبور کیا۔ اس زمانہ میں قوم سمہ کا لشکر موضع تمتی (ٹھٹی) میں کہ تین چار کروہ سیوستان سے فاصلہ تھا اور اوسکا سردار محمود خاں ولد دریا خاں اور ملتن خاں تھا۔ اوسنے جنگ کرنیکا ارادہ کیا جب شاہ بیگ موضع باغبان میں آیا تو یہاں کے ملک اوسکی ملازمت میں دوڑے اور جان و مال سے نذر کرنے پر مستعد ہوئے۔ شاہ بیگ یہ چاہتا تھا کہ اس دیا کے باقی سب آدمی اطاعت کریں مگر اونھوں نے اطاعت نہ کی سرکشی پر آمادہ ہوئے۔ تو شاہ بیگ نے کوہ کی سے ٹھٹہ کا عزم کیا اور غاذو کے کنارہ پر بلدہ ٹھٹہ سے جنوبی جانب میں فروکش ہوا۔ اس زمانہ میں ٹھٹہ کے شمال میں دریا بہتا تھا اسلئے یہاں توقف کیا اور متامل تھا کہ اس دریا سے کس طرح عبور کرے تاکہ ایک گدھے والا دریا سے پایاب گذر کر اس جانب میں آیا۔ پوچھ کے آدمیوں نے اوسے پکڑکر تہدید کی اوسنے راہ بتلائی عبدالرحمن دولت شاہی نے دریا میں گھوڑے کو ڈالا اور پار گیا۔ اور وہاں سے آنکر شاہ بیگ کو اس واقعہ کی خبر کی۔ غرض ۱۵ محرم ۹۲۷ھ/۱۵۲۰ء کو وہ دریا سے عبور کرکے بلدہ ٹھٹہ میں آیا۔ دریا خاں پسر خواندہ جام نندہ نے فیروز جام کو شہر میں چھوڑا اور بہت سا لشکر لیکر خوب لڑا۔ آخرکار شاہ بیگ فتحمند ہوا۔ اور دریا خاں لڑائی میں مارا گیا۔ جام فیروز کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ ٹھٹہ سے لشکر برار ٹھٹہ کے شمالی کوہستان میں یہ ایک مقام ہے میں پہنچا۔ ٹھٹہ کئی روز تک لٹتا رہا۔ اس آیہ کو ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا (تحقیق جب بادشاہ قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اوسکو غارت کرتے ہیں) مصداق ہوا۔ بہت سے آدمیوں کے اہل و عیال مقید ہوئے۔ جام فیروز کے فرزند بھی مقید ہوئے آخرکار قاضی قاضین جو اس زمانہ کے فضلا میں سے تھا کوشش کی جس سے یہ آتش غضب بجھی۔ جام چند آدمیوں کے ساتھ موضع پرار میں ٹھیرا تھا۔ اسکا دل دردمند تھا اسلئے کہ اوسکے اہل و عیال و جام نظام ٹھٹہ میں تھے۔ اب اوسکو چارہ کار نہ رہا۔ شاہ بیگ کی ملازمت کو اور کوئی اور نہ تھا۔ اسنے سخنداں آدمیوں کو بھیجکر عجز و نیاز کی زبان میں شاہ بیگ کو پیغام دیا۔ اگر حضور میرے گناہ کو معاف کردیں تو جب تک زندہ رہوں گا بندہ رہوں گا۔ شاہ بیگ نے

مرحمت جبلی اور عاطفت اصلی کے سبب سے اُسکی عجز و بیچارگی پر ترحم کیا۔ اور فرستادوں
خلعت دیکر جام فیروز کو عنایت آمیز باتیں کہلا بھیجائیں۔ آب پرار کے کنارے پر وہ گورنر
گردن میں ڈالے ہوئے نہایت انکسار کے ساتھ شاہ بیگ کی خدمت میں آیا۔ اسکا دستپنجہ
ہوا۔ شاہ بیگ نے خلعت زردوزی کہ سلطان حسین مرزا نے میرزا والنون کو دیا تھا اور گھوڑا
کیا اور عمارت ٹھٹہ اوسکو حوالہ کی اور یہ قرار پایا کہ جام فیروز شہر کے اندر جائے اور اپنے
اپنے گھر میں بھیجدے۔ خود اوسنے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا اور کہا کہ ملک
سندھ وسیع ہے۔ اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اوسکی حفاظت چند آدمیوں کو سپرد کرکے اپنے گھروں
جائیں مناسب یہ ہے کہ جام فیروز کو نصف ولایت سپرد کردیجائے اور نصف اپنے متصرف
کیجائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ کوہگی سے سیوستان کے نیچے تک بار
فیروز کا علاقہ ہو اور لکی سے بالا ترکھان تعلق شاہ بیگ سے رہے۔ یہ عہد و پیمان ہوکر شاہ بیگ کی
بکوچ سیوستان میں پہنچا اور یہاں کے آدمی شاہ بیگ کے لشکر کے خوف کے مارے کوہ
(تلتی) کو بھاگے اور اقوام سہتا اور سومرا (سودہ) نے آنکر اوسنے اتفاق کیا اور کہا کہ بیگ
جان ہم مخالفوں سے باز نہیں آئینگے۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ شاہ بیگ کو فتح ہوئی۔
قلعہ سیوستان پر اسکا قبضہ ہوا۔ قلعہ میں میر ملیکہ و سلطان تیمور بیگ لار و میر کبک ارغون و
اللہ ترخان کو سیوستان میں چھوڑا اور سلطان محمود خاں کو کاتاش کو قلعہ بکر میں متعین کیا۔
اور خود اپنے فرزندوں کے لانے کے لئے شال کو گیا اور قاضی قاضین کو محمود ولد دیا خاں
پاس بھیجا کہ آدمیوں کو نصایح و مواعظ سودمند سناکر مخالفت سے اطاعت میں لائے۔ قاضی
کے جانے سے بعض عمائد شاہ بیگ پاس آنے پر راضی ہوئے۔ مخدوم بلال کہ ملاحیں سے تھا
اونکے جانے کا مانع ہوا۔ جنگ کی صلاح دی۔ شاہ بیگ یہ سُنکر چند کشتیوں میں سوار ہوا
میر فاضل نے شاہ بیگ کی جانب سے پیش دستی کرکے مخالفوں کو شکست دی اور بہت سوں
کے رہنے والوں کو برباد کیا۔ قوم سودہ کے آدمی بہت قتل کئے۔
ہم نے پہلے لکھا ہے کہ جام صلاح الدین گجرات کو بھاگ گیا تھا اب اوسکے دل پر اور بوڑھے

کہنے سے پھر ملک ٹھٹہ کی حکومت کا خیال ہوا۔ دس ہزار سوار قوام جاریجہ و سومرہ و حمہ و سودہ
کے لیکر ٹھٹہ کی فتح کے ارادہ سے چلا۔ جب وہ نواحی ٹھٹہ میں آیا۔ جام فیروز سنکر تاب ہو کر ٹھٹہ
سے سیوستان میں چلا آیا۔ شاہ بیگ کو صورت حال سے اطلاع دی تو اوسنے اپنے بیٹے
شاہ حسین کو ایک فوج کے ساتھ جام فیروز پاس بھیجا۔ یہ دونوں مگر جام صلاح الدین سے
(جسے جسیں جام اور اوسکا بیٹا مارا گیا۔ اور جام فیروز کے ساتھ شاہ حسین ٹھٹہ میں آیا۔ یہاں
سے سیوستان میں جاکر شاہ بیگ سے ملا۔ شاہ بیگ نے قلعہ سیوستان کے اندر اور باہر سے
مستحکم کیا قلعہ میں غلہ کے ذخیرے جمع کئے اور امرا کو حکم دیا کہ قلعہ میں اپنی حویلیاں بنائیں۔ خود بکر
کی طرف چلا۔ جام فیروز کی عرائض اور ایلچی آئے۔ اُنکو رخصت کیا اور جام فیروز کو مکتوب لکھے
کہ میرا ارادہ گجرات کی فتح کا ہے۔ جب وہ ولایت فتح ہوجائیگی تو بطور سابق حکومت سندھ کا
تعلق قوم سمہ سے ہو جائیگا۔

سلطان محمود پہلے بکر بھیجا گیا تھا اوسنے اپنے باپ میر فاضل کو بلا کر سب یہاں کا بندوبست
کیا۔ شاہ بیگ بھی بکر (بھکر) کو روانہ ہوا۔ اور قصبہ سکر (سکھر) میں آیا سلطان محمود شاہ بیگ
کی خدمت میں آیا۔ اوسنے دار بچھا کا حال عرض کیا اونھوں نے اس سے سرکشی کی تھی۔
اور سیدوں کی حمایت سے سلطان محمود بچا تھا۔ شاہ بیگ نے قاضی کی طرف دیکھا تو قاضی نے
عرض کیا کہ اس ولایت کی زمین سیلاب ہے اور کانٹے اس زمین میں بہت اوگتے ہیں۔
بیل خارکن ہمیشہ ہاتھ میں رکھنا چاہیے۔ شاہ بیگ نے یہ بات سُنکر ان آدمیوں کو قتل کیا۔
سلطان محمود شہر میں گیا اور اس قوم کے بہت سے آدمیوں کو راتوں رات مار ڈالا۔ صبح کو سادات
اور باپ کو ساتھ لیکر شاہ بیگ کے پاس وہ آیا۔ سادات کی خیر آمد شیخ و بیگ خواجی کو عرض کیا
شاہ بیگ اونکے ساتھ التفات اور اعزاز سے پیش آیا۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو محمود خاں کو خلوت
میں طلب کرکے سادات کا احوال پوچھا۔ سلطان محمود نے جو پہلے عرض کیا تھا وہ کہا۔ مگر آخر مجلس
میں کہا کہ اگرچہ یہ آدمی دولت خواہ ہیں لیکن اس جماعت کا قلعہ کے اندر رہنا مناسب دولت نہیں۔
یہ سُنکر شاہ بیگ مُسکرایا کہ خوب سفارش کی۔ حمزہ بیگ کو شاہ بیگ نے بھیجا کہ سادات کو یہ پیغام دے

ابراہیم بیگ کو مرزا خانخاناں کے حوالہ کرنے کے لئے شاہ بیگ کا جام صلاح الدین کے دفع کرنے کے لئے

کہ مغل مع اپنی بیویوں کے آئے ہیں۔ چاہیے۔ کہ سادات دو تین حویلیوں میں چلے جائیں سادات نے قلعہ میں رہنا اپنا مصلحت نہ جانا۔ باہر جانے کی درخواست انہوں نے کی۔ شاہ بیگ نے قصبہ لہری میں اونکے واسطے منازل متعین کئے وہ ابتک وہاں رہتے ہیں۔ پھر شاہ بیگ نے قلعہ دیکھا اور بہت خوش ہوا۔ منازل و محلات شہر کو ملاحظہ کرکے اونکو اپنے امیروں میں اور سپاہیوں میں تقسیم کیا قلعہ کو پیمایش کرکے اوسکے حصے کئے اور امراکو دیئے کہ وہ دست بدست تیار کریں۔ قلعہ الور کہ پہلے پائے تخت تھا اوسکو مسمار کیا اور اوسکی پختہ اینٹیں یہاں لاکر لگائیں متروکہ دیگر عمارات جو قلعہ کے حوالی میں تھیں۔ اکثر اونمیں سے ڈہائی گئیں اور اوسکا مصالح قلعہ میں لگایا شاہ بیگ نے مرزا عیسیٰ سے کہا کہ جنوب کی جانب جو دو کوہ واقع ہیں وہ قلعہ کے سرکوب ہیں۔ ان دو پہاڑوں کا فکر کرنا چاہیے۔ پھر قلعہ کی عمارت بنانی چاہیے۔ پھر اوسنے فکر کرکے فرمایا کہ اول قلعہ کی عمارت اہم ہے اسلئے کہ قلعہ کے گرد دریاے عظیم ہے۔ ان پہاڑوں سے چنداں رفد نہیں کوئی بادشاہ بالاستقلال اس قلعہ محقر کی تسخیر کی طرف مائل نہوگا۔ بادشاہ و امراے تنگ خود اس قلعہ پر کوئی کام نہ کرسکینگے۔ غرض تھوڑے دنوں میں قلعہ کی عمارت تمام ہوگئی اور ارک قلعہ کو اپنے لئے اور مرزا شاہ حسین کے واسطے مقرر کیا۔ چند امراکو بھی اس ارک میں جگہ دی جیسے میر فاضل اور ملک محمد کوکہ وغیرہ کو ۹۴۳ھ تک یہ قلعہ موجود تھا۔

جب قلعہ کے بالکل بنانے سے اور مہام رعایا سے فراغت ہوئی تو ایک سال بعد اوسنے بلوچوں کی طرف توجہ کی وہ کبھی فتنہ و فساد سے باز نہیں آتے تھے مشورہ کرکے یہ قرار پایا کہ ایک وقت معین پر بلوچوں کے مواضعات پر مردان کار جائیں اور سب کو دفعۃً قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ یہ امر اسطرح بلوچ ایک وقت موعود پر قتل ہوئے اور اونکے مکانات بالکل خاک سیاہ ہوئے۔

۹۲۵ھ میں پایندہ محمد ترخاں کو بکر کی حکومت پر معین کیا اور خود ایک لشکر گراں کے ساتھ گجرات کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ منزل بمنزل چلکر دریا کے دونوں طرفوں کو ناپاکوں سے پاک کیا جب چین دو میں لشکر آیا تو میر فاضل کو عارضہ تپ لاحق ہوا۔ وہ رخصت لیکر بکر میں آیا۔ شاہ بیگ پر میر فاضل کے مرض کا بڑا اثر ہوا اور جب وہ مرگیا تو وہ اُلٹا بکر میں چلا آیا۔ اور اوسنے کہا کہ میر فاضل کا مرنا میرے

مرنے پر دال ہے۔ غرض بعد عزاداری کے مملکت گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے ٹھٹہ کی طرف متوجہ ہوا اور موضع نصرپور میں آیا جام فیروز کی طلب میں آدمی بھیجے۔

جب شاہ بیگ مہمات بکر و سیوستان سے فراغت پاکر مملکت گجرات کی تسخیر کی طرف بالکل متوجہ تھا۔ اور بکر سے باہر اس ارادہ سے چلا تھا کہ خبر آئی بابر بادشاہ بہرہ و خوشاب کی حوالی میں مملکت کی تسخیر کے ارادہ سے آیا تو اوسنے اپنے حاضرین مجلس سے کہا کہ یہ بادشاہ ہمکو اپنے مال پر نہیں رہنے دیگا۔ اور آخر کو یہ ملک ہم سے اور ہماری اولاد سے لے لیگا۔ ہم پر واجب ہے کہ کسی دوسری ولایت میں چلے جائیں۔ جب اسکو یہ دغدغہ پیدا ہوا تو اوسکے سینہ میں درد پیدا ہوا۔ مملکت گجرات میں پہنچا درد کہ موت آگئی۔ یہ واقعہ ۲۰ شعبان ۹۲۶ھ کو ہوا۔

جب مرزا شاہ حسین نصرپور میں مسند حکومت پر باپ کی جگہ بیٹھا سادات و قضات و اشراف و اعیان نے جمع ہوکر مراسم تعزیت و تسلیت کو ادا کیا۔ اوسنے سب کو اکرام انعام سے سرفراز کیا۔ چونکہ یہ امر اول شوال میں کہ روز عید تھا واقع ہوا تھا تو لوگوں نے چاہا کہ اوسکے نام کا خطبہ نماز عید میں پڑھا جائے۔ مگر اوسنے کہا کہ جب تک صاحب قران کی اولاد میں سے کوئی باقی ہے ہم تک نہیں پہنچتا۔ بابر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا گیا۔ جام فیروز نے حافظ رشید خوشنویس قاضی و حاجی و مفتی کو مع تحف و پیشکش کے مرزا پاس بھیجا اور تاسف کا اظہار کیا۔ مگر ایلچیوں نے مرزا سے خلوت میں کہا کہ جام فیروز نے بحسب ظاہر یہ کیا ہے باطن میں اوسکی غرض کچھ اور ہے اگر کچھ اور ارادہ نہ ہوتا تو وہ حرب و کارزار کے لئے اور ادوات ضرب و پیکار کے لئے جمع کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ مرزا نے فرستادوں کو رخصت کیا اور خود منزل بمنزل قطع مسافت کیا۔ جب جام فیروز نے اوسکے حشم و خدم کو دیکھا تو تاب مقاومت نہ لیکر قرار پر فرار کو اختیار کیا۔ تھوڑے دنوں میں شہر ٹھٹہ کو خالی کرکے دریا کے دوسری طرف چلا گیا۔ مرزا شاہ حسین نے حکم دیا کہ دریا سے عبور کرکے سپاہ شہر ٹھٹہ میں اترے۔ جب سپاہ اترنے لگی تو مالک وزیر و شیخ ابراہیم داماد جام فیروز ایک جماعت کو لیکر اوسکی برابر آئے تو پیں لگائیں اور چند کشتیوں پر توپچیوں اور تیر اندازوں کو بھیجا اور اوسکو مرزا کے شکر کے منع ہوئے

اس اثنا میں جنگجو جوانوں نے دشمنوں کو دریا سے راہ عدم میں روانہ کیا۔ جام فیروز وہاں سے بھاگ
میں چلا گیا۔ ایک مدت تک ان حدود میں رہا۔ مردم کچھ سے استمداد آدمیوں کی کی۔

جب جام فیروز موضع جاجکان و راہمان میں پہنچا تو قریب پچاس ہزار سوار و پیادہ اس کے
اس پاس جنگ کے آہنگ سے مہیا ہوئے۔ ولایت ٹھٹہ میں ایک غلغلہ و زلزلہ ڈال دیا۔
محمد حسین ترخان و میر فرخ و سلطان قلی بیگ اور ایک جماعت امرا نے مرزا شاہ حسین
جا کر صورت واقعہ کو ظاہر کیا۔ مرزا شاہ حسین نے ایک جماعت کو ٹھٹہ میں چھوڑا کہ شہر کو محفوظ رکھیں
خود اعدا کے دفع کی طرف متوجہ ہوا۔ کوچ بکوچ چلکر جنگ جام فیروز کے لئے روانہ ہوا جب
ان حدود میں پہنچا تو لشکر کو ترتیب دیکر روانہ ہوا۔ جب مخالفوں نے یہ مغلوں کا لشکر دیکھا تو سب
گھوڑے پر سے نیچے اُترے اور سروں پر سے پگڑیاں اُتاریں اور سب نے اپنے تئیں بارہ ٹکڑے
سروں سے وابستہ کرکے لڑنا شروع کیا اہل سندھ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ لڑائی میں مرنے کا
ارادہ مصمم کر لیتے ہیں تو گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہوتے ہیں اور سروں کو برہنہ کرتے ہیں۔
چادروں و کمربندوں کو آپس میں باندھ لیتے ہیں کہ کوئی انمیں سے بھاگ نہ جائے۔ مرزا شاہ حسین
نے یہ حالت ملاحظہ کرکے اپنے امرا کو فتح کی مبارکباد دی اور اشارہ کیا کہ تیر و کمان پر ہاتھ
لیجائیں اور خود دعا پڑھ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوئی قریب بیس ہزار
آدمیوں کے میدان جنگ میں مقتول ہوئے۔ جام فیروز گجرات میں بھاگ گیا اور وہیں رہا۔
جب تک حضرت عزرائیل انکی ملاقات کو آئے تین روز تک میدان جنگ میں شاہ حسین مقیم رہا گھوڑے
اور اسباب جو ہاتھ آئے تھے سپاہ اور امرا کو تقسیم کرتا رہا۔ بعد ازاں شہر ٹھٹہ میں آیا۔ تفلق آباد میں سکونت
اختیار کی۔ چھ مہینہ رہ کر بکر کو گیا۔ پھر سیوستان میں آیا۔ یہاں سے بکر کو گیا۔ شیخ میرک و شاہ قلی بیگ
جو اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ تھے قندہار سے سندھ میں آئے۔

سنہ ۹۲۸ کی اوائل میں مرزا شاہ حسین نے سُنا کہ حدود دادہ، دہ و تیتی و اہن میں ایک جماعت
دہرو ماچی وغیرہ ہمیشہ پرگنہ ماتیلہ۔ دہرو وغیرہ کی رعایا کی معترض ہوتی ہے۔ اسلئے بابا احمد پسر میر فاضل
کو تنبیہ کش کو اس جماعت کی تادیب کے لئے نامزد فرمایا۔ سپاہ کا سر انجام کیا۔ نوح تیتی و اہن

دوبارہ کوتاخت و تاراج کرکے قلعہ ماتیلہ میں آیا۔ مردم دہر نے قلعہ سیوستان کے بلوچوں سے
مل کر مردم مغل دست اندازی کرکے مال و مواشی کو لیجاتے ہیں۔ جب تک تم دست بردار نہ ہوگے
وہ یونہی عمل کرینگے۔ سیوستان کے بلوچوں نے جمعیت کی اور دہر کے آدمیوں پر تاخت کی۔
بابا احمد خبردار ہوا۔ انکا تعاقب کیا دوبارہ میں دونوں میں لڑائی ہوئی۔ آخر کو بلوچوں کو شکست ہوئی
اکثر قتل ہوئے۔ دہر کے چند آدمی دستگیر ہوئے اور قید خانہ میں ڈالے گئے۔ مرزا شاہ حسین نے
ایک فوج بلوچوں پر تاخت کے لئے موضع کندی دہر بھیجی تھی۔ اوسنے بلوچوں کو تادیب کی
اور مراجعت کے وقت باجی کو گوشمالی دی۔ ان آدمیوں نے مسلح پیش گئی میں آئے اور
ڈکیاں دیں۔ بابا احمد دوبارہ کو تصرف میں لایا۔ جب اس مہم سے فارغ ہوئی تو وہ بکر میں چلا آیا
باجی کی طغیانی میں مرزا کی سرکار کے ستروں کو جو مردم دہرو ہیم نے فراش کے بہانہ میں قید
ماتیلہ کے۔ رہتے تھے۔ سیوستان کے بلوچوں اور برادر ان فتح پور کی حدود کے جانوں نے
لوٹ لیا۔ بابا احمد یہ خبر سنکر تین سو سوار کرکے چلکر آیا اور سرکاری اونٹوں کو واپس لیا۔ اور لٹیروں کی
ایک جماعت کو قتل کیا۔ اونٹوں کو لیکر جب وتیتی کے قریب آیا تو سیوستان کے بلوچوں اور مردم
دہر نے راہ روکی۔ جنگ عظیم ہوئی۔ بابا احمد کے کاری زخم لگے۔ جب اس معرکے سے گھوڑا تنبیہ
میں آیا تو گھوڑے سے زخموں کے مارے گرا اور مر گیا۔ میر عبد الفتاح ولد میر فاضل نے جب اپنے
بھائی کو موت کی خبر سنی تو آپے سے بیتاب ہوکر مرزا شاہ حسین سے رخصت حاصل کی وہ میر قاسم کو اپنا
قائم مقام کرکے شاہ حسین نے میر کو بھی ساتھ کر دیا کہ وہ کوئی بے جا حرکت نہ کرے اوسنے یہاں آکر بھائی کی نعش
کو بکر بھیجا۔ اور خود یہاں کچھ دنوں توقف کیا۔ ایک دن قابو پاکر بلوچوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل
کیا۔ حدود دوتاپ پہنچکر کارزار کرکے ہزیمت پائی۔ آخر کو مردم دہر نے مصالحت چاہی قرار
پایا کہ تیتی و اہن سندھ کی حد مقرر ہو۔ میر ابو الفتاح تیتی و اہن میں تھا کہ ایک رات کو خبر ملی کہ بابا
نے موضع تی کو بلوچوں نے لوٹ لیا۔ میر ابو الفتاح گھر سے بیتاب نکلا کہ باہر گیا۔ ہوا ایسی گرم تھی کہ جسکے
سبب سے اوسکے مزاج میں ایسی حرارت پیدا ہوئی کہ گھر تک آتے آتے مشکل ہوگیا۔ یہاں اوسکو اور اوسکے
مرزا شاہ حسین نے قندھار کی تسخیر کا ارادہ کیا اور حکم فرمایا کہ امرا اور لشکری سب بکر میں آئیں

اور لشکر کے لئے استعداد و وسالہ کریں۔

جب مرزا شاہ حسین نے ملتان کی فتح کا ارادہ مصمم کیا تو اول وہ ارغنوں و کلہورہ وغیرہ کی جماعتوں سے فارغ البال ہوا۔ یہ قومیں سیوی میں مع اہل و عیال رہتی ہیں۔ اوسنے ایکہزار سوار ساتھ لئے اور ایک ہفتہ میں ایلغار کرکے قلعہ سیوی میں پہنچا۔ قلعہ کو مرست کرکے اپنے معتمدوں کے حوالہ کیا۔ پھر قوی دفع بلوچوں کو مطیع و مقید کیا۔ آخر کو ایک تیدیوں کی جماعت کو اس شرط پر چھوڑا کہ اونکے سردار اور بڑے آدمی اوسکی ملازمت میں بکر کو چلیں۔

جب بابر بادشاہ ہند کی طرف روانہ ہوا تو شاہ حسین نے اپنے ایلچیوں کے ہمراہ اوس کی خدمت میں بھیجی۔ جب شاہ حسین بابر کی خدمت میں رہتا تھا تو اوسنے میر خلیفے کو وکیل و میر دیوان بکی سرکار بادشاہی کا تھا ایسی خصوصیت پیدا کی تھی کہ اوسکی داماوی کی امید تھی۔ اب اوسکی تجویز سے مرزے عبدالباقی کی دادی شاہ سلطان کو کہ سید جعفر کی اولاد میں سے تھی بابر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور درخواستِ نکاح کی۔ بابر نے گلبرگ بیگم بنت میر خلیفہ کو خلیفہ کے چھوٹے بیٹے حسام الدین ترک کے ساتھ شاہ حسین پاس بھیجدیا۔ شاہ حسین نے بیگم سے نکاح کیا۔ اور پرگنہ پاتر اور اجلاس حسام الدین کو بطریق ضیافت سپرد کئے اور تسخیر ملتان کا عازم ہوا۔

سنہ ۹۳۱ میں شاہ حسین نے لنگاہ امیر ملتان کے دفع کرنے کے لئے ملتان کی طرف کوچ کیا اور منزلیں طے کرکے قلعہ سیورائے پر پہنچا۔ خوب لوٹ مار کی مخالفوں میں سے جسکو دیکھا اوسکو قتل کیا۔ قلعہ سیورائے میں جو بلوچ تھے وہ اس خبر کو سنکر اوچہ کی طرف چلے گئے۔ کچھ قلعہ میں متحصن ہوئے یہ قلعہ اور قلعوں میں استحکام اور ارتفاع میں ممتاز تھا۔ مرزا شاہ حسین ایک کوتاہ (تال) پر اترا سلطان محمود بکری کو قلعہ کی جانب بھیجا وہ ایلغار کرکے حوالی قلعہ میں بلوچوں کی فوج سے دوچار ہوا۔ لڑائی شروع کی۔ اس پاس اسّی سواروں سے زیادہ نہ تھے جنمیں سے ۳۰ سوار مارے ہلاک ہوئے۔ اور دوسری جانب دو سو آدمی مارے گئے۔ بلوچ یہ حال دیکھکر بھاگ گئے جب یہ خبر شاہ حسین کو پہنچی تو دیوان میں سلطان محمود خاں کی بڑی تحسین و آفریں کی اور خلوت خانہ میں بلاکر اپنے ہاتھ سے چوب لگاکے ملامت کی کہ ایسی تیزدستی و بے جلوتی کرنی نہیں

چاہیئے تھی۔ دوسرے روز شاہ حسین قلعہ سیورائے کے متصل فروکش ہوا اور اوسنے حکم دیا کہ قلعہ کوٹاک کی برابر کریں۔ پھر یہاں سے قلعہ سو کی طرف گیا۔ شیخ روح اللہ جو یہاں کے بزرگوں میں تھے۔ اوس سے ملنے آئے۔ اور اہل قلعہ کا اضطرار و عجز بیان کیا۔ شاہ حسین نے مرزا مسکین ترخان کو فرمایا کہ ایک جماعت کو ساتھ لیکر قلعہ کے اندر جاکر ذخیروں کو دیکھے اور اگر کوئی لنگاہ و بلوچ ہو تو اوسکو قلعہ سے باہر نکال دے اور جو شخص کہ شیخ حماد کی خانقاہ میں پناہ لیجائے اس سے کچھ تعرض نہ کرے۔ غرض اس جماعت کو اوسنے معاف کیا اور ایک اور جماعت سپاہیوں کی جو تھی اوسکو وہ باندھ کر مرزا کے پاس لایا۔ مرزا نے دو تین روز قلعہ میں قیام کیا اور قلعہ کی سیر کی اور سو کے شیخوں سے عہد لیا کہ اوسکے آدمیوں کی آمد پر کوئی تعرض نہ ہو۔ اور ہمارے مخالفوں کو وہ آنے نہ دیں۔ بعد ازاں شیخ روح اللہ نے دہرکے جرموں کی معافی کی درخواست کی۔ شاہ حسین نے فرمایا کہ یہ وہ جانے اور سلطان محمود خاں جانے جبکہ دو بھائی دہر کے آدمیوں کے ہاتھوں سے تلف ہوئے ہیں۔ دہر کو بلایا وہ تشخیر دلگران سلطان محمود پاس آیا۔ اوسنے اوسکے گناہ معاف کر دیئے۔ پھر وہ کوچ کرکے مردم کاری سرحد پر آیا۔ یہاں سے اوچہ کی عزیمت کی۔ محب ترخان کو پانچسو سواروں کے ساتھ ہراول کے لئے آگے بھیجا۔

مرزا شاہ حسین رزم کے عزم سے سوار ہوا اور اوچہ کی طرف چلا اور اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ دوسری جانب میں بھی لنگاہ کے رائے زادے اور بلوچ اور ملتان کی ساری سپاہ اکٹھی ہوئی کہ شاہ حسین کے لشکر سے سوگنی تھی۔ جب دونوں لشکر برابر کھڑے ہوئے تو مغلوں کی سپاہ نے آتش قتال کو بھڑکایا۔ بلوچوں اور لنگاہوں نے تیر و کمان کو ہاتھوں میں لیکر تیر و خدنگ برسایا۔ مرزا کے ہراول اور جرانغار کو فتح ہوئی۔ اوسنے بسلول رائے زادہ اور ایک جماعت کثیر کو دستگیر کیا۔ مرزا نے اس جماعت کے قتل کا اشارہ کیا۔ مرزا کی سپاہ میدان جنگ سے شہر کے باہر آئی اور قلعہ کا دروازہ توڑ کر بڑی رائے زادہ لنگاہ نے فصیل پر چڑھکر تیر و خدنگ پھینکے۔ اوسکے سرداروں کے سر جب نیزوں میں پروکر اوسکو دکھائے گئے تو وہ سب منہزم ہو کر برج و باروسے گر کر اپنی نجات چاہنے لگے۔ مگر جو شخص اوچہ کا مرزا کے آدمیوں کے ہاتھ آجاتا وہ قتل کیا جاتا۔ شہر کے آدمیوں کو امان دیکر

اِس اثنا میں سید زین العابدین بخاری، شیخ ابراہیم، و شیخ اسمٰعیل جمالی و قاضی ابوالخیر و قاضی [illegible]
مرزا شاہ حسین کی خدمت میں آئے صورت واقعہ کو بیان کیا تو مرزا نے حکم دیا کہ کوئی متعرض نہو۔ اور قیدیوں کو چھوڑ دو اور جو کوئی حکم کے خلاف کرے اسکا
نیزہ پر لٹکا دو اور قلعہ و عمارات اوچہ کو ڈھا دو عمارات اوچہ کی چوب کشتیوں میں لاد کر
میں آئی۔

جب حسین شاہ کے اس غلبہ کی خبر سلطان محمود لنگاہ کے کان میں آئی تو اسنے سرحد ابیہ
اپنے آدمی بھیجے کہ لشکروں کو جمع کریں۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں اسی ہزار پیادہ و سوار جمع ہوئے
اِس سپاہ میں بلوچ وجٹ درنہ و دادی اور اور قومیں تھیں۔ سلطان محمود میدان رزم و
پیکار کے عزم سے نہایت شوکت کے ساتھ ملتان سے چلا۔ مرزا شاہ حسین سلطان محمود کی جمعیت
کا حال سُنکر گھارہ کے کنارے پر آنکر انتظار میں بیٹھا۔ سلطان محمود لنگاہ نے ایک ماہ میں اسے
باہر اسباب داد و دات جنگ و حرب کو ترتیب کیا۔ اسکو اپنے لشکر پر بڑی شوکت تھی اپنی فتح
کا یقین تھا۔ ؎

بے خبر زانکہ نقشبند قضا ورپس پردہ نقش ہا دارد

شیخ شجاع بخاری کہ نسبت دامادی کی سلطان حسین لنگاہ سے رکھتا تھا اور امور ملکی اور اہل
میں اسکا ہاتھ قوی تھا۔ اوسنے اہل حرم خاصہ خیل میں سے کسی کے ساتھ خیانت کی سلطان محمود
اسکی خبر ہوئی وہ اُسپر ایسا خفا ہوا کہ اوسکے خوف کے مارے شیخ نے اپنے صاحب کے ہلاک
کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا اور سارے حقوق کو طاق پر رکھکر زہر ہلاہل جو خزانہ میں
اوروں کے ہلاک کرنے کے لئے رکھا گیا تھا وہ لیکر اوسنے خود سلطان محمود کو پلایا۔ جو دوا
وہ ایسا سست ہوا کہ پھر بیدار نہ ہوا۔ سلطان محمود کی والدہ کو جب اس واقعہ پر اطلاع ہوئی تو
اوسنے اُسی منزل میں توقف کیا سپاہ کو اور سب امرا کو اسپر مطلع کیا۔ اکثر سپاہ اس
تھے وہ آشفتہ ہوئے۔ لنگاہ کے آدمیوں میں سے سلطان حسین پسر سلطان محمود کو مسند
پر بٹھایا اور اب سوا مصالحہ کے کچھ اور چارہ نہ دیکھا۔ شیخ بہاء الدین سے التماس کیا کہ [illegible]

شیخ بزرگوار مرزا حسین کی ملاقات کو گئے اور ان شرائط پر صلح کرادی اور یہ عہدنامہ لکھ دیا کہ
اب تمہارا جو حدود ولایت ملتان اور بکر کی ہے اُس سے آگے لنگاہ آج کے دن سے باہر قدم
نہ رکھیں۔ شیخ کو نو گھوڑے اور قطار شتر و نقد روپئے مرزا نے دیئے۔ شیخ نے راضی خوشی
مراجعت کی مرزا نے حکم دیا کہ اوچہ میں ایک اور قلعہ بنایا جائے۔ اس قلعہ کی عمارتیں کمال خوبی
اب تک موجود ہیں۔ قلعہ اوچہ میں اپنے معتمد آدمی مقرر کئے اور مراجعت کی۔ اقبال خاں و سلطان محمود
لنگاہ کا کہ تمام مرزا شاہ حسین کی ملازمت سے مشرف ہوا اور دولتخواہی کا اظہار کیا۔ مرزا نے اُسپر
کمال التفات کی۔

اقبال خاں نے عرض کیا کہ قلعہ دلاور میں خزانے اور دفینے بہت ہیں اور سلاطین کا اندوختہ
وہاں بہت کچھ ہے۔ غازی خاں وہاں کے حاکم کے نام حکم صادر ہوا کہ اس وقت ہم قلعہ اوچہ میں
تشریف فرما ہیں تجھکو سزاوار یہ ہے کہ بلا توقف مع اہل قلعہ ہماری ملازمت میں حاضر ہو۔
اگر غازی خاں اپنی حصانت حصار کے پندار میں حاضر نہ ہوا تو مرزا نے فرمایا ہے کہ لشکر کو حکم
دیا کہ آب و غلہ ہمراہ لیکر ایک مہینہ کا آذوقہ لیکر دلاور کے قلعہ پر جائے سنبل خاں سواروں و خاصہ خیل
اور پچیس پیادوں کو لیکر دلاور کے قلعہ کو گھیر لیں۔ اور مورچلوں کو تقسیم کرکے محاصرہ و محاربہ میں
مصروف ہوں۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط بے آب بیاباں میں واقع تھا۔ چابک دست کاریگروں
نے تین روز کے عرصہ میں تین سو کنوئیں کھود دیئے۔ لشکر میں پانی کی افراط ہو گئی چار روز بعد مرزا
خود تشریف لایا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسباب حصار گیری کو ترتیب دیکر تیر و تفنگ پھینکنے شروع کئے
اہل قلعہ کا حال تنگ ہوا اور نکو کسی جگہ سے کمک و مدد کی امید نہ تھی۔ آخر الامر سنبل خاں نے
دونوں طرف قلعہ میں نقب لگا کر برج و بارہ کو دروازہ کے آگے سے اُڑا دیا۔ اہل قلعہ نے
سخت و شعلہ آتش پھینکے۔ بہت سے اہل قلعہ مقتول ہوئے اور باقی اسیر ہوئے۔ مرزا نے
خزینے و دفینے کے لئے اپنے معتمد آدمی مقرر کئے۔ جمیع کو اس دولت کو سپاہ میں تقسیم کیا اور اپنے
خزانہ میں داخل کیا۔ مرزا نے اوچہ میں مراجعت کی اور وہاں سے بکر میں پہنچ کر وہاں
بساط عیش و عشرت بچھایا۔

۹۳۳ھ کے آخر میں سلطان محمود کی وفات کے بعد اوسکے اقربا اور امرا میں منازعت شروع ہوئی ہر ایک نے اپنے ناحیہ کو مستقل کیا اور کسی غیر کی اطاعت کی۔ سلطان حسین ارکلی کا بیٹا جو جانشین ہوا تھا شیخ شجاع بخاری کے اور عورتوں کے ہاتھ میں تھا اور کوئی کام نہ کرتا تھا اسلئے فتنہ و فساد و جور و ظلم و تعدی ملتان میں پیدا ہوئے۔ اس سبب سے اکابر و عمال و رعایا حاکم کے طالب ہوئے لنگر خاں نے جو سلطان محمود کے امرا میں سے تھا مرزا شاہ حسین پاس آیا اور اوس سے یہ حال بیان کیا اور بلدہ ملتان کی تسخیر پر اوسکو مستعد کیا مرزا نے سکین ترخاں کو وکیل بنا کے بھیجا۔ شیخ اسمٰعیل قریشی عمدۃ المشایخ کو برسم رسالت مرزا پاس اہل ملتان نے بھیجا۔ مرزا نے شیخ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور مہمانی کے طریق پر روپیہ بھی دیا مگر جب شیخ نے صلح کی تمہید میں گفتگو شنید کی تو اوسپر کچھ فائدہ مرتب نہ ہوا۔ تو شیخ نے لنگر خاں سے کہا کہ مجھکو ٹھٹہ میں جہاں میرے اہل و عیال ہیں وہاں بھیجدے لنگر خاں نے مرزا سے کہکر اوسکو ٹھٹہ میں اوسکے عزیزوں پاس بھیجدیا۔ اور والی ملتان میں ایک موضع بطور سیورغال کے دلوادیا۔ لنگر خاں نے مرزا کا لشکر لیکر کہلوان کو تاخت و تاراج کیا غلہ و مویشی تمام اسباب مرزا کے لشکر نے لیا محاصرہ و محاربہ کا آغاز کیا۔ والی ملتان نے اپنے بھائیوں میں سے ایک بھائی کو شیخ شجاع بخاری کے ساتھ مرزا شاہ حسین کی خدمت میں بھیجا اطاعت کا اظہار کیا۔ مرزا نے ان پر نوازش کی اور فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے کہہ کہ قلعہ کو ہمارے پند و اطاعت کو قبول کرے تاکہ ہم اوسکو قلعہ دیکر واپس چلے جائیں۔ اوسنوں نے قلعہ کے اندر جاکر یہ پیغام سنایا قوم لنگاہ اپنے غرور کے سبب سے باہر نہ آئی سپاہ ارغون کے دفع کے واسطے ہوئی۔ آتش حرب گرم ہوئی حصار کے دروازوں کو کھول کر تیغ و تیر لیکر میدان میں آئے اور ایک عام گھمسان کی اور مرزا شاہ حسین نے غصہ میں آنکر تیر و تفنگ کا مینہ برسایا۔ شہر ملتان میں غلہ کا قحط عظیم تھا ایک گائے کی سری دس ٹنکہ کو اور ایک من غلہ سو ٹنکہ کو بکتا تھا۔ اور اکثر آدمی گائے کا پوست جو کھانے کے قابل نہ ہوتا تھا کھاتے تھے۔ شیخ شجاع بخاری نے یہ ظلم برپا کیا تھا کہ جس شخص کے گھر میں غلہ کا گمان ہوتا تھا۔ اس بیچارہ کو لوٹ لیتا تھا۔ اس ناہموار کام سے لوگ اوس سے باغی ہوئے کہ دوسرے حاکم کے لئے دست بدعا رہتے تھے اور قلعہ کے ایک بازو سے خفیہ طور

جان پر کھیل جاتے تھے۔ مرزا شاہ حسین نے آدمیوں کا یہ اضطراب دیکھکر ملتانیوں کے سامنے سے ہاتھ کھینچا۔ جب محاصرہ پر ایک سال گذر گیا اور اہل حصار کا کام بجان اور کار و بار ستوہاں پہنچا ربیع الاول ۹۳۴ھ میں ارغون کے بہادروں نے اکثر دشمنوں کو قتل اپنے زخم جانگداز سے خالی کیا اور ایک جماعت سحر کو لوہاری دروازہ کو توڑ شہر میں داخل ہوئے لوٹ مار شروع کی سات سال کی عمر سے ستر سال کے آدمی تک قتل کئے۔ غرض ملتان میں ایک قیامت برپا کی۔ دس بارہ روز تک شہر کو غارت کیا۔ محب ترخاں نے خانقاہ میں جاکر آدمیوں کو لوٹ پا اور آگ لگادی اور اس مزار میں بڑی خونریزی کی۔ قوم لنگاہ کے آدمی اور ملتانی اکثر قتل عام میں ہلاک ہوئے۔ اس تاراج میں جواہر نفیس و نقود نامعدود مغل کی سپاہ کے ہاتھ آئے۔ مرزا شاہ حسین کا غصہ دھیما ہوا۔ باقی رعایا پر اوسنے ترحم کیا اور حکم دیا کہ مردوں کو اٹھا کر مقابروں میں دفن کریں۔ اور آئندہ کسی شخص کے مزاحم نہ ہوں۔ سلطان محمود کے دختر اور پسر سلطان حسین کو شیخ بہاء الدین مرزا شاہ حسین کی خدمت میں لائے۔ مرزا نے ان دونوں کو سکین ترخاں کو حوالہ کیا ترخان نے سلطان محمود کی بیٹی سے شریعت کے موافق نکاح کیا۔ پسر کو اپنا فرزند بنایا۔

مرزا شاہ حسین یہاں دو مہینے ٹھیرا اور پھر بکر میں چلا گیا۔ دولت آخور کو خواجہ شمس الدین کے ساتھ ملتان کی حکومت کے لئے متعین کیا۔ دو سو سوار سو پیادہ و سو توپچی مقرر کئے۔ شیخ شجاع بخاری اور بعض خاصہ خیلوں سلطان محمود لنگاہ کا مواخذہ کیا اور ٹانڈیا۔ اور کل روپیہ لے لیا۔ مرزا شاہ حسین بکر میں تشریف لایا تھا کہ امرا سے ٹھٹہ کی عرضداشت آئی کہ کلہوڑا ٹھٹہ پر لشکر کشی کو آرا ہوا ہے مرزا شاہ حسین نے ٹھٹہ کی طرف مراجعت کی۔ دولت آخور اور خواجہ شمس الدین و لنگر خاں ملتان میں گیارہ مہینے رہے۔ پھر لنگر خاں بابر بادشاہ پاس چلا گیا۔ اس خبر کے سننے سے مرزا شاہ حسین نے ملتان کو بابر بادشاہ کی پیشکش میں دیا۔ دولت خوار اور شمس الدین بکر میں چلے آئے۔ اور بابر بادشاہ نے بموجب کامران کو ملتان مرحمت کیا۔

اوپر بیان ہوا کہ امرا ٹھٹہ نے عرضداشت بھیجی تھی کہ کلہوڑا ارادہ ٹھٹہ کی تسخیر کا ہے۔ مرزا شاہ حسین اقرار کرکے نواحی ٹھٹہ میں آیا اس اثنا میں کلہوڑا کا ایلچی مرزا شاہ حسین کے پاس آیا۔

اور اوسنے کہا کہ آمر اُمرائی کو کہ کنگار کا بھائی تھا تم نے قتل کیا ہے اوسکے خون کے انتقام کیلئے آدمی جمع ہوئے ہیں۔ چونکہ آپ ملتان کی تسخیر کو گئے ہوئے تھے۔ آپ کے اہل وعیال کی حفاظت کی نگاہداشت کے سبب سے اُنکے سر پر میں نہیں پڑا۔ اب آپ کو ہم سے صلح کرنی چاہیئے اور ملک سند میں سے کچھ ہمکو دینا چاہیئے۔ مرزا شاہ حسین نے کہا کہ سوا جنگ کے ہمارے پاس کچھ اور جواب نہیں ہے۔ آمر اُمرانی کے خون نے جس میدان کو رنگین کیا ہے ہنوز اوسکا فرش باقی ہے پہلے اس سے کہ تم میری طرف آؤ میں تمہاری طرف آتا ہوں۔ مرزا شاہ حسین نے کچھ آدمی وعیال کی حفاظت کے لئے ٹھٹھے میں چھوڑے اور خود لشکر کنگار کی طرف عازم ہوا۔ جب حوالی ٹھٹھہ میں پہنچا تو لشکر میں غلہ کی کمی ہوئی اس سبب سے آدمی دلتنگ ہوئے۔ مرزا شاہ حسین نے امرا اس میں صلاح دیکھی کہ چاروں طرف جو فوج قریب ہو وہ آجائے۔ سلطان محمود کبری دیرہ دحسن نکدری اور مرزا عیسیٰ و میر ملیک کی فوجیں تیار ہوئیں۔ کنگار نے بھی یہ خبر پائی کہ مرزا اکبر بیرگ ساتھ آیا ہے دس ہزار سوار و پیادہ لیکر مرزا کی طرف روانہ ہوا۔ مرزا اور کنگار میں تین جینے تک لڑائی مرزا کو فتح ہوئی۔ اونٹ گھوڑے و اسباب بیوشی بے نہایت سپاہ کے ہاتھ آئے۔ مرزا شاہ حسین مظفر و منصور بلدہ ٹھٹھہ میں آیا اور پندرہ برس تک سلامتی و امان و عیش و آرام میں بسر کئے۔

سنہ ۹۴۲ میں جب ہمایوں بادشاہ گجرات کی مہم کو روانہ ہوا ہے۔ تو اثنا سفر میں مرزا شاہ حسین کو فرمان بھیجا کہ کچھی کا طریقہ اختیار کر کے گجرات میں آؤ اور حدود ٹھٹھہ میں توقف کر کے ہمارے حکم بھیجو اور پھر جو حکم ہو اوسکی تعمیل کرو۔ مرزا شاہ حسین جمعیت تمام کے ساتھ نصرپور سے سوار ہو کر رایدن پور کی راہ سے ٹھٹھہ میں آیا۔ خضر خاں جو یہاں پہلے سے سلطان بہادر بادشاہ گجرات کی طرف سے حاکم تھا وہ متحصن ہوا اور حوالی ٹھٹھہ کی مراعی و فراموشی کو دور پہنچا۔ سلطان محمود کبری پانچ سو سوار لیکر آگے گیا اور بعض دیہات کو غارت کرتا ہوا ٹھٹھہ سے سات کروہ پر مقیم ہوا۔ سلطان محمود خاں نے خضر خاں پاس آدمی بھیجا کہ مرزا شاہ حسین سپاہ گراں کے ساتھ آیا ہے لایق یہ ہے کہ تو اوسکی ملازمت سے مشرف ہو۔ اور قلعہ کو تسلیم کر اور عیال و اطفال کو سلامت جہاں چاہے لیجا۔ اوسکے جواب میں خضر خاں نے لکھا کہ سلطان بہادر مجھے سلامت چاہے

مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ سند کے ملکوں کو تحمل حوالہ کروں۔ مگر مادر خضر خاں پاس جب سلطان محمود نے پیغام بھیجا تو اوسنے اپنے معتمدوں کے ہاتھ ایک لاکھ فیروزشاہی مرزا شاہ حسین پاس اور تیس ہزار فیروزشاہی سلطان محمود خاں پاس بطور مہمانی روانہ کیں۔ مرزا شاہ حسین نے اپنے یہاں آنے کی بادشاہ کو اطلاع دی کہ اس اثنا میں خضر خاں کی پیش کش آئی۔ مرزا شاہ حسین نے پندرہ روز نواحی ٹھٹھہ میں توقف کیا۔ سلطان محمود خاں نے حوالی احمد آباد میں جاکر گھوڑوں کا مال خوب لوٹا۔ مرزا شاہ حسین سے میر فرخ نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ نے یہ حکم بھیجا کہ ہمارے لشکر میں آن کر ملجاؤ تو بادشاہ کے لشکر میں جانے کے سوا کوئی علاج نہ ہوگا۔ جب ارغون و ترخان کے سپاہی امرا و چغتائیہ کے سامان کو اور بادشاہ ہمایوں کو گجرات کے خزانوں کو سپاہ میں تقسیم کرتے ہوئے ملاحظہ کرینگے تو کون سپاہی ہمارے پاس رہیگا سب بھاگ جائینگے۔

مصلحت یہ ہے کہ ہم اولے چلیں۔ مرزا شاہ حسین اور اکثر امرا کو یہ بات معقول معلوم ہوئی۔ مرزا شاہ حسین کے ہاتھ بادشاہ پاس عرضداشت بھیجی کہ میں اپنی کل سپاہ و یساول سے آیا۔ اب امرا اکبر اور ٹھٹھہ کی عرضداشت آئی کہ وہاں کے زمینداروں نے جمعیت کر کے اس ولایت کو غارت کرنا شروع کر دیا۔ اس ضرورت کے سبب سے میں مراجعت کرتا ہوں۔ ہمایوں بادشاہ کے احمد آباد میں پہنچنے سے بیس روز پہلے سنہ ۹۴۳ھ میں ٹھٹھہ میں مرزا شاہ حسین چلا آیا اور مراجعت میں تمام جا بجا سودہ کو قتل کیا۔ جب ہمایوں بادشاہ نے گجرات اور بنگالہ فتح کر لیا تو مرزا شاہ حسین نے میر ملیک کو فتوح کی تہنیت کے لئے اور میر خوشی محمد کو فتح تازہ کی مبارکباد کے لئے ہمایوں بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ اُنہوں نے ہمایوں اور اعیان مملکت کو نہایت غضب میں دیکھا تو وہ بادشاہ کی اجازت بغیر مرزا شاہ حسین پاس چلے گئے اور جا کر اونہوں نے کہا کہ آفتاب ہمایوں کی سلطنت کا زوال آنے والا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ہمایوں کو شیر شاہ نے ہندوستان سے نکال دیا۔ مرزا شاہ حسین ٹھٹھہ سے بکر میں آیا۔ اپنے پرگنات کی خرابی کے لئے افواج متین کی۔ خود باغ ہزار کم اور باغات اور عمارات کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ اور قلعہ بکر کی تنگ و رخت کی مرمت کی اور اجناس کے ذخائر۔ اور بیت طلف و بیزم قلعہ میں جمع کئے۔ جب شیر شاہ سے ہمایوں

شکستیں پاکر لاہور میں ربیع الاول ۹۴۷ھ میں آیا۔ اور یہاں اوسکے عزیزوں اور ہمراہیوں
اوسکے ساتھ دینے سے جواب دیا تو وہ۔ رجب ۹۴۷ھ میں لاہور سے سندھ کی جانب چلا۔ اور
شعبان میں وہ اوچہ کے محاذی پہنچا۔ یہاں سے اول رمضان میں سندھ کی جانب
مرزا شاہ حسین خبردار ہوا۔ تمام ولایت سندھ کو ویران کیا۔ تاخت و تاراج کرکے رعایا کو
درہم کیا۔ ۲۔ رمضان کو قصبہ لوہری (روہری) میں خیمہ زن ہوا خود چار باغ میں
اور بطانت میں بے نظیر تھا فروکش ہوا۔ سلطان محمود خاں نے حوالی بکر کو ویران کیا
کو مستحکم کیا۔ کشتیوں کو اس طرف سے لیجاکر قلعہ کے نیچے اذکا لنگر ڈالا۔ بادشاہ نے
کے نام فرمان بھیجا کہ وہ آستان بوس ہو اور قلعہ ملازمان درگاہ کو حوالہ کرے اوسنے عرض کیا
میں شاہ حسین کا نوکر ہوں جب تک وہ ملازمت میں نہ حاضر ہو میرا آنا نمک خواری کے
پسندیدہ نہیں ہے اور مرزا شاہ حسین کے بغیر اجازت کے قلعہ سپرد کرنا بھی سزاوار نہیں ہے۔ بادشاہ نے
انکا یہ عذر قبول کرلیا۔ غلہ کم بہم پہنچتا تھا۔ مہتر اشرف کو کہ میر بازار تھا سلطان محمود خاں نے
بھیجا اُسنے جاکر یہ حال اُس سے عرض کیا تو اوسنے پانچسو خروار غلہ بادشاہی آدمیوں کو دیدیئے
اور بعض ماکولات بھیجدیئے۔ میر محمد طاہر صدر اور سید بیگ کہ بادشاہی ملازمان معتمد تھے بادشاہ
نے مرزا شاہ حسین پاس ٹھٹہ میں بھیجے۔ اور موائد عنایات و مواثیق اخلاص کہ حضرت بابر بادشاہ
کو مرزا شاہ حسین کے ساتھ تھے یاد دلائے۔ مرزا شاہ حسین نے بادشاہی نوستادوں کی
باعزاز کیا اور چند روز اونکو اپنے پاس رکھا۔ شیخ میرک پورانی و مرزا قاسم طغائی کو اونکے
ساتھ حضرت بادشاہ پاس بھیجا۔ ان آدمیوں نے جاکر بادشاہ کے سامنے پیش کش کی
عرضداشت پیش کی جسکا مضمون یہ تھا کہ ولایت بکر کم محصول ہے اور ولایت جاجکان معمور آباد
آبادی و کثرت زراعت اور غلہ کی افراط ہے حضور کی دولت کے مناسب بھی ہے بہتر ہم آنکہ
عنان عزیمت اس طرف معطوف ہو اور اس کو اپنے تصرف میں لائیں میں بھی مقرب حضرت
میں حاضر ہوتا ہوں۔ یہ میری عین سعادت و دولت ہے کہ حضور اس حدود میں تشریف لائے
بہ تدریج حضور کے دل کے تمام دغدغوں کو دور کرکے اپنے تمام لشکر کو لیکر حضور کی رکاب میں

ملک گجرات و سورت کو تسخیر کرونگا۔ اگر لشکر شاہی وہاں سے خیر خاں افغان کی جانب جائیگا۔
تو بندہ دل و جان سے ہمراہ ہوگا۔ بادشاہ نے اول اوسکی باتوں کو قبول کیا۔ مگر آخر کار اوسکا
بادشاہی نے خلوت میں مرزا شاہ حسین کے مدعا کے خلاف عرض کیا کہ اسکے کیا معنی ہیں کہ حضرت
وقبیلات کو مرزا ویران کرتا ہے۔ اگر سچے دل سے بادشاہ کا دولت خواہ ہے تو اپنے قلعوں کو بیخطر
کہ تاکہ ہم انمیں اپنے زن و زاد کو رکھکر قلعوں کو مضبوط کریں اور گجرات کی تسخیر کے لئے معروف
ہوں۔ شیر خاں افغان کہ قدیم دشمن ہمارا ہے لاہور میں بیٹھا ہے۔ استدعا مرزا شاہ حسین کی
صلاح و صواب سے دور معلوم ہوتی ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے مکرر یاد کیا کہ قلعہ بکر کا خاص صوبہ
مرزا کرے۔ مرزا یادگار ناصر مدرسہ میں کہ شاہ حسین کے دیوان خانہ کے برج کا محاذی تھا گیا اور
مرزا ابدال اور باقی اور مرزا دریا کے کناروں کے نیچے گئے۔ یہ خبر شاہ حسین کو پہنچی تو اوسنے
کہا کہ بکر سے میری خاطر جمع ہے کہ بادشاہ باغ سے باہر نہیں نکلے گا۔ مرزا اور امرا کہ اس صوبہ کے
متصدی ہونگے۔ وہ آلات اور ادوات قلعہ کشائی ساتھ نہیں رکھتے۔ اس لئے اس سے کچھ کام
نہیں ہوگا۔ اوسنے سلطان محمود خاں و میر جانی ترخان و پاینده محمد قریش و چلہ اور غوں و دولت
کو قلعہ کی حفاظت و حراست کے لئے مقرر کیے۔ اونکو کہا کہ ہوشیاری اور بیداری میں کوئی
تقصیر نہ کرے اور عنان اقتدار کو سلطان محمود کے ہاتھ میں کہیں اور اوسکی صلاح و صواب
سے کوئی باہر نہ جائے۔ چند روز بعد طرفین سے توپ و تفنگ اندازی شروع ہوئی۔
کہتے ہیں کہ بادشاہیوں کے پاس دو لاکھ آدمی جمع ہوگئے تھے۔ نماز جمعہ میں اوسکے نام
کا خطبہ پڑھا گیا۔ بعض زمینداروں نے کسی قدر غلہ اور چارپائے بھیجے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ
زمیندار جو غلہ لائیں اوسکو جس نرخ پر چاہیں بیچیں۔ آدمیوں کے اژدحام سے غلہ کا ٹوٹا پڑگیا۔
بہت لوگ بھوکے مرنے لگے۔ بادشاہ نے یہ حال سنکر فرمایا کہ زر و اسپ ہمیں کو دیا
مگر کسی طرح قحط کی صعوبت لشکر شاہی میں کم نہ ہوئی۔ بادشاہ نے مرزا ابدال کو باترس
بھیجا۔ شاہ حسین کے جواب میں میرک پورانی اور مرزا قاسم آئے تھے۔ انکو رخصت کیا اور مشورہ
کیلئے میر اپنے ہاتھ سے یہ لکھدیا کہ شاہ حسین بیگ را سلام آنکہ آنچہ التماس نمودہ اورا موقف نزدیک

پیوست بشہ بلیکہ از روے عقیدہ آمدہ ملازمت کند والسلام۔

مرزا شاہ حسین مدتوں تک اپنے آنے کے وعدہ کرتا رہا۔ امراء اور ارغونوں اس مشورہ میں متفق نہ تھے اسلئے اوسنے اپنے آنے کو تاخیر میں ڈال دیا۔ بادشاہ نے ناصر یادگار مرزا کو دیدیا اور خود سیوستان کی جانب متوجہ ہوا۔ اس سے شاہ حسین غم زدہ بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے میر فرخ ارغون و محمود و میر محمود سار بان و علی محمد کو کلاتش دستہ علی ارغون کو سیوستان کی محافظت و حراست پر تعین کیا۔ ان آدمیوں نے قلعہ جلد جاکر حوالی قلعہ کی عمارات و باغات کو ویران کیا۔ ۱۷۔ ماہ رجب ۹۱۳ھ کو بادشاہ سیوستان میں آیا۔ یہاں اوسکے لشکر میں غلہ کی عسرت کم ہوئی۔ بادشاہی لشکر نے قلعہ کو تنگ کیا۔ مرزا شاہ حسین ٹٹھہ سے موضع سن میں آیا۔ خندق اوسکے گرد کھودی اور بہت سی کشتیاں جمع کین اور یہاں اقامت اختیار کی میر ملیکہ ارغون کو سیوستان کے آدمیوں کی دلداری کے لئے بھیجا۔ میر ملیکہ و میر سلطان قلی بیگ اور ایک جماعت کے ساتھ سوار رات کو بادشاہ کے لشکر میں آن کر بازار کی جانب راست سے قلعہ میں چلے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ نقب لگائیں۔ اس کام کے کاریگروں نے نقب لگاکر کے برج دیوار کو اڑایا۔ میر فرخ نے فی الحال وہاں اندر کی دیوار کو اوٹھاکر توپیں لگائیں اور قلعہ میں پانی کے روئے نقب پر ایک حوض پانی سے بھر دیا۔ مخالفوں نے نقب میں آگ لگائی تو پانی نقب کے منہ سے جاری ہوگیا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ قلعہ مستحکم ہے اور آلات کشائش موجود نہیں سات مہینے محاصرہ میں لگ گئے اور کچھ نہیں ہوا۔ ہوا مخالف چلنے لگی پانی کی طغیانی ہوئی یادگار ناصر مرزا مخالف ہوکر لشکر بادشاہی سے جدا ہوگیا مرزا شاہ حسین نے غلہ کی آمد رستہ بند کردیا۔ سپاہیوں نے غلہ کی کمی اور پانی کی تنگی سے بھاگنا شروع کیا۔ اسکے پاس سے میر طاہر صدر و خواجہ غیاث الدین جامی و مولانا عبد الباقی و خواجہ عبد الواحد تاشکندی و مولانا مصلح الدین لاری یہ سب شاہ حسین پاس چلے گئے۔ مرزا شاہ حسین نے اس جماعت کو اعزاز کے ساتھ ٹٹھہ میں بھیجدیا۔ یادگار ناصر مرزا پاس میر بر کہ و مرزا احسن و قاسم حسین چلے گئے۔

مرزا ناصر یادگار حوالی بکر میں تھا۔ اوسکو غافل پاکر دو دفعہ اہل بکر نے اوپر حملہ کیا اور محمد علی خانہ بیگی و شیر دل بیگ اور ایک اور جماعت مجروح و مقتول ہوئی۔ قلعہ کی ہی ایک جماعت کثیر مجروح ہوئی اور بعض آدمی مقتول ہوئے۔ تیسری دفعہ اہل قلعہ نے دلیرانہ باہر نکل کر لہری کے کنارہ ایک زمین میں جنگ کی۔ اس مرتبہ مرزا خود سوار ہوا اور دست برد خوب کی مردم قلعہ بھاگ گئے بعض پانی میں خود چلے گئے۔ اور بعض کشتی میں سوار ہوئے کچھ مقتول ہوئے۔ انہیں ایام میں مرزا شاہ حسین نے بابر قلی مہردار کو مرزا یادگار ناصر پاس بھیجا اور سلسلہ مخالفت کو تحریک دی اور اظہار کیا کہ میں بڈھا ہوگیا ہوں اور فرزند نہیں رکھتا۔ اپنی بیٹی کی تم سے نسبت کرتا ہوں چند روز میری حیات کے باقی ہیں اور ایں امور سلطنت مجھ سے تعلق رکھتے ہیں میرے بعد تمہی تم ہو۔ بہت سے خزانے تمکو دونگا اور تمہارے ساتھ اتفاق کرکے ملک گجرات کو تسخیر کراؤنگا۔

غرض ایسے وعدوں سے مرزا یادگار ناصر مرزا کو شاہ حسین نے پرچایا۔ اوسنے بادشاہ سے مخالفت اختیار کی۔ بادشاہ نے لشکر کی عسرت کو دیکھکر بابا مرزا یادگار ناصر مرزا پاس دعوی بھیجکر بلوایا۔ مگر مرزا نے آنے کے بہانے تلاشے اور نہ آیا۔ جب بادشاہ کو یادگار ناصر مرزا کی مخالفت کی خبر ہوئی تو حوالی سیوستان سے فوراً بکر کو روانہ ہوا۔ اس اثنا میں قنبر بیگ ارغون بھاگ کر قلعہ سیوستان میں چلا گیا۔ اور چند اور آدمی بیوفائی کرکے لشکر سے جدا ہوگئے۔ بادشاہ لہری میں آکر کسی ضرورت کے سبب سے یادگار ناصر مرزا بادشاہ پاس آیا۔ کچھ غلہ بادشاہی سپاہیوں دیا۔ بے غلہ ہونے کے سبب سے بادشاہی لشکر کو بڑی تکلیف تھی۔ بادشاہ نے تردی کا دل ساتھہ الوس خاصہ کو سلطان محمود خاں کے پاس بھیجا۔ سلطان نے ان سب آدمیوں کو خلعت دیئے۔ اور ہر شخص کو غلہ وزر دیکر رخصت کیا۔ جب بادشاہ کا یہ پیغام سنا کہ لشکر میں غلہ کم آتا ہے مطبخ خاصہ کے خرچ کے لئے کچھ گیہوں و کچھ چاول بھیجدو تو اوسنے مرزا شاہ حسین کے امرا سے بادشاہ کی درخواست کو بیان کرکے اس سے مشورہ لیا۔ وہ کچھ کم غلہ بھیجنے کو کہتے تھے مگر اوسنے مطبخ کے خرچ کے واسطے سو خروار آرد و سو خروار گندم و سو خروار برنج و ماش و نخود اور اور غلوں کے بھیجدیئے۔ مگر کمی غلہ کے سبب سے لوگ ایسے متفرق ہوگئے تھے کہ کسی طریق سے

یہ فریق نہ جمع ہوئے۔ قلعہ مستحکم تھا۔ ہرچند محاصرہ میں سعی کی گئی مگر کارگر نہ ہوئی۔ ہم قلعہ میں تنگ
ہوئی۔ بادشاہ سندھ میں سب طرح مایوس تھا کہ اس حال میں مال دیو را جو دھرپور کا راجہ
یہ آئی کہ میں غالباً حضور کی بندگی و چاکری کے حلقہ کو کان میں ڈالتا ہوں مترصد ہوں کہ
بادشاہی کی سعادت پاؤں اگر بندگان عالی اس حوالی کو مشرف فرمائیں تو میں جیسا تیسا
راجپوتوں سے خدمتگاری بجالاؤں۔ اس عریضہ کے آنے سے بادشاہ نے ۱۲ محرم
۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء کو اوچہ کی طرف کوچ کیا۔ مرزا شاہ حسن جلد بکر میں آیا۔ مرزا یادگار ناصر مرزا یوں سے
سے مخالف ہوگیا تھا۔ بکر کی جانب کہ قندھار رویہ ہے گذرا اور اوسنے چند توپ و تفنگ
کہ ہمراہ تھے مرزا شاہ حسین کو حوالہ کئے۔ شاہ حسین ۲۴ محرم کو قلعہ بکر کے اندر گیا اور سلطان
محمود خاں پر عتاب کیا کہ کیوں غلہ کے ذخیرہ کو تلف کیا درویش محمد انبار دار سے حساب دہی
اور دار پر کھینچ دیا۔ ہمایوں چند روز بعد ماتیلہ میں آیا لشکر کے آدمی یہاں جمع ہوئے۔ اوائل
ربیع الاول میں ہمایوں اوچہ میں پہنچکر جودھپور کی طرف روانہ ہوا۔ ۸ ربیع الآخر کو بیکانیر میں آیا
بعض آدمی بادشاہی لشکر کے بیکانیر میں جاکر واپس آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ بیکانیر
کے آدمیوں سے کوئی بات کہ لائق ادب ہو نہیں سُنی۔ بادشاہ سے مندر بیگ کہ ہوشیار لوگ
میں تھا۔ مال دیو پاس بھیجا۔ فرمان عنایت آمیز صادر فرمایا۔ خود متواتر کوچ کئے۔ مندر بیگ جلد
پھر آیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مال دیو نے اخلاص کے مقدمات جھوٹے گھڑے ہیں بادشاہ
موضع پہلودی میں آیا جودھپور سے تیس کوس پر تھا تو بادشاہ کے جاسوس خبر لائے کہ مال دیو کا
غدر کا ارادہ ہے۔ شیر شاہ کے مواعید خداع آمیز اور اوسکے غلبہ کے سبب سے اوسنے لشکر تعین
کیا ہے کہ حضور کو سر راہ روک لے۔ یہ سُنکر بادشاہ نے مراجعت کی۔ راہ میں راجہ کے لشکروں کو
ہزیمت دی اور جمادی الاول ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء میں وہ امرکوٹ میں آیا۔ یہاں اکبر پیدا ہوا۔ جسکو یہ علی خبر لائی
کے اُترن کے کپڑوں کے کپڑے بناکے اول پہنائے گئے۔ امرکوٹ تنگ جگہ تھی اسلئے بادشاہ
سندھ کی جانب چلا اور جون میں آیا۔ یہ شہر دریائے سندھ کے کنارہ پر واقع ہے اور ملک سندھ میں باغوں اور
نہروں کی کثرت میں و فواکہ و انمار کی لطافت میں ممتاز ہے۔ جون سے باہر باغوں کے درمیان

بادشاہ نے اقامت کی۔ مرزا شاہ حسین بھی اس لشکر کی برابر دیا پڑاؤ کرکے خیمہ زن ہوا۔ اس
اثنا میں رانا ورسہ امرکوٹی نے دولت خواہی کی کہ چوسر دار اس نواح میں سے آکر بادشاہ پاس
آنے کے فرمان بھیجدیئے۔ اور لکھ دیا کہ دولت خواہی کے گرتبہ ہو کر قلعہ و ملک و چاپرپائے
بادشاہی لشکر میں لائیں۔ ان سرداروں نے یہ جواب دیا کہ مرزا شاہ حسین کا لشکر ہمارے نزدیک ہے
اگر ہم بادشاہ کے لشکر میں چلے آئیں گے تو ہمارے فرزندوں سے اعراض کریگا۔ اگر آزاد لشکر
بادشاہی ایک سرداروں کے ساتھ ہمارے فرزندوں کے پاس آجائے تو ہم بھی خدمت کو
ذمائے اسپر تقدیم کرسکتے ہیں رانا ورسہ نے یہ انکا پیغام بادشاہ سے عرض کردیا۔ بعض بادشاہ کے
ملازموں نے عرض کیا کہ تیموریہ الیت میں غلہ اور تمام اشیاء معاش بہم ہوئی ہیں۔ تھوڑی توجہ
میں وہ ہاتھ آسکتا ہے۔ بادشاہ نے ملی بیگ جلائر اولیش تیمور سلطان کو اس کام کے لئے بھیجا۔
مرزا شاہ حسین خبردار ہوا۔ مرزا عیسیٰ ترخاں کو اس کام کے لئے نامزد کیا وہ اس کام کے قبول
کرنے میں متردد ہوا۔ توسنی ساربان نے مرزا سے کہا کہ مرزا عیسیٰ خاں بادشاہ کے
مخلص دولت خواہوں میں سے یہ سُنکر مرزا شنکر ہوا اوسنے عیسیٰ خاں کو نہ بھیجا اوس سے بدگمان
ہوا اوس سے بے اتفاقی کرنے لگا۔ سلطان محمود خاں کو کہ کچھ دنوں سے بسبب بکر کے غلہ کے
تلف ہونے کے معرض عتاب میں تھا ایک گوشہ میں بٹھا تھا بلایا۔ اوسکی دلداری کی اور اس مہم
پر اوسکو نامزد کیا کہ طالبلوں ایک اور جماعت کو جو اس ناحیہ میں تھی لگکے لئے ساتھ لے۔ سلطان
محمود لشکر سندھ و سند و ہرات کو اپنے ساتھ متفق کرکے ان حدود میں چلا گیا۔ ناگاہ ایک شور کہ دونوں
لشکروں میں مٹ بھیڑ ہوئی تردی بیگ نے جو بادشاہی لشکر میں تھا جنگ میں پہلو تہی کی۔ اور شیخ
علی بیگ اپنے بیٹوں سمیت میدان جنگ میں ثابت قدم رہا اور مقتول ہوا۔ شیخ آج الدین لاری
بھی مجروح ہوا اور عالم بقا کو گیا ایشن تیمور سلطان زخمی ہوا اور اوسکا تغ سلطان محمود کے ہاتھ آیا۔
اور ایک اور جماعت نے بہادری کی ماری گئی۔ مرزا شاہ حسین کی طرف میر سید قاسم بیگ اڑ شید ہوا۔
اور بعض اور مقتول ہوئے۔ سید قاسم کا سر بادشاہ پاس بعض اوسکے ملازم لائے۔ رانا ورسہ سودہ
سنے اوسے لیکر اپنی خواہرزادی پاس کہ سید قاسم کی مکامی تھی بھیجا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱

میں واقع ہوا۔ بادشاہ نہایت مغموم ہوا۔ ۷ محرم ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کو بیرام خاں بادشاہ پاس آگیا۔ اس نے مصالحت کا پیغام دیا۔ مرزا شاہ حسین وارغونی مژدہ صلح سنکر نہایت خوش ہوئے اور اسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھے۔ انہوں نے طرح طرح کی معذرتیں کیں اور بادشاہ کے لئے پیشکش تیار کیا۔ اور سو ہزار مثقال نقد و تین سو شتر و تین سو گھوڑے بادشاہ پاس بھیجے۔ تقصیر کا کیا اور دریا کا پل باندھ دیا جسکی تاریخ بادشاہ نے صراط مستقیم کہی۔ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں بادشاہ جون سے پل پر عبور کیا۔ بہم مذکور کو قندہار کی طرف سفر کیا۔

بخشوے لنگاہ نے حوالی ملتان میں موضع حسن پور میں قلعہ بنایا۔ ملتان کو ویران کرکے آدمیوں کو اس قلعہ میں بسایا۔ اور ایک جمعیت بہم پہنچائی اور یہ خیالات دل میں جمائے کہ بلوچ و ناہر کو جو ہر جگہ فساد مچاتے تھے جمع کرکے بکر کو تسخیر کرلے۔ جاسوسوں کو خبر لانے کے واسطے بھیجا تھا۔ انھوں نے متواتر اوسکو خبر دی کہ شاہ حسین کے امرا ٹھٹہ کی جانب گئے ہیں قلعہ بکر خالی ہے اب اوسکے لے لینے کا یہی وقت ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اپنے جرار لشکر کو کشتیوں میں بٹھایا اور ایلغار کیا۔ پچاس کشتیاں آگے روانہ کیں کہ آدھی رات کو حوالی قلعہ میں پہنچکر صبح دوبارہ کو گھیر لیں اور سو نفر تبردار بھیجے کہ قلعہ کے دروازہ کو توڑ کر اندر جانے کے لئے راہ کھولیں۔ آدھی رات جمعہ جمادی الثانی ۹۵۰ھ کو یہ آدمی غل مچاتے ہوئے قلعہ کے دروازہ کے سامنے آئے۔ اور آگ لگاکر غل پکارہ مچایا۔ شہر کے آدمی اس غل سے بیخبر ہوئے۔ برج دوبارہ سے پتھر و تیر پھینکنے شروع کئے۔ سپاہ وہاں کم تھی سلطان محمود خاں کی والدہ نے فی الفور دروازہ قلعہ پر آنکر نواڑ اور بوریوں کو تیل میں تر کرکے اور اُن میں آگ لگاکر دشمن کے سروں پر پھینکنا شروع کیا جب بخشو لنگاہ کے آدمیوں میں آگ لگی تو وہ ہراساں ہوکر کشتیوں میں چلے گئے اسکے بعد میر غانی ترخانی حمزہ بیگ و قاضی عیسیٰ ولد قاضی فضیل نے خوب کوشش کی اور جو دشمن آگے بڑھ آئے تھے کچھ آگ میں جلے کچھ پانی میں ڈوبے کچھ باہر بھاگ گئے۔ وقت چاشت بخشو لنگاہ نقارہ بجاتا ہوا آیا۔ اس خیال سے کہ اسکو یقین تھا کہ میرے آدمیوں نے قلعہ فتح کرلیا ہوگا جب قلعہ کے نزدیک پہنچا تو قلعہ کے

دروازہ پر سے تیر و تفنگ نے آکر اس کا مزاج پوچھا تو اُس کو معلوم ہوا کہ اُس کے آدمیوں نے کچھ کام نہیں کیا لہری کی طرف چلا گیا۔ جب یہ خبر مرزا شاہ حسین کو پہونچی تو اُس نے شاہ محمود ارغون کو بکر کی حراست کے لئے متعین کیا۔ قاضی قضین و سادہ کو ہمراہ کیا یہ واقعہ ۴ جمادی الثانی ۹۵۰ھ کا ہے۔

۹۵۱ھ میں مرزا کامران نے اپنے آدمیوں کو بھیجکر مرزا شاہ حسین کی بیٹی سے عقد کرنے کی درخواست کی تھی مرزا شاہ حسین نے یہ درخواست اُس کی قبول کی جب ہمایوں نے کابل پر حملہ کیا اور مرزا کامران اُس سے نہ لڑسکا تو وہ ہزارہ کی راہ سے سندھ میں آیا۔ مرزا شاہ حسین نے اُس کو بہت سے تحائف دیئے اپنی بیٹی چوچک بیگم کا مرزا سے تزوج کردیا مرزا کامران یہاں تین مہینے رہا پھر کابل کو گیا۔ مرزا شاہ حسین نے ایک ہزار سوار مسلح اُس کے ہمراہ کئے اور سامان اُس کا درست کیا۔ وہ غزنین گیا اور قلعہ غزنین کو تسخیر کرکے کابل کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس وقت ہمایوں بدخشاں کی طرف گیا ہوا تھا چھ مہینے بعد شاہ حسین کے سوار واپس آئے۔ ہمایوں مرزا کامران کو کابل کا نکال دیا وہ اسلام شاہ سے ملنے ہندوستان میں آیا۔ ۹۵۸ھ میں وہ بکر میں آیا۔ شاہ حسین میں مرزا شاہ حسین نے اُس کو رکھا اور پرگنہ پتورہ اُس کے خرچ مطبخ کے لئے مقرر کیا۔ آخر کار وہ اپنی بیوی چوچک بیگم کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ آخر زندگی میں مرزا شاہ حسین مرض قولنج میں مبتلا ہوا۔ اکثر اوباش و اراذل اُس کے محرم کار ہوئے۔ وہ روز بروز بڑھتے گئے۔ مظلوموں کے ساتھ تعدی و بے اندامی و بے حرمتی کرنے لگے ۹۶۰ھ کی ابتدا میں بلدہ ٹھٹہ عربی کاہی کو حوالہ ہوا اور رعایا کا اختیار اسمٰعیل سیارہ کو دیا گیا۔ اس سبب سے آدمی بایوں و غمگین ہوئے۔ کچھ دنوں متحیر رہے عربی کاہی کے بیٹوں نے ارغون و ترخاں کو خوب ستایا۔ ایک ضعیف ارغونیہ کو لات لگاکر اسقاط حمل کیا۔ اُس کی داد فریاد شاہ حسین سے ہوئی اول اُس نے سنا نہیں پھر جب اور زیادہ آدمیوں نے دہائی دی تو اُس نے حکم دیا کہ شیخ الاسلام میر بک پورانی شرع کے موافق فیصلہ کردے۔ مرزا شاہ حسین نے قلعہ نصرت آباد کی حراست شہزادہ فرخ کو کر زر خرید غلام و معتمد تے تفویض کی۔ خود بکر کو گیا۔ اور بالغ پر کو کہیں ۵ روز رہا مگر

کو قلعہ بکر کے اندر آیا۔ اوائل مرزا کے ایسے مخصوص ہو گئے تھے کہ اُس سے خلقت کو بہت شکایت تھی اس لئے عمائد نے ایک جگہ جمع ہو کر یہ ارادہ کیا کہ کیا چلا وطن ہو جائے یا ان اوائل کا کچھ تدارک کیجئے۔ مرزا شاہ حسین مفلوج ہو گیا ہے۔ تخت روان پر سوار ہوتا ہے اس کو قلعہ میں لگا رہنے دو۔ ان اوائل کو مار ڈالنا چاہئے۔ میر جانی ترخان نے کہا کہ مرزا شاہ حسین آفتاب سر کوہ ہے پھر نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آخر عمر میں ہم اپنے تئیں بدنام کریں۔ جہاں اتنے دنوں تکلیف اٹھائی کچھ دنوں اور مصیبت کو اٹھائیں اور دیکھیں کہ پردہ تقدیر سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ کچھ دنوں مرزا شاہ حسین کے دیوان خانہ پر اس کے شاگرد پیشہ کے آدمیوں کے قتل کے لئے اور اوائل کو شاہ حسین کشتی میں بیٹھ کر باغ میں چلا گیا تھا اور وہاں سے تین روز بعد ٹھٹھہ کی طرف چلا۔ میر شاہ محمود رحون نے کہ بکر کا حاکم تھا سرکشی کا مستقل ارادہ کیا اور بلوچوں کو جمع کیا۔ اس اثنا میں والدہ سلطان محمود خاں نے کہ بڑی دانا عورت تھی اس بغاوت کے قضیہ کو سنا تو اس نے میر ملک محمد و میر لطفی کو بادرہ و ماتیلہ سے بلایا وہ جلد قلعہ بکر میں آئے مہر علی اور تمام اوباش اس کے مجتمع ہوئے اور مردم کتوال کو کہ میر شاہ محمود کے پاس آئے تھے تہدید و توبیخ کی۔ وہ سب متفرق ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ حقایق احوال کو مرزا شاہ حسین سے عرض کیا۔ مرزا شاہ حسین نے حمزہ بیگ و درویش محمد و شیر محمد کو بکر میں بھیجا۔ میر شاہ محمود کو طلب کیا اُس کو سوائے جانے کے کچھ اور علاج نہ بن پڑا۔ قصبہ سن میں مرزا شاہ حسین سے ملا۔ اُس پر مرزا نے عنایت کی ان دنوں میں سلطان محمود خاں سیوی میں تھا۔ جب اُس کو میر شاہ محمود کی تمرد کی خبر پہونچی تو اُس نے چاہا کہ ایلغار کر کے بکر جائے کیونکہ اُس کی والدہ و اوباش بکر میں تھے وہ سیوی سے چند منزل چلا تھا کہ کنجاوہ کے حوالی میں اُس کی والدہ کا مکتوب اُس کو ملا جس میں لکھا تھا میر شاہ محمود نے بغاوت کا ارادہ کیا تھا پہلے اس سے کہ وہ کوئی کام کرے آ کر مرزا شاہ حسین پاس جانا اور رہنا پڑا۔ اب بیتاتم خاطر جمع ہو کر اپنی مہمات ضروری میں مشغول ہو۔ سلطان محمود خاں نے مراجعت کا ارادہ کیا مگر لوگ اُس کو کہ سن کر بکر میں لے آئے۔ مگر بکر میں آنے سے پہلے مرزا شاہ حسین نے بکر کی حکومت میر ملک محمد و میر لطفی کو دیدی تھی جب

یہ فرمان سلطان محمود خاں پاس آیا تو نقاہا ہوا اور ایسا پیچ و تاب میں آیا کہ مرض اسہال و ہوی میں مبتلا ہوا جب میر ملک لطفی کو حکومت میں شرکت رکھتے تھے پرگنات کو تقسیم کرنے لگے تو سلطان محمود خاں نے ان پاس آدمی بھیجا کہ میں ہی قلعہ میں ہوں مجھے آپ فراموش نہیں کیجئے گا اس بات کہنے ہی میر ملک محمد نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ قلعہ کی کنجیاں سلطان محمود خاں کے آدمیوں کو دیدو میر لطفی نے کہا کہ ایسی خفت نہ اختیار کرو اور حکم کے تابع رہو۔ میر ملک محمد مرد عاقل تھا۔ میر لطفی کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کنجیوں کو بھجوا دیا۔ محرم ۹۶۲ھ میں ٹھٹھہ میں ارغون و ترخان کے آدمیوں نے جمع ہو کر مرزا عیسیٰ کو اپنا سردار بنایا اور مرزا شاہ حسین سے روگردانی کی۔ عرلی کاہی و شیب رفیق جو مرزا کے بڑے رفیق تھے مار ڈالا۔ ماہ بیگم کو کہ مرزا شاہ حسین کی حرم تھی قید کر کے خزانے پر اور بہت سا روپیہ سپاہیوں کو دیدیا اور مرزا شاہ حسین نے شاہ محمود کو ٹھٹھہ کی حکومت پر مقرر کیا تھا۔ ابھی وہ ٹھٹھہ میں آیا نہ تھا کہ لوگوں نے مرزا عیسیٰ سے بیعت کر لی۔ میر شاہ محمود کو بھی مجبوراً مرزا عیسیٰ کے ملازموں میں داخل ہونا پڑا۔ اس خبر سے مرزا شاہ حسین ایسا خفا ہوا کہ سلطان محمود پاس آدمی بھیجا کہ ارغون اور ترخان کے جتنے آدمی بکر میں ہوں اُن کو گرفتار کر کے سامنے لائے۔ ان دنوں میں کہ مرزا شاہ حسین مفلوج ہوا تھا اکثر اس کا کاخ دماغ حرارت شراب سے گرم رہتا تھا۔ حق ناحق اُس نے ارغونوں اور ترخانوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بکر کا فرمان بابات سلطان محمود خاں کے نام صادر کیا اور حکم دیا کہ ارغونوں اور ترخانوں کو مار ڈالے۔ محمود خاں نے فرمان مذکور اپنی والدہ کو دکھائے اُس نے کہا کہ بکر کی حکومت مبارک ہو مگر ان آدمیوں کے قتل میں تعجیل نہ کرنا۔ ان آدمیوں کو مقید و محبوس کر کے مرزا پاس پہنچا دینا۔ مرزا کی جو رائے ہوگی وہ ان کا حال کریگا۔ سلطان محمود نے میر جانی و ترخان و امیر ترخان و حمزہ بیگ و مراد حسین بیگ کو مع ایک جماعت کے بکر میں اور اپنے ساتھ لیا۔ یار محمد کوتوال کو کہ میر شاہ محمود کی مخالفت کا باعث ہوا تھا قتل کیا۔ اول دو تین قضیوں کو اور بھیجے۔ آدمی مرزا کے قلعہ کے اندر رہتے تھے باہر بھیجدیا۔ قلعہ کو اپنی والدہ اور اپنی آدمیوں کو سپرد کر کے مرزا کی ملازمت میں جلد جانے کا عازم ہوا۔ ۲۰ محرم ۹۶۲ھ کو مرزا کی خدمت میں وہ آیا اور اپنی جمعیت کو مرزا کو دکھلایا۔ مرزا اُسے دیکھکر بہت خوش ہوا اور محاربہ و مقاتلہ کے لئے تشنہ

روانہ ہوا۔ موضع شاہ پارہ میں مرزا عیسیٰ اور سلطان محمود خاں کے لشکروں میں
مرزا عیسیٰ ترخاں اور میر کرک ارغون نے سلطان محمود خاں پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ
اس ملامت کو اختیار کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قتل ہوتی ہے بہتر ہوگا کہ آدمی رات کو
دونوں کی ملاقات ہو۔ اول ایک نے دوسرے کو ملامت کی اور بہت گفت و شنید کے بعد
ملاقات ہوئی اور یہ فیصلہ ٹھیرا کہ مرزا شاہ حسین چند روزہ مہمان ہے مصالحہ کا طریقہ اختیار کرنا
چاہیئے اس کے بعد میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جس طرح صلاح ہو اتفاق کر کے
مملکت کی ریاست کو تقسیم کر لینا ابھی اس بات کی ملاقات کا حال شایع نہیں ہوا تھا کہ بعض کو بدیشہ
و امیر ابو الخیر ایک جماعت سودہ وغیرہ کی لیکر گذر پر پار پر گئے تو وہاں چوکی کے آدمیوں سے جنگ
محمد کوکہ و ایل قلی دیوانہ و مردم بلوچ کے ساتھ محاربہ صعب رونما ہوا۔ مرزا عیسیٰ کے بہت آدمی قتل
ہوئے۔ جب ان آدمیوں کے سر مرزا شاہ حسین کو دکھلائے گئے ان میں چند سر مغلوں کے بھی تھے
جن کو مرزا دیکھتے ہی رونے لگا۔ سلطان محمود خاں نے دوزانو بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر اس جانب
سے آدمی مارے جاتے ہیں تو آپ روتے ہیں اگر اُس جانب سے آدمی مارے جاتے ہیں تو آپ
گریہ کرتے ہیں ہم کیا کریں اس اثنا میں شیخ عبد الوہاب اور مرزا قاسم بیگ بکدر و دیان مرزا
اور مرزا عیسیٰ ترخاں کی تقصیرات کا عذر کیا سلطان محمود اور میر شاہ محمود و میر شاہ حسین کو
نے عرض کیا کہ مرزا عیسیٰ اپنے افعال سے منفعل ہے اور مردم ارغون نے جو مرزا کے خواص
سے بے ادبی کی ہے وہ شرمندہ ہیں اگر ان کی تقصیرات عفو ہو جائیں اور ترخانی جو مجوس ہیں تذبذب
جائیں تو ہم سب امیدوار خدمت ہیں یہ تقریر مرزا اُس پر راضی ہو گیا۔ مرزا عیسیٰ نے ماہ بیگم کو
اُس کی خواصوں کے رخصت دی اور سب کو لشکر میں مرزا کے پہنچا دیا۔ یہ واقع ماہ صفر سنہ مذکور میں
واقع ہوا۔ شیخ عبد الوہاب پورانی و مرزا قاسم بیگ نے ترخانی آدمیوں کا گناہ معاف کرا کے غصہ میں
اور دوسرے مہینہ میں مرزا عیسیٰ ترخاں و مرزا سلطان محمود خاں کی ملاقات ہوئی۔ ہر ایک نے قرآن
مجید پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیماں کیا کہ آپس میں کمال وفاق کر کے نفاق سے اجتناب کریں اور جس وقت
کہ مرزا شاہ حسین اہل طبی سے اس دار فنا سے دار بقا میں جائے ولایت سند کو آپس میں بانٹ لیں۔ اگر

سے بالاتر تک سلطان محمود سے تعلق رکھے اور کوئی کسی اس جانب کا تعرض مرزا عیسیٰ ترخان سے نہ
نقض بعہد و پیمان تحریر میں آئے اور اس عہد نامہ پر ان کی مہریں لگیں اور اکابر کی مہروں سے مزین
ہو کر آپس میں بابغلگیر ہوئے اور رخصت ہوئے طرفین سے ایک جماعت کی آمد و شد رہنے لگی
کہیں سے کلفت اور منازعت رفع ہو دوسرے دن میر قاسم بیگ ملازمت میں گیا محمد صالح ترخان سے
مرزا عیسیٰ ترخاں کو مع ایک جماعت کے مرزا شاہ حسین کی خدمت میں لیا اور محمد صالح نے قلعہ پیکلی
کی اور اس جانب سے شیخ عبد الوہاب امیر سلطان براہ سلطان محمود خاں کو شہر میں لایا مرزا عیسیٰ سے
کرائی۔ مرزا شاہ حسین محمد صالح کو اسپ و خلعت فاخرہ عنایت کیا اور رخصت کیا۔ قلعہ کی جوزی مع
خلعت فاخرہ کے مرزا عیسیٰ پاس بھیجی اور دوسرے روز سلطان محمود خاں کو تمن و توغ عنایت کیا
اور اپنی عساکر کو سپرد کی اور مرزا کا مرض بڑھتا گیا اور وہ شنبہ ۱۴ ربیع الاول سنہ کو انتقال کیا۔
سلطان محمود نے مرزا کے پاؤں کو بوسہ دیا اور رویا اور کہا کہ مرزا قاسم تم میرے گواہ رہنا
عزوجل کے روبرو رہنا کہ میں نے آخر تک مخالفت نہیں کی اور حال یہ کی اس وجہ سے اس کے بیٹے
ہوں۔ یہ سعادت میرے سوائے کسی کو نہیں میسر ہوئی۔ شیخ عبد الوہاب تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔
اور سلطان محمود خان ماہ بیگم پاس گیا اور اُس سے کہا کہ کہیں۔ ارغون و ترخان آپ کی وجہ سے
ڈالیں۔ آپ بکر چلے اور مرزا کی نعش کو بھی بکر لے چلے۔ ماہ بیگم نے کہا کہ مرزا کی نعش ہرگز جائیگی
شاہ بیگ کے پاس دفن ہوگی۔ وہ ماہ شنبہ سے قریب اور ہرگے بعید ہے۔ جب ماہ بیگم نے نہ
کر دیا۔ مرزا کی نعش اول شنبہ میں مدفون ہوئی پھر اُس کی نعش کو سغد میں جا کر اپنے کی جس میں
دفن ہوئی۔ جب مرزا عیسیٰ کو شنبہ میں مرزا شاہ حسین کے مرنے کی خبر ہوئی تو وہ جمعیت تمام سوار
ہو کر سلطان محمود کے قریب آیا۔ کوس کی آواز طرفین سننے تھے سلطان محمود خان نے لشکر کو
کوچ آہستہ کر کے وہ آدمی مرزا عیسیٰ پاس بھیجے کہ آپ کی عرض آنے سے کیا ہے اگر لڑنے کا قصد
تو اطلاع کرو تا کہ میدان مجادلہ و محاربہ آراستہ ہو۔ مرزا عیسیٰ نے جواب بھیجا کہ میں اس تقریب سے
یہاں آیا ہوں میں سنتا تھا کہ ماہ بیگم مرزا مرحوم کے جنازہ کو ہرگ کو لے جاتی ہے شنبہ میں مرزا کا جنازہ
اُسنے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ جنازہ کو بیگم شنبہ لے جاتی ہے۔ اب آپ خاطر جمع

سے عازم بکر ہوئے سلطان محمود خاں بہت جلد سیوستان میں آیا میر شاہ مسعود و میر شاہ حسین بکر کو
و امیر ابوالخیر و میر حمید ساربان و خواجہ باقی اور ایک اور جماعت اس دفعہ سے گزر کر
اور بکر پر سلطان محمود خان متصرف ہوئے ہیں۔ ہم سیوستان پر متصرف ہوں قلعہ سیوستان
دبا بیٹھے۔ ہر چند سلطان محمود خان نے مبالغہ کیا کہ قلعہ اُس کے حوالہ کریں مگر وہ اپنے
کہ اس کو قلعہ نہ دیا۔ اُس نے امیر ابوالخیر و عبدالمجید کو طلب کر کے بکر کی جانب عزیمت کی مرزا عیسیٰ
پیچھے کوچ بکوچ چلا آتا تھا۔ جب موالی قلعہ سیوستان میں آیا اور اُسے معلوم ہوا کہ اہل قلعہ
سلطان محمود خاں کو یہ قلعہ نہیں حوالہ کیا تو اُس نے اپنے بیٹے محمد صالح کو ایک جماعت کثیر کے
ساتھ محاصرہ کے لئے بھیجا اور پیچھے آپ آیا۔ اہل حصار پر کار و شوار ہوا۔ وہ امان طلب کر کے
آئے۔ قلعہ سیوستان مرزا علی کے تصرف میں آیا۔ قلعہ کے سردار ایسے منفعل ہوئے کہ یہاں
نہ آئے حج کو چلے گئے اور پھر ہندوستان میں آ کر منعم خاں کے نوکر ہوئے۔

مرزا شاہ حسین شجاع تھا۔ صغر سن سے آوان مرض تک کل لڑائیوں میں فتحمند ہوا۔ ۱۰۱۱ھ
اُس کی ۵۹۶ھ کو ہوئی جب اسکی ۶۶ سال کی عمر ہوئی۔ ابتدا شعور سے علم کی تحصیل سے مشغول رہا
تھا طبیعت اُس کی بلند تھی ہمیشہ استفادہ علوم میں مصروف رہتا۔ علم منقول و معقول میں صاحب
تھی اشعار خوب سمجھتا تھا اور کبھی کبھی کہتا تھا۔ شرع شریف کے موافق سب قضیوں کا فیصلہ کرتا تھا
سادات و مشایخ و علماء کی رعایت و ادب و تعظیم کرتا تھا۔ اس طائفہ کے اوراد و وظائف میں
کرتا تھا۔ ملک کو ضبط و ربط خوب کرتا تھا۔ قوی کا ہاتھ ضعیف پر کوتاہ کرتا تھا۔ کسی پر ظلم کا روا نہ
سیاست ملکی خوب کرتا تھا۔ ۴۴ سال حکومت کی۔ اوائل حال میں قندہار میں بابر بادشاہ کی خدمت میں
رہ کر آداب و قواعد سلطنت کو سیکھا تھا۔ ساری عمر میں دو نکاح کئے۔ ایک ماہ بیگم اپنے سگے چچا مرزا
کی بیٹی سے جس سے بیٹی چوچک بیگم پیدا ہوئی اور مرزا کامران سے بیاہی گئی۔ دوسری بیوی گلرخ بیگم
بیٹی امیر خلیفہ کی کہ محب علی خاں کی بہن تھی۔ ان دونوں میں سماگ نہ ہوا۔ دوسرے برس بیگم چل بسی
گئی اور وہیں مرگئی۔

مرزا عیسیٰ ترخاں ولد عبدالعلی ترخاں کو لڑکپن سے مرزا شاہ بیگ نے تربیت و تعلیم کیا تھا اور

اُس کے امراء عالی میں سے ایک تھا۔ اس کے عہد میں جو اُس نے کار نمایاں کئے اُن کا بیان اوپر ہو چکا
ہے۔ جب مرزا شاہ حسین کا اوائل جمادی الاول ۹۶۲ھ میں انتقال ہوا تو مرزا عیسیٰ نے مسند حکومت
پر جلوس کیا۔ مردم ارغون اور ترخاں نے اطاعت کی۔ مرزا عیسیٰ میں صفات حمیدہ بہت تھیں۔
ہمیشہ وہ سپاہ اور رعیت کے ساتھ ملائمت کرتا اور ہر شخص کے لائق رعایت کرتا۔ ایک سال کی مدت
گذرنے کے بعد امراء ارغونیہ کی ترغیب و تحریص سے اُس نے سلطان محمود خان سے مخالفت
کی اور جمعیت کو لیکر بکر کی حوالی میں آیا۔ اوائل ربیع الثانی ۹۶۳ھ میں بکر کے محاذی اترا۔ پندرہ
روز تک لڑائی رہی۔ سلطان محمود قلعہ کے اندر متحصن رہا۔ ایک دو دفعہ دونوں میں محاربہ مغالبہ
کا اتفاق ہوا۔ اس اثنار میں مرزا عیسیٰ نے گودے فرنگیوں (پرتگیزوں) کو امداد کے لئے طلب
کیا تھا وہ بلدہ ٹھٹہ میں آئے۔ جمعہ کا جامع میں سب اونی واعظی گئے ہوئے تھے شہر
کو انہوں نے خالی دیکھا۔ مسجد و شہر کے کوچوں میں پہنچ۔ دو بجا کر آگ لگا دی اور شہر کے اطراف
و جوانب میں بھی آگ لگا دی مسجد کے اکثر آدمیوں کو مقتول کیا۔ بہت اہل شہر کو جلایا۔ سب مال
اسباب لوٹ کر لیگئے۔ مرزا عیسیٰ کو جب یہ خبر پہونچی تو فوراً اُس نے مراجعت کی سلطان محمود خان
اُس کے تعاقب میں سیوستان تک آیا۔ اس نواح کی اکثر فصل ربیع پامال ہوئی۔ ہمراہیوں میں
میں عہد تازہ کی تجدید ہوئی۔ سلطان محمود خان نے بکر کو معاودت کی۔

۹۷۰ھ میں مرزا عیسیٰ کے دو بیٹوں محمد باقی اور محمد صالح ترخاں کے درمیان مخالفت
ہوئی۔ مرزا عیسیٰ نے مرزا صالح خاں کی جانب داری کی۔ بعد جنگ و جدال کے مرزا محمد باقی
شکست پائی ڈنکہ کی جانب چلا گیا۔ یہ قوم سودہ کا مسکن تھا۔ مردم ارغون کی ایک جماعت نے
اُس کے ساتھ اتفاق کیا اور اُس کو امرکوٹ لے گئے اور مرزا محمد باقی جیسلمیر کی راہ سے کرمتا با
اور سلطان محمود خاں سے ملاقات کی۔ خان نے اس کو اپنی آغوش مہربانی میں لیا۔ ایک سال تعیم
لشکر میں اُس کی نگاہبانی کی اور رعایت اس کے حال پر واجبی کر کے اُس کے ساتھ کمال مروت
کی۔ مرزا عیسیٰ نے محمد صالح کی خاطر جوئی کے سبب مرزا محمد باقی کی اولاد کو بھی بکر میں بلا بھیجا۔ ہر چند
مرزا محمد باقی نے سعی کی کہ ہند کا عازم ہو مگر سلطان محمود نے اُسے نہیں جانے دیا اُس کو تون

تاکہ مبادا ہند سے ان حدود میں لشکر آئے گا تو اول بکر میں آئے گا اور اُس کو تکلیف نہ ہوگی
۹۶۳ھ میں مرزا صالح ترخان کو کہ شجاعوں کا سردار تھا اور اکثر جنگ و کارزار میں کارہائے
نمایاں کرکے فتوح حاصل کرتا تھا اور مرزا کامران کے اکثر لوگ کہ اُس کی ملازمت میں
ایک بلوچی نے مار ڈالا جس کے باپ کو اُس نے مارا تھا۔ سلطان محمود نے مرزا عیسیٰ سے
کے گناہ معاف کرانے کی درخواست کی اور مرزا عیسیٰ نے بھی اُس پر التفات کیا اور شیخ محمد
پورانی اور میر یار محمد ترخان کو کہ مرزا عیسیٰ کا خواہر زادہ تھا بہ رسم رسالت سلطان محمود خان
پاس بھیجا اور شکرگذاری اور منت داری کا اظہار کیا اور اپنے فرزند کے بھیجنے کی
کی۔ سلطان محمود خاں نے محمد باقی کے لئے سامان سفر کرکے باپ کی ملاقات
کے لئے بھیجدیا۔ مرزا عیسیٰ نے سیوستان اُس کی جاگیر مقرر کرکے رخصت کردیا۔ جب
وہ سیوستان میں آیا تو مردم ارغون نے مرزا عیسیٰ سے سرکشی اور مخالفت و منازعت
مستعد ہوئے۔ مرزا عیسیٰ کے آدمیوں نے صلح کا نقارہ بجایا۔ مگر جس وقت مردم ارغون
سے اُترتے تھے اُن پر اُنھوں نے آتش باری کی۔ بہت سے آدمی اس طرح تلف ہوگئے اور
مردم ارغون شکست پاکر سلطان محمود خاں کی خدمت میں گئے اور حقیقت حال کو عرض کیا
اوائل حال میں سلطان محمود خاں نے ان آدمیوں کو قید کیا۔ پھر اپنی اولاد کی استصواب سے
اُن آدمیوں کو قید سے نکال کر دلداری کی اور اُن میں سے ہر ایک کو خلعت اور اسپ
اپنے ملازموں کی ایک جماعت کے ساتھ اُسکو سیوستان بھیجدیا۔ سلطان محمود خاں کے آدمی
ارغونیوں سے اتفاق کرکے قلعہ سیوستان کا محاصرہ کیا اور ایک دو مرتبہ قلعہ کے اندر گھس گئے
مگر کچھ اور کام نہ کرسکے جب پانی کی طغیانی ہوئی تو مرزا عیسیٰ بہت سے غراب و جیبت کو
لایا اور ان سب آدمیوں کو لیجا کر دیا۔ موضع رقبان میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی اور
سلطان محمود خاں کے بہت آدمی مقتول ہوئے۔ مرزا عیسیٰ دربیلہ میں چلا آیا۔ سلطان محمود خاں
اپنے امرا اور آدمیوں کے ساتھ اُسکے قریب آیا۔ ایک قلعہ بناکر مراسم جنگ کا اقدام کیا۔ آخر کو شیخ بدھو اور
ماہ بیگم نے دونوں میں صلح کرادی۔ ایک ٹمنہ کو دوسرا بکر کو چلا گیا۔

۹۷۱ھ میں مرزا عیسیٰ اپنی اہل تعیشی سے مرگیا۔ جس وقت مرنے کو تھا تو وہ اپنا دل محمد چوتھے
بیٹے جان بابا ترخان کو کرنا چاہتا تھا لیکن ماہ بیگم نے سعی کی کہ بڑا بیٹا محمد باقی ولیعہد ہو۔
مرزا عیسیٰ نے استغفار پڑھی اور بیگم سے کہا کہ وہ مرد ظالم عیبت ہے اسنے خلق خدا کو بہت
ایذا پہنچے گی۔ اور تو بھی اوسکے ہاتھ سے ماری جائیگی اور ارغون بھی ہلاک ہونگے۔ (ایسا ہی ہوا
مرزا عیسیٰ کی موت کو جب تک مرزا محمد باقی موضع ہوان سے ٹٹہ میں آیا مخفی رکھا جب
مرزا عیسیٰ کو اس مقبرہ میں کہ اوسنے اپنے باغ میں بنایا تھا دفن کیا۔ اور مرزا محمد باقی کو اوسکے
جانشین بنایا۔ امرا و ارغونیہ مثل مرزا ہاشم و میر کوچک وغیرہ کو اختیار و اقتدار امور سلطنت
میں تھا۔ مردم ارغونیہ بہت بے باک تھے اور بے اندامی بہت کرتے تھے۔ اوائل
سلطنت میں اس جماعت کی تادیب و تنبیہ کی گئی۔ چار پانچسو ارغونیہ آدمی قتل ہوئے۔
الکاخانان ویران ہوا۔ انکے عیال و اطفال کے لئے حکم ہوا کہ سندی و ماگر غارت و
تاراج کرکے جو چاہیں سو کریں۔ باقی سب جلا وطن ہوکر بکر میں آئے۔ محمد باقی کے اول
سال جلوس میں ناصید بیگم بنت ماہ بیگم ہندوستان سے اپنی والدہ کی ملاقات کو آئی تھی۔
سلطان محمود امرا و ارغون کی تحریص و ترغیب سے محمد باقی کے محاربہ کی طرف متوجہ ہوا۔
جب نصرپور میں آیا تو اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ حضرت خسنا و اکبر میں
شیخ فرید کی زیارت کو آیا ہے۔ اور مشایخ ملتان کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہے۔ سلطان محمود
خاں کو ایسا توہم ہوا کہ کشتیوں کو جلاکر کوچ در کوچ مراجعت کی مرزا جان بابا برادر محمد باقی
و مرزا شاہ مان داماد محمد باقی جو بڑا بہادر تھا اور باپ کی جانب سے سلطان علی برادر میر
ذوالنون ارغون سے نسب ملاتا تھا۔ دونو علم مخالفت بلند کرکے بکر میں آئے۔
سلطان محمود بطریق مہربانی اُنسے پیش آیا۔ ہر ایک کو خلعت و جنس خلعت و اسپ انعام دیا۔
اور جاگیر معین کی۔ جب ان آدمیوں نے مدد و کمک کی استدعا کی تو اُنکی التماس کو قبول
کرکے اکثر اپنے بہادر سپاہی ہمراہ کئے اور جب یہ لشکر حوالی ٹٹہ میں پہنچا تو مرزا محمد باقی
سے لشکر کے محاذی خندق کھودی۔ امرا و ارغون نے مخالفت کی اور مرزا جان بابا لشکر سے

جدا ہوگیا۔ سلطان خاں کے آدمیوں کو طغیانی آب کی تاب نہ ہوئی مراجعت کی۔

مرزا محمد باقی نے ناہید بیگم سے خصوصیت پیدا کی اور اوسکی لڑکی رابعہ بیگم سے نکاح کیا۔ میاں بیوی میں بڑا سلوک ہوا۔ اس لڑکی کا نکاح پہلے نجات خاں سے ہوا تھا مگر انمیں بدمزاجی سے تفریق ہوگئی تھی۔ جان بابا نے سمہ وسودہ کا لشکر جمع کرکے مرزا محمد باقی پر شب خون مارا اور کشتی میں رابعہ بیگم کو مار ڈالا۔ اس سے ایک سال بعد ناہید بیگم نے بندہستان جا بیاہ کیا۔

۹۱۳ھ میں مرزا باقی نے ناہید بیگم و ماہ بیگم کے ساتھ اپنی بیٹی کو اس نیت سے کہ اکبر شہنشاہ سے اسکا نکاح ہوجائے روانہ کیا اور بہت جہیز اور تحائف اوسکے ساتھ کئے۔ یادگار مسکین کو اسکا ہمراہ سپرد کیا۔ مرزا جان بابا نے یادگار مسکین اور بیگموں کو اپنے ساتھ کرلیا اور کہا کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ تم سندھ سے چلے آؤ۔ اور حکومت و ایالت بالاستقلال مرزا محمد باقی کرے۔ انہوں نے جہیز و پیشکش کو درہم برہم کردیا۔ سپاہ کو جمع کیا۔ اور مرزا محمد باقی سے لڑنے پر مستعد ہوئے۔ ماہ بیگم ہاتھی پر سوار ہوئی اور نیزہ ہاتھ میں لیا۔ میدان مقابلہ میں صفوف مقاتلہ کو آراستہ کیا تھوڑی دیر میں مرزا محمد باقی کی طرف فتح ہوئی اور ماہ بیگم کا لشکر منہزم ہوا اور یادگار مسکین مرزا جان بابا اول ہی حملہ میں دریائے شور کی طرف قوم مہر کے موطن کی طرف جائے۔

ماہ بیگم اسیر ہوئی ناہید بیگم بکر کی جانب چند آدمیوں کے ہمراہ چلی گئی۔ مرزا محمد باقی فتح کے خطہ میں آیا۔ یہاں سید علی کوکہ ٹھٹے کے مشائخ عظام میں سے تھے اور جنکو میں ڈال کر مرزا جان بابا و یادگار مسکین سے مصالحت کی اور پھر انکو قتل کر ڈالا۔ اسکے پرعتاب کرکے اسکو اپنے گھر میں مقید کیا۔ کہنا پینا یہانتک بند کیا کہ اوسنے زندگی کی تلخی سے رہائی پائی۔

اس وقت میں سلطان محمود خاں نے لشکر کے شہر ٹھٹہ کے مقابل آن ہیٹا۔ مرزا محمد باقی تو پہلے ہی اپنے دست و بازو کاٹ چکا تھا۔ تاب مقابلہ نہ لاسکا مگر اوسنے نوابوں کو کال کرکے اس دریا کے درمیان جو شہر و لشکر محمود خاں کے درمیان تھا جنگ جاہی قصد کیا اس اثنا میں اوسکے اور سلطان محمود خاں کے آدمیوں کے درمیان کئی دفعہ لڑائیاں

اس فرصت میں فقیر محمد ترخاں داماد مرزا عیسیٰ و سلطان محمد ترخاں مقتول ہوئے۔ جب سلطان محمود خاں موضع پرآمیں آیا تو اوسکو یہ خبر ملی کہ رسول محمد خاں کے بھائیوں نے قلعہ اوچہ کا محاصرہ کرکے قبضہ کرلیا ہے تو اوسنے اپنا یہاں رہنا مصلحت نہ جانا۔ بکر کی طرف مراجعت کی پھر مرزا محمد باقی نے چند سال بہ استقلال حکومت کی۔ ۹۱۶ھ میں اپنی لڑکی کو دوبارہ مع جہیز و پیش کش کے شیخ عبدالغفور بن شیخ عبدالوہاب سدوزائی کے ہمراہ شہنشاہ اکبر کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر غرقبول نہ حاصل ہوئی تو پھر وہ ٹھٹہ میں واپس آئی۔

مرزا محمد باقی نے اپنی زندگی کے آخر سالوں میں مروارغونیہ کو تربیت کیا اور اوسکو جو وہیت و بلاد میں متفرق و منتشر ہوگئے تھے جمع کیا۔ بعد حال سب پر عنایت کی خوف و جاگیریں مقرر کیں۔

۹۱۳ھ میں مرزا محمد باقی کو جنون ہوا اور خودکشی کا قصد کیا خنجر شمشیر سے اپنے تئیں زخمی کیا اور خدا کو جان سونپی۔ اوسکے مرنے سے ٹھٹہ میں امن و آرام کی صورت پیدا ہوئی۔ مرزا جانی بیگ اوسکا جانشین ہوا جسکا حال اقبال نامہ میں لکھا گیا۔ اسی کے عہد میں سلطنت جو ایک جداگانہ سلطنت تھی وہ اب سلطنت اکبری میں داخل ہوگئی۔

سلطان محمود خاں کے باپ دادا ملک اصفہان کے امرا میں سے تھے اور اس اوسکی ستنگ کی پٹھانی تھی اوسکی چودہ برس کی عمر تھی کہ شاہ بیگ کابلی منصور نفر ہوا اور جو قت کہ شاہ بیگ نے تسخیر سندھ کا عزم کیا تو اوسنے لڑائیوں میں بڑے بڑے کام کئے بلکہ اوپر بیان ہوا۔ جب شاہ بیگ قندہار کو چلا گیا تو اوسنے تھربکر کو باوجود صغرسنی کے نہایت مردانگی و دلاوری سے شاہ بیگ کی مراجعت تک اپنے قبضہ میں رکھا۔ شاہ بیگ کی وفات کے بعد شاہ حسین کے عہد میں بڑے بڑے کام کئے۔ ساکیرہ کی تاخت و تاراج میں بہت آدمی اوسنے قید کئے تھے اثنار راہ میں مخالفوں نے شب خون مارا اور اپنے آدمیوں کو خلاص کرلیا۔ اور اوسنے سلطان محمود خواب سے اوٹھا اور چادر سے منہ اوسکی دستار کھل گئی۔ اوسکا ایک سردار سلطان محمود کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا سردار اقبال مخالف کے ہاتھ میں تھا۔ یہ سر پر دستار کے پیچ لگاتا ہوا جگ مال کے قریب پہنچا تو کوئی جو یہ پاس نہ تھا۔ اوٹھا کر اوسکی آنکھوں پر ماری

اوسنے اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھے کہ وہ بچ کر باہر نکل گیا۔ رستہ میں نفیر پر فوج
نفیر بجانے کا حکم دیا۔ حسن علی پورانی نے اوسکو گھوڑا دیا تو وہ پھر جنگ پر مستعد ہوا۔ اور
مخالف اپنے قیدی اور مال لے گئے تھے پھر اوکو لے لیا۔ گجرات و کنگار کی محاصرہ میں
کام کئے۔ جب ہمایوں بادشاہ سندھ میں تشریف لایا تو قلعہ داری بڑی ہوشیاری کی
کی۔ کوٹ گڑھی میں لشکر شاہی سے صف آرا ہوا۔ شیخ علی بیگ جلائر اوسکے ہاتھ سے
قتل ہوا۔ سنہ ۹۵۰ میں مرزا شاہ حسین نے اوسکو ولایت سیوی کی حکومت تفویض کی۔
ان حدود میں بلوچوں کے بہت سے قلعے فتح کئے اور کوہستان میں سرکشوں کی گوشمالی
کی۔ جب مرزا شاہ حسین فالج میں گرفتار ہوا اور رفتار سے معذور تو اوسنے مرزا عیسیٰ ترخان
سے مصالحت کی جسکا اوپر ذکر ہوا۔ ولایت بکر میں اوسنے بلوچوں کی سرزنش کرکے
دنوں میں اوسکو آباد کیا۔ بہادر خاں و قیاخاں و یاقوت بیگ و شاہ بردی بیگ و مظفر خاں
و تہسون محمد خاں قندہار سے بکر میں آئے تو اونکی خوب ضیافت کی اور اونکا اسباب دیا
کرکے ہندوستان روانہ کیا۔ شاہ ابو المعانی کو مقید کرکے بکر میں لایا۔ اور سات مہینے قید رکھ
اور شہنشاہ اکبر کے حکم سے اوسکو ملتان کی راہ سے بھیجدیا۔

سنہ ۹۶۴ میں مرزا عیسیٰ خاں سے ہوا اس سے معاملات و مقدمات ہوئے وہ اوپر بیان
ہوئے۔ سنہ ۹۶۵ میں گوہر تاج خانم بنت شاہ بردی بیگ قرابت دار خان خانان بیرم خاں
سے بڑی دھوم دھام سے بیاہ کیا۔ اسی سال میں شاہ طہماسپ نے علم و نقارہ و توغ و
داغ سے اوسکو ممتاز و سرفراز کیا۔ سنہ ۹۶۵ میں ملا محب کو اوسنے شہنشاہ اکبر پاس ایلچی خا
کے بھیجا۔ اور بہت سے پرگنہ بلوچوں کے بادشاہ نے اوسکو جاگیر میں دیئے۔ سنہ ۹۶۹ میں
سلطان محمود خاں ناہر کی تنبیہ کے لئے سیتپور میں گیا یہاں کے قلعہ کا دو مہینے محاصرہ رکھا
اہل قلعہ جب تنگ ہوئے تو خواجہ کلاں و مولانا عبداللہ مفتی و میر بابا محمد صدر کی وساطت سے
ناہر گئے میں تلوار ڈالے ہوئے فصیل قلعہ پر آیا۔ عجز و انکسار کیا غرض چار لاکھ روپیہ پر صلح
ہوگئی۔ اسی سنہ میں اپنے بھائی امیر سلطان کو جس سے متوہم رہتا تھا ہندوستان بھیجدیا

سنہ مذکور میں جب اوسنے سنا کہ بیرام خان خانان مکہ کا عازم ہے۔ اور اسی راہ سے جائیگا تو
اوسنے چاہا کہ کوئی ہمایوں کو نہایت پسند آیا تھا اس خیال سے غایت کی کہ کہیں
بیرام خان کو وہ خوش نہ آئے۔ وہیں رہ پڑے بیرام خان کو بہیبت رشتہ زنی کے بن
طن سے جانے کا خیال ہوا تھا۔ مگر جب اوسنے سنا کہ باغ کو سلطان محمود نے غارت کیا
تو وہ گجرات سے گیا۔ سنہ ۹۶۸ میں شاہ طہماسپ نے خلعت فاخرہ بھیجا اوسنے بھی ایک سال بعد
پیشکش بھیجی تو سلطان نے اوسکو خطاب خاں اورغائی کا عنایت کیا۔ سنہ ۹۷۰ میں جشن سال
ما گیا۔ تو جو واقعات پیش آئے وہ اوپر بیان ہوئے۔ اوپر یہ بھی بیان ہوا کہ نائب بیگم کی
بیٹی رایحہ بیگم اوسکی زوجہ قتل ہوئی تھی۔ سلطان محمود خاں نے نائب بیگم سے کہا کہ اگر تم بابا
شاہی میرے نام لاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہو کر محمد باقی سے تمہارا انتقام بیرکسی کرکے کے
لے لونگا بیگم نے سلطان محمود خاں کے قول پر اعتماد کرکے بادشاہ سے درخواست کی اسنے
محب علی خاں و مجاہد خاں کو مصافات ملتان میں فتح پور و کہروڑ کا جاگیردار مقرر کرکے رخصت
کیا۔ ایک ارغونیوں کی جماعت محمد باقی کے ہاتھ سے تنگ ہو کر سلطان محمود خاں پاس آئی تھی
تھی۔ وہ اوسنے متوہم ہوا۔ اوسنے اوسکو پاپیادہ کرکے گھر سے نکال کر ہندوستان روانہ کیا۔
اثنائے راہ میں یہ جماعت محب علی خاں و مجاہد خاں و ناہید بیگم سے ملی۔ اونہوں نے اوسکو اوسکے
ہمراہ لے لیا۔ یہ خبر سلطان محمود خاں کو پہنچی تو وہ درہم برہم ہوا کہ جس جماعت کو میں نے
نکال دیا تھا۔ اوسکو اونہوں نے ہمراہ لیا۔ اس زمانہ میں محب علی خاں و مجاہد خاں و ناہید بیگم
کے مکاتیب سلطان محمود خاں پاس آئے کہ ہم آپ کے دعاگو کے بھروسہ پر گھر سے پاؤں
کوس پر آگئے ہیں۔ سلطان محمود نے غصہ میں آن کر ان خطوں کا جواب سخت لکھا۔ تو انہوں نے
ارغونیہ جماعت کو بلا کر مصلحت پوچھی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ انکی رائے یہ ہوئی کہ اشاہ ایران
اور بادشاہ پاس عرضداشت بھیجکر کمک مانگنی چاہیئے۔ انہیں دنوں میں فتح خاں اوزبک ایلچی
سے آتا تھا اس سے بھی مشورہ کیا تو اوسنے کہا کہ میں مسافر ہوں جو کہ تمہاری مصلحت ہو میں
اوسکا تابع ہوں جب اوس سے پوچھنے میں کہ رہا لحہ کیا تو اوسنے کہا کہ جسے کیا پوچھتے ہو۔

ہیں سپاہی ہوں۔ ایک جماعت کو میرے ہمراہ کرو میں آگے چلکر سلطان محمود کے لشکر
لڑتا ہوں اگر میں مارا جاؤں تو تم اُلٹے چلے جانا اور اگر فتح ہو تو مدعا حاصل ہے۔ مجاہد خاں
تھا۔ اوسنے کہا کہ یہ بات خوب سپاہیانہ کہی میں آگے ہوتا ہوں اسی طرح اور پچیس اشخاص
نے پیشقدمی کے لئے کہا تیس آدمی ہراول میں اور دو سو آدمی قول میں جمع ہوئے اور
سے کوچ کر کے ماتیلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلطان محمود خاں کا لشکر قریب دو ہزار سوار کے
قلعہ ماتیلہ میں تھا اور سلطان محمود کا غلام مبارک خاں اسکا سردار تھا۔ وہ قلعہ سے
آدمیوں کے ہراول سے لڑا اور شکست پاکر قلعہ ماتیلہ میں گھسا اور سلطان محمود کو احوال کی
بھیجی۔ سلطان محمود خاں نے زین العابدین سلطان کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ ماتیلہ
آدمیوں کی کمک کے لئے روانہ کیا جب بکر سے سلطان زین العابدین ۱۰ کوس پر پہنچا اسی شا
میں ابو الخیر کوکہ کہ سلطان محمود خاں کا خویش تھا اور جوانمرد شاہ ملتان سے آکر مجاہد خاں
سے مل گیا اور اوسنے اپنے سوار زین العابدین سے لڑنے کو بھیجے۔ لڑائیاں ہوئیں
طرح سے مجاہد خاں کو فتح ہوئی اور ماتیلہ کے آدمیوں کا دل ایسا شکستہ ہوا کہ مبارک خاں
نے امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا۔ صفر ۹۰۰ھ کو ماتیلہ پر مجاہد خاں قابض ہوا۔

۲۰۔ ماہ مذکور کو بکر میں مسند عالی اعتماد خاں سلطان محمود خاں کی بیٹی کو جسکی نسبت شہنشاہ اکبر سے ہوا
تھی لینے آیا۔ طرفین سے اس شادی کا سامان بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ ۱۵ رجب کو رخصتی
ہوئی۔ بادشاہ ناگور میں شکار کھیل رہا تھا۔ میر محمد خاں کو سردہی فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ
مارا گیا۔ اوسکی کمک کے لئے۔ سلطان محمود خاں نے پندرہ سو سوار مبارک خاں کی سرکردگی میں
آجکل سلطان کے کام کا سارا اختیار اسی کو تھا یہی لشکر مخالفوں سے مل گیا اور سلطان محمود کی تباہی کا سبب

جب سلطان زین العابدین اور نوروز خاں کہ عمائد ملک تھے سلطان محمود کی بیٹی کے ساتھ
شہنشاہ اکبر کے پاس روانہ ہوئے تو حکومت کے امور کا مدار مبارک خاں اور مالے بیگ اوغلی
کے اقتدار میں تھا۔ مبارک خاں کی زوجہ حاملہ تھی وہ بھی سلطان کی بیٹی کے ساتھ گئی تھی۔
بیگ اوغلی ہمیشہ شراب پیتا تھا اوسکے گرد اوباش جمع رہتے تھے۔ اونہوں نے اوسکو سمجھا کہ سلطان

سلطان محمود کا زوال و انتقال

بدحواس ہوگیا ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو پھر آپ ہی صاحب ملک و مال ہوں۔ یہ بات حرام اُسکے کہنے
میں آگیا۔ اور اپنے آقا کے قتل کے درپے ہوا۔ اور اوسکے ناز و نعم کو اپنے ساتھ متفق کرنے لگا
تھوڑے دنوں میں بھانڈا پھوٹ گیا اور سب جگہ اوسکی خبر ہوگئی تو بیگ اوغلی جاگ کر اور مبارک خاں کے
پاس چلا گیا اور اس سے جا کر کہا کہ سلطان محمود کا ارادہ میرے اور تیرے مارنے کا ہے بچو اپنی خبر
کی فکر کرنی چاہیے۔ مبارک خاں کا ارادہ ہوا کہ بادشاہ ہند یاس ناگور میں جاوں مگر یار لوگوں نے
سمجھایا کہ آپ سوار ہو کر بکر میں چلئے۔ وہاں سب آدمی آپ کے ساتھ متفق ہونے کو موجود ہیں
سلطان محمود خاں کو گھر میں بٹھانا اور عناں حکومت اپنے ہاتھ میں لینا۔ مبارک خاں دامن کی بو
دھوں کرتا ہوا لہری میں آیا۔ سپاہ کی صفیں جمائیں اور قلعہ بکر میں پرا جا۔ سلطان محمود خاں نے
مبارک خاں کو پروانہ لکھا کہ میں نے تجھے دو سو لاری کو مول لیکر اس اعلیٰ درجہ پر پہنچایا۔ اب تو نمک
حرام ہوگیا بہتر ہے کہ اپنی تقصیرات کا عذر کر۔ بیگ اوغلی نے اوسکا جواب نا ملائم لکھا۔

۲۰۔ رجب ۹۰۰ھ کو محب علی خاں و مجاہد خاں کے پاس بیگ اوغلی گیا اور اوسنے اپنی موافقت اور
سلطان سے مخالفت کا اظہار کیا۔ لشکر کے تمام آدمیوں کو بھر لیا۔ اس زمانہ میں نواب سید خاں قصبہ
ہری سے ایک توپ اندازہ کے فاصلہ پر آیا۔ مردم ارغون مبارک خاں و بیگ اوغلی کے خون
کے پیاسے تھے اونہوں نے محب علی و مجاہد خاں پر ظاہر کیا کہ مبارک خاں کو لانے کیلئے سید خاں
آیا ہے۔ اور آجکی رات کو وہ اس پاس جاگ جائیگا۔ پھر تمہارے معاملہ کی صورت کچھ اور
ہو جائیگی۔ اونہوں نے یہ سنکر مبارک خاں اور بیگ اوغلی کو پکڑ لیا۔ اور سارا مال اسباب اونکا
چھین لیا۔ بعد چند روز سعید خاں نے موضع کندران کو ویران کیا تو سلطان محمود خاں نے اس سے
آنے کا سبب پوچھا۔ اوسنے معذرت کی اور ملتان کو چلا گیا۔ اب مجاہد خاں کی شان و شوکت بڑی اور
استعداد محاربہ حاصل ہوئی۔ سلطان محمود خاں نے اپنے بھتیجے محمد قلی بیگ کو ایک جماعت کے
ساتھ شراب میں سوار کر اسکے جنگ کے لئے بھیجا۔ اتفاقاً اثنائے جنگ میں بارود خانہ میں
ایک شرارہ جا لگا جس سے بڑی آگ لگی۔ محمد قلی اور اور آدمی حریق و غریق ہو کر ہلاک ہوئے
پھر مجاہد خاں لشکر کی طرف گیا۔ بکر کے آدمی جہاں اُس سے لڑے شکست پائی۔ پھر وہاں سے

پُل باندھ کر سارا لشکر گذر گیا۔ ابتدا رجب سنہ ۹۰۰ سے رمضان سنہ ۹۰۲ تک سلطان محمود
مرض استسقا میں مبتلا تھا۔ دوا و علاج کچھ اثر نہ کرتا تھا۔ ناچار اوسنے شہنشاہ اکبر سے
کی کہ کوئی گماشتہ یہاں بھیجدیں کہ قلعہ میں اوسکو سپرد کردوں جب صاحب قلعہ
کام صعب ہوا۔ ان ایام میں میر ابوالخیر جسکی ہمشیر سلطان محمود خاں کی زوجہ تھی مع سوار
کنجاہ میں آگیا۔ مجاہد خاں اوسکے آنے سے ایسا متردد ہوا کہ اوسکے دفع کرنے کو قلعہ کی
مہم پر اہم جانا۔ اور اس طرف متوجہ ہوا اور محب علی خاں کو قلعہ بکر کے گرد چھوڑ گیا۔ اس
میں سلطان محمود کا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ اطبا نے اُس سے کہا کہ شراب آپکو
ہو گی مگر اوسنے کہا کہ شراب سے توبہ کئے ہوئے چالیس برس ہوئے اس حال میں کہ
پیونگا۔ غرض روز دوشنبہ ۸ صفر سنہ ۹۰۲ میں دنیا سے رحلت کی۔ جب محب علی خاں کو
خبر ہوئی تو اوسنے کشتیوں میں سوار ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔ مگر اہل قلعہ نے اوسکو ہٹا دیا اور اوسنے
و علما و مشایخ و اکابر نے قسم کھائی تھی کہ قلعہ محب علی خاں و مجاہد خاں کو نہیں دینگے۔ بلکہ
اکبر پاس سے جو گماشتہ آئیگا اوسے حوالہ کرینگے۔ خزانہ سے سپاہیوں کو تنخواہ دیگی۔
اور قلعہ داری میں کمال جان سپاری کی یہانتک کہ ۱۲ جمادی الاول سنہ ۹۰۲ کو گماشتہ شاہی
گیسو خاں بکر میں قلعہ سے دس کوس پر آیا۔ محب علی خاں نے غراب و کشتی بھیجی کہ اوسکے
اندر آنے کے مانع ہوں اور اوسکو لہری میں لائیں ملاقات کے بعد جو کچھ ہونا ہو وہ ہو۔
گیسو خاں قلعہ میں آگیا روز بروز کی مردگی میں تازہ جان پڑ گئی۔

سلطان محمود صفات متضاد کا جامع تھا۔ شجاعت و سخاوت دونوں رکھتا تھا۔ ساری
زندگی دولت و فراغت میں گذری۔ مردانگی و سخاوت کی داد دی۔ مشہور ہے کہ اوسکا مزاج
ایسا تیز تھا کہ جب غصہ میں آتا تو کسی طرح سے اوسکو وہ ضبط نہیں کر سکتا تھا خونریزی میں کچھ
لحاظ نہیں کرتا تھا تھوڑے توہم و بدگمانی میں جان و مال مردم کو تلف کر دیتا۔ اگرچہ خود ظلم
کرتا تھا۔ مگر اوروں کو ظلم نہیں کرنے دیتا تھا بسپاہ و رعایا ائمہ اوسکے عہد میں آسودہ حال
تھے ایک ہزار ایک قرآن کے ختم اوسنے پڑھے تھے شادیاں خوب کیں۔ سنہ ۸۶۰ میں پیدا ہوا تھا

عمر میں رحلت کی۔ دربہشت آسودا اوسکی تاریخ وفات ہے۔

تاریخ ملتان

ملتان ہندوستان کے پرانے شہروں میں سے ہے وہاں اسلام کا بیج محمد قاسم کے
زمانہ سے اول صدی کے آخر میں ہوا اور بعد ازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانہ تک ہمکو
کسی تاریخ میں درج نہیں تاریخ یمینی میں لکھا ہے کہ سلطان محمد غزنوی نے ملتان کو ہندو کے
ہاتھ سے نکالا اور مدتوں اوسکی اولاد کے تصرف میں رہا اور دولت غزنویہ کا تنزل ہوا تو پھر
قرامطہ کے ہاتھ میں ملتان آگیا۔ پھر ان قرامطہ سے سلطان معز الدین محمد سام کے ہاتھ میں آیا۔
سنہ ۷۴۳ھ تک سلاطین دہلی کے ہاتھ میں رہا۔ اس سنہ میں ہندوستان میں طوک طوائف شروع ہوئی تو ملتان
میں بھی جدا حاکم ہوا اور دہلی کے بادشاہوں کے ہاتھ سے اوسکی حکومت نکل گئی۔ اوسی خاندان
نے متواتر ملتان میں فرمانروائی کی۔

جب سنہ ۸۰۱ھ میں دار الملک دہلی کی فرمانروائی کی نوبت سلطان علاء الدین محمد شاہ بن فیروز
شاہ ابن مبارک شاہ بن خضر خاں پر پہنچی سپاہ مغل نے جو کابل غزنین قندہار میں بستی تھی
ملتان کو تاخت و تاراج کر کے زیر و زبر کیا اور حاکم کے وجود سے وہ خالی ہوا۔ ملتان کے
آدمیوں نے متفق ہو کر حاکم کی تجویز کا ارادہ کیا۔ شیخ یوسف قریشی کو سنہ ۸۰۱ھ میں بادشاہ
بنایا۔ اوسکو خانقاہ کی تولیت اور روضہ شیخ بہاء الدین زکریا کی مجاورت حوالہ تھی اور شیخ
بہاء الدین کی بزرگی سب کے نزدیک مسلم تھی۔ ملتان اوچہ اور اوسکے حوالی و حواشی کے
سکہ اور خطبہ پر شیخ یوسف کا خطبہ پڑھا گیا۔ اوس نے اوس صدود کے کل متوطنوں اور زمینداروں
پر لطف و احسان کر کے دلوں کو رام کیا۔ افغان بلکاوں کی جماعت کو رائے سہرہ سوار تھا اور
اس نواح میں قصبہ سوہی اوسکے تعلق میں تھا اوسنے شیخ یوسف سے پیغام دیا کہ ہم باپ دادا
کے وقت سے آپکے سلسلہ سے اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں عرض کرتا ہوں کہ ابدالی کی سلطنت
فترت و خلل سے پُر ہوا اور اس اثنا میں سلطان بہلول افغان نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر

مناسب یہ ہی کہ قوم لنگاہ کی خاطر کریں اور اوسکو اپنا لشکر بنائیں تاکہ کار کے وقت
کریں بالفعل اپنے عقیدہ کے استحکام کے لئے آپ کو دامادی میں قبول کرتا ہوں
نے اوسکو خوشی خوشی قبول کر لیا۔ اور دختر رائے سہرہ سے برسم سلاطین نکاح کیا اور
کبھی اپنی بیٹی سے ملنے خفیہ سوئی سے ملتان میں آتا تھا۔ اور شیخ کی خدمت میں
کرتا تھا۔ شیخ اعتیاط یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ رائے شہر ملتان میں سکونت اختیار کرے اور
آتا شہر سے باہر اُترتا۔ اور بیٹی کو تنہا دیکھنے آتا۔ ایک دفعہ اوسنے اپنے سب آدمیوں
کیا۔ اور اُنکو ساتھ لیکر ملتان میں آیا اور یہ نیت کی کہ کسی طرح مکر و حیلہ سے شیخ کو پکڑ کے
حاکم ملتان ہو جائے۔ جب وہ نواح ملتان میں آیا تو اوسنے شیخ قریشی کو کہلا بھیجا کہ
کل قوم لنگاہ کو اپنے ہمراہ لایا ہوں تاکہ اوسکی جمعیت کا آپ ملاحظہ کر کے اوسکے لائق خدمت
تجویز کر دیں شیخ حیلہ دہ ہزاروں زمانہ سے غافل تھا اوسنے رائے کی بات کو مان لیا۔
رائے نماز پڑھ کر ایک خدمتگار کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے آیا خدمت گار کو یہ سکھا دیا تھا کہ
کے کسی کونہ میں ایک بزغالہ کو مار دینا کے اسکا خون کر کے گرم پیالہ میں ڈال کر میرے پاس
لے آنا۔ جب خدمت گار نے یہ کام کیا تو اوسنے خون کا پیالہ پی لیا۔ کچھ دیر کے بعد
پھیلایا کہ ہائے ہائے کر کے کہنے لگا کہ میرے پیٹ میں درد ہے بلائے شیخ یوسف کو
وصیت کے قصد سے بلایا اور اونکے سامنے استفراغ و موی کیا۔ اسی اثنا وصیت کے
اوسنے اپنے خویشوں اور قراتیوں کو آخری وقت میں ملنے کے لئے بلایا۔ وکلائے شیخ یوسف
نے رائے کا حال دیکھا کہ غیر ہی تو اوسکے خویشوں اور قراتیوں کے آنے کے مانع ہوئے
غرض جب اکثر آدمی قلعے میں آگئے تو اوسنے سلطنت کے ارادہ سے بستر بیماری سے سر
اٹھایا اور اپنے معتمد نوکروں کو سب دروازوں کی حراست کیلئے مقرر کیا کہ شیخ یوسف کے کسی
ارک کے اندر نہ آنے دیں پھر وہ شیخ کی خلوت سرا میں گیا اور اُسکو دستگیر کر لیا۔ شیخ نے صرف دو
جب رائے سہرہ نے شیخ کو پکڑ لیا تو خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا اور اپنے تئیں سلطان
قطب الدین لنگاہ سے ملقب کیا۔ ملتان کے آدمی اوسکی حکومت سے راضی تھے اور

بیعت کی اور شیخ کو دہلی بھیجدیا۔ شیخ یوسف دہلی میں آیا تو بادشاہ بہلول نے اوسکی بڑی خاطر
کی اور اوسکے بیٹے شیخ عبد اللہ سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ شیخ کو صدر سے دو جریبہ مستقل و معاف
رکھا۔ قطب الدین لنگاہ ولد ملتان میں مطلق العنان حکومت کرنے لگا ایک مدت کے بعد ۸۹۴ھ
میں سولہ برس سلطنت کر کے مر گیا۔

جب قطب الدین لنگاہ نے وفات پائی تو اوسکے بڑے بیٹے کو شاہ حسین لنگاہ خطاب دیکر
بادشاہ بنایا۔ اور ملتان اور سیوستان کی نواح میں خطبہ اوسکے نام کا پڑھا گیا۔ وہ بڑا قابل و مستعد تھا
اور لطائف خدا وندی کا سزاوار۔ اوسکے ایام دولت میں علم و فضل کا چرچا ہوا۔ علماء و فضلا نے
تربیت پائی۔ ابتدا ء دولت میں قلعہ شور کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قلعہ غازی خاں
کے پاس تھا۔ جب اسنے سُنا کہ شاہ حسین لنگاہ اسکی تسخیر کے لئے آتا ہی تو وہ سامان مہیا و درست
کر کے قلعہ سے دس کروہ پر آیا۔ شاہ حسین لنگاہ سے جنگ کی۔ مردی و مردانگی دکھا کر یہ جنگ
سے شور تک نہیں پہونچ سکا بہرہ میں چلا گیا۔ قلعہ شور میں غازی خاں کے زن و فرزند تھے۔ وہ
اسباب حصار داری میں مشغول ہوئے۔ قلعہ کو مضبوط کیا اور اوسکے متعلق تھے کہ بہرہ و ہیوٹ و خوشاب
سے کمک آئیگی۔ یہ سب مقامات غازی خاں کے امرا ہی تھے۔ جب محاصرہ میں بہت سے
کچھ دنوں تکلیف اوٹھائی اور کمک کے پہنچنے سے مایوس ہوئے تو اماں مانگ کر قلعہ اونکے حوالہ
کیا اور بہرہ روانہ ہوئے۔ شاہ حسین نے سرحد کا سامان درست کر کے ملتان کو معاجت کی اور چند
روز آرام لیکر گونگر کی طرف روانہ ہوا اور ان حدود کو قلعہ و بنگلوٹ تک اپنے تصرف میں لایا۔ شیخ
یوسف اکثر اوقات شاہ بہلول لودی سے تظلم کا اظہار کر کے دادخواہی چاہتا تھا جب شاہ حسین قلعہ
دھنکوٹ میں گیا تو بہلول شاہ لودی نے فرصت کو غنیمت گن کر اپنے بیٹے بارمک شاہ کو جگا احوال
بادشاہان دہلی اور جونپور کے طبقے میں ذکر ہوا ہی ولایت ملتان کی تسخیر کے لئے رخصت کیا۔ تاتار خاں
لودی کو پنجاب کے لشکر کے ساتھ بارمک شاہ کے ہمراہ کیا یہ دونوں سردار کمک کر کے ملتان کو روانہ
ہوئے۔ اتفاقاً انہیں ایام میں سلطان حسین کابرا در حقیقی قلعہ کوٹ کرور کا حاکم تھا۔ جمال سے بھر گیا۔
اور اپنا نام شاہ شہاب الدین لنگاہ رکھا۔ شاہ حسین نے اس فتنہ کے مٹانے کو سب کا سردار

مقدم جانا۔ اور جلد وہاں پہنچکر سلطان شہاب الدین کو زندہ مقید کیا اور اوسکے پاؤں میں بیڑی
ڈال کر قلعہ کی طرف آیا۔ خبرداروں نے اوسکو خبر پہنچائی کہ بابک شاہ وغیرہ امرا ملتان سوار ہو کر
میں عیدگاہ کے قریب آگئے ہیں۔ اور قلعہ گیری کے اسباب کو تیار کر رہے ہیں۔ شاہ حسین
شب شب دریا سندھ سے بھاگا آیا اور آخر شب میں قلعہ ملتان میں آگیا۔ اسی ساعت تمام امرا
کو جمع کیا اور اونسے یہ ارشاد کیا کہ تمام سپاہ سے شمشیر زنی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ انمیں سے بہتر
کو عیال و اطفال کی محبت دامنگیر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ جماعت شمشیر زنی کی مصلحت میں کام نہیں
آتی مگر اور مصالح میں کام آتی ہیں جیسے حصارداری سواد لشکر کی نگہبانی اور اسی طرح اور کاموں
میں کام آتی ہے۔ اس مقدمہ کی تمہید کر کے اونسے کہا کہ جو بے تکلف تلوار مار سکے وہ صبح کو تیار ہو
جائے اور باقی لشکر حصارداری میں مشغول ہو۔ چنانچہ بارہ ہزار سوار و پیادہ جنگ کے لیے تیار ہوئے
جب صبح ہوئی نقارہ بجاتے ہوئے شہر سے باہر ہوئے۔ سپاہ دہلی کو اپنے ہونے کے سامنے کیا۔ حکم دیا کہ
سوار پیادہ ہوں۔ اول خود بھی پیادہ ہوا۔ حکم کیا کہ تمام سپاہ بالاتفاق تین تیر دشمن پر چلائیں۔ اول کی
بارہ ہزار تیر کمان سے نکلے دشمن کی فوج میں تزلزل اضطراب عظیم پیدا ہوا۔ دوسری مرتبہ تیر لگا
میں وہ متفرق ہو گئے اور تیسری دفعہ تیروں کے لگانے میں بھاگ گئے۔ دشمنوں کے دل میں یہ
ہول ایسا بیٹھا کہ قلعہ شور میں اصلا اونہوں نے التفات نہیں کیا۔ قصبہ جنیوت تک انہوں نے اپنے
گھوڑوں کو نہیں روکا۔ اس فتح سے لشکر ملتان کو سامان وحیت بہم پہنچے۔ جب بابک شاہ وغیرہ امرا
قلعہ جنیوت میں پہونچے تو سلطان کے تھانہ دار کو تین سو آدمیوں کے ساتھ قول و قرار کر کے قلعہ
سے باہر بلایا۔ اور اونکو قتل کر ڈالا۔ سلطان حسین نے اس فتح کو ایسی فوز عظیم جانا کہ قلعہ جنیوت
کی استخلاص پر توجہ نہ کی انہیں ایام میں ملک مہراب دوائی کہ اسمٰعیل خاں مرحوم خاں کا ایلچی
تھا اپنی قوم روہیلہ کے ساتھ نواحی کچ و مکران سے شاہ حسین کی خدمت میں آیا۔ ملک مہراب
بلوچ کے آنے کو شاہ حسین لنگاہ اپنے لئے مبارک سمجھا۔ قلعہ کرور سے لیکر قلعہ وشکوٹ
تک اوسکو اور اوسکی قوم کو جاگیر میں دیدیا۔ اس خبر کے سننے سے بلوچستان سے بہت
بلوچ شاہ حسین کی خدمت میں آگئے۔ روز بروز اوسکی جمعیت زیادہ ہوئی۔ شاہ حسین لنگاہ نے

کش، سمسنہ پر جو باقی ولایتیں معمورہ آباد تھیں بلوچوں کی تنخواہ میں اور دیدیں۔ نتہ، خیرپور
سے وشکوٹ تک تمام ولایت بلوچوں ہی سے متعلق ہو گئی۔ انہیں دنوں میں جام بایزید و جام
ابراہیم کہ قبیلہ سمہ کے بزرگ تھے جام نندا سے کہ ولایت سندھ کا حاکم تھا نہیدہ ہو کر شاہ حسین لنگاہ
سے جا ملے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تتہ و بکر کے درمیان جو ولایت ہے وہ اکثر قوم سمہ سے
تعلق رکھتی تھی اور وہ اپنے تئیں جمشید کی اولاد میں سے جانتے ہیں۔ قوم سمہ شجاعت اور سخاوت
میں مشہور تھی۔ جام نندا خود قوم سمہ میں سے تھا اور اپنے تئیں جمشید کی اولاد جانتا تھا۔ گو جمیٹ
اس قوم سے خائف رہتا تھا۔ اتفاقا سمہ کے سرداروں کے درمیان عداوت ہوئی جام نندا سے
جام بایزید و جام ابراہیم آزردہ خاطر ہوئے۔ اونہوں نے شاہ حسین سے توسل ڈھونڈا۔ اونہوں نے
جام یزید کو ولایت شور اور جام ابراہیم کو ولایت اوچہ دیدی اور دونوں کو اپنی اپنی جاگیر پر رخصت
کیا۔ جام بایزید معنا میں علمی سے بہرہ کافی رکھتا تھا۔ ہمیشہ اہل فضل سے صحبت رکھتا تھا۔
مجلس نواح میں وہ کسی فاضل کو سنتا اوسکے احوال پرسی مہربانی کرتا کہ وہ بے اختیار مجلس
میں آتا۔ اور اوسے منتفع ہوتا۔ جام بایزید کو اہل فضل سے اس مرتبہ پر محبت تھی کہ شیخ جمال الدین
قریشی کو کہ شیخ عالم قریشی کی اولاد میں سے تھا اور خراسان میں اتمام علوم کو تحصیل کیا تھا۔
باوجودیکہ اوسکے حواس ظاہر مختل تھے۔ اوسکو تمام مشغل وزارت کی تحویل
طرف رجوع کئے بغیر اہل فضل کی صحبت میں وقت گذارتا تھا۔ ایکدن اوسی کی تمہید میں ایک کرتا
تھا کہ ایک دفعہ اونے سور میں ایک عمارت بنائی اتفاقا ایک خزانہ دبا ہوا نکل آیا۔ تو اوسے ہرگز
تصرف نہیں کیا۔ سلطان کی خدمت میں بالکل بھیجدیا۔ سلطان کو اس عمل سے اس سے اعتقاد
عظیم ہوا۔ جب سلطان رحمت حق سے پیوستہ ہوا تو سلطان سکندر پر فرمانروائی کی نوبت آئی۔
تو سلطان حسین نے ایک مکتوب تعزیت و تہنیت کا تحف و ہدایا کے ساتھ اپنے ایلچیوں کے ہاتھ بھیجا
اور آشتی و صلح کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ سلطان سکندر پر شریعت پرستی کی نسبت غالب تھی صلح
پر راضی ہوا اور اسمیں مصلحت جانی کہ طرفین سے طریقہ اتحاد قائم ہو۔ اور ایک دوسرے کے
خیر خواہ ہوں اور کسی ایک کی سپاہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اور جب ایک کو مدد و اعانت کی

احتیاج ہو تو اوسکی مدد کرنے سے دوسرا معاف نہ ہو۔ اسی مضمون کا عہد نامہ لکھا گیا۔ اور
اور اعیان کی شہامت سے مزین ہوا۔ سلطان سکندر نے ولیعہدیوں کو خلعت دیکر رخصت کیا
ہیں کہ سلطان حسین نے شاہ مظفر گجراتی سے اتفاقیہ مراسلت جاری کیا اور اوسنے قاضی
اسلئے بھیجا کہ گجرات کی منازل سلطانی کی خوب دیکھ بھال کرانکا حال عرض کرے کہ کن
ایسی عمارت بنائی جائے۔ جب گجرات سے ملتان آیا قاضی آیا تو اوسنے عرض کیا کہ
کی عمارات کی تعریف میں زبان گونگی ہے۔ اگر تمام مملکت ملتان کا محصول ایک سال
معلوم نہیں ایک قصر مثل اوسکے قصروں کے بن سکے اس بات کے سنے سے سلطان
مغموم ہوا عماد الملک وزیر نے جب اوسکے مغموم ہونے کا سبب پوچھا تو اوسنے کہا کہ
شاہی کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اوسکے معنی سے میں محروم ہوں اور قیامت کے دن بادشاہ
کے ساتھ میرا حشر ہوگا۔ عماد الملک تو ملک نے کہا کہ بادشاہ اس سبب سے طول و کوتاہ
حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر مملکت کو ایک مقیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جسکے سبب سے
ملکوں میں عزیز و محترم ہوتا ہے۔ اگرچہ مملکت گجرات و دکن و مالوہ و بنگالہ زرخیز ہیں اور اسباب
احسن اونمیں میسر ہوتے ہیں مگر مملکت ملتان مردم خیز ہے۔ ملتان کے بزرگ جہاں جاتے ہیں
طبقہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا سے کئی آدمی ملتان میں باقی ہیں۔ شیخ یوسف قریشی کے
بیٹے سے شاہ بہلول نے اپنی بیٹی کو بیاہا ہے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسقدر اوسکی عزت کی اور طبقہ
کے آدمی نواح ملتان میں موجود ہیں کہ کمالات ظاہری و باطنی میں حاجی عبد الوہاب پور قریشی
تیں غرض اس طرح کی باتیں عماد الملک نے بنا کر اسے خوش کر دیا۔ وہ بوڑھا بہت ہو گیا تھا
اسلئے اوسنے اپنے بڑے بیٹے کو جسکا نام فیروز خاں تھا فیروز شاہ نام رکھکر خطبہ اوسکے نام
خود طاعت و عبادت میں مشغول ہوا شغل وزارت بدستور قدیم اعتماد الملک تو ملک
سپرد کیا۔

فیروز شاہ بنگاہ بے تجربہ تھا۔ اوسکے سارے قویٰ پر قوت غضبی حاکم و مسلط تھی۔
سخاوت وجود کو جانتا نہ تھا کہ کیا ہوتے ہیں۔ عماد الملک وزیر کا بیٹا بلال فاضل تھا اور اوسکی ذات

بھی ایسی تھے۔ اوس سے وہ حسد کرتا تھا ایک دفعہ اوسنے اپنے غلاموں میں سے کسی سے کہا کہ
اموال بادشاہی میں سے بلال نے تصرف کیا ہے اور فتنہ برپا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کہ اوسیوں کو
اپنا یار و مصاحب بنا کے شغل سلطنت کا متصدی ہو۔ مناسب یہ ہے کہ فتنہ سے پہلے مفسدوں کا
علاج کیا جائے اس غلام ناعاقبت اندیش نے ایک دن فرصت پاکر بلال کو مار ڈالا۔ تھوڑے دنوں
میں عماد الملک نے فیروز شاہ کو زہر دیکر اپنے بیٹے کا انتقام لیا۔ جب شاہ حسین بنگاہ کو یہ
یہ حیرت پیش آئی تو وہ بے صبر ہو کر زار زار رویا۔ مفوض حکومت کے لئے پھر اپنے نام کا خطبہ
پڑھوایا۔ اور محمود خاں بن فیروز شاہ کو اپنا ولیعہد کیا اور بدستور سابق عماد الملک کو مہمات
ملکی حوالہ کیں اصلاً رنجش و کدورت کا اظہار نہیں کیا۔ چند روز بعد جام بایزید کو خلوت میں
بلا کر کہا کہ صورت حال تو جانتا ہے اور میرے دردِ دل سے خبر رکھتا ہے ایسی تدبیر کیوں
نہیں کرتا کہ اوس نمک حرام سے میں اپنا انتقام لوں۔

جام بایزید نے اس امر کو قبول کیا۔ صبح کو تمام اپنے لشکر کو شاہ کے دروازہ پر بلایا۔ شاہ
نے عماد الملک کو بھیجا کہ جام بایزید کا سامان دیکھ لے۔ جب وہ دیکھنے آیا تو اوسکو پکڑ کر بیڑیاں
ڈال دیں۔ شاہ حسین نے اوسیوقت وزارت جام بایزید کے حوالہ کی اور اپنے پوتے محمود
کا اتالیق مقرر کیا۔ شاہ حسین بنگاہ کا ۲۲ صفر ۹۱۴ھ کو انتقال ہوا۔ اوس نے ۲۴ سال
یا ۲۵ سال سلطنت کی۔

دادا کے مرنے کے بعد محمود شاہ تخت نشین ہوا۔ وہ خرد سال تھا۔ دارالسلطنت
اوباش و اجلاف اوسکے گرد جمع ہوئے۔ وہ ہر وقت تمسخر و استہزا میں مصروف ہوا۔
اسلئے اکابر و اشراف اوسکی صحبت سے جدا ہوئے۔ ان باتیوں کا ارادہ یہ تھا کہ شاہ
محمود شاہ کے مزاج کو جام بایزید سے منحرف کرادیں۔ اس مطلب کے حصول کے واسطے
تدبیریں کرتے تھے جام بایزید نے اس بات کو کر سنا۔ آپ پنجاب کے کنارے پر ملتان سے
ایک فرسخ پر منازل بنائے تھے اور یہیں مہمات ملکی میں مشغول رہتا اور شہر میں نہیں جاتا۔ ایک دن
جام بایزید نے بعض قصبات کے قصبوں کو مال و معاملہ کی تحصیل کے لئے طلب کیا۔ اوس سے

بہس نے تمرد کیا۔ جام بایزید نے حکم دیا کہ انکا سر مُنڈوا کے اور گدھے پر اُلٹا بٹھا کے شہر میں پھرایا
کی جائے۔ بدگویوں نے سلطان محمود سے کہا کہ جام بایزید نے خاص خدمتگاروں کی سیاست
وہانت شروع کی ہے۔ وہ دیوان میں حاضر نہیں ہوتا۔ اپنے بیٹے عالم خاں کو بھی اس طرح
اسمیں ہے کہ مجلس میں عالم خاں کی اہانت کیجائے جس سے بایزید کی حالت وشان میں فرق
اور آدمیوں کے نزدیک ذلیل وخوار ہو۔ عالم خاں ایک قابل جوان تھا جس صورت میں
میں اپنے اقران میں ممتاز تھا اتفاقاً ایک دن وہ سلطان محمود کے سلام کو آیا۔ ایک شخص نے
اوس سے پوچھا کہ فلاں فلاں مقدم سے کیا تقصیر واقع ہوئی کہ جام بایزید نے انکا سر مُنڈوایا
کی اب انصاف یہ ہے کہ اوسکے عوض میں تیرا سر مُنڈوایا جائے۔ عالم خاں نے یہ بات سُنکر
کہ مردک تجھے ایسی بات بادشاہ کی مجلس میں نہیں کہنی چاہیے۔ یہ بات ابھی پوری نہوئی تھی کہ
بارہ آدمیوں نے پٹ کر عالم خاں کے سر پر سے پگڑی اوتاری اور لات گھونسے مارنے شروع
کیئے۔ عالم خاں نے خنجر نکالا۔ اتفاق سے بادشاہ کے سر میں اوسکی نوک لگ گئی اور بہت خون
گیا۔ لوگوں نے عالم خاں کو چھوڑا اور شاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عالم خاں ننگے سر بھاگا۔ تو دروازہ
بند پایا۔ اوسکے قفل کو توڑکر جام بایزید پاس آیا۔ سارا ماجرا بیان کیا۔ بایزید نے کہا کہ بیٹا تو نے یہ
حرکت کی کہ بس سے دونوں جہان کی شرمندگی اوٹھانی پڑیگی۔ حال میں کوئی علاج تدبیر نہیں
سوا اسکے کہ تو جلد شور میں جا اور تمام لشکر کو جلد جمع کر شاہ محمود شاہ لشکر جمع نہ کرسکے اور میں تجھ
پاس پہنچ جاؤں۔ عالم خاں نے یہی کیا اور بایزید شور کو ڈنکہ بجاتا ہوا روانہ ہوا۔ شاہ محمود نے یہ لشکر
اوسکے تعاقب میں لشکر بھیجا جب طرفین کی فوجیں قریب ہوئیں تو بایزید پھر کر اس لشکر کو
شکست دیدی اور شور میں پہنچ گیا۔ اور وہاں شاہ سکندر لودی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور اس کو
عرائض میں کل حال لکھکر بھیجدیا۔ سکندر لودی نے فرمان استمالت وخلعت جام بایزید پاس بھیجا
اور دوسرا فرمان دولت خاں لودی حاکم پنجاب پاس روانہ کیا کہ جام بایزید نے جاے ہم
کا خطبہ پڑھوایا اور ہم سے التجا لایا۔ اسلئے جب وہ تم سے کمک طلب کرے تو تم اوسکی
اعانت ومدد کرنا۔ تھوڑے دنوں بعد شاہ محمود شاہ لشکا سپاہ کو آراستہ کرکے شور پہنچا

جام بایزید اور عالم خاں لڑنے کو باہر آئے اور دولت خاں کو مدد کے لئے بلایا۔ بایزید محمود شاہی میں
لڑائی ہو رہی تھی کہ دولت خاں لودی پنجاب کا لشکر لے کر کمک کو آن موجود ہوا۔ اس
نے معتبر آدمی بیچ کر صلح ان شرائط پر کرادی کہ آب راوی دونوں کے درمیان
حد ہو اور کوئی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ دولت خاں نے شاہ محمود شاہ کو
ملتان بھیجدیا۔ بایزید کو شور میں۔ خود لاہور میں چلا آیا۔ مگر اس صلح نے چنداں
استقامت نہیں پائی۔ اسی احوال میں میر عماد کروزی اپنے دو بیٹوں مرزا
شہید و میر شہدا کو لے کر سوی سے ملتان میں آیا۔ اول جس شخص نے شیعہ
مذہب کو ملتان میں رواج دیا وہ میر شہدا تھا۔ ملک سہراب دوانی سادھین
نگر میں اعتبار رکھتا تھا اس لئے میر عماد کروزی یہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے
جام بایزید سے التجا کی۔ ولایت جو اوس کی وجہ خاصہ میں تھی میر عماد کروزی کو
اور اوسکے فرزندوں کو دیدی۔ جام بایزید فحص وکریم الذات تھا۔ علما کے احوال پر
مہربانی اور صلحا کے ساتھ رعایت ایسی کرتا تھا کہ ایام مخالفت میں وہ علما صلحا کے
اوراد و وظائف کشتیوں میں ڈال کر شور سے ملتان بھیجا کرتا تھا۔ ملتان کے
شریفوں نجیبوں پر ایسے متواتر احسان وہ کرتا تھا کہ اکثر ان میں سے ملتان چھوڑ کر
شور میں آن کر بس گئے تھے۔

۹۳۲ھ میں ولایت پنجاب پر بابر متصرف ہوا اور دلی کا عازم ہوا۔ اس نے
مرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹہ کو فرمان بھیجا کہ ملتان اور اس کی حدود پر
متصرف ہو شاہ حسین ارغون نواحی بھکر سے دریا سے عبور کرکے آیا۔ شاہ محمود شاہ
لنگاہ اس خبر کو سن کر لرزنے لگا سپاہ جمع کی اور ملتان سے دو منزل پر
آیا۔ شیخ بہاء الدین قریشی کو جو سجادہ نشین شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا
ملتانی کے تھے برسم رسالت مرزا شاہ حسین ارغون پاس بھیجا۔ اور اس کے
ساتھ مولانا بہلول کو کیا جو حسن عبارت و دوائے مقاصد میں وحید دوراں تھا

جب یہ دونو مرزا پاس آئے تو مرزا نے انکا احترام و اعزاز کیا۔ جب وہ نہوں نے پیغام کو
تو مرزا نے کہا کہ میں یہاں سلطان محمود شاہ لنگاہ کی تربیت اور شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین
ذکریائے ملتانی کی زیارت کو آیا ہوں۔ بہلول نے کہا کہ شاہ محمود کی تربیت بطور اویس
کے ہو کہ حضرت رسالت پناہی نے روحانیت سے تربیت اُسکی کی تھی اور شیخ بہاء الدین
خدمت میں موجود ہیں اون کی زیارت کے لئے تصدیع کی ضرورت کیا ہے غرض یہ بات کو
نہیں۔ شیخ بہاء الدین واپس سلطان محمود پاس آئے کہ رات کو اوس کا ناگاہ انتقال
بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ لنگر خاں نے کہ اس سلسلہ کا غلام تھا۔ آقا کو زہر سے مارا
میں اسکا انتقال ہوا ۲۷ برس سلطنت کی۔

جب شاہ محمود لنگاہ مرگیا تو اکثر مردم قوم لنگاہ و لنگر خاں کہ لشکر شاہ کا مقدم تمام
بلند کیا اور مرزا شاہ حسین ارغون سے مل گئے اور تربیت دلخواہ پاکر انہوں نے قصبات
کو مسخر کیا۔ اور باقی امراء لنگاہ حیران ہو کر ملتان میں آئے اور اونہوں نے پسر شاہ محمود
کہ ابھی لڑکا تھا شاہ حسین لنگاہ کا خطاب دیکر خطبہ اوسکے نام کا پڑھوایا۔ اگرچہ بہ ظاہر اوسکو بادشاہ
بنایا مگر اختیارات سلطنت شیخ شجاع الملک بخاری داماد شاہ محمود کے ہاتھ میں تھے۔ اوس نے
وزارت اختیار کرکے مہمات ملکی کا اہتمام لیا۔ وہ ایک مرد بے تجربہ تھا۔ باوجودیکہ ملتان میں ایک
مہینہ کا اذوقہ نہ تھا مگر اوسنے حصارداری کو قرار دیا۔ شاہ حسین ارغون نے شاہ محمود کی وفات کو
ملتان کی فتح کا واسطہ بنایا۔ اور ذرا فرصت نہ دی اور حصار ملتان کا محاصرہ کرلیا۔ کچھ دن گذرے
کہ آدمی گرسنگی سے عاجز ہوئے اور مضطربانہ اونہوں نے شیخ شجاع الملک بخاری سے کہا کہ ابھی
گھوڑوں میں توانائی ہے اور ہم میں قوت ہے بہتر یہ ہے کہ تقسیم افواج کرکے معرکہ جنگ میں
متوجہ ہوں شاید کہ فتح ہم کو ہو۔ حصارداری کس مدد اور کمک کی امید پر کی جاتی ہے۔ اوسکی
کہیں سے اُمید نہیں۔ شیخ شجاع الملک نے مجلس میں جواب نہ دیا۔ مگر خلوت میں معتبر سردار لوگوں ایک
جماعت کو بلاکر کہا کہ ابھی شاہ حسین لنگاہ کی شاہی کو کچھ قرار نہیں ہے اگر جنگ کے قصد سے شہر
باہر آئیں ظن غالب یہ ہے کہ اکثر آدمی ہم سے جدا ہو کر شاہ حسین کی نوکری کریں گے اور کچھ

پیچھے آدمی کہ اپنے ناموس کا پاس رکھتے ہیں میدان جنگ میں جان دیدیتے۔ مولانا سعید الدین
لاہوری فضلاء وقت میں سے تھا کہتا ہے کہ میں ایام محاصرہ میں ملتان میں تھا جب گھوڑے
اور مرزا شاہ حسین کی سپاہ نے مداخل و مخارج قلعہ کو ایسا بند کیا کہ کوئی شخص باہر سے اس قلعہ کی مدد
نہیں کرسکتا تھا۔ کوئی متنفس اندر سے باہر نہیں جاسکتا۔ آخر کار رفتہ رفتہ نوبت یہانتک پہنچی
اگر کسی وقت کوئی بلی اور کتا ہاتھ لگ جاتا تو اوسکے گوشت کو حلوان اور پزو کی طرح کھاتے اور
اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شیخ شجاع الملک نے جاوانام پاجی کو تین ہزار پیادے قصباتی دیکر قلعہ کی
حراست سپرد کی تھی۔ اس بدبخت کو جس کے گھر پر قلعہ کا گمان ہوتا ہے ملاحظہ گھر میں تنگ اس پیادہ کا
گھر لوٹ لیتا۔ اس ناہموار حرکت سے شیخ شجاع الملک کی زوال دولت کی دعا مانگتے تھے۔ باوجودیکہ
قلعہ سے جو باہر آتا جان سے مارا جاتا مگر انہ۔ لوگ ایسے عاجز تھے کہ قلعہ کے اوپر سے خندق میں
گرتے تھے۔ مرزا شاہ حسین کو جب اونکے اضطراب پر اطلاع ہوئی تو اوسنے اپنے آدمیوں کو منع
کردیا کہ اونکو ماریں نہیں۔ ایک سال کئی مہینہ محاصرہ رہا ۹۳۳ھ میں مرزا شاہ حسین کے آدمی قلعہ
کے اندر گھس گئے اور قتل و غارت و بیداد شروع کی۔ سات سال سے لیکر ستر برس تک کے آدمی اسیر
ہوئے جسپر زر کا گمان ہوتا اوسکی اہانت طرح طرح کی کیجاتی۔ غرض ملتان مسخر ہوا اور مرزا شاہ حسین نے
حسین شاہ لنگاہ کو پکڑ کر ہمول کو سپرد کیا۔ شیخ شجاع الملک بخاری کی اہانت کیجاتی اور ہر روز اُس سے
بیلغ لئے جاتے۔ ملتان کی ویرانی اس حد کو پہنچی کہ اوسکی آبادی کا گمان بھی نہیں ہوتا تھا مرزا نے ملتان
کے کام کو سہل سمجھکر خواجہ شمس الدین کو اوسکی حراست سپرد کی لنگر خاں کو اوسکے پیش دستی اور خود فتنہ
گیا۔ لنگر خاں نے ملتان کو پھر آباد کیا۔ ہمایوں بادشاہ نے جب پنجاب کا ملک کو دیا تو ملتان اُس
میں داخل تھا۔ مرزا نے لنگر خاں کو بلاکر پھر ملتان اسکو دیا۔ غرض بادشاہان دہلی کے تصرف میں
ملتان آگیا۔ جدا ریاست نہ رہی۔

شاہان سند کے مختلف خاندانوں کا شجرہ

اول موروثی شاہان سمہ ۱۳۵۹ء سے ۱۵۱۲ء تک

(۱) جام اڑاہ
(۲) جام چوپان
(۳) جام مانی
(۴) جام تماجی
(۵) جام صلاح الدین
(۶) جام نظام الدین
(۷) جام علی شیر
(۸) جام کران

دوم شاہان سمہ جو انتخاب سے ہوئے ۱۵۱۲ء سے ۱۵۲۱ء

(۹) جام فتح خاں
(۱۰) جام فتق
(۱۱) جام سکندر
(۱۲) جام سنجر
(۱۳) جام تندا
(۱۴) جام فیروز

خاندان ارغون و ترخاں ۱۵۲۱ء سے ۱۵۷۱ء تک

(۱۵) شاہ بیگ ارغون
(۱۶) شاہ حسین ارغون

خاندان ترخاں

(۱۷) عیسےٰ ترخاں
(۱۸) محمد باقی ترخاں
خان بابا
جانی بیگ خاں

تاریخ کاشمیر

آئین اکبری میں ابوالفضل نے لکھا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر کو شمیر میں آیا تو مشکرت زبان میں ایک کتاب راج ترنگنی نام اوسکے حضور میں پیش ہوئی اُس میں کاشمیر کے سند نشینوں کا حال چار ہزار سال سے کچھ زیادہ کا لکھا ہوا تھا۔ اس ولایت کی یہ رسم تھی کہ ملک کے پاسبان چند قابل آدمیوں کو تاریخ نویسی کے لئے مقرر کیا کرتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں شہنشاہ نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا۔ انگریزی زبان میں بھی اس کتاب کے ترجمے ولسن صاحب اور بابو گوشین چندر دت صاحب نے کئے ہیں۔ غالباً بابو صاحب کا ترجمہ فارسی اور ولسن صاحب کے ترجموں سے زیادہ صحیح ہوگا۔

سنسکرت کے عالم ادب میں کتب تاریخیہ کا کال ہے اس میں راج ترنگنی سوائے حوادث میں ایک گواہی ہے۔ اس تاریخ کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں چیمک کے بیٹے پنڈت کلہن نے قدیم زمانہ سے ۱۱۴۸ء تک۔ اور دوسرے حصہ میں جون راج نے ۱۴۱۲ء تک۔ اور تیسرے حصہ میں پنڈت سری ور نے ۱۵۸۶ء تک۔ اور چوتھے حصہ میں شہنشاہ اکبر کے عہد تک پرجے بہٹ نے تاریخ کاشمیر تحریر کی ہے حصہ دوم کا نام راجاولی اور تیسرے حصہ کا نام بھی راج ترنگنی۔ چہارم حصہ کا نام راجاولی پتیک ہے۔ پرجے بہٹ اکبر کے وقت میں تھا۔ میں ان سب ترجموں سے مضامین انتخاب کرکے لکھتا ہوں۔

کاشمیر کے اول بادشاہ راجاؤں کی تاریخ کسی شخص نے پہلے نہیں لکھی۔ یہ راجا گوروں اور کل جگ کے کوتیوں کے معاصر تھے۔ اونہوں کی سلطنت زبردست تھی وہ ناقبلوں پر چڑھتے تھے بڑے صاحب اقبال تھے اونکے گہروں میں دن کو نگاہ سے چھپی ہوئی دولتیں اشٹ دھاتی تھیں جیسے چاندنی کھلے دن میں۔ مگر ایسے بے نام و نشان ہو گئے ہیں کہ گویا پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اس کا سبب ہے کہ شاعروں نے اونکے حال پر مہربانی نہیں کی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان راجاؤں کا حال بہ سبب اونکی ستمگاری کے نہیں لکھا گیا۔

کاشمیر میں جا بجا پہاڑ کھڑے سوجھا رہے ہیں۔ یہ ملک ایسا ہے کہ اچھی پیداوار کی توقع

فتح نہیں ہوسکتا۔ یہاں کے آدمیوں کو سوا ہیضے کے خوف کے دنیا کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دریا
بنانے کے لئے جاڑے کے اندر گرم پانی اور گرمی میں سرد پانی موجود رہتا ہے۔ دریاؤں پر
نہیں۔ آبی جانوروں کی بلاؤں سے محفوظ۔ اس ملک میں آفتاب سلامت کے ساتھ چمکتا ہے
کشیپ نے اپنی شان و شکوہ دکھلانے کے لئے اوسکو پیدا کیا ہے۔ بڑے بڑے پاٹ شاخوں کی
عمارات عالیشان۔ زعفران زار۔ برفین آبستان موجود ہیں۔ انگور یہاں ایسے اکثر جو بہشت میں
کمتر ہوتے ہیں۔ تینوں لوک میں کیلاس سب سے زیادہ عمدہ ہے اور کیلاس کا عمدہ حصہ ہمالیہ
اور ہمالیہ میں عمدہ مقام کاشمیر ہے۔

یہاں کے پرانے زمانہ کے دیوتا اور مقدس مقامات یہ ہیں۔

(۱) اول شنو جو برائیوں کا ناس کرنیوالا ہے اوسکا چوبین بت جسکے چھونے سے مکت ہوتی ہے۔

(۲) ایک پانی کی سیل جو ایک پہاڑ پر شام کو رواں ہوتی ہے نیک آدمیوں کو دکھائی دیتی ہے
بد آدمیوں کو نہیں نظر آتی۔

(۳) برہما بشکل آتش زمین سے اٹھتا ہے اور جنگلوں کو جلاتا ہے۔

(۴) دیوی سرسوتی ایک تال میں ہنس کی شکل کو ہچہ دیوی ہنگ کی چونچ پر ہے جہاں سے گنگا نکلتی ہے۔

(۵) تندی چہتر کا مندر۔ وہاں اُس صندل کا نشان ابتک موجود ہے جسکو دیوتا لگا کر پوجا کرتے تھے۔

(۶) یہاں تندی میں ایک سارد الیعنی دُرگا ہے جسکے دیکھتے ہی مکت ہوجاتی ہے اور طاقت
لسانی اور شیریں بیانی حاصل ہوتی ہے۔

اس ملک میں ان دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہے چکر بھرت۔ وجے ایش اے کیشو۔ ایشان
سارا ملک مندروں سے بھرا ہوا ہے۔

کاشمیر کے راجاؤں کی تاریخ دیکھو سنو کیسی شیریں ہے۔

سرش کلپا کے چھ منونتروں میں دنیا میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ہمالیہ پہاڑ کی گودی میں پانی
بستر لگائے ہوئے تھا۔ حال کے دے دس ہزار کلپ کے قریب آنے سے کشیپ نے دیوتاؤں کو اوپر
سے بلایا اور پانی کے اوپر زمین کو نکال کر کشمیر کو بسایا۔ یہاں ناگوں پر نیل حکومت کرتے تھے

اسکے شمالی چہتر میں ناگ (سانپ) کا پھن لگا ہوا تھا۔ وہاں بہت قسم کے ہونگے۔ بستے تھے جن
کے جو برنے شہر کو گوہر کا خزانہ بنا دیا تھا۔ اب ہم راجگان کشمیر کی فہرست لکھتے ہیں۔

فہرست اول

نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ جلوس عیسوی	کیفیت
۱ گونند اول		۲۵۲۶ قبل از حضرت عیسیٰ	
۲ دامودر اول			(۱) کا بیٹا
۳ یسوتی رانی			(۲) کی زوجہ
۴ گونند دوم			

یہاں سے ۳۵ راجاؤں کا بیان کچھ نہیں لکھا۔

۵ لو			
۶ گشیشی			
۷ کھگیندر	۱۲۲۶ سال		
۸ سرندر			
۹ گودہر			
۱۰ سورن			
۱۱ جنک			
۱۲ سچی نر			
۱۳ اشوک			
۱۴ جلوک			
۱۵ دامودر دوم			
۱۶ ہسک و جشک و کنشکہ			
۱۷ ابھے متبھو اول			

گونند اول سے ابھے یونک تک ۲۲ راجاؤں نے راج کیا مگر انہیں سے کسی کا مفصل حال نہیں ملتا

۱۸ گونند سوم	۳۵ سال	۱۱۸۲ قبل از حضرت عیسیٰ	
۱۹ وبھے شن	۳۵	۱۱۴۷	(۱۹) کا بیٹا
۲۰ اندرجیت	۳۵ سال ۶ ماہ	۱۰۹۴	(۲۰) کا بیٹا
۲۱ راون			
۲۲ وبھے شن دوم	۳۵ سال ۶ ماہ	۱۰۵۸	(۲۲) کا بیٹا
۲۳ نریاکن نر	۳۹ سال ۹ ماہ	۱۰۲۳	(۲۳) کا بیٹا
۲۴ سدھ	۶۰ سال	۹۸۳	(۲۴) کا بیٹا
۲۵ اوت پلاکش	۳ سال ۶ ماہ	۹۲۳	(۲۵) کا بیٹا
۲۶ ہرانے یاکش	۳۷ سال ۶ ماہ	۸۹۳	(۲۶) کا بیٹا
۲۷ ہرنے کول	۶۰ سال	۸۵۵	(۲۷) کا بیٹا
۲۸ موکل یا دیوکل	"	۷۹۵	(۲۸) کا بیٹا
۲۹ مہرکل	۶۰ سال	۷۱۵	(۲۹) کا بیٹا
۳۰ دک	۶۳ سال	۶۶۵	(۳۰) کا بیٹا
۳۱ کہشت نند	۳۰ سال	۶۰۲	(۳۱) کا بیٹا
۳۲ وسونندا	۵۲ سال ۶ ماہ	۵۷۲	(۳۲) کا بیٹا
۳۳ نردوم	۶۰ سال	۵۲۰	(۳۳) کا بیٹا
۳۴ اکشا	۶۰ سال	۴۶۰	(۳۴) کا بیٹا
۳۵ گوپاوت	۶۰ سال	۴۰۰	(۳۵) کا بیٹا
۳۶ گوکرن	۵۶ سال ۱۱ ماہ	۳۴۰	(۳۶) کا بیٹا
۳۷ نرندرادت یا کھنگ کیلا	۶۰ سال ۳ ماہ ۱۰ روز	۲۸۲	(۳۷) کا بیٹا
۳۸ یاہشٹر	۹ سال ۵ ماہ ۱۰ یوم	۲۴۶	(۳۸) کا بیٹا

۳۸ راجاؤں نے ۱۰۱۵ سال ۲۹ روز سلطنت کی

فہرست دوم

نمبر شمار	نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ جلوس عیسوی	کیفیت
۱	برتا پاوتے	۳۰ سال	۶۱۰	بعض کتب میں اس کا نام بدلا ہوا لکھا ہے
۲	جلوک	۳۰ سال	۱۳۵	(۱) کا بیٹا
۳	تنگ بین اول	۳۰ سال	۱۰۳	(۲) کا بیٹا
۴	وجے	۸ سال	۷۷	نسل (۱) سے
۵	جینڈر	۳۰ سال	۵۹	
۶	سندھی متی یا آدیراج	۴۰ سال	۲۲	

چھ راجاؤں نے ۱۹۲ سال حکومت کی

فہرست سوم

۱	سیکھ واہن	۳۴ سال	۲۵ بعد از حضرت عیسیٰ	بنا مرحد ہشتر میں سے
۲	شریشت سین یا پرویسین اول یا تنگ بین دوم	۳۰ سال	۵۹	پسر (۱)
۳	ہرنے	۳۰ سال	۵۹	پسر (۲)
۴	مانزی گپت	۳۱ سال ۹ ماہ ایک دن	۱۲۰	
۵	پرویسین دوم	۶۰ سال	۱۲۵	بیگووان کی اولاد میں سے
۶	بیشٹر دوم	۲۱ سال ۱ ماہ	۱۸۵	(۵) کا بیٹا
۷	لکھشمی یا نرندرادتے	۱۳ سال	۲۰۶	
۸	زادتے یا تنگ بین سوم	۳۰ سال	۲۱۹	برادر خورد (۷)
۹	وکرمادتے	۴۲ سال	۵۱۹	پسر (۸)
۱۰	بالادتے	۳۷ سال ۳ ماہ	۵۶۱	برادر خورد (۱۰)

دس راجاؤں نے ۵۹۰ سال ۲ ماہ ایک روز راج کیا

فہرست چہارم

۱	درلبھ دردہن	۳۰ سال	۵۹۰	
۲	درلبھک یا پرتاپادتے دوم	۵۰ سال	۶۳۴	دادا (۱۰)
۳	چندراپیر یا دبھدتے اول	۰ سال ۱۰ ماہ	۶۸۴	فقیر و قترگا (۱)
۴	تاراپیر	۴ سال ۲۴ دن	۶۹۳	پسر (۲)
۵	للتادتے اول	۶ سال ۷ ماہ ۱۱ روز	۶۹۷	برادر (۳)
۶	گوپالیا پیر	۱ سال ۱۵ دن	۷۳۳	پسر (۵)
۷	وجیرادتے دوم یا دپ پیارک یا للتادتے دوم	۷ سال	۷۳۴	برادر (۶)
۸	پرتھویا اول	۴ سال ایکماہ	۷۴۱	پسر (۷)
۹	سنگرام پیر اول	۷ سال	۷۴۵	فقیر و پسری (۸)
۱۰	جیاپیر مع ہب جج	۳۱ سال	۷۴۵	بنج مسترپورہ (۹)
۱۱	للتاپیر	۱۲ سال	۷۷۶	پسر (۱۰)
۱۲	سنگرام پیر دوم یا پرتھوتاپیر دوم	۷ سال	۷۸۸	برادر (۱۱)
۱۳	دراپت یا چپ چیاپیر	۱۲ سال	۷۹۵	
۱۴	اجاپیر	۳۶ سال	۸۱۳	پال کا حاب میں فقیر
۱۵	رنگ گاپیر	۳ سال	۸۴۹	پسر (۱۲)
۱۶	اودت پلاپیر	۳ سال	۸۵۲	پسر (۱۴)

کرکوٹ بنس کے ۷ راجاؤں نے ۲۶۰ سال ۵ ماہ ۲۵ روز حکومت کی

فہرست پنجم

۱	اونتی ورما	۲۸ سال	۸۵۵	

۲	شنگ کر ورما	۱۸ سال ۱۰ ماہ ۱۴ یوم	۸۰۳	بیٹا (۱) کا
۳	گوپال ورما	۲ سال	۹۰۲	بیٹا (۲) کا
۴	سنگ کت	۱ یوم	۹۰۴	شیو گنگا برادری میں بیاہ
۵	رانی سگندھا	۲ سال	۹۰۴	زوجہ (۳)
۶	پارتھ	۱۵ سال ایکماہ	۹۰۶	پسر (۶)
۷	برجت ورما	ایکسال ایکماہ	۹۲۱	برادر (۶)
۸	چکر ورما	۱۰ سال ۱۵ روز	۹۲۲	
۹	شور ورما	۱ سال	۹۳۳	(برادر (۸)
۱۰	پارتھ دوبارہ	۱ سال	۹۳۴	
۱۱	چکر ورما دوبارہ	۱ سال	۹۳۵	
۱۲	شبھو برد جنا	۶ دن	۹۳۵	
۱۳	چکر ورما سہ بارہ	۱ سال ۵ ماہ	۹۳۵	
۱۴	اودن ست تونتی	۲ سال	۹۳۷	پسر (۱۰)
۱۵	سور ورما		۹۳۹	

گوپال بنس کے آٹھ راجاؤں نے علاوہ وزرا اور رانیوں کے ۳۰ سال ۴ ماہ سلطنت کی

فہرست ششم

۱	بشن سکرہ	۹ سال	۹۳۹	رعایا میں سے تھا
۲	ورنت		۹۴۸	بیٹی (۱)
۳	سنگ کرا اول	۱ ماہ ۶	۹۴۸	
۴	پردو گوپت	ایکسال ۱۴ ماہ	۹۴۸	رعایا میں سے تھا
۵	کشیم گوپت	۸ سال ۱۰ ماہ	۹۵۰	پسر (۴)
۶	۱۰ بھے مینو دوم	۱۳ سال ایکماہ	۹۵۸	پسر (۵)

۸	نندی گپت	اکیسال ۱ماہ ۹روز	۹۷۲	
۸	تری بھون گپت	۷سال ۸روز	۹۷۳	پسر(۹)
۹	بھیم گپت	۵سال	۹۷۵	
۱۰	دِدّا رانی	۲۳سال	۹۸۰	ایسے پوتوں کو پیدا مادر ایسے بیٹے

دس اجاؤں نے ۴۷سال ۳ماہ ۱۰دن سلطنت۔ کوتند اول کے زمانہ سے تاریخ کشمیر کے صحیح حالات ملتے ہیں یہ راجا بندھسار مشٹر کا ہمعصر تھا۔ اوسکی سلطنت کا آغاز کل جگ کے ابتدا سے ہوا ہے۔ وہ ۱۰۱ برس راج کرتا تھا جراسندھ بہار کے راجہ سے دوستی رکھتا تھا۔ جب جراسندھ نے کرشن کی دارالسلطنت متھرا پر حملہ کیا ہے تو گوتند کو اپنی کمک کے لئے کاشمیر سے بلایا۔ ان دونوں نے ملکر جمنا کے کنارے متھرا کو بڑی سپاہ سے جا گھیرا۔ اور ایک دفعہ کرشن کی سپاہ کو شکست بھی دیدی۔ مگر بلرام نے کرشن کی فوج کی پراگندگی کو دور کیا اور گوتند کو مار ڈالا۔

گوتند کے مرنے کے بعد اسکا بیٹا دامودر اول جانشین ہوا۔ وہ ایسے شاہ اب تک کے راج سے خوش نہیں رہتا تھا۔ باپ کے انتقام کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ جب اوسنے سنا کہ گندھاریوں (قندھاریوں) نے کرشن کو اپنی لڑکیوں کے بیاہ میں دریا، سندھ کے قریب بلایا ہے تو وہ سوار اور پیادوں کو ہمراہ لیکر اس تقریب خیال انداز ہوا مگر کرشن کا چکر اوسکے جگر پر ایسا لگا کہ کام تمام ہوا اوسکی رانی یسوتی حاملہ تھی۔ کرشن کے حکم سے وہ مسند نشین ہوئی۔ اعیان سلطنت نے اس بات کی مخالفت کی تو کرشن نے پران میں سے یہ اشلوک سنایا جسکا مطلب یہ ہے کہ کاشمیر کی لڑکیاں باوفا ہیں جان تو کہ کاشمیر کے راجہ ہر کے حصے ہیں اونے عقلمندوں کو نفرت نہیں کرنی چاہئے خواہ وہ بیوقوف ہو شریر ہی کیوں نہ ہوں عورت کی قدر مرد نہیں کرتا جس سے وہ مسرت اندوز ہوتا ہے۔ اس لئے میں تم اپنا اور دیبی کا جلوہ دیکھو گے اس رانی کے بیٹا پیدا ہوا اسکا نام دامودر گوتند رکھا گیا۔ اسکے ۳۵ راجاؤں نے راج کیا مگر اونکی تاریخ اس سبب سے نہیں لکھی گئی کہ وہ ستکار تھے ان کا نام و نشان باقی رکھنا نہیں چاہا۔

ایک بڑا نامور راجا لو ہوجسکی سپاہ کے شور سے خلق کی نیند جاتی رہتی تھی مگر وہ دشمنوں کا

ایسا سلاتی تھی کہ پھر نہیں جاگتے تھے۔ اوسنے ایک شہر لوہور آباد کیا۔ راجہ گوگندنے برہمنوں کو ہلاک کیا۔ راجہ سورن نے ایک نہر کرال میں کھدوائی اور اوسکا نام سورن نئی رکھا۔ راجہ ٹھوک نے پرکھوں کا مت چھوڑا اور بدھ مذہب اختیار کیا۔ یہ راجہ بڑا نیک اور بے عیب تھا اس نے بدھ کے بہت سٹوپ (تھتا (جہلم) کے کنارے پر بنائے۔ اوسنے ایک چیت ایسا اونچا بنوایا کہ جسکی چوٹی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ شہر سری نگر آباد کیا جو اب تک موجود ہے اوسنے ایک پرانے مندر کی دیواریں ڈھوا کر ایک نئے مندر کی دیواریں بنائیں جسکو آئین اکبری میں کھاہ کیشن برہمن انداختہ آئین مبین برگرفت۔ اوسکے مرنے سے بدھ مذہب کو صدمہ عظیم پہونچا اسلئے کہ دوسرا بیٹا جلوک برہمن مذہب اور سیو تھا۔ اوسنے ملکشوں کو لینے تاتاریوں کو مار کر نکال دیا جنہوں نے اوسکے باپ کے وقت میں کاشمیر کو تاخت و تاراج کیا تھا۔ اور قنوج دارالملک ہندستان تک اس نے اپنی سلطنت کو بڑھایا۔ اور دیدہ وری اور پایہ شناسی سے یہاں سے چاروں قوموں کے آدمیوں کو انتخاب کر کے لے گیا۔

اوسکے زمانہ سے پہلے کاشمیر میں عدالت کا انتظام اچھا نہ تھا۔ اوسنے عدالت کے انتظام کے لئے یہ عہدے مقرر کئے (۱) داوگر (۲) دیوان (۳) خزانچی (۴) سپہ سالار (۵) دستور (سفارت) (۶) مرشد اعلیٰ (۷) راگذاختر۔ کاشمیر میں برہمنوں اور بودھوں میں بڑی لڑائیاں رہتی تھیں اور بودھوں کی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

راجہ جلوک کی نسبت یہ کہانی جوڑ رکھی ہے کہ راجہ ایک دن سیاوہ سے پہلے اشنان کو جاتا تھا۔ بھوکے برہمنوں نے اس سے کھانیکو مانگا اوسنے اونکے سوال پر کچھ خیال نہ کیا اور دریا کی طرف آگے بڑھا۔ برہمنوں نے اپنی ریاضت کے زور سے دریا کو پیچھے اوسکے پاؤں تلے لا ڈالا اور اس سے کہا کہ دیکھ تجھ سا یہ جواب ہم کو کہلا۔ راجہ اسکو جادو کا اثر سمجھا اون سے کہا کہ تم چلے جاؤ میں جب تک اشنان نہیں کر لونگا تم کو کھانا نہیں کھلاؤنگا۔ برہمنوں نے اوس کو یہ سزا دیا کہ وہ سرپ بنجائے۔ جب راجہ اونکے آگے بہت گڑگڑایا تو اونہوں نے یہ کہا کہ اگر ایک دن میں دورامین اول سے آخر تک سن لیگا تو پھر اپنی اصل شکل پر آجائے گا۔ اب تک وہ اسی

وسوداییں بہو کے سانپ کی صورت میں پہرتا ہے۔ رشیونکی بڑی قوت سراپ ہے کہ وہ بیک راجہ کو بھی غارت کر سکتے ہیں۔ دشمن کے ہاتھ سے عزت گئی ہوئی پھر حاصل ہو سکتی ہے مگر برہمنوں کے سراپ سے جو عزت جاتی ہے وہ پھر نہیں ہاتھ آتی۔

کاشمیر میں مشک دجنگ کنشک نے ملکر راج کیا اونہوں نے اپنے نام کے شہر آباد کئے ان کے عہد میں بدھ مذہب کو کاشمیر میں بڑی رونق ہو گئی۔

راجہ ترانے جسکو کن تر بھی کہتے ہیں رعایا کے حق میں جو فائدہ مند باتیں کیں سب اُنہی ہوئیں۔ ایک بودھ اوسکی رانی کو مخفی بہکا کر لے گیا۔ اِس سے راجہ کو ایسا غصہ آیا کہ اوس نے بدھوں کے ہزاروں معبدوں کو ڈھا کر مٹی کا ڈھیر بنا دیا اور اونکے اوقاف کے دہات برہمنوں دیدئے۔ راجہ مہرکل کی سلطنت میں کاشمیر کو ملکشوں (تاتاریوں) نے لوٹا۔ راجہ مہرکل نے اونہوں کے مارنے میں موت کا حکم رکھتا تھا کچھ بڈھے۔ بچے۔ عورت مرد کا خیال نہیں کرتا تھا جہاں وہ یا اوسکا لشکر اوترتا وہاں کوؤں اور گدوں کا ہجوم مُردوں کے کھانے کے لئے لگ جاتا۔ اوسنے ایک دن اپنی رانی کی انگیا پر پاؤں کے پنجہ کا زرد نقش دیکھا۔ اس کے سبب اوسکو یہ معلوم ہوا کہ کسی لون کے کپڑے کی انگیا بنی ہوئی ہے اور اس کپڑے پر وہاں کے راجہ کے پاؤں کا نشان ہے۔ اس سے وہ بزاز دختہ خاطر ہو کر جنوبی سمندر پر گیا۔ وہاں کو لوٹا۔ وہاں کے راجہ کو مارا۔ ایک اور ظالم کو اسکا جانشین کیا۔ چولا۔ کرناٹک۔ اس فیروز گذرتا ہوا اپنے ملک میں واپس آیا۔ ان ملکوں کے راجہ اوسکے خوف کے مارے بھاگ گئے تھے گراوسکے جانے کے بعد اپنی لٹی ہوئی راجدھانیوں میں آگئے۔ جب وہ کاشمیر میں آیا تو اسکا ایک ہاتھی غار میں گر پڑا۔ اور اوسکی چنگھاڑنے سے اوسکے سوا ہاتھی چونک پڑے اوسنے ان سب ہاتھیوں کو مار ڈالا۔ اسلئے اسکا نام ہستی دنتر ہوا۔ ہستی فیل کو اور دنتر دانت کو کہتے ہیں جیسے کہ گناہ گار کے چھونے سے جسم ناپاک ہو جاتا ہے اس سے اوس کی تابع کے بیان سے زبان ناپاک ہوتی ہے۔ ایک دن وہ دریا چندر بھاگا میں اُترتا تھا کہ اوسکی راہ میں بڑا پتھر کا چٹان آیا جو کسی طرح ہٹانے سے ہٹتا نہ تھا۔ اوسنے خواب میں دیکھا کہ

اس پتھر میں ایک دیوی رہتی ہے اور وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتی جب تک اوس کو کوئی پارسا عورت نہ ہلائے۔ اوس کے خواب کے ثابت کرنے کے لئے عورتوں نے پتھر کو سرکانا شروع کیا مگر وہ نہ سرکا ایک کوزہ گر کی پارسا بیوی نے آن کر اوس کو ہٹا دیا۔ راجہ کو اوسپر غصہ آیا کہ اسقدر عورتیں بے عصمت ہیں اون کو اور اُنکے خاوندوں بھائیوں بیٹوں کو مار ڈالا جنکی تعداد تین کوٹی (کروڑ) تھی۔ بعض آدمی اس کام کی تعریف کرتے ہیں مگر یہ کام ملامت کے قابل ہے۔ اس قتل پر بھی جو رعایا نے سرکشی نہیں کی اس کا سبب یہ تھا کہ راجہ کو نگہبان دیوتا تھے۔ اسکے زمانہ میں مجھیوں کی اولاد برہمن ایسے بے شرم و بے حیا تھے کہ وہ اپنی بہنوں اور بہوؤں سے مباشرت کرتے تھے۔ ایسے آدمیوں کا ہونا تعجب سے ہے۔ وہ اور چیزوں کی طرح اپنی بیویوں کو بھی اُٹھا لیتے تھے۔ اون کی بیویاں بھی غیروں کی بغلوں میں جا کر ایسی خوش ہوتی تھیں جیسے کہ برسات سے مور اور گھر سے کنس ہوتا ہے۔ راجہ نے بعض نیک کام بھی کئے تھے۔ وہ طرح طرح کے امراض میں جب مبتلا ہوا تو آگ میں جلکر خاکستر ہوا۔ تو آسمان پر سے ایک آواز آئی کہ گو اس راجہ نے تین کوٹی آدمیوں کو مارا مگر وہ سرگ میں گیا اسلئے کہ وہ خود اپنے نفس کے لئے بھی ظالم تھا۔ اس ظالم باپ کے بعد اوسکا عادل بیٹا جو جانشین ہوا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گرمی کے بعد برسات آئی۔ راجہ گوپادت کا راج ست جگ سمجھا جاتا ہے اوسنے ان سب برہمنوں کو نکال دیا جو لص کہلاتے تھے اور اونکی جگہ اسی قوم کے برہمن غیر ملکوں سے بلائے اوسکی قلمرو میں رسوم مذہبی کے سوا کوئی جیوان ذبح نہ ہوتا تھا کوہ سلیمان پر ایک بتخانہ اسکا بنایا ہوا موجود ہے۔ راجہ ہیشٹر کی آنکھیں چوٹی تھیں اسلئے اوسکا نام اندھا کہتے تھے اول اول اوسنے فرمانبری داد دہی کے ساتھ کی مگر تھوڑے دنوں کے بعد اوسکے بہ گو ہروں کی بزدلی اور طبیعت پرستاری کے سبب سے اوسکے دانشمند ملازموں نے ہمایوں کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کر کے اوسکو اول زنداں میں مقید کیا اور پھر جلا وطن۔

ہیشٹر کی معزولی کے بعد پرتاپادت راجہ ہوا وہ ایک دور کے ملک راجہ گوپادت کا رشتہ تھا اوسکے بعد اوسکا بیٹا جلوک راجہ ہوا۔ ان دونوں باپ بیٹوں نے اپنی سلطنت کی انکا حال ایسا

ہوا جیسے کہ رات دن جب برابر ہوتے ہیں تو سورج کے بعد پورا چاند نکلتا ہے۔ راجہ تنگ ہو کر
میں بہادوں کے ہیمنے میں برف گرنے سے پکی پکائی فصل شالی کی بگڑ گئی اور اس سبب سے قحط
عظیم ہوا۔ راجہ اوسکو اپنی بداعمالی کا نتیجہ سمجھا۔ اوسنے بھوکوں کے پیٹ بھرنے میں اپنا
خزانہ خالی کیا مگر قحط نہ گیا۔ اوسکے اولاد نہ تھی جو یادگار ہوتی مگر اوسکے اعمال یادگار ہیں
کے گوپھل نہیں ہوتے مگر اس سے زیادہ میٹھا کوئی اور پھل نہیں ہوتا۔ راجہ جینندر کے ایام تک
تک پہنچتے ہے۔ اوسکا وزیر سندھی متی بڑا عابد و دانش فہم درست اخلاص پارسا گو
لا پہ گری اور دو روئی نہیں جانتا تھا۔ خراب دروں ظاہر آباد اوس کی بیچ کنی کے دیہے
راجہ کے پاس اس کا جانا بند کر دیا۔ وہ نہایت مفلس اور تنگ ہو گیا مگر اپنی فراغ حوصلگی سے
خوش دل و مسرور رہتا۔ ارکان دولت اوسکی سفارش نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ وہ
راجہ کی گونج تھے۔ جب یہ شہرت ہوئی کہ یہ وزیر ایک دن سلطنت کریگا تو راجہ نے اوسکو قید خانہ
میں زنجیروں میں جکڑ کر رکھا۔ جب راجہ مرنے کو ہوا تو اوسنے یہ سوچ کر کہ میرے اولاد نہیں ہے
مبادا یہ وزیر راجہ نہ ہو جائے دار پر اوسکو کھچوایا۔ مگر تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چل سکتی
اگر آدمی آگ بجھانی چاہے اور تقدیر میں اوسکا بجھنا نہ ہو تو خود وہ آدمی پانی کی جگہ
گھی بجھانے کے لئے ڈالتا ہے۔ وزیر کا گرو چیلے کے مقتل پر گیا اوسکی پیشانی کی ہڈیوں
سے اوسنے یہ پڑھا کہ جب تک جئے گا مفلس رہیگا۔ دس برس کی قید بھگتے گا۔ دار پر کھنچے گا
پھر زندہ ہو کر سلطنت کریگا۔ اب اول تین باتیں تو سچ ہو چکی ہیں آخر کی چوتھی بات کے سچ ہونے
کی فکر میں گرو متردد تھا کہ یہ کیونکر سچ ہو کہ ایک رات جوگیوں نے جمع ہو کر افسوں سے اوسکی
جان اس مُردہ وزیر میں ڈالدی اور وہ فرماں روا ہو گیا۔ اے یار اج اوسکا لقب ہوا۔

آخر راجہ کی ترک سلطنت کے بعد بیگلہ واہن جو ہیڈ ہشٹر کے پوتوں میں سے تھا راجہ ہوا۔ جانوروں
وہ ایسی دیا کرتا تھا کہ دوسرا ہیڈ ہشٹر معلوم ہوتا تھا۔ اوسنے اپنی قلمرو میں جانوروں کا مارنا یا گرفتار
بند کر دیا۔ جانوروں کے مارنے سے جن شکاریوں کی گذران ہوتی تھی اوکو عوضانہ اپنے خزانہ
سے دلایا اسلئے ایک مہم اسنے اختیار کی کہ اور راجاؤں کو جانوروں کے مارنے سے باز رکھے اور خود بہت

لشکر سے لیکر چلا۔ سارے تابع راجاؤں کو اسپر مجبور کیا کہ وہ جانوروں کو نہ مارنے دیں
بکھشوں کی عملداری میں اوسنے گوشت موقوف کرا دیا۔ جب اجہ ہرے لاولد مر گیا اور تخم
کا تخت خالی ہوا تو سران کاشمیر بکر اجیت ہندوستان کے راجہ اجین کے گرد بیٹھ کر
راجا کے دربار میں ایک نامور شاعر ماتر گپت کشمیری رہتا تھا جس نے بہت شہروں کی سیر کر کے اسی
راجا کو اپنا قدر شناس جانا اور اوسی پاس رہنا اختیار کیا۔ راجہ نے اول اوسکی قدر اوسکی لیاقت کے
موافق نہیں کی۔ ایک رات کو چراغ کی بتی اکسانے کے لئے راجہ نے نوکر بلایا تو ماتر گپت
کے سوا کوئی اور نوکر حاضر نہ تھا۔ راجہ پاس وہ گیا اور یہ موقع پاکر اوسنے اپنا مطلب اس شعر میں
ادا کیا جسکے معنی یہ ہے کہ میں افکار کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں اور اگر تو نے والے جانے سے
مذاب میں آرہا ہوں۔ بھوک کے مارے آواز نہیں نکلتی اور ہونٹ میرے کانپ رہے ہیں۔ اور
دل میں قناعت نیلا رہی ہے۔ اور نیند میرے پاس سے ایسی جاتی رہی ہے جیسے کہ کسی کی بیوی
گالیاں دینے سے بھاگ جاتی ہے اور رات مجھے ایسی بڑی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ
نیک راجہ کا راج۔ غرض راجہ نے اوسکو رخصت کیا اور کچھ خرچ دیا اور ایک نوشتہ سربمہر دیا کہ
کشمیر میں پہنچا دے۔ یہ شکستہ خاطر آزردہ دل راستے کرکے کاشمیر میں پہنچا۔ نامہ کھولا گیا اسمیں
لکھا تھا کہ نامہ بر نے ہماری بہت خدمات کی ہیں اور نا کامی بہت دیکھی ہے اسکے دیکھتے ہی اسکو
اس دیار کی بادشاہی دو اور بادشاہی قہر سے خوف کر کے فرمان پذیر ہو۔ کارآگہوں نے بچن کے اسکو
راجہ بنا دیا۔ چار سال نو مہینے ایک روز راج کر کے اوسنے راج کو تیاگ دیا۔ مگر اجیت کے مرنے سے
اوسکا دل سلطنت سے بجھ گیا تھا وہ وارانسی کو چلا گیا۔ پروسین اولاد بیگلہ واہن کی تھا ہندوستان
میں گوشہ نشین تھا جب اوسکو معلوم ہوا کہ ایک فقیر آدمی کاشمیر میں راج کرتا ہے تو وہ راج کے لالچ
کے لئے آیا اور کاشمیر کا راجہ ہو گیا۔ اوسنے بہت ملک فتح کئے اور بڑے بڑے کام کئے۔ اسی نے
بتستا پر کشتیوں کا پل اول اول بنایا۔ اوس نے ایک شہر تستا ندی کے کنارہ پر آباد کیا
جسمیں سو لاکھ گھر تھے۔ راجہ اوسنے بہت ملک فتح کئے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کیا پھر جب بیماری
میں جا کر ایک غار میں غائب ہو گیا۔ اوسکی عجیب عجیب کہانیاں مشہور ہیں راجہ طرنگنی عجیب غریب

گذرا ہے کہتے ہیں کہ اوسنے ایران ۔ توران وفارس وہندوستان وخطا اور تمام آبادیاں فتح کرلیا ۔ دادگری اختیار کی شمالی کوہ میں مرگیا جیسی اوسکی فتوح کی حکایات عجیب ہیں ایسی ہی اسکے مرنے کی روایات غریب ہیں کوئی کہتا ہے کسی مرتاض کی نفرین سے پتھر ہوگیا کوئی اور کچھ کہتا ہے جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ وہ سمندر میں ڈوب گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ آگ میں فنا ہوا بعض کہتے ہیں کہ وہ دوسری دنیا میں گیا ۔ اسی طرح جب بڑے آدمی مرتے ہیں تو اوسکی موت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے اوسکی بزرگی ظاہر ہو ۔ راجہ جیاپیر نے بہت فتوحات حاصل کیں بنارس میں ننانوے ہزار نوسو ننانوے گھونے خیرات کئے ۔ محتاجوں کو بہت مال تقسیم کیا ۔ بوڑھے آدمیوں سے پوچھا کہ میرے دادا ملتادت کا لشکر زیادہ تھا یا میرا ۔ اسکا جواب ملا کہ تیرے لشکر میں اتنی ہزار ہیں اور دادا پاس ایک لاکھ ۲۵ ہزار تھے اسی سے اوسکے حشم کا اندازہ کرنا چاہئے ۔ جب راجہ اپنے ملک سے چلا گیا تو اوسکا خسر پورہ (سالہ) بج راج غصب کرکے کاشمیر کا راجہ بن بیٹھا ۔ راجہ کے سپاہیوں نے بسبب چیرہ دستی وفرزندکے بیوفائی کی ۔ اور ناموس حقیقی پر عرض سوری کو ترجیح دی بہتیرے ڈر اوسکے پاس سے بھاگ کر کاشمیر میں چلے آئے ۔ راجہ نے بنگالہ میں اپنا بنگا بنایا اور وہاں سے سپاہ لایا اور بج کو لڑائی میں مارا ۔ راجہ ملتا پیر نے کمینوں پر نوازش کی ہنرسرایوں کا اعتبار کیا تو کاردانان دانش نے گوشہ نشینی اختیار کی ۔ جب زبیر نے دیکھا کہ اندرز گوئی کچھ کام نہیں کرتی تو وہ تارک الدنیا ہوا ۔

راجہ شنکر ورمانے گجرات ، سندھ کو تسخیر کیا اور دکھن پر چیرہ دستی پائی اور یہیں کے سوزبان کو دکھن کی حکومت دیدی ۔ اگرچہ عنفوان دولت میں نیکی کی راہ پر چلا لیکن انجام کو نہ پہنچا یا ۔ دنیا کی مستی نے تباہ جوئی پر شیفتہ کیا ۔

فہرست ہفتم

نمبر	نام راجہ	مدت سلطنت	سنہ عیسوی	کیفیت
۱	سنگرام راج یا کشام پتی	۴۲ سال ۲ ماہ	سنہ ۱۰۰۳	اودیراج کا بیٹا اور دانی کا بھائی
۲	ہری راج	۲۲ روز	سنہ ۱۰۲۸	(۱) بیٹا

۳	انت دیو	۳۳ سال ایکماہ ۵ روز	سنہ ۱۰۲۸	(۲) کا بیٹا
۴	رانا وتیا دھر یا کلس دیو	۲۶ سال ۴ ماہ	سنہ ۱۰۶۳	(۳) کا بیٹا
۵	اودت کرشن	۲۲ روز	سنہ ۱۰۸۹	(۴) کا بیٹا
۶	ہرش	۱۱ سال ۸ ماہ ۱۳ روز	سنہ ۱۱۰۱	
۷	اودے راج جنس کے ۶ راجاؤں نے ۹ سال ۱۱ مہینے ۲۰ دن سلطنت کی ۔			

فہرست ہشتم

۸	اچل	۱۰ سال ۴ ماہ ایک دن	سنہ ۱۱۱۱	ہرش کا (۶) بیٹا
۹	ردہ یا ہم کہراج	ایک پہر رات کے ایک پہر دن کو	سنہ ۱۱۱۱	(۸) کا بیٹا
۱۰	سہن	۳ مہینے ۲۰ دن	سنہ ۱۱۱۱	برادر اچل
۱۱	سلہا	۷ سال ۲ ماہ	سنہ ۱۱۱۸	برادر سہن
۱۲	ببکشا چر	۷ ماہ ۱۲ دن	سنہ ۱۱۲۵	ہرش کا بیٹا
۱۳	سلہا	۳ سال ۳ ماہ ۱۴ دن	سنہ ۱۱۳۱	دوبارہ راجہ ہوا
۱۴	سمہ دیو یا جے سنگھ	۷ سال	سنہ ۱۱۳۸	
۱۵	پرمانک	۹ سال ۱۰ ماہ ۵ روز	۱۱۵۰	(۱۴) کا بیٹا
۱۶	دتی	۷ سال ۲ ماہ	۱۱۵۹	(۱۵) کا بیٹا
۱۷	بتی دیو	۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن	۱۱۶۶	(۱۶) کا بیٹا
۱۸	جس دیو	۱۸ سال ۳ روز	۱۱۷۶	چچا زاد بھائی (۱۷) کا
۱۹	جگ دیو	۱۴ سال ۲ ماہ	۱۱۹۴	(۱۸) کا بیٹا
۲۰	راجدیو	۳ سال ۳ ماہ ۷ روز	۱۲۰۸	(۱۹) کا بیٹا
۲۱	سنگرام دیو	۱۶ سال ۱۰ روز	۱۲۳۱	"
۲۲	رام دیو	۲۱ سال ۱ ماہ ۳ روز	۱۲۴۸	"
۲۳	لچھمن دیو	۱۳ سال ۳ ماہ ۲ روز	۱۲۶۹	برہمن کا بیٹا تھا

۲۴	سمہ دیو	۱۴ سال ۵ ماہ ۲۷ روز	۱۲۸۲	اجن شاہ کے بعد اکثر امرا
۲۵	سینا دیو	۱۹ سال ۳ ماہ ۲۶ روز	۱۲۹۰	سمہ دیو کا بھائی
۲۶	رنچن تبتی	۱۰ سال چند ماہ	۱۳۰۷	تبت سے آیا
۲۷	اون دیو	۱۵ سال ۲ ماہ ۱۰ روز	۱۳۲۱	سینا دیو کا خویش
۲۸	رانی کوتا دیوی	۶ ماہ ۱۵ روز	۱۳۳۶	زن اون دیو

۲۷ راجاؤں نے ۳۵۱ سال ۶ ماہ ۱۰ روز حکومت کی۔

یہ ہم نے کاشمیر کے ہندو راجاؤں کی فہرستیں لکھی ہیں۔ اب ہم مسلمانوں کی سلطنت کا حال لکھتے ہیں ۱۳۱۵ء میں کہ سینہ دیو کا راج کاشمیر میں تھا ایک مسلمان شاہ میر نام قلندری ایران سے کاشمیر میں آیا اور راجہ کا نوکر ہوگیا۔ شاہ میر اپنی نسبت ارجن پانڈو تک پہنچاتا ہے۔ اس زمانہ میں مرزبان قندھار کا میر بخشی دلجو جمعیت لیکر کاشمیر میں آیا اور اوسکو زیر و زبر کیا راجہ سینہ دیو نے اسکا بہت زور زور سے لیا۔ اور اوس کو دلجو پاس پہنچکر لابہ گری کی اور خود کوہستان کے تنگ راہ میں چلا گیا۔ دلجو برف کے سبب سے یہاں نہ ٹھیر سکا قندھار چلا گیا اس کے بہت آدمی برف میں گل کر مرگئے۔ انہیں ایام میں مرزبان تبت کے بیٹے رنچن نے کاشمیر پر تاخت کی اور ملک کو ویران کیا۔ جب راجہ سینا دیو مرگیا تو رنچن ہی راجہ ہوگیا اور داد و دہش میں نام آور ہوا شاہ میر مذکور کو اپنا وزیر بنایا۔ اوسکی جنشینی و دلسازی کے سبب سے راجہ نے اوسکا مذہب اختیار کیا۔ جب راجہ رنچن فوت ہوا تو اوسکا قرابتی راجہ اون دیو قندھار سے آنکر راجہ ہوا اوس نے بھی شاہ میر کو جو راجہ رنچن کے بیٹے چندر کی اتالیقی کرتا تھا اپنا وکیل مقرر کیا۔ اوس نے شاہ میر کے دو بیٹوں جمشید اور علی شیر پر اعتبار کرکے صاحب اختیار بنایا۔ شاہ میر کے دو اور بیٹے سیانک و ہندال تھے وہ بڑے دعوے کے جوانمرد تھے۔ جب راجہ نے شاہ میر اور اوسکے بیٹوں کا استیلا و غلبہ دیکھا تو اوسے رنجیدہ خاطر ہوگیا۔ اور ان کا آنا اپنے پاس بند کردیا شاہ میر اور اوس کے بیٹوں نے تمام پرگنات کاشمیر پر قبضہ کرلیا۔ اور راجہ کے نوکروں کو اپنا غلام بنالیا۔ روز بروز راجہ کا زور گھٹتا گیا اور شاہ میر کا غلبہ بڑھتا گیا

۱۳۲۹ء میں راجہ مرگیا اور اوسکی رانی کوتا دیوی اوسکی قائم مقام ہوئی۔ اوسنے بنا استقلال حکومت کے لئے شاہ میر کو پیغام بھیجا کہ چندر بن راجہ رنچن کو وہ راجہ بنائے۔ شاہ میر نے اوسکو قبول نہیں کیا۔ رانی بہت پیاہ ایکر شاہ میر پر چڑھی مگر گرفتار ہوئی۔ شاہ میر نے جبراً سرائی کرکے رانی سے نکاح کیا اور مسلمان کیا۔ یہ دوسرے روز رانی کو عقیہ کیا۔ اوسے شاہی خود بلند کیا۔ اور خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ سلطان شمس الدین خطاب کیا۔

کاشمیر میں نعمت اسلام کا رواج اسی بادشاہ کے زمانہ سے ہوا اور کاشمیر کے فرمانروا مسلمین کی ابتدا اسی سے ہوئی اوسنے بادشاہ ہوکر کاشمیر میں جو خرابیاں اور تباہیاں پھیل رہی تھیں ان کا علاج کیا اور رعایا کی یہ رعایت کی کہ اُن پر محصول شش یک یعنی چھٹا حصہ مقرر کیا طائفہ لون نے اُس سے مخالفت کی تھی اوسکو مار کر ستیا ناس ملا دیا۔ اوسنے دونوں پکھ اور ماکری کو سرفراز کیا۔ انہیں دو فرقوں میں سے کاشمیر میں اکثر باشی اور اہل ہے جب بڈھے نے زور کیا تو کاروبار سلطنت اپنے بیٹوں جمشید اور علی شیر کو سپرد کیا اور خود بغرافت عبادت میں مشغول ہوا۔ دو سال ۱۱ ماہ ۲۵ روز سلطنت کرکے ۱۳۴۹ء میں مرگیا۔

شمس الدین کے بعد اسکا بڑا بیٹا اعیان دولت کے اتفاق سے بادشاہ ہوا۔ مگر جمشید بادشاہ اوسکے چھوٹے بھائی علی شیر کو مدنی پور میں بادشاہ بنایا۔ جمشید نے بھائی پر لشکر کشی کی۔ اہل فوج دونوں بھائیوں کو اپنے سامنے صلح کا طالب ہوا۔ علی شیر نے صلح سے انکار کرکے بھائی پر شب خون مارا اوسکو شکست دی۔ جمشید مدنی پور کو خالی دیکھکر ادھر چڑھ گیا۔ جب علی شیر کو اسکی خبر ہوئی تو وہ مدنی پور میں آیا۔ جمشید اوس سے لڑنا کر ان ہالگام جمشید کے وزیر سراج نے علی شیر کو بلاکر سری نگر اوسکے حوالہ کیا۔ جمشید ایک ۱۰ ماہ سلطنت کرکے ۱۳۵۴ء میں مرگیا۔

جمشید کے مرنیکے بعد اوسکا بیٹا علی شیر بادشاہ ہوا اسنے اپنا خطاب سلطان علاء الدین رکھا اور اپنے بھائی بیابک کو صاحب استیا کیا۔ اس کے عہد میں قحط سے بہت آدمی مرے جو طائفہ مخالفت ہوکر کشتواڑ (کاشغر) چلا گیا تھا۔ اوسکو طائفہ الجیل جاکر کاشمیر میں مجوس کیا

بخشی پور کے نزدیک اپنے نام پر شہر علاء پور آباد کیا۔ اس کے احکام مختصر میں آیا ہے کہ عورتیں زن ناپارسا میراث شوہر نہ پائے۔ جسکے سبب سے بہت عورتیں پارسا ہوگئیں۔ ۳۰ سال ۱۰ روز سلطنت کرکے ۶۵۵ھ میں مرگیا۔

سلطنت شہاب الدین

جب سلطان علاء الدین نے مراحل زندگی کو طے کیا تو اوسکا چھوٹا بھائی یالکی اوسنے اپنا لقب سلطان شہاب الدین کیا۔ وخلیق و شجاع تھا جس روز کسی جگہ سے فتحنامہ نہ آتا اوس روز کو وہ اپنی زندگی میں نہیں شمار کرتا۔ اور اوسکے چہرہ سے آثار کامرانی ظاہر ہوتے۔ وہ ولایت مجددہ کو مالکان قدیم کو پھیر دیا کرتا۔ دریائے سندھ کے کنارہ پر وہ لشکر کو لیکر پہان حاکم جام اس سے لڑنے کو آیا اور شکست پائی۔ قندہار اور غزنین کے حاکم ہمیشہ اوس سے ہراس میں رہے۔ وہ پیشاور میں گیا۔ مخالفوں کی بہت کثیر کو قتل کیا۔ کتی رسندہ کشمیر میں آیا صعوبت راہ کے سبب سے بہت تکلیف اوٹھائی۔ اور مراجعت کی۔ دریائے ستلج پر معسکر بنایا۔ تمرلنگ کا راجہ دہلی کے محالات کی لوٹ سے مالا مال ہورہا تھا کہ وہ اوسکی خدمت میں آیا۔ بہت سی نذر پیشکش ہاتھ آئیں تھیں وہ اسکو پیش کش میں دیں۔ اور اطاعت اختیار کی۔ تبت خرد کا حاکم اس پاس آیا اور درخواست کی کہ سلطان کی سپاہ اوسکے ملک کو آسیب نہ پہنچائے۔ اطراف ولایات کو مسخر کرکے اپنی دار الحکومت میں آیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی مندال کو ولیعہد کیا۔ اور اپنے دو حقیقی بیٹوں حسن خاں و علی خاں کو دہلی کی طرف اس سبب سے خارج کیا کہ اونکی سوتیلی ماں نے اونکی طرف سے اوسے بہکا دیا تھا۔ مگر اوسے پشیمان ہوکر حسن خاں کو طلب کیا تھا وہ وجہ میں آیا تھا کہ شہاب الدین مریض ہوکر ۶۵۸ھ میں مرگیا۔ شہاب پور اوسنے آباد کیا۔ ۳ برس سلطنت کی۔

سلطان قطب الدین کی سلطنت

جب سلطان شہاب الدین نے بساط حیات کو طے کیا تو اوسکا بھائی مبندال سلطان قطب الدین کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ وہ تنقید احکام میں خود اہتمام کرتا تھا۔ بعض امرا شہاب الدین کے تھے اونمیں قلعہ لودکوٹ تھا۔ اوسکی آخر سلطنت میں اوسنے سرکشی کی اوسکی تسخیر کے واسطے اوسنے ایک سردار کو بھیجا طرفین سے سخت لڑائیاں ہوئیں انمیں یہ سردار مارا گیا۔ کچھ دنوں بعد قطب الدین نے اپنے برادر زادہ حسن خاں کو دہلی سے بلایا۔ وہ باپ کے مرنے کی خبر سنکر جو سے دہلی چلا گیا تھا

جب حسن خاں کشمیر میں آیا تو سلطان کا ارادہ اوسکو ولیعہد بنانے کا ہوا کہ اہل حسد نے بادشاہ کو اغوا کرکے اس ارادہ سے باز رکھا بلکہ اوسکے گرفتار کرانے کا ارادہ کیا۔ حسن کو اس ارادہ سے مطلع کیا۔ وہ بھاگ کر لوہ کوٹ میں چلا گیا جس سے شاہ کے مخالفوں کو بہت تقویت ہوئی۔ ان دونوں کو زمینداروں نے گرفتار کرکے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ بادشاہ نے دل کو تو مار ڈالا اور حسن کو قید کیا۔ آخر عمر میں سلطان کے دو بیٹے پیدا ہوئے بیٹے کا نام شاہ بیت خاں تھا یہ دونوں بیٹے خرد سال تھے کہ بادشاہ کا انتقال ۷۹۹ھ میں ہوا۔ مدت سلطنت اوسکی پچاس سال پانچ مہینے تھی۔

سلطان سکندر بت شکن کی سلطنت

اسکے عہد میں میر سید علی ہمدانی کاشمیر میں آئے۔ اور ایک خانقاہ اونکے نام پر سلطان نے بنوائی۔ قطب الدین کے بعد اوسکا بیٹا سکندر جانشین ہوا۔ اوسنے اپنا لقب رکھا۔ اوسکی کم عمری کے سبب سے اوائل حکومت میں مہمات ملکی میں اوسکی مادر دخل دیتی تھی۔ اکثر امور کو نیک طور پر سرانجام کرتی تھی۔ جب اوسنے سلطان سکندر سے مخالفت کے آثار اپنے داماد شاہ خمیں دیکھے تو اوسکو اور اوسکی زوجہ کو یعنے اپنی بیٹی کو قتل کرادیا۔ اسے بکری نے کہ امرا مخالف ہیں تا بیبت خاں برادر شاہ سکندر کو زہر دیکر ہلاک کیا۔ اسی سبب سے شاہ سکندر کو ضعف ہوگیا اور اوسکے دفع کے درپے ہوا مگر استقلال ایسا کمال کے ساتھ رکھتا تھا کہ کبھی اپنے ارادہ کو قوت فعل میں نہیں لایا۔ راے بکری کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اوسنے شاہ سے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو بندہ جاکر تبت کو چک کو کہ کاشمیر سے قریب ہے تسخیر کرے۔ اس سے مقصد یہ تھی کہ شاہ کے آتش غضب سے دور ہو جائے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو اس خیال سے منظور کیا کہ وہ شاید ان جنگلوں میں ہلاک ہو جائے تو بے سعی مقصد حاصل ہو جائے۔ راے بکری نے تبت میں لشکر بھیجکر اوسکو تسخیر کرلیا۔ ممالک تبت پر تصرف کرکے جزیہ تمام ہر سنجانی اور بلاد اطراف کی۔ شاہ سکندر لشکر جمع کرکے اوسکی طرف متوجہ ہوا۔ اسے بھی جنگ ہوئی راے بکری بھاگا وہ پکڑا گیا اور زہر کھاکر مر گیا۔ شاہ سکندر نے تبت اور اوسکے اطراف کو انتظام ترتیب کرلیا۔ انہیں ایام میں امیر تیمور نے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اپنے ایلچیوں کے ہمراہ

دو ہاتھی اس پاس بھیجے جسپر سکندر نے افتخار کیا۔ اور ایلچیوں کو بہت انعام دیا۔ امیر پاس خبر پہنچی
نہ بھیجی کہ جہاں حکم ہو وہاں حاضر ہوں امیر نے اوسکو کہلا بھیجا یا کہ جب ہم دہلی فتح کرکے پنجاب میں
آئیں تو وہ ہماری خدمت میں حاضر ہو۔ جب دہلی کو فتح کرکے کوہ سوالک سے امیر پنجاب کا ارادہ
تو سلطان سکندر بڑی پیش کش تیار کرکے اوس سے ملنے چلا۔ اثنار راہ میں سنا کہ بعض امرا و
وزرا صاحبقرانی نے کہا کہ سلطان سکندر کو تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی طلائی پیش کرنی
میں لانی چاہئے۔ اس خبر کو سنکر پریشان خاطر دریا سے اُتر چلا آیا اور عرضداشت اس مضمون
کی امیر پاس بھیجی کہ بندگان امیر کے لائق پیش کش تیار کرکے حضور کی بندگی میں حاضر ہوتا
ہوں۔ جب امیر کو عرضداشت کے مضمون پر اطلاع ہوئی تو اوسنے کہا کہ وزرا نے نامعقول بات
کہی ہے وہ بے وغدغہ ہمارے پاس حاضر ہو۔ جب سکندر نے یہ سنا تو وہ بہت خوشی خوشی
پیش کش لیکر امیر کی ملازمت کے لئے کشمیر سے چلا۔ بارہ مولہ میں پہنچا تھا کہ امیر دریا سے
پار ہوکر سمرقند کو چلا گیا۔ تو اوسنے اپنے آدمیوں کے ہمراہ پیش کش امیر تیمور پاس بھجوائی اور
خود کاشمیر میں چلا آیا۔ سلطان سکندر میں سخاوت ایسی تھی کہ اس کی شہرت سُنکر عراق و
خراسان و ماوراء النہر سے آدمی اوسکی ملازمت کے لئے چلے آتے تھے۔ کاشمیر میں علم و
فضل کا رواج ایسا ہوتا جاتا تھا کہ وہ عراق اور خراسان کا نمونہ ہوگیا تھا۔ سید محمد ایک
عالم تھے جنسے کہ آداب دین سلطان سیکھتا تھا۔ ایک برہمن سودیو بھٹ مسلمان ہوا تھا اور
شاہ نے اوسکو مطلق العنان وزیر کیا تھا اور اوسکو اپنا دینوی معتمد علیہ بنایا تھا۔ وزیر
ہندوؤں کے آزار اور ایذا دینے میں بہت سعی کرتا تھا۔ اوسکے کہنے سے سلطان نے
حکم دیا کہ سب برہمن اور انیان ہند مسلمان ہوں اور جو مسلمان نہو کاشمیر سے باہر نکلجائے اور اپنی
پرستش نہ کھینچیں اور عورتیں خاوندوں کے ساتھ ستی نہ ہوں۔ سونے چاندی کے بت
دار الضرب میں گلائے جائیں اور اونکے سکے ڈھالے جائیں۔ اس سبب سے کاشمیر کے ہندو
کو بہت تکلیف ہوئی جن برہمنوں کو ترک مذہب و وطن دشوار معلوم ہوا اونہوں نے خودکشی
کی بعض جلاوطن ہوکر دوسرے ملک میں چلے گئے بعض نے سلطان اور وزیر کے ڈر سے

سبب سے مسلمانی کا اظہار بطریق تقیہ کے کیا اور کاشمیر میں رہے۔ بڑے بڑے برہمنوں نے
چودہ لاکھ کا اوس کا خطاب بت شکن ہوگیا۔ سلطان کے احکام متعددہ میں سے یہ ایک حکم تھا کہ کوئی شخص
میں شراب نہ بیچے پائے اور اوسکی ولایت میں کسی شخص سے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان تعلق نہ رکھیں
آخر عمر میں تپ محرق میں گرفتار ہوا اپنے بیٹوں میر خاں و شاہی خاں و محمد خاں کو ایک مجلس میں
طلب کیا اور وفاق و اتحاد کے لئے ہر ایک کو نصیحت کی اور اپنے بڑے بیٹے میر خاں کو
علی شاہ کا خطاب دیکر سلطنت حوالہ کی ۸۱۳ھ میں انتقال کیا۔ ۴۰ سال دو مہینے سلطنت کی۔

سلطان علی شاہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اگرچہ خرد سال تھا مگر سلطان سکندر
کی جہانبانی و صلاحیت ایسے لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی تھی کہ لوگ اوسکی اطاعت سے تجاوز
نہیں کرتے تھے۔ ابتداء سلطنت میں کل مہمات ملک کا اہتمام سید دیو بھٹ کے حوالہ کیا جو
سکندر کا وزیر تھا اس وزیر نے چار سال وزارت کی اوسنے ہندوؤں پر وہ ظلم و ستم کئے کہ خدا
کی پناہ اوسنے اپنی قوم کے برہمنوں کا ستیاناس مار دیا۔ جو انیں مسلمان ہوتا قتل ہوتا تھا جو
دلوں میں کاشمیر میں برہمنوں کا نشان نہ رہا۔ وہ مسلمان ہوئے یا جلاوطن ہوئے جسپر اوسکے
ظلم کے مرتکب میں مبتلا ہوکر مرگیا تو سلطان علی شاہ نے اپنے بھائی شاہی خاں کو کاروبار
سلطنت سپرد کیا۔ یہ بھائی تدبیر و شجاعت میں یگانہ تھا تمام مہمات شاہی کو سرانجام دیتا
اور بھائی کو آرام سے رکھتا۔ جب علی شاہ نے عالم کی سیر کا یا سفر حجاز کا قصد کیا تو اپنے
بھائی شاہی خاں کو جانشین کیا اور دوسرے اپنے بھائی محمد خاں کو اطاعت و انقیاد
کے لئے نصیحت کی۔ جب اپنے خسر راجہ جمو پاس وہ رخصت ہوکے گیا تو اس راجہ اور راجہ اوری
نے اوسکو سرزنش کی کہ خود ترک شاہی کرکے اپنا جانشین شاہی خاں کو کیا۔ وہ یہ جانتے
تھے کہ استقلال سلطنت بے مدد و اعانت میسر نہیں ہوگا تو راجہ جمو اور راجہ اوری بڑے
لشکر کے ساتھ علی شاہ کے مدد ہوئے اور کاشمیر گئے اور ملک کو شاہی خاں کے تصرف سے
نکال کر شاہ علی کے تصرف میں دوبارہ لائے۔ شاہی خاں سیالکوٹ میں گیا۔ ان دنوں میں
جسرت شیخی گکھر نے جو سمرقند سے امیر تیمور کی قید سے بھاگ آیا تھا پنجاب پر خوب تسلط کر لیا تھا

شاہی خاں نے اس پاس پناہ لی۔ علی شاہ بہت سا لشکر لیکر کاشمیر سے نکلا جبرت سے مقابلہ
پر اسلحہ کی۔ اونہوں نے بھی پہاڑوں میں صفیں آراستہ کرکے جنگ کی اور علی شاہ کو شکست
بعض کہتے ہیں کہ اوسکو زندہ گرفتار کرلیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فرار ہوگیا۔ شاہی خاں نے
تعاقب کیا۔ اور پائے تخت کشمیر پر خود ہو بیٹھا۔ اہل کشمیر اوس سے ایسے خوش ہوئے کہ
شادیانوں کے نقارے بجائے۔ علی شاہ کی سلطنت ۴ سال نو ماہ تھی۔

جب شاہی خاں کاشمیر میں بجائے بھائی کے تخت پر بیٹھا تو اوس نے سلطان زین العابدین
اپنا لقب رکھا اور جبرت کی مدد کے لئے بہت سا لشکر بھیجا کہ وہ ولایت دہلی اور پنجاب کو تسخیر
کرلے۔ شاہ دہلی کی برابری تو جبرت نہ کرسکا۔ سلطان بہلول لودی سے شکست پائی۔ اگر سلطان
کی لشکر کشی یاوری سے پنجاب میں اوسنے خوب اپنی سلطنت کا سکہ جمایا۔ سلطان کو ملک گیری
کا شوق ہوا۔ تبت پر لشکر بھیجا اور اوس کو تسخیر کیا۔ اور آب سندھ کو کنارہ پر جو ولایات تبت کے
اُن پر قبضہ کرلیا۔ اپنے بھائی محمد خاں کو صاحب مشورت کیا اور مہمات کے کلیات و جزئیات
اسکے سپرد کئے۔ وہ خود قضیوں کا فیصلہ کرتا۔ ہمیشہ طوائف مردے ساتھ صحبت رکھتا۔ علم و ہنر
کو اوسنے حاصل کیا تھا ہمیشہ اوسکی مجلس ہندو مسلمان دانایوں سے بھری رہتی۔ علم
موسیقی سے خوب ماہر تھا۔ تعمیر دلایات اور تکثیر زراعات اور نہروں اور ندیوں کے کھدانے میں
اس بادشاہ کو ہوئی۔ کشمیر میں پہلے کسی حاکم کو نہیں ہوئی۔ اوسنے حکم عام دیدیا کہ تمام ولایت
میں جس کسی کی کوئی چیز چوری جائے اوسکا تاوان رئیسان قریہ دیں۔ اس سبب سے تمام قریجات
بہت کم ہوگئی۔ سیوڈیہ بہت سے جستے جو بند سڑکیں جاری ہوئی تھیں انکو بند کیا۔ تتع و بیگار
ظالم نے جاری کی تھی اور پہلے کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہ ہوئی تھی اوسنے اوسکو دور کیا۔ تمام
کے پتروں پر اپنے قوانین و ضوابط کو کندہ کراکے ہر شہر و ہر قریہ میں انکو لگوادیا تاکہ فصل کی
کشمیر سے دور ہو جائیں یہ بھی انیز لکھ دیا کہ جو شخص ہمارے ان قوانین و دستور کے برخلاف
لفظ میں گزشتہ ہوا۔ مہری بہت ایک طبیب حاذق تھا وہ بھی اس قانون سے ان بزرگوں کو
کے زمانہ میں سیوڈیہ بہت سی [illegible] باہر چلے گئے تھے۔ اوسکے

ڈاک مقرر کیں۔ اونکو اپنے معاہد و مقام میں وہیں آباد کیا۔ جزیہ معاف کیا اور محصلوں کو برطرف
کیا۔ تمام پنڈتوں کو بلاکر عہد لیا کہ جو کچھ اونکی کتابوں میں لکھا ہے اوس کے خلاف ہرگز نہ کریں
سیوڈیوں کی تمام رسوم و عادات کہ سکندر کے زمانہ میں موقوف ہوئی تھیں وہ جاری کیں
تشنہ کہنے کی۔ ستی ہونے کی اور ایسی رسمیں جاری ہوئیں۔ پیشکش و جرمانہ اور اوصادات
ڈنڈ اگر شدا لیتے تھے موقوف کئے۔ حکم عام دیا کہ سوداگر ولایتوں سے جو اشیا خرید کر
لائیں اونکو چھپائیں نہیں۔ نمبر فاحش نہ کریں تھوڑا فائدہ لیکر بیچ دیں۔ سلطان نے تمام
قیدیوں کو جو سلاطین سابق کے عہد میں مقید ہوئے تھے۔ یک قلم آزاد کیا اوسکے خویشوں سے
تاکہ جس ولایت کو فتح کرتا اوسکا خزانہ لشکر میں قسمت کرتا اور اپنی سلطنت کے قوانین کے موافق
رعایا پر خراج مقرر کرتا اور سرکشوں اور متکبروں کو گوشمالی دیتا اور مرتبہ اعلیٰ سے مرتبہ ادنیٰ
پر اونکا تنزل کرتا۔ فقیروں ضعیفوں پر نوازش کرکے درجہ متوسط میں رکھتا تاکہ توانگری مفرط
سے بغاوت نہ کریں اور افلاس سے گدائی مطلق اختیار نہ کریں۔ اور پارسا اس عہد پر تھا کہ بیگانہ
عورت کو بجائے مادر و خواہر سمجھتا تھا۔ اور یہ کبھی نہیں چاہتا تھا کہ نامحرم کے روے پر اور
غیر کے مال پر خیانت سے نظر کرے۔ رعایا پر مہربانی کی کہ گزو جریب کو زیادہ کرکے خراج
عامہ اس عمل سے اوٹھتا جو کان نمک سے پیدا ہوتا اور فرودین میں ہمیشہ کام کرتے شاہ
سکندر کے عہد میں سونے چاندی وغیرہ کے بت شکستہ ہوکر کے بنائے گئے تھے۔ ان میں کھوٹ
تھی تو سلطان نے حکم دیا کہ مس خالص ہوکان سے نکلتا ہوا اوسکے سکے بناکر رائج کریں۔ سلطان کبھی
غضب ہوتا کچھ ضرور نہ تھا کہ اوسکو سزا دیتا۔ جس سے وہ ناخوش بھی ہوتا تو اوسکو اپنی ولایت
سے اسطرح اخراج کرتا کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ سلطان مجھ سے خفا ہے۔ وہ راضی ہوتا اور ہر سال
اوسکے ضمن میں ہو جاتی۔ اوسکے زمانہ میں ہر شخص جس مذہب پر چاہتا تھا۔ وہ متعرض
نصب اوسکے معترض نہ ہوتا۔ صلح کل سے نصیحہ واقع ہوا تھا۔ سلطان سکندر کے عہد میں
جو مسلمان ہوئے تھے وہ سلطان کے عہد میں مرتد ہوگئے۔ جو ہندو میں کوئی اسلام نہ لاتا
پکڑ نہیں کرسکتا تھا۔ سلطان کو ہمارا ان کے نزدیک ہر ایا اور ایک نیا سکہ آوا گیا۔ اور

اسنے اور شہر بھی آباد کئے اور کالپور وغیرہ دور دور سے نہریں لایا۔ اوسکے
کو بہت ترقی دی۔ جن مواضع کو خود اوسنے آباد کیا تہا وہاں علماء و فضلاء و فقراء کو
تاکہ آیندہ و روندہ کو طعام دیں۔ محتاجوں کو جو نقد و جنس درکار ہو وہ اونکے لئے
کشمیر میں اس جگہ کے سوا جہاں وہ نہیں گیا کوئی زمین بے آب و زراعت نہ رہی۔ سلطان
کیا کہ دیر ناگ کے حوض میں کہ شمال دریا کے نظر آتا ہے ایک عمارت تعمیر کرے بعد مشورہ
تامل کے یہ قرار پایا کہ چوب کے مربعات بنا کے اونکو پتھروں سے بہر کر پانی میں غرق کریں
بلند ہوں تو اوپر عمارت بنائیں۔ جب پتھر چند گز بلند ہو گئے تو سلطان نے اوان پر
عالی بنائیں منازل و مساجد و باغوں سے اوسکو آراستہ کیا اوس کا نام رکھا۔
عمارت کہتہ ہوتی ہیں۔ اوسکے واسطے مواضع بھی وقف کئے۔ دنیا سے اوسکی وارستگی
تھی کہ وہ اسباب سلطنت سے اپنا تعلق نہیں رکہتا تہا اور خزانے کو جمع نہیں کرتا تہا۔ اوسنے
ملا محمد ایک ایسا شاعر دانشمند ہوا کہ مجلس میں بیٹہ کر ہر بحر و قافیہ میں شعر کہتا تہا۔ ان
اس سے پوچہتے اسکا جواب دیتا تہا۔ سلطان جمیع علماء اسلام کی تعظیم میں
ایسے ہی جوگیوں کا بھی احترام کرتا تہا و کسی طائفہ کے عیب پر نظر نہیں
رکہتا تہا۔ سلطان کی عادت میں تہا کہ وہ چور کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیتا تہا۔ جب
پکڑا جاتا تو اوسکو حکم دیتا کہ اونکے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر عمارت و سنگ دگی میں
رحم دلی کے سبب آدمیوں کو شکار سے منع کر دیا تہا۔ رمضان میں وہ خود گوشت
علم موسیقی کا وہ ایسا قدرشناس تہا کہ ایران و توران سے اس فن کے ماہر اسکے دربار میں
تہے۔ خواجہ عبدالقادر کہ صاحب تصانیف ہے اسکا شاگرد ملا عودی خراسان سے
آیا کہ خواندگی اور نقش بستن میں یکتا تہا۔ شاہ فارسی و ہندی و سنسکرت
میں ایسی مہارت رکہتا تہا کہ خوب بول سکتا تہا۔ بہت سی کتابیں عربی۔ فارسی
وہندی۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرائیں۔ غیر ملکوں کے بادشاہ
اوسکے ساتھ رکہتے تہے خاقان ابوسعید مرزا نے اس پاس خراسان سے

اوناں کے طور پر بہیجے۔ سلطان بہلول شاہ لودی و سلطان محمود گجراتی سے پیوند دوستی رکہتا تہا
راجہ تبت نے ہاں سرد رکی جمیل کے دو راج ہنس بہیجے تہے جو نہایت خوبصورت تہے اور اون کی
نسبت مشہور تہا کہ اگر دودہ اور پانی کو ملا کر اونکے روبرو رکہدو تو وہ پہلے دودہ کو پی لیتے ہیں
اور خالص پانی کو جدا کر دیتے تہے اور پہر وہ اس پانی کو پی جاتے تہے۔ بادشاہ نے ابتدا
شاہی میں اپنے بہائی محمد خاں کو وکیل اور ولیعہد مستقل کیا تہا۔ جب محمد خاں مر گیا تو اس کے
بیٹے حیدر کو پدر کا جانشین کیا۔ اور سلطان کے دو لڑکے مسعود و سید وتے اون کو صاحب اعتبار
کیا اونکے درمیان ایسی خصومت ہوئی کہ دونو کا کام یوں تمام ہوا کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو
وہ سر اقصاص میں قتل ہوا۔ سلطان کے تین بیٹے تہے آدم خاں سب سے بڑا تہا۔ وہ باپ کی نظر میں ہمیشہ
خوار رہتا تہا۔ منجہلا بیٹا حاجی خاں تہا اوسکو سلطان بہت عزیز رکہتا تہا۔ چہوٹا بیٹا ہیبت خاں تہا
اوسکو جاگیر بہت دے رکہی تہی۔ اوسنے ملا دریا کو جو پاتی تہا دریا خاں کا خطاب دیا اور تہانیسر کا
مملکت اوسکے سپرد کیا۔ خاطر جمع سے عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ بہائیوں میں باہم نزاع ہوا
سلطان کے حکم سے پسر بزرگ آدم خاں سوار و پیادہ توپچی کی جمعیت کے ساتھ تبت پر گیا اور اسکو اس
فتح کیا اور بہت سی دولت سلطان پاس لایا اور اوسکو خوشحال کیا سلطان نے اوسپر نوازش کی
سلطان نے حاجی خاں کو دلہ کوٹ پر نامزد کیا۔ آدم خاں کو بسبب حاجی خاں کی نامزدگی
کے اپنے پاس رکہا۔ بعض فتنہ انگیز واقعہ طلب نے حاجی خاں کو سمجہایا کہ وہ کوشش کرے کہ سلطان کے حکم
سے کاشمیر کو روانہ ہوا۔ سلطان نے اول پیغام بہیجکر اوسکو نصیحت کی اور آپنے منع کیا مگر وہ متنبہ نہ ہوا
آخر کار لشکر عظیم لیکر میدان بلیل میں جنگ کے ارادہ سے آیا اگر یہ حاجی خاں اپنے فضل و بخت سے
پشیمان ہو کر بادشاہ کی ملازمت میں آنا چاہتا تہا۔ مگر اوسکے سپاہیوں نے صف بندی کر کے لڑائی
شروع کر دی۔ ثانی سردار طرفین کے مارے گئے۔ آدم خاں صبح سے شام تک بڑی جانفشانی سے لڑا
حاجی خاں ہار کر بہیرہ پور کو فرار ہوا۔ آدم خاں نے تعاقب کر کے بہگڑ تک مارا۔ وہ چاہتا تہا کہ جبتک
حاجی خاں ہاتھ نہ آئے تعاقب کئے جاؤں۔ مگر سلطان اسکا مانع ہوا۔ اور تعاقب سے باز رکہا
حاجی خاں نے اپنی سپاہ بقیۃ السیف کو ہمراہ لیا اور بہیرہ پور سے بنیر میں آگیا۔ اور چند کے بعد میں

مصروف ہوا۔ سلطان فتح کے بعد کشمیر میں آیا۔ مخالفوں کے سروں کا منار و[illegible] بنا کیا
کے لشکر کے امیر دیکھو قتل کیا۔ آدم خاں کے ہمراہ ولایت کا مرج کی سپاہ ساتھ کی
کے حال کی تحقیق کی جو حاجی خاں کے اغوا کا باعث ہوئی اور انکے اہل عیال کو بہت آزار
اور اونسے بہت روپے لئے۔ اس سبب سے حاجی خاں کے اکثر سپاہی اس سے جدا ہوکر
آگئے۔ بعد اس واقعہ کے سلطان نے آدم خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ آدم خاں کو اس
پر چھ سال استقلال رہا۔ ملک معمور تھا کہ ان دنوں میں کشمیر میں ایسا قحط پڑا کہ آدمی
عوض جان دینے لگے۔ طلا و نقرہ کو چھوڑ کر غلہ و اذوقہ کی چوری کرنے کو غنیمت جانے لگے
کچے میووں کے کھانے سے فقرا اور غربا مرنے لگے۔ بعض بھوک کی شدت سے پیٹ
وہ بھی اونکو میسر نہیں ہوتا۔ سلطان اس قحط سے نہایت ملول تھا اوسنے ذخیرے خانات کو
میں تقسیم کیا قحط کی بلا دور ہوئی۔ بعض جگہ چوتھائی بعض جگہ ساتواں حصہ خراج کا وصول
آدم خاں نے جب ولایت کم راج پر دست تاراج دراز کیا اور ان حدود میں ظلم و فساد
قائم کی جو آدمیوں پاس دیکھتا اُس سے لے لیتا۔ بہت سے آدمی اوسکے ہاتھ سے تنگ ہوکر
فریاد کو آئے۔ سلطان جو حکم اُس پاس بھیجتا وہ اوسکو نہ سنتا۔ قطب الدین پونچھ
لڑنے کو لشکر جمع کیا۔ سلطان اس سے متوہم ہوا اور بلطائف الحیل تسلی دیکر اوسکو کرناہ کی طرف
بھجوایا۔ اوسکے شر کے دفع کرنے کے واسطے بحسب ضرورت استمالت کے ساتھ حاجی خاں کو
بھیجکر جلد بلایا۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں آدم خان کا مرج سے آیا حاجی خاں کو جنگ کر
شکست دی۔ بڑھ پور کو غارت کرکے خاک سیاہ بنا کے ہموار کیا۔ سلطان نے یہ خبر سنکر
کے سر پر بھوانی دونو ایسی لڑائی لڑے کہ جس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتی۔ آدم خاں کے نامی سپاہی مارے گئے
اور فرار کے وقت دریائے بہت کا پل ہوپور توڑا اور آدم خاں کے تین سو آدمی غرق ہوئے سلطان
کی طرف گیا اور رعایا کو دلاسا دیا۔ اسطرف دریائے بہت کے سلطان تھا۔ اور دوسری طرف آدم خاں
اس عرصہ میں حاجی خاں سلطان کے حکم سے بارہ مولہ کے نزدیک آیا۔ سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی ہرام خاں کو
کے استقبال کے لئے بھیجا۔ ان دونو بھائیوں نے ایکدوسرے کے ساتھ بہت خصوصیت ظاہر کی

حاجی خاں کے آنے سے آدم خاں دل تنگ ہوا۔ ہرام خاں غالب ہوا۔ نیلاب چلا گیا۔ سلطان حاجی خاں
کو لیکر شہر میں آیا۔ اور اوسپر التفات کرکے ولیعہد کیا۔ اوسنے شب و روز خدمت کی اخلاص و ادب
کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ تعمیرات سابق کی تلافی خوب کی۔ اسکی بادشاہی میں ایسی
جگہ ہوئی کہ اور فرمانرواؤں سے زیادہ اوسکی اعانت کرتا اوسکے آدمیوں کو مناصب جاگیریں دیتا
بعد کچھ مدت کے حاجی خاں کے دماغ اکثر ہونے سے اور نصیحت کے نہ سننے سے باپ اس سے رنجیدہ
ہوگیا۔ سلطان اسہال دموی میں مبتلا ہوا۔ مزاج اوسکا حاجی خاں سے متغیر ہوا اور مہمات
شاہی معطل رہیں گو امرا نے محنتی آدم خاں کو طلب کیا وہ بادشاہ پاس گیا مگر بادشاہ کے نزدیک
اسکا آنا نہ آنا مساوی تھا۔ التفات اوسکے حال پر اصلا نہ کیا۔ لیکن آدم خاں نے بھائیوں کے
ساتھ موافقت کی اور امرا کے ساتھ عہد و پیمان کئے۔ تنگ آکر انہوں نے سلطان سے عرض کیا کہ
ملک خراب ہوتا ہے حضور اپنے بیٹوں میں سے جس کو چاہیں مقرر کریں۔ مگر بادشاہ نے
اونکی اس التماس کو نہیں قبول کیا۔ تقدیر الہی پر کار چھوڑا۔ اتفاقاً تینوں بھائی آپس میں ملے
ہرام خاں نے ایسی وحشت آمیز باتیں اپنے دونو بھائیوں سے کیں کہ آپسمیں ایکدوسرے کے دشمن
ہوگئے اور نقص عہد باہم کیا۔ سلطان سے آدم خاں رخصت لیکر بھائیوں سے جدا ہوا اور قطب الدین
پونچھ میں چلا گیا۔ حاجی خاں اور ہرام صلح ہوکر آدم خاں کے دفع رفع کرنے میں لگے۔ ہر روز لڑائی
کو جاتے تھے۔ اس خبر سے سلطان کی بیماری روز بروز افزوں ہوتی تھی۔ حواس معطل ہوگئے
اور اطباء علاج سے عاجز ہوئے۔ جب سلطان رات دن بیہوش رہا تو آدم خاں رات کو چھپا قطب الدین پونچھ
سے سلطان کو دیکھنے آیا اور لشکر کو اطراف شہر میں محافظت کے لئے چھوڑا۔ رات کو سلطان کے
دیوانخانہ میں رہا۔ حسن خاں کچھی کہ امیران نامداروں سے تھا۔ اسی رات کو حاجی خاں کی
بیعت امرا و وزرا سے کرادی۔ دوسرے روز آدم خاں کو فریب دیکر کشمیر سے باہر لے گئے۔ حاجی خاں
کو بلایا۔ وہ دیوانخانہ میں آیا۔ جلیلے کے گھوڑوں پر متصرف ہوا۔ اور بہت لشکر جمع کرکے قصد سے
باہر نکلا چاہتا تھا کہ سلطان کو دیکھے لیکن مخالفوں کے عذر کے اندیشہ سے نہ گیا۔ آدم خاں نے جب
حاجی خاں کے غالب ہونیکی خبر سنی تو وہ کشمیر سے بارہ مولہ کی راہ سے ہندوستان روانہ ہوا

اوسکے نوکر بیدل ہوکر اُس سے جدا ہوگئے۔ زین لارگ کو حاجی خاں کے امرا معتبر میں سے تھا وہ آدم خاں کے پیچھے پڑا۔ وہ خوب لڑائیاں لڑا اور زین لارگ اور اوسکے بھائیوں کو قتل کر اور باہر چلا گیا۔ اسوقت حاجی خاں کا بیٹا حسن خاں بھی آگیا۔ اس سے باپ کو بڑی تقویت ہوئی شاہ ۶۹ برس کی عمر میں ۱۴۴۲ء میں دنیا سے رخصت ہوا ۵۰ سال سلطنت کرگیا۔ اوسکے سب چھوٹے بڑے خدا کے خاص بندوں میں سے شمار کرتے ہیں اور ولی سمجھتے ہیں اور خلیفہ کا نیرہ اُس میں جانتے تھے۔

شاہی حاجی خان المخاطب شاہ حیدر

حاجی خاں نے باپ کے تین روز مرنے کے بعد شاہ حیدر کا خطاب پایا سکندر پور میں کرنیکر مشہور ہے اپنے باپ دادا کے رسم کے موافق جلوس کیا۔ بہرام خاں اوسکے بھائی اور حسن خاں اوسکے بیٹے نے تاج سلطنت اوسکے سر پر رکھا۔ حسن خاں کو کرج جاگیر میں دیا اور امیرالامرا ولیعہد اپنا کیا اور ضلع ناکام بہرام کو دیا۔ اکثر امرا جو تعزیت و تہنیت کی تقریب سے اس پاس تھے رنجیدہ خاطر اپنی جاگیروں میں گئے۔ وہ ملک کے احوال سے بے خبر تھا۔ اوسکے وزرا ملک تعدی کرتے تھے دتولی یا تولی ایک حجام تھا اوسکو اپنا مخصوص بنایا جو کچھ دوکہتا اوپر عمل کرا وہ آدمیوں سے رشوت لیتا تھا۔ اور جس کے ساتھ وہ خود بد ہوتا سلطان کا مزاج اُس سے منحرف کرا دیتا۔ حسن خاں کچھی دکھ کا رہنے والا جس نے اوسکی بیعت میں سب سے زیادہ جی تھی وہ تولی حجام کی سعایت سے قتل ہوگیا۔ اسوقت آدم خاں نے بہت لشکر جمع کیا اور ولایت جمو کے انتزاع کا قصد کیا۔ جب حسن خاں کچھی کے قتل کی خبر پہونچی تو فتح خاں نے کیا۔ ملک راجہ جمو کی رفاقت میں مغلوں سے لڑنے گیا جو اس نواح میں آگئے تھے لڑائی میں ایک تیر لگنے سے وہ مرگیا۔ شاہ حیدر نے برادر کی لاش کو منگا کر باپ کی بغل میں دفن کیا۔ سلطان مدام سے سخت مرضوں میں مبتلا ہوا۔ امرا نے بہرام خاں سے اتفاق کرکے اوسکو بادشاہ بنوا یہ خبر فتح خاں و لہ آدم خاں کو پہونچی وہ شاہ کے حکم سے سرہند میں گیا تھا اور وہ سے فتح کے تھے۔ وہ بطریق ایلغار لشکر گراں کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ غافل بے شمار بادشاہ اوس

خدمت میں لایا۔ مگر بے اجازت آیا تھا۔ اہل فوض نے باتیں بنا کر بادشاہ کے مزاج کو متغیر کردیا تھا اور اوسکی خدمت مجرا نہ ہوئی۔ بادشاہ ایکدن مجمع کئے ہوئے مکان میں گیا اور وہاں شراب پی کر مستی میں وہ سکا پاؤں پھسلا اور وہ ۱۴۴۳ء میں مرگیا اور ۱۴ مہینے سلطنت کرگیا۔

شاہی شاہ حسن ولد شاہ حیدر

بعد پدر کے ایک شبانہ روز میں احمد اسود کی سعی سے شاہ حسن کو شاہی ملی وہ سے اوان آدمیوں کو مقید کیا جنسے اوسکو توہم تھا اور اسکندر پور سے نوشہر میں چلا آیا۔ اور یہاں اقامت اختیار کی۔ باپ دادا چچا کا خزانہ آدمیوں پر نثار کیا۔ احمد اسود کو ملک احمد کا خطاب دیکر مدار المہام مقرر کیا۔ اور اوسکے بیٹے نوروز کو حاجب مقرر کیا۔ بہرام خاں اپنے بیٹے حمیت لشکر سے ہندوستان چلا گیا۔ شاہ حسن نے شاہ زین العابدین کے ضوابط و قواعد کو از سر نو زندہ کرنا چاہا۔ شاہ حیدر کے زمانہ میں انکے اندر خلل پڑ گیا تھا۔ بعض فتنہ پرداز بہرام خاں پاس گئے اور جنگ کی تحریص کی۔ بعض نے لکھکر اوسکو بلایا۔ بہرام خاں ولایت کرناج میں آیا۔ بادشاہ اوسوقت دینا پور میں سیر کرنے گیا تھا۔ یہ خبر سنکر اپنے چچا سے لڑنے کے قصد سے سوپور میں آیا ملک تاج کو ایک لشکر گراں کے ساتھ بہرام خاں سے لڑنے بھیجا۔ موضع ٹولہ پور میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ بہرام خاں کے تیر لگا اور اوسنے شکست پائی۔ وہ اور اوسکا بیٹا دونو گرفتار ہوئے باپ کی آنکھوں میں سیل کھینچی گئی جس سے وہ تین روز میں مرگیا۔ بیٹا قید میں رہا۔ ملک احمد اسود زیر بالاستقلال ہوا۔ پنجاب دامن کوہ میں شاہ دہلی کی طرف سے تاتار خاں حاکم تھا۔ اُس سے لڑنے راجہ جمو گیا۔ اوسکے ہمراہ شاہ حسن نے ملک باری بہت کو آرہنہ لشکر کے ساتھ بھیجا۔ یہ لشکر تاتار خاں سے لڑا اور اوسکے ملک کو تاراج کیا۔ شہر سیال کوٹ برباد کیا۔ سلطان کی بیوی حیات خاتون و دختر سید حسن بن سید ناصر تھی اوس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کو نام محمد رکھکر ملک باری بہت کو تربیت کے لئے سپرد کیا اور دوسرے کا نام حسین رکھکر ملک نوروز بن ملک احمد اسود کو پرورش کے لئے حوالہ کیا۔ ملک احمد اور ملک باری میں رنجش ہوگئی اور ایک دوسرے کے دفع کرنے کے درپے ہوئے۔ امرا میں بھی خلاف ہوا اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں

یہاں تک نوبت پہونچی کہ ایک رات کو ہجیت کرکے دیوان خانہ شاہی میں آئے۔ دست اندازی کی اور آگ لگائی۔ اس سبب سے سلطان نے ملک احمد اسود کو مع اوسکے عزیزوں کے قتل کیا۔ اوسکا مال اسباب اوسکا لوٹ لیا۔ اور وہ قید ہی میں مرگیا۔ سلطان حسن نے سید ناصر کو کہ سلطان زین العابدین کا مقرب تہا اور مجلس میں اوسکو اپنے اوپر تقدیم دیتا تہا۔ کاشمیر سے اول خارج کیا پہر اوسکو عنایت کرکے بلایا اور وہ راہ ہی میں مرگیا۔ اوسکے بیٹے سید حسن کو کہ حیات خاتون کا پوتا تہا بلاکر اختیارات اوسکو دیے اوسنے امرا کاشمیر سے سلطان کا مزاج منحرف کرادیا اور ایک جماعت کشیر کو قتل کرادیا۔ اور ملک ہاری کو قید کرایا۔ باقی اور امرا خوف کے مارے بہاگ گئے۔ چاگیر ناکری کہ امرا بزرگ میں سے تہا قلعہ لوہرکوٹ کو بہاگ گیا۔ سلطان حسن اسہال کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اوسنے وصیت کی کہ میرے بیٹے چہوٹے ہیں۔ یوسف خاں بن بہرام خاں جو قید میں ہے فتح خاں پسر آدم خاں کہ ولایت جسرت میں ہیں ان دونوں کو سلطان بنائیں اور محمد خاں کو ولیعہد۔ سید حسن نے بظاہر قبول کیا اور سلطان نے اسی مرض میں رحلت کی۔ اسکی حکومت کی مدت معلوم نہیں۔

شاہی سلطان محمد شاہ بن سلطان حسن خاں مرتبہ اوّل

محمد خاں سات برس کا لڑکا تہا وہ سید حسن کی سعی سے باپ کا جانشین ہوا۔ اوسکے سامنے جب اسباب طلا و نقرہ و اسلحہ و اقمشہ وغیرہ رکہے گئے تو اون میں سے اوسنے کمان کو انتخاب کیا اس سے حاضرین نے اوسکی بزرگی اور مردانگی پر استدلال کیا۔ اسوقت سادات کو استقلال اس درجہ پر پہنچ گیا تہا کہ امرا اور وزرا میں سے کسی کو سلطان پاس وہ آنے نہیں دیتے تہے کشمیری امرا سے تنگ تہے۔ کشمیر میں تاتار خاں کے خوف سے پرسرام راجہ جموں آیا تہا اونہوں نے اوسکے ساتھ اتفاق کرکے غدر مچایا اور سید حسن کو اور تیس اور سیدوں کو باغ نوشہر میں مارا۔ اور آب بہت سے گذر کر پل توڑ ڈالا اور جمعیت بہم پہنچاکر ہو بیٹھے۔ سید محمد پسر سید حسن کو سلطان کا ماموں بنا جمعیت کے ساتھ دیوانخانہ میں سلطان کی محافظت کے لئے آیا۔ اس شب میں ایسا غلغلہ عظیم برپا ہوا کہ ہر شخص کا ناک میں دم آیا۔ حیدر تیتا نے چاہا کہ یوسف خاں بن بہرام کو قید خانہ سے باہر لیجاکر

سید علی خاں کو کہ امراء سادات سے تہا۔ جب یہ خبر ہوئی تو اوسنے یوسف خاں کو قتل کیا۔ اور ملک تاج محمد بہٹ کو جو یوسف خاں کے لئے تاسف کرتا تہا مار ڈالا۔ مخالفوں نے سید علی خاں اور سادات جنگ پر آمادہ ہوئے۔ بدانتظامی یہانتک ہوئی کہ شہر میں چور غریب آنکر چوری کرنے لگے۔ سیدوں نے ایک خندق حفاظت کے لئے بنائی۔ شہزادہ مواضع میں جہاں مخالفوں کے گہروں کو دیکہا ڈہا دہوکر پیوند زمین کیا۔ تکبر کے سبب سے لوگ نگہبانی نہیں کرتے تہے جہانگیر ناکری لوہرکوٹ سے حسب الطلب آیا۔ سادات نے اوس سے پیغام صلح کیا اوسنے قبول نہیں کیا۔ ایک دن اوسکا بیٹا داؤد سید دس لاکر آگیا۔ سادات نے خوشی کے نقارے بجائے اور مخالفوں کے سر میں کے سنائے لگائے۔ دوسرے روز سیدوں نے چاہا کہ حملہ کرکے پل سے گذریں۔ مگر مخالفوں نے پل کے درمیان لڑائی شروع کی۔ جب پل ٹوٹ گیا تو بہت آدمی ڈوبکر مرگئے۔ سادات نے بابا خاں لوہری حاکم پنجاب کو خط لکہکر مدد مانگی۔ اوسنے بہت لشکر اونکی مدد کے لئے بہیجدیا۔ جب یہ لشکر بہنبر میں آیا تو یہاں کا راجہ دہنش اوس سے لڑا۔ اوسکے اچہے اچہے آدمیوں کو قتل کیا۔ کشمیریوں اور سادات میں دو مہینے تک جنگ قائم رہی۔ آخر کشمیریوں نے اپنی تین فوجیں بنائیں اور دریا سے گذر کر اطراف کو میں دوہیں گئیں۔ سادات نے آن کر اونکا مقابلہ کیا مگر اونکے مخالفوں کی تعبیت اوسسے اضعاف تہی۔ سادات میں سے اکثر ایمان قتل ہوئے جو بچے وہ شہر سری نگر کو فرار ہوئے۔ کشمیریوں نے تعاقب کرکے اون کو قتل کیا اور شہر میں آگ لگائی اور سیدوں کے دو ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ یہ واقعہ ۹۳۵ھ میں ہوا بادشاہ کے پاس دیوانخانہ میں سب کشمیری لکر گئے اور اوس کے سر پر تاج اپنے ہاتھ سے رکہا اور کشمیر سے سید علی خاں اور سادات کو خارج کیا۔ پرسرام راجہ جموں کو بہت روپیہ دیکر بادشاہ سے جدا کیا۔ کشمیریوں میں سے ہر ایک سرداری کا دعویدار تہا۔ تہوڑے دنوں میں ان میں پہوٹ پڑی۔ تاتار خاں لودی کی وفات کے بعد فتح خاں سلطان زین العابدین کا پوتا جالندہر سے راجوری میں اپنی مملکت موروثی کے لینے کے لئے آیا تہا۔ اس پاس واقعہ طلب آدمی بہت جمع ہوگئے تہے۔ اوسنے کاشمیر کی طرف کوچ کیا۔ اوسکو یہ خبر ملی کہ جہانگیر ناکری اوس کو مہار اوچہ

لیکن وہ اس توہم سے پاس نہ گیا کہ اوسکے مخالف پہلے سے فتح خاں سے جا ملے تھے وہ فوج کو ہاہر لایا اور میدان کو معسکر بنایا۔ فتح خاں راہ ہیرہ پور سے لوامی اودن میں آیا اور چشمہ آب کو دریا پر رکھا۔ اور بادشاہ کی برابر خیمہ زن ہوا۔ اس روز میں صفیں آراستہ ہوتی تھیں اور آتش حرب مشتعل ہوتی تھی۔ اول فتح خاں کو ایسا غلبہ ہوا کہ قریب تھا کہ لشکر سلطان کو پریشان کر دے۔ مگر جہانگیر ماکری نے پائے ثبات ایسا مستحکم کیا کہ فتح خاں کے لشکر کے پچاس بڑے آدمیوں کو مارا اور فتح خاں کو شکست دی۔ جہانگیر ماکری اوسکے تعاقب میں گیا۔ قریب تھا کہ اوسکو گرفتار کر لیتا۔ مگر منافقوں میں سے کسی نے ٹپہ دی کہ سلطان محمد شاہ مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ جہانگیر پریشان ہو کر تعاقب سے باز رہا۔ سلطان فتح کے بعد دار السلطنت میں آیا۔ راجور کے راجہ نے فتح خاں کو اپنے ملک میں پناہ دی تھی اسلئے سلطان نے ملک باری بہت کو اوسکے ملک کے تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا۔ فتح خاں گو کچھ دنوں غائب رہا مگر اوسنے بہرام کلہ کی نواح میں جمعیت بہم پہنچائی اور دوسری نگر کی طرف چلا۔ جہانگیر ماکری مقابلہ کے لئے لشکر لیکر چلا اور پرگنہ ناکام کے موضع کہوا کہ میں آیا۔ فتح خاں کا نوکر وزیر فرصت پاکر شہر میں گیا اور قیدیوں سے امرا کی ایک جماعت کشمیر کو چھڑا لایا انمیں سیفی اور رنگار اے تھے۔ ان دو کی خطا سے آخر جہانگیر اندوہگیں ہوا۔ فتح خاں سے صلح کا ارادہ کیا اور یہ چال چلا کہ راجہ راجوری کو جنگی مدد کے لئے فتح خاں آیا تھا پیغام دیا کہ فتح خاں کے لشکر میں تفرقہ پیدا کرے۔ راجہ راجوری اور جہانگیر نے متفق ہو کر فتح خاں کو شکست دی اور ہیرہ پور تک اسکا تعاقب کیا۔ فتح خاں نے پھر میں جا کر اوسکو تسخیر کر لیا۔ اور لشکر جمع کر کے پھر تیسری دفعہ کاشمیر میں آیا۔ اس دفعہ میں بادشاہ اور جہانگیر ماکری نے سادات کو جنکو پہلے خارج کیا تھا دلاسا دیکر بلایا۔ اون کے آنے کے بعد سلطان اور فتح خاں میں ایک جنگ عظیم ہوئی جسمیں فتح خاں کی طرف سے سیفی خاں و رنگار اے مردانہ لڑے اور سلطان کی طرف سے سادات نے خوب تردد کئے اور ایک جماعت کثیر انمیں سے شہید ہوئی باقی جو رہے وہ سلطان اور جہانگیر کے نزدیک

معتمد ہوئے۔ اس مرتبہ فتح خاں ہزیمت پاکر چلا گیا۔ پھر بہت سا لشکر جمع کر کے آیا۔ لڑائیاں لڑا اکثر غالب ہوا ؎

گل شادی اگر خواہی ز خار غم مکش دامن ق۔م گر طالب گنجی بکام آرزو باشد

نوبت یہانتک آئی کہ سلطان پاس کوئی نوکر نہ رہا۔ اور سارا خزانہ اوسکا جاتا رہا جہانگیر ماکری زخمی ہو کر کسی کوہ میں بھاگ گیا۔ میر سید محمد بن سید حسن فتح خاں پاس آیا۔ کچھ دنوں بعد زمینداروں نے محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح خاں کے حوالہ کیا۔ اسوقت اوسکی سلطنت پر اس سال مہینے گذرے تھے۔ فتح خاں اوسکی اپنے بھائیوں کے ساتھ دیوان خانہ میں نگہبانی کرتا تھا۔ اور اوسکے کہنے کے موافق تمام ضروریات کا سباب اور کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرتا تھا

فتح شاہ بن آدم خاں کی اول دفعہ حکومت

فتح خاں نے ۸۳۳ھ میں سریر شاہی پر بیٹھکر اپنا لقب فتح شاہ رکھا اور سیفی اور رنگرائے کو اپنے کاموں کا اختیار دیا۔ اسوقت میں شاہ قاسم انوار بن سید محمد نوربخش کا مرید میر شمس الدین عراقی سے کاشمیر میں آیا۔ ایک خلقت اوسکی معتقد ہوئی۔ فتح خاں نے تمام املاک جو ضبط کی تھیں وہ اوسکے مریدوں کو دیدیں۔ اوسکے صوفیوں نے معاہدہ نور کی تخریب میں کوشش کی اور کوئی اوسکا مانع نہ ہو سکا۔ ان تھوڑے دنوں میں میر شمس کے اہل کشمیر خصوصاً طائفہ پک مرید ہو گئے۔ لوگوں نے اسکا مذہب شیعہ تصوف کے لباس میں اختیار کیا۔ جو آدمی جاہل تھا اور میر شمس کی رموز کو نہیں سمجھتے تھے اوسکے مرنیکے بعد وہ ملحد ہو گئے آخر کو امرا میں مذہبی نزاع ایسا ہوا کہ دیوانخانہ میں اونہوں نے آنکر ایک دوسرے کو قتل کیا۔ فتح خاں کے ایمان امرا میں ملک یاچو وزیر تھے۔ وہ محمد شاہ کو زندان سے نکال لائے اور بارہ مولہ میں لائے مگر آثار رشد اس میں نہیں دیکھے اپنی اس حرکت سے پشیمان ہوئے اور اونہوں نے چاہا کہ محمد شاہ کو پھر فتح شاہ کے حوالہ کریں مگر محمد شاہ کو اوسکی خبر ہو گئی وہ کسی جگہ باہر بھاگ گیا بعد ازاں فتح شاہ نے ملک کشمیر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کی ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور ایک حصہ ملک پتے کو اور دوسرا لشکر کو دیا۔ ملک اپنے کو وزیر مطلق اور لشکر کو دیوان کل کا

خطاب دیا۔ ایک مدت اس طرح گذری کہ ابراہیم پسر جہانگیر ماکری کہ پیا میں منسب پڑی اسکو ملا تہا وہ محمد شاہ پاس ہندوستان میں گیا اور اوسکو ترغیب دیکر ولایت کشمیر پر لایا فتح خاں اور اوسکے درمیان ایک جنگ عظیم ہوئی فتح خاں کو شکست ہوئی اور وہ ہیرہ پور کی راہ سے ہندوستان کی طرف چلا گیا۔ اوسکی شاہی پر نو سال گذرے تہے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

دوبارہ محمد شاہ کی بادشاہی

محمد شاہ بار دوم ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء میں تخت پر بیٹھا۔ فتح خاں ایک جمعیت عظیم ہم پہنچا کر کشمیر پر متوجہ ہوا۔ محمد شاہ تاب مقاومت نہ لایا بے جنگ بہاگ گیا اس دفعہ اوس کی مدت شاہی ۹ مہینے نوروز تہی۔

فتح شاہ کا دوبارہ بادشاہ ہونا

فتح شاہ نے دوبارہ بادشاہی میں عدل سے کام لیا۔ محمد شاہ ہزیمت پاکے دہلی کے بادشاہ سکندر لودہی پاس چلا گیا۔ بادشاہ دہلی نے حمایت کے لئے اوس کے ساتھ ایک لشکر کیا اوسنے کاشمیر میں آکر فتح شاہ کو شکست دی وہ شکست پاکر ناچار ہندوستان کا رہ گرا ہوا۔ اور یہیں وفات پائی۔ اوسکے نوکر اوسکی نعش کو ہندوستان سے کاشمیر لے گئے ۹۲۲ھ میں وہ مقبرہ زین العابدین میں دفن ہوا۔ اس دفعہ اوس کی مدت شاہی ایک سال و ایک ماہ تہی۔

محمد شاہ کا سہ بارہ بادشاہ ہونا

اب محمد شاہ نے سریر شاہی پر تیسری دفعہ اجلاس کیا ملک کاجی چک کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ جب محمد شاہ کو استقلال حاصل ہوا تو اکثر امرا رفتح شاہ مثل سیفی و رنگرائے وغیرہ کو قتل کرایا۔ شنکر زینا قید خانہ میں مرگیا۔ جب ملک کاجی چک نے قید خانہ میں ابراہیم ماکری کو قید میں ڈالا اوسکا بیٹا ابدال ماکری ہند کے آدمیوں سے اپنے ساتھ اتفاق کرکے سکندر خاں بن فتح شاہ کو بادشاہ بنا کر کشمیر میں لایا۔ محمد شاہ و ملک کاجی چک نالہ پور

پرگنہ ماہگل میں ۹۳۱ھ/۱۵۲۴ء میں مخالفوں سے لڑنے آیا۔ سکندر خاں تاب مقاومت نہ لاکر قلعہ ناکام میں آگیا ملک کاجی نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ کچھ دنوں فریقین میں جنگ ہوئی۔ امرا سلطان بغاوت کرکے سکندر خاں سے جاملے۔ ملک کاجی نے اپنے بیٹے مسعود کو اوسنے لڑنے کے لئے بہیجا۔ اوسنے مردانہ جنگ کرکے جان کہوئی مگر فتح پائی۔ سکندر خاں ناکام ہوکر قلعہ ناکام سے باہر بہاگ گیا۔ ملک کاجی قلعہ میں آیا اور اس سے اکثر پریشان و ابتر ہوکر اسکندر خاں کے پیچھے گئے محمد شاہ نے مسرور و خوش مزاجت کی اور زیادہ استقلال حاصل کیا۔ اس اثنا میں شاہ کا مزاج ملک کاجی سے اعدا کی سعایت سے منحرف ہوگیا۔ ملک کاجی چک کو اوسنے راجوری میں بہیجا یا اوسنے یہاں آکر راجوری کے گروہ کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ اسوقت اسکندر خاں جو شکست کہا کر بہاگا تہا بابر بادشاہ سے لشکر لیکر لوہرکوٹ (لوہ کوٹ) پر متصرف ہوا۔ ملک باری برادر ملک کاجی خبردار ہوکر سکندر خاں پر جا چڑہا۔ جنگ کے بعد اوس کو اسیر کرلیا۔ اور شاہ پاس بہیجا یا اس دولت خواہی کے سبب سے بادشاہ ملک کاجی سے راضی ہوگیا اور اوسکو اپنا وزیر مقرر کردیا۔ اور اسکندر خاں کی آنکہوں میں سیل کہنچی۔ ابراہیم خاں پسر محمد شاہ کو اپنے باپ کے ہمراہ ابراہیم شاہ لودہی کے پاس دہلی گیا تہا اور شاہ لودہی نے باپ کو بہت سا لشکر دیکر رخصت کیا تہا اور بیٹے کو اپنے پاس رکہا تہا وہ شاہ دہلی کی وفات کے سبب سے کاشمیر میں آیا تہا۔ ملک کاجی سکندر خاں کے اندہا کرنے سے بادشاہ سے رنجیدہ تہا اور جس بہانے چاہتا تہا اوسکے مقربوں کو قید خانہ میں بہیجتا تہا اوسنے شاہ کو بہی قید کیا اور ابراہیم خاں کو شاہ بنایا۔ اس مرتبہ محمد شاہ کی شاہی ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۱ روز رہی۔

ابراہیم شاہ بن محمد شاہ کی بادشاہی

ابراہیم شاہ جب تخت پر بیٹھا تو ملک کاجی کو مستقل وزیر اپنا کیا ابدال ماکری بن ابراہیم ماکری جو ملک کاجی کے ہاتھ سے جانیں اٹہا کر بابر بادشاہ پاس گیا تہا اوس سے اوس نے عرض کیا کہ میں دشمنوں کے فتنہ سے حضور کی پناہ میں آیا ہوں اگر حضور لشکر سے

میری مدد کریں تو میں حضور کے لئے کشمیر بآسانی فتح کرسکتا ہوں۔ بابر بادشاہ نے شیخ علی بیگ و محمد خاں و محمود خاں کی سرکردگی میں ایک لشکر ابدال ماگری کے ساتھ کیا۔ ابدال ماگری نے یہ سوچکر کہ اہل کشمیر مغلوں سے نفرت کرینگے مصلحت کے لئے نازک شاہ بن ابراہیم کے نام شاہی کو اوسنے قرار دیا تاکہ کاشمیر پر حملہ کے لئے ایک حجت ہو۔ ملک کاجی اور شاہ ابراہیم لشکر لیکر مقابلہ کو نکلے موضع سلاح کو لشکر گاہ بنایا ملک کاجی کو ملک ماگری نے پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ سے کمک لایا ہوں جسکی شوکت وصلابت وہ ہے کہ دہلی کے بادشاہ ابراہیم کو جس پاس پانچ لاکھ سپاہ تھی طرفۃ العین میں خاک میں ملا دیا۔ تیری خیر اسی میں ہے کہ اس بادشاہ کی دولتخواہی اختیار کر اگر یہ دولت نصیب نہیں تو اس لشکر سے آویزش قبال و تدافع کا نہیں ہے۔ ملک کاجی چک و سید ابراہیم وغیرہ لڑے مقابلہ عظیم ہوا۔ بہت آدمی قتل ہوئے۔ ابراہیم شاہ اور ملک کاجی کو شکست ہوئی اور ملک کاجی بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا اور ابراہیم کی خبر نہیں کہاں غائب ہوا۔ آٹھ مہینے ۵ روز سلطنت کر گیا۔

ذکر شاہی نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

نازک شاہ نے واہ واہ باپ کے بعد شہر سری نگر میں جلوس کیا۔ اہل کشمیر کو جو مغلوں سے تہم تھے دلاسا دیکر اپنی تخت نشینی سے انکو خوشحال کیا۔ سری نگر سے نوشہر میں کہ قدیمی پائے تخت کشمیر کے بادشاہوں کا تھا آگیا۔ ابدال ماگری کو وزیر و وکیل مقرر کیا۔ ابدال ماگری نے خالصہ کشمیر کو چار حصوں میں تقسیم کرکے امرا میں تقسیم کیا اور بابر بادشاہ کے نوکروں کو بہت سے تحفے اور ہدیے دیکر رخصت کیا۔ ملک کاجی چک کو محمد شاہ کے قید کرنے پر لعنت ملامت کی اور شیخ امیر علی کو بھیجکر محمد شاہ کو لوہرکوٹ سے بلا لیا اور محمد شاہ کو چوتھی مرتبہ تخت پر بٹھایا۔

محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ بادشاہ ہونا

محمد شاہ نے مراسم شکر گزاری کی تقدیم کی اور نازک شاہ کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اسی سال میں بابر بادشاہ نے انتقال کیا۔ اور ہمایوں شاہ اوسکا جانشین ہوا۔ محمد شاہ کی بادشاہی پر ایک سال گذرا تھا کہ ملک کاجی نے جمعیت بہم پہنچائی اور ملک ابدال ماگری نے

اوس کو شکست دیکر بھگا دیا۔ ان دنوں میں پنجاب میں مرزا کامران کا تسلط تھا۔ شیخ علی بیگ و محمد خاں مغل کشمیر کی فتح کے بعد ابدال ماگری سے بے رخصت لئے چلے گئے تھے۔ اونہوں نے مرزا کامران سے عرض کیا کہ ہمکو کشمیر کا حال خوب معلوم ہے اگر حضور توجہ سی توجہ فرمائیں تو تمام ولایت کاشمیر کمال آسانی سے ہاتھ آسکتی ہے۔ مرزا کامران نے محرم بیگ کو سپاہ کا سردار بنا کے ان امرا کے ساتھ کہ کشمیر سے آئے تھے کشمیر کو بھیجا۔ جب افواج مغل کشمیر کے نزدیک آئی تو کشمیریوں نے تمام اسباب اموال اپنا خوف سے گھروں میں چھوڑا اور خود کوہستان میں چلے گئے۔ افواج مغل نے شہر کو تاراج کیا اور جہاں آگ لگائی اور بعض کشمیریوں کو کہ کوہستان سے مغلوں سے لڑنے آئے تھے قتل کیا۔ ابدال ماگری کا یہ عقیدہ تھا کہ ملک کاجی چک مغلوں کے ہمراہ ہے لیکن جب اوسکو یقین ہوا کہ وہ مغلوں کے ہمراہ نہیں ہے تو اس سے اتحاد و یگانگی کا اظہار کیا اور اوسکو بیٹوں اور بھائیوں سمیت بلایا اور عہد و سوگند آپس میں ہوا جس سے کشمیریوں کو قوت حاصل ہوئی اور وہ اتفاق کرکے مغلوں سے لڑے اور اونکو اپنے ملک سے بھگا دیا۔

ملک کاجی چک نے جب ملک ابدال کا عذر وغیرہ معائنہ کیا تو وہ ناراض ہوکر بنگ چلا گیا ۹۳۹ھ میں شاہ سعید شاہ سلطان کاشغر نے اپنے بیٹے شاہزادہ سکندر خاں کو مرزا حیدر دوغلات کے ساتھ بارہ ہزار سپاہ دیکر تبت لار کی راہ سے کشمیر بھیجا۔ کشمیریوں نے اونکی صلابت و بہادری کے سبب سے کشمیر کو خالی کیا اور بے جنگ ادہر اودہر بھاگ کر کوہستان میں پناہ لی۔ کاشغریوں نے ولایت کشمیر میں آنکر عمارات عالیہ کو کہ شاہان سابق نے بنائی تھیں خاک کی برابر کر دیا اور شہر میں آگ لگا دی۔ اور زمین میں جو خزانے اور دفینے دفن ہوئے تھے اونکو تلاش کرکے نکال لیا۔ سارا لشکر لوٹ سے مالا مال ہوکر نہال ہوگیا۔ جہاں اہل کشمیر چھپے ہوئے تھے اونکی خبر لگا کے پہنچتے تھے اور اونکو قتل و قید کرتے تھے۔ تین مہینے تک یہی حال رہا۔ ملک کاجی چک و ملک ابدال ماگری اور باقی سردار چکدرہ میں پناہ لے گئے تھے اونہوں نے آپس میں اتفاق کرکے مغلوں سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ اسکندر خاں اور مرزا حیدر

کاشغری سے خوب لڑے۔ کشمیریوں کو شکست ہو جاتی مگر ملک کاجی چک اور ابدال ماکری نے پائے جلادت محکم کر کے کشمیریوں کو لڑنے کی ترغیب و تحریص کی۔ سخت جنگ ہوئی صبح سے شام تک لڑائی رہی۔ رات کو وہ نوشکر ایک ہو گئے۔ دونوں طرف سے اتنے آدمی مارے گئے کہ وہ صلح پر راضی ہو گئے۔ کاشغریوں نے صوت و سقرلاط اور بہت سا مال و زر پاس ہیجکر صلح اور نسبت خویشی چاہی۔ محمد شاہ نے ملک کاجی چک و ابدال ماکری کی صلاح سے صلح نامہ لکھا اور غرائب کشمیر کاشغریوں کے ساتھ بھیجے اور یہ قرار پایا کہ قوشا کی بیٹی کا عقد سلطانشاہزادہ سکندر خاں کے ساتھ ہو اور کشمیری قیدی جو مغلوں کے پاس ہیں رہا ہوں۔ غرض کاشغری اس صلح پر راضی ہو گئے اور کاشغر کو چلے گئے کشمیر کے لوگ بڑے بلا میں۔ اس سال میں ذوات الاذناب یعنی دم دار ستارے نمودار ہوئے اور کشمیر میں سخت قحط پڑا اکثر آدمی بھوکے مر گئے۔ جو باقی رہے وہ جلا وطن ہوئے اور دور دور چلے گئے دس مہینے تک قحط کی تکلیف رہی۔ پھر تازہ میوہ پیدا ہو گیا۔ کچھ آسودگی ہو گئی۔ انہیں دنوں میں ملک کاجی چک و ملک ابدال ماکری میں رنجش ہو گئی۔ اور ملک کاجی زین پور چلا گیا۔ اور بادشاہ کا وزیر ملک ابدال ماکری ہو گیا۔ حکام و عمال جو چاہتے رعایا کا حال کرتے۔ کسی کی فریاد نہ سنی جاتی نہ داد دی جاتی۔ چند دنوں کے بعد محمد شاہ تپ محرق میں مبتلا ہوا۔ جمعدار پاس تنہا وہ محتاجوں کو دیدیا اور اسی بیماری میں ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں مر گیا۔ اسکی مدت سلطنت پچاس سال تھی۔ گو کبھی کبھی اس میں معزولی بھی ہوئی۔

سلطان شمس الدین و نازک شاہ

باپ کے بعد سلطان شمس الدین یعنی ابراہیم تخت پر بیٹھا۔ اسکے عہد کا حال قطعی معلوم نہیں کہ ملک کاجی چک اور ملک ابدال ماکری میں کبھی لڑائیاں اور کبھی صلحیں ہوتی رہیں اور کچھ نہیں معلوم بعد ابراہیم کے اسکا بیٹا نازک شاہ دوبارہ مسند شاہی پر بیٹھا۔ پانچ چھ مہینے گذرے تھے کہ مرزا حیدر تترک استیلا پا کر کاشغر پر متصرف ہوا اور اسنے ہمایوں بادشاہ کا خطبہ اسکے کاشمیر میں جاری کیا۔

مملکت کشمیر میں مرزا حیدر کا تسلط

جب ۹۴۱ھ/۱۵۳۴ء میں شیر شاہ سے شکست پا کر ہمایوں لاہور میں آیا تو ملک ابدال ماکری و زنگی چک اور بعض اعیان مملکت کشمیر نے مرزا حیدر ترک کے وسیلے سے ایک عریضہ اس کی خدمت میں بھیجا جس میں کشمیر کی تسخیر کی ترغیب تھی ہمایوں نے مرزا حیدر ترک کو اس طرف روانہ کیا اور اپنا نائب بھی قرار دیا۔ مرزا حیدر ترک کے راہ میں ملک ابدال ماکری و زنگی چک آ ملے۔ مرزا حیدر پاس تین چار ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ جب وہ راجوری میں پہونچا ملک کاجی چک جو کشمیر کا حاکم تھا تین چار ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے لیکر کشن گنگا کی راہ سے آیا اور مورچے مستحکم کئے مرزا حیدر نے اس راہ کو چھوڑ کر پیچ کی راہ پر رواں ہوا۔ ملک کاجی چک نے غرور کے سبب سے اس راہ کی محافظت نہ کی۔ مرزا حیدر کوہ سے گذر کر فضا کشمیر میں آیا اور ناگاہ شہر سری نگر پر متصرف ہوا اور ملک ابدال ماکری و زنگی چک نے مستقل ہو کر جہات کو اختیار کیا۔ اور مرزا کی جاگیر میں چند پرگنے مقرر کئے۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں ملک ابدال ماکری کی عمر ختم ہوئی۔ اوسنے مرزا حیدر سے اپنے بیٹوں کی سفارش کر دی تھی۔ جب مرزا حیدر کشمیر میں آ گیا تو شیر شاہ افغان سور کے پاس ہندوستان میں ملک کاجی چک گیا اوس نے پانچ ہزار سوار بسرکردگی حسین خاں شروانی اور عادل خاں مع دو فیل کمک کے لئے اوس کے ساتھ کئے۔ مرزا حیدر زنگی چک کو ساتھ لیکر مقابلہ کو گیا دونو لشکر صف و کاوہ کے درمیان مقابل ہوئے۔ امرا شیر شاہی نے ہزیمت پائی مرزا حیدر کو فتح ہوئی جسکی تاریخ فتح نگر ہوئی ۹۵۱ھ/۱۵۴۴ء میں مرزا حیدر نے قلعہ اندر کوٹ میں اقامت کی۔ زنگی چک کو بدگمان ہو اوتک کاجی چک پاس زنگی چک چلا گیا۔ دونوں اتفاق کر کے ۹۵۱ھ/۱۵۴۴ء میں سری نگر میں مرزا حیدر کے استیصال کے لئے آئے۔ ہرام چک پسر زنگی چک سری نگر میں آیا۔ مرزا نے بندگان و گکھڑ خواجہ عالی کشمیری کو اوسکے دفع کرنے کے واسطے تعین کیا۔ غنیم اس سے لڑ نہ سکا اور بھاگا۔ مرزا کے لشکر نے تعاقب کیا تو ملک کاجی چک اور زنگی چک بھاگ کر بیرام گلہ میں آ گئے۔ مرزا حیدر نے سری نگر میں بندگان و گکھڑ اور ایک جماعت کو چھوڑا اور خود تبت کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ اوس نے قلاع بزرگ

میں سے قلعہ لوشو کو مع چند قلعوں کے فتح کیا ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء میں ملک کاجی چک دار ہوکر بیمار ہوا اور تپ لرزہ سے مر گئے۔ یہ سال مرزا نے فراغت سے بسر کیا ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء میں زنگی چک مرزا حیدر کے آدمیوں سے لڑ کر مارا گیا اور اسکا اور اوسکے بیٹے کا سر غازیخاں مرزا پاس [illegible] میں کاشغر کا ایلچی مرزا سے لاہور میں ملا۔

خواجہ ہمرام پسر مسعود چک جسنے سات سال کی مدت تک کام رائج میں خواجہ ابوالبقا سب پر غلبہ حاصل کیا تھا اوسنے خان میرک سے صلح آمیز باتیں بنانی شروع کیں اور اوسکے درمیان عہد و شرط قرار پائے میرک مرزا نے اوسکو سوگند کے بعد طلب کیا۔ جونہی مجلس میں آیا تو خنجر کو موزہ سے نکال کر مارا وہ زخمی ہو کر جنگل میں بھاگا وہاں گرفتار کیے اوسکے سر کو تن سے جدا کیا اور اوسکو مرزا حیدر پاس لاہور اس گمان سے بھیجا کہ مرزا خوش ہوگا۔ جب عیدی زینا نے اس سر کو دیکھا تو وہ غصہ میں آنکر کہ ہوگیا اور اوسنے کہا بعد عہد و سوگند کے کسی کو مارنا سزاوار نہیں ہے۔ مرزا حیدر نے کہا کہ مجھے اس واقعہ کی کچھ اطلاع نہیں ہے۔ مرزا حیدر لار سے کشتوار کی طرف متوجہ ہوا۔ بندگان کوکہ اور ہمراہ کو ہراول بنا کے بھیجا۔ اوسنے تین روز کا سفر ایک دن میں طے کیا اور آب [illegible] کی اس جانب میں موضع دلوت میں آیا۔ لشکر کشتوار اس دریا کے اس جانب میں تھا۔ دونوں سے لڑائی شروع ہوئی۔ کوئی دریا سے عبور نہیں کر سکتا تھا۔ مرزا حیدر کا لشکر دوسری راہ سے کشتوار میں جانے کے لئے دوبار میں آیا کہ ایسی آندھی آگئی کہ دن کی رات ہوگئی۔ اوسنے آدمیوں نے ہجوم کر کے اس لشکر پر حملہ کیا و بندگان کوکہ اور عمدہ سپہ داروں کو مار ڈالا بقیۃ السیف ہزار خرابی مرزا حیدر سے جا کر ملے۔ ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں مرزا حیدر وہاں سے نکل کر تبت پر متوجہ ہوا اور راجوری کو کشمیریوں سے چھین کر محمد لنظر اور ناصر علی کو دیا اور لکی [illegible] عبداللہ کو اور تبت خرد میں ملا قاسم کو مقرر کیا۔ تبت کلاں کو فتح کر کے ملاحسن کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں قلعہ دیبل پر متوجہ ہوا۔ آدم ٹاہر آنکر مرزا سے ملا دولت چک [illegible] ملک کاجی چک کے گنا و معاف کرنے کی اوسنے درخواست مرزا سے کی اوسنے قبول کی اور

اور آدم نے دولت چک کو ترکتاہ میں بلایا۔ اغرزہ اکرام اوسکا خاطر خواہ نہوا۔ وہ خفہ ہو کر چلا گیا اور باقی جو پیشکش کے لئے لایا تھا وہ اوٹھالے گیا۔ لوگوں نے جا کر اوسکو خبر کی۔ مرزا کو ناخوش ہوا۔ مرزا نے کشمیر کو مراجعت کی اور دولت چک سے غازی خاں و حسین چک کو ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں زنگی چک مرزا حیدر کے بیٹے خاں نیازی پاس گئے وہ سلیم شاہ سوری سے ہزیمت پا کر راجوری میں آیا تھا کشمیری بیست خاں نیازی کو بارہ سو امیں اس غرض سے لائے کہ اوسکو کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر کو یہاں سے نکالیں مگر یہ بات کو یہ امر خود منظور نہ تھا۔ ایک برہمن بیچکر صلح کی باتیں مرزا سے کیں۔ مرزا نے اوسکو جواب میں بہت سی باتیں لکھیں کہ وہ موضع بہرین کہ ولایت جموں ہے چلا گیا۔ کشمیری اس سے جدا ہو گئے اور سلیم شاہ پاس چلے گئے اور غازی خاں چک مرزا حیدر پاس چلا آیا ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں مرزا حیدر اور سلیم شاہ کے درمیان صفیہ و نکمی آمد و رفت ہوئی اور تحفہ تحائف آپس میں بھیجے گئے ۹۵۹ھ/۱۵۵۲ء میں مرزا حیدر نے مرزا قراہادر کو بہرین میں حاکم مقرر کیا۔ اور کشمیریوں میں سے عیدی زینا و مالک شاہ و حسین اگری خواجہ چک کو اوسکے ہمراہ کیا۔ اندر کوٹ میں مرزا قراہادر اور کشمیری آئے بارہ مولہ پر اقامت کی کشمیریوں نے تمنہ پہنچا اسکی وجہ یہ تھی کہ کشمیریوں کو مغل خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مغلوں نے اس قضیہ کی خبر مرزا حیدر کو دی اوسکو یقین نہیں آیا۔ اوسنے کہا کہ فتنہ و فساد مچانے میں کشمیریوں سے مغل کم نہیں ہیں مرزا حیدر پاس حسین اگری نے اپنے بھتیجے بھائی علی اگری کو بھیجا کہ وہ کشمیریوں کے مذہب اوسکو آگاہ کرے اور کہے کہ وہ اپنے لشکر کو واپس بلالے۔ اسپر بھی مرزا حیدر کچھ خبر نہ ہوا اور اوس نے کہا کہ کشمیریوں کی کیا طاقت ہے کہ وہ مغلوں کے ساتھ مذکریں کہ وہ لشکر کو واپس بلائے۔ ۹۶۰ھ/۱۵۵۳ء رمضان کو اندر کوٹ میں آتش عظیم لگی۔ اکثر گھر جل گئے۔ مرزا قراہادر اور سب آدمیوں نے مرزا حیدر سے درخواست کی کہ ہمارے گھر جل گئے ہیں اگر حکم ہو تو اپنے گھروں کو درست کریں۔ اور پھر آئیں۔ مرزا نے کہا ہرپل میں جائیں مرزا حیدر اصلا اس امر سے راضی نہ ہوا۔ خواہ مخواہ سب کو ہرپل بھیجا۔ جب رات ہوئی تو عیدی زینا اور کشمیریوں نے اتفاق کیا اور مغلوں سے جدا ہو کر ہرپل پر آ گئے۔ معتمدوں میں سے حسین علی اگری کو جدا کر کے اپنے ساتھ لے لیا کہ وہ مغلوں کے ساتھ گشتہ نہ ہو۔ جب صبح ہوئی اور ہرپل کے آدمیوں سے زوال ہوا تو مغل

پہاڑوں میں بند ہوگئے۔ سید مرزا بھاگ کر قلعہ بہر پل میں گیا اور اسی کے قریب اور مغل قتل ہوئے۔ محمد نظیر و مرزا قرا بہادر دستگیر ہوئے۔ بقیۃ السیف بچ کی راہ سے ہو کر میں آئے۔ مرزا حیدر اس خبر کو سنکر نہایت محزوں ہوا۔ اور فرمایا کہ چاندی کی دیگ کے کرکے، رائج الوقت سکے بنائے جائیں۔ جہانگیر ماکری کو معتبر بنا کے حسن ماکری کی جاگیر دی اور اکثر اہل حرفہ کو گھوڑا اور خرچ دیکر سپاہی بنایا۔ اوسکے بعد یہ خبر آئی کہ ملا عبداللہ کی خبر سنکر مرزا حیدر کے پاس آتا تھا کہ اوس کو بارہ مولہ کے نزدیک کشمیریوں نے گرفتار کرکے مار ڈالا۔ خواجہ قاسم تبت میں مارا گیا اور محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہوا۔ کشمیری جمعیت کرکے بہرام کلہ سے بیرہ پور میں آ گئے۔ مرزا حیدر نے ناچار اس سے لڑنے کے لئے قصد کیا۔ پاس کل ہزار آدمیوں کی جمعیت تھی جنمیں سات سو مغل تھے۔ دوسری نگر کے قریب خالد کے میدان میں آیا۔ فتح چک جسکے باپ بہرام چک کو مغلوں نے مارا تھا وہ اپنے باپ کے انتقام کے قصد سے اندر کوٹ میں آیا اور مرزا حیدر کی عمارات کو کہ باغ صفا میں تھیں جلا کر خاک سیاہ کیا مرزا حیدر کو جب یہ خبر ہوئی تو اوسنے کہا کہ میں ان عمارتوں کو کاشغر سے نہیں لایا ہوں بعنایت الہی پھر بنا لونگا۔ اوسکے عوض میں خیر علی نے شاہ زین العابدین کی عمارات کو موضع میں جلا دیا مرزا حیدر اوسکی اس حرکت سے خوش نہیں ہوا۔ اہل لشکر نے عیدی زینا اور نوروز چک کی عمارات کو سری نگر میں جلا دیا۔ مرزا خانپور میں آیا۔ یہاں اس موضع میں ایک درخت بید ہے کہ اوسکے سایہ میں دو سو سوار کھڑے ہو سکتے ہیں اگر اوسکی ایک شاخ کو ہلا دو تو سارا درخت ہل جاتا ہے۔ مرزا نے فہیم پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ اور مرزا عبدالرحمن اپنے برادر خرد کو اپنا ولیعہد کیا۔ اوسکے ساتھ شبخون مارنے کے قصد سے سوار ہوا۔ رات کو ایسا برسا اُٹھا کہ جب خواجہ حاجی کے خیمے کے پاس پہنچے تو کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا۔ یہ حاجی مرزا کا وکیل اور مادۂ فساد تھا۔ مرزا حیدر کا فوجچی شاہ نظر بیان کرتا ہے کہ اسوقت میں نے تیر پھینکا تو مرزا حیدر کی آواز میرے کان میں یہ آئی کہ تو نے قیامت کی میں نے جانا کہ اس تاریکی میں ناگہانی تیر مرزا کے لگا۔ یہ بھی منقول ہے کہ کسی قصاب نے اوسکی ران میں تیر مارا۔ ایک روایت

کہ کمال کو کرنے تلوار سے اوسکو زخمی کیا۔ مگر مرزا کے جسم پر سوا تیر کے زخم کے کوئی اور زخم نہ تھا۔ جب صبح ہوئی کشمیریوں کے لشکر میں مشہور ہوا کہ ایک مغل مرا پڑا ہے۔ خواجہ حاجی نے اسے جا کر دیکھا تو وہ مرزا حیدر تھا۔ کچھ رمق باقی تھی کہ اوسنے آنکھیں کھول کر جان آفریں کو جان شیریں سپرد کی۔ آخر کو مغل اندر کوٹ میں گئے۔ کشمیریوں نے مرزا کی نعش دفن کی اور مغلوں کو جاگیر اور تین روز تک لڑتے رہے۔ چوتھے روز قحط روی نے توپوں میں پیسے بہر آن کو مارنے شروع کئے جس سے مغل ہلاک ہونے شروع ہوئے۔ آخر کو مرزا حیدر کی بیوی خانم نے اور اوسکی بن خانجی نے مغلوں سے کہا کہ جب مرزا حیدر مر گیا تو اب لڑنے سے کیا فائدہ کشمیریوں سے صلح کرنی بہتر ہے۔ امیر خاں سمار کی معرفت کشمیریوں اور مغلوں میں صلح ہو گئی اور عہد و پیمان ہو گئی کہ مغلوں کو کوئی آزار نہیں پہنچائینگے۔ مرزا حیدر کی حکومت دس سال تھی۔

تیسری دفعہ نازک شاہ کا بادشاہ ہونا

کشمیر کے دروازے کھلے تو مرزا حیدر ترک کے توشکخانہ میں کشمیری گئے اور اسکے خاص اسباب لوٹ لیں۔ مرزا کے اہل عیال کو سری نگر میں لے آئے اور ولایت کشمیر کو حسب تقسیم کر لیا کہ پرگنہ ویسر دولت چک کے حصہ میں پرگنہ دمنج غازی خاں چک کے حصہ میں اور پرگنہ کراج یوسف چک بہرام چک کے حصہ میں آیا اور ایک لاکھ خروار شالی خواجہ حاجی وکیل مرزا کے مقرر ہوئے۔ تمام امرائے کشمیری کو خصوصاً عیدی زینا کو بالکل تسلط حاصل ہوا اوسنے نازک شاہ کو بادشاہ بنایا اور نمونہ کے طور پر رکھا۔

۹۵۶ھ / ۱۵۵۰ء میں اس تقسیم کے بعد کشمیری امرا میں آپس میں فساد اس سبب سے ہوا کہ نیک کی تقسیم غیر مساوی تھی کسی کو زیادہ ملا کسی کو کم کسی کو کچھ نہ ملا۔ اس وقت یہ چار طائفے کشمیر میں آپس میں رہتے تھے۔

(۱) عیدی زینا مع اپنے طائفہ کے۔

(۲) حسن بن ابدال قوم ماکری۔

(۳) کچوریاں جنمیں بہرام و یوسف چک اپنی اپنی قوموں کے سردار تھے۔

(۴) کا میان جنہیں غازی خاں۔ کاجی چک دولت چک اپنی اپنی قوموں کے سردار تھے۔
چکوں کے امرا نے بیتیاں باہم بیاہیں جسکے سبب اونکی قوت زیادہ ہوگئی جس سے یوسف
سری نگر میں مغموم ہوا۔ اوسنے ایک دن بہرام چک، سید ابراہیم و سید یعقوب کو دعوت میں بلا
اور محبوس کیا۔ یوسف چک کو جب اوسکی اطلاع ہوئی تو وہ تین سو سوار اور سات سو پیادے لے
دولت چک سے ملا جب عیدی زینا نے دیکھا کہ کشمیریوں کے ساتھ چک ہوئے ہیں تو اوسنے
مرزا قرا بہادر اور مرزا عبدالرحمٰن وغیرہ مغلوں کو قید خانہ سے نکال کر اور ہر ایک کو گھوڑا
خلعت و خرچ دیا اور لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ طرفین سے لڑائیاں ہوئیں مگر یاغیں ہوکر
زینا پاس صلح کے لئے آیا اور اوسنے کہا کہ تو نے کشمیریوں کا اعتبار نہ کیا۔ مغلوں کو بھی
اسطرح کی باتیں بنا کے صلح کرادی۔ مرزا حیدر کی بیوی خانم کاشغر گئی اور خانی اسکی
بہن کابل۔ اس واقعہ کے متعاقب یہ خبر آئی کہ کشمیر کی تسخیر کے لئے بیبت خاں
و سعید خاں و شہباز خاں افغان نیازی آتے ہیں پرگنہ پاہنال میں مقیم ہیں عیدی
و حسین ماکری و بہرام چک، دولت چک، یوسف چک باہم متفق ہوکر نیازیوں سے لڑنے
گئے طرفین نے خوب جنگ کی۔ بیبت خاں و سید خاں وغیرہ جنگ میں مارے گئے۔ کشمیری
اونکے سر کاٹ کے سلیم شاہ افغان سور پاس بھیجے۔ اور سری نگر میں فتح و ظفر کے ساتھ
مراجعت کی۔ اب کشمیریوں میں آپسمیں جوتی چلی۔ دو مہینے تک ان میں فساد رہا جس میں
عیدی زینا مارا گیا۔ نازک شاہ سوا، نام کے بادشاہی نہیں رکھتا تھا۔ اوسکو اس نام سے بھی
منسلخ کرکے امرا نے خود سری اختیار کی۔

ذکر شاہی ابراہیم شاہ تیسری دفعہ

جب عیدی زینا اس جہان سے رواں ہوا تو دولت چک کو مہمات کا سارا اختیار ملا۔ اوسنے
دیکھا کہ بادشاہ کا ہونا ناگزیر ہے اوسنے ابراہیم شاہ کو شاہی پر بٹھا کر بطور نمونے کے اک
اوسی وقت میں خواجہ وکیل مرزا حیدر ترک جنگل سے نکلا اور سلیم شاہ کے پاس
چلا گیا۔ انہیں دنوں میں شمس زینا و بہرام چک گرفتار ہوکر مقید ہوئے۔ دولت چک نے

یوسف چک کو گھوڑے سے گرایا اور اوسکی گردن توڑی۔

۹۶۰ھ/۱۵۵۳ء میں غازی خاں و دولت خاں میں عداوت ہوئی جس سے تمام کشمیر میں ایک
شورش پیدا ہوئی۔ حسین ماکری اور شمس زینا کہ ہندوستان میں تھے۔ اس سال میں غازی خاں
مل گئے اور بہرام چک و یوسف چک کے بیٹے دولت چک کے پاس آگئے۔ یہ اتفاقات
نزاع اُن میں دو مہینے رہا۔ آخر کو ایک وچقان نے فضول یہ بات کہ دولت چک پاس آیا اور
اُس کے کان میں کہا کہ مجھے غازی خاں چک نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ یہ آدمی ہوتو اپنے
پاس بلا کر مجھے ہیں یہ سب تیرے دشمن جان ہیں اور ایسے ہی غازی خاں چک کے پاس جاکر
کہا کہ تجھ سے دولت چک صلح چاہتا ہے کسواسطے تو اُس سے لڑتا ہے۔ پس اپنے تعلقات
گوش گزار کرنے سے دونوں میں صلح ہوگئی۔ شمس زینا بھاگ کر ہندوستان کو چلا گیا۔ انہیں
دنوں میں اہل بیت کلاں آنکر پرگنہ کھادر اور بامہ کی گوشمالی کو جاگر کے گئے۔ یہ پرگنے
حبیب خاں چک کی جاگیر میں تھے۔ اس حالت میں دولت چک اور سنگر چک، ابراہیم
چک و حبیب چک ولد غازی خاں اور اعیان ایک انبوہ لشکر کے ساتھ اونکی راہ میں بیت
کلاں کو چلے گئے۔ حبیب خاں چک اُن کے ہمراہ خانوادہ اہل بیت کے تعاقب میں اسی
پر گیا کہ اس کی گوشمالی کی تھیں۔ اور ناگاہ قلعہ بیت پر پہنچ گیا۔ اور لڑائی میں کے سر
کو قتل کیا۔ وہ سب بھاگ گئے۔ حبیب چک نے اپنے چھوٹے بھائی اویس چک کو بیت کلاں
میں نزول کرکے بلایا مگر اُس نے آنے میں غفلت کی باوجودیکہ حبیب خاں چک کے قدموں
سے خون جاری تھا سوار ہوکر بیت کے قصر ہائے عالی میں آیا۔ اہل بیت اُس کے سامنے غیر
سکے بے جنگ بھاگ گئے۔ چالیس آدمی کہ متحصن قصر سے بچنے ہوئے تھے عرض کرنے انہوں نے بیت
عاجزی کی کہ ہم کو نہ مارو اور ۵۰۰ گھوڑے و ۱۰۰۰ پارچے پٹو و ۵ گھوڑ قطاس و ۱۰۰ گوسفند و ۱۰۰
تولہ سونا لے لو مگر حبیب خاں چک نے اُن کی باتوں پر ذرا خیال نہ کیا۔ سب کو اپر کیا۔
یہاں سے سوار ہوکر دوسرے قلعہ میں آیا اور اُس کو خراب کیا۔ اہل بیت کلاں نے تین سو
گھوڑے و پانسو پارچہ اور دو سو گوسفند و تین گاؤ قطاس حبیب خاں پاس بھیجے اور حبیب چک

نے کاشغری گھوڑے جوان پاس تھے وہ لئے پہر وہ سری نگر میں آیا جو انیا لایا تھا وہ سری کے آدمیوں کو دیدیں۔

۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء میں کشمیر میں زلزلہ عظیم آیا اکثر قریات اور بلاد ویران ہوگئے۔ قریہ بیلاو آدیو مع عمارات و اشجار آب بہت کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر چلے گئے اور موضع مادر میں کہ پائے کوہ میں واقع ہے پہاڑ کے گرنے سے قریب چھ سو آدمیوں کے ہلاک ہوئے

ذکر اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کی بادشاہی کا

شاہ ابراہیم کی حکومت پر پانچ ماہ گذرے یہ حقیقت میں دولت چک کی فرمانروائی تھی۔ بعد اُس کے غازی خاں چک کی بنی آئی اور شاہ ابراہیم معزول و مخمول ہوا۔ ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء میں غازی خاں نے برائے نام اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم کو بادشاہ بنایا اور دولت چک کو دارالسلطنت سے نکال دیا۔ ان دنوں میں دولت چک سے بادشاہ کا بیٹا حبیب خاں سے ایک ہونا چاہتا تھا کہ غازی خاں یہ سنکر دولت چک کے پکڑنے کے ارادہ سے گیا اُس نے سنا کہ دولت مرغابیوں کا شکار کرنے دریا پر گیا ہے تو اُس کے پکڑنے کو گیا۔ اُس کے گروہ کے گھوڑے چھین لئے۔ دولت خاں پہاڑوں میں بھاگنا چاہتا تھا کہ پکڑا گیا۔ بعد اس واقعہ کے غازی پاس حبیب خاں چلا گیا۔ غازی خاں نے نازک چک برادر زادہ دولت چک کو عمدہ وزارت دینا چاہا مگر اُس نے اپنے چچا کو کور کرنے کے سبب سے قبول نہیں کیا تو اُس نے اُس کے مقید کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ خبر پاکر اور حبیب پاس بھاگ گیا۔

حبیب شاہ پسر اسمٰعیل شاہ کا ذکر

اسمٰعیل دو برس سلطنت کرکے مرگیا اور اُس کا بیٹا حبیب اس کا جانشین ہوا ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء کے آخر میں نصرت خاں چک و نازک چک و سنکر چک برادر غازی خاں چک و یوسف چک داماد غازی خاں نے ایک جگہ جمع ہوکر یہ عہد کیا کہ آج غازی خاں نے دارو کھائی ہے اور اُس کا مامائی حبیب چک بندمیں ہے اُس کو بند سے نکال کر غازی خاں چک کو قتل کر ڈالیں۔ جب یہ خبر غازی خاں کو پہنچی تو اُس نے یوسف چک اور سنکر چک کو اپنے سے راضی کرلیا اور اپنے پاس بلایا۔ حبیب خاں

و نصرت خاں چک و درویش چک نے یہ قرار دیا کہ تمغاتہ و علاکو درمیان میں خال کرکے قتل کرینگے اور پہر غازی خاں پاس جائینگے۔ نصرت خاں چک بے قول غازی خاں چک پاس چلا گیا اور قید ہوگیا۔ حبیب خاں چک نے نازک چک سے اتفاق کیا اور پلوں کو توڑ کر وہاں چلے گئے اور ہتی چک بھی ایک جمعیت کے ساتھ اُن سے آن ملا۔ غازی خاں نے بہت سا لشکر اُن سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ مگر اُس نے شکست پائی۔ کچھ آدمی اس کے گرفتار ہوئے۔ حبیب خاں فتح حاصل کرکے کوہ ہامون میں چلا گیا۔ غازی خاں اس شکست کے بعد حبیب خاں چک کے دفع کے لئے روانہ ہوا۔ وہ مرہ میں گیا۔ تین چار کشتیاں پیدا کیں تین ہاتھی اور تین سو آدمی ساتھ لیکر پلاہار گیا۔ حبیب پر دوبارہ حملہ کیا۔ حبیب خاں کو شکست ہوئی اور اُس کا ستر سے بھ کیا گیا۔ وہ کوہستان میں جہاں وہ اکثر رہتا تھا نکالا گیا۔

اس زمانہ میں بہرام چک ہندوستان سے آیا۔ غازی خاں نے اُس کو پرگنہ کوتہ بالا جاگیر میں دیا۔ وہ سری نگر سے جاکر اپنے وطن زین گنڈ میں گیا۔ سنکر چک و فتح چک وغیرہ بہرام چک سے اتفاق کرکے پرگنہ سویہ پور میں فساد مچانے لگے۔ غازی خاں نے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو اُن پر تعلق کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر مخالف پہاڑوں میں چلے گئے۔ غازی خاں کوتہ بالوں کے ضلع میں گیا اور یہاں کئی روز رہا۔ احمد جوزین برادر حیدر چک والہ غازی خاں نے وعدہ کیا کہ میں بہرام چک کو گرفتار کرکے سری نگر میں لاؤنگا۔

احمد جوزین ایک سرکوب پر پڑاؤ کیا یہاں ریشی لوگ یعنی صوفی رہتے ہیں اُن کو ڈرا کر بہرام کی تفتیش کی تو اُنہوں نے کہا کہ ہم نے بہرام چک کو کشتی میں بٹھا کے موضع بارمن میں امیر ڈریا کے گھر پہنچا دیا ہے۔ یہ ریشی ایک طایفہ ہے کہ سب وقت زوالت کرتے ہیں اور درخت لگاتے ہیں اور اتفاق رکھتے ہیں اور تجرید میں گذارتے ہیں۔ جب امیر ڈریا کے پاس احمد جوزین گیا اور بہت منت کرکے بہرام چک کو پکڑا اور سری نگر میں لایا تو اُس کو پھانسی دی۔

انہی دنوں میں شاہ ابو المعالی کہ لاہور سے بھاگ کر بعض گھروں کی قید میں پڑا تھا وہ اس صورت سے بھاگا کہ اُس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اپنے نوکر پر سوار کے کندھے پر

سوار تھا۔ کمال خاں گگھر سے موافقت کر کے اُس نے یہ چاہا کہ مرزا حیدر کی طرح کشمیر کو میں تسخیر کر
راجوری میں اس پاس مغل بھی جمع ہو گئے۔ اور اس پاس دولت چک کو رفتح چک اور لوہر ماکری جا آ گئے۔

۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء میں شاہ ابو المعالی نے کشمیر پر حملہ کیا۔ جب بارہ مولہ پر وہ آیا تو حیدر چک راہ
کی حفاظت کرتے تھے موضع ماوہ کھی میں آئے۔ شاہ ابو المعالی نے اس حالت اتفاق
تھی کہ اُس کے سپاہیوں میں سے کسی نے رعایا پر کچھ ظلم نہیں کیا۔ موضع بارہ مولہ پر جو ماوہ کھی کے
ہو جب وہ پہنچا تو ایک بندی پر فروکش ہوا۔ غازی خاں موضع گھور میں مقیم تھا۔ وہاں سے اُس نے
اپنے بھائی حسین خاں کو پہلے لڑنے بھیجا کشمیریوں نے جو شاہ ابو المعالی کے ساتھ تھے اُن کی
بغیر حسین چک کی فوج پر حملہ کر کے اُس کو روگرداں کیا۔ غازی خاں چک اُس کی مدد کو گیا
اور مردانگی کر کے بہت سے کشمیریوں کو قتل کیا اور فتح حاصل کی۔ شاہ ابو المعالی یہ حال دیکھ کر
بے جنگ فرار ہوا۔ غازی خاں نے سب مغل قیدیوں کو سوا حافظ مرزا یٰسین کے مار ڈالا۔ یہ
حافظ ہمایوں بادشاہ کے خوانندوں میں بڑا خوشخواں تھا پھر اُس سے نصرت خاں کو قید سے نکال کر
شہنشاہ اکبر پاس بھیجا۔ نصرت خان نے بیرام سے توسل ڈھونڈا۔

۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء میں غازی خاں چک کے مزاج میں تیزی ہوا۔ ظلم و تعدی کرنے لگا۔ خلائق کو اس سے
تنفر ہوا اس اثنار میں اُس نے سنا کہ اس کا بیٹا حیدر چک بعض امرا سے اتفاق کر کے چاہتا ہے
کشمیر کی شاہی لے لے۔ غازی خاں چک نے اپنے وکیل محمد جنید اور ہمادر بہت کو طلب کیا
کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم اس کو نصیحت کرو کہ پھر وہ یہ خیال نہ کرے۔ محمد جنید نے حیدر چک کو
گالیاں دیں اور اُس نے خنجر سے محمد جنید کا کام تمام کیا۔ لوگوں نے حیدر چک کو گرفتار کیا۔ اور
خاں کے حکم سے مار ڈالا۔

۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء میں ہندوستان سے مرزا قراجار آیا اُس کے ساتھ بہت سا لشکر اور نوبانی تھے تین مہینے
تک اُس نے جو الور میں اقامت کی کشمیریوں میں سے نصرت چک اور فتح چک وغیرہ اور گگھروں
میں بعض امرا اس سے آنکر ملے اس سے ایک مجمع کیثہ اس پاس جمع ہو گیا اور وہ اُمید وار تھا کہ

اور کشمیری بھی اس سے آنکر ملینگے اس اثنار میں نصرت خاں چک فتح چک و لوہر ماکری اس پاس
بھاگ کر غازی خاں پاس چلے گئے۔ اس سبب سے مرزا کے لشکر میں اتور پڑ گیا۔ غازی خاں چک کشمیر
سے نور روز کوٹ میں آیا اور پیادوں کو بھیجکر مرزا کے لشکر کو شکست دیدی۔ مرزا بھاگ گیا۔ پانچ سو مغل
قتل ہوئے اور سارے ہاتھی اُس کے دشمن کے ہاتھ آئے۔ جب حبیب شاہ کی تباہی پر پانچ سال گزرے
تو اُس کو کوٹے میں بٹھایا اور غازی نے خطبہ و سکہ اپنے نام کا کیا۔

غازی شاہ کی حکومت کا ذکر

غازی شاہ کشمیریوں کی رسوم کے موافق بادشاہ ہوا لیکن بدنام سے اُس کی انگلیاں گل گئیں اور
آواز متغیر ہو گئی۔ ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء میں فتح خاں چک و لوہر ماکری اور کشمیری اس سے متنفر ہو کر کوہستان
میں چلے گئے اُن کے تعاقب میں غازی خاں نے اپنے بھائی حسین خاں کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ
بھیجا برف کے دن تھے مخالف ہلاک ہوئے جو زندہ رہے انہوں نے حسین چک کے وسیلے اپنے
جرائم غازی خاں سے معاف کرائے۔ اور اُس نے اُن کو جاگیریں دیدیں ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں غازی خاں اپنی
سپاہ کو نیکر لار میں آیا۔ اور اپنے بیٹے احمد خاں کے ساتھ فتح خاں اور ناصر کتابچی اور امرا کو تبت کی
تسخیر کے لئے بھیجا۔ جب یہ تبت سے پانچ کروہ پر پہونچے تو فتح چک احمد خاں کی اجازت سے تبت
کے شہر میں آیا بہتی لڑنے پر راضی نہ ہوئے بہت پیشکش دینی قبول کی وہ واں سے چلا آیا۔ احمد خاں
کے دل میں آیا کہ اگر میں فتح خاں کی طرح تبت میں جاؤں گا تو کشمیری یہی تعریف کرینگے۔ وہ
پانچ سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر چلا گیا۔ تبتیوں نے احمد خاں کو جریدہ دیکھا تو لڑکر اُسے شکست دی
وہ بھاگ کر فتح خاں پاس آیا۔ وہ اُس کی طرف سے لڑکر مارا گیا۔ غازی خاں اس بات کو سکر بڑا
غضب میں آیا اور اپنے بیٹے سے ایسا اعراض کیا جو مناسب نہ تھا۔ اُس کی ایام دولت چار
سال میں منقضی ہو گئے۔

شاہ حسین شاہ کی سلطنت

غازی خاں کا بھائی حسین شاہ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں غازی تبت کلاں کی تسخیر کے ارادہ سے کشمیر

نکلا اور موکد کمار میں اقامت کی۔ بجذام کے غلبہ سے سیکیں کام کی نہیں رہیں خلق کے ساتھ بدی کرنے لگا۔ بیگناہوں پر علت لگا کے جرمانے لینے لگا۔ اس سبب سے آدمی رنجیدہ ہوئے اور دو فریق ایک جماعت اُس کے بیٹے احمد خاں کی طرفدار ہوئے۔ دوسرے اُس کے بھائی حسین چک کی۔ غازی خاں نے ان باتوں کو سنکر سری نگر میں مراجعت کی۔ حسین خاں چک پردہ عدم تقشیں کرتا تھا اُس کو اپنی جگہ بادشاہ مقرر کیا۔ پندرہ روز بعد اُس نے تمام اپنے قاش و اسباب کے حصے کئے ایک حصہ اپنے فرزندوں کو دیا اور دوسرا بقالوں کو حوالہ کیا اور اُن سے سر جنبش طلب کی۔ حسین چک پاس بقال فریادی آئے۔ اُس نے غازی شاہ کو اس حرکت سے منع کیا جس سے غازی شاہ اُس سے خفا ہوگیا۔ اور اپنے بیٹے احمد خاں کو بادشاہ بنانا چاہا اور اپنی شامل کے ترک سے پشیمان ہوا اور اپنے خاص آدمیوں کو اور مغلوں کو طلب کرکے جیت کی حسین چک بھی مقابلہ کو مستعد ہوا۔ اہالی شہر و قضاۃ نے درمیان میں پڑکر آتش فساد کو بجھایا۔ غازی شاہ کو شہر سے زین پور میں لے گئے۔ پہر تین مہینے بعد سری نگر میں۔ حسین چک نے استقلال کلی حاصل کیا۔ ولایت کشمیر کو امیروں میں تقسیم کر دیا۔ ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء میں حسین چک نے اپنے بڑے بھائی سنکر چک کو راجوری اور نوشہرہ جاگیر میں دے کر بھیجا۔ پہر اُس کو یہ خبر لگی کہ وہ سرکشی کرتا ہوا ہے۔ اس واسطے اُس کی جاگیر محمد خاں ماگری کو مقرر کر دی۔ احمد خاں و فتح خاں چک کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ اُنہوں نے جاکر فتح حاصل کی۔ بعد ازاں حسین شاہ چک کو معلوم ہوا کہ احمد خاں ماگری و نصرت خاں چک اُس کے قتل کا قصد کرتے ہیں اُس نے اُن کو گرفتار کرکے اُن سرغنوں کو اندھا کر دیا۔

۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء میں خان زماں وزیر اعظم کو لوگوں نے ترغیب دی کہ حسین شاہ سکا۔ کو گیا ہے اس کے گھر میں جاکر تمام اسباب و خزاین پر متصرف ہو بیٹھے اور اپنے تئیں بادشاہ بنالے۔ مسعود پایک ملازم حسین شاہ کی سعی کوشش نے اُن کی یہ تدبیر نہ چلنے دی لڑکر وزیر کے بیٹے کامرکاٹ کے اُس کی سپاہ کو دکھایا جس سے وہ بھاگ گئی۔ وزیر بھی گرفتار ہوکر مارا گیا۔ مسعود پایک کو حسین شاہ نے میانہ مبارز خاں کا خطاب دیا۔ اور پرگنہ بالکل جاگیر میں دیا۔

۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء میں حسین شاہ نے یہ سمجھ کر کہ میرے معزول کے لئے منصوبے بنے جاتے ہیں اپنے حریفوں کو احمد خاں پسر غازی خاں کو اندھا کیا۔ اس سے غازی خاں پر ایسا صدمہ پہنچا کہ دل شکستہ ہوکر مر گیا۔

۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء میں حسین شاہ سے لودی لوند نے کہا کہ مسعود پایک یہ کہتا ہے کہ حسین شاہ نے جب مجھے بیٹا بنایا ہے تو خزانہ میں سے حصہ دے۔ اس سبب سے حسین شاہ اُس سے ناراض ہوا اور اُس کو مقید کیا۔ لودی لوند صاحب اختیار ہوا۔ پہر اُس نے ہزارہ و شمالی سرکاری کی خیانت کی۔ معزول ہوا اور علی کوکہ اُس کی جگہ مقرر ہوا۔

۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء میں قاضی حبیب کر حنفی مذہب تھا روز جمعہ کو جامع مسجد میں آیا اور کوہ ہما کے نیچے زیارت قبور کے لئے گیا۔ یوسف جو شیعی مذہب تھا۔ قاضی پر ایک تلوار ماری جس سے اُس کا سر زخمی ہوا دوسری شمشیر ماری تو قاضی نے اپنا ہاتھ سپر بنایا جس سے انگلیاں زخمی ہوئیں پھر قاضی کو یوسف زخمی کرکے بھاگ گیا۔ حسین چک نے باوجودیکہ خود شیعہ تھا یوسف کو پکڑوا کر قید کیا۔ اطلاع سے فتویٰ لیا جنہوں نے فتویٰ یہ دیا کہ ایسے آدمی کو سیاست کے لئے مارنا روا ہے۔ قاضی نے کہا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کا مارا جانا جائز نہیں آخر کو اس کی سنگ کر دیا۔ اتفاقاً انہیں ایام میں ایک جماعت کہ یوسف کی ہم مذہب و ہم اعتقاد تھی مثل مرزا مقیم و میر یعقوب برہم اپنی گرمی شمشاہ اکبر کے پاس سے یہاں آئی تھی۔ حسین شاہ نے ان لیڈروں کی بڑی خاطر داری اور توضع کی۔ چند روز بعد مرزا مقیم نے کہ یوسف کا ہم مذہب تھا۔ ان مقتدوں کو بلایا۔ قاضی زین نے اُن سے کہا کہ تم نے فتویٰ میں غلطی کی مفتیوں نے کہا کہ ہم نے اُس کے بارے کا فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا بلکہ یہ کہا ہے کہ سیاست کے واسطے ایسے آدمی کا مارنا روا ہے مگر مرزا مقیم نے ان مفتیوں کو قتل کرایا۔ اور اُن کی لاشوں کے پاؤں میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں تشہیر کی۔ حسین چک نے اپنے بیٹے کو بادشاہ اکبر کی خدمت میں بھیجکر اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔

شمشاہ اکبر نے مرزا محمد مقیم کو ان بیگناہ مقتولوں کے قتل کے بدلہ میں قتل کیا۔ اور حسین چک کی بیٹی کو قبول نہ کرکے واپس بھیجدیا۔ حسین چک اس خبر کو سنکر اسہال و موی میں مبتلا ہوا۔ اور

بالکل کار بادشاہی سے معطل ہوا۔ بہت سے اعیان سلطنت حسن چک کے بھائی علی خاں کی طرف سے لائے۔ پونچ پندرہ کوس وہ دارالسلطنت سے تھا کہ حسین شاہ کو سب لشکر چھوڑ کر اس پاس بھاگ گئے۔ شاہ نے مجبور ہو کر اپنے بھائی کو شاہی دی اور موافق رسم سکہ میں علی خاں بادشاہ ہوا اور حسین شاہ زین پور میں چلا گیا۔ اور تین مہینے کے بعد ۹۵۵ھ / ۱۵۴۸ء میں مر گیا۔

علی شاہ کی سلطنت

حسین شاہ کے مرنے کے بعد علی شاہ بادشاہ ہوا اور وہ کہ جو حسین شاہ کا بھائی تھا سلطنت مقرر ہوا۔ ان دنوں میں شاہ عارف کہ اپنے تئیں شاہ طہماسپ کی اولاد بتاتا تھا وہ سے کشمیر میں آیا۔ علی شاہ چک اُس کا ایسا معتقد ہوا کہ اپنی بیٹی اُس سے بیاہی نماز میں نے اپنے تئیں مہدی آخرالزماں بنایا۔ نوروز چک کا بیٹا علی چک اور غازی خاں کا بیٹا اُس کے بڑے چیلے ہوئے اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ اُنہوں نے علی شاہ کو معزول کر کے شاہ عارف کو بادشاہ بنانا چاہا۔ جب اُس کی خبر علی شاہ کو ہوئی تو اُس سے بڑی درپے آزار ہوا۔ شاہ صاحب نے اپنی یہ کرامت مشہور کی کہ میں یہاں رہتا نہیں چاہتا کہ روز میں لاہور یا کسی اور ولایت میں چلا جاؤنگا۔ پھر وہ پنہاں ہو گیا کہ جس سے لوگ اُس کی غیبت کا اعتماد کریں۔ تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اشرفیاں ماتوں کو دیکر کشتی میں بیٹھ بارہ مولہ میں وہ گیا ہے۔ علی شاہ کے آدمی اُسے گرفتار کر کے لائے مگر وہ وہ بلوہ کو اتنا سپاہیوں کو جاگ گیا مگر پہر پکڑا گیا۔ علی شاہ نے اپنی بیٹی کی مہر کی ہزار اشرفیاں لیکر اُس کو اپنی قوت نکالکر تبت بھیجدیا۔

۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء میں علی چک پسر نوروز چک نے علی شاہ سے کہا کہ وہ کہ نے یہ ہی جاگیر میں خلل ڈالا ہے اگر آپ اُس کو منع نہ کرینگے تو اپنے گھوڑوں کے پیٹ کو چاک کرینگا۔ علی شاہ اس کنایہ کو سمجھ گیا کہ گھوڑے کے پیٹ چاک کرنے سے مقصد علی شاہ کا پیٹ چاک کرنا اس سبب سے وہ غضب ہوا اُس کو قید کیا اور ولایت مکران میں بھیجدیا۔ وہ وہاں سے

بھاگ کر حسین قلی خاں حاکم پنجاب پاس گیا۔ مگر ملاقات کے وقت حسین قلی تواضع متعارف کو عمل میں نہ لایا تو علی چک لاہور سے کشمیر میں پھر آیا علی شاہ نے اُسے تعاقد کیا پھر وہ قید سے نکلکر نوشہرہ میں آیا۔ علی شاہ نے لشکر بھیجکر اُس کو گرفتار کیا۔

۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں علی شاہ نے کہتوار جس کو کشتوار بھی کہتے ہیں لشکر کشی کی۔ وہاں کے حاکم کرنی سے بیاہ کر کے مراجعت کی۔ ان ایام میں ملا شمسی و قاضی صدرالدین اکبر بادشاہ کے ایلچی آئے علی شاہ نے اپنی بھتیجی کو شاہزادہ سلیم سے بیاہنے کے لئے ان ایلچیوں کے ہمراہ کیا اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا۔ انہی دنوں میں یوسف ولد علی شاہ نے محمد بٹ کی سعایت سے ابراہیم خاں ولد غازی خاں کو پدر کی رضا بغیر قتل کر ڈالا اور باپ کے خوف سے بھاگ کر محمد بٹ کے پاس لے بارہ مولہ میں چلا گیا۔ علی شاہ ان اوضاع سے آزردہ خاطر ہوا اور علاج اس کا کیا۔ لوگوں نے یوسف کے گناہ کے معاف کرنے کی درخواست کر کے اُس کو بلایا اور محمد بٹ کو کہ اس فتنہ کا باعث تھا قید کیا۔ ۹۸۴ھ / ۱۵۷۵ء میں کشمیر میں قحط عظیم پڑا اور اکثر آدمی بھوکے مر گئے۔ ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء میں علی شاہ گھوڑے پر سے گر کر مر گیا اور وہ برس سلطنت کر گیا۔

سلطنت یوسف شاہ

علی شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور علی شاہ کا بھائی ابدال خاں بھتیجے کے خوف سے بھائی کے جنازہ پر حاضر نہ ہوا۔ یوسف نے ابدال چک پاس سید مبارک خاں بابا خلیل کو بھیجا اور یہ پیغام اُس کو دیا کہ اگر بھائی کو دفن کرو اگر میری بادشاہی قبول ہو تو فبہا اور نہیں تم بادشاہ ہو میں تمہارا تابع ہونگا۔ جب اُنہوں نے یوسف کا یہ پیغام ابدال چک پاس پہنچایا تو اُس نے کہا کہ میں تمہارے کہنے سے جاتا ہوں اور خدمت کے لئے کمر باندھتا ہوں اگر مجھ کو مضرت پہنچے گی تو وبال میرا تمہاری گردن پر ہوگا۔ ابدال خاں کا دشمن سید مبارک تھا اُس نے ابدال سے کہا کہ تجھ کو یوسف شاہ پاس جاکر قول و عہد لینا چاہئے اس اثنا میں یہ مجلس برخاست ہوئی۔ اور سید مبارک نے یوسف شاہ پاس جاکر یہ کہا کہ ابدال غار میرے کہنے سے نہیں آیا۔ اول اس کا علاج کرنا چاہئے اُس کے بعد علی شاہ کو دفن کرنا چاہئے یوسف شاہ سوار ہو

ابدال پر چڑھ گیا اور ابدال خاں نے اُس کا مقابلہ کیا اور کشتہ ہوا۔ اور سید مبارک کا بیٹا بھی مارا گیا۔ بعد ازاں علی شاہ کو بطریق شیعہ دفن کیا۔ دو تین مہینے کے بعد سید مبارک خاں فتنہ پردازی کے لئے آب بہت سے پار گئے یوسف شاہ محمد ماکری کے ساتھ اتفاق کر کے لڑنے گیا۔ محمد ماکری ساٹھ آدمیوں کے ساتھ قتل ہو گیا۔ سید یوسف شاہ امان طلب کر کے ہیرپور میں آیا اور مبارک خاں اُس سے لڑنے آیا۔ یوسف شاہ اس سے لڑنہ سکا موضع نجھ آیا جو جنگل میں ہے۔ مبارک خاں یہاں بھی اُس سے لڑنے آیا وہ بھاگ کر دہ پہاڑوں میں چلا گیا مبارک خاں فتح و فیروزی کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ اُس نے خان چک ولد نور و چک کو قید میں بلا کر مجوس کیا۔ اس حرکت سے جماعت چک کو ایسا خوف پیدا ہوا کہ اُنہوں نے اتفاق کر کے یوسف شاہ کو پھر بادشاہ بنانا چاہا۔ پھر ان چکوں میں آپس میں نزع ہو گئی انہوں نے گوہر چک کو بادشاہ بنانا چاہا۔ مبارک خاں ان سازشوں سے ایسا تنگ ہوا کہ اُس نے یوسف شاہ کو پھر تخت پر بٹھانا چاہا مگر یوسف شاہ کشمیر سے بھاگ کر بادشاہ اکبر کی خدمت میں فریاد کے لئے گیا تھا۔ شہنشاہ اکبر نے یوسف شاہ کی امداد کے لئے۔ راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خاں شہدی ۹۸۸ھ میں فتح پور سیکری سے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اس وقت کشمیر میں یوہ چک بادشاہی کرتا تھا۔ یوسف شاہ نے اپنے بیٹے یعقوب کو پہلے بہت جلد کشمیر روانہ کیا تاکہ وہاں جا کر لوگوں کو اپنا طرفدار بنائے اور لوہر چک کی شاہی میں خلل ڈالے جب وہ خود سیالکوٹ میں آیا سید یوسف شہدی و راجہ مان سنگھ کا مقید نہیں رہا۔ راجوری میں جا کر اُس پر متصرف ہوا۔ لوہر چک نے یوسف کشمیری کو یوسف شاہ سے لڑنے بھیجا مگر وہ یوسف شاہ سے جا کر مل گیا یوسف شاہ اور لوہر چک میں آب بہت پر لڑائی اور یوسف شاہ کو فتح ہوئی وہ سری نگر میں آیا اور لوہر چک کو پڑاؤ کیا۔ یوسف شاہ تخت پر بیٹھ کر اپنے ہواخواہوں میں ملک کشمیر کو تقسیم کر دیا اور اپنے حریف لوہر چک کو اندھا کیا۔

۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں شمس چک و مل شہر چک محمد سعادت بہت کو بغاوت کی بدگمانی کے سبب یوسف شاہ نے مقید کیا۔ حبیب خان چک خوف کے مارے بنبہر میں بھاگا اور یوسف شاہ نے

علی خاں چک نے چار بھائیوں کے قید سے نکل آیا اور حبیب خاں سے موضع مذکور میں ملا اور سب متفق ہو کر پرگنہ دیلی راجہ بہت پاس گئے۔ وہاں سے کوک لیکر پھر دو کشمیر میں آئے تو یہاں بھی اختلاف ان میں ہوا اور اُنہوں نے کچھ کام نہ کیا اور آپس سے جدا ہو گئے یوسف شاہ کے لشکر نے اُن کو گرفتار کر لیا اور اُن کے ناک کان کاٹ ڈالے لیکن حبیب خاں چک شہر میں چھپ گیا۔

۹۹۹ھ / ۱۵۹۱ء میں جب اکبر بادشاہ لاہور سے آگرہ میں آیا تو اُس نے مرزا حاجی اور محمد شاہ کو ایلچی بنا کے کشمیر بھیجا۔ جب یہ ایلچی بارہ مولہ میں آئے یوسف شاہ نے استقبال کیا اور فرمان شاہی کو چوم کر سر پر رکھا۔ تسلیمات بجا لایا اور اپنے بیٹے حیدر خاں اور یعقوب خاں کو نذروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ دونوں بیٹے ایک سال کے بعد کشمیر میں چلے آئے۔

۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں یوسف شاہ لار میں سیر کرنے گیا اُس کے سفر کے درمیان شمس چک قید خانہ سے بھاگ کر حیدر چک سے ملا جو کشتوار کو بھاگ گیا۔ کشمیر کی سپاہ نے اُن کا تعاقب کیا تو وہ اور آگے بھاگ گئے۔ یوسف شاہ سری نگر میں پھر آیا۔

۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء میں حیدر چک کشتوار میں واپس آیا اور لشکر جمع کر کے کشمیر پر چڑھ آیا۔ بجھ اسر پر یوسف شاہ نے خود شکست دی۔

۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء میں یعقوب ولد یوسف شاہ اطاعت و اخلاص کے اظہار کے لئے بادشاہ اکبر کی خدمت میں گیا۔ بادشاہ اس وقت فتح پور سیکری سے لاہور میں آیا ہوا تھا۔ یعقوب نے اپنے باپ یوسف کو لکھا کہ بادشاہ کا ارادہ کشمیر آنے کا ہے۔ یوسف شاہ نے اُس کے استقبال کا ارادہ کیا۔ انہیں دنوں میں خبر آئی کہ حکیم گیلانی و بہاؤ الدین برہم ایلچی گرجی شہنشاہ اکبر کی طرف سے تنبیہ آئے ہیں یوسف شاہ ان پاس گیا اور خلعت شاہی پہنا اور تصمیم ارادہ کیا کہ بادشاہ پاس جائے اس اثنا میں بابا خلیل بابا مہدی و شمس دولی نے متفق ہو کر کہا کہ اگر تم بادشاہ پاس جاؤ گے تو تمکو دغا قتل کر کے یعقوب کو جو جلد لاہور سے کشمیر میں آگیا ہے بادشاہ بنا دینگے اس خوف سے اس نے اپنی عزیمت میں تعویق کی۔ بادشاہ کے ایلچیوں کو رخصت کیا اکبر تو کشمیر کی تسخیر پر چڑھا تھا اس کو

بہانہ ہاتھ آیا۔ شاہرخ مرزا و شاہ قلی خاں و راجہ بھگوانداس کو کشمیر کے لیے تعین
نے کشمیر سے آنکر بارہ مولہ پر قیام کیا۔ جب لشکر بادشاہی ہولیاس پاس آیا جو سرحد کشمیر
تو سر راہ اُس کے روکے گئے۔ پھر کچھ دنوں بعد برف کا موسم آیا تو راہیں مسدود ہو گئیں
صلح درمیان آیا۔ یوسف شاہ بیٹے کو اپنی جگہ مقرر کرکے راجہ بھگوانداس سے
گیا اور ہر سال کے واسطے ایک خراج معین قبول کیا۔ اور صلح کرلی۔ امرا شاہی اُن کو
لیکر بادشاہ پاس لے گئے۔ بادشاہ کو یہ صلح پسند نہ آئی۔ محمد قاسم خاں میر بحر کو دوسرے
کے ساتھ ۹۹۵ھ میں بھیجا۔ یوسف شاہ نے جو بادشاہ تمہارا ہوں کو۔ وکالہ بادشاہ کے
مقابلہ کے لئے گھاٹ میں بیٹھا۔ سرداران کشمیر جن کو فتنے کا خیال تھا اُنہوں نے اس
اطاعت نہیں کی۔ اس وقت یعقوب خاں سے برگشتہ ہو کر محمد قاسم خاں سے
بعض نے سری نگر کے شہر میں علم مخالفت بلند کیا۔ یعقوب شاہ نے گھر کے فسادوں کے
کو اہم جانا واپس آیا۔ افواج اکبر شاہی کشمیر میں بالکل داخل ہوئی یعقوب شاہ کوہستان
بھاگا۔ محمد قاسم شہر سری نگر پر متصرف ہوا۔ پرگنات کشمیر پر عمال کو مقرر کیا۔ یعقوب شاہ کچھ
مدت کے بعد جمعیت بہم پہنچا کر محمد قاسم خاں سے لڑا۔ اگرچہ مغل بہت مارے گئے۔ مگر
یعقوب خاں نے ہزیمت پائی اور پھر جمعیت کرکے سری نگر کو آیا۔ اس خود محمد قاسم خاں
نکلا۔ قلعہ ارک میں آیا۔ عرضداشت بھیجکر بادشاہ سے کمک طلب کی۔ بادشاہ نے بیرم
شہیدی کو حاکم کشمیر مقرر کیا اور قاسم خاں کو بلایا۔ جب یوسف خاں شہیدی کشمیر میں
یعقوب شاہ نے محمد قاسم خاں کے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور کوہستان میں بھاگ گیا۔ یوسف
شہیدی دو سال تک اُس کے پیچھے پڑا پھرا اور جس طرح بن پڑا اُس کو دلاسا دیکر بادشاہ
پاس بھیجا۔ غرض پدر و پسر یوسف و یعقوب امرا درشاہی میں داخل ہوئے۔ اور محالات
بھاریں جاگیر پائی۔ اس تاریخ سے کشمیر کی شاہی بادشاہان دہلی سے متعلق ہوگئی اس
پہلے ایک ہزار سال تک کسی بادشاہ نے خطہ کشمیر تسخیر نہیں کیا۔

شجرہ شاہان کشمیر ۷۲۶ھ سے ۹۷۶ھ

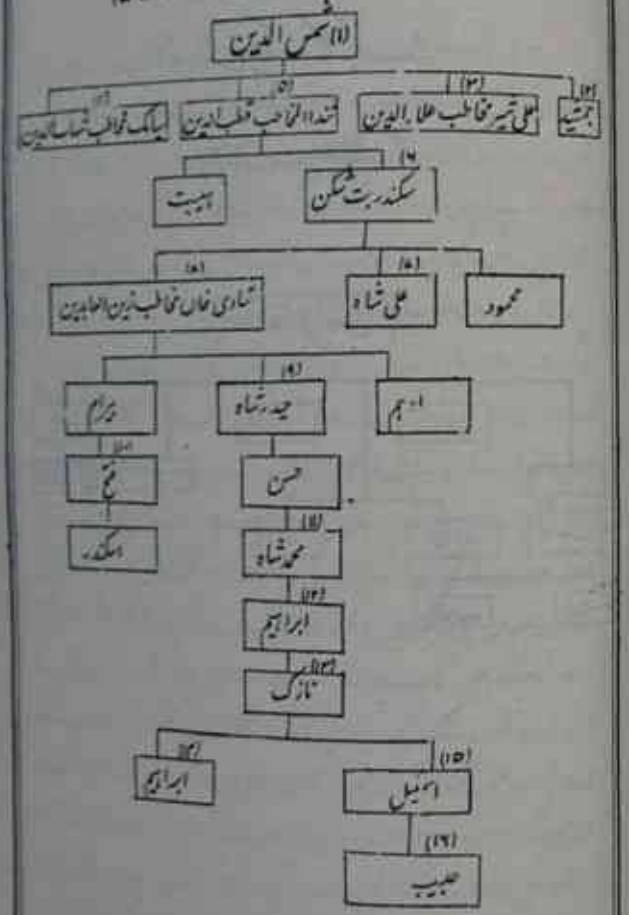

خاندان چک کا شجرہ

۹۶۷ھ / ۱۵۵۹ء سے ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء

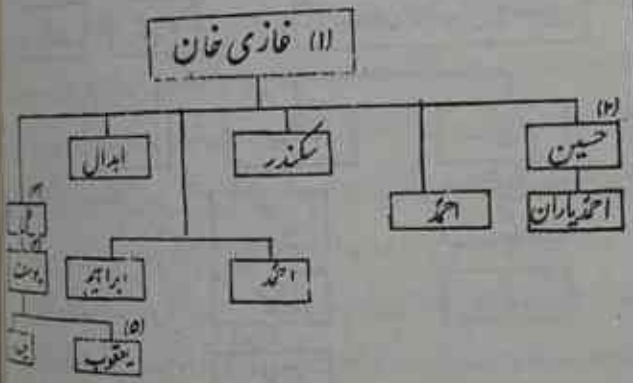

گجرات کی قدرتی حدود

مغربی ہندوستان میں صوبہ گجرات سے اُس کے دو حصے ہیں ایک حصہ جزیرہ نما ہے یعنی تین طرف پانی سے گھرا ہوا ہے اور ایک طرف خشکی ہے۔ اور دوسرا حصہ ایسا ہے کہ جس کے چاروں اطرف خشکی ہے۔ حصہ جزیرہ نما بحر عرب میں واقع ہے جو تقریباً خلیج عمان کے نیچے بکراس اور سندھ کے ہے۔ گجرات کے حصہ دوم کی حد جنوبی دیا نربدا کو بتاتے ہیں۔ اگرچہ گجراتی زبان جنوب میں دور دور بہن تک بولی جاتی ہے۔ ساحل نربدا سے شمال کی طرف سلسلہ پہاڑوں کا جاتا ہے جو بندیچل اور اراولی پہاڑوں کو ملاتا ہے وہ گجرات کی مغربی و شمالی سرحد ہے اُس کو مالوہ اور میواڑ و مارواڑ سے وہ جدا کرتا ہے۔ نیچ کچھ تک زار رن اُس کی شمالی مغربی و مغربی سرحد ہے۔ بحر عرب و خلیج کھنبات اس کے جنوب مغربی حد کو دھوتے ہیں۔ گجرات پر ہمیشہ حملے شمال مغرب سے ہوتے رہے ہیں جہاں نخل اور پاے کوہ آبو کے درمیان ایک ریگستان ہے۔ یہ سمت اُس کی ضعیف ہے۔

کوہستان جو گجرات کو شمال و مشرق کی طرف محدود کرتے ہیں اُن کی بہت شاخیں ہیں کے ان حصوں میں پھیلتی ہیں جو اُن کے نزدیک ہیں وہ نشیب و فراز و ناہمواری کے سب سے دشوار گذار ہیں۔ کوہستان کے کھنڈ اور وادی جو اُن کے اندر ہیں وہ جنگل سے گھرے ہوئے ہیں۔ ان درختوں کے تاریک سایہ میں کئی دریا بہتے ہیں جن کے اونچے کناروں کے سایہ میں لمبے اور عمیق کھنڈ اور پیچدار غار اور پہاڑ ہیں اور اُن میں وہ نشان ایسے ہیں کہ جن میں گذارا نہیں ہو سکتا۔ جب یہ دریا پہاڑوں سے اُتر کر اور درختوں سے گھرے ہوئے میدان میں آتے ہیں وہ چوڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کی وحشت کم ہو جاتی ہے وہ اس زمین دوآبہ کو جو ملجاتے ہیں سیراب کرتی ہیں ماہی، ونیر دا اور آخر ان سب دریاؤں کا پانی خلیج کھنبات میں پہنچ جاتا ہے۔

گجرات کا تقریباً کل حصہ جنوب مغربی رن کچھ سے دیا نربدا کے کناروں تک اور جزیرہ نما حضر کے الگ پرا اور شمالی و مشرقی ساحل خلیج کھنبات کے درمیان نشیب میں سانبرمتی کرتا

سرسبز و شاداب رہتا ہے خاص کر وہ حصہ کہ ساہرمتی اور ماہی کے درمیان واقع ہے
علاوہ آبنوں اور میوہ دار درختوں کے جھنڈوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اُن کے پتوں کا
رنگ ہوتا ہے۔ کوہستانی اضلاع جہاں کہیں ہوتی ہے وہ نہایت سرسبز و شاداب ہوتے
یہاں کاشتکاری بڑی احتیاط سے ہوتی ہے اور فصلیں خوب ہوتی ہیں۔ آب
کی بڑی کثرت ہے۔ مسطح زمین کھیت لہلہاتے ہوئے اور پہاڑوں پر درخت زار بڑی خوشنما
دکھاتے ہیں

یہ ہموار رن کچھ کی انتہائے جنوب مشرق سمت میں بیس میل پر ایک بڑا نالی آبنہ
کا شروع ہوتا ہے وہ خلیج کھمبات کی سر کی طرف پھیلتا ہے اور وہ حد فاصل گجرات کی
اور جزیرہ نما سورتھ یعنی کاٹھی وار کے درمیان ہوتا ہے۔ غالباً پہلے زمانہ میں سورتھ
جزیرہ تھا۔

خلیج کھمبات کے مغربی کنارہ پر بھون نگر سے چند میل فاصلہ پر ایک سلسلہ پہاڑوں کا
ہے جو ہموار ملک میں کہ مثل ساکن تالاب کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ جزیروں کا ہے
تیر رہا ہے اُن کی چوٹی پر جو مواضع ہموار دی کے قریب ہے۔ ایسا تماشا دکھائی دیتا ہے کہ
کثر مقاموں میں نظر آتا ہے۔ مقامات اس کے مقامات تواریخ اور افسانے طرح طرح کے
سامنے لاتے ہیں

نقشہ میں ان مقامات کو خوب دیکھ لو جن کا ذکر تاریخ میں آئے گا۔ بھون نگر بندر گاہ
چھوٹا سا جزیرہ پیرم۔ ولبھی جس میں بالفعل ایک راجپوت گوہل رئیس ہے وہ قدیمی شہر ولبھی
کی یاد دلاتا ہے۔ سیہور، پالی تانا تہانا یہاں بھین مت کے بڑے عبادت خانے ہیں
زمانہ تھا کہ ہندوستان کے طول عرض میں سندھ سے لے کر گنگا تک اور ہمالیہ کی برفانی
چوٹیوں کے ملک سے کنواری رود۔ تک جو اُس کی دولہن ہوگی کوئی شہر ایسا نہ تھا
کبھی نہ کبھی اُس کی عمارات کی جو مالی تانا کے پہاڑی پر تاج داری کر رہی ہے
سے مدد نہ کرتا ہو۔

گجرات کی تاریخ ہندوؤں کے زمانہ کی

سنسکرت میں جو کوئی کتاب تاریخ کے طرز پر ملک گجرات کے بابت میں دستیاب نہیں ہوتی ہو
مگر پھر بھی بعض کتابیں ایسی ہیں کہ اوسنے آئین، قوانین۔ رسم و رواج۔ ساجاؤں کے نام اور انکے
زمانے صحیح صحیح معلوم ہوتے ہیں گو اُن کی فرماں روائیوں کی ستائش میں دفتر کے دفتر سیاہ
ہوئے ہوں اور اُنکے بُرے کاموں پر کالا پردہ ڈالا ہو۔ ہندی زبانوں میں سب سے بہتر رتن مالا
ہے۔ جیسے کوئی دودھ سے ملائی اور گھی کو نکال کر مٹھے کو الگ کر دیتا ہے اور ایک میں سے دوسری
کو چوس کر پھوک کو پھینک دیتا ہے۔ خاک سے سونے کو نکال کر ناک میں ڈال دیتا ہے اور
اناج کو نکال کر بھوسہ کو علیحدہ کر دیتا ہے۔ اور تلوں سے تیل نکال لیتا ہے۔ ایسے ہی مصنف نے
تمام پہلی کتابوں کو مطالعہ کیا اور مضامین کو اخذ کر کے اپنی کتاب میں لکھا۔ جیسے زمانہ دانیوں کی
مصنف نے قدر شناسی کر کے مدح و ثنا میں زبان کھولی ہے ایسے ہی اپنی تعریف میں بھی یہ گیت
گایا ہے کہ جیسے سمندر کی جاترا کرنے سے ساری جاتراؤں ہو جاتی ہیں۔ امبر دشالا (مرت پھل)
کھانے سے کسی اور خوراک کی ضرورت نہیں رہتی۔ سنگ پارس کے پاس ہونے سے
ساری دولت پاس میں آجاتی ہے ایسے ہی رتن مالا کے پڑھنے سے ساری کتابیں مطالعہ میں آجاتی
ہیں۔ اگر آدمی کی آنکھ ہی بے انتہا ہو لیکن اوسنے رتن مالا نہ پڑھی ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے
سنگ مرمر کا حوض جسمیں پانی نہ ہو۔ یا بڑا مندر ہو جسمیں مینار نہ ہو۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس رتن مالا
میں ایک سو اسی (۱۸۰) رتن تھے جنمیں سے آٹھ باقی ہیں۔ اس کا مصنف برہمن کرشنا جی ہے
وہ گجرات کے سولنکی فرمانرواؤں کی بڑی تعریف کرتا ہے۔ اور کتابوں میں جیسے معلوم ہوتا ہے
کہ ملک گجرات میں جین اور برہمن کے مذہب مروج تھے وہ ایک دوسرے کے استیصال
کے درپے رہتے تھے۔ ہمیشہ اونکے درمیان جنگ و پیکار رہتی تھی۔ ایک دوسرے کے
عبادت خانوں کو مسمار کرتے تھے۔ جنکے کھنڈر ابتک موجود ہیں۔ ابتدا میں جین مت کا تاڑو
چمکا اور آخر کو برہمن مت کا عروج ہوا۔ گجرات کی دارالسلطنت لمبی پور کو چپوں نے۔

برباد کردیا۔ اب یہ پتہ معلوم نہیں کہ کون تھے۔ انگریزی مورخوں میں کوئی اپنے قیاس کے
اہل سیتھیا کو کوئی اہل ہاخمنشی کو کوئی اہل ایران کو بتاتا ہے۔

ولبھی پور کی تباہی کے باب میں جین کی کہانیوں سے برہمنوں کی زبانی روایات مختلف
ہیں وہ پیرایہ تاریخی سے بالکل معرا ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈھنڈولی ایک یاتری گاؤں کا
چیلہ کو ساتھ لیکر بھی پور میں آیا اوسنے یہاں شہر کے پاس اپنا استھان بنایا۔ چیلا شہر میں بھیک
مانگنے گیا مگر کسی نے اوسکو کچھ نہ دیا تو وہ جنگل میں گیا لکڑیاں کاٹیں اور اوسکو شہر میں بیچکر جو
اوسکی قیمت سے آٹا خریدا۔ اب کوئی اسکی روٹی نہ پکاتا۔ آخر کو ایک کمہاری نے اوسکی
چند روز تک وہی کرتا رہا۔ اوسکے سر کے بال اس بوجھ کے اٹھانے سے اڑنے
گرو نے چیلے سے پوچھا کہ تیرے سر کے بال کیوں اڑ گئے۔ اوسنے کہا کہ جناب اس شہر میں کوئی
خیرات نہیں دیتا اسلئے میں مجبور لکڑیاں کاٹتا ہوں اور بیچتا ہوں اور کمہاری سے روٹی
ہوں۔ اس کے بوجھ اٹھانے کے سبب سے سر کے بال اڑ گئے ہیں۔ گرو نے کہا کہ میں تو ہر
مانگنے جاؤنگا وہ شہر میں گیا کسی نے اوسکو سوا اس کمہار کے کچھ نہیں دیا۔ تو وہ بہت کہا
(غصہ) میں آیا۔ اور کمہار سے کہلا بھیجوایا تو اپنا کنبہ لیکر شہر سے باہر چلا جا۔ اسی دن یہ شہر
ہوگا۔ کمہار ولبھی پور سے اپنے جورو اور بیٹے سمیت باہر چلا گیا۔ گرو نے کمہاری سے
کہدیا تھا کہ تو شہر کی طرف کبھی نہ دیکھنا۔ مگر جب وہ شہر بھوں نگر کے قریب پہنچی تو اوس سے
کر ولبھی پور کی طرف دیکھا تو وہ فوراً پتھر کی مورت ہوگئی۔ اب تک اوسکی پوجا ہوتی ہے۔ اور
رووا پوری مانا کہا گیا ہے۔ پھر گرو نے ایک بنے کا برتن لیا اور اوسکو اوندھا کرکے رکھ
کہا شہر اس طرح اوندھا ہوجائے اور اوسکی دولت مٹی ہوجائے اسوقت ولبھی پور غارت ہوا

زمانہ حال میں قصبہ ولیہ کے گرد شمال اور مغرب میں پیلو کے درختوں کا ایک جنگل ہے
اس میں سب طرف سڑکیں بنی ہوئی ہیں اوسکے اندر ولبھی پور کے کھنڈروں کا بڑا حصہ
آتا ہے۔ اس جنگل میں بہت جگہ کھود کر عمارتوں کے لئے مصالح نکالا گیا ہے۔ وہاں جا بجا کی
دیواریں سات سات پانچ فیٹ آثار کی مٹی اور پکی اینٹوں کی بنی ہوئی نظر آتی ہیں جنکی

کی صورت کان کی سی ہے اور وہ ایسی گہری ہیں کہ پانی نکل آیا ہے۔ قصبہ ولیہ سے تین
چار میل تک جا بجا اینٹوں کی دیواریں موجود ہیں۔ اینٹ کا
کا عرض اور تین انچ کی موٹائی ہے۔

کرنیل ٹاڈ کی تحقیقات یہ ہے کہ مملکت کوشل میں اجودھیا راجہ رامچندر کی راجدھانی تھی
۴۴ سمت ۱۳۰۰ء میں یہاں سے سورج بنسی راجاؤں میں سے ایک راجہ نے ترک وطن کیا۔
اور ویرات میں بھلا گیا یہ ایک مشہور جگہ ہے جہاں پانڈو کے بیٹے بھاوتی میں آکر ٹھیرے
تھے۔ اور وہ اس جگہ پر تھا جہاں اب شہر دھولکا ہے۔ اوسنے پرمار راجہ سے ملک لیکر
اور درنگ کو آباد کیا۔ چار صدی کے بعد اوسکی اولاد میں سے ویکاجی دیکاپور اور دورباوتی
کئے دورباکو بیسپور کہتے ہیں اور اسی بنس نے مشہور شہر ولبھی پور اور گھمی کو قریب کنبایت
کے آباد کیا ولبھی پور کے ساتھ گھمی بھی برباد ہوگئی۔ ایک اور جگہ کرنیل ٹاڈ صاحب لکھتا ہے کہ
سوراسٹر میں کنک نہیں چلا گیا اوسنے وہاں سکونت اختیار کی جہاں اب شہر دھانک ہے جسکو
پرانے زمانہ میں موہنی پٹن کہتے تھے۔ اوسنے فلک بال کشیپ فتح کرلیا (جسکو اب بال کہتے ہیں)
اوسکے بنس نے اپنا نام بال رجپوت رکھا۔ جب ولبھی پور غارت ہوا تو کچھ باشندے اوسکے پٹن
میں چلے گئے۔ پٹن جینیوں کا شہر سرحد بیواڑ اور مارواڑ پر ہے اور باشندے ستیرا اور بالا
پٹن میں چلے گئے۔

جین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سمت ۵۰۲ (۴۵۲ء) میں بھی پور غارت ہوا اور
اور شتروبی ۱۰ سمت ۷۰۴ (۱۴۴۸ء) میں بتاتے ہیں کہ شیلو دیتا نے پہاڑوں پر
معبدوں کو پھر قائم کیا۔ یہاں کے اٹھارہ فرمانروائیوں کے نام پتروں اور کتابوں سے
معلوم ہوتے ہیں جنہیں اول دو کے نام کے ساتھ بلیاپت لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
وہ اوجین کے پرمار فرماں روا کے ماتحت تھے اور باقی راجوں کے ساتھ مہاراجہ کا لفظ
لکھا ہے بعض کے نام کے ساتھ شری بھٹارک یعنی مشہور جنگ آزما تحریر کیا۔ اکثر کے
شوکی پیروی کرنے والے ہیں۔ جینیوں نے جو ہندوستان کا حال لکھا ہے اس سے سوم

ہوتا ہی کہ ۶۱۸-۶۴۷ء میں نیک ہی کے راج میں ہندوستان میں بڑی بڑی تبدیلیاں نازل ہوئیں۔ مہاراجہ شیلادیتا نے جنگ عظیم کی۔ اس زمانہ میں جو چینی سیاح ہرشا کے پرورش یافتہ ہوئن تھانگ ہندوستان میں آیا تھا وہ یہ کہتا ہی کہ ملک دلبھی پور کا احاطہ چھ ہزار لیگ سے زیادہ ہی اس ملک کی دارالسلطنت کا محیط تیس لیگ کے قریب ہی۔ (لیگ ۳ میل کا) اس ملک میں آفتاب وہی چیزیں اور ویسی گرمی سردی پیدا کرتا ہی جیسا کہ ملک مالوہ میں اور یہاں کے باشندوں کے طبائع واطوار صورت شکل اخلاق بھی اہل مالوہ کے متماثل ہیں باشندوں کی گزران مالدار خاندان بہت ہیں۔ سوگھروں سے زیادہ کروڑپتی ہونگے دور دور کے ملکوں کی اجناس یہاں جمع ہونے کے لئے آتی ہی۔ یہاں سو سے زائد کلیسن (بدھوں کے صومعہ) ہیں جو ہزار سے زیادہ بدھونکے واعظ ہیں۔ جو مقدس کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کئی سو معابد دیوتاؤں کے ہیں۔ اہل بدعت یہاں بہت ہیں۔ جب آدمیوں کی دنیا میں بدھ تھا تو اکثر وہ اس ملک میں آیا کرتا تھا۔ جن درختوں کے نیچے وہ آنکر بیٹھا کرتا تھا اونکے پاس راجہ اشوکا نے پتھر کا ستون بنا دیا ہی کہ جسنے بدھ کی نشست کی جگہ پہچانی جائے۔ یہاں چیتری۔ اچ کرتے ہیں۔ ملک مالوہ کے راجہ شیل دیتا کا بھتیجا پہلے یہاں راج کرتا تھا اب قنوج کے مہاراجہ شیل دیتا کا انتظام کرتا ہی اسکا نام ڈوروبھٹ ہے۔ یہ دلبھی ونس کا گیارھواں راجہ تھا۔ اس ونس کا آخری راجہ شیل دیتا چہارم تھا جسکے عہد میں یہ دارالسلطنت تباہ خاک سیاہ ہوا۔

جے شکر چورہ مہاراجہ پنچاسورہ

دلبھی پور سے پنجاسورا میں قریب دن کچھ کے شہری نل سوری اور بڑے آدمی بھاگ کر گئے۔ اب یہاں ہم رتن مالا مصنفہ کرشنا جی برہمن سے جسکا اوپر ذکر ہوا نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہی کہ سولنکی ونس بڑا نامور ہے وہ دیوتاؤں کا ونس ہی۔ سدھ راج اسکی بڑائی کرتا ہی وہ اپنے مربیوں کا مددگار ہی۔ بہادروں کے حال بیان کرنے میں وہ خوامخواہ سنی (بلاغت کی دبیر) ہی۔ پہلے شاعروں نے تصنیف کی راہ کو ہموار کیا ہی اور پڑھنے والا بھی ہی

ان موتیوں کی وہ لڑی بناتا ہی جنکو شاعروں کی ذہانت نے پیدا کیا ہی۔

سنہ ۶۵۲ء و سنہ ۶۹۶ء میں گجی آن (قنوج) میں راجہ بھوج سولنکی راج کرتا تھا۔ یہ اسکے گھر سولہ سپہ سالار رہتے ہیں۔ وہ راجہ کے دولت خواہ نیک خواہ ہیں۔ ان سب میں میر الامرا ہی وہ باہر کسی خدمت پر نہیں بھیجا جا سکتا۔ اور باقی اور سپہ سالار و شاہوں پر سب بھیم اتر۔ دکھن میں بھیجے جاتے ہیں۔ گرد نواح کے راجوں میں صرف گجرات اسکے ہاتھ سے بچا ہوا تھا۔ یہاں راج چولوں کا تھا۔ پنچاسورا اوسکی راجدھانی تھی۔ اوسکا نام جے شکر تھا۔ اوسکی بیوی روپ سندری تھی۔ بھگا بھائی سورپال اسکا منتری اور مدار المہام تھا۔ وہ قوی ہیکل زیرک تھا۔ سپاہ و خزانہ اُس پاس بہت تھا۔ راجہ بھوج کو اوسکے سرداروں نے واقعہ گجرات کے رواج سے مطلع نہیں کیا تھا۔ یہ راجہ جانتا تھا کہ ساری دنیا میرے راج میں ہی۔ وہ عالم کا قدرشناس ایسا تھا کہ اس پاس ارباب کمال اور صاحب علم اور ہنرمند چاروں طرف سے ایسے دوڑے آتے تھے جیسے کہ برسات کا پانی سمندر میں دوڑا جاتا ہی۔ اسکے دربار میں کام راج پڑھا فرغ گفتار تھا۔ ایک دن راجہ ایک باغ میں بیٹھا تھا اور راجہ کرن ولیعہد اور سارے امیر اور وزیر و عالم فاضل شاعر یہ سب اسکے گرد موجود تھے کہ ایک رمتی شاعر نے آکر اوسکی مدح میں نظم پڑھی۔ اوسکی شاعری سے راجہ بڑا خوش ہوا اور اپنے دربار کے شاعروں پر فرمائش کی کہ اس کی نظم کے جواب نظم میں کہیں مگر کوئی نہ لکھ سکا۔ پھر شاعر نے راجہ نے اسکا حال پوچھا تو شاعر نے جواب دیا کہ میرا نام شنکر ہی۔ میں گجرات سے آیا ہوں جو دنیا میں سب سے زیادہ مرسبز شاداب و دولت مند ملک ہی۔ پنچاسورا اوسکی راجدھانی ہی جسکے باشندے اس جیش و آرام سے رہتے ہیں کہ فردوس کی پروا نہیں کرتے۔ جے شکر راجہ چولونس کا راج کرتا ہی اوسکی مہارانی روپ سندری ہی بھگا بھائی سورپال راجہ کا منتری ہی۔ جے شکر و سورپال دونوں مگر اکاش کے راجہ کے اکھاڑے اُڑا سکتے ہیں مگر اونکو اسکی عادت نہیں ہی۔ اسے کہ گجرات ان پاس ہے جو سارے عالم کی اصل ہی۔ راجہ نے شاعر سے گجرات کا حال شکر جوبوں کو تاؤ دیا۔ بھوج راج اس جلسہ سے خوش نہ ہوا۔ اٹھکر اپنے محل میں گیا شام کو سب سامان جنگ کی تیاری

کا حکم دیا جب سپاہ و سامان سپاہ مہیا ہوگیا تو وہ جے شکر پر حملہ کرنے کو گیا۔ اس اثنا میں شاعر نے بھی اپنے راجہ جے شکر کو جا کر اطلاع دیدی تھی کہ راجہ بھوور راج اپنے لشکر کو لیکر

راجہ بھوور کی سپاہ آگے بڑھی جاتی تھی سوار اور ہاتی اس میں بہت تھے۔ چاروں جنگی رتھ تھے۔ اسقدر سپاہ تھی کہ جہاں وہ گذرتی تھی تو تر زمین خشک ہوجاتی تھی اور خشک زمین تر ہوجاتی تھی۔ وہ لوٹ مار کرتی پنچا سور سے چھ میل پر پہنچی۔ یہاں سے سارے ملک کو لوٹنا اور عورتوں اور مردوں کو قید کرنا شروع کیا۔ میر کو سر لشکر مقرر کیا۔

جب جے شکر نے یہ حال سُنا تو وہ سر سے پاؤں تک غصہ کے مارے جل اٹھا۔ اپنے میر کو ایک خط بھیجا۔ جسمیں لکھا کہ غریبوں پر ظلم کرنا جوان مردوں کا کام نہیں ہے۔ تیرا حال تجھ پر ظاہر ہے کہ جو شخص اوسکو پتھر مارتا ہے تو وہ پتھر کو بجائے پتھر مارنے والے کے کاٹتا ہے۔

میر نے اسکو جواب میں لکھا کہ تو یہاں منہ میں تنکا لیکر آ۔ اور بھوور راج کی اطاعت کر اور قدموں پر سر جھکا (منہ میں تنکا یا گھاس لیکر آنے کے معنی یہ ہیں کہ جانوروں کی طرح اطاعت کرنا)۔

جسوقت میر کا جواب یہ آیا تو سورپال موجود نہ تھا۔ اوسنے راجہ کو کچھ خبر بھی نہ کی اور اوسنے حملہ آوروں کے لشکر پر دفعتہً شب خون مارا۔ دشمن لڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کچھ فوج پاس کے دہات کو غارت کرنے گئی ہوئی تھی۔ کچھ کھا پی رہی تھی کچھ سوتی تھی کچھ بیخبر رنگ میں لگی ہوئی تھی۔ سورپال کے سپاہیوں نے تلواریں ہاتھوں میں لیکر دشمنوں کا اس طرح کاٹ ڈالا جیسے گھسیارہ گھاس کو کاٹتا ہے۔ دشمن کا سارا لشکر ایسا پراگندہ ہوگیا جیسا کہ ہرنوں کا گلہ شیر کے آنے سے بے تحاشا بھاگتا ہے۔ میر جو میر لشکر تھا یہ حملہ کر میدان سے ہوگیا اپنے راجہ کی دار السلطنت سے آٹھ دن کے رستہ پر الم چلا گیا۔ راجہ بھوور راج خود میر کے لشکر میں آیا۔ اُسنے اپنی مفرور سپاہ کی تسلی کی اور سمجھایا کہ بھاگنا فتح کی تمہید ہوتا ہے۔ کوئی بتیار سخت صدمہ جب تک نہیں پہنچا سکتا کہ اوٹھ نہ سکے۔ غرض راجہ سپاہ کو سمجھا بجھا کر پھر لڑنے پر لے گیا اور اوسکا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا۔ میر کے ایک حملہ کو سورپال نے رفع کیا۔ میر کے راجہ نے لڑنے والوں کو جمع کیا اور اوسنے کہا کہ جنکو اپنی جان عزیز ہے وہ چلے جائیں۔

مگر سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم راجپوت ہیں ایسے حالی خاندان میں کہ مرنے کو موجود ہیں۔ کون ایسا ہوگا کہ ضرورت کیوقت میں بھاگ کر یہ بے عزتی اپنی کریگا کہ اوسکے گوشت کے کھانے سے کوئی بھی نفرت کرینگے اور ایک کروڑ برس دوزخ جہنم میں رہیگا۔ محاصرہ برابر دن دن گذرنے لگے تو یہ تجویز ہوئی کہ سورپال کو رشوت دیکر کام نکالا جائے۔ کسی درخت کے دودھ سے ایک خط لکھ کر اوس پاس بھیجا گیا۔ جسپر اوسنے زعفران ڈال کر پڑھ لیا۔ راجہ بھور کی بات کو سورپال نے مانا نہیں اور اوسکو لکھا کہ میں اور جے شکر ایسے آپس میں متحد ہیں کہ وہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوسکتے جیسے کہ دودھ و پانی ملکر پھر علٰحدہ نہیں ہوسکتے۔ میں اشراف زادہ ہوں۔ یہ ادنیٰ کام مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر تینوں لوک کا راج دیا جائے تو اوسکو کوئی اشراف نہیں قبول کریگا کوئی نطفہ حرام اسے منظور کریگا۔

جب شکر کے لشکر میں رات کو مہابھارت کے اشلوک پڑھے گئے۔ بھیم کی ہمت کے بیان نے سپاہ کو جنگ پر مشتعل کیا۔ انکو لڑائی کے شوق میں رات کاٹنا مشکل ہوگیا۔ صبح کو دونوں جا میں آپس میں ایسی لڑائیں جیسی کہ گھٹا کے بادل اونکے ہتیار ایسے چمکتے تھے جیسے کہ بجلی اونکے چلنے سے زمین ایسی گونجتی تھی جیسے کہ بادل گرجتے ہیں۔ جنکے ہاتھ نامردوں کو مرد بناتے تھے۔ اور تیروں اور گولوں کا موسلا دھار مینہ برس رہا تھا۔ تیر و برچھی و ترسول سے لڑتے تھے۔ ہاتھی ہاتھیوں پر اور گھوڑے گھوڑوں پر۔ اور رتھبان رتھبانوں پر۔ کیچڑ کے پتلے تھے۔ خون کے دریا میں مردے بہتے تھے۔ جتا جنگ کا غل شور مچتا تھا اونکے ہی بہادر رہتے تھے۔ سپاہ کے کار فرما کم شوقینوں کی ہمت بندھواتے تھے۔ بہادروں کو شاباش دیتے تھے اور جے جے پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ اب ہم پھر ایسیں نہیں ملینگے اس دنیا میں شہرت حاصل کرو اور اوسکے ساتھ بہشت بھی لو۔ دیوتاؤں اور آدمیوں سے اپنی تعظیم دنیا و عقبےٰ میں کراؤ۔ غرض انجام لڑائی کا یہ ہوا کہ راجہ بھوور راج تھکے کے اور گھس گیا۔

جے شکر نے دیکھا کہ اب میری سپاہ میں بہادر بہت کم رہ گئے ہیں۔ اب فتح کی کوئی امید نہیں

نہیں۔ اوسنے سورپال کو ملامت کرکے کہا کہ تو اپنی حاملہ بہن روپسندری کو کسی ایسی جگہ بھیج دے کہ وہ امن سے رہے اور میری نسل منقطع نہ ہوجاے۔ اگر ایسا ہوگا تو دشمن بے کسکی جان لیوا ہونگے۔ غرض بہت سی بحث وتکرار کے بعد سورپال بہن کو جنگل میں چھوڑکر خود لڑنے کو آیا۔ اس طرف راجہ بھوج راج نے جے شنکر پاس پیغام بھیجا کہ وہ قلعہ مجھے حوالہ کرے اور خود اسکو رسکے اطاعت کرے کہ میرے پاؤں میں آن کر گرے اور تنکا نہ میں لے۔ جے شنکر نے جواب دیا کہ میں اس طرح کی اطاعت سے مرنے کو اچھا جانتا ہوں اور گجرات دیکر دوس کا ملازم اچھا معلوم ہوتا ہی۔ غرض اوسنے بہادرانہ لڑکر جان دی۔ راجہ بھوج راج اوسکے محل پر پہونچا وہاں عورتوں نے بھی مسلح ہوکر اوسکا خوب مقابلہ کیا اور ایک دفعہ دشمن کے لشکر کو شہر کے دروازہ سے باہر کردیا۔ اور اپنا مطلب اعظم یہ حاصل کیا کہ مادندوں کی لاشوں کو میدان جنگ سے وہ لے آئیں اور چتا بنا کے اونکے ساتھ ستی ہوگئیں پھر بھوج راج آیا خود راجہ پورا کے رسم مراسم کو ادا کیا۔ جس سے اوسکی بڑی نیک نامی ہوئی۔

پچھ اور سورتھ کے فرمان دہوں نے راجہ بھوج کی اطاعت کی۔ اوسنے یہاں گجرات میں رہنے کا ارادہ کیا مگر اعیان سلطنت نے سمجھایا کہ سورپال جیتا ہی ہمارا کام نہ بنیگا اسلئے راجہ نے یہاں محصول مقرر کرکے مراجعت کی۔ سورپال جب بہن کو جنگل میں چھوڑ آیا تو راجہ مرچکا تھا۔ اوسنے ارادہ کیا کہ راجہ کی طرح میں بھی لڑکر مرجاؤں پھر وہ سوچا کہ اگر میں مرجاؤں تو راجہ بھوج بے کھٹکے راج کریگا۔ جو کچھ ہونا تھا ہوچکا۔ اب آیندہ کے لئے تدبیر کرنی چاہیئے۔ اگر خوش اقبالی سے میری بہن کے بیٹا پیدا ہوا تو میں گجرات کی پھر سلطنت حاصل کرونگا۔ میری اعانت بغیر یہ کام نہ ہوسکے گا۔ یہ سوچ کر وہ بہن کی تلاش کو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شرم کے مارے بہن کے پاس نہیں گیا۔ نار کے پہاڑوں میں جا سکونت اختیار کی۔ اب روپ سندری کا حال سنو کہ جنگل میں ایک بھیلنی نے اوسے دیکھ کر اسکو رانی سمجھ کر یہ اوس سے بولی کہ تو میرے ساتھ جنگل میں رہ۔ یہاں پھول پتے پھل کے لئے اور پہاڑ امن سے رہنے کے واسطے موجود ہیں۔ رانی نے اس بھیلنی کی بات سنکر

جب سے اوسکے ہاں مہمان جب تک رہی کہ اوسکے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔

جب بیٹا چھ برس کا ہوا ایک بھیلنی جنگل میں ہوا اوس نے اس لڑکے کو دیکھکر بنگلہ رے میں جھول رہا ہی۔ اوسنے روپ سندری اور اس لڑکے کا احوال دریافت کیا اور رانی کی بڑی تسلی کی اور اوسکو شہر میں لے آیا۔ لڑکا جنگل میں پیدا ہوا تھا۔ اسلئے اوسکا نام بن راج (یعنی جنگل کا راجہ) رکھا گیا۔ جب اس لڑکے حال سورپال کو معلوم ہوا تو وہ اوسکو پوشیدہ اپنے پاس لے گیا۔ اور چودہ برس کی عمر تک اسکو اپنے پاس رکھا۔ یہ لڑکا شیر کی طرح بڑھا۔ ہمیشہ بہادری اور شہ زوری اور ہوشیاری دکھاتا۔ اور اپنے راج کے دوبارہ حاصل کرنے کی دھن میں لگا رہتا۔

بن راج کا تذکرہ

گجرات کی زبانی حکایات اور جین کے بیانات سے جو بن راج کے حالات معلوم ہوتے ہیں وہی رتن مالا میں لکھے ہیں۔ بن راج ہی ہنسکٹ یا چوراکی قوم میں پنچاسورا کا راجہ تھا۔ اس قوم کی اصل دریاے سندھ ممالک مغربی میں تھی۔ وہ نہ سورج بنسیوں سے اور نہ چندر بنسیوں سے علاقہ رکھتی تھی وہ صرف مغربی ہندوستان سے علاقہ رکھتی تھی۔ جے شنکر پاس راج چوڑا سے پہلے جو راجہ تھے وہ ویرا اور ترپن سو سنات کے راجہ تھے۔ یہ وہ بندرگاہ کی مالک سورتھ پر فتح ہیں اور بلبھی پور کے صاحبوں کے ماتحت تھے۔ بلبھی پور کے غارت ہوجانے کے بعد پنچاسورا کو جو معرض خطر میں نہ تھا چلے گئے۔ جین اور اور عایا بلبھی پور کی شکایت کرکے اوسکی حمایت سے مستفید ہونے کے لئے وہاں چلی گئی۔ پنچاسورا اب بھی ایک گاؤں نواے ایشی کی ریاست میں ہی جو چھوٹی رن کچھ کے کنارے پر ہی۔ پنچاسورا سے چند میل پر بن راج کی تم بھوم موضع چندر میں ہی۔ اور اوسکے پیچھے ہیں۔ بنے کی جگہ دنتاوڑ ہی۔

وہ جین جتی جس نے بن راج کو بالاپوساشیل گن سوری تھا۔ اپنی عمر میں اسی جتی کے صومعہ میں بن راج رہا۔ اور اپنی اصل کو بھوٹ بتلاتا۔ اور جب ہوش سنبھالا تو راجاؤں کے ساتھ

لوٹ مار میں شریک ہوا جسمیں اوسنے اپنی ذاتی شجاعت کو دکھایا اور اپنے رفیقوں کی سر
بلند ہوائی اور اپنی حالت شاہی کو بہادرانہ مان کر اونکو عہدے اور منصب اُس سلطنت کے
لئے دیئے جسکو وہ دوبارہ حاصل کرنے کو تھا۔ ایک آجر کی بیوی شری دیوی سے اوسکی
بڑی عمدہ مدارات کی تھی اوسکو اپنے راج کے تیل ملوانے کا وعدہ کیا۔ جاچ یا بنیا ایک
سوداگر تھا وہ بڑا جوانمرد اور فن سپاہ گری سے ماہر تھا اوسکو اپنا وزیر مقرر کیا۔ آپنے
آباد کیا اور انہل ایک اور اوسکے رفیقوں میں تھا جو اس ملک کے حال سے خوب واقف
اوسکے نام پر اپنی دارالسلطنت کا نام رکھا۔ اتنے برسوں کا عرصہ گذر گیا۔ کہ سوہیال وگیارا
معاوضہ اور بہادر رفیقوں کے ساتھ ہونے سے ہوگیا۔ آخرکار بن راج کو اوسکے استقبال کا
انعام مل گیا۔ راجہ بھورراج نے گجرات کے محصول کو اپنی بیٹی مائی من دیوی کو دیدیا۔ اس
رانی نے اپنی صلاح کاروں کے مشورہ سے ایک چوراسر دار کو ستجرت یعنی نیز دوار کا
عہدہ دیا کہ حفاظت اچھی طرح ہو۔ کلی آن کے آدمی اس ملک میں چھ مہینے رہے۔ اور بہت سا
روپیہ اور بہت سے قیمتی گھوڑے لیکر چلے سورتھ (کاٹھی واڑ) کے گھوڑے بڑے مشہور ہیں۔
راہ میں بن راج نے اونپر حملہ کرکے لوٹ لیا۔ اور سب کو مار ڈالا۔ اس مہم کے بعد وہ کچھ مدت
تک اس دیس کے مختلف حصوں میں جہاں جنگل اور پہاڑ تھے پناہ لیتا پھرا کہ کہیں اس کے
راجہ کے انتقام سے محفوظ رہے۔ مگر اس کو لوٹ مال اتنا ہاتھ لگ گیا تھا کہ وہ اپنے اس منصوبے
کو جو مدت سے اوسکے دل میں تھا پورا کر سکتا تھا۔ اوسنے ایک دارالسلطنت انہل پور یا انہل
واڑہ کی بنیاد ڈالی۔

ایک شاعر کے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ سمت ۹۰۲ (سنہ ۸۴۶ء) میں اس شہر کی بنیاد رکھی
گئی کہ وہ دائم وقائم رہے۔ ایک جینی نجومی نے اس شہر کے جنم پتر میں لکھ دیا تھا۔ کہ
سمت ۱۲۹۷ میں انہل پور غارت و ویران ہو جائیگا۔ سو اس پیشین گوئی کو سلطان علاءالدین
نے پورا کر دیا۔

سری دیوی نے بن راج کی راج گدی بٹھانے میں مدد کی۔ جاچ پہلا وزیر مقرر ہوا

اب اوسنے شیل گن سوری کی طرف التفات کیا۔ اب تک اوسکی ماں دیپ سندری اسی جینی کے
پاس تھی اور جین مت میں وہ بڑی گرم جوش تھی یہ بوڑھی رانی اور اسکا گرو اس مہم کو جسکی وہ
پرستش کرتے تھے۔ انہل پور میں لائے۔ اور اوسکے واسطے ایک بڑا مندر بنا اور اسکا نام
پچا سوریا رکھا گیا۔ اور اس میں بن راج کی مورت بھی پوجاری کی صورت میں رکھی گئی
اسکا مذہب جین اور برہمن مذہبوں کے درمیان میں رہا۔

بن راج سنہ ۹۶۰ء میں پیدا ہوا اور انہل وارہی ۱۰ سال سلطنت کی سنہ ۱۰۰۰ء میں مرگیا۔
اور اوسکے تخت پر جوگ راج (یوگ راج) اسکا بیٹا بیٹھا۔

بن راج کا حال آئین اکبری میں ابوالفضل نے اس طرح لکھا ہے کہ ہندی سالوں میں لکھا
ہے کہ سمت ۸۰۲ (سنہ ۷۴۶ء) میں بن راج نے اول سراج دولت کو فروغ دیا۔ اور گجرات کی
ایک جدا سلطنت بنائی۔ راجہ سری بھوردیو مرزبان تنوج نے اپنے نوکر سنت سنگھ
گوہ گوہری وبد اندیشی وفتنہ انگیزی کے سبب سے مار ڈالا۔ سارا گھر بار لوٹ لیا اوسکی
بیوی حاملہ تھی۔ گوخار ناکامی پاؤں میں چبھ رہا تھا وہ گجرات میں آئی اور صوبہ پٹکیں میں جنی
جین کے داستگان میں سے شیل دیو کا اوسکے پاس گذر ہوا۔ یہ حال دیکھکر اوسکے دل
درد ہوا۔ اوسکو اپنے چیلا کو حوالہ کیا۔ اوسنے راوہن پور میں لیجا کر پرورش کی۔ جب وہ بزرگ
تو فرمایوں کی ہم نشینی سے تباہ اندیشی وول آزاری وروزنی اختیار کی۔ اس کے گرو
بنا۔ اوں کا ہنگامہ ہوا۔ گجرات سے تنوج کو خزانہ جاتا تھا۔ اسکو لوٹ لیا اس سبب سے
سلطنت سرشت تھا۔ جب چلپا بقال فلاتو شمشیر کی رہنموں فرد ہوئی۔ بدکاری چھوڑ کر
خوب کرداری کی طرف جبیت مائل ہوئی۔ پچاس سال کی عمر میں بادشاہی پائتہ آئی۔ بن شہر
اس راجہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اوسنے تخت گاہ کے مقرر کرنے میں بہت سوچ
بچار کیا تھا۔ اور سخت تکاوو کی تھی۔ انہل ایک گائے چرانے والے نے کہا کہ میں نے
ایک عجیب زمین دیکھی ہے کہ گردہاں شہر کو میرے نام پر آباد کرو تو میں اوسکو بتادوں راجہ نے
اوسکی درخواست منظور کی اوسنے ایک درخت ببول کا بتا بتایا۔ جہاں ایک خرگوش اور

کتے کی لڑائی ہوئی تھی اور خرگوش نے اپنی قوت بازو سے رہائی پائی تھی
سرزمین کو آباد کیا۔ اجمل پور اسکا نام رکھا۔ اختر شناسوں نے کہدیا تھا کہ
سال سات مہینے نو روز چوالیس گھڑی گذریگی تو یہ شہر ویران ہو جائیگا۔ زبان زد لوگوں
گردی سے اس شہر کا نام نہروالہ مشہور ہوا۔ اس دیس کی زبان میں پٹن بر گزیدہ
اس سبب سے وہ پٹن زبان زد خلائق ہوا۔ ابو الفضل نے جو جن راج کے حالات تحقیقات
لکھے تھے اور سکی اصلاح و درستی رتن مالا کے بیان سے ہوتی ہی جسکو ہم نے نقل کیا ہے

جوگ راج کا بیان

رتن مالا میں اس راجہ کا بیان بہت تھوڑا لکھا ہی فقط یہ ایک واقعہ اوسکے اہل
راج کا تاریخ گجرات میں بیان کے قابل ہی۔ سو سمت میں پٹن کے بندرگاہ میں بعض بیگانہ
کے جہاز آئے۔ وہ قیمتی اسباب تجارت سے لدے ہوئے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ وہ کس
بندرگاہ سے آئے تھے اور کس ملک کو جاتے تھے۔ برخلاف راجہ کے حکم کے تمام
تلف کیا گیا۔ اور اسکا سارا مال وارث تاج و تخت کیم راج نے لوٹ لیا۔ مہمان پروری کے
قوانین کے برخلاف اس کام کے ہونے سے راجہ کو نہایت رنج و ملال ہوا۔ اوسنے کیم
کو لعنت ملامت کی۔ اور اپنے دو بھائیوں سے جو اس کام میں شریک تھے کہا کہ میں نے
اپنی زندگی میں ہن کاموں کے کرنے کا قصد کیا تھا تم نے ان سب کو برباد کر دیا۔ جب راجگی
ملکوں کے دانشمند راجاؤں کے کاموں کو تو لینگے تو گجرات کے راجہ کی بیقابلی کرینگے
چوروں کا راجہ تھا۔ میرے باپ دادا نے جو خطائیں کیں تھیں مجھے اوکے مٹانے کے
تھی کہ میں راجاؤں کے سلسلہ میں داخل ہو جاؤنگا۔ مگر تمہاری طمع نے ان خطاؤں کو ابھر
نو پکا دیا۔ راج نیت میں لکھا ہی کہ بادشاہ کے احکام کی نافرمانی۔ برہمن کے دیدگی
موقوفی۔ عورت کا بستر سے بھاگ جانا ایسے زخم ہیں جو بے بتیا کے لگتے ہیں جوگ راج
کی عمر بڑی ہوئی ۳۵ برس سلطنت کر کے مرگٹ میں چلا۔ اسکے بعد کیم راج اسکا بیٹا تاج گاہ

پر بیٹھا سمت ۹۶۵ میں مر گیا ۴۵ برس سلطنت کر گیا۔ شری کیم راج کے بیٹے شری بھوید نے ۱۹
سال سمت ۹۶۵ تک راج کیا۔ اسکے زمانہ میں کسی دشمن نے اسکا مقابلہ نہیں کیا۔

شری بیر سنگ کی سلطنت میں بہ نسبت اسکے باپ شری بھوید کے بڑی خوابیاں ہیں۔
اسکو غیر ملک والوں سے مقابلہ کرنا پڑا مگر وہ آخر کو فتحیاب ہوا۔ کبھی اسکو شکست نہیں ہوئی۔
اسکا وزیر بڑا دانا تھا وہ اوسکی بڑی مدد کرتا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ غیر ملک والے کون تھے
جن سے اوسکو لڑنا پڑا۔

تناوتی جسکو مسلمان مشائخ یا رسالت لکھتے ہیں۔ سمت ۱۰۲۰ میں وہ اپنے باپ بیر سنگھ
کا جانشین ہوا۔ وہ زمین کا آفتاب معلوم ہوتا تھا۔ قوت شجاعت اور اقبال بلند میں مشہور تھا۔ جوا
سکاروں اور باشوں وزندوں، جھوٹوں کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ ۱۰۳۵ء
میں مر گیا۔ اسکا بیٹا ساست سنگھ جانشین ہوا۔ اسپر جن راج جین پور راس کا راج ختم ہو گیا۔

کیم راج اور بھوید کی سلطنتوں میں ہندوستان میں البیرونی وغیرہ مسلمان سیاح آئے
اپنے سیاحت ناموں میں جن مقامات کے حالات اونہوں نے تحریر کئے اونکے اسموں کو معتبر
بنا کے ایسا تحریف کیا ہی کہ ہزار تحقیق و تدقیق سے شاذ و نادر ہی کسی مقام کا پتا چلتا ہی کہ وہ کہاں
اور کہاں تھا۔ باقی حالات اسطرح کے انھوں نے لکھے ہیں کہ ہندو جب بوڑھے اور سخت
علیل ہو جاتے ہیں تو اونکے عزیز اونکو ڈبو دیتے ہیں۔ مردوں کو جلاتے ہیں۔ یہاں اپنے
خاوندوں کے ساتھ ستی ہو جاتی ہیں۔ برہمن اونکے عالم اور بازی ہوتے ہیں۔ اونکے شاعر
اپنے بادشاہوں کی ستائش کو اپنے کلام میں مبالغہ کے ساتھ بھر دیتے ہیں۔ نجم اور علم
کو فال گو۔ جانوروں سے شگون لینے والے۔ موسموں کا حال بتانے والے ست میں داخل
اہل ہند کی جان ہی اگر وہ نہ ہو تو پھر اونکی زیست حرام ہو جاتی ہی۔ جوگی ہمیشہ ننگے رہتے ہیں
بال اتنے بڑھا لیتے ہیں کہ سارا بدن انکا ڈھک جاتا ہی۔ ناخن اتنے بڑھاتے ہیں کہ
وہ شمشیر کے مانند تیز ہو جاتے ہیں۔ وہ خود تو اونکو کاتے نہیں مگر وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ مال
پاتے ہیں تو وہ اپنا فرض مذہبی سمجھتے ہیں۔ ایک شخص سے ایک صدہ مانگتے ہیں دوبارہ سوال نہیں کرتے۔

دہرم سالے سڑکوں پر مسافروں کے آرام کے لئے بناتے ہیں وہاں دوکان
کہ مسافر اپنی ضرورتوں کی چیزوں کو خرید لے۔ بہت سے ہندو ایسے ہیں کہ
دو ساتھ نہیں کھاتے۔ اسطرح ساتھ کھانے کو وہ پاپ گنتے ہیں اگر سو ہندو ہوں تو
لئے چاہئیں۔ وہ کھا کر پتلوں اور بچے ہوئے کھانے کو پھینک دیتے ہیں۔ وہ
ہیں اور انکے راجا کانوں میں بڑے بیش قیمت موتیوں کے مندرے پہنے
کنٹھے زر و جواہر کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ جواہرات میں موتیوں کی بڑی قدر
ہر پیشہ آبائی ہوتا ہے۔ راجا کا بیٹا راجا اور بڑھئی کا بیٹا بڑھئی ہوتا ہے مختلف پیشوں کے آپس
تا نہ رشتہ نہیں کرتے۔ اہل اسلام کے ساتھ بعض راجہ موالفت بعض عداوت رکھتے
ہندوؤں کے ہاں بڑی سخت ریاضتیں ہوتی ہیں۔ فقیر صرف مرگ چھال یا شیر کی کھ
اوڑھتے ہیں۔ بہت دیر تک چہرے کو سورج کے سامنے رکھتے ہیں۔ ہاتھ کو سکھا
کشیر الازدواجی رائج ہے۔ بتوں سے سوالوں کے جواب لیتے ہیں۔ کھانے سے پہلے
اشنان کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے راج میں بہت سے سیاہی ہوتے ہیں کہ وہ تنخواہ
اور راجہ کی طرف سے لڑنے جاتے ہیں اور وہ راجہ سے کچھ نہیں لیتے۔

مول راج سولانکی

اوپر بیان ہوا کہ چورا نبس کے سات راجاؤں نے ۱۹۶ سال اسطرح راج کیا کہ بیٹا
کے بعد جانشیں ہوا۔ آخری راجہ سامنت تھا۔ جسنے سات برس راج کیا۔ وہ غیف الصل
اوسکو نیک و بد کی اور روز و شب کے دوست و دشمن کی تمیز نہ تھی۔ نہ اس میں استقلال خا
زیر کی اسکا حال فقط یہ لکھا ہے کہ وہ بے اولاد تھا جسکے سبب سے اہل دارسولانکی جس کا راج
قنوج کے راجہ بھوج راج کی چوتھی پیڑھی میں بھوناویتا کے بیٹے راج دیو اور اودل
یہ سومنات کی جاترا کو گئے۔ تن مالا میں لکھا ہے۔ ان تینوں میں بڑے بھائی راج کا
قد متوسط تھا وہ دبیہ تھا۔ مذہب کا پابند اور شو کا بڑا پجاری تھا۔ اسکا باپ راجہ سامنت

کی بہن لیلا دیوی سے ہوگیا۔ یہ لڑکی حاملہ ہوئی مگر وضع حمل کے قریب مرگئی۔ بچہ اوسکے پیٹ سے
زندہ نکال لیا گیا۔ اور اسکا نام مول راج رکھا گیا۔ راجہ سامنت نے اوسکو بچپن ہی سے بڑا ہونہار
رتن مالا میں اسکی خصلت یہ لکھی ہے کہ وہ مکار و غدار بے رحم تھا اپنے بڑے بڑے
اوسکا رنگ کالا تھا مگر وجیہ تھا۔ عشق کی دیوی کا غلام تھا۔ وہ روپیہ کو زمین میں دبا دیا کرتا تھا
فن سپہ گری میں اگرچہ بے مثیل تھا مگر دشمن مقابلہ کو آئے تو اپنے کروفر ہی سے اوسے ہار دیتا
تھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو راجہ سامنت نے شراب کی مستی میں مول راج کی رسم تخت نشینی کی ادا
کیں۔ مگر جب ہوش میں آیا تو وہ اپنے کئے سے پچتایا۔ پھر دیا ہوا راج واپس لینا چاہا۔ اسی
زمانہ سے چورا کے عظیہ کا بیجہ ہونا ایک ضرب المثل ہوگئی ہے۔ مول راج کو حکمرانی کا چسکا لگ
گیا تھا۔ بھلا وہ اب راج کو کیسے چھوڑ کر سامنت کو دیدیتا اسلئے اوسنے سپاہ کو جمع کیا اور ماموں پر
حملہ کیا اور اوسکو مار ڈالا۔ اور خود تخت پر جا بیٹھا۔ کہ مار چرتر کا قول ہے کہ یہ چیزیں کبھی حوصلہ
نہیں ہوتیں۔ بیٹی کا خاوند داماد بھتیجہ۔ شراب۔ بیوقوف۔ بہن کا بیٹا دامادیں سے ہر ایک
فائدوں کی قدر نہیں کرتا۔

مول راج نے اس خیال سے کہ سلطنت میں کوئی کانٹا چبھنے والا باقی نہ رہے۔ اپنے
سارے رشتہ داروں کو مار ڈالا۔ اوسکی لڑائیاں گردنواح کے راجاؤں سے ہوئیں جنمیں وہ فتحیاب
۵۵ سال سلطنت ۹۴۶ء سے ۹۹۶ء تک کی سولانکی راجاؤں کی فہرست یہ ہے۔

نام راجہ	مدت سلطنت	نام راجہ	مدت سلطنت
(۱) مول راج	۵۵ سال	(۹) بھدرا سے بھی سنگھ دیو	۲۰ سال
(۲) چامنڈ راج دیو	۳۰ سال	(۱۰) کرپال دیو	۱۲ سال
(۳) درلبھ راج دیو	۱ سال ۶ ماہ	(۱۱) اجے پال دیو	۸ سال
(۴) بھیم دیو اول	۴۲ سال	(۱۲) بال مول راج دیو	۲ سال
(۵) کرن دیو	۳۱ سال	(۱۳) بھیم دیو دوم	۳۶ سال

سمت ۱۰۸۳ سے چامنڈ راج دیو کا راج شروع ہوا ہے اور تیرہ برس راج کیا۔ اسی کے عہد میں

سمت ۱۰۶۴ سنہ ۱۰۱۹ء میں سلطان محمود غزنوی نے انہل واڑہ پر غلبہ پایا۔ اور بہتاؤں نے
نے مسلمانوں کے جلال کو جھک کر سلام کیا۔ لیکن سلطان نے اپنی طرف سے
مقرر کرنے میں اپنی یہ دیدہ دیکھی۔ یہیں کے راجاؤں کی نسل میں سے ایک کو راج دیا
سالانہ پیشکش ٹھیرا کر سنہ کی راہ سے مراجعت کی۔ چاندہ راج دیو کی سلطنت کے
کی کتابوں میں سلطان محمود غزنوی کے حملہ کا بیان نہیں ہے۔ جینیوں اور برہمنوں اور
وکیشیوں۔ ویسیوں کی دجو راجپوت راجاؤں کی نیک نامی کے لکھنے والے ہیں۔
میں یہ امر داخل ہے کہ جن حالات کو وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ اونکے معبودوں کی کسر شان کا
اونکے بیان میں وہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ گو یہ حالات کیسے ہی مشہور ہوں اور
ونتائج عظیم وقوع میں آئے ہوں۔ جب کوئی راجہ گناہگار نادان۔ بداقبال ہوتا
اوسکی تاریخ پر ایک کالا پردہ ڈال کر فقط اوسپر یہ لکھدیتے ہیں کہ وہ پیدا ہوا اور مرگیا۔

چاندہ راج ایک دفعہ بنارس کو جاترا کو گیا تو اپنے بڑے بیٹے ولبھ راج کو اپنی جگہ تخت
بٹھا گیا تھا۔ راستہ میں اسکا چھترا اور گھوڑے کے بالوں کی پنکھی اور اور راج کی امارت
راجہ مالوہ نے چھین لئے۔ جب وہ جاترا سے آیا تو اوسنے ولبھ راج کو مالوہ کے راجہ سے
کے لئے بھیجا وہ راہ میں بیمار ہو کر مرگیا۔ تو اس صدمہ سے چاندہ ایسا دل شکستہ ہوا کہ
دوسرے بیٹے درلبھ کو تخت پر بٹھا کر تارک الدنیا ہوا۔

درلبھ کا بھائی ناگ راج تھا۔ اوسکا بیٹا بھیم دیو اول تھا۔ جسکے پیدا ہونے کی خبر کو سن
خوشی ہوئی اسی کو راج دیکر وہ جاترا کو چلا گیا۔

سلطان محمود کے پیچھے ہی ملک میں ایسے فسادات پیش آئے کہ اوسنے پھر ہندوستان
نہیں کی اونکی اولاد کی سلطنت میں ہندوؤں نے اپنے ملک پر قبضہ کر لیا۔ جب سب راجہ
مسلمانوں سے لڑے ہیں تو انہیں راجہ بھیم دیو راجہ انہل واڑہ بھی شریک تھا بھیم کو مالوہ
کرن ہوا سنہ ۱۰۶۴ سے سنہ ۱۰۹۴ تک سلطنت کی اسکو بیگانوں سے لڑنا نہیں پڑا۔ کرن کے
سدھ راج راجہ ہوا اوسنے سنہ ۱۰۹۴ سے سنہ ۱۱۴۳ تک ۴۹ برس ۵ سال راج کیا۔ سدھ راج کے

اس لئے راج بھیم راج کے خاندان میں منتقل ہوا جو بھیم دیو اول کا بیٹا تھا۔ اور بھیم راج کے
کے پوتے کے تین بیٹے تھے جن میں سے ایک کا پال خانجی کو جو کہتے تھے کہ راجہ ہوگا۔ مگر
سدھ راج اس کا راجہ ہونا پسند نہیں کرتا اس لئے وہ جان آنہری کے جرم کے سبب سے
دیس جوگی بنا پھرا اور جا بجا چھپتا رہا۔ جب سدھ راج نے پرلوک گون کیا تو انہل واڑہ میں تین کر
راج گدی پر بیٹھا۔ دشمن اسکے مارنے کے درپے ہوئے۔ مگر اس نے سب مخالفوں کو زیر کیا اور
بہت ملک فتح کر لیا اور ۳۱ برس سلطنت کی۔

کا پال کے بیٹا نہ تھا اس لئے اوس کے بھائی کا بیٹا اجے پال راجہ سنہ ۱۱۴۳ء میں
ہوا اور تین سال فرمانروائی کی تھی کہ ایک دربان والی ہل دیوتے اوس کو خنجر مار کر سنہ ۱۱۴۶ء میں
اجے پال کے بعد مولراج دوم تخت پر بیٹھا۔ دو برس راج کیا۔ اس کے بعد اجے پال کا چھوٹا بھائی
سنہ ۱۱۵۸ء میں بھیم دیو جس کو بھولا بھی کہتے ہیں راجہ ہوا اور ۴۰ سال سلطنت کی بھولا نام ہونے کا وجہ یہ
مشہور ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کے مرنے کے وقت گجرات میں کوئی زرگ وارث نہ تھا
سردار بیر دھول باگھیلہ کی برابر نہ تھا اس لئے وہ بھیم کے بعد گجرات کے تخت پر بیٹھا۔ پھر باگھیلہ
راجاؤں کا سلسلہ اس طرح پر ہے۔

نام راجہ	مدت سلطنت	نام راجہ	مدت سلطنت
(۱) بیر دھول باگھیلہ	۱۰ سال ۵ ماہ	(۴) ارجن دیو	۱۰ سال
(۲) وی سل دیو	۱۰ سال ۳ ماہ	(۵) سارنگ دیو	۱۰ سال
(۳) بھیم برادر زادہ وی سل دیو	۳۰ سال	(۶) کرن	۱۰ سال ۱ ماہ

بعض کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وی سل دیو بیٹی در سل دیو پسند، ورنی بھی کہا گیا ہے اور اس بات
اشارہ سومنات تھی۔ وہ سارنگ دیو صاحبہ نہروالہ کا محکوم تھا دونوں بھیم دیو اور سارنگ دیو اصل واڑہ
یا نہروالہ پاٹن میں راج کرتے تھے بعد میں بست رکھتے تھے۔

اب ہم آگے بیان کرتے ہیں ان راجاؤں اور مسلمانوں کے، درمیان تک گجرات میں سنہ
تک کہ مسلمانوں کا تسلط گجرات پر ہوا کیا معاملات پیش آئے۔

سلطان محمود غزنوی

۴۱۶ھ/۱۰۲۵ء محمود غزنوی نے سومنات کی طرف ملتان کی راہ سے کوچ کیا جب اس سفر
نہروالہ پٹن پر حملہ کیا تو وہاں کا راجہ چامنڈ شہر چھوڑ کر بھاگا۔ سلطان نے نہروالہ پر قبضہ کر کے
کی فتح کو چلا۔ اوس کو خبر لگی کہ راجہ چامنڈ راجہ نہروالہ قلعہ گنڈابہ میں چھپا ہوا ہے جو یہاں سے
ہے تو اوس نے اوس کی فتح کا ارادہ کیا جب وہ یہاں آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ قلعہ چاروں
سے گھرا ہوا ہے۔ دو تیر اکوں سے اوس نے پانی کی عمق کا حال پوچھا اونہوں نے بیان کیا کہ
ایک مقام پر سینہ تک نکل سکتا ہے لیکن پانی کی طغیانی ساری کوشش کو نقش برآب کر دے گی
سلطان محمود اس قلعہ کی دیواروں پاس جا پہنچا۔ راجہ چامنڈ سولانکی جلدی سے بھاگ گیا اور اہل
کو بڑی غنیمت ہاتھ لگی اور اہل قلعہ کو اونہوں نے مار ڈالا۔ سومنات کی فتح کا بیان مفصل سلطان
بیان میں جلد اوّل میں پڑھو۔ اس میں لکھا ہے کہ اوس نے داب شلیم کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ لفظ داب
کی اصل دیوشیل ہے جس کے معنی دھیانی راجہ کے ہیں دکن میں فاعل مفعول کے قافیہ کے
شیل کو دیوشیلم کہتے ہیں جس کو مسلمانوں نے داب شلیم بنا لیا ہے وہ کسی راجہ کا نام نہیں ہے

سلطان معزالدین سام عرف شہاب الدین غوری

جب نہروالہ میں بھیم دیو باگھیلہ راجہ ہوا تو شہاب الدین غوری اپنی سپاہ اچھ میں
اور جب وہ غزنیں کا بادشاہ ہو گیا۔ تو ۵۷۴ھ/۱۱۷۸ء میں پھر یہاں آیا اور مخالفوں سے اس ملک کو
اس دفعہ بھی اوس نے ملتان کو فتح کر کے گجرات جانے کا ارادہ کیا بھیم دیو باگھیلہ نے اس
شکست دی جس کے بعد سلطان غزنیں میں بہت مشکل سے پہنچا جس وقت سلطان یہاں
میں لڑائیاں ہو رہی تھیں تو اوس نے کہا تھا کہ ملک گجرات نہ راجپوتوں کا ہے نہ بچھوں کا بلکہ خدا
کا ہے۔

سلطان قطب الدین ایبک

جب ہندوستان میں سلطان قطب الدین ایبک سلطان غوری کا نائب ہوا اور اُس نے

کو دارالسلطنت بنایا تو ۶۱۱ھ/۱۲۱۴ء میں نہروالہ پٹن میں فوج بھیجکر اوس نے سلطان شہاب الدین
غوری کی شکست کا انتقام لیا۔

سلطان علاء الدین خلجی

سلطان علاء الدین دہلی کا بادشاہ ۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء میں ہوا۔ اوس نے گجرات کو سپاہ بھیجکر
الف خاں (جس کو گجرات کے لوگ الپ خاں کہتے ہیں) اور نصرت خاں کے بھیجی فوج نے
ملک کو نہروالہ کے گرد لوٹا۔ اور راجہ کرن باگھیلہ سے جو گجرات کا آخر راجہ تھا لڑا۔ مگر مقابلہ میں اوسکے
پاؤں نہ جمے وہ دکن میں دولت آباد چلا گیا تمام مستورات اور لڑکیاں اور خزانہ اور ہاتھی فتحمندوں کے
ہاتھوں میں پڑے دونوں افسروں کی سپاہ نے کھنبایت کے سوداگروں کو لوٹا اور سومنات کے
بت کو توڑا جو دوبارہ محمود غزنوی کے غارت کرنے کے بعد رکھ لیا تھا۔ تمام اسباب اور راجہ کرن کی لڑکی
دہلی کو بھیجی گئی۔ راجہ کرن کی بیٹی کا نام دیول دیی تھا جس کے ساتھ خضرخاں پسر سلطان علاء الدین کو
عشق پیدا ہوا۔ اس کا بیان ہم نے مفصل سلطان علاء الدین کی سلطنت کے بیان میں کر دیا ہے
جب نہروالہ فتح ہو گیا اور راجہ کرن باگھیلہ شکست پا کر بھاگ گیا تو الف خاں ملک کا حاکم
مقرر ہوا اور اس زمانہ سے سلاطین دہلی کی طرف سے یہاں حاکم مقرر ہونے شروع ہوئے
الف خاں نے یہاں ایک جامع مسجد سفید سنگ مرمر کی بنائی۔ اس کے ستون اس پتھر کے
اس قدر ہیں کہ اکثر اوس کے شمار میں غلطی ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بت خانہ کو توڑ کر مسجد بنائی
بہرنہج وہ ایک عجیب و غریب عمارت ہے پہلے وہ شہر کے بیچ وسط میں تھی مگر اب شہر کے آباد
حصہ سے وہ فاصلہ پر ہے۔

شہر پٹن کی عمارات عالیہ کے آثار اب تک موجود ہیں اب جو شہر کا حصہ آباد ہے اُس سے
تین تین کوس کے فاصلہ پر جنگل میں اینٹیں اور پتھر اور چیزیں ایسی ملتی ہیں جو شہادت دیتی ہیں
کہ وہاں کسی زمانہ میں شاندار عمارتیں تھیں۔ برجوں اور فصیلوں کے نشان اب تک موجود
ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا وسیع شہر تھا۔ زمانہ کے انقلابات نے بہت سی عمارات کے
نشان بھی مٹا دیے ہیں۔

جب یہاں راجہ با اختیار تھے تو اجمیر سے بہت سنگ مرمر یہاں آیا تھا اور ہندوں کے مندروں میں لگا تھا۔ اب بھی وہاں کھودنے سے وہ ملتا ہے۔ احمد آباد اور اور بگھوں میں جو سنگ لگا ہے وہ یہیں سے آیا ہے۔

الف خاں نے سلطان علاء الدین کی جانب سے بیس سال حکومت کی مگر اوس کے بعد وہ اور قتل ہوا۔

مسلمانوں کی سلطنت گجرات

اہل اسلام کے فتحمندوں نے دار السلطنت انہل پور اور بندرگاہوں کھنبائت اور برد اور سورت پر اپنا قبضہ کر لیا۔ مگر خاندان سدھ راج کی بہت سی دار الریاستیں اون کو فخ کرنی باقی رہیں۔ بہت سے حصے ملک کے مدتوں تک ان کے قبضہ میں نہیں آئے وہ آزاد رہے گو وہ بتدریج سلاطین احمد آباد کے باج گزار ہوئے۔ مگر وہ بالکل اون کے مطیع نہیں ہوئے انہوں نے وہی اپنا قدیمی تعلق جو انہل واڑہ کے مہاراجوں کے ساتھ تھا سلطان بادشاہوں کے ساتھ رکھا کہ کچھ مطیع کچھ آزاد۔ جب بادشاہ کا دباؤ بڑا خراج دیدیا نہیں اپنے تئیں آزاد رکھا۔ ویسا ہی اوجین کے مغرب میں بہت سے اقطاع ملک پر باگھیلہ بنس کی ایک شاخ قابض تھی اور اسی بنس کے اور پیوندی قلیس ایدر کے راٹھور اور زنگھم کے پرمار تھے۔ وہ مختلف مقامات پر کوہستان ہیرا کے آس پاس دریاے ماہی کے کناروں پر پوسینا تک مالک تھے۔ جو گجرات کی غایت شمالی سرحد پر تھی چھوٹی رن۔ کچھ اور خلیج کھبائت کے درمیان جو میدانی ملک ہے اوس پر جھالا با اختیار تھے نیز قوموں کی کوئی شاخیں اور اصل باشندوں کی خالص اور مخلوط اولاد جوں وال میں پھیلی ہوئی تھیں اور جنگل اور پہاڑوں کے دشوار گذار مقاموں پر متسلط تھیں بعض راجپوتوں کی حمایت سے مشرق میں پون گڑھ میں کالی کا پھریرا اوڑ رہا تھا اور مغرب میں کھنگر اپنے نامور قلعہ جونا گڈھ زور سے پکڑے ہوے تھے اور اوس کی دیولدوں کے اندر سے جزیرہ نما پر اپنا رعب بٹھا رہے تھے جس پر وہ مدت سے بے شرکت غیرے فرمانروائی کر رہے تھے گو گو اور بیرم پر اوسنے اپنا

پرچم سمندر کے کنارہ پر ہے گو اپنا حکومت رکھتے تھے وہ اپنے تئیں باگھیلہ کی نسل سے بتاتے ہیں۔ انھیں ہندو سرداروں کا ذکر مسلمانوں کی تاریخ میں آتا ہے جن کو وہ کبھی کبھی فتنہ انگیز مفسدہ پرداز لکھتے ہیں۔ ان تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا ملک سلطان علاء الدین کے نائبوں کے اختیار میں نہیں آیا۔ مسلمانوں کو بار بار اون کو تسخیر کرنا پڑتا تھا۔

سلطان قطب الدین مبارک شاہ پسر سلطان علاء الدین ۷۱۵ھ میں دہلی کا بادشاہ ہوا اوس نے اول ہی سال سلطنت میں ملک کمال الدین کو بھیجا کہ گجرات میں جو فساد مچ رہے ہیں اون کو دور کرے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ہر طرف فساد مچا تھا۔ اس ملک میں آتے ہی اوسکو کافروں کے ساتھ لڑائی میں شہادت کا درجہ ملا۔ دوسری سپاہ ایک مشہور افسر عین الملک کی سرکردگی میں بھیجی گئی۔ وہ بڑا بہادر اور دلیر افسر تھا اوس نے ملک میں مفسدہ پردازوں کو شکست دی اون کے سرداروں کو قتل کیا ملک میں امن امان کر دیا۔ اوس کے بعد سلطان نے گجرات کی حکومت اپنے خسر ملک دینار نصرخاں کو سپرد کی وہ سپاہ کے ساتھ انہل واڑہ میں جلد پہنچا آیا یہاں از سر نو فساد کھڑے ہوے تھے اوس نے سب باغیوں کو خوار و ذلیل کیا۔ اون کی جاگیروں کو ضبط کیا اور اون کا مال منقولہ سلطان کے پاس بھیجا۔ یہ حاکم اگرچہ بے گناہ و قصور تھا اور سلطنت کا ایک رکن اعظم مگر سلطان کی طبع سے وہ بلایا گیا اور قتل کیا گیا اوس کی جگہ حسام الدین مقرر ہوا خسرو خاں کا بھائی تھا۔ یہ دونوں بھائی یوں کی قوم پرہار تھی۔ جو راجپوتوں کے دوشاخہ فتنہ قوں میں سے ایک تھا تاریخ فرشتہ میں پرہار کی جگہ پرواری لکھا ہے پرواریوں کو ہندو اپنے سے خارج جانتے ہیں خسرو خاں سلطان کا منظور نظر تھا اور سلطنت کے کاموں پر بڑا اختیار رکھتا تھا۔ حسام الدین پاس قوم پرہار جمع ہوئی اور اوس کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ تو گجرات کے اور افسروں نے مسلح ہو کر اوس کو شکست دی اور زندہ گرفتار کر کے سلطان پاس بھیجا اسکی جگہ سلطان نے ملک وجیہ الدین کو بھیجا جو بڑا لیہ وزیرک تھا اوس نے ملک میں امن امان کر دیا۔ جب وہ گجرات سے بلایا گیا تو حسام الدین کا بھائی خسرو خاں گجرات میں مقرر

ہوا بھلا وہ کب یہاں آتا تھا وہ سلطنت دہلی کا داعیہ رکھتا تھا اوس نے بغاوت کی اور
سنہ ۱۳۲۱ء میں خود بادشاہ ہو گیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کی سلطنت میں گجرات کا صوبہ
تاج الملک مقرر ہوا تھا کہ گجرات میں امن امان رکھے۔ محمد تغلق کے عہد میں ملک ایاز
کا حاکم مقرر ہوا۔ اور ملک مقبل اُس کا وزیر مقرر ہوا۔ بعض اور امرا نے بھی گجرات میں
پائیں۔ ان میں سے ملک التجار کو نوساری جاگیر میں ملی تھی۔ یہ سمندر کے کنارہ پر سورت
سے نیچے تھی۔ سنہ ۱۳۲۶ء میں ایک مغل سپہ سالار ترمشیریں خاں نے ہندوستان پر حملہ کیا
محمد تغلق نے اوس کو روپیہ دیا اور سر پر سے بلا کو ٹالا۔ اوس نے مراجعت کے وقت سندھ اور
گجرات کو خوب لوٹا۔ بہت آدمیوں کو پکڑ لے گیا۔

بیس برس کے بعد ملک مقبل گجرات کا حاکم مقرر ہوا۔ ایک مغل سردار امیر عمدہ سے
چاہا کہ خزانہ شاہی کو چھین لے۔ اس فساد کو دیکھ کر ملک مقبل خزانہ شاہی اور شاہی حملیوں
سے کچھ گھوڑے لیکر دہلی کو بڑودہ اور دبھوئی کی راہ سے چلا۔ مغل امیروں نے اوس کا پیچھا
کیا اور سارا مال چھین لیا اور اوس کو مجبور کیا کہ وہ انہل واڑہ کو بھاگ جائے۔ جب بادشاہ نے اس
عذر کی خبر پائی تو وہ خود گجرات کے سفر کے لئے تیار ہوا۔ مگر اوس نے مالوہ کے
حاکم ملک ایاز کو بھیجا کہ وہ سرکشوں کا سر کاٹے۔ ملک ایاز گجرات میں آیا مگر اوس نے شکست
پائی اور امیروں نے اوسے قتل کر ڈالا۔ جب اس آفت سے سلطان کو خبر ہوئی تو وہ فوراً اب
توقف گجرات کو آگے بڑھا۔

محمد تغلق شاہ کوہستان آبو گڈھ میں آیا اوس نے اپنے ایک سپہ سالار کو مغل امیروں
سے لڑنے بھیجا۔ ایک لڑائی دیوی (ڈیسہ) کے قریب ہوئی۔ سرکشوں کو بالکل شکست ہوئی اب
سلطان آہستہ آہستہ سفر کرکے بروچ آ گیا۔ ایک دوسری لڑائی دریائے نربدا کے کنارہ
پر ہوئی جس میں بادشاہ کی سپاہ فتحیاب ہوئی۔ سلطان نے کھنبائت اور سورت کو لوٹا۔
محمد تغلق دیوگڈھ کے محاصرہ کے لئے چلا جس کا مسلمانی نام دولت آباد ہے جس کو دہلی کی جگہ
دارالسلطنت بنایا تھا۔ جب وہ اس کا محاصرہ کر رہا تھا تو اوسکو خبر ہوئی کہ گجرات کے امیر

صدرہ نے بعض ہندو امیروں کو اپنے ساتھ متفق کر لیا اور انہل واڑہ پر قبضہ نہیں کیا ہے
بلکہ اُس نے نائب شاہی کو بھی مار ڈالا ہے اور وہاں کے حاکم کو قید کیا ہے اور کھنبائت
کو لوٹا ہے اور بروچ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ محمد تغلق دولت آباد کے سامنے اپنی سپاہ
کو چھوڑ کر بروچ پہونچا۔ باغی اوس کے آگے سے بھاگ کر کھنبائت میں پہونچے۔ بادشاہ
نے جو افسر اوس کے تعاقب میں بھیجے تھے اون کو اونہوں نے شکست دی۔ سلطان محمد تغلق
انتقام کا دم بھرتا ہوا جلدی سے کھنبائت میں آیا۔ باغی عہدہ برداز پھر اوس کے سامنے سے
ٹل گئے۔ سڑکوں کی خرابی سے اور موسم کی ناسازی سے شاہ کو ساحل میں ٹھیرنا پڑا۔ یہ شہر
وہ ہے جس کی جگہ احمد آباد آباد ہوا ہے۔ باغیوں نے اپنی سپاہ کو انہل واڑہ میں درست
کیا اور بادشاہ سے لڑنے آئے۔ کری میں لڑائی ہوئی جس میں بادشاہی سپاہ کو فتح ہوئی
باغی سندھ کو بھاگ گئے اور سلطان محمد تغلق بن راج کے شہر میں داخل ہوا۔ یہاں انتقام کے
لئے اوس نے مقام کیا۔

خلیج کھنبائت میں ایک جزیرہ پیرم عجیب و غریب ہے اوس کے باب میں مسلمانوں کی
تاریخ خاموش ہے مگر ہندوؤں کی روایات میں اس جزیرہ کے حالات کے ساتھ محمد تغلق کا
ذکر افسانہ کے طور پر آتا ہے اوس کو ہم بیان کرتے ہیں۔ پیرم میں راجہ کھی راجے کوئی راجہ
تھا اوس نے ایک شہر پیرم آباد کرکے اپنا دارالسلطنت اوس کو بنایا تھا۔ دہلی کے سوداگر سولہ
جہاز رخاک آلود کے پیرم میں لائے تھے کہ راجہ کھراج نے اون کو لوٹ لیا۔ جو دیکھ اوسنے
اون کے محافظ ہونے کا وعدہ کیا تھا اور سمندر کے خدا کو بیچ میں ضامن دیا تھا۔ اس سبب
سے پیرم بھوگھا پر بہت سی سپاہ غزنیں سے چڑھ آئی (ہوسوں کی دھوں دھوں کا اور نفیر
کا وہ غل شور مچا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ سمندر اپنی حدوں سے باہر نکل گیا) مسلمانوں کی مختلف قومیں
یہاں تھیں۔ پیادے۔ گھوڑے۔ ہاتھی مالک بحر سے لڑنے کو تیار تھے مسلمانوں نے اپنے نیچے
سمندر کے کنارے پر لگائے تھے۔ کوہل اپنے پیرم کے بیٹ میں شیر کی طرح دہاڑ رہا تھا
اس کا استقلال وہ تھا کہ ذرہ کی برابر خوف نہیں کرتا تھا سپاہیں تیار ہوئیں۔ آسمان پر

مسلمانوں کے تیر اُڑتے تھے مگر کھیرا کے شہر کو ایک نہ لگتا تھا۔ بہت دنوں لڑائی رہی
نے ہزاروں خدعہ کئے مگر کوئی نہ چلا۔ بادشاہ محنت کرتے تھے ہار گیا۔ سمندر پر دیتے
آنکھیں تھک گئیں۔ کھراج نے تلوار پکڑ کر راجاؤں کی عزت رکھ لی مسلمان آپناسے
کھیرا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ محمد شاہ نے اپنی سپاہ کو بٹایا اور خدعہ سے راجہ کو
گھوگھا اور گنڈی کے درمیان مسلمان خوف زدہ پڑے ہوئے تھے۔ راجہ خیال کرتا
بیشک موت کسی نہ کسی روز آئیگی ایک جہاز میں سوار ہوا اور رات کو پیر بھوت گھوگھا
لڑنے کو تیار ہوا۔ تلوار ہاتھ میں لی اور لڑنے کے لئے تاج کو ماتھے سے باندھا۔ وہ
سپاہ کو باہر لے گیا۔ سپاہیوں کو دلاسا دیا۔ بادشاہ کی سپاہ پر کھیرا اور مرہٹے حملہ کرتے اور
پامال کر کے کیچڑ و دلدل میں پھنسایا۔ نفیری و قرنا بجتا تھا۔ طلوں پر پھریرے ہوا اڑا رہی تھی
کی ندیاں چل رہی تھیں۔ دونوں لشکر کے سپاہی آپس میں گتھ رہے تھے۔ بادشاہ کے بڑے
کو کھیرا نے دیکھا اور اوپر نشانہ ایسا لگایا کہ وہ ہاتھی سے نیچے گرا۔ راجہ نے مسلمانوں کو
مارا کہ اون کو خدا یاد آگیا۔ تغلق کی آدھی سپاہ کو ران کے بیٹے نے تہ تیغ کیا۔ اور اوپر
کا مینہ برسا دیا راجہ کی تلوار مسلمانوں کی صفوں پر ایسی پڑتی ہوئی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ
میں بجلی شگاف ڈال رہی ہے پھر کھیرا گھوگھا کے دروازہ پر مارا گیا۔ اوس کا ہر تلوار ہاتھی
آگے بڑھا اور سر اوس کا زمین پر یہ کہتا ہوا گرا کہ مارو مارو۔ دشمن کی سپاہ مجمع عظیم ہوئی
بھی شکل سے فرار ہوا۔ ایک نیلے رنگ کی رسی جادو کی زمین پر رکھی گئی تو راجہ کا دھڑ گرا اور
اپنی تلوار کی حرکت موقوف کی۔ تو اور جنگ آزما میدان سے بھاگے۔ بیرمہ کا خدا
معبیں پوری کر کے زمین پر گرا۔ بجوگ کے پوتے نے ثابت کیا کہ وہ دیوتاؤں کے خاندان
تھا اسکی روح کو رونے لگا۔ جب بادشاہ کی فوج بھاگی تو وہ بار بار کہتی تھی کہ بندہ خوب لڑے
مسلمانوں نے قلعہ بیرم کی بانی قلعہ کو ہلاک کر کے ایسا غارت کیا کہ پھر وہ کبھی آباد نہ ہوا
سلطان تغلق سال اول میں گجرات میں بہت دنوں رہا اور اپنی سپاہ کی درستی اور اصلاح کرتا
دوسرے سال میں اوسنے جوناگڈھ کا محاصرہ کیا اور گچھ کو مغلوب کیا۔ جوناگڈھ نے

ہمسایہ میں گذرا۔ میں وہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہوا جس نے آخر کو بیٹھا رکھا۔ مگر وہ دریا
سندھ کے کنارہ جا پہنچا اور سندھ کے راجہ سومری کی سوزش اس لئے کی کہ اُس نے مفرور
مغل امیروں کو پناہ دی تھی۔

سلطان فیروز شاہ تغلق نگرکوٹ کے فتح کرنے کے بعد سندھ کی فوج میں مشغول ہوا اس
کام میں برسات کے سبب سے التوا ہوا۔ وہ گجرات میں سپاہ لیکر آگیا۔ برسات کے ختم
ہونے تک نہیں رہا۔ کئی سالوں سے ۱۳۶۰ء میں گجرات کی آمدنی میں بہت کمی ہو گئی تھی۔
سلطان سے شمس الدین افغانی نے عرض کیا کہ اگر حضور مجھے حاکم گجرات مقرر کریں تو میں
اس کی آمدنی پر چالیس لاکھ تنکوں و سو ہاتھیوں اور بائیس سو عربی گھوڑوں اور چار سو غلاموں
کا اضافہ کرتا ہوں تو سلطان نے ظفر خاں (ویائی خاں) کے نائب شمس الدین اور خاں سے
پوچھا کہ اگر تو اس قدر مال حاصل ملکی ادا کرنے کا وعدہ کرے تو تجھ کو اوس پر ترجیح دیا جائیگا۔
اُس نے جواب دیا کہ مجھ میں اس قدر مال حاصل دینے کی قدرت نہیں تو سلطان نے شمس الدین
وافغانی کو گجرات کا حاکم مقرر کر دیا۔ جب وہ گجرات میں آیا تو ایک سال کا محاصل بھی اپنے
وعدہ کے موافق ادا نہ کر سکا تو بغاوت پر مستعد ہوا۔ خلقت جس پر اُس نے بہت ظلم توڑا تھا
اپنا انتقام لینے کے لئے وہ اجنبی امیروں سے جا ملی اور ان کی متفق قوت نے شمس الدین کو
شکست دی اور اُس کی جان لی۔ اس وقت کے بعد سے فرحت الملک اس ملک میں حکمران
رہا۔ جب ایک دوسرا شخص حاکم اُس کی جگہ مقرر ہو کر آیا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہوا اور اجنبی
امیروں سے ملکر اُس نے اس حاکم کو جو اُس کی جگہ مقرر ہو کر آیا تھا اور مار ڈالا۔ سلطان
غیاث الدین نے اُس کو گجرات کا حاکم مستقل مقرر کیا۔ مگر ۱۳۹۱ء میں وہ دوبارہ بغاوت اس
خیال سے کی کہ میں آزاد فرماں روا ہو جاؤں۔ اس لئے اس نے ہندوں کے مذہب کی تائید
کی۔ اُس کا بیان آگے آئیگا۔

جب مسلمانوں کی سلطنت دہلی سے علیحدہ ہو کر گجرات میں قائم ہوئی تو ہندو میں چند قومی
صاحب ریاست تھیں جیسے بڑگا درخت ہوتا ہے کہ اس کی شاخیں بھی اپنی جڑ پکڑ کر تنے بن

مسلمانوں کے تیر اڑتے تھے مگر کھیرا کے سر کو ایک نہ لگتا تھا۔ بہت دنوں لڑائی
سے ہزاروں خدعہ کئے مگر کوئی نہ چلا۔ بادشاہ محنت کرتے کرتے بار گیا۔ رحمدل
آنکھیں تھک گئیں۔ کھیراج نے تلوار پکڑ کر راجاؤں کی عزت رکھ لی۔ مسلمان آپ سے
کھیرا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ محمد شاہ نے اپنی سپاہ کو ہٹایا اور خدعہ سے راجہ کو
گھوگھا اور گنڈی کے درمیان مسلمان خوف زدہ پڑے ہوئے تھے۔ راجہ
بیشک موت کسی نہ کسی روز آئیگی ایک جہاز میں سوار ہوا اور رات کو پیر محمد کو
لڑنے کو تیار ہوا۔ تلوار ہاتھ میں لی اور لڑنے کے لئے تاج کو ماتھے سے باندھا
سپاہ کو باہر لے گیا۔ سپاہیوں کو دلاسا دیا۔ بادشاہ کی سپاہ پر کھیرا اور مردے
پامال کر کے کیچڑ و دلدل میں پھنسایا۔ نفیری و قرنا بجتا تھا۔ طلوں پر پھریرے ہوا
کی ندیاں چل رہی تھیں۔ دونوں لشکر کے سپاہی آپس میں گتھ رہے تھے۔ بادشاہ کے
کو کھیرا نے دیکھا اور اوسپر نشانہ ایسا لگایا کہ وہ ہاتھی سے نیچے گرا۔ راجہ نے مسلمانوں
مارا کہ اون کو خدا یاد آگیا۔ تغلق کی آدھی سپاہ کو ران کے بیٹے نے قتل کیا۔ اور اوسپر
کا مینہ برسا دیا راجہ کی تلوار مسلمانوں کی صفوں پر ایسی پڑتی ہوئی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ
میں بجلی شگاف ڈال رہی ہے پھر کھیرا گھوگھا کے دروازہ پر مارا گیا۔ اوس کا
آگے بڑھا اور سر اوس کا زمین پر یہ کہتا ہوا گرا کہ مارو مارو۔ دشمن کی سپاہ مجمع
بھی مشکل سے فرار ہوا۔ ایک نیلے رنگ کی رسی جادو کی زمین پر رکھی گئی تو راجہ کا
اپنی تلوار کی حرکت موقوف کی۔ تو اور جنگ آزما میدان سے بھاگے۔ بیر
معبیں پوری کر کے زمین پر گرا۔ بجوگ کے پوتے نے ثابت کیا کہ وہ دیوتاؤں نے
تھا اسکی روح کو دیوتا سنے لگا۔ جب بادشاہ کی فوج بھاگی تو وہ بار بار کہتی تھی کہ بندہ خوب لڑے
مسلمانوں نے قلعہ بیرم کی پانی قلعہ کو ہلاک کر کے ایسا غارت کیا کہ پھر وہ کبھی آباد
سلطان تغلق سال اول میں گجرات میں بہت دنوں رہا اور اپنی سپاہ کی درستی اور اصلاح
دوسرے سال میں اوسنے جوناگڈھ کا محاصرہ کیا اور کچھ کو مغلوب کیا۔ جوناگڈھ سے

ہمایہ میں گذرا۔ وہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہوا جس نے آخر کو
سندہ کے کنارہ جا پہنچا اور سندہ کے راجہ سومری کی سفارش اس لئے کی کہ اس نے مفرور
مثل امیروں کو پناہ دی تھی۔

سلطان فیروز شاہ تغلق نگرکوٹ کے فتح کرنے کے بعد سندہ کی فتح میں مشغول ہوا
کام میں برسات کے سبب سے التوا ہوا۔ وہ گجرات میں سپاہ لیکر آگیا۔ برسات کے ختم
ہونے تک نہیں رہا۔ کئی سالوں سے ۱۳۸۰ھ میں گجرات کی آمدنی بہت کی ہوگئی تھی
سلطان سے شمس الدین افغانی نے عرض کیا کہ اگر حضور مجھے حاکم گجرات مقرر کریں تو میں
اس کی آمدنی پر چالیس لاکھ تنکوں و سو ہاتھیوں اور بائیس سو عربی گھوڑوں
کا انصاف کرتا ہوں تو سلطان نے ظفر خاں اور یاقی خاں کے نائب شمس الدین اور خاں سے
پوچھا کہ اگر تو اس قدر حاصل ملکی ادا کرنے کا وعدہ کرے تو تجھ کو اوروں پر ترجیح دیجائیگی۔
اس نے جواب دیا کہ مجھ میں اس قدر محاصل دینے کی قدرت نہیں تو سلطان نے شمس الدین
وافغانی کو گجرات کا حاکم مقرر کر دیا۔ جب وہ گجرات میں آیا تو ایک سال کا محاصل بھی اپنے
وعدہ کے موافق ادا نہ کر سکا تو بغاوت پر مستعد ہوا۔ خلقت جس پر اس نے بہت ظلم توڑا تھا
اپنا انتقام لینے کے لئے وہ اجنبی امیروں سے جا ملی اور ان کی متفق قوت نے شمس الدین کو
شکست دی اور اس کی جان لی۔ اس وقت کے بعد سے فوجت الملک اس ملک میں حکومت
رہا۔ جب ایک دوسرا شخص حاکم اس کی جگہ مقرر ہو کر آیا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہوا اور اجنبی
امیروں سے ملکر اس نے اس حاکم کو جو اس کی جگہ مقرر ہو کر آیا تھا اذکار دیا۔ سلطان
غیاث الدین نے اس کو گجرات کا حاکم مستقل مقرر کیا۔ مگر ۱۳۹۰ھ میں وہ بار بار بغاوت میں
قتال ہوا کہ میں آزاد فرماں روا ہو جاؤں۔ اس لئے اس نے ہندوں کے مذہب کو
کی۔ اس کا بیان آگے آئیگا۔

جب مسلمانوں کی سلطنت دہلی سے علیحدہ ہو کر گجرات میں قائم ہوئی تو اس میں یہ قاعدہ
صاحب ریاست تھیں جیسے بنکا دخت ہوتا ہے کہ اس کی شادیں ہی اپنی برادری میں

گو اس کی جڑ کٹ جائے۔ ایسی ہی خاندان سولانکی نے اپنی شاخوں کی جڑیں پھیلا
قایم کرلی تھیں کہ اس کی خوجڑ کٹ گئی ایک شاخ اس کی باگیلہ یا واگیلہ تھی جس کے
گونڈوانہ میں ایک دیس بگیل کھنڈیا واگیل کھنڈ آباد ہے۔ اول گجرات میں وہ ان
میں آباد ہوئے ہیں سابرمتی کے مغرب میں جس میں بھال اور جھالاواڑ میں گو یہاں
نہیں رہا۔ احمد شاہ کے زمانہ میں وہ کلول اور ساکندیں رہتے تھے جو مسلمانوں کے
زیر مشق رہتا تھا۔ دوسری شاخ سولانکی مس کی وہ ہے کہ بیر بیدا جی نے بیرپور میں
بھیکی کناروں پر قایم کی۔ وہ ۱۴۳۳ء میں لوناوارہ میں رہتے تھے۔

پرمار بنس کی ایک شاخ شودا ہے اس شودا کی ایک شاخ گجرات میں داخل ہوئی اور
تھان یہ جوٹیلا چوپڑی میں آباد ہوئی۔ ایک قوم کاٹی (کاٹھی) سندھ سے گجرات میں آئی اس
نام پر کاٹھی وار کا دیس مشہور ہے۔

بگھیلہ کے بعد اسی وار سے جھالا قوم آئی۔ جس کے نام سے جھالاوار دیس آباد ہے۔ یہ
جو مارواڑ میں ہے پوری ہار راجپوت آئے انھوں نے ابدر کو آباد کیا۔ کئی نسلوں تک ان کا
پوری ہار راجپوتوں کو فارسی تاریخوں میں پوربیہ راجپوت لکھا ہے۔ کوئی اوبیل کی قوم بتاتے
تھیں۔

ذکر سلطنت مظفر شاہ

تاریخ مبارک شاہی اور اور تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی نے
فرحت الملک کو جس کو نظام مفرح بھی کہتے ہیں گجرات کا بیسہ سالار صاحب اختیار کیا۔ سلطان فیروز
کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد نے حکومت گجرات پر اسے بدستور رکھا۔ یہ ملک اس
دور تھا۔ اس لئے فرحت الملک نے اپنے تئیں مطلق العنان کرنا چاہا اور ہندوؤں کو اپنا ہوا خواہ
چاہا۔ شعار کفر و رسوم بت پرستی کو رواج دیا۔ اس لئے ۷۹۳ھ (۱۳۹۱ء) میں گجرات کے علماء اور فضلا نے
سلطان محمد شاہ کو اس مضمون کا عریضہ بھیجا کہ وساوس شیطانی و ہوا و ہوس جہانی کے سبب
سے فرحت الملک اعمال ناشائستہ کا مرتکب ہوا روز بروز بت پرستی کو رونق اور شعار اسلام کو

بے رونقی ہوتی جاتی ہے۔ نہ منبر کو عزت اور حرمت ہے اور نہ مسجد کو ہوم اسلوف سے بہرہ مگر
اس وقت کوئی فکر ایسا کیا جائے کہ جس سے دین کی تقویت اور اسلام کا رواج ہو تو خیر اور
نہیں تو کام ہاتھ سے جا چکا ہے۔ بادشاہ کو اس بات کے لئے ملک گجرات کی حکومت
ظفر خاں بن وجیہ الملک کو کہ امرائے کبار میں سے تھا عطا کی اور اس کی توقیر کے واسطے خطاب
سرخ کہ مخصوص بادشاہوں کے ساتھ ہے مرحمت کیا۔ اور مظفر خاں کا خطاب دیا۔

مظفر خاں دہلی میں ۲۵ محرم ۷۴۳ھ (۱۳۴۲ء) کو پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ سلطان فیروز تغلق کا شریف دار
تھا جس نے اس اپنی جدہ سے اس کو درجہ امارت پر پہنچایا تھا۔ سلطان محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں
ظفر خاں شرع محمدی کی پابندی میں اور امانت و دیانت میں مشہور تھا۔ اس لئے صاحب عیار گجرات
کی عرضی بادشاہ پاس آئی تو اس نے صوبہ گجرات کا صاحب صوبہ کر دیا۔ وہ ۷۹۳ھ کی شروع
میں دہلی سے متواتر کوچ پر کوچ کر کے گجرات کی طرف متوجہ ہوا اس کو راہ میں خبر ملی کہ اس کے
بیٹے تاتار خاں کے ہاں جنایپیدا ہوا ہے جس کا احمد خاں نام رکھا گیا ہے۔ ظفر خاں اس کو اپنے لئے
نیک شگون سمجھا۔ بڑی خوشی منائی۔ جب وہ ناگور میں آیا تو اس پاس نظام مفرح کی فراری کرنے کے
لئے اہل کہبات آئے۔ ظفر خاں نے اس جماعت کو روانہ کیا۔ ایک خط نظام مفرح کو لکھا کہ سلطان
محمد شاہ کی خدمت میں یہ معروض ہوا کہ تو نے محصول سلطانی چند سال اپنی حوالہ میں خرچ
کیا اور خزانہ میں ایک دینار نہیں پہنچایا۔ اور باوجود اس کے ظلم و ستم کا ہاتھ نہ اٹھایا۔ اگر کہا ہے اس
جگہ کے عام ستوطن رنجیدہ ہو کر کئی دفعہ دہلی میں بادشاہ کی خدمت میں آئے اب اس ناحیہ کا حل و عقد
میرے سپرد ہوا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ محصول خالصہ موجود ہو بہت جلد اپنے پاس سے
دہلی بھیج اور مظلوموں کو تسلی دے خود دارالملک دہلی کی طرف متوجہ ہو۔ نظام مفرح نے جواب
میں لکھا کہ جہاں تم بہت دور چلکر آئے ہو وہیں ٹھیرے رہو اور آگے تصدیع نہ کرو کہ میں ایسی
جگہ اگر حساب کو پیش کروں گا بشرطیکہ آپ مجھے موکلوں کو حوالہ کریں۔ اس جواب سے
ظفر خاں کو اس کی بغاوت کا یقین ہوا وہ اساول میں گیا جس کی جگہ احمد آباد اب آباد ہے نظام مفرح
نے گجراتیوں اور کافروں سے خوب پیوند کر لیا تھا۔ بارہ ہزار سوار اور پیادے اس پاس جمع

ہوئے اور جنگ کا ارادہ کیا ظفر خاں نے اول ایلچی نہروالہ میں کہ پٹن مشہور ہے بھیجا اور
نصیحت و ملامت کے پیغام دیا کہ اپنے کام کے بدانجامی کو سوچ اپنے دلی نعمت سے
اور گجراتیوں اور کافروں کے استظہار سے فریب میں مت آؤ ہمارے اور تمہارے
مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکینگے۔ تو سیدھا دہلی کے بادشاہ پاس جا اور میرے پاس نہ آ
پر ممکن ہو۔ اس کے سوا کچھ اور نہ سوچ اس سے تو پشیمان اور گمراہ ہوگا۔ مگر نظام مغرور
ایلچی پر درشتی کی اور نامناسب نالایق جواب بھیجا۔ ناچار ظفر خاں ۱۳۹۴ھ میں جانب
نہروالہ کوروانہ ہوا۔ نظام مفرح نے دس بارہ ہزار آدمیوں کو تنخواہ دیکر نہروالہ
موضع کانتھ دکبتھوا کہ نہروالہ سے بارہ کوس پر ہے ظفر خاں سے مقابلہ ہوا اور جنگ
نیزہ پر نیزہ چلا اور ظفر خاں کو فتح ہوئی۔ یہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام نام جیت ہوا۔
نظام مفرح تحصن کے قصد سے نہروالہ میں گیا۔ ظفر خاں نے نہروالہ میں خوب اپنی
سے انتظام کر لیا۔ ۱۳۹۲ھ میں کنبایت کہ مسافروں اور تاجروں کی منزل ہے وہاں
کے حال پر توجہ کی کہ حدود اور احکام مقرر کئے اور اساول میں آیا۔ اب اس نے
کے باجگذار بنانے پر توجہ کی۔ ۱۳۹۳ھ میں راجہ ایدر نے معمولی خراج نہیں بھیجا۔ ظفر خاں
لیکر وہاں گیا۔ اور قلعہ ایدر کا محاصرہ کیا طرفین سے چند دفعہ سخت لڑائیاں ہوئیں آخر
کو فتح ہوئی۔ تمام ولایت ایدر پر اُس نے قبضہ کر کے غارت و تاراج کیا۔ جس بتخانہ کو
کے برابر کیا۔ لڑکے لڑکیوں کو لونڈی غلام بنایا۔ تھوڑی مدت میں اہل قلعہ میں
کہ کتابلی کو اوبلی گئے کو اور آدمی دونوں کو کھانے لگے۔ اس لئے راے ایدر اپنی
سے نادم و پشیمان ہوا اور اپنے بڑے بیٹے کو بہت سی پیشکشیں دیکر ظفر خاں پاس بھیجا
کی امان مانگی۔ ظفر خاں نے صلح و عفو میں مصلحت دیکھی اور نقد و جواہرات بہت پیشکش
لئے اور محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا۔ یہاں سے شہر سومنات کی طرف جو جزیرہ دیو کے قریب
مظفر خاں کا جانے کا ارادہ تھا کہ ملک راجی الملقب عادل خاں نے کہ سلاطین
کا جد تھا اعلام استقلال بلند کر کے اپنے اقطاع سے خارج قلعہ تھال نیز اور تمام ولایت

خاندیس پر قبضہ کر لیا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کی گجرات کے بعض پرگنات شمال سلطنت
زحمت پہنچائی۔ ظفر خاں نے اس کا علاج ضروری جانا اور اس طرف متوجہ ہوا۔ ملک راجہ کہ مرد
عاقل و دانا تھا اپنے تئیں مرد میدان نہ پایا قلعہ میں متحصن ہوا اور اتحاد اور محافظت میں مصلحت
دیکھی۔ علما کی معرفت صلح کر لی۔ راجے حضرت عمر فاروقی کی اولاد ہونے کا دعوی کیا تھا۔
اس لئے ظفر خاں اس سے مراسلات میں مریدانہ پیش آتا تھا۔ اور القاب اعزاز کے ساتھ
لکھتا تھا پھر ظفر خاں گجرات میں واپس آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ گجرات کے مغربی اضلاع میں راے
جونہ نے اسلام کی اطاعت سے انکار کیا ہے تو اس پر ۱۳۹۴ھ میں لشکر کشی کی اور بن صدہ
کے کفار کے قتل و غارت میں مشغول ہوا وہ نہایت متمرد و سرکش تھے۔ محبوب بیع الجمال و
پسران پری تمثال مسلمانوں نے اسیر کئے۔ اُن کی کشتیاں لوٹ کے اموال سے مالا مال ہوئیں۔
اس کے بعد راے جونہ نے عاجز ہو کر یک جہتی و فرمانبرداری اختیار کی بہت تحفے دیئے نذر
میں دیئے ظفر خاں یہاں سے کوچ کر کے سومنات گیا۔ یہاں بتوں کو نکونسار کیا اور بتخانوں
کی جگہ ایک مسجد جامع بنائی اور ارباب مناصب شرعیہ کو متعین کیا اور تمانے تھانے اور
پٹن کی جانب متوجہ ہوا ۱۳۹۵ھ میں معلوم ہوا کہ منڈل گڈھ کے راجپوتوں نے انبا استطاعت پایا ہے
کہ اس کے مسلمان اُن کے ظلم سے اپنے وطنوں کو چھوڑے چلے جاتے ہیں اور انہوں نے بالکل
بے دینی چھوڑ دی ہے۔ ظفر خاں وہاں پہنچا اور منڈل گڈھ کا محاصرہ کیا۔ منجنیقوں کو لگا کے ہر روز
راجپوتوں کو سنگسار کیا۔ مگر قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ منجنیقوں سے کام نہ چلا تو سابا طیار کے۔
اُن سے بھی کام نہ چلا۔ طول محاصرہ سے ظفر خاں ملول ہوا کہ ناگاہ لطائف غیبی سے قصبہ کے
اندر وبا پھیلی اور بہت آدمی بیمار ہوئے اور مر گئے۔ راے رنگا نے دیکھا کہ اہل قلعہ کا حال بگڑ
ہو رہا ہے تو اُس نے ایک جماعت کو تیغ و کفن گردن میں ڈالے ظفر خاں پاس بھیجا اور عورتوں
اور بچوں نے سروں کو ننگا کر کے حصار کے اوپر سے عجز و زاری کر کے رہائی مانگی۔ ظفر خاں نے
اُس کو تائید آسمانی جانا۔ اور پیشکش لیکر صلح کر لی اور اجمیر میں زیارت کے لئے گیا۔ زیارت
کر کے جلوارہ و بلوارہ کی طرف لوار غزا کو جھوا دیا۔ اس راج میں بت پرستی کا رواج بڑا تھا۔

یہاں آدمیوں کو قتل کیا۔ بتکدوں کو خراب کیا۔ اس ولایت کے چند قلاع لیکر اپنے
حوالہ کئے۔ تین سال بعد پٹن میں آیا۔ اُس نے حکم دیا کہ سپاہی ایک سال کی نہ
معاف ہوں۔ تاریخ الفی کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر سے مراجعت کر
نے اپنا نام کا خطبہ پڑھوایا اور مظفر شاہ اپنا خطاب رکھا۔

آخر ۷۹۸ھ میں مظفر خاں کا بیٹا تاتار خاں کہ سلطان محمد بن فیروز کا وزیر تھا۔ بلوی
غلبہ و استیلا سے بھاگ کر گجرات میں باپ پاس آیا۔ جس کا بیان سلاطین دہلی کے حال
تاتار خاں نے اپنے باپ کو دہلی کی بادشاہی کی ترغیب و تحریص کی مظفر خاں نے منظور کیا
لشکر کے تیار کرنے میں لگا کہ یہ خبر آئی مرزا پیر محمد خاں نبیرہ امیر تیمور نے ملتان لے لیا
نے فراست سے دریافت کیا کہ مرزا پیر محمد خاں امیر تیمور کا مقدمہ ہے۔ اس نے اس
اپنی عزیمت کو ملتوی کر دیا۔ ۸۰۱ھ میں اپنے بیٹے تاتار خاں سے اتفاق کر کے قلعہ بارن
کا قصد کیا۔ اور سفر کر کے نہب و غارت میں تقصیر نہیں کی۔ قلعہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ
ایسی ضیق میں کی کہ وہاں کے راجہ رن مل نے نہایت عاجزی کے ساتھ ایلچیوں کو بھیجا اور
دینا قبول کیا۔ چونکہ دہلی فتنہ و شر سے بری تھی اس لئے اس نے پیش کش پر اکتفا کی اور
میں پٹن مراجعت کی۔ اس حال میں ایک خلق کثیر دہلی سے امیر تیمور کے خوف سے بھاگ
پٹن میں آئی۔ ہر ایک پر مظفر شاہ نے اس کے حال کے مناسب شفقت کی۔ اس ہنگامہ
صاحب قراں سے بھاگ کر سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد بن فیروز شاہ گجرات میں آیا۔ مظفر
نے صلاح دولت اس کے آنے میں نہ دیکھی۔ ایسا اُس کے ساتھ سلوک نالائق کیا کہ وہ تنگ
آکر اور دل شکستہ ہو کر مالوہ چلا گیا۔ اسی سال میں مظفر شاہ نے پرقلعہ بدہ کو جا کر محاصرہ کیا
راے رن مل کو سوائے فرار کے کوئی چارہ نہ تھا۔ رات کو قلعہ خالی کر کے وہ بھاگ گیا
صبح کو مظفر شاہ قلعہ کے اندر آیا اور ایک سردار اور سپاہ کو یہاں مقرر کیا۔ ۸۰۲ھ میں
میں گیا۔ یہاں لڑائی میں بڑی خونریزی ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور دیو میں
مظفر خاں نے دیو (دیب) کو آن گھیرا اور ایک دن میں جبر و قہر سے مفتوح کر لیا۔ اور اس کے

تمام بالغ مردوں کو قتل کیا۔ راجہ کو اور یہاں کے تمام رؤسا کو ہاتھیوں کے پیروں تلے مسلوا کر مار
بچوں کو پکڑ کر مسلمان کیا۔ اور اُن کے اموال و اثقال پر متصرف ہوئے۔ ایک خانہ برباد کو تخت پر
اُس کی جگہ ایک مسجد عالی بنوائی۔ امرا بزرگ میں سے ایک شخص کو مقرر کیا اور بہت سا
مال لیکر پٹن کو مراجعت کی۔

ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ ۸۰۳ھ میں مظفر شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ لشکر لے جا کر دہلی کو مسخر
کرے اور اپنے بیٹے تاتار خاں کو تخت پر بٹھائے اس کو خود خطاب غیاث الدولہ والدین عنایت
کا دیا۔ جب اس مقصد کے لئے وہ سنت پور آیا تو تاتار خاں تخت بیاہ ہو کر مر گیا۔ مظفر شاہ فتح
غربیت کر کے اساول میں آیا۔ اصل صحیح روایت یہ ہے کہ تاتار خاں نے سال مذکور میں اساول میں
باپ پر چڑھائی کی اور بمنہ باپ کو پکڑ کر قلعہ میں محبوس کیا اور اپنے چچا شمس خاں کو دیس کی سلطنت
اور اپنا ناصر الدین شاہ لقب رکھا۔ صاحب سگہ و خطبہ گجرات میں ہو گیا اور تسخیر دہلی کا سامان عظیم
و استعداد لشکر درست کر کے کوچ کیا۔ سلطان مظفر شاہ نے اپنے معتمدوں میں سے ایک کو اپنے
بھائی پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مجھے خلاص کرے اور محمد شاہ کو ہلاک۔ شمس خاں نے جواب
دیا کہ محمد شاہ تیرا فرزند رشید ہے۔ تیرا تعلق خاطر اس کی طرف ہے۔ میں اُس کو ہلاک کرتا ہوں ایسا
نہ ہو کہ تیرے ہی تیر ملامت کا ہدف بنوں۔ سوچ سمجھ کر جواب دے۔ مظفر خاں نے کہلا بھیجا کہ
میں نے اپنے بیٹے کو جیسا کہ تاتار خاں ہے عاق کیا اور مجھ کو منقطع۔ اب بد و فرزند کی نسبت
مسلوب ہوئی۔ اس لئے اس کو مار اور میری ضعیفی و پیری پر رحم کر۔ نا چار شمس خاں نے بھتیجے
کو زہر دیکر مار ڈالا اور بھائی کو محبس سے نکال کر مسند حکومت پر بٹھایا۔ دلاور خاں والی مالوہ فوت
ہو گیا تھا۔ ہوشنگ شاہ اُس کا جانشین ہوا۔ مشہور یہ ہوا کہ ہوشنگ نے ملک کی طمع میں باپ کو زہر
دیکر مار ڈالا۔ دلاور خاں اور مظفر خاں میں بڑی دوستی تھی اس لئے ۸۰۴ھ میں وہ درست کا
انتقام لینے گیا۔ ہوشنگ ایک جوان شوخ و شنگ تھا وہ ناعاقبت اندیشی سے لشکر گجرات سے
لڑنے کھڑا ہو گیا شکست پائی گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری
اور اپنے بھائی نصرت خاں کو وہ تفویض کیا۔ مظفر نے اساول میں مراجعت کی اور ہوشنگ شاہ

کو اپنے پوتے احمد شاہ کو سپرد کیا اور حکم دیا کہ کسی قلعہ میں سے محبوس کرے۔ احمد شاہ نے حکم کی چند مہینے کے بعد اس پوتے نے دادا کو عریضہ اپنے ہاتھ سے لکھا اُس میں ہوشنگ کی سلطنت کی درخواست کی۔ دادا نے پوتے کی درخواست منظور کی اور نصرت خاں کو جالندھر اور ہوشنگ کو چتر سفید و سراپردہ سرخ اور تمام لوازم شاہی دیکر مالوہ و منڈو بالکل اسے دیا اور احمد شاہ کے ہمراہ اس کو روانہ کیا کہ وہاں جاکر اُس کو تخت پر بٹھا کے گجرات میں چلا آیا۔

صفر ۸۱۴ھ ۱۴۱۱ء میں مظفر شاہ بیمار ہوا۔ جب اُس نے جانا کہ یہ مرض الموت ہے تو ہمت کی اور اپنے فرزندوں میں سے احمد شاہ میں زیادہ قابلیت دیکھی اس کو اپنا ولیعہد کیا اور ۲۵ سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اُس کی مدت ایالت ۱۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

ذکر سلطنت احمد شاہ

دہلی میں ۷۹۳ھ ۱۳۹۰ء میں پیدا ہوا تھا ۲۱ سال کی عمر میں دادا کے مرنے کے بعد بادشاہ ہوا۔ گیا منتخبات التواریخ میں اور مرآۃ سکندری میں لکھا ہے کہ ظفر خاں کا بھائی شمس خاں مارا جو جودر کی لڑائی میں مارا گیا تھا اُس کا بیٹا فیروز خاں تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مظفر خاں کا بیٹا تھا۔ واللہ اعلم تھا۔ جب ۸۱۵ھ ۱۴۱۲ء میں اُس نے احمد شاہ کے جلوس کی خبر سنی تو علم بغاوت بلند کیا۔ اور حسام الملک و ملک شیرو کریم خسرو و جیونداس و بنائک داس کنہری کو اپنے ساتھ متفق کیا یہ امرائے مظفری مشاہیر میں سے تھے اور شرارت ذاتی و فتنہ انگیزی میں موصوف و معروف تھے اُن کے ذریعہ سے سپاہ جمع ہوئی یہ سب کمبایت میں گئے۔ امیر محمود ترک اور شاہزادہ اہمد بن سلطان مظفر سورت میں آنکر اُن سے ملے ہیبت خاں کے ملنے کی خبر سنکر سعادت خاں (ہیبت خاں) بن سلطان مظفر کمبایت میں گئے اور نربدہ کے کنارہ کو معسکر بنایا اور آپس میں مشورہ کرکے کہ آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بڑودہ میں گئے۔ فیروز خاں نے سر پر چتر رکھا اور سراپردہ سلطنت برپا کیا اور اس کا اعلام کیا اور ہوشنگ کو بھی استعانت و امداد کے لئے خط لکھا۔ سلطان ہوشنگ نے اس شرط پر آنا منظور کیا کہ حصول مقصد کے بعد ہر منزل پر سو ہزار تنکہ دیے جائیں گے۔ واضح ہو کہ ہندوستان کے اس حصہ میں تنکہ آدھا یا دو تہائی روپیہ کی برابر ہوتا ہے تو سو ہزار تنکہ برابر

۵۰۰۰۰ روپے یا ۶۶۶۶۶ روپے کے ہوئے) بیباک داس اور جیون داس کی رہنمائی سے زمینداروں کو گھوڑے و خلعت اور فرمان بھیجے گئے اور اطاعت پر دلالت کی گئی سلطان احمد شاہ نے باوجود عنفوان شباب کے کام میں عجلت نہیں کی اور ایک جماعت کے ساتھ ایک مکتوب نصیحت آمیز فیروز خاں پاس بھیجا۔ مگر اس پند و وعظ کی شراب نے فیروز کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کیا۔ آدم بھیجکر کچھ آدمیوں کے ساتھ اُن کے دفع کرنے کو مامور ہوا مگر اُس کو شکست فاش ہوئی۔ بنائیک داس کے نام فتح ہوئی جس سے اُس کو نہایت فتوت ہوئی۔ امرا کو اس کے تسلط کی تاب نہیں ہوئی۔ سب نے اُس کو مکر قتل کر ڈالا۔ اکثر آدمی فیروز خاں سے جدا ہو کر احمد شاہ پاس چلے گئے۔ فیروز قلعہ بروچ میں متحصن ہوا۔ سلطان احمد شاہ نے پھر ایلچی فیروز خاں پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ خدا گان کبیر مظفر شاہ نے اس دیار کے حل و عقد کی باگ مجھ بے مقدار کے قبضہ اقتدار میں دی ہے الحمد اللہ کہ امرا کی اطاعت و انقیاد سے اور موافقت ایام سے سلطنت کو استحکام و کمال ہو گیا ہے تجھکو چاہئے کہ عمر کو بیہودہ کے جمع ہونے پر فریفتہ نہ ہو اور اپنے افعال و اعمال قبیحہ سے نادم ہو کر اعتذار کا دامن پکڑے۔ سرکشی کی بدانجامی سے خوف کر اور اقطاع جو سلطان مظفر شاہ نے تجھکو دی ہیں اُس پر قانع اور میرے الطاف کا منتظر صدہو۔ اس ایلچی کے آنے اور پیغام دینے کے بعد سب نے سوچا اور ہیبت خاں کو سلطان کا سگا چچا تھا بتیجے پاس گیا اور اپنی ندامت کو ظاہر کیا۔ سلطان نے اُس پر نوازش کی۔ سب امرا کے جرایم معاف کردے اور اپنی اپنی جاگیروں میں اُن کو آباد کیا۔

احمد شاہ کا ارادہ بٹن جانے کا تھا کہ اُس نے سنا سلطان ہوشنگ جس کو فیروز خاں نے مدد کے لئے طلب کیا تھا۔ اپنے دار الملک سے چلکر گجرات کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے عماد الملک کو لشکر کثیر کے ساتھ کاوزار کے لئے بھیجا اور خود بھی پیچھے ایک جماعت صوری و معنوی کے ساتھ روبراہ ہوا۔ جب ہوشنگ کے نزدیک عماد الملک آیا تو اُس نے کوچ پر کوچ بے توقف و درنگ نہایت خجالت و انفعال کے ساتھ اپنے دیار کو گیا تو عماد الملک چلا آیا تو سلطان احمد شاہ اساول آگیا ۸۱۵ھ کے آخر میں شیخ احمد کٹھوہ سے استمزار و

استشارہ لیکر سابرمتی کے کنارہ پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام احمد آباد رکھا۔ وہ تھوڑی مدت میں آباد ہوگیا اور سلاطین گجرات کا دار الملک بن گیا۔ قصبہ اساول اس شہر کا ایک محلہ ہوگیا۔ بلدہ کے سرے پر کہ دربار شاہی سے متصل ہے تین طاق کاں خشت پختہ اور اُس کا نام ترپولیہ رکھا۔ بازار ایسا چوڑا بنایا کہ اُس میں گاڑیاں پہلو بہ پہلو جا سکتی ہیں کچی اینٹ کی بنائیں اور اُن پر گچ کاری کی۔ قلعہ و جامع مسجد بنائی۔ شہر سے باہر ۳۶ پورہ آباد کئے۔ ہر پورہ میں مسجد و بازار اور دیوار بند بنائے۔ اس میں یہاں کے بادشاہوں اور بزرگوں کی عمارات گچ و خشت پختہ سے بنی ہوئی ہیں اور اکثر گنبدی کے ہیں۔ غرض یہ شہر سوا ہے اور بعض خصوصیات میں ہندوستان میں بے نظیر ہے۔

۸۱۱ھ میں کچھ دن باقی تھے کہ فیروز خاں وجیہت خاں نے ملک بدر علاء کے بہکانے سے بغاوت کے گھوڑے چمکائے۔ راجہ ایدر رن مل رائے پانچ ہزار سوار اپنے ساتھ رکھتا تھا اُس کو اپنے ساتھ اس وعدہ پر متفق کیا کہ قلعہ ایدر اُس کو عطا کیا جائیگا۔ سید ابراہیم المخاطب بہ رکن الدین خاں جاگیردار مہراسہ کو بھی اپنے ساتھ یک جہت کر کے خوب جمعیت فیروز خاں نے بہم پہنچائی۔ سلطان احمد شاہ نے لشکر کو جمع کیا اور مہراسہ پر متوجہ ہوا۔ اثنار راہ میں رکن الدین کے بہکانے سے فتح خاں احمد خاں سے برگشتہ ہوکر فیروز خاں سے مل گیا۔ احمد شاہ جب مالوہ کی حدود میں آیا تو اُس نے علماء کی ایک جماعت کو بدر اور رکن الدین خاں پاس بھیجا کہ پردہ غفلت کو اُن کی نظر بصیرت سے اُٹھا کر راہ راست پر ہدایت کریں۔ مگر ان علماء نے دلا کے موافق جواب نہ پایا وہ دلگیر ہوکر سلطان احمد شاہ پاس آئے۔ وہ افواج و صفوف کو آراستہ کر کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس طرف سلطان کے مقابلہ میں بڑے بڑے آدمی آئے ابھی سیف و سنال کی استعمال کی نوبت نہیں آئی تھی کہ احمد شاہ کی صولت بادشاہی اُن کے دل میں ایسی بیٹھی کہ وہ قلعہ میں بھاگ گئے۔ احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور چند آدمی بھیجکر صلح کی ترغیبیں دیں۔ ملک بدر اور انکس خاں نے مکرر کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں امیر قلعہ کے نزدیک آکر عہد و قرار کریں تو ہماری خاطر جمع ہو کہ ہم باہر آئیں سلطان کی

ملازمت کریں۔ سلطان احمد شاہ اُن کے مکر و حیلے سے خائف تھا اُس نے اپنے امراء کبار کو حسب الالتماس اُن کے قلعہ کے دروازہ کے قریب بھیجدیا۔ فیروز خاں کے وکیل ملک بدر اور انکس خاں آئے ملالمت کی باتیں کیں اور دیر تک قلعہ کھولا امراء احمد شاہی سوار اُن کے نزدیک گئے اور باتوں میں مشغول ہوئے کہ ناگاہ ایک جمعیت خندق کی کمین سے نکلی اور اُن کی طرف متوجہ ہوئی اُزدہ خاں و عزیز الملک توگھوڑے بگاکر احمد شاہ پاس پہنچے۔ نظام الملک سعید الملک گرفتار ہوئے۔ جب اُن کو قلعہ میں لے جاتے تھے تو وہ پکار پکار کہتے کہ ہم خود گرفتار ہوئے ہیں سلطان ہمارے حال کا لحاظ کچھ نہ کرے اور قلعہ پر تاخت کرے کہ وہ ایک حملہ میں ہاتھ آجائیگا۔ ملک بدر نے ان دونوں کے پانوں میں زنجیریں ڈالکر ایک اندھیرے گھر میں بند کیا وہ سمجھتا تھا کہ جب تک یہ امیر قید رہینگے اہل قلعہ احمد شاہ کے ہاتھ سے محفوظ رہینگے۔ احمد شاہ نے جنگ سلطانی کر کے ایک دن میں قلعہ کو فتح کر لیا۔ ملک بدر و انکس خاں کو مار ڈالا۔ نظام الملک و سعید الملک دونوں سلامت نکلے اور احمد شاہ کی ملازمت میں مستعد ہوئے۔ فیروز خاں و رن مل دونوں جنگل و کوہ ایدر میں چلے گئے بعد چند روز کے رن مل راجہ ایدر نے اپنے کام کا علانیہ یہ کیا کہ فیروز خاں کے ساتھ غدر کیا اور اُس کے ہاتھیوں اور خزانہ کو لیکر سلطان احمد شاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ مالگزاری کے لئے عجز و زاری شروع کی۔ سلطان فتحیاب کے احمد آباد میں آگیا۔ فیروز خاں بھاگ کر ناگور میں گیا اور وہاں کے حاکم کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

۸۱۴ھ میں ملک شیہ و ملک بہکن و آدم خاں افغان و ملک عیسیٰ سالار نے فتنہ خواہیدہ کو بیدار کیا متمرد زمینداروں کو اپنا یار بنایا اور ولایت گجرات میں تاخت و تاراج شروع کی اس زمانہ میں راجہ منڈل و راجہ ناوت و بدہوا نے سلطان ہوشنگ پاس اپنے آدمی بھیجکر گجرات کی تسخیر کے لئے تحریص کی۔ سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے حقوق سابق کو بالائے طاق رکھا اور گجرات کی طرف متوجہ ہوا اور اُس کی خرابی و تاراج میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی سلطان احمد نے تو راجہ جلوارہ پر فوج کشی کی تھی اب اُس نے دیکھا کہ فتنہ خانہ دونوں طرف سے اُٹھا تو اپنے ایک ایک امیر کو ہر جگہ کے امیر سے لڑنے کے لئے بھیجا اور خود سلطان

ہوشنگ کے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ جب موضع باندھو میں پہنچا جو نواحی چنبار کے نزدیک ہے تو اُس نے عماد الملک سمرقندی کو ایک فوج بزرگ کے ساتھ اپنے سے پہلے ہوشنگ سے لڑنے کو بھیجا۔ جب اُس نے سنا کہ سلطان احمد کا غلام اُس سے لڑنے آتا ہے اپنی شان کو ارفع سمجھکر اپنی ولایت کو مراجعت کی عماد الملک نے اس جماعت کو تتر بتر کیا جو اس فساد کی محرک اور باعث تھی اُس کو بادشاہ کی خدمت میں لایا ہوشنگ نے اس کے لئے ناحق کا بہانہ بنایا ورنہ وہ بھی اپنا کوئی غلام احمد شاہ کے غلام سے لڑنے کو بھیجتا جب احمد شاہ اپنے غلام کی مدد کو آتا تو یہ اپنے غلام کی مدد کو جاتا۔ جب ہوشنگ بھاگ گیا تو اور امرا بھی اُس کے احمد شاہ کے امرا کے سامنے نہ ٹھیرے بھاگ گئے۔ شہزادہ لطیف خاں اور نظام الملک نے شیر ملک احمد سرکھی کا تعاقب کیا وہ وساوس نفسانی و خطرات شیطانی سے باغی ہوئے تھے۔ اُن کے گھر پر جاکر اُن کے احمال اور اثقال پر وہ متصرف ہوئے۔ تب ناچار ہوکر شیر ملک اور احمد شیر کھچی پر کر لڑے اور شکست پائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ رات کو نے پیچھے سے دشمن پر شب خون مارا مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ اور ایک جماعت کو مار کر بھاگ گئے ریح صحیح نام گرنار ہے پاس بھاگ گیا احمد شاہ اپنی دار السلطنت کو آیا۔

سورتمہ کا دیس ایسا ہے کہ وہ ہمیشہ ہندوؤں کو عزیز رہا ہے۔ اس کو دنیا میں وہ بنا بیٹھنے جانتے ہیں۔ اس سرزمین میں صاف دریا بہتے ہیں۔ اس میں اچھی نسل کے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں خوبصورت پیاری پیاری شکل کی عورتیں ہوتی ہیں جن اس کو مقدس جانتے ہیں۔ اُن کے دیوتا اور ارشت نمی کی سرزمین وہ ہے اور اور ہندو اُس کو متبرک اس لئے سمجھتے ہیں کہ اُن کے دیوتا اور سری کرشن کا دیس ہے۔ ترتمہکر کے یہ یعنی جس مقدس پہاڑ گرنار اور شترنجای کی جانب کو ہیں اور وشنو کے چیلے سورتمہ کا خیال ایسا رکھتے ہیں کہ صبح کو ماتھے پر گوپی چندن کا تلک لگاتے ہیں، شیو کی پوجا کرنے والے سورتمہ کے سنکھ میں قعقعہ شنکر کی زمزمہ سرائی کرتے ہیں اور راجپوت اور بھاٹ راکھنکار کی بہادری کی تعریف کرتے ہیں اور رانگ دیوی کی قسمت کے لئے روتے ہیں اور ہر شام کو دہات کے درختوں کے نیچے سورتمہ کی ستایش میں یہ اسلوک پڑھتے ہیں جس کا

ترجمہ یہ ہے کہ سورتمہ میں پانچ رتن ہیں گھوڑے اور ہاتھی عورتیں سونا تمام ہی مسلمان ہیں لیکن تعریف میں خاموش نہیں ہیں۔ مرآۃ سکندری میں لکھا ہے کہ زرخیزی و شادابی لکھوں مالوہ اور گجرات کی بہ نسبت سورتمہ میں زیادہ دولت ہے۔ اس میں اُن ملکوں کی ساری عمدہ و نفیس قیمت چیزیں ہر جگہ نظر آتی ہیں وہ ان ممالک کی زمین کی ساری خوبیوں میں برابر ہے۔ مگر فضیلت و فخر اسی کو حاصل ہے کہ اس میں بندرگاہیں جن سے تاجر دولت لکھ کروڑ کماتے ہیں اور جن کی بدولت خشک ملکوں میں عیش و عشرت و آسایش و آرایش کا اسباب جو پہنچتا ہے میں کی ضرورت اس ملک کو ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان احمد شاہ نے گجرات کے قصد کی جب یہ خبر سنی تھی وہ اُس کے دیکھنے کا کمال اشتیاق رکھتا تھا۔ اب تک وہاں کے کسی راجہ نے مسلمانوں کی اطاعت نہیں کی تھی۔ یہاں کے راجہ نے شیر ملک باغی کو پناہ دی تھی اس لئے احمد شاہ کو اس پر حملہ کرنے کے لئے یہ خاصہ سبب اتم آگیا تھا۔ جب احمد شاہ کو جہاں کے قرب آگیا تو اس کا راجہ ہندو راجہ نے کیا۔ مگر مسلمانوں کی جنگ کے تند سیلاب میں کہیں اس کا پیر نہ جما۔ اب تک اُس نے مسلمانوں کی لڑائی کا صدمہ اٹھایا نہ تھا اُس کو شکست ہوئی اور قلعہ گیر۔ اگر تا اس تک اُس کا خاندان گیا گیرا۔ اب اس قلعہ کو جوناگڈھ کہتے ہیں۔ سپاہ اسلام نے قلعہ کے نیچے پہنچکر اس قلعہ کو جا گھیرا کیا کہ راجہ نے تحفہ تحائف بھیجکر سالانہ خراج دینا قبول کیا۔ سلطان نے وہ تحفے مایوں سید ابو القاسم کو تحصیل مال کے واسطے مقرر کیا۔ گجرات کے مختلف حصوں میں ہندو زمیندار پھیلے ہوئے تھے جن کے تھوڑے یا بہت دہات تھے اُن کے مطیع کرنے پر احمد شاہ متوجہ ہوا۔ بعض ان زمینداروں میں سے پہاڑوں اور جنگلوں اور قدرتی حصاروں میں رہتے تھے جو مدت دشوار گذار تھے وہ خراج نہیں دیتے تھے جب تک کہ اُن کے سر پر لشکر نہ پڑے۔ بعض زمیندار جو ایسے مشکل مقامات میں نہیں رہتے تھے۔ وہ اپنی زمین کو چھوڑ کر لشکر میں فرمانبردار کی طرح حاضر ہوتے تھے اُن کے پیچھے سپاہ پہرے پہرتے تک جاتی تھی اور ان کو مصالحت پر راضی ہو جاتی تھی اور انکی منضبط جاگیریں ان کو پھر دی جاتی تھیں۔ جب اُن کے سر پر سپاہ اشہ جاتی تو بعض وہی اپنا خود سری کا طریقہ اختیار کرتے تھے۔ بعض زمیندار مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا طریقہ کچھ

شائستہ ہوگیا تھا۔ اُن کے ساتھ ایسی زبردستی نہیں کرنی پڑتی تھی۔

مراۃ احمدی میں لکھا ہے کہ سلطان علاء الدین کے زمانہ میں اُس ملک میں مذہب اسلام کا چرچا ہوا جو نہر والہ پٹن کے مغرب سے بڑودج کے مشرق تک پھیلا ہے۔ مگر پھر بھی بہت سے مقامات میں کفر رائج تھا۔ سلاطین گجرات کی سعی سے بتدریج اس کفر کی ضلالت دور ہوئی اور سلطان احمد شاہ کی عرق ریزی سے بہت سے کافر نورِ ایمان سے منور ہوئے ۱۸۱۴ھ میں ملک تحمو کو نواح ملک گجرات سے دیکر خاص حکم اُس کو یہ دیا کہ وہ کافروں کے بت خانوں کو ڈھا دے اور گجرات میں اسلام کی حکومت سطوت دکھا دے۔ اُس نے اس اپنے فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ فرشتہ نے کہا ہے کہ ممالک گجرات کا ضبط اُس نے ایسا کیا کہ کل مملکت میں گراس اور میواس نام کو باقی نہیں رہنے دیا گراس اور میواس دو فرقے زمینداروں کے تھے جن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رعیت اور متعلقین بہت اپنے گاؤں کو چھوڑ کر اور ویران کر کے کسی ایسی پناہ گاہ میں چلے جاتے تھے کہ وہاں پہنچنے غارت گری کرتے تھے اور اُنکی سزا سے بچے رہتے تھے جب اُنکو مسلمانوں کی سپاہ نہایت تنگ کرتی تھی تو وہ خراج دیتے تھے۔

احمد شاہ کے باب میں ہندو بھاٹوں اور کیشوؤں نے رزمیہ قافیے بنا کے ہیں گو وہ بیانی لحاظ سے معرا ہیں مگر بعض خانگی امور ان میں ایسے لکھے ہیں کہ اُن سے اس زمانہ کا حال معلوم ہوتا ہے اُن کو ہم نیچے لکھتے ہیں۔

احمد شاہ کا ہندو رئیسوں کی لڑکیوں سے بیاہ کرنیکے لئے چاپلوسی کرنا

بھاٹ و کیشوؤں کے بیان کی سند پر ہم لکھتے ہیں کہ جب بادشاہ نے مملکت باگیلہ کو لیا تو اُس خاندان میں دو بھائی برہو جی اور جیتو جی نے سرکشی کے لئے سر اُٹھایا۔ اہل واقعات کے قریب ایک ملک ہل کہلاتا تھا اس میں اپنے کنبے کو خیر و عافیت سے رکھنے کے لئے ایک بھائی نے بھیلاری گڈھ اور دوسرے بھائی نے سروہار کو پسند کیا اسی سبب سے ایک بھائی کی اولاد بھیلاریہ اور دوسرے کے سروہار باگیلہ کہلاتی تھی یہ سردار اپنے کنبے کو چھوڑ کر اور بڑا دم سواروں کے قریب ساتھ لیکر احمد آباد تک لوٹ مار کرتے تھے۔ کبھی دن کو کبھی رات کو احمد آباد کے دہات لوٹتے تھے اور کبھی آدمیوں کو پکڑ کر لے جاتے تھے۔ سلطان احمد شاہ اُن کی تنبیہ کے

بہت کوشش کرتا تھا مگر کامیاب نہ ہوتا۔ آخر کو ان سرکشوں کی بیخ کنی زندگی میں کی جن سے اُن کو بہت تکلیف ہوئی اور اُن کے سوار ہی مرگئے۔ احمد آباد اور کری کے درمیان سڑک پر سان نج کے قریب ایک گاؤں ناش مدنما۔ اُس کے نال پر یہ دونوں بھائی ایک رات کو پہونچے۔ بہت سویرے صبح کو ایک ہنڈاری اکھو راجپوت کی کمات کی گاڑی اپنے کیت کو لئے جاتا تھا۔ باگیلہ کے نوکر نے جب گاڑی کو نزدیک آتے دیکھا تو وہ چھپ گیا۔ بھائیات نے اکھو سے کہا کہ یہاں لوٹیرے آئے ہوئے ہیں جلدی سے یہاں سے نکل جاؤ۔ اکھو نے کہا کہ لوٹیروں سے ڈر نہیں۔ ان میں کوئی راجپوت میری مانند نہیں ہے اگر ہوتا تو تین ان میں سے گراس زمین اکو پر حاصل کر لیتا۔ ایک باگیلہ کے نوکر نے یہ بات سن کر اپنے سرداروں سے جا کہی۔ اُنھوں نے اس راجپوت کو بلایا۔ اکھو ہنڈاری ان بھائیوں کے پاس آیا۔ اُنھوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کہا تھا تو وہ اپنے دل میں سوچا کہ میں نے تو ایک ہنسی سے بات کہی تھی مگر یہاں اب اُس کے کہنے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اُس نے کہا کہ میرے سوامی میں نے یہ کہا کہ اگر میری مانند کوئی راجپوت تم میں ہوتا تو اپنی زمینوں کو تین دن میں پھر لے لیتا۔ یہ سنکر بھائیوں نے راجپوت سے کہا کہ ہم تجھکو ایک ہزار روپیہ کا گھوڑا دیتے ہیں اور جو کچھ تو مانگے وہ دینگے تو ہمارے ساتھ چل۔ وہ اُس کو لیکر احمد آباد کی طرف چلے۔

جمعہ کے روز بادشاہ کے اہل حرم اور امیر زادیاں سریچ کے قریب ایک مقدس مزار کی زیارت کو آیا کرتی تھیں۔ پانچسو گاڑیوں میں وہ سوار ہوتی تھیں اور بڑا جوکی پہرا اُن کے ساتھ ہوتا تھا۔ ساری گاڑیوں سے کچھ فاصلہ پر ملازم رہتے تھے۔ یہ مستورات مزار کی زیارت کو جاتی تھیں۔ اکھو ہنڈاری نے ان بھائیوں سے کہا کہ تم ان عورتوں کو نہیں گرفتار کروگے تو تم کو تمہاری زمین پھر نہ ملے گی۔ ان مستورات کی گاڑیاں مزار کے احاطہ میں اتر گئیں تو راجپوت سواروں نے جا کر اُن کو گھیر لیا۔ بادشاہ کی بیگم نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اُنھوں نے کہا کہ ہم درہو اور جیتو ہیں ہماری آبائی ریاستیں ضبط ہو گئی ہیں۔ اب ہم نے مرنے کو جی میں ٹھان لیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ان گاڑیوں کو پکڑ کر لے جائیں۔ بیگم نے کہا کہ اگر تم مجھ کو

بے عزت کروگے تو میں مرجاؤنگی۔ نہیں تو میں شہر میں جاکر فوراً تمہاری زمینیں تم کو دلوا دونگی۔
اُس نے اس بات پر قسم کھائی تو سوار چلے گئے۔ جب بیگم کی سپاہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ لڑنے
پر حملہ کرنے کو تیار ہوئے۔ مگر بیگم نے منع کردیا کہ راجپوتوں کو ستاؤ نہیں۔ بیگم اپنے شہر میں گئی
رات کو اپنے محل میں خفا خفا بیٹھی اور روشنی کو بھی منع کردیا۔ بادشاہ کو جب اس کی خبر ہوئی
وہ اس پاس آیا اور اُس سے پوچھا کہ خیر تو ہے آج کیا ہوا۔ اُس نے اپنی سفدی کھائی اور کہا
کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان بھائیوں کو ان کی زمینیں دلوا دونگی۔ آپ اُن کو بلوائیے
اُن کی زمینیں واگذاشت کیجئے۔ اگر وہ میری گاڑی کو لے جائے تو پھر بادشاہ کی فرمانروائی
قایم رہتی۔

بادشاہ نے احمد آباد میں ان بھائیوں کو عزت کے ساتھ بلایا۔ اور اُن کو خلعت دینے
کا وعدہ کیا۔ بیگم نے ان کو کہلا بھیجا کہ وہ پالری میں سفید چاہ کے قریب ٹھہریں صبح کو میں
باندھیر یعنی اوّل اُن پاس بھجواؤنگی۔ اُنھوں نے یہی کیا۔ بادشاہ کے حکم سے اُس کے وزیر بہت
اور موتی چند وہاں گئے اور ایک باغبان کی معرفت دربھوجی اور جیتوجی کو اپنے پاس بلوایا
باگھیلوں نے اُن سے پوچھا کہ اس بات کی کیا کفالت ہے کہ ہم گرفتار ہوکر قید خانہ میں ڈالے جینگے
وزرا نے کہا کہ ہم خود کفالت ہیں کہ نہ آپ پکڑے جائینگے نہ قید خانہ میں ڈالے جائینگے۔ اُنھوں
نے قسم کھائی اور اُن کو شہر کی طرف لائے۔ شام کے وقت وہ شہر کے دروازہ میں آئے
وہاں اُنھوں نے سڑک کے ایک طرف ایک عورت کو بے پردہ بیٹھے دیکھا۔ باگھیلوں نے پوچھا
کہ یہ کس قوم کی عورت ہے۔ وزرا نے جواب دیا کہ وہ برہمنی یا بنیانی معلوم ہوتی ہے تو اُنھوں
نے وزیروں سے پوچھا کہ آپ کی قوم کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ بنیا تو دربھوجی نے کہا
کہ بھائی یہ وزیر اس عورت کی اولاد میں سے ہیں کہ وہ گھلے دن میں اس طرح بے پردہ
بیٹھی ہے اگر بادشاہ ہم کو پکڑ کر بندی خانہ میں ہم کو بند کردیگا تو اُن کو کیا شرم آئیگی اس لئے بہتر
ہوگا کہ یہاں سے ہم اولٹے چلے جائیں۔ اُنھوں نے وزرا سے کہا کہ ہم تمہاری کفالت پر اعتماد
کرتے اس لئے وہ پھر سفید چاہ پر آگئے۔ وزرا نے بادشاہ سے یہ سرگذشت بیان کی

بادشاہ نے ان بھائیوں پاس آدمی بھیجکر بے اعتمادی کی وجہ کو اُن سے پوچھا۔ باگھیلوں نے کہا کہ
جب تک کفالت عمدہ نہ کیجائیگی ہم نہیں آئینگے۔ بادشاہ نے اپنے بعض امیروں کو کفالت میں
بھیجا تو راجپوت شہر کی طرف آئے۔ شام کا وقت تھا اور رستہ بھی تنگ تھا۔ ایک بڑھائی
چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے چلی جاتی تھی۔ جب اُس نے سواروں کو دیکھا تو اُس نے پھینکنے کی طرف توجہ
کی مگر کوئی جگہ نہ ملی تو اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ میرا کا اقتضا نہیں ہے کہ غیر آدمی پٹھان کی لڑکی کی
صورت دیکھے وہ کنوئیں میں گر پڑی۔ اُسکے گرنے کی آواز سنکر لوگ آئے اور اُسکو باہر نکالا
تو معلوم ہوا کہ وہ کون تھی اور کیوں کنوئے میں گری تھی۔ تو دربھوجی اور جیتو کو اعتماد ہوا کہ ایسی عورت
کی اولاد کی کفالت پر اعتماد ہوسکتا ہے۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آئے۔ اُنھوں نے اُنکے پرانے
کپڑے اُتروائے اور نئے کپڑے پہنائے اُنکے پرانے کپڑوں میں سے دو سیر جوئیں نکالی گئیں۔
جنگل میں راجپوت ایسی مصیبت اُٹھاتے تھے۔

یہ دونوں بھائی جانتے تھے کہ بادشاہ اُن سے کس طرح خوش ہوگا اسلئے اُنھوں نے اپنی
بہن لالا کا بیاہ بادشاہ سے کردیا۔ بادشاہ نے اُنکو کول میں پانچ سو دہات دیہ دیئے اُنھوں نے
پوچھا کہ ان دہات کو وہ کس طرح آپس میں تقسیم کرینگے تو دربھوجی نے کہا کہ رسم کے
موافق بڑا بھائی بڑا حصہ بہ نسبت چھوٹے بھائی کے لیگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس رسم کی
اصل کیا ہے تو چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ اُسکی وجہ زور ہے۔ احمد شاہ نے کہا کہ
دونوں بھائیوں نے مصائب برابر اُٹھائے ہیں اسلئے دونوں کو برابر حصہ لینا چاہیے اور جیتو نے
ڈھائی سو دہات کول میں لیے اور چھوٹے بھائی نے ڈھائی سو دہات سانتلپور میں لئے۔ بڑے بھائی
نے ایسا انتظام کیا تھا کہ بڑے بھائی کے حصہ میں اچھی پیداوار کی زمین آئی مگر تھوڑے عرصہ میں چھوٹے بھائی
کی زمین میں گیہوں اچھے پیدا ہونے لگے اور بڑے بھائی کی زمین میں اول اُتنا ہی مکئی سے
پیدا ہوتے۔ بعد اسکے ایک ٹھاکر جسکے پاس تین سو چوالیس دہات تھے اور اسکا نام بیرا
سانت سنگھ تھا۔ بادشاہ کے محل کے نیچے سڑک پر جاتا تھا۔ گرمی کا موسم تھا اور بیرا
چلچلاتی پڑ رہی تھی اور اُسنے اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا تھا اور بیرا ایک کھڑکی میں بیٹھے

ہوئے تھے اونہوں نے چمیڑ سے کہا کہ یہ کون منہ چھپائے جاتا ہے۔ سامنت سنگھ
سُنکر کہا کہ میں کیوں اپنا منہ چھپاؤں۔ وہ اپنا منہ چھپا میں جنہوں نے مسلمانوں سے
لڑکیوں اور بیٹیوں کی شادیاں کر دی ہیں۔ ورہو اور جیتو یہ سُنکر بڑے غصہ ہوئے
اور اونہوں نے قسم کھائی کہ اگر سامنت سنگھ کی بیٹی کسی مسلمان سے نہ بیاہی جائے تو
اپنا نام ورہو اور جیتو نہ رکھینگے اور ذلیل ہو جائینگے۔ سامنت سنگھ اپنے گھر چلا گیا۔ اور
بھائیوں نے موقع پاکر بادشاہ سے کہا کہ بھولا کے سرداروں نے اونکو اسطرح غصہ دلایا ہے
علاج یہی ہے کہ بادشاہ اونکی بیٹی سے شادی کرے۔ اوسکی عمر چودہ برس کی ہے اور خوبصورتی
میں مشہور ہے۔ بادشاہ نے اونکی التماس کو قبول کیا اور اپنے امیروں کو حکم بھیجا کہ جب
دربار میں آوے تو اوسے درخواست کرنا کہ وہ اپنی بیٹی سے میرا بیاہ کر دے۔ امیروں
نے جواب دیا کہ حضور سامنت سنگھ جنگل کا رہنے والا ہے۔ وہ ہماری درخواست کو کب
سنے گا۔ ہمکو نہایت مشکل ہے کہ اوسے یہ درخواست کریں تو بادشاہ نے کہا کہ جب وہ
دربار میں آئے تو مجھے یہ بات یاد دلانا۔ میں اوس سے خود کہونگا۔ ایک دن دربار میں سامنت سنگھ
آیا۔ امرا نے بادشاہ کو امر مذکور یاد دلایا۔ اوسنے سامنت سنگھ سے پوچھا کہ تیرے کتنے بیٹے
ہیں اوسنے جواب دیا کہ میرے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ لڑکی کی عمر
کتنی ہے ٹھاکر نے جواب دیا کہ سات برس کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ راجپوت اپنی بیٹیوں کے
بیاہنے میں بہت دیر کیوں لگاتے ہیں تو اوسنے جواب دیا کہ لڑکی کے بیاہنے میں میرے
تین ہزار روپے خرچ ہونگے اسقدر روپیہ بچانا مجھے مشکل ہے۔ اور سوا اسکے اگر لڑکی کی عمر
میں شادی کر دی جائے اور وہ مر جاوے تو اتنا روپیہ اکارت جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا
سامنت سنگھ اپنی لڑکی تو مجھے بیاہ دے۔ تو ٹھاکر نے کہا کہ حضور نے خوب ارشاد کیا میں سنا ہے
کہ ہندو راجاؤں کی بہت سی لڑکیاں حضور کی حرم میں ہیں جیسے کہ کلول کے راجہ کی اور بلاد
کے راجہ کی اور اور راجاؤں کی۔ اگر میری لڑکی بھی اونکے ساتھ ہو تو اوسکی خوش نصیبی
مگر ابھی میری لڑکی عمر میں چھوٹی ہے۔ اور اوسکی صورت بھی حضور کی پسند کے لائق نہیں۔

مگر میرے رشتہ مندوں میں بعض لڑکیاں بادشاہ کے ویتی ہیں اونمیں سے کسی کا بادشاہ سے
بیاہ کرا دونگا۔ بادشاہ نے کہا خواہ کچھ ہی ہو تو اپنی لڑکی کو مجھ سے بیاہ۔ ٹھاکر نے ہر چند لڑکی
کی چھوٹی عمر ہونے کے کہے مگر بادشاہ نے ایک نہ مانا تو اوسنے قبول کر لیا۔ ٹھاکر اپنے گھر گیا۔
بادشاہ نے ورہو اور جیتو کو بلا کر کہا کہ تم کہتے تھے کہ سامنت سنگھ کسیطرح نہیں بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا
وہ تو راضی ہو گیا۔ اونہوں نے کہا کہ اوسنے قبول تو کیا مگر راجپوتوں کے ایک رسم ہوتی ہے کہ
دلہن کے لئے کچھ کپڑے اور جواہر بھیجتے ہیں اوسکو بنست کہتے ہیں۔ اگر سامنت سنگھ اس بنست
کو لے تو ہم جانیں کہ بیاہ کا فیصلہ ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ پاس سامنت سنگھ آیا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اپنی لڑکی
کے لئے بنست لے تو اوس نے کہا کہ میں گھر جاکر کہونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنے گھر پروہت کو
ساتھ لیجاؤ۔ ٹھاکر کو زبردستی بنست دیگئی۔ بادشاہ نے پھر بھائیوں کو بلا کر کہا کہ تم نے کہا تھا کہ سامنت
بھوٹ ہوا تھا کہ سامنت سنگھ اپنی بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا۔ ایسی دوسری دفعہ جھوٹ ہوا
کہ وہ بنست نہیں لیگا۔ اوس نے بنست لے لی۔ پھر ان بھائیوں نے کہا کہ اب وہ بیاہ کی تاریخ
نہیں ٹھہرائیگا دوسری ملاقات میں بادشاہ نے سامنت سنگھ سے کہا کہ بیاہ کی تاریخ مقرر کر دے
تو اوسنے عرض کیا کہ میں دس مہینے سے یہاں آیا ہوا ہوں میں گھر جاؤنگا اپنی آ۔ نی کو دیکھونگا
ایک سال میں شادی کا سامان تیار کرونگا۔ میرے پاس بالفعل بادشاہ کے ساتھ لڑکی کی
شادی کرنیکے لئے کچھ نہیں ہے۔ کچھ انتظار فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا کہ خزانہ سے جسقدر روپیہ
کی ضرورت شادی کے لئے ہو لیجا اور تاریخ مقرر کر دے اوسنے جواب دیا کہ حضور اگر میں
روپیہ اس کام کے لئے خزانہ سے لونگا تو میری ساکھ میں فرق آئیگا۔ بادشاہ نے زبردستی
اوسکے ساتھ خزانہ کا ایک اونٹ کر دیا۔ اس سے سامنت سنگھ نے جبل میں ایک قلعہ
جنگلی بنایا اور بارود گولی جمع کی۔ اوسنے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اب آؤ اور لڑکی کو بیاہ لے جاؤ
جبل سے چودہ میل پر ایک پہاڑی نہایت خطرناک جگہ میں تھی۔ وہاں ایک قلعہ تھا اسکو
دھوری یا دتی کہتے تھے۔ اس میں ایک بڑا محل اوسنے بنایا اور زمین کے اندر ایک بڑا غار کھودا

ہوئے تھے اونہوں نے چمیرسے کہا کہ یہ کون مُنہ چھپائے جاتا ہے۔ سامنت سنگھ
سُنکر کہا کہ میں کیوں اپنا مُنہ چھپاؤں۔ وہ اپنا مُنہ چھپا ہیں جنہوں نے مسلمانوں سے
لڑکیوں اور بیٹیوں کی شادیاں کردی ہیں۔ ورہو اور ہیتو یہ سُنکر بہت خفا ہوئے
اور اونہوں نے قسم کہائی کہ اگر سامنت سنگھ کی بیٹی کسی مسلمان سے بیاہی گئی تو
اپنا نام ورہو اور ہیتو نہ رکھینگے اور ذلیل ہو جائینگے۔ سامنت سنگھ اپنے گھر چلا گیا
بھائیوں نے موقع پاکر بادشاہ سے کہا کہ بیولا کے سردار نے اونکو اچھا خاصا
علاج یہی ہے کہ بادشاہ اوسکی بیٹی سے شادی کرے۔ اوسکی عمر چودہ برس کی ہے
میں شہور ہے بادشاہ نے اونکی التماس کو قبول کرلیا اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ
جب دربار میں آوے تو اوسے درخواست کرنا کہ وہ اپنی بیٹی سے میرا بیاہ کردے
نے جواب دیا کہ حضور سامنت سنگھ جنگل کا رہنے والا ہے۔ وہ ہماری درخواست کب
سنے گا۔ ہمکو نہایت مشکل ہے کہ اوسے یہ درخواست کریں تو بادشاہ نے کہا کہ جب وہ
دربار میں آئے تو مجھے یہ بات یاد دلانا۔ میں اوس سے خود کہونگا۔ ایک دن وہ دربار میں
آیا۔ امرا نے بادشاہ کو امر مذکور یاد دلایا۔ اوسنے سامنت سنگھ سے پوچھا کہ تیرے کتنے بیٹے
ہیں اوسنے جواب دیا کہ میرے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ لڑکی کی عمر
کتنی ہے ٹھاکر نے جواب دیا کہ سات برس کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ راجپوت بیٹی کے
بیاہنے میں بہت دیر کیوں لگاتے ہیں تو اوسنے جواب دیا کہ لڑکی کے بیاہنے میں بہت
تین ہزار روپیے خرچ ہونگے اسقدر روپیہ یکجا نا مجھے مشکل ہے۔ اور سوا اسکے اگر لڑکی کا بھائی
میں شادی کردی جائے اور وہ مرجاوے تو ناحق روپیہ اکارت جاوے۔ بادشاہ نے کہا کہ اب
سامنت سنگھ اپنی لڑکی تو مجھے بیاہ دے۔ تو ٹھاکر نے کہا کہ حضور نے خوب ارشاد کیا ہے
کہ ہندو راجاؤں کی بہت سی لڑکیاں حضور کی حرم میں ہیں جیسے کہ کول کے راجہ کی اور
کے راجہ کی اور اور راجاؤں کی۔ اگر میری لڑکی بھی اونکے ساتھ ہو تو اوسکی خوش نصیبی ہے
مگر ابھی میری لڑکی عمر میں چھوٹی ہے۔ اور اوسکی صورت بھی حضور کی پسند کے لائق نہیں

مگر میرے رشتہ مندوں میں بعض لڑکیاں بادشاہ کے لائق ہیں اُنمیں سے کسی کا بادشاہ سے
بیاہ کرادونگا۔ بادشاہ نے کہا خواہ کچھ ہی ہو تو اپنی لڑکی کو ضرور سے بیاہ۔ ٹھاکر نے بہت عذر لڑکی
کی چھوٹی عمر ہونے کے کیئے مگر بادشاہ نے ایک نہ مانا تو اوسنے قبول کرلیا۔ ٹھاکر اپنے گھر گیا۔
بادشاہ نے ورہو اور ہیتو کو بلاکر کہا کہ تم کہتے تھے کہ سامنت سنگھ مجھے بیٹی بیاہنے پر راضی نہ ہوگا
وہ تو راضی ہوگیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اوسنے قبول تو کیا مگر راجپوتوں کے ایک رسم ہوتی ہے کہ
دلہن کے لئے کچھ کپڑے اور جواہر بھیجتے ہیں اوسکو بنست کہتے ہیں۔ اگر سامنت سنگھ اس بنست
کو لے تو ہم جانیں کہ بیاہ کا فیصلہ ہوگیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ پاس سامنت سنگھ آیا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اپنی لڑکی
کے لئے بنست لے تو اوس نے کہا کہ میں گھر جاکر لے لونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنے گھر بنست کو
ساتھ لیجاؤ۔ ٹھاکر کو زبردستی بنست دیگئی۔ بادشاہ نے پھر بھائیوں کو بلاکر کہا کہ تمنے کہا تھا کہ سامنت سنگھ
بھوٹ ہوا تھا کہ سامنت سنگھ اپنی بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا۔ ایسی دوسری دفعہ بھوٹ ہوا
کہ وہ بنست نہیں لیگا اوس نے بنست لے لی۔ پھر ان بھائیوں نے کہا کہ اب وہ بیاہ کی تاریخ
نہیں ٹھہرائیگا دوسری ملاقات میں بادشاہ نے سامنت سنگھ سے کہا کہ بیاہ کی تاریخ مقرر کرلے
تو اوسنے عرض کیا کہ میں دس مہینے سے یہاں آیا ہوا ہوں میں گھر جاونگا اپنی آمدنی کو دیکھکر
ایک سال میں شادی کا سامان تیار کرونگا۔ میرے پاس بالفعل بادشاہ کے ساتھ لڑکی کی
شادی کرنیکے لئے کچھ نہیں ہے۔ کچھ انتظار فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا کہ خزانہ سے جسقدر روپیہ
کی ضرورت شادی کے لئے ہو لیجا اور تاریخ مقرر کردے اوسنے جواب دیا کہ حضور اگر میں
روپیہ اس کام کے لئے خزانہ سے لونگا تو میری ساکھ میں فرق آویگا۔ بادشاہ نے بہت
اوسکے ساتھ خزانہ کا ایک اونٹ کردیا۔ اس سے سامنت سنگھ نے جول میں ایک قلعہ
جنگی بنایا اور بارود گولی جمع کی۔ اوسنے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اب آؤ اور لڑکی کو بیاہ لے جاؤ
جول سے چودہ میل پر ایک پہاڑی نہایت خطرناک جگہ میں تھی۔ وہاں ایک قلعہ تھا اسکو
دھری یا دتی کہتے تھے۔ اس میں ایک بڑا محل اوسنے بنایا اور زمین کے اندر ایک بڑا تہ خانہ کرلیا

ہوئے تھے اونہوں نے جیمرے کہا کہ یہ کون مُنہ چھپائے جاتا ہے۔ سامنت سنگھ نے یہ
سُنکر کہا کہ میں کیوں اپنا مُنہ چھپاؤں۔ وہ اپنا مُنہ چھپائیں جنہوں نے مسلمانوں سے اپنی
لڑکیوں اور بیٹیوں کی شادیاں کردی ہیں۔ درہو اور جیتو یہ سُنکر بڑے خفا ہوئے اور
اورانہوں نے قسم کھائی کہ اگر سامنت سنگھ کی بیٹی کسی مسلمان سے نہ بیاہی جاوگی تو ہم
اپنا نام درہو اور جیتو نہ رکھینگے اور ذلیل ہو جائینگے۔ سامنت سنگھ اپنے گھر چلا گیا۔ باگیسر
بھائیوں نے موقع پاکر بادشاہ سے کہا کہ بچولا کے سرداروں کو کسی طرح طعنہ دیا ہی اونکا
طریقہ بھی ہے کہ بادشاہ اونکی بیٹی سے شادی کرے۔ اوسکی عمر چودہ برس کی ہے اور خوبصورتی
میں مشہور ہے بادشاہ نے اونکی التماس کو قبول کیا اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ سامنت سنگھ
جب دربار میں آوے تو اوسے درخواست کرنا کہ وہ اپنی بیٹی سے میرا بیاہ کردے۔ امیروں
نے جواب دیا کہ حضور سامنت سنگھ جنگل کا رہنے والا ہے۔ وہ ہماری درخواست کو کب
سنے گا۔ ہمکو نہایت مشکل ہے کہ اوسے یہ درخواست کریں تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا جب وہ
دربار میں آئے تو مجھے یہ بات یاد دلانا۔ میں اوس سے خود کہونگا۔ ایک دن دربار میں سامنت سنگھ
آیا۔ امرائے بادشاہ کو امر مذکور یاد دلایا۔ اوسنے سامنت سنگھ سے پوچھا کہ تیرے کتنے بچے
ہیں اوسنے جواب دیا کہ میرے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ لڑکی کی عمر
کتنی ہے ٹھاکر نے جواب دیا کہ سات برس کی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ راجپوت اپنی بیٹیوں کے
بیاہنے میں بہت دیر کیوں لگاتے ہیں تو اوسنے جواب دیا کہ لڑکی کے بیاہنے میں میرے دو
تین ہزار روپیہ خرچ ہونگے اسقدر روپیہ کہاں سے فراہم ہو۔ اور سوا اسکے اگر لڑکی کی چھوٹی عمر
میں شادی کردی جائے اور وہ مرجائے تو ناحق روپیہ اکارت جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا
سامنت سنگھ اپنی لڑکی تو مجھے بیاہ دے۔ تو ٹھاکر نے کہا کہ حضور نے خوب ارشاد کیا میں جانتا ہوں
کہ ہندو راجاؤں کی بہت سی لڑکیاں حضور کی حرم میں ہیں جیسے کہ کلول کے راجہ کی اور ایدر
کے راجہ کی اور اور راجاؤں کی۔ اگر میری لڑکی بھی اونکے ساتھ ہو تو اوسکی خوش نصیبی ہے۔
مگر کیا میری لڑکی عمر میں چھوٹی ہے۔ اور اوسکی صورت بھی حضور کی پسند کے لایق نہیں۔

اگر میرے رشتہ داروں میں بھی لڑکیاں بادشاہ کے لایق ہیں اُنمیں سے کسی کا بادشاہ سے
بیاہ کرادونگا۔ بادشاہ نے کہا خواہ کچھ ہی ہو تو اپنی لڑکی کو مجھ سے بیاہ۔ ٹھاکر نے ہرچند عذر لڑکی
کی چھوٹی عمر ہونے کے کئے مگر بادشاہ نے ایک نہ مانا تو اوسنے قبول کرلیا۔ ٹھاکر اپنے گھر گیا۔
بادشاہ نے درہو اور جیتو کو بلاکر کہا کہ تم کہتے تھے کہ سامنت سنگھ مجھے بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا
مگر راضی ہوگیا۔ اونہوں نے کہا کہ اوسنے قبول تو کرلیا مگر راجپوتوں کے ایک رسم ہوتی ہے کہ
جس کے بچے کچھ کپڑے اور جواہر پہنتے ہیں اوسکو بسنت کہتے ہیں۔ اگر سامنت سنگھ اس بسنت
کو لے تو ہم جانیں کہ بیاہ کا فیصلہ ہوگیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ پاس سامنت سنگھ آیا۔ بادشاہ نے اوس سے کہا کہ اپنی لڑکی کی
لے بسنت لے تو اوس نے کہا کہ میں گھر جاکر لے لونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنے گھر بسنت کو
نہ بھیجو۔ ٹھاکر کو زبردستی بسنت دیگئی۔ بادشاہ نے پھر بھائیوں کو بلاکر کہا کہ تمہارا کہنا جیسے پہلی دفعہ
پورا ہوا تھا کہ سامنت سنگھ اپنی بیٹی بیاہنے پر راضی نہیں ہوگا۔ ایسی دوسری دفعہ جھوٹ ہوا
کہ وہ بسنت نہیں لیگا۔ اوس نے بسنت لے لی۔ پھر ان بھائیوں نے کہا کہ اب وہ بیاہ کی تاریخ
مقرر کرلیگا دوسری ملاقات میں بادشاہ نے سامنت سنگھ سے کہا کہ بیاہ کی تاریخ مقرر کردے
اوسنے عرض کیا کہ میں دس مہینے سے یہاں آیا ہوا ہوں میں گھر جاؤنگا اپنی آمدنی کو دیکھونگا
اگلے سال میں شادی کا سامان تیار کرونگا۔ میرے پاس بالفعل بادشاہ کے ساتھ لڑکی کی
شادی کرنیکے کچھ نہیں ہے۔ کچھ انتظار فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا کہ خزانہ سے جسقدر روپیہ
بطور شادی کے لے لیجا اور تاریخ مقرر کردے اوسنے جواب دیا کہ حضور اگر میں
یہ کام کے لئے خزانہ سے لونگا تو میری ساکھ میں فرق آئیگا۔ بادشاہ نے زبردستی
سامنت کے ساتھ خزانہ کا ایک اونٹ کردیا۔ اس سے سامنت سنگھ نے جیول میں ایک قلعہ
بنایا اور بارود و گولی جمع کی۔ اوسنے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اب آؤ اور لڑکی کو بیاہ لے جاؤ
یہ جگہ چودہ میل پر ایک پہاڑی نہایت خطرناک جگہ میں تھی۔ وہاں ایک قلعہ تھا جسکو
گھاگھرا والی کہتے تھے۔ اس میں ایک بڑا محل اوسنے بنایا اور زمین کے اندر ایک بڑا غار کھدوایا

کہ اگر بیول میں زور اسپر پڑے تو وہ یہاں بھاگ کر آجائے۔

بادشاہ سپاہ کے ساتھ بیول میں آیا۔ اور اوسنے چار میل پر خیمہ لگایا۔ سامنت سنگھ نے اپنے بھائی اور بیٹے کو بادشاہ پاس یہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا کہ وہ بیاہ مسلمانوں کی رسم کے موافق کریگا۔ یا ہندوؤں کی رسم کے مطابق۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے ہندوؤں کی رسم کے موافق کبھی بیاہ نہیں دیکھا۔ اسلئے میں ہندوؤں کی طرح بیاہ کرونگا۔ تو اونہوں نے کہا کہ بادشاہ ہمارے گھر بیاہ کرنے آئے اسلئے ہم اپنی رسموں کو خوب ادا کرینگے۔ ہم بندوقیں چھوڑینگے اور ہوا میں سُرخ بادلہ اڑینگے۔ یہ رسم ہماری خوشی کے طور پر دولہا کے آدمیوں کے ساتھ کیجاتی ہیں اور امیر رنگ اور لون چھڑکتے ہیں۔ اسلئے اپنے آدمیوں کو سمجھادیں کہ جب اونکے ساتھ ہنسی کیجائے تو وہ کسی بول کے باعث سے ساتھ جھگڑا نہ کریں بادشاہ نے اپنے نوکروں کو اونکی عرض کے موافق حکم دیا۔ سامنت سنگھ کے بھائی نے یہ عرض کیا کہ بیول کے قریب کوئی ایسی فراخ جا نہیں ہے کہ حضور کی سپاہ وہاں اُترسکے اول حضور اپنے امرا کو بھیجدیں اور پھر خود تشریف فرما ہوں اور اوسکے بعد سپاہ آئے یہ اپنا گل پیغام دیکے دونوں اپنے شہر میں آئے۔ بادشاہ نے آگے اپنے امیر بھیجے اور اونکے بعد خود روانہ ہوا۔ سپاہ پیچھے آئی جب وہ بیول کے قریب آئے تو اونہوں نے دیکھا کہ پانچہزار راجپوت اونکا انتظار کر رہے تھے اور اُنکے پاس بندوقیں بھری ہوئی تھیں۔ اونہوں نے دروازہ بند کردیا اور فصیل پر سے گولیوں کی باڑ ماری جس سے بہت آدمی بادشاہ کے ٹوٹ گئے۔ احمد شاہ بہت دیر تک یہ سمجھا کہ وہ یہ کام ہنسی سے کرتے ہیں۔ جب بہت آدمی مرگئے تو وہ سمجھا کہ یہ قریب ہے سات دن معرکہ جنگ برپا رہا۔ سامنت سنگھ بہت غصہ ہوا اور اپنے کہنے سے دہوری یادلی کو بھاگ گیا۔ بادشاہ کی سپاہ بیول میں داخل ہوئی یہاں تین مہینے تک بادشاہ ٹھیرا اور فتح کا علاج کیا۔ سپاہ کو جمع کیا اور سامان جنگ تیار کیا۔ پھر دہوری یادلی کو گیا۔ دو مہینے تک اسپر محاصرہ کئے رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ محاصرے میں مسلمانوں پر سونے چاندی کی گولیاں چلائیں۔ آخر کو وہ یہاں سے بھی بھاگا اور کوہستان گھوں دو میں چلا گیا۔ اور اپنی بیٹی کی شادی دانیا سے کردی۔ بادشاہ نے اوسکے ساتھ تین سو دہات ضبط کر لئے۔

سامنت سنگھ بارہ برس تک لوٹ مار کرتا پھرا اور مسلمانوں کو بہت حیران و پریشان کیا۔ آخر کو بادشاہ نے اوسے صلح کا پیغام دیا اوسنے کہا کہ اگر میری جاگیر واپس دیجائے گی تو میں نچلا بیٹھونگا۔ آخر بادشاہ نے اوسے وہ گام میں چوراسی دہات دیئے۔ یہاں سامنت سنگھ بیول میں آکر رہا۔ اوسکی اولاد اب تک وہ گام میں دائنازمین ہے۔

دہوا اور بیتوک بین لالا مر گئی گرم دودھ پینے سے اسکے اندر چھالے پڑ گئے تھے۔ بادشاہ لالا پر عاشق تھا۔ اوسکے غم پر مرتا تھا۔ اوسکے مرنے سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اوسنے چار ظرف اپنے امیروں کو بھیجا کہ کوئی مسلمان کی بیٹی یا ہندنی لالا کی سی خوب صورت اوسکے بیاہنے کے لئے پیدا کریں۔ بادشاہ احمد آباد میں آیا۔ اوسنے اس مضمون کا اشتہار دیا اور پہلے سے اور زیادہ آزردہ خاطر اور حواس باختہ رہنے لگا۔ امیروں نے یہ سوچا کہ بادشاہ کا علاج اسکے سوا کوئی نہیں ہے کہ اوسکے واسطے لالا کی شکل کھیلہ بیوی تلاش کیجائے ایک برہمن۔ اپنی حسین عورت کی تلاش کے لئے بھیجا گیا۔ برہمن بہت ملکوں میں پھرتا پھراتا مائیں آیا۔ جہاں جنوجہ کے خاندان کا راجہ سی سودیہ راجپوت ستراسلجی تھا اسکا لقب اول تھا۔ اُس پاس ۱۹۹ دہات تھے اوسکی ایک لڑکی رانی بائی اور دو بیٹے تھے۔ رانی بائی بڑی خوبصورت تھی۔ برہمن اسے دیکھکر بہت خوش اسلئے ہوا کہ جب اوسکی خبر بادشاہ پاس لیجاؤنگا تو بڑا خلعت و انعام پاؤنگا۔ وہ بادشاہ کے وزرا کے پاس گیا اور اونسے کہا کہ میں نے دوسری لالا کی لالا پائی ہے۔ وزرا نے اُسے خلعت دیا اور حال پوچھا اوسنے کہا کہ وہ راول ستراسلجی کی بیٹی ہے جو مائیں رہتا ہے۔ وزرا نے آدمی بھیجکر راول کو بلوایا۔ اور اوس سے درخواست کی کہ اپنی بیٹی کو بادشاہ کے تخت سے بیاہ دے۔ راول نے کہا۔ ہندو کی لڑکی اسطرح مسلمان سے نہیں بیاہی جاسکتی۔ وزرا نے کہا کہ بہت سے ہندو راجاؤں کی بیٹیاں بادشاہ کی بیویاں ہیں راول نے جواب دیا کہ میں اور ہوں وہ اور ہیں تو پھر وزرا نے کہا کہ اگر یوں راضی نہ ہوگے تو زبردستی اس کام کے کرنے پر مجبور کئے جاؤگے۔ راول نے پھر انکار کیا اور وہ بندی خانہ میں بند کیا گیا۔ جب اوسکی رانی نے یہ خبر سنی تو وہ سوچی کہ میں لڑکی کو تو مرا ہوا سمجھ لوں

اور کسی تدبیر سے راول کی زندگی اور گراس (زمین) بچاؤں۔ اوسنے اپنی بیٹی کو احمد آباد بھیجدیا۔ جب یہ لڑکی زیور سے آراستہ بادشاہ پاس آئی تو وہ اوسکے حسن وجمال کو دیکھکر دنگ رہ گیا۔ ششدر ہوگیا۔ اور بلایا کر لا پھر آئی۔ لڑکی نے کہا کہ لا اپنی گئی۔ بادشاہ ہوش میں آیا۔ دوسرے دن دربار کیا۔ راول ستراسلجی کی بیڑیوں کو کٹوایا اور دربار میں بلاکر خلعت عنایت کیا۔ راول نے کچھ اپنی قید پر خیال نہ کیا اپنے تئیں مبارکباد دیتا تھا کہ میں نے اپنی بیٹی مسلمان سے نہیں بیاہی۔ خوشی خوشی گھر آیا۔ جب رسوئی کا وقت آیا تو اوسنے رانی باکو بلایا۔ رانی نے بہانہ بتایا الو اوسکو ڈھونڈنے چلی گئی اور آکر کہا کہ رانی باہر کھیل رہی ہے۔ وہ نہیں آتی۔ راول نے کہا کہ جب تک وہ آنے کی نہیں تو میں کھانا نہیں کھاؤنگا تو رانی نے کہا کہ ہے سوامی جب رانی باحمد آباد کے پاس بھیجی گئی تو قید خانہ کا داروغہ تیرے لئے کہہ گیا ہے کہ اس بات کے سنتے ہی راول سکتے کے عالم میں ہوا۔ اوسنے کہا کہ اسکی کیا پرواہ تھی کہ میں قید میں مرجاتا۔ پیتو نہ کے گھرانے کا میں ہوں۔ میں ایک ٹکٹکی (بے ٹکٹک) تھا۔ اب یہ سی سودبہ کے گھرانے پر ٹکٹک کا ٹیکا لگا۔ تف ہے تجھ پر تو نے یہ داغ لگایا۔ رانی نے کہا کہ تیری جان جاتی اب تو جان کہ بیٹی کی جان گئی۔ راول خیال کی طرح اٹھا اور تلوار پکڑی۔ رانی نے اپنے ہاتھ اوسکے گلے میں ڈالے مگر اوس نے اوسکو زمین پر دے مارا اور تلوار سونت کر اپنے پیٹ میں گھسائی اور جان اپنی گنوائی۔

راول کے بڑے بھانجے اور بھوجی نے بہت احتیاط سے باپ کا کریا کرم کیا۔ اور ملک میں حکومت شروع کی۔ جب احمد آباد میں اسکے مرنے کی خبر آئی تو رانی باسنان کیا اور بہت روئی پیٹی جب بادشاہ نے اسے غمزدہ دیکھا تو اوسنے مہربانی سے رانی سے پوچھا کہ جب کوئی ہندو راجاؤں میں سے مرتا ہے اور اوسکے بیٹے راج گدی پر بیٹھتے ہیں تو کوئی اوسکا رشتہ دار اوسکی مدد کیا کرتا ہے۔ رانی نے جواب دیا کہ دولتمند رشتہ دار ایک خلعت فاخرہ بھیجتا ہے جو سفید ماتمی کپڑوں کی جگہ پہنایا جاتا ہے۔ پس بادشاہ نے ماتمی لباس اتروانے کے لئے خلعت فاخرہ بھیجا۔ احمد آباد میں یہ

خلعت آئے اور منتریوں میں اُترے۔ بادشاہ نے دانہ گھاس اور اور ضروری چیزیں انکے واسطے بھیجیں اور رانی سے کہا کہ میں تیرے بھائیوں کو آج خلعت فاخرہ دونگا۔ رانی نے کہا کہ کیا بھائی اور کیسی بہن اب میرا کچھ رشتہ اوسنے نہیں رہا۔

بادشاہ نے کہا کہ کیسے ہوا کیا وہ تیرے بھائی نہیں ہیں۔ رانی بانے کہا کہ میں اب مسلمان ہوں وہ ہندو ہیں۔ ہم ملکر ایک رکابی میں کھا نہیں سکتے۔ ایک پیالہ میں پانی نہیں پی سکتے۔ پھر اب کس طرح سے بہن بھائی ہوسکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا تو اونکے لئے کیا بندوبست کرے۔ رانی یہ سنکر سوچی کہ جو بات میں نے بھلے کے لئے کہی تھی وہ اُلٹی بُری ہوگئی بادشاہ نے بھائیوں کو بُلایا وہ خلعت فاخرہ کی امید میں آئے اور بہن کے محل میں گئے۔ جب بھائی اکیلے ہوئے تو بہن نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ میرا باپ اس غم میں مرگیا کہ میں مسلمان سے بیاہی گئی اور تم یہاں ذات باہر ہونے کے لئے آئے ہو برا اسنے جو بادشاہ کا ارادہ تھا بیان کیا۔ یہ سنکر چھوٹا بھائی بھوجی تو کھڑکی میں سے کود کر بھاگ گیا۔ بڑا بھائی بھانجے ٹھیرا رہا۔ بادشاہ آیا اور اوسنے کہا کہ تیری بہن نے جو کہا تھا بیان کیا ہے وہ کہا۔ بھانجے نے کہا کہ حضور میں اسے نہیں کہا سکتا۔ بادشاہ نے کہا کہ ایسا کیوں کرتے ہو۔ بھانجے نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کہانا کہاؤنگا۔ تو پھر کوئی راجپوت اپنی لڑکی کا بیاہ مجھے نہیں کرنے کا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسکا کچھ خیال نہ کرو۔ جتنے راجپوت ہیں سب کو بھی بُلا کر تیرے ساتھ کھانا کھلوادونگا۔ اوسنے رانی کو بھائی کے ساتھ کھانا کھایا جس سے بھائی کو بہت رنج ہوا۔ بادشاہ نے اوسکے رنج کم کرنے کے لئے باون ۵۲ ذات کے راجپوتوں کو احمد آباد میں بُلایا۔ اِن راجپوتوں میں سے بہت سے یہ سن کر کہ بادشاہ کو زبردستی اپنے مذہب میں ملائیگا اپنی زمین اور گاؤں کو چھوڑ چھوڑ کر اور ملکوں کو چلے گئے مگر جو بادشاہ کے ہاتھ آگئے اونکو بہ مجبوری اپنی ذات سے خارج ہونا پڑا۔ بہت دنوں اس طرح مسلمان بنانے کا طریقہ جاری رہا۔ بہت سی لڑائیں ہوئیں۔ بہت راجپوت مارے گئے۔

چمپانیر کے پاس راج پیپلہ ہے وہ تین سو پچاس دہات کا دار الریاست ہے۔ اسکا راجہ
عاکر ہری سنگھ جی گوہل تھا۔ اُسکو ایک دفعہ بڑی بیش قیمت موتیوں کی لڑی کسی نے تحفتہً دی
اُسے ان موتیوں کا ہار بنوا کے رانی کو دیا اور کہا کہ ان موتیوں میں سچ مچ آب (پانی) ہے۔
جب بادشاہ سے لڑائی ہوئی تو راجہ پیپلہ اور راجاؤں کے ساتھ جنگل میں بھاگا۔ جب پیاس
کے مارے برا حال ہوا تو رانی نے اپنے ہار کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم نے کہا تھا کہ انمیں پانی
ہے۔ اب وہ کمال کر چلاؤ اسی موقع پر بھاٹ نے شعر کہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ اے بادشاہ
سلطان۔ بیت جب تو غصہ میں آتا ہے۔ تو میں اپنا بوجھ نہیں سنبھال سکتا اور زمین لرزنے
لگتی ہے۔ تو نے بھگوڑا راجپوتوں کو مارا جو اپنی بہادری کا بڑا گھمنڈ رکھتے تھے۔ جنمیں ریواہ
کے بھی راجپوت تھے۔ سب طرف خاک خون سے تر ہوئی۔ اور سلطان تیرے خوف سے
بھوپوں کی رانیاں سرگرداں پڑی پھرتی ہیں اور اونکے پاؤں میں چھالے پڑے ہیں۔ وہ بیٹیں
کھاتی ہیں۔ اونکی صورت پریوں کی سی ہے۔ وہ اپنے ہاروں میں سے موتیوں کو توڑ کر کھاتی ہیں
کے تمہیں بھوا کے چلاتی ہیں کہ انمیں سے پانی نکالو تم نے کہا تھا کہ انمیں آب ہے۔ ہری سنگھ
گوہل ۱۲ برس تک لوٹ مار کرتا پھرا اوسکے بعد اُسکو گراس (زمین) ملی اب تک اوسکی اولاد
چمپانیر میں راج کرتی ہے۔

۸۱۰ھ میں احمد شاہ ناگور پر چڑھ گیا۔ راہ میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بت خانوں کو ڈاہتا تاڑتا
بتوں کو توڑتا تا۔ ناگور میں پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کیا اور حملہ کرنے گیا۔ مگر اس فتح کے ساتھ ہی
اوسنے سُنا کہ خضر خاں والی دہلی اس طرف کا عازم ہے اسلئے وہ حوالی مالوہ میں گذرتا ہوا
احمد آباد میں آگیا۔

۸۱۱ھ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ملک خضر والی آسیر و سلطان ہوشنگ حاکم مالوہ متفق ہو کر
خط سلطان پور اور نندربار میں فساد اوٹھاتے ہیں اور طرح طرح کی مزاحمتیں کرتے ہیں تو اوسنے اپنی
فوج کی طرف کوچ کیا اور بڑی فوج قلعہ تنبول پر بھیجی۔ یہ قلعہ سرحد گجرات اور خاندیس پر واقع
ہے۔ اس سپاہ نے راجہ کو مجبور کیا کہ وہ ہدایا اور تحائف کے ساتھ سلطان کی پابوسی کے لئے آیا۔

برسات کا موسم آگیا تھا۔ احمد شاہ احمد آباد میں چلا جانا چاہتا تھا کہ اس اثنا میں خبر اُس پاس
آئی کہ راجہ ایدر و چمپانیر و منڈل و نادوت نے عرائض پے در پے بھیجکر سلطان ہوشنگ کو گجرات
میں طلب کیا ہے اسی زمانہ میں ایک شتر سوار خط ناگور سے نور وز میں دربار میں پہنچا اور فیروز خاں
بن شمس خاں دندانی کا نوشتہ بادشاہ کے نام کا لایا جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطان ہوشنگ نے یہ
دیکھکر کہ آپ دور چلے گئے ہیں گجرات کی تسخیر کا آہنگ کیا۔ اُس کو گمان یہ تھا کہ مجھ کو حضور کے ساتھ
اخلاص و یکجہتی نہیں ہے اس لئے اُس نے مجھے لکھا کہ گجرات کے زمینداروں نے عرائض
اخلاص و یکجہتی بھیجکر مجھے طلب کیا ہے اور میں گجرات کا عازم ہوا ہوں تجھکو بھی چاہئے کہ جلد مستعد
ہو کر میرے پاس آکر گجرات کی فتح کے بعد ولایت نہروالا تجھے دیدونگا۔ آپ میرے قبلہ و کعبہ ہیں
اس لئے یہ اطلاع واجب و لازم تھی۔ سلطان احمد شاہ نے باوجود بارش کے زبدہ سے گذر کر مندری میں
پڑاؤ کیا اور ایلغار کر کے ایک ہفتہ میں حوالی مہراسہ میں آگیا۔ سلطان ہوشنگ اُس کی توجہ کو دیکھکر سراسیمہ
ہوا۔ اور اپنی گندی کچلاتا ہوا اپنے ملک کو چلا گیا۔ سلطان احمد نے سپاہ کے اجتماع کے لئے چند روز
مہراسہ میں توقف کیا۔ راجہ سورت نے ہوشنگ کے حکم کو سنکر اطاعت کے حلقہ سے سر باہر کیا اور
مال مقرری کے ادا کرنے سے ابا کیا اور پاؤں اپنی اندازہ سے باہر رکھا اور ملک نصیر نے فرصت پاکر قلعہ تال تیرہ
کو اپنے بھائی ملک افتخار کے تصرف سے نکالنے میں کوشش کی۔ سلطان ہوشنگ نے اپنے بیٹے خضر خاں
کو بجانب کیسانہ اُسکی مدد کو بھیجا۔ اُن سب نے سلطان پور میں لوگوں کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ سلطان پور
کے صوبہ میں ملک احمد نے قلعہ میں آنکر عرائض شکایت آمیز احمد شاہ پاس بھیجیں۔ احمد شاہ نے مہراسہ
سے ملک محمود ترک کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ رائے سورت کے دفع کرنے کے لئے بھیجا اُس نے
وہاں جاکر قتل و غارت کر کے مال مقرری لیا۔ ایسے ہی محمد ترک اور مخلص الملک کو کہ بڑے سردار تھے
ملک نصیر و فخر خاں کی تادیب و گوشمالی کو بھیجا۔ اثنار راہ میں اُنھوں نے نادوت کو تاخت و تاراج
کیا۔ وہاں کے راجہ سے پیش کش لی۔ جب حوالی سلطان پور میں پہنچے تو ملک نصیر تال تیر میں پناہ گزین
ہوا۔ اور اپنے عجز و انکسار سے عفو جرائم احمد شاہ سے کرالیا۔ اُس کو نصیر خانی کا خطاب مل گیا۔ غرض
ان امیروں نے اپنا کام جس کے لئے مقرر ہوئے تھے بادشاہ کی خاطر خواہ کیا۔ اور سب سرکشوں

کو نیک بنایا مگر سلطان احمد شاہ نے ہوشنگ کی تادیب کو اپنے لئے رکھا تھا۔ ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء میں گجرات کو نظام الملک کے حوالہ کیا۔ اور راجہ منڈل گڈھ کی تادیب اُسکے سپرد کی اور خود سیدھے مالوہ کی جانب لشکر آراستہ کرکے ہوشنگ کی تادیب کے قصد سے چلا۔ باوجود حرارت ہوا اور تنگی و تلخی راہ اُس نے کوچ پر کوچ کیا۔ ہوشنگ بھی لڑنے آیا۔ کالیادہ میں پشت بدیوار کرکے ایک زمین قلب میں اُترا۔ اپنے آگے سے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر خار بند بنایا۔ احمد شاہ ایک صحرا کشادہ میں گھرا ہوا۔ اور اُس نے مقرر کیا کہ سردار یمنہ احمد ترک و میسرہ ملک فرید و علاء الملک حرمتدی اور محافظ بنگاہ عضد الدولہ ہوں۔ احمد شاہ جس وقت جنگ گاہ کی طرف متوجہ ہوا تو اتفاق سے اس کا گذر ملک فرید کے دائرہ پر ہوا ایک خدمت گار کو بھیجکر اُس کو بلایا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ اُس کو علاء الملک اُس کے باپ کا خطاب عطا کرکے ہمراہ لیجائے۔ قاصد نے آکر کہا ملک فرید بدن پر تیل ملکر ایک گھڑی کے بعد حاضر ہوتا ہے سلطان نے کہا کہ آج روز جنگ ہے تاخیر سے فرید کو حسرت و ندامت ہوگی۔ شاہ جنگ گاہ میں آیا۔ دونوں بادشاہ برابر لڑنے کھڑے ہوئے لشکر جوش و خروش میں آئے۔ سلطان احمد شاہ کی سپاہ میں سے ایک قاسمی سلطان کی فوج میں گیا اور اُس نے سواروں کو ہر طرف بھگایا۔ غزنین خاں ولد ہوشنگ نے ایک قاسمی کے تیر ایسے لگائے کہ اُس کا منہ پھر گیا۔ پھر ہر طرف سے گجراتیوں کی فوج جنگجو بہادروں نے حملہ کیا اور اُس میں اضطراب پیدا کیا۔

ملک فرید سلطان ہوشنگ کے پیچھے سے اس وقت آیا کہ دونوں لشکر لڑائی میں جُتے ہوئے تھے اور یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون غالب ہے اور کون مغلوب۔ حرب صعب اس وقت ہوئی ہوشنگ کے نصیب نے یاوری نہیں کی اُس نے منڈو کی طرف باگ موڑی۔ گجراتی لشکر نے اس کا تعاقب منڈو تک کیا۔ اتنی غنیمت ہاتھ آئی کہ چھوٹے بڑے متمول ہوگئے۔ حوالی منڈو میں جو اشجار ثمر و غیر ثمر تھے وہ سب کاٹ ڈالے۔ برسات کا موسم آگیا تھا۔ احمد شاہ مراجعت کا عازم ہوا اور ولایت چنانیر و نادوت کو جو بر سر راہ تھے مالش کرکے احمد آباد میں آیا اور جشن پر جشن کئے مستحقین و علماء و سادات کو بہت سا روپیہ دیا۔ اس موسم میں جنہوں نے کام کیا تھا اُن کو بھی زیادہ انعام دیا۔ اس سال

کے آخر میں سلطان احمد شاہ نے حصار سونگڑہ کو تعمیر کرکے مسجد بنائی اور خود ایدر کو گیا اور مالوہ کی تاخت کے لئے سپاہ کو روانہ کیا۔ ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء میں سلطان ہوشنگ کے ایلچی آئے اور طالب صلح ہوئے سلطان احمد نے اُسے قبول کیا۔ راے چنانیر کی سزا دینے کا ارادہ سلطان احمد نے اس لئے کیا کہ اسی نے سلطان ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔

۸۲۶ھ/۱۴۲۳ء میں اس کا محاصرہ کیا۔ راجہ نے عجز و مسکنت کے ساتھ پیشکش دیکر سالانہ مالیہ مقرر کردیا۔ احمد شاہ واپس ملک میں آیا۔ اس سبب سے کہ سلطان ہوشنگ نے غائبانہ موحش باتوں سے اپنی خاطر کو مکدر کیا سلطان احمد شاہ نے ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء میں ولایت مالوہ پر لشکر کشی کی۔ اور قلعہ منڈو کے نیچے آیا اور سانگ پور دروازہ کے سامنے اُترا اور محاصرہ میں بقدر امکان سعی کی۔ سلطان ہوشنگ کو حصار کے استحکام پر ایسا اعتبار تھا کہ وہ چیدہ چیدہ ہزار سوار لیکر جاج نگر ہاتھی پکڑنے کے لئے چلا گیا۔ اور تخت گاہ کو ارکان دولت میں سے ایک کے سپرد کرگیا۔ چھ مہینے بعد قوی ہیکل ہاتھی پکڑ کر اپنی اُلملک منڈو میں آیا تو لشکریوں پر علم بلند ہوئے اور شادیانہ کے دمامہ بجے۔ جب سلطان احمد کو یہ حال معلوم ہوا تو تعجب ہوا اور اُس نے کہا کہ ایسے حصار کا ہم کیا کرسکتے ہیں کہ باوجودیکہ اس قدر سپاہ حصار کے ہوئے تھی پھر بھی ہوشنگ کے آنے جانے کی خبر نہ ہوئی۔ اس لئے محاصرہ کو چھوڑا مالوہ کے ملک میں بہت خرابی پھیلائی۔ کئی دفعہ ہوشنگ اور اُس کے درمیان لڑائیاں ہوئیں ہر دفعہ احمد شاہ غالب رہا وہ گجرات میں آیا۔ تاریخ الفی میں ملا احمد نے اس حکایت کو نہایت صحت و توضیح سے بیان کیا ہے کہ:

۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء میں سوداگروں کے لباس میں ہوشنگ جاج نگر کو گیا۔ سلطان احمد شاہ کو یہ خبر کئی مدت سے دیار مالوہ سے ہوشنگ غائب ہے معلوم نہیں کہاں گیا ہے۔ امرا نے ولایت مالوہ آپس میں تقسیم کرلیا ہے۔ اس واسطے وہ متواتر کوچ کرکے گجرات سے مالوہ کو گیا۔ قلعہ مہیشور کو کہ ممالک مالوہ میں بے صلح سے لے لیا اور منڈو کے نیچے جا پہونچا۔ اور محاصرہ میں مصروف ہوا اور اطراف مالوہ کی تاخت کے لئے لشکر بھیجا اُس نے ہر آبادی کو ویرانی بنایا۔ برسات آگئی اس لئے اُس نے چاہا کہ اُس کی فتح آسانی سے کیا مطلقاً میسر نہیں ہوگی۔ اس لئے وہ ایدین کو چلا گیا مملکت

کو سپاہیوں میں تقسیم کیا اور محصول پر متصرف ہوا۔ گجرات سے اسباب قلعہ کشائی منجنیق دارا بہ وغیرہ طلب کئے۔ ملک مقرب کو تواں سارا اسباب جو سنگیا تھا لیکر حاضر ہوا تو سلطان دوبارہ منڈو کے قلعہ کے نیچے آیا۔ ملک مقرب کو تارا پور کے ضبط کے لئے نامزد کیا اور خود لوازم محاصرہ میں تقسیم نیس کی اس وقت سلطان ہوشنگ کی معاودت کی خبر مشہور ہوئی۔ سلطان احمد شاہ نے امرا کو جاگیروں کے لیے بیں متصرف تھے بلا کر یکجا جمع کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ولایت کے مرکز میں پہلی راج سے مقام کر کے جہات اربعہ پر متصرف ہوں۔ منڈو سے وہ سارنگ پور کو روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کو اس کے ارادہ پر اطلاع ہوئی اور کرو وفا سے رسولوں کو سلطان گجرات پاس بھیجا اور ایسا تملق و الحاح کیا کہ سلطان جب سارنگ پور پہنچا تو اس کا لشکر خندق کے کھودنے میں اور خار بند و شب بیداری میں متعاقد ہوا۔ اسی شب میں کہ ۱۲ محرم ۸۲۶ھ / ۱۴۲۲ء تھی سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے لشکر پر شب خون مارا اور بہت سے گجراتیوں کو کہ غافل تھے کشتہ کیا۔ اور بقیۃ السیف کو متفرق کیا۔ سلطان احمد شاہ بیدار ہوا۔ اس نے دولت خانہ میں سوا جوناگڑھ کا بدار کے کسی شخص کو نہ دیکھا اور چوکی کے گھوڑے کہ حاضر تھے ان میں سے ایک پر سوار ہوا اور دوسرے پر ملک جونا کو سوار کیا اور صحرا میں نکل گیا اور ایک کونہ میں کھڑا ہو گیا۔ ایک ساعت کے بعد جونا کو لشکر میں بھیجکر حال دریافت کرایا۔ وہ ملک مقرب و ملک فرید کو سلطان پاس لایا۔ سلطان برہنہ تھا۔ ملک مقرب نے اپنے سلاح اس کو پہنائے۔ ملک جونا کو بھیجکر ہوشنگ کی خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ اس کا لشکر لوٹ میں لگ رہا ہے اور سلطان ہوشنگ خاصہ کے گھوڑوں اور ہاتیوں سے مل رہا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے صبح ہوتے ہی ایک ہزار سوار لیکر سلطان ہوشنگ سے لڑنا شروع کیا۔ ایک جنگ عظیم ہوئی۔ ان دونوں سرداروں نے ایسی کوشش کی کہ خود زخمی ہوئے۔ اس اثنا میں فیلبان گجراتی کہ ہاتیوں پر سوار تھے اور گرفتار ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے صاحب کو پہچان کر اور آپس میں اتفاق کر کے ہوشنگ کے سپاہیوں پر ہاتیوں کو چلایا۔ سلطان ہوشنگ مقابلہ نہ کر سکا سارنگ پور چلا گیا۔ گجراتیوں کا مال اسباب جو لوٹا تھا وہ سب ان کے ہاتھ لگا اور علاوہ اس کے جاج نگر کے سات ہاتی نامی اور احمد شاہ کی شان کے اضافہ

کے لئے حاصل ہوئے۔ پھر شاہ نے سارنگ پور کا محاصرہ کیا۔ مگر اس محاصرہ سے ایسا تنگ ہوا کہ اسے چھوڑ کر معاودت کی۔ سلطان ہوشنگ نے حصار سارنگ پور سے نکل سلطان احمد کا تعاقب کیا اور قتل و غارت میں قصور نہیں کیا۔ اس دفعہ بھی سلطان احمد کو فتح ہوئی اور ایک خونریز جنگ نہایت صعوبت کے ساتھ کی اور چار ہزار نوسو مالویوں کو مار ڈالا۔ سلطان ہوشنگ پھر حصار سارنگ پور میں آیا اور سلطان احمد آباد میں آیا۔ لشکر گجرات نے اس سفر میں محنت بہت اٹھائی تھی چند سال استراحت میں مشغول ہوئے۔

۸۲۹ھ / ۱۴۲۶ء میں احمد شاہ ایدر کی طرف گیا اور ایدر کے پاس دریا سابرمتی کے کنارہ پر ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام احمد نگر رکھا اور اس کے پہلو میں قلعہ تعمیر کیا اور اس حدود کی نہایت ولایات سے افواج یہاں بھیجی تاکہ تر و خشک میں آگ لگا کر جلائیں اور جو کوئی ہاتھ لگے اسے ماریں۔ احمد نگر سے دونگ ایدر میں آیا اور ایک دن میں اس ملک کے تین قطعے فتح کئے پونجارا سے بھاگ کر کوہ بیجانگر دیل نگر میں آیا۔ سلطان آباد میں چلا گیا۔ ۸۳۰ھ / ۱۴۲۷ء میں سلطان نے شہر و قلعہ کو تمام کیا اور ولایت ایدر کی طرف چلا۔ پونجارائے نے باپ دادا کے اندوختہ کو صرف کر کے سوار پیادے جمع کئے۔ بقدر امکان ہاتھ پاؤں مارے اور پرکار کی مانند اپنی ولایت کے گرد حرکت ندبوجی کی۔ مگر ناچار اپنی مملکت موروثی سے باہر جانا پڑا۔ ۸۳۱ھ / ۱۴۲۷ء کو دامن کوہ ایدر میں ایک جماعت علف لینے گئی تھی۔ پونجا نے فرصت پا کر اس پر حملہ کیا اور بعد جنگ کے شکست پائی اور مراجعت کی لیکن گجراتیوں کا نامی ہاتی پکڑ کر وہ لے جاتا تھا کہ گجراتیوں نے اس ہاتی کے لئے تعاقب کیا اور نگی کوہ میں اس پاس پہنچے وہاں ایک ہی راہ تھی۔ پونجا لڑنے کو کھڑا ہوا اور گجراتیوں کو مار کیا لیکن فیلبان بڑا جوانمرد تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عقب سے کمک پہونچی تو اس نے نکلالی نہ کی کہ ہاتی کو پونجا پر دوڑایا اس کا گھوڑا بھاگ کر نیچے گرا۔ پونجا اپنے گھوڑے کے سامنہ ہلاک ہوا۔ فیلبان فیل کو گجراتیوں کے لشکر میں لایا۔ اور ایدر کے آدمی شکست کھا کر پراگندہ حال ہوئے اور اپنی جگہ پر چلے گئے۔ پونجا مردہ کی خبر نہ لی۔ ایک شخص اس کا سر کاٹ کے احمد شاہ پاس لایا ایک شخص نے اس سر کو سلام کیا اور جب اس سے پوچھا کہ سلام کیوں کیا تو اس نے کہا کہ میں نے

اس کا ملک کیا تھا پھر اس نے اس سر کو سجدہ کیا اور بتلایا کہ یہ بنجارا کا سر یہ ہے۔ سلطان نے اسکی وفاداری پسند کی اس کا درجہ بڑھایا۔ دوسرے روز سلطان ایدر کی طرف متوجہ ہوا اور سپاہ بھیجکر اس ملک اور بیجاپور (میل پورا) کے ویران کرنے کا حکم دیا۔ اس عرصہ میں پیراو پسر بنجارا باپ کا قائم مقام ہوا تھا۔ اُس نے عہد کیا کہ ہر سال تین لاکھ ٹنکہ نقرہ خزانہ میں داخل کرے گا اب آیندہ دو سال میں سلطان کو فرصت ملی اور اس ملک کے انتظام کے سوا کوئی اور کام نہیں کیا۔ اپنے سپہ سالاروں اور وزیروں کی صلاح سے سپاہ کا یہ بندوبست کیا کہ ہر سپاہی کو آدھی تنخواہ تو نقد ملا کرے اور آدھی تنخواہ کے عوض میں اُس کو زمین جاگیر میں دی جاے۔ بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ اگر کل تنخواہ میں زر نقد دیا جائے گا تو وہ سپاہی کے خرچ کو کافی نہیں ہوگا اور سپاہی پاس جب تک سامان نہیں ہوتا وہ ملک کے انتظام میں دل نہادہ نہیں ہوتا۔ اگر آدھی تنخواہ میں اس کو زمین کی معافی ملے گی تو اُس کو لکڑی گھاس مفت ملے گی اور وہ زراعت اور کھیتی کو بڑھائے گا اور ضلع کے انتظام اور محافظت سے سروکار رکھے گا اور دوسرا نصف حصہ نقد بے تکلف ہاتھ آئیگا۔ سپاہی اپنی آیندہ ضرورتوں کے لئے اور حال کی حاجتوں کے واسطے قرضدار نہیں ہوگا اور آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے میں تامل کرے گا اور خزانہ سے وہ اپنی تنخواہ جب تک نہیں لے سکے گا کہ سپاہی کے لئے جتنی چیزیں ضروری ہیں اُن کا سرانجام نہیں کریگا اس طرح وہ قرض اور اس کے سود سے زیربار نہیں ہوگا اور سارا گھربار اس سے غرضمند ہوگا کہ وہ زمین کی آمدنی کو اپنے کاروبار میں لگائے۔

یہ ایک اور قاعدہ اُس نے مقرر کیا کہ غلاموں میں صاحب اختیار و اقتدار ملازم ہوا کریں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک نجیب الطرفین محاسب رہا کرے۔ اس لئے کہ اگر دونوں نجیب الطرفین ہونگے تو آپس میں متفق کرکے یا دوست ہوکر بادشاہ کی بدخواہی اور بد اندیشی میں شریک ہو جائینگے اور اگر دونوں غلام ہونگے تو اُن سے بھی یہی اندیشہ ہے۔ اصلاح میں افسر اس قاعدہ کے موافق مقرر ہوتے اور سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمد بیگڑہ تک یہی قاعدہ جاری رہا۔ مگر جب سلطان بہادر شاہ کے عہد میں سپاہ بہت زیادہ ہوگئی اور وزرا نے زمین کی آمدنی کو بڑھانا چاہا

قانونوں نے اس میں ٹیکہ اور مستاجری کا قاعدہ جاری کیا جس سے زمین کے بہت سے حصوں میں ایک روپیہ کی جگہ سات آٹھ نو دس روپے حاصل ہوتے ہیں اور جہاں کچھ بھی افزائش نہ ہوئی وہاں بھی دو چند آمدنی ہوگئی۔ تو بہت سی تغیرات ہوئے اور قوانین کی پابندی پر لحاظ کرنے والے برخاست ہوئے اور گجرات میں بغاوت و بد انتظامی پھیل گئی جس کا بیان اپنی جگہ پر کیا جائیگا۔

سلطان احمد نے احمد نگر میں صفدر الملک کو حاکم مقرر کیا اور خود ولایت گلوار کو تاراج کرکے احمد آباد میں آیا۔ اہل شہر کو انعام اکرام سے بہرہ مند کیا۔ بعد چند روز کے ملک مقرب نے بندگان خاص کی ایک جماعت کی تنخواہ کی برات ہرراے پر لکھی۔ جب یہ گروہ ایدر میں آیا تو ہرراے نے ادائے زر میں تعلل کیا اور حیلے حوالے بتلائے۔ اتفاقاً یہ خبر آئی کہ سلطان شہر سے باہر نکلا اور اس پاس لشکر بہت ہے اس نے اس وہم و ہراس سے فرار کیا اور ایک گوشہ میں چلا گیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہونچی تو ۱۰ صفر ۸۳۲ھ / ۱۴۲۸ء میں ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ ششم صفر کو قلعہ میں اترا اور ایک مسجد جامع بنائی اور بہت فوج یہاں چھوڑ کر احمد نگر کو گیا۔ ۸۳۳ھ / ۱۴۲۹ء میں راجہ کا نہاو بہاراو نے جب جانا کہ سلطان احمد نے ایدر کا کام تمام کیا اور اب وہ اور زمینداروں سے الجھے گا اس نے اپنی اصلاح جلاوطنی میں جانی۔ جب احمد آباد میں یہ خبر پہونچی تو ایک فوج اُس کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ راجہ کا نما اقتاں خیراں ولایت آسیر و برہان پور میں پہنچا اور وہ فیل جہاں کے فرمانروا نصیر خاں کی پیشکش میں دیئے۔ بادشاہان دکن کے قرابتی ہونے کے اعتبار پر سلطان گجرات کی تربیت کے حقوق کو عقوق سے مبدل کیا اور اُس کو اپنی ولایت میں رکھا۔ چند روز بعد نصیر خاں کا سفارش نامہ لیکر سلطان احمد شاہ بہمنی پاس گیا۔ اور اعانت کی التماس کی۔ اُس نے سپاہ اُس کے ساتھ کی جس نے ندربار و سلطان پور کے مواضع تاخت و تاراج کئے۔ اس مہم کی تدارک کے لئے سلطان احمد شاہ نے مقرب الملک کو لشکر کا سردار بنایا اور اُس کو اپنے بہنوئی محمد خان کے ساتھ کیا اور بڑے بڑے سردار سید ابوالخیر و سید قاسم و سید عالم و افتخار الملک کو ندربار بھیجا انہوں نے لڑکر لشکر دکن پر فتح پائی۔ دکنیوں کی ایک جماعت کثیر قتل

دامیر ولی بقیۃ السیف دولت آباد کو بھاگ گئے۔ سلطان احمد بہمنی کو یہ خبر پہونچی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ علاء الدین اور میانی فرزند خاں ہمراں کو شہزادہ گجراتی سے لڑنے بھیجا۔ اور بندہ خاں دکنی کوکہ کن کے معتبر امراء میں سے تھا سپہ سالار کیا اور اہتمام سپاہ کا سرانجام اس کو مفوض کیا شاہزادہ علاء الدین قلعہ دولت آباد کے باہر آیا۔ اسی منزل میں نصیبہ خاں شاہزادہ علاء الدین کا پھوپھی زاد بھائی راجہ کانہا راجہ جھالاوارہ کے ساتھ آکر دکنیوں کے لشکر سے مل گیا۔ اب مالک پیچ گجراتی شہزادہ محمد خاں سے اُن کی لڑائی شروع ہوئی اور اثنائے کار زار میں بحسب اتفاق ملک بیغرہ وقدر خاں دونوں سپہ سالاروں کی لڑائی میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ قدر خاں گھوڑے سے گرا اور اس کے محاذی ملک افتخار الملک نے حملہ کرکے شہزادہ کے افواج خاصہ کو شکست دے کر بڑے بڑے ہاتیوں کو لوٹ لیا۔ شاہزادہ دکن سامنے نہ ٹھیر سکا دولت آباد کو بھاگ گیا۔ خضر خاں وکانہا دونوں ولایت خاندیس میں کلنہ میں چلے گئے اور محمد خاں خدا کا شکر کرتا ہوا اپنی ولایت میں چلا آیا۔

اسی سال میں گجراتیوں کی جانب سے قطب جزیرہ مہائم کا حاکم تھا وہ فوت ہوا احمد شاہ دکنی اپنی شکست سابق کی تلافی کی فکر میں رہتا تھا۔ اس نے یہ فرصت کا وقت دیکھکر حسن عزت الخواجہ ملک التجار کو بھیجا۔ اور اس کی سعی سے اس ولایت کو دکنیوں نے لے لیا۔ سلطان احمد گجراتی اُن کی استخلاصی کے درپے ہوا۔ اور اپنے چھوٹے بیٹے ظفر خاں کو اس خدمت پر مامور کیا اور افتخار الملک کو اتابک اس کا مقرر کیا۔ بندر دیو کے کوتوال مخلص الملک کو لکھا کہ بندر کے جہازوں کو مستعد کرے اور ظفر خاں کی ملازمت میں جائے۔ مخلص الملک نے، جہازوں کا بیڑا بندر دیو بندر گھوگھہ کمبایت کے چھوٹے بڑے جہازوں سے مرتب کیا اور ولایت مہائم کے قریب ظفر خاں سے ملا۔ امراء کے استصواب سے یہ امر قرار پایا کہ جہازات تو خط تھانہ کو جہاں دکنیوں کا تھانہ جم گیا تھا۔ ابھی ہوں اور مخلص الملک حضور میں رہے۔ جب وہ خط تھانہ کے قریب پہنچے تو شاہزادہ نے افتخار الملک سرلشکر کو ملک سہراب سلطانی کے ساتھ اپنے سے پہلے روانہ کیا کہ کوتوال اس بلدہ میں متحصن ہوا۔ امراء مذکور نے محاصرہ کیا اسی وقت جہاز جو مردم جنگی سے

بھرے تھے دریا بار سے پہنچے اور انہوں نے رستہ بند کیا۔ ظفر خاں جب اس کی تسخیر کا عازم ہوا تو حاکم تھانہ قلعہ سے نکلا اور مردانہ وار فرار کیا۔ شہزادہ یہاں کے تھانہ میں سپاہ مقرر کرکے مہائم کا عازم ہوا ملک التجار نے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر ساحل مہائم کو خار بست کیا تھا۔ جب افواج گجرات پہنچی تو وہ خار بست سے نکلا اور صفوف جنگ کو آراستہ کیا۔ صبح سے شام تک خوب گھمسان لڑائی ہوئی۔ بڑے بڑے بہادروں کے خون سے زمین رنگین ہوئی۔ ظفر خاں کو ظفر ہوئی، ملک التجار شکست پاکر اس نواح میں کسی جزیرہ میں چلا گیا۔ اور اُس کو استحکام دیا۔ دریا میں جہاز کھڑے تھے۔ سپاہ گجرات نے بحر و بر کو گھیر رکھا تھا۔ ملک التجار نے سلطان احمد بہمنی کو عریضہ امداد کے لئے بھیجا۔ احمد شاہ نے دس ہزار سوار اور ساٹھ ہاتھی اپنے چھوٹے بیٹے محمد خاں کے ساتھ بھیجے اور خواجہ جہاں وزیر کو اس لشکر میں صاحب اختیار کیا۔ جب لشکر دکن مہائم کے نزدیک آیا تو ملک التجار محاصرہ کی ضیق سے باہر آن کر شاہزادہ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ بعد گفت و شنید و ردوبدل سب کی رائے یہ قرار پائی کہ اول تھانہ کے استخلاص میں کوشش کرنی چاہیے۔ وہ تھانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ظفر خاں بھی مستعد ہوکر وہاں کی سپاہ کی کمک کو گیا۔ تھانہ میں فریقین ملاقی ہوئے۔ پہلے دن شام تک دونوں لڑتے رہے۔ آخر لشکر دکن کو شکست ہوئی۔ ملک التجار قصبہ چاگنہ میں اور شہزادہ دولت آباد میں گیا۔ ظفر خاں فتح حاصل کرکے جزیرہ مہائم میں آیا۔ جہازوں کو بھیجکر ملک التجار کے بعض عمال کو جو دریا کی راہ سے بھاگنے تھے گرفتار کرایا۔ طرح طرح کے اقمشہ و زر سرخ اور بہت سی فولاد چند کشتیوں میں بار کرا کے باپ کی خدمت میں بھیجی اور تمام ولایت مہائم و تھانہ کو ظفر میں لاکر اپنے امراء اور سرداران سپاہ میں تقسیم کیا (بمبئی جس کو اب کہتے ہیں وہ اس تھانہ میں ایک جزیرہ تھا اور اس کے دو حصے تھے۔ اس کے ایک کونے میں شمال مشرق میں ایک گاؤں مہائم تھا اس کے نام پر ایک حصہ مہائم کہلاتا تھا اور دوسرے حصہ کا نام ممبئی۔ ممبئی دیوی کے نام پر تھا۔ دیوی ممبئی کو فرنگیوں نے بگاڑ کر بمبئی بنالیا)۔

۱۴۳۱ھ میں احمد شاہ نے گجرات کی حفاظت شہزادہ محمد خاں کے حوالہ کی اور خود چنپانیر گیا

احمد شاہ بہمنی بی انتقام کے لینے کے لئے لشکر کا سامان تیار کر کے بکلانہ کی طرف جو سورت سے نزدیک ہے آیا۔ یہاں کا راجہ گجرات کا مالگذار تھا وہ متحصن ہوا۔ شاہ بہمنی نے اس ولایت کو بالتمام تاراج کیا۔ جب احمد شاہ کو اس حملہ کی خبر ہوئی تو وہ چونپانیر سے ندربار میں آیا۔ اور بہت سے ناودت کو غارت کیا۔ احمد شاہ بہمنی تنبول کے قلعہ کے نیچے بیٹھا تھا کہ اس نے احمد شاہ گجراتی کے آنے کی خبر سنکر اپنے دار الملک کی راہ لی اور اپنی سرحد پر ایک جماعت سپاہ چھوڑی احمد آباد کی طرف سلطان گجرات پہرا اور متواتر کوچ کر کے آب پتی سے گذرتا کہ پرگنہ کوہ جنرآئی کہ سلطان احمد بہمنی نے پھر کر قلعہ تنبول کا محاصرہ کیا ہے۔ ملک سعادت سلطانی حاکم قلعہ جان نثاری میں کوئی تقصیر نہیں کرتا۔ سلطان نے اسمٰعیل اقجی کو سلطان دکن پاس بطور رسالت کے بھیجا کہ اگر اس قلعہ کو آپ چھوڑ دیں اور وہاں کے رہنے والوں کے معترض نہ ہوں تو قواعد دوستی میں خلل کو راہ نہ ہوگی اور بناے مودت استحکام پائے گی۔ سلطان دکنی نے اپنے امراء و وزراء سے مشورہ کیا تو اس سبب سے کہ مردم دکن کا آئین سستی ہے۔ سب نے یک زبان و یک دل ہو کر کہا کہ قلعہ میں آب و غلہ کم ہے کومک پہنچنے تک اس کو تسخیر کر لینا چاہئے۔ اقجی نے جب احمد شاہ کو دکنیوں کے اس ارادہ پر مطلع کیا تو وہ فوراً آب پتی سے گذرا جب سلطان دکن کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے بالکوں کو خلعت و انعام دیکر اس پر سرگرم کیا کہ کمک آنے سے پہلے قلعہ کو دے لیں تو میں انکو انعام اتنا دونگا کہ وہ غنی ہو جائینگے کچھ مدت گذری تھی کہ بالکوں نے دامن قلعہ میں اپنے تئیں پہنچایا اور آہستہ آہستہ پہروں کی پناہ میں دیوار قلعہ کے پاس آکر قلعہ کے اندر گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ دروازہ کو کھول کر دکنیوں کو قلعہ کے اندر بلائیں کہ ملک سعادت سلطانی نے حاضر ہو کر اس جماعت کو قتل کیا۔ اور بقیۃ السیف نے اپنے تئیں قلعہ سے گرا کر ہلاک کیا۔ اور ملک سعادت سلطانی نے اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ دروازہ کے سامنے کے مورچل پر شب خون مارا۔ اکثر سوتے آدمیوں کو مجروح و پریشان کیا۔ اب سلطان گجرات بہت قریب آگیا۔ سلطان دکن قلعہ کو چھوڑ کر اس سے لڑنے کیا اور اپنے لشکر کے سرداروں سے کہا کہ چند مرتبہ گجرات کا لشکر دکن کے لشکر پر غالب ہو چکا

ہے اور عالم پر متصرف ہوا اگر اس مرتبہ سستی ہوگی تو ملک دکن ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اس نے صف بندی کی اور معرکہ قتال آراستہ کیا۔ سلطان گجرات بھی فوجوں کو آراستہ کر کے مقابل ہوا۔ بہت صعب ہوئی۔ اژدر خاں کہ دکن کے امراء معتبر میں سے تھا مید ان میں آیا اور اس نے بہادری چاہی عضد الملک اس کے مقابلہ میں آیا دونوں سردار دو بدو لڑے اژدر مغلوب ہو کر گرفتار ہوا۔ پر دونوں لشکروں نے خوب داد مردانگی دی شام ہو گئی۔ بازگشت کا نقارہ بجا۔ ہر ایک لشکر اپنے مقام میں گیا۔ سپاہ دکن کے بہت آدمی تلف ہوئے۔ سلطان احمد دکنی اضطرار پکے ساتھ کوچ کر کے اپنے ملک میں گیا۔ سلطان احمد شاہ قلعہ تنبول میں آیا۔ ملک سعادت پر نوازش کی یہاں سپاہ کو کمک کے لئے چھوڑ کر وہ خود تمال نیر کو راہی ہوا اور قلعہ بنا کر ناودت کو تاخت و تاراج کیا اور یہاں عین الملک کو نگاہداشت کے لئے مقرر کیا۔ خود احمد آباد میں آیا اور چند روز بعد عالم کی دختر اپنے بیٹے فتح خاں کا بیاہ دھوم دھام سے کیا۔

سراج التواریخ بہمنی میں اس محاصرہ کے قصہ کو اور طور پر لکھا ہے جس کا مجمل بیان یہ ہے کہ جب محاصرہ پر دو سال کی مدت گذر گئی تو سلطان احمد شاہ گجراتی نے بطریق رفق و مدارا سلطان احمد دکنی سے استدعا کی کہ قلعہ اس کو عنایت کرے مگر سلطان احمد بہمنی نے یہ نہیں قبول کیا تو سلطان احمد شاہ گجراتی نے اپنی ولایت کی سرحد سے کوچ کر کے ولایت دکن میں آنکر تاخت و تاراج شروع کی تو پھر سلطان احمد بہمنی کو محاصرہ کی فرصت نہ نصیب ہوئی۔ صاحب تاریخ بہمن نے اس قصہ کو تصریح کے ساتھ نہیں لکھا وہ ایسا صحیح نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ فرشتہ نے گجرات کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے

جب سنہ ۸۳۹ھ میں سلطان احمد میواڑ اور ناگور کی تسخیر کے ارادہ سے سوار ہوا تاخت و تاراج کرتا ہوا اور تنگھوں کو خاک میں ملاتا ہوا وہ چند روز میں ڈونگر پور آیا۔ یہاں کا راجہ اس کا مطیع ہوا۔ اور پیش کش لائق دی۔ سلطان احمد شاہ نے ولایت کیلواڑہ (کولیوں کا ملک) کہ بہت خوب لوٹا اور تنگھوں اور بتوں کو ویران کیا اور بعض مفسدوں کو ہاتھیوں کے پیروں تلے کچلوایا اور مارا۔ بیلواڑہ (بھیلوں کے ملک) کو برباد کیا۔ یہاں تحصیل خراج کے لئے ملک

میر سلطانی کو مقرر کیا۔ یہ دونوں ملک رائے چتوڑ سے متعلق تھے۔ پھر وہ ولایت راٹھور کی طرف متوجہ ہوا۔ راٹھوروں میں جو کلاں ترتے انہوں نے اطاعت کی اور پیش کشیں دیکر دولت خواہی اختیار کی۔ فیروز خاں بن شمس خاں ونداتی نے کہ سلطان مظفر کا برادر زادہ تھا اور ناگور کی حکومت رکھتا تھا کئی لاکھ تنکہ پیش کش میں سلطان کو پیش کئے۔ مگر سلطان نے اس پیش کش کو نہ بخش دیا اور حال سوا اس میں ایک جماعت سپاہیوں کی بطریق تھانہ داری مقرر کرکے احمد آباد کو مراجعت کی۔

۸۲۵ھ/۱۴۲۵ء میں بلاد مالوہ سے خبر آئی کہ محمود خاں خلجی بن ملک مغیث وزیر سلطان ہوشنگ نے غزنین خاں شاہزادہ کو جو اپنے باپ ہوشنگ کے مرنے کے بعد جانشین ہوا تھا زہر دیکر مار ڈالا اور خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان محمود اپنا نام رکھا۔ انہیں دنوں میں ہوشنگ کا پوتا مسعود خاں بھاگ کر سلطان پاس پناہ لایا۔ ۸۲۶ھ/۱۴۲۶ء میں سلطان احمد مالوہ کے تخت منڈو پر مسعود کے بٹھانے کے لئے مالوہ روانہ ہوا۔ یسودہ میں پہنچکر اس نے ایک سپاہ خاں جہاں کی طرف روانہ کی خان جہاں کا نام ملک مغیث خلجی تھا۔ اور محمود خلجی غاصب سلطنت کا باپ تھا وہ چندیری سے منڈو کو چلا گیا خاں جہاں اس سے آگاہ ہوکر ایلغار کرکے اپنے بیٹے محمود خاں پاس پہنچ گیا۔ سلطان احمد شاہ نے پھر منڈو کا محاصرہ کیا۔ ہر روز اندر کی جماعت باہر آکر لڑتی تھی اور ہر قلعہ میں چلی جاتی تھی۔ سلطان محمود نے ایک مدت کے بعد شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ قلعہ کے آدمیوں نے احمد شاہ کو اس کی خبر کردی۔ سلطان محمود کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ جب وہ حصار سے نکلا تو گجراتی جنگ کے لئے مستعد تھے۔ دونوں فریقوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ بہت آدمی مارے گئے۔ سلطان محمود نے صبح کے قریب قلعہ میں مراجعت کی۔ سلطان احمد شاہ نے شہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ سارنگ پور بھیجا وہ اس ولایت پر متصرف ہوا۔ اسی اثنا میں عمر خاں ولد سلطان ہوشنگ نے چندیری میں جمعیت عظیم بہم پہنچائی۔ باوجود اس حال کے سلطان محمود غایت تہور و کاروانی سے مضطرب ہوا اور قلعہ کی اس طرح حفاظت کی کہ کسی کو اسباب معیشت کی تنگی نہ ہوئی اور گجرات میں

ایسا فتنہ ہوا کہ جوان ناطق و صامت کو آزار پہنچا۔ جب محمود خاں نے دیکھا کہ حصاری ہونے سے کام نہیں نکلتا تو اس نے اپنے باپ خاں جہاں کو قلعہ چھوڑا اور خود تاراپور کے دروازہ سے نکل کر سارنگ پور کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک حاجی علی گجراتی کو محافظ راہ چنبل کا تھا وہ محمود خاں سے لڑا۔ ہزیمت پاکر سلطان احمد پاس چلا گیا۔ اور اس کو مطلع کیا کہ سلطان محمود خاں وہ نے نکل کر سارنگ پور جاتا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے اپنے بیٹے کو سارنگ پور سے طلب کیا وہ آکر باپ سے ملا۔ آگے اس کا حال خلجیوں میں بیان ہوگا۔ سلطان محمود نے فوج ہوکر عمر خاں کو مارا اور اپنے تئیں منڈو کے تخت پر مستقل کیا۔

ایک بلائے عظیم جو ہندوستان میں کمتر ہوتی ہے گجراتیوں کے لشکر میں ایسی پھیلی کہ تجہیز و تکفین کی فرصت نہیں ہوتی تھی۔ سلطان احمد شاہ نے اس کو سلطان محمود کی قوت اقبال جانا چار ہوکر احمد آباد کو پھرا۔ ۴ ربیع الاول ۸۴۶ھ/۱۴۴۲ء کو العود احمد کے موافق ہمان سے آیا تھا وہاں گیا۔ دار السلطنت دہلی میں ۱۹ ذی الحجہ ۷۹۳ھ کو پیدا ہوا اور ۲۰ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا پر ہیشہ ۳۲ سال ۷ ماہ ۲۰ روز سلطنت کی اور ۵۲ برس کی عمر میں مرگیا۔ احمد آباد کے عین وسط میں دفن ہوا۔ عمر بھر اس کا کوئی فرض قضا نہیں ہوا۔ وہ ایک نیک بادشاہ تھا۔ اس کی کمند دولت دشمنوں کی جان فشار اور دست ہمت اس کا مظلوموں کا چارہ ساز تھا۔ خلق کے ساتھ وہ اچھا سلوک کرتا تھا۔ مرنے کے بعد وہ خطوط و فرامین میں غفرانگاہ مغفور لکھا جاتا تھا۔

اس کی یہ حکایتیں مشہور ہیں کہ اس کے داماد نے جوانی کی مستی اور غرور میں ناحق ایک آدمی کا خون کیا۔ اس نے اس کو قید کرکے قاضی کے پاس بھیجا۔ قاضی نے مقتول کے وارث کو راضی کرکے ۲۴ اشرفیوں کا خون بہا تجویز کیا اور سلطان پاس وارث کو بھیجدیا۔ سلطان نے کہا کہ مقتول کا وارث راضی ہوگیا ہو لیکن اس طرح کے فیصلوں سے بدشعار و لتمند دل کو حوصلہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو قتل کیا کرینگے اس لئے اس مقدمہ میں خون کے بدلہ میں قصاص لینا چاہیئے۔ داماد کو دار پر چڑھایا۔ ایک دن رات تک اس کی لاش کو لٹکایا۔ پھر کوئی اس کا قاتل نہیں ہوا۔ ایک اور حکایت ہے کہ وہ دریا کی سیر کو دیکھ رہا تھا کہ پانی میں اس کو

ایک سیاہ چیز دکھائی دی اُس کو کھلوا کر دیکھا تو ایک مشکے میں ایک آدمی کی لاش تھی سارے شہر کے کمہاروں کو بلا کر پوچھا کہ یہ مشکا کس کا بنایا ہوا ہے۔ ایک کمہار نے کہا کہ میرے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے اور احمد آباد کے پاس میں نے ایک مقدم کے ہاتھ بیچا تھا۔ غرض تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ اس مقدم نے ایک تاجر کو مار کر مشکے میں بند کر کے دریا میں بہایا تھا۔ اُس کو دار پر چڑھوایا۔ اُس کے کل عہد سلطنت میں صرف یہی دو قتل ہوئے تھے۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن سلطان احمد شاہ گجراتی

سلطان احمد شاہ کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد شاہ حاکم گجرات ہوا۔ آدمیوں کو انعام دیکر اور احسان فراواں کر کے مطیع کیا۔ اول سال جلوس میں ایدر پر لشکر کشی کی۔ اس ملک کے راجہ نے پسر و نچھانے پیشکش میں اپنی لڑکی دی وہ کمال حسین تھی۔ سلطان محمد شاہ اس حسن صوری کا مفید ہوا اُس سے نکاح کیا۔ اُس کی استدعا سے ملک ایدر اُس کے مدد کو دیا اور پیروہ دونگر گیا۔ یہاں راجہ نے پیشکش دیکر اطاعت ماننکر اپنے ملک کی حفاظت کی۔ محمد شاہ نے احمد آباد کو معاودت کی ۸۳۵ھ میں قلعہ چنپانیر کی طرف سوار ہوا اور یہاں کا راجہ گنگدار اس بعد جنگ و شکست کے حصاری ہوا اور جب محاصرہ کو بہت امتداد ہوا تو اُس نے سلطان محمود خلجی پاس آدمی بھیجکر ملک اس شرط پر طلب کی کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ٹنکہ دونگا۔ اُس نے اُس کی درخواست طمع مال میں آکر قبول کیے وہ یہ چاہتا تھا کہ گجراتیوں نے جیسا حال مالویوں کا کیا ہے ویسا ہی مالوی گجراتیوں کا حال کریں اور اواخر سال میں چنپانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان محمد شاہ کے لشکر کے اکثر باربکش جانور سفر کی محنت سے مر گئے تھے اس کے سوار وہ پیدل ہی ہو رہا تھا۔ سلطان محمود کے لشکر کے نزدیک آنے کی خبر سنکر اپنے زاید خیموں اور اسباب کو جلایا اور پیچھے ہٹا۔ امرا نے ہر چند اُس کو دشمن سے لڑنے کی تحریص و ترغیب دی اصلا اُس نے قبول نہ کی اور احمد آباد کی طرف چلا گیا۔ جب وہ بادشاہ مالوہ ایک لاکھ سواروں کے ساتھ منڈو سے گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے چلا تو امرا گجرات نے باہم اتفاق کر کے کہ سلطان محمود پرسوز مملکت کو زمینیں پہنچاتا ہے مناسب یہ ہے کہ لشکر سیاہ کا سامان تیار کر کے اُس سے لڑیں اور اُس کے شر کو دفع کریں سلطان محمود اس بات

کو کمی دیدے قبول نہیں کرتا تھا وہ دیو کی طرف بھاگنا چاہتا تھا۔ امرا و وزرا مضطرب ہو کر اُس کی بیوی پاس گئے اور اُس سے کہا کہ تو شوہر چاہتی ہے یا تیرا میل اس طرف ہے کہ اس خانوادہ میں بادشاہی زہے۔ اس عورت نے کہا کہ اس کہنے سے تمہارا مطلب کیا ہے۔ سب نے کہا کہ تیرا شوہر سلطان محمود کے ساتھ جنگ نہیں قبول کرتا اور ولایت گجرات مفت ہاتھ سے جاتی ہے۔ اب تو اس پر راضی ہو جائے کہ ہم جس طرح چاہیں اس کو ٹھکانے لگائیں۔ اور تیرے بڑے بیٹے قطب الدین کو کہ بیس سال کا نوجوان ہے بادشاہ بنائیں۔ اس ضرورت کے سبب سے اس بڑھیا نے قبول کیا اور خاوند کے کھانے میں زہر ڈالکر، محرم ۸۵۵ھ کو دنیا سے رخصت کیا۔ اس کی مدت سلطنت ۸ سال ۹ ماہ ۱۴ روز بتلاتے ہیں مرنے کے بعد اس کا لقب غفرانگاہ کریم ہوا۔

ذکر سلطنت سلطان قطب الدین بن محمد شاہ

قطب الدین در جمادی الاول ۸۳۵ھ کو پیدا ہوا تھا۔ بیس برس کی عمر میں پدر کے بعد بے فاصلہ احمد آباد کے تخت پر جلوس کیا۔ سلطان قطب الدین احمد شاہ خطاب پایا۔ اس کا نام احمد ہے مگر بہت کم مشہور ہے۔ سلطان محمد خلجی چنپانیر کی ملک کو آیا تھا۔ ابھی وہ سرحد گجرات میں تھا کہ قابو پا کر ولایت گجرات میں آگیا۔ اس کا ہاتھی موضع برنامہ میں چھوٹ کر چلا گیا تھا تو گاؤں والوں نے ہاتھی اور فیلبان کو مار ڈالا۔ سلطان محمود کو رہایا کی دلیری پر تعجب ہوا اور اس نے برنامہ کو خاک میں ملا دیا اور قلعہ سلطان پور کو قلعہ دار ملک علاء سہراب کو امان دیکر لیا۔ اور ملک کو اپنے لشکر کا مقدمہ بنایا۔ اور کوچ بکوچ کر کے احمد آباد کو چلا۔ سلطان قطب نے مالوہ کے بادشاہ کی حشمت و شوکت دیکھ کر ایک بقال سے جو شاہ مالوہ کی خدمت میں نہایت تقرب رکھتا تھا مشورہ لیا۔ بقال نے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ سلطان خود ولایت ورنہ میں چلا جائے۔ جب سلطان محمود بلاد گجرات میں تھانہ اور لشکر تعین کرے اور خود منڈو میں چلا آئے تو سلطان آنکر تھانہ و لشکر کو اپنے ملک سے باسانی نکالدے۔ سلطان اس صلاح کو مانکر چاہتا تھا کہ عمل کرے کہ امرا و وزرا نے اس کو ملامت کی کہ یہ بزدلی فعل مادی گئی ہے۔ اس کی رگ غیرت کو حرکت میں لاکر مقابلہ و مقاتلہ کے لئے ارادہ کیا اور ایک لشکر گراں کر کے سلطان محمود سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ ملا علاء سہراب فرصت پاکر اپنے لشکر سمیت مالویوں

کے دائرے سے باہر نکل کر قطب پاس آگیا۔ قطب نے ایک مجلس میں سات مرتبہ اُس کو خلعت خاص اور علاء الملک کا خطاب دیا۔ سب چھوٹے بڑوں نے اُس کے آنے کا جشن کیا۔ دونوں لشکروں میں تین کروہ (۹ میل) کا فصل تھا۔ سلطان محمود نے سلطان قطب الدین کو یہ بیت لکھکر بھیجی ؎

شنیدم گوے می بازی بروں خانہ بے چوگان　　اگر داری سر دعوی بیا ایں گوے و ایں میدان

سلطان قطب الدین نے صدر جہاں سے اس شعر کے جواب میں یہ شعر لکھا یا ؎

اگرچہ گاں بدست آرم سرت چوں گوے بردارم　　ولے تنگ است ازیں کارم اسیر خود بر نجانم

اس بیت میں اشارہ یہ ہے۔ سلطان ہوشنگ کو مظفر شاہ نے قید کیا تھا اور سلطان احمد نے اس کو مالوہ میں بادشاہ بنایا تھا۔ الغرض سلخ صفر کو سلطان محمود خلجی شب خون مارنے کے قصد سے سوار ہوا۔ مگر راہ بھول گیا۔ دور کے کھیتوں میں جا پڑا جن کے گرد کانٹوں کی دیواریں تھیں۔ صبح تک مقصد پر نہ پہنچا۔ گھوڑے پر سوار رہا۔ قطب الدین نے صورت حال معلوم کرکے اس روز صبح کو سپاہ کی صف بندی کرکے لڑائی شروع کی۔ گجراتیوں کا میسرہ شکست پاکر احمد آباد بھاگا اور میمنہ اس کا مالویوں کے میسرہ پر غالب آیا اور وہ شکست پاکر مالوہ کو بھاگا۔ دونوں طرف کے میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ مالویوں کا میمنہ اپنے گمان میں فتح خاطر جمع ہوکر گجراتیوں کے لشکر کی لوٹ میں مصروف ہوا۔ سلطان قطب الدین کا قول تھا قطب کی مانند قطب گاہ میں ثابت قدم تھا فرصت پاکر سلطان محمود کے قلب پر حملہ آور ہوا اور اُس کو متفرق کردیا۔ سلطان محمود شجاع تھا۔ وہ جب تک لڑتا رہا کہ نہ ایک آدمی اُس پاس تھا اور نہ اُس کے ترکش میں ایک تیر رہا۔ آخر ناچار ہوکر میدان سے باہر آیا۔ تیرہ آدمیوں کے ساتھ سلطان قطب الدین کے لشکر میں جاکر سراپردہ خاص کے پاس پروانہ وار پہر کردہ تاج و کمر مرصع وبست سے جواہر گرانبہا لیکر اپنے لشکر میں آیا۔ پر جو آدمی بھاگ گئے تھے اُس پاس جمع ہوئے۔ اُس نے مشہور کیا کہ آج رات کو میں پر گجراتیوں پر شب خون ماروں گا۔ گجراتی یہ خبر سنکر گھوڑوں پر ہوشیار ہوکر لشکر کی محافظت کرتے رہے کہ سلطان محمود ایک پہر رات گئے خاطر جمع سے سوار ہوکر مالوہ کو روانہ ہوا۔ اور رات کو اتنی دور چلا گیا کہ صبح کو گجراتیوں کے تعاقب کا خوف نہ رہا

راجاؤں کولیوں اور بھیلوں کے ہاتھ سے بہت آزار اُٹھایا۔ قطب الدین نے اس فتح کو عطایا الٰہی جانا۔ وہ خائم نصیب اور ۸۱ ہاتھیوں کو لیکر اپنے آبا و اجداد کے عیش آباد میں آیا اور بزم عشرت آراستہ کی اور سلطان پور کی طرف بہت لشکر بھیجا۔ اس نے قلعہ کو مالویوں سے چھین لیا۔ پھر وہ لتھواہوں کی سمت سے دونو بادشاہوں میں صلح ان شرائط پر ہوگئی کہ بلاد کفار سے طرفین جو حاصل کریں وہ انکی ہو اور اطراف جوانب کے راجاؤں اور کافروں کی حمایت میں آپس میں لشکر کشی نہ کریں۔ اور رانا کمبھ بڑا کافر باستعداد ہے اس کے دفع کرنے کو اپنے اوپر فرض سمجھیں ۸۶۰ھ / ۱۴۵۵ء میں جب آبی کرنا گور کا حاکم فیروز خاں دندانی فوت ہوا اور اس کا بھائی مجاہد خاں اپنی مردانگی سے اس ولایت پر متصرف ہوا اور چچا کے خوف سے شمس خاں پسر فیروز خاں بھاگ کر رانا کنبھا و رانا موکل سے ملتجی ہوا۔ رانا کنبھا نے یہ قرار دیا کہ مجاہد خاں کے تصرف سے ناگور نکال کر اس شرط سے اسکے حوالے کیا جائیگا کہ حصار ناگور کے تین کنگرے ڈھا دے جائیں۔ اس سے غرض اسکی یہ بھی تھی کہ اس سے پہلے فیروز خاں سے رانا موکل شکست پاکر اور ذلیل و خوار ہوکر بھاگا تھا اور اس معرکہ میں تین ہزار راجپوت مارے گئے تھے۔ پس جب اس کا بیٹا اس حصار کے تین کنگرے ویران کریگا تو ساری خلق جانیگی کہ اگرچہ رانا موکل بھاگا تھا مگر اس کے بیٹے نے اس حصار پر قبضہ پایا۔ بیچارے شمس خاں نے حالت اضطرار میں اس شرط کو قبول کرلیا رانا کنبھا سپاہ تیار کرکے ناگور پر متوجہ ہوا۔ مجاہد خاں مقاومت کی طاقت نہیں رکھتا تھا سلطان محمود خلجی سے التجا کی۔ شمس خاں ناگور میں جاکر متصرف ہوا۔ رانا کنبھا نے پیغام بھیجا کہ ایفاء وعدہ ہو۔ شمس خاں نے امرا اور سرخیلوں کو بلاکر اس بات کو بیان کیا۔ تو ان میں سے بعض نے کہا کہ کاشکے فیروز خاں کی لڑکی پیدا ہوتی کہ ان کا حفظ ناموس کرتی دشمنوں کے ہاتھ سے قلعہ کے ویران کرنے کی اجازت نہ دیتی۔ اس بات نے شمس خاں پر بڑا اثر کیا۔ اور اسی دن حصار کو مضبوط کیا اور رانا پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ جو لوازم امداد ہے وہ آپ بجا لائے لیکن اب حصار کا ویران کرنا ممکن نہیں اگر میں ایسا کروں تو اس ولایت اور قلعہ کے آدمی مجھے جان سے مار ڈالنے کا قصد کرینگے۔ اب آپ ولایت کو تشریف لیجائیں

رہنا موا جنگ دوسرا امر متصور نہیں ہے۔ رانا تاخت کرتا ہوا آتا چلا گیا۔ اور بہت سا لشکر جمع کرکے ناگور پر آیا۔ شمس خاں یہاں قلعہ کو سب طرح سے درست کرکے بہت جلد امداد کے لئے احمد آباد گیا۔ سلطان قطب الدین نے اوسپر ایسی مہربانی کی کہ اوسکی بیٹی سے اپنا نکاح کیا، اور شمس خاں کو اپنے پاس رکھا اور رائے رامچندر اور ملک گدی اور بعض اور امرا کو ناگور کی کمک کے لئے بھیجا۔ اونکو رانا نے لڑکر شکست دی۔ اور بہت گجراتی اور نامور آدمی مارے گئے۔ قطب الدین اس خبر کو سنکر بہت غصہ ہوا اور خود ولایت ناگور پر متوجہ ہوا جب قصہ آبو کی حوالی میں آیا۔ ایک فوج لشکر دگی عماد الملک کے اس ولایت کی تسخیر کے لئے بھیجی مگر اس نے قلعہ پر پہونچکر بطور سے لڑکر شکست کھائی۔ بہت آدمی مارے گئے۔ اور کچھ کام نہ بنا اور اوسنے مراجعت کی۔ اسلئے سلطان خود رانا کے دفع کرنیکے لئے متوجہ ہوا اور سردی میں آیا۔ یہاں راجپوتوں اور رانا کے نزدیک کے قراتیوں سے جنگ عظیم ہوئی۔ سلطان فتح ویلہ ہوکر ملکوں کو منہزم کیا۔ اور وہاں سے کوہستان کنبل میر میں جو رانا کنبھا کا ملک تھا آیا۔ اکثر ولایت کو ویران کیا اور بندوں کی مویات اور اطفال کو اسیر کیا اور قلعہ کو نبلیر میں جاکر محاصرہ کیا۔ اور کئی دفعہ رانا کے لشکر کو شکست دی اور مجمع کثیر کو قتل کیا۔ آخر کو رانا خود اُتر کر قراشکست پاکر قلعہ میں گھسا اور بالآخر صلح ہوا۔ سلطان نے قلعہ کی فتحی کے سبب سے صلح کو منظور کرلیا۔ بڑے پیشکش لیکر گجرات میں آیا کہ تاج خاں کو سلطان محمود خاں کا وزیر کل تھا۔ گجرات میں آیا اور سلطان محمود کی خدمت سے اوسنے کہا کہ گزشتہ گذشت حال میں صلح و عہد کو تازہ کرنا چاہئے کہ ہم اور آپ متفق ہوکر رانا کا بیخ اس طرح سے تمام کریں کہ رانا کی ولایت جو گجرات کے متصل ہے اوسکو لشکر قتلبی نہیب تاراج کرے اور جاگیردار و امیردار کو لشکر منڈہ تاخت کرے۔ عند الاحتیاج ایکدوسرے کی معاونت کریں۔ چنانچہ میں علماء عصر نے آنکر اس عہد و پیمان کو موکد اپنی توقیع سے کیا۔

۱۴۵۰ء میں ولایت رانا پر سلطان قطب الدین بہت لشکر لیکر متوجہ ہوا اور اثنار راہ میں قلعہ آبو کو لیکر ایک اپنے امیر کو سپرد کیا۔ انہی اوقات میں سلطان محمود بھی اس ولایت کی اور اطراف میں آیا۔ رانا اول چاہتا تھا کہ مالوں سے لڑے مگر گجراتی سروہی سے گذر کر کنبلیر میں آگئے

بالضرورت مالویوں سے جنگ کو دوسرے وقت پر موقوف رکھکر گجراتیوں سے اول لڑتا رہا اور ایسی شکست فاش پائی اور کسی جائے قلب میں کہ چتوڑ کے سر راہ تھی توقف کیا۔ سلطان قطب الدین نے یہاں آنکر لڑائی شروع کی۔ رات ہوگئی طرفین نے اپنی جا و مقام میں جاکر آرام کیا۔ دوسرے روز علی الصباح معرکہ جنگ قرار یافتہ ہوا۔ سلطان قطب الدین نے خود اہتمام کیا اور غالب ہوا۔ اور رانا کوہ میں جاکر چھپا اور ایلچیوں کو شفاعت کے لئے بھیجا اور چودہ من سونا اور دو ہاتھی اور نفائس بھیجکر عہد کیا کہ یہ ولایت ناگور کو مفوض نہ ہونیکا دیگا۔ سلطان احمد آباد میں چلا آیا سلطان محمود کے رانا سے جو معاملات ہوئے وہ تاریخ مالوہ میں بیان ہونگے۔

ابھی تین مہینے نہیں گذرے تھے کہ ۱۴۵۸ء میں رانا نے نقض عہد کیا اور پچاس ہزار سوار لیکر ناگور کے قلعہ کی طرف گیا۔ وہاں کے حاکم نے عریضہ جسمیں یہانکے حالات لکھے تھے بھیجا۔ قاصد عریضہ اس رات کو عماد الملک۔ پاس لایا کہ سلطان شراب کی صحبت میں مشغول تھا۔ وزیر سلطان پاس گیا تو اوس کو مست و لایعقل پایا اوسکے ہشیار ہونیکا انتظار نہ کیا اوس کو محفہ میں سوار کرا کے شہر سے باہر لایا اور دوسرے دن ایک منزل چلکر ایک مہینہ لشکر کے جمع ہونیکے لئے توقف کیا۔ جب جاسوسوں نے سلطان کے سفر کی خبر رانا کو پہنچائی تو وہ متنبہ ہوکر ولایت ناگور سے اپنی ولایت میں چلا گیا سلطان قطب الدین یہ خبر سنکر اپنے شہر میں آیا۔ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

اسی سال کے آخر میں سلطان سروہی میں گیا۔ یہاں کا راجہ رانا کنبھا کا بڑا قریب کا رشتہ مند تھا وہ بھاگ کر کوہستان کنبل میر میں چلا گیا۔ لشکر احمد آباد نے تاخت و تاراج میں اپنی دنوں میں سلطان محمود نے قلعہ چتوڑ پر تاخت کی تھی۔ جب سلطان قطب الدین رانا کو جا بجا بھگاتا پیرتا تھا یہانتک کہ قلعہ کنبل میر میں آیا۔ بادشاہ اسلام نے چند روز اس کا محاصرہ کیا جب اسکو معلوم ہوا کہ محاصرہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا تو وہ اس کو چھوڑ کر ولایت چتوڑ اور اور ممالک کو خراب کرتا ہوا بہت سی غنیمت کے ساتھ اپنی دار السلطنت میں آیا۔ یہاں رہ کر ۱۴۵۹ء میں بیمار ہوا اس خیال سے ایک فقیر پاس گیا کہ خدا اسکو بیٹا دے مگر فقیر نے اپنی صفائی باطن سے دریافت کرکے کہا تمہارا چچیرا بھائی فرزند کا حکم رکھتا ہے وہی خاندان مظفر شاہی کو زندہ رکھے گا

سلطان ایاس ہوا۔ اس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ ۲۳ رجب ۹۵۹ھ کو دنیا سے رخصت ہوا اور سلطان محمود شاہ کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔ مناشیر و فرامانوں میں سلطان غازی لکھا گیا۔ سلطان کے زہر دینے کا اتہام شمس خاں بن فیروز خاں پر لگا یا گیا جس کی بیٹی سے اس نے نکاح کیا تھا۔ اسلئے دولتخانہ کے آدمیوں نے ہجوم کرکے اوسکو قتل کر ڈالا۔ سلطان قطب الدین کی ماں نے دختر شمس خاں کو اسی تہمت کی ملت میں لونڈیوں کے حوالہ کرکے پارہ پارہ کرایا۔ کہتے ہیں کہ سلطان قطب الدین ایسا بادشاہ تھا کہ اوسکی وجود میں قہر کا زہر سرشتہ تھا۔ حصول عشرت اب کے نشہ میں مجرموں کو شمشیر آبدار کے سوا نہ پوچھتا۔ عاصیوں پر بجز خنجر جانگداز کے نہ نوازش کرتا۔ کبھی عفو و اغماض اس پاس نہیں آتا۔ عروس شفاعت کبھی کبھی اوس کے بعد میں جلوہ گر ہوتا۔ ایام سلطنت سات سال سات ماہ تھی۔ مستی میں جان گئی مگر پیالہ اوس کے لب سے نہ جدا ہوا۔

ذکر سلطنت داؤد شاہ

جب قطب الدین کی مراسم تعزیت ادا ہو چکیں تو قطب الدین کے چچا داؤد خاں کو تخت سلطنت پر ارکان دولت نے بٹھایا۔ اسنے تخت پر بیٹھتے ہی ناشائستہ حرکات شروع کیں۔ ایک تو اوس کے ہمسایہ میں رہتا تھا اوسکو عماد الملکی کے خطاب دینے کا وعدہ کیا۔ غرض اوسکی بیہودگی و حرکات نامنظم سے امراء و بزرگ بیزار ہو گئے۔ اونہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ اوس کو حکومت سے معاف رکھیں اور ملک علاء الملک بن بہراب کو محمد و مہ جہاں پاس بھیجا۔ وہ سلطان محمود شاہ کی مشکوسے تھی تاکہ شاہزادہ فتح خاں بن محمود شاہ کو لاکر بادشاہ بنائیں۔ محمد و مہ جہاں نے کہا کہ میرے فرزند کو معاف رکھو وہ سلطنت کے بارگراں اٹھانے کی قوت نہیں رکھتا۔ اتفاقاً ملک عماد الدین شاہزادہ فتح خاں کو سوار کراکے دولت خانہ میں لے آیا اسی روز فرو شبان کو سال نہ کور میں تخت سلطنت پر بٹھایا اور سلطان محمود شاہ خطاب ہوا داؤد شاہ نے بھی سات روز سلطنت کی۔

ذکر سلطنت فتح خاں المخاطب بہ سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور

بہ سلطان محمود بیکرہ

جب سلطان محمود شاہ بادشاہ ہوا تو عماد الملک وزیر کو حل و عقد سلطنت و قبض و بسط و داد و ستد سپرد ہوئے بہات بادشاہی نے رونق پائی۔ جمیع خلائق ادنیٰ و اعلیٰ اوسکی سلطنت پر دل نہاد ہوئے کسی طرح کا خلل و فساد درمیان نہ تھا۔ لیکن بلوس پر چند ہی مہینے گذرے تھے کہ بعض کوتہ اندیشوں نے مثل برہان الملک و عتیق الملک و صفی الملک حسام الملک کہ بڑے صاحب اقتدار تھے اور ممالک گجرات کا خلاصہ اونکے اور اونکے رشتہ مندوں کی اقطاع میں تھا ایسے حسد میں گرفتار ہوئے کہ اتفاق کرکے اونہوں نے کہا کہ ہم عماد الملک کے تسلط و استیلا اور اوسکی سخت گیریوں سے بہ تنگ آرہے ہیں۔ اگر سلطان اوسکو معزول کرے تو مطلوب ورنہ سلطان کو بادشاہی سے معزول کرکے اوسکے بھائی حسن خان کو بادشاہ بنائیں۔ نظام الدین حسن روایت کرتا ہے کہ اونہوں نے معروض کیا کہ عماد الملک یہ چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے شہاب الدین احمد کو بادشاہ کرے اور ملک مغیث خلجی کی طرح سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کرے۔ بالفعل سزاوار دولت یہ ہے کہ مکر و خدعہ کے شراروں کے مشتعل ہونے سے پہلے تدبیر کی بند اُس کے پاؤں میں رکھنی چاہیئے کہ ہاتھ اوسکا مقصد تک نہ پہنچنے پائے۔ سلطان محمود نے باوجود صغر سن کے فراست سے دریافت کیا کہ اونہوں نے یہ بہتان و افترا باندھا ہے اگر میں اون کی مجلس میں اُن کے مدعا کے موافق عماد الملک کی قید کا حکم نہ دونگا تو وہ مجھے سلطنت سے معزول کردینگے۔ اسلئے اوسنے مناسب وقت خوش ہوکر یہ کہا کہ میں نے بھی ان ایام میں عماد الملک کی پیشانی میں خدعہ و فریب کی صورت دیکھی ہے اوسکی حرکات و سکنات سے فتنہ انگیزی کی بو آتی ہے لیکن اس سبب سے کہ سب لوگ میری بے مروتی و بیوفائی پر حمل کرینگے میں نے اوس کے علاج میں کوشش نہیں کی الحمد للہ والمنہ کہ حقیقت حال تم دولت خواہوں اور خیر خواہوں پر کھل گئی اب اگر اوسکو مقید کروں تو خاص و عام میں ناسپاسی و حق ناشناسی سے منسوب نہ ہوں گا۔ اب جو تمہارے نزدیک صلاح ملک و دولت ہو اوسپر عمل کرو پس عماد الملک کو پابزنجیر کرکے احمد آباد کے دروازہ پر قید کیا اور پانسو آدمی اوسکی حراست کے لئے مقرر کئے۔ سلطان محمود نے اس تدبیر سے

اپنے تئیں دشمنوں کے گھرے بچایا۔ اور عماد الملک کے استخلاص کے اور امراء اربعہ کے دفع تسلط کی
اوپر ہوا۔ جاتا تھا کہ سب سردار و خاصہ خیل اونکے تابع ہیں کسی پر اپنی نیت کا اظہار نہ کرتا تھا
تدبیر پر دار رکھتا اور خلاصیں یہ کہتا تھا کہ عماد الملک میرا جانی دشمن ہے۔ ایسے آدمی کو زندہ
چھوڑنا خرم سے بعید ہے۔ میں اپنے ہاتھ سے اوسکو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر امراء اوسکی شفاعت
چاہیں تو میں اولے رنجیدہ ہو جاؤں۔ یہ خبریں امراء اربعہ کو پہنچیں تو وہ بڑے خوش ہوتے اور کہتے
کہ اگر سلطان عماد الملک کو قتل کرے تو ہم ہرگز اوسکی شفاعت نہ کریں۔ سلطان اسی فکر میں ایک
رات نہ سویا صبح کو دیکھا میں بیٹھا ہوا ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ اوسنے فیل خانہ کے گماشتہ
ملک عبد اللہ کو دیکھا کہ کل کے نیچے کھڑا ہے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے مگر اوسکی جرأت نہیں ہوتی
سلطان نے کہا کہ جو کچھ عرض کرنا ہے عرض کر۔ اوس نے کہا کہ سلطان کا کوئی دولتخواہ عماد الملک
سے زیادہ نہیں ہے جو کچھ اوس کی نسبت عرض کیا گیا ہے محض بہتان ہے خود اون کا
ارادہ ہے کہ فرصت پاکر حسن خاں کو بادشاہ بنائیں۔ سلطان نے اوسکی تحسین و آفریں کی اور
فرمایا کہ خوب کیا جو تو نے اس بات کو عرض کیا ورنہ صبح کو عماد الملک کے مارنے کا قصد میرا تھا
تو کسی سے اس بات کو نہ کہنا۔ صبح ہوتے ہی تمام ہاتھیوں کو مکمل مستعد کرکے دربار میں لانا
جب کچھ دن چڑھا تو ملک فرحت ملک حاجی و ملک بہاء الدین، ملک کالو و ملک عین الدین کو سلطان کے
معتمد بے باشاہ پاس آئے۔ سلطان نے ملک اشرف سے کہا کہ رات کو غصہ کے مارے مجھے نیند نہیں
آئی عماد الملک کو میرے پاس لاؤ کہ میں اوسکی گردن تلوار سے اڑاؤں۔ ملک اشرف عماد الملک کو
لینے گیا تو بیکار ہوں نے کہا کہ حضۃ الملک کی اجازت بغیر ہم عماد الملک کو نہیں دے سکتے۔ اس
نے سلطان سے آکر یہی عرض کیا تو سلطان نے خود برج پر آن کر پکارکے کہا کہ عماد الملک کو
جلد بھیجدو کہ میں اوسکو ہاتھی کے پاؤں تلے کچلواؤں۔ آواز سنکر بھیجنے والوں نے عماد الملک
کو بھیجا جب وہ آیا تو سلطان نے کہا کہ اوسکو اوپر میرے پاس لاؤ مجھے اس سے چند باتیں پوچھنی
ہیں جب وہ اوپر آیا تو سلطان کے حکم سے اوسکی پیزار اتاری گئیں امراء کے متعلقین نے جب یہ دیکھا
تو وہ ڈر کر بھاگے سلطان محمود دربار میں آیا اور وہ پاک اپنا عماد الملک کو دیکر اپنے پہلو میں بٹھایا

زنجیریں ہلانے لگا۔ جب یہ خبر امراء اربعہ کو پہنچی تو وہ بیس ہزار سوار و پیادے لیکر کارزار پر مستعد
ہوئے اور دار الامارۃ پر چلے۔ حاجی محمد قندہاری روایت کرتا ہے کہ سلطان کی خدمت میں
کوئی تین سو آدمی بندہ و آزاد تھے۔ سب زندگی سے مایوس ہوئے ایک جماعت نے کہا کہ فلاں
شہر میں چلکر دروازوں کو مضبوط کرکے جنگ کریں۔ بعض نے کہا کہ جواہر و نقود بقدر مقدور لیکر
کسی طرف باہر چلے جائیں۔ مگر ان دونوں رایوں کو سلطان محمود نے پسند نہیں کیا اوس نے
ہتیار لگائے اور ترکش کمر سے باندھا اور تین سو سوار اور دو سو ہاتھی لیکر دشمنوں سے لڑنے
کے لئے گھر سے باہر نکلا اس خوف سے کہ مبادا سب طرف سے مخالف زور نہ کریں بہت سے
کوچوں کو فیل بند کیا اور نہایت آہستگی کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کے سوار ہونے کی
اور عماد الملک کے ہمراہ ہونے کی خبر پھیلی تو سب سرداروں و سرگروہوں و خاصہ خیل نے امراء
اربعہ کی رفاقت کو ترک کیا۔ بعض سلطان کی خدمت میں آئے اور اکثر گوشوں میں چھپ گئے
منقول ہے کہ احمد آباد کے اکثر محلے غارت ہوگئے اور سیف و سنان کی تحریک بغیر سلطان
کی دولت سے کوچہ و بازار میں اس قدر جوشن و مغفر و اسباب اشتر و گاؤ پر تلے ڈھیر ہوئے
کہ آمد و شد کی راہ مسدود ہوئی۔ امراء اربعہ شہر سے باہر چلے گئے۔ برہان الملک کا جسم سقیم
تھا تو وہ بھاگ نہیں سکتا تھا۔ قصبہ سرکیچ کے نزدیک سابرمتی ندی کے لوروں اور گندہ آب میں
جا کر چھپا۔ ایک خواجہ سرا اوسکو پکڑ کر سلطان پاس لایا اوسنے ہاتھی کے پاؤں تلے اوسکو
کچلوایا۔ حضۃ الدولہ ایک نوکر کے ساتھ گرامیوں میں گیا۔ اوسکی ایک جماعت کو اوسنے پہلے
قتل کرایا تھا۔ اوسکے وارثوں نے اوسے قتل کیا اور اوسکا سر سلطان پاس احمد آباد میں
بھیجوایا۔ حسام الملک اپنے بھائی رکن الدین کو توال پٹن پاس گیا۔ یہاں سے دونو بھائی بانسوارہ کو
بھاگ گئے۔ بعض الملک پکڑا گیا اوسکا گناہ بڑا نہ تھا اسلئے وہ قلعہ دیپ (دیو) میں قید ہوا
جب یہ فتنہ فرو ہوا تو عماد الملک نے روزگار کی بدعہدی پر نظر کرکے وزارت کو ترک کیا۔ گوشہ
نشینی و حق بینی کی طاعت و عبادت میں مشغول ہوا۔ سلطان محمود نے اوس کی خدمات
گذشتہ پر نظر کرکے اوسکے بڑے بیٹے شہاب الدین احمد کو خطاب ملک الشرق دیکر بڑا امیر بنایا

خود مستقل بادشاہ ہو کر عدل و داد میں مشغول ہوا۔

بیشتر میں سلطان محمود گجراتی پاس نظام شاہ بہمنی والی محمد آباد بیدر کا خط اس مضمون کا آیا کہ سلطان محمود خلجی نے ولایت دکن میں بہت ظلم برپا کر رکھا ہے اب کچھ استعانت کیجئے۔ سلطان محمود نے یہ مجرد اس اطلاع کے سراپردہ سرخ و بارگاہ کو باہر نکالا اور دکنیوں کی مدد اپنے ذمہ فرض جان امرا سلطنت نے عرض کیا کہ داؤد خاں ایک بہتہ سلطنت کر کے کمین فرصت میں بیٹھا ہے پائے تخت کو خالی چھوڑنا مصلحت نہیں ہے ابھی اپنے ملک کا انتظام اچھی طرح نہیں ہوا اوروں کی اصلاح امور کے لئے سوار ہونے میں تحمل ہونا چاہئے۔ سلطان محمود نے باوجود فتنہ ان ہوائی کے بیان کیا کہ اگر افلاک عناصر ایسی ہیئت و روش سے باہم موافقت و آمیزش نہ کریں تو عالم کون و فساد کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اور اگر بنی نوع انسان سلسلۂ مودت و مشارکت کو توڑیں تو قانون طبیعی کی اساس انہدام پذیر ہو۔ میں دکن کے مسلمانوں کی امداد کرنا ہوں خدا تعالیٰ کے حکم سے مجھے اس یورش میں ضرر نہیں پہنچے گا۔ ارکان دولت نے معروض کیا کہ اگر نظام شاہ کی معاونت میں سلطان بھیجے تو مناسب یہ ہے کہ مالوہ کی جانب لشکر عظیم بھیجے کہ وہ اس ولایت میں خرابیاں پیدا کریں کہ جن کے سننے سے سلطان محمود خلجی سراسیمہ ہو کر دکن سے باہر چلا آئے۔ اس التماس کو بھی اوسنے قبول نہیں کیا بے تامل و توقف بہت سی سپاہ اور پانسو ہاتھی لیکر دو منزلوں کی ایک منزل کرتا ہوا نہ دربار میں آیا۔ خواجہ جہاں گاؤاں کو محمد شاہ دکن تہا ایلغار کر کے اوسکے پاس آیا اُس سے مدد لیکر سلطان محمود خلجی کے ساتھ قتال و جدال کرنے کو روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی متوہم ہو کر قلعہ محمد آباد بیدر کے باہر سے کوچ کر کے چاہتا تہا کہ دولت آباد کے سر پر سے گذر کر اپنے ملک کو چلا جائے مگر یہ راہ لشکر گجرات نے بند کر رکھی تھی تو وہ برار کی جانب گیا اور ایلچپور میں گذر کر مالوہ میں چلا گیا۔ نظام شاہ کے حاجب نے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اوسنے اپنے ملک میں مراجعت کی۔

۹۷۳ھ میں سلطان محمود خلجی نے دکن پر لشکر کشی کی اور سلطان بہمنی کی حسب الالتماس سلطان محمود گجراتی اوسکی اعانت کے قصد سے دکن کو روانہ ہوا۔ اس خبر کو سُنکر سلطان محمود خلجی نے

دولت آباد تک تاخت کر کے اور بہت سی غنیمت لیکر اپنی ولایت کو مراجعت کی سلطان محمود نے والی گجرات کو معاودت کی اور اوسنے سلطان محمود خلجی کو لکھا جو مسلمانوں کی ولایت پر چڑھنا آئین اسلام و مروت سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ اور جب یہ امر وقوع میں آجائے تو پھر بے جنگ کے پھر جانا قبیح ہے اگر اسکے بعد آپ متوطنان دکن کے آزار کے درپے ہونگے تو یقین جانیے کہ میں مالوہ کی تخریب کے درپے ہونگا۔ سلطان خلجی نے خط کا جواب لکھا کہ جب آپکی ہمت عالی اہالی دکن کی امداد پر معروف ہے تو اب میں اس دیار کے متوطنوں کو آزار نہیں پہنچاؤنگا۔

۹۷۱ھ میں بادشاہ کی خدمت میں مذکور ہوا کہ دو سال سے باور بندر کے زمیندار جہازوں کی مزاحمت کرتے ہیں سلاطین گجرات نے اوکی گوشمالی نہیں کی ہے۔ اسلئے سرکشی و تمرد اوکی عادت ہو گئی ہے یہ ملک گجرات اور کونکن کے درمیان واقع ہے۔ باوجودیکہ دولت خواہ صعوبت راہ و استحکام قلعہ کے سبب سے سلطان محمود کے جانے کو تجویز نہیں کرتے تھے مگر وہ اس ناحیہ کی تسخیر کا عازم ہوا۔ نہایت صعوبت و دشواری سے حوالی قلعہ میں پہنچا۔ سردار قلعہ لڑنے کھڑا ہوا۔ چند روز تک معرکہ قتال آراستہ رہا اتفاقاً محمود شاہ اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا کہ قلعہ کے آدمیوں نے چتر شاہی اور افسر ذوالی سپاہ کو دیکھا تو اس ولایت کے حاکم نے عاجزی کے ساتھ اوان باندگی پیشکش سالانہ دینی قرار دی۔ اور سلطان کی خدمت میں آیا۔ قلعہ و ولایت سپاہ اسلام کو تسلیم کیں بادر کا قلعہ بہت بلند اور نادر بہت مضبوط تھا۔ اب تک کسی مسلمان نے اوسکو فتح نہیں کیا تھا۔ ولایت دون کا رائے ایک ہزار موضع کا مالک تھا اور اس قلعہ کا استظہار رکھتا تھا۔ سلطان نے قلعہ کے دفاین و خزائن پر متصرف ہو کر اس ولایت و حصار کو انہیں کو دیدیا۔ غنایم کو لیکر احمد آباد میں آیا۔ تیسرے بلاد تفتیش حال عباد میں مشغول ہوا۔

۹۷۲ھ میں احمد نگر کی طرف بنگار کو گیا۔ اثنار راہ میں ایک روز بہار الملک بن الف خاں نے ایک سلاح دار کو مار ڈالا۔ قصاص کے خوف سے ایدر کو بھاگ گیا۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی تو ملک حاجی اعتماد الملک کو کہ مہمات بادشاہی کے ناظم تھے بہار الملک کے پکڑنے کو بھیجا۔ یہ اوسکے پیچھے ڈیرے کسی قدر اوسکے تعاقب میں گئے۔ چال بازی کی کہ بہار الملک کے دو۔ نوکروں کو

جزوی مال پر قناعت کرکے یہ ٹھیرایا کہ جب اونسے پرسش ہو تو وہ اقرار کریں کہ قاتل ہم ہیں۔ بادشاہ رحیم ہی۔ وہ بخشدیگا۔ اور قطع نظر اس کے سلطان بے مشورت ہمارے قتل کا حکم نہیں دیگا ہم سفارش کرینگے قتل نہیں ہونے دینگے۔ ان اہل گرنتوں نے مال اور اپنے قدیم صاحب کی خیرخواہی پر نظر کرکے بھیا اونکو سکھایا تھا ویسا بادشاہ کے روبرو اقرار کیا۔ سلطان نے علماء سے فتویٰ لیکر ان مفسد گنہگاروں کو قتل کیا۔ اس غرسے مراجعت کرنے کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ عادالملک اور عضدالملک نے ایسا کام کیا ہی کہ بے گناہوں کو گنہگار کے عوض میں قتل کرایا ہی۔ اسیوقت ان دونوں کو قتل کرایا باوجودیکہ اونسے عمدہ تر دولت خانہ میں کوئی نہ تھا۔ اور اونکی کھالوں میں گھاس بھروا کے عبرت خلایق کے لئے احمدآباد کے چوٹرے کے بازار میں لٹکوایا۔

۹۰۰ھ ۱۴۹۴ء میں سلطان محمود نے گرنال کی فتح کے ارادہ سے کوچ کیا۔ گرنال ایک بڑے اونچے پہاڑ پر تھا ہی اوسکے گرد اور پہاڑ بطریق دائرہ کے محیط ہیں اوسکے درمیانہ بہت سے ہیں اور ہر درہ کا نام ہی اونمیں سے ایک درہ کا نام موری ہی۔ جسکے آگے ایک حصار نہایت مستحکم ہی جسکو اس زمانہ میں جونہ گڑھ کہتے ہیں اور دوسرا درہ ھابلہ مشہور معروف ہی۔ ایک ہزار نوسو برس سے بہ ولایت رائے منڈلک اور اوسکے آباواجداد کے قبضہ میں چلی آتی تھی۔ سوا رسلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے کسی نے اس ملک پر تاخت نہیں کی۔ دہلی اور گجرات کے بادشاہ اوسکی تسخیر کی تمنا ہی میں رہے۔ سلطان محمود ھابلہ پر پہنچکر کے روانہ ہوا جب گرنال سے چار کوس یا دس میل رہا تو اپنے خانوتق خاں کو سترہ سو منتخب سوار دیکر روانہ کیا۔ سترہ سو ہی گھوڑے عراقی ترکی و عربی دستر سو خوبصورت خلعت طلائی و نقرہ ان سواروں کو دیئے۔ وہ ایلغار کرکے درہ ھابلہ میں بے خبر آن پہنچے۔ راجپوتوں کی ایک جماعت جسکو روکتے ہیں اور درہ کی محافظت کرتی تھی واقف ہوئی بہ جنگ میں بہت کوشش کی گر غافل تھی ہتیار ہی نہ لگائے تھے کہ سب کشتہ ہوگئے سلطان محمود اور لشکر اسلام تکبیر کہتا ہوا درہ ھابلہ میں داخل ہوا۔ رائے گرنال واقف ہوکر بہت سی جمعیت کیساتھ قلعہ سے نیچے آیا۔ شکار کے بہانہ سے درہ ھابلہ کی طرف چلا جب تھوڑے سے گجراتی اوسکو نظر آئے تو راجپوت دلیرانہ جنگ میں مشغول ہوئے۔ اس اثنا میں عقب سے لشکر

نمودار ہونا شروع ہوا۔ بہت ہندو مارے گئے۔ منڈلک اور بقیۃ السیف خستہ و بدحال قلعہ گرنال میں محصن ہوئے۔ درہ ھابلہ کی عورتیں اور بچے اسیر ہوئے۔ حوالی گرنال میں بتخانوں کے اندر مسلمان گئے۔ یہاں برہمنوں نے اونکا مقابلہ کیا اونہوں نے انہیں قتل کیا اور غنیمت بہت آئی۔ اور دو تین کافروں کو محمود نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ سلطان لشکر کو اطراف میں بھیجا چاہتا تھا کہ منڈلک نے اپنے عزیزوں کی ایک جماعت بھیجکر شفاعت چاہی۔ سلطان محمود نے اسوجہ سے کہ اموال و جواہر و غلام اور غنائم زیادہ سے زیادہ سپاہ کے ہاتھ آئے تھے اور ہوا بھی گرم تھی۔ اس کوہستان میں وہ ٹھیر نہیں سکتا تھا اس سال پیشکش لینے پر اکتفا کی اور احمدآباد کو مراجعت کی۔

۹۰۱ھ ۱۴۹۵ء میں سلطان محمود غازی نے کہ بہانہ طلب تھا سنا کہ میدلک حاکم گرنال چشمہ دوربانی و تمام لوازم بادشاہی کے ساتھ سوار ہوتا ہی۔ اور جواہر گراں بہا ہاتھوں اور گردن میں پہنتا ہی اور تخت پر بیٹھکر دربار شاہانہ کرتا ہی۔ یہ بات اسکو نہایت ناگوار گذری چالیس ہزار سپاہ اوسکی ولایت پر نامزد کی اور کہا کہ اگر حاکم گرنال تمام اپنا اسباب سلطنت چتر مرصع و تاج مجمع اصفا اور جواہر حوالہ کردے تو اوسکی ولایت کے معترض نہونا ورنہ اوسکی تسخیر میں کوشش کرنا منڈلک میں لشکر اسلام کی مقاومت کی طاقت نہ تھی جو کچھ اونسے مانگا۔ وہ اونسے دیدیا۔ اور اپنی ولایت کو نگاہ رکھا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہی کہ گرنال سے امراء جو غنیمت کا مال لائے تھے اوسکو سلطان نے مجلس عیش و محفل بزم میں گویوں کو انعام میں دیدیا ۹۰۲ھ میں سلطان محمود غازی فکار کرتا رہا اور اکثر اپنی ممالک کو دیکھتا رہا اور اونکی معموری اور آبادی میں کوشش کی کہیں اپنے ملک کو جنگل و ویران نہ رہنے دیا۔

۹۰۳ھ ۱۴۹۷ء میں سلطان محمد خلجی والی مالوہ کے مرنے کی خبر آئی۔ امرا نے معروض کیا کہ بہت سلطان محمود شاہ بن احمد شاہ نے انتقال کیا تھا تو سلطان محمود خلجی ولایت گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے قصبہ کریخ تک آیا تھا۔ اگر حضور بھی اس وقت ولایت مالوہ کی طرف متوجہ ہوں تو آسانی سے وہ ہاتھ آجائیگا۔ سلطان نے فرمایا کہ اسلام و مسلمانی میں جائز نہیں ہی کہ مسلمان

آپس میں لڑیں اور خلق کو مال حوادث کریں اور ان ایام میں کہ سلطان محمود وفات پائے اور امور ملک میں انتظام نہ ہو انکی ولایت پر جانا آئین مروت و رسم فتوت سے دور ہے۔

۹۱۰ھ ۱۵۰۴ء میں ولایت سورتھ کے تاخت و تاراج کے لئے سپاہ بھیجی وہ تھوڑی مدت میں لوٹ کا مال بہت سا لے آئی۔ اس سال وقایع اعظم میں سے یہ ایک ہے کہ ایک دن سلطان محمود ہاتھی پر سوار باغ ارم کو جاتا تھا۔ اثنار راہ میں ایک مست ہاتھی زنجیر تڑا کر فوج کی طرف متوجہ ہوا اور ہاتھی اسے دیکھکر بھاگ گئے جس ہاتھی پر سلطان سوار تھا وہ اوسکے سامنے آیا اور دو تین ٹکریں مار کر اوسکو بھگا دیا۔ اور اوسکا پیچھا نہ چھوڑا۔ ایک اور ٹکر اوسکے شانہ پر ایسی ماری کہ دانتوں کا صدمہ سلطان کے پاؤں پر پہنچا اور اس سے خوں رواں ہوا۔ بادشاہ نے کمال شجاعت کر کے ہاتھی کی پیشانی پر نیزہ مارا کہ خون جاری ہو گیا۔ ہاتھی نے پھر اور ٹکر ماری تو سلطان نے اوسکو دوسرا نیزہ پیشانی پر ایسا مارا کہ خون کا فوارہ چھوٹنے لگا۔ پھر اوسنے ٹکر لگائی تو تیسری دفعہ نیزہ اوسکے ایسا لگا کہ وہ بھاگ گیا۔ سلطان خیریت سے گھر آیا۔ اور بڑی خیرات کی۔

چند روز بعد سلطان نے سرحد کے امرا کو بلا کر جونا گڈھ و گرنار کی فتح کا ارادہ کیا۔ ایک رات دن میں پانچ کروڑ روپیہ سپاہ میں تقسیم کیا منجملہ اوسکے دو ہزار پانسو ترکی عربی گھوڑے تھے جنمیں سے بعض کی قیمت دس ہزار تنکہ تھی کہ سب آدمیوں کو تقسیم کر دیئے۔ پانچ ہزار توپیں سات سو کرنیدر صبح اور ستر سو خنجر جنکے غلاف طلائی تھے انعام دیئے۔ اور متواتر کوچ کر کے روانہ ہوا۔ جب ولایت سورتھ میں کہ گرنار سے قریب ہی پہنچا تو راجہ منڈلک نے عرض کیا کہ بندہ ایک مدت سے اطاعت و انقیاد میں زیست کرتا ہے۔ اور کوئی امر کہ جس سے نقض عہد و پیماں ہو کبھی نہیں صادر ہوا۔ الحال جنبہ پیشکش کا حکم ہو دینے کو موجود ہوں۔ سلطان نے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ولایت کو تصرف میں لا کر اعلام اسلام کو مرتفع کروں راجہ نے فحوائے کلام سے جانا کہ اس دفد لشکر کا آنا ہرگز و ہرگز نہار اور دفعہ کے آنے کی طرح نہیں معلوم ہوتا دو سات کو ذمت کے وقت قلعہ جونا گڈھ میں کہ برسر راہ تھا گیا اور اوسکو مضبوط کیا۔ سلطان سے روز حصار جونا گڈھ کے قریب آیا۔ دو روز رجپوت قلعہ سے نکلکر مسلمانوں کی ایک جماعت سے لڑے

تیسرے روز سلطان خود قلعہ پر متوجہ ہوا۔ صبح سے شام تک معرکہ جنگ گرم رہا۔ چوتھے روز سلطان کا پرگنہ قلعہ کے دروازہ کے نزدیک لگایا گیا۔ ہر طرف سابا طیار ہوئے۔ اکثر اوقات راجپوت قلعہ سے نکل کر دست برد کرتے تھے اور آدمیوں کو ضایع کرتے چنانچہ ایک دن عالم خاں فاروقی کہ مورچال کو گرا کر اوسکو درجہ شہادت پر پہنچایا۔ سلطان محمود نے محاصرہ کو تنگ تر کیا۔ یہانتک کہ بعض اوقات سنگ منجنیق سلطان محمود کے تخت کے پاس گرتے تھے۔ سال مذکور کے آخر تک محاصرہ کا امتداد ہوا۔ رائے منڈلک مضطر ہوا۔ کئی دفعہ آدمیوں کو بھیجا۔ تضرع و زاری کے ساتھ صلح چاہی مگر وہ معروض قبول میں نہ آئی۔

اوائل ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء میں منڈلک اور سب راجپوت ایام محاصرہ کے طول سے اور ہر روز کی جنگ سے عاجز ہو کر اماں طلب ہوئے اور قلعہ کو حوالہ کر کے قلعہ گرنار میں چلے گئے۔ وزیری دراہنی شروع کی۔ سلطان نے جونا گڈھ میں بڑی فوج چھوڑ کر گرنار کی طرف توجہ کی اور قلعہ پر آلائی شروع ہوئی۔ رائے منڈلک کو یہاں بھی عاجز کیا۔ حصار گرنار کو جو ایک ہزار نو سو سال سے اس خاندان کے قبضہ میں تھا اوسے رائے منڈلک کے تصرف سے نکال لیا۔ سلطان محمود غزنوی کے واقعہ کے موافق سلطان نے چند بت اپنے ہاتھ سے توڑے اور بت پرستوں کو مارا۔

رائے منڈلک اس دریا کی حکومت سے دل برداشتہ ہوا۔ اپنے اور اپنے آدمیوں کے لئے زنار باندھ کر نوکری کے قصد سے سلطان کی خدمت میں آیا۔ ایک دن اوسنے معروض کیا کہ شاہ شمس الدین درویش پنجاب میں تشریف رکھتے ہیں انکی صحبت سے میرے دل میں اسلام کی محبت غالب ہوئی تھی اب سلطان کی صحبت سے دین کی حقیقت سے آگاہی ہوئی تو محبت اور زیادہ ہو گئی۔ اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ سلطان اس کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوا۔ کمال شوق سے اسکا ختنہ کرا کے توحید کی تلقین کی۔ خاں جہاں خطاب دیا اور امرائے کبار میں سے بنایا۔ جب تک سلاطین گجرات کی سلطنت رہی۔ اسکا خاندان بطناً بعد بطن معزز رہا اور فرمانروا قلاع اس پاس رہیں۔ مراۃ اسکندری کے مصنف نے اسکے مسلمان ہونے کی حقیقت یہ لکھا کہ جب احمد آباد میں رائے منڈلک کو سلطان لایا تو ایک روز رسول آباد میں اسکا گذر ہوا۔

جہاں عوطن و مرفد شاہ عالم کا ہی۔ اوسنے دیکہا کہ شاہ عالم کے دریا میں اتنی گھوڑوں اور اور آدمیوں کا انبوہ عام لگ رہا ہی تو اوسکو تعجب ہوا اوسنے پوچہا کہ یہ کس امیر کا گھر ہی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت شاہ عالم کا گھر ہی۔ پہر اوسنے کہا کہ وہ کسکے نوکر ہیں اور کس سے تولہ لیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بجز خدا کے کسی سے تولہ نہیں رکہتے۔ خدا اونکو روزی دیتا ہی۔ وہ بھی اونکی خدمت میں گیا۔ جب اونکی مبارک صورت پر اوسکی نظر پڑی تو اوسنے کہا کہ مسلمانی کا جو لازمہ ہو وہ مجھے دیجئے حضرت نے کلمہ طیبہ عرض کیا۔ رائے مذکور اسلامیوں کے زمرہ میں آیا اور شاہ عالم کا مرید ہوا۔ اسلئے کہ ان حدود میں شعار اسلام کا رواج ہو۔ سلطان محمود نے بلدہ مصطفےٰ آباد کی تعمیر کی اینٹ کہی مساجد و عمارات عالیہ و بازار و دکانیں بنائیں۔ کل امرا کو حکم دیا کہ اپنی سکونت کیواسطے مکانات بنائیں۔ اونہوں نے تہوڑی مدت میں شہر مصطفےٰ آباد میں توطن اختیار کیا۔ جب امرا اور لشکریوں نے مصطفےٰ آباد میں توطن اختیار کیا تو احمد آباد کی اطراف میں ہر جا چوروں اور مفسدوں نے رہزنی شروع کی اور طریق کی راہ آمد و شد کی مسدود کی اسلئے سلطان محمود نے اوسکا انتظام یہ کیا کہ ملک جلال الدین کو لشکر کا کوتوال کیا اور سلاح خانہ اوسکو تفویض کیا۔ محافظ خاں خطاب دیا۔ علم و کرنا دیکر احمد آباد کی شحنگی و کوتوالی کا منصب اوسکو دیا۔ محافظ خاں نے یہاں آنکر سب طرح سے انتظام کر لیا۔ چوروں کے پانسو سرداروں کو مار ڈالا سلطان روز بروز اوسکے کام سے ایسا خوش ہوا کہ اوسکے منصب میں اضافہ کرتا گیا۔ سترہ سو گھوڑے اوسکے اصطبل میں جمع تہے۔ جو سپاہی محمد ہوتا وہ اوسکی نوکری کرتا۔ اوسکی قوت و شوکت اس حد پر پہنچی کہ اوسکے بیٹے ملک خضر نے راجہ باگڑ اور ابو سے پیشکش لی۔

۸۱۷ھ میں سلطان محمود کو خبر ہوئی کہ سلطان غیاث الدین ماوی کی حمایت سے راجہ چنپانیر مغرور ہو گیا ہی۔ اور مفسدوں کو اوسنے جمع کیا ہی۔ سرکشی کا ارادہ رکہتا ہی تو وہ مصطفےٰ آباد سے اوسکی سرکوبی کے لئے چلا۔ راہ میں محافظ خاں کو اوسکا منصب و نیابت عنایت ہوا۔ اوسنے کوتوالی میں اپنے گماشتے مقرر کئے۔ خود خدمات وزارت میں مشغول ہوا۔ جب سلطان محمود کو خبر ہوئی کہ زمین کچھ میں کہ سند کی مرحد ہی مسلمانوں کو زیادہ ایذا دیتے ہیں اور اونپر بہت غالب ہو گئے ہیں تو سلطان نے چنپانیر کی عزیمت

کو فسخ کیا اور اس طائفہ کی تنبیہ و تادیب پر متوجہ ہوا اور بہت جلد شورہ زار میں جسکو رن کہتے ہیں آیا ایک رات دن میں ۶۰ کوس (۱۲۰ میل) ایلغار کر کے چھ سو آدمیوں کے ساتھہ حوالی نغیم میں پہنچا جنمیں چوبیس ہزار کی بنا رہتے۔ وہ آگاہ ہو کر میدان میں آئے۔ سلطان محمود بھی اونکی شکل دیکہکر نغیم کی جانب روانہ ہوا۔ باوجودیکہ یہ سب آدمی شجاعت و مردانگی و کمانداری میں مشہور تہے لیکن لشکر اسلام کی صفوف کے آگے نہ ٹہیر سکے باوجودیکہ وہ بہت قلیل تہے وہ سب سراسیمہ و پریشان ہو گئے اونکے رؤسا تیغ و کفن لئے ہوئے اور رہزنی اور بدذوقی سے اپنی ندامت بیان کرتے ہوئے آئے کہ اب ہم ایسے اعمال ناشائستہ نہیں کرینگے۔ سلطان نے اونکا دین و مذہب پوچہا تو دونوں نے کہا کہ ہم صحرائی آدمی ہیں کوئی دانشمند ہمارے قوم میں نہیں ہی۔ آسمان و خاک و باد و آتش و آب کو ہم پوجتے ہیں جو کہانے پینے کے ہمکو کچہ اور کام نہیں ہی۔ ہمکو آپ سے امید ہی کہ ہدیت فرمائینگے! اور ہم قلادہ اسلام گلے میں ڈالینگے۔ سلطان نے اونکی معذرت کو قبول کیا اور اونکے جرائم کو معاف۔ اونکے بزرگوں میں سے بعض کو شہر مصطفےٰ آباد میں بہیجا کہ مسلمانوں کے حوالہ کیا کہ سنت نبوی بطریق مذہب امام اعظم تعلیم کریں۔ جب آدمیوں کی مصطفےٰ آباد میں آمد و رفت زیادہ ہوئی تو اونکی زبانی سلطان نے سنا کہ شورہ زار (رن) کے پیچہے ایک مملکت ہی جسکا نام سند ہی وہ شاہ سند سے تعلق رکہتی ہی۔ چار ہزار خانہ وار قبیلہ بلوچ سے وہاں متوطن ہیں اُنمیں سے چار ہزار آدمی اس بوس کے باہر آتے ہیں اور تیراندازی میں وہ بال کو چیرتے ہیں۔ اور سب بلوچوں کا مذہب شیعہ ہی۔ جاٹوں نے بہی اونکی ہیئت میں شیعہ مذہب اختیار کیا ہی۔ اس بیابان میں اس اوباش فرقہ کی اکتساب معاش راہ زنی سے ہوتی ہی کبھی کبھی بادشاہ گجرات کی سرحد میں چلے آتے ہیں اور وہاں زمینیں پہنچاتے ہیں۔

۸۰۰ھ میں سلطان محمود اس جماعت کی طرف متوجہ ہوا۔ جب ولایت شورہ زار (رن) میں آیا تو ایک ہزار چالاک سوار و دو اسپہ ہمراہ لئے آب و توشہ ایک ہفتہ کا ساتھہ لیا۔ شبانہ روز ۲۰ کروہ (۴۰ میل) اسلئے کرتا جب اس طریق سے ولایت سند میں آیا تو رات کے وقت صحرا میں اترا گھوڑوں اور آدمیوں کو آرام دیا۔ دوسرے روز قوم پر تاخت کی۔ اتفاقاً اس نواح میں بلوچوں کی ایک جماعت اپنے اونٹوں کو چرانے آئی تہی۔ وہ واقف ہو گئی تو اوسنے بہاز سوار اپنے یاروں

پاس پہنچے اور حقیقت حال سے اونکو مطلع کیا۔ وہ بھجرہ سلطان محمود کے نام سنتے سے متفرق ہوگئے۔ اور ہر طرف کسی غار و مغاک میں چھپ گیا۔ دوسرے روز سلطان اونکی مساکن کی طرف گیا۔ تو انکا نشان نہ پایا۔ اس نواح کے چند بہادروں کو ساتھ لیا۔ بلوچوں کو ان مواضع سے جہاں چھپے تھے نکال کر بڑی طرح سے مارا۔ اونکا مال چھین لیا۔ سلطان عازم مراجعت ہوا۔ بعض بزرگوں نے عرض کیا کہ ان حدود میں بہت مشقت سے آئے ہیں مناسب ہے کہ اس ملک میں حاکم و داروغہ مقرر کریں۔ سلطان نے فرمایا کہ مخدومہ جہاں (مادر سلطان محمود) کہ صدق سلطنت کی رُو سے سلاطین سندھ کی نسل سے ہیں حقوق سلسلہ رحم کرکے ملک سندھ پر دست درازی نہیں کرتی۔ بس اس ناحیہ میں پیکار کرکے مصطفےٰ آباد میں چلا آیا۔

بندر جگت میں کفر و بت پرستی کی رواج کا اور اس دریا کے برہمنوں کے تعصب کا حال سلطان نے سُنا تو وہاں اوسکے جانے کا ارادہ ہوا۔ اتفاقاً ان ایام میں مولانا محمد سمرقندی کہ دانشمندان عصر سے تھا اور اپنی عمر سلاطین بہمنیہ دکن کی ملازمت میں بسر کی تھی۔ وہ اب بڑھاپے میں رخصت لیکر وطن کو جاتا تھا۔ اہل و عیال اور چند سال کا اندوختہ ساتھ تھا۔ دریا کی راہ ہرموز (ہرمز) کو جاتا تھا۔ جب اوسکی کشتی بندر جگت کے مقابل آئی تو برہمنوں کے کہنے سے یہاں کے آدمیوں نے کشتی کو روک کر سارا مال لے لیا۔ ملا محمد مع دو چھوٹے لڑکوں کے افتان و خیزاں سوداگر بندر مصطفےٰ آباد میں آئے۔ اور سارا حال عرض کیا کہ مجھے بندر جگت کے راجہ بھیم نے برہمنوں کے کہنے سے لوٹ لیا۔ اور ان میرے دو بیٹوں کی ماں کو قید کر لیا اور وہ یہی حال سب مسلمانوں کا کرتے ہیں کہ مال اسباب لوٹ لیتے ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ تجھ سے دیندار بادشاہ کے عہد میں یہ ظلم و ستم مسلمانوں پر واقع ہو۔ سلطان نے مولانا کو احمد آباد میں بھیجا اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور کہدیا کہ خاطر جمع رکھو جو کچھ تمہارا گیا ہے۔ وہ تمکو مل جائیگا سلطان نے سب امرا کی ایک انجمن جمع کی اور اونسے کہا کہ یہ کب روا ہے کہ سلاطین اسلام کے عہد میں کافر سنگین دل مسلمانوں پر ظفر کرے۔ روز باز خواست میں ہم سے پوچھا جائیگا کہ تمہارے جوار میں کفار اس قسم کا ستم کرتے تھے تم باوجود قدرت کے اونکے دفعہ کرنے میں مساہلہ کرتے تھے تو

تم کیا جواب دینگے۔ اگرچہ ہر سال کے سفر سے سب آدمی متاذی و متنفر تھے لیکن کچھ چارہ نہ تھا ناچار سب نے کہا کہ ہم سوا فرمانبرداری کے کچھ چارہ نہیں رکھتے۔ اس طائفہ کا دفع کرنا ہمارے ذمہ واجب ہے۔ اب روانہ ہونا چاہیے۔ سلطان سفر کا ساز و سامان کرکے جگت کی طرف متوجہ ہوا۔ بہت محنت اوٹھا کر قلعہ جگت پر پہنچا جس میں برہمن بھرے ہوئے تھے مسلمانوں کی نکبیر نے ان برہمنوں کو سراسیمہ کرکے جزیرہ بیت میں بھگا یا۔ سلطان نے قلعہ جگت میں خیمہ و خرگاہ کھڑا کیا اس جزیرہ میں شیر و پلنگ و بھیڑیئے و سانپ بہت تھے۔ اور آدمیوں کو مضرت پہنچاتے تھے۔ انمیں سے بہت سے مارے گئے جس جگہ سراپردہ شاہی لگایا گیا۔ ایک سو سات سانپ مارے گئے۔ باقی کا قیاس اسی پر کر لینا چاہیے۔ سلطان نے جگت کے بتخانہ کو توڑ کر اوسکی جگہ مسجد بنائی۔ چار مہینے یہاں قیام کیا۔ جب بہت سی کشتیاں تیار ہوگئیں تو اون میں رات کا رزار بھر کر اور مردان کار کو بٹھا کر جزیرہ بیت کی طرف سلطان روانہ ہوا۔ بیس روز تک اہل جزیرہ اور مسلمانوں میں لڑائی رہی۔ آخر کو بہادروں نے جہازوں کو چھوڑا اور جزیرہ کے اندر داخل ہوئے اور مقاربت کو فتح کر لیا۔ اور بہت سا جیوتوں کو قتل کیا۔ راجہ بھیم زخمت پاکر کشتی میں بیٹھ کر کسی طرف بھاگ گیا۔ سلطان نے اپنے سپاہیوں کو کشتی میں بٹھا کر اوسکے تعاقب میں بھیجا۔ اور خود شہر بیت میں آکر مسلمانوں کو قید کفار سے چھڑایا۔ بہت غنیمت لی اور بردے بنائے۔ فرحت الملک کو یہاں متعین کیا۔ چند روز بعد اس جماعت نے کہ بھیم کے تعاقب میں گئی تھی اوسکو گرفتار کیا اور لاکر سلطان کے روبرو کھڑا کیا۔ اوسنے خدا کا شکر ادا کیا مصطفےٰ آباد میں معاودت کی۔ ملا محمد آئے اوسکی بیوی بھیم نے پکڑ لی تھی حوالہ کی اور راے بھیم کو بھی بلا کے سپرد کیا کہ جو چاہے اسکا حال کرے۔ مولا نے اوسکے ہاتھ سے بہت آزار اوٹھائے تھے۔ اوسکو قتل کیا۔

نقل ہے کہ جن سنوات میں کہ سلطان محمود مصطفےٰ آباد کی تعمیر میں مصروف تھا تو خلایق گجرات ہر سال کی کشش سے عاجز آگئی تھی اور احمد آباد کے گھروں کے چھوڑنے سے اور کوہستان مصطفےٰ آباد میں مقام و مکان تلاش کرنے سے سب چھوٹے بڑے الامان مانگ رہے تھے۔ سلطان انکی اس تہمت کو سمجھا اور احمد آباد میں آیا اور ممالک محروسہ کا انتظام امرا کو حوالہ کیا۔ ولایت گرنال کا

ضبط اپنے ذمہ لیا۔ بہاء الدین عماد الملک کو سونگھر میں وفرت الملک کو بیت وجگت میں اور نظام الملک کو نال نیر میں اور گوڑ راہیں قوام الملک کو حاکم مقرر کیا۔ خداوند خاں کو کہ ممالک کا وزیر تھا۔ شاہزادہ معظم کا اتالیق مقرر کیا اور احمد آباد میں رکھا۔ اور سلطان خود مصطفےٰ آباد میں گیا۔ اور وہاں باغوں کی تیاری میں مصروف ہوا۔

کچھ مدت گذری تھی کہ خداوند خاں اور رائے رایاں اور سرداروں نے واویلا کیا کہ شہزادہ احمد کو تخت پر بٹھائے۔ اور سلطان محمود کو معزول کیجے۔ عید رمضان کا بہانہ کرکے عماد الملک اور اور امرا کو احمد آباد میں بلایا۔ انہوں نے خلوت میں عماد الملک سے افشار راز نہ کرنے کے لئے قرآن اٹھوایا۔ اور اپنے ارادہ پر مطلع کیا۔ اوسوقت عماد الملک کالشکر خانہ میں تھا۔ ناچار اس بات کو قبول کرلیا۔ اور احمد کے اجلاس کے لئے روز عید مقرر کیا۔ جلدی سے اپنے آدمیوں کو بھیجکر اپنے لشکر کو عید سے پہلے بلایا۔ عید کے دن عماد الملک اپنی فوج کو آراستہ کرکے شہزادہ کے دربار میں گیا۔ عادت کے موافق اسکو نماز پڑھنے کے لئے شہر سے باہر لے گیا۔ اور شہر کی محافظت اپنے لشکر سے کرلی۔ خداوند خاں اور اوسکے متابع جو اپنے ارادہ کے اظہار پر مستعد تھے عماد الملک کے قصد کو سمجھ گئے تو انہوں نے تغافل کیا اور اصلا اپنے اس معاملہ کی کوئی بات زبان پر نہ لائے۔ قیصر خاں نے اس حال سے سلطان کو اطلاع دی سلطان نے دوست دشمن کے امتحان کرنے کے لئے آدمیوں سے کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے تاکہ جو کوئی اسکو تصدیق کرے تو معلوم ہوجائے کہ وہ دشمن ہے۔ پس جہازوں کو تیار کرکے چند لاکھ لشکر عمال کو دیئے کہ وہ اشیاء کو خریدیں خود مصطفےٰ آباد سے بندر کھمبایت میں آیا۔ کشتی میں بیٹھکر بندر کھمبایت میں گیا۔ جب یہ خبر احمد آباد میں آئی تو سب امرا شاہزادہ کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں پہنچے۔ سلطان نے ایک دن کسب امرا حاضر تھے کہا کہ اب شہزادہ بڑا ہوگیا ہے اور اسکے دلخواہ امرا نے تربیت پائی ہے اسلئے میرا ارادہ ہے کہ مہمات ملک و دولت اسکو سپرد کرکے میں حج کی سعادت پاؤں۔ عماد الملک نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور احمد آباد میں تشریف لائیں اسوقت جو مناسب ہو وہ کام فرمائیں سلطان نے جانا کہ زیر کا سر نیم کاسہ ہے وہ احمد آباد کو روانہ ہوا۔

جب یہاں آیا تو امرا کو بلاکر کہا کہ جب تک تم مجھے حج کی اجازت نہ دوگے میں کہا نہیں کہاؤنگا۔ امرا جانتے تھے کہ سلطان استحان کرتا ہے سب خاموش رہے۔ عماد الملک نے عرض کیا کہ بندہ زادہ بڑا ہوگیا ہے۔ میری جگہ اوسکو دیجئے اور مجھے ملازمت سے دور کیجئے۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ ایک سعادت ہے۔ جو میسر ہو لیکن مہمات ملکی بغیر تیرے انجام نہ ہونگیں۔ جب دو پہر ہوگئی سلطان سو گیا تو نظام الملک نے کہ امرا کی ریش سفید تھا عماد الملک کی تلقین سے کہا کہ سلطان اول قلعہ پٹنہ پیر کو نذر دے اور اہل حرم کی محافظت کے لئے فتح فرمائیں اور بعد مقصد حاصل کرنیکے طواف کی سعادت حاصل کریں۔ فرمایا انشاء اللہ۔ پھر وہ کھانا کھاکے سو رہا۔ عماد الملک سے چند روز بات نہ کی۔ عماد الملک نے خلوت میں عرض کیا کہ مجھ بیگناہ پر کم عنایتی کا سبب کیا ہے۔ سلطان نے کہا کہ جب تک حقیقت حال نہ بتلائیگا۔ میں تجھ سے بات نہیں کرونگا۔ عماد الملک نے کہا کہ اگرچہ میں نے قرآن اٹھاکر قسم کھائی ہے مگر اب مجھ بیچارہ کو کچھ چارہ نہیں ہے۔ حقیقت حال بتلادی۔ سلطان نے تحمل کیا۔ اور خداوند خاں کو آزار سوار اوسکے نہ پہنچایا کہ اپنے خاصہ کبوتروں میں سے ایک کبوتر اوسکو کرکا نام خداوند خاں رکھا۔ بعد ایک مدت کے پٹن میں گیا۔ اور وہاں سے عماد الملک اور قیصر خاں کو جالور و ساجور (جھالاوار و آبوگڈھ) کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ امرا رخصت ہوکر شیخ حاجی رجب کی تربیت میں فروکش ہوئے کہ خداوند خاں کے بیٹے مجاہد خاں نے اپنے خالہ زاد بھائی صاحب خاں کے ساتھ اتفاق کرکے رات کو قیصر خاں کو اوسکے خیمہ میں قتل کرڈالا اپنی محکمی کمانے کا انتظام کیا۔ سلطان نے اس گمان سے کہ قیصر خاں کا دشمن اثر ور خاں تھا۔ اوسکو بازپرس کیا۔ اتفاقاً مجاہد خاں بن خداوند خاں اور صاحب خاں خود بخود متوہم ہوکر مع اہل و عیال بھاگ گئے۔ صبح ہوتے ہی حال معلوم ہوگیا کہ اثر ور خاں بیگناہ ہے مجاہد خاں و صاحب خاں اصل قاتل ہیں تو سلطان نے حکم دیا کہ خداوند خاں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر محافظ خاں کے حوالہ کرو اور اثر ور خاں کو خلاص کرو۔ چند روز بعد سلطان نے احمد آباد میں مراجعت کی۔ اس زمانہ میں عماد الملک بیمار ہوکر مرگیا اور اوسکا بیٹا اختیار الملک باپ کا جانشین ہوا اور وزارت کا کام کرنے لگا۔ سلطان محمود بعد ان واقعات کے مصطفےٰ آباد میں آیا اور مدت تک یہاں رہا۔

جب ۹۱۰ھ پنیانیر کی فتح کا عازم ہوا کہ اس اثنا میں یہ خبر پہنچی کہ ملیباریوں نے بہت سی کشتیاں جمع کر لی ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ دریا کے گزنے جانے والوں کی مزاحمت کریں۔ سلطان عزیمت نکور کو فتح کرکے جہاز میں سوار ہوا اور کئی جہاز آراستہ ساتھ لئے اور ادویں توپ، تفنگ، تیر و کمان کے مردان کار اس جماعت کی دفع کے لئے سوار کئے۔ جب ملیباریوں کے جہازوں کے قریب وہ آیا تو یہ جماعت اوسکی مقاومت کی تاب نہ لاسکی بھاگی۔ گجراتیوں نے اسکا تعاقب کیا اور بند کشتیاں اوسکی چھین لیں۔ اور بندر کنبایت کو مراجعت کی۔ یہاں سے احمدآباد میں سلطان تشریف لایا۔

اس سال میں اکثر ولایت گجرات میں اسمک باراں ہوا اور قحط عظیم پڑا اور خلایق بہت سی ہوکی مرگئی۔ اور رعایا کے حال میں بہت خرابی آگئی۔ قلعہ پنیانیر کا حال یہ ہے کہ ایک پہاڑ بہت بلند ہے۔ اوس پہاڑ کی سطح پر ایک اور پہاڑ ہے اسپر گچ اور سنگ کی دیوار کھنچی ہوئی ہے۔ اور مضبوط و مرغوب برج بنے ہوئے ہیں۔ اسوقت یہ قلعہ راے بینی راے چپوت کے قبضہ میں تھا۔ اسکے باپ دادا معلوم نہیں کس زمانہ سے اس میں زمانہ ہی کرتے چلے آتے تھے۔ اتفاقاً راے سدا عنفوان شباب میں پنیانیر کو اوٹنے گیا تھا۔ راے بینی راے بن اودے سنگھ راجہ پنیانیر نے اسپر حملہ کرکے مار ڈالا۔ اور اسکے دواتی اور سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو وہ فرو ذیقعدہ ۹۱۰ھ کو پنیانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں کے راویوں کے ذکر ساٹھ ہزار راجپوت سوار اور پیادے تھے اسلئے وہ کسی کے آگے غرور کے مارے سر نیچا نہیں کرتے تھے۔ راے بینی نے رسول آباد کو کہ مضافات گجرات ہے بہت زحمت پہنچائی اور بہت مسلمانوں کو ظلم و ستم کرکے تہ تیغ کیا۔ جب سلطان بڑودہ میں آیا تو راے بینی اپنے کئے سے پشیماں ہوا اور اوسنے اپنے ایلچیوں کو سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ اور تقصیرات کی معافی کی درخواست کی اور معروض کیا اور جو دواتی ملک سدا کے پاس پکڑے تھے وہ زخمی تھے مرگئے اوسکے عوض میں اور دو فیل بھیجتا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ اسکا جواب کل زبان شمشیر دیگی اور ایلچیوں کو رخصت کیا۔ اپنے سے پہلے تن خاں وصفہ الملک بہرام خاں کو روانہ کیا وہ ۹۱۰ھ کو پاے کوہ میں آئے۔ ہر روز

راجپوتوں نے آن کر جنگ گرم کیا۔ سلطان قصبہ بڑودہ سے کوچ کرکے کوہ پنیانیر کے پیچھے سے گذر کر موضع گرنا ری میں مالوہ کی سڑک پر فروکش ہوا۔ پھر راے بینی راے نے گناہ کی معافی کی درخواست کی منظور ہوئی۔ تو راے نے اپنا لشکر جمع کیا اور اطراف کے راویوں سے مدد چاہی اور قلعہ سے نیچے اترا اور مورچوں کو قایم کیا۔ اور ساٹھ ہزار سوار و پیادے لیکر سلطان کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ سلطان محمود سے اوسکی سخت لڑائی ولی اوسنے ہزیمت پائی۔ دس بارہ ہزار جنگی راجپوتوں کے ساتھ وہ قلعہ میں آیا۔ سلطان محمود بھی قلعہ کے نیچے آیا۔ اور اوسے گھیر لیا۔ اور ہر ایک سردار کو اپنے محل میں قایم کیا اور خود موضع گرنا ری کو معاودت کی اور سید مبارک لنگ کو محافظت راہ اور رسد رسانی کے لئے مقرر کیا۔ ایک دن سید مبارک لنگ رسد لاتا تھا کہ راجپوتوں نے اوسکے بہت آدمی مار ڈالے اور رسد لوٹ کرلے گئے تو سلطان اس خبر کے سننے سے مغموم ہوا اور سلخ صفر سال مذکور تک وہ پنیانیر کے نیچے مقیم رہا اور لوازم محاصرہ میں مبالغہ کیا محافظ خاں صبح کو سوار ہوتا اور مورچوں کا حال دوپہر تک دیکھ بھال کر سلطان سے عرض کرتا۔ جب محاصرہ بالکل تمام ہوگیا تو حکم ہوا کہ چاروں طرف سابا طبنائیں۔ ہر چوب کہ بالاے کوہ پر جاتی تو ایک لاکھ تنکہ اوسکی اجرت ہوتی راے بینی اسلئے اس حال کو مشاہدہ کرکے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ ایلچی بھیجے اور معروض کیا کہ نو من طلا اور غلہ اسقدر کہ لشکر کے خرچ کو دس سال تک اکفا کرے۔ پیشکش میں دیتا ہوں سلطان نے کہا کہ جب تک قلعہ نہیں فتح ہوگا ممکن نہیں کہ میں اس سرزمین سے قدم اٹھاؤں ایلچی مایوس ہوکر راے کے پاس آئے اوسنے ۹۱۰ھ میں اپنے وکیل کارگزار شورام کو سلطان غیاث الدین خلجی پاس مالوہ بھیجا اور استمداد چاہی اور ہر کوچ پر ایک لاکھ تنکہ نقرہ مدد خرچ دینے کا اقرار کیا۔ سلطان غیاث الدین لشکر تیار کرکے نعلچہ میں آیا۔ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو اوسنے محاصرہ میں جابجا امرا کو مقرر کیا اور خود رزم کے عزم سے قصبہ دھونک تک آیا۔ یہاں اوسکو خبر آئی کہ سلطان غیاث الدین نے ایک دن علما کو طلب کرکے استفسار کیا کہ جسوقت کوئی مسلمانوں کا بادشاہ کافروں کے قلعہ کا محاصرہ کر رہا ہو تو شرع اجازت دیتی ہے کہ ہم کفار کی لگ کو جائیں علما نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اسلئے وہ اوسی وقت اُلٹا منڈو کو چلا گیا۔ سلطان اس مژدہ کو سنکر

خوش ہوا اور چنپانیر کو گیا۔ ابھی قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ قصبہ چنپانیر میں سلطان نے ایک جامع مسجد تعمیر کرائی اس سے لشکر کے سب چھوٹے بڑوں کو یقین ہو گیا کہ جب تک قلعہ فتح نہیں ہوگا سلطان یہاں سے نہیں جائیگا۔ بس از حد ساباط بنانے اور اہل قلعہ کے تنگ کرنے میں اہتمام ہوا۔ سلطان کی سپاہ ایسی قریب ہو گئی کہ اوسنے دیکھا کہ صبح کو رجپوت داتون کرنے اور طہارت کرنے جاتے ہیں اور مورچوں میں تھوڑے آدمی رہتے ہیں۔ اسلئے سلطان نے حکم دیا کہ ۔ ذیقعدہ ۸۹۵ھ کو صبح کے وقت لشکریاں خاصہ اپنے ساباط سے قلعہ کے اندر جائیں شاید فتح ہو جائے۔ لشکریوں نے حکم پر عمل کیا۔ اتفاق سے قوام الملک سرجاندار قلعہ میں چلا گیا۔ اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا جب رجپوتوں کو خبر ہوئی تو وہ ہجوم کر کے مسلمانوں سے خوب لڑے۔ مسلمان غالب ہے اور حصار دوم کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ چند روز پہلے ایک توپ نے دیوار قلعہ میں دو تین ڈانڈیں ڈالدیا تھا ایاز سلطانی اُس میں سے قلعہ کے اندر آگیا اور دروازہ پر چڑھ گیا۔ سلطان فوج برابر کمک کے لئے بھیجتا رہا۔ راجپوت حیران و سراسیمہ ہو کر حصے دروازہ کے بام پر مارتے تھے۔ مگر جب رجپوتوں نے دیکھا کہ سلطان صلح کو مانتا نہیں تو اونہوں نے آگ روشن کی اور سب عورتوں اور بچوں کو ڈال کر جلایا اور جان سے متحد ہوئے۔ اور طرح طرح کے آلات حرب لیکر جنگ میں مشغول ہوئے۔ اور مغلوب ہوئے۔ سپاہ اسلام نے قلعہ کے بڑے دروازہ کو توڑا اور اندر گھس گئے۔ اور جمع کثیر کو شمشیر سے قتل کیا۔ جب سلطان محمود خود اس دروازہ پر آیا۔ علم اسکا مرتفع ہوا۔ اور بالائے حصار میں حوض پر سب راجپوت جمع ہوئے اور اشنان کیا اور شمشیر و نیزہ و جوہر ہاتھ میں لے مسلمانوں کی فوج کے مقابل میں آئے۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی طرفین سے جمع کثیر کشتہ ہوئی۔ اور مینی راے اور دونگرسی و سورام وزیر زخمی ہو کر دستگیر ہوئے۔ سلطان کے روبرو آئے اوسنے ان قیدیوں کے زخموں کا علاج کرایا۔ سلطان نے ایک دن مینی راے سے پوچھا کہ کس نے اتنی مدت تک تم سے لڑائی لڑی۔ اوسنے کہا شاہا یہ مملکت مورو تی تھی میں نے اسکو ویران پایا تھا میں نے یہ چاہا کہ آباد اجداد کے موروثی ملک کو رائگان و مفت برباد نہ دوں کہ میرا نام دنیا میں نامردوں کی فہرست میں ثبت ہو۔ سلطان نے اوسکی بہت تحسین کی

اوسکی تعظیم و تکریم میں کوشش کی۔ قلعہ کے نیچے ایک شہر آن حضرت کے نام پر محمد آباد آباد کیا سلطان آباد اپنے چھوٹے بیٹے خلیل خاں کو دیدیا۔ خود اس بلدہ محمد آباد کی تعمیر میں اہتمام کیا۔ اور جامع مسجد جو قبل از فتح بنائی تھی اوسکو فراخ کیا ۹۱۴ھ کو ایک منبر نہایت پر تکلف اس مسجد کی محراب کے روبرو بنایا۔ جسکی تاریخ یہ ہے ؎

سال تاریخ منبر محراب ؤ قلمی شد بخطبہ و منبر

جب مینی راے کے زخم اچھے ہو گئے تو سلطان نے اوسکی اور اوسکے وزیر دونگرسی کی دعوت اسلام کی مگر اونہوں نے قبول نہ کیا۔ علما کے فتوے کے موافق پانچ مہینے قید میں رنجیروں میں رہے اور ہر روز اونکو قتل کی تہدید ہوئی کہ مسلمان ہو جائیں مگر انھوں نے کسی طرح دعوت اسلام نہ قبول کی۔ تو وہ دار پر کھینچے گئے۔ اسی زمانہ میں احمد آباد کے گرد فصیل اور اوسکے برج بنائے ایک فاضل نے اوسکی تاریخ یہ کہی کہ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا۔

۹۱۲ھ میں دہلی کے سوداگروں نے احمد آباد میں آنکر استغاثہ کیا کہ چار سو تین گھوڑے ہم لاتے تھے۔ کہ کوہ آبو کے راجہ نے ظلم کر کے ہمسے لے لئے ہیں اور تمام قافلہ کو لوٹ لیا ہے سلطان نے اس بات کے سنتے ہی گھوڑوں کی قیمت خزانہ سے سوداگروں دلوادی اور سب کو تسلی دیئے۔ اور خود لشکر تیار کر کے ادھر چلا اور اپنے پہنچنے سے پہلے سوداگروں کے ہاتھ ایک فرمان بھیجا۔ جسکا مضمون یہ تھا۔ کہ سرکار خاصہ کے لئے سوداگر جو گھوڑے لاتے تھے اوسکو تو نے ظلم کر کے لیا ہے چاہیے کہ جو کچھ لیا ہے وہ اونکو واپس کر کے دیدے ورنہ قہر و غضب سلطانی کا مستوجب ہوگا۔ جب فرمان پہنچا تو راجہ آبو نے ڈر کر تین سو ستر گھوڑے واپس کئے اور تیس گھوڑوں کو کہا کہ مر گئے۔ اونکی قیمت دی اور سوداگروں کے ہمراہ پیشکش بھی بھیجی۔ اور خود اپنے تئیں ملازموں کی سلک میں داخل کیا۔ بعد اسکے سلطان محمد آباد چنپانیر آگیا۔

۹۱۰ھ کو سلطان محمود بہمنی کے امرا میں سے بہادر گیلانی بغاوت کر کے بندرگوہ و دیبل اور ولایت دکن کے بہت سے حصے پر غالب ہوا۔ دس بارہ ہزار سوار بہم پہنچائے۔

دریا کی راہ سے کشتیوں میں بہت سے بہادروں کو گجرات بھیجا۔ اور وہاں بڑی خرابی مچائی
سلطان محمود گجراتی کے چند جہاز خاصہ پر اپنے تصرف کیا۔ بندر مہائم کو جلاکر اور غارت
کرکے اوسکی تنبیہ کا ارادہ کیا۔ سلطان محمود نے صفدر الملک کو لشکر دیکر دریا کی راہ سے
اور قوام الملک سرگروہ خاصہ خیل کو پرگو فوج کے ساتھ خشکی سے مہائم کو روانہ کیا۔۔ ہاں
صفدر الملک کے اجارات پہلے سے حوالی مہائم میں پہنچے۔ باد مخالف ایسی چلی کہ وہ متفرق
ہوگئے۔ جہاز نشینوں نے طوفان کے خوف سے دشمن سے اماں مانگی اور کنارہ کی طرف
چلے۔ جب اوسکے نزدیک ہوئے۔ تو دشمن سے ڈالی ہوئی۔ پانی میں آتش حرب ایسی روشن
ہوئی کہ پانی کا رنگ بدل گیا۔ آخر الامر لشکر گجرات مغلوب ہوا۔ صفدر الملک بعض اور
معتبر آدمیوں کے ساتھ اسیر و دستگیر ہوا۔ سارا بیڑا دشمن کے ہاتھ پڑا۔ جب قوام الملک
سرحد مہائم میں آیا تو بہادر کے سپاہی سارا کام اپنا کر کے اوسکے پاس چلے گئے تھے قوام الملک
نے یہاں توقف کیا اور سلطان محمود کو عرضداشت بھیجی کہ میں بہادر سے انتقام لینا چاہتا ہوں
لیکن جب تک بادشاہ دکن کے ممالک کا بعض حصہ خراب نہ کیا جاے بہادر کے مسکن تک پہنچنا
ممکن نہیں۔ اس باب میں حکم حال کیا ہو۔ سلطان نے ایلچی اور نامہ والی دکن کو لکھا۔ اوسنے
ہمسایہ کا حق ادا کیا۔ باوجود تسلط امرا و ارکان سلطنت کے تزلزل کے خود بہادر کے سر پر
لشکر چڑھا کر گیا۔ اور اوسکو مار ڈالا صفدر الملک اور جہازوں کو مع تحائف کے گجرات کے
بادشاہ پاس بھیجا جس سے یہ توقع تھی کہ وہ اوسکی امداد کرکے ان آدمیوں کے ہاتھ سے بچائیگا۔
جو اوسپر تسلط ہوگئے تھے۔ مگر اوسکا کام اصلاح کے قابل نہ رہا۔ حکام دکن و گجرات نے اسمیں تغافل کیا
تاریخ دکن میں اس کا حال اور مفصل بیان ہوگا۔

۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء سلطان محمود نے داگر اور ایدر کی طرف کوچ کیا اور یہاں کے راجاؤں سے
بڑی بڑی پیش کشیں لیں اور خوب دولت سے لدا ہوا احمد آباد چنپانیر میں آیا۔ ۹۰۴ھ/۱۴۹۸ء میں
سے اپنے ممالک محروسہ کی سیر کی اور رعیت کے حق میں انصاف و عدل کیا۔

۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء میں مخدوں نے سلطان کو اطلاع دی کہ اوسکے خاص شاہی نوکروں کے خلوف کو جو پنسانہ پاتے ہیں

اور اسی خوف سے بھاگ گیا کہ مبادا سپاہی داد خواہوں جس سے بے حرمتی ہو سلطان نے
شرف جہاں کو اسکے دلاسے کیواسطے بھیجا۔ شرف جہاں نے ہرچند اوسکو مواعظ و نصایح کیں اصلا
فائدہ نہوا۔ سوا باقی جو اوسکے ہمراہ تھے وہ شرف جہاں کے ہاتھ بیجکر منڈو کو چلا گیا۔ مگر اوسکے
پیچھے سلطان محمود خلجی کے ساتھ بیوفائی کی تھی سلطان غیاث الدین نے اوسے اپنے ملک میں جگہ
نہ دی تو الف خاں پریشان حیران ہوکر سلطان پور میں آیا۔ سلطان نے قاضی میر اسحٰق کو الف خاں
کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ وہ قاضی سے لڑا مگر نہایت سرگرداں اور پریشان ہوا۔ بادشاہ کی
خدمت میں عرائض بھیجکر اپنا قصور معاف کرایا۔ اور سلطان محمود کی خدمت میں آیا۔ تین مہینے
بعد اپنے نائب عوض کرکے وجہ قتل کیا مقید ہوا۔ اُسی قید میں اجل طبعی سے یا زہر سے
مر گیا۔

عادل خاں فاروقی نے کئی سال سے باج خراج کے ارسال میں اہمال کیا تھا۔
۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء قاضی میر حسین ولایت خاندیس میں آیا۔ اور ملک کو غارت کرنا شروع کیا۔ عادل خاں
میں تاب مقاومت نہ تھی۔ عماد الملک حاکم برار سے امداد چاہی۔ جب اس پاس کچھ نہ
آئی تو چند سال کا مال لیکر محمد آباد چنپانیر میں آیا۔ سلطان محمود کی بساط بوسی سے مشرف
ہوکر معزز و مکرم ہوا۔ اور معاودت کی رخصت اوسکو دی۔ بعض روایت کرتے ہیں کہ سلطان
محمود خود عادل خاں کی گوشمالی پر متوجہ ہوا تھا۔ جب آب تاپتی پر پہنچا تو عادل خاں نے
پیشکش بھیجی اور معذرت کی۔ سلطان محمود نے حقوق خویشی کو مرعی رکھکر رقم عفو اسکے
احوال پر کھینچی۔

انہیں دنوں میں دولت آباد کے تھانہ دار دکو توال ملک مشرف و ملک وجیہ نے
خدمت پاکر عرضداشت بھیجی کہ یہ قلعہ ہمارے پاس ہے۔ احمد نظام الملک اس حصار کی تسخیر
کی فکر میں ہے۔ ہر سال اسپر لشکر کشی کرتا ہے۔ بالفعل قلعہ دولت آباد کا محاصرہ اوسنے کر رکھا ہے
اگر آپ امداد و معاونت کریں تو یہ قلعہ آپ کا ہو جائے۔ ہم اپنی لیاقت کے موافق
حضور کو پیش کش دیا کریں۔

سلطان محمود نے پیش خانہ اکن کی جانب روانہ کیا۔ تین منزل چلا تھا کہ احمد نظام الملک بحری نیز کی طرف بھاگ گیا۔ دولت آباد کے آدمیوں نے سلطان کو پیش کش دی۔ سلطان نے ایک پیش میں دوگام کرکے محمد آباد چنپانیر میں معاودت کی۔

سلاطین بہمنیہ کے بزرگ غلاموں اور نوکروں نے اپنے ولی نعمتوں سے مخالفت کی اور سرداری کا دعوی کیا تھا۔ سلطان کو بھی یہ حالت دیکھکر اپنے امرا کی طرف سے خوف پیدا ہوا۔ ۹۰۰ھ/۱۵۰۰ء احمد آباد میں تشریف لایا۔ تدبیر و حکمت سے اونمیں سے جو صاحب اقتدار اور صاحب داعیہ تھے معزول و مقتول کیا۔ اور ایک اور جماعت کو اونکی جگہ مقرر کیا۔ تاکہ وہ اُس سے اور اوسکی اولاد سے بغاوت نہ کریں۔

۹۱۳ھ/۱۵۰۷ء میں سلطان بڑے شوق سے محمد آباد میں گیا وہاں دو تین مہینے نہ گذرے تھے کہ یہ خبر آئی کہ اس سال کفار فرنگ (پرتگیز) کے ساحل پر ہجوم کرکے قلعے بنانا اور متوطن ہونا چاہتے ہیں۔ سلطان، روم انکا دشمن تھا۔ اوسنے یہ خبر سنکر بہت سے جہاز ساحل ہند کی طرف غزا کی غرض سے بھیجے ہیں۔ اونمیں سے چند رومی جہاز بنادر گجرات میں آئے ہیں سلطان محمود بھی دیپ غزا ہوا۔ اور دمن اور صنائم کی طرف روانہ ہوا۔ جب خطۂ دمن میں آیا تو اوسنے اپنے غلام خاص ایاز سلطان کو کہ امیر الامرا و سپہ سالار تھا بندر دیپ (دیو) میں بہت جہازوں کے ساتھ روانہ کیا جو آلات قتال اور جوانمردوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کہ پرتگیزوں کو دفع کریں۔ دس رومی بزرگ جہاز کہ خوانکار روم کی جانب سے غزا کے لئے آئے تھے۔ وہ ایاز کے ساتھ ہمراہ ہوئے۔ ایاز نے بندر چیول تک جاکر عیسائیوں سے مقابلہ کیا اور فرنگیوں کا ایک بزرگ جہاز جو ایک کروڑ روپیہ کا تھا۔ مسلمانوں نے توپوں سے شکستہ کردیا۔ دو دریا میں غرق ہوگیا۔ ایاز نے ظفر پائی اور فرنگی بہت کشتہ ہوئے۔ لڑائیوں میں رومیوں کے چار سو آدمی اور فرنگیوں کے قریب دو تین ہزار کے مارے گئے۔ رومیوں کے بڑے کا سردار امیر حسین تھا جسکو بعض امیر ہاشم بھی لکھتے ہیں۔ اس جنگ کا حال پرتگیزی مورخوں لکھتے ہیں کہ عرب میں تو ترک جہاز بنا نہیں سکتے تھے۔ وہ اسکندریہ میں بنوا کے

لاتے ہیں اور پندرہ سو سپاہی تھے امیر حسین اسکا سپہ سالار تھا اور ملک ایاز بحر الجرات کا اسکے ساتھ شریک ہوگیا تھا بندرگاہ چیول پر پرتگیزوں نے حملہ کیا۔ پرتگیزوں نے دو جہاز ترکوں کے لیے۔ اور ترکوں نے پرتگیزوں کا ایک جہاز چھین لیا۔ پرتگیزوں کے کئی سو آدمی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کے چھ سو۔

اس واقعہ کے بعد سلطان نے بنادر گجرات کا انتظام بوجہ اتم کردیا۔ خاطر جمع سے لوٹ آیا۔ اس سبب سے کہ آسیر میں داؤد فاروقی فوت ہوا۔ اُس دیار میں غبار فتنہ بلند ہوا۔ عادل خاں ولد حسین خاں نے کہ سلطان محمود گجراتی کا نواسہ تھا اپنے آدمیوں کو بیجاپور نانا سے امداد طلب کی۔ سلطان ۹۱۳ھ/۱۵۰۷ء میں شعبان میں تھوڑے لشکر کے ساتھ چلا اور تاپتی کے کنارے پر موضع چلکی میں رمضان بسر کیا۔ شوال میں ندربار کا عازم ہوا۔ جب یہاں آیا تو معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغل زادہ نے عالم خاں کو احمد نظام الملک بحری داماد الملک نے اتفاق کرکے تخت سلطنت پر بٹھایا۔ نظام الملک برانپور میں تھا۔ سلطان محمود اس خبر کو سنکر تال نیر میں گیا۔ یہاں عادل خاں اُس سے ملا۔ سلطان نے یہاں پر لشکر گجرات بھیجا۔ جنکے سبب سے برار و احمد نگر کے لشکر نے مراجعت کی۔ عادل خاں بر تخت سلطنت بیٹھا۔ ملک داؤد جو خاندیس کی سلطنت کا مدعی تھا اوسکو سلطان نے خان جہاں کا خطاب دیا۔ اور خط ہوا اس اوسکو جاگیر میں دیا۔ سلطان نے آسیر کے اور بہت سے امرا کو خطاب دیئے عادل خاں کے پاس امداد کے لئے گجرات کی سپاہ چھوڑی۔

سلطان کو اس لئے کہ وہ آئندہ سلطنت حاصل کرنے کیلئے کوشش نہ کرے۔ اوسکو ضلع سلطان پور میں قصبۂ دہور دیدیا۔ باوجود اس انتظام کے سال آئندہ میں آسیر میں اندرونی فساد پیدا ہوئے۔ مگر سلطان نے اپنے بیٹے کو آسیر میں بھیجکر عمدہ انتظام کردیا اور عادل خاں کو اپنی حکومت پر قائم کیا۔ ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں سلطان سکندر خاں لودی نے محبت و اخلاص کے سبب سے کچھ تحفے و ہدایا سلطان محمود کے لئے بھیجے اس سے پہلے بھی سلطان دہلی نے شاہ گجرات کیواسطے تحفے بھیجے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے بادشاہ نے گجرات کی بادشاہی کو تسلیم کرلیا

اس سال کے آخر میں سلطان نے اپنے ملک کا دورہ کیا۔ پہلے نہروالہ پٹن میں گیا۔ علما و صلحا و فقرا کو انعام دیکر خوش دل کیا اور اپنے آنے کی غرض یہ بتلائی کہ میں اسنے آخری ملاقات کرنے آیا ہوں شاید اہل دوبارہ ملاقات نہ کرنے دے۔ اُنمیں سے ہر ایک نے اپنی طرز نظام کے ساتھ دعا دی پھر یہاں مزارات کی زیارت کی۔ احمد آباد میں گیا۔ شیخ احمد گھسو دراز کی درگاہ کی زیارت کی۔ محمد آباد چنپانیر میں آیا۔ یہاں سخت بیمار ہوا۔ شاہزادہ مظفر کو بڑودہ سے طلب کیا۔ اور نصایح دلپذیر کیں۔ چار روز کے بعد اپنے میں آثار صحت نمودار دیکھے تو شاہزادہ کو بڑودہ رخصت کیا۔ پھر چند روز بعد مرض نے عود کیا۔ اور نہایت ضعیف و نزار ہو گیا۔

شاہزادہ مظفر خاں کو پھر طلب کیا۔ اس میں فرحت الملک نے عرض کیا کہ شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران نے یادگار بیگ قزل باش کو بطریق رسالت بھیجا ہے۔ اور بہت نفیس تحفے ارسال کئے ہیں تو اسے کہا کہ خدا تعالیٰ مجھے قزلباشوں کا منہ نہ دکھائے کہ وہ اصحاب ثلاثہ پر تبرا کرتے ہیں غرض یہی ہوا کہ یادگار بیگ کے آنے سے پہلے اسنے دوشنبہ دوم رمضان ۹۱۷ھ کو سفر آخرت کیا ۶۹ برس ۱۰ ماہ کی عمر ہوئی۔ اس میں ۵۵ سال ۱ ماہ دو روز سلطنت کی۔ مناشیر میں اوسکو خدا رگان علیم لکھتے ہیں اور اوسکو محمود بیکرا کہتے۔ جسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے۔ کہ بیکرا دیسی گائے کو کہتے ہیں کہ جسکے سینگ اوپر کی طرف مڑے ہوئے اور حلقہ کئے ہوئے ہوں۔ محمود شاہ کی مونچھیں اس شکل کی تھیں اسلئے اوسکو بیکرہ کہتے تھے۔ شاہ جمال الدین حسین اوسکی وجہ تسمیہ یہ بتلاتا ہے۔ کہ دو نامی قلعے ایک گرنار دوسرا چنپانیر محمود شاہ نے تسخیر کئے اسلئے وہ بیکرا یعنی صاحب دو قلعہ تھا۔ بی دو کو اور کرا قلعہ کو کہتے ہیں یہ وجہ قریب القیاس ہے۔

یہ بادشاہ شجاعت و سخاوت و جہانبانی و بردباری کمال رکھتا تھا۔ حیا و ادب و عقل و فراست میں غایت پر پہنچا ہوا تھا۔ راست گو ایسا تھا کہ اپنے قول کے خلاف کام نہیں کرتا تھا۔ نہایت متشرع و خدا ترس تھا۔ تیر خوب لگاتا تھا۔ شکار کا شوق تھا۔ غایت حیا سے خلوت میں بھی نامحرموں سے پاؤں چھپاتا تھا۔ گالی کبھی نہیں دیتا تھا۔ صاحب طبقات محمود شاہی کہتا ہے کہ سلطان محمود کا جسم ضعیف و نازک تھا مگر ابتدا عمر سے آخر وفات تک ایام سفر میں

اور روز نبرد میں بھاری جوشن آہنی پہنتا تھا کہ جسکے لئے پیل تن آدمی چاہیے ترکش میں تین موساوتیر رکھکر کمر میں باندھتا تھا شمشیر و نیزہ کو اوسکا ضمیمہ کرتا تھا۔

ذکر سلطنت مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی

جب سلطان محمود نے تنگ نائے جسمانی سے وسعت آباد روحانی میں خرام کیا تو شاہزادہ مظفر نے تخت پر جلوس کیا وہ ۲۰ شعبان ۸۸۵ھ کو پیدا ہوا تھا اور اکتالیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اوسنے اپنے دو وزیر ملک خوش قدم اور ملک رشید مقرر کئے۔

نوال سال مذکور میں یادگار بیگ قزل باش ایلچی شاہ اسمٰعیل نوامی محمد آباد میں عراق سے آیا سب امیر وزیر اوسکے استقبال کو گئے۔ محمود شاہ کے لئے جو تحفے یادگار بیگ لایا تھا وہ سلطان مظفر کی نذر کئے۔ سلطان نے یادگار بیگ اور سب قزلباشوں کو خلعت بادشاہانہ انعام دیئے۔ سرائے خاص اونکی سکونت کیواسطے مقرر کی۔ چند روز بعد سلطان محمد آباد سے بڑودہ میں آیا اور دکانام دولت آباد بدلا مگر اس نام کا رواج نہ ہوا) کہ اس اثنا میں خبر پہنچی کہ صاحب خاں (سلطان ناصر الدین جو خواجہ جہاں خواجہ سرا کی دستیاری سے سلطان محمود پر غدر مچاکے تخت پر متصرف ہوا تھا اور سلطان محمود اپنا خطاب رکھا تھا اور اکثر امرا کو اپنے ساتھ متفق کیا تھا۔ حال تاریخ مالوہ میں پڑھو) وہ بھائی کے خون سے منڈو سے بھاگ کر بڑودہ کی طرف آیا ہے۔ سلطان نے اوسکی دلجوئی و مہمانداری خاطر خواہ کی۔ سلطان محمود آباد میں آیا اور قیصر خاں کو قصبہ دہوز میں بھیجا کہ وہ سلطان محمود خلجی اور مملکت مالوہ کی احوال اور امرا کے اوضاع کی خبر لائے۔ برسات آگئی آدمی جا بجا ٹھیر گئے۔ ایک دن صاحب خاں نے سلطان پاس پیغام بھیجا کہ فقیر کو آئے ہوئے ایک مدت گذر گئی میں اپنی مہم کو اصلاح و براہ کیا دیکھتا۔ سلطان نے فرمایا کہ انشاء اللہ برسات کے بعد نصف ولایت مالوہ طوعاً و کرہاً سلطان محمود کے تصرف سے نکال کر تجھے دلادونگا۔ مگر صاحب خاں صاحب اقبال نہ تھا۔ سب اتفاق وہ اور یادگار بیگ قزل باش چنگو گجراتی شرع کلاہ کہتے تھے ہمسایہ میں رہتے تھے

اوسکے نوکروں میں ایسی خصومت ہوئی کہ جنگ پر نوبت پہنچی۔ یادگار بیگ کی منزل غارتگرانی
ذلباشوں نے تیر و کمان ہاتھ میں لیکر اوسکے چند آدمیوں کو مار ڈالا۔ لشکر گجرات میں یہ خبر
ہوگئی کہ ترکانوں نے صاحب خاں کو پکڑلیا۔ یہ شہزادہ مالوہ اس واقعہ کی عجلت کے
سبب سے سلطان مظفر کی اجازت بغیر آسیر کو چلا گیا اسکا حال تاریخ مالوہ میں تحریر ہوگا۔

صاحب خاں کے جانے کے بعد سلطان پاس بوربیہ راجپوتوں کے غلبہ کی اور سلطان
محمود خلجی کی مغلوں کی خبر آئی۔ اس واقعہ کے سبب سے سلطان کو وہرہ گیا کہ مالوہ کی مہم
کا انصرام کرے۔ اس اثنا میں سنا کہ ملک مین الملک حاکم پٹن اپنی جمعیت سمیت سلطان
کی خدمت کے لئے آتا تھا کہ اسکو راہ میں خبر لگی کہ ایدر کے راجہ بھیم نے دست تعدی
جانکر سابرمتی کے حدود تک لوٹ مچادی اسلئے مین الملک ان حدود میں آیا کہ راجہ کی گوشمالی
کرکے سلطان کی خدمت میں جائے۔ راجہ اوس سے مقابلہ و مقاتلہ کے ساتھ پیش آیا۔ دونوں کے
لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ اور عبدالکریم ایک سردار مع دو سو آدمیوں کے مارا گیا۔ باقی جو
اسکے ساتھ تھا اُسکے گھوڑے اڑلئے۔ جب مین الملک نے یہ حال دیکھا تو میدان معرکہ سے بھاگ گیا
مظفر شاہ ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ بھیم سے ہیچکر اوسنے ملک کے تاخت و تاراج کے لئے آدمی بھیجے۔
راجہ ایدر نے قلعہ ایدر کو خالی کیا اور کوہ بیجانگر (بیل نگر) میں جا چھپا۔ جب مظفر ایدر میں آیا تو دس
راجپوتوں نے مقابلہ کیا اور جان گنوائی سلطان نے یہاں عمارت و بتخانہ و درخت باغ کا نشان
نہ چھوڑا۔ راجہ ایدر نے عاجز ہوکر مدن گوپال برہمن کو سلطان کی خدمت میں بھیجا اور معذرت کی
کہ مجھ میں الملک میرے ساتھ کمال عناد رکھتا تھا۔ اس ولایت کو اوسنے تاراج کیا۔ مجھسے از روئے
مضطریہ وقت وقوع میں آئی۔ اگر بندہ کی جانب سے تقصیر کی بابت ہوتی تو میں غضب سلطانی کا مستحق ہوتا
اب میں بلغ بیس لاکھ تنکہ اور سو ہاتھی اسپ بطریق پیشکش و نکالا عالی کو پیش کرتا ہوں سلطان مظفر نے
اس بنا سے عذر قبول کرلیا کہ تسخیر مالوہ کی مہم پیش نہاد تھی۔ اوس نے یہ روپیہ اور گھوڑے مین الملک کے
لیئے گروہ لشکر کا سامان کیے اور موضع کو وہرہ سے شاہزادہ سکندر خاں کو محمد آباد کی حکومت کیلئے
رخصت کیا۔ قیصر خاں کو موضع ویرا پر قبضہ کیلئے حکم دیا۔ وہ سلطان محمود خلجی کے تصرف میں تھا۔ پھر سلطان

دھار میں آیا۔ یہاں کے آدمیوں نے اوس سے امان مانگی اوسکو امان دی۔ قوام الملک و افتیار الملک
بن عماد الملک کو اہل دھار کی حراست کیلئے پہلے روانہ کیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ سلطان محمود خلجی
اُن امرائے چندیری کے دفع کرنیکے لئے نکلا ہے جو اوسپر چڑھ آئے تھے تو سلطان مظفر نے اپنے امرا
واپس بلالئے اور اوسنے فرمایا کہ اس یورش کی اصلی غرض یہی تھی کہ پوربیہ راجپوت برطرف کئے جائیں
اور سلطان محمود اور صاحب خاں کے درمیان ملک تقسیم کیا جائے۔ اب سلطان محمود چندیری کے
امرا کے دفع کرنے کے لئے گیا ہے اور ظالم راجپوتوں کو اپنے ہمراہ لے گیا ہے ایسے وقت میں اوسکے
ملک میں آنا اُن مردت و مردانگی سے دور معلوم ہوتا ہے سلطان خود شکار کو گیا۔ اور قوام الملک کو
لشکر کی حراست سپرد کی۔ دو ہزار سوار اور ڈیڑھ سو ہاتھی لیکر دھار میں آیا۔ یہاں شیخ عبداللہ جنگال
و شیخ کمال الدین ناڈی کے مزار کی زیارت کو گیا۔ منقول ہے کہ شیخ عبداللہ راجہ بھوج پانڈے کے
زمانہ میں راجہ کی وزارت کرتا تھا۔ اور برہمن اسکا نام تھا وہ کسی تقریب سے مسلمان ہوا۔
اور کمال ریاضت و مجاہدت سے کمالات نفسانی کو پہنچا۔ نظام الملک لاوہ سے غلیچہ کو جاتا تھا کہ
بوربیہ راجپوتوں کی ایک جماعت نے اوسکی مزاحمت کی مگر اوسنے اونکو ہٹا دیا۔ ایک اور معاملہ پیش آگیا
کہ وہ لڑائی آگے نہ بڑھی۔ سلطان نے نظام الملک کو محمد آباد میں بھیجدیا۔ ان دونوں میں بھیم راے
راجہ ایدر فوت ہوا اُسکا بیٹا راجہ بھارمل اوسکا جانشین ہوا جسکو رانا سنگا چیتوڑ نے تخت سے
اتار کر اپنے داماد رائے مل پسر سورج مل کو راجہ بنایا۔ بھارمل سلطان سے ملتجی ہوا۔ سلطان نے
ماہ شوال ۹۲۱ھ کو نظام الملک کو مقرر کیا کہ ولایت ایدر کو رائے مل کے تصرف سے نکال کر بھارمل کو
تفویض کرے۔ خود احمد نگر کو چلا گیا۔ پٹن کی سیر کرکے پھر لشکر میں چلا آیا۔ نظام الملک نے ایدر کو لیکر بھارمل
کے سپرد کیا۔ رائے مل کوہ بیجانگر (بیل نگر) میں چلا گیا۔ نظام الملک نے یہاں آنکر جنگ کی طرفین
کے آدمی بہت مارے گئے۔ جب سلطان خاں مظفر کو یہ خبر پہنچی تو اوسنے حکم بھیجا کہ جب ولایت اندر
تصرف میں آگئی تھی تو بیجانگر میں جانا اور لڑنا لشکریوں کو بے سبب ضائع کرنا تھا۔ اسلئے مناسب ہے
کہ وہ علم مراجعت کرے جب نظام الملک حکم کے بموجب احمد نگر میں آیا۔ اوسکو یہاں حاکم تقرر
کیا خود احمد آباد میں دوڑا اور جشن عظیم کیا۔ اور شاہزادہ سکندر کا بیاہ کیا۔ برسات کے بعد وہ

ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔

۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء میں ایدر میں راے ل گیا۔ ظہیر الملک اسکے مقابلہ میں آیا، مگر وہ شائستہ آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی تو اوسنے نصرت الملک کو حکم بھیجا کہ بھاگکر کو کہ سفلدں کی پناہ اور ستمردوں کا ماوا ہے تاخت کرے۔ اسی سال میں سیلسہ سے شیخ چاند اور مولی مہیشور کے قاضی حبیب پور یہ راجپوتوں کے ظلم سے بھاگ کر سلطان کی خدمت میں آئے چند روز بعد دار و مدہور کی عرضی آئی کہ پوریہ راجپوتوں کے استیلا سے سلطان محمود خلجی متوہم ہوکر منڈو سے بھاگا ہی اور یہاں سرحد گجرات پر آیا ہی۔ سلطان نے یہ خبر سنکر قمر خاں کے ہاتھ بارگاہ سُرخ اور چیزیں جو بادشاہوں کے ساتھ مخصوص ہیں شاہ مالوہ پاس بھیں اور خود بھی موضع دوالدیں آکر اُس سے ملاقات کی۔ مظفر نے اوسکی دلجوئی کی اور خود لشکر لیکر مالوہ پر متوجہ ہوا۔ جب میدنی راے کو سلطان مظفر کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے بھیورا سے کو راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود دس ہزار رجپوت سوار اور فیلان محمود یکرد ہار کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں سے رانا سنگا پاس گیا کہ اوسکو اپنی مدد کے لئے لائے۔ سلطان مظفر نے قلعہ منڈو کا محاصرہ کیا۔ رجپوتوں سے لڑائیاں ہوئیں۔ جنمیں سلطان کا پلہ بھاری رہا۔ میدنی راے نے ایک خط اپنے بیٹے بھیورا سے کو لکھا کہ میں رانا کے پاس گیا تھا۔ وہ کل ولایت مارواڑ کے رجپوتوں کو جمع کرکے کمک کو آئیگا تو ایک مہینہ تک سلطان مظفر کو باتوں میں لگائے رکھ۔ بھیورا سے نے یہ مکر کیا کہ ایلچیوں کو سلطان پاس بھیجکر پیغام دیا کہ ایک مدت سے قلعہ منڈو راجپوتوں کے تصرف میں ہی اور اونکے اہل وعیال قلعہ میں ہیں اگر سلطان ایک منزل پرے ہٹ جاے تو ایک مہینہ کے عرصہ میں اہل وعیال کو نکال کر میں قلعہ کو خالی کرکے آپ کے حوالہ کردونگا۔ اور خود آنکر دولتخواہوں کے زمرہ میں داخل ہوں گا۔ سلطان مظفر اگرچہ جانتا تھا کہ یہ جماعت کمک کا انتظام کر رہی ہی لیکن سلطان محمود کے متعلقین و فرزند قلعہ میں تھے اس ضرورت کے سبب سے اوسکی ملتمس کو قبول کرکے اپنے قراولوں کو دو میل پیچھے اس امید میں چلا گیا کہ شاید بھیورا باہر آئے تو بے جنگ کام بن جائے۔

یہں روز گذر گئے تو معلوم ہوا امیدنی راے نے چند فیل اور بہت سا زر رانا سنگا کو دیکر اہین میں لگ کے لئے بلایا ہی۔ سلطان مظفر نے عادل خاں فاروقی حاکم آسیر و برہانپور کو جو دو تین روز ہوے کہ فوجی لشکر کے ساتھہ سلطان کے لشکر میں آیا تھا سپاہ کا سردار بنا کے قوام الملک کو اوسکے ہمراہ کیا اور رانا سنگا سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ خود قلعہ منڈو پر برابر چار روز تک رات دن حملہ کیا اور اہل قلعہ کو ذرا آرام نہ لینے دیا۔ پانچویں شب کو لڑائی موقوف کی اہل قلعہ کو غفلت میں ڈالا۔ آدھی رات کو ایک جماعت حصار کے نیچے گئی اہل حصار سوتے تھے اونے قلعہ کے لشکروں پر نردبانین لگاکر دروازہ کے محافظوں کو قتل کیا اور دروازہ کو کھولا پر ساری فوج قلعہ میں داخل ہوئی۔ راجپوتوں کو اوسوقت خبر ہوئی کہ کچھ اختیار ہاتھہ میں باقی نہ تھا۔ اونھوں نے اپنے قدیم قاعدہ کے موفق جوہر کی رسم کی بیش قیمت اسباب اور عورتوں بچوں کو آگ میں جلایا۔ سلطان مظفر نے صبح ہونے کے وقت تک ۴ صفر ۹۲۴ھ کو اونیس ہزار راجپوتوں کو قتل کیا۔ اور اونکے فرزندوں کو اسیر کیا۔ جب سلطان مظفر کو رجپوتوں کے قتل سے فراغت ہوئی تو سلطان محمود نے آنکر سلطان کو فتح کی مبارکباد دی اور پوچھا کہ بندوبستے کیا حکم ہی سلطان مظفر نے ازروئے مروت کے کہا کہ تم بادشاہوں سے وقوع میں آئی ہی سلطان محمود کو دلاسا دیا اور کہا کہ ہماری مشقت اسلئے اُٹھائی گئی کہ تجھکو حکومت دلاؤں اب منڈو کی بادشاہی اور مملکت اونھیں تجھکو مبارک کرے۔ سلطان یہاں سے چلکر جب رانا سنگا کی جنگ پر متوجہ ہوا۔ اس اثنا میں اونھوں نے ایک نامی رجپوت نے بھاگکر سلطان مظفر کی قتل عام کی حمایت رانا سنگا سے عرض کی اور اُسیوقت مرگیا۔ اس سے رانا کا ارادہ ہوگیا وہ بادشاہ کی خبر اس طرف کے آنیکی سُنکر ادھر متوجہ ہوا۔ عادل خاں اسلئے پیچھے جاتا۔ اسکے پس ماندوں کے قتل و غارت میں تقصیر نہیں کرتا۔ وہ رانا کو پکڑنے نہ پایا تھا کہ سلطان مظفر نے اسے واپس بُلالیا سلطان محمود نے سلطان مظفر کی رخصت میں بڑی دھوم دھام سے ضیافت کی اور پیش کش سلطان اور شاہزادہ کو دی۔ سلطان مظفر نے سلطان محمود کو رخصت کیا اور اوسکی کمک کیلئے آصف خاں کو دو ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ خود اپنی دار السلطنت کو روانہ ہوا۔ سلطان مظفر چند روز محمد آباد دھنپانیر میں ٹھیرا تھا کہ اوسکے

ایک ندیم نے عرض کیا کہ جن ایام میں سلطان نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا راے مل راجہ ایدر کو بیجانگر سے بگاڑ اور اُس نے بٹن کے کچھ حصہ کو اور تصبہ کھوارہ کو لوٹ لیا اور جب سے تاتارخاں برگ کے آہنگ سے ایدر سے باہر آیا اور اوسکی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بیجانگر کے مفاکوں میں جا چھپا سلطان نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد برسات کے رائے مل کا علاج کیا جائیگا۔

۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء میں سلطان راے مل اور اور مفسدوں کی گوشمالی کے ارادہ سے ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ چونکہ راے مل کا لاڈلے و معاونے راجہ پال (دیوہ) کا ملک تھا اوسکو برباد کر کر خاک کی برابر کیا۔ چند روز ایدر میں توقف کیا وہاں سے محمد آباد میں آیا۔

چند روز کے بعد خبر پہنچی کہ سلطان محمود خلجی اور آصف خاں متفق ہو کر رانا سنگا اور میدنی راے سے سخت لڑائی لڑے اکثر امراء مالوہ کشتہ ہوئے پسر اصفہان بھی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوا۔ سلطان محمود خلجی زخمی ہو کر دستگیر ہوا۔ رانا سنگا نے اوسکے حال پر مہربانی کر کر اپنی سپاہ کے ساتھ منڈو اوسے بھیجدیا۔ سلطان مظفر اس حال کو سُنکر ملول ہوا۔ باقی سرداروں میں سے چند گجرات کی فوج کی کمک کے لئے بھیجے۔ اور مکتوب محبت اسلوب سے اوسکو خورسند کیا خود ایدر میں شکار کے لئے گیا اور وہاں عمارات تعمیر کرائیں۔ ایدر کی حکومت مبارز الملک کو حوالہ کی احمد آباد میں قوام الملک کو چھوڑ کر خود پٹنہ پیانیر میں آیا۔ ایک دن مبارز الملک کی خدمت میں ایک بادفروش نے کچھ حال رانا سنگا کی مردی و مردانگی کا مذکور کیا مبارز الملک نے رانا سنگا کو بُرا کہا اور ایک کتے کو نام رانا سنگا کہہ ایدر کے دروازہ کے آگے باندھ دیا۔ اس بادفروش نے یہ قصہ رانا سنگا سے جاکر کہا اوسکو ایسی غیرت آئی کہ وہ ایدر کی طرف آیا اور سر دہی تک ملک تاخت و تاراج کیا۔ رانا باگڑ میں آیا۔ یہاں کا راجہ اگرچہ سلطان مظفر کا تابع تھا مگر مضطر ہو کر وہ رانا سے مل گیا رانا ڈونگرپور میں آیا۔ ملک مبارز الملک نے حقیقت حال شاہ کو لکھے۔ وزراے سلطانی مبارز الملک سے دلوں میں صفائی نہیں رکھتے تھے۔ اونہوں نے سلطان سے کہا کہ مبارز الملک کو یہ کیا لایق تھا کہ اوسنے کتے کا نام رانا سنگا رکھ کے اوسکو غیرت دلائی اور اب ڈر کر کمک مانگتا ہے۔ سلطان نے کمک بھیجی۔ وہ لشکر کہ ایدر کی کمک کو گیا تھا برسات کی کثرت کے

سبب سے اوسکے سپاہی احمد آباد میں اپنے گھروں میں چلے گئے تھے تھوڑے سے مبارز الملک پاس رہے تھے۔ اس سبب سے وہ مشوش تھا۔ رانا سنگا نے یہاں کے سب حالات معلوم کئے اور ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ مبارز الملک اس سے لڑنے آیا۔ مگر پہلے اس سے کہ لشکر آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں وہ پھر کر ایدر میں آیا۔ سرداروں نے کہا کہ قلت و دست و کثرت دشمن سبب عیاں ہوگئی۔ مناسب یہ ہے کہ احمد نگر کے قلعہ میں جب تک محصن ہوں کہ کمک آئے یہ قرار دیکر مبارز الملک کو خواہ نخواہ ہمراہ لیکر قلعہ احمد نگر میں لے گئے دوسرے روز رانا سنگا ایدر میں آیا۔ مبارز الملک کا حال پوچھا تم لوگ کہ آدمی گجرات سے قوام الملک کے خوف سے بھاگ کر رانا سنگا سے ملتے تھے۔ اونہوں نے کہا کہ مبارز الملک ایسا مرد نہیں ہے کہ بھاگے۔ امراء اوسکو زبردستی احمد نگر میں لے گئے ہیں اور کمک کا انتظار کر رہے ہیں۔ رانا جلد احمد نگر میں آیا تو اس بادفروش نے کہ مبارز الملک سے رانا کی تعریف کی تھی کہا کہ رانا بہت لشکر لیکر آیا ہے حیف ہے کہ تم جیسے جوانمرد بیفائدہ کشتہ ہوں مناسب ہے کہ قلعہ (احمد آباد) میں متحصن ہو۔ رانا اپنے گھوڑے کو قلعہ کے نیچے پانی پلائیگا۔ مبارز الملک نے کہا کہ یہ محال ہے کہ میں اسکے گھوڑے کو اس دریا کا پانی پینے دوں۔ وہ اتنا لشکر لیکر کہ رانا کی لشکر کا دسواں حصہ تھا لڑنے کو کھڑا ہوگیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اسد خاں کہ سردار تھا اور سرداروں سمیت مارا گیا۔ مبارز الملک اور صفدر خاں دونوں زخمی ہو کر بھاگے اور احمد آباد میں آئے۔ رانا احمد نگر کو غارت کر کے بدہ نگر میں آیا۔ یہاں کے باشندے اکثر برہمن تھے اسلئے اونکو نہیں لوٹا وہ جیل نگر میں آیا۔ یہاں کے تھانہ دار حاتم نے مزاحمت کا قصد کر کے اوسکا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔

رانا نے جیل نگر کو تاخت کر کے چتوڑ کو مراجعت کی۔ ملک قوام الملک نے ایک فوج مبارز الملک و صفدر خاں کے ہمراہ کر کے احمد نگر بھیجی اونہوں نے مقتولوں کو خاک کے نیچے سپرد کیا۔ کول اور گراس نے نواحی ایدر میں مبارز الملک کو کم جمعیت دیکھکر احمد نگر پر چڑھائی کی مبارز الملک نے قلعہ سے نکل کر اکسٹھ آدمی اونکے مار ڈالے اور احمد نگر میں مراجعت کی۔ احمد نگر ویران ہوگیا تھا اسلئے غلہ اور محتاج محنت سے ہاتھ لگتا تھا۔

وہ قصبہ بیانہ میں آگئے۔ سلطان نے یہ خبر سنکر عماد الملک قیصر خاں کو بہت سے لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ رانا سنگا کے دفع کرنے کے لئے بھیجا عماد الملک و قیصر خاں احمد آباد میں آئے اور قوام الملک کے ساتھ سیر کیچ میں گئے رانا سنگا کی مراجعت کا حال سلطان کو لکھا اور اُس سے درخواست پتوڑہ میں جانے کی کی سلطان نے جواب لکھا کہ برسات کے گذرنے کے بعد میں پتوڑہ کی عزیمت کرونگا اور رانا سنگا کی گوشمالی کرونگا۔ اس اثنا میں ایاز سلطانی کہ سلطان کے باپ کے غلاموں میں تھا اور بلاد بندر سورت اور سمندر کے کنارہ پر بالکل اقطاع رکھتا تھا تیس ہزار سوار و پیادے اور آتشبازی بہت سی لیکر سلطان کی خدمت میں آیا۔ اور اوسنے عرض کیا کہ سلطان کا جلال ایسا واقع ہو کہ رانا سنگا کی گوشمالی اور تادیب پر خود حضرت متوجہ نہ ہوں ہم جیسے بندوں کی تربیت اسلئے ہوتی ہو کہ اگر اس قسم کے کام پیش آویں تو شاہ کو قصد بیانہ نہ کرنی پڑے۔ بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

۱۵۲۶ء میں احمد نگر گیا جب لشکر جمع ہوا تو ملک ایاز نے پھر رانا سنگا کی گوشمالی کی درخواست کی۔ سلطان نے ایک لاکھ سوار و سو ہاتھی اوسکے ہمراہ کئے اور رانا کی تادیب کے لئے رخصت کیا۔ جب ملک ایاز اور قوام الملک منزل مہراسیں آئے تو سلطان نے کمال حزم و نہایت دور اندیشی سے تاج خاں و نظام الملک شلبی کے ساتھ بیس ہزار سوار ان حدود میں بھیجدیے ملک ایاز نے ایک عریضہ بھیجا کہ رانا سنگا کے تادیب کے لئے اتنے امرا معتبر کا بھیجنا میرے اعتبار اور استغنا کا سبب ہو۔ مگر اتنا فوج اور ہاتھیوں کی ضرورت نہیں ہو۔ یہ بندہ و اقبال خداوند اس خدمت کو پسندیدہ طور پر بجا لائیگا۔ اکثر ہاتھیوں کو واپس بھیجدیا۔ صفدر خاں کو کما کوٹ کے راجپوتوں کو لوٹنے کے لئے بھیجا۔ صفدر خاں اس موضع میں جو نہایت قلب جاتھی گیا۔ بہت راجپوت قتل کئے اور بقیۃ السیف کو بردہ بنایا۔ ملک ایاز سے وہ آن ملا۔ ملک ایاز نے یہاں چلکوڈہ گوگرپور اور بانسوارہ کو چلا کر خاک کی برابر کیا۔ اور پتوڑہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اتفاقاً ملک الشیخ الملک اور صفدر خاں کو ایک شخص نے اطلاع دی کہ اودے سنگھ و راجہ بال رانا سنگا کی راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اور راجہ اگرسین پوربیہ پہاڑ

کے پیچھے اس ارادہ سے چھپے ہوئے ہیں کہ آپ پر شبخون ماریں۔ صفدر خاں بغیر اسکے کہ ملک ایاز کو خبر کرے دو سو سوار لیکر اس طرف گیا جنگ عظیم واقع ہوئی اور اگرسین زخمی ہوا اسی راجپوت قتل ہوے اور باقی بھاگ گئے۔ ملک ایاز سلطانی آراستہ لشکر کے ساتھ ملک الشیخ الملک و صفدر خاں کی کمک کو چلا جب جنگ گاہ پر پہنچا تو اوسکو اونکی فتح پر حیرت ہوئی اور بہت اونکی تعریف کی۔ دوسرے روز ملک قوام الدین کی گردہ مفرور کی جستجو میں انہیں کردہ بانسوارہ میں گیا اور کوئی آبادانی کا اثر نہ چھوڑا۔ اگرسین مجروح نے جاکر سارا حال رانا سے کہا۔ جب ایاز خاص سلطانی مندسور میں آیا تو اوسکا محاصرہ کیا۔ رانا سنگا اپنے تانہ دار کی لگ کو آیا۔ اور مندسور سے ۴ کروہ (۱۲ میل) پر ٹھیرا۔ اور ملک ایاز کو پیغام بھیجا کہ میں ایلچیوں کو سلطان کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور دوستوں میں داخل ہوتا ہوں۔ تم بھی صلح کا ہاتھ اُٹھاؤ۔ مگر شرائط صلح میں ایسے تکلفات تھے کہ اونکا صورت پذیر ہونا مشکل تھا اسلئے ملک ایاز نے تسخیر قلعہ پر ہمت کی اور نقب کو یہانتک بڑھایا کہ آجکل میں تمام ہونیوالی تھی اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کے پاس سے شرزہ خاں شروانی آیا اور اوسکا پیغام لایا کہ اگر آپ کو لگ و امداد کی احتیاج ہو تو میں بھی ان حدود میں چلا آؤں۔ ایاز خاں نے متردد ہوکر اوسکو آنیکی تحریص دی۔ مظفر کے احسان کا سلطان محمود خلجی مرہون تھا وہ سلمدی پوربیہ کو ہمراہ لیکر مندسور میں آگیا۔ رانا سنگا اوسکے آنے سے سراسیمہ ہوا۔ اوسنے میدنی راے کو سلمدی کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مجالست کی رعایت محاسن اخلاق کے لوازم میں سے ہو چاہیے کہ اوسکے حقوق کے اوسے اپنے تئیں معاف نہ رکھے اور بالفعل صلح کے کرانے میں قوت کرے سلمدی نے ہر چند سعی کی مگر صلح میسر نہ ہوئی چند روز کے بعد قوام الملک نے اپنے مورچال پر جاکر چاہا کہ قلعہ کے اندر داخل ہو ملک ایاز کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں قوام الملک کے نام پر فتح نہ ہوجائے۔ اوسکو جنگ سے باز رکھا۔ امراے گجرات ملک ایاز کے ارادہ سے آگاہ ہوکر اوس سے آزردہ ہوگئے۔ دوسرے روز مبارز الملک اور سردار ملک ایاز کی اجازت بغیر رانا سنگا کے ساتھ جنگ پر مستعد ہوئے۔ ملک تغلق فولادی مبارز الملک کو اثنار راہ میں سے پھیر کر

ے آیا۔ ایاز کا مقصود یہ تھا کہ اوسنے جو نقب تیار کی تھی اوسمیں صبح کو آگ لگا کے قلعے لیا جائے اور فتح اوسکے نام ہو اسلئے اسکے امرا کے درمیان نفاق پیدا ہوا لیکن سیاست شاہی کا لحاظ تھا کہ ایاز کے بے اجازت کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ ملک ایاز نے باوجود امرا کی نااتفاقی کے اپنے منصوبہ کو مستعد کر کے نقب میں آگ لگائی۔ جب بُرج پاش پاش ہوا تو ظاہر ہوا کہ راجپوتوں نے صورت واقعہ سے آگاہ ہو کر برج کے محاذ میں ایک اور دیوار بنائی تھی۔ دوسرے روز رانا سنگا کی طرف سے اونہوں نے آکر یہ پیغام دیا کہ دولت خواہوں کی سلک منسلک ہوتا ہوں اور اگر کی لڑائی میں میتے ہاتھی میرے ہاتھ لگے ہیں انکو اپنے بیٹے کے ہمراہ سلطان پاس بھیجتا ہوں۔ آپ فقیر کیوں سخت گیری کر کے بے لطفی کو بڑھاتے ہیں۔ قوام الملک کی مخالفت کے سبب سے ملک ایاز صلح پر راضی ہو گیا اور لوازم صلح کی تمہید میں کوشش کی اور امرا نے اپنی ناراضگی اس سے ظاہر کی۔ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں گئے اور اوسکو جنگ پر تحریص کی اور یہ قرار دیا کہ چارشنبہ کو جنگ کریں۔ ملک ایاز کو جب اس سے اطلاع ہوئی تو اوسنے سلطان محمود خلجی پاس آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ سلطان مظفر نے لشکر کا اختیار بندہ کو دیا ہے۔ میں رانا سنگا کے ساتھ لڑنے پر راضی نہیں اسلئے ظن غالب یہ ہے کہ نفاق کی شامت سے دائن مقصود پر ہاتھ نہ پہنچے۔ ملک ایاز نے چارشنبہ کی صبح کو جو امرا نے جنگ کے لئے ٹھیرائی تھی کوچ کیا اور رانا سنگا کے زمینوں کو غلت و غارت کیا۔ سلطان محمود خلجی نے بھی مندو کے قصد سے کوچ کیا۔ ایاز چنپانیر میں آیا تو سلطان نے اوسکو دیو میں بھیجدیا کہ وہ اپنے آدمیوں کا سامان کرے۔ برسات کے بعد خدمت میں آئے اور یہ امر قرار پایا کہ برسات کے بعد رانا سنگا کی گوشمالی کے لئے خود متوجہ ہو تو ملک ایاز نے اپنے معتمدوں میں سے رانا سنگا کے پاس ایک آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ چونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان محبت ہو گئی ہے اسلئے ہمکو ایک دوسرے کی نیک اندیشی اور خیر خواہی میں کوشش کرنی لازم ہے۔ چونکہ امرا کا بے نیل مرام پھرنا بادشاہ کی خاطر کو ناگوار گذرا ہے تو اوسنے خود ارادہ کیا ہے کہ آپ کی حدود میں آکر سرکشوں کی گوشمالی دے۔ اس امر سے ان حدود میں بہت خرابی ہو گی۔ مناسب یہ ہے کہ بہت جلد اپنے بیٹے کو تخت

اور پیشکش لیکر سلطان پاس بھیجدو کہ غضب سلطانی کی صولت سے دانکے متوکل محفوظ رہیں۔

۹۲۸ھ / ۱۵۲۲ء میں سلطان مظفر چنپانیر سے احمد آباد میں آیا کہ لشکر کا سامان درست کر کے چتوڑ کو جائے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ رانا سنگا کا بیٹا بہت پیشکش لیکر سلطان کی خدمت میں آیا۔ جب بیٹے نے پیشکش پیش کیں تو سلطان نے باپ کی تقصیر معاف کر دی۔ اور بیٹے کو خلعت و یا لشکر کشی کی عزیمت کو فسخ کیا۔

اس سال ملک ایاز مر گیا۔ سلطان مظفر کو سخت افسوس ہوا۔ اوسکی جاگیر اوسکے بیٹے کو دیدی

۹۳۲ھ / ۱۵۲۵ء میں سلطان نے چنپانیر کے مفسدوں کی گوشمالی کے لئے کوچ کیا۔ حصار مہروسہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور رحمہ آباد چلا گیا۔

عالم خان بن سکندر خان لودی فرماں روائے دہلی نے عرض کیا کہ بادشاہ ابراہیم بن سکندر شاہ نے امرائے بزرگ کو قتل کیا۔ بقیتہ السیف خطوط و عرائض بھیجکر بندہ کو بلاتے ہیں فقیر دولتوں سے اس امید میں آپ کے خاندان کی خدمت کر رہا ہے کہ اپنے مقصد پر پہنچوں اب اسکا وقت آیا کہ میرا نصیبہ چمک جائے۔ اب آپ ایسی عنایت کیجئے کہ ملک موروثی بندہ کو ہاتھ لگ جائے سلطان مظفر نے ایک جماعت اور زر نقد دیکر اوسکو رخصت کیا وہ ابراہیم شاہ دہلی سے لڑنے گیا لیکن یہ بیان شاہان دہلی کی تاریخ میں ہوا۔

۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء میں سلطان ایدر کو گیا۔ اثنار راہ میں شاہزادہ بہادر خاں نے قلت دخل و کثرت خرچ کی شکایت کی بڑے بھائی شاہزادہ سکندر کی برابر اونے مواجب و علوفہ کی درخواست کی سلطان نے اوسکو ٹال دیا وہ خفا ہو کر راے سنگر راجہ پولو کے ملک میں چلا گیا۔ اور پھر چتوڑ میں رانا سنگا پاس آیا۔ دونوں جگہ اوسکی بڑی خاطرداری ہوئی۔ پھر وہ اجمیر ہو کر میوات میں گیا جن خاں میواتی نے اوسکی خوب مہمانداری کی یہاں سے وہ دہلی گیا۔ ان دنوں میں بابر بادشاہ دہلی کی تسخیر کو آیا تھا بادشاہ ابراہیم نے اس شاہزادہ کے آنیکو غنیمت جانا۔ وہ مغلوں سے بہادرانہ لڑا۔ ابراہیم بادشاہ دہلی سے افغان متنفر تھے۔ اونہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اوسکو بادشاہ بنائیں۔ ابراہیم کو بھگانے لگائیں۔ ابراہیم کو جب یہ خبر ہوئی تو شاہزادہ بہادر خاں کو امرا کے روبرو پیش کر کے

خورجہ پور چلا گیا۔ جب یہ خبر سلطان مظفر کو پہنچی کہ شہزادہ دہلی میں ہے۔ اور بابر بادشاہ مغلوں کی فوج لیکر سرحد دہلی میں آ گیا ہے تو وہ بیٹے کی مفارقت سے نہایت مغموم ہوا تو خداوند کو حکم دیا کہ بہادر خاں کو لائے۔ انہیں دنوں میں گجرات میں قحط عظیم پڑا۔ اور سلطان مریض ہوا۔ اور ہر روز مرض بڑھتا گیا۔ ایک دن سلطان مظفر نے رقعہ لکھ کے بہادر خاں کو بلا بھیجا۔ ایک شخص نے وقت پاکر عرض کی کہ شکر کے دو فرقے ہو گئے ہیں ایک گروہ شاہزادہ سکندر خاں کو چاہتا ہے۔ اور دوسرا لطیف خاں کو۔ سلطان نے کہا کہ شاہزادہ بہادر خاں کی بھی خبر آئی یا نہیں۔ مقربوں نے کہا کہ وہ بہادر خاں کو اپنا ولیعہد کرنا چاہتا ہے۔ مگر وقت کی ضرورت کے سبب دم بھاوی الاول ۹۳۲ھ میں سکندر خاں کو بلا کر ولیعہد کیا اور بھائیوں کے حق میں اوسکو وصیت کی اور اوسکو رخصت کیا پھر جمعہ کے روز دنیا سے انتقال کیا۔ ۱۴ سال ۹ ماہ سلطنت کی ۶۵ سال کی عمر میں دنیا سے سدھارے کہتے ہیں سلطان مظفر نہایت متشرع و متورع تھا اور احادیث نبوی کا تتبع کرتا تھا۔ خط نسخ و نشت و رقاع خوب لکھتا تھا اور ہمیشہ قرآن مجید لکھکر حرمین الشریفین کو بھیجا کرتا تھا۔ ایران و توران و روم و عربستان کے اکابر و اشراف اسکے عہد میں گجرات کے اندر آئے۔ اونکے حال پر نوازش کی محمود سیاوش کہ خوشنویسوں میں امتیاز رکھتا تھا شیراز سے گجرات میں آیا۔

ذکر سلطنت شاہ سکندر بن سلطان مظفر شاہ

جب سلطان مظفر کی بیماری کو امتداد ہوا تو اوسکے بیٹوں سکندر خاں و لطیف خاں میں مخالفت ہوئی۔ سکندر خاں ولیعہد ہوا۔ و عماد الملک و خداوند خاں و فتح خاں سکندر خاں سکندر شاہ کے جانب دار ہوئے۔ لطیف خاں ناچار اپنے اقطاع ندربار سلطان پور کو چلا گیا۔ جب شاہ مظفر کو امر ناگزیر پیش آیا تو سکندر شاہ بسریر شاہی پر بیٹھا۔ نعش پدر کو سرکیج میں بھیجا۔ وہ وہاں دفن ہوئی وہ بیان نہیں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ شیخ چنو ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ سلطنت شاہزادہ بہادر کے ہاتھ میں منتقل ہوگی۔ اوسنے شیخ جی کو بڑے بھوگ سنائے۔ شاہ سنے اپنی شاہزادگی کے ایام کے ذکروں کی رعایتیں کیں اور دلاسے دیں اور اپنے باپ دادا کے

نوکروں کی دلجوئی نہ کی اس سبب سے سب امراء اس سے دلگیر شکستہ خاطر ہوئے۔ خصوصاً عماد الملک جسکی بہت آزردہ خاطر ہوا وہ سلطان سکندر کے باپ کا غلام تھا اور مظفر شاہ کو بڑا عزیز تھا۔ سلطان سکندر کے بعض بیہودہ باتوں سے ایسی ناملائم حرکات صادر ہوئیں کہ دفعۃً سپاہ و رعیت کو اس سے نفرت ہو گئی اور زوال دولت انکا خداسے چاہنے لگے۔ سلطان نے ایک مجلس آراستہ کرکے بڑے اور خلعت اعیان مملکت کو انعام دیئے۔ اکثر یہ انعام بے موقع تھا خلائق اور زیادہ متنفر ہوئی شہزادہ بہادر کے آنیکی خواہاں ہوئی۔ سلطان اپنے کردار اور افعال سے پشیماں ہوا اور اپنے حال پر کے تفکر میں ترساں و ہراساں ہوا۔ اس اثنا میں معلوم ہوا کہ ندربار اور سلطان پور کی نواح میں لطیف خاں بادشاہی کا خیال رکھتا ہے۔ اور وقت کا منتظر ہے۔ اسلئے سلطان سکندر نے شیرزہ خاں کو لطیف خاں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ ندربار کی حد میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ ملک لطیف سرداروں کی جماعت کے ساتھ کوہستان مولکا ہم جنگل چتوڑ میں چلا گیا۔ شیرزہ خاں بھی اس جنگل میں آیا راجہ چتوڑ جنگل اور قبلی بکان پر اعتماد کرکے جنگ کے ساتھ پیش آیا۔ شیرزہ خاں اور اوسکے سرداروں کو مار ڈالا۔ فرار کی راہ مسدود تھی۔ راجپوتوں نے پیچھے سے آنکر سترہ سو آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل گجرات شکست کو زوال سکندر کی فال سمجھے۔

سلطان سکندر نے قیصر خاں کو اس جماعت کی تادیب کے لئے بہت سا لشکر دیکر بھیجا۔ اس حال کہ امراے مظفری نے کہ شرارت سے موصوف تھے۔ عماد الملک شاہی سے کہا کہ شاہ سکندر تیرا دشمن چاہتا ہے۔ ہمیں تیرے ساتھ اخلاص ہے۔ اسلئے ہم نے تجھکو مطلع کر دیا ہے۔ عماد الملک نے اسکا یقین کر لیا اور سلطان کی جان کے درپے ہوا۔ چنانچہ ایک دن شاہ سکندر سوار جاتا تھا کہ عماد الملک اپنی سپاہ کو کل کرکے سکندر کے مارنے کے قصد سے گیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک شخص نے شاہ سکندر سے جب یہ حال کہا تو وہ مغموم ہوا۔ مگر اس سادہ لوح نے جواب میں کہا کہ خلائق چیختی پکار کر میں امراء و خلان شاہی کو آزار پہنچاؤں عماد الملک بندہاے موروثی میں سے ہے۔ اگر وہ اس امر قبیح کو اختیار کریگا۔ بہادر خاں کے آنیکی خبر سننے سے بھی وہ پریشان تھا رات کو خواب میں دیکھا کہ بعض بزرگوں نے اور اوسکے باپ نے آنکر اس سے کہا کہ تو تخت سے اوتر

دوسرے آدمی کی جگہ ہے۔ مظفر شاہ کے تخت کا وارث بہادر خاں ہے۔ ۱۹۔ شعبان ۹۳۲ھ امرا نے اتفاق کرکے اوسکو مار ڈالا وہ نو مہینے ۱۰ روز سلطنت کرگیا۔

ذکر شاہی سلطان محمود بن سلطان مظفر گجراتی

جب سکندر شاہ شہید ہوا عماد الملک نے اوسکے چھوٹے بھائی نصیر خاں کو حرم سرا سے لاکر تخت شاہی پر بٹھایا۔ شاہ محمود خطاب دیا۔ سلطان سکندر کے امرا یہ ماجرا دیکھ کر اس سے بھاگ کر اطراف میں پھیل گئے۔ یہاں اونکے گھر غارت ہوئے۔ سکندر کی نعش موضع ناموں فواج چنپانیر میں دفن ہوئی امرائے بادشاہ کو تہنیت دی عماد الملک نے دستور کے موافق امرا اور اعیان کو خلعت اور اکسیر اعلیٰ خطاب دیئے۔ لیکن کسی کا علوفہ و مواجب نہیں زیادہ کیا۔ انہیں اکثر سلطان بہادر کے آنیکے منتظر تھے۔ اور اوسکی طلب میں رسل و رسائل میں سعی کرتے تھے۔ خصوصاً اس باب میں عماد الملک و تاج خاں اور وزیر سبقت لے گئے تھے۔ بہادر خاں بھی باپ کے مرنے کی خبر سنتے ہی گجرات کو دوڑا چلا آتا تھا۔ عماد الملک نے مضطر ہوکر برہان نظام شاہ بحری کو خط کے ساتھ بہت روپیہ بھیجا۔ اور اوسکو سلطان پور و ندربار کی سرحد پر بلایا۔ راجہ مالپور (راجپیلوہ) کو خط بھیجا کہ سرحد محمود آباد چنپانیر پر آجائے۔ نہایت حزم و دور اندیشی سے بابر بادشاہ کو لکھا۔ کہ اگر اپنی افواج قاہرہ میں سے ایک فوج بندر دیو میں بھیج دیجائے۔ تو ایک کروڑ ٹنکہ نقد صنور کے خدمتگاروں کو مدد خرچ کے دونگا۔ برہان نظام شاہ نے تحفہ تحائف لے لئے اور یوں ہی ٹالم ٹولے بتلائے۔

راجہ مالپور بہ سبب قرب جوار کے لشکر تیار کرکے نواحی چنپانیر میں آگیا۔ تمانہ دار ڈونگر پور کو عماد الملک کے اس حوصلہ کا حال معلوم ہوگیا تھا جو بابر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ امرا گجرات کے قاصد دہلی میں شاہزادہ پاس اوسکے بلانے کے لیے پہنچ گئے تھے۔ اس زمانہ میں بابندہ خاں کا حوصلہ افغانان جونپور کی طرف سے بھی بہادر خاں کے پاس آدمی آیا تھا کہ اوسکو جونپور بلیجا کر وہاں بادشاہ بنائیں۔ جب دونوں گجرات اور جونپور کی طرف سے بہادر خاں کی طلب میں تقاضا ہورہا تھا تو اوسنے کہا کہ میں جنگل میں جاکر اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دیتا ہوں جس طرف وہ جائیگا۔ میں جاؤنگا۔ گھوڑا گجرات کی طرف رواں ہوا۔ تو بہادر اسی طرف چلا اور چتوڑ میں آیا۔

گجرات سے سپاہیوں نے متواتر بادشاہ سکندر کے مارے جانے کی اور نصیر خاں کے بادشاہ ہونیکی خبر دی۔ شاہزادہ چاند خاں و شاہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ کہ رانا کے پاس تھے وہ اس پاس آنے۔ وہ بھائیوں کی ملاقات سے مسرور ہوا۔ چاند خاں رخصت ہوکر دہلی آیا ابراہیم ہمراہ ہوا۔ چتوڑ دونوں بھائیوں میں چتوڑ سے گذر ہوا۔ تو اودے سنگھ راے مالپور (پلوہ) اور بعض سکندر کے متعلقات مثل ملک سرور و ملک یوسف و لطیف خاں کے اوسکی خدمت میں آئے۔ سلطان بہادر نے ملک تاج جمال کے ہاتھ فرمان استمالت تاج خاں اور اپنے ہواخواہ امیروں کو بھیجا اور اپنے آنیکی اطلاع دی۔ تاج خاں عماد الملک سے ڈرا ہوا ندوقہ میں بیٹھا ہوا تھا وہ اپنی قوم اور قبیلہ کی آراستہ فوج لیکر سلطان بہادر کی خدمت میں آیا اور شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر کو جو اس پاس تھا مدد خرچ دیکر اپنے پاس سے رخصت کیا اور کہا کہ اب وارث مظفری و محمودی آگیا۔ تمہارا یہاں رہنا مصلحت نہیں ہے۔ لطیف خاں بروتا دہو تاتار خاں پاس کہ سلطان بہادر کا بچازاد بھائی خاطبی ہوکر گیا۔ جب سلطان بہادر ڈونگر پور میں آیا تو سید خرم خاں اور خواجین استقبال کو گئے ہر طرف سے امرا اور سردار اوس پاس آئے۔ اس خبر کے سنتے ہی عماد الملک کے ہوش اڑ گئے۔ لشکر کے جمع کرنے میں اور خزانہ کے خالی کرنے میں کوشش کی اور لشکر کو آمادہ کرکے اور پیاس اتمی عضد الملک کے ہمراہ قصبہ مہروسہ میں بھیجے کہ وہ جاکر خلایق کی آمد و رفت کی راہ روکے اور کسی کو بہادر پاس نہ جانے دے۔ جب بہادر قصبہ احمد نگر میں آیا تو امرا سکندری کرجان کے خوف سے بھاگے ہوئے تھے اوس پاس آئے۔ عضد الملک کے آدمی قصبہ مہروسہ چھوڑ کر بھاگے اور عضد الملک محمد آباد میں اعتماد الملک پاس پہنچا۔ جب شاہزادہ بہادر قصبہ مہروسہ میں آیا تو تاج خاں چتر و امارات شاہی لیکر اوس پاس آیا۔ اور ۲۹۔ رمضان ۹۳۲ھ کو شاہزادہ مہروالوں میں آیا۔ یہاں سے ابارات بادشاہ کا اعلام کرکے احمد آباد میں آیا۔ عماد الملک نے ایک سال کی تنخواہ سپاہ کو دیکر جنگ پر مستعد کیا لیکن اکثر امرا عماد الملک سے زر لیکر سلطان سے مل گئے۔ بہاء الملک و دولت الملک جنہوں نے سلطان سکندر کو قتل کیا تھا۔ وہ عماد الملک سے بگڑ کر سلطان بہادر کی خدمت میں آئے۔ سلطان بہادر نے بمقتضائے وقت

انکی دلجوئی کی اور تالیف قلوب میں کوشش کی نصیر خاں المخاطب محمود خاں کی سلطنت چار برس سے زیادہ نہ ہوئی۔

ذکر شاہی سلطان بہادر بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

روز عید رمضان ۹۳۲ھ کو بہادر شاہ نے امرا اور اعیان مملکت کی سعی سے بلدہ احمد آباد میں سنہ آبائی پنجگہ لگایا۔ اوائل شوال میں وہ محمد آباد و چنپانیر کو روانہ ہوا۔

بارش کی اسی کثرت ہوئی کہ راستہ میں کئی جگہ ٹھیرنا پڑا۔ سابرمتی ندی کے کنارہ پر تعمیر کردہ آب ہندی کے کنارہ پر آیا۔ عماد الملک نے بہادر شاہ کے آنیکی خبر سنکر فواج بڑودہ میں اپنا لشکر بھیجا اور [illegible] توپہ کو بٹانے گرا بادشاہ نے چنپانیر کر سیدھا سفر کیا۔ یہاں تاج خاں نے عماد الملک اور اور سازش کرنے والوں کو گرفتار کر لیا۔ عماد الملک اور اور کا بیٹا اور سیف خاں اور بعض اور سرکش دار پر کھینچے گئے۔ اور اکمال قرق ہوا۔ رفعت الملک کو عماد الملک کا خطاب ملا۔ مظفر شاہ کا قدیمی ملازم تھا۔ جب عصمۃ الملک نے اپنے ساتھیوں کا یہ حال دیکھا تو وہ بڑودہ سے بھاگا راہ میں اوکا تمام مال اسباب کولیوں نے لوٹ لیا۔ شمس الملک اسکے پکڑنے کیلئے بھیجا گیا۔ اور محافظ خاں کے پیچھے نظام الملک بھیجا گیا۔ یہ دونوں مفرور راودے سنگھ راجہ پوتہ پاس پہنچے گئے گر بادشاہ کی سپاہ ایسی انکے تعاقب میں گئی تھی کہ اوسنے اوسکا سب مال اسباب لوٹ لیا۔

غرض جو امرا کہ عماد الملک کے ساتھ سازش میں شریک تھے انہیں سے اکثر پکڑے گئے انمیں سے بعض دار پر کھینچے گئے بعض توپوں سے ہوا میں اڑائے گئے۔ سب کا مال اسباب ضبط ہوا۔ لطیف خاں بن شاہ مظفر کہ عماد الملک اور اور امرا کی طلب سے ان حدود میں آیا تھا وہ شہر میں آیا چند روز مخفی رہا قیصر خاں اور انع خاں اور بعض اور امرا نے لطیف خاں پاس پیغام بھیجا کہ اب یہاں زیادہ رہنا نہیں چاہیے۔ وہ یاس ہو کر ولایت بالی پور میں چلا گیا۔ عصمۃ الملک و محافظ خاں ولایت مونگا یعنی مٹ والے کو چلے گئے۔ اس ملک کے شمال مغرب میں دریا تاپتی اور نربدا ہیں اور مشرق مغرب میں چھوٹا اودے پور اور جنوب میں بیجاپور۔ اب سلطان بہادر بفراغ خاطر رعیت پروری اور سرانجام لشکر میں مشغول ہوا۔ بحسن خوبی ہر دو ولایت کو انعام سے بہرہ مند کیا۔ اس زمانہ میں گجرات کا دار الملک قلعہ محمد آباد چنپانیر

سمجھا جاتا تھا۔ اور وہیں کے تخت پر بادشاہوں کا جلوس ہوتا تھا اسلئے ذیقعدہ ۹۳۲ھ کو یہاں بادشاہ نے سر پر تاج رکھا، اور معمولی مراسم جلوس ادا کی گئیں۔ اور غازی خاں کو ندربار اور سلطان پور کی حکومت عنایت ہوئی انہیں ایام میں خبر آئی کہ عصمۃ الملک و محافظ خاں کے بہکانے سے شاہزادہ لطیف خاں کوہ احمد اس میں نواحی ندربار اور سلطانپور میں آیا ہے اور فتنہ و فساد کا ارادہ رکھتا ہے غازی خاں اوسکی رفع دفع کے لئے مقرر ہوا۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں قحط پڑا۔ ہوشیار الملک خوانچی یار بادشاہ کے ساتھ تھا اوسکو حکم بادشاہ نے دیا کہ جو شخص سوال کرے ایک مظفری اوسکو دیدو اور شہروں میں جابجا لنگر خانے جاری کئے۔ غرض رعایا کی ترفیہ حال میں کوشش کی کہ بلاد گجرات میں تازہ رونق ہو گئی۔ ابھی مدت نہ گذری تھی کہ ارباب فتنہ نے حرکت کی شجاع الملک بھاگ کر لطیف خاں سے ملا۔ سلطان نے انع خاں کو دولت خواہ جان کر بہت سے لشکر کے ساتھ لطیف خاں کے لئے مقرر کیا وہ ابھی روانہ ہوا تھا کہ دولت خواہوں نے معروض کیا کہ قیصر خاں انع خاں دونوں سلطان سکندر کے قتل میں عماد الملک کے ساتھ شریک تھے۔ اب بھی مخفی طرح سے لطیف خاں کی مدد کرتے ہیں۔ تاج خاں نے عرض کیا کہ ان دونوں نے لطیف خاں کو فیر متعارف راہ سے نادوت میں طلب کیا ہے۔ اور کلام اللہ پر قسم کھا کر کہ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ دوسرے روز قیصر خاں اور انع خاں محبوس ہوئے۔ چند روز بعد اور الملک جو بہانہ کے باہر چلا گیا تھا گرفتار ہوا۔ اور ضیاء الملک و خواجہ بابو کہ اس جماعت کی مصاحبت سے متہم تھے انکو پابرہنہ و دست بستہ دربار عام میں حاضر کیا۔ اہل شہر نے ہجوم کر کے انکے گھر لوٹ کو تاراج کر لیا۔ ضیاء الملک نے گلے میں رسی ڈال کر عجز و زاری کی بابو نے پچاس لاکھ تنکہ خونبہا کے دیکر معافی کی درخواست کی۔ غرض ان دونوں کی یوں جان بچی اور مملکت فتنہ و فساد کی خاشاک سے پاک ہوئی اور کوئی دغدغہ نہیں رہا۔

۹۳۳ھ میں سلاحدار خاصہ کی دو ہزار آدمیوں کی جماعت جامع مسجد میں داد خواہ آئی کہ بکر کو انہیں ملی ہے اور خطیب کو خطبہ نہ پڑھنے دیا۔ سلطان بہادر باوجودیکہ جانتا تھا کہ ان سرکشوں کا ارادہ شاہزادہ لطیف خاں پاس جانیکا ہے۔ مگر اوسنے اونکا تنخواہ علوفہ دیدیا۔ انہیں ایام

میں غازی خاں کی عرضداشت آئی کہ لطیف خاں نے اپنی کل جمعیت کے ساتھ سلطان پور میں آکر مخالفت کا علم بلند کیا۔ میں اوسکے مقابلہ کو گیا۔ کارزار کے بعد عمدۃ الملک و محافظ خاں بھاگ گئے۔ راے بھیم مع اپنے بھائیوں کے لڑائی میں مارا گیا۔ اور شاہزادہ لطیف خاں زخمی ہوکر گرفتار ہوا۔ سلطان نے یہ سنتے ہی لطیف خاں کو اپنے پاس بلالیا اور اوسکے زخموں کی مرہم پٹی شروع کی وہ ایسے کاری تھے کہ اچھے نہ ہوئے اور شہزادہ مرگیا۔

انہیں دنوں میں اودے سنگھ راے پولوہ نے قیصر خاں کے قتل ہونے کی خبر سنکر قصبہ دیپورا دیپور کو غارت کیا۔ اور بہت سا مال غنیمت الملک پسر قیصر خاں سے لے لیا۔ اور ملک کو خراب کرنا شروع کیا۔ اس خبر کو سنکر سلطان ایسا مضطر ہوا کہ وہ خود عزیمت کرنی چاہتا تھا کہ تاج خاں نے عرض کیا کہ ابتداء سلطنت میں اس قسم کے بہت سے حادثات واقع ہوتے ہیں کچھ تردد کا مقام نہیں ہے اگر بندہ کو اس خدمت پر مامور کریں تو اللہ کی عنایت سے اور ظل اللہ کے اقبال کی برکت سے مفسدوں کی گوشمالی کرونگا۔ سلطان نے فی الفور اوسکو خلعت دیکر ایک لاکھ سوار کا سپہ سالار بناکے راے اودے سنگھ کی تادیب کے لئے روانہ کیا۔ تاج خاں نے راے کی ولایت میں جاکر اس کو ویران کرنا شروع کیا۔ راے نے اپنی معافی تقصیر کے لئے ایلچی بھیجے۔ مگر بادشاہ نے اوسکے قصور نہیں معاف کئے اسلئے تاج خاں نے پہلے سے زیادہ اوسکی مملکت کی خرابی میں کوشش کی۔ ناچار راے اودے سنگھ نے ایک قلعہ جگہ کو اختیار کیا اور تاج خاں سے لڑا۔ راے کی ایک جماعت کثیر قتل ہوئی اور مسلمانوں میں سے ایک آدمی مارا گیا۔ چند روز راے میں تاج خاں رہا اور پھر بادشاہ کے حکم سے وہ اس پاس آیا۔

۹۳۲ھ میں سلطان بہادر باگڑ اور ایدر کے ملکوں میں گیا اور یہاں سے پٹنہ پاٹن میں مراجعت کی اور پھر مچ گیا کہ قلعہ کی مرمت کرائے یہاں سے کھمبایت میں آیا۔ یہاں سمندر کی سیر کو ایک دن آیا تھا کہ ناگاہ ایک جہاز بندر دیو سے آیا اور اہل جہاز نے یہ خبر سنائی کہ فرنگیوں کا جہاز باد مخالف سے بندر دیو میں آئی ہے قوام الملک نے فرنگیوں کو پکڑکر غلام بنایا۔ بادشاہ اس خبر کو سنکر خشکی کی راہ سے بندر دیو میں گیا قوام الملک ان فرنگیوں کو سلطان کے روبرو لایا۔ سلطان نے انکی ایک

جماعت کو مسلمان بنایا۔ پرتگیزی مورخ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ فرنگیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور آخر کو وہ ہا ہو گئے۔ افسر جہاز کا نام ہمیس دی میکوئٹ تھا۔ اور سولہ آدمی ہمراہ تھے۔ یہ تحقیق ہے کہ یہی افسر چتوڑ کے حملہ میں سلطان کے ساتھ شریک تھا اور وہی سفیر بنا کے نیونو دی کنہا پاس اُس سال میں بھیجا گیا تھا کہ بادشاہ کی جان گئی تھی۔

جب بہادر اپنی والدہ کے لحاظ سے آیا تو میراں محمد شاہ حاکم آسیر خواہرزادہ سلطان بہادر کا نوشتہ آیا جسکا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بحری و قاسم برک بیدری از روے قدیمی برآریں داخل ہوئے۔ علاء الدین عمادشاہ کے ملجی ہونے سے میں اوسکی مدد کو گیا اور سخت لڑائی ہوئی۔ فقیر نے ایک جماعت کو اپنے آگے بٹھایا۔ اسی حال میں برہان نظام شاہ بحری نے کہ کمیں میں بیٹھا تھا۔ علاء الدین عمادشاہ پر حملہ کرکے شکست دی۔ چھ یا تین سو ہاتھی فقیر کے لوٹ لئے۔ اور قلعہ ماہور پرگنہ اس ملک کے اعظم قلعوں میں سے ہے بہ تعدی وہ متصرف ہوا۔ اب جو سنو کا فرمان معلی ہو تو اوسکو اپنی میں بہبود جانونگا۔ بہادر شاہ نے جواب میں یہ فرمان صادر کیا کہ سال گذشتہ میں علاء الدین عمادشاہ کا عریضہ آیا تھا۔ ملک عین الملک حاکم نہروالہ نے حسب الحکم جاگیر تعین نما صلح کرادی تھی۔ اب برہان نظام کی طرف سے پیشدستی کی ابتدا ہوئی ہے مظلوم اعانت کرنا ہمت پر فرض اور واجب ہوتی ہے وہ میں کرونگا۔

محرم ۹۳۵ھ میں ولایت نظام شاہ کی تسخیر میں سلطان مع لشکر گراں متوجہ ہوا قصبہ بڑودہ میں سپاہ کے سامان میں ایک مدت لگی۔ اواسط سال مذکور میں جام فیروز حاکم ٹھٹہ مغلوں کے استیلا سے جلا وطن ہوکر سلطان بہادر پاس التجا لایا۔ سلطان نے اوسکی دلجوئی کے لئے دس لاکھ تنکہ اوسکو خرچ کے دیکر وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تیرا ملک موروثی مغلوں کے ہاتھ سے نکال کر تجھے دیدونگا۔ اس فیاضی سے بہادر شاہ کی شہرت ایسی ہوگئی تھی۔ اسکے دربار میں قریب و بعید کے راے آتے۔ برادرزادہ راجہ گوالیار پوربیہ رجپوتوں کی جماعت کے ساتھ بھروچ پر تھی راج برادرزادہ رانا سنگا اور بعض اور معتبر آن کر سلطان کے نوکر ہوئے۔ بعض سرداران دکن بھی سعادت حضور سے بہرہ یاب ہوئے۔ چونکہ شاہ نے نواحی محمد آباد پٹنہ میں بہت توقف کیا

عماد الدین عماد شاہ نے بیتاب ہو کر اپنے پیتے نصرخاں کو اس پاس بھیجا اور معروض کیا
کہ برہان نظام شاہ بھری کو غرور و تکبر اس حد پر بڑھ گیا ہے کہ اوسکو صلح کا خیال ہی نہیں رہا۔
اگر آپ ایک دفعہ دکن میں سواری فرمائیں تو میرا مقصود حاصل ہو جائے۔ سلطان بہادر نے
اسکی التماس پر خیال کر کے دکن کی طرف کوچ کیا۔ دریا نربدا کے کنارہ پر میراں محمد فاروقی آن ملا
دوستی کر کے شاہ کو برہانپور لے گیا وہاں اوسکی دعوت بڑی دھوم دھام سے کی پیش کش میں
ہاتھی گھوڑے دیئے۔ پہلے عماد شاہ بریدہ کا دیل سے آنکر اوسکی ملازمت میں آیا۔ اب گجرات اور
خاندیس اور برار کی سپاہیں لشکر بہادر شاہ کے ماتحت برار میں ماہور کی طرف چلیں جسکی حوالی میں
برہان نظام شاہ تھا۔ جب وہ جالنہ پور میں آئے اور چند روز مقام کیا اور بہادر شاہ نے اس ملک
کی طرف توجہ کی تو عماد الملک نے مضطر ہو کر برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ میران محمد شاہ فاروقی
کو ابنا وسیلہ بنایا۔ سلطان وہاں سے کوچ کر کے آگے گیا (اسکا حال وقائع نظام شاہیہ میں لکھا ہے)
احمد نگر پہنچا۔ یہاں ایک عجیب خواب دیکھا تو دولت آباد میں بھاگ گیا اور بالا گھاٹ میں قتلو کے
حوض پر اور تراعماد الملک کو بہت سے امرا گجرات کیساتھ اس قلعہ کے محاصرہ کے لئے متعین کیا۔
کچھ دنوں بعد عماد الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے موافقت کی اور سلطان بہادر کے بلانے سے
نادم و پشیماں ہوا وقت شب خیمہ و خرگاہ سے قطع نظر کر کے بھاگ گیا۔ دکنیوں نے گجراتیوں کی راہیں
بند کر دیں اور غلہ و آذوقہ پہنچنے نہ دیتے تھے۔ برہان نظام شاہ بھی تھوڑے فاصلہ پر مقابلہ
کے لئے آگیا تا فی الجملہ غلہ کے قحط کے آثار ظاہر ہوئے اسوقت برہان نظام شاہ نے سلطان بہادر
کو یہ جتا دی کہ میران محمد شاہ کے جو ہاتھی میں نے لوٹے تھے اوکو واپس کر کے اوسکے میں نے راضی
کر لیا ہے۔ اور خطبہ میں سلطان کے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے۔ سلطان ۹۳۲ھ میں گجرات میں آگیا اور
محمد آباد میں برسات گزاری۔ ۹۳۳ھ میں ایدر کی طرف متوجہ ہوا اور موضع خانپور سے خداوند خاں
و رفیع الملک لقب خطاب بعماد الملک کو آراستہ لشکر اور بہت ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا اور خود کہنایت
میں گیا ایک روز وہاں رہا پھر بندر دیو میں گیا۔ بہادر کے لئے جہاز وہاں آئے ہوئے تھے اوسنے
تمش اور اور اجہاس خرید میں مجرا اوسکے واسطے پستے وصول تھے۔ مصطفےٰ خاں رومی کیساتھ

ایک جماعت برسم تجارت آئی تھی انکا تفقد احوال کر کے اونکو ایک منزل مناسب میں اتارا اور
ایک یا زکو ان مسافروں کی خاطرداری کے لئے چھوڑ کر خود ولایت بانسوالہ و ڈونگرپور میں گیا
وہاں نیب کی آتش روشن کر کے رایوں سے پیشکش لی اور محمد آباد چنپانیر کو معاودت کی۔
اعظم خاں و قطب خاں اور ایک جماعت امرا یہ سب بابر بادشاہ کے خوف سے گجرات میں آئے تھے
انکو طلب کر کے تین سو قبا زربفت اور پچاس گھوڑے اور چند لاکھ ٹنکہ نقد انعام میں دیئے۔
نرواله میں وہ گیا اور واگر میں آیا۔ یہاں کا عہدہ انتظام کیا ہر جگہ تھانہ مقرر کیا۔ پرسرام راجہ واگر باگر
واطاع ہو کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اسکا بیٹا بادشاہ کے سامنے مسلمان ہو گیا۔ اور بادشاہ
کے مقربوں میں داخل۔ پرسرام کا بھائی بھگت رائے۔ اپنی جماعت کے ساتھ کوہ و بیابان
میں پھرتا تھا۔ اوسوقت جان کے خوف سے رائے رتن بن رانا سنگا سے ملجی ہوا کہ اسکو اپنی
ملازمت میں لے لے۔ اتفاقاً سلطان بہادر شکار کھیلتا ہوا بانسوالہ میں آیا۔ رانا رتن کی سفارش
سے بھگت کے قصور سلطان نے معاف کر دیئے۔ سلطان نے موضع گھاٹ کرہی میں ایک
مسجد عالی بنائی اور یہ قصبہ پرتھی راج کو دیا اور ولایت واگر کو پرتھی راج اور بھگت کے درمیان برابر
برابر تقسیم کر دیا۔ چند روز شکار کے لئے یہاں مقام کیا کہ مجروں نے خبر پہنچائی کہ سلطان محمود خلجی کہ
سلطان مظفر شاہ کا ممنون احسان اور مرہون امتنان ہوا تھا اوسنے مشہزہ خاں حاکم منڈو کو
اسلئے بھیجا کہ ولایت چتوڑ کے قصبات کو غارت کرے۔ اُنہیں میں سلطان کا دولت رائے
حاکم تھا۔ اوسنے سلطان خلجی کا مقابلہ کیا۔ اسی حال میں رائے رتن کے ایلچی یہ استدعا کرتے
ہوئے آئے۔ کہ سلطان محمود خلجی کا سلطان بہادر نامنع ہو کر اوسنے بموجب سلسلہ عداوت کی تحریک
کی۔ اسوقت خبر آئی کہ سلطان محمود اُنہیں سے سارنگپور میں آیا ہے سلحدی پوربیہ کو مالنے
کے قصد سے بھیجا گیا ہے۔ سلحدی اوسکے مافی الضمیر پر مطلع ہو کر معین خاں ولد سکندر خاں
میواتی سے اتفاق کر کے ولایت چتوڑ میں آیا۔ پھر سکندر خاں اور بھوت بن سلحدی سلطان
بہادر کی ملازمت میں آئے۔ سلطان نے سات سو زربفت کے خلعت اور ستر گھوڑے
انکو انعام میں دیئے۔ اور دلجوئی کی۔ اس اثنا میں سلطان محمود خلجی کا نوشتہ دریا خاں کے

باتہ اس ممنون کا بیٹا کہ میں بھی شرف حضور حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن چند مواقع ایسے پیش آئے
کہ ہمیں التوا ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب میں ملاقات گرامی سے مسرور ہونگا۔ سلطان بہادر نے
دریاخاں سے کہا کہ چند مرتبہ ایسا ہوا ہی کہ سلطان محمود کی ملاقات کی نوبت کان میں آتی ہی۔
اگر وہ ملاقات کو آویگا تو اوسکے پاس سے جو امرا بھاگے ہیں اونکو اپنے پاس جگہ نہ دونگا۔
دریاخاں کو رخصت کرکے سلطان بانسوارہ میں آیا۔ چند روز بعد سلطان کی خدمت میں مانا جن
سی۔ اور سلہدی آئے۔ سلطان نے تیس لاکھی اور چندرہ سو خلعت زربفت کے اونکو
دیئے۔ چند روز بعد رتن کو جتور سے رخصت کیا۔ اور سلہدی کو اپنے پاس رکھا سلطان محمود خلجی
کے وعدہ پر ملاقات کے لئے سلطان بہادر ٹانڈہ میں آیا۔ اور یہ قرار پایا کہ اگر سلطان محمود خلجی
آئے تو اوسکی مہمانداری بیان کی جائے۔ اور پھر وہ اوسکے ساتھ گھاٹ دیولہ تک جائے۔
اور یہاں سے اپنے دارالملک کو مراجعت کرے۔ یہاں ٹانڈہ میں دس روز تک سلطان
محمود کے آنے کا انتظار کیا گیا کہ دریاخاں اوسکے پاس سے آیا اور اوسنے کہا کہ سلطان محمود
خلجی نکلا میں گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اوسکا ایک بازو ٹوٹ گیا اس وضع سے آنا مناسب نہیں
سلطان بہادر نے دریاخاں سے کہا کہ سلطان بارہا خلاف وعدہ کر چکا ہی اگر اوسکی مرضی ہو تو ہم
بس پاس جائیں۔ دریاخاں نے کہا کہ شاہزادہ چاندخاں بن مظفر شاہ مرحوم سلطان محمود خلجی
کے پاس ہی۔ اگر شاہ وہاں جائے۔ اور اوسکو طلب کرے تو اوسکا دینا بھی مشکل ہوگا اور نگاہ
رکھنا نہایت متعذر ہوگا۔ درنی حقیقت یہ آخر تک مانع ہی۔ بہادر شاہ نے کہا کہ میں شاہزادہ چاندخاں
کو نہیں طلب کرونگا۔ سلطان محمود خلجی سے کہدو کہ وہ جلدی ہمارے پاس آئے۔ سلطان محمود خلجی
کے ایلچی نے سلطان بہادر کا ارشاد اوسکو سنادیا۔ بہادر شاہ پیاپے منزلیں طے کرتا تھا۔
اور سلطان محمود خلجی کی راہ دیکھتا تھا۔ جب وہ دیسال پور میں آیا تو معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی
کا ارادہ یہ ہی کہ اپنے بڑے بیٹے کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دیکر قلعہ منڈو میں رہنے دے
اور خود قلعہ سے جدا ہوکر ایک گوشے میں بیٹھے۔ اور کسی سے ملاقات نہ کرے۔
اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کے بعض امرا اوسکی بدسلوکی سے آزردہ ہوکر سلطان بہادر

کی خدمت میں آئے۔ اور اونھوں نے عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی بہ لطائف الحیل ٹالتا ہی
اور اصلاً وہ اقتیار سے نہیں آئے گا۔ سلطان بہادر کوچ پر کوچ کرکے شادی آباد منڈو کی
جانب چلا۔ جب نلچہ میں آیا تو منڈو کے محاصرہ کے واسطے لشکر معین کیا۔ محمد خاں آسیری
غربی جانب میں مورچال شاہ پول میں مقرر ہوا۔ لشکر کو پھل پھولوں میں مقرر کیا اور پوربیہ جماعت
کو سہلا ندی میں تعین کیا۔ خود موضع محمود پول کے محلوں میں قیام کیا۔

۲۲ شعبان ۹۳۲ھ کی شب کو سلطان بہادر نے بہادروں کی جماعت لیکر منڈو کے دو
دروازوں کی رہنمونی سے قلعہ میں آنکر فصیل پر اتنی دیر توقف کیا کہ بہت سے آدمی قلعہ کے اندر
آگئے۔ اور صبح کی نماز کے وقت وہ سلطان محمود خلجی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہل قلعہ اس طرف سے
کہ نہایت مرتفع تھے خاطر جمع رکھتے تھے وہ اسوقت واقف ہوئے کہ قلعہ بیگانوں سے بھر گیا
اب اہل قلعہ ہر طرف بھاگتے پھرتے تھے۔ شہزادہ چاند خاں بھی قلعہ سے اُتر کر فرار ہوا۔
سلطان محمود خلجی ایک جماعت قلیل کو مصلح کرکے مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر اپنے میں قوت مقاومت
نہیں دیکھی تو شہر سے باہر گیا اور پھر مقربوں میں سے ایک کی رہنمونی سے اپنے اہل وعیال
کے لحاظ سے اپنے محل میں آیا۔ سلطان بہادر نے اطراف محل کو گھیر رکھا تھا۔ اور لشکریوں سے
کہدیا تھا کہ یہ سلطان اور امیروں کی حرم سرا ہی وہاں میں ہرگز کوئی شخص انمیں سے کسی ایک
شخص کے مال اور عرض کا متعرض نہ ہو۔ اسواسطے سلطان محمود خلجی کے بعض ہوا خواہوں
نے کہا کہ شاہ گجرات ہر چند بے مروتی کرے مگر اس حال میں بھی اوسکی مروت اور ونکی
مروت سے زیادہ ہوگی وہ ناموس سلطان کی حفظ میں کوشش کریگا۔ اور ظن غالب یہ ہی کہ رسم
پیشکی کو اختیار کرکے ولایت مالوہ آپ ہی کو دیدیگا۔ سلطان بہادر نے محل محل کے بام پر
اگر ایک شخص کو سلطان محمود خلجی پاس بھیجکر اوسکو بلایا۔ وہ سات امیروں کے ساتھ آیا۔
سلطان بہادر اوسے عفو کرنا چاہتا تھا اُس سے متکلم ہوکر پوچھا کہ نہ آنے کا سبب کیا تھا۔ محمود نے
اسکا درشت جواب دیا جس سے بہادر شاہ نے مکدر ہوکر اوس کو مع فرزندوں کے الف خاں
واصف خاں کو سپرد کرکے محمود آباد چنپانیر میں بھیجدیا۔

خود منڈو میں ٹھیرا اور امرار مالوہ کو گجرات میں اقطاع دیں اور امرار گجرات کو مالوہ میں جاگیریں عنایت فرمائیں۔ میراں محمد شاہ فاروقی کو معزز و مکرم برہانپور روانہ کیا۔

۹۳۲ھ میں بہادر شاہ برہانپور و اسیر کی سیر کو گیا اور برہان نظام شاہ نے بخلاف اسمٰعیل عادل شاہ کے لفاشاہی کو اپنے اسم کا جزو بنایا تھا اور میراں محمد شاہ فاروقی کی دلالت سے دور اندیش میں آیا تھا۔ شاہ طاہر حسینی کی سعی سے بہادر شاہ نے سلطان محمود خلجی کا چتر سیفہ و آفتاب گیر و سراپردہ سمیت برہان نظام شاہ بحری کو دیا۔ اور اوس سے کہا کہ میں نے تجھکو نظام شاہ بحری کا خطاب دیا جسکے معنی یہ ہیں کہ دشمنوں کو بادشاہی سے معزول کیا۔ اور دوستوں کو بادشاہی پر پہنچایا۔ سلطان بہادر شاہ کی غرض نظام شاہ بحری کی تربیت سے یہ تھی کہ والی احمدنگر برہان پور کے ساتھ اوسکو بادشاہ دہلی کی جنگ کے لئے بھیجے اوسنے دہلی کی فتح کا ارادہ دل میں ٹھان لیا تھا۔ حالانکہ اسکے برخلاف وقوع میں آیا کیونکہ نظام شاہ بحری جب بہادر شاہ کی لڑائی ہمایوں بادشاہ سے ہوئی تو بہادر شاہ کے ہمراہ نہیں ہوا۔ بلکہ کئی سال پیشتر اوسنے ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ میں اپنی عاجز بھیجکر ولایت گجرات کی تسخیر کی تحریص کی۔ کہتے ہیں کہ برہان نظام شاہ کے وزیر شاہ طاہر سے بہادر شاہ ایسا خوش ہوا تھا کہ وہ اپنا وکیل السلطنت کرنا چاہتا تھا۔ شاہ طاہر نے اوسکے نہ قبول کرنے کا بہانہ یہ بنایا کہ میں مکہ جاتا ہوں۔ حالانکہ وہ مدتوں احمدنگر میں رہا اور برہان نظام شاہ دوم کو شیعہ مذہب میں لایا۔ چتر و سراپردہ کا سرخ رنگ سبز رنگ سے اسلئے بدلوایا کہ یہ رنگ بارہ اماموں کی نشانی ہے اسکا کامل وجزوی حال تاریخ نظام شاہیہ میں بیان ہوگا۔ نظام شاہ نے خوشحال و کامیاب ہوکر احمدنگر میں مراجعت کی اور بہادر شاہ منڈو سے دہار میں آگیا۔ اسی اثنا میں معلوم ہوا کہ سلہدی پوربیہ نے سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں مسلمان عورتیں بلکہ سلطان ناصر الدین کی بعض مورتیں اپنے گھر میں ڈال لیں تھیں اور اب بھی اوسکے گھر میں تھیں۔ اس سبب سے وہ بہادر شاہ پاس آنا نہیں چاہتا تھا۔ سلطان بہادر نے کہا کہ خواہ وہ آئے یا نہ آئے ہم پر فرض عین اور عین فرض ہے کہ مسلمہ عورات کو کفار کی عبودیت سے خلاص

دلائیں اور اوسکو تادیب بلیغ کریں۔ اوسنے مقبل خاں کو محمد آباد چنپانیر کو رخصت کیا کہ وہاں جاکر قلعہ کی نگہبانی کرے اور اختیار خاں کو لشکر و توپخانہ و خزانہ سمیت اس پاس بھیجدے۔ اختیار خاں لشکر گراں کے ساتھ ۲۱۔ ربیع الاول سال مذکور کو قصبہ دہار میں سلطان بہادر سے ملا۔ بادشاہ نے گجرات جانے کی شہرت دی اور وہ منڈو میں آیا اور اختیار خاں کو یہاں کی حکومت دیکر ۲۵۔ جمادی الثانی کو نعلچہ میں آیا۔ اس اثنا میں بھوپت ولد سلہدی پوربیہ نے اوسکے ہمراہ تباعرض کیا کہ حضور گجرات جاتے ہیں اگر بندہ کو اُجین جانیکی رخصت ہو تو سلہدی کو حضور کی ملازمت میں لے آؤں۔ سلطان بہادر نے اوسکو رخصت دی اور متواتر کوچ کرکے خود اُجین میں ۱۵۔ ماہ مذکور کو قصبہ دہار میں آیا۔ لشکر کو یہاں چھوڑکر برسم شکار سنجل پور میں گیا۔ اس خبر کو سلہدی نے سُنکر اپنے بیٹے بھوپت کو اُجین میں چھوڑا اور خود بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ امیر نصیر سلہدی پوربیہ کو بلانے گیا تھا۔ اوسنے سلطان سے خلوت میں عرض کیا کہ سلہدی کو اطاعت کا خیال نہیں فقط اسکو کمبایت و ایک کرور ٹنکہ نقد دینے کا فریب دیکر یہاں لایا ہے ورنہ وہ یہ چاہتا تھا کہ قلعہ کو چھوڑکر ولایت میوات کو جائے۔ اب اگر چلا جائیگا تو پھر اسکا دیکھنا محال ہوگا۔ بادشاہ شجاعت پور سے دہار کو روانہ ہوا۔ لشکر کو باہر چھوڑکر قلعہ دہار میں آیا اور سلہدی کو بھی ساتھ لایا۔ جبکہ بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا دیوڑھی والوں نے آنکر سلہدی کو دو خواصوں کے ساتھ گرفتار کیا۔ ایک خواص نے غل مچاکر خنجر نکالی۔ سلہدی نے کہا کہ یہ خنجر تو نے میرے مارنے کو نکالا ہے۔ تو اوسنے کہا کہ میں نے تمہارے ہی لئے ایسا کیا ہے جب تمکو اُنہوں نے پکڑا ہے تو میں اپنے تئیں مارتا ہوں مجھے یہ صدمہ نہیں دیکھا جاتا۔ خنجر شکم پر مارکر وہ مرگیا۔ جب سلہدی کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو اہل شہر نے اسکا گھر لوٹ لیا اور بہت آدمیوں کو مار ڈالا۔ بقیۃ السیف بھاگ کر اوسکے بیٹے بھوپت پاس گئے اوسکے ہاتھی گھوڑے اور اسباب سرکار شاہی میں ضبط ہوئے۔ اور سلطان نے رفیع الملک کو بھوپت کے سر پر بھیجا اور لشکر کے ساتھ خاوند خاں کو چھوڑکر خود اُجین گیا۔ دریا خاں مالوہی کو اُجین کی حکومت

اورنائی کی اور خود سارنگ پور میں گیا۔ اور سارنگ پور ملوخاں بن ملوخاں کو سپرد کیا۔ ملوخاں مندو سے بھاگ کر سلطان مظفر کا نوکر ہوا تھا۔ شیر شاہ سور کی عہد میں اوسنے اپنا لقب قادر شاہ رکھا تھا۔ اس دیار میں اوسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور سکہ چلتا تھا اسکا حال عنقریب بیان ہوگا۔ حبیب خاں والی رشتہ کو استہ روانہ کیا۔ خود بھیلسہ اور رائسین کا عازم ہوا۔ حبیب خاں نے پوربیہ کی ایک جماعت کثیر کو مارا اور راشتہ پر قابض ہوا۔ جب بھیلسہ میں شاہ آیا تو معلوم ہوا کہ یہاں اٹھارہ سال سے آثار اسلام منقطع ہوئے ہیں اور علامات کفر شایع۔ اس منزل میں کفروں نے یہ خبر دی کہ بھوپت والہ سلہدی باپ کی گرفتاری کی اور اپنے واسطے رفیع الملک کے معین ہونے کی خبر سنکر کاک کیواسطے چتوڑ گیا ہے اور لکھمن برادر سلہدی حصار رائسین کو استوار کرتا ہے اور صرف کہ آرائی کے لئے سعی کرتا ہے اور چتوڑ کی کمک کا منتظر ہے۔

سلطان بہادر نے یہاں دو تین روز اسلئے قیام کیا کہ مسجدوں کی تعمیر کا انتظام کرے۔ پھر ۱۰ جمادی الاولی کو رائسین کی طرف چلا۔ ابھی اسکا لشکر نہ آیا تھا کہ راجپوت پوربیہ کی دو فوجیں قلعہ سے اُتریں۔ سلطان بہادر کے تھوڑے آدمیوں سے اُنپر تاخت کی اور دو تین آدمیوں کو مار ڈالا۔ پھر گجرات کی سپاہ پے در پے آئی اور اوسنے مخالفوں کو مارا۔ پوربیہ بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے دوسرے روز حصار کو مرکز دار سب طرف سے درمیان میں کر لیا۔ مورچوں کو تقسیم کیا۔ سابا طیے بنائے کہ چند روز سے وہ قلعہ پر مشرف ہوگئے۔ سلطان نے رومی خاں کو اول توپخانہ حوالہ کیا اور خود اپنی منزل میں چلا آیا۔ رومی خاں نے توپوں کے ضرب سے قلعہ کے برجوں کو اُڑایا۔ اور دوسری طرف سے نقب لگائی کہ کئی گز دیوار گر پڑی۔ سلہدی نے احوال قلعہ اور پوربیہ کی زبونی اور توقف قسم پر نظر کرکے پیغام دیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اگر مجھے اجازت ہوگی تو میں قلعہ میں جاکر اوسکو خالی کرا کے حضور کے حوالہ کرا دونگا۔ سلطان اس خبر سے مسرور ہوا اور سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ کلمہ توحید سکھایا۔ اپنے ساتھ طشت کا کھانا کھوایا اور خاص خلعت دیا اور اپنے ہمراہ قلعہ کے نیچے لایا۔ سلہدی نے اپنے بھائی لکھمن کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہا کہ اب میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ بہادر شاہ اپنی علو ہمتی

مجھے مراتب عالی پر پہنچائیگا۔ لایق یہ ہے کہ قلعہ لازمان شاہی کو حوالہ کیا جائے۔ اور ہم تم بادشاہ کی خدمت میں رہیں۔ لکھمن نے خفیہ بھائی سے کہا کہ اب تیرا خون کرنا تو مسلمانوں کے مذہب میں روا نہیں ہے۔ رانا کو چالیس ہزار سوار کے ساتھ کمک کے لئے بھوپت لیکر آتا ہے۔ چاہیے کہ قلعہ کے لینے میں چند روز توقف کیا جائے سلہدی نے سلطان سے کہا کہ آج مہلت دیجائے کل دوپہر کے بعد قلعہ خالی کرکے سلطان کے ملازموں کو حوالہ کیا جائیگا۔ سلطان بہادر مراجعت کرکے اپنی منزل میں آیا۔ دوسرے روز دوپہر تک انتظار کیا۔ جب سیاہ وقت پر ایک ساعت گذری سلہدی نے عرض کیا کہ اگر بندہ کو قلعہ کے نزدیک جانے کی اجازت ہو تو استکشاف کرکے صورت حال کو عرض کروں یہ امر سلطان کی عنایت سے دور نہیں معلوم ہوتا۔ سلطان بہادر نے سلہدی کو اپنے معتبروں کے ساتھ قلعہ کے نزدیک بھیجا۔ سلہدی افتادہ شکستہ برج کے پاس گیا اور نصیحت کرنی شروع کی کہ اے راجپوتان غافل اور اے خویشان جاہل مسلمانوں سے عذر مانگو کہ سلطان بہادر اس مورچال سے آنکر تمکو مارے گا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ فی الفور برجوں کو وہ تیار کریں۔ لکھمن نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر سمجھ گیا۔ سلہدی ظاہر میں پھر آیا۔ لکھمن استحکام قلعہ میں مصروف ہوا اور رات کو دو ہزار پوربیہ سلہدی کے چھوٹے بیٹے کے ہمراہ بھوپت کے بلانیکو روانہ کئے۔ یہ پسر سلہدی باہر آیا تو نصیبوں کی شامت سے بادشاہی لشکر سے دوچار ہوا اور لڑائی ہوئی۔ فوج گجرات نے بہت راجپوت مارے اور پسر سلہدی کا سر کاٹ کے اور راجپوتوں کے سروں کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجا۔ جب سلہدی نے بیٹے کے مرنے کی خبر سنی تو اوسکے ہوش اُڑے اور سلطان نے سلہدی کے خدمہ پر اطلاع پاکے اوسکو برہان الملک کے حوالہ کیا کہ قلعہ شادی آباد منڈو میں محبوس رکھے۔ اس اثنار میں خبر آئی کہ بھوپت جانتا ہے کہ سلطان جریدہ ہے رانا کو ہمراہ لیکر متواتر کوچ کرتا ہوا چلا آتا ہے اس خبر کے سننے سے سلطان کی قوت غضبی جوش میں آئی اوسنے کہا کہ اگرچہ میں جریدہ ہوں بمقتضائے نصوص قرآنی ایک مسلمان دس کافروں کو کافی ہوتی الفور میراں محمد شاہ

فرمانروائی فرماں روائے برہانپور اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو اونکی تادیب کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر ارمیں پہنچے پورن مل کہ سلہدی پوربیہ کا بیٹا تھا۔ دس ہزار راجپوت پوربیہ کے ساتھ وہاں آیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے عرضداشت بھیجی کہ پورنمل ولد سلہدی راناے جاب اور راناجی قریب آگیا ہے۔ اوسکی جمعیت اندازہ سے باہر ہے سلطان نے اس عرضداشت آنے کے بعد اختیار خاں اور اور امرا کو محاصرہ میں چھوڑا اور خود ایلغار کرکے رات دن میں ستر کروہ طوی طے کرکے کھیرلہ کی نواح میں پہنچا۔ اسی اثنا میں رانا اور بھوپت کو جاسوسوں نے آنکر خبر دی کہ رات کو بہادر شاہ لشکر سے آنکر مل گیا اور پیچھے سے سپاہ مورچہ سے زیادہ فاصلہ چلی آتی ہے۔ رانا اس خبر کو سنکر ایک منزل پیچھے ہٹا۔ اور سلطان کو بچ کرکے ایک منزل آگے بڑھا۔ اس منزل میں دو نفر راجپوت ایلچی کے لباس میں تحقیق اخبار کے لئے سلطان کے لشکر میں آئے۔ اور رانا کا زبانی پیغام یہ لائے کہ درگا شاہی کے ملازموں میں سے رانا ہے ان حدود میں آنے سے اوسکی غرض یہ تھی کہ سلہدی پوربیہ کی تعزیرات کو معاف کرائے۔ سلطان نے اوسکے جواب میں کہا کہ بالفعل رانا کی جمعیت وشوکت ہم سے زیادہ ہے اگر اول ہم جنگ کا ارادہ نہ کرتے تو تمہارا الحاج سنتے۔ ان راجپوتوں نے جاکر کہا کہ سلطان کو ہم نے جاکر بچشم خود دیکھا ہے۔ رانا اور بھوپت باوجود اس شوکت وجمعیت کے تین چار منزلوں کی ایک منزل کرکے بھاگ گئے اس اثنا میں خبر آئی کہ تاج خاں بیس ہزار سواروں اور توپخانہ گجرات کو لیکر آن پہنچا ہے۔ سلطان نے اپنی نہایت شجاعت سے تاج خاں کے لئے کا انتظار نہیں کیا۔ جو لشکر اوسکے ہمراہ تھا اوسے لیکر ستر کروہ تعاقب کیا۔ رانا چتوڑ میں داخل ہوا۔ اسکی تادیب کو دوسرے سال پر سلطان نے چھوڑا اور اکورے سین کے محاصرہ کو تنگ کیا۔ آخر ماہ رمضان میں لکھن کنگ سے مایوس ہوا اور ہلاکت کی صورت اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے لگا۔ تو عجز وانکسار سے عرضداشت بھیجی کہ اگر جناب سلطانی کی حضور میں طلب کرکے اوس کے جرائم کو معاف کریں تو میں قلعہ رائسین کو خالی کرکے حضور کے خادموں کے حوالہ کردوں۔

شاہ نے تامل دانی کے بعد یہ خیال کیا کہ اس یورش سے غرض یہ تھی کہ سلہدی عورات کو کافروں کی قید سے رہائی دلاؤں۔ اگر میں اُن کی ملتمس کو نہ قبول کروں تو احتمال ہے کہ راجپوت جوہر کریں اور مسلمان ضعیف عورتیں اُنکی عورتوں کے ساتھ ہلاک ہوں اس لئے لکھن کی ملتمس کو منظور کیا۔ سلہدی کو منڈو سے طلب کیا۔ لکھن فرمان امان حاصل کرکے قلعہ کے اوپر گیا۔ اوسکل راجپوں کو اہل وعیال سمیت قلعہ سے نیچے لکھن لایا اور پھر گیا اور بادشاہ کی عرضی پہنچائی کہ سلہدی پوربیہ سے چار سو عورتیں متعلق ہیں اور رانی درگاوتی مادر بھوپت کی التماس یہ ہے کہ سلہدی پوربیہ بندہاے خاص میں داخل ہوکر یہاں آئے اور اپنے عیال کو لیجائے تو غیروں کے طمعے سے ہم بچ جائیں۔ شاہ نے سلہدی پوربیہ کو قلعہ میں بھیجا اور ملک علی شیر کو ہمراہ کیا سلہدی پوربیہ جب وہاں آیا تو لکھن وتاج خاں نے اُس سے پوچھا کہ سلطان کی غرض قلعہ رائسین کے لینے سے کیا ہے سلہدی نے کہا کہ اب قصبہ بیرسیہ مع مضافات کے ہمارے لئے مقرر ہوا ہے عنقریب ہے کہ سلطان اپنی علوہمت سے ہم کو اوپر غیروں سے بھی سرفراز کرے۔ رانی درگاوتی اور لکھن اور تاج خاں نے کہا اگرچہ سلطان ہماری دلجوئی کریگا مگر ہم علموں سے اس زمین میں شاہی کرتے ہیں اور کامرانی کی داد دے رہے ہیں اب ہم جمع ہوئے ہیں مردانگی کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے عیال کا جوہر جوہر کرکے جلادیں اور ہر خود جنگ کرکے کشتہ ہوں کہ پھر کوئی آرزو باقی نہ رہے۔

غرض رانی درگاوتی کی باتوں میں سلہدی آگیا اور اُس نے تمرد اختیار کی۔ ملک علی شیر نے ہر چند نصایح شفقانہ کیں اصلا مفید نہ ہوئیں۔ اُس سے سلہدی نے کہا کہ ہر روز میرے حرم میں ایک کروڑ پان وچند سیر کافور خرچ ہوتا ہے اور تیس سو عورتیں ہر روز نیا جامہ پہنتی ہیں معلوم نہیں کہ یہ باتیں ہم کو میسر ہوں یا نہ ہوں اگر ہم مع فرزندوں وعیال کے کشتہ ہوں تو عزت کے ساتھ مرنے میں ہم کو عجب عزو شرف حاصل ہو۔ سلہدی پوربیہ نے جوہر کا سامان تیار کیا اور رانی درگاوتی کہ رانا سنگا کی بیٹی تھی بچوں کو ہمراہ لیکر جوہر میں آئی اور سات سو عورتیں پری پیکر جلکر خاکستر ہوگئیں۔ سلہدی پوربیہ وتاج خاں ولکھن

اور خویش و برادر قریب سو نفر کے ہتیار لیکر نکلے اور مسلمان پیادے جو قلعہ کے اوپر سے گولے اُن سے لڑے۔ جب یہ خبر لشکر میں آئی تو اور سپاہ قلعہ میں آئی اُس نے اس گروہ کو مار کر کام تمام کیا۔ بادشاہ کے لشکر میں سے چند نفر پیادے مارے گئے۔ انہیں دنوں میں افواج ہمایوں بادشاہ کے حد سے سلطان عالم حاکم کالپی بھاگ کر سلطان بہادر پاس الجا لایا سلطان نے قلعہ رائسین اور چندیری وبیلسہ اُس کو جاگیر میں دئے۔ سلطان بہادر نے میران محمد شاہ فاروقی کو قلعہ گاگرون کی تسخیر کا حکم دیا۔ سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں چتوڑ کے رانا کے تصرف میں آگیا تھا۔ خود ہاتھی کے شکار میں مصروف ہوا۔ کوہ کالو کے سرکشوں کو سزا دے کے اتخ خاں کے حوالہ کیا۔ اسلام آباد اور ہوشنگ آباد اور تمام بلاد مالوہ جو زمیندار بیٹے سے متصرف ہوا اور اُس کو امرائے گجرات اور اپنے معتمدوں کو جاگیر میں دیا۔ میران محمد شاہ فاروقی گاگرون کی طرف متوجہ ہوا۔ اور سلطان بہادر بھی بہت جلد نواحی گاگرون میں آیا یہاں رانا کی جانب سے رام جی حاکم تھا۔ وہ قلعہ کو خالی کر کے بھاگ گیا۔ سلطان نے یہاں چار روز جشن کیا اور رفیع الملک المخاطب عماد الملک و اختیار خاں کو کہ امرا کبار میں سے تھے قلعہ رنتھنبور کی تسخیر کے لئے بھیجا اور خود شادی آباد منڈو کو گیا۔ رانا کی طرف سے جو اس قلعہ میں حاکم تھا وہ قلعہ کو خالی کر کے بھاگ گیا۔ ایک مہینے میں قلعہ گاگرون اور رنتھنبور دونوں سلطان کے ہاتھ آگئے۔ اب منڈو سے سلطان فرنگیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جب بندر دیو کے قریب وہ آیا تو فرنگیوں نے فرار کیا اور ایک ایسی بڑی توپ جس کے برابر ہندوستان میں کوئی توپ نہ تھی چھوڑ گئے۔ شاہ بہادر نے اس کو جر ثقیل سے محمد آباد چنپانیر میں بھجوایا۔

بہادر شاہ کی اس فتح کو مسلمان مورخ خفیف طور پر بیان کرتے ہیں۔ مگر فیرا سوزا پرتگیزی مورخ بیان کرتا ہے کہ اُس کے ملک کے آدمیوں نے کبھی ایسی بڑی کوشش نہیں کی جس میں وہ بالکل ناکام رہے ہوں دیو کے بندرگاہ میں جو بیڑہ پرتگیزوں کا تھا اُس میں چار سو جہاز تھے اور ان میں تین ہزار چھ سو فرنگی سپاہی اور دس ہزار ہندوستانی سپاہی علاوہ ملاحوں اور کارکنوں کے مصطفےٰ خاں حاکم دیو نے اس بیڑے کے ملاحوں کو بالکل ہٹا دیا اور پرتگیزوں کو گھیر

جانے کے لئے مجبور کیا۔

۹۴۱ھ میں محمد زمان میرزا کہ قلعہ بیانہ میں محبوس تھا وہ بھاگ گیا اور سلطان بہادر پاس آنکلا ہمایوں بادشاہ نے بہادر شاہ پاس آدمی بھیجکر محمد میرزا کو اُس سے طلب کیا۔ سلطان بہادر نے تکبر کے سبب سے جواب کا مقید نہ ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے پھر اُس کو خط لکھا کہ اگر تم محمد زمان میرزا کو حضور میں نہیں بھیجو گے تو اپنی ولایت سے نکل جاؤ۔ سلطان بہادر کا اقبال محکوس ہو کر الٹا ہو گیا تھا وہ اُس خط کے جواب پر متوجہ نہ ہوا۔ اور باتیں اپنے اندازہ سے برتکر کرنے لگا۔ یہی حرکت اُس کی خرابی کا سبب ہوئی۔ اُس نے ہمایوں بادشاہ کی مرضی کے برعکس محمد زمان میرزا کی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اب سلطان چتوڑ کی عزیمت سے مندسور دیو سے کنایت میں آیا اور یہاں سے احمد آباد میں آکر لشکر جمع کیا اور توپخانہ لیکر بندر دیو و گجرات سے چتوڑ میں گیا۔ رانا حصاری ہوا۔ ایام محاصرہ کو تین مہینے کا امتداد ہوا۔ اکثر طرفین نے ہنگامہ جنگ و نبرد کو گرم کیا۔ جن میں گجراتیوں کو غلبہ رہا۔ آخر الامر رانا نے عجز و انکسار کے ساتھ پیش کش قبول کی۔ تاج و کمر مرصع کہ سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ سے سرکیچ کی لڑائی میں لیا تھا۔ وہ اور بہت سے تحایف پیش کش میں دے۔ سلطان الٹا اپنی دار السلطنت کو چلا آیا۔ اس فتح سے اور محمد زمان میرزا اور بہادر شاہ لودی کی اولاد کے جمع ہونے سے بہادر شاہ کا غرور بہت زیادہ ہو گیا۔ اور یہ سبب ہمایوں بادشاہ سے لڑنے کا اور بادشاہی دہلی پر قبضہ کرنے کا محرک ہوا۔ بہادر شاہ کی اولاد میں سے علاء الدین آیا۔ اس کا اعزاز و اکرام ہوا اس کا بیٹا تاتار خاں لشکر میں داخل ہوا۔ ابھی مملکت دہلی بہادر شاہ کے ہاتھ نہ آئی تھی کہ اُس کو تقسیم بھی کر دیا تاتار خاں کو کہ شجاعت و شہامت میں اپنے اقران میں ممتاز تھا تربیت کیا۔ تمس کرد نظر خان برہان الملک حاکم قلعہ آسیر کو دئے گئے کہ تاتار خاں کے اتفاق و استصواب سے لشکر کشی تیاری میں صرف ہوں۔ ایام معدودہ میں تاتار خاں پاس چالیس ہزار سوار جمع ہو گئے اُس نے ہمایوں بادشاہ کی سلطنت کی اطراف میں مزاحمت شروع کی ۹۴۱ھ میں قصبہ بانپور کہ نواحی آگرہ میں ہے وہ متصرف ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی

ہندال مرزا کو اُس کے دفع کرنے کے واسطے بھیجا۔ جب وہ بیانہ کی حدود کے قریب آیا تو شیخ بابا
ڈینگے افغان جو تاتار خاں کے گرد جمع ہوئے تھے متفرق ہو گئے۔ دو ہزار سواروں سے زیادہ
اس پاس نہ رہے۔ تاتار خاں کو کمال تشویر و خجالت تھی کہ افغانوں کے بے وفا لشکر میں زر کثیر
صرف ہوا نہ بہادر شاہ پاس جا سکتا تھا نہ اُس سے ملک طلب کر سکتا تھا ناچار جنگ پر مستعد ہوا
اور لڑائی میں وہ مع تین سو آدمیوں کے مارا گیا اور قلعہ بیانہ ہندال مرزا کو ہاتھ آگیا۔ ہمایوں
بادشاہ اس کو نیک فال سمجھ کر بہادر شاہ کے دفع کرنے پر متوجہ ہوا اور اُس پر لشکر کشی کی۔ اس
وقت بہادر شاہ نے پیرانا پر لشکر کشی کی تھی اور قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب اس کو
تاتار خاں کے کشتہ ہونے کی اور اُس پر ہمایوں بادشاہ کی لشکر کشی کی خبر معلوم ہوئی تو وہ نہایت
مضطرب ہوا اور مشورہ کیا تو اکثر امرا کی رائے یہ ہوئی کہ محاصرہ چھوڑ کر ہمایوں بادشاہ
سے لڑنا چاہیے۔ حیدر خاں جو سب میں زیادہ بزرگ تھا اُس نے معروض کیا کہ ہم کفار کا گھیرا
کیے ہوئے ہیں اگر اس وقت مسلمان بادشاہ ہم سے جنگ کرنے لگے تو وہ کافروں کی امداد
اور حمایت کریگا اور یہ بات حشر تک اہل اسلام میں مشہور رہے گی۔ لایق دولت یہ ہے کہ محاصرہ
کو ہاتھ سے نہ دیں ظن غالب ہے کہ ہمایوں بادشاہ ہمارے سر پر نہیں چڑھے گا۔ جب ہمایوں سانگنیر
میں آیا۔ اُس کو اس مشورہ کا حال معلوم ہوا تو اُس نے غایت مروت سے سلطان بہادر کی ولایت
کو مزاحمت نہ پہنچائی۔ یہاں اتنا توقف کیا کہ بہادر شاہ نے ساباط بنا کر سال مذکور میں قہر آمیز
قلعہ چتوڑ کو لے لیا اور بہت راجپوت قتل کیے۔ بس اس طرف سے سلطان بہادر مطمئن ہو
کر کے ہمایوں بادشاہ کی جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔ لشکر کو بہت زر تقسیم کیا۔ جنت آشیانی
اُس کے استیصال کے درپے ہوا اور قلعہ مندسور کی نواح میں آیا۔ یہاں دونوں لشکر
ٹکرے۔ ابھی خیمے بھی نہ لگے تھے کہ سید علی خاں خراسانی بہادر شاہ پاس سے بھاگ کر
ہمایوں کے لشکر سے آن ملا جس سے گجراتیوں کا دل شکستہ ہوا۔ بہادر شاہ نے اپنے کارکرد
آدمیوں سے طریق جنگ کے باب میں مشورہ کیا۔ حیدر خاں نے کہا کہ کل جنگ کرنی چاہیے
اس لئے کہ ہمارے لشکریوں نے ابھی فتح چتوڑ سے استظہار پایا ہے ابھی اُن کی آنکھیں

بادشاہ مغل کی صلاح سے نہیں ڈری ہیں رومی خاں کہ توپ خانہ کا صاحب اختیار تھا اُس نے
عرض کیا کہ سرکار میں سامان توپ و تفنگ اتنا جمع ہے کہ معلوم نہیں قیصر روم کے بعد کسی
بادشاہ پاس یہ ایسا سامان ہو۔ صلاح یہ ہے کہ لشکر کے گرد خندق کھودی جاوے اور ہر روز لڑائی
کا ڈول ڈالا جائے کہ مغل کے شوخ جوان برابر میں آنکر توپ و تفنگ سے ہلاک ہوں بہادر شاہ
نے یہ رائے پسند کی کہ لشکر کے گرد خندق کھودیں۔ ان ایام میں سلطان عالم جس کو جاگیر میں مالیں
و چندیری ملے تھے وہ ایک جمعیت کے ساتھ آن ملا۔ دو مہینے تک وہ دنوں لشکر ایک دوسری
کی برابر پڑے رہے اکثر ایام میں جوان جنگ کے عاشق اور نام ننگ کے طالب باہر آنکر مردانہ
جنگ بے دیر و درنگ کرتے۔ مغلوں کے سپاہی حکم کے موافق کمتر توپ و تفنگ کی برابر
جاتے تھے اُن کے تین ہزار تیر انداز اطراف لشکر پر تاخت کرتے تھے غلہ و روغن کی آمد و رفت
کو بند رکھتے تھے جب اس طور پر کچھ دن گذرے تو گجراتیوں کے لشکر میں قحط عظیم پڑا اور جو
غلہ کا پاس ملتا تھا وہ تمام ہوا۔ مغلوں کے تیر انداز کسی کو دور جانے نہ دیتے تھے کہ وہاں
سے سامان رسد بہم پہنچتا۔ سلطان بہادر نے دیکھا کہ اب یہاں ٹھہرنا گرفتاری کا سبب ہوگا۔
ایک رات کو پانچ آدمی اپنے معتبر ساتھ لے جن میں سے ایک برہانپور کا فرماں روا تھا۔
دوسرا مالوہ کا حاکم ملو خاں تھا اور شادی آباد مندو کو راہ لی۔ ہمایوں بادشاہ نے قلعہ مندو
کے نیچے تک تعاقب کیا۔ راہ میں بہت آدمی قتل کیے۔ حیدر خاں جو لشکر سے پیچھے جاتا تھا سخت
لڑائی لڑکر زخمی ہوا اور بھاگ گیا۔ سلطان بہادر شادی آباد مندو میں حصاری ہوا۔ ایک مدت کے بعد
مندو بیگ اور اور امرا مغل سات سو آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں آئے۔ سلطان بہادر سوتا تھا
سر اسیمہ اٹھا۔ اُس نے گجراتیوں کو مضطرب و گریزاں دیکھا خود بھی بھاگا۔ پانچ چھ سواروں کے
ساتھ چنیانیر میں پہنچا۔ حیدر خاں و سلطان عالم حاکم رائسین نے زینہا مانگی ہمایوں بادشاہ کے
روبرو آئے۔ حیدر خاں امرا بادشاہی میں داخل ہوا اور عالم خاں کی اس سبب سے کہ بہت دفعہ
حکمت ناشائستہ کر چکا تھا۔ کوچیں کاٹی گئیں۔ سلطان بہادر نے اس خبر کو سنکر اپنے خزانہ اور جواہر
کو جو قلعہ چنیانیر میں تھا بندر دیو میں بھجوا دیا خود کھنبایت میں آیا۔ ہمایوں بادشاہ مندو کو اپنے تین

آدمیوں کے حوالہ کرکے قلعہ محمد آباد چنپانیر کی طرف متوجہ ہوا۔ بلدہ محمد آباد کو تاراج کیا بغیمت بے حد و قیاس سپاہ کے ہاتھ آئی۔ اور بہت جلد کمنیات کو پہنچا وہاں سیر کرکے محمد آباد چنپانیر کا محاصرہ کیا جس طرح اس قلعہ کو فتح کیا وہ تاریخ ہمایوں میں مذکور ہے۔ اختیار خاں گجراتی حاکم محمد آباد چنپانیر بھاگا قلعہ مارک میں جس کو مولیا کہتے تھے پناہ گزیں ہوا۔ آخر زنہار مانگ کر ہمایوں کی خدمت میں آیا۔ وہ فضائل و کمالات میں تمام امرائے گجرات سے بڑھا ہوا تھا۔ مجلس خاص کے دیوں میں داخل ہوا سلطان گجرات کے خزینے کہ در از عمروں میں جمع ہوئے تھے ہمایوں کے تصرف میں آئے وہ لشکر میں تقسیم ہوئے۔

۹۴۳ھ میں باوجودیکہ ہمایوں بادشاہ محمد آباد چنپانیر میں موجود تھا کہ سلطان بہادر پاس رعایائے گجرات کی عرایض متواتر آئیں کہ اگر جناب اپنے ملازموں میں سے ایک شخص کو تحصیل مال کے لئے مقرر فرمائیں تو خزانہ میں واجب الادا مال پہنچا دیا جائیگا سلطان بہادر نے اپنے غلام عماد الملک کو بہت سے لشکر کے ساتھ ولایت کی مالیات کی محاصل کے لئے بھیجا۔ عماد الملک نے سپاہ جمع کرنے میں کوشش کی۔ احمد آباد کے باہر اس پاس پچاس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ اُس نے اطراف میں ہرکارے مال کی تحصیل شروع کی۔ جب ہمایوں بادشاہ کو یہ خبر ہوئی کہ اُس نے ترددی بیگ کو خزانہ کی محافظت سپرد کی اور خود محمد آباد چنپانیر سے احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا عسکری مرزا اور یادگار ناصر مرزا و میرزا ہندو بیگ کو ایک منزل اپنے سے پہلے بھیجا۔ اُن کی محمد آباد کی نواحی میں جو احمد آباد سے بارہ کروہ پر ہے عماد الملک سے سخت لڑائی ہوئی عماد الملک نے شکست پائی۔ گجراتی بے شمار قتل ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ نے احمد آباد سے باہر ٹھیر کر یہاں کی حکومت مرزا عسکری کو اور پٹن گجرات یادگار ناصر مرزا کو بہروچ قاسم حسین مرزا کو اور بڑودہ ہندو بیگ کو اور جین محمد آباد چنپانیر تردی بیگ کے حوالہ کئے۔ خود برہانپور میں تشریف لے گیا اور وہاں بمقتضائے وقت توقف نہ کرکے شادی آباد مندو کو گیا اس شکار میں جہاں خاں شیرازی نے سپاہ جمع کی۔ قعبۂ نوساری پر متصرف ہوا وہ امرائے بہادر شاہ کے خاص سے ایک تھا۔ رومی خاں بندر سورت سے آن کر خان جہاں سے ملا وہ دونوں متفق

ہو کر بہروچ کی طرف متوجہ ہوئے۔ قاسم حسین مرزا میں تاب مقاومت نہ تھی۔ محمد آباد میں تردی بیگ پاس چلا گیا۔ کل گجرات میں خلل اور فتور پیدا ہوئے مغلیہ تھانے جا بجا سے برخاست ہوئے۔ اس وقت غضنفر بیگ کہ امرائے عسکری مرزا میں سے تھا بھاگ کر سلطان بہادر پاس گیا۔ اس کو احمد آباد میں آنے کی ترغیب دی جس کا بیان اپنے محل پر ہو چکا ہے۔ جب کل امرا و سوا تردی بیگ کے احمد آباد میں جمع ہوئے تھے اور سلطان بہادر شاہ گجرات کا عازم ہوا تو عسکری مرزا اور تمام امرا نے یہ تجویز کی کہ سلطان بہادر سے مقاومت متعذر بلکہ متعسر ہے اور ہمایوں بادشاہ مندو میں ٹھیرا ہوا ہے اور شیر خان نے بہی بنگالہ میں آتش فتنہ کو بھڑکا رکھا ہے صلاح یہ ہے کہ محمد آباد چنپانیر کا جواہر قبضہ میں لاکر آگرہ کو روانہ ہوں اور ان حدود کو تصرف میں لاکر خطبہ مرزا عسکری کے نام کا پڑھوائیں۔ اور ہندو بیگ کو منصب وزارت دیں اور امرا و رجہاں پناہیں وہاں متصرف ہوں یہ قرار دے کر گجرات جس کو اس مشقت و تردد سے تسخیر کیا تھا غفلت اور تساہل سے دیکر محمد آباد چنپانیر پر متوجہ ہوئے۔ تردی بیگ مرزایوں کے فاسد ارادوں سے آگاہ تھا اُس نے حصار کی استواری میں کوشش کی ناچار مرزایوں کو آگرہ جانا پڑا۔ سلطان بہادر نے جب گجرات کو خالی دیکھا تو تردی بیگ کے دفع کرنے کے لئے محمد آباد چنپانیر کا عازم ہوا۔ تردی بیگ نے اپنے میں لڑنے کی قوت نہ دیکھی۔ خزانہ جتنا اُٹھا سکتا تھا لیکر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر نے چند روز محمد آباد چنپانیر میں توقف کیا اور اپنی مہمات کے ضبط و ربط میں مصروف ہوا۔

۹۴۳ھ / ۱۵۳۶ء میں فرنگیوں نے ساحل بحر ہند پر اپنی بستیاں بسالی تھیں اُن کا بڑا زور گوہ اور دیو میں تھا۔ جب ہمایوں بادشاہ کا تسلط گجرات میں تھا تو سلطان بہادر نے اس سے نہایت عجز و انکسار سے مدد مانگی تھی اُس کو یقین تھا کہ وہ گجرات کو خالی دیکھ کر اُس پر متصرف ہونگے اس سبب سے وہ محمد آباد چنپانیر سے سورت و جونا گڈھ کی طرف متوجہ ہوا کہ اس گروہ کو اُس کے بعد جس طریقہ سے چاہے نکالے۔ یہاں چند روز سلطان سیر و شکار میں مصروف رہا کہ پانچ چھ ہزار فرنگی جہازوں میں بیٹھ کر بندر دیو میں پہنچے سلطان بہت جلد یہاں آیا فرنگیوں نے

جب سُنا کہ سلطان بہادر کو استقلال و استیلا حاصل ہوگیا اور ہمایوں بادشاہ چلا گیا تو وہ اسکے آنے سے پشیمان و نادم ہوئے اور آپس میں مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ بندر دیو پر جس طرح ہو سکے متصرف ہوں پس اُن کے سردار نے بمقتضائے مصلحت تعارض کیا اور اپنی بیماری کی بڑ شہرت کی سلطان نے مکرر آدمی اُس کے بلانے کو بھیجے تو یہی جواب آیا کہ بیمار ہوں قوت رفتار نہیں کہ آؤں۔ سلطان بہادر نے اس سبب سے کہ فرنگی اس کا ملاحظہ کرتے ہیں کچھ تھوڑے آدمی لیکر خلیج تلی کے واسطے غراب میں سوار ہوا۔ جہاں جہاز لنگر انداز تھے وہاں پہنچا اور پرتگیزوں کے بڑے جہاز میں گیا وہاں قد کے آثار اُس نے دیکھے تو مراجعت کا ارادہ کیا وہ فرنگیوں کے جہاز سے اپنے جہاز میں آتا تھا کہ فرنگیوں نے چابکی کرکے اپنے جہاز کو جدا کیا۔ سلطان اپنے جہاز میں نہ پہنچ سکا۔ سمندر میں گر ایک غوطہ کھا کے سر باہر نکالا تھا کہ ایک فرنگی نے اپنے جہاز پر سے ایک نیزہ اُس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر مجروح ہوا اور بحر عدم میں ایسا پہنچ گیا کہ پھر نہ ابھرا لشکر گجرات یہ احوال دیکھ کر احمد آباد بھاگا اور بندر دیو رمضان ۹۴۳ھ میں فرنگیوں کے تصرف میں آیا۔ بہادر شاہ کی مدت شاہی ۱۵ سال ۲ روز تھی۔ تاریخ بہادر شاہی اس بادشاہ کے نام پر لکھی گئی ہے۔ مصنف کو توفیق اصلاح نہ ہوئی۔ اس لئے اس کتاب میں غلطیاں رہ گئیں۔

مسلمانوں اور پرتگیزی تاریخوں سے ان واقعات کا بیان جو بہادر شاہ اور پرتگیزوں کے درمیان واقع ہوئے

بہادر شاہ کو جو پرتگیزوں نے مار ڈالا یہ ایک واقعہ عجیب ہے اور وہ اس سبب سے عجیب ہوگیا ہے کہ اسکو مسلمان مورخوں اور پرتگیزی مورخوں نے طرح طرح سے لکھا ہے اور اپنے اپنے گروہ کی طرفداری کی ہے۔ فرشتہ کا بیان تو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اب ابوالفضل کے بیان کو لکھتے ہیں کہ جب بہادر دیپ میں آیا۔ ورزی پرتگیزوں کا (گورنر) جہازوں اور جنگی آدمیوں کو دریائی راہ سے لیکر بندر دیپ میں آیا۔ اُس کو سب احوال معلوم ہوا تو اُس نے سوچا کہ موقع

سلطان ہماری مدد سے مستغنی ہے مبادا ملاقات میں وہ عذر کرے اپنے تئیں مریض بنایا۔ اپنے آدمیوں کو سلطان پاس بھیجا کہ آپ کی طلب کے موافق آیا تھا جب صحت ہوگی تو خدمت میں حاضر ہوگا۔ سلطان نے شاہراہ احتیاط سے باہر قدم رکھا کہ ۳ رمضان ۹۴۳ھ کو اواخر روز میں سو دو آدمیوں کے ساتھ غراب میں سوار ہوکر ورزی کی عیادت کو گیا۔ جاتے ہی اوسکو تعارض معلوم ہوا آنے سے پشیماں ہوا۔ فی الحال پھرا۔ فرنگیوں نے سوچا کہ ایسا صید ہماری زد میں آنکر پھنسا ہے اگر اُس سے چند بہادر لے لیں تو بجا ہے۔ ورزی نے سر راہ آنکر کہا کہ مقدر توقف فرمائیے کہ بعض تحائف آپکو دکھائے جائیں۔ سلطان نے کہا کہ آپ انکو پیچھے بھیجیے گا۔ یہ کہکر وہ بہت جلد اپنے غراب کی طرف متوجہ ہوا۔ قاضی فرنگ نے سلطان کا رستہ روک کر توقف کے لئے تحکم کیا۔ سلطان نے بے تحمل سے تلوار کھینچکر اوسکے دو ٹکڑے کئے اونکے غراب سے اپنے غراب میں کود آیا۔ غرابیا فرنگ کہ دور دور کھڑے تھے نزدیک آئے اور سلطان کو گھیر لیا جنگ ہوئی۔ سلطان و رومی خاں دونوں پانی میں کود دے۔ رومی خاں کو ایک فرنگی آشنا نے ہاتھ پکڑ کر نکال لیا۔ سلطان دریا خاں میں غرق ہوا۔ اوسکے غراب بھی ضائع ہوئے۔ اس واقع کی تاریخ فرنگیان بہادر کش ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دریا سے نکل کر زندہ رہا۔ گجرات اور دکن میں کئی دفعہ اوسکے ظہور کا آوازہ آدمیوں میں بلند ہوا چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص دکن میں پیدا ہوا نظام الملک نے قبول کیا وہ بہادر شاہی رہے چوگان کھیلا۔ اوسکے گرد ایک اژدحام ہوا۔ اس ہجوم کا ملاحظہ کرکے نظام الملک نے اوسکے مارنے کا قصد کیا۔ وہ اسی رات اوسکے سراپردہ سے غائب ہوگیا۔ لوگوں نے یقین جانا کہ نظام الملک نے اوسے ضائع کیا۔ ایک روز مرزا بوتراب کہ اکابر گجرات سے تھا نقل کرتا تھا کہ کمال الدین شیرازی جو بہادر شاہ کا اوستاد تھا اور ان دنوں میں دکن میں تھا قسم کھا کر کہتا تھا کہ وہ یقینی سلطان بہادر تھا بعض باتیں کہ اوسکے اور میرے درمیان ہوئی تھیں اور سوا اسکے کوئی نہیں جانتا تھا میں نے اس سے ذکر کیے اوسنے اونکے پتے ٹھیک بتائے۔ دمست آباد قدرت ایزدی میں ایسے امور کا وقوع محال نہیں ہوسکتا۔

مرآۃ سکندری میں یہ لکھا ہے کہ جب بہادر شاہ پر بلاؤں کا آسمان ٹوٹا جسکا اوپر بیان ہوا۔ تو وہ بندر دیپ (دیو) میں آیا۔ پرتگیزوں نے اوسکی تسلی کی۔ اور کہا کہ ہم مدد کرنے کو موجود ہیں ساحل پر بہت بندرگاہ ہمارے قبضہ میں ہیں جس بندر کو آپ پسند کریں۔ اسمیں آپ سکونت اختیار کیجئے۔ ہم آپ کی حفاظت کرینگے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔ اسلئے پرتگیزوں کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ ایک دن پرتگیزوں نے سلطان بہادر سے عرض کیا کہ اونکے سوداگر جو دیو میں تجارت کرنے کے عادی ہوگئے ہیں وہ اپنے اسباب تجارت کو دور دور مختلف مقاموں میں رکھتے ہیں اگر حضور ہم کو چرسہ کی برابر زمین دیں تو ہمیں ہم ایک احاطہ بنالیں کہ جسمیں اسباب رکھنے کا آرام ملے۔ سلطان نے یہ درخواست اونکی قبول کرلی۔ سلطان دیو سے اپنے دشمنوں کو سزا دینے چلا گیا۔ پرتگیزوں نے چرسہ کے باریک تسمے کترے اور اوسکے طول کی برابر زمین لیکر ایک مضبوط سنگین حصار بنالیا۔ اور اوسپر توپیں لگادیں اور سپاہی مقرر کردیئے۔ جب سلطان بہادر نے یہ حال سنا تو وہ بہت متردد ہوا اور اس فکر میں لگا کہ ان کافروں کو کسی حیلہ وحکمت سے نکالوں تاکہ آسانی سے مقصد حاصل ہوجائے۔ اسواسطے وہ احمد آباد سے کنبایت میں ہوتا ہوا دیو میں آیا۔ پرتگیزوں نے خیال کیا کہ اسکا یہاں آنا دغا سے خالی نہیں ہے۔ جتنی القدور سلطان بہادر نے بہت مکتیں کیں کہ پرتگیزوں کی یہ بدگمانی دور ہوجاوے۔ مگر وہ اس سے اوسکو اور زیادہ مکار اور دغاباز جاننے لگے۔ کہتے ہیں جب سلطان بہادر ساحل دیو پر آیا تو اوسنے اپنے ایک معتمد امیر نور محمد خلیل کو پرتگیزی افسر پاس بھیجا کہ وہاں جاکر ایسی چالیں چلے کہ یہ افسر بہادر شاہ کی ملاقات کرنے آئے۔ جب یہ ایلچی کپتان سے ملا تو اوسنے پیرہ اُٹھادیا اور نہایت اخلاق وتواضع سے ملا۔ جب ان دونوں نے شراب پی تو کپتان نے نور محمد خلیل سے پوچھا کہ بہادر شاہ کا اصل ارادہ کیا ہے تو اوسنے اپنے بادشاہ کا ارادہ جو اوسکو بتلانا نہ چاہیے تھا بتلادیا اور افشا راز کردیا۔ رات گذر گئی صبح کو کپتان نے کہا کہ میں سلطان بہادر کا سچا دوست ہوں مگر بیماری سے مجبور ہوں کہ اوسکی خدمت میں خود نہیں حاضر ہوسکتا۔

نور محمد نے آکر یہ بات سلطان بہادر سے کہدی۔ سلطان بہادر نے جانا کہ کپتان خوف کے مارے نہیں آتا تو اوسنے اوسکے جہاز میں ملاقات کرنیکا ارادہ کیا کہ وہاں جاکر اوسکی عیادت کرے مگر اصل مطلب یہ تھا کہ اوسکی بدگمانی کو دفع کرے۔ اُسنے اپنے غراب کو تیار کرایا اور ان افسروں کو اپنے ساتھ لیا امیر فاروقی۔ شجاع خاں۔ لنگر خاں۔ قادر شاہ منڈوی۔ الپ خاں پسر شجاع گجر۔ سکندر خاں حاکم ستواس۔ اور گنیش رائے پسر میدنی رائے۔ اوسنے اپنے نوکروں کو ہدایت کی کہ کوئی ہتیار ساتھ نہ لے۔ اسپر امیروں نے عرض کیا کہ اس وضع سے جانا بادشاہی شان کو زیبا نہیں ہے مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جب موت آتی ہے تو وہ ایک ساعت توقف نہیں کرتی وہ چلنے میں ایک قدم نہیں ٹھیرتی ہے۔ وہ غراب میں بیٹھکر چلا۔ کپتان نے بادشاہ کی گرفتاری کی تدابیر درست کیں۔ وہ ساحل کی طرف اوسکے استقبال کو آیا اور اوسکو اپنے جہاز پر لایا۔ وہاں اوسکو بہت سے بندر کے سے تماشے دکھائے اور حد سے زیادہ ظاہری تپاک کیا مگر باطن میں اوسکے دغا وفریب تھا۔ بادشاہی بھی اسی قسم کی تدابیر کرتا تھا مگر اوسکا اقبال یاور نہ تھا اوسکی ساری تدبیریں اُلٹی ہوئیں۔

جب بات چیتوں میں کچھ توقف ہوا۔ تو پرتگیزی کتوں نے وہ اشارے کئے کہ جو پہلے سے ٹھیرا رکھے تھے تو سلطان نے جانا کہ میں اب جال میں پھنس گیا اور میری قسمت پلٹ گئی۔ اوسکو افسروں نے یاد دلایا کہ حضور سے پہلے سے یہ نہ کہتے تھے کہ ہم سب وہاں جاکر فنا ہوجائینگے۔ سلطان نے کہا کہ اگر تقدیر میں یہی سے تو یہی ہوگا۔ اب بادشاہ اُٹھا پرتگیزوں نے اوپر حملہ کیا کہتے ہیں کہ وہ اپنے جہاز کے قریب تھا کہ ایک پرتگیز نے اوسکے تلوار ماری اور اوسکو پانی میں پھینک دیا جو امرا اوسکے ساتھ تھے وہ بھی شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۳۰ رمضان ۹۴۳ھ کو ہوا۔ سلطان البر و شہید البحر۔ اوسکی تاریخ ہوئی۔ بہادر شاہ بیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور اکہ سال سلطنت کی۔ اس حساب سے وہ اکتیس برس کی عمر میں فنا ہوا۔

مرآۃ سکندری کے بیان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرتگیزوں کے افسر اور سلطان بہادر ایک دوسرے کو گرفتار کرنا چاہتے تھے اور اونکے تابعین اس ارادہ سے خوب واقف تھے

اور ہر ایک جانب کو دوسری جانب سے بدگمانی تھی۔ اس اتفاقی فساد سے بدگمانی اور بے اعتباری کی چنگاریاں بھڑک گئیں جسنے یہ تمکین واقعہ پیش آیا۔ ایک پرتگیزی مورخ لکھتا ہے کہ شاہ گجرات کے بیڑوں سے پرتگیز برسوں سے لڑ رہے تھے۔ نیونوڈی کنہا گورنر جنرل پرتگیزوں کا ہندوستان میں ۱۵۲۹ء میں آیا۔ اوسکو پرتگال کی طرف سے تاکید ہدایت ہوئی تھی کہ وہ جزیرہ دیو پر جو ساحل کمبایت پر گجرات کی عملداری میں ہے قبضہ کرے اسلئے اوسنے دوسرے سال میں اس مہم کے لئے یہ ہولناک سامان تیار کیا کہ پندرہ ہزار چھ سو سپاہیوں کو سب قسم کے چار سو جہازوں میں بٹھا کے بمبئی میں لایا۔ ۱۰ فروری ۱۵۳۱ء میں کئی دفعہ اوسنے دیو پر حملے کئے۔ مگر وہ سب خالی گئے اس تاریخ سے پرتگیزوں کی بڑی کوشش یہ تھی کہ دیو میں کس طرح قدم جمیں۔ جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ بات صلح سے نہیں حاصل ہو سکتی تو اونہوں نے اوسکو قوت و زور سے حاصل کرنا چاہا۔ اونہوں نے گجرات کے اور اوسکے دوستوں کے جہازوں کا گرفتار کرنا شروع کیا۔ اونہوں نے قصبات تارا پور، بلسر، سورت کو لوٹ لیا۔ آخر کو اونکی حمایت میں شاہزادہ چاند آگیا۔ وہ بہادر شاہ کا بھائی تھا۔ جب وہ سلطنت کے حاصل کرنے میں سب طرح ناکام رہا تو پرتگیزوں کی حمایت میں آیا۔ پرتگیزوں کے افسر کو خیال تھا کہ اس سے بہت کام نکلینگے۔ سال آیندہ میں پرتگیزوں نے جیس ڈی سلویرا کے تحت میں سومنات، پٹن، منگلور، ٹانا، تولاجا، مظفر آباد کو جلا دیا۔ اور ان مقامات سے چار ہزار غلام بنانے کے لیگئے اور بہت آدمی قتل کئے۔

ان سب باتوں کے سبب سے نیونوڈی کنہا کی ہمت اسپر بندھ ہوائی کہ دیو کو تنگ کرے اور سلطان گجرات کو مجبور کرے کہ وہ اس شہر میں قلعہ بنانے کی اجازت دے۔ اس اپنے مطلب حاصل کرنے کے لئے پرتگیزوں نے بسین کو غارت کر دیا۔ یہاں انکو چار سو توپیں ہاتھ لگیں اور بہت سا اسباب جنگ ہاتھ آیا۔

اسوقت بہادر شاہ ہمایوں سے لڑ رہا تھا کہ پرتگیزوں کے گورنر جنرل نے اپنا ایلچی بھیجا کہ سلطان سے دیو دینے کا اقرار کرائے۔ وہ جانتا تھا کہ بہادر اپنی مصیبت میں گرفتار ہے وہ ایسی حالت میں اوسکی درخواست کو مان لیگا اور اگر وہ پھر اپنی حالت اصلی پر آگیا تو نہیں مانیگا آخر کو ۱۵۳۲ء میں

سلطان بہادر نے ان شرائط پر صلح منظور کر لی۔

اول۔ بسین کے لئے قصبہ بسین شاہ پرتگال کو دیتا ہوں۔

دوم۔ اپنے کسی بندرگاہ میں جنگی جہاز نہیں بناؤنگا۔

سوم۔ اگر بحرم قلزم یا خلیج فارس سے ترکی بیڑے پرتگیزوں پر حملہ کرنے آئینگے تو اونکے ساتھ نہیں شریک ہونگا۔

مورخ کہتے ہیں کہ بعض شرائط ایسی بھی تھیں کہ وہ سلطان کے حق میں مفید تھیں اور ان شرائط کی سختی کو نرم کرتی تھیں۔

جب سلطان بہادر سے ساری سلطنت سوا ضلع سورت کے چھن گئی اور وہ نہایت سراسیمہ و پریشان دیو میں آیا تو اوسنے پرتگیزوں کو جزیرہ دیو میں کوٹھی بنانے کی اجازت دیدی۔ مگر پرتگیزوں نے کوٹھی ایک قلعہ کی صورت کی بنائی۔ اوسکے عوض میں پانچسو فرنگیوں نے جنمیں پچاس فرنگی توپچی تھے۔ بہادر شاہ کی کمک کی۔ یہ گروہ بادشاہ کے ساتھ احمد آباد گیا اور مغلوں کو اوسنے نکال دیا۔ پرتگیزی مورخوں کا بیان ہے کہ بہادر شاہ کو دوبارہ سلطنت ہماری مدد سے حاصل ہوئی۔

غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ نے پرتگیزوں کو ایک کوٹھی بنانے کی اجازت دی تھی جسکی جگہ اونہوں نے نہایت استوار قلعہ بنا لیا۔ اب بہادر اوسکو چھیننا چاہتا تھا دیو کے مسلمان حاکم نے ایک فصیل بنانی چاہی جب پر توپیں لگائی جائیں اور وہ گجراتیوں اور پرتگیزوں کو علیحدہ علیحدہ کر دے۔ اور شہر کو قلعہ کے حملہ سے بچائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو قلعہ پر حملہ کیا جائے۔ اس فصیل بنانے پر بڑا مباحثہ ہوا اور طرفین کے دلوں میں عداوت و مخالفت پیدا ہوئی۔ سلطان فصیل کے پورا بنانے سے باز رکھا گیا۔

فرائی سوزا کی تاریخ سے بہادر شاہ کے مارے جانیکا بیان

بہادر شاہ بادشاہ گجرات نے صرف پرتگیزوں کی مدد سے اپنی سلطنت کو دوبارہ حاصل کیا تھا اب وہ پرتگیزوں کی بربادی کے درپے ہوا اور اوسنے جو دیو میں قلعہ بنانے کی اجازت دیدی تھی

اور کاروقتی اوسکو خاوہ اوسکو چھینا اور حاکم کو اور تمام اہل قلعہ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ کے اس فساد آمیز ارادہ پر نیونوری کتخدا مطلع ہوا اور اوسکے انسداد کی تدبیر کرنے لگا۔

دیو میں بہادر جوانمرد ایک نیوایل دی سوزا حاکم تھا۔ اوسکے مارنے کا ارادہ بہادر شاہ نے کیا۔ ۱۰ اکتوبر کی رات کو ایک مسلمان دیوار پر آیا اور اوسنے کہا کہ سوزا بہادر شاہ کل تجھے مارنے کے لئے ہونگے میں اپنا نام اسلئے نہیں بتاتا شاید یہ خیال کیا جائے کہ یہ انعام پانیکا طریقہ یہ ہوا ہوگا۔ اب ایمی نیوایل بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ میں بہادر شاہ پاس جاؤں یا نہ جاؤں آخر کو اوسنے جانے کا ارادہ کیا۔ جس گھنٹے میں اوسکو یہ آگاہی ہوئی تھی بہادر شاہ کا آدمی اوسے بلانے آیا۔ وہ پہلے تو مسلح نوکروں کو اپنے ساتھ لیجاتا تھا مگر اسکی دفعہ وہ تنہا گیا۔ بہادر شاہ نے اوسے بیٹھکر دیکھکر اپنے کینہ کو ظاہری اخلاق سے بدلا۔

ایمی نیوایل قلعہ کو واپس چلا آیا۔ بادشاہ کی ماں نے بیٹے کو سمجھایا کہ یہ شرارت آمیز ارادہ نہ کرے۔ بادشاہ نے یہ بہتر جانا کہ میں کپتان سے اکثر ملنے جاؤں جس سے بدگمانی بالکل مٹ جائے۔ پھر اوسکو وہاں ماروں یا پکڑ لوں۔ بادشاہ بڑا درشت طینت تھا۔ دو اول دفعہ ملاقات کرنے نا وقت آیا۔ یہ نا وقت آنا بدگمانی کے لئے کافی تھا۔ سوزا نے اپنی حفاظت کرکے ملاقات کی۔ اونکی آپسمیں باتیں بے سروپا ہوئیں۔ بہادر شاہ چلا گیا اور اپنے نزدیک جاکر اوسنے سوزا کو پھندے میں پھنسا لیا مگر وہ اور زیادہ اپنی حفاظت کرنے لگا۔ نیونوری کتخدا کو جب یہ خبر ہوئی کہ دیو میں یہ معاملہ پیش آیا تو اوسکو تعجب ہوا کہ سوزا نے بادشاہ کو جب وہ اوسکے قابو میں آگیا تھا گرفتار کیوں نہ کرلیا غرض اسکے بھی بُرے ارادے مشہور ہوگئے تھے۔ اوسنے یہ بھی مشہور کر رکھا تھا کہ پرتگال سے جہاز بڑے ساز و سامان کے ساتھ آتے ہیں یہ خصوصہ نیونو کو معرض خطر میں لایا۔ بہادر شاہ نے اول اوسکے مارنے کا قصد کیا تاکہ سوزا کے مارنے کے بعد وہ دیو کی کمک کو نہ آسکے۔ بہادر شاہ نے اوسکو لکھا کہ تم دیو میں آؤ بعض معاملات عظیم کا فیصلہ کرنا ہے۔ نیونو گو اوسکی بدنیتی سے واقف تھا مگر اوسنے جانے میں کچھ تامل نہیں کیا۔ وہ ۱۰ جنوری کو گوا میں جتنے جہاز تھے اوسکو ساتھ لے گیا۔

اور اوسکے پیچھے اور جہاز آئے۔ غرض تین سو جہاز اس پاس ہوگئے۔ وہ چول میں آیا۔ یہاں اوسنے دیکھا کہ بہادر شاہ کی ترغیب سے نظام الملک آٹھ ہزار سپاہ کے ساتھ موجود ہے اور کتابیں کو عورتوں کی تفریح بحری کے لئے میں یہاں آیا ہوں مگر وہ اس جگہ فساد کی نیت سے آیا تھا یہاں کے حاکم سائی من گیوویرنے ایسی ہوشیاری کی کہ نظام اپنے کام میں مایوس رہا۔ نیونو نے بہن سے اپنے بہنوئی این تھونے دی سل ویرا کو ساتھ لیا وہ بڑا صاحب لیاقت تھا۔ اور اوسکی جگہ روئی دارپریر کو مقرر کیا۔ بہادر شاہ اسوقت پہاڑوں میں شکار کھیل رہا تھا بہادر فرنگی جام پہلے عیسائی تھا اور اب مسلمان ہوکر بہادر شاہ کے منہ بہت لگ گیا تھا۔ اوسکو بہادر شاہ نے نیونو پاس بھیجا کہ وہ اوسے بلا لائے۔ نیونو کچھ بیمار تھا اور زیادہ اپنے تئیں بیمار بنا لیا تھا یعنی تعارض کیا تھا۔ اوسنے عذر کیا کہ میں بیماری کے سبب سے حاضر نہیں ہوسکتا۔

دوستی جتانے کے لئے جو درحقیقت جھوٹی تھی بہادر شاہ فوراً اس عراب میں بیٹھا جس میں اوسنے نیونو کو شکاری گوشت بھیجا تھا۔ اوسکے ساتھ تیرہ امیر ہوئے اور اوسکے ساتھ سوزا بھی تھا جو نیونو کا پیغام لیکر بہادر پاس گیا تھا نیونو بہادر شاہ کو اپنے جہاز پر لے گیا اور بڑی خاطرداری کی۔ دونوں نے بیٹھکر آپس میں خوب باتیں کیں مگر بہادر شاہ کو یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ ایک نوکر نیونو سے سرکشی کر رہا ہے۔ یہ ملازم سوزا کا یہ پیغام لایا تھا کہ بعض کپتان آپکے حکم کے منتظر ہیں۔ اوسکو یقین تھا کہ بہادر شاہ مارا گیا ہوگا یا پکڑا گیا ہوگا اب بہادر شاہ ششدر خاموش تھا کہ نیونو نے کچھ ملازم کی بات پر خیال نہیں کیا اور اوٹھکر چلا گیا۔

نیونو نے تمام افسروں کو حکم دیا کہ وہ اول بہادر شاہ کے ہمراہ میرے محل میں جائیں اور پھر سوزا قلعہ میں جائے اور جب بہادر شاہ اوسکی ملاقات کو آئے تو اوسکو پکڑ لیں۔ بہادر شاہ نے یہ سوچا تھا کہ اوسکو ڈنر پر بلائے اور پکڑے۔ سوزا بہادر شاہ کو قلعہ میں بلانیکے لئے گیا۔ اور کنا قلعہ میں چلا گیا۔ بہادر شاہ کے عراب میں سوزا آیا اور رومی جام کی معرفت پیغام بھیجا کہ قلعہ میں تشریف لے چلیے۔ مگر رومی جام نے بہادر شاہ سے کہا کہ آپ نہ جائیے

وہاں گرفتار ہو جائیگا۔ گر بادشاہ نے اس کہنے کی پروا نہیں کی اور سوزا کو اپنے عراب میں بلا لیا
آنے میں اسکا پاؤں پھسل گیا جس سے وہ سمندر میں گر پڑا اوسکو آدمیوں نے نکال لیا۔ اور
بہادر شاہ پاس امرا اوسکو لے گئے۔ اس اثنار میں پرتگیزوں کا ایک جہاز اور بعض اونکے اور سردار
یہ دیکھکر آئے کہ سوزا جلدی سے بہادر شاہ پاس چلا گیا۔ جب رومی چام نے اسکی اطلاع دی
تو بہادر شاہ نے امرا کو حکم دیکر سوزا کو مار ڈالا جیمس دی سیکونٹ کو اس قتل کا ہونا معلوم ہو گیا
وہ اندر گیا اور بہادر شاہ کو زخمی کیا جس نے پرتگیزوں کے بہادر کپتان کو مارا تھا۔ غرض ایک
خونریز فساد برپا ہوا جس میں چار پرتگیزی افسر اور سات بہادر شاہ کے امیر مارے گئے۔
پرتگیزوں کے اور جہاز آگئے جنمیں سے بہادر شاہ کے ایک نوکر نے اوسکی کمان سے بعض پرتگیزوں کو
تیر لگا کے مارا اور خود گولی سے مارا گیا۔ بہادر شاہ کو اوسکے تین جہاز بچا نیکے لئے آئے۔
بہادر شاہ خوف زدہ ہو کر بھاگا جاتا تھا کہ توپ کے گولے نے اوسے گرایا اور اوسکے جہاز چلانوالے
تین مارڈالے یہ دیکھکر بہادر شاہ پانی میں اس ارادہ سے کودا کہ تیر کر بچ جاؤں گا مگر وہ
ڈوبنے لگا تو چلایا۔ آواز سے لوگوں نے پہچانا کہ یہ بہادر شاہ ہے۔ ایک پرتگیز نے چپو کے
سہارے سے اوسکو پانی سے کچھ اوپر اٹھایا تھا۔ کہ دوسرے پرتگیز نے اوسکے سر پر برچھی
ماری جس سے وہ ڈوب کر مر گیا۔ ہر چند اوسکی اور سوزا کی لاش کی تلاش ہوئی مگر کچھ
پتہ نہ لگا کہ تجہیز و تکفین ہوتی۔

ایک ترکی مورخ فیرشتہ بیان کرتا ہے کہ جب بہادر شاہ مجبور کیا گیا کہ وہ دیو کو جائے تو اوسنے
اپنے اہل و عیال اور جواہر مینہ بھیجے۔ تین سو آہنی صندوق تھے اور اونمیں وہ ساری دولت بھری
ہوئی تھی جو اوسنے جوناگڈھ۔ پٹن نہروالہ۔ آبو گڈھ۔ چتوڑ کے ہندو راجاؤں سے اور نیز مالوہ کے سلطان
بادشاہ سے چھینی تھی۔ اس دولت عظیم کے خزانے پھر ہندوستان میں نہیں آئے۔ بلکہ وہ
سلطان قسطنطنیہ کے ہاتھ آئے۔ اسی دولت کی وجہ سے وہ سلیمان اعظم بنا۔ سلطان بہادر
نے سلطان قسطنطنیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ اوسکی کمک ہمایوں کی لڑائی میں کرے اور
اوسکو جو تحفہ بھیجا تھا اسکی قیمت بہت بڑی تھی۔

ذکر سلطنت میراں محمد شاہ فاروقی

جب بہادر شاہ دنیا سے رخصت ہوا تو اوسکی والدہ مخدومہ جہاں مع امرا کے بندر دیب سے
احمد آباد کو روانہ ہوئی۔ اثنار راہ میں خبر آئی کہ محمد زماں مرزا سے جسکو بہادر نے دہلی والا ہو رکی
جانب بھیجا تھا کہ وہ مغلوں کو پریشان کرے حدود لاہور سے احمد آباد کی طرف آتا ہی جسوقت
اونے سلطان بہادر کے واقعہ ناگزیر کی خبر سنی تو بہت رویا پیٹا اور ماتمی لباس پہنا اور تعزیت
کے لئے آیا۔ مخدومہ جہاں نے اسباب نہانی اُس پاس بھیجا۔ اُسکا لباس ماتمی اُتروایا۔
لیکن مرزا کا مطلب کچھ اور تھا۔ اونے کوچ کے وقت خزانہ گجرات پر ہاتھ ڈالا اور سات سو
صندوق سونے سے بھرے لے گیا۔ اور بارہ ہزار آدمی مغل اور ہندوستانی جمع کئے۔
امرار گجراتی اس حال کے دیکھنے سے مضطرب ہوئے۔ اونہوں نے بادشاہ کے مقرر کرنیمیں
مصلحت دیکھی۔ سلطان بہادر اپنے بھانجے محمد شاہ فاروقی پر دیعہدی کا اشارہ کر چکا تھا اسلئے
کل امرا اور مخدومہ جہاں اوسکی بادشاہی پر راضی ہوئے غائبانہ اسکا خطبہ و سکہ عمل میں آیا
آدمی اوسکو بلانے گیا۔ عماد الملک بست سالشکر لیکر محمد زماں مرزا کے دفع کرنے کے لئے
گیا۔ مرزا عیاش اور فراغت طلب تھا کچھ لڑکر سندھ کو بھاگ گیا۔ پھر اوسکی ہم کی کوئی صورت
نہوئی میراں محمد شاہ فاروقی جسکو بہادر شاہ نے لشکر چغتائی کے تعاقب میں مالوہ تک بھیجا تھا
وہ تخت پر بیٹھا اور ڈیڑھ مہینے سلطنت کر کے اجل طبعی سے ۹۴۳ھ میں مر گیا۔

ذکر سلطنت سلطان محمود گجراتی بن لطیف خاں بن سلطان مظفر

جب میراں محمد شاہ فاروقی دنیا سے چل بسا تو کوئی وارث سلطنت سوا محمد خاں بن شاہزادہ
لطیف خاں بن مظفر شاہ کے کوئی اور نظر نہ آتا تھا۔ وہ سلطنت کا قابل ہوا تھا اسلئے سلطان
بہادر نے اوسکو برہان پور میں میراں محمد شاہ پاس قید کر رکھا تھا۔ اختیار خاں اوسکے بلانیکو گیا
میراں محمد شاہ نے اوسکے بھیجنے میں مضائقہ کیا۔ امرار گجرات نے لشکر تیار کر کے برہانپور

جانیکا ارادہ کیا۔ میراں مبارک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو محمود خاں کو گجرات میں بھیجدیا۔
۹۲۶ھ میں وہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اسکا خطاب سلطان محمود ہوا۔ اختیار خاں صاحب اختیار ہوا
تمام مملکت گجرات کی زمام اوسکے اقتدار کے ہاتھ میں آئی ۹۳۶ھ میں امرا میں آپس میں مخالفت ہوئی
دریا خاں و عماد الملک نے اتفاق کرکے اختیار خاں کو قتل کیا۔ عماد الملک امیر الامرا اور دریا خاں
غوری وزیر کل ہوا۔ آخر سال میں ان دونوں میں مخالفت ہوئی۔ دریا خاں غوری سلطان محمود
کو شکار کے بہانے سے محمد آباد پٹن لیرے گیا۔ عماد الملک نے بہت لشکر جمع کیا اور محمد آباد کی طرف
متوجہ ہوا۔ دو تین کوچوں کے بعد سپاہی جنہوں نے اوس سے خوب روپیہ لیا تھا متبدہ ہو کر بادشاہ
سے مل گئے۔ عماد الملک نے ناچار صلح کر لی جسمیں یہ قرار پایا کہ عماد الملک اپنی جاگیر سرم گانو کو چلا جائے
سلطان محمود احمد آباد میں مراجعت کرے ۹۴۳ھ میں دریا خاں غوری نے عماد الملک کے
استیصال کا ارادہ کیا۔ محمود شاہ کو آراستہ لشکر کے ساتھ ولایت سورت میں لے گیا۔ عماد الملک
ڈر کر بھاگا۔ میراں مبارک شاہ حاکم آسیر برہانپور پاس التجا کی۔ وہ حمیت و غیرت کے سبب سے اوسکی
مدد کو تیار ہوا۔ اوسنے لشکر گجرات سے جنگ کی اور شکست پائی اور آسیر کی طرف بھاگا۔ عماد الملک
فرخاں الخاطب قادر شاہ حاکم مالوہ پاس گیا۔ سلطان محمود خاندیس میں ٹھیر کر تاخت و تاراج
میں مشغول ہوا۔ میراں مبارک شاہ نے اکابر کے واسطے سے صلح کر لی اور محمود شاہ کی خدمت
میں آیا۔ دریا خاں غوری نے عماد الملک کے خارج ہو جانے سے قوت و استقلال پایا۔
کل مہمات ملکی اور مالی کا مالک ہوا کوئی اوسکے کام میں دخل نہیں دے سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ اوسکے استبداد
کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ شاہی کرنے لگا اور محمود شاہ ایک نمونہ رہ گیا۔ سلطان محمود نے
جب اپنی یہ حالت دیکھی تو وہ ایک رات کو جرجیرہ کوتر باز کی معرفت قلعہ ارک احمد آباد میں عالم خاں
لودی پاس گیا وہ دولت و بہبود میں جاگیر رکھتا تھا۔ لودی نے بادشاہ کے آنیکو غنیمت جانکر
چار ہزار لشکر مرتب کیا۔ دریا خاں غوری نے محافظ خاں اور اپنے خویشوں کے بہانے سے
ایک شخص مجہول النسب کو شاہ مظفر نام بنکر بادشاہ بنایا۔ کل امرا کی جاگیر اور خطاب میں اضافہ
کرکے اپنے ساتھ متفق کیا۔ دولت کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان محمود کو بڑی سپاہ کے ساتھ بھیجا

بھیجدیا۔ اور آپ خود لڑنے آیا۔ حملہ اول میں دریا خاں غوری کے ہراول کو شکست دی اور
جب اوسکی فوج خاصہ سے لڑا اور داد مردانگی دی مگر جب میدان جنگ سے نکلا تو پانچ سوار اوسکے
پاس نہ تھے بہت سراسیمہ تھا کہ دریا خاں کے ہراول سپاہی احمد آباد میں گئے ہونگے اور اوسکی
شکست کی خبر مشہور ہوئی ہوگی اسلئے احمد آباد جانا چاہیے۔ وہ پانچ سواروں کے ساتھ بہت
جلد شہر میں آکر دولتخانہ شاہی میں داخل ہوا اور فتح کی منادی کی اہل شہر دریا خاں کے ہراول
شکست یافتہ کو دیکھ چکے تھے اوسکو دریا خاں کی شکست کا یقین ہوا ایک جماعت اس پاس آئی
اوسنے حکم دیا کہ دریا خاں کا گھر غارت کیا جائے اور شہر کے دروازے محکم کئے جائیں عالم خاں
نے تیز قاصد بھیجکر سلطان محمود کو طلب کیا۔ دریا خاں جب فتح کرکے اپنی منزل میں آیا تو احمد آباد
سے اس پاس قاصد پہنچے اور حقیقت حال پر اوسکو اطلاع دی۔ وہ بہت جلد احمد آباد کی طرف آیا
اہل و عیال امرا کے شہر میں تھے اکثر آدمی اوس سے جدا ہو کر عالم خاں لودی پاس آئے۔
اسی عرصہ میں سلطان محمود بھی شہر میں آگیا اس خبر کے سننے سے دریا خاں غوری نے فرار
کیا برہانپور گیا یہاں بھی قرار نہ پایا تو وہ شیر شاہ پاس چلا گیا جسنے اوسکے ساتھ بڑی رعایتیں کیں۔
دریا خاں کے جانے کے بعد عالم خاں وزیر ہوا۔ وزارت پاکر اوسکو بھی دریا خاں کا سا گھمنڈ ہوا
اوسکی چالوں پر چلنے لگے۔ سلطان محمود نے امرا کو اپنے ساتھ متفق کرکے اوسکے پکڑنے کا قصد کیا
اوسکو خبر ہو گئی وہ بھی شیر شاہ پاس چلا گیا۔ اوسنے بہت اوسکے حال پر نوازش کی جب باقی امرا
کی طرف سے سلطان محمود کی خاطر جمع ہوئی تو وہ تنسیق ممالک اور تکثیر زراعت اور ولاسے
جہاں میں مشغول ہوا۔ تھوڑے دنوں میں گجرات کو پھر اپنی اصلی حالت پر لے آیا۔ اعیان و اکابر
دولت سے مستحسن سلوک کیا احمد آباد سے بارہ کروہ (۲۴ میل) اپر ایک نیا شہر بنایا اوسکا نام محمود آباد
رکھا۔ لیکن وہ اس عہد میں پورا نہ طیار ہوا۔ اسی بادشاہ کے عہد میں ۹۴۵ھ میں بحر عمان کے ساحل
پر قصبہ سورت تعمیر ہوا۔ سورت کے مسلمانوں کی طرح طرح کی مزاحمتیں فرنگی کرتے تھے۔ اسلئے سلطان
محمود نے عضنفر آقا غلام ترک الخاطب خداوند خاں کو اس جگہ کا حاکم مقرر کیا اور حکم دیا کہ قلعہ بنائے
بنائے۔ جب خداوند خاں نے قلعہ بنانا شروع کیا تو فرنگی جہازوں میں چند دفعہ سوار ہو کر ممانعت

کے لئے آئے، اور سخت لڑائیاں لڑے۔ مگر ہر دفعہ شکست پائی۔ خداوند خاں نے یہ قصبہ بنواکر تمام کیا۔ یہ حصار ایک نہایت متین اور استوار ہے اور اسکی دو طرفین خشکی سے متصل ان میں خندق بیس گز عرض کی ایسی نیچی بنائی کہ پانی نکل آیا۔ خندق کی دیوار کو سنگ و آہک سے بنایا ہے۔ عرض اسکا ۲۰ گز ہے اور ارتفاع ۲۰ گز۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ پتھروں کو لوہے سے جوڑا ہے اور میں ایسا پایا ہے کہ کوئی درز و دراڑ باقی نہیں رہی۔ سنگ انداز ایسے بنائے ہیں کہ دیدہ بینا انہیں دیکھکر متحیر ہوتا ہے۔ جب عیسائی جنگ و جدل سے اپنا کام نہ بنا سکے تو رفق و مدارا سے پیش آئے اور خداوند خاں کو بہت روپیہ رشوت کا دینے لگے کہ وہ قلعہ نہ بنائے۔ مگر اسنے رشوت پر تو کبھی نہیں توجہ کی انگریزوں نے کہا کہ اگر یہ بات تو قبول نہیں کرتا تو ہم تجھکو اتنا ہی روپیہ دیتے ہیں جو قلعہ کے نہ بنانے کے لئے دیتے تھے کہ تو پرتگال کی طرح کی چوکندی نہ بنائے۔ خداوند خاں نے کہا کہ سلطان کے دولت کی وجہ سے میں کسی چیز کی پروا نہیں رکھتا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تمہاری مرضی کے برعکس اس قسم کی چوکندی بناؤں اور اپنے لئے ثواب عظیم حاصل کروں۔ توپ و ضرب زن کہ رومیوں نے جوناگڈھ میں چھوڑے تھے اور اونکو سلیمانی کہتے تھے نگار قلعہ سورت پر جا بجا لگائے اور خوب اوسکو مضبوط کیا ملا محمد استرآبادی نے اس قلعہ کی تاریخ یہ کہی ہے

این نداند غیب بہر تاریخش گوش ؛ سد بود بر سینۂ دجال فرنگی ایں بنا

سلطان محمود نے سنہ ۹۹۱ تک باستقلال حکومت کی اور کسی طرف کوئی اسکا منازع و مخالف نہ تھا۔ مگر سال مذکور میں برہان نے اسکے قتل کا ارادہ کیا جسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ محمود شاہ کا ایک ملازم برہان تھا کہ لوگوں کو صالح اپنے تئیں دکھاتا تھا اور اکثر اوقات طاعات و عبادات میں مصروف رہتا تھا۔ شکار میں بادشاہ کا پیش نماز وہی ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اوسنے بادشاہ کی خدمت میں ایسی تقصیر کی کہ سلطان نے اوسکو کچھ دیوا دیا نکلوا دیا مگر اوسکا دیوار سے باہر رکھا۔ کچھ تھوڑی دیر بعد بادشاہ کا گذر اوسکی طرف ہوا تو برہان زندہ تھا۔ بادشاہ کی طرف نگاہ کرتا تھا بیشم دابرو کے اشارے سلام کرتا تھا۔ بادشاہ نے ترحم کرکے اوسکے گناہ سے درگذر کی اور اخلاص کیا۔

زخموں کے مارے اوسکے اعضا قیمہ قیمہ ہو رہے تھے اوپر مرہم رکھا گیا اور کئی روز روئی کے اندر اوسکو رکھا۔ جب صحت ہوئی تو پھر بادشاہ کا مقرب ہوا۔ مگر اپنے ولی نعمت سے کینہ سینہ میں رکھتا تھا۔ قضارا پھر ایک گناہ شکارگاہ میں اوسے صادر ہوا۔ سلطان نے اوسکو گالیاں دیکر تہدید کی۔ شام کے قریب بادشاہ شکارگاہ سے پھرا۔ اور نہایا دسکرات زیادہ کھا کر پلنگ پر سو رہا۔ کہتے ہیں کہ سلطان پاس دو سو آدمی ایسے تھے کہ شیر سے ڈرا دیکر غالب آتے تھے۔ اونکو شیر کش کہتے تھے وہ برہان کے حوالے تھے کہ شکارگاہ اور آرک جا میں ساتھ رہیں۔ برہان نے اونسے امارت و مناصب کا وعدہ کرکے اپنے ساتھ موافق کر لیا تھا۔ وہ گھات لگائے رہتے تھے۔ اس روز کہ جب برہان کو بادشاہ ایسے غافل سونے کی خبر ہوئی تو اوسنے اپنے بہانجے دولت سے جو بادشاہ سے زیادہ نزدیکی رکھتا تھا شاہ کے قتل میں ہمزبانی کی اور اوسنے قبول کیا۔ بادشاہ کے سر کے بالوں کے خشک کرنے کا بہانہ بنا کے وہ مرگیا۔ بادشاہ کے بال بہت دراز تھے۔ اونکو دانتوں میں لیکر کھینچا تو بادشاہ کو نہایت بے خبر پایا۔ بالوں کو پلنگ کی پٹی سے مضبوط باندھ دیا۔ اور بادشاہ کی شمشیر خاصہ کو غلاف سے کھینچکر بادشاہ کے حلق پر رکھی۔ بادشاہ ہوشیار ہوا۔ اوٹھنے کا ارادہ کیا مگر بال ایسے پٹی سے مضبوط بندھے ہوئے تھے کہ اوٹھ نہ سکا۔ دفع مضرت کے لئے دونوں ہاتھ تلوار کی دھار پر رکھے کہ گلا اور ہاتھ دونوں برابر ہوئے۔ اس دولت بیدولت نے اپنا کام کیا تو برہان نے کہ دروازہ کے نزدیک تھا سجدہ بازی شروع کی۔ وہ یہ سمجھا کہ اگر بعض امرا اعظم کو مار ڈالونگا تو میں ہی بادشاہ ہو جاونگا۔ لحظہ بلحظہ باہر جاکر سلطان کے احکام سنانے لگا۔ بادشاہ کی زبانی پہلا حکم یہ سنایا کہ مطرب و مغنی بلند آوازی سے گائیں۔ حکم دوم یہ کہ شیر کشوں میں سے دس آدمی حضور کی خدمت میں رہیں۔ انکو اس بہانہ سے اندر لے گیا۔ ہتیار اونکو دیئے اور معین جا پر کھڑا کر دیا۔ امیروں و وزیروں کی طلب میں آدمی بھیجے۔ آدھی رات آئی تھی کہ خانہ زاد باغی خود سورت و اصفہاں وزیر حاضر ہوئے اور قتل کئے گئے۔

ہونے بعد دو آدمی اور امرار کبار کی طلب میں بھیجے۔ جب اعتماد خاں کی طلب میں آدمی گئے تو اوسنے کہا کہ اسوقت سلطان ہرگز ہماری قسم کے آدمیوں کو طلب نہیں کرتا۔ اسمیں کوئی فتنہ ہے۔ اتنے میں اور آدمی اوسکی طلب میں آیا تو اوسکو دغدغہ اور زیادہ ہوا۔ پھر برہان سے عبد الصمد شیرازی الملقب افضل خاں کو طلب کرکے کہا کہ بادشاہ خداوند خاں و آصف خاں سے رنجیدہ ہوگیا ہے۔ تیرے لئے یہ خلعت وزارت بھیجا ہے۔ افضل خاں نے کہا کہ جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھونگا۔ ایسے امر خطیر کا خلعت نہیں پہنوں گا۔ اوسنے آستین میں ایک ہاتھ ڈال کر کہا کہ بادشاہ کے سر کی قسم دوسرا ہاتھ میں نہیں ڈالونگا مگر بادشاہ کے روبرو تو برہان اوسکو وہاں لایا جہاں سلطان کی ارش پڑی تھی اور کہا کہ بادشاہ اور عمدہ وزرا اور امرا کا کام تمام کرچکا ہوں۔ تجے وزیر کرکے کل وجزوی امور کا اختیار دیتا ہوں۔ افضل خاں نے اسکو بلا پکار کر گالیاں دیں تو اس ناپاک نے اس پیر ہفتاد سالہ کو قتل کر ڈالا۔ سرکشوں و سپاہیوں اور اوباش آدمیوں کو جو رات کو جمع تھے اونمیں سے ہر ایک کو خطاب دیا اور امارت کا امیدوار کیا۔ اور تخت پر بیٹھا صبح تک زر بخشی کرتا رہا۔ بہت سے طویلہ کے گھوڑے اور ہاتھیوں کو اوباش آدمیوں کو تقسیم کرتا رہا اور اونکو اپنا پایہ استظہار بنایا۔ جب بادشاہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو عماد الملک ترک پرتگیز خاں اور راغ خاں حبشی اور سارا جمعیت کرکے برہان کے سر پر جا پڑے اور کار نعمت بقتار مصرعہ

سلطنت گر بیک لحظہ بود منتظم است۔ چتر سر پر رکھے ہوئے اپنی جمعیت کے ساتھ برابر میں آیا۔ اول ہی حملہ میں خاک میں لوٹا۔ شیرداں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ پاؤں میں اوسکے رسی باندھ کر تمام بازار و محلہ میں پھرایا۔ سلطان محمود کی مدت سلطنت ۱۸ سال ۲ ماہ اور چند روز تھی۔ بحساب اتفاق سلیم شاہ بن شیر شاہ دہلی کا بادشاہ اور نظام الملک بحری احمد نگر کا حاکم اسی سنہ ۹۶۱ھ میں اجل سے مرے۔ اونکی تاریخ وفات مولانا غلام علی ہندوشاہ نے یہ کہی۔

قطعہ تاریخ

سہ خسرو را زوال آمد بیک بار	کہ ہند از عدل شان دار الامان بود

یکے محمود شہ سلطان گجرات	کہ ہم چوں دولت خود نوجواں بود
دگر اسلام خاں سلطان دہلی	کہ اندر عہد خود صاحبقراں بود
سیم آمد نظام الملک بحری	کہ در ملک دکن خسرو نشاں بود
ز تاریخ وفات ایں سہ خسرو	چہ می پرسی زوال خسروان بود

سلطان محمود نیک نہاد پسندیدہ اطوار تہا اکثر اوقات علماء و فضلا کی صحبت میں رہتا۔ قلی روزے رکہتا۔ اپنے اباواجداد کی وفات کے دن روزہ رکہتا۔ متبرک دنوں میں فقراء مساکین و مستحقین کو کہانا کہلاتا اور خود طشت و آفتابہ ہاتھ میں لیکر آدمیوں کے ہاتھ دہلواتا اور پارچہا سرمی صاف وغیرہ کہ اوسکی پوشش کے لئے مقرر تھے اون میں سے اول درویشوں کا جامہ و دستار بناتا۔ بعد ازاں اپنے کپڑے بناتا۔ اوسنے کمار ندی کے کنارہ پر ایک آہوخانہ بنایا تہا۔ سات کروہ (۱۴ میل) اوسکی دیوار طول میں تھی۔ اس آہوخانہ میں عمارات دل کشا و باغ روح افزا بنائے تھے۔ صاحب جمال ماتحین باغ کی آراستگی کے واسطے نوکر رکہی تہیں۔ اس آہوخانہ میں طرح طرح کے جانور تھے کہ اونکی توالد و تناسل کی کثرت سے تمام آہوخانہ پر تھا۔ سلطان عورتوں کی صحبت پر مرتا تہا۔ اپنی حرموں کو وہاں رکہتا اور اونکو ساتھ لیکر شکار کھیلتا چوگان بازی کرتا۔ اس چار دیواری میں جو درخت تھے اُنپر سُرخ و سبز مخمل لپٹی ہوئی تھی۔ اوسکے کوئی اولاد نہ تھی اسلئے حرموں میں سے کوئی حاملہ ہوتی تو اسقاط حمل کا حکم دیتا۔ اسکا ایک ہندی غلام اعتماد خاں تھا۔ سلطان اُسپر کل اعتماد رکہتا تہا۔ اپنی حرم میں اوسکو محرم بنایا تہا۔ عورتوں کی آرائش اوسکے سپرد تہی۔ اوسنے بادشاہ کے لحاظ اور احتیاط کے سبب سے کافور کہا کر اپنی رجولیت کو دور کردیا تھا۔ چونکہ گجرات میں مزارات پر عورتوں کے جانیکی اور لوگوں کے گھروں پر بہانہ سے اونکے ہجوم ہونے کا رواج ہوگیا تھا۔ اوسنے دغدغہ بمنزلہ رسم و عادات کے ہوگیا تھا کہ وہ بُرا نہیں معلوم ہوتا تہا۔ سلطان محمود نے اوسکو منع کردیا۔ استحان کے واسطے مجہول آدمیوں کی ایک جماعت کو اونکی طلب میں بہیجتا۔ جب وہ آجاتیں تو اونکی گہات کرتا اس سبب سے اس بات کا خوب انسداد ہوگیا تھا۔

ذکر سلطنت احمد شاہ گجراتی

جب سلطان محمود نے شہادت پائی اور اوسکے کوئی فرزند نہ تھا تو اعتماد خاں نے اس سبب سے کہ فتنہ و فساد برپا نہ ہو خود سال سلطان رضی الملک کو سلطان احمد شاہ ثانی کی اولاد میں سے بلاکر میراں سید مبارک بخاری اور امرا کے اتفاق سے تخت شاہی پر بٹھا دیا اور اوسکو سلطان الاسلام خطاب دیا شاہی کے اختیارات خود لے لئے۔ اوسکو گھر میں برائے نام بادشاہ بنائے رکھا۔

جب پانچ سال اس حال گذرے تو احمد شاہ کو ایسی حالت کی تاب نہ رہی وہ احمد آباد سے نکل کر محمود آباد میں سید مبارک بخاری پاس چلا گیا۔ یہ بھی امرا کبار میں سے تھا۔ اس پاس موسیٰ خاں فولادی و سادات خاں و عالم خاں لودہی اعظم خاں مالوی اور اور آدمی جمع ہو گئے۔ اعتماد خاں نے عاد الملک پدر چنگیز خاں و انبع خاں و جیہار خاں حبشی و اختیار الملک و امرا گجرات سے اتفاق کیا اور توپخانہ لیکر سید مبارک کے سر پر جا پڑا۔ اگرچہ سید مبارک پاس جمعیت بہ نسبت اعتماد خاں کے جمعیت کے کمتر تھی مگر معرکہ جنگ گرم ہوا۔ سید مبارک کو ایک توپ کے گولے نے دوسرے عالم میں لڑکایا۔ سلطان احمد کو شکست ہوئی۔ وہ چند روز صحرا و جنگل میں سرگرداں پھر کر اعتماد خاں پاس گیا اوسنے اوسکے ساتھ پہلا سا سلوک کیا۔ اوسکو گھر میں بٹھا دیا اور کسی کو اوس پاس جانے نہ دیا۔ اس صورت میں عاد الملک اور تاتار خاں غوری اعتماد خاں کے گھر پر چڑھ گئے اور اوسکے ڈھانے کے لئے توپیں لگا دیں۔ اعتماد خاں اونکے آگے نہ ٹھیر سکا بال (پرلوہ) کی جانب کہ محمد آباد چنپانیر کی فوج میں جا پڑا۔ جمعیت بہم پہنچائی۔ قریب تھا کہ جنگ واقع ہو کہ آدمیوں نے درمیان میں پڑ کر اونکے درمیان صلح کرا دی۔ موافق سابق کے اعتماد خاں کو وکالت سلطنت سپرد ہوئی اور ولایت بڑودہ و محمد آباد چنپانیر و نادوت اور اور پرگنے آب مہندری و نربدا کے درمیان عاد الملک کو جاگیر میں ملے۔ اور ایک ہزار پانسو سواروں کی جاگیر سلطان احمد کے لئے مقرر ہوئی۔ اس وقت بھی کبھی اپنی بے عقلی سے اپنے ہموں میں اعتماد خاں کے قتل کا مشورہ علانیہ کیا کرتا تھا۔ اور بستائے خود سائی کیلئے کے دوڑنے تھا رہتے کرتا۔ اور کہتا کہ اعتماد خاں کے

ہی ایسے دو ٹکڑے کرونگا۔ اعتماد خاں اس حال سے آگاہ ہوا اور اوس نے پیشدستی کی کہ ایک رات کو احمد شاہ کو قتل کر ڈالا۔ اوس کے جسم کو قلعہ کی دیوار سے وجیہ الملک کے گھر کے مخادی پر لٹکا دیا اور شہرت دی کہ سلطان احمد بہ سبب لونڈی کے وجیہ الملک کے گھر میں آیا تھا وانستہ قتل ہو گیا۔ اوس کی سلطنت کے ایام آٹھ سال تھے

بادشاہی سلطان مظفر بن محمود شاہ گجراتی

۹۶۹ھ کے آخر میں اعتماد خاں نو ایک لڑکے کو مجلس امرائے گجرات میں لایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ لڑکا شاہ محمود کا بیٹا ہے۔ اوس کی ماں شاہ کی لونڈی تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی تو اوس کو مجھے سپرد کیا کہ اس کا اسقاط حمل کراؤں جمل پر پانچ مہینے گذر گئے تھے میں نے اس کو ساقط نہ کرایا۔ اوس سے یہ لڑکا پیدا ہوا جس کی پرورش میں نے اب تک کی ہے۔ اس شہادت پر اوسکو تخت سلطنت پر دستور کے موافق بٹھا دیا۔ مظفر شاہ خطاب دیا۔ اعتماد خاں وکیل سلطنت رہا اور مسند عالی اوس کو خطاب ملا۔ باقی امراء نے مملکت کو اپنے درمیان اس طرح تقسیم کیا کہ موسیٰ خان و شیر خاں کے تصرف میں پٹن تا پرگنہ کری آیا اور فتح خاں بلوچ کے قبضہ میں رادھن پور و ترواڑہ و تہراد موج اور چند پرگنے اور ہوئے۔ اعتماد خاں کی جاگیر میں سابرمتی اور مہندری کے درمیان کا ملک ملا اور چنگیز خاں کو سورت و نادوت و محمد آباد چنپانیر ملے۔ رستم خاں خواہرزادہ چنگیز خاں کے تصرف میں بہروچ آیا۔ سید میراں ولد سید مبارک بخاری کو دندوقہ و لقہ ملے اور قلعہ جوناگڈھ و سورت امین خاں غوری کے قبضہ میں آیا اور اس نے امراء گجرات سے کنارہ کیا۔ سلطان مظفر کو اعتماد خاں اپنا محبوس جانتا تھا۔ ان کو آدمیوں کے دکھانے کے لئے تخت پر بٹھا دیتا اور خود اوس کے پیچھے بیٹھتا۔ امراء سلام کو حاضر ہوتے۔ جب چند روز اس طرح گذرے تو چنگیز خاں و شیر خاں فولادی سلطنت کی مبارکباد دینے کے لئے احمد آباد میں آئے جو ایک سال کے فتح خاں کو بہ سبب قرب و جوار جاگیر کے فولادی سے عداوت ہوئی اور ان کے درمیان جنگ ہوئی فتح خاں نے شکست پائی وہ اعتماد خاں پاس گیا۔ اعتماد خاں لشکر فتح کر کے فولادیوں کے سر پر ہوا۔ فولادی پٹن میں متحصن ہوئے اور عاجزی و ندامت ظاہر کرنے

گئے۔ اعتماد خاں نے اُن کے عجز کو مانا نہیں محاصرہ میں کوشش کی۔ جب فولادی افغان تنگ ہوئے تو اُن کے جوانان خود سال جمع ہوئے۔ اور اُنھوں نے موسیٰ خاں اور شیر خاں سے کہا کہ جس حال میں ہمارا عجز و انکسار قبول نہیں ہوتا تو بجز جنگ کرنے اور جان دیدینے کے چارہ نہیں ہے۔ پس پانسو جوانوں کے قریب ایک ہی دفعہ میں قلعہ سے باہر آئے اور موسیٰ خاں و شیر خاں بھی تین ہزار پیادے کر کے چار باہر نکلے۔ اعتماد خاں کا لشکر گجرات تیس ہزار سے زیادہ تھا مگر فولادیوں کی فوج نے اُس کے لشکر کو منہدم کیا۔ حاجی خاں جو سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام تھا وہ اعتماد خاں کے لشکر میں سے بھاگ کر فولادیوں سے مل گیا۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کو پیغام دیا کہ حاجی خاں ہمارے پاس آگیا ہے اُس کی جاگیر چھوڑ دو۔ اعتماد خاں نے اُسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ وہ ہمارا نوکر تھا جب وہ بھاگ گیا تو اُس کو جاگیر کیسے مل سکتی ہے۔ موسیٰ خاں و شیر خاں جمعیت کے ساتھ حاجی خاں کی جاگیر میں خیمہ زن ہوئے۔ اعتماد خاں لشکر جمع کر کے اُن سے لڑنے گیا۔ چار مہینے تک مقابلہ میں رہے کئی کو جنگ ہوئی۔ اعتماد خاں کو اس دفعہ شکست ہوئی جس کے سبب سے فولادی اُسے حقیر جاننے لگے۔ بہروچ میں وہ چنگیز خاں پاس گیا اُس کو کمک و مدد کے لئے لایا۔ لیکن جنگ میں صلاح نہیں دیکھی صلح کی حاجی خاں کی جاگیر چھوڑ دی۔ وہ احمد آباد میں آیا چنگیز خاں نے اعتماد خاں کو پیغام دیا کہ اس درگاہ کے ہم ہی خانہ زاد ہیں اور حرم کے کل امور سے اطلاع رکھتے ہیں محمود شاہ ثالث کا کوئی بیٹا نہ تھا یہ لڑکا جس کو محمود شاہ کا بیٹا ٹھیرا کر بادشاہ بنایا ہے اُس کے کیا معنی ہیں کہ تو اُس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے آدمی اُس کی نگہبانی کرتے ہیں اور جب تک تو نہیں حاضر ہوتا کوئی اُس کے سلام کو نہیں جا سکتا۔ اگر فی الواقع وہ سلطان محمود شاہ کا بیٹا ہے تو تو بھی کل امراء اور خاصہ خیل کی طرح خدمت کر اور جب اور امراء مجلس میں بیٹھیں تو تو بھی بیٹھ۔ اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میں نے روز جلوس میں بزرگوں کے آگے قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ طفل شاہ محمود کا بیٹا ہے۔ بزرگوں نے میری بات کا یقین کر کے تاج شاہی اُس کے سر پر رکھا تھا اور بیعت اُس سے کی تھی۔ یہ جو تو کہتا ہے کہ مجلس میں تو کیوں بیٹھتا ہے میری قدر و عزت

نسبت اور امرا کے سلطان جنت آشیان کے زمانہ میں زیادہ تھی تو اس زمانہ میں لڑکا تھا۔ تیرا باپ عماد الملک شاہی اگر زندہ ہوتا تو میرے سخن کی تصدیق کرتا۔ یہ جوان جواب تخت سلطنت پر بیٹھا ہے میرا اور تیرا ولی نعمت ہے۔ تیری خیر اسی میں ہے کہ اُس کی خدمت گذاری سے سرتابی نہ کرے جیسے تیرے باپ نے اس بادشاہ کے باپ کی خدمت کی ہے ایسی ہی تو اس کی خدمت کر تو پھولے پھلے گا۔ شیر خاں فولادی نے اس سوال و جواب سے واقف ہو کر ایک خط چنگیز خاں کو لکھا جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ چند روز صبر کئے بیٹھے رہو اور مدارا کو ہاتھ سے نہ دو بے تقریب کے مسند عالی سے مخالفت کا اظہار نہ کرو۔ مگر چنگیز خاں بڑوہ پر دماغ طمع دراز کئے بیٹھا تھا اس بات کو قبول نہیں کیا اعتماد خاں کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آدمی بہت جمع ہو گئے ہیں اور یہ ولایت مختصر جو میرے تصرف میں ہے اس جماعت کو کفایت نہیں کرتی چونکہ سلطنت کے تمام کام مسند عالی کے سپرد ہیں۔ آپ اس باب میں فکر فرمائیں اعتماد خاں نے اپنے سر پر سے بلا ٹالنے کے لئے اُس کو برہان پوریوں سے یوں بہکایا کہ اُس کو جواب لکھا کہ قصبۂ ندربار ہمیشہ سے امرائے گجرات کے تصرف میں رہا ہے۔ ان ایام میں کہ قلعہ آسیر میں سلطان محمود میراں مبارک شاہ کے ساتھ تھا تو میران مبارک سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے گجرات کی بادشاہی دیگا تو قصبہ ندربار تجھے دونگا۔ جب اس سلطان نے اونگ جانبانی کو زینت دی تو اپنے ایفائے وعدہ کے سبب سے قصبۂ ندربار کو میراں مبارک شاہ کو دیا۔ اب حال میں سلطان شہید ہو گیا اور میراں مبارک شاہ نے بھی رحلت کی صلاح یہ ہے کہ اپنی جمعیت کو ساتھ لے جا کر فوراً قصبہ ندربار پر اپنے اضافۂ علوفہ کے لئے قبضہ کرو۔ بالفعل تم یہ کرو بعد ازاں اصل معاملہ پر نظر کی جائے گی۔ اعتماد خاں کے دم میں چنگیز خاں آگیا اور ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء میں متواتر کوچ کر کے قصبہ ندربار پر متصرف ہوا۔ قدم حرص اور آگے بڑھایا تالن پر گیا۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ چنگیز خاں سے لڑنے محمد میراں شاہ فاروقی ولد میراں مبارک شاہ و اقبال خاں حاکم برابر آتے ہیں۔ چنگیز خاں اپنے لشکر کو ایسی زمین میں لایا کہ لشکر گنگی اونڈ ہموار تھی جس طرف کہ زمین ہموار تھی ادھر کا زنجیرہ باندھ لیا

محمد شاہ اور قتال خاں اُس کی برابر مدت کھینچے ہوئے شام تک کھڑے رہے۔ چنگیز خاں اپنے دائرے باہر نہیں آیا اور غرور و نخوت کی شامت سے اُس کو خوف و خطر ایسا ہوا کہ رات کو سارا لشکر لیکر بھاگ گیا اور بیروچ آیا۔ محمد شاہ فاروقی کو غنیمت بہت ہاتھ لگی اور مدت تک اُس کا تعاقب کیا اور اُس پرده پر متصرف ہو گیا۔ اس اثنا میں اکبر شاہ کے خون سے ابناء سلطان میرزا کچھ نفرتے اور اُن کے نام یہ تھے۔ محمد حسین میرزا۔ الغ مرزا حسین مرزا مسعود حسین مرزا۔ شاہ مرزا۔ جلال الدین مرزا سنبل سے بھاگ کر مالوہ کی جانب آئے۔ جب لشکر کبیر شاہی ۹۷۵ھ میں مالوہ آیا تو یہ مرزا بھاگ کر چنگیز خاں سے جا چنگیز خاں نے اپنی تقویت کے لئے اُن کو غائبانہ سلطان مظفر کی امرا میں منسلک کیا۔ چند پرگنے اپنی ولایت میں سے اُن کو دیدئے۔ اسی سال چنگیز خاں نے مرزاؤں سے اتفاق کر کے اعتماد خاں پر لشکر کشی کی اور قصبہ بڑودہ پر بے جنگ متصرف ہوا۔ جب محمود آباد میں آیا تو اعتماد خاں پاس پیغام بھیجا کہ سب عالم اور عالیوں پر ظاہر ہے کہ تالی نیر میں شکست کا سبب اصلی اور حقیقی باعث تیرا نفاق تھا۔ اس لئے کہ اگر تو میری کمک کو خود آتا یا کسی جماعت کو بھیجتا تو اصلا غبار فرار میرے دامن عار پر نہیں بیٹھتا اب فقیر بادشاہ کے حضور میں اور مبارکباد کی شاہی کے لئے احمد آباد میں آتا ہے۔ یقین ہے کہ تو اگر شہر میں ہوا تو مخالفت اور نزاع کا ظہور ہوگا بہتر ہوگا کہ شہر سے باہر جا کر نشل اور امرا اپنی جاگیر میں سکونت اختیار کرے اور سلطان کا دست تصرف قوی کر کہ ملک موروثی میں جس طور سے وہ چاہے اپنا تصرف کرے اعتماد خاں نے اس پیغام کے پہنچنے سے پہلے سامان لشکر کیا تھا۔ جب یہ پیغام آیا تو وہ اُس کا مطلب سمجھ گیا کہ کیا ہے۔ القصہ اُس نے مظفر شاہ کے سر پہ چتر رکھا اور سادات خاں نجاری و اختیار الملک و ملک شرف و الغ خاں و بہجا حبشی و سیف الملک کو ساتھ لیا موضع کاوی میں کہ محمود آباد سے ۷ کروہ (۱۴ میل) ہے طرفین کا تقارب ہوا۔ صفوں کے مقابل میں اعتماد خاں کی نظر چنگیز خاں کے لشکر پر پڑی اور پہلے سے مرزاؤں کی شجاعت اور مردانگی کا حال سن چکا تھا۔ اُن میں سے ہر ایک کو معرکہ نبرد

میں قابض ارواح جانکر بغیر اس کے کہ غلاف سے شمشیر کھینچے۔ دونگر پور کی طرف متوجہ ہوا اور امرا نے اس طریقہ پر آفرین کی اور اُس کو خود اختیار کیا اور اطراف میں وہ پہلے گئے چند امیر سلطان کے ساتھ رہے اور اُس کو احمد آباد میں لے آئے چنگیز خاں اس فتح غیبی سے مسرور و خوشحال ہو کر بڑودہ میں آیا۔ دوسرے روز صباح کو الغ خاں و بہجا حبشی اور اور حبشی مظفر شاہ کو لیکر بربپور اور معمور آباد کی طرف چلے تھے کہ چنگیز خاں احمد آباد میں آگیا اور اعتماد خاں کی حویلی میں اُترا۔ شیر خاں فولادی کو نواحی قصبہ کری میں خبر پہنچی تو چنگیز خاں کو پیغام بھیجا کہ یہ تمام ولایت اعتماد خاں کو سلطان کے خرچ کے لئے دی گئی تھی بالفعل تنہا اُس پر متصرف ہونا آئین مروت و فتوت سے دور ہے۔ میں خود بہت سی جمعیت کے ساتھ احمد آباد کی طرف متوجہ ہوں چنگیز خاں نے دیکھا کہ اس وقت شیر خاں سے جنگ کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے اُس نے قرار دیا کہ آب سابرمتی سے اس طرف شیر خاں کے تعلق میں ملک رہے اس سبب سے احمد آباد کے بعض پورے مثل عثمان پور و خاں پور کے شیر خاں سے متعلق رہے۔ چنگیز خاں مرزاؤں کی نیکو خدمتی کے سبب سے اُن کی بڑی عزت و حرمت کرتا تھا۔ میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ فتح اول میں دلیر ہو گیا تھا مملکت گجرات کو بادشاہ سے خالی پایا امرا کی مخالفت و منازعت کو بڑی نعمت سمجھا اس خلکت کی تسخیر نیت سے حرکت کی احمد آباد کے باہر آگیا چنگیز خاں مرزاؤں کو ساتھ لیکر جنگ کے آہنگ سے شہر سے باہر آیا جنگ کے بعد میراں محمد شاہ نے شکست پائی بیابان و بے سامان آسیر کو بھاگا رہ فتح مرزاؤں کے حسن تردد سے حاصل ہوئی تھی چنگیز خاں نے اُن کی دلجوئی کر کے چند معمور اور آباد پرگنے سرکار بہروچ میں اُن کی جاگیر میں دیدے اور ساز و سامان کرنے کی لئے جاگیر میں بھیجدیا۔ جب یہ مرزا اپنی جاگیر میں آئے تو اوباش اور داقعہ طلب اُن کے گرد جمع ہوئے اور شرف الدین حسین مرزا کہ خواجہ عبد اللہ احرار کی اولاد میں اور ہمایوں بادشاہ کا داماد تھا شہنشاہ اکبر سے روگرداں ہو کر مرزاؤں سے آن ملا۔ ان مرزاؤں کے خرچ کو جاگیر کی آمدنی کفایت نہیں کرتی تھی وہ چنگیز خاں کی بے اجازت بعض اور محلل پر متصرف ہوئے۔ جب

چنگیز خاں کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے تین چار ہزار حبشی اور پانچ چھ ہزار گجراتی مرزاؤں کے سر
مقرر کئے مرزاؤں نے چنگیز خاں کے لشکر کو شکست دی اور اُن کا ایک حصہ قتل کیا اور تعاقب
کیا حبشیوں اور گجراتیوں میں سے جو لوگ اُن کے ساتھ آئے اُن میں سے خرد سال لڑکوں
کو اپنی خدمت کے لئے رکھا اور جو ریش دار تھے اُن کی ناک میں تیر ڈالا ہاتھوں کو پیٹھ پر باندھ کر کے
کے گیرے اُن کے گلے میں ڈالے غرض بڑی اہانت کر کے اُن کی جان لی۔ جب یہ حال ابوالمظفر
کو مرزاؤں نے کیا تو وہ جانتے تھے کہ چنگیز خاں خود اُن پر چڑھ کر آئیگا بالضرور علاج واقعہ پیش
از وقوع باید کرد۔ ابھی چنگیز خاں اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا کہ مرزاؤں نے برہان پور کی طرف رخ کیا
اور وہاں دست اندازی کر کے مالوہ گئے ان کے باقی حالات شہنشاہ اکبر کی تاریخ میں پڑھو۔
الغ خاں و جہجار خاں نے مظفر شاہ کو لیجا کر دھنگر پور میں اعتماد خاں کے حوالہ کیا۔ بعد چند روز کے
انھوں نے اپنی سپاہ کا خرچ اعتماد خاں سے طلب کیا اُس نے اُن کو جواب دیا کہ میری جاگیر کا حاصل
سب پر ظاہر ہے کہ وہ کس مقدار کا ہے اور ہر سال کیا خرچ ہوتا ہے۔ سوائے اس کے یہ
شہر نہیں ہے کہ آدمیوں سے قرض لیکر دیا جائے اس سبب سے الغ خاں حبشی اور اور امرا نے
اعتماد خاں سے آزار پایا۔ چنگیز خاں کو جب اس پر علم ہوا تو ان امرا میں سے ہر ایک کو خطوط استمالت
کے اور اپنے پاس بلایا وہ احمد آباد میں اُس سے جا ملے۔ الغ خاں و جہجار خاں نے کہا کہ سب
جانتے ہیں کہ ہم سب سلطان کے خانہ زاد غلام ہیں۔ اگر ہم میں سے کسی کو دولت مل جائے تو
نسبت میں اصلاً تفاوت نہیں ہے۔ ملاقات میں اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ جب ہم
ملاقات کو آئیں تو دربان ہم کو روکیں نہیں۔ چنگیز خاں نے اُسے قبول کیا شہر میں
امرا کو ہمراہ لے کر خالی منازل میں خود اوترایا۔ بعد ایک مدت کے ایک دن جاسوس
نے آن کر الغ خاں سے کہا کہ چنگیز خاں کا ارادہ ہے کہ تجھے اور جہجار خاں کو قتل کر ڈالے
اس لئے یہ قرار دیا ہے کہ صبح تم کو میدان چوگان میں بلائے گا اور قتل کر ڈالے گا۔
یہ وہ کہہ ہی رہا تھا کہ چنگیز خاں کے آدمی نے یہ پیغام دیا کہ کل میں چوگان بازی کو
چاؤں گا۔ صبح تم بھی آنا۔ الغ خاں اور امیروں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے

یہ ٹھہرایا کہ کل چوگاں بازی میں چنگیز خاں ہی کا کام تمام کرنا چاہئے۔ چنانچہ دوسرے روز
چوگاں بازی میں الغ خاں نے چنگیز خاں کا سر تلوار سے بھٹا سا اوڑا دیا۔ پھر سب امرا نے
اعتماد الملک کو خط لکھ کر احمد آباد میں بلایا۔ وہ چند روز بعد سلطان مظفر کو ہمراہ لیکر
احمد آباد میں آیا اور اپنی منزل میں اوترا۔ اس عرصہ میں مخبر یہ خبر لائے کہ مالوہ کے
مرزاؤں نے فرار کیا۔ اور جب چنگیز خاں کے کشتہ ہونے کی خبر سُنی تو بہت خوش ہوئے
ولایت سورت و بھروچ پر متوجہ ہوئے تاکہ اس صوبہ پر متصرف ہوں اختیار الملک
الغ خاں نے اعتماد خاں سے کہا کہ ولایت بھروچ بے صاحب ہے اور کہتے ہیں کہ
مرزاؤں نے اس طرف توجہ کی ہے بہتر یہ ہے کہ سب امرا جمعیت کر کے بھروچ
پر متوجہ ہوں اور اُس پر متصرف ہوں اور اس ارادہ میں تاخیر نہ کریں۔ اگر بہر فرج
مرزاؤں کے تصرف میں آگیا تو بہت خون جگر پینا پڑیگا تو یہ ملک اُن کے تصرف سے
نکلے گا۔ غرض آپس میں مشورہ ہو کر یہ قرار پایا کہ کل لشکر کے تین توپ ہوں
اول الغ خاں حبشیوں کو ساتھ لے کر ایک منزل آگے جائے گا اور جب یہ اس
منزل سے کوچ کریں تو اعتماد خاں و اختیار الملک اور اور امرا کو توپ دوم ہے
منزل اول میں آئیں اور جب توپ ثانی اس منزل سے کوچ کرے تو توپ سوم جس
میں شیر خاں اور اور امرا ہیں اول منزل جائے سادات خاں نجاری اپنی جگہ پر ہے
جب یہ امر طے ہو گیا تو الغ خاں و جہجار خاں و سیف الملک اور اور حبشی محمود آباد
میں آئے اعتماد خاں کو ایسا وہم ہوا کہ اُس نے شہر سے باہر جا کر فتح عزیمت کی الغ خاں
اور اس کے یاروں نے اُس کی اس حرکت کو ظرافت پر حمل کیا اور آپس میں کہنے لگے
کہ ہم نے اُس کے دشمن چنگیز خاں حبشی کو مار ڈالا اور وہ ہم سے نفاق رکھتا ہے۔
صلاح یہ ہے کہ اس کی ولایت کو آپس میں تقسیم کر کے متصرف ہوں اس قرار داد پر
غرایت مصمم کر کے پرگنہ کنبایت و پرگنہ پلاد اور بعض اور پرگنات پر متصرف ہوئے
مرزاؤں کو فرصت ملی وہ قلعہ چنپانیر و قلعہ بندر سورت اور اور مواضع پر متصرف ہوئے

رستم خاں کہ قلعہ بروچ میں متحصن تھا اُس نے مرزاؤں سے جنگ کی۔ آخر کو امان مانگ کر
قلعہ اُن کو سپرد کیا چونکہ سپاہی بے جاگیر گجرات شہر سے باہر آن کر الغ خاں سے ملے تھے
اس لئے الغ خاں نے ججھار خاں سے کہا کہ اعتماد خاں کے پرگنات میں سے ایک پرگنہ کی
جاگیر میں دیدو۔ ججھار خاں نے کہا کہ جو جاگیر اس جماعت کو دو مجھے دو کہ اس گروہ سے
جس بات کے تم متوقع ہو وہ مجھ سے ظہور میں آئے۔ ان باتوں باتوں میں الغ خاں
ججھار خاں میں بخیل ہوگئی۔ اعتماد خاں کی بیٹی آئی اُس نے ججھار خاں کو مکر و فریب سے
فریفتہ کرکے احمد آباد میں لائی اور الغ خاں کو شیر خاں فولادی سے ملنے دیا۔ ان جھگڑوں
میں مظفر شاہ احمد آباد سے بھاگ کر غیاث پور میں سرکچ کے قریب الغ خاں کے واں
میں آئے۔ الغ خاں بغیر اس سے ملے شیر خاں مارا گیا اور اُس سے کہا کہ شاہ مظفر بغیر
اُس کے کہ مجھ پہلے سے اطلاع دی ہو میری منزل میں آگیا ہے میں ابھی تک اُس سے
نہیں ملا ہوں۔ شیر خاں فولادی نے کہا کہ مہماں عزیز ہوتا ہے تم جاؤ اور حقوق خدمتگاری
بجا لاؤ۔ علی الصباح عماد خاں کا خط شیر خاں فولادی پاس آیا کہ شاہ محمود شاہ ثالث کا
فرزند شاہ مظفر نہ تھا اس واسطے اس کو خارج کرکے میں نے مرزاؤں کو طلب کیا ہے
کہ اُن کو بادشاہ بنا کر ملک گجرات اُن کو حوالہ کروں شیر خاں اس خط کو پڑھکر سید حامد پاس
گیا اور اُس سے پوچھا کہ جلوس کے وقت اعتماد خاں نے مظفر شاہ کی بابت کیا کہا تھا تو سید
اور اور سادات نے کہا کہ اعتماد خاں نے قرآن اُٹھا کر اور قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ طفل سلطان
محمود شاہ ثالث کا بیٹا ہے اب اُس نے یہ بات عداوت سے لکھی ہے تو الغ خاں
کی منزل میں شیر خاں گیا اور کمان ہاتھ میں لے کر اس طور سے کہ نوکر اپنے
صاحب کی ملازمت کرتا ہے وہ سلطان مظفر کی ملازمت کمر بستہ ہوا اور
الغ خاں حبشی کی منزل سے سلطان کو سوار کرا کے اپنی منزل میں لایا اور اُس کی
خدمت گذاری میں قیام کیا۔ اعتماد خاں نے مرزاؤں کو عہد و بروچ سے احمد آباد
میں بلایا وہ پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں آئے ہر روز مرزاؤں کی

سپاہیوں سے ایک جماعت اور اعتبار الملک کے سپاہی حبشیوں سے جنگ کرنے کے لئے
جاتے۔ رفتہ رفتہ مخالفت و منازعت کا طول اتنا کھینچا کہ اعتماد خاں نے ایک عرضداشت
شہنشاہ اکبر کو بھیجکر اوسکو گجرات کی فتح کی ترغیب دی۔ بحسب اتفاق ۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر
اجمیر میں تشریف لایا تھا۔ اوس نے پیر محمد خاں کو کہ خان کلان مشہور تھا۔ سروہی کی
فتح کے لئے بھیجا تھا۔ پیر محمد خاں راجہ سروہی کے ایلچی کے ہاتھ سے زخمی ہوا تو وہ لشکر
گیا۔ پیر محمد خاں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت خواجہ معین گجرات کی عرائض آئیں۔ یہاں اکبر
نے گجرات کی عزیمت کی جس کا اقبال نامہ اکبری میں اپنے محل پر مذکور ہے ۹۸۰ھ میں
شہنشاہ اکبر کی ممالک محروسہ میں گجرات داخل ہوئی۔ ایام سلطنت مظفر شاہ تا ہنگام
نزول ۱۳ سال چند ماہ تھی فقط

تاریخ مالوہ

ہندو راؤں کی فہرست

بلاد مالوہ ایک وسیع مملکت ہے اس دیار میں ہندوؤں کے عہد میں بڑے بڑے نامی راجہ گذرے ہیں راجاؤں کی فہرست ذیل میں لکھی جاتی ہے بعض مشہور راجاؤں کا سنایت مختصر حال بھی تحریر کیا ہے۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) ہمن جی	۱۰۰ سال	(۳) سالباہن	۱ سال
(۲) جیت چند	۹۹ سال ۸ ماہ ۳۰ روز	(۴) نرباہن	۱۰۰ سال
		(۵) پتاج	۱۰۰ سال

پانچ راجہ مشرف ہوئے کہ باپ کے بعد بیٹا اور اُنکی مدت سلطنت ۴۰۰ سال ۸ ماہ ۳ روز۔

(۱) آدت پنوار	۹۹ سال ۸ ماہ ۳۰ روز	(۱۰) چترکوٹ	یک سال
(۲) برہواج	۳۰۰ سال ۵ ماہ ۲۰ روز	(۱۱) گنگ سین	۹۹ سال
(۳) آدت برمہ	۹۰ سال	(۱۲) چندر پال از قوم (۱۱)	۱۰۰ سال
(۴) سدھ برہ شنگھ	۱۰۰ سال	(۱۳) مہندر پال	۸ سال
(۵) ہمرتہ	۱۰۰ سال	(۱۴) کرم چند از قوم (۱۳)	ایک سال ایک روز
(۶) گنگ ہرب	۵۳ سال	(۱۵) بھجے نند	۱۰ سال
(۷) بکرماجیت	۱۰۰ سال ۲۵ ماہ ۳۰ روز	(۱۶) منج	۰
(۸) جیت سین از قوم (۸)	۹۹ سال ۳ ماہ ۲۰ روز	(۱۷) بھوج	۱۰۰ سال
(۹) کوک سین	۸۵ سال	(۱۸) جے چند	۱۰ سال ۲ روز

پنوار کی قوم میں سے ۱۸ راجاؤں نے ۱۰۶۲ سال ۱۱ ماہ ۱۵ روز راج کیا۔

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) جیت پال توںور	۵ سال	(۷) ہرنے بنکھل از قوم (۶)	۵ سال
(۲) انا جو از قوم (۱)	۵ سال	(۸) رائے سکن پال	۵ سال
(۳) انا جو	۱ سال ۳ روز	(۹) رائے کرت پال	۵ سال
(۴) انا جو	۲۰ سال	(۱۰) رائے نیک پال	۴۰ سال
(۵) ہیندر از قوم (۴)	۳۰ سال	(۱۱) کنور پال	ایک سال
(۶) انا جھاور	۵ سال		

قوم توںور میں سے گیارہ راجاؤں نے ۱۴۲ سال ۳ روز راج کیا۔

(۱) راجہ بگھ یا چوہان	۱۰ سال	(۷) جلدیو	۱۰ سال
(۲) بگھ تدبیر اوز از (۱)	۱۰ سال	(۸) مانک دیو	۹ سال
(۳) ہردیو	۱۵ سال	(۹) کیرت دیو	۱۱ سال
(۴) باسدیو	۱۶ سال	(۱۰) پتھورا از قوم (۹)	۲۱ سال
(۵) سرکی دیو	۱۵ سال	(۱۱) مالدیو	۹ سال
(۶) ہرم دیو	۱۴ سال		

چوہان کی قوم میں سے ۱۱ راجاؤں نے ۱۴۰ سال سلطنت کی۔

(۱) فتح شاہ	۴۰ سال	(۶) ہرچند	۲۰ سال
(۲) ہرم راج سود	۲۰ سال	(۷) کیرت چند	۲ سال
(۳) علاء الدین نبیرہ شیخ شاہ	۲۰ سال	(۸) اگرسین	۱۳ سال
(۴) کمال الدین	۱۲ سال	(۹) سورج نند	۱۲ سال
(۵) جیت پال چوہان	۲۰ سال	(۱۰) پترسین	۱۰ سال

دس فرمانروایوں نے ۱۹۹ سال سلطنت کی۔

(۱) جلال الدین	۲۲ سال	(۵) ہیر سال	۱۹ سال

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۲) عالم شاہ	۲۲ سال	(۶) ناپورجل	۲۹ سال
(۳) اجپرکیسن پسر سین	۹ سال	(۷) ہرنند	۹۲ سال
(۴) نرباہن	۲۰ سال	(۸) سکت سنگھ	۶۰ سال
(۵) بیر سال	۱۰ سال	۸ حکمرانوں نے ۴۴۱ سال سلطنت کی۔	

شجرہ مسلمان بادشاہوں کا ۶۸۹ھ سنہ سے ۹۴۱ھ سنہ ۱۵۳۴ء تک

نام فرماں روا	مدت سلطنت	نام فرماں روا	مدت سلطنت
(۱) ہوشنگ شاہ	ہفت ماہ	(۱۰) سلطان ناصر الدین	۱۱ سال ۹ ماہ ۳ روز
(۲) دلاور خاں غوری	۱۰ سال	(۱۱) سلطان محمود	۳۰ سال ۹ ماہ ۱۱ روز
(۳) ہوشنگ شاہ	۲۷ سال	(۱۲) محمود شاہ	۳۰ سال
(۴) محمود شاہ	ایک سال چھ ماہ	(۱۳) شجاعت خاں ذی الاقبال خاں	۱۰ سال
(۵) سلطان محمود	۲۰ سال	(۱۴) بازبہادر	
(۶) سلطان غیاث الدین بن سلطان ناصر الدین	۳۰ سال		

(۱۱) بادشاہوں نے ۴۰ سال ۲ ماہ ۴ روز فرمانروائی کی۔

کئے میں کہ سنہ ہجری سے دو ہزار ۳ سو ۵۵ سال ۵ ماہ ۲۷ روز پہلے ایک ریاضت گر جہاں نے آتشکدہ روشن کیا اور خدا کی پرستش کی۔ نفس کہ ہزاروں طرح کے فتنے برپا کرتا ہے اسکی گذارش پر وہ بڑی ہمت کرتا۔ بہت آدمی سعادت کے تلاش کرنے والے اس کے گرد جمع ہوئے اپنے گھلانے میں گرم رہتے اس عرصہ میں گرو بودھ کی جان کو درد ہوا اور اونھوں نے برکرت سے فریاد کی کہ اس آتشکدہ میں ہزاروں جانیں سیلاب آتش میں جاتی ہیں یہ بہتر ہوگا کہ برہمنوں کی مت کا ناش کیا جاوے اور جانداری میں جہا نبانی کی جائے۔ عالم نے ان کی گذارش کو مان لیا۔ اور آدمیوں کو اس سے کام و ناکام روک دیا۔ سوختگان خشیں نفس چارہ سازی کی تدبیر میں لگے ایک زبردست کے طلب گار ہوئے کہ وہ بودھ والوں کو زیر کرے اور برہمنوں کے مذہب کو رواج دے خدا تعالےٰ نے اس برین افسردہ آتشکدہ سے ایک آدم پیکر پیدا کی چہرہ پر فرہ ایزدی تھا اور ہاتھ میں شمشیر آبدار تھی۔ تھوڑے دنوں میں فرمانروا ہوگیا اور آئین برہمن کو از سر نو رواج دیا(۱) اسی کا نام تھا اوس نے دکھن سے آن کر مالوہ کو تخت گاہ بنایا۔ بہت دنوں جیا پانچویں نسل میں (۵) پنرانج کے کوئی بیٹا نہ تھا بزرگوں نے (۱۰) آدت پنوار کو جانشین کیا اس راجا سے تمام کی مرزبانی کا آغاز ہوا ہمر نہ کی جان لڑائی میں گئی تو گنڈ ہرب کو راجہ بنایا کہتے ہیں کہ یہ وہی ہمر تہ ہے کہ جس کو دادا رے ہمال نے پیکر گنڈ ہرب میں دیوتا کا اوتار بنایا اور پھر اس کو قالب انسانی نپہایا اور اس نام سے وہ شہرہ آفاق ہوا اور داد و دہش سے سنے عالم کو آباد کیا اسکا بیٹا (۱۰) بکرماجیت ہوا جسنے بزرگوں کا نام روشن کیا اور بہت سا ملک فتح کیا۔ ہندو اسکی جلوس کی تاریخ سے سمبت کا آغاز کرتے ہیں۔ اور عجیب عجیب داستانیں اسکی بتاتے ہیں۔ فرض وہ نیرنج اور علم طلسم سے واقف تھا سادہ دلوں کو دام میں پھنسانا جانتا تھا (۱۲) چندر پال سے سلطنت کا والا پایہ پایا اوسنے ہندوستان کو اپنے ہاتھ میں لایا (۱۳) بکرماجیت کا دوست تھا ایک درخت کے نزدیک اوسکو ایک لڑکا جسکو ابھی ماں نے جنا تھا

ل گیا۔ اسنے اوسکو منجی بنایا (۱۰) منج نام رکھا۔ جب اُس کا وقت ناگزیر آیا تو اُس کا بیٹا بھوج خرد سال تھا اوسکا جانشین منج کو کر دیا۔ دکھن کی لڑائی میں اوسکی جان گئی۔

سنہ ۱۰۴۳ء میں بھوج اور جنگ آرا ہوا اور بہت ملک فتح کئے اور اوہ داد و دہش سے ورنگا۔ اوسکی علم کی قدر بڑھائی۔ پنڈتوں کی روزی کا بازار گرم ہوا انہیں کو سب پر غلبہ ہوا۔ پانچ سو ایک وہ حکمت شناس اُس کی سبھا میں وِدیا کا چرچا کہتے تھے۔ ان سب میں سرآمد بھرتری ہری تھا۔ وہ برہمن پال اوہنوں نے بڑے دلاویز سخن لکھے ہیں اور حقیقت جوبوں کے لئے دانائی کا دفتر چھوڑا ہے۔ جب بھوج پیدا ہوا تو جوتشیوں نے بڑی غلطی کی یا لوگوں کو اوسکی جنم کی گھڑی بتانے میں بھول ہوئی۔ جوتشیوں نے جمع ہو کر سود کو منحوس بتلایا۔ اوس کے غمخوار کو گزند پہنچانی کا خوف دلایا جان دوستی کے تعجب سے اس نوزاد اقبال کو خاکستان بیکسی اور زمین ناشناسائی میں ڈالا۔ اوسنے بہیں دست امکان کی وساطت بغیر پرورش پائی۔ بڑے ہو کر اوس زمانہ میں دانش منشوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اوس نے بھوج کا زائچہ طالع بہت غور کر کے کہا۔ اسکی بزرگ فرمانروائی۔ اور درازی عمر کی نوید سنائی۔ اس جنم پتر کے کرایہ کی رقم اوسنے ڈالدیا۔ اس کے پڑھنے سے مہر پدری جوش میں آئی۔ اوس نے اپنی انجمن کے پنڈتوں سے پوچھا کہ غلطی کہاں ہوئی جب وہ معلوم ہوگئی تو وہ خود رفتہ ہو کر بیٹے کو اٹھا لایا کہتے ہیں کہ جب بھوج آٹھ سال کا ہوا تو اس بے گناہ کی جان کے درپے منج ہوا۔ اوس نے اپنے رازداروں کو حوالہ کیا کہ پوشیدہ اسکو ہیستی سزا کو روانہ کریں جان کرایوں کو اوس پر رحم آیا اور اوسکو چھپایا۔ بھوج نے نصف شب وقت ایک نوشتہ منج کو دیا جسکے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ تو کرتا دھرتا ہے اور اپنی طبیعت کی تیزگی سے بزرگ کے نور سے دور ہو جاتا ہے کہ بیگناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ کرتا ہے کوئی فرمانروا ملک مال کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا کیا یہ جاننے سے تو یہ چاہتا ہے کہ تیری دولت جاوید ہو جائیگی اور تجھ کو گزند نہیں پہنچے گی جب راجہ نے یہ نامہ سنا تو شتاب خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اپنے محل سے جا نکلا ہوتے نکلتے فرمانبرداروں نے اس میں آثار راستی دیکھے تو سرگذشت کو تبلا دیا۔ راجہ نے سجدہ شکر ادا کیا

اور بھوج کی بزرگداشت کی اور اپنی جانشینی کے لئے نامزد کیا۔ جب بھوج کے بیٹے (۱۰۸۰ء) بچے چند کی فرمانروائی کا زمانہ ختم ہوا اور قوم پنوار میں کوئی تاجداری کے لایق نہ رہا۔ جیت تو نرکے زمینداروں میں تھا مرزبان بنایا۔ اور نیرنگی تقدیر سے فرماں روائی اس خاندان کے حصہ میں آئی۔ جب کنہرپال کی باری ہو چکی تو گروہ چوہان کے سر پر افسر سلطنت گذاری گیا (۱۱۹۱ء) الدیو کی فرماں دہی کے زمانہ میں غزنیں سے شیخ شاہ آیا اور مالوہ لے لیا اور ایک مدت دراز تک جیا۔ جب اسکی عمر پوری ہوئی تو اس کا بیٹا علاء الدین خرد سال تھا اس کا وزیر (۱۲۱۰ء) ہرم راج سود اسکا جانشین ہوا۔ جب علاء الدین بڑا ہوا تو وہ لڑا اور ناسپاس وزیر کو مارا۔ جیت پال جو مانک دیو چوہان کی نسل سے تھا وہ کمال الدین کا نوکر تھا۔ اسنے بدگوہری اور زبردستی سے اپنے خداوند کی جان گزائی کی اور سودمندی کے خیال سے زیان جاوید خریدا۔ پتر سین کے راج کی نوبت آئی تو ایک افغان نے چند بدذات اپنے یار بنائے اور فرصت پاکر راجہ کو شکار میں مار ڈالا۔ اور اپنا لقب جلال الدین رکھا۔ پتر سین نے اپنے بیٹے گوگ سین کی شادی کامرو کے خاندان میں کی تھی۔ یہاں کے راجہ نے نیک خدمتی کے سبب سے اوس کو اپنا ولی عہد کیا تھا۔ جب وہ مر گیا تو گوگ سین مسند آرا ہوا کین توزی کے سبب سے لشکر مالوہ میں لے گیا۔ نبرد گاہ میں عالم شاہ کی موت آئی (۱۲۳۱ء) سلطنت تنگ کے زمانہ میں بہادر شاہ ایک فرمان دہ دکھن سے آیا۔ مگر اسکا طومار زندگی یوں لپیٹا گروہ دہلی میں لشکر لے گیا اور سلطان شہاب الدین سے لڑا اور گرفتار ہوا۔ (۱۲۳۱ء) میں سلاطین دہلی میں سے اول سلطان غیاث الدین نے ملک مالوہ فتح کیا تھا (۱۲۹۹ء) میں سلطان محمد بن مراد شاہ ملک بادشاہان دہلی کے تصرف میں رہا۔ دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین ہے سلطان شہاب الدین غوری کی اولاد میں سے تھا۔ وہ سلطان محمد کی طرف سے اس ملک میں حکومت کرتا تھا اوسکے مرنے کے بعد وہ خود سر ہو گیا۔ اوس کے بعد گیارہ فرماں رواؤں نے (۱۵۶۱ء) تک آٹھ اشخاص حکومت کی۔ اس مدت میں کچھ دنوں بہادر شاہ اور ہمایوں بادشاہ مالوہ کی حکومت پر فائز ہوئے کہتے ہیں کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ جب فرار ہوا تھا تو جس جماعت نے

اس حال میں اوسکی ہمراہی کی تھی اور حق وفا اسکا ادا کیا تھا۔ اوسنے اپنے بادشاہ ہونے پر ہمیں سے ہر ایک آدمی کے حق میں رعایت کی چنانچہ خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر وزیر کل کیا۔ ظفر خاں بن وجیہ الملک کو حاکم گجرات اور خضر خاں کو حاکم ملتان اور دلاور خاں کو حاکم مالوہ مقرر کیا۔ آخر الامر یہ چاروں آدمی شاہی کے مرتبہ پر پہنچے۔

دلاور خاں غوری کا ذکر

سنہ ۸۰۱ھ میں دلاور خاں مالوہ میں آیا اور اپنی رائے صائب کی قوت سے اور بازوئے شجاعت سے ملک مالوہ کا انتظام کیا۔ حشم وخدم کو فراہم کیا اور اس ملک کی اطراف میں جو لوگ غلبہ رکھتے تھے اونکو مغلوب کیا۔ جب سلطان محمد کا انتقال ہوا اور دہلی کی سلطنت پراگندہ ہوئی اور ہندوستان میں ملوک طوائف کا ظہور ہوا تو اوس نے والی دہلی کی اطاعت سے سر نکالا اور استقلال کا دعوی کیا اور آداب ملک داری کو بادشاہوں کے طور پر اختیار کیا۔ اپنا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلایا۔ مہموں کامیاب رہا۔ اوسکو شوق تھا کہ منڈو کو دار الملک بنائے اسلئے کبھی کبھی اوسمیں عمارتیں بنواتا۔ ۸۰۴ھ میں ناصر الدین محمود بادشاہ دہلی صاحبقراں سے بھاگ کر گجرات گیا اور وہاں سے مالوہ میں آیا تو دھار میں دلاور خاں نے اوسکی بڑی خاطر داری کی۔ تمام نقد وجواہر سلطان کے روبرو لایا اور کہا کہ یہ سب حضور کے ہیں بندہ آپ کا غلام اور جمیع میرے اہل حرم آپ کی کنیزیں ہیں۔ ناصر الدین محمود نے بقدر ما یحتاج لے لیا باقی کو واپس کیا بادشاہ محمود کو امراء دہلی نے بلایا تو وہ ۸۰۶ھ میں دلاور خاں سے رخصت ہوا۔ الپ خاں اسکے بیٹے کو بادشاہ محمود کی اس قدر خاطر داری پسند نہ تھی اسلئے وہ منڈو چلا گیا تھا۔ جب بادشاہ چلا گیا تو وہ باپ پاس آگیا۔ اس تین برس کے عرصہ میں منڈو میں الپ خاں نے ایک حصار نہایت مستحکم سنگ اور گچ سے تعمیر کرایا ۸۰۷ھ میں دلاور خاں نے وداعیت حیات سپرد کی۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ الپ خاں نے اوسکو زہر دلوایا تھا ایام حکومت اسکے دو سال تھے جنمیں مدت سلطنت چار سال کچھ زائد تھی۔

ذکر سلطنت سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں

باپ کے مرنے کے بعد الپ خاں نے حکومت مالوہ کا علم بلند کیا۔ اور اپنے تئیں سلطان ہوشنگ ملقب کیا امرا اور بزرگوں نے اس سے بیعت کی اور اوسکی اطاعت قبول کی۔ لیکن ابھی مہمات سلطنت اور اساس دولت نے استحکام نہیں پایا تھا کہ مخبروں نے خبر دی کہ شاہ مظفر گجراتی کو یہ خبر پہونچی کہ الپ خاں نے اپنے باپ دلاور خاں کو دنیا کے لالچ سے زہر دیدیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ سلطان ہوشنگ اپنا لقب رکھا۔ اس سبب سے کہ دلاور خاں غوری اور شاہ مظفر گجراتی میں بھائی چارا تھا۔ سلطان مظفر لشکر لے کر اس طرف متوجہ ہوا۔ اور سلطان ہوشنگ بھی جنگ کے آہنگ سے قلعہ دھار سے برآمد ہوا ۸۱۰ھ میں طرفین سے صفیں آراستہ ہوئیں گھمسان لڑائی ہوئی۔ سلطان مظفر زخمی ہوا۔ سلطان ہوشنگ گھوڑے سے گرا۔ مگر اُسپر بھی دونوں میں سے کوئی متزلزل نہیں ہوا کہ لڑائی سے ہاتھ اوٹھاتا۔ مگر آخر کو سلطان مظفر کو فتح وظفر ہوئی۔ ہوشنگ مقید ہوا۔ موکلوں کے حوالہ ہوا۔ سلطان مظفر نے اپنے بھائی خان اعظم نصرت خاں کو قلعہ دھار میں حاکم بنایا۔ سپاہ مالوہ کو اپنا مطیع کیا۔ اور گجرات کو چلا گیا۔ نصرت خاں ناکردہ کار تھا۔ رعایا کے مقدور سے زیادہ محصول مانگا اور بد سلوکی اختیار کی۔ پہلے اس سے کہ سلطان مظفر گجرات میں پہونچے۔ لشکر مالوہ نے نصرت خاں کو دھار سے باہر نکال دیا۔ اس سبب سے کہ نصرت خاں نے اس ناحیہ میں توقف کیا تھا ولایت مالوہ سے باہر نہیں جاتا تھا اسکا تعاقب ہوا۔ اور اوسکے پس ماندوں کو آزار پہونچایا۔ شاہ مظفر کے فوت کے بعد نصرت خاں نے قلعہ منڈو میں اقامت اختیار کی۔ اور اونہوں نے سلطان ہوشنگ کے چچا کے بیٹے موسیٰ کو سردار بنالیا۔ اس خبر کے آنے کے بعد سلطان ہوشنگ نے وعظ اپنے قلم سے لکھ کر سلطان کی خدمت میں بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ خداوند جہاں نصیر کے باپ اور چچا کی جگہ میں آپ سے اہل غرض نے بعض باتیں میری طرف سے لگادی ہیں خدا خوب جانتا ہے کہ وہ خلاف واقعہ ہیں۔ ان ایام میں سُنا گیا کہ امرا مالوہ سے خان اعظم کی نسبت بے اعتدالی کی ہے۔ موسیٰ کو سردار بنایا ہے۔ ولایت مالوہ پر وہ متصرف ہوئے ہیں۔ اور استقلال کا دم بھرتے ہیں۔ اگر فقیر کو قید سے بحال کر احسان کی

قید میں ڈالیں تو ممکن ہے کہ یہ ملک ہاتھ میں آجائے۔ سلطان نے ایک سال کے بعد ہوشنگ کو قید سے نکال کر اس سے عہد لیا اور سب سامان سرانجام کرکے ۸۱۱ھ میں اوسکو روانہ کیا اور احمد شاہ کو اوسکی کمک کے لئے روانہ کیا۔ احمد شاہ نے دھار اور اوسکے نواح کو تصرف میں لاکر ہوشنگ کو تمکین کیا اور خود مراجعت کی سلطان ہوشنگ کچھ دنوں دھار میں ٹھیرا۔ جب خاصہ خیلکی جماعت اس پاس جمع ہوئی تو اوسنے قلعہ منڈو سے بھی امراء کو ان کی استمالت کرکے بلایا مگر وہ اس سبب نہ آسکے کہ سارے اہل وعیال اونکے قلعہ منڈو میں تھے۔ سلطان ہوشنگ قصبہ دھار سے قصبہ منڈو میں گیا۔ اوس کا محاصرہ کیا۔ ہر روز اوس کے آدمی مجروح ہوتے اور کچھ کام نہ بنتا۔ اسواسطے سلطان ہوشنگ کی صلاح یہ ہوئی کہ وسط ولایت میں جاکر قیام کرے اور قصبوں اور پرگنوں میں اپنے آدمی بھیجکر متصرف ہو اس درمیان میں ملک منیث نے کہ سلطان ہوشنگ کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ ملک خضر عرف میاں آغا سے مشورہ کیا کہ اگرچہ موسیٰ خاں شائستہ جوان ہے اور ہمارے اموں کا بیٹا ہے لیکن سلطان ہوشنگ مردانگی اور فرزانگی اور دانشوری اور بردباری میں سب پر سبقت لے گیا ہے اور یہ مملکت ارثاً اور اکتساباً اوسکو پہنچتی ہے اور سوا اسکے اسنے لڑکپن میں میری ماں کی گود میں پرورش پائی ہے صلاح یہ ہے کہ خان مملکت اور فرمانروائی اوسکے اقتدار کے ہاتھ میں دیجائے۔ میاں آغا نے اونکی رائے سے اتفاق کیا وہ قلعہ منڈو سے نکلکر سلطان ہوشنگ سے ملے۔ سلطان ہوشنگ نے ملک منیث سے اپنی نیابت دینے کا وعدہ کیا جس سے وہ مسرور وخوشحال ہوا۔ موسیٰ خاں نے مایوس ہوکر قلعہ منڈو خالی کردیا اور خود باہر چلا گیا۔ سلطان ہوشنگ اپنی دارالامارت منڈو میں آنکر ٹھیرا ملک منیث کو ملک ثروت کا خطاب دیا اور وزارت اوسکو تفویض کی اور کل امور میں اپنا نائب ومقام مقام کیا۔

۸۱۲ھ شاہ مظفر نے رحلت کی۔ احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کو شاہی ملی۔ ہوشنگ نے حقوق تربیت مظفر شاہی کو اور اعانت احمد شاہی کو بالائے طاق رکھا۔ کینہ ویرینہ نے اوسکو اسپر آمادہ کیا کہ دیار گجرات میں جاکر ملکت میں خلل پیدا کرے۔ سلطان احمد شاہ اس خبر کو سنکر

لشکر گراں کے ساتھ بہروچ میں گیا اوسکو محاصرہ کیا۔ فیروز خاں وہیبت خاں سپاہ احمد شاہی کی ہیبت وکثرت بسطوت کے خوف سے احمد شاہ سے جاملے۔ سلطان ہوشنگ مراجعت کرکے دھار میں چلا آیا۔ ابھی عوق تشویش وخجالت اسکی پیشانی پر خشک نہیں ہوا تھا کہ پھر اعمال شنیعہ شروع کئے۔

۸۱۳ھ میں اسنے سنا کہ احمد شاہ گجراتی راجہ جالوارہ سے لڑنے گیا ہے اوسنے اوس کے محاصرہ میں لگ رہنے اسی حال میں جالوارہ کا خط استعانت کی درخواست میں آیا اور راجہ کے ایلچی نے کمک کے باب میں مبالغہ حد سے زیادہ کیا۔ سلطان ہوشنگ نے مقدمات سابق کو فراموش کرکے لشکر کا سامان درست کیا اور پھر گجرات کی طرف چلا اور ان ممالک میں بہت خرابی مچائی۔ سلطان احمد شاہ بجرد اس خبر کے سننے کے ہوشنگ کے دفع کرنے پر متوجہ ہوا۔ جب یہ دونوں قریب ہوئے اور راجہ جالوارہ سے کوئی مدد نہیں پہنچی تو سلطان ہوشنگ نے بے اختیار اپنے ملک کو مراجعت کی اور اس مدت میں نصیر خاں فاروقی پسر کلاں حاکم خاندیس کا قصد یہ تھا کہ قصبہ تال نیر کو کہ اوسکے باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو دیا تھا اوس سے چھین لے۔ ہوشنگ سے نصیر خاں کمک کا طالب ہوا۔ اوسنے اپنے بیٹے غزنین خاں کو پندرہ ہزار سوار کے ساتھ اوس کی مدد کو بھیجا اس مدد کے سبب سے نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تال نیر کو لے لیا اور حوالی سلطان پور میں گیا۔ سلطان احمد شاہ اونکی تادیب کے لئے روانہ ہوا۔ زمینداران گجرات خصوصاً راجہ جالوارہ وراجہ تمو آباد وچمپانیر وراجہ ناوودت وایدر نے خدمت پاکر پے در پے عرائض سلطان ہوشنگ کی خدمت میں بھیجیں کہ اول مرتبہ خدمت گزاری میں تساہل وتجاہل ہوا مگر اس مرتبہ جانسپاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوگا۔ اگر جناب گجرات کی طرف متوجہ ہوں تو چند رہبر روانہ کیجائیں کہ آپ کو اور آپکے لشکر کو اس راہ سے لے جائیں کہ ملک گجرات تک میں آپکے پہنچ جانے کی خبر سلطان احمد شاہ کو نہ ہو چونکہ خجالت لاحق علاوہ عداوت سابق کے تھی سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کرکے ۸۱۴ھ میں بڑی شان وشوکت سے مہراسہ کی راہ سے گجرات جانے کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً انہیں ایام میں سلطان پور ونددربار کی حوالی میں سلطان احمد آیا ہوا تھا غزنین خاں مالوہ کو بھاگا۔ نصیر خاں فاروقی اسیر کو گیا۔ جب سلطان احمد شاہ کو خبر پہونچی کہ

سلطان ہوشنگ بہروچ میں ہے تو اوس کے فساد مٹانے کو مقدم جانا اور بہت جلد وہ بہروچ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور باوجود بارش کی کثرت کے ایلغار کرکے وہ پہنچا۔ جب جاسوسوں نے ہوشنگ کے احمد شاہ کے آنے کی اطلاع دی تو مضطرب ہوا جن زمینداروں نے عرائض بھیجکر فتنہ وفساد اٹھایا تھا اون کو اپنے پاس طلب کیا جب اُن میں بولے خیر نہ دیکھی تو اُن کو ناسزا باتیں کہیں اور نصیحت وہدایت کی اور جس راہ سے گیا تھا اوسی راہ سے گدی کہجاتا ہوا چلا آیا۔ سلطان احمد شاہ نے بہروچ میں چند روز لشکر کے جمع کرنے کے لئے قیام کیا۔ ماہ صفر ۸۲۲ھ کو مالوہ کی طرف متوجہ ہوا متواتر کوچ کرکے کالیادہ کے نواح میں آیا۔ سلطان ہوشنگ جنگ کا آہنگ کرکے چند منزل آگے آیا مگر لڑکر منڈو کو بھاگا۔ سلطان کی سپاہ نے اُس کا تعاقب قلعہ منڈو کے دروازہ تک کیا۔ اوسکو بہت غنیمت ہاتھ لگی۔ خود ظفر آباد نعلچہ تک آیا چند روز یہاں توقف کیا۔ اطراف ولایت میں افواج بھیجی۔ چونکہ قلعہ منڈو نہایت مستحکم تھا تو وہ دھار کی طرف چلا گیا وہاں سے اودین جانا چاہتا تھا کہ برسات کا موسم آگیا۔ امراء وزراء نے سلطان کو صلاح دی کہ باقی گجرات چلے سال آیندہ میں مفسدوں کو سزا دے کر مالوہ کی تسخیر میں مصروف ہوجئے سلطان احمد شاہ گجرات میں آیا۔ اسی سال میں ملک محمود فرزند ملک مغیث کی پیشانی میں نجابت وکاردانی کے آثار ہوشنگ نے دیکھے تو اوسکو محمود خاں کا خطاب دیا اور باپ کے ساتھ مہمات ملکی میں شریک کیا۔ جب سلطان کہیں جاتا تو ملک مغیث کو قلعہ میں چھوڑ جاتا اور محمود خاں کو ہمراہ لے جاتا۔ آخر سال میں سلطان احمد نے چاہا کہ ولایت مالوہ میں آنکر جو کچھ کرسکوں اسمیں تقصیر نہ کروں۔ سلطان ہوشنگ نے اوسکے ارادہ سے آگاہ ہوکر تحفے وہدیے بھیجے۔ اور صلح کا طالب ہوا۔ سلطان احمد نے پیشکش لے لی اور صلح قبول کرلی ۸۲۳ھ میں سلطان ہوشنگ سرحد برار میں قلعہ کیرلہ پر لشکر لے گیا۔ یہاں کے حاکم نرسنگہ رائے نے پچاس ہزار پیادے اور سوار لڑنے کے لئے بھیجے۔ سخت لڑائی کے بعد سلطان ہوشنگ نے فتح پائی۔ نرسنگہ رائے نے شکست پائی سلطان نے قلعہ سارنگ گڈھ کو کہ نرسنگ رائے سے تعلق رکھتا تھا احاطہ کیا اور مفتوح کیا خزانہ وہ نامی ہاتھی لے قلعہ کیرلہ میں نرسنگ رائے کا بیٹا تھا اوسکو مطیع وباج گزار کیا اور خود منڈو میں چلا آیا۔

۸۲۵ھ ۱۴۲۱ء میں سلطان نے ایک ہزار سوار اپنے لشکر میں سے لئے اور سوداگروں کے لباس میں گجرات جانچ نگر کو کہ ایک مہینے کے رستہ پر تھی روانہ ہوا۔ نقرہ رنگ کے گھوڑے جو یہاں کے راجہ کو بہت پسند تھے اور کچھ متاع جو اس ملک میں لوگ پسند کرتے ساتھ لیں۔ سلطان کی غرض اس سفر سے یہ تھی کہ ان گھوڑوں اور متاع کے عوض میں منتخب ہاتھی ہاتھ آجائیں تو اون کی قوت سے سلطان احمد گجراتی سے انتقام لیا جائے وہ جانچ نگر کی حوالی میں پہنچا اور راجہ پاس آدمی بھیجکر اطلاع دی کہ ایک بڑا سوداگر ہاتھی خریدنے اور گھوڑے نقرہ رنگ وسبزہ رنگ کے اور اور قماش ومتاع بیچنے لایا ہے۔ رائے جانچ نگر نے پوچھا کہ یہ سوداگر دور کیوں پڑا ہے۔ اسکا جواب آیا کہ بہت سے سوداگر اوسکے ساتھ ہیں آب وصحرا دیکھکر اُسنے یہ منزل پسند کی ہے۔ اس ملک کی رسم تھی کہ اگر کوئی سوداگر معتبر آتا اور گھوڑے اور اسباب لاتا تو راجہ آدمی پہلے سے اس پاس بھیجتا کہ فلاں دن وہ گھوڑوں کے زین لگائے اور اسباب کو رُوئے زمین پر لگائے۔ راجہ سوار ہوکر گھوڑوں اور اسباب کو دیکھے گا۔ وہ وقت موعود پر آتا جو کچھ پسند کرتا۔ اوس کو ہاتھیوں سے معاوضہ کرتا۔ یا نقد قیمت دیتا۔ اس قاعدہ کے موافق راجہ نے ہوشنگ کو اطلاع دی کہ فلاں روز قافلہ تیرا آوں گا گھوڑے تیار رہیں اسباب زمین پر لگایا جائے۔ میں ملاحظہ کرکے اوس کے عوض ہاتھی یا نقد قیمت دونگا سلطان نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ جو راجہ کہے وہ کرنا چاہئے راجہ نے آنے کا دن مقرر کیا۔ اور قافلہ میں چالیس ہاتھی بھیجے کہ اونکو اچھی طرح سے دیکھ بھال لیں اور اپنے گھوڑوں کو تیار رکھیں اور اسباب کو کھول کر زمین پر رکھیں برسات کا موسم تھا سلطان ہوشنگ نے عذر کیا کہ ہوا اور ابر ہے مبادا ہمارے اقمشہ ضائع ہوں۔ مگر راجہ کے آدمیوں نے فصلی کرکے اسباب کھلوایا۔ اس اثناء میں راجہ پانچسو آدمیوں کے ساتھ آیا۔ اور اشیاء کے دیکھنے میں مشغول ہوا۔ مینہ موسلا دھار برسنے لگا اور بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے ہاتھی بھاگے اسباب جو زمین پر تھا وہ ہاتھیوں کے پاؤں تلے آنکر سب خراب ہوگیا لشکریوں نے کہ سوداگروں کے لباس میں تھے غل مچایا۔ سلطان ہوشنگ نے اپنی ڈاڑھی کے بال نوچ کر کہا کہ جس حال میں ہماری متاع خراب ہوگئی ہو ہم زندہ رہنا نہیں چاہتے

پس اپنی جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوکر راجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ راجہ کے اوسان اُڑ گئے کہ یکایک یہ بلا سر پر آئی۔ لڑائی ہوئی راجہ کے کچھ آدمی مارے گئے کچھ بھاگ گئے راجہ زندہ گرفتار ہوا سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا کہ میں سلطان مالوہ ہوں ہاتھیوں کے خریدنے کے لئے آیا تھا اب یہ اسباب غنیم ہوا ہے چار تجھے گرفتار کیا۔ راجہ نے ہوشنگ کی جرأت پر تعجب کیا۔ اوسنے آدمی کو بھیجکر اپنے ہاتھی منگائے۔ ۵۰ ہاتھی سلطان ہوشنگ پاس آئے۔ وہ راجہ کو اوسکے راج کی سرحد تک لے گیا۔ اور پھر اوسکو رخصت کیا۔ راجہ کو ہوشنگ کی شجاعت پسند آئی اسلئے اوسنے پیشکش بھیجے اور آس پاس بھیجے۔ سلطان ہوشنگ نے سُنا کہ سلطان احمد گجراتی مملکت کو خالی دیکھکر اوہیں آیا ہے۔ منڈو کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ جب ہوشنگ کھیرلہ پر متصرف ہوا اور وہاں کے راجہ کو مقید کیا اور معتبر آدمیوں کے سپرد کیا تو لشکر جو مالوہ سے آیا تھا اوسکو ساتھ لے منڈو کو روانہ ہوا۔ جب اوسکے نزدیک آیا تو سلطان گجراتی نے امراء و سپاہ کو مورچوں سے لڑنے کو بلایا مگر ہوشنگ لڑائی کی طرف متوجہ نہ ہوا قلعہ میں چلا آیا۔ قلعہ منڈو کا حال یہ ہے کہ وہ ایک بہت اونچے پہاڑ پر بنا ہوا ہے جس کا ۱۹ کروہ احاطہ ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ بجائے خندق کے اس کے گرد نہ ک ہے۔ قلعہ کے اندر آب و علف بہت ہے اس قدر زمین میں گنجائش ہے کہ وہاں کھیتی بھی ہوسکتی ہے۔ کوئی لشکر اس کا محاصرہ تمام و کمال نہیں کرسکتا۔ اکثر مواضع نواحی اس لایق نہیں ہیں کہ ان میں کوئی اترسکے دکنی دروازہ اس کا نارا پور کا دروازہ مشہور ہے۔ ایسا دشوار گذار ہے کہ سوار بھی مشکل سے جاسکتا ہے۔ اسکی جس طرف سے جانا چاہو ایک کروہ بلندی کو طے کرنا پڑتا ہے آدمی جو راہوں کی حفاظت کرتے ہیں اونکے درمیان پہاڑوں کے حائل ہونے کے سبب سے ایسی ہی دوری رہتی ہے کہ اونکو آپس میں ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوتی۔ دہلی دروازہ اسکا بہ نسبت اور راہوں کے آسان گذار ہے۔ سلطان احمد نے محاصرہ میں کچھ فائدہ نہ دیکھا وہ ملک کی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا۔ اجین میں ہوکر سارنگ پور میں آیا۔ سلطان ہوشنگ بھی ایک اور راہ سے سارنگ پور میں آیا۔ اور از راہ فریب سلطان احمد شاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اسلام کا

حق ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔ ہماری ولایت کا تاراج کرنا اور اہل ولایت کا خون کرنا وبال بہت رکھتا ہے۔ جنگ صف میں جماعت جماعت و فوج فوج مسلمان زخمی ہوتے ہیں لایق و انسب یہ ہے کہ اب آگے آپ خرابی کے درپے نہوں اور اپنے دار الملک کو تشریف لے جائیں تب قلب ایجی اور پیشکش بھیجی جائے گی۔ سلطان احمد شاہ نے اُس کی باتوں کا اعتماد کرلیا اور اس رات کو اپنے لشکر کی محافظت و حزم و احتیاط میں کاہلی کی۔ اس پر سلطان ہوشنگ نے فرصت پاکر ۱۲۔ ماہ محرم کو ۹۲۷ھ کو شب خون مارا۔ گجراتی غافل تھے بہت آدمی مارے گئے۔ سلطان احمد کی بارگاہ کے قریب رائے سامت اجہ ڈنڈہ عرف کری پالیہ راجپوتوں کے ساتھ مارا گیا۔ جب سلطان احمد شاہ سراپردہ سے نکلا تو اُسنے ایک اور ہی عالم دیکھا۔ لشکریں سے ایک آدمی کو ساتھ لیکر وہ صحرا میں ٹہیرا۔ صبح کو آدمی اوس پاس جمع ہوئے تو اوسنے ہوشنگ کی فوج پر تاخت کی معرکہ جدال و قتال ایسا گرم ہوا کہ دونوں بادشاہ زخمی ہوئے۔ آخر کو ہوشنگ کو فیروز جنگ نہ تھا قلعہ سارنگ پور میں آیا گجراتیوں کو سات جنگی فیل اور اور غنائم ہاتھ لگیں۔ بعد اس فتح کے ۴۔ ربیع الاول کو سلطان عازم گجرات ہوا۔ جب ہوشنگ کو یہ خبر ہوئی تو غرور و دلیری سے تعاقب کیا۔ بہت پس ماندوں کو ہلاک کیا۔ سلطان احمد نے ناچار پھر کر لڑائی شروع کی۔ صدمہ اول میں سلطان ہوشنگ کے مقدمہ کے بہت آدمی غنیم نے ہلاک کئے۔ سلطان احمد نے خود میدان جنگ میں جاکر فتح حاصل کی سلطان ہوشنگ کا بازوئے شجاعت سُست ہوا۔ قلعہ سارنگ پور میں پناہ لی۔ اس لڑائی میں چار ہزار تو سو مالوی مارے گئے۔ ان سب کا اسباب گجراتیوں کو ہاتھ لگا۔ سلطان احمد اپنی مراد کو نہ پہنچا۔ سلطان ہوشنگ منڈو میں آیا۔ شکست و ریخت کو درست کیا۔ سلطان ہوشنگ کے جاج نگر جانے کی اور پائے حصار میں آنے کی اور اور روایات جو ضعف سے خالی نہیں وہ تاریخ گجرات میں بیان ہوئیں یہاں اون کے مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی سال میں سلطان ہوشنگ نے قلعہ گاگرون تھوڑی مدت میں فتح کرلیا اور یہاں سے قلعہ گوالیار کی طرف تسخیر کے عزم سے کوچ کیا اور ایک مہینہ چند روز تک اُسنے محاصرہ کیا

کی دوسنے یہ سُنا کہ سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں راجہ کی مدد کو بیانہ کی راہ سے آتا ہے تو سلطان ہوشنگ محاصرہ کو چھوڑ کر دھولپور تک اُس سے لڑنے گیا۔ مگر چند روز کے بعد صلح درمیان آیا آپس میں ایک دوسرے نے تحفے دئے اور اپنے اپنے دارالملک کو روانہ ہوئے۔ ۸۳۲ھ کو احمد شاہ بہمنی والی دکن نے کیرلہ کی تسخیر کے لئے کوچ کیا۔ یہاں آنکر اوسکو احاطہ کیا۔ ضابطہ حصار پسر نرسنگ رائے مقتول نے جو سلطان ہوشنگ کے حکم سے یہاں کا حاکم تھا اپنا آدمی بھیجکر سلطان ہوشنگ سے امداد طلب کی۔ سلطان ہوشنگ اس طرف روانہ ہوا کیرلہ کے نزدیک آیا تو دکھنیوں نے اپنی ولایت کو مراجعت کی سلطان ہوشنگ نے اوس کو دکھنیوں کی خبر پر حمل کیا۔ رائے کیرلہ نے اوسکو اغوا کیا وہ دکھنیوں کے تعاقب میں گیا۔ دکھنیوں نے لاکر اوسکو شکست دی اور سارا اسباب اوسکا چھین لیا وہ بھاگا اوسکی کل عورتیں اور لڑکیاں دکھنیوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئیں۔ سلطان احمد شاہ دکنی نے اِن عورتوں کی بڑی مہمانداری کی اور ہر ایک کو زریں جامے دئے اونکے ساتھ اپنے پانچ سو سوار اور ایک امین ہمراہ کیا اور سلطان ہوشنگ پاس بھجوا دیا۔

۸۳۳ھ میں کالپی کی تسخیر کے قصد سے سلطان ہوشنگ منڈو سے روانہ ہوا۔ کالپی میں سلطان مبارک شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے عبدالقادر حاکم تھا۔ جب اس نواحی میں آیا تو اُسنے سُنا کہ سلطان ابراہیم شرقی بھی اپنے دارالملک جونپور سے کالپی کی تسخیر کے ارادہ سے کوچ پر کوچ کئے چلا آتا ہے سلطان ہوشنگ نے اسکے دفع کرنے کو کالپی کی تسخیر کو مقدم جانا۔ جب دونو لشکر نزدیک ہوئے اور آجکل میں لڑائی ہونے والی تھی کہ شاہ ابراہیم شرقی کو خبر ہوئی سلطان مبارک شاہ فرمانروائے دہلی جونپور کا عازم ہے اس لئے سلطان ابراہیم جونپور کو واپس چلا گیا۔ سلطان ہوشنگ نے بے نزاع کالپی پر قبضہ کیا اور وہاں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا چند روز یہاں رہکر عبدالقادر ہی کو جو سابق میں ضابطہ کالپی تھا اپنی طرف سے یہاں حاکم مقرر کیا۔ مالوہ کو مراجعت کی اثنار راہ میں تھانہ داروں کی عرائض آئیں کہ گوڈ جاجیہ کی جانب سے تمردوں نے آکر مالوہ میں بعض مواضع اور قریات کو حوض بیم تک اپنا

لیا وہ ماوا بنا رکھا ہے۔ اِن عرائض کے آنے کے وقت سلطان ہوشنگ کی اولاد میں نزاع ہوا۔ سلطان کے سات بیٹے اور تین لڑکیاں تھیں۔ تین بیٹے دختر عالم خاں حاکم اسیر سے پیدا ہوئے بڑے کا نام عثمان خاں و فتح خاں و ہیبت خاں تھے یہ باہم متفق تھے اور بیٹے احمد خاں و عمر خاں و بوا سحاق خاں۔ سب سے بڑے بیٹے غزنیں خاں کے ساتھ متفق تھے۔ عثمان خاں غزنیں خاں میں ہمیشہ نزاع رہتی اور امراء و سپاہ کی جماعتیں جدا جدا اونمیں سے ہر ایک کی طرفدار تھیں۔ سلطان ہوشنگ کو اس مخالفت سے کلفت تھی۔ ملک مغیث اور اوسکا بیٹا محمود خاں کہ نہایت عاقل و کاردان تھے سلطان کی استرضا میں کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ مکرر سلطان ہوشنگ کی زبان پر یہ بات آئی تھی کہ محمود خاں میری ولیعہدی کی لیاقت رکھتا ہے۔ ملک مغیث نے عرض کیا کہ شاہزادوں کو بقا ہم بندے ہیں سو اوجان نثاری اور خدمت گاری کے ہمارا کام اونمیں ہے۔ ایکدن کالپی کی راہ میں عثمان خاں نے برادر بزرگ غزنیں خاں سے بڑی بے ادبی کی۔ اوسنے اپنے ایک نوکر کو شہزادہ غزنیں خاں کے حرم میں بھیجا جسنے جاکر غزنیں خاں کو خوب گالیاں سنائیں جسکے سبب لوگوں میں خوب لکد کوب ہوئی۔ عثمان خاں باپ کے خوف سے بھاگ گیا۔ امراء سے وعدے و خوش سخن کرکے فریفتہ کیا اور غدر مچایا۔ سلطان ہوشنگ اور زیادہ خفا ہوا۔ ملک مغیث سے اس باب میں مشورہ کیا تو اوسنے کہہ دیا کہ اس قسم کی حرکتیں شہزادوں سے مکرر وقوع میں آئی ہیں اور معاف کی گئی ہیں۔ اب کی دفعہ بھی اغماض کیا جائے۔ سلطان ہوشنگ نے تغافل کیا۔ عثمان لشکر میں آگیا۔ اِسین میں سلطان نے دربار عام کیا۔ عثمان خاں و فتح خاں و ہیبت خاں کو خطاب و عتاب سے سخت ایذا پہنچائی اور دکھوا بر بخیر کرکے ملک مغیث کے حوالہ کیا کہ منڈو میں اونکی تادیب کرے۔ یہ کام کرکے وہ کوہ جاجیہ کی طرف آیا۔ متواتر کوچ کرکے حوض بیم کو توڑا۔ راجہ کو جنگل میں بھگایا۔ اہل و عیال و مال و منال سب سرکشوں کا لے لیا۔ عورتوں بچوں کو اسیر کیا اور ہوشنگ آباد میں آیا۔ ایک دن وہ شکار کے لئے سوار ہوا۔ اثنا سیر میں تاج سلطان سے لعل بدخشانی جدا ہوکر گر پڑا۔ تیسرے دن ایک پیادہ نے اوسکو لاکر سلطان کو دیا اور پانسو ٹنکہ انعام پایا۔ سلطان ہوشنگ نے اس تقریب میں ایک حکایت بیان کی کہ ایکدن سلطان فیروز شاہ کے تاج کا لعل گر پڑا۔ پیادہ اوس کو لایا

اور پانچ تنکا اسکو انعام ملا۔ فیروز شاہ نے کہا کہ یہ تشبیہ آفتاب عمر کے غروب ہونے کی ہے چند روز بعد وہ مر گیا۔ میں بھی جانتا ہوں کہ میری عمر تمام ہوئی چند نفس باقی ہیں حضار مجلس نے دعا دشنام کے بعد عرض کیا کہ جس روز سلطان فیروز نے یہ بات کہی تھی اوسکی عمر نوے برس کی تھی۔ حضرت سلطان کا زمانہ عنفوان جوانی اور کامرانی کا ہے۔ ہوشنگ نے کہا کہ انفاس عمر زیادہ لقمان کے قابل نہیں ہیں پس چند روز بعد سلطان کو سلسل بول کا مرض ہوا۔ جب اوس نے اپنے مرنے کے آثار دیکھے تو ہوشنگ آباد سے منڈو میں چلا آیا۔ ایک دن دربار عام میں اپنے سب سے بڑے بیٹے غزنین خاں کو انگشتر مملکت دی اور اپنا ولی عہد کیا۔ اس کا ہاتھ محمود خاں کے ہاتھ میں دیا۔ محمود خاں نے معروض کیا کہ جب تک زندگانی رمق باقی ہے بندہ خدمت گزاری اور جاں سپاری کے لئے حاضر ہے پھر امیر اور وزیر کو وصیت فرمائی کہ ساحت مملکت نفاق و مخاصمت کے غبار سے مکدر نہ کرنا۔ اوسنے اپنی فراست سے دریافت کر لیا تھا کہ محمود خاں خود سلطنت کو چاہتا ہے اس لئے اوس کو مکرر نصایح و مواعظ کئے اور حقوق تربیت یاد دلائے اور کہا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی باشوکت و صاحب شمشیر ہے ہر وقت وہ مالوہ کی تسخیر کا ارادہ رکھتا ہے ہر وقت فرصت کا منتظر رہتا ہے اگر مہام مملکت کے سرانجام میں اور سپاہ و رعیت کے احوال کے پرداخت میں تساہل و تکاہل ہوگا۔ اور شاہزادہ کی مراعات میں تہاون ہوگا تو وہ اس ولایت کی تسخیر کا عزم مصمم کریگا تمہاری جمعیت میں تفرقہ ڈال دیگا۔ دوسری منزل میں محمود خاں نے شاہزادہ کے ساتھ عقد بیعت کو سوگند سے موکد کیا۔ عثمان کے ہواخواہوں نے سلطان سے عرض کیا کہ سلطانزادہ عثمان خاں بھی شائستہ فرزند ہے اگر قید سے خلاص ہو اور مالوہ کا ایک حصہ اوس کی جاگیر میں دیا جائے تو انسب و لایق ہے۔ سلطان ہوشنگ نے کہا کہ یہ بات میرے دل میں بھی آئی تھی مگر عثمان خاں کو چھوڑ دوں تو سلطنت میں فتنہ عظیم برپا ہو جائیگا جب غزنین خاں نے سنا کہ بعض امرا عثمان خاں کی استخلاص میں سعی کرتے ہیں تو اوسنے پھر عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا کہ مرے حضور میں آن قسم کھائے تو مجھے اطمینان زیادہ ہو محمود خاں نے شاہزادہ پاس جاکر

قسم کھائی کہ جب تک میری حیات میں رمق باقی ہے میں شاہزادہ کی طرفداری نہیں چھوڑوں گا جب امرا کو ان امور پر وقوف ہوا تو ملک مبارک غازی نے محمود خاں سے جاکر کہا کہ جب سے سلطنت و وزارت ہوئی ہے کوئی آپ جیسا وزیر مسند وزارت پر نہیں بیٹھا۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجودیکہ عثمان خاں زیور سخاوت و شجاعت و دادگری و رعیت پروری سے آراستہ ہے ولیعہدی سلطانزادہ غزنین خاں کے لئے تجویز کیجائے۔ شہزادہ عثمان خاں ملک مغیث کا داماد بھی ہے اوسکے فرزند آپ ہی کے فرزند ہیں۔ اگر سلطان پر ضعف نہ طاری ہوتا اور قویٰ میں فتور نہ ہوتا تو وہ غزنین خاں کو ولیعہد نہ مقرر کرتا اب سب امرا خوانین کی استدعا ہے کہ آپ شاہزادہ عثمان خاں کے حال پر متوجہ ہوں اوسکے سر پر دست مرحمت رکھیں۔ محمود خاں جانتا تھا کہ فی الواقع عثمان خاں رشید و شائستہ سلطنت ہے اسلئے اوسکے نہ ہونے کو اپنے حق میں بہتر جانتا تھا اوسنے یہ جواب دیا کہ بندہ کو بندگی سے کام ہے خواجگی و خداوندی پادشاہ جانے اتفاق سے عمدۃ الملک بھی خیمہ کے پاس یہ باتیں سنتا تھا اوسنے غزنین خاں سے جاکر کہیں تو اوسکو محمود خاں کی جانب سے اور اطمینان ہو گیا۔ جب سلطان ہوشنگ کی حیات سے امرا مایوس ہوئے تو ظفر خاں نے ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان خاں کو قید خانہ سے نکال کر اوسکو اپنے ساتھ متفق کرے اس ارادہ سے وہ اردو سے بھاگ گیا۔ جب یہ خبر محمود خاں کو ہوئی تو اوسنے غزنین خاں کو خبر دی وہ تدارک کے درپے ہوا ملک حسن و ملک برخوردار کو تعین فرمایا کہ اصطبل میں پچاس گھوڑے تیار رکھے۔ میر آخور عثمان خاں کا ہواخواہ تھا اوسنے کہا کہ ابھی سلطان زندہ ہے اوسکے حکم بغیر ایک گھوڑا نہ دونگا اور فی الفور جاکر ایک خواجہ سرا سے جو عثمان خاں کا معتبر تھا یہ بات کہی۔ خواجہ سرا جانتا تھا کہ اسبات سے سلطان غضب ہوگا میر آخور کو تعلیم کی کہ سلطان کے تکیہ گاہ کے قریب جاکر اس بات کو بلند آواز سے کہہ کر بادشاہ بھی سن لے جس سے اوسکے دل میں آئے کہ ابھی میں زندہ ہوں اور غزنین خاں میرے مال میں تصرف کرتا ہے میر آخور نے اسیات کو بہت آب و تاب سے کہا سلطان نے سنکر کہا کہ میرا ترکش کہاں ہے اوامرا کو طلب کیا۔ امرا کو خوف ہوا کہ اس تزویر سے کہیں سلطان غزنین خاں

کو نہ تلف کردے وہ نہ گئے۔ جانتے تھے کہ تھوڑی دیر کا وہ مہمان ہے جب غزنیں خاں کو یہ خبر ہوئی تو وہ خفیف العقل ہونے کے سبب سے تین منزل پر گاگرون کو چلا گیا اور عمدۃ الملک کو محمود خساں پاس بھیجا کہ اور امرا تو عثمان خاں کے طرفدار ہوگئے ہیں میں تیرے سوا کوئی خیر خواہ نہیں رکھتا سلطان نے ترکش طلب کیا تا مجھے خوف ہوا کہ مبادا امرا مجھے مقید کرکے اور بھائیوں کا ساتھی بنائیں اس لئے اردو سے باہر چلا آیا ہوں۔ محمود خاں نے جواب بھیجا کہ آپ نے سلطان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ میں پچاس گھوڑوں کے طلب کرنے کا سبب سلطان سے عرض کردوں گا۔ پھر غزنیں خاں نے عمدۃ الملک کو محمود خاں پاس بھیجا کہ خواجہ سرا ناملائم باتیں سلطان سے عرض کرتے ہیں مجھے خوف لگ رہا ہے۔ محمود خاں نے جواب دیا کہ کچھ قصہ نہیں ہے جلد لشکر میں آجاؤ کہ وقت تنگ ہے اور آفتاب غروب ہونے کو ہے اور عمدۃ الملک کی موجودگی میں ملک مغیث کو خط لکھا کہ جسکے مضمون یہ تھا کہ حضرت سلطان نے غزنیں خاں کو ولیعہد اور اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔ بیماری سے سلطان کا حال زبون ہے سب کو اوسکی زندگی سے مایوسی ہے چاہئے کہ شہزادہ عثمان خاں کی حفاظت میں زیادہ اہتمام کرو۔ عمدۃ الملک نے جاکر جب غزنیں خاں سے اس خط کا مضمون عرض کیا تو وہ نہایت مسرور ہوا اور اردو میں آگیا۔ خان جہاں عارض ممالک و خواجہ سرایوں نے جو عثمان خاں کے ہوا خواہ تھے یہ مشورہ کیا کہ علی الصباح محمود خاں کی اطلاع بغیر سلطان کو پالکی میں منڈوا کو لیجائیں اور عثمان کو قید سے نکال کر بادشاہ بنائیں۔ دوسرے روز وہ سلطان کو پالکی میں منڈوا کو لیجاتے تھے کہ سلطان کا دم نکل گیا۔ محمود خاں و شہزادہ غزنیں خاں بھی یہاں آگئے محمود خاں نے بارگاہ سلطانی کھڑا کیا اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔ امرا اپنے اپنے کونے میں پلٹ گئے۔ بعد تجہیز و تکفین کے محمود خاں نے باواز بلند کہا کہ سلطان ہوشنگ نے خدا کے حکم سے قضا پائی اور غزنیں خاں کو کہ خلف الصدق اوس کا ہے اپنا ولی عہد اور قائم مقام مقرر کیا تھا۔ اب جو کوئی اوسکے موافق ہے بیعت کرے اور جو مخالف ہے وہ لشکر سے جدا ہوجائے اور اپنا فکر کرے یہ کہکر غزنیں خاں کے ہاتھ پر اوسنے بوسہ دیا اور بیعت کی

اور بیعت، ویا اسوقت امرا ایک بیک غزنیں خاں کے پاؤں کو چومتے تھے اور ہائے ہائے کرکے روتے تھے جب غزنیں نے امرا اور بزرگوں کی بیعت سے اپنا استحکام دیکھا تو وہ سلطان ہوشنگ کی نعش لیکر منڈو چلا۔ ۹۔ ذی الحجہ کو یہاں اوس کو خاک کو سونپا۔ سلطان ہوشنگ کی مدت سلطنت ۱۰ سال تھی تاریخ وفات اوسکی آہ شاہ ہوشنگ ہے۔ اوسکا مقبرہ گچ و سنگ سے بنایا ہے۔ ہمیشہ اوسکے اندر کی طرف پانی ٹپکتا ہے مگر برسات میں نہیں۔ غالباً پتھروں کی زرجوں میں جو ہوا گذرتی ہے اوسکا استحالہ پانی میں ہوجاتا ہے لیکن اہل ہند اسکو سلطان ہوشنگ کی کرامات جانتے ہیں کہ اوسکے غم میں پتھر بھی روتے ہیں۔

ذکر سلطنت سلطان غزنیں المخاطب محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ

۱۱۔ ذی الحجہ ۸۳۸ھ کو ملک اشرف اور محمود خاں کی سعی سے غزنیں خاں کے سر پر تاج فرمانروائی رکھا گیا۔ سلطان محمد شاہ خطاب ہوا۔ امرا نے طوعاً و کرہاً اس سبب سے بیعت کی کہ سلطان ہوشنگ کا مختار اسکا طرفدار تھا۔ سب امرا کے وظیفے و جاگیریں برقرار رہیں کسی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ملک اشرف و محمود خاں کی حسن کاردانی سے ملک نے رواج و رونق تازہ پائی جمہور خلائق اوسکی سلطنت کو چاہنے اور اوس سے دلی محبت کرنے لگے۔ ملک مغیث المخاطب ملک اشرف کو مسند عالی کا خطاب ملا۔ اور وزارت ملی اور محمود خاں امیر الامرا ہوا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد غزنیں خاں نے اپنے بھائیوں کا خون ناحق اپنی گردن پر لیا اور نظام خاں برادرزادہ اور داماد کی اور اوس کے تین فرزندوں کی آنکھوں میں سلائی پھروائی۔ تو لوگوں کے دل اوس سے متنفر ہوگئے اور اونکو محبت کی جگہ عداوت ہوگئی۔ اسکو اپنے مظلوم برادرزادوں کا خون کرنا مبارک نہ ہوا۔ تھوڑی سی مدت میں اوسکی مملکت میں ارباب فساد نے علم طغیان بلند کیا اور فتنے کے غبار کو اوٹھایا۔ نان دوئی رجوتوں نے اطاعت سے باہر قدم رکھا۔ کچھ ملک پر تاخت کی۔ جب سلطان محمد کو یہ خبر ہوئی تو ۱۵۔ ربیع الاول ۸۳۹ھ کو سید خاں جہاں کو دس ہاتھی اور خلعت خاص دے اور اس جماعت کی تنبیہ کے لئے معین کیا۔ اب اوسنے سرانجام مہام سپاہ اور ولایت کو تو

طاق نسیاں پر رکھا اور شرب مدام کی عادت کی۔ اس سبب سے قدیمی دولت خواہوں کو انتقال سلطنت وزوال دولت غوریہ کا وہم ہوا اونھوں نے ایک حرم کو پیغام بھیجا۔ کہ محمود خاں کے دماغ میں زائغ حرص نے عجب وپندار کا بیضہ دیا ہے۔ اوسکو یہ فکر ہے کہ سلطان کو درمیان سے اُٹھائے خود سریر سلطنت پر بیٹھ جائے۔ تو سلطان محمدؒ نے آدمیوں کے ساتھ اتفاق کرکے یہ چاہا کہ پہلے اس سے کہ اوسکا خیال فاسد وقوع میں آئے اسکا کام تمام کیا جائے۔ جب محمود خاں کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے کہا کہ الحمد للہ علیٰ کل حال کہ نقص عہد میری جانب سے نہیں ہوا وہ اپنے کار کے فکر میں تیاری میں ہر وقت رہنے لگا۔ حزم کے احتیاط کے ساتھ سلطان محمدؒ کے سامنے آمد وشد کرتا۔ جب سلطان محمدؒ نے یہ محمود خاں کی ہوشیاری دیکھی تو اوسکو خوف دہراس اور زیادہ ہوا۔ ایک دن وہ محمود خاں کا ہاتھ پکڑ کے حرم میں لے گیا اور اپنی بیوی کو کہ محمود خاں کی بہن تھی حاضر کیا۔ اور کہا کہ میں محمود خاں سے کہتا ہوں کہ میرے گناہ کو بخش اور مجھے توقع ہے کہ تو مجھے آزار جانی نہیں پہنچائے گا۔ امور سلطنت بے نزاع ومخالفت تجھے مبارک ہوں۔ محمود خاں نے کہا کہ سلطان جو اس کی باتیں کہتا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی خاطر سے عہد وسوگند فراموش ہوگئے۔ اگر کسی منافق نے اپنی غرض فاسد کے سبب سے جناب سے کچھ معروض کیا ہے تو آخر میں وہ خجل وشرمسار ہوگا اگر میری جانب سے سلطان کی خاطر میں کوئی دغدغہ ہے میں اب تنہا ہوں اور کوئی نہیں ہے کہ میری طرف سے مزاحمت ومخالفت کرے ؎

اگر سہ ہمرہ داری اینک دل در سہ قہر داری اینک جاں

خواجہ سے ملائمت وچاپلوسی کی باتیں ہوئیں مگر سلطان پر خفیف العقل ہونے کے سبب سے واہمہ غالب تھا۔ ہر لحظہ ایسی ادائیں کرتا جس سے نا اعتمادی صادر ہوئی۔ محمود خاں نے سلطان محمدؒ کے ساقی کو بہت سا روپیہ دیکر شراب میں زہر ملوا دیا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ جب امرا کو اس پر اطلاع ہوئی تو اونھوں نے مسعود خاں بن سلطان محمدؒ کو کہ تیرہ سال کا تھا تخت پر بٹھایا اور سلطان کی وفات کو چھپایا۔ اور محمود خاں کو ملک بایزید شیخا کی زبانی کہلا بھیجا کہ سلطان گجرات کی

ولیعہدی کے لئے طلب کرتا ہے اونکو یہ خیال تھا کہ وہ آجائیگا تو ہم سب ملکر اوسکو مار ڈالینگے مگر سلطان کی وفات سے محمود خاں آگاہ تھا۔ اوسنے کہا کہ میں نے شغل دینا چھوڑا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی کرتا رہوں۔ باوجود اس ارادہ کے اس سبب سے کہ میرے مفرو استخواں نے دولت سلطان ہوشنگ سے پرورش پائی ہے اگر امرا میرے گھر آئینگے اور تمام شقوق وتدابیر کو بیان کرینگے تو جو قرار پائے گا اُسے سلطان سے عرض کرونگا۔ ملک بایزید شیخا نے کہا کہ محمود خاں کو ابھی سلطان کے مرنے کی خبر نہیں ہوئی ہے اگر سب امرا اسکے گھر چلینگے تو اوسکو دولت خانہ میں ساتھ لے آئیں گے پھر اوسکا دم نکال لینگے ملک شیخا کے کہنے سے محمود خاں کے گھر امرا گئے۔ اوسنے اُنسے پوچھا کہ سلطان مست ہے یا ہشیار اوسنے اپنے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا وہ دفعتہً ان امرا پر آن گرے اور اونکو قید کرکے موکلوں کے حوالہ کیا۔ اس واقعہ سے جو امرا مسعود خاں پاس موجود تھے اونکو غیرت آئی۔ اونھوں نے چتر ہوشنگ شاہی قبر سے لاکر مسعود خاں کے سر پر رکھا۔ محمود خاں یہ حال سُنکر سوار ہوا اور دولت خانہ کی طرف آیا کہ شاہزادہ مسعود کو گرفتار کرکے اپنی کارسازی کرے۔ جب وہ دولت خانہ کے قریب آیا تو تیر ونیزہ سے شام تک لڑائی رہی۔ جب آفتاب غروب ہوا تو شاہزادہ مسعود خاں وشاہزادہ عمر خاں اور امرا بھاگ گئے۔ دولت خانہ خالی ہوا۔ محمود خاں اس میں گیا۔ باپ کے بدلنے کے لئے خاں جہاں کو بھیجا کہ سلطنت آپکا حق ہے۔ جلد آئیے۔ اور تخت سلطانی پر جلوس فرمائیے۔ جہاں بان کا ہونا جہان میں ضرور ہے اگر تخت بادشاہ سے خالی رہا تو ایسے فتنے پیدا ہونگے کہ اونکا تدارک مشکل سے ہوگا۔ مملکت مالوہ وسیع ہے۔ ابھی مفسدہ وشر وخواب سے بیدار نہیں ہوئے کہ ہر طرف فتنہ برپا نہیں ہوا۔ باپنے جواب دیا کہ بادشاہ وہ ہوتا ہے جو اولوالعزم وکمال سخاوت وشجاعت وزیادتی عقل سے موصوف ہو۔ اس سے مہمات سلطنت کو انتظام ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ صفات کہ سلاطین میں ہوتی ہیں تجھ فرزند میں موجود ہیں تو بساط سلطنت پر قدم رکھ۔ غرض وہ نیک مہورت میں تخت پر بیٹھا۔ سب امرا اور بزرگوں نے اُنکے ہاتھ پر بوسہ دیکر سلطنت کی مبارکباد دی۔ ایام سلطنت سلطان محمد شاہ غوری کی ایک سال اور چند ماہ تھی

ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی

کتب تاریخ اور خصوصاً تاریخ الفی میں لکھا ہے کہ غزنین خاں کے مرنے کے بعد اولاد غوریہ مستاصل ہوئی اور دوشنبہ ۲۹ شوال ۸۳۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے اورنگ سلطنت مالوہ پر جلوس کیا۔ اسوقت اسکا سن ۴۳ سال کا تھا۔ کل بلاد مالوہ میں اوسکا خطبہ پڑھا گیا۔ کل امرا کو اوسنے غایت شفقت سے خوشدل کیا۔ ہر ایک کا علاقہ اور مرتبہ زیادہ کیا۔ باپ کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا۔ چتر و ترکش سفید کہ شان سلاطین سے مخصوص تھا عطا فرمایا اور یہ مقرر کیا کہ اوسکے نقیب دیسا ول چوب طلا و نقرہ ہاتھ میں رکھیں جسوقت وہ سوار ہوا کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہیں اس زمانہ میں یہ امر سلاطین کے ساتھ مخصوص تھا جب سلطنت نے اسپر قرار پایا اور یہ علما و فضلا کی تربیت میں مصروف ہوا۔ جہاں ارباب کمال کو سنتا اونکو روپیہ بھیجکر طلب کرتا اپنے ملک میں ایک مدرسہ بنایا علما و فضلا و طلبا کے وظیفے مقرر کئے افادہ و استفادہ میں اونکو مشغول کیا۔ غرض اسکے زمانہ میں ولایت مالوہ پر سیر از و سمرقند حسد کرنے لگے۔ جب اوسکی سلطنت نے انتظام اور جہات مملکت نے التیام پایا۔ ملک قطب الدین سمنانی و ملک نصیر الدین جرجانی اور امرا ہوشنگ کی ایک جماعت نے حسد کے سبب سے ملک یوسف قوام خاں سے اتفاق کرکے غدر کا ارادہ کیا اور اس غرض سے ایک رات کو بام مسجد پر کہ دولت خانہ سے متصل تھا سیڑھیاں لگنے کے اوپر چڑھے اور وہاں سے صحن سرائے میں اُترے اور متردد تھے کہ کیا کریں اس اثنا میں محمود شاہ نے اپنے ترکش سے کئی آدمیوں کو زخمی کیا تو یہ جماعت جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے چلی گئی۔ ایک زخمی کو جو بھاگ نہیں سکتا تھا چھوڑ گئی۔ اوسنے ہر ایک کا نام جو اس غدر میں شریک تھے بتلا دیا۔ سلطان نے ان سب کی سیاست کی اگرچہ سلطان زادہ احمد بن سلطان ہوشنگ ملک یوسف قوام الملک ملک نصیر الدین و بیر اس غدر کے سرغنہ تھے مگر اعظم ہمایوں نے اونکی تقصیرات کا استعفا کیا۔ شاہزادہ احمد خاں غوری بن سلطان ہوشنگ کو اسلام آباد اور ملک یوسف قوام خاں کو بھیلسہ اور ملک جماد کو ہوشنگ آباد اور ملک نصیر الدین الملقب نصرت خاں کو چندیری اقطاع میں دے گئے۔ شاہزادہ احمد خاں نے اسلام آباد میں پہنچکر فتنہ و

فساد برپا کیا۔ روز بروز اوسکی ہیبت اور قوت بڑھتی گئی اور وہ فتنہ انگیزی بڑھاتا گیا۔ اعظم ہمایوں نے اوسکو پند و نصیحت کی جب کچھ اثر نہ ہوا تو تاج خاں کو اوسکے دفع کے لئے بھیجا۔ یہ مدت تک قلعہ اسلام آباد پر جھولا کیا کچھ کام نہ کرسکا تو محمود خاں سے کمک کی التماس کی۔ اسی حال میں مخبر خبر لائے کہ ملک جماد نے ہوشنگ آباد میں اور نصرت خاں نے چندیری میں علم مخالفت بلند کیا۔ محمود خاں نے باپ ملک مغیث الملقب اعظم ہمایوں خان جہاں کو اس باغی گروہ کی تادیب کے لئے اور مہام ملکی کے سرانجام کے لئے رخصت کیا۔ اوسنے تاج خاں سے ملکر اطراف اسلام آباد کو گھیر لیا۔ احمد خاں کو پھر سمجھایا کہ فتنہ سے باز آئے مگر وہ نہ سمجھا قوام خاں نے بھی شاہزادہ احمد خاں کی کمک بھیجی۔ جب محاصرہ کو طول ہوا تو اعظم ہمایوں نے ایک مطرب سے سازش کرکے یا کسی اور طرح سے احمد خاں کو شراب میں زہر دلوا کر مارا۔ قلعہ اُسی روز سخر ہوگیا۔ اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد گیا۔ راستہ میں اعظم ہمایوں کے لشکر سے تواخان بھیلسہ کو بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد پہنچا ملک جماد میں مقاومت کی قوت نہ تھی تمام اسباب و اشیا چھوڑ کر کوہ پایہ گونڈوارہ میں چلا گیا۔ گونڈوں کو جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے خداوند سے برگرداں ہوا ہے تو ہجوم عام کرکے اوسکی راہ کو روکا اسباب و اموال اسکا لوٹا۔ اور اوس کو قتل کیا۔ اعظم ہمایوں اس خبر کو سنکر بہت مسرور ہوا قلعہ ہوشنگ آباد میں آیا۔ یہاں ایک اپنا معتمد مقرر کیا نصرت خاں کی گوشمال کے لئے چندیری کو چلا گیا۔ جب دو منزل پر آیا نصرت خاں اوسکے استقبال کو آیا اور اپنے اعمال ناپسندیدہ سے چشم پوشی کا خواستگار ہوا۔ اوس کے تدارک کی تحقیقات کے بعد اعظم ہمایوں نے نصرت خاں سے چندیری لیکر ملک الامرا حاجی کالو کو سپرد کی اور بھیلسہ کو روانہ ہوا۔ معتبر آدمیوں کو بھیجا کہ قوام خاں کو راہ راست پر دلالت کریں مگر اوسے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا۔ جب وہ نہایت تنگ ہوا تو بھیلسہ سے بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں اس طرف کی مہمات سے خاطر جمع کرکے منڈو کی طرف متوجہ ہوا۔ اثنار راہ میں خبر آئی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی مالوہ کی تسخیر کے ارادہ سے آتا ہے۔ شاہزادہ مسعود خاں جو سلطان محمود غوری سے امان پاکر گجرات میں گیا تھا۔ ایک بزرگ فوج اور ۲۰ ہاتھی لے چلا آتا ہے۔ اعظم ہمایوں جلد لیسی

قلعہ منڈو میں آگیا۔ سلطان گجرات نے قلعہ منڈو کا محاصرہ کیا۔ محمود شاہ باپ کے آنے سے خوش ہوا ہر روز ایک جماعت کو قلعہ سے باہر لڑنے کے لیے بھیجا۔ اس کا ارادہ ہوتا کہ قلعہ سے باہر نکلکر غنیم سے لڑے۔ مگر امرا ہوشنگ کے نفاق کا خار دامن گیر ہوتا۔ اوسکے دل میں اپنے خویشوں اور اپنے تربیت یافتوں کی طرف سے خطرہ تھا اونکو اپنا امداد جانتا تھا مگر اپنے بذل وعطا وجود وسخا سے اونکا بھی دل موہ لیتا تھا سب آدمیوں کو آسودہ رکھتا تھا اور انبار خانہ سلطانی سے فقیر و غریب کو غلہ دیتا تھا فقرا اور مساکین کے لئے لنگر خانے جاری تھے۔ طعام پختہ وخام اون کو پہنچایا جاتا اس سبب سے آدمی اوسکے دوست ہوگئے تھے۔ اوسکی سخاوت کے سبب سے اوس کے لشکر میں بہ نسبت سلطان احمد کے اردو کے غلہ ارزاں بکتا تھا جن امرا شل سید احمد وصوفی خاں ولد عماد الملک ملک شرف وملک محمود بن احمد سلاحدار وملک قاسم وملک قیام الملک کو جو سلطان احمد سے نفاق رکھتے تھے اون کو روپے اور جاگیروں کا وعدہ کرکے محمود خاں نے اپنے پاس بلالیا۔ اس سبب سے سلطان گجرات کے کام میں شکستگی آگئی سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر کی ایک جماعت کی سلاح سے سلطان محمود نے شب خون مارنیکا ارادہ کیا اتفاقاً خضیر خاں نے کہ سلطان ہوشنگ کا دوات دار تھا سلطان احمد کو خبر کردی جب سلطان محمود خلجی کی افواج قلعہ سے نیچے آئیں تو اونہوں نے غنیم کے لشکر کو ہوشیار پایا۔ تمام رایں مسدود دیکھیں۔ باوجود اس کے زور بازو سے جنگ میں مشغول ہوا۔ صبح صادق تک لڑائی رہی۔ طرفین سے بازار محاربہ گرم رہا۔ ایک خلق کثیر کشتہ ہوئی۔ صبح کو شاہ خلجی قلعہ میں آیا۔ اسی زمانہ میں مخبر خبر لائے کہ شہزادہ عمر خاں کہ قلعہ منڈو سے گجرات اور گجرات سے رانا پاس گیا تھا۔ مالوہ کے فساد کی خبر سنکر چندیری میں آیا۔ اہل چندیری اور سپاہ نے ملک لالا حاجی کمالو کے ساتھ غدر مچایا اور عمر خاں کو سردار بنایا۔ اس سبب سے احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سوار اور بیس ہاتھی دیکر سارنگ پور بھیجا کہ وہ عمر خاں کی مدد کرے سارنگ پور کا حاکم بھی مخالفت سے مل گیا۔ سلطان محمود خلجی نے جب یہ سنا تو مجلس مشورہ جنگ کو جمع کیا آخر یہ قرار پایا کہ یہاں قلعہ میں اعظم ہمایوں رہے اور حصار کے ضبط و ربط میں مصروف رہے

اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر جاکر ملک کی محافظت کرے۔ وہ سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا تاج خاں اور منصور خاں کو اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ سلطان احمد شاہ نے ملک حاجی علی کو محافظت کے لئے مقرر کر رکھا تھا اسنے حاجی خاں سے تاج خاں اور منصور خاں کی لڑائی ہوئی ملک حاجی بھاگ کر احمد شاہ پاس خبر لیکر گیا کہ سلطان محمود خلجی سارنگ پور کو جاتا ہے شاہ احمد شاہ نے سارنگپور قاصد بھیجا کہ شاہزادہ محمد خاں پہلے اس سے کہ سلطان محمود سارنگپور پہنچے اس سے اجین میں ملے۔ وہ باپ سے اجین میں ملا۔ ملک اسحاق بن قطب الملک مقطع سارنگپور نے سلطان محمود خلجی کو عریضہ بھیجا۔ اول اپنے اس جرم کی معافی چاہی کہ اوسنے شاہزادہ محمد کو سارنگ پور حوالہ کردیا تھا۔ پھر یہ لکھا کہ محمد خاں حضور کے آنے کی خبر سنکر سارنگ پور سے اجین کو چلا گیا۔ لیکن شاہزادہ عمر خاں نے سارنگ پور کی تسخیر کے قصد سے اپنے سے آگے ایک فوج بھیجی ہے اور پیچھے اوس کے وہ چندیری خود جائیگا۔ سلطان محمود نے عریضہ کو پڑھکر ملک اسحاق کی تقصیرات کو معاف کیا اور تاج خاں کو فوج کے ساتھ آگے بھیجا کہ سارنگ پور پر جلد جاکر قبضہ کرے اور پھر خود لشکر گراں کے ساتھ آیا یہاں آنکر اوسنے ملک اسحاق کو دولت خاں کا لقب دیا اور خزانہ شاہی سے دس ہزار تنکہ دئے اور علم و قمطراس اور زردوزی قبائیں دیں۔ اور اوس کی تنخواہ دوچند کردی اور اہل شہر نے سرداروں کو کچھ گھوڑے اور پچاس ہزار تنکہ انعام دئے۔ اب سارنگ پور میں اس پاس جاسوس خبر لائے کہ شاہزادہ عمر خاں بھیلسہ کو جاکر سارنگ پور کی سرحد میں آیا۔ اور سلطان احمد شاہ گجراتی تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھی لیکر اجین سے چلا ہے اور سارنگ پور کو آتا ہے سلطان محمود نے عمر خاں کے دفع کرنے کو مقدم جانا۔ آخر شب کو عازم ہوا جب دونو لشکروں میں ۷ کروہ (۱۴ میل) کا فاصلہ رہا۔ نظام الملک اور ملک اللہ سلحدار کو بھیجا کہ وہ جنگ گاہ کا ملاحظہ کریں۔ علی الصباح چار فوجوں کو ترتیب دیکر سلطان زادہ عمر خاں کی طرف راہی ہوا۔ عمر خاں بھی محمود خاں کی نہضت سے خبردار ہوا اور اوسنے ایک لشکر مقابلہ کے لئے بھیجا اور خود ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے گھات میں بیٹھا۔ اتفاقاً ایک شخص نے سلطان محمود کو اطلاع دی کہ عمر خاں پہاڑ کے پیچھے چھپا بیٹھا ہے۔ محمود خلجی اس کی طرف

متوجہ ہوا۔ عمر خاں نے اپنے ہمراہی سپاہیوں سے کہا کہ نوکر کی کسر ناموس بھاگنے سے ہوتی ہے۔ اور بھاگنے سے مرنا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اوسنے سلطان محمود خلجی کی سپاہ پر حملہ کیا اور دستگیر ہوا۔ سلطان محمود نے اوسے قتل کرایا۔ اوسکا سر نیزہ پر لگا کے چندیری کے لشکر کو دکھایا جس سے اوسکے سرداروں کے ہوش اڑ گئے اونہوں نے پیغام دیا کہ آج نہیں کل صبح الصباح خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کرینگے۔ اس اقرار داد پر دونوں فوجیں اپنے اپنے مقاموں میں گئیں۔ رات کو لشکر چندیری کا لشکر اپنی ولایت کو روانہ ہوا۔ اوس نے ملک سلیمان بن مشیر الملک غوری کہ سلطان زادہ عمر خاں کا نزدیک کا رشتہ دار تھا سلطان شہاب الدین خطاب دیکر سلطان بنایا۔ سلطان محمود نے اوسکے دفع کے واسطے فوج متعین کی اور خود احمد شاہ گجراتی کی جنگ کا عازم ہوا۔ ابھی مقابلہ نہ ہوا تھا کہ لشکر احمد آباد کے بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ فرماتے ہیں بلائے آسمانی نازل ہوئی ہے سلطان احمد سے کہدو کہ وہ اس دیار سے خیر سے سلامت چلا جائے۔ جب احمد شاہ سے یہ خواب بیان کیا گیا تو اس نے اوسپر التفات نہیں کیا۔ دو تین روز میں احمد شاہ کے لشکر میں ایسی وبا آئی کہ اہل لشکر کو قبر کھودنے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ احمد شاہ گجراتی ناچار و بیمار ہو کر گجرات کو روانہ ہوا۔ اور شاہزادہ مسعود خاں سے وعدہ لیا کہ سال آیندہ میں یہ دیار لیکر تجھ کو تفویض کیا جائیگا۔ سلطان محمود قلعہ منڈو میں آیا اور ستر و روز میں لشکر کا سامان تیار کر کے چندیری کے فتنہ کو دفع کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان شہاب الدین امرا کے ساتھ حصار چندیری سے باہر آیا۔ مگر طاقت مقاومت نہیں رکھتا تھا بھاگ کر حصار میں گیا اور دو تین روز میں مرگ مفاجات سے مر گیا۔ امرا چندیری نے ایکسار کو سلطان شہاب الدین بنایا اور جنگ کرنے حصار سے باہر آئے مگر پھر بھاگ کر حصار میں گئے۔ محاصرہ پر آٹھ مہینے گذر گئے تو سلطان محمود خود ایک رات کو قلعہ کی دیوار پر چڑھا اور اوسکے بعد اور دلاور چڑھے تو حصار فتح ہو گیا۔ ایک جماعت کثیر قتل ہوئی ایک گروہ اس قلعہ میں متحصن ہوا کہ بالائے کوہ تھا۔ بعد چند روز کے اوس نے امان مانگی۔ سلطان محمود نے اس شرط پر امان دی کہ وہ زن و فرزند

و مال و اسباب سمیت اردو بازار میں گذریں کہ آدمیوں پر اوسکی راستی سخن اور درستی عہد ظاہر ہو (یا اوکی اطاعت) اونہوں نے یہی عمل کیا اور سلامت باہر چلے گئے۔ سلطان محمود ان حدود کا انتظام کر کے مراجعت کرنی چاہتا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ ڈونگرسین اور راجہ گوالیار نے جنوب کی طرف کوچ کر کے قلعہ ترور کا محاصرہ کیا ہے۔ سلطان محمود اس سبب سے پریشان تھا کہ برسات کا موسم تھا اور محاصرہ پر بھی ایک مدت گذر گئی تھی۔ مگر وہ متواتر کوچ کر کے گوالیار کا عازم ہوا۔ وہاں پہنچکر نہیب و تاراج شروع کی۔ قلعہ سے راجپوت باہر آ کر لڑے مگر محمود شاہی فوج کے صدمہ سے بھاگ کر قلعہ کے سوراخوں میں گھسے۔ ڈونگرسین گوالیار کو بھاگ گیا قلعہ ترور کو فلاحی ہوئی سلطان منڈو کو چلا۔ ۸۳۲ھ میں روضہ سلطان ہوشنگ کی عمارت کو اور مسجد جامع کو رام پولی دروازہ کے قریب تعمیر کرایا۔ اس میں دو سو تیس مینار اور تین سو ساٹھ محرابیں تھیں۔

۸۳۳ھ میں امرا میوات اور اکابر و معارف دارالملک دہلی کی متواتر عرائض آئیں کہ سلطان محمد مبارک شاہ اپنی سلطنت کے کاموں کو نہیں کر سکتا اس لئے ظالموں اور غالبوں کا ہاتھ دراز ہو رہا ہے اور ایک جو بستم برپا ہے امن و امان نام کو نہیں۔ خلعت سلطنت قضا و قدر کے خیاط نے آپکے قد پر سیا ہے اسلئے یہاں کے رہنے والے چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی رغبت سے بیعت کریں سنہ مذکور کے آخر میں سلطان لشکر آراستہ کر کے دہلی کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ ہنڈون کے قریب یوسف خاں ہنڈولی اوس کی خدمت میں آیا۔ یہاں سے آگے کوچ کیا سلطان محمد شاہ لڑنے آیا۔ جب دو لشکر نزدیک آئے تو باوجودیکہ اس پاس لشکر بہت تھا مگر ایسا ہراساں ہوا کہ اوسنے محمود خلجی کی لڑائی سے اجتناب کیا اور دہلی سے پنجاب جانے کا ارادہ کیا کیا پھر امرا کی مشہ ماشرمی سے اونکو کہا کہ میری سواری کی ضرورت نہیں ہے۔ تم خود لشکر آراستہ کر کے شاہزادہ کو ہمراہ لے جاؤ اور ہنگامہ کارزار گرم کرو حسب الحکم امرا لڑنے کے لئے باہر آئے اور ملک بہلول لودہی کہ سلطان محمد شاہ کے نوکر نہیں تھا اور تیر اندازوں کی جمعیت اس پاس خوب تھی مقدمہ لشکر میں روانہ ہوا جب سلطان محمود خلجی نے سنا

کر بادشاہ خود لڑنے نہیں آیا تو اوسنے بھی چند ہزار منتخب سوار جیا کر کے سارے لشکر کو اپنے بیٹوں سلطان غیاث الدین اور قدائی خاں کے ہمراہ لڑنے کے لئے بھیجا۔ ظہر سے شام تک طرفین سے لڑنے والوں نے داد مردانگی دی اور آخر کو جانبین نے طبل بازگشت بجایا اور اپنی منازل میں گئے۔ اس شب سلطان محمود نے خواب میں دیکھا کہ چند اوباش و بے باک قلعہ منڈو سے نکلے ہیں اور جوگنگ کی قبر پر سے پتھر لائے ہیں اور کسی مجہول النسب شخص کے سر پر رکھا ہے جب صبح ہوئی تو اوس میں تردد اور بے مزگی کا اثر ظاہر ہوا اور اس اندیشہ میں ہوا کہ کیا کرے جو واپس جانے کی تقریب ہو اور مالوہ میں سلامت پہنچ جائے کہ ناگاہ بادشاہ محمد شاہ نے جو عدم شجاعت اور قلت عقل سے موصوف تھا صلحا و علما کی ایک جماعت کو صلح کیواسطے بھیجا۔ سلطان محمود خلجی فی الحال ظاہر میں اوپر منت رکھکر مالوہ کو روانہ ہوا بحسب اتفاق شب مذکور کو اوباشوں کی جماعت نے منڈو میں فتنہ و فساد برپا کیا تھا۔ اعظم ہمایوں نے اسے منادیا تھا۔ بعض تواریخ میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود پاس خبر آئی تھی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی مالوہ کی مزاحمت رکھتا ہے اسلئے اوسنے مراجعت کی یہ روایت صحت سے اقرب ہے

القصہ ۸۱۹ھ میں سلطان محمود خلجی منڈو میں پہنچ گیا اور اسی سال میں ظفر آباد بغلچہ میں ایک باغ بنایا اور اوس میں بلند گنبد اور چند قصر بنائے پھر اوسنے اپنے لشکر کا سامان درست کیا اور ۸۲۰ھ میں راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے چتوڑ روانہ ہوا۔ اوسی وقت میں اسکو نصیر ولد عبدالقادر ضابطہ کالپی کی بے اعتدالی کی اطلاع ہوئی کہ اوسنے اپنا لقب نصیر شاہ رکھا اور استقلال کا دم بھرا۔ اور اکابر و اہالی ولایت کے خطوط آئے کہ نصیر شاہ نے شریعت کے مراط مستقیم سے قدم باہر رکھا۔ زندقہ و الحاد کی راہ پر چلا۔ اور اونہوں نے اسکے ظلم و تعدی کی فریاد کی۔ سلطان محمود کالپی کو روانہ ہوا۔ نصیر شاہ نے اوسکی خبر پاکر اپنے معلم علی خاں کو تحفہ و ہدایا کے ساتھ سلطان کی خدمت میں بھیجا اور عرض کیا کہ جو کچھ میرے حق میں لوگوں نے کہا ہے سراپا کذب و افترا ہے اسلئے میں نے ایک صادق القول آدمی کو بھیجا ہے اوس سے دریافت کر لیجئے اگر یہ امر سچ ہو تو مجھے جو چاہئے سزا جزا دیجئے۔ کچھ دنوں سلطان محمود نے

اوسکے آدمی کو پوچھا نہیں۔ جب سارنگ پور کی نواح میں آیا تو اعظم ہمایوں کی التماس سے نصیر شاہ کے قصور معاف کر کے اوسکے ایلچی کو بلایا اور پیش کش لی۔ نصایح و مواعظ لکھکر بھیجے۔ سارنگ پور سے حوالی چتوڑ کو روانہ ہوا۔ جب دریائے نباس سے عبور کیا تو ہر روز افواج کو بھیجکر ولایت چتوڑ کو ویران کرویا۔ آدمیوں کو قید کیا۔ بتخانوں کو ڈھایا اون کی جگہ مساجد کو بنایا ہر منزل میں تین چار روز توقف کرتا تھا۔ جب حوالی کو مبل میر میں کہ اس دیار کے اعظم قلعوں میں سے ہے آیا وہاں رائے کنبھا کا وکیل یعنی رائے دیبا متحصن تھا اوسنے کارزار میں ہاتھ قلعہ کے محاذی ایک بتخانہ بنا ہوا تھا اوسکے گرد حصار تھا وہ ذخیرہ اور آلات حرب سے بھرا ہوا تھا۔ سلطان نے اوسکو ایک ہفتہ میں فتح کر لیا اور بہت رجپوتوں کو لوٹا اور مارا اور اسیر کیا بتخانہ میں لکڑیاں بھر کر آگ لگائی اور پھر اوسکی دیواروں پر ٹھنڈا پانی ڈالا تو طرفہ العین میں وہ عمارت کو چند سال میں بنی تھی شکستہ ہو گئی اور بتوں کو قصابوں کے حوالہ کیا کہ گوشت فروشی کی ترازو کے باٹ بنائیں بت بزرگ کو کہ بصورت گوسفند سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اوس کا چونہ بنا کے پانوں میں رجپوتوں کو کھلایا کہ وہ اپنے معبود کو آپ ہی کھائیں۔ اب وہ چتوڑ کی طرف چلا کوہ چتوڑ کے دامن میں ایک قلعہ تھا اوس کو لڑکر فتح کیا۔ بہت راجپوتوں کو قتل کیا۔ وہ چتوڑ کے محاصرہ کی تیاری کر رہا تھا کہ رانا کنبھا قلعہ سے بھاگ کر کوہ پایہ میں کہ اس نواح میں ہے چلا گیا۔ سلطان اوسکے تعاقب پر متوجہ ہوا۔ چند فوجیں ہر طرف اوس کے پکڑنے کے واسطے جدا جدا بھیجیں۔ بحسب اتفاق ایک فوج سے سخت لڑائی ہوئی۔ رانا شکست پاکر قلعہ چتوڑ میں آیا۔ سلطان محمود نے قلعہ کے محاصرہ کے لئے ایک فوج کو نامزد کیا خود ولایت کے سر پر متیم ہوا۔ ہر ہر زباج و تاراج کے لئے سپاہ بھیجتا تھا۔ اعظم ہمایوں کو طلب کیا کہ وہ دار جیتو ناتک کہ اطراف مندسور میں واقع ہے متصرف ہو۔ مگر اعظم ہمایوں مندسور میں آکر بیمار ہوا اور مر گیا۔ سلطان باپ کے مرنے سے بہت غمزدہ ہوا اور بہت رویا۔ اور اضطراب و اضطرار کے سبب سے اپنے تئیں مجروح کیا۔ قلعہ مندسور میں جاکر باپ کی نعش روانہ کی۔ تاج خاں کو کہ نویش و عارض لشکر تھا اعظم ہمایوں کا خطاب دیا اور مراجعت کی۔

برسات کا موسم آگیا تھا بلند زمین پر قیام کیا اور چتوڑ کے محاصرہ کو برسات کے بعد موقوف رکھا
رائے کنبھا نے شب جمعہ ذی الحجہ ۸۲۶ھ ۱۴۲۳ء کو دس ہزار سواروں و چھ ہزار پیادوں سے شبخون مارا
سلطان نے خرم و احتیاط سے لشکر کی ایسی محافظت کی تھی کہ رائے کنبھا اوس کا کچھ نہ کر سکا
اور راجپوت بہت مارے گئے۔ دوسری شب کو سلطان محمود نے رائے کنبھا پر شب خون مارا۔ رانا
زخمی ہو کر چتوڑ کو بھاگا۔ راجپوت بہت مارے گئے اور لشکر محمودی کو بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ سلطان محمود نے
چتوڑ کی فتح کو دوسرے سال پر ٹالا اور خود منڈو کو چلا آیا۔ آخر ذی الحجہ سنہ مذکور میں مدرسہ اور
منارہ ہفت منزلی کے محاذی جامع مسجد ہوشنگ شاہی کی بنیاد ڈالی۔

۸۲۷ھ میں سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی والی جونپور کا رسول تحف و ہدایا لیکر
منڈو میں آیا۔ اور بعد سوغات دینے کے زبانی پیغام دیا کہ نصیر شاہ بن عبد القادر نے شریعت کو
ترک کیا اور روزہ نماز چھوڑا۔ اکاذیب مذمومہ کا مذہب اختیار کیا۔ مسلمان عورتوں کو بدکاریوں کے
حوالہ کیا کہ انکو گانا سکھائیں۔ چونکہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے کالپی کے حکام مالوہ کے
منتسبوں میں سے ہوتے ہیں اسلئے لازم و واجب معلوم ہوا کہ اوسکے احوال پر آپ کو اطلاع
دیجائے اگر اوسکی تادیب و گوشمالی کی فرصت آپ کو نہ ہو تو اینجانب کو ارشاد ہو کہ اس کی گوشمالی
ایسی کی جائے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ سلطان محمود خلجی نے جواب دیا کہ زیادہ تر لشکر ہمارا مندسور کے
مقدموں کی تادیب کے لئے گیا ہوا ہے آپنے نصرت دین کو پیش نہاد ہمت کیا آپ کو مبارک ہو
قاصد رسول کو خلعت و زر دیکر رخصت کیا۔ پھر بیٹوں کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی راجپوتانے
نے سلطان شرقی جونپور کو سلطان خلجی کا پیغام پہنچایا تو وہ بہت خوش ہوا اور بیس ہاتھی
اور اشیا سلطان خلجی پاس بھیجوائے۔ اور آراستہ لشکر لے کر کالپی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور خواجہ
نصیر عبد القادر کو اس دیار سے نکال دیا۔ نصیر نے محمود شاہ کو عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا
کہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے آجتک آپکے ہم مطیع و خیر خواہ تھے۔ اب سلطان محمود شرقی
اپنے تسلط اور غلبہ سے کالپی پر متصرف ہوا۔ میں ہمیشہ آپ سے ملتجی رہا ہوں اب بھی آپ کو قبلہ
آمال و آمانی جانکر عدوہ چندیری کو جاتا ہوں۔ سلطان محمود نے علی خاں کو شاہ محمود شرقی پاس بھیجکر

یہ پیغام کہ نصیر خاں آپ کی مرضی کے موافق افعال نا ب ہوا۔ طریق شریعت پر
چلنے لگا اور سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے وہ مالوہ سے ملتجی رہا ہے۔ توقع یہ ہے کہ مضمون الکتاب
التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (جو گناہ سے توبہ کرتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گناہ
نہیں کیا تھا) کو ملحوظ و منظور رکھکر اوسکے جرائم پر قلم عفو کھینچکر اوسکی ولایت اسی کو دیدیجئے
سلطان محمود پاس علی خاں آیا۔ مگر سلطان شرقی نے اوسکو جواب شافی نہیں دیا۔ لیت و لعل
کیا۔ محمود شاہ خلجی نے بحمیت و مردانگی کے سبب نصیر کی حمایت اپنی ہمت پر لازم جانی
۸۲۸ھ شوال ۱۴۲۵ء کو چندیری کو روانہ ہوا۔ یہاں نصیر شاہ اس سے آنکر ملا سلطان ایرج و
تھانہ یر کی طرف چلا۔ جب سلطان محمود شرقی کو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی ایرج میں آیا
مبارک خاں کو جو باپ دادا کے وقت سے یہاں حکومت کرتا تھا مقید کر کے ہمراہ لے گیا اور یہاں
سے دریا جون کی تنگیوں میں اُترا جنکی راہ ایسی تنگ تھی کہ وہاں آنا غنیم کی قدرت سے
باہر تھا اور اپنے لشکر کے گرد خوب استحکام کیا۔ محمود خلجی اوسے چھوڑ کر کالپی کا عازم ہوا۔ سلطان
شرقی بھی کالپی کو چلا۔ اس اثنا میں فوج خلجی کے بہادروں نے سلطان شرقی کے بنگاہ کو لوٹا
دوپہر کر اپنے آدمیوں کی حمایت کے لئے لڑا شام تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔ سورج
ڈوبنے کے بعد لشکر اپنے مقاموں میں گئے۔ برسات کا موسم قریب تھا سلطان خلجی فتح آباد
میں آیا۔ یہاں ہفت منزلہ قصر بنایا۔ اس اثنا میں قصبہ ایرج کے آدمی مبارک خاں کے ظلم و
تعدی سے فریادی ہوئے وہ پھر یہاں حاکم مقرر ہو گیا تھا۔ سلطان خلجی نے ملک اشرف
منظر ابراہیم حاکم چندیری کو ایرج بھیجا۔ سلطان شرقی نے ملک کالو کو اوسکے مقابلہ کے
لئے بھیجا قصبہ رانہ (راٹھ) میں دونوں کی لڑائی ہوئی ملک کالو بھاگ گیا۔ پیران دونوں میں لڑائی نے طول
کھینچا۔ طرفین سے سلمان کشتہ ہوئے۔ شیخ پیانہ جو اکابر وقت سے تھا کشف و کرامات میں
مشہور تھا۔ سلطان شرقی کے استصواب سے صلح کے باب میں ایک خط سلطان محمود خلجی کو لکھا
ان شرائط پر صلح قرار پائی اول بالفعل سلطان شرقی قصبہ رانہ (راٹھ) و مہو بنصیر خاں کے
حوالہ کرے دوم جب سلطان خلجی کی مراجعت مانڈو پر چار مہینے گذر جائیں تو خطہ کالپی بھی

نصیر خاں کو دی جائے چار سے ۔ اور اس سبب سے مقرر ہوئی کہ اس مدت میں نصیر خاں کے دین دھرت کا حال معلوم ہو جائے۔ سوم دونو لشکر اپنے مقاموں کو چلے جائیں۔ اس قرارداد پر سلطان محمود خلجی نے منڈو میں مراجعت کی۔

۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں سلطان خلجی نے ایک دار الشفا بنائی جسمیں ہر قسم کے مریضوں کے لئے مکانات جدا جدا تھے اور پاکھل خانہ بھی تھا۔ چند موضعے اوسکے خرچ ادویہ و یا محتاج کے لئے مقرر کیے۔

۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء جب کو سلطان محمود منڈل گڈھ کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کرکے بناس کے کنارہ پر آیا۔ رانا کمبھا میں طاقت مقاومت نہ تھی اس لئے وہ منڈل گڈھ میں متحصن ہوا۔ دوسرے تیسرے روز راجپوتوں نے قلعہ سے نکلکر مردانگی کا حق ادا کیا۔ مگر آخر کو عجز و انکسار کے ساتھ پیشکش دینا قبول کیا۔ سلطان نے بھی صلاح وقت دیکھکر صلح کرکے مراجعت کی۔ تھوڑی مدت میں لشکر تازہ دم کرکے قلعہ بیانہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ جب اس سے دو فرسنگ (میل) پر پہنچا۔ محمد خاں اس جگہ کے ضابط نے اپنے بیٹے واحد خاں کو سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ اور سو گھوڑے اور ایک لاکھ ٹنکہ نقد پر سم پیشکش ارسال کئے سلطان محمود نے اوسکو خلعت خاص نوازش فرما کر رخصت کیا۔ اور محمد خاں کو قبا دز زردوزی و تاج مکلل بجواہر و کمر زر و اسپان تازی زین و لجام زرین سمیت بھیجے۔ محمد خاں نے اس خلعت کو پہن کر سلطان محمود کی حمد و ثنا کی اور بادشاہ دہلی کی بجائے سلطان خلجی کے نام کا خطبہ سکہ جاری کیا۔ سلطان محمود نے اپنی دار السلطنت کی مراجعت میں قلعہ اندپور کو فتح کیا جو رنتھنبور کے پاس ہے اور تاج خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پچیس ہاتھی دیکر قلعہ چتوڑ کی فتح کے لئے بھیجا۔ خود راجہ کوٹہ و بوندی سے ایک لاکھ پچیس ہزار ٹنکہ پیشکش لی اور منڈو کا عازم ہوا۔

۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء میں گنگا داس ایہ تلعہ چنپانیر نے پیش کش بھیجی اور عرضداشت لکھی کہ سلطان محمد شاہ ابن احمد شاہ گجراتی نے قلعہ چنپانیر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ میں آپ ہی سے التجا کرتا ہوں اسلئے امداد اور دستگیری کا امیدوار ہوں سلطان محمود خلجی گنگا داس کی امداد پر متوجہ ہوا۔ راہ میں خبر ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی ایدر کی طرف پیشکش لینے گیا ہے

سلطان محمود خلجی نے اوسکو عاجز و ضعیف جانکر اپنا سفر جاری رکھا۔ سلطان محمد نے اس خبر کو سن کر اس سبب سے کہ اوسکے چارواہے بہت مر گئے تھے خیموں اور رکاب خانوں کو آگ لگا کر احمد آباد کو روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی اس واقعہ پر مطلع ہو کر راہ سے پھرا اور آب مہندری کے کنارہ پر آیا اور اوس نے تیرہ لاکھ ٹنکہ نقد و چند راس اسپ پیشکش میں دئے اور سلطان محمود کی خدمت میں آیا۔ خلعت پاکر رخصت ہوا۔ سلطان اپنی دار السلطنت کو چلا راہ میں رائے سیمبر راجہ ایدر کو پانچ خدمت ہاتھی اور اکیس گھوڑے اور تین لاکھ ٹنکہ نقد انعام دیکر رخصت کیا۔ پھر وہ منڈو میں آگیا یہاں ولایت اور سپاہ کا انتظام کیا۔

۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء میں ایک لاکھ سے زیادہ لشکر سلطان محمود لیکر گجرات کی فتح کے ارادہ سے چلا قصبہ سلطان پور کا جاکر محاصرہ کیا۔ ملک علاء الدین سہراب کہ شاہ محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ تھا اوس کئی روز تک پے در پے قلعہ سے نکلکر جنگ کو گرم کیا۔ جب کمک کے پہنچنے سے مایوس ہوا امان طلب کرکے سلطان محمود خلجی سے ملا۔ سلطان نے اوسکے اہل و عیال کو منڈو بھیجدیا گویا اوس کو اوّل بنایا اور اوسکو قسم دی کہ کبھی اپنے صاحب سے روگرداں نہ ہو۔ اور خطاب مبارز خانی کا دیا اور اپنے لشکر کا مقدم بنایا۔ احمد آباد کی طرف کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا۔ اثنار راہ میں خبر آئی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی نے انتقال کیا اوسکا بیٹا قطب الدین اوسکا قائم مقام ہوا۔ سلطان محمود نے باوجود یکہ تخت گجرات چھیننے کا ارادہ تھا مگر کمال مروت سے سلطان قطب الدین گجراتی کو خط لکھا اس میں باپ کی تعزیت کی اور سلطنت کی مبارکباد دی۔ باوجود اس حال کے سلطان نے قصبہ بڑودہ کو خراب کیا اسیر و غارت کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کئی ہزار مرد و کافر گرفتار کئے قصبہ مذکور میں چند روز توقف کرکے احمد آباد پر متوجہ ہوا ملک علاء الدین وقت فرصت کا منتظر تھا اب اسکو فرصت ملی کہ سلطان قطب الدین پاس بھاگ گیا۔ اوسنے سوگند کے وقت عہد کیا تھا کہ میں اپنے صاحب سے حرام نمکی نہیں کروں گا اوسکو پورا کیا اور اوسنے کمال حلال نمکی کے سبب سے اپنے عیال و اطفال کو ترک کیا (یہ بطور اوّل کے منڈو میں تھے) سلطان محمود سرکیج میں آیا جو احمد آباد سے دس میل پر ہے

قطب الدین گجراتی موضع خان پور میں جو قصبہ مذکور سے ۳۰ کروہ (۶۰ میل) ہے آیا۔ پھر دونو بادشاہوں کے لشکر برابر میں آئے سلطان محمود شب خون مارنے کے لئے سوار ہو کر اپنے لشکر سے باہر آیا۔ راہ بھولنے۔ راہ بتانے میں خطا کی۔ تمام رات صحرا میں وہ کہرا رہا صبح کو میمنہ میں لشکر سارنگ پور کو رکھا اور اپنے بڑے بیٹے سلطان غیاث الدین کو اس فوج کا سردار بنایا۔ میسرہ میں امرائے چندیری کو رکھا اور اپنے چھوٹے بیٹے فدائی خاں کو اس سپاہ کا افسر بنایا۔ خود قلب لشکر میں قرار کیا۔ کارزار پر متوجہ ہوا۔ سلطان قطب الدین خاں نے بھی لشکر گجرات کو آراستہ ترتیب صفوف سے کیا اور میدان جنگ میں آیا۔ مقدمہ فوج گجراتی سلطان مالوہ کے مقدمہ سے شکست پاکر بھاگا اور سلطان قطب الدین گجراتی کے پاس چلا گیا ملک شرف مظفر ابراہیم کو چندیری کے امرا کیا سے تھا فوج میسرہ مالوہ سے جدا ہوا اور شاہ گجرات کے میمنہ پر حملہ آور۔ اوسکے سامنے گجرات کی فوج کے پاؤں نہ جمے ملک شرف نے اوسکا تعاقب سلطان قطب کے لشکر تک کیا اور غارت و تاراج کا ہاتھ دراز کیا۔ سلطان قطب الدین کے خزانہ میں داخل ہو کر اپنے تمام ہاتھیوں پر خزانہ کو بار کر کے اپنے لشکر کو ایک بار روانہ کیا۔ ہاتھی جب خزانہ پہنچا کر آئے اوپر دوبارہ خزانہ لادتا تھا کہ اُس پاس یہ خبر آئی کہ شہزادہ فدائی خاں کو لشکر قطب الدین خاں نے ایسا تنگ کیا کہ فقط وہ جان بچا کر بھاگا۔ ملک شرف مظفر ابراہیم نے لوٹ کر چھوڑا اور ایک گوشہ میں گیا۔ سلطان محمود خلجی تفرقہ لشکر اور میسرہ فوج کی شکست سے متحیر ہو کر دو سو سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں بہادرانہ کھڑا رہا۔ جب تک ترکش میں تیر رہے کماندار کی کرتا رہا اوسوقت شاہ قطب الدین گجراتی کو ایک گوشہ میں آراستہ فوج کے ساتھ چھپا ہوا تھا نکلا۔ سلطان خلجی کی طرف متوجہ ہوا تو وہ تیرہ آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ سے باہر نکل گیا اور اظہار شجاعت کی وجہ سے تیرہ آدمیوں کو شاہ قطب الدین گجراتی کے سراپردہ کے پاس کہ جنگ گاہ کے پیچھے تھا لے گیا تاج و کمر مرصع شاہ گجرات کا کرسی پر رکھا تھا اٹھا کر بجلی کی طرح اپنے لشکر میں چلا آیا۔ پانچ چھ ہزار سوار جمع کر کے مشہور کیا کہ آج رات میں شب خون مارونگا مگر جب کچھ رات گئی شب خون کا

بیانہ بنا کے منڈو کا سیدھا راستہ لیا۔ راہ میں کولیوں اور بھیلوں نے اس کے لشکر کو بہت سفرت پہنچائی۔ الغرض سلطان نے اپنی ابتدا دولت سے آخر سلطنت تک صرف یہی ایک شکست پائی ع عیب نیود شگفت مردان ہنراست۔ منڈو میں اپنے لشکر کو درست کیا۔ شہزادہ غیاث الدین بندر سورت کے دہات کو غارت کر کے آگیا۔ سلطان کو نظام الملک زیر اور اسکے بیٹوں کے مکر و فریب و نفاق کی خبر پہنچی اونکی سیاست کی گئی۔

۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں سلطان محمود خلجی نے مارواڑ کی ولایت کی عزیمت مصمم کی مگر سلطان قطب الدین گجراتی کی طرف سے جمعیت خاطر نہ تھی اسلئے اوسنے صلاح یہ دیکھی کہ اول اوس سے مصالحت کرنی چاہئے۔ پھر ولایت رائے کنبھا کی تسخیر میں مشغول ہونا چاہئے۔ اس بات کو دل میں رکھا اور استعداد لشکر کا حکم دیا اور منڈو سے دھار گیا۔ اور وہاں سے تاج خاں کو آراستہ لشکر کے ساتھ سرحد گجرات میں بھیجا کہ مقدمہ صلح کی تمہید کیجائے۔ تاج خاں نے وزرائے سلطان قطب الدین کو خطوط لکھ کر چرب زبان ایلچیوں کے ہاتھ بھیجے اور پیغام دیا کہ طرفین کی عداوت اور نزاع سے خلق کی پریشانی ہوتی ہے اور صلح اتحاد سے امنیت و رفاہ ہوتی ہے پس اس قیل و قال سے سلطان قطب الدین صلح پر راضی ہو گیا۔ طرفین سے اکابر و معارف درمیان میں آئے عہد و سوگند کے ساتھ مصالحت نے استحکام پایا اور یہ قرار پایا کہ طرفین راجپوتانہ کے ملک پر جا کر حملہ کریں اور تمام ملک جو جنوب کی طرف متصل گجرات کے ہو اوسکو مسخر کر قطبی تاخت و تاراج کرے اور اوسپر متصرف ہو اور بلاد اجمیر و میوات اور جو ملک مشرق و شمال میں ہو اوسپر لشکر مالوہ حملہ کر کے متصرف ہو اور احتیاج کی صورت میں امداد اور معاونت ایک دوسرے سے دریغ نہ رکھیں۔

۸۵۶ھ / ۱۴۵۲ء میں نواحی ہاروتی کے راجپوتوں نے سرکشی کا علم بلند کیا تھا اون کی تنبیہ و تادیب پر سلطان محمود خلجی متوجہ ہوا اور قصبہ سہوتی میں بہت راجپوتوں کو مارا اور اون کے اطفال و عیال اسیر کر کے منڈو بھیجدئے وہاں سے گوالیار ہوتا ہوا بیانہ کا عازم ہوا۔ جب اوس کے قریب آیا تو داؤد خاں ضابطہ بیانہ نے بڑی پیش کش بھیجی اور اخلاص ظاہر کیا سلطان نے

یہ عہد وہی پر مسلم رکھیں۔ یوسف خاں ہنڈولی اور ضابطہ بیانہ کے درمیان جو تفصیلیں تھیں اونکو اپنی سی کوشش سے محبت و مودت سے بدل دیا۔ اور مراجعت کے وقت ہاروتی و اجمیر و رنتنبور فدائی خاں کو مفوض کئے اور خود منڈو میں آیا۔ اسی سال میں سکندر خاں و جلال خاں بخاری نے کہ سلطان علاء الدین بہمنی کے امرار کبار میں سے تھے۔ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں عرائض بھیجیں اور قلعہ ماہور کی تسخیر کی تحریص کی وہ برار کے اعظم قلعوں میں سے تھا۔ سلطان محمود ہوشنگ آباد کی راہ سے ماہور کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کیا سلطان علاء الدین بہمنی نے اہل قلعہ کی مدد کے لئے بہت بڑا لشکر بھیجا۔ محمود خلجی نے اپنے میں طاقت مقاومت نہ دیکھی خود مراجعت کی اور تاج خاں کو سکندر خاں بخاری کی امداد کے لئے چھوڑا۔ اسکا حال طبقہ سلاطین بہمنیہ کی تاریخ میں پڑھو۔

اثنار مراجعت میں سلطان محمود خلجی کے پاس خبر آئی کہ مبارک خاں حاکم آسیر نے ولایت بگلانہ پر تاخت کی یہ ملک گجرات اور دکن کے درمیان واقع تھا اور وہاں کا حاکم محمود شاہ کا مطیع تھا۔ سلطان اسکی حمایت و رعایت کو واجب لازم جانکر بگلانہ کو روانہ ہوا اور اپنے سے پہلے اقبال خاں و یوسف خاں کو بھیجا۔ میراں مبارک شاہ فاروقی بڑا لشکر لے کر مقابلہ میں آیا اور بعد مقابلہ کے بھاگ گیا اور آسیر تک کہیں نہیں ٹھیرا۔ سلطان محمود نے آسیر کے بعض مواضع کو غارت کر کے منڈو میں مراجعت کی۔ اسی سال میں اوسکو خبر پہونچی کہ ولایت بگلانہ کے راجہ رائے بابو کا بیٹا اس پاس آنے کا ارادہ رکھتا ہے اور میراں مبارک خاں فاروقی حاکم آسیر نے اوسکی ولایت میں آنکر خرابی مچائی ہے اور اوسکو آنے نہیں دیتا۔ سلطان محمود نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بہت جلد بھیجا مبارک خاں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اولٹا اپنے ملک میں چلا گیا۔ پسر بابو رائے پیش کش لایا اوسپر نوازش ہوئی اور اوس کو اپنے ملک کو رخصت کیا۔ شہزادہ غیاث الدین رنتنبور کی طرف متوجہ ہوا اور سلطان محمود خلجی چتوڑ کو روانہ ہوا۔ رانا کنبھا ہمراہ و ہواسا کے ساتھ پیش آیا کچھ زر و نقرہ و مسکوک پیش کش میں بھیجا یہ زر مسکوک رانا کنبھا کے نام کا تھا اس سے غضب محمودی کو ازدیاد ہوا اور پیشکش کو واپس بھیجا

پدر کے لشکر کے آدمیوں نے ملک کو بے چراغ کیا۔ منصور الملک کو مندسور کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجا اس ولایت میں اپنے تھانہ داروں کو مقرر کرنا چاہتا تھا اسلئے اوسنے چاہا کہ ایک قصبہ اپنے نام پر خلجی پور آباد کرے۔ رائے کنبھا نے اس خبر کے سننے سے بہت عجز و انکسار اختیار کیا اور سلطان محمود سے کہا کہ جسقدر پیش کش کا حکم ہو وہ مجھے قبول ہے اور من بعد اخلاص و دولت خواہی کے جادہ سے تجاوز نہیں کرونگا۔ بشرطیکہ خلجی پور کے آباد کرنے کا قصد سلطان ترک کرے۔ برسات قریب تھی سلطان نے رانا سے دلخواہ پیش کش لے کر منڈو کو معاودت کی اور بہت دنوں یہاں ٹھیرا۔

۸۵۹ھ / ۱۴۵۴ء میں سلطان محمود ولایت مندسور کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس ناحیہ میں آنکر اطراف و جوانب میں افواج بھیجیں اور خود وسط ولایت میں مقیم ہوا۔ اس پاس ہر روز تازہ فتح کی خبر آتی تھی۔ ہاروتی کی طرف جو فوج مقرر ہوئی تھی اوس کا عریضہ آیا کہ ممالک ہندوستان میں آفتاب اسلام کے طلوع کی ابتدا اجمیر کے اُفق پر ہوئی تھی اور شیخ معین سنجری یہاں آسودہ ہیں اب وہ کفار کے قبضہ میں ہے کوئی اسلام و مسلمانی کا اثر باقی نہیں رہا۔ جب اس عریضہ کے مضمون پر سلطان مطلع ہوا تو صوبہ اجمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ متواتر کوچ کر کے مزار فائض الانوار پر پہنچا اور لشکر کو حکم دیا کہ سب امرا متفق ہو کر قلعہ کا ملاحظہ کریں اور مورچلوں کی تقسیم کی اس اثنار میں گجادہر جو اہل قلعہ کا سردار تھا نامی رجپوتوں کی فوج لے کر لڑنے آیا مگر وہ افواج محمودی کے صدمہ کی برداشت نہ کر سکے۔ چار روز تک معرکہ جدال و قتال گرم رہا۔ پانچویں روز گجادہر سارا لشکر لے کر جنگ کرنے آیا اس میں مغلوب ہو کر کشتہ ہوا اور مفروروں کے ساتھ سپاہ محمودی کی ایک جماعت قلعہ کے اندر گھس گئی اور قلعہ کی فتح نصیب ہوئی۔ ہر کوچہ میں رجپوتوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سلطان محمود شکر الٰہی بجا لایا اور مزار کی زیارت کی اور مسجد عالی کی بنیاد ڈالی خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دیکر اس جگہ کی حکومت سپرد کی۔ قلعہ مندل گڈھ کی طرف کوچ کیا۔ بناس کے کنارہ آیا۔ امرا کو اطراف قلعہ پر معین کیا۔ رانا کنبھا بھی آراستہ لشکر کے ساتھ لڑنے آیا۔ جنگ

عظیم ہوئی۔ لشکر محمودی کی ایک بڑی جماعت کثیر کشتہ ہوئی۔ اور بہت راجپوت مارے گئے۔ جب یہ خبر وزیر سلطان کو پہنچی سمجھا کہ مکرر لشکر کشی ہوئی ہے اور برسات آگئی ہے۔ منڈو میں لے گئے وہاں کچھ دنوں وہ تیرا۔

۸۵۰ھ میں وہ منڈل گڈھ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ راہ میں جو بتخانہ نظر آیا خاک کی برابر کیا۔ درختوں کو جڑ سے اکھڑوایا۔ عمارتوں کو ڈھا کر مٹوایا۔ آبادانی کی نشانی باقی نہ رکھی محاصرہ میں خندقوں سے پار قلعہ کی دیواروں کے متصل مورچلوں کو پہنچایا۔ تھوڑی مدت میں حصار کو فتح کیا خلق کثیر کو ایسر اور قتل کیا۔ راجپوتوں نے ایک اور قلعہ میں کہ قلعہ کوہ پر تھا پناہ لی۔ اس اوپر کے قلعہ میں حوضوں کا پانی توپوں کی آوازوں سے نیچے چلا گیا تھا (جو حوضوں میں توپوں کی آواز کے صدمہ سے دراڑ دہ زمین پڑ جاتی ہیں انہیں پانی نکل جاتا ہے) قلعہ اول لشکر محمودی کے ہاتھ میں تھا اسلئے راجپوتوں نے بے آبی سے نالہ و افغاں کیا بعطش گویاں امان مانگی۔ سلطان نے دس لاکھ تنکہ پیش کش قبول کرکے پناہ دی قلعہ اوسکے حوالہ ہوا۔ یہ فتح ۲۵ ذی الحجہ ۸۵۰ھ کو ہوئی۔ محمود قلعہ میں آیا۔ بتخانوں کو توڑا۔ اونکے مصالحوں کو مسجدوں کی عمارت میں صرف کیا۔ قاضی و محتسب و خطیب و موذن متعین کئے۔

۱۵ محرم ۸۵۱ھ کو چتوڑ کا عازم ہوا۔ اس ناحیہ میں آنکر سلطان زادہ غیاث الدین کو بہلوازہ کی ولایت کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اوسنے ملک ویران کرکے بہت آدمی قید کئے اور مراجعت کی چند روز بعد سلطان زادہ فدائی خاں اور تاج خاں کو قلعہ بوندی کی تسخیر کو بھیجا۔ راجپوتوں نے قلعہ سے نکلکر جنگ میں بہت کوشش کی۔ آخر کو ہزیمت پائی۔ بہت مارے گئے اول ہی دن میں قلعہ فتح ہوگیا۔ بعد فتح کے شاہزادہ منڈو چلا گیا۔

۸۵۲ھ میں سلطان محمود نے راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے سواری کی۔ جب موضع اہار میں آیا تو تاج خاں اور سلطان زادہ غیاث الدین ملک کے تاراج و تاخت کیلئے مقرر کئے۔ وہ ولایت کوٹھا کی برابر کرتے ہوئے کنبل میر کے اطراف میں لوٹتے مارتے آئے۔ جب سلطان پاس

گئے تو قلعہ کنبل میر کی تعریف بہت کی۔ سلطان اس قلعہ کا عازم ہوا۔ راہ میں بتخانوں کو خراب کیا۔ حوالی قلعہ میں نزول کیا۔ ایک دن سوار ہوکر اوسنے پہاڑ پر سے جو قلعہ کے مشرق میں تھا شہر کا ملاحظہ کیا۔ اور فرمایا کہ اس قلعہ کی فتح چند سال کے محاصرہ بغیر میسر نہیں ہوگی اسلئے دوسرے روز کوچ کرکے ڈونگر پور چلا گیا۔ رائے شام داس راجہ ڈونگر پور کو تہیا نہ کو بھاگ گیا تھا۔ دو لاکھ تنکہ اور بیس گھوڑے پیش کش میں بھیجے۔ سلطان منڈو میں چلا آیا۔

محرم ۸۶۶ھ میں ایک طفل صغیر السن نظام شاہ نام تخت دکن پر بیٹھا اور امرا و درگاہ نے چاہیں اوسکی اطاعت کرنی چاہئے تھی کی تو نظام الملک غوری کے اغوا سے سلطان محمود خلجی بلاد دکن کی تسخیر کا عازم ہوا۔ جب وہ آب نربدا سے گذرا تو مخبروں نے خبر دی کہ مبارک خاں ضابطہ اسیر نے ودیعت حیات سپرد کی اور اوس کا بیٹا غازی خاں ملقب بہ عادل خاں قائم مقام ہوا اوسنے اپنی ابتدا دولت میں ظلم کا ہاتھ دراز کیا اور دو بے گناہ سید کمال الدین اور سید سلطان کو ناحق مار ڈالا۔ مقتولوں کے گھر کو غارت کیا۔ چند روز بعد اون کا بھائی سید جمال سلطان محمود پاس داد خواہی کو آیا۔ سلطان کی حمیت نے چاہا کہ عادل خاں کی گوشمالی دے۔ اس ارادہ سے آسیر کو راہی ہوا۔ عادل خاں نے عجز و بیچارگی سے سلطان پاس پیشکش بھیجوائی۔ اور اپنی تقصیرات سے استغفار کی۔ سلطان محمود جانتا تھا۔ آسیر کے مضبوط برج کسی تدبیر سے فتح نہ ہونگے۔ اور سوا اوسکے اس سفر سے مقصود اصلی دکن کی فتح ہے اوسنے عادل خاں کے جرائم کو عفو کیا۔ اور کچھ نصیحت کی۔ برار و ایچپور کی طرف چلا قصبہ بالاپور میں وہ پہنچا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ نظام شاہ کے وزیر اسرحدوں سے لشکروں کو طلب کرکے سپاہ جمع کر رہے ہیں۔ خزانہ سے دو کرور تنکہ باہر نکالا ہے۔ اوسکو مدد خرچ کے طور پر امرا و لشکریوں کو دیا ہے۔ ذخیرہ و ہاتھی شہر سے باہر نکالے ہیں۔ سلطان محمود اس خبر کو سنکر اپنے آراستہ لشکر کے ساتھ نظام شاہ بہمنی سے تین کروہ (۶ میل) پر جا پہنچا۔ وزیر دکن نے نظام شاہ کو کہ آٹھ سال کا لڑکا تھا سوار کیا۔ اور اوس کے سر پر سفید چتر رکھا۔ اور اوسکی سواری کی باگ کو خواجہ جہاں ملک شہ ترکی کے ہاتھ میں دیا۔ میسرہ کا اہتمام ملک نظام الملک ترک کو اور میمنہ خواجہ محمود گیلانی کو

جس کا خطاب ملک التجار تھا حوالہ کیا۔ جب دونوں بادشاہوں کے لشکر برابر ہوئے تو ملک التجار نے پیش دستی کر کے فوج میمنہ محمودی پر تاخت کی۔ مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر کر میسرہ کے سردار تھے مارے گئے۔ میمنہ بھی پراگندہ ہوا۔ لشکر منڈو کی شکست عظیم ہوئی سوس کردہ تک اسکے تعاقب ہوا۔ سلطان محمود کا لشکر تاراج ہوا۔ اس اثنا میں سلطان محمود ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا مستعد فرصت تھا۔ جب اکثر آدمی تاراج میں مصروف ہوئے اور نظام شاہ چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا تو سلطان دو ہزار سوار کے ساتھ نظام شاہ کی فوج کے عقب سے نمودار ہوا مشہور روایت یہ ہے کہ خواجہ جہاں ترک کہ عمدۂ قلب تھا اوسنے یہ کھوٹ پن کیا کہ نظام شاہ بہمنی کی باگ پکڑ کر احمد آباد بیدر کی طرف لے چلا۔ اب قضیہ منعکس ہوا۔ جو آدمی لوٹنے لگے تھے اونہوں نے زندگانی کے متاع نفیس کو غارت کیا۔ ملکہ جہاں والدہ نظام شاہ کو امرا کے کروفر کا خوف تھا اوسنے شہر بیدر کی محافظت ملو خاں کو حوالہ کی خود نظام شاہ کو ساتھ لے کر فیروز آباد گئی اور سلطان محمود گجراتی کو امداد کی طلب میں خط بھیجا سلطان محمود خلجی نے قلعہ کر کے شہر بیدر کا محاصرہ کیا۔ آدمی بھاگ کر فیروز آباد میں نظام شاہ پاس جمع ہوئے یہ خبر آئی کہ لشکر عظیم کے ساتھ ملک التجار سرلشکر نظام شاہ کی مدد کو جلد آنے والا ہے سلطان محمود نے قرعہ کنگاش ڈالا۔ اور آخر کو یہ قرار دیا کہ ہوا گرم ہوئی اور ماہ رمضان بھی آگیا ہے اولیٰ یہ ہے کہ اس بلاد کی تسخیر دوسرے سال پر موقوف رکھی جائے۔ اب اجازت کی جائے۔ غرض یہ بہانہ بنا کے اپنی ولایت کو کوچ کیا۔ راہ میں بڑا دق ہوا مگر منڈو پہونچ گیا۔

ششم۔ ولایت دکن کی تسخیر کا خیال سلطان کو ہوا اور ملک التجار سے وہ اپنا عوض لینا چاہتا تھا پھر لشکر کا سامان کر کے نظفر آباد دھلچپہ میں آیا۔ ابھی وہ یہیں تھا کہ سراج الملک تھانہ دار کھیرلہ کا عریضہ پہنچا جسکا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو بہت لشکر کے ساتھ کھیرلہ کے تھانہ کو بھیجا ہے۔ وہ چند روز میں یہاں آجائے گا سلطان یہ خبر سن کر تھانہ دار کھیرلہ کی حمایت کے لئے جلد چلا۔ اثنائے راہ میں اوسنے سنا کہ جب نظام الملک

نے قلعہ کھیرلہ کا محاصرہ کیا تو اوسوقت سراج الملک تھانہ دار شراب پینے میں مشغول تھا اوسکو اپنی خبر نہ تھی اوسکے بیٹے نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی اور بھاگا نظام الملک اوسکے پیچھے ایسا لگا گیا کہ قلعہ پر متصرف ہوا۔ قلعہ کے تصرف کے بعد رجپوت پیادوں نے نظام الملک کو مار ڈالا۔ سلطان نے اس خبر کو سُن کر مقبول خاں کو چار ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ کھیرلہ کی طرف بھیجا۔ اور خود انتظار کے لئے دولت آباد کا عازم ہوا۔ راہ میں رائے سرکچھ کے متعلقوں نے اور رائے جاج نگر کے وکیلوں نے پانسو تیس ہاتھی پیش کش میں دئے۔ جب سلطان خلیفہ آباد میں آیا تو امیر المومنین یوسف بن محمد عباسی کا ایک خادم مصر سے سلطان کے لئے منشور سلطنت وخلعت ایالت لایا جس سے سلطان بہت مسرور ہوا پھر وہ ولایت دولت آباد میں آیا اوس کو خبر لگی کہ بادشاہ دکن کی مدد کے واسطے سلطان محمود گجراتی اپنے دار الملک سے نکلا ہے اور ان حدود میں آتا ہے۔ سلطان محمود بال کندہ کی طرف متوجہ ہوا اور گوندوارہ کی راہ سے منڈو میں چلا آیا۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ سلطان محمود شاہ بہمنی نے نظام الملک کو ۹۰۵ھ ۱۴۹۹ء میں قلعہ کھیرلہ کی تسخیر کے لئے بھیجا تھا۔ اوسنے یہ قلعہ فتح کر لیا۔ اس اجمال کی تفصیل شاہان جنیہ کی تاریخ میں دیکھو سلطان محمود خلجی چند روز تیرا۔ ربیع الاول ۹۰۶ھ ۱۵۰۰ء میں مقبول خاں کو ایک فوج کے ساتھ اپٹ پور کی تاخت کے لئے بھیجا۔ اوسنے اپٹ پور کی نواحی پر قبضہ کیا اور شہر کو غارت کیا پھر رات گئے یہاں کے حاکم نے اپنے ہمسایوں کو مثل قاضی خاں و پیر خاں کو جمع کیا اور پندرہ سو سوار اور پیادے بے شمار لیکر جنگ کے قصد سے آیا۔ یہ خبر مقبول خاں کو پہنچی۔ خیام و اسباب سامان اپنا ایک فوج کے ساتھ کیا اور اچھے کار آمد مرد انتخاب کئے اور انکو اپنے ساتھ لیا۔ چند جماعتوں کو جنگ کے لئے مقرر کیا اور خود معدودے چند لیکر کمین گاہ میں بیٹھا۔ جنگ میں طرفین باہم گتھ گئے تو مقبول خاں نے گھات سے نکل کر قاضی خاں کو اپٹ پر بھگا دیا مقبول خاں نے اپٹ پور تک تعاقب کیا۔ راہ میں بیس معتبر افسر قتل ہوئے اور تیس نفر اور گرفتار ہوئے مقبول خاں مظفر و منصور محمود آباد میں آیا۔

جمادی الاولیٰ ۹۰۶ھ ۱۵۰۰ء میں والی دکن اور والی مالوہ نے ایک دوسرے کے پاس ایلچی بھیکر

بعد بہت کی ردوبدل کے مصالحہ کو یوں قرار دیا۔ اچلپور ولایت گوندوارہ کو بعض کے قول کے موافق قلعہ کیرلہ تک سلطان محمود کو والی دکن دیدے اور سلطان محمود من بعد دیار دکن کو سفرت نہ پہنچائے اس سال میں سلطان محمود خلجی نے حکم دیدیا کہ محاسبات دفترے تاریخ شمسی تاریخ ہو اور تاریخ قمری مقرر ہو۔

سنہ مذکور میں شیخ علاء الدین کہ اس زمانہ کے بڑے عالموں میں تھا۔ نواحی منڈو میں آیا سلطان اوسکی نہایت تعظیم و احترام بجا لایا۔ مولانا عماد الدین رسول سید محمد نوربخش سلطان کی خدمت میں آیا خرقہ شیخ ہمراہ لایا سلطان خرقہ کو پہن کر بہت خوش ہوا۔

۱۳۶۸ھ میں سرمان بادیہ پیما نے عرض کیا کہ مقبول خاں نے محمود آباد کو جس کو اب کیرلہ کہتے ہیں تاراج کیا اور والی دکن سے ملتجی ہوا اور چند ہاتھی جو مصالحہ ملکی کی جہت سے اس کے ہمراہ کئے گئے تھے وہ رائے زادہ کیرلہ کو حوالہ کئے۔ یہ رائے زادہ قصبہ محمود آباد پر متصرف ہوا اور قلعہ میں جو مسلمان متوطن تھے سب کو مار ڈالا اور اوسنے طائفہ گونڈوں کو اپنے ساتھ متفق کر کے راہ کو مسدود کر دیا۔ سلطان نے فوراً تاج خاں و احمد خاں کو اس فتنہ کے دفع کرنے کے لئے رخصت کیا اور خود ۱۰ ربیع الاول کو ظفر آباد دھلیچہ میں آیا اور چند روز بعد محمود آباد اس طرف روانہ ہوا۔ اثنار راہ میں خبر آئی کہ دسہرہ کے دن کہ ہندوؤں کا بڑا تہوار ہوتا ہے تاج خاں ستر کروہ ایلغار کر کے یہاں آیا۔ اوسکی معلوم ہوا کہ رائے زادہ اسوقت کھانا کھا رہا ہے تو تاج خاں نے کہا کہ غافل دشمن کے سر پر چڑھنا مردانگی نہیں ہے اس نے باگ روک لی اور ایک شخص کو اپنے سے پہلے بھیجکر رائے زادہ کو اطلاع دی۔ وہ کھانا چھوڑ کر مسلح آدمیوں کے ساتھ لڑنے آیا۔ دونوں نے ایسی کوشش کی کہ اوس سے زیادہ متصور نہیں ہے مگر رائے زادہ سر پا برہنہ بھاگا اور گونڈ زمینداروں سے ملتجی ہوا۔ ہاتھی اور غنائم اور قصبہ محمود آباد مقبول خاں کو ہاتھ لگا۔ جب اس حال کا عریضہ سلطان محمود کے پاس پہنچا تو وہ بہت مسرور ہوا۔ اس نے ملک لاہر ملک داور کو اس فرقہ کی تادیب کے لئے مقرر کیا۔ جب اس گروہ کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے رائے زادہ کو مقید کر کے تاج خاں پاس بھیجدیا۔ اس فتح کے بعد سلطان محمود نے محمود آباد

جانے کا ارادہ کیا۔ سارنگ پور میں وہ آیا۔ بعد چند روز کے خواجہ جمال الدین استرآبادی برہم پٹنی گری کے مرزا سلطان ابوسعید شاہ بخارا کے پاس سے تحفہ و سوغات لیکر آیا۔ اوسکو نوازش خسروانہ سے خوشدل کیا اور رخصت کیا۔ طرح طرح کی ہندوستان کی سوغاتیں پارچہ قماش چند کنیز رقاص و گویہ و چند فیل چند خواجہ سرا شارک طوطی سخن گو اور عربی گھوڑے شیخ زادہ علاء الدین کے ہاتھ خواجہ جلال الدین کے ہمراہ بھیجے۔ ایک قصیدہ بھی ابوسعید کی مدح میں ہندی زبان میں کہہ کر بھیجا۔ جو شاہ بخارا کے سامنے مع ترجمہ کے پڑھا گیا۔ شاہ اس قصیدہ سے ایسا محظوظ ہوا کہ اور تحائف سے ایسا خوشحال نہیں ہوا۔ اسی سال میں جب راجہ گوالیار نے سنا کہ مرزا سلطان ابوسعید کو علم موسیقی و گیت سے بہت رغبت ہے تو اوس نے عالموں اور کتاب خوانوں کے ساتھ اس فن کی دو تین معتبر کتابیں ارسال کیں اسکے بعد اسکے بیٹے راجہ کو پنے اخلاص موروثی کو قائم رکھا اور تحفہ تحائف بھیجتا رہا۔

۱۳۶۹ھ میں غازی خاں کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ کچواڑہ کے زمینداروں نے شاہراہ اطاعت سے قدم باہر رکھا ہے۔ اس عریضہ کے پہنچتے ہی سلطان محمود اس جماعت کی تادیب کا عازم ہوا اور لشکر عظیم اس دیار میں بھیجا۔ خود اس ملک کی مداخل مخارج کی صعوبت کو ملاحظہ کیا اور ولایت میں مقیم ہوا اور ایک حصار کی بنیاد ڈالی۔ چھ روز میں اوس کو تیار کرایا۔ اوسکا نام جلال پور رکھا۔ مرزا خان کو یہاں چھوڑا۔ ۷ شعبان سنہ مذکور میں شیخ محمد فرنلی و کپور چند پسر راجہ گوالیار برسم سفارت سلطان بہلول لودہی بادشاہ دہلی کی طرف سے نواحی فتح آباد میں سلطان محمود کی خدمت میں آئے اور تحفے بدے لائے اور زبانی عرض کیا سلطان محمود شرقی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتا اگر حضرت سلطانی ہماری امداد و اعانت فرمائیں اور نواحی دہلی میں آئیں تو اوس کا فتنہ و فساد سب جاتا رہے گا اور مراجعت کے وقت قلعہ بیانہ آپ کی نذر کیا جائے گا۔ جس وقت سلطان سوار ہوگا تو چھ ہزار سوار آپ کی خدمت میں بھیجے جائینگے۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ سلطان شرقی جسوقت دہلی کی طرف جائیگا میں فوراً سلطان بہلول کی کمک اور امداد کے لئے آؤں گا۔ ایلچیوں کی دلجوئی کر کے رخصت کیا

اور خود منڈو کی طرف چلا۔ ہوا نہایت گرم تھی حرارت کی شدت سے اوسکا مزاج [illegible] حال سے باہر ہوا۔ روز بروز مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ ۱۹۔ ذیقعدہ ۹۳۷ھ کو ولایت کچھواڑہ میں خرابۂ دنیا سے دار الملک عقبیٰ کو گیا۔ ۳۴ سال سلطنت کی سلطان محمود ایک بادشاہ عادل و شجاع و نیک اخلاق و باسخاوت تھا جس مدت تک اوس کے ہاتھ میں مالوہ کی سلطنت رہی چاروں طرف سے کیا مسلمان کیا ہندو زاد اُس کے ساتھ گرویدہ رہے۔ فاتحہ سلطنت سے خاتمہ تک بہت ہی کم سال ایسے ہونگے جنمیں اوسنے سفر نہ کیا ہو۔ وہ اپنی فراغت و آسایش لشکر کشی اور جنگ و جدل میں جانتا تھا اور ہمیشہ کہن سال مورخوں اور جہاں گشتوں سے بادشاہوں اور بزرگوں کا حال پوچھتا رہتا تھا۔ ذرا ذرا سی باتوں سے آگاہ ہوتا تھا۔ قواعد جہانداری کا کب کرتا۔ شاہوں کے اخلاق و روش جو خوش کرنے والی ہوتیں اُن کی نگہداشت کرتا اور اپنی مجلسوں میں اونکی نقل کرتا اور جو زوال دولت کے موجب اور خرابی خاندان کے باعث سُنتا اون سے احتراز لازم جانتا۔ اوس کی مملکت میں چور کا نام کوئی نہ سُنتا اگر کبھی کسی تاجر کا مال باہر کا چوری جاتا تو اس وقت بعد تحقیقات کے اپنے خزانہ سے زر دلوا دیتا۔ بعد ازاں اس موضع کے نگہبانوں سے جہاں مال تلف ہوتا بازیافت کرتا۔ اس سبب سے اوس کے ملک میں درویش غنی آتے اور صحرا میں اُترتے اور اپنی جان و مال کی پاسبانی خود نہیں کرتے۔ ایک دن کسی شیر یا بھیڑیے نے آنے جانے والوں میں سے کسی ایک آدمی کو پھاڑ ڈالا۔ اوسکی ماں اور بچے سلطان کی درگاہ میں آئے اور سبع درندہ کی شکایت کی۔ سلطان نے مملکت کے چاروں جانب میں حکم بھیجا کہ کل سباع و درندوں کو قتل کرڈالیں من بعد جس جگہ کوئی سباع یا درندہ نظر آئے تو وہاں کے حاکم کو ماریں اس سبب سے اُن کی سلطنت میں اور بعد اس کے مدتوں تک ولایت مالوہ میں شیر و گرگ اور سباع نظر نہ آئے۔ دنیا کا بھی کیا انقلاب ہے کہ اس زمانہ میں منڈو ویران پڑا ہے اور جتنے شیر یہاں ملتے ہیں ایسے اور کہیں نہیں ملتے۔ اگر یہ بڑے شوق سے یہاں شیروں کا شکار کرنے آتے ہیں کیا یہ شہر عیش گاہ تھا یا اب شیر گاہ ہے۔

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

جب سلطان محمود خلجی اس جہان سے وداع ہوا اوس کے بڑے بیٹے سلطان غیاث الدین نے وصیت پدر کے موافق مسند حکومت پر قدم رکھا اور عموم طبقات انام کو اپنے سے راضی کیا اور شاکر بنایا۔ اور فدائی خاں اپنے بھائی کو نصیر اور چندا و پرگنے دیئے جو سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں اُس پاس تھے۔ اور اپنے بڑے بیٹے عبد القادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دیا ولی عہدی سے منسوب کیا۔ شغل وزارت سپرد کیا۔ چتر و پالکی اور بارہ ہزار سوار کی جاگیر دی اوسنے ایک بڑا جشن کیا۔ امیر کا۔ واں امینوں کو مناصب دیئے۔ اور اُن سے کہا کہ سلطان مرحوم کے عہد میں ۳۴ سال تک لشکر کشی رہی۔ اب وقت آسایش ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ اس مملکت کو جو باپ سے میراث میں ملی ہے اوس کی محافظت میں کوشش کروں اور قناعت کرکے زیادہ طلبی سے اپنے تئیں تصدیع نہ دوں۔ امن و اسائش و عیش و عشرت کا دروازہ اپنے اوپر اور اپنے تابعین پر کھولوں کہ اوروں کی ولایت پر ہاتھ مارنے سے اپنے ملک میں امن امان رکھنا بہتر ہے۔ اب اوسنے اپنے مقصود کو آغاز کیا منڈو کا نام شادی آباد رکھا اور حکم دیا کہ قلمرو میں جو کچھ اسباب عیش و طرب ہم پہنچ سکے وہ موجود کیا جائے اور مملکتوں میں مثل ایران و توران و روم کے آدمی بھیجے جائیں کہ وہ جس طرح ہو سکے وہاں سے اسباب عشرت کو اس پاس لائیں۔ اسکی حرم سرا میں سازندے و رقاص صاحب جمال عورتیں جمع ہوئیں دور دور سے عورتوں کے جمع کرنے کے درپے رہتا تھا اوس کے شبستان میں آزاد و کنیز اور راجاؤں کی لڑکیاں اور اور عورتیں دس ہزار کے قریب تھیں۔ دولتخانہ سلاطین میں عورتوں کے بھی منصب ہوتے ہیں وہ اوسنے راجاؤں اور بزرگوں کی لڑکیوں کو دیئے جس قدر باہر عہدے و عمل و منصب تھے وہی اندھے۔ بعض وکیل و وزیر و عارض و خزانچی و سر جامدار و امیر الامرا و میر خبردار و مشرف و نویسندہ۔ منجمتیں اور بعض صدر و حکیم و مدرس و ندیم و منصب افتی و موذن و حافظ و معرف تھیں۔ اوس نے عورتوں کو صنایع و ہنر جو دنیا میں شایع و متعارف ہیں سکھائے۔ بعض کو رقاصی و خوانندگی سازندگی و مزمار کی تعلیم کی

بعض کو زرگری و آہنگری و نعل بافی و تیرگری و کمان گری و کوزہ گری و جامہ بافی و خیاطی و ریش دوزی و کفش دوزی و نجاری و کشتی گری و شعبدہ بازی اور اور اقسام کے ہنر جنکی شرع تحویل سے خالی نہیں سکھائے۔ اونکے چند فرقے بنائے اور ہر ایک فرقہ کو ایک افسر کے سپرد کیا پانچسو ترک کنیزوں کو مردانہ لباس پہنایا۔ تیر اندازی و نیزہ دری سکھائی اون کا نام سپاہ ترک رکھا۔ اپنے میمنہ میں اون کو جگہ دی کہ نیزوں کو ہاتھ میں لے کر اور ترکش کو کمر میں باندھکر کھڑی رہیں۔ پانچسو حبشی عورتوں کو زنانہ لباس پہنایا تفنگ بازی اور شمشیر بازی سکھائی بیسر دیں اونکو جگہ دی۔ اپنی حرم سرا میں ایک بازار لگایا۔ شہر کے بازاروں میں جو چیزیں بکتی تھیں اُس میں بھی فروخت ہوتی تھیں خدمت گاروں میں کوئی عورت بڑ بیا اور بد قیافہ نہ تھی۔ اگر ایسی عورت کسی تقریب سے وہاں ہوتی تو وہ مجلس سلطانی میں حاضر نہ ہوتی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ سب کنیزوں اور عورتوں کا سوا سرداروں اور منصب داروں کے وظیفہ و طلوفہ یکساں مقرر تھا۔ ہر روز دو مٹکہ نقد و دو من غلہ بوزن شرع ہر ایک کو دیا جاتا۔ اوس کے گھر میں جو جاندار تھا اوس کا دو مٹکہ و دو من غلہ اوس کا مقرر تھا۔ چنانچہ ہر طوطی و سارک و کبوتر کو بھی دو مٹکہ و دو من غلہ ملتا تھا۔ ایک دن گھر میں چوہا نکل آیا۔ اوسکا بھی دو مٹکہ و دو من غلہ روز مقرر ہوا۔ وہ اوسکے بل کے منہ پر رکھ دیا جاتا۔ جن عورتوں اور کنیزوں کی طرف زیادہ توجہ تھی اونکو آلات طلا و جواہر بہت دیے جاتے لیکن طوفہ میں سب برابر تھیں۔ اُس نے یہ مقرر کیا تھا کہ ہر شب سو مہر طلا اوسکے سرہانے رکھے جائیں اور علی الصباح اہل استحقاق کو دیے جائیں یہ بھی مقرر تھا کہ عیال و اطفال و اسباب و ادوات سلطنت پر جب اوسکی نظر پڑے اور وہ شکر کرے بلکہ جسوقت لفظ شکر اوسکی زبان پر آئے پچاس مٹکہ مستحقین کو دیے جائیں اور سب سے زیادہ خوشتر یہ امر تھا کہ دربار و سواری کے روز جس کسی سے خواہ بزرگ ہو یا خرد وہ بات کرے اکمہز ار مٹکہ دیے جائیں۔ اوسکی حرم میں ہزار کنیزیں حافظ قرآن تھیں اونسے یہ کہہ رکھا تھا کہ جسوقت وہ کپڑے پہننے سے متحقق ہو کر قرآن کا ختم پڑھ کے اوسپر دم کریں۔ جب ایک پہر رات باقی رہتی تو وہ خدا کی عبادت کرتا اور نہایت عجز و انکسار سے زمین نیاز پر سر کو رگڑ کر اپنے مطالب و مآرب

درگاہ احدیت سے دریوزہ کرنا۔ اور اہل حرم سے اوسنے مبالغہ سے کہہ رکھا تھا کہ تہجد کی نماز کے لئے اوسکو بیدار کریں اگر ضرورت ہو تو منہ پر پانی چھڑک کر جگائیں اور غفلت کی نیند ہو تو زور سے اوس کو ہلائیں اگر یوں بھی بیدار نہ ہو تو اوس کا ہاتھ پکڑ کر اوٹھائیں۔ اوس نے اپنے مقربوں سے کہہ رکھا تھا کہ جس وقت وہ دنیا کی عیش و عشرت کی باتوں میں مشغول ہو تو ایک پارچہ جس کا نام کفن رکھا تھا اوس کی نظر کے سامنے لائیں تاکہ متنبہ ہو کر عبرت پکڑے اوسے دیکھکر مجلس سے وہ اوٹھتا اور تجدید وضو کر کے استغفار اور توبہ و انابت کرتا اوسکی مجلس میں اصلا کوئی بات نامشروع اور غم آور نہیں کہی جاتی وہ مسکرات پر ہرگز رغبت نہ کرتا اُس کو شکار کی طرف بڑی رغبت تھی اس لئے اوس نے ایک آہو خانہ بنایا تھا۔ اس میں طرح طرح کے جانور اور قسم قسم کے طیور جمع کئے تھے۔ عورتوں کے ساتھ سوار ہوتا اور آہو خانہ میں شکار کرتا۔ وہ صاحب جمال و نغمہ ساز عورتوں کی صحبت پر بہت مائل تھا۔ اکثر دن ایک دفعہ وہ باہر آتا اور تخت پر بیٹھکر سلام لیتا سارے معظم امور سلطنت پر توجہ کرتا اور باقی سب کام و کلا و وزرا کے سپرد کر دیتا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ ایک ہفتہ دو ہفتہ تک وہ باہر نہیں آتا مگر ارکان دولت کو حکم دے رکھا تھا کہ مملکت میں جو جو عہدہ امور شائع ہوں یا کوئی عریضہ مرحمت آئے اوسکو حرم کے اندر فلاں شخص کے پاس بھیجدو تاکہ وہ غور کر کے اسکا جواب لکھے اور لوازم جہانبانی کی مانع عشرت نہ ہو اوس کے عہد میں مملکت کے اندر کوئی خلل نہیں واقع ہوا مگر ۹۰۰ھ میں سلطان بہلول لودہی بادشاہ دہلی نے پالن پور میں کہ مضافات گجرات سے تھا بڑی خرابی پھیلائی۔ جب یہ خبر شادی آباد مندو میں آئی تو کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ اس مضمون کو سلطان سے عرض کرتا۔ مگر وزرا کی مصلحت و صوابدید سے حسن خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ دہلی سلطان بہلول ہمیشہ سلطان محمود شاہ خلجی کو بہت روپے ہر سال پیشکش بھیجتا تھا۔ ان ایام میں ایسا سنا گیا کہ اوسنے دیری کر کے قصبہ پالن پور پر دست درازی کی ہے۔ اس خبر کو سنکر اوسنے شیر خاں ابن مظفر خاں حاکم چندیری کو لکھا کہ لشکر بھیلسہ و سارنگپور کو ہمراہ لے کر سلطان بہلول کی گوشمالی کرے۔ شیر خاں فرماں بھیجنے پر بیانہ کا

عازم ہوا۔ سلطان بہلول میں مقاومت کی طاقت نہ تھی وہ دہلی چلا گیا اور شیر خاں اُس کے تعاقب میں دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان بہلول نے شیر خاں کو ہدیہ دیا اور اس سے مصالحہ کی وہ الٰہ چلا گیا۔ شیر خاں نے قصبہ پالن پور کی از سر نو تعمیر کی اور چندیری چلا گیا

اسی سال میں راجہ چنپانیر کی درخواست پر اُس نے سراپردہ شرخ نعلچہ میں بھیجا اور خود بھی باہر آیا۔ کوتک جہاں نما میں علما کو طلب کر کے اوسنے اپنے سفر کے باب میں استفسار کیا سبنے باتفاق کہا کہ ہمایت کفار جائز نہیں ہے اوسنے پشیمان ہو کر بازگشت کی۔

۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء میں سلطان غیاث الدین پیر فرتوت ہو گیا تھا اوس کے دو بیٹے ناصر الدین و شجاعت خاں عرف علاء الدین اعیانی برادر تھے اون میں منازعت ہوئی۔ اون کی والدہ رانی خورشید جو دختر راجہ بگلانہ تھی وہ چھوٹے بیٹے علاء الدین کے ساتھ ہوئی اور اوس نے ایراکو بھی اپنے ساتھ متفق کیا۔ ناصر الدین کو پدر کی نظر سے دور کیا۔ ایک دن ایک جماعت کو اوسکی گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ ناصر الدین خبردار ہو کر ۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء میں شادی آباد منڈو سے بھاگ گیا۔ اوسکا اسباب علاء الدین کے تصرف میں آیا وہ ناصر الدین کی جان کے درپے ہوا یہ اوسکے مطلع ہو کر وسط ولایت میں بیٹھ گیا۔ اطراف سے امرا و سپاہ آنکر اس پاس جمع ہوئے یہانتک اوسکی نوبت پہونچی کہ وہ سر پر چتر رکھ کر قلعہ شادی آباد کے نیچے آیا اور اوس کو محاصرہ کیا وہ مہینوں تک زارت کر چکا تھا اسلئے اوسکے سب آدمی ہم زبان ہوئے ناگاہ قلعہ کا دروازہ کھلوا دیا وہ بے تہاشا چلا آیا۔ علاء الدین کہ قلعہ کی محافظت کرتا تھا بھاگ کر باپ کے گھر میں آیا۔ ناصر الدین نے علاء الدین اور رانی خورشید کو گھر کے اندر سے باہر پکڑوا بلایا۔ اور ناصر الدین کے حکم سے علاء الدین اور اوسکے بچے بیٹے بکری کی طرح ذبح ہوئے۔ اوسنے تاج سلطنت سر پر رکھا

سلطان غیاث الدین چند روز میں فوت ہو گیا۔ سلطان ناصر الدین باپ کو زہر دینے سے عالم میں بدنام ہو گیا۔ سلطان غیاث الدین نے ۳۳ سال سلطنت کی۔ اوسکی سادہ لوحی کی یا بیوقوفی کی دو ایک حکایتیں لکھتے ہیں۔ اوسکی ایک حکایت یہ مشہور ہے کہ ایک دن ایک شخص گدہی کا تحفہ لایا اوسنے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ کے گدہے کا تخم ہے۔ سلطان کے حکم سے پچاس ہزار ٹنکہ سیاہ دیکر

وہ تخم خریدا گیا بعد اسکے تین آدمیوں نے خر عیسیٰ کے تخم کو اسی قیمت پر بیچا۔ اتفاقاً ایک اور پانچواں شخص تخم لایا اور اوسنے بھی یہ دعویٰ کیا کہ یہ تخم خر عیسیٰ کا ہے سلطان نے اوسے خرید کر یہ حکم دیا کہ پچاس ہزار ٹنکہ سیاہ دیئے جائیں۔ مقربوں میں سے ایک نے کہا کہ کیا خر عیسیٰ پانچ پاؤں رکھتا تھا کہ پانچویں تخم کی قیمت میں یہ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ شاید یہ سچ ہو یا بیچنے والوں میں سے ایک نے غلطی کی ہو۔

دوسری حکایت

سلطان نے اپنی خواصوں سے کہا کہ میں نے کئی ہزار صاحب جمال حرم جمع کیں لیکن جیسی صورت کو میرا دل چاہتا ویسی کوئی ہاتھ نہ آئی تو ایک خواص نے کہا کہ شاید اس خدمت کے موکل تیز شکل میں کامل نہ ہونگے اگر بندہ کو اس خدمت پر مامور فرمائیں تو میں کسی نہ کسی طرح حضور کی طبع سلیم کے موافق اوسکو بہم پہنچاؤں تو سلطان نے کہا کہ خوبصورت کو کس طرح سے تو پہچانتا ہے اوسنے کہا کہ خوبصورت وہ ہے کہ اوسکے کسی عضو کو آدمی دیکھے تو پھر دیکھنے والے کو دوسرے عضو کے دیکھنے سے تسلی کر دے مثلاً اگر کوئی شخص اسکا قامت دیکھے تو اوسپر ایسا فریفتہ ہو جائے کہ منہ دیکھنے کا نیازمند نہ ہو سلطان کو یہ حسن تمیز اسکا پسند آیا۔ اوسکو سلطان نے اس تلاش کے لئے بھیجا اوسنے ایک موضع میں ایک لڑکی دیکھی کہ حسن کی کیفیت رفتار اور حسن قامت نے اوسکو مفتون کیا اور منہ کے سامنے آنکر اوسکے جمال پر نظر ڈالی تو جیسا وہ چاہتا تھا اوس سے بہتر پایا۔ فرض یہاں چند روز رہ کر کسی حیلہ سے اس لڑکی کو سلطان پاس لے گیا اور کہدیا کہ میں نے اتنے ہزار ٹنکہ کو خریدی ہے۔ سلطان اسے دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ جب اس لڑکی کے خویشوں اور قرابتیوں کو خبر ہوئی تو اونہوں نے اس کا سراغ لگایا کہ ایک شخص جمال چند روز رہا تھا وہ لڑکی کو بہکا کر لے گیا ہے۔ اوسکے ماں باپ سلطان کے پاس داد خواہی کو شادی آباد منڈو میں آئے۔ سلطان سے سر راہ اپنی داد چاہی وہ سمجھ گیا کہ قضیہ کیا ہے اوسنے وہاں سے قدم نہ اوٹھایا۔ علما کو بلایا اور ان سے کہا کہ مجھ پر حکم شرع اجرا کرو جبکہ حقیقت حال پر داد خواہی مطلع ہوئے تو اونہوں نے عرض کیا یہ داد خواہی اسلئے تھی کہ اس شخص نے لڑکی بہکائی تھی اب وہ حرم سلطان میں ہے یہ ہماری عین سعادت ہے اب ہمکو کچھ دعوے نہیں

سلطان نے علما سے کہا کہ اب وہ مجھ پر مباح ہے مگر ایام گذشتہ کے سبب سے جو کچھ مجھ پر حکم شرع لگے وہ لگا۔ علما نے کہا کہ جو کام نادانستگی میں ہو وہ شریعت میں معاف ہے کفارہ سے اوسکی تلافی ہو سکتی ہے۔ باوجود اس حال کے سلطان ایسا پشیمان ہوا کہ اوس نے حکم دیا کہ من بعد میرے لئے عورتوں کی تلاش نہ کی جائے۔

ذکر سلطنت سلطان ناصرالدین بن سلطان غیاث الدین

۲۰ ربیع الثانی ۹۰۰ھ/۱۴۹۵ء کو سلطان ناصرالدین تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ مشہور تھا کہ اوسنے باپ کو زہر دیا۔ مگر جب اس بات پر خیال کیا جائے کہ کتنے آدمی اوسکے ذاتی دشمن تھے اور بھائی کا گروہ اوس کے مخالف تھا اوسنے یہ تہمت لگائی ہوگی ورنہ کوئی سبب باپ کے زہر دینے کا معلوم نہیں ہوتا۔ کہ باپ نے اوسکو تاجدار بنایا۔ مدتوں سے وہ کاروبار سلطنت باپ کے حکم سے کرتا تھا مگر اوسکی تخت نشینی سے خانگی فسادوں کا ایک انبار لگ گیا جسکے سبب سے بہت امرا ان فسادوں کی شرکت میں سن گئے۔ اور اس وجہ سے کاروبار سلطنت میں فتور آیا۔ اول شیر خاں حاکم چندیری نے سر اوٹھایا اور اسکے ساتھ بہت سے امرا شریک ہوگئے مندسور کا حاکم ہیبت خاں اوس سے مل گیا۔ وہ دیپال پور کی راہ سے دار السلطنت کی طرف آئے۔ سلطان ناصرالدین نے اوپر حملہ کیا تو عین الملک اور بعض اور سردار اوس سے آنکر مل گئے۔ شیر خاں بھاگا۔ سلطان نے اوسکا تعاقب کیا۔ سارنگپور کی نواحی میں شیر خاں پھر کر سلطان سے لڑا اور شکست پاکر ولایت ایرجہ میں گیا۔ سلطان چندیری میں گیا اور چند روز قیام کیا یہاں کے شیخ زادوں نے شیر خاں کو خط لکھا کہ اکثر سپاہی اور امرا اپنی جاگیروں میں چلے گئے ہیں اور برسات کے سبب سے لشکر جلد جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ یہاں آئیں تو شہر کے آدمیوں کے ساتھ متفق ہو کر آپ سلطان کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ سلطان ناصرالدین ان شیخ زادوں کے منصوبے سے واقف ہوا اوسنے اقبال خاں و ملو خاں کو ایک جنگجو لشکر و ہاتھیوں کے ساتھ شیر خاں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ چندیری سے ۴ میل کے فاصلہ پر شیر خاں سے لڑا۔ اور اثنا دار و گیر میں شیر خاں کے زخم لگا اور سکندر خاں بڑا سردار مارا گیا۔ شیر خاں کو

حیات خاں ہاتھی کے حوضہ میں ڈال کر بھاگ گیا۔ راہ میں شیر خاں نے وفات پائی۔ بہادر خاں اوسکی نعش کو خاک میں سپرد کر کے اقصائے ممالک کو بھاگ گیا۔ سلطان ناصرالدین نے جنگ گاہ میں جا کر شیر خاں کے جسم کو خاک سے نکال کر چندیری میں دار پر چڑھایا اور اس دیار کی حکومت ہیبت خاں کے حوالہ کی اور سعدل پور میں آیا۔ یہاں شیخ حبیب اللہ المخاطب عالم خاں غدر کا ارادہ رکھتا تھا اوسکا مقید کر کے منڈو بھیجا اور خود بھی یہاں آیا۔ اپنے بھائی کے قدیم نوکروں کے نفاق سے متوہم ہو کر رنجیدہ ہوا اور آدمیوں کو تربیت کیا اور اپنی والدہ رانی خورشید کی بے عزتی کر کے باپ کا خزانہ جو اس پاس تھا زبردستی لے لیا۔ بعد اسکے وہ اپنی اوقات شراب خواری و خونریزی میں صرف کرنے لگا۔ پرانے نوکر ذرا ذرا بہانہ پر قتل کرتا۔ نہایت ہی ظالم طبیعت ہو گیا۔ آدمیوں کے گھر غارت کرتا۔ کوئی دن نہ گذرتا تھا کہ وہ جور و جفا نہ کرتا ہو ایک دن حرم سرائے میں حوض کے کنارہ پر مست ہو کر سو گیا اور لڑک کر پانی میں جا پڑا۔ چار کنیزوں نے جو حاضر تھیں ملکر اوسکو اس طرح نکالا کہ کسی نے اوسکے ہاتھ پکڑے کسی نے سر کے بال گیلا کپڑا اوسکے اوپر کر اور کپڑے پہنائے۔ جب ہشیار ہوا تو دوسروں کی شکایت کی۔ لونڈیوں نے عرض حال کیا تو وہ آگ بگولا ہو گیا بے تامل تلوار کھینچ کر ان نامراد عاجز دل سوز چار کنیزوں کو مار ڈالا۔

۹۰۱ھ/۱۵۰۰ء میں ولایت کھوارہ کی تاخت کے لئے سلطان روانہ ہوا۔ قصبہ اگر میں آیا یہاں کی آب و ہوا پسند آئی۔ ایک قصر رفیع و عمارت عالی تعمیر کرائی جو غرائب روزگار سے تھی۔ ولایت کھوارہ کو لوٹ مار کر مراجعت کی۔

۹۰۳ھ/۱۵۰۲ء میں چتوڑ کی طرف حرکت کی۔ رانا رنمل اور زمینداروں نے پیش کش دی جیو نداس نے جو رانا سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اپنی لڑکی کو پیش کش میں دیا۔ سلطان نے اوس کا نام رانی چتوڑی رکھا۔ اور مراجعت کا عازم ہوا۔ اثنار راہ میں سنا کہ احمد نظام شاہ بحری نے بعض مقدمات کے سبب سے خشونت کی اور ولایت برہان پور کو تاخت و تاراج کیا ہے داؤد خاں فاروقی قلعہ آسیر میں چھپ گیا ہے وہ اپنے حوصلہ میں تاب مقاومت نہیں دیکھتا تھا

چونکہ حاکم آسیر ہیشہ سلطان ناصرالدین خلجی کا ممتی رہتا تھا۔ اسلئے مذہب مروت و فتوت میں اوسکی حمایت کو فرض سمجھ کر اقبال خاں خواجہ جہاں کو لشکر گراں کے ساتھ اس طرف بھیجا جب احمد شاہ نظام نے لشکر مالوہ کے آنے کی خبر سنی تو اوس نے احمد نگر کو مراجعت کی اقبال خاں نے برہان پور میں خطبہ شاہی پڑھوایا اور چلا آیا۔

سلطان ناصرالدین نے اپنے باپ سے سرکشی کی تھی اسلئے وہ اپنے بیٹے سلطان شہاب الدین سے ہیشہ ڈرتا رہتا تھا۔ بیٹا بھی باپ کی بیباکی و ظلم طبیعی کو خوب جانتا تھا تو وہ آمد و شد سمجھ کر کرتا تھا ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں باپ بیٹوں میں جنگ ہوئی بیٹے کو شکست ہوئی وہ دہلی کی طرف بھاگ گیا سلطان کو افراط شراب سے یا عفونت اخلاط و تصرف ہوا سے تپ محرق عارض ہوئی۔ جب اُسنے اپنا حال دگرگوں دیکھا اوسنے امرا اور اعیان کو بلاکر محمود کو کہ فرزند سوم تھا اور موضع بہشت پور میں اوسکو ولیعہد کیا تھا بلاکر وصیت کی اور سب مناہی سے توبہ کی پر اوس کی جان نکل گئی مدت سلطنت اسکی ۱۱ سال ۴ ماہ تھی۔

ذکر سلطنت سلطان محمود بن سلطان ناصرالدین خلجی

جب سلطان شہاب الدین کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچی تو اُس نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کیا اظہار کرکے نعلچہ میں آیا۔ محافظ خاں خواجہ سرا و خواص خاں نے قلعہ کا دروازہ بند کیا اور اُسکو اندر نہ آنے دیا تو اوسنے اپنے مقربوں کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے ساتھ موافقت کروگے تو امور مملکت کا حل و عقد تمہاری رائے کو مفوض کرونگا۔ محافظ خاں و خواص نے جواب دیا کہ دیوان قضا و قدر سے منشور سلطنت محمود شاہ کے نام نامی پر لکھا گیا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اُس سے ملکر خشونت و بیگانگی کی کدورت کو یگانگی کی صفائی سے مبدل کرو۔ سلطان شہاب الدین مایوس ہوکر کنڈوہ کی طرف چلا گیا۔ سلطان محمود کو جب خبر ہوئی کہ سلطان شہاب الدین متذ میں گیا ہے تو وہ نتہ تر کوچ کرکے ۲۔ ربیع الاول کو نصیر آباد نعلچہ میں آیا۔ وہاں سے چار دن خاں کو فوج اور اباقی دیکر شہاب الدین خان کے دفع کرنیکے لئے بھیجا۔ ۲۔ ربیع الاول ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء کو تخت شاہی پر بڑی شان و شکوہ و فر سے جلوس فرمایا و چند روز سات سو ہاتھی موجود تھے

ان پر زربفت و مخمل کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ کئی روز بعد جادو ش خاں کا خط آیا کہ سلطان شہاب الدین کو ہر چند نصایح مشفقانہ اور مواعظ حکیمانہ کی گئیں مگر اوسنے نہ سُنیں بندہ اُس سے اُٹھ گیا وہ اول ہی صدمہ میں ولایت آسیر کو بھاگ گیا۔ اوس کا چتر میرے ہاتھ لگا موسم برسات آگیا تھا اسلئے جادو ش خاں کو سلطان نے طلب کرلیا۔ اور سلطان قلعہ میں آیا سلطان محمود نے سلطان شہاب الدین سے خاطر جمع کرکے مہمات ملکی کو بسنت رائے سے متعلق کیا وہ ناصرالدین شاہ کا وزیر تھا۔ بسنت رائے نے کمال غرور نادانی سے سپاہ کی مراعات نہ کی۔ سلوک ناملائم وہ کرتا۔ امرا و سرداروں کا احترام جیسا کہ چاہئے وہ نہیں کرتا۔ امرا نے اتفاق کرکے ۔۔ ربیع الثانی کو اسے مار ڈالا نقد الملک جو اوسکا ہم مذہب اور شریک خدمت تھا بھاگ کر حرم سرائے میں آیا۔ اقبال خاں و فضل خاں نے کہا کہ اگر اوسکے ناپاک وجود سے مملکت نہ صاف ہوگی تو وہ بسنت رائے کا عوض نکالے گا۔ صدر خاں و فضل خاں کی زبانی سلطان پاس پیغام بھیجا کہ ہم بندہا مخلص سے سوا دولت خواہی کے کوئی امر نہیں وقوع میں آئے گا اور رائے انور پر ظاہر ہے کہ ابھی مملکت نے انتظام نہیں پایا ہے۔ جہانبانی کے سررشتہ مہمات کو ایسے طائفہ کے قبضہ میں دینا کہ دین و مذہب میں بیگانہ ہوں قواعد سلطنت کے اختلال کا موجب ہے۔ بعض ہوا خواہوں نے آپ سے عرض کیا ہوگا کہ امرائے دولتخواہ سے بسنت رائے کس قسم کا سلوک کرتا تھا اوسکا بڑا مطلب یہ تھا کہ بندگان قدیم دل شکستہ ہوں اور اونکی جمعیت میں تفرقہ پیدا ہو یہ نادولت خواہی تھی۔ دولت خواہوں نے اوسے مار ڈالا۔ نقد الملک قدم بقدم اوسکے چلتا ہے اگر حکم ہو تو دنیا اوسکے ناپاک وجود سے پاک کی جائے۔ سلطان محمود نے ناچار ہوکر نقد الملک کو حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اوسکو یہاں سے خارج کریں اور اوسکے جان و مال کو مضرت نہ پہنچائیں۔ امرا نے اوسکو اخراج کیا۔ امرا کی اس حرکت اور تسلط سے سلطان محمود آزردہ ہوا۔ اور دل میں اوسکے خشونت پیدا ہوئی۔ محافظ خاں خواجہ سرا جس کی طبیعت کی سجون نے نفاق و شرارت سے خمیر پایا تھا وزارت پر راغب تھا امرا کی طرف سے غیر واقع باتیں خلوت میں سلطان سے وہ کہہ دیتا تھا۔ ایک دن اوس نے سلطان سے کہا کہ اقبال خاں یہ چاہتا ہے کہ ناصر شاہ کی اولاد میں سے کسی کو تخت سلطنت پر

بشائے۔ سلطان اوسکی تفتیش کرنے لگا۔ تو محافظ خاں نے دیکھا کہ میرے سخن کا اثر نہ ہوا تو ہرزہ بر گوئی اور نا ملائم باتیں کرنے لگا۔ ایک دن سلطان محمود نے ایک جماعت کے ر دبرو کہا کہ مختص خاں و اقبال خاں اپنے دستور کے موافق جب سلام کو آئیں تو وہ قتل کئے جائیں۔ اقبال خاں مختص خاں کو اس ارادہ کی خبر ہوگئی وہ سو سوار اور پیادے لیکر نواحی سرایہ میں پہنچے اور ۲۵ ربیع الثانی کو نصرت خاں بن اقبال خاں اسیرے سلطان شہاب الدین کو لانے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان نے محافظ خاں کو صدر وزارت دیدیا۔ افضل خاں کو مجلس کریم اور شجاعت خاں کو دستور خاں کا خطاب دیکر مختص خاں و اقبال خاں کے رفع کرنے کے لئے بھیجا۔ شہاب الدین خاں پاس نصرت خاں پہنچا وہ اوسکے ساتھ خوش خوش روانہ ہوا مگر راہ میں بیمار ہو کر مرگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطان محمود خاں کے اشارہ سے وہ مسموم ہوا۔ مختص خاں اور اقبال خاں نے اس کے بیٹے کو ہوشنگ خاں کا خطاب دیکر چتر اوسکے سر پر رکھا۔ وہ وسط مالوہ میں آیا۔ سلطان نے نظام خاں کو دستور خاں کی کمک کو بھیجا۔ ان دونوں نے ملکر ہوشنگ سے جنگ کی وہ بھاگ گیا اس احوال کے درمیان اقبال خاں و مختص خاں کی عرائض آئیں کہ ہم بندگان مورونی سے سوا خیر خواہی کے کوئی امر ظہور میں نہیں آئیگا۔ محافظ خاں نے حقد وحسد کے سبب حضور میں فرض آمیز باتیں لگائی ہیں اور خاطر اشرف کو ہم بندگان کی طرف سے متغیر کر دیا ہے۔ امید ہے کہ محافظ خاں کی نادولت خواہی اور حرامزدگی کی تحقیقات کی جائے جس سے اصل حال حضور پر منکشف ہو جائیگا احتمال ہے کہ بعض بے غرض دولت خواہوں نے ہمارے بیان کی تصدیق کی ہو۔ جب یہ عرائض آئیں تو بعض خدمتگاروں نے کہا کہ محافظ خاں کی غرض اس افترا سے یہ تھی کہ وہ خود مستقل حمایت ملکی میں مشغول ہو۔ اگر مختص خاں و اقبال خاں یہاں ہوتے تو وزارت کی نوبت اس تک نہ پہنچتی بلکہ اسکی سعی یہ ہے کہ طرح مجدد کو بہروے کار لاے اور اولاد ناصر شاہی میں سے جو محبوس ہیں سلطنت اونکے نام کرے۔ اور خود مہمات کا ناظم ہو سلطان محمود جزم و دور بینی نہیں رکھتا تھا اوسنے حکم دیا جب محافظ خاں سلام کو آئے اوس کو پکڑ لو۔ بعد تحقیق کے اوسکو سزا دیجائیگی۔ محافظ خاں کے ہواخواہوں نے حقیقت ماجرے سے اوسکو

مطلع کیا۔ تو وہ اپنی جمعیت کے ساتھ دیوان میں حاضر ہوا۔ بعد ایک ساعت کے سلطان محمود نے اوسکو خلوت میں طلب کیا۔ وہ نہ گیا اور درشت جواب دئے۔ سلطان محمود غضب میں آیا اور چند حبشی خواصوں کے ساتھ باہر آیا محافظ خاں دولت خانہ سے بھاگ کر باہر چلا گیا اور دربند بیرولی میں اوسنے علم بغاوت بلند کیا۔ شاہزادہ صاحب خاں بن ناصر الدین کو قید سے نکال کر چتر اوس کے سر پر رکھا۔ سلطان محمود خلجی وسط مملکت میں قیام کر کے لشکر کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ امرا میں سے اول شخص جو اوس کے پاس آیا وہ میدنی رائے تھا کہ اپنے خویش و قوم کو لیکر پابوس ہوا۔ بعد ازاں شرزہ خاں پسر ہجبت خاں حاکم چندیری ملازمت سے سرافراز ہوا۔ پیرا وسکے پاس فوج فوج آدمی جمع ہونے شروع ہوئے سلطان محمود خلجی قوی ہوگیا۔ صاحب خاں کے بعض طرفدار امرا کو خسروانہ وعدے کر کے اپنی طرف محمود نے کر لیا۔ صاحب خاں و محافظ خاں نے خزانہ خرچ کر کے بہت آدمی اپنے طرفدار کر لئے سلطان محمود خلجی شوکت و استعداد کے ساتھ شادی آباد منڈو کی طرف روانہ ہوا طرفین سے معرکہ رزم آراستہ ہوا۔ صاحب خاں نے جرأت کر کے افواج سلطان پر بہت حملے کئے میدنی رائے کی ایک جماعت بچھوتوں نے صاحب خاں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ صاحب خاں قلعہ منڈو میں متحصن ہوا۔ سلطان محمود نے حوض حسین تک تعاقب کیا۔ یہاں اوتر کر اوس نے صاحب خاں پاس پیغام بھیجا کہ صلہ رحم درمیان ہے۔ جسقدر مال کی تجھے خواہش ہو اور جس ملک کے لینے کی خوشی ہو وہ تجھکو دیتا ہوں تو قلعہ داری سے باز آ۔ صاحب خاں قلعہ کے استحکام پر مغرور تھا۔ اوسنے سلطان کی بات کو قبول نہ کیا تو سلطان محمود محاصرہ میں مشغول ہوا اہل قلعہ کو ضیق میں کیا۔ بعض امرا نے جو قلعہ کے اندر تھے اور محافظ خاں سے مخالفت آغاز کی تھی سلطان محمود کو کہلا بھیجا کہ ہم فلاں موضع سے تجھے قلعہ میں داخل کر دیں گے محافظ خاں صاحب خاں اس خبر کو سن کر اپنے جواہر قیمتی اور بہت نقود لیکر ۹۱۷ھ میں گجرات چلے گئے۔ یہاں صاحب خاں اور شاہ اسمٰعیل یعنی شاہ ایران سے جھگڑا ہوا جس کی تفصیل تاریخ گجرات میں لکھی ہے تو وہ آیر گیا اور یہاں سے کاویل میں عماد الملک پاس گیا۔ عماد الملک اور سلطان محمود کے

درمیان میں دوستی تھی اوسنے چند وجات اوسکی جاگیر میں مقرر کردئے اور امداد میں ڈھیل کی
کہتے ہیں کہ صاحب خاں کے بھاگنے کے بعد سلطان محمود منڈو میں آن کر امور سلطنت میں مشغول ہوا
میدنی رائے چاہتا تھا کہ علم استقلال بلند کرے اس لئے اوس نے عرض کیا کہ اقبال خاں
و مخصوص خاں شاہزادہ صاحب خاں پاس دکن میں مکاتیب بھیجتے ہیں اور ایسے حرف و حکایات
کو درمیان میں لاتے ہیں کہ فتنہ خفتہ کو بیدار کریں سلطان محمود نے ان غرض آمیز سخنوں کو بے غرض
جانکر حکم دیدیا کہ جسوقت وہ نوسلام کرنے آئیں قتل کئے جائیں۔ وہ بدستور قدیم دوسرے
روز سلام کو آئے تو دونوں کے بند سے بند جدا کئے گئے۔ میدنی رائے کی تحریک سے
سلطان محمود خلجی نے بہجت خاں حاکم چندیری اور اور امرا کو بلایا۔ بہجت خاں نے باوجود نسبت
خانہ داری کے میدنی رائے کے خوف سے اور اس قتل کی ہیبت سے برسات کا عذر کیا۔
سلطان نے اوس سے اغماض کیا۔ سکندر خاں حاکم بھیلسہ نے فساد مچا رکھا تھا اور
کھنڈوے شاہ آباد تک تصرف کر لیا تھا۔ اوسکے دفع کرنے کے لئے منصور خاں کو بھیجا
راجہائے گونڈواڑہ اور اطراف کے لشکر سکندر خاں پاس جمع ہو رہے تھے اس لئے
منصور خاں نے اسکا مقابلہ اپنی قوت سے باہر دیکھا تو سلطان سے حقیقت حال کو
عرض کیا۔ میدنی رائے جو قدیمی ملازموں کی تخریب و تضیع کے درپے تھا جواب میں لکھا
کہ اقبال شاہی دشمن کی دفع کے لئے کافی ہے قدم آگے رکھنا چاہئے۔ منصور خاں اپنے
کام میں حیران تھا۔ ناچار بختیار خاں کے ساتھ اتفاق کرکے وہ بہجت خاں پاس
چندیری گیا۔ بختیار خاں بھی امرا دکھار میں سے تھا۔ سلطان اس خبر کو سن کر دھار میں آیا
میدنی رائے کو لشکر انبوہ اور پچاس ہاتھیوں کے ساتھ سکندر خاں کی مدافعت کے لئے
مقرر کیا۔ میدنی رائے کے ساتھ دس ہزار راجپوت تھے۔ اوسنے سکندر کے پیش خانہ
کو مکدر کیا۔ ناچار اوسنے صلح کی اور استمالت نامہ حاصل کیا۔ اور میدنی رائے کے
پاس آیا۔ جاگیر قدیم اوسکو ملی۔ میدنی رائے کے اختیارات حد سے زیادہ گذر گئے تھے۔
اس وقت کہ سلطان محمود باہر گیا تھا۔ اوباشوں نے شادی آباد منڈو میں

ایک مجہول النسب کو بادشاہ بنایا۔ سلطان غیاث الدین کی قبر پر سے چتر لاکر اوسکے سر پر رکھا
داروغہ نے مردانگی کرکے اونکے شر کو دفع کیا۔ بہجت خاں میدنی رائے کے اختیارات
سے اور سلطان کی بے بسی سے بیشتر سے بیشتر خالف ہوا۔ ایک جماعت کو کاویل میں بھیجا
اور صاحب خاں کو طلب کیا اور ایک عریضہ سلطان سکندر لودی کو لکھ کر دہلی بھیجا کہ کفار
راجپوتوں نے مسلمانوں پر تسلط تام پیدا کیا ہے۔ میدنی رائے اس طریقہ کا بزرگ ہے وہ
ملک و مال کا صاحب اختیار ہو گیا ہے اوس نے بہت سے نوکروں کو قتل کیا ہے کچھ اونمیں
سے بھاگ کر ادہر اودہر پراگندہ ہو گئے ہیں۔ سلطان محمود بادشاہ ہے اگرچہ اپنے دست
کوتہی سے میدنی رائے کے بزرگ کرنے سے پشیمان ہے لیکن وہ وہم میں ایسا گرفتار ہے
کہ ہم پر اعتماد نہیں کرتا اور نہ ہمارے پاس آتا ہے بلکہ میدنی رائے کے کہنے میں ایسا ہے کہ
اس بقیۃ السیف جماعت کے قتل کے درپے ہے۔ اس دیار میں احکام شریعت مصطفوی کا
رواج نہیں ہے مساجد و مدارس بے دینوں کے نشیمن ہو گئے ہیں۔ قریب ہے کہ میدنی رائے کا
یار رائے رایاں سلطان کو ٹھکانے لگا کے خود اس مملکت میں فرمان روائی کرے۔
اگر عساکر منصور میں سے ایک فوج حضور بھیجیں کہ وہ صاحب خاں کو تخت پر بٹھاوے تو البتہ
چندیری اور اور مقامات میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ گجرات سے دکن میں
صاحب خاں گیا تھا۔ محافظ خاں اس سے جدا ہو کر دہلی چلا گیا تھا۔ اوسکی سعی سے سلطان سکندر
لودی نے بارہ ہزار سوار بسرکردگی عماد الملک لودی اور سعید خاں کے صاحب خاں کی مدد کے
لئے معین کئے اور اوسکو خلعت خاصہ و خطاب سلطان محمد عنایت کیا۔ اس وقت شاہ مظفر
گجراتی بھی لشکر و فیل کے ساتھ دھار میں آیا تھا۔ سکندر خاں نے بھی علم بغاوت بلند
کرکے مملکت میں خلل ڈالا تھا۔ غرض ایک عجب عالم تھا۔ میدنی رائے سب کے دفع کرنے کے
لئے مستعد ہوا۔ سلطان محمود خلجی کو قلعہ سے باہر لایا۔ اور ایک رجپوتوں کی فوج کو لشکر کے
مقابل بھیجا۔ حاکم کھنڈوے و ملک لودہ کو سکندر خاں سے لڑنے کو روانہ کیا۔ لواحی
دارالملک میں فوج گجرات جو آئی تھی اوسکو رجپوتوں کی فوج نے شکست دی۔ سلطان مظفر

اوسکو بدفال سمجھا اور الٹا اپنے ملک کو چلا گیا ملک لودہ نے بھی مقابلہ کر کے سکندر خاں کو
شکست دی۔ لیکن لوٹ کے وقت سکندر خاں کے لشکریوں سے ایک شخص جسکے عیال امیر تھے
ملک لودہ پاس آیا اور پابوسی کے بہانہ سے آگے ہو کر ایک خنجر آبدار ایسا اوس کے پہلو میں مارا
کہ متاع زندگی اوسکی برباد ہوئی۔ اس واقعہ کو سکندر خاں نے سنکر لشکر سلطانی کو پراگندہ
کیا اور بڑے بڑے نامی ہاتھی پکڑے سلطان محمود نے میدنی رائے کے استصواب سے اس مہم کا فیصلہ
اور وقت پر نالا اور بہجت خاں کے دفع کرنے کے لئے چندیری کو روانہ ہوا۔ اشنا راہ میں
سنا کہ صاحب خاں نزدیک آگیا ہے منصور خاں نے استقبال کر کے اوسکے سر پر چتر رکھا ہے
اور لشکر دہلی بھی عماد الملک لودہی وسعید خاں ومحافظ خاں خواجہ سرا کے ساتھ صاحب خاں
کی کمک کو آگیا ہے سلطان اس خبر کے سننے سے پریشان خاطر تھا کہ وفتہ صدر خاں و
منصوص خاں اوسکے لشکر سے جدا ہو کر صاحب خاں سے جا ملے۔ صاحب خاں نے ایک
شخص نمود نام کو سارنگ پور بھیجا وہ افواج سلطان سے مغلوب ہو کر بری طرح سے بھاگا
اسی وقت میں محافظ خاں کی حسن تدبیر سے عماد الملک لودہی اور سعید خاں نے بہجت خاں
کو پیغام دیا کہ تم سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑھواؤ اور درہم و دینار کو اوسکے سکے سے
مشرف کرو۔ بہجت خاں نے اونکے مدعا کے موافق جواب نہ دیا تو اونہوں نے اُسکو بہانہ
بنا کے کوچ کیا۔ اور چودہ کروہ پیچھے بیٹھے۔ سلطان سکندر کے حکم کے موافق وہ دہلی چلے گئے ایک
روایت یہ ہے کہ چندیری میں سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا مگر جب سلطان محمود
پاس پانسو ہزار راجپوتوں کا لشکر جمع ہو گیا تو سلطان سکندر نے اس پر خیال کر کے
اپنے لشکر کو بلا لیا بہر تقدیر سلطان محمود شکر الٰہی بجا لایا اور شکار میں مصروف ہوا۔ چند
روز بعد اوسکو خبر لگی کہ بہجت خاں وصاحب خاں کے حکم سے محافظ خاں مع افواج
بزرگ شادی آباد منڈو کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ سلطان نے حبیب خاں وفخر الملک
کو بہت سے راجپوت امیروں کے ساتھ اون کے دفع کرنے کے لئے بھیجا۔ حوالی ظفر آباد
میں فریقین میں جنگ عظیم ہوئی اور لشکر سلطان غالب آیا۔ محافظ خاں قتل ہوا۔ دہلی کے

لشکر کے چلے جانے اور محافظ خاں کے کشتہ ہونے کے بعد بہجت خاں ومخصوص خاں
اپنے کئے سے پشیمان ہوئے اور صاحب خاں سے صلح کے لئے کہا۔ اُس نے قبول کیا۔ شیخ
اولیا نے سلطان سے عرض کیا۔ سلطان نے اوس کو لطائف غیبی وعنایات لاریبی سے تسلی کیا
صاحب خاں کو قلعہ رائسین وقصبہ بھیل وہامونی تفویض کیا۔ اور فوراً دس لاکھ ٹنکہ سپاہ
کے خرچ کے واسطے اور بارہ ہاتھی انعام دئے۔ بہجت خاں اور امیروں کو فرمان بھیجے
استمالت نامے لکھے۔ بہجت خاں نے دو لاکھ ٹنکہ اور بارہ ہاتھی اپنے پاس رکھے۔ باقی صاحب خاں
کے حوالہ کئے۔ فتنہ انگیزوں نے صاحب خاں کو خبر پہنچائی کہ بہجت خاں تجھے مقید کرنا چاہتا ہے تو
صاحب خاں سلطان سکندر لودہی پاس کہ قریب تھا چلا گیا اور بہجت خاں اور امرا استمالت
نامے لکھ کر سلطان محمود پاس چلے آئے۔ سلطان نے خلعت دئے اور اونکو اقطاع قدیم عنایت
کیں۔ سلطان محمود منظفر ومنصور اپنی دار الملکت میں آیا۔ میدنی رائے کی استصواب سے سلطان
امیروں اور سپاہ کے سرداروں میں سے ہر روز ایک بے گناہ کو ناحق متہم ومطعون کر کے سیاست کرتا
رفتہ رفتہ یہ نوبت آئی کہ سلطان کا دل کل امرا سے بلکہ تمام مسلمانوں سے پھر گیا۔ وہ عمال قدیم
کہ سرکار غیاثی ونامر شاہی میں مہمات دیوانی کے متصدی وتکفل تھے وہ معزول ہوئے اور
میدنی رائے کے اعوان وانصار اوپر مقرر ہوئے۔ اس عمل سے اکثر امیر اور سردار اور نوکر شکستہ خاطر
ہوئے اور اونہوں نے اپنے عیال کا ہاتھ پکڑ کے وطنوں سے ہجرت کی۔ اس قلمرو میں قلعہ شادی آباد
منڈو کہ دار العلم وفضلا مشائخ کا مہبط تھا وہ اب کافروں کا مسکن ہو گیا اور یہاں تک نوبت
آئی کہ فیلبانی اور دربانی بھی راجپوتوں کو حوالہ ہوئی اور مسلمانوں کی کنواری لڑکیوں پر راجپوت
متصرف ہوئے۔ علی خاں امرائے قدیم میں سے حاکم شہر تھا۔ راجپوتوں کے تسلط سے دلگیر ہوا
اور اوسنے مخالفت کی۔ جسوقت کہ سلطان محمود راجپوتوں کے ساتھ شکار کو گیا ہوا تھا وہ
قلعہ منڈو پر متصرف ہوا۔ اہل منڈو کو بھی راجپوتوں کے استیلا سے آزار وہ تھے اُنہوں نے علی
خاں سے موافقت کی۔ سلطان محمود اس خبر کو سُن کر تعجیل کے ساتھ واپس آیا
اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور محصورین کو تنگ کیا۔ علی خاں اپنے اعوان کے ساتھ قلعہ سے

نکل کر بھاگ گیا۔ سلطان محمود نے قلعہ میں آن کر رجپوتوں کو علی خاں کے تعاقب میں بھیجا کہ اوسکو پکڑ کر قتل کریں۔ بعد اس واقعہ کے میدنی رائے مطلق العنان ہوا۔ مالوہ میں تمام امر منصب دار اپنی جانب سے مقرر کئے۔ سلطان کے خاصہ نوکروں میں سوا دو سو مسلمان سواروں کے کوئی اور نہ تھا۔ راجپوتوں کے تسلط و استیلا سے سلطان محمود کو اپنی فکر ہوئی اہل ہند کی رسم ہے کہ جبوقت نوکر کو رخصت کرتے ہیں یا مہمان کو وداع تو اون کو پان دیتے ہیں۔ سلطان نے ایک طرف میں پانوں کے بیڑے بھرے اور آرائش خاں کے ہاتھ میدنی رائے کے پاس بھیجے اور پیغام دیا کہ اب آپ کو رخصت ہے میری ولایت سے باہر چلے جایئے۔ راجپوتوں نے جواب دیا کہ ہم چالیس ہزار راجپوتوں نے آج تک ہوا خواہی اور جان سپاری میں کوئی تقصیر نہیں کی اور خدمات پسندیدہ ہم سے وقوع میں آئیں ہم نہیں جانتے کہ ہم سے کیا خطا سرزد ہوئی۔ اس جواب دینے کے بعد راجپوتوں نے یہ ارادہ کیا کہ سلطان محمود کو قتل کرڈالیں میدنی رائے نے کہا کہ الحال حقیقت میں سلطنت مالوہ ہماری ہے اگر سلطان نہ ہوگا تو سلطان مظفر گجراتی اس ولایت پر متصرف ہوگا۔ پس جس طرح ہو سکے اپنے ولی نعمت کی رضا جوئی میں سعی کرنی چاہیئے۔ پس وہ سلطان کی خدمت میں آیا استعفا اور استغفار کی سلطان کو سوا قبول کرنے کے چارہ نہ تھا۔ مگر اوسنے یہ شرط ایسی ٹھیرائی کہ کارخانوں میں جو پہلے قدیمی مسلمان نوکر تھے اونہیں کو وہ خدمتیں حوالہ کرے اور اصلاحات ملکی میں دخل نہ دے اور مسلمان عورتوں کو راجپوت اپنے گھروں سے باہر کریں اور بت تعدی کو کوتاہ کریں۔ میدنی رائے نے ان سب شرائط کو قبول کیا اور سلطان کی دلجوئی کی۔ لیکن سالباہن پوربیہ نے جو امرائے کلاں میں سے تھا بغاوت۔ سلطان محمود نے باوجودیکہ دو سو مسلمان سواروں سے زیادہ اوس پاس سپاہ نہ تھی اپنے مخصوصوں کے ساتھ یہ امر قرار دیا کہ جب میں شکار سے مراجعت کروں تو میدنی رائے اور سالباہن جبوقت وہ اپنے گھروں کو رخصت ہوں پارہ پارہ کئے جائیں سلطان نے دوسرے روز جماعت موعود کو جا بجا بٹھا دیا اور خود شکار کو گیا اور مراجعت کرکے خلوت خانہ میں آیا۔ میدنی رائے اور سالباہن کو رخصت کیا اس جماعت نے لیکن بھگدڑ سے بھگدڑ

سالباہن اور میدنی رائے کو زخمی کیا۔ سالباہن تو نہیں مرگیا۔ میدنی رائے کو کاری زخم نہیں لگے تھے۔ اوسکے نوکر اٹھا کر لے گئے۔ میدنی رائے کے گھر میں راجپوت جمع ہوئے اور اوسکے بے اجازت لڑنے کے لئے دربار کو چلے۔ سلطان محمود میں کو عقل نہ تھی مگر تہور اور مردانگی میں اسکا کوئی نظیر نہ تھا۔ سولہ سوار اور چند پیادے مسلمان ساتھ لیکر شہادت کی نیت سے دولت خانہ سے باہر نکل کر ہزاروں راجپوتوں سے لڑنا شروع کیا۔ ایک بڑے جوانمرد راجپوت نے سلطان پر ایک ضرب لگائی سلطان نے اس ضرب کو رد کرکے اوس کے ایک شمشیر ایسی لگائی کہ اوسکے دو ٹکڑے کردئے۔ دوسرے راجپوت نے سلطان نے ایک برچھا مارا مگر سلطان نے تلوار سے برچھے کو بھین لیا اور راجپوت کے کمر پر دو ٹکڑے کردئے۔ راجپوتوں نے جب یہ شجاعت دیکھی تو وہ بھاگ کر میدنی رائے کے گھر گئے اور اوس سے جنگ کی اجازت چاہی۔ میدنی رائے نے کہا کہ سلطان نے گو میرے قتل کا ارادہ کیا مگر وہ میرا صاحب اور ولی نعمت ہے اوسکا کچھ قصور نہیں ہے تم اپنے گھر جاؤ اور میری حمایت نہ کرو۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اگر سلطان محمود کشتہ ہو جائیگا تو سلاطین اطراف خصوصاً گجرات و برار و خاندیس اوسکے انتقام لینے کے لئے قیام کرینگے۔ اوسنے راجپوتوں کی یوں تسلی کی۔ سلطان محمود خلجی پاس پیغام بھیجا کہ اتنی مدت تک میں نے سلطان کی نمک حلالی سے خدمت کی تھی اس لئے زخموں سے سلامت و زندہ رہا۔ اگر فی الواقع میرے مارنے سے امور سلطنت انتظام پائیں تو مضایقہ نہیں مصرع سر اینک جدا کن بتیغ از تنم ۔ سلطان محمود نے جانا کہ ان زخموں سے وہ مریگا نہیں اور اب وہ صلح و ملائمت کرتا ہے تو اس نے فرمایا کہ اب مجھے تحقیق ہوا کہ میدنی رائے میرا خیر خواہ ہے اور اوسنے کمال خیر خواہی سے بے اعتدال راجپوتوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھا اور سالباہن کہ مادہ خشونت تھا اوس کا شر رفع ہوا انشاء اللہ تعالے اب اُسے آگے امور سلطنت میں خیر و خوبی کے ساتھ مشغولی ہوگی اوسکے بعد کوئی اور امر نہ ہوگا۔ میدنی رائے نے ظاہر میں اخلاص و انقیاد قبول کیا اور گزشتہ کا کچھ مذکور نہیں کیا۔ مگر اپنے حال سے وہ خوب واقف ہوا۔ جب سلطان کی درگاہ میں ملازمت کے لئے آیا تو

پانچسو مسلح آدمیوں کو ساتھ لایا۔ اس وضع سے سلطان محمود خلجی ایسا جتنگ آیا کہ شکار کے بہانے اپنی مجوبہ رانی کیتا اور ایک اور سوار اور چند پیادوں کو لیکر سرحد گجرات میں پہنچا۔ سرحد گجرات کے حاکم اوس سے یہ تواضع پیش آئے اور سلطان مظفر کو اوسکے آنے کی اطلاع ہوئی تو اوسنے قیصر خاں و تاج خاں و قوام الملک اور امرا کو استقبال کے لئے بھیجا۔ اور خود چند منزل استقبال کو آیا۔ ایک مجلس میں ایک تخت پر دونو بادشاہ بیٹھے۔

۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء میں سلطان محمود کے ساتھ سلطان مظفر مالوہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ راجپوتوں کے دفع کرنیکے لئے سلطان کو تخت پر بٹھاویں۔ اس کا حال کہ سلطان مظفر نے کیونکر سلطان کو تخت مندو پر بٹھا دیا۔ تاریخ گجرات میں و مظفر شاہ کی تاریخ میں پڑھو اب سلطان محمود امور جہانبانی میں مصروف ہوا۔ اور ضبط سلطنت میں بقدر مقدور کوشش کرنے لگا۔ چندیری و گاگرون میدنی رائے کے تصرف میں تھے۔ قلعہ رائسین و بھیلسہ و سارنگ پور سلہدی راجپوت کے قبضہ میں تھی سلطان محمود اون کی دفع کے فکر میں ہوا۔ اول وہ قلعہ گاگرون پر لشکر لے گیا۔ میدنی رائے اس دفعہ رانا سنگا سے ملتجی ہوا اور اوسکو بہت لشکر کے ساتھ اپنی مدد کے لئے لایا۔ جس روز جنگ ہوئی سلطان محمود نے بہت راہ طے کی تھی اور رانا سات کروہ (۱۴ میل) اترا تھا۔ جب رانا کو یہ خبر ہوئی تو اوسنے یہ سمجھ کر کہ وہ تھکا ماندہ ہوگا اپنے لشکر کو لیکر مسلمانوں کے لشکر کے قریب آیا۔ سلطان محمود خلجی بے خبر تھا سوار ہو کر لشکر سے باہر آیا۔ امرا و سپاہ اُس کی ملازمت میں آئے۔ ہر چند آصف خاں گجراتی اور امرا نے عرض کیا کہ آج لڑنے کا دن نہیں ہے مگر اوسکو عقل سے بہرہ نہ تھا اس بات کو قبول نہیں کیا سے ترتیب لڑا۔ ایک لمحہ میں ۴۰ سردار اور بہت سے سپاہی مارے گئے۔ آصف خاں گجراتی کہ شاہ مظفر نے اوسکی کمک کے لئے بھیجا تھا پانسو آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ لشکر مالوہ میں سوا سلطان خلجی اور دس سوار احدی کے معرکہ میں کوئی باقی نہیں رہا۔ سلطان ان دس سواروں سے غنیم سے جا بڑا۔ سوار مارے گئے اور خود زخمی ہو کر اور مقید ہو کر رانا سنگا پاس آیا۔ راجپوتوں نے بھی اوسکی بہادری کی تعریف کی۔ رانا سنگا نے سلطان کی بڑی عزت کی

بیڑیاں کاٹنے کا علاج کیا۔ سلطان سے اسکا تاج لے لیا۔ اب رانا سنگا نے کمال مروت و فتوت سے کام کیا کہ سلطان کو ہزار راجپوتوں کے ساتھ قلعہ مانڈو میں بھیجکر تخت سلطنت پر بٹھایا۔ سلطان اپنی شکست و ریخت کی مرمت میں مصروف ہوا۔ ممالک مالوہ کا بڑا حصہ امرا اور راجپوتوں کے ہاتھ میں تھا۔ اور رعایا کما حقہٗ اطاعت نہیں کرتی تھی۔ بادشاہی میں خلل عظیم وقوع میں آیا سکندر خاں سیواس اور بہت پرگنوں پر متصرف تھا۔ چندیری اور گاگرون اور اور اقطاع میدنی رائے نے جنگ میں غالب ہو کر لے لئے تھے۔ یہ اطاعت نہیں کرتے تھے اور ایسی ہی سرحدوں و اطراف میں اور امیر تھے جنھوں نے اپنے اندازہ سے باہر قدم رکھا تھا اسلئے سلطنت میں ضعف آگیا تھا۔ سلطان محمود خلجی برخلاف سلطان محمود ماضی کے شمشیر پر مدار رکھتا تھا عقل و تدبیر کو اپنے پاس راہ نہ دیتا تھا۔

۹۲۶ھ / ۱۵۱۹ء میں سلہدی پوربیہ کے دفع کے لئے سلطان روانہ ہوا۔ اوس نے راجپوتوں کو جمع کر کے میدنی رائے سے کمک لی۔ سارنگ پور کی نواحی میں جنگ ہوئی۔ اول لشکر اسلام شکست پا کر پراگندہ ہوا۔ مگر سلطان خلجی نے قطب کی مانند کچھ سپاہ کے ساتھ پائے ثبات برقرار رکھا اور فرصت پا کر سلہدی پوربیہ کو بڑی شکست دی۔ اور تعاقب کر کے اوس کے ۲۰ ہاتھی چھین لئے۔ سارنگ پور کو اوس کے تصرف سے نکال لیا۔ سلہدی راجپوت نے اپنے اقطاع قدیم پر قناعت کر کے اطاعت اختیار کی۔ سلطان محمود نے اوس کو منعتم جانکر دار السلطنت کو راجعت کی۔ ۹۲۷ھ / ۱۵۲۰ء میں گجرات میں سلطان بہادر شاہ گجراتی بادشاہ ہوا۔ شاہزادہ چاند خاں بن شاہ مظفر گجرات سے بھاگ کر شادی آباد مندو میں آیا۔ شاہ مظفر کے احسان کا سلطان محمود مرہون تھا اس لئے اوس نے چاند خاں کی تعظیم و تکریم کی رعنی الملک کہ گجرات کے امرا معتبر سے تھا وہ بھی بہادر شاہ کی دولت سے خوف سے بھاگ کر آیا وہ یہ چاہتا تھا کہ بہادر شاہ کو معزول کر کے چاند خاں کو اس کا قائم مقام بنائے۔ اس نیت سے وہ آگرہ سے مندو میں آیا اور چاند خاں سے مشورہ کر کے پھر آگرہ گیا۔ جب بہادر شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو اوس نے سلطان محمود کو لکھا کہ یا آپ کی خدمت اخلاص سے عجیب تھا کہ اس حرام خوارہ کو چھوڑ دیا کہ چاند خاں سے مشورہ کرے

فتنہ انگیزی کے ارادہ سے پھر اگر گیا ہے۔ اس دفعہ بہادر شاہ کوئی بات نہ بان پر نہ لایا مگر سلطان محمود خلجی کا آدمیوں کے اوپنے ہوا دولت خلجیہ کے زوال کا وقت آگیا تھا سلطان محمود خلجی نے کچھ اسکا علاج نہ کیا۔ جسوقت اس پاس یہ خبر آئی کہ رانا سنگا اس مہم سے چل بسا اور اسکا بیٹا رتن سی قائم مقام ہوا تو اوسنے شمزہ خاں کو بھیجا جسنے چتوڑ کے بعض قصبات کو تاخت و تاراج کیا۔ رتن سی واقف تھا کہ بہادر شاہ اور سلطان محمود کے درمیان رنجش ہے تو وہ لشکر فراہم کرکے مالوہ پر چلا۔ جب یہ خبر سلطان محمود کو ہوئی تو وہ اس سے لڑنے چلا اجین میں ہو کر سارنگ پور میں گیا۔ سکندر خاں فوت ہو گیا تھا اوسکا بیٹا معین خاں کوچ میں مخالفت فراموش کا پسر مقامد کے لئے طلب کیا اور مسند عالی اوس کو خطاب دیا۔ سراپردہ سلطنت کہ سلاطین کے ساتھ مخصوص ہے عطا کیا سلحدی پوربیہ کو بھی راسین سے طلب کیا اور اوس کے اقطاع قدیم پر اور پرگنوں کا اضافہ کیا۔ سلحدی پوربیہ سلطان خلجی سے متوہم ہوا وہ معین خاں کے ساتھ اتفاق کرکے رتن سی رانا پاس گیا۔ یہاں سے بھوپت ولد سلحدی کے ساتھ معین خاں بہادر شاہ گجراتی پاس گیا اور اپنے ولی نعمت کی شکایت کو تختہ مجلس بنایا۔ سلطان محمود نے مضطرب ہو کر دریا خاں لودہی کو سلطان بہادر شاہ گجراتی پاس بھیجکر پیغام دیا کہ آپ کے سلسلہ کے حقوق مجھ پر ثابت ہیں۔ اب مسافت تھوڑی رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ حضور میں پہنچکر مبارکباد حاضلت دوں۔ سلطان بہادر نے جیسا کہ اوس کے وقائع میں لکھا گیا ہے جواب آدمیانہ دیا۔ رتن سی اور سلحدی پوربیہ سلطان بہادر سے لے اور سلطان محمود کی شکایت کی۔ رتن سی اپنی منزل کو مرخص ہوا اور سلحدی سلطان بہادر کے لشکر میں رہا وہاں سلطان محمود کے آنے کی توقع تھی۔ سلطان محمود نے اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری کہ ملاقات کے ارادہ سے پشیمان ہوا اور سکندر خاں کے نوکروں کے دفع کرنے کا بہانہ بنا کے سیوا اس کو روانہ ہوا۔ اثنا راہ میں شکار میں مشغول تھا کہ گھوڑے سے گرا اور وہاں ہاتھ اوسکا ٹوٹ گیا اوسکو فال بد سمجھ کر فسخ عزیمت کی اور اپنے دار الملک میں چلا آیا اور قلعہ داری کی تیاری کی۔ سلطان بہادر نے اوسکی ملاقات سے قطع نظر کرکے شادی آباد منڈو کو روانہ ہوا۔ ہر منزل میں سلطان محمود خلجی کے نوکر فوج فوج آکر بہادر شاہ سے ملتے

شمزہ خاں حاکم دھار بھی اس سے مل گیا۔ فتح آباد نعلچہ میں بہادر شاہ آیا۔ قلعہ کا محاصرہ کیا مورچل تقسیم ہوئے۔ سلطان محمود خلجی تین ہزار آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں متحصن تھا ہر شب ایک دفعہ سب مورچلوں کو دیکھتا اور مدرسہ سلطان غیاث الدین میں سوتا۔ جب اہل قلعہ کا نفاق اسپر کھلا تو وہ مدرسہ سے اپنے محلات میں چلا گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ جب بعض نیک اندیشوں نے اس باب میں کہا کہ عیش و عشرت کا وقت یہ کیا ہے۔ تو اوسنے کہا کہ میرے اعیاس واپس ہیں اونکو عیش و عشرت میں کاٹتا ہوں شعبان ۹۳۷ھ میں اعلام دولت بہادر شاہ اس قلعہ سے طالع ہوئے۔ اسوقت چاند خاں کہ مایہ فساد تھا دکن کو بھاگا۔ سلطان محمود خلجی مسلح ہو کر مع قبیل کے ساتھ روبرو آیا۔ طاقت مقاومت نہ دیکھی پھر گیا۔ ہزار سوار لیکر اہل حرم کے مارنے کے لئے دوڑا ؎

چو تخت کسی رو نہد در زوال ۔۔۔ بچیزے گراید کہ گردد وبال

جب وہ محلوں میں آیا تو ایک جماعت مانع ہوئی اور اوسنے کہا کہ شاہ بہادر گجراتی آپ کی ضبط ناموس میں خوب کوشش کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ قلعہ سے باہر چلے جائیں اور لشکر کو جمع کریں اور دشمن کے دفع کرنے میں مشغول ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اہل محل کے ہوم پر سلطان بہادر چڑھا اور اوسنے سلطان محمود خلجی کو بلایا۔ سلطان اپنے سرداروں کو ہمراہ لیکر سات سواروں کے ساتھ سلطان بہادر کے پاس آیا۔ اُس نے اُس سے معانقہ کیا بیٹھنے کے بعد سلطان بہادر تھوڑی درشتی کرکے ساکت ہوا۔ لیکن اوسکا چہرہ متغیر ہوا اور اوس نے پکارکہ ہم نے امرا کو امن دیا وہ اپنے گھروں میں جائیں۔ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود نے حکم میں درشتی کی شاہ گجراتی عفو کرنے کو تھا کہ اوسنے جس کا حکم دیا۔ روز جمعہ کو شادی آباد منڈو میں سلطان بہادر کا خطبہ پڑھا گیا۔ شب شنبہ کو سلطان محمود کو پابزنجیر کیا اور اوسکو مع سات بیٹوں کے آصف خاں کے حوالہ کیا کہ قلعہ چنپانیر جاکر اوس کو مقید کریں اثنا راہ میں دو ہزار بھیل و کولی نے منزل دھور میں آصف خاں کے لشکر پر شب خون مارا۔ اسوقت سلطان محمود نماز سے فارغ ہو کر سویا تھا جب اوسنے یہ غوغا سنا تو بیدار ہوا۔ بھاگنے کے ارادہ سے

اپنے پاؤں کی بیڑی توڑنا چاہتا تھا کہ نگہبانوں کو خبر ہوگئی۔ اونھوں نے اس خیال سے کہ کہیں کے ہوا خواہوں نے شب خون مارا ہوا سے مار ڈالا۔ آصف خاں نے اوسکی تجہیز و تکفین کی اور اوسکے بیٹوں کو محمد آباد چنپانیر میں محبوس کیا۔ تھوڑے زمانہ میں سوا محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے کہ بابر شاہ کی خدمت میں اتا کوئی اس خاندان سلطنت خلجیہ مالوہ کا وارث نہ رہا اور اوس کی دولت سلسلہ حکام گجرات میں منتقل ہوئی۔ ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء اس دیار کی فرمانروائی گجراتیوں کے اختیار میں رہی پھر دست بدست اوروں کے ہاتھ میں گئی ۹۴۷ھ میں اکبر شہنشاہ کے ہاتھ میں آئی۔ بزرگوں کا سچ کہا ہے کہ دنیا ایک مکارہ۔ سیاہ چشم اور بدکارہ۔ سفید چشم۔ گندم نما جو فروش ہے۔

زوال دولت خلجیہ مالوہ و استیلا سلطان بہادر گجراتی اور اوسکی باتیں

اوپر ہم نے بیان کر دیا کہ سلطان محمود کے بعد سلطان بہادر نے مملکت خلجیہ پر استیلا پایا۔ اوسنے امرا مالوہ کو جنھوں نے اطاعت کی اطان خسروانہ سے خوشدل اور مستمال کیا سلہدی پوربیہ کو اس سبب سے کہ سب سرداروں سے پہلے ملازمت میں آیا تھا ہیں و سارنگ پور و راسین اقطاع میں دئے۔ طبقہ گجراتیوں کی تاریخ میں بیان ہوا کہ وہ سلطان بہادر کے غضب میں گرفتار ہوا اور قلعہ راسین میں اوسنے اپنے تئیں مار ڈالا اوسکا بیٹا بھوپت بھاگ گیا۔ بہادر شاہ نے اوہین دریا خاں لودی کو اور راسین قائم خاں حاکم کالپی کو دیا۔ اور شادی آباد اختیار خاں کو دے کر خود محمد آباد چنپانیر کو چلا گیا۔ بعد ازاں ہمایوں بادشاہ نے جب گجرات کو تسخیر کیا سلطان بہادر بندر دیپ کو بھاگا تو ہمایوں نے اپنے نام کا خطبہ شادی آباد منڈو میں پڑھایا۔ اور اپنے متعلقوں کو سپرد کیا جسکا ذکر اپنے محل پر مذکور ہوا۔ جب ہمایوں آگرہ تشریف فرما ہوا تو تاتار خاں کہ خلیلوں کے غلاموں اور امرا کبار میں سے تھا۔ اوسنے ایک سال میں لشکر چنتائی کے قبضہ سے قصبہ بیلہ سے دیار نربدا تک ملک نکال لیا اور اپنا نام سلطان قادر شاہ رکھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ بھوپت و پورنمل پسران سلہدی پوربیہ نے قلعہ چتوڑ سے نکل کر رائے سین اور اوسکی نواح کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور سلطان قادر شاہ کی اطاعت اختیار کر کے اوسکو پیش کشیں بھیجیں رفتہ رفتہ اسکا دبدبہ ایسا بڑھا کہ شیر شاہ نے ایک فرمان پیشانی پر مہر گنگا کے اس مضمون کا اسکے ہمہیا

کو جب سپاہ منل دیار بنگالہ میں آئی تو طریقہ اخلاص مستدعی اس امر کا ہے کہ وہ عزیز آگرہ کی طرف متوجہ ہو اس نواحی میں فوج بھیجکر خلل ڈالے تاکہ منل مضطرب ہوکر اس دیار سے باز رہیں۔ اور ہم کو کشور ستانی کی فرصت ملے۔ سلطان قادر شیر شاہ کے فرمان بھیجنے سے برآشفتہ ہوا۔ اوس نے اپنے منشی سے کہا کہ اس کے جواب میں فرمان لکھ اور اوس کی پیشانی پر مہر کر۔ منشی نے یہی کیا۔ سیف خاں ہلوی نے کہ اوس کا ندیم تھا اور ہمیشہ گستاخانہ بیجی باتیں کیا کرتا تھا اوس نے معروض کیا کہ شیر شاہ بالفعل بنگالہ و جون پور کا بادشاہ ہے اور اس قدر سپاہ و شوکت رکھتا ہے کہ بادشاہ دہلی کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اگر وہ تجھے فرمان لکھے اور اوس کی پیشانی پر مہر کرے تو سزاوار ہے۔ قادر شاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ بنگالہ و جون پور کا بادشاہ ہے تو میں بھی خدا کی عنایت سے مملکت مالوہ کا بادشاہ ہوں۔ جب اوس نے طریق ادب سلوک نہیں رکھا تو مجھے کیا ضرور ہے کہ میں نرمی کروں اور اوس کی حرمت مرعی رکھوں۔ جب قادر شاہ کا فرمان شیر شاہ کی نظر سے گذرا تو وہ پیچ و تاب کھا کر آزردہ ہوا اور مہر کے نشان کو کتر کر یادآوری کے لئے خنجر کے غلاف میں رکھا۔ اور کہا کہ انشاء اللہ تعالے اوس کی حاضری کے وقت اس کا سبب پوچھا جائیگا۔ ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء میں شیر شاہ نے مملکت مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ حوالی سارنگ پور میں قادر شاہ اس سبب سے کہ اس سے لڑ نہیں سکتا تھا۔ شیر شاہ پاس گیا اور پر اس کے پاس سے بھاگا تو شیر شاہ نے کماع بامایہ کردودیدی طوغلام گیدی اس مصرعہ پر دوسرا مصرعہ ایک شاعر نے کماع قولیت مصطفےٰ رالا خیر افی العبیدی شیر شاہ نے مالوہ کو فتح کر کے اوجین و سارنگ پور اور اور پرگنے شجاع خاں کو اقطاع میں دئے اور اس مملکت کا سپہ سالار بنایا۔ شجاعت خاں نے جو کام اس ملک میں کئے وہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کی تاریخ میں مذکور ہوئے ہیں۔ جب سلطنت دہلی میں خلل پڑا تو شجاع خاں نے ارادہ کیا کہ خطبہ و سکہ اپنے نام پر

جاری کرے مگر موت نے فرصت نہ دی ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء میں انتقال کیا۔ اوس کا بڑا بیٹا بایزید جس کا لقب باز بہادر تھا اوسکا قائم مقام ہوا۔ اس کی مدت حکومت اول سے آخر تک بارہ سال تھی۔ قصبہ شجاول پور کہ اوجین کے پاس ہے اوسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

باز بہادر کا تخت مالوہ پر فایز ہونا اور امرائے اکبری کے ہاتھ گرفتار ہونا

شجاعت خاں کے بعد حشمت و سلطنت پدر پر اسکا بڑا بیٹا بایزید مخاطب باز بہادر متصرف ہوا۔ دولت خاں اوس سے برسر مقابلہ ہوا۔ یہ بھی سلیم شاہ کے نزدیک معزز و محترم تھا۔ مالوہ کے سب لشکری اوسکے خواہاں ہوئے یہاں بایزید نے اپنی والدہ کو اپنے عزیزوں کی ایک جماعت کے ساتھ دولت خاں پاس بھیجا کہ مصالحت ہو جائے۔ بعد بہت گفت و شنید کے یہ امر مقرر ہوا کہ سرکار اوجین منڈو اور بعض اور محال پر دولت خاں متصرف ہوا اور سارنگ پور و سیوہی و سروہی و بھیلسا اڑہ، محال خالصہ شجاع خاں میاں بایزید سے متعلق ہوں اور سرکار رائسین و بھیلسہ اور محال پر کہ اس نواحی میں واقع ہیں ملک مصطفےٰ قابض ہو۔ بعد صلح کے مقرر ہونے کے بایزید اجین کی طرف عذر کے ارادہ سے متوجہ ہوا۔ آدمیوں سے یہ کہا کہ میاں دولت خاں پاس اوس کے باپ کی تعزیت کرنے جاتا ہوں۔ دولت خاں غافل تھا وہ اوس کے ہاتھ سے مارا گیا اسکا سر سارنگپور کے دروازہ پر لٹکایا۔ اور اکثر بلاد مالوہ پر متصرف ہوا ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء کو سر پر چتر رکھا اور خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا۔ باز بہادر شاہ اپنا نام رکھا۔ ان مہمات کے بعد رائسین کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک مصطفےٰ خاں اوس کے مقابلہ میں آیا اور چند لڑائیوں کے بعد منہزم ہوا۔ رائسین اور بھیلسہ باز بہادر کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ بعض سرداروں نے اس سے سلوک ناہموار کیا تھا اوسنے اونکو گرفتار کر کے کنوئے میں ڈالدیا کہ وہ ڈوب کر مر جائیں یا بھوک کے مارے ہلاک ہوں اور خود گونڈواڑہ پر متوجہ ہوا بہت سا حصہ اوسکا اپنی سعی و کوشش سے مسخر کیا۔ محاصرہ و محاربہ میں اوس کا ماموں فتح خاں مارا گیا

اسکے بعد وہ سارنگ پور میں آیا۔ یہاں اوس نے قلعہ گڑا کی یا کنٹنہ کی تیاری کی۔ جب وہ اس نواحی میں آیا تو اوس کا مقابلہ رانی درگا وتی بیوہ راجہ کرشن سنگھ نے کیا۔ وہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد یہاں حکومت کرتی تھی۔ اوسنے گونڈوں کو جمع کیا۔ گھمانی کے سرے پر لڑائی ہوئی۔ رانی کے پیادے مورچہ سے زیادہ تھے اونہوں نے جوانب اطراف سے آکر باز بہادر کے لشکر کو گھیر لیا۔ باز بہادر نے حیران ہو کر فرار کیا۔ اوس کا تمام حشم اور اچھے آدمی رانی کے ہاتھ آئے اکثر قتل ہوئے۔ باز بہادر ہزار محنت و جانکاہی سے سارنگ پور میں آیا۔ بجائے اوس کے کہ اپنی شکست کی صلاح کرتا عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ ہندوستان میں وہ فن موسیقی میں بڑی مہارت رکھتا تھا تعلق و تعشق پیدا کیا۔ عشق و عاشقی میں نام اوس کا مشہور ہوا۔ جب اوسکی غفلت کی خبر شہنشاہ اکبر کو پہونچی تو اوسنے جو اوسکا حال کیا وہ اقبال نامہ اکبری میں پڑھو۔ ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء سے مالوہ ایک صوبہ سلطنت اکبری ہو گیا۔ فقط

تاریخ خاندیس

ولایت خاندیس میں جو شخص اول فرمانروا ہوا ملک راجی فاروقی تھا۔ اوسکے باپ کا نام خاں جہاں فاروقی تھا جسکے باپ دادا سلطان علاء الدین خلجی و سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صاحب اعتبار امرا میں تھے۔ جب خانجہاں فوت ہوا تو اوسکا بیٹا ملک راجی گردش روزگار سے کسی امارت پر نہ پہنچا۔ کمال پریشانی اور افلاس میں زندگی بسر کرتا تھا آخر میں ہزار حیلہ و جرثقیل سے وہ سلطان فیروز شاہ بارمک کے خاصہ خیل میں داخل ہوا ایک گھوڑا خدمت کرنے کے لئے ملا۔ تنخواہ تھوڑی تھی مشکل سے گذرتی تھی۔ مگر اس حال میں بھی وہ نشاط و شکار سے شغل رکھتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ منڈو میں گذر کر گجرات میں آیا تو وہ ایک دن شکار کے پیچھے اپنے لشکر سے تیس چالیس میل دور چلا گیا۔ بھوکا پیاسا ہوا آبادی دور تھی۔ بیتاب ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ دورے اوسکی نظر ایک سوار پر پڑی کہ دو تازی کتے۔ اور چند شکاری جانور ہمراہ رکھتا ہے اور صحرا میں شکار کے پیچھے پڑا پھرتا ہے سلطان نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے اوسنے کہا کہ ہاں ہے۔ جو کچھ موجود تھا درویشانہ آگے لاکر رکھ دیا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے کھانا تناول فرمایا سوار کی حسن گفتار و ادب خدمت بادشاہ کو پسند آیا۔ اوس سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے اوس نے معروض کیا کہ میں خواجہ جہاں فاروقی کا بیٹا ہوں اور میرا نام ملک راجی فاروقی ہے بادشاہ کے نوکران خاصہ میں سے ہوں۔ بادشاہ خواجہ جہاں فاروقی کو اچھی طرح جانتا تھا اوسنے اپنے کسی مقرب سے کہا کہ اسکو دربار عام میں میرے روبرو پیش کرو۔ وہ ایک روز پیش ہوا تو بادشاہ نے فرمایا کہ اوسکے دو حق مجھ پر ہیں۔ اول حق آشنائی سابق دوم حق خدمت لاحق شکارگاہ میں اسلئے میں اسکو منصب دو ہزاری دیتا ہوں اور اقطاع تھال نیرا تال نیرا و کروندہ کہ فتحات خاندیس میں سرحد دکن میں عطا کرتا ہوں وہ ۷۰۸ھ میں اس سرحد میں آیا

اور یہاں کے انتظام میں سامی ہوا۔ راجہ بہارجی جو ابتک سلطان فیروز کا مطیع نہیں ہوا تھا اوسکو ضرب شمشیر سے باج گزار بنایا۔ پانچ بڑے اور دس چھوٹے ہاتھی اور امتعہ نفیسہ اور بہت سا مال اس سے پیش کش میں لئے دکن کی روش پر ہاتھیوں کو زنجیر طلا و نقرہ سے مزین کیا اور جھل اور زربفت کی جھولیں اونپر ڈالیں اور نقود و اقمشہ کو اونٹوں پر لادا اور اون پر بھی زربفت جھل کے بالاپوش ڈالے اور اس طرح یہ پیش کش بادشاہ پاس روانہ کی۔ جب بادشاہ کی نظر گے روبرو بہارجی کی پیش کش اس رنگینی اور آراستگی سے پیش ہوئی تو وہ بہت خوش حال ہوا اور اوسنے کہا کہ جو خدمت کہ حکام دکن سے متعلق رکھتی تھی اوسپر ملک راجہ نے تقدیم کی پس سہ ہزاری کا منصب اور خاندیس کی سپہ سالاری کا لقب اوسکو عنایت کیا۔ تو تے دونوں میں اوسنے بارہ ہزار سوار منتخب و کارگزار بہم پہنچائے۔ اونکے خرچ کو ولایت خاندیس کا محصول کفایت نہیں کرتا تھا اسلئے وہ ہمیشہ گونڈواڑہ اور اور راجاؤں کی ولایتوں پر تاخت کرتا تھا۔ اور اون سے پیش کش لیتا تھا۔ یہانتک اوسکی قدر بڑھی کہ رائے جاج نگر باوجودیکہ اس سے بعد مسافت رکھتا تھا۔ مگر اوس سے محبت و اخلاص کا طریقہ برتتا تھا۔ ملک راجی نے اپنی حسن تدبیر و قوت بازو سے سلطنت کی دستگاہ بہم پہونچائی۔ سلطان کی وفات کے بعد دلاور خاں نے ولایت مالوہ سے اقتصاص پایا۔ تو ان دونوں کے درمیان نہایت صداقت سے اخلاص تھا اور آپس میں برادرانہ و برادرانہ سلوک کرتے تھے اور آپس میں اونہوں نے یہ رشتے کئے کہ ملک راجی کی بیٹی کا نکاح ہوشنگ سے ہوا اور دلاور خاں کی بیٹی کا نکاح ملک راجی کے بیٹے سے ہوا۔ جب گجرات کا بادشاہ سلطان مظفر ہوا تو مملکت میں کچھ تھوڑا خلل پڑا۔ ملک راجی نے دلاور خاں کو پشت پناہ سمجھکر سلطان پور اور ندربار کی مزاحمت کی۔ اور مظفر شاہ گجراتی کا تسلط اٹھا دیا سلطان مظفر اس وقت غزا کفار میں مشغول تھا۔ اوس کو چھوڑکر وہ سلطان پور کی حوالی میں آیا ملک راجی میں اوسے لڑنے کی سکت نہ تھی۔ اسلئے وہ تمال نیر میں متحصن ہوا۔ علماء و صلحائے دونوں کے درمیان صلح کرادی۔ سلطان مظفر اس وقت سلطنت چاہتا تھا وہ سلاطین مالوہ اور خاندیس سے بصلح رہنے کا آرزومند تھا دونوں میں اتحاد و صداقت پر عہد سوگند ہوئے

مظفر شاہ گجرات کو چلا گیا۔ ملک راجی فاروقی نے تعمیر ملک و تکثیر زراعت میں کوشش کی آخر عمر تک کمیں سوا نہیں ہوا جب مرض موت میں گرفتار ہوا تو اپنے بڑے بیٹے ملک نصیر کو وصیت کیا اور خرقۂ ارادت و اجازت کہ اوسکو اپنے پیر شیخ زین الدین سے ملا تھا اوس کو دیا اور قلعہ تھال نیر مع مضافات کے اپنے چھوٹے بیٹے ملک التجار کو مفوض کئے۔ روز جمعہ ۲۰ شعبان ۸۴۴ھ کو رحمت ایزدی میں داخل ہوا اور تھال نیر میں مدفون ہوا۔

صاحب فرشتہ لکھتا ہے کہ ملک راجی فاروقی اپنے تئیں خلیفہ دوم حضرت فاروق کی نسل میں جانتا تھا اور اس طرح اپنے نسب کو اون سے ملاتا تھا ملک راجی بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان خاں بن شمعون شاہ بن اشعب شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارضا شاہ بن ابراہیم شاہ یحیٰی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبد اللہ بن فاروق ابن الخطاب شیخ الاسلام شیخ زین دولت آبادی کا ملک راجی مرید تھا اوسنے خرقۂ ارادت پیر سے پایا تھا۔ دو سو سال کے قریب اس خاندان میں حکومت رہی اس میں یہ خرقۂ ارادت بلتناً بعد بطن ہر ولیعہد کے پاس رہا چنانچہ آخر تک بہادر خاں فاروقی نے کہ ختم الملوک تھا یہ خرقہ پایا۔ ملک راجی کی مدت حکومت ۲۹ سال تھی۔

ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجی فاروقی

نصیر خاں کے عہد میں اس خاندان کی رونق ہی اور ہو گئی۔ جیسا طریقہ سلاطین کبار کا ہے اوسنے ارباب فضل و کمال کو خاندیس میں جمع کیا اون میں سے ہر کسی کو بقدر مقدور وظائف و اقطاع دئے اوسنے سلطان احمد شاہ گجراتی سے اشاعۂ سلطنت و خطاب نصیر خانی پایا باپ کی آرزو اپنے ساتھ قبر میں لے گیا مگر پسر اس میں کامیاب ہوا۔ اوس نے سراپردہ شرخ لگایا اور چتر سر پر رکھا۔ قلعہ آسیر کو آسا اہیر سے لے لیا۔ شہر برہان پور آباد کیا قلعہ آسیر کی کمانی بڑی دلچسپ اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ کہ خاندیس میں ایک اونچے پہاڑ پر آسا اہیر ایک معتبر زمیندار رہتا تھا۔ سات سو سال سے اس کے باپ دادا یہیں

اپنی گائیں بھینسیں چراتے تھے۔ چوروں سے اموال کے بچانیکے لئے پتھر مٹی کا ایک حصار بنا رکھا تھا جب آسا اہیر کی نوبت آئی اور اوس کے مقدور کا سامان بہت بڑھ گیا پانچسو گائیں اور پانچسو بھینسیں اور بیس ہزار بھیڑیں اور ایک ہزار خچریں اوس کی سرکار میں ہو گئیں اور ان مویشیوں کی نگہبانی کے لئے اوس کے نوکروں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہو گئی گونڈ و اور خاندیس کے آدمی جب محتاج ہوتے تھے تو اوسکے پاس جاتے تھے نقد و غلہ جسقدر اُن کو درکار ہوتا تھا اوس سے قرض لیتے تھے۔ اور ایسے ہی ان حدود کے امرا کو قرض یا اچھے پاسبان کی ضرورت ہوتی تو اس پاس جاکر اپنا مقصود حاصل کرتے اس تقریب سے آسا کو جماعت اہیر لینے گاؤچرا میں سے تھا مشاہیر وقت میں داخل ہوا اسکا اعتبار یہانتک بڑھا کہ جب ہندوؤں و مسلمانوں کے دو گروہوں میں نزاع واقع ہوتا یا کوئی عقدہ مشکل پیش آتا تو اُس سے رجوع کرتے تاکہ وہ اپنی عقل و گیاست سے اون کو فارغ کردے۔ ملک راجی فاروقی کے آنے سے یہاں تھوڑے دنوں پہلے مملکت خاندیس و مالوہ و برار و سلطان پور و ندربار میں قحط عظیم پڑا۔ بڑی خلقت بھوکی مر گئی گونڈواڑہ وغیرہ میں دو تین ہزار سے زیادہ کولی اور بھیل زندہ نہ رہے۔ خاندیس کی رعایا بھی بڑی ہلاک ہوئی جو زندہ رہے وہ آسا اہیر کی پناہ میں گئے آسا اہیر پاس گونڈواڑہ میں غلہ کے دو ہزار انبار تھے اوس کے موکلوں نے غلہ کا بیچنا اور اوسکی قیمت کا آسا اہیر پاس بھیجنا شروع کیا۔ اوس کی بیوی بڑی صاحب خیر تھی۔ اوسنے شوہر سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو مال دنیوی سے مستغنی کیا ہے۔ غلہ کی قیمت کی احتیاج نہیں رہی ایسا کام کرنا چاہئے کہ دنیا و آخرت میں وہ استحکام پائے۔ آسا اہیر نے پوچھا ایسا کونسا کام ہے۔ بیوی نے کہا کہ دنیا کا استحکام اسپر منحصر ہے کہ اس کوہ پر ایک حصار خشت و سنگ کا بنائے اور استحکام آخرت اس میں ہے کہ ملک میں جسقدر غلہ ہے اُسکے لنگر خانے جاری کرکے فقرا و مساکین کو پختہ طعام پہنچائے۔ آسا نے دونوں باتوں کو قبول کیا ممالک و اطراف خاندیس میں لنگر خانے جاری کئے۔ قدیمی چار دیواری کو توڑ کر خشت و سنگ سے ایک حصار بنایا۔ جسکا نام قلعہ آسا اہیر مشہور ہوا۔ کثرت استعمال سے مخفف ہو کر آسیر نام ہو گیا

جب یہ خبر سلطان فیروز کو پہنچی تو اوسنے اس توہم سے کہ بہادر آسا اہیر اس قلعہ کے استحکام پر
علم مخالفت بلند کرے خاندیس کے حاکم کو فرمان لکھا اور سرزنش و ملامت کی کہ تو نے
آسا اہیر کو ایسا بے نظیر قلعہ پہاڑ پر کیوں بنانے دیا۔ جب خاندیس کی حکومت ملک ناہر فاروقی
کو ملی تو آسا اہیر اوسکے ساتھ مردانہ زندگی بسر کرتا تھا اور اوسکا مطیع و منقاد تھا۔ اگرچہ
ملک راجی فاروقی قلعہ آسیر کی فکر تسخیر میں رہتا تھا لیکن اسکا مرہون احسان تھا اور جب
ظاہر اسکی تسخیر محالات سے معلوم ہوتی تھی وہ اپنے ارادہ کو قوت سے فعل میں نہیں لایا۔ نصیر خاں
نے اوسکی تسخیر میں اپنی ساری ہمت لگائی۔ اور ابتدا حکومت میں اوس نے یہ تدبیر سوچی کہ
آسا کو پیغام دیا کہ راجہ بگلانہ دانتور نے جمعیت بہم پہنچائی ہے اور اب میرے ساتھ وہ سلوک
نہیں برتتے ہیں جو میرے باپ کے ساتھ برتتے تھے اور راجہ کیسر لہ کی تحریک سے میری ولایت
میں تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ باپ کی وصیت کے موافق قلعہ تھال نیر پر ملک افتخار متصرف ہے
اور قلعہ تانگ دشمنوں کے نزدیک ہے اسلئے مجھے اوسپر اعتماد نہیں ہے اسواسطے میں چاہتا ہوں
کہ تو میرے عیال و اطفال کو اپنے قلعہ میں جگہ دے تاکہ میں خاطر جمع سے دشمن کے
دفع کرنے میں مشغول ہوں اور تیرا ممنون ہوں۔ آسا نے خوشی سے اس بات کو قبول کر لیا۔
قلعہ میں ایک مکان ان کے رہنے کے واسطے تجویز کر دیا۔ نصیر خاں نے اول روز چند ڈولیوں
میں عورتوں کو بھیجا اور اُن کو سکھا دیا کہ اگر آسا کی عورتیں تم سے ملنے آئیں تو تم اون کی تعظیم و
تکریم کرنا۔ دوسرے روز دو سو ڈولیاں تیار کر کے دو سو مرد شجاع وجیہ پوش اونمیں بٹھائے
اور اونکو برقع پہنا دیا اور مشہور کر دیا کہ قلعہ آسیر کو نصیر خاں کی والدہ اور حرمسرا بزرگ
جاتی ہیں۔ جب ڈولیاں قلعہ کے نیچے آئیں تو آسا نے حکم دیا کہ دروازہ کھولکر دوبان ہٹ جائیں
جب ڈولیاں قلعہ کے اوپر محوطہ مقررہ میں آئیں تو ڈولیوں سے بہادر نکل پڑے اور
تلواریں میان سے نکال کر آسا اہیر کے گھر پر گئے۔ آسا اہیر اور اوس کے فرزند اپنے مہمانوں کو
مبارکباد دینے آتے تھے جب اس احاطہ کے قریب ملاقات ہوئی تو بے خبر سب قتل ہو گئے
اہل قلعہ نے جب آسا اہیر اور اوسکے فرزندوں کو کشتہ ہوتے دیکھا۔ عجز و زاری کر کے امان مانگی

اور اپنے جورو بچوں کا ہاتھ پکڑ کے قلعہ کے باہر چلے آئے۔ نصیر خاں نے قلعہ تانگ میں یہ خبر
سنی تو وہ ایلغار کر کے یہاں قلعہ میں آیا۔ اور از سر نو قلعہ کی تعمیر میں مشغول ہوا شکست و ریخت کو
درست کیا۔ اسکے ایک سو تیس سال کے بعد شیر خاں افغان سور بادشاہ دہلی نے قلعہ
رہتاس کو اسی طریقہ سے فتح کیا تھا۔ مشہور ہے کہ حکام فاروقیہ آسیر نے آسا کے اموال میں کچھ
تصرف نہیں کیا۔ امانت کا امانت رہنے دیا۔ شہنشاہ اکبر اس حصار کی فتح کے بعد امانت مذکور
کو اپنے تصرف میں لایا۔ جب نصیر خاں کو یہ فتح بزرگ حاصل ہوئی تو شیخ زین الدین دولت آباد
سے نصیر خاں کی مبارکباد پر متوجہ ہوئے۔ نصیر خاں نے ملک و دولت اون کی نذر کرنا چاہا
مگر اونھوں نے انکار کیا۔ مگر اونکے کہنے سے شیخ برہان الدین کے نام پر آب تاپی کے کنارہ پر
شہر برہان پور آباد کیا۔ اور جہاں شاہ صاحب اوترے تھے وہاں زین پور آباد کیا تھوڑے
دنوں ان شہروں میں بڑی رونق ہو گئی۔ سلاطین فاروقیہ کا دار السلطنت برہانپور ہو گیا۔
مثل مشہور ہے کہ وہ درویش در گلیے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ نصیر خاں نے ارادہ
کیا کہ قلعہ تھال نیر کہ اوسکے چھوٹے بھائی ملک التجار کے تصرف میں تھا چھین کر اپنے ملک میں
دعوی انا لاغیری کا کرے مگر یہ امر سلطان مالوہ کی صوابدید و مشورہ بغیر انجام نہیں ہو سکتا
تھا اسلئے اوسنے برادرزن سلطان ہوشنگ پر اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا۔ اوسکی تجویز سے
اپنا کام شروع کیا ۱۴۲۰ھ میں قلعہ تھال نیر کا محاصرہ کیا۔ ملک افتخار سلطان احمد شاہ
گجراتی سے ملتجی ہو کر معاونت کا طالب ہوا۔ شاہ احمد شاہ سفر کی تیاری کر کے روانہ ہونے کی
فکر میں تھا کہ غزنیں خاں ولد سلطان ہوشنگ پندرہ ہزار سوار لے کر نصیر خاں کی کمک کو
آیا۔ ابھی سلطان احمد شاہ آیا نہ تھا کہ اون دونوں نے قلعہ تھال نیر کو فتح کر لیا اور ملک افتخار
کو قید کیا اور قلعہ آسیر میں بیجد یا اب انکا مغز ایسا چلا کہ سلطانپور اور ندربار کو گجرات کے
حکام سے چھین کر مالوہ کے ماتحت کرنا چاہا۔ اس قصد و نیت سے وہ سلطان پور پہنچے اس
قصبہ کا اقطاع دار احمد حبیب حصاری ہوا اور عرضداشت احمد شاہ بادشاہ گجرات پاس
بھیجی جس میں ساری حقیقت احوال لکھی۔ اس بات کے سنتے ہی احمد شاہ آگ بگولا ہو گیا اور

بڑی سپاہ لیکر کوچ پر کوچ کرکے رواں ہوا۔ ملک محمود ترک کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ اسکے
سے پہلے روانہ کیا۔ جب دشمنوں کو لشکر کے قریب آنے کی خبر ہوئی تو غزنیں خاں اسی شب کو منڈ
کو بھاگا اور نصیر خاں بھاگ کر تھال نیر میں آیا ملک محمود نے کہیں باگ نہ موڑی سیدھا آیا
اور تھال نیر کا محاصرہ کیا۔ سلطان پور میں احمد شاہ آیا۔ نصیر خاں مخمصہ میں پڑا اور اپنے تئیں ایسا
کہ پڑیا کی طرح شہباز کے چنگل میں آگیا ہوں۔ احمد شاہ کے مقربوں سے ملجی ہوا۔ بہت پیسہ اونکو
دیکر راضی کیا۔ اونھوں نے مناسب وقت میں سلطان سے عرض کرکے نصیر خاں کی تقصیرات
معاف کرادیں۔ اور نصیر خانی کا خطاب دلوایا اور چتر اور سراپردہ عنایت ہوا۔ نصیر خاں
نے پیش کش دی۔

چند سال کے بعد احمد شاہ بہمنی نے معتمد آدمیوں کی جماعت برہان پور میں بھیجی اور اپنے
بیٹے علاء الدین کو نصیر خاں کی بیٹی سے نکاح کرنے کا پیغام دیا اس سے نصیر خاں کو تقویت
ہوئی تھی اوسنے قبول کیا اور اپنی بیٹی زینب کو برہان پور سے احمد آباد بیدر میں بھیجدیا۔

۸۳۱ھ میں راجہ کانہا راے جال وارد گجرات کے لشکر سے بھاگ کر آسیر میں آیا۔ نصیر خاں
سے امداد کی درخواست کی اوسنے کہا کہ مجھ میں لشکر گجرات سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے سلطان احمد
شاہ سلطان بہمنی سے درخواست کرمیں بھی تیری سفارش کا خط لکھے دیتا ہوں۔ راجہ کانہا وہاں
گیا سلطان احمد شاہ نے نصیر خاں کی دلجوئی کے لحاظ سے بعض اپنے امرا کو کانہا کے ہمراہ کیا اور
وہ جا لوارہ کو روانہ ہوا۔ گجرات کی فوج بھی اونسے لڑنے آئی۔ جنگ عظیم ہوئی افواج بہمنیہ کو
شکست ہوئی۔ اکثر سپاہی بھاگ گئے احمد شاہ بہمنی اوسکے تدارک کے درپے ہوا شہزادہ علاء الدین
کو رزم خواہ فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جب شہزادہ دولت آباد میں آیا۔ نصیر خاں فاروقی اور
راجہ کانہا اوس کے پاس گئے۔ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اس دفعہ بھی لشکر بہمنیہ نے شکست پائی
نصیر خاں اور کانہا کوہستان کلندیں کہ خاندیس کی ولایت میں ہے بھاگ گئے۔ جب لشکر
گجرات خاندیس کو ویران کرتا ہوا اوٹ چلا گیا تو نصیر خاں نے برہان پور میں آکر اپنی ولایت
کا بندوبست کیا ۸۳۲ھ میں نصیر خاں کی بیٹی نے اپنے شوہر سلطان علاء الدین کی بدسلوکی کا

اعلام کیا۔ اس وجہ سے نصیر خاں اور سلطان بہمنی کے درمیان عداوت ہوگئی۔ سلطان احمد گجراتی
کی صوابدید سے ۸۳۴ھ میں نصیر خاں برار کی تسخیر کا عازم ہوا۔ امرا برار میں آپس میں نفاق تھا
اونھوں نے نصیر خاں کے آنے کی تمنا کی اور کہا کہ تو اولاد فاروقی سے ہے ہماری سعادت ہے
کہ ہم تیری خدمت میں شہید ہوں۔ خاں جہاں جو برار و دکن کا سپہ سالار تھا اور رکن اعظم
جینہ کا تھا وہ سرداروں کے نفاق پر مطلع ہوا قلعہ پرنالہ میں متحصن ہوا۔ اور عرضداشت میں
یہاں کا سارا حال سلطان علاء الدین کو لکھا۔ امرا مخالف نے برار میں نصیر خاں کے نام کا
خطبہ پڑھوایا۔ اور نصیر خاں پرنالہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ سلطان علاء الدین نے
بہت سی قیل وقال کے بعد ملک التجار عرب حاکم دولت آباد کو سر لشکر بناکر امرا دکن کے ساتھ
نصیر خاں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ نصیر خاں نے اپنے ملک میں ملک التجار سے لڑنیکی طاقت نہ دیکھی
تو مع امرا مخالف برار کے باہر چلا گیا۔ ملک التجار نے تعاقب کیا اور برہان پور کیطرف
متوجہ ہوا۔ نصیر خاں فاروقی قلعہ تلنگ میں چلا گیا اور اوس نے سلطان گجرات سے
دوستی۔ ملک التجار عرب نے برہان پور میں آنکر ان کی عمارتوں کو اکھیڑ ڈالا اور جلادیا۔ جب
اوسنے سنا کہ لشکر سلطان پور و ندر بار و سپاہ مالوہ آنے کو ہے تو وہ اختیار کرکے تلنگ
کی جانب روانہ ہوا کہ لشکیوں کے آنے سے پہلے نصیر خاں سے لڑے۔ چونکہ ملک التجار عرب
حوالی تلنگ میں بہت مسافت طے کرکے تین ہزار تیر انداز سوار مغل کے ساتھ خستہ و ماندہ
آیا تھا۔ نصیر خاں نے لشکر کا انتظار نہیں کیا بارہ ہزار سوار لیکر میدان جنگ میں گیا اور ہزیمت
پائی۔ بیس نامی فیل اور اور اثاثہ حکومت اوسکے ہمن گئے۔ بہت مشقت سے قلعہ تلنگ میں آیا
غم و غصہ سے بستر بیماری پر پڑا۔ چند روز میں ۳۔ ربیع الاول سال مذکور کو مرغ روح اسکا بہشت
کو اڑ گیا۔ اوسکے بڑے بیٹے عادل خاں نے باپ کے تابوت کو دادا کی نعش میں تھال نیر میں
دفن کیا۔ انکی مدت سلطنت ۴۰ سال ۶ ماہ ۲۶ روز تھی۔

ذکر سلطنت میراں عادل فاروقی

میراں عادل خاں فاروقی سلطان ہوشنگ کی بہن کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد

خاندیس کی حکومت اوسکو ہاتھ لگی۔ اوس نے ملک التجار کے دفع کرنے میں توجہ کی۔ امرائے گجرات پاس آدمی بھیجکر اون کو جلدی بلایا۔ ملک التجار نے قلعہ تلنگ کو محاصرہ کر رکھا تھا۔ جب اوسنے سنا کہ لشکر گجرات سلطانپور میں آگیا تو وہ دکن کو چلا گیا۔ میراں عادل خاں سلطنت کے کاموں میں مشغول ہوا۔ ۳ سال ۸ ماہ ۲۳ روز تک وہ سلطنت کرتا رہا کہ ۸ ذی الحجہ ۹۰۱ھ میں بلدہ برہان میں شہید ہوا۔ شہید ہونے کا سبب تاریخوں میں نہیں لکھا۔ وہ تھال نیر میں اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوا۔

ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی

بعد باپ کے مبارک خاں نے ۱۰ سال ۹ مہینے بغیر کسی منازعت و معاملات کے خلایق خاندیس پر ریاست کی ۱۲ رجب ۹۱۰ھ کو اس جہان بے بقا سے سفر کیا۔ اس کا بیٹا میراں مبارک خاں الملقب بہ عادل خاں فاروقی جانشین ہوا۔ اوس نے قصبہ تھال نیر میں داؤد پرداد کے مقبرہ میں باپ کو دفن کیا۔

ذکر حکومت میراں عینا الملقب بہ عادل خاں فاروقی

میراں مبارک خاں کے مرنے کے بعد اسکا بڑا بیٹا عادل خاں جانشین ہوا۔ خاندیس میں جیسی اوسنے فرمانروائی کی ایسی کسی اور حاکم نے پہلے حکومت نہیں کی اوس نے اطراف کے رایوں سے باج لیا گونڈواڑہ اور گدھ منڈل کے راجاؤں کو مطیع کیا۔ کولی اور بھیل کی قوموں کو چوری اور راہزنی سے باز رکھا۔ آسا ہیر کے قلعہ سے خارج کوہ آسیر کے اوپر ایک اور حصار بنایا اور اوسکا نام مالگڑھ رکھا اور شہر برہان پور کے پہلو میں آب تاپتی کے کنارہ پر قلعہ بنایا اور اس میں عمارات عالیہ بنائیں۔ اکثر اوقات یہاں رہتا تھا۔ اپنے تئیں جھاڑکنڈی سلطان یعنے شاہ کوہستان جھاڑکنڈ کہتا تھا۔ جھاڑکھنڈ ہندی زبان میں اس جنگل کو کہتے ہیں کہ بہت دشوار گذار ہو چونکہ اوس کو اثنا شاہی باپ دادا سے زیادہ حاصل ہوا تو اوسنے غرور میں آکر پہلے طریقہ کے خلاف سلطان گجرات کی خدمت میں بندگی نہ بھیجوائی اور اعلام تکبر کو بلند کیا۔ سلطان محمود کو اس سرکشی پر آگاہی ہوئی

تو اوسنے ۹۱۳ھ میں گجرات کا ایک بڑا لشکر خاندیس میں بھیجا۔ امرائے خاندیس بھی اول مقابلہ و مقاتلہ کے قصد سے گئے مگر بے جنگ و جدال دشمنوں کے سامنے سے ہٹ کر قلعہ تھال نیر و آسیر میں چلے آئے۔ سپاہ گجرات نے ولایت خاندیس میں بے حد خرابی پھیلائی عادل خاں والی اور اپنی سرکشی سے پشیمان ہوا۔ اوس نے شاہ گجرات کی اطاعت اختیار کی اور اکثی چند سالہ پیش کش دی تو لشکر گجرات اوس کی ولایت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ عادل خاں نے ۲۴ سال ۹ ماہ ۱۲ روز خوب فراغت و عشرت کے ساتھ سلطنت کی۔ پیر ۴ ربیع الاول ۹۳۵ھ میں خدا کو جان سونپی اور وصیت کے موافق بلدہ برہان پور کے دولت میدان میں مدفون ہوا یہ دولت میدان کسی زمانہ میں برہان پور سے ایک میل پر بادشاہوں کی تیر اندازی کا میدان تھا۔ وہاں باغ پر فضا تھا یا ایک جھاڑ جھنکار سے پر ہے اور ویران پڑا ہے اور ایک کونہ میں عادل خاں کی قبر ٹوٹی پھوٹی پڑی ہے۔

عادل خاں کی اولاد پسر ہی نہ تھی اوس کا بھائی میراں داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی مسند آرا ہوا۔

ذکر حکومت داؤد خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی

داؤد خاں بعد بھائی کی وفات کے بھائی کے تخت پر بیٹھا۔ حسام علی اور یار علی منجملہ اسکے بھائی تھے انہوں نے سلطان کے مزاج میں بڑا دخل پیدا کیا حسام علی کو ملک حسام الدین کا خطاب ملا۔ مہمات ملک و مال میں وہی معتمد علیہ ہوا۔

۹۴۰ھ میں داؤد خاں نے چاہا کہ سرحد احمد نظام شاہ بحری کے بعض پرگنوں پر متصرف ہو۔ اس معنی پر نظام شاہ مطلع ہوکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا احمد نگر سے خاندیس کی طرف آیا۔ داؤد خاں قلعہ آسیر میں تھا۔ احمد نظام شاہ تاراج و تخریب جتنی کر سکا اوس نے کی۔ داؤد خاں نے مضطر و عاجز ہوکر سلطان ناصر الدین بنگی سے استمداد اور اعانت چاہی۔ اوس نے حق ہمسائگی کے سبب سے منظور کیا اور اقبال خاں کو ایک فوج برگ کے ساتھ کمک کے لئے برہان پور بھیجا۔ جب یہ سپاہ حوالی آسیر میں آئی تو نظام شاہ لشکر

ملوہ کا مقابلہ نہ کرسکا احمد نگر کو چلا گیا۔ برہان پور میں اقبال خاں چند روز حکومت کرکے
داؤد خاں کو فرمہ کرکے سلطان ناصر الدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا داؤد خاں نے پیشکش
دیکر اقبال خاں کو واپس کیا۔ داؤد خاں آٹھ سال ایک ماہ دس روز سلطنت
کرکے ۹۱۰ھ میں فوت ہوا۔ ملک حسام الدین اور ارکان دولت نے اتفاق کرکے اوسکے
بیٹے غزنین خاں کو بادشاہ بنایا۔ دس روز بعد ملک حسام الدین نے اوسکو زہر دیکر مارڈالا
جس کا سبب خدا ہی جانتا ہے۔

داؤد خاں فاروقی کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ احمد نگر میں احمد نظام شاہ بحری پاس سلاطین
فاروقیہ کی اولاد میں عالم خاں تھا آدمی بھیجکر اوسکو طلب کیا۔ نظام شاہ بحری اور اعتماد الملک
بادشاہ برار کے مشورہ سے عالم خاں خاندیس کا بادشاہ قرار پایا اکثر امرا و سردار اوسکی
خدمت میں کمربستہ ہوئے۔ ملک لاون اوس کی بادشاہی پر راضی نہ ہوا وہ بھی اس سلطنت
کے اعیان سترگ میں تھا اوسنے ملک حسام الدین سے مخالفت کی اور قلعہ آسیر پر متصرف تھا
اوس میں متحصن ہوا۔ اس وقت میں کہ غزنین خاں وہ روزہ حکومت کے گناہ کی سزا میں لحد کی
زندان میں گرفتار ہوا تھا عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں فاروقی کہ دختر زادہ شاہ محمود تھا
سرحد تھال نیر میں اقامت رکھتا تھا۔ اوسنے اوراوسکی ماں نے ایک عریضہ شاہ محمود شاہ کو
لکھکر گجرات بھیجا اوس کا مضمون یہ تھا کہ داؤد خاں فاروقی فوت ہوا۔ مہمات ملکی میں اختلال
کلی آیا۔ اگر اس صورت میں باپ دادا کی جائے مجھ فقیر کو مرحمت ہو تو نہایت ذرہ پروری
ہوگی۔ سلطان محمود شاہ نے اس عریضہ کو پڑھا اور خود آپ خاندیس کی طرف متوجہ ہوا
ملک حسام الدین نے مضطرب ہوکر بہت جلد آدمی احمد نظام شاہ بحری و فتح اللہ عماد شاہ
پاس بھیجے اور ایسی تقرع کی کہ وہ اپنی جمعیت کے ساتھ بقصد اعانت برہان پور میں آئے
اشتہار ہیں شاہ محمود بیکے نے عالم خاں کے اجلاس کی اور ملک لاون کی مخالفت کی خبر
سنی۔ نظام شاہ و عماد الملک نے لشکر خاندیس کی دو رنگی پر اور سپاہ گجرات کی شوکت
پر خیال کرکے ہر ایک نے چار چار ہزار سوار عالم خاں و حسام الدین کے لئے بھیجے۔ اور خود

کاوی کو چلے گئے۔ سلطان محمود نے آصف خاں اور عزیز الملک آراستہ لشکر کے ساتھ ملک
حسام الدین اور عالم خاں کی تادیب کے لئے روانہ کئے۔ افواج دکن اس لشکر گجرات کا حال سنکر
بے اجازت ملک حسام الدین کے دکن کو روانہ ہوئی۔ ملک لاون اور ملک حسام الدین و سلطان
گجرات سے مل گئے۔ اور عالم خاں کو دکن روانہ کردیا۔ سلطان محمود شاہ نے عادل خاں کو
اعظم ہمایوں کا خطاب دیکر برہان پور کے تخت پر بٹھایا۔ اور مظفر شاہ کی بیٹی کا نکاح اوس سے کیا
اور تین لاکھ تنکہ اوس کو مدد خرچ کے لئے دئے جو اس زمانہ میں ۲۰۰۰۰۰ روپے ہوتے
ہیں اور ملک لاون کو خان جہاں کا خطاب دیا اور جاگیر اہواس دی اور حسام الدین کو
شیر خاں کا خطاب دیا۔ اور امرا کو خطاب و جاگیریں دیکر سلطان پور کو چلا گیا۔

ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں

جب عادل خاں اپنے جد ماوری سلطان محمود شاہ کی امداد سے سلطنت خاندیس کا
مالک ہوا تو وہ تھال نیر سے برہان میں آیا۔ مہمات جہانداری میں مصروف ہوا۔ ملک
حسام الدین بھی یہاں آگیا۔ چند روز میں خبر آئی کہ ملک حسام الدین نے پھر نظام شاہ سے
اخلاص پیدا کیا ہے اور چاہتا ہے کہ عالم خاں کو برہان پور کا حاکم بنائے۔ عادل خاں
نے حسام الدین خاں کو بلایا۔ وہ اس بلانے کے بھید سے واقف تھا۔ چار ہزار سوار لیکر برہانپور
کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ اس بلدہ کی نواحی میں آیا۔ عادل خاں تین سو سواروں سے
اوسکے استقبال کو گیا اور اپنی منزل میں اتارا اور خلعت دیکر رخصت کیا کہ اپنے دائرہ کو جائے
پھر ملک حسام الدین کو بلایا وہ اپنے غرور و نخوت کے سبب سے جمعیت تمام کے ساتھ آیا۔ بعد
واردات کے مشورہ کرنیکے لئے عادل خاں اس کا ہاتھ پکڑکر خلوت خانہ میں لایا۔ اور چند
خان کہلاکے رخصت کیا۔ جب وہ گذرا ہوا تو دریاشہ نے اوس کے ایسی تلوار ماری کہ اوس کے
دو ٹکڑے ہوگئے۔ یہ مشورہ قتل پہلے سے تجویز ہوچکا تھا۔ پھر ملک برہان عطا اللہ گجراتی
اعظم ہمایوں کا وزیر تھا گجراتیوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ حرام زادوں کو مارو
گجراتیوں نے تلواریں سونت کر ملک ماکھا المخاطب غازی خان اور اور سرداروں کو کہ ملک

حسام الدین کے ہمراہ تھے مارا گیا۔ آدہی ولایت ان امیروں کے تصرف میں تھی وہ سب عادل خاں کے ہاتھ آئی۔ مملکت خاندیس گجرات کے لشکر آنے سے پہلے مخالفوں کے خس و خاشاک سے پاک صاف ہوئی۔ عادل خاں ایک دن آسیر میں جاکر فوراً پھر باہر چلا آیا اور سلطان محمود گجراتی کو خط لکھا کہ میں ایک دفعہ قلعہ آسیر کی سیر کو گیا تھا۔ وہاں شیر خاں و یوسف خاں کو بیٹے تصرف میں قلعہ ہے شیطنت سے و نفاق سے خالی نہیں دیکھا۔ باوجودیکہ ملک حسام الدین قتل ہوا گمراہوں نے اپنا نفاق نہیں چھوڑا۔ احمد شاہ بحری کو لکھا ہے کہ وہ عالم خاں کو ساتھ لیکر چلا آئے۔ یہ دونوں مع لشکر کے سرحد پر آگئے ہیں۔ بندہ نے خان جہاں و مجاہد الملک اور امرا کے ساتھ قلعہ آسیر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر نظام شاہ میری ولایت میں آیا تو میں صحبت قلعہ موقوف کرکے اس سے لڑنے جاؤنگا۔ سلطان محمود نے مضمون مکتوب پر اطلاع پاتے ہی بارہ لاکھ تنکہ نقد عادل خاں پاس بھیجا اور دلاور خاں و صفدر خاں اور امرا کو سامان دیکر روانہ کیا۔ اور خط کے جواب میں لکھا کہ خاطر فرزند جمع رہے کہ جسوقت احتیاج ہوگی میں خود متوجہ ہونگا۔ احمد نظام شاہ بحری شاہان دکن کے خلاف نہیں سے ہوا وسکو اسقدر زور کہاں سے حاصل ہوا کہ اوس فرزند کی ولایت میں آئے اور مضرت پہنچائے۔ نظام شاہ بحری کا ایلچی گجرات میں آیا ہوا تھا اوس کو بھی ڈرایا۔ غرض احمد نظام شاہ بحری یہ احوال دیکھکر اپنے دار الملک کو چلا گیا۔ شیر خاں و ملک یوسف سیف خاں عہد و پیمان لیکر قلعہ سے باہر آئے اور کاویل میں پہلے گئے۔ عادل خاں پاس جب لشکر گجرات آگیا تو وہ راجہ کالنہ کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ نظام شاہ بحری کا مطیع تھا اوس کے بعض مواضعات و قریات تاخت و تاراج کئے۔ راجہ کالنہ نے عجز و انکسار کے ساتھ پیش کش دی۔ عادل خاں نے لشکر گجرات کو رخصت کیا۔ آسیر میں مراجعت کی ۹۳۲ھ میں وہ اپنے خالو کے ساتھ شادی آباد منڈو میں گیا۔ خدمات شائستہ بجا لایا۔ اس کا حال قضایا گجرات میں بتفصیل لکھا ہے۔ ۹۳۶ھ میں عادل خاں مریض ہوا۔ اور ۱۶ رمضان کو دنیا سے انتقال کیا ۱۹ سال سلطنت کی۔ اوسکا بیٹا میراں محمد فاروقی جانشین پدر ہوا۔ یہ بہادر شاہ گجراتی کا

بھانجا بھی تھا۔

ذکر حکومت میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل شاہ فاروقی

باپ کے مرنے کے بعد برہان پور کے تخت کا مالک ہوا۔ ان برسوں میں احمد نگر کے بادشاہ نظام شاہ۔ اور برار کے بادشاہ عماد الملک میں آپس میں قلعہ ماہور اور بعض پرگنات کی بابت نزاع واقع ہوا۔ میراں محمد شاہ کی وساطت سے عماد الملک سلطان بہادر سے لتجی ہوکر طالب اصلاح ہوا۔ شاہ بہادر شاہ گجرات نے عین الملک حاکم پٹن کو سرحد دکن پر بھیجا کہ وہاں کے احوال پر غور کرکے نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان صلح کرادی۔ شاہ بہادر شاہ کی خاطر سے نظام شاہ بحری نے عماد الملک سے گرگ آشتی کر لی جب عین الملک نے مراجعت کی۔ برہان نظام شاہ بحری۔ دوبارہ قلعہ ماہور اور برار کے بعض قصبات و پرگنات پر متصرف ہوا۔ عماد الملک نے عاجز ہوکر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد طلب کی ۹۳۳ھ میں میراں محمد شاہ جمعیت و ہاتھیوں کو لیکر علاء الدین عماد شاہ کی مدد کو دکن میں آیا۔ یہ دونو گودا وری کے کنارہ پر ملے۔ یہاں برہان نظام شاہ سے لڑائی ہوئی جس میں نظام کو شکست ہوئی اور اوس کا لشکر پراگندہ ہوا۔ عماد الملک یہ سمجھکر کہ مجھ فتح ہوگی بے پروا معرکہ میں کھڑا ہوا۔ اور سب سپاہ لوٹ پر جھکی کچھ تعاقب میں گئی تو برہان نظام شاہ تین ہزار سواروں سے میدان جنگ میں آیا۔ اور غنیم کو لشکر جمع کرنیکی فرصت نہ دی اور دونو کو بھگا دیا۔ عماد الملک کاویل کو چلا گیا اور میراں محمد شاہ فاروقی آسیر میں آیا۔ سلطان بہادر گجراتی کو مکاتیب لکھے۔ اور امداد کی درخواست میں بسالغہ کیا تو سلطان بہادر گجراتی مع رزم خواہ سپاہ کے برہان پور میں آیا۔ میراں محمد شاہ کو ساتھ لیکر ولایت برار میں گیا۔ جب جالنہ پور میں آیا تو اس ملک کی طمع میں آن کر اوس نے یہ قصد کیا کہ عماد الملک کے ہاتھ سے ملک برار کو نکال کر اپنے متعلقین کے سپرد کرے اور خود احمد نگر کو جائے اور اوسکو برہان نظام شاہ سے لیکر اپنے خطبہ اور سکہ کو اس نواحی میں رواج دے عماد الملک سلطان بہادر کے بلانے سے نہایت پشیمان تھا۔ اوسنے میراں محمد شاہ سے سلطان بہادر

کی شکایت کی۔ میراں محمد شاہ نے کہا کہ خود کردہ را علاجے نیست ؎ جو کام نہیں کرنا چاہئے وہ کیا گیا۔ اب سوا صبر و تحمل کے چارہ نہیں ہے۔ اتفاقاً ایسی تقریب ہوئی کہ سلطان بہادر شاہ سے میراں محمد شاہ نے کہا کہ مملکت برار سلطان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس مملکت میں زیادہ توقف کی ضرورت نہیں ہے صلاح دولت یہ ہے کہ اس مملکت میں خطبہ شاہ کے نام کا پڑھا جائے عماد الملک شاہ کا ملازم ہوا اور شاہ اوس کو احمد نگر لے جائے۔ اور اوس کو مسخر کرے۔ سلطان کو یہ رائے خوش آئی۔ برار میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کے اور عماد الملک کو ملازم بنا کے احمد نگر میں آیا۔ یہاں سے دولت آباد گیا جسکا حال پہلے اپنی جگہ پر ہو چکا ہے۔ میراں محمد شاہ کی حسن تدبیر سے سلطان بہادر شاہ نے نظام شاہ اور عماد الملک کی مملکت کی تسخیر سے درگذر کر کے معاودت کی۔ ۹۳۲ھ میں سلطان بہادر شاہ نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور میراں محمد شاہ کو اسکی تسخیر میں اپنا شریک کیا۔ بعد فتح مالوہ کے سلطان نے اوس کو رخصت کیا وہ برہانپور میں آگیا برہان نظام شاہ نے جب سنا کہ بہادر شاہ نے مالوہ تسخیر کر لیا تو وہ نہایت مضطر ہوا اور شاہ طاہر کو اپنی بنا کے بھیجا کہ دونو مصادقت کے طریقہ پر چلیں۔ اس کا ذکر وقائع دکن اور گجرات میں کیا گیا ہے کہ میراں محمد شاہ کی سعی سے برہان نظام شاہ اور سلطان بہادر شاہ کے درمیان صداقت غائبانہ ہو گئی اور میراں محمد شاہ کے کہنے سے برہان نظام شاہ برہانپور میں سلطان بہادر سے ملاقات کرنے آیا۔ بہادر شاہ نے اوسکو چتر و سراپردہ سرخ و خطاب نظام شاہی عنایت کیا۔ جب ہمایوں بادشاہ نے گجرات فتح کر لیا تو اوسنے اپنے ایک معتمد آصف خاں کو احمد نگر میں برہان نظام شاہ بحری پاس استمالت کے لئے بھیجا اور پیشکش کا طالب ہوا اور اوسکے بعد وہ ولایت خاندیس کی تسخیر کے ارادہ سے برہان پور گیا۔ مگر شیر شاہ کا دہلی کی طرف جانا ہمایوں بادشاہ کو مالوہ سے آگرہ کی طرف اُلٹا لے گیا۔ اس زمانہ میں بہادر شاہ نے گجرات کے دوبارہ لینے کا ارادہ کیا اور میراں محمد شاہ کو لکھا کہ وہ دہلی کے افسروں کو مالوہ سے نکال دے۔ اُسنے ایسا ہی کیا اور ملوخاں کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ یہ گجرات کی طرف سے مالوہ میں حاکم تھا اُسنے منڈو کو لے لیا۔ جب بہادر شاہ نے پرتگیزوں کے ہاتھ سے شربت شہادت پیا اور اوس کے کوئی بیٹا

نہ تھا اوسنے اور اوسکی ماں نے میراں محمد شاہ فاروقی کو گجرات کا بادشاہ بنایا۔ نائبانہ اُسکے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ اوسکا نام محمد خاں تھا اب اوسکے نام میں لفظ شاہ داخل ہوا۔ اس خاندان میں اول یہی شخص تھا جسنے خطاب شاہی پایا۔ امرائے گجرات کے پیشرو تاج مرصع بہادر شاہ گجراتی کا مالوہ میں اُس پاس بھیجا اور اوسکو آنے کے لئے لکھا۔ میراں محمد فاروقی نے تاج شاہی سر پر رکھکر گجرات کے جانے کا تہیہ کیا کہ ناگاہ مریض ہوا۔ ۱۳۔ ذیقعدہ ۹۴۳ھ / ۱۵۳۵ء میں دار القرار کو خراماں ہوا۔ ارکان دولت نے برہان پور میں دفن کیا۔

ذکر حکومت میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی

برہان پور میں میراں مبارک شاہ نے بڑے بھائی میراں محمد شاہ کے مرنے کی خبر سُنی میراں محمد شاہ کے کسی بیٹے کی عمر اس قابل نہ تھی کہ حکومت کے لایق ہوتا اسلئے امرا و اعیان مملکت نے اسکو حکمراں بنایا۔ اوسنے خلقت کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ بہادر شاہ گجراتی نے اپنے برادرزادہ سلطان محمود شاہ کو میراں محمد شاہ کو حوالہ کیا تھا کہ اوسے کسی قلعہ میں محبوس کرے اور اوسکے حال سے خبردار رہے۔ اب امرائے گجرات نے اوسکو اپنا بادشاہ بنانا چاہا۔ اختیار خاں کو اوسکے بلانے کے لئے بھیجا۔ میراں مبارک خاں نے اس امید پر کہ امرائے گجرات مضطر و ناچار اسکی بادشاہی اختیار کریں سلطان محمود نے اسکے بھیجنے اور آزاد ہونے میں مضائقہ کیا۔ اعیان گجرات نے اس معنی کو سمجھکر خاندیس کی طرف جنگ کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ میراں مبارک خاں نے خیر اندیشوں کی التماس سے سلطان محمود کو گجرات بھیجدیا۔ ان ہی سنوات میں عماد الملک جو سلاطین گجرات کے غلاموں میں سے تھا بھاگ کر برہان پور میں آیا۔ میراں مبارک خاں سلطنت گجرات کی امید میں اوس کا معاون ہوا۔ عماد الملک نے دس بارہ ہزار سوار گجراتی جمع کئے۔ دریا خاں سلطان محمود کو لیکر میراں مبارک خاں و عماد الملک کے استیصال کے لئے روانہ ہوا۔ سرحد گجرات و خاندیس پر فریقین میں جنگ عظیم ہوئی۔ میراں مبارک خاں شکست پاکر قلعہ آسیر میں آیا۔ عماد الملک منڈو کو بھاگا قادر شاہ کی پناہ میں آیا۔ سلطان محمود نے خاندیس کو تاراج و غارت کرنا شروع کیا تو مبارک خاں نے ناچار پیشکش بھیجکر اُس سے صلح کر لی

سلطان محمود اپنی ولایت کو چلا گیا۔ بعد ایک مدت کے وہ صاحب اقتدار ہو گیا۔ اور اوسنے سلطان پور اور ندربار میراں مبارک خاں کو اسلئے دیئے کہ جب قلعہ آسیر میں سلطان محمود اور میراں مبارک قید تھے تو سلطان محمود نے وعدہ کیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں گجرات کا بادشاہ ہو جاؤنگا تو ندربار تجھکو دیدونگا۔ اوس نے اپنے عہد و قول کو پورا کیا ندربار اُسکے تصرف میں کر دیا۔

۹۶۶ھ میں بازبہادر والی مالوہ لشکر چغتائی سے مغلوب ہو کر اور اپنی مملکت سے محروم ہو کر میراں مبارک شاہ کی پناہ میں آیا۔ پیر محمد خاں حاکم مالوہ اوس کے استیصال کے قصد سے ولایت خاندیس میں آیا۔ برہان پور تک تاخت کر کے قتل و اسیر میں کوئی تقصیر نہیں کی خاندیس کے دختر و پسر و ضیع و شریف مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور جو فساد کہ تصور میں آ سکتے ہیں وہ یہاں وقوع میں آئے۔ میراں مبارک شاہ آسیر میں آیا اور تفال خاں حاکم ولایت برار کو کمک کے لئے طلب کیا۔ وہ بہت جلد خاندیس میں آ گیا۔ میراں مبارک شاہ و باز بہادر دونو اس سے ملے اور پیر محمد خاں کے دفع پر متوجہ ہوئے۔ امرا و سپاہ مغل پاس اسباب بہت تھا، خاندیس کے محبوبوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوئے محاربہ و مقابلہ پر رغبت نہیں کرتے تھے مراجعت پر مائل تھے۔ پیر محمد خاں کو کوئی چارہ سوا اس کے نہ تھا کہ امرا و سرداران سپاہ کے ساتھ موافقت کرے وہ مالوہ کا عازم ہوا۔ ان سلاطین ثلاثہ نے اتفاق کر کے اس کا تعاقب کیا۔ عام سپاہ مغل نے غنائم ملک کے باہر لے جانے کے سبب سے پیر محمد خاں کی پیروی نہ کی اونہوں نے روز و شب مسافت طے کر کے اپنے سپہ سالار سے پہلے دریائے نربدا سے جو کیا تفال خاں نے حوالی نربدا میں مغلوں کے لشکر پر ایلغار کی۔ پیر محمد خاں ڈوب گیا جس کا بیان اقبال نامہ میں کیا گیا ہے۔ مغلوں کا سارا اسباب لٹ گیا۔ باز بہادر کی مدد سے میراں مبارک خاں و تفال خاں مالوہ میں آئے۔ امرائے مغل کو اس ناحیہ سے باہر کیا باز بہادر کو تخت مالوہ پر بٹھایا اور پھر وہ اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ میراں مبارک شاہ نے ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء میں ۶۰ جمادی الآخر کو وفات پائی۔ اور ۳۲ سال حکومت کی میراں محمد خاں اوسکا بیٹا جانشین ہوا

ذکر ریاست میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی

مبارک شاہ نے اس عنبجی سرائے سے کوچ کیا اسکا بیٹا محمد شاہ جانشین ہوا۔ مہمات سلطنت کو اوسنے بے رونق نہیں رکھا۔ اوسکے اول سال جلوس میں چنگیز خاں گجراتی اعتماد خاں وکیل سلطنت کی تحریک سے سلطان مظفر گجراتی کو گجرات سے نکال کر ندربار میں آیا۔ اور اوسنے میراں محمد شاہ کے تہانہ کو یہاں سے اوٹھا دیا۔ کوئی اس کا معترض حال نہیں ہوا۔ اُسنے آگے قدم اٹھایا۔ قلعہ تھال نیر تک پہنچا اور اوسپر متصرف ہوا۔ بقدر امکان اوسنے میراں محمد کے ممالک کی مزاحمت کی میراں محمد نے تفال خاں حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور اوس سے اتفاق کر کے چنگیز خاں کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے دوڑا۔ حوالی تھال نیر میں چنگیز خاں کے قریب آیا چنگیز خاں باوجود بہادری اور شجاعت کے ایسا خوف و رعب میں آیا کہ ایک جائے قلب میں آیا اور ارابہا و توپ و تفنگ کو آپنے آگے لگایا۔ اور سارا اسباب چھوڑ کر رات کو برہانپور کی طرف بھاگ گیا۔ دکنیوں اور خاندیسیوں نے اوس کا سارا اسباب لوٹ لیا اور اوس کے تعاقب میں گئے۔ ارابہائے آتشبازی و فیلہا، بزرگ کو تصرف میں لا کر پیر آئے۔ کچھ مدت تک مملکت گجرات میں خلل کلی رہا خلائق گجرات عموماً یہ جانتی تھی کہ شاہ مظفر گجراتی۔ سلاطین گجرات کے خاندان میں سے نہیں ہے تو میراں محمد شاہ فاروقی اپنے اوپر گجرات کی شاہی منحصر رکھتا تھا روپیہ خرچ کر کے بہت لشکر جمع کر لیا تھا۔ گجرات کے سردار بھی اوس سے مل گئے تھے۔ تیس ہزار سوار لیکر وہ دار السلطنت احمد آباد پر متوجہ ہوا۔ ان دونوں میں احمد آباد پر چنگیز خاں متصرف تھا۔ اوس کے ساتھ نامی مرزا آن ملے تھے وہ آٹھ سات ہزار سوار لے کر احمد آباد سے باہر آیا اور لڑا اور مرزاؤں کے استظہار سے میراں محمد شاہ کو چنگیز خاں نے شکست دی اور اوسکا مال ابتر کر کے آسیر کی جانب بھگایا اور اوسکا اسباب اور ہاتھی و اثاثہ شوکت لیکر اپنے اسباب حشمت میں داخل کیا۔ پھر مرزا چنگیز خاں سے بگڑ کر خاندیس کو لوٹنے آئے۔ میراں محمد شاہ لشکر جمع کرتا ہی رہا کہ وہ اپنا

کام بنا کے چلے تبے۔ ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء مرتضیٰ نظام شاہ بحری والی احمد نگر نے ولایت برار کو مسخر کیا اور تفال خاں کو دستگیر اور مراجعت کا عزم کیا۔ اس مملکت میں سے ایک شخص نے اپنے تئیں عماد شاہیہ خاندان سے منسوب کیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کی پناہ میں آیا وہ اسکے نزدیک میں آگیا اور چھ سات ہزار سپاہ اوسکے ہمراہ کی اور اوسکو ولایت برار کو بھیجا اور وہاں ایک خلل عظیم پیدا ہوا۔ آخرش مرتضےٰ نظام شاہ بحری نے خواجہ میر کرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خاں (یہ تعجب ہے کہ اسوقت میں احمد نگر اور گجرات دونوں کے وزیر اعظم کا ایک ہی نام چنگیز خاں تھا) کی صوابدید سے میراں محمد فاروقی کے لشکر کو نبات النعش کی طرح متفرق کر دیا اور وہ برہان پور میں آیا۔ میراں محمد اس کا مقابلہ نہ کر سکا قلعہ آسیر میں آیا۔ مرتضےٰ نظام شاہ نے آسیر کا محاصرہ کیا اور دکنیوں نے ملک خاندیس کو لوٹنا شروع کیا۔ میراں محمد نے صلح کر لی اور چھ لاکھ مظفری کہ قریب تین لاکھ تنکہ کے ہوتے ہیں مخالف کو دئے اور لشکریوں کو راضی کیا تو اونہوں نے محاصرہ چھوڑا اور احمد نگر کو مراجعت کی۔ ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء میں میراں محمد بیمار ہو کر مر گیا۔ اوس کا بیٹا حسن خاں فاروقی نابالغ طفل تھا حکمراں ہوا۔ اوسکا چچا راجہ علی خاں فاروقی ابن میراں مبارک خاں جلال الدین اکبر شاہ کی خدمت میں تھا۔ جب اوس نے بھائی کے رحلت ہونے کی خبر سنی تو وہ آگرہ سے خاندیس کو روانہ ہوا۔ یہاں حسن خاں کو معزول کر کے خود بادشاہ ہوا۔

ذکر راجہ میراں علی خاں بن مبارک خاں

جب خاندیس کے تخت حکومت پر راجہ علی خاں نے جلوس کیا تو ہندوستان کے معظم بلاد بنگالہ و سند و مالوہ و گجرات جلال الدین اکبر شاہ کے تصرف میں آگئے تھے۔ اس سبب سے راجہ علی خاں نے ملاحظہ کر کے اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ نہیں لگایا۔ اور اپنے تئیں شہنشاہ اکبر کا باج گزار سمجھا اور تحفے اور ہدیے بھیجکر اپنا اخلاص اکبر کے ساتھ ظاہر کرتا رہا۔ اوس کے ساتھ ہی وہ بادشاہان دکن سے بھی

رابطہ آشنائی و خصوصیت رکھتا تھا اور ان کی خاطر کی استرضا سے باہر نہیں جاتا تھا وہ ایک حاکم عادل و عاقل عالم و شجاع تھا۔ کل منہیات سے اجتناب کرتا تھا۔ اکثر اوقات حنفی مذہب کے علما و فضلا کے ساتھ مجالست رکھتا تھا۔ اور ملک کی امنیت و تعمیر میں کوشش کرتا تھا اور امور جہانبانی میں فراغ بالی سے اشتغال رکھتا تھا ۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء میں مرتضےٰ نظام شاہ پردہ نشین ہوا۔ اوسکے وکیل السلطنت صلابت خاں اور اوسکے سپہ سالار برار سید مرتضےٰ میں نزاع ہوا اور احمد نگر سے چھ کروہ پر ایک جنگ ہوئی۔ صلابت خاں کو فتح ہوئی سید مرتضےٰ و خداوند خاں دس بارہ امرا کے ساتھ بھاگ کر برہان پور میں آئے۔ راجہ علی خاں جانتا تھا کہ یہ دادخواہوں کے طور پر اکبر بادشاہ کے روبرو جائیں گے۔ اور انتقام لینے کے لئے لشکر مغل لائیں گے۔ تو وہ اون کے ممانعت کے اندیشہ میں ہوا۔ مرتضیٰ خاں اوسکی بات کو سمجھ گیا وہ برہان پور سے آگرہ کو روانہ ہوا راجہ علی خاں نے لشکر اوس کے تعاقب میں بھیجا کہ وہ اوس کو رستہ سے پھیر لائے خواہ اس میں وہ خوش ہو یا ناخوش۔ جب خاندیسی سید مرتضےٰ کے پاس پہنچے اور اوس سے مراجعت کی استدعا کی اوس نے قبول نہیں کی تو صف جنگ آراستہ ہوئی جس میں خاندیسیوں کو شکست ہوئی۔ سید مرتضےٰ سبزواری اور خداوند خاں حبشی مظفر و منصور آب نربدا سے پار پہنچ گئے اور جب شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچے تو اونھوں نے صلابت خاں کی شکایت کا تغیر راجہ علی خاں کی شکایت کو بنایا۔ اکبر بادشاہ ہمیشہ دکن کی تسخیر کی کمین میں رہتا تھا اوسنے سید مرتضےٰ و خداوند خاں اور امراء دکنی کو اقطاع لایق و مناصب شایع سے سرافراز کر کے امیدوار کیا۔ راجہ علی خاں نے شہنشاہ کے خوف سے پیشکش بھیجکر اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے فعل کی معذرت کی۔

۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء میں برہان نظام شاہ بحری ثانی و سید مرتضےٰ و خداوند خان حبشی اور تمام امراء دکن کو شہنشاہ اکبر کا حکم ہوا کہ خان اعظم مرزا عزیز کوکہ حاکم مالوہ پاس جائیں اور مرزا کو حکم ہوا کہ جماعت مذکور کے ساتھ اتفاق کر کے دکن کو تسخیر کرے۔

مرزا کو کہ اس جماعت دکنی کو سپاہ مالوہ کو لیکر برار کی طرف متوجہ ہوا۔ مرتضےٰ نظام شاہ کی طرف سے مرزا محمد تقی نظیری سرلشکر ہوکر مرزا کوکہ کی مدافعت کے لئے خاندیس کی سرحد پر آیا۔ مرزا کوکہ نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں پاس بھیجا کہ اکبر بادشاہ کی موافقت پر دلالت کرے اسی زمانہ میں مرزا محمد تقی بھی آسیر میں آیا کہ راجہ علی خاں کو نظام شاہ کی طرف لے چلے۔ اب راجہ علی خاں متحیر تھا کہ اب کیا کروں۔ فتح اللہ سے معذرت کرکے بڑی حشمت کے ساتھ لشکر نظام شاہ سے ملا۔ ایک مہینے کے بعد مرزا محمد تقی و راجہ علی خاں تیس ہزار سوار اور بڑا توپ خانہ لیکر ہنڈیہ کی طرف چلے۔ یہیں معسکر مغلوں کا تھا۔ دوسرے روز یہ اس کے ارادہ تھا کہ مرزا کوکہ دوسری راہ سے برار کی طرف روانہ ہوا سپاہ مغل بالاپور و پلچور کو غارت کرکے متیم ہوئی اس کے تعاقب میں مرزا محمد تقی و راجہ علی خاں آن پہنچے۔ مرزا کوکہ نے مقابلہ و مقاتلہ میں صلاح نہ دیکھی وہ مندہار کی راہ سے اپنے لشکر سے جاملا۔ راجہ علی خاں نے مغلوں کی سپاہ کے چلے جانے سے مرزا محمد تقی کی خاطر جمع کرکے برہان پور کو مراجعت کی اور اسکے شکرانہ میں بہت روپیہ فقرا اور مستحقین کو تقسیم کیا۔

۱۰۰۴ھ میں برہان نظام شاہ دوم کے مرنے کے بعد شاہزادہ مراد و خاں خانان دکن کی فتح کے لئے آئے راجہ علی خاں اونکے ہمراہ ہوا۔ جنگ عظیم جو خان خانان اور حسین خاں کے درمیان ہوئی دکنیوں کی آنشباری سے راجہ علی خاں مع اور افسروں کے سوختہ ہوا وہ برہانپور میں دفن ہوا۔ اوسنے ۱۲ سال سے کچھ زیادہ حکومت کی۔

ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی بن راجہ علی خاں اور خاتمہ حکومت خاندان فاروقی

۱۰۰۸ھ راجہ علی خاں فاروقی مرگیا تو مرزا عبد الرحیم خاں خانان کی تجویز سے و اکبر شہنشاہ کے فرمان سے بہادر خاں کو خاندیس کی حکومت ملی۔ یہ خفیف العقل و ناعاقبت اندیش کار تھا۔ شراب و افیون کے نشوں میں ڈوبا۔ عورتوں کی صحبت میں رات دن رہنے اور ناچ گانے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ ملک و دولت سے غافل ہوا۔ جب سلطان مراد بلا شاہزادہ

برہانپور شاہزادہ دانیال کو صوبہ دکن ملا۔ اور وہ یہاں تشریف لایا تو بہادر خاں کے برخلاف باپ کے طریقہ کے کوتاہ اندیشی یہ کی کہ اس سے ملنے نہ گیا اور جب اکبر بادشاہ خود تسخیر دکن کے لئے شادی آباد مانڈو میں آیا۔ تو بہادر شاہ اوسکے استقبال کو نہ گیا قلعہ آسیر میں متحصن ہوا اور قلعہ داری کی تیاری کی۔ کمال سفاہت و بے تمیزی سے سوا سپاہ و شاگرد پیشہ و مردم غروری کے کہ قلعہ کی محافظت و خدمت کے لئے کام میں آئیں اٹھارہ ہزار آدمی رعیت و بقال وغیرہ قلعہ کے اندر جمع کئے۔ گھوڑے ہاتھی بھینسیں و بزو گوسفند و مرغ و کبوتر کو بھی قلعہ کے اوپر لے گیا۔ آصف خاں بیان کرتا ہے کہ جب قلعہ فتح ہوگیا تو اسی ہزار مرد و زن قلعہ سے باہر آئے۔ اور چالیس ہزار آدمی عفونت و وبا سے ایام قلعہ بندی میں مرگئے اسی قدر حیوانات ہر جنس کے مردوں میں شمار کرنے چاہئیں۔ جب مرکب شاہی برہان پور میں آیا۔ بہادر خاں کا احوال بادشاہ نے سوچا تو خود احمد نگر نہ گیا۔ خان خانان و شاہزادہ دانیال کو وہاں بھیجا اور خود شہر میں اقامت کی اور امرا سے آسیر کا محاصرہ کرایا۔ ایام محاصرہ کو امتداد ہوا دس مہینے لگ گئے۔ آدمیوں اور حیوانوں کی کثرت سے قلعہ میں ہوا بگڑی۔ جانور اور آدمی مرنے شروع ہوئے۔ جس سے اہل قلعہ نہایت مضطر و مضطرب ہوئے۔ اس اثنا میں اہل قلعہ کو خبر لگی کہ بادشاہ کے ساتھ ایک جماعت ہے جو طلسمات دانشوں کو جانتی ہے اوسکو حکم ہوا ہے کہ تسخیر قلعہ کا عمل شروع کرے۔ اور خود بادشاہ بھی اسم اعظم کا عمل جانتا ہے وہ اوسنے شروع کیا ہے۔ یہ وبا و مرگ اسی کے سبب ہے اس خبر سے اہل قلعہ کے ہوش حواس اڑے بیدست و پا ہوئے۔ اونہوں نے جانوروں اور آدمیوں کو قلعہ سے باہر کرکے عفونت کے اسباب کو کم نہیں کیا۔ ہر چند محافظان قلعہ نے افلاس پریشانی و کمی غلہ و اذوقہ کی شکایت کی مگر بہادر خاں اون کے احوال پر متوجہ نہ ہوا۔ کارآمد و جنگی آدمی پریشان ہوئے۔ امراء اکبری نے قلعہ مالی گڈہ کو فتح کرلیا وہ قلعہ آسیر کے متصل تھا۔ بہادر خاں باوجودیکہ ذخیرہ دو سالہ رکھتا تھا اور خزانہ نقود و اجناس سے پُر تھا مگر اوسنے آدمیوں کو کچھ نہ دیا۔ اس لئے اہل قلعہ نے اتفاق کرکے

یہ ارادہ کیا کہ بہادر خاں کو مع مقربوں کے گرفتار کرکے اکبر بادشاہ کے حوالہ کریں بہادر خاں کو جب اوسکی اطلاع ہوئی تو اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ روز بروز بیماری و مردگی کی شدت ہوتی ہے۔ جانیں قلعت ہوتی ہیں اس وقت غلہ و ذخیرہ و خرچ کا سپاہیوں کو دینا و باکو دینا نہ کریگا اس طرح اس بادشاہ عظیم الشان کے ہاتھ سے خلاصی نہیں ہوگی بہتر یہ ہے کہ آپ جان و مال کی امان مانگ کر بادشاہ کی خدمت میں جائیں قلعہ حوالہ کریں۔ بہادر خاں نے اس رائے کو پسند کیا۔ خان اعظم مرزا کوکہ کی معرفت امان کا طلب گار ہوا۔ بادشاہ نے اوسکو جان کی امان دی اور مال کے باب میں ساکت ہوا۔ بہادر خاں نے اوسکو غنیمت جانا وہ بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ قلعہ آسیر اور وہ سالہ ذخیرہ و اذوقہ خزانہ وغیرہ بادشاہ کے نوکروں کو حوالہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جب اکبر آسیر کو فتح کرکے آگرہ گیا تو اوسنے فرمان بھیجا کہ قلعہ آسیر میں مسجد جامع جسکی مثل عظیم شہروں میں بھی کمتر ہے ڈھائی جائے اور اوسکی جگہ بتخانہ بنایا جائے۔ مگر شاہزادہ دانیال نے اس فرمان کی تعمیل نہیں کی۔ غرض یہ قلعہ آسیر جسکی برابر ہندوستان میں کوئی قلعہ مستحکم و مضبوط نہ تھا آسانی سے اکبر شاہ کے ہاتھ آگیا اور ۱۰۰۸ھ میں سلاطین فاروقیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بادشاہ نے بہادر خاں کو لاہور میں بھیجدیا۔ پیر اوسکو حکومت کا منہ دیکھنا نہ نصیب ہوا۔ اوس کے فرزندوں کو سرکار بادشاہی سے علوفہ ملتا تھا وہ ۱۰۳۸ھ دارالخلافہ آگرہ میں اجل طبیعی سے مرگیا۔ اوسکی مدت حکومت ۳ سال کچھ زائد تھی۔ اوسنے دریا تاپتی کے کنارہ پر برہان پور کے مقابل ایک شہر بہادر پور آباد کیا تھا فقط۔

تاریخ

سلاطین پوربی جن کو سلاطین بنگال بھی کہتے ہیں

ملک بنگال جو اہل یورپ کے تاجران کے لئے تو فردوس بن گیا مگر اور قدیم زمانہ میں اہل دنیا کو اسکا حال معلوم نہ ہوا۔ یونانی یہاں کبھی نہ آئے۔ رومی آئے ہوں مگر اونہوں نے اس ملک کا حال کچھ نہیں لکھا سٹرابو جو علم جغرافیہ کا باپ کہلاتا ہے وہ شکایت کرتا ہے کہ مصر سے بہت تھوڑے سوداگر گنگا تک آئے اور جو آئے وہ ملک اور اہل ملک کے حال سے جاہل رہے۔

ہندوؤں کی کتابوں میں اس ملک کے قدیمی راجاؤں کی فہرستیں موجود ہیں اور اون کی کہانیاں افسانے لکھے ہیں۔ آئین اکبری میں فہرستیں ان راجاؤں کے ناموں کی غلط صحیح لکھی ہوئی ہیں۔ اوسمیں یہ لکھا ہے کہ ۴۲ کشتری راجاؤں نے نسلاً بعد نسل ۴۱۸۰ سال سلطنت کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحساب اوسط سو سال سے زیادہ ہر ایک راجہ نے راج کیا جو بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ بعد اسکے ۹ کایتھ راجاؤں نے پسر بپسر ۵۲۰ سال سلطنت کی پھر کوئی اور فرقہ کا ہیتھ کا راج کرنے لگا۔ اوسکے اور راجاؤں نے ۱۴۰۰ سال پسر بپسر سلطنت کی۔ بعد ازاں کائیتوں کے ایک اور خاندان میں سلطنت منتقل ہوئی جسکے دس راجاؤں نے ۶۹۸ سال راج کیا۔ پھر ایک قوم کایتھ فرماں دہی کرنے لگی جسکے ۷ راجاؤں نے ۱۰۰۶ سال راج کیا غرض ۱۹ راجاؤں نے ۴۵۴۲ سال فرمانروائی کی بعد ازاں سلاطین دہلی کے ہاتھ سلطنت آئی۔ جرجودھن کے ساتھ پہلا راجہ یہاں کا مہابھارت کی لڑائی میں شریک ہوا تھا اور مارا گیا تھا۔ پہلے ہی ملک کی دارالسلطنت شہر ندیا تھا یہ ہندوؤں کا دارالعلوم تھا۔ انگریزی تاریخوں میں لکھا ہے کہ

دسویں صدی میں راجہ اودے سورسین ویدکوں کے خاندان کا تھا اوس نے پانچ برہمن تونوخ سے بلاکر آباد کئے ان برہمنوں کے ساتھ پانچ کایتھ یا محرر آئے تھے۔ وہی یہانکے برہمنوں اور کایتھوں کے باپ دادا ہیں۔ اودے سور کا جانشین بلال سین ہوا۔ اس کی ماں اودے سور کی بیوی تھی مگر اسکا باپ دریا دبرہم پتر اوتار برہما کا تھا۔ مدتوں کے بعد ہندوؤں کی سلطنت کی شمع بجھ گئی اور اوسکی جگہ ترکوں کی سلطنت کا چراغ روشن ہوا۔

ذکر استیلائے محمد بختیار خلجی ولایت بہار ولکھنوتی (بنگال) پر

جب شہاب الدین بن سام نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کے مستقل کرنے کا ارادہ کیا تو اوسنے دہلی میں اپنا قائم مقام اور سپہ سالار سلطان قطب الدین ایبک کو مقرر کیا اور اپنا دار السلطنت غزنین میں رکھا۔ جب جابجا ہند میں مسلمان حاکم مقرر ہوئے تو اونھوں نے اپنے علاقوں کی حدوں کو بڑھاکر اسلام کو شائع کرنا چاہا۔ محمد بختیار خلجی سپہ سالار اودھ نے ۵۹۹ھ میں اپنی قوت کا زور جنوب کی طرف لگایا۔ محمد بختیار بلا و غور و گرم سیر کے اکابر میں سے ہے۔ اول وہ غزنین اور پھر ہندوستان میں آیا اور سلطان شہاب الدین کے امراء اکابر میں سے ملک معظم حسام الدین بعلیک تھا اوس کی خدمت میں وہ گیا۔ اودھ سامی جیلہ کے سبب سے اوسکو بعض پرگنات میان دوآب اور گنگا پار کے جاگیر میں ملے اوسکی شجاعت کے سبب سے کنبلہ اور بیتالی بھی اوسکو سپرد ہوئے۔ وہ نہایت شجاع و سخی و عاقل تھا اور اوسکی ہیئت بھی خالی غرابت سے نہ تھی۔ اوسکے ہاتھ ایسے لمبے تھے کہ اگر وہ اون کو چھوڑتا تو اوسکی انگلیاں گھٹنوں سے نیچے جاتیں۔ وہ ہمیشہ ولایت بہار پر دست درازی کرتا لوٹ میں بہت مال اوسکو ہاتھ لگتا۔ تھوڑے دنوں میں اوس نے اپنا اسباب شوکت بہت بڑھایا۔ ہندوستان میں جو غور و غزنین و خراسان کی جماعتیں آکر پراگندہ پڑی پرتی تھیں اوسکی نجابت کی شہرت سنکر اس پاس جمع ہوگئیں۔ جب سلطان قطب الدین ایبک کو اوسکا حال کچھ معلوم ہوا تو اوسکی تربیت میں کوشش کی خلعت و تشریف شاہ باشی اوسکے لئے بھیجا محمد بختیار کو اس التفات سے بڑا استظہار ہوا۔ مملکت بہار کہ باغ و بستان کی مانند

تھا اوسکو نہیب و غارت کی صرصر خزاں سے بے برگ و بار کیا۔ حصار بہار کو فتح کیا یہانکے باشندے کو برہمنوں کے پیرو تھے و ازہی موچھ منڈاتے تھے اون کے مدرس یہاں بہت رہتے تھے شکرت میں بہار کے معنی مدرسہ کے ہیں اسلئے اس ملک کا نام بہار تھا کہ وہ موضع معدن علم تھا۔ بعد ازاں دہلی میں قطب الدین ایبک کی خدمت میں محمد بختیار بہت اموال و غنائم لیکر گیا اور عنایت و عاطفت شاہانہ سے سرافراز ہوا اور اوسکا مرتبہ ایسا بلند ہوا کہ اقران اور امثال کا حسود ہوا۔ ایکدن سلطان سے اونھوں نے کہا کہ محمد بختیار کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ فیل مست سے نہ ڈرتا ہے اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ وہ مست فیل سفید سے لڑا۔ سلطان قطب الدین نے اس خوف سے کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائے انکار کیا کہ میں اوسکو ہاتھی سے نہیں لڑاؤنگا۔ مگر مقربوں نے مبالغہ سے کہا تو وہ بھی اونکا ہمراہتاں ہوا۔ دربار عام میں ایکدن امرا ہاتھی کو لائے اور عرض کی کہ سارے ہندوستان میں کوئی ہاتھی ایسا نہیں ہے کہ وہ محمد بختیار کے حملہ کی تاب لاسکے سلطان قطب الدین نے محمد بختیار سے کہا کہ اے گوئے اے میدان اگر جنگ کا ارادہ ہو تو بسم اللہ جب محمد بختیار نے یہ سنا تو غیرت و جرأت کے سبب سے انکار نہ کر سکا۔ اس مست ہاتھی کو اپنے آگے فیل شطرنج سمجھا اور جاکر ایک گرز ہاتھی کے دانتوں پر ایسا چڑھا کہ ہاتھی نوک دم بھاگ گیا۔ حاسدوں کے منہ سے بھی تحسین و آفریں کا آواز بلند ہوا۔ سلطان قطب الدین نے اس مجلس میں اوسکو بہت کچھ نقد و جنس دئے۔ محمد بختیار خلجی نے باہر آن کر جو کچھ اوسکو ملا تھا وہ بادشاہ کے ملازموں کو دیدیا۔ دوسرے روز بہار و لکھنوتی اور سراپردہ سرخ و طبل و علم اوسکو ملے۔ لکھنوتی اصل میں لکشمن وتی ہے لکشمن زبان زد خلایق لچھمن ہے کاف سے قاف بدل کر اور تم گر کر لکھنوتی ہوگیا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ چوں محمد بختیار آن مملکت را ضبط کرد شہر نو دیہ (نذیا) را خراب بگذاشت و بر موضعے کہ لکھنوتی است دار الملک ساخت۔ اسکا نام گور بھی ہے جو قدیمی کتابوں میں آتا نہیں اس لئے اوسکی دو برنسیہ بتانی مشکل ہے۔ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ لکھنوتی زبان زد آفاق و برنی زبان بگو۔ بدایونی اوسکو غوری سے مشتق بناتا ہے وہ لکھتا ہے کہ محمد بختیار معابد و بتخانہائے

اختیار را ویران ساختہ مساجد و خوانق و مدارس کردہ دار الملک بنام خویش تمیسر فرمود کہ
گور نام دارد۔ بعض نے یہ وجہ تسمیہ گوڑی ہے کہ ملک غیر آباد پانی اور درختوں سے بھرا رہتا ہے
وہ قبر سے مشابہت رکھتا ہے اسلئے گور نام رکھا ہے۔ مگر البیرونی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے
کہ وسط بنگال کا قدیمی نام گوڑ ہے اسلئے ملک کے نام پر اوسکی دار السلطنت کا نام گوڑ ہوا
جسکو مسلمانوں نے اپنی زبان میں گور بنایا۔ فرشتہ میں لکھا ہے کہ لکھنوتی عبارت گور اور
بنگالہ سے دریا دگنگ تک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ گور سے سرحد بہار تک لکھنوتی ہے اور گور
کے اس طرف سے بنارس تک اور دریا دگنگ کے کنارہ تک بنگالہ ہے جسکو بنگ بھی کہتے
ہیں۔ یہ ملک لکھمنہ والہ لکھمن پاس تھا اور اوسکا پایہ تخت نودیا تھا۔ لکھمن کی ایک عالمہ
مشکو مہ تھی۔ جب اوسکے بچہ پیدا ہونے کو ہوا منجموں نے بالاتفاق کہا کہ اگر اس ساعت میں بچہ
پیدا ہوگا تو ادبار میں اسکا زمانہ گذریگا اور اگر دو ساعت بعد پیدا ہوگا تو ایک مدت مسند شاہی
پر متمکن ہوگا تو اس عورت نے کہا کہ جب تک نیک ساعت آئے میری دونو ٹانگیں باندھکر
اُن لٹکا دو۔ اوسکو لٹکا دیا۔ پر ساعت مذکور میں اوسکو کھولا۔ بیٹا پیدا ہوا مگر وہ اوسی وقت
مرگئی۔ اس لڑکے کا نام لکھنہ رکھا گیا۔ جب وہ بڑا ہوا تو باپ کے مرنے پر تخت نشین ہوا
اوسنے مدتوں عدالت سے سلطنت کی۔ قاضی منہاج السراج یہ لکھتا ہے کہ منجم پندت
اس زمانہ کے محکما ہوتے تھے اونہوں نے اس سے معروض کیا کہ پرانی کتابوں میں لکھا ہے
کہ فلاں تاریخ ترکوں یعنے مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ سلطنت چلی جائے گی۔ اور ایک شخص
جسکے ہاتھ ایسے لمبے ہونگے کہ گھٹنوں سے نیچے لٹکتے ہونگے وہ یہ ملک لیگا۔ ایسا شخص
محمد بختیار بھی موجود تھا۔ اس خوف سے بعض برہمن کامروداور جگناتھہ کی طرف بھاگ گئے
راجہ لکھنہ مملکت موروثی کے ترک کرنے اور وطن اصلی سے نقل کرنے پر راضی نہیں ہوا
مگر جب محمد بختیار بہار سے ندیا کے سر پر آگیا تو وہ کشتی میں سوار ہوا۔ اور جگناتھہ وکامرود
کی طرف چلا گیا۔ اور مرگیا۔ محمد بختیار نے ندیا کو جو مابین لکھنوتی اور بنگالہ کے ہے ویران کیا
اور لکھنوتی اور بنگالہ کے بہت سے حصے پر متصرف ہوا۔ اور اون میں خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا

ہر یہ بنگالہ پر ندیا کے حوض میں ایک شہر رنگپور آباد کیا اور اوسکو دار الملک بنایا۔ مساجد و
خوانقاہ و مدارس اس شہر میں اور ولایت میں بجائے معابد کفار شعار اسلام کے موافق بنائے
اور اس زمانہ میں جو خانم اوسکو ہاتھ لگیں وہ سلطان قطب الدین پاس بھیجکر اپنے حسن اعتقاد
اور نیک ذاتی کو عالم پر ظاہر کیا۔ جب اس ملک پر اسکا کما حقہٗ قبضہ ہوگیا تو قبت و ترکستان
کی تسخیر کا سودا ہوا محمد شیر خان نامی کہ اوس کا سپہ سالار تھا اوس کو اس ملک میں اپنا نائب مقرر
کیا اور اپنے بھائی کو اس کا مددگار بنایا۔ اور انتخابی بارہ ہزار سوار لے کر ان پہاڑوں پر
گیا جو لکھنوتی اور قبت کے درمیان ہیں۔ یہاں کی خلقت تین قسم کی ہے ایک منج دوم کوچ
سوم تہارب کے چہرے ترکوں کے سے تھے اور اون کی زبان ترکی و ہندی کے درمیان
تھی۔ زمینداران منج کو ہندوستان کا سرحد نشین تھا محمد بختیار نے اوس کو گرفتار کیا۔ وہ اوس کے
ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ وہ علی منج مشہور ہوا۔ اس کو ہستان کی راہ جاں ستاں تھی۔ وہ
ایک شہر اردھن پر پہنچا اوس کے سامنے دریا تمکری بہتا تھا علی منج کی ہدایت سے
وہ قدیمی پل پر پہنچا اور اوس نے اس پل کے حفاظت کے لئے ایک ترک امیر اور دوسرا
منج امیر مقرر کیا اور پل کو عبور کرکے قبت میں آیا۔ رائے کامروو نے محمد بختیار کی زبردستی
کو سنا تھا تو وہ اوسکے ساتھ رفق و مدارا سے پیش آیا تھا جب اوس کو محمد بختیار کے عبور کی
خبر ہوئی تو اوسنے اپنے معتمدوں کو بھیجکر خاطر نشان کیا کہ قبت کی راہ بڑی دشوار گذار اور
سرحد پر قلعے نہایت استوار ہیں اس سال ولایت قبت کی تسخیر کو موقوف کیجئے۔ دوسرے
سال میں سپاہ اسلام کا پیشوا میں خود ہونگا۔ مگر محمد بختیار کا بخت برگشتہ ہوگیا تھا اوس نے
اسکے کہنے پر ذرا خیال نہ کیا اور قبت کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ روز تک پہاڑوں میں
سفر کیا پر سولہویں روز ایک مسطح صحرا میں آیا تو ایک مملکت اوسنے آباد دیکھی۔ لشکر اسلام نے
قصد شہر کو جو نزدیک اور سامنے تھے پیکر غارت کرنا شروع کیا۔ اہل قبت نے جمع ہوکر
مسلمانوں کو شہر اور قلعہ سے باہر نکال دیا۔ اور لڑکر قبت مسلمانوں کو مجروح اور خستہ کیا
وہ شب و ہر گستوان و سپر و خود لگائے ہوئے تھے۔ سب تیر انداز تھے اور بڑی بڑی

کمانیں رکھتے تھے۔ بہت ہی کم انہیں نیزہ دار تھے۔ محمد بختیار کو معلوم ہوا کہ یہاں سے پندرہ کروہ پر ایک شہر کرم سین ہے کہ پچاس ہزار ترک خونخوار تیرہ بازاس میں موجود ہیں اور ہر روز اوس کے بازار میں پندرہ سو گھوڑے فروخت ہوتے ہیں اور دربار لکھنوتی میں جو گھوڑے آتے ہیں وہ اوی شہر سے جاتے ہیں۔ عساکر اسلام راہ کا تھکا ہوا اور لڑائی سے ہارا ہوا تھا اس قلیل آدمیوں سے لڑائی کی جان نہیں رکھتا تھا اسلئے مراجعت کا عازم ہوا۔ اہل تبت نے راہوں کو بند کر رکھا تھا۔ اوذنہ کو پہنچا تھا۔ بہت محنت و مشقت اٹھا کر رائے کمرود میں لشکر آیا اتفاق کی بات یہ ہے کہ پل کی محافظت کے لئے جو دو امیر چھوڑے تھے اون میں کچھ جھگڑا ہوا وہ چلے گئے۔ اب دریا کے عبور کے سامان کی تیاری میں بہت کوشش کی کشتیوں کی تیاری کی ایک بتخانہ میں رہنے کا ارادہ کیا۔ مگر اہل تبت نے یہ چاہا کہ مسلمانوں کو بت خانہ میں بند کر کے بے آب و دانہ ہلاک کرنا چاہئے۔ محمد بختیار کو جب یہ خبر ہوئی تو نہایت حیران و پریشان تھا تدبیر کر رہا تھا کہ اوسنے دیکھا کہ ایک سوار دریا سے عبور کر گیا جس سے مسلمانوں نے جانا کہ دریا پایاب ہے اہل تبت کے ہول کے مارے اس دریا میں چل پڑے وہ پایاب نہ تھا اسلئے محمد بختیار اور سو آدمیوں کے سوا سب سوار بحر فنا میں غرق ہوئے۔ محمد بختیار جب اپنے ملک میں دیوکوٹ میں آیا تو رنج و غم کے مارے بیمار ہوا۔ جب پریشانی کی خبر ملک میں پہنچی تو غلبیوں کے فرزند اور عورتیں اپنے عزیزوں کا حال دریافت کرنے کے لئے دیوکوٹ میں آئے۔ جب عورتوں کو اپنے عزیزوں کے ڈوبنے کا حال معلوم ہوا تو سر راہ اور گلی کوچوں میں محمد بختیار کو وہ کوستی تھیں اور گالیاں دیتی تھیں۔ وہ اس حال کو دیکھکر اور زیادہ رنجیدہ ہوا۔ غصہ میں اوس نے روح پرسے جسم کا پشتارہ اتار کر پھینکا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ علی مردان خلج نے دیوکوٹ میں جاکر محمد بختیار کو خنجر مار کر کام تمام کیا جنازہ اوسکا ہمار میں گیا اور وہاں وہ دفن ہوا۔ اوسکے بعد امرا اور بادشاہان دہلی نے یہاں حکومت کی جسکا ذکر بادشاہوں کے حال میں مذکور ہوا۔

سلطان فخر الدین کا دیار شرقی کی سلطنت پر سرفراز ہونا

دہلی کے بادشاہ محمد تغلق کی طرف سے بنگالہ کا حاکم قدر خاں تھا اسکا ایک سلاحدار ملک فخر الدین تھا۔ قدر خاں سنارگانو میں فوت ہوا۔ ۷۳۹ھ میں فخر الدین ملک پر متصرف ہوا اور اپنا خطاب فخر الدین سلطان رکھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور خیل و حشم کے جمع کرنے میں کوشش کی جب سلطان محمد تغلق کو اوس کی خبر ہوئی تو اوسنے قدر خاں حاکم لکھنوتی کو ایک امرا کی جماعت کے ساتھ ملک فخر الدین کی تنبیہ کے لئے بھیجا۔ جب مقابلہ ہوا تو فخر الدین منہزم ہوا۔ اور جنگل میں دور بھاگ گیا۔ اوس کے سب ساتھی گھوڑے قدر خاں کے ہاتھ آئے۔ قدر خاں یہاں آیا اور باقی اور امرا اپنی جاگیروں میں گئے۔ برسات کا موسم آگیا۔ قدر خاں روپیہ جمع کرنے میں مشاغل اور سپاہ کے جمع کرنے سے غافل ہوا۔ اسکا ارادہ یہ تھا کہ برسات کے ختم ہونے کے بعد سلطان پاس جاکر روپے اشرفیوں کے ڈھیر اسکے سامنے لگا دونگا۔ فخر الدین کو بھی اس ارادہ کی خبر لگ گئی تھی۔ اوسنے مخفی آدمیوں کو سپاہیوں پاس بھیجکر اس وعدہ پر سب کو اپنا بنا لیا تھا کہ جب قدر خاں پر فتح پاؤنگا تو سارے خزانے اوسکے تم میں تقسیم کر دونگا۔ جب فخر الدین اپنے لشکر سمیت جنگل سے سنارگانو میں آیا تو لشکر عاصی اور امیران باغی اوسکے ساتھ ہوئے اور اونہوں نے قدر خاں کو مار ڈالا اور خزانہ چھین لیا۔ فخر الدین نے وعدہ پورا کیا کہ سارا خزانہ سپاہ کو دیدیا۔ سنارگانو کو تخت گاہ بنایا اور اس دیار کی حکومت میں مشغول ہوا۔ اور اپنے غلام مخلص خاں کو بہت سا لشکر دیکر لکھنوتی کے انتظام کے لئے بھیجا۔ علی مبارک کہ قدر خاں کے لشکر کا عارض (میر بخشی) تھا اوسنے بہت دمردانگی کرکے اخلاص و دولت خواہی کی وجہ سے ایک جماعت کو اپنا یار دیا و رہنایا اور مخلص خاں کو شکست دی اور سلطان محمد تغلق پاس فتح نامہ اور عریضہ بھیجا کہ اگر حکم ہو تو میں ضابطہ لکھنوتی بنوں۔ سلطان اوس کو جانتا نہ تھا اس لئے جواب پر التفات نہ ہوا۔ یوسف شحنہ دہلی کو لکھنوتی کا ضابطہ مقرر کرکے روانہ کیا۔ وہ وہاں پہنچنے پایا تھا کہ موت نے اوسکو آخر منزل میں پہنچا دیا۔ علی مبارک کے قبضہ میں لکھنوتی کی اسباب بادشاہی مہیا تھا اپنے تئیں سلطان علاء الدین کا خطاب دیا۔ اس نواح میں

ملک الیاس مستعد لشکر رکھتا تھا۔ سلطان علاء الدین کو قتل کیا اور خود اپنا خطاب سلطان شمس الدین رکھا اور ۷۵۸ھ میں سنارگانو پر لشکر کشی کر کے فخر الدین کو زندہ گرفتار کیا اور لکھنوتی میں لا کر دار پر کھینچا اور خطبہ اور سکہ اپنے نام پر جاری کرایا۔ مگر طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ قدر خاں کا سپہ سالار فخر الدین تھا اوسنے غدر کر کے اپنے ولی نعمت کو مار ڈالا اور خود سلطنت کرنے لگا۔ بنظر خاص اپنے غلام کو آراستہ لشکر کے ساتھ اقصاد بنگالہ میں اوسنے بھیجا۔ علی مبارک مامین لشکر قدر خاں سے فخر الدین سے جنگ کر کے شکست دی۔ اسباب وحشم جو اس پاس تھا اوسپر متصرف ہوا فخر الدین کو نو دولت تھا آدمیوں سے اطمینان خاطر نہ رکھتا تھا۔ وہ علی مبارک سے لڑنے نہ گیا علی مبارک نے سامان کر کے اپنا نام سلطان علاء الدین رکھا۔ ۷۵۸ھ میں فخر الدین لکھنوتی میں گیا۔ جنگ میں علی مبارک کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ فخر الدین کا زمان سلطنت دو سال اور کئی مہینے تھی۔

ذکر ایالت علی مبارک المخاطب سلطان علاء الدین

علاء الدین فخر الدین کو قتل کر کے اور لکھنوتی میں تھانہ مقرر کر کے بنگالہ کی طرف متوجہ ہوا ملک حاجی الیاس نے سلطان علاء الدین کے لشکر کو اپنے ساتھ متفق کر لیا اور لکھنوتی اور بنگالہ کو اپنے اختیار میں کر لیا اور علاء کو مار ڈالا اور خود شاہ شمس الدین بن بیٹھا۔ سلطان علاء الدین کی مدت سلطنت ایک سال و پانچ مہینے تھی۔

سلطنت حاجی الیاس المشہور سلطان شمس الدین بھنگرہ

جب علاء الدین شاہ مارا گیا تو تمام لکھنوتی اور بنگالہ حاجی الیاس کے تصرف میں آیا ملک اتفاق کر کے اوسکو شاہ شمس الدین شاہ بھنگرہ کا خطاب دیا۔ اوسنے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اوسکا لقب بھنگرہ کیوں ہوا مگر وجہ تسمیہ اوسکی معلوم نہیں۔ محمد بختیار خلجی کے بعد مسلمانوں کی عملداری سے ولایت جاج نگر نکل گئی تھی۔ افسر اور سپاہ کی دل جوئی کر کے شمس الدین نے اوس پر لشکر کشی کی اور اس حدود میں بڑے بڑے ہاتھی اوسکے ہاتھ آئے اور اپنے دار الملک کو مراجعت کی تیرہ سال کئی مہینہ تک شاہان دہلی میں سے ایک بھی اس کا

متعرض نہ ہوا۔ وہ کمال استقلال سے بادشاہی کرتا رہا۔ دہم شوال ۷۵۹ھ میں دہلی سے فیروز شاہ ایک لشکر گراں کے ساتھ لکھنوتی پر متوجہ ہوا۔ شاہ شمس الدین تمام ولایت بنگالہ کو خالی چھوڑ کر اکدالہ میں چلا گیا۔ حوالی اکدالہ میں سلطان فیروز شاہ آیا۔ جنگ صف ہوئی طرفین سے آدمی کشتہ ہوئے شاہ شمس الدین بھاگ کر اکدالہ میں متحصن ہوا۔ جاج نگر سے جو بڑے بڑے ہاتھی شمس الدین لایا تھا۔ وہ فیروز شاہ کو ہاتھ آئے۔ برسات کا موسم آیا بارش کی کثرت ہوئی سلطان فیروز شاہ دہلی چلا گیا اسکو ۷۶۰ھ میں شمس الدین نے ایسی پیشکش سزاوار ایلچیوں کے ہاتھ بھیجی جو بادشاہوں کے لائق ہوتی ہے۔ بادشاہ نے ایلچیوں کو رخصت کیا ۷۶۱ھ میں اوسنے پر ملک تاج الدین کے ہمراہ بھاری پیش کش سلطان دہلی پاس روانہ کی بادشاہ نے ایلچی پر بڑی مہربانی کی اور ملک سیف الدین شحنہ کے ہمراہ تازی و ترکی گھوڑے اور تحفے بادشاہ شمس الدین پاس بھیجے مگر یہ سفیر بہار ہی میں آیا تھا کہ سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔ اوس کی مدت سلطنت ۱۲ سال اور کئی ماہ تھی۔ حاجی پور اوسی کا آباد کیا ہوا ہے۔

ذکر سلطنت شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین شاہ

جب شاہ شمس الدین نے دنیا سے کوچ کیا تو سوم کے روز امیروں نے بڑے بیٹے کو بادشاہ بنایا اور شاہ سکندر کا خطاب دیا۔ عدل و داد کی نوید اوسنے دی اور بادشاہ فیروز شاہ کی استرضا خاطر کے لئے پچاس ہاتھی اور اقسام اقمشہ بر سم پیش کش بھیجیں۔ اسوقت فیروز شاہ بادشاہ ۷۶۲ھ میں بنگالہ کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان سکندر نے بقدر طاقت و استعداد مقاومت کی قلاع و بقاع کو مضبوط کیا۔ سلطان فیروز شاہ ظفر آباد میں آیا۔ سلطان سکندر نے بھی باپ کی رسم اختیار کی حصار اکدالہ میں متحصن ہوا۔ مقاومت کی طاقت نہ تھی۔ ہر سال پیشکش کا دینا قبول کیا جس کے سبب سے بادشاہ واپس گیا۔ بادشاہ ابھی رستہ ہی میں تھا کہ ۴۰ یا ۴۵ ہاتھی اور بہت سی امتعہ سلطان کی پیشکش میں بھیجے اور باپ کے آئین پر عمل کر کے تمام عمر سے بسر کی اوسکی مدت شاہی ۹ سال چند ماہ تھی بعض کہتے ہیں کہ وہ بیٹے کے ساتھ جنگ میں مارا گیا

ذکر شاہ غیاث الدین بن شاہ سکندر شاہ

سکندر شاہ کے مرنیکے بعد اوسکا بیٹا غیاث الدین تخت پر بیٹھا اور باپ دادا کے طریقہ پر عمل کیا اور تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی ۸۱۳ھ میں اس دنیا سے کوچ کیا۔

ذکر سلطان السلاطین شاہ بن غیاث الدین شاہ

جب شاہ غیاث الدین نے رحلت کی تو امرا نے اوسکے بیٹے سلطان السلاطین کا خطاب دیکر باپ کیجگہ تخت پر بٹھایا یہ بادشاہ شجاع و کریم و علیم تھا اوسکے امرا و وزرا کاردان تھے۔ ان میں اختلاف نہ تھا۔ اعیان کے رائے اوسکے مطیع رہے۔ اور مال واجبی کے ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرتے تھے ۸۱۵ھ میں دس سال حکومت کرکے دنیا سے رحلت کی اوسکی مدت شاہی ۷ سال چند ماہ بعض بتلاتے ہیں۔

سلطنت شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین

جب سلطان السلاطین دار دنیا سے دار بقا کو گیا تو امرا نے اوسکے بیٹے کو شاہ شمس الدین کا خطاب دیکر اورنگ شاہی پر بٹھایا۔ وہ اپنی خردسالی کے سبب سے خفیف العقل تھا۔ اوسکے عہد میں کنس بندو نے کمال شوکت و استقلال حاصل کیا تھا۔ وہ جب اختیار ملک و مال کا ہو گیا۔ جب سلطان شمس الدین ۸۱۶ھ میں سریر حیات سے اٹھا تو کنس نے اپنی حکومت کا علم بلند کیا۔ شمس الدین نے تین سال چند ماہ حکومت کی۔

حکمرانی راجہ کنس ہندو

راجہ کنس اگرچہ مسلمان نہ تھا مگر مسلمانوں سے ایسی آمیزش و محبت رکھتا تھا کہ بعض مسلمان اوسکے اسلام پر شہادت دے کر اوس کو دفن کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال اُس نے کلاہ خسروی کو سر پر رکھا۔ چتر و اثاثہ سلطنت اوس کو ملا۔ سات سال کمال استقلال سے کامرانی بوجہ احسن کی۔ پھر عالم نیستی کی راہ ناگزیر پر چلا گیا۔ اُس کا بیٹا مسلمان ہو کر تخت فرمانروائی پر بیٹھا۔

حکومت جیت مل ولد کنس المخاطب بہ سلطان جلال الدین

کنس کے مرنے پر اوسکے بیٹے جیت مل نے ارکان سلطنت کو بلایا اور کہا کہ ملت آبائی

کی حقیقت مجھ پر کھل گئی ہے۔ مجھے مسلمان ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر مجھے شاہی کے لئے نہیں قبول کرتے تو میں اپنے چھوٹے بھائی کو سلطنت دیتا ہوں مجھے معذور رکھئے سب اہل مجلس نے متفق ہو کر کہا کہ ہم بادشاہ کے تابع ہیں۔ امور دنیوی میں ہم کو مذہب و دین سے کچھ کام نہیں ہے۔ جیت مل نے لکھنوتی کے علماء و فضلاء کو طلب کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور خود اپنا خطاب جلال الدین رکھ کر تخت حکومت پر قدم رکھا۔ داد اور عدل کے لوازم کو ایسا اختیار کیا کہ اپنے عہد کا نوشیرواں ہوا۔ سترہ سال چند مہینے نہایت استقلال سے بنگالہ لکھنوتی میں سلطنت کر کے ۸۳۲ھ میں جاں سپاریں کو بہشت بریں کے خزانچی کے حوالہ کیا۔ اسکا بیٹا احمد سلطان تخت نشین ہوا۔

سلطنت سلطان احمد بن سلطان جلال الدین

سلطان احمد شاہ اپنے باپ کا پیرو تھا۔ داد و دہش بہت کی ۸۳۷ھ کے آخر میں ۵ سال سلطنت کر کے مر گیا۔

ناصر الدین غلام کا وارث ملک ہونا

جب سلطان احمد شاہ نے تخت کو خالی پایا تو اوسکا غلام ناصر الدین جرأت کر کے تخت شاہی پر جا بیٹھا اور بادشاہ کی تمام دولت اپنے ہم پیشہ لوگوں میں تقسیم کر دی تاکہ وہ اوسکے مددگار رہیں۔ امرا کو شمس الدین بھنگرا کی اولاد میں سے ایک شاہزادہ ہاتھ آگیا اوس کو تخت پر بٹھایا اور ناصب سلطنت کو کوئی کہتا ہے سات روز بعد کوئی کہتا ہے کہ دو پہر بعد قتل کر ڈالا۔

سلطنت سلطان ناصر الدین بھنگرہ

یہ تعجب کی بات ہے کہ سلاطین بھنگرہ کی سلطنت چند سال بعد مردہ ہو کر پھر زندہ ہوئی۔ اقبال جو اوبار سے بدل گیا تھا پھر اُس کے ہمانے اپنا سایہ اس خاندان پر ڈالا ناصر شاہ کسانوں میں ملکزراعت میں مشغول رہتا تھا۔ اصلا اوس کو سلطنت کا خیال نہ تھا دفعۃً بادشاہ ہو گیا۔ اخلاق حسنہ و صفات خجستہ رکھتا تھا۔ راجہ کنس اور جلال الدین

اور احمد کی سلطنت میں جو اوسکے خاندان کے لوگ چاروں طرف پراگندہ ہوگئے تھے وہ سب پھر اُس پاس جمع ہوگئے۔ سب چھوٹے بڑے اوسکی سلطنت سے خوشحال ہوئے۔ دہلی اور بنگال کے درمیان سلاطین جونپور حائل ہوگئے تھے اسلئے ناصرالدین نے ۱۲ سال بے کھٹکے سلطنت کی بتسعۃ میں اس جہان سے رخصت ہوا۔

سلطنت باربک شاہ بن ناصر شاہ

ناصر شاہ کی وفات کے بعد اوسکے بیٹے باربک کو سریر سلطنت پر بٹھایا۔ اوسکے عہد میں لشکر ہمیشہ خوش رہی۔ ہندوستان میں اول یہی بادشاہ ہے جسنے حبشی غلاموں کو ترتیب کرکے بزرگ درجہ پر پہنچایا۔ اور آٹھ ہزار کے قریب حبشی جمع کئے اور خدمات بزرگ مثل وکالت و وزارت و امارت وغیرہ اونکو سپرد کیں۔ گجرات اور دکن کے سلاطین نے بھی اوسکی تقلید کی اسی گروہ کا اعتبار اور اقتدار بڑھایا۔ باربک شاہ نے ۱۲ سال سلطنت کی ۹۴۹ھ میں انتقال کیا۔

حکومت یوسف شاہ ولد باربک شاہ

باربک شاہ کے بعد اسکا بیٹا یوسف شاہ بادشاہ ہوا۔ اسنے عدل و داد کا شیوہ اختیار کیا وہ علم و فضل و دادودانی کے زیور سے آراستہ تھا۔ امر معروف و نہی منکر میں مبالغہ کرتا تھا اوس عہد میں کسی کا مقدور نہ تھا کہ علانیہ شراب پئے اور اوس کے حکم سے تجاوز کرے۔ چند روز بعد ہمیشہ صدور و علما کو اپنے پاس بلاکر کہتا کہ اگر تم مہمات شرعی میں کسی کی جانب داری کروگے تو ہم میں اور تم میں صفائی نہیں رہے گی۔ میں تم کو بہت تکلیف دوں گا۔ وہ خود بھی علم سے بہرہ رکھتا تھا جن معاملات کو قضات فیصل نہیں کرسکتے تھے وہ خود فیصلہ کردیتا ۹۵۳ھ میں اوسکی زندگی پوری ہوئی۔ ۴ سال ۹ ماہ سلطنت کرگیا۔

سکندر شاہ کا بادشاہ ہونا

یوسف شاہ کے مرنے کے بعد امرا و وزرا نے بغیر سوچے سمجھے شاہ سکندر کو تخت پر بٹھایا مگر وہ سلطنت کا مستحق نہ تھا اسلئے دو پہر بعد اوسکو معزول کیا اور فتح شاہ کو بادشاہ کیا۔

حکومت فتح شاہ

کہتے ہیں کہ فتح شاہ عالم و دانا تھا اوسنے سلاطین پیشین کی رسوم کو اختیار کیا۔ ہر ایک امیر کی بقدر اوسکی لیاقت کے قدر و منزلت کی۔ باربک شاہ اور یوسف شاہ کے عہد میں جو خواجہ سرا اور حبشی بہت صاحب اعتبار ہوگئے تھے اور بے اعتدالیاں کرنے لگے تھے۔ تازیانہ عدل سے اونکی اصلاح کی اس زمانہ میں بلاد بنگالہ میں رسم تھی کہ ہر رات پانچ ہزار پائک نوبت بہ نوبت پہرہ دیتے تھے علی الصباح بادشاہ تخت پر بیٹھ کر ان کا سلام لیتا تھا اور رخصت کرتا تھا تو دوسری جماعت حاضر ہوتی تھی۔ خواجہ سرایوں کو جب بادشاہ نے درست کیا تو وہ پریشان ہوکر خواجہ سرائے سلطان شہزادہ بنگالی پاس گئے۔ پہرہ دار آدمی سب اوس کے حوالہ تھے۔ اور محلوں کی کنجیاں اوسکے پاس رہتی تھیں۔ سلطنت کے صاحب ادعیہ ہونے کے آثار بھی وہ ظاہر کرتا تھا لوگوں نے اوسکو سلطنت کی تکلیف دی۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اس زمانہ میں خواجہ جہاں خواجہ سرا اور برادر ملک اندیل امیر الامرا حبشی لشکر کے خلاصہ کو لیکر سرحد کی رایوں کے دفع کرنے کے لئے نامزد ہوئے تھے۔ سلطان شہزادہ نے فرصت پاکر خواجہ سرایوں اور نوبتی پائکوں کی یاری سے ۹۵۳ھ میں فتح شاہ کو قتل کیا اور علی الصباح خود تخت پر بیٹھ پائکوں کا سلام لیا فتح شاہ کی مدت حکومت ۱ سال ۵ ماہ تھی۔

ذکر حکومت سلطان باربک

جب خواجہ سرا اپنے صاحب کو کشتہ کرکے بادشاہ ہوا اور باربک شاہ خطاب کیا تو تمام خواجہ سرا اس پاس فراہم ہوئے اور اوسنے کمینے اور پست ہمت آدمیوں کو مال پر فریفتہ کرکے جمع کیا۔ روز بروز شوکت کو بڑھایا۔ صاحب جمعیت امرا کی فکر میں ہوا۔ گروہ امرا کا سرگروہ ملک اندیل حبشی تھا وہ سرحد پر گیا ہوا تھا جب اس بات کی اوس کو خبر ہوئی تو وہ اس فکر میں ہوا کہ کسی طریق سے پایہ تخت پر پہنچے اور اپنے کام کو کفایت سے کرے۔ اس اثنا میں خونی خواجہ سرا کے دل میں آئی کہ ملک اندیل حبشی کو حیلہ و تدبیر سے بلاکر مقید کرے اوسکی طلب میں فرمان صادر کیا۔ ملک اندیل اوسکو طفیلہ نیبی سمجھا اپنی خوب جمعیت کے ساتھ وہ اس پاس آیا۔ بڑی احتیاط سے

دربار میں آمد و شد کرتا۔ جب خواجہ سرا اوسکے دفع کرنے میں عاجز ہوا تو ایک دن مجلس کو ترتیب دیکر بزیب زینت سے آراستہ کیا اور دس بارہ ہزار آدمی اطراف وجوانب سے دار الامارۃ میں جمع ہوگئے۔ مجلس کمال شان وشوکت سے مرتب ہوئی تو اوسنے اول اندیل کو اپنے پاس بلایا اور جب التفات سے پیش آیا۔ اور فرمایا کہ سلطان اور اوس کی ایک جماعت کو میں نے مار ڈالا اور تخت پر ہو بیٹھا۔ تو میرے اس کام پر کیا کہتا ہے تو ملک اندیل نے یہ مصرع پڑھا

ع ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود۔ سلطان شہزادہ کو یہ بات بڑی بھلی معلوم ہوئی فی الفور خلعت دیکر و خنجر مرصع و چند اسپ و فیل اوس کو عنایت کئے اور قرآن کو درمیان میں رکھا اوسنے ملک اندیل سے قسم دلائی کہ وہ اوسکو کوئی آسیب نہیں پہنچائے گا۔ ملک اندیل نے قسم کھائی کہ جب تک تو تخت پر ہوگا میں مضرت نہیں پہنچاؤنگا۔ اس سبب سے کہ سب آدمی اس خواجہ سرا سے نفرت دل ہوئے تھے۔ اور ملک اندیل بھی اپنے ولی نعمت کے خون کے انتقام لینے میں بیحد تھا۔ دربانوں سے ملکر وہ فرصت کی تلاش میں رہتا تھا۔ ایک دن وہ کافر نعمت شراب پی کر تخت پر سو گیا تو دربانوں کی رہنمونی سے حرم سرا میں ملک اندیل حبشی قتل کے قصد سے گیا۔ وہ تخت پر سوتا تھا تو اوسکو اپنی قسم یاد آئی اس اثنا میں وہ اچل سیدھا تخت سے نیچے گر پڑا۔ ملک اندیل اوسکو اپنی قوت طالع سمجھا۔ چست و چالاک ہوکر اوس پر تلوار ماری شمشیر کارگر نہ ہوئی۔ بارمک ہوشیار ہوا اور اپنے تئیں ننگی تلوار کے روبرو دیکھا۔ وہ ملک اندیل پر آشی سے لپٹ گیا وہ قوی اور عظیم الجثہ تھا۔ ملک اندیل حبشی کو کشتی میں نیچے لے آیا۔ ملک اندیل حبشی نے اپنے ہاتھوں میں اوسکے سر کے بال خوب مضبوط پکڑے یغرش خاں ترک کو کہ حجرہ سے باہر کھڑا تھا غل مچاکر بلایا یغرش خاں حبشیوں کی جماعت لیکر اندر آیا۔ ملک اندیل کو نیچے دیکھکر اوسکو الم ہوا۔ اثنا تلاش میں اور ایک دوسرے کے پکڑنے میں شمعیں ہاتھ پاؤں کے نیچے آنکر بجھ گئی تھیں وہ خاموش تھا رات بہت تاریک تھی۔ ملک اندیل حبشی نے فریاد کی کہ مجھنے اسکے سر کے بال خوب مضبوط پکڑے ہیں اسکا جسم اتنا چوڑا چکلا ہے کہ میری پروا نہیں ہاتھ سے تو اوار گذر کر مجھ تک نہیں آنے کی۔ اگر میں اور مجھ جیسے ہزار ولی نعمت کے

قصاص خون میں قتل ہوں تو تھوڑے ہیں یغرش خاں نے آہستہ آہستہ چند زخم بارمک شاہ کی پیٹھ پر مارے۔ اوسنے اپنے تئیں مردہ بنایا۔ ملک اندیل اور یغرش خاں اور حبشی باہر آئے اور تواچی باشی حبشی سے اونہوں نے کہا کہ ہم نے حرام کا کام تمام کیا۔ تواچی باشی حبشی نے شاہ بارمک کی خواب گاہ میں چراغ روشن کیا۔ بارمک شاہ ملک اندیل کا خیال کرکے خوف جان سے ایک مخزن میں پہلے اس سے چراغ روشن ہوں جا چھپا تھا جب تواچی باشی اس مخزن میں گیا تو بارمک شاہ نے دم چراکر اپنے تئیں مردہ بنایا تواچی باشی نے فریاد مچائی کہ ہائے ہمارے صاحب کو غداروں نے مار ڈالا۔ بارمک شاہ نے اوسکو خیر خواہوں اور صدیقوں میں شمار کیا اوسنے کہا کہ چپ رہو کہ میں ابھی زندہ ہوں ملک اندیل کہاں ہے تواچی باشی نے کہا کہ وہ یہ سمجھ کر کہ بادشاہ قتل ہوگیا خاطر جمع سے اپنے گھر چلا گیا۔ بارمک شاہ نے اوس سے کہا کہ باہر جاکر فلاں فلاں امرا کو جمع کرکے کہو کہ ملک اندیل حبشی کا سر کاٹ کے لائیں اور دروازوں کو نوبتی پیادوں کے سپرد کرکے کہدو کہ مسلح ہوکر ہوشیار رہیں تواچی نے کہا کہ بسر و چشم اب جاتا ہوں اور علاج کرتا ہوں باہر آنکر ملک اندیل کے کان میں چپکے سے سارا حال کہدیا۔ ملک اندیل نے پھر اندر آنکر بارمک کا کام خنجر سے تمام کیا۔ اور اسی مخزن میں لاش کو مقفل کردیا اور خانجہاں وزیر کو طلب کیا۔ جب وہ آیا تو بادشاہ کے مقرر کرنے کے باب میں مشورہ کیا۔ سوا دو سال کے لڑکے کے فتح شاہ کا وارث کوئی نہ تھا۔ وہ شاہی کے قابل نہ تھا۔ کس طرح اوس کو تخت پر بٹھلاتے سب متفق ہوکر فتح شاہ کی بیوی پاس گئے اور رات کی داستان سنائی اور کہا کہ تیرا بیٹا ابھی بچہ ہے اوس کو کسی کے حوالہ کرکہ وہ بڑا ہوکر مہمات بادشاہی کے سرانجام دینے کے لایق ہو۔ شہزادہ کی ماں اون کی بات کو سمجھ گئی اوسنے کہا کہ میں نے خدا سے طے کیا تھا کہ فتح شاہ کے قاتل کو جو شخص ماریگا بادشاہی اوس سپرد کروں گی ملک اندیل حبشی نے اول بادشاہی سے انکار کیا۔ مگر امرا کے کہنے کو منظور کیا اور تخت پر بیٹھکر فیروز شاہ اپنا خطاب رکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بارمک شاہ کی سلطنت آٹھ مہینے رہی

بعض ڈھائی مہینے بتاتے ہیں۔ بابر بک شاہ کے مرنے کے بعد کچھ مدت تک بنگالہ میں یہ رسم رہی کہ جو کوئی اپنے بادشاہ کو مار ڈالے وہی بادشاہ ہو اور سب آدمی اوس کے مطیع اور فرماں بردار ہوں اور اوسکے احوال تفاوض نہ ہوں۔

سلطنت ملک اندیل حبشی المخاطب فیروز شاہ

فیروز شاہ تخت بنگالہ پر متمکن ہوا طریقہ معدلت اور احسان کو اختیار کیا۔ خلایق کو امن اماں میں رکھا۔ اپنی امیری کے دنوں میں بڑے بڑے کام کئے تھے اوسکی سپاہ اور رعیت نے کان نہ ہلائے۔ تین سال کمال استقلال سے بادشاہی کی پھر مریض ہوکر ۹۹۱ھ میں اس دنیا سے رہائی پائی۔

سلطنت محمود شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے بعد اوسکے بڑے بیٹے سلطان محمود شاہ نے سریر سلطانی پر جلوس کیا۔ ملک ومال کے امور کا متکفل غلام حبش خاں ہوا۔ اور محمود شاہ برائے نام بادشاہ ہوا۔ ایک اور حبشی جسکو شیدی بدر دیوانہ کہتے تھے ان اوضاع سے تنگ آیا حبش خاں کو مار ڈالا۔ مہمات دولت کا خود متصدی ہوا۔ پائکوں کے سردار سے متفق ہوکر سلطان محمود کو بھی قتل کیا۔ علی الصباح خود تخت پر بیٹھا اور مظفر شاہ اپنا خطاب رکھا اور ان ممالک کا حاکم ہوگیا۔ سلطان محمود نے گیارہ سال سلطنت کی حاجی محمود قندھاری کی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود کا بیٹا سلطان فیروز شاہ نہ تھا بلکہ فتح شاہ کا بیٹا وہ تھا۔ شاہ بابر بک کا غلام حبش خاں تھا وہ فیروز شاہ کے حکم سے اوسکی تربیت کرتا تھا۔ فیروز شاہ کے مرنیکے بعد سلطان محمود تخت پر بیٹھا۔ جب چھ سال سلطنت پر گذرے تو حبش خاں کو شاہی کی ہوس ہوئی۔ شیدی بدر دیوانہ نے حبش خاں کو مار ڈالا اور خود بادشاہ ہوا۔

شیدی بدر حبشی مظفر شاہ

مظفر شاہ حبشی بڑا سفاک و بیباک تھا جو علماء وصلحا و اشراف اوسکی بادشاہی سے راضی نہ تھے اونکو مار ڈالا۔ اور ہندوؤں کی رایوں کو کہ شاہان بنگالہ کی خصومت میں کمربستہ رہتے تھے اوپر بھی لشکر کشی کرکے قتل کیا۔ سید شریف کو منصب وزارت عطا کیا اور ملک مال کا

صاحب اختیار بنایا اوسکی رہنمونی سے سوار و پیادہ کی تنخواہ کو کم کیا اور خزانہ کو بھرا۔ ایک عالم اس سے متنفر ہوا۔ بہت سے امیر اس سے برگشتہ ہوکر ملک سے باہر چلے گئے۔ مظفر شاہ پانچہزار حبشی اور تین ہزار افغان و بنگالی لیکر قلعہ متحصن ہوا۔ ایک قول کے موافق چار دن اور ایک قول کے مطابق چار ماہ اندر اور باہر کے آدمیوں میں جنگ واقع ہوئی۔ ہر روز بہت آدمیوں کے سر تن سے جدا ہوتے۔ جو کوئی پکڑا ہوا سلطان مظفر کے سامنے آتا تو اوس کو قہر و غضب میں آن کر کشتہ کرتا۔ چار ہزار آدمی قتل ہوئے اور آخر روز مظفر شاہ شہر سے باہر نکل کر لڑا طرفین کے بیس ہزار آدمی مارے گئے۔ مظفر شاہ بہت سے امرا اور مقربوں کے ساتھ مارا گیا۔ حاجی محمد قندھاری کے قول کے موافق ان ایام میں سب لڑائیوں میں اول سے آخر تک ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ہندو مسلمان مارے گئے۔ سید شریف مکی نے علم شاہی بلند کیا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ مظفر شاہ سے خلقت کو نفرت تھی۔ سید شریف مکی اس بات کو سمجھ گیا اوسنے پائکوں کے سرداروں کو اپنا یار بنایا اور ایک رات کو تیرہ آدمیوں کے ساتھ لیکر حرم سرا میں جاکر شاہ مظفر کو قتل کیا اور خود علی الصباح تخت پر جا بیٹھا اور سلطان علاء الدین اپنا نام رکھا اور ملک کے کام میں مشغول ہوا۔ مظفر شاہ کی مدت سلطنت ۳ سال ۵ ماہ تھی۔

سلطنت شریف مکی سلطان علاء الدین

سید شریف مکی اپنی وزارت کے دنوں میں اپنے تئیں نیک نفس لوگوں کو دکھلانا چاہتا تھا تو خلایق کے کانوں میں کہتا کہ مظفر شاہ حبشی ہے اور بادشاہی کے قابل نہیں ہے۔ ہر چند کہ اوسکو سپاہ اور امرا کے باب میں نصیحت کرتا ہوں مگر سود مند نہیں ہوتی اسلئے امرا اوسکو مشفق و مہربان جانتے تھے جسروز شاہ مظفر کشتہ ہوا امرا نے بادشاہی کے باب میں مشورہ کیا اور سید شریف کی بادشاہی پر وہ راغب ہوئے اس سے کہا کہ ہم تجھکو بادشاہ بنائیں تو تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کریگا اوسنے کہا کہ جو کچھ تمہارا مدعا ہوگا اوسی کے موافق کام کرونگا۔ اسوقت جو کچھ زمین کے اوپر ہے تمکو دیتا ہوں اور جو زمین کے اندر ہے وہ میں خود لیتا ہوں غرض خاص عام نے

مال کی جمع میں آنکر اُس سے بیعت قبول کی اور شہر گور کو تماشا شروع کیا۔ سید شریف کی کو بہت آسانی سے سر پر تیر رکھا نصیب ہوا اوسنے اپنا خطبہ پڑھوایا اور بادشاہ بالاستقلال ہوا

بیت۔ دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار ۔ ورنہ باسعی عمل باغ جناں اینہمہ نیست

چندہ روز بعد تاج کو منع کیا لوٹیروں نے اسکا حکم نہ مانا تو بارہ ہزار لٹیروں کو قتل کرڈالا تو وہ راہ سے باز آئے۔ آنکا مال تلاش کرکے اوس نے خود لے لیا۔ ان میں ایک ہزار تین سو سونے کے تھال تھے۔ بنگالہ اور لکھنوتی کی رسم یہ تھی کہ جو مالدار ہوتا وہ سونے کے تھال بناتا اور اس میں کھانا کھاتا اور جشن طوی کے روز جو سونے کے تھال مجلس میں زیادہ لگاتا وہ زیادہ بڑا سمجھا جاتا بنگالہ کے زمینداروں میں یہ رواج اب بھی ہے۔ شاہ علاء الدین مرد عاقل و دانا تھا امیر و نجیب امرا کی رعایت کی اور بندگان خاص کو بھی مراتب ارجمند و مناصب بلند پر پہنچایا۔ چوکی کے پالکیوں کو برطرف کیا تاکہ اپنے مضرت نہ پہنچے۔ حبشیوں کو اپنی قلمرو سے خارج کیا۔ اونکی شرارت اور صاحب کشی مشہور ہوگئی تھی اس لئے اون کو جونپور اور ہندوستان میں کہیں جگہ نہ ملی وہ دکن اور گجرات میں چلے گئے۔ سلطان علاء الدین نے مغلوں اور افغانوں کی دستگیری کی۔ اونکو عمال اور کارکن جابجا مقرر کیا جس سے ملک کو قرار ہوا۔ سلاطین مابعد کے زمانہ میں جو تنزل و انقلاب ہوئے تھے برطرف ہوئے اور مملکت کے گردن کشوں نے اطاعت کی اور اطراف میں رائے مطیع ہوئے بلاد بنگالہ کی معموری میں کمال سعی اور اہتمام کیا اپنے اخلاق حمیدہ و ہنر پسندیدہ کی برکت سے اور وفور عقل و کاردانی سے برسوں بادشاہی کی آخر ۹۳۸ھ میں موت آئی۔ ۲۰ سال سلطنت کی۔

نصیب شاہ بن سلطان علاء الدین

شاہ علاء الدین کے اٹھارہ بیٹے تھے انمیں سے سب سے بڑے بیٹے نصیب شاہ کو امرا نے بادشاہ بنایا اوسنے جو کام پسندیدہ کیا یہ تھا کہ اپنے بھائیوں کو باپ کے وقت سے بھی دوچند جاگیریں دے دیا۔ بابر بادشاہ ابراہیم شاہ لودی کو مار کر ہندوستان میں بادشاہ ہوا تھا

تو اکثر امراء افغانی بھاگ کر نصیب شاہ سے ملتجی ہوئے تھے۔ سلطان ابراہیم کا بھائی سلطان محمود بنگالہ میں آیا تھا۔ ہر ایک شخص کو اس کی لیاقت کے موافق پرگنات و نعمات بادشاہ نے دیے سلطان محمود کی بیٹی جو اس ملک میں آئی تھی نصیب شاہ کے عقد نکاح میں آئی۔

۹۳۵ھ میں بابر بادشاہ جونپور میں آیا اور اس ملک کو مسخر کیا اور بنگالہ پر قبضہ کرنے کا قصد کیا تو نصیب شاہ نے بہت تحفے تحائف بھیجے اور عجز و زاری ظاہر کی بابر نے مصلحت وقت دیکھکر صلح کرلی اور اٹھا چلا گیا۔ جب بابر کے بعد ہمایوں بادشاہ ہوا اور یہ شہرت ہوئی کہ بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ دہلی کے بادشاہ کا ہے تو نصیب شاہ نے ۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء میں اخلاص و خصوصیت و محبت کے اظہار کے لئے ملک فرحان خواجہ سرا کے ہاتھ بہت نفیس تحفے سلطان بہادر گجراتی پاس بھیجے۔ ایلچی کو قلعہ منڈو میں سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجا جس کو سلطان نے خلعت خاص مرحمت کیا اس مدت میں نصیب شاہ باوجود دعوی سیادت ایسے حمق و ظلم کا مرتکب ہوا کہ جس کی شرح سے سب کی خاطر مکدر ہوئی ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں اُس کی عمر تمام ہوئی یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ اجل طبیعی سے مرا یا کسی نے اس کو مارڈالا۔ نصیب شاہ کے بعد سلطان محمود بنگالی نے مملکت میں استیلا پایا۔ وہ نصیب شاہ کے امرا میں تمام سال سلطنت کی۔ شیر شاہ نے اُس پر لشکر کشی کرکے زخمی کیا۔ وہ بھاگ کر ہمایوں بادشاہ پاس گیا۔ ہمایوں ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء میں شیر شاہ کو شکست دے کر بنگالہ کا بادشاہ ہوا اور گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر شیر شاہ نے یہ ملک اُس سے لے لیا۔ محمد خاں افغان کہ امراء سلیم شاہ میں سے تھا اس کی جانب سے یہاں حاکم مقرر ہوا جب خواص خاں گیا تو اسکے بیٹے سلیم خاں نے سلیم شاہ سے مخالفت کی اور خود اپنا لقب سلطان بہادر رکھا اور صاحب خطبہ و سکہ ہوا۔

سلطنت سلیم خان سلطان بہادر

چندروز سلطان بہادر نے سلطنت کی کہ سلیمانی کرانی افغان نے بنگالہ کی حکومت حاصل کی وہ سلیم شاہ کے امرا میں سے تھا۔

حکومت سلیمان کرانی بہادر

سلیم شاہ کے بعد بنگالہ اور بہار کا حاکم بالاستقلال سلیمان کرانی مقرر ہوا اور ولایت اڈیسہ کو بھی اُس نے ضم کر لیا۔ اگرچہ اپنے نام کا خطبہ نہیں پڑھوا تا تھا مگر حضرت اعلیٰ اپنے تئیں کہتا تھا۔ بحسب ظاہر جلال الدین اکبر شاہ کے ساتھ ملائمت کر کے تحفے ہدیے بھیجتا تھا ۲۵ سال حکومت کی ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء میں مرگیا۔

حکومت بایزید افغان بن سلیمان

باپ کے بعد مسند حکومت پر بایزید بیٹھا۔ ایک مہینے کے بعد چچازاد بھائی کے بیٹے انسونے اُسے مار ڈالا اور خود بھی کشتہ ہوا۔ اُس کا چھوٹا بھائی داؤد خاں اُس کا جانشین ہوا۔

حکومت داؤد خان افغان بن سلیمان افغان

داؤد خاں بعد بھائی کی وفات کے ولایت بنگالہ کو تصرف میں لایا اور فتنہ وفساد کو مٹایا۔ خطبہ سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ شرب مدام اور اوباش مصاحبوں کے سبب سے ممالک اکبر بادشاہ کے حوالے میں مزاحمت پہنچائی (سارا حال داؤد خاں کا اقبال نامہ اکبر شاہی میں لکھا ہوا ہے) کہ اسی پر سلطنت بنگالہ کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر وہ جد اسلطنت نہیں رہی۔ فقط

تاریخ شاہان شرقی

جون پور اور ترہت میں جن بادشاہوں نے حکومت کی ہے وہ تاریخوں میں شاہان شرقی لکھے جاتے ہیں۔

حکومت سلطان الشرق خواجہ جہان

تاریخ مبارک شاہی سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شاہ فیروز شاہ کے چھوٹے بیٹے محمد شاہ نے ملک سرور خواجہ سرا کو منصب وزارت اور خطاب خانجہان سے سرفراز کیا۔ جب فیروز شاہ کا بیٹا ناصر الدین محمود شاہ بادشاہ ہوا تو اُس نے ۸۹۶ھ/۱۴۴۹ء میں خواجہ جہاں کو ملک الشرق کا خطاب دیا اور ولایت جونپور وبہار وترہت اُس کو حوالہ کی۔ اُس نے اس ملک کا انتظام جیسا کہ باید وشاید کیا اور جونپور کو دار الحکومت مقرر کیا۔ اس حدود کے رایوں کو مطیع کیا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں سے جو حصار چھین لئے تھے اور اُن کو خراب وویران کیا تھا اُن کو اُس نے لیکر از سر نو اُن کو تعمیر کیا اور کام کے آدمیوں کو سپرد کیا۔ ملک کو آباد ان کیا۔ جب بادشاہ ناصر الدین محمود کی شوکت نہ رہی تو اُس نے اپنے تئیں سلطان الشرق کا خطاب دیا۔ پرگنہ گورکھپور اور بہرائچ کو مغلوب کر کے انتہید دگنگا جمنا کے درمیانی ملک اور بہار کی فتح کی طرف متوجہ ہوا بنگالہ اور لکھنوتی کے حاکم جس طرح سے پہلے ہاتھی اور تحفے وہدیئے بادشاہان دہلی کو بھیجتے اُس کے پاس بھیجنے لگے جب اس کا کام ترقی پر پہنچا تو موت نے ۸۴۴ھ/۱۴۴۹ء میں زمین کے اندر اُس کا تنزل کیا اس کی مدت سلطنت چھ سال تھی۔

سلطنت سلطان مبارک شاہ شرقی

سلطان الشرق خواجہ جہان نے چند سال سلطنت کی اُس کا ارادہ تھا کہ خطبہ وسکہ اپنے نام کا

جا بسی کر کے سلاطین پوربی کی طرح سر پر چتر رکھے لیکن اجل نے اُسے فرصت نہ دی وہ ارمان اپنے سامتہ خاک میں لے گیا۔ اس کا بیٹا یعنی پسر خواندہ ملک قرنفل اس کا جانشین ہوا اس زمانہ میں سلطنت دہلی کا حال پہلے سے اور زیادہ غیر منظم و ابتر ہو گیا تھا۔ اشراف اور سرداران پرگنہ اتفاق کر کے قرنفل نے اپنے تئیں شاہ مبارک شاہ کا خطاب دیا اور سریر شاہی پر بیٹھا۔ سلطان محمود کے استیصال کی اور دعوی شاہی کی خبر سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ ۸۳۴ھ میں اُس کے استیصال کے لئے لشکر کشی کی۔ جب قنوج میں آیا تو شاہ مبارک شاہ بھی افغان و مغل و تاجیک اور راجپوت کی ایک جمعیت عظیم لیکر لڑنے کو آیا۔ گنگا کے کنارہ پر دونوں لشکر فروکش ہوئے۔ خیمہ و خرگاہ کے عکس سے سطح آب قوس قزح کے رنگ دکھاتی تھی۔ درمیان میں دریا حائل تھا۔ دو مہینے تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کسی کی یہ جرأت و ہمت نہ ہوئی کہ ایک دوسرے پر حملہ کرتا آخر کو جانبین تنگ آ کر بے مجادلہ و محاربہ اپنے اپنے مقاموں کو چلے گئے۔ جب شاہ مبارک شاہ جونپور میں آیا تو اُس نے سنا کہ سلطان محمود مالوہ سے پھر کر دہلی میں آیا۔ اقبال خان اُس کو ساتھ لیکر جونپور کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ شاہ شرقی لشکر و سفر کا سامان مہیا کر رہا تھا کہ اجل کے قوی دشمن نے اُس کے ملک وجود کو ۸۳۵ھ میں برباد کر دیا۔ اس کی بادشاہی کی مدت ایک سال اور چند ماہ تھی۔

سلطنت شاہ ابراہیم شرقی

مبارک شاہ کے مرنے کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی بادشاہ ہوا اُس نے شاہ ابراہیم شاہ شرقی اپنا خطاب رکھا۔ یہ بادشاہ عقل و دانش سے متصف تھا۔ اُس کے زمانہ میں مملکت ہندوستان کے فضلاء اور ایران و توران کے دانشمند کہ آشوب جہان سے پریشان خاطر تھے دار الامان جونپور میں آئے اور اُس کے خوان احسان سے متمتع ہوئے۔ اس کے نام پر کئی کتابیں اور رسالے لکھے گئے اس کے دولت خانہ میں صاحب عقل و کیاست و شجاعت امراء و وزراء جمع ہوئے اُس کے ایام شاہی شروع میں اقبال خاں محمود شاہ دہلی کو ساتھ لے کر جونپور کی تسخیر کے ارادہ سے قنوج میں آیا۔ سلطان ابراہیم بھی لشکر کے ساتھ رزم و پیکار کے لئے مستعد ہو کر گنگا کے کنارہ پر آ

کچھ دنوں دونوں لشکر مقابل رہے۔ اقبال خان مہمات ملکی و مالی میں اصلا سلطان محمود کی رائے و رویت کی طرف رجوع نہیں کرتا تھا تو سلطان محمود شکار کا بہانہ کر کے اپنے لشکر سے باہر آیا۔ بغیر اس کے کہ شاہ ابراہیم سے پہلے کوئی اپنے آنے کی تمنا کرتا۔ اس پاس اس خیال سے چلا آیا کہ وہ بھی یہ خیال کر کے اُس کی بادشاہی قایم کر دے یا اُس کی کومک کر کے اقبال خان کو دفع کر دے سلطان ابراہیم شرقی نے شاہی کی لذت ابھی چکھی تھی اور شاہی نے بھی اُس کی استحکام نہیں پایا تا محمود کے دونوں ارادوں میں سے کوئی اُس نے پورا نہ کیا بلکہ اُس کی پرشش اور دلجوئی میں ایسا تساہل کیا کہ سلطان محمود اپنے آنے سے پشیمان ہوا اور بے خبر قنوج کی جانب چلا گیا حاکم قنوج امیرزادہ ہروی کو اسی بادشاہ نے مقرر کیا تھا اُس کو جبر و قہر سے باہر کیا۔ اور اس بد پر متصرف ہوا تو سلطان ابراہیم شرقی اور اقبال خان نے دیکھا کہ بادشاہ محمود شاہ نے مملکت قنوج پر قناعت کی تو اُس کو دونوں نے وہاں رہنے دیا اور ایک دہلی دوسرا جونپور پر چل دیا۔ بعض تواریخ میں یہ مسطور ہے کہ سلطان محمود مبارک شاہ شرقی کے پاس آیا تھا۔ انہیں دنوں مبارک مر گیا۔ اور ابراہیم شاہ بادشاہ ہو گیا۔ ۸۳۵ھ میں واقعات بادشاہان دہلی میں بیان ہوا ہے کہ اقبال خاں کشتہ ہوا اور بادشاہ محمود دہلی گیا۔ ابراہیم شاہ شرقی کو فرصت ملی کہ ۸۳۶ھ میں قنوج کی تسخیر کے ارادہ سے چلا اور محمود شاہ دہلی سے لشکر لیکر اُس سے لڑنے آیا۔ گنگا کے کنارہ پر چند روز دونوں لشکر پڑے رہے۔ بہر بغیر لڑے ایک نے دہلی کو مراجعت کی دوسرے نے جونپور کو سلطان محمود دہلی میں پہنچا تو اُس نے امیروں کو اپنی اپنی جاگیر میں بھیجدیا۔ شاہ ابراہیم شرقی نے آن کر قنوج کا محاصرہ کیا۔ جب چار مہینے تک دہلی سے کمک نہ پہونچی تو ملک محمود ترمتی حاکم قنوج نے امان مانگ کر قلعہ ابراہیم کو تسلیم کیا۔ اُس نے برسات نہیں بسر کی جمادی الاول ۸۳۷ھ میں دہلی کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ وہ عاقل عالی ہمت و سخی تھا اس لئے دہلی امراء و کبار مانند تاتار خان ولد سارنگ خاں و ملک خان غلام اقبال خان وغیرہ اس سے آن کر مل گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی کو قوت اور استظہار خوب ہو گیا تو سنبل پر متوجہ ہوا اسد خان لودی سنبل کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ سلطان ابراہیم نے سنبل تاتار خان کو حوالہ کیا اور خود آگے چلا

گنگا پار ہونے کو تھا کہ ناگاہ مخبر اس پاس خبر لائے کہ مظفر شاہ گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو اسیر کر کے مالوہ کو تسخیر کر لیا اور اب محمود شاہ کی مدد کو آتا ہے اور جونپور کی تسخیر کا واعیہ رکھتا ہے سلطان ابراہیم نے اس خبر کو سنکر فسخ عزیمت کیا اور جونپور کو چلا گیا محمود نے دہلی آن کر سنبل کو لے لیا۔ تاتار خان بھاگ کر سلطان ابراہیم پاس چلا گیا اور یہاں لشکر درست کر کے ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں دہلی کی تسخیر کے ارادہ سے اپنی دار الملک سے روانہ ہوا چند کوچ کے بعد اپنے دار العلم جونپور کو بازگشت کی اور مشایخ و علماء کی صحبت میں و تعمیر ولایت و تکثیر زراعت میں مشغول ہوا۔ برسوں کسی طرف سوار نہ ہوا۔ اطراف سے آکر پریشان خاطر تے وہ جونپور میں جمع ہو لئے۔ ہر ایک پر حسب حالت اُس کی عنایت کی۔ یہاں خادم و مشایخ و علما و سادات و نو سیندے ہر حیثیت کے ایسے جمع ہو لئے کہ جونپور دہلی ثانی ہو گیا۔

۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء میں سلطان ابراہیم پاس محمد خاں حاکم میوات آیا۔ اُس کو آمادہ کر کے بیانہ کی فوج کے لئے لے گیا۔ مبارک شاہ دہلی بھی اُس کی ممانعت کے عزم سے دہلی بیانہ میں آیا۔ چار کروہ (میل) کے فاصلہ پر دونوں نے خندق کھود کر اپنے لشکر گاہوں کو محکم کیا۔ دونوں لشکروں کے طلایوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ایک دن سلطان ابراہیم خندق سے باہر لشکر دہلی سے لڑا صبح سے شام تک لڑائی رہی اور باقی جنگ قایم رکھ کر دونوں لشکر جدا ہوئے دوسرے روز گرگ آشتی کر کے سلطان ابراہیم جونپور چلا گیا اور مبارک شاہ دہلی ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء سلطان ابراہیم نے کالپی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اس اثناء میں خبر آئی کہ سلطان محمود خلجی ہی کالپی کی تسخیر کے ارادہ سے آتا ہے۔ دونوں کے لشکر قریب آئے آج کل میں لڑائی ہونے والی تھی کہ مخبروں نے خبر دی کہ بادشاہ سید مبارک شاہ بن خضر خان دہلی سے جونپور کی فوج کو آتا ہے سلطان ابراہیم بے اختیار جونپور کو دوڑ گیا سلطان محمود نے مبارک شاہ کے نوکر قادر شاہ سے کالپی لے لی۔ ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء میں سلطان ابراہیم بیمار ہوا اور مر گیا۔ جیسا اُس کی حیات میں اُس سے ہر شخص خوش تھا ایسا ہی اُس کے مرنے

کے بعد ہر شخص اس کا ماتمی تھا۔ اُس کی مدت سلطنت چالیس سال کچھ مہینے تھی۔

اس کے زمانہ کے علماء میں سے قاضی شہاب الدین جونپوری تھا جس کی بادشاہ تعظیم ایسی کرتا تھا ایک دفعہ وہ بیمار ہوا تو اُس کے سر پر سے پانی کا پیالہ صدقے کر کے آپ پی لیا اور کہا کہ بار خدایا کہ ہر بلا کہ قاضی کی راہ میں ہو وہ مجھ کو نصیب ہو۔ اس کے زمانہ کی تصنیفات مشہور ہیں حاشیہ کافیہ مشہور بہ حاشیہ ہندی۔ مصباح وتن ارشاد نحو میں بدیع البیان وفتاوی ابراہیم شاہی و تفسیر فارسی جس کا نام بحر المواج ہے اور خود اُس کی مولفات سے رسالہ مناقب سادات و رسالہ عقیدہ اشہابیہ۔

سلطنت سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی

جب سلطان ابراہیم زیر خاک ہوا تو اُس کا پسر رشید سلطان محمود اس کا جانشین ہوا اُس نے اپنے عہد شاہی کو بوجہ احسن انجام دیا۔ باپ کے وقت سے زیادہ سپاہ و رعایا کو خوش حال کیا۔ ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء میں سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ پاس ایک ایلچی سفیر کر یہ پیغام دیا کہ نصیر خان ولد قادر خان قابض کالپی نے جادہ شریعت سے قدم باہر رکھا اور راہ ارتداد اختیار کی قصبہ شاہ پور کو کہ کالپی سے زیادہ وہ معمور تھا خراب کیا۔ مسلمانوں کو جلا وطن کیا۔ مسلمانوں کی عورتوں کو کافروں کے حوالہ کیا۔ وہ خدا اور رسول سے نہیں ڈرتا۔ آپ کے ساتھ ہمارا سلسلہ مودت و رابطہ محبت سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے اب تک مستحکم ہے قاضی قتل کے حاکم سے لازم ہوا کہ اس بات کو آپ کی ضمیر حق پذیر پر ظاہر کر دوں اگر آپ کو فرصت ہو تو خود اس کی تادیب کر کے دین محمدی کو اس دیار میں مروج کریں اور نہیں اس کام کی مجھے اجازت دیں سلطان محمود خلجی نے جواب لکھا کہ میں پہلے اس قسم کی باتیں اُس کی زبانی سے سنتا تھا لیکن اب آپ نے اُن کو لکھا تو مجھکو اس کا یقین ہوا۔ اگر میری فوج اس وقت میواڑ اور کوٹہ کے مفسدوں کی تادیب میں مصروف نہ ہوتی تو میں اس کی دفع کے لئے لازم ہوتا مگر اب آپ نے اس کا ارادہ کیا ہے تو مبارک ہو۔ ایلچی نے جونپور میں آکر یہ عرض کیا

سلطان محمود شاہ شرقی نے مسرور ہو کر اونہیں زنجیر فیل تحفہ کے طور سلطان خلجی پاس بھیجے اور کالپی کی طرف متوجہ ہوا۔ نصیر خاں اس امر پر مطلع ہوا اُس نے سلطان محمود خلجی کو عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم کو یہ دیار سلطان ہوشنگ نے مرحمت کیا تھا۔ اب سلطان محمود خلجی چاہتا ہے کہ اس پر متصرف ہو۔ فقیر کی حمایت سلطان کے ذمہ پر لازم ہے سلطان محمود خلجی نے علی خان کو سلطان محمود شرقی کے پاس بھیجا اور اُس کو لکھا کہ نصیر خان ضابطہ کالپی خوف الٰہی سے اور اُس شوکت و شکوہ کی ترس سے تائب ہوا وہ تلافی و تدارک مافات کرکے جادۂ شریعت سے قدم باہر نہیں رکھے گا اور احکام سماوی کے نفاذ میں تکاسل نہیں کرے گا۔ سلطان ہوشنگ نے اس دیار کو قادر شاہ کو عنایت کیا تھا۔ اس کا خاندان ہمارا مطیع ہے اس لئے آپ اس کے گناہ معاف کرکے بلاد کو آسیب نہ پہنچائیں ابھی جواب مکتوبہ اور عریضہ علی خان نہیں پہونچا تھا کہ پھر نصیر خاں کا عریضہ آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ فقیر سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے آپ کے خاندان کا مطیع چلا آتا ہے۔ حال میں سلطان محمود شرقی کینہ دیرینہ و عداوت قدیم کے سبب سے ولایت کالپی پر چڑھ آیا ہے اور اس دیار پر قبضہ کر لیا ہے مسلمانوں کی عورتوں کو اسیر کر لیا ہے۔ اور جلاوطن کیا ہے اور چندیری کو چلا گیا ہے سلطان محمود خلجی نے باوجودیکہ سلطان محمود شرقی کو نصیر خاں کی تادیب کی اجازت دی تھی مگر نصیر خان کی عجز و انکسار کے سبب سے ناچار ہو کر دوم شعبان ۸۴۸ھ ۱۴۴۴ء میں ایرچ سے چندیری کالپی کی طرف متوجہ ہوا چندیری میں نصیر خان اس سے ملنے آیا۔ یہاں سے وہ ایرچ میں گیا۔ شاہ محمود شرقی اس خبر کو سن کر بلا توقف لڑنے کے لئے دوڑا۔ دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ لڑائی ہوئی اور پھر لشکر اپنے والیوں کو چلے گئے۔ آخر کو شیخ جمال الدین کی معرفت صلح ہو گئی جس کے موافق یہ قرار پایا کہ اب آیندہ بادشاہ کی اولاد کا سلطان شرقی متعرض نہ ہو اور پھر کبھی یہاں اس کا لشکر نہ آئے۔ چار مہینے بعد کالپی اور ایرچ نصیر خان کے سپرد کیا جائے سلطان محمود خلجی مندو کو چلا گیا۔ سلطان شرقی جونپور میں آیا یہاں سپاہ درست کرکے اُس نے چنار کے سرکش زمینداروں کی تنبیہ کی پھر ملک اڑیسہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کو مغلوب کیا

خزانوں کو توڑا اور خراب کیا۔ بہت سی غنیمت لیکر جونپور میں آیا۔

۸۵۶ھ ۱۴۵۲ء میں محمود شاہ نے دہلی کا محاصرہ کیا اور غارت شروع کیا سلطان بہلول لودی دیپالپور سے دہلی میں آیا جب سلطان محمود نے دیکھا کہ دریا خاں افغان کو بادشاہ دہلی سے وگرداں ہو کر اسکا نوکر ہوا تھا اور میدان جنگ میں پیٹھ دکھائی تو توقف میں صلاح نہیں دیکھی مراجعت کی اہل دہلی نے اوسکا تعاقب کرکے فتح خاں ہڑی کو کہ اوسکے امرائے کلاں میں تھا مار ڈالا اور سات جنگی ہاتھی چھین کر لے گئے۔

۸۵۹ھ ۱۴۵۵ء میں بہلول لودی اٹاوہ کے مغلوب کرنیکے لئے آیا۔ یہاں محمود شاہ شرقی کا اوسکا مقابلہ ہوا جسکا حال بادشاہان دہلی کی تاریخ میں بیان ہوا جوالی شمس آباد میں دونوکے دونوکے مقابل ہوئے۔ بہلول لودی کے چچازاد بھائی قطب خاں نے سلطان شرقی پر شب خون مارا وہ گرفتار ہوا۔ ابھی جنگ سلطانی نہ ہوئی تھی کہ شاہ محمود شرقی بیمار ہو کر ۸۶۲ھ ۱۴۵۷ء میں مر گیا۔ اوسکی مدت سلطنت بیس سال چند ماہ تھی۔

سلطنت سلطان محمد شاہ بن محمود شاہ شرقی

سلطان محمود کے بعد اوسکا بڑا بیٹا بیکن خاں بادشاہ ہوا اور سلطان محمد شاہ خطاب ہوا اور اوسنے بادشاہ بہلول لودی سے صلح کرکے یہ عہد کیا کہ ولایت شاہ محمود شرقی کی محمد شاہ شرقی کے تصرف میں ہو اور بادشاہ بہلول پاس جو ملک ہے وہ اُس پاس رہے۔ محمد شاہ شرقی جونپور میں آیا اوسکی عدم قابلیت کے سبب سے امرا دلگیر ہوئے۔ ملکہ جہاں بی بی راجی بھی بیٹی کی خونخواری اور قہاری سے آزردہ ہوئی۔ اس اثنا میں سلطان بہلول حوالی دہلی سے قطب خاں کے چھڑانیکے لئے آگیا پھر اسلطان محمود بھی جونپور سے واں ہوا۔ ان عدو کا دمیندار رائے پرتاب کہ پہلے سلطان بہلول سے ملا تھا اب محمد شاہ کا غلبہ دیکھکر اُس سے مل گیا۔ محمد شاہ سرسی میں آیا سلطان بہلول بھی رابری میں جو سرسی کے قریب تھی آیا سلطان شرقی نے سرسی سے جونپور کے کوتوال کو زبان بھیجا کہ میرے بھائی حسن خاں اور قطب خاں پسر اسلام خاں لودی کو قتل کرڈالو تو کوتوال نے عرضداشت بھیجی کہ بی بی راجی ان دونوں کی حفاظت ایسی کرتی ہیں کہ مجھے اونکے قتل پر دست قدرت نہیں۔ جب محمد شاہ پاس یہ نوشتہ آیا تو اوسنے جونپور سے اپنی والدہ کو اس بہانہ سے بلایا کہ میرے بھائی حسن خاں سے صلح کرائے گی میں اونکو ولایت کا کوئی حصہ دیدوں۔ بی بی راجی اسکے فریب میں آگئی جونپور سے روانہ ہوئی کوتوال محمد شاہ نے زبان کے بموجب حسن خاں کو قتل کرڈالا۔ بی بی راجی نے حسن خاں کی ماتمداری تونج میں کی اور یہیں ٹھیر گئی محمد شاہ شرقی پاس نہ آئی محمد شاہ نے والدہ کو لکھا کہ اوشاہزادوں کی حالت بھی ایسی ہی ہوگی بہتر ہے کہ سب کی ماتمداری اکٹھی کرلیں۔

لیکن محمد شاہ کے بھائیوں شاہزادہ جلال خاں و حسین خاں نے سلطان شمس جلال خاں جو ہی کے پاس متفق ہو کر محمد شاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بہلول کا لشکر شبخون مارنیکا ارادہ کرتا ہے پس محمد شاہی سے شاہزادہ حسین خاں

و سلطان اجودہی تیس ہزار سوار اور ایک ہزار ہاتھی لیکر دشمن کی سرراہ روکنے کے بہانہ سے لشکر شاہ سے علحدہ ہوئے اور جمنا کے کنارہ پر جاکر تیمرے بادشاہ بہلول لودی نے اُنکے آنیکی خبر سنکر اُنکے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی۔ شاہزادہ حسین خاں یہ چاہتا تھا کہ جلال خاں کو جو لشکر میں رہ گیا تھا ساتھ لیلے اوسکی طلب میں آدمی بھیجے۔ اس اثنا میں سلطان شرقی نے کہلا بھیجا کہ توقف کرنا مصلحت نہیں ہے۔ جلال خاں پیچھے آن رہیگا وہ بھاگ موکر تنوج کیطرف چلا اور سلطان بہلول کی فوج جو مقابلہ کے لئے آئی تھی وہ اُنکی جگہ چلی گئی شاہزادہ جلال خاں جو حسین خاں کی طلب کے موافق لشکر محمد شاہ سے آیا تھا وہ جمنا کی طرف روانہ ہوا اور بہلول کی فوج کو حسین خاں کی فوج سمجھا۔ جب نزدیک آیا تو بہلول کی فوج نے اوسکو گرفتار کیا اور سلطان کے روبرو لائی۔ اوسنے قطب خاں کے حوض میں اُسے قید کیا۔ محمد شاہ میں تاب مقاومت نہ تھی وہ تنوج کو چلا گیا۔ سلطان بہلول نے آب گنگ کے کنارہ تک اسکا تعاقب کیا اور اسکا کچھ مال اسباب لوٹ لیا۔ اور دہلی مراجعت کی۔ جسوقت حسین خاں بی بی راجی کے پاس آیا۔ اوہ والدہ اور اعیان دولت شرقیہ کی سی سے اوسنے تخت پر جلوس کیا اور سلطان حسین شرقی خطاب ہوا۔ اور اوسنے ملک مبارک گنگ، ملک علی گجراتی اور تمام امرا کو متعین کیا کہ محمد شاہ شرقی کو آب گنگ کے کنارہ پر راجگیر کی گذرگاہ پر روکیں۔ جب سلطان حسین شاہ کا لشکر قریب آیا تو بعض امرا کہ محمد شاہ شرقی کے ہمراہ تھے جدا ہوگئے اور مخالف سے جاملے وہ چند سواروں کو لیکر باغ میں داخل ہوا۔ یہاں دشمنوں نے اسکا محاصرہ کیا محمد شاہ بڑا تیر انداز قادر تھا اوسنے تیر و کمان ہاتھ میں لے۔ ملکہ جہاں بی بی راجی نے اوسکے سلاحدار سے ملکر اوسکے تمام تیروں کے پیکان نکال لئے تھے۔ محمد شاہ نے ترکش سے جو تیر نکالا وہ بے پیکان تھا ناچار شمشیر ہاتھ میں لی کئی آدمیوں کو مارا ناگاہ محمد شاہ کے گلے میں مبارک گنگ کے ہاتھ سے ایک تیر لگا اسی کے زخم سے مرگیا۔ سلطان حسین نے بہلول سے صلح کرلی۔ دونوں نے عہد کیا کہ چار سال تک ہر ایک اپنے اپنے ملک پر قانع ہو اور رائے پرتاب کہ اس سے پہلے محمد شاہ سے ملا تھا وہ قطب الدین خاں کے دلاسے دینے سے سلطان بہلول سے مل گیا۔ سلطان حسین نے قنوج سے کوچ کیا اور جب حوض برسر پر آیا تو اوسنے قطب خاں لودی کو جونپور سے طلب کرکے اسپ و خلعت دیکر اعزاز و اکرام کے ساتھ بادشاہ بہلول پاس بھیجدیا بادشاہ بہلول نے اوسکے عوض میں ہلال خاں کو تعظیم و تکریم سے خوشدل کرکے شاہ حسین شرقی کی خدمت میں بھیجدیا پھر ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے مقاموں چلے گئے شاہ محمد شاہ شرقی کی مدت سلطنت پانچ مہینے تھی۔

سلطنت سلطان حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی

اوپر بیان ہوکہ سلطان حسین شاہ بھائی کی جگہ بادشاہ ہوا اور سلطان بہلول سے صلح کرلی۔ اب وہ جونپور میں آیا۔ بھائی کے معاملہ سے متنبہ ہوکر تھوڑے دنوں میں جو سردار صاحب اعتبار تھے اونکو حکمت

اوسیر سے قید کیا۔ اور تین لاکھ سوار اور چودہ سو ہاتھی لیکر ملک اڑیسہ کی طرف متوجہ ہوا۔ راستہ میں تہمت کو ویران کیا۔ ایس اپادی کا نشان نہ چھوڑا۔ ولایت اڑیسہ میں آیا تو طرفین جوانب میں سپاہ کو تاراج کیلئے مامور کیا۔ رائے اڑیسہ حیران تھا کہ کیا کروں بجز عجز و انکسار و بیچارگی کے اسکا فریاد رس کوئی نہ تھا۔ سلطان کی خدمت میں وکیل بھیجا۔ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ سلطان نے اس ملک کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا۔ رائے نے تیس ہاتھی و سو گھوڑے بہت اقمشہ و امتعہ اور بہت نقود بھیجے۔

سلطان جونپور میں چلا آیا۔ اوسنے ۸۸۷ھ میں قلعہ بنارس کی مرمت کی وہ خراب ہوا تھا اور اسی سال میں اوسنے بزرگ ہزار و نکو گوالیار کی تسخیر کے لئے بھیجا اونہوں نے جاکر محاصرہ کیا۔ رائے گوالیار طول محاصرہ سے عاجز ہوا اور سلطان حسین کا مطیع ہوگیا جب اوسکی شوکت و استقلال حد سے گذری تو اسنے اپنی بیوی کے اغوا سے ۸۹۴ھ میں دہلی کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ یہ بیوی اوسکی سلطان علاء الدین کی بیٹی تھی وہ دہلی کی سلطنت کو اپنا حق سمجھتی تھی حسین شاہ ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور چودہ سو ہاتھی لیکر اوسطرف متوجہ ہوا۔ بادشاہ بہلول نے سلطان محمود خلجی پاس مالوہ بھیجکر یہ پیغام دیا کہ اگر آپ امداد کے قصد سے تشریف لائیں تو قلعہ بیانہ آپ کو دیدیا جائیگا۔ ابھی شادی آیا تھا کہ شاہ حسین شرقی حوالی دہلی پر بالتمام متصرف ہوگیا۔ سلطان بہلول نے عجز و زاری کے ساتھ پیغام بھیجا کہ بلاد دہلی آپسے تعلق رکھتی ہے اگر اصلی دہلی کے گرد ملک اسمارہ اشمارہ کرورہ میرے لئے چھوڑ دیجئے تو میں آپکے نوکروں میں داخل ہوتا ہوں اور اس بلدہ میں آپ کی طرف سے حکومت کرونگا سلطان حسین نے اپنے غرور و تکبر کے سبب اوسکی عرض کو نہ سنا۔ بادشاہ بہلول ناچار ہوکر اٹھارہ ہزار سوار افغان لیکر دریا کے کنارہ پر سلطان حسین کے سامنے بیٹھا۔ دریا حائل تھا اسلئے کچھ دنوں لڑائی نہ ہوئی۔ سلطان حسین کی سپاہ ملک کو تاخت کرنے گئی ہوئی تھی۔ شاہ دہلی نے اوسکو غنیمت جانکر عین موسم گرما میں جبکہ دریا پایاب تھا وہاں سے عبور کیا۔ مجبروں نے شاہ حسین کو اسکی خبر کی مگر وہ غرور کے نشہ میں ایسا مست تھا کہ اوسنے کچھ نہ سنا۔ دہلی کا لشکر دریا سے اتر کر اوسکے لشکر کو لوٹنے لگا۔ حسین شاہ کی بے شعوری کے سبب امرا اور سپاہ نہایت غفلت میں تھے دو سرا یکم ہوئے اور چھوٹے بڑے سب بھاگ نکلے۔ سلطان حسین کو سوا بھاگنے کے کچھ اور نہ بن پڑا۔ ملکہ جہاں اور تمام اہل حرم گرفتار ہوئے۔ سلطان دہلی نے حق نمک کا خیال کرکے ان سب کو اعزاز و اکرام کے ساتھ سلطان حسین پاس بھیجدیا۔ لیکن ملکہ جہاں جب حسین شاہ پاس گئی تو پھر اوسکو دہلی کی تسخیر پر آمادہ کیا وہ دوبارہ دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ جب دہلی سے تھوڑی دور رہا تو شاہ بہلول لودی نے پیغام بھیجا کہ اگر شاہ میری تقصیرات کو معاف کرے اور اپنے حال پر مجھے چھوڑے تو میں ایکمان بادشاہ کے کام آؤنگا۔ مگر دولت شرقیہ کا وقت آگیا تھا۔ شاہ شرقی نے شاہ دہلی کے عجز کی قدر نہ کی اور اس نعمت کو چشم حقارت سے دیکھا جو اب ناصواب

دیا۔ اور پیشتر سے بیشتر قدم بڑہایا۔ جب سلطان بہلول نے مقابلہ و مقاتلہ کیا تو لڑائی کے
بعد پہر لشکر جونپور کو شکست ہوئی اور پہر تیسری مرتبہ شاہ شرقی سامان کرکے آیا تو بھی ہزیمت
پائی اور چوتھی مرتبہ میں تو یہ نوبت آئی کہ شاہ شرقی گھوڑے سے گرا اور بھاگا۔ اسکا حال بادشاہان
دہلی کے طبقہ میں بیان ہوا کہ سلطان بہلول لودی کے قبضہ میں جونپور آیا۔ سلطان حسین اپنی
ممالک کی غایت انتہا پر بھاگا اور تھوڑی سی ولایت پر جسکا محصول پانچ کروڑ دام تھا قناعت
اختیار کی اور سلطان بہلول باوجود قدرت مروت کے سبب سے اوس کا متعرض احوال نہ ہوا
جونپور کی حکومت اپنے بیٹے بار بک شاہ کو سپرد کی اور تمام ان ممالک پر اپنا قبضہ کیا اور
ان کا انتظام کیا۔ جب بہلول لودی کا انتقال ہوا شاہ حسین شاہ شرقی نے فتنہ برپا کیا
اور بار بک شاہ کو لشکر کے ساتھ دہلی اس ارادہ سے لے گیا کہ سلطان سکندر لودہی سے
سلطنت چھین لے لیکن جب لڑائی ہوئی تو بار بک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ جونپور بھاگا
بادشاہ سکندر لودہی نے جونپور پر قبضہ کیا اور سلطان حسین شاہ شرقی کا تعاقب کیا۔
یہی غیر مایہ فساد تھا لڑنے کے بعد اوسکو اس گوشہ سے بھی نکالا جس میں وہ رہتا تھا۔ وہ
پریشان حال شاہ جلال الدین شاہ فرمانروائے بنگالہ پاس گیا۔ علاء الدین نے اس
کے لئے اسباب فراغت مہیا کیا اور اوسکی خاطر جوئی میں تقصیر نہیں کی۔ پہر شاہ حسین نے
کوئی تردد نہ کیا اس خاندان کا خاتمہ ۹۱۴ھ میں ہوگیا۔ ۱۹ سال سلطان حسین نے سلطنت
کی بنگال میں چند سال زندہ رہ کر وفات پائی فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ دکھن یا دکن

کشور ہند کی سرزمین کا بیان کرکے ہم بتاتے ہیں کہ مسلمان اسکے دو حصے ہندوستان
اور دکن کس طرح کیا کرتے تھے اب تک ہماری تاریخ کا زیادہ تر حصہ ہندوستان میں
مسلمانوں کی عملداری کو بیان کرتا ہے اب ہم جداگانہ دکن میں بتلائیں گے کہ مسلمانوں
نے اپنا عمل دخل کیونکر پیدا کیا اور ہندوستان کے پادشاہوں سے کیا کیا
اس کے معاملات اکبر کے عہد تک ہوئے۔

سرزمین ہند کا بیان

خلاصہ جہاں ہندوستان عجب ایک رنگیلا جوان ہے کہ شمال میں اپنے سر پر
کوہستانی کلاہ کج لگا رکھی ہے اس میں شاخیں ایسی ڈال رکھی ہیں جن میں سے غیر قومیں آئیں
ان میں سے بعض نے تو اس کے سر پر دھولیں لگائیں اور اس کے دولت و مال کو لوٹ کر سر پر
جوتیاں لگاتی ہوئی پھر چلی گئیں بعض قومیں سر سہلاتی ہوئی آئیں اور اس میں اپنے تئیں
آباد کیا اور اس کو سرسبز و شاداب کیا۔ غرض کچھ نہ کچھ فائدہ اس کو پہنچایا۔ شمال میں تو
یہ کلاہ پہن رکھی ہے اور جنوب میں اپنے پاؤں کی جوتی کی نوک سمندر میں ڈبو رکھی ہے
اور اس جزیرہ سے پابوسی کرا رکھی ہے جس میں چھوٹے سے چھوٹا وہ بھی باون گزکا۔ مشرق
مغرب میں سمندر سے ہم آغوشی کر رکھی ہے جیسا کہ سر کی طرف سے وہ آدمیوں کو بلا کر

اپنی زمین میں آباد کرتا تھا۔ ایسا ہی اپنی ان نسلوں کے تلے سے اپنے باشندوں کو نکال کر لنکا۔ برہما۔ سیام۔ کمبوڈیا اور جزائر منطقہ حارہ میں آباد ہونے کے لئے بھیجا تھا۔

جغرافیہ واں کشور ہند کو ایک مثلث جزیرہ نما بتاتے ہیں جس کا طول بلاد مشرقی ۶۸ درجہ ۹۰ درجہ کے درمیان واقع ہے اور عرض بلاد شمالی ۸ درجہ ۳۵ درجہ کے درمیان ہے اس مثلث کا قاعدہ بڑا سلسلہ پہاڑوں کا ہے جو بلندی میں دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا اور جس کی دو متوازی دیواروں میں دو تیز رو دریاؤں کے سلسلے مشرق اور مغرب میں بڑے جوش و خروش سے نکلتے ہیں اور پہاڑوں سے نیچے اتر کر اپنی آہستہ شاہانہ رفتار سے ہر طرف بہتے ہیں اور ایک ہاتھ کی طرف خلیج بنگال میں اور دوسرے ہاتھ کی طرف بحر عرب میں جا ملتے ہیں۔ ان کے طول اتنے لمبے ہیں اور وہ اس قدر زمین کو سیراب کرتے ہیں کہ ان کا جواب دنیا میں نہیں وہ بڑی بڑی فراخ سرزمینوں کو اوپر سے مصالح ڈھو کر بناتے ہیں۔ ان دریاؤں کی جم بھوم کا نام ہمالیہ (برف یا سردی کا گھر) ہے جس کے عرض کا تخمینہ دو سو میل اور طول کی غایت نہایت پندرہ سو میل ہے۔ ہمیشہ اس کی بلند چوٹیاں برف سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ ہندوستان کے لئے یہ ہمالیہ نعمت عظمیٰ ہے۔ موسم گرما میں اس کی برف پگھلنے سے دریاؤں میں پانی برابر رہتا ہے۔ یہ برف ہوا کی گرمی کو کم کرتی ہے۔ اس میں سے دریا بہتے ہیں اور اس طرح بہتے ہیں کہ اُن میں سے نہریں کٹ کٹ کر ساری زمینوں کو سیراب کر سکتی ہیں اور قحط کی آفات کو کم کر سکتی ہیں۔ قحط سے زیادہ سخت بلا ہندوستان کے لئے کوئی نہیں ہے۔ خیالی حساب یہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان میں قدرتی پانی اس قدر ہے کہ اگر انسان اُس کو اپنی صنعت کاری سے اپنے کام میں لائے تو اس ملک کی پیداوار کو چودہ گنا کر سکتا ہے۔ پہاڑ پن واتا ان داتا آپ سے ہو سکتے ہیں کہ اپنے جیسے چودہ ملکوں کو پال سکتے ہیں

توجہ اس پر جیسی اب ہے برابر چلی گئی تو وہ اس خیال کو حال بنا دیگی

اس کشور ہند کو مسلمان دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ہندوستان۔ دکن۔ ہندوستان کے یہ حصے تھے پنجاب جو سندھ اور ستلج کے درمیان ہے دہلی سے بنارس تک ملک بہار۔ بنگال۔ اڑیسہ۔ انہیں آخر ملکوں کو مشرقی صوبے بھی کہتے ہیں۔

دکن شمالی اضلاع سے مشرق میں دریائے نربدا سے مغرب میں دریا مہاندی سے جدا ہوتا ہے اور اسکے دریاؤں کا نظام ہی جدا ہے وہ ایک مثلثی جزیرہ نما ہے جسکی سطح ڈھلوان ہے مغرب میں وہ ایسی بلند ہے کہ اکثر دریائے عظیم اس کے مشرق کیطرف بہہ کر خلیج بنگال میں بہتے ہیں۔ مغرب میں اس کے متصل پہاڑ ہیں اور مشرق میں بھی پہاڑ ہیں مگر متصل نہیں یہ دونو کوہستانی سلسلے مشرقی و مغربی اپنی چوٹی دودا بٹنا پر ملاتے ہیں سلسلہ مشرقی جس کو شرقی گھاٹ کہتے ہیں اس کے پاؤں سے چند میل کے فاصلہ پر بحر عرب ہے۔ دکن ایک وسیع ملک ہے وہ خط استوا سے آٹھ درجوں میں پھیلتا ہے اس کا سب سے زیادہ عرض آٹھ سو میل ہے۔ اس میں دریائے نربدا آٹھ سو میل کے قریب بہتا ہے مگر ایسا کوہستانی اور تیز رواں ہے کہ نہ زراعت کے لئے نہ آبپاشی کے واسطے انسان کے کام میں آتا ہے۔ نربدا کے جنوب میں اس کے متوازی ایک دریا وتاپتی ہے اور اس کے جنوب میں ایک اور سلسلہ پہاڑوں کا ہے جس کو ست پڑا کہتے ہیں یہی دو دریا دکن کے ہیں کہ خلیج بنگال میں نہیں گرتے۔ مہاندی غایت شمال میں ہے گوداوری اور کرشنا۔ بیما۔ تم بدرا۔ کاویری یہ اور دریا ہیں۔

ہندوؤں کی عملداری کا بیان

ہندوستان ہو یا دکن دونو کی قدیمی زمانہ کی تاریخیں تاریکی میں ہیں مگر جس زمانہ سے کشور ہند کے کچھ تاریخی حالات معلوم ہوئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمال ہند میں موریا کا بڑا جنس سلطنت کرتا تھا اور دکن میں ان جنسوں کا راج تھا کہ مدورا کے پانڈیاں غایت جنوب میں حکومت کرتے تھے ان کے شمالی اور مشرقی اضلاع میں

چولا حکومت کرتے تھے۔ اور شمال مغرب کے اضلاع میں چیرا (کیرل) سنہ ۳۰۰ء پیشتر از حضرت عیسیٰ دکن کی مملکت کی یہ صورت تھی۔ یہ تحقیق معلوم ہے کہ سنہ ۱۰۳۳ء میں موریا زمانہ رواتے اور پانڈیاں میگاس تھینز کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ سے سنہ پہلے موجود تھے اور یہ امر تحقیق بھی ہے کہ چولا اور کیرل (چیرا) کا ذکر اسوکا کی کتابوں میں سنہ ۲۵۰ء قبل از حضرت عیسیٰ موجود ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس زمانہ سے پیشتر موجود تھے۔ مگر دکن کی سلطنت کی زبانی حکایات میں پانڈیاں و چولا و چیرا کی سلطنتوں کے ذکر سے پہلے کسی اور قوم کی سلطنت کا ذکر نہیں آیا اور یہ تینوں سلطنتوں ہم زمانہ بیان کی جاتی ہیں اور ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ سنہ قبل از حضرت عیسیٰ پانڈیاں کی سلطنت تھی اس لئے ہم اس زمانہ میں چولا اور چیرا کی سلطنت کو صحیح طور پر مقرر کر سکتے ہیں۔ کل شرقی کنارہ پر گھاٹ کے نیچے چیرا آباد تھے اور غالباً یہ ہے کہ کل مشرقی کنارہ کا طول تقریباً ان ہی سے آباد تھا مگر اس زمانہ سے پہلے کی کوئی شہادت ایسی نہیں ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہو کہ دکن میں کس سلطنت کا وجود تھا۔ یہ ممکن ہے کہ تمام ملک ویران ڈنڈ کا رہتا ہو یا جس میں چند وحشی آدمی اپنے قبیلوں کے سرداروں کے ماتحت میں رہتے ہوں۔ تاریخ کے طالب علموں کو یہ یاد رہے کہ جو ربتے کہ مزروعہ اور آباد ہیں وہ پہلے بالکل ویران اور غیر آباد تھے۔ صرف کوہستانی قطعات جنگلی اور وحشی جانوروں کے مسکن تھے مگر یہ بھی بھولنا نہیں چاہئے کہ مذہبوں کے افسانوں میں سلطنت کلنگا کے موجود ہونے کا ذکر آتا ہے۔

اسوکا کے زمانہ سے کچھ عرصہ کے بعد مشرقی ساحل پر پلو قوم بتدریج ایسی بڑھی کہ انہوں نے اپنی بڑی سلطنت قائم کر لی اور تجارت کو غیر قوموں کے ساتھ بڑھا لیا چولا اور ان کے ہمسایہ کی سلطنتیں ان سے ڈرنے لگیں۔ ان کے پاس مشرقی ساحل کنجی وم سے نیلور کے مرد دتک ملک تھا۔ زمانہ حال میں کوئی شہادت نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو

کہ کیونکر انہوں نے اپنی مجہول حالت سے ایسی سلطنت پر ترقی کی مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن کی سلطنتوں میں سے ایک عالیشان سلطنت سنہ ۵۰۰ء میں تھی۔ جب شمال ہند سے پلو کا قوم نے نقل مقام دکن میں کیا ہے۔

شمال ہند میں سنہ ۱۰۰۰ء میں موریا بنس کے بعد سنگ بنس کا اقبال چمکا اور بعد اسکے سنہ ۲۱۵ء قبل از مسیح کنو کا بنس اقبال مند ہوا۔ ان راجاؤں کا آخر راجہ مارا گیا اندھرا یا اندھریہ بنا اس کا جانشین ہوا اور سنہ قبل از مسیح سے سنہ ۴۳۰ء تک سلطنت کی۔ وہ بودھ تھے اور انہوں نے امراوتی میں سنگ مرمر کا سٹوپا بڑا شاندار بنایا اسی زمانہ کے قریب یعنی پانچویں عیسوی صدی میں مغربی دکن میں چلو کا کی سلطنت کا اقبال چمکنا شروع ہوا اور قدیمی چلو کا کے متعلقات میں ان قوموں کا ذکر سنتے میں آیا۔ فن (غالباً ساحل مغربی کی ایک قوم) اور موریا (قدیمی موریا کی اولاد) جو کونکنو کے ایک حصہ میں رہتی تھی۔ سندرک و مائنگ (بظاہر وحشی قوم ہیں یعنی اصلی باشندے کچھ چور۔ میسور کے گنگا اور آلوپ یا آلوا ایک قوم یا بنس جو بظاہر حال کے بمبئی احاطہ کے جنوب مغرب یا جنوب میں رہتا تھا۔ قدیمی چلو کا زمینیں پٹن کیا کرتے تھے ان کے ان عطیوں میں ان قوموں کا بھی نام آیا ہے لاٹ (بمبئی کے لاٹ دیس کے باشندے مالوا (مالوہ) گرجر (گجرات) کی بعض اور قومیں۔

ساتویں صدی کے شروع میں چلو کا نے اپنے تئیں ان دو شاخوں میں منقسم کیا۔ ایک شاخ شرقی دوسرے شاخ مغربی۔ شرقی شاخ نے پالورا جاؤں سے وین جی کا ملک کرشنا اور گوداوری کے درمیان واقع ہے چھین لیا اور اس میں آباد ہو کر سنہ ۱۰۲۳ء تک زماں روائی کرتے رہے۔ دوسری شاخ مغربی اپنے اصلی وطن مغربی دکن میں آباد رہی۔

ہند میں سنہ ۶۰۹ء سے سنہ ۶۴۵ء تک ایک چینی سیاح ہی وین تھسانگ نے سیاحی کی وہ اس ملک کا حال اپنے زمانہ کا اس طرح بیان کرتا ہے کہ کدمب نے آگے قدم بڑھانا

شروع کیا۔ کابنی کے فرمان روایوں کو لڑا لڑا کر شکستیں دیں اور اونہوں نے ہمیشہ چلو کا کو اور ہمسایوں سے فساد و عناد کا ہنگامہ گرم کیا ان کا ملک دکن میں جنوب مغرب اور شمال میسور میں تھا۔ اس زمانہ کے راش ترکوٹ نے چلو کا کی سخت مزاحمت کی۔ یہ تحقیق نہیں معلوم کہ یہ راش ترکوٹ آریا چھتری یعنی راجپوت تھے جو شمال سے مثل چلو کا کے نقل مکان کر کے چلے آئے تھے۔ پاڈریوڈی نسں کے تھے جن کو چلو کا نے مغلوب کرنے کے بعد اپنے میں ملا لیا تھا۔ تقطع راش ترکوٹ جو لڑائیاں لڑے اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو صدیوں میں یعنی ۸۵۰ء سے ۱۰۵۰ء تک مغربی چلو کا بالکل مغلوب ہو گئے اور راش ترکوٹ کی قوت و قدرت بہت جلد زیادہ بڑھ گئی۔ تراشش ترکوٹوں نے جنوب میں فتح کرنے کی کوشش نہیں کی اون کو ۹۷۳ء میں مغربی چلو کاؤں نے بالکل غارت و تباہ کر دیا۔ دفعتہ ان مغربی چلو کاؤں کا عروج ہو گیا۔ راش ترکوٹوں کے مغلوب و تباہ ہونے سے رٹ سانتلیپ کے بھی دن پھر گئے کہ اونہوں نے بھی اپنا جلوہ دکھایا اور اپنے خاندان کو ۱۰۵۳ء تک صحیح و سلامت رکھا اسی زمانہ کے قریب سلاہار اور سنڈا کی قومیں نمودار ہوئیں اور رٹ کی خرچ اُنہوں نے بھی اپنے خاندان کو مطلق العنان بنایا اور کئی صدیوں تک اون کو قائم رکھا۔ ۱۰۵۳ء میں دیوگیری کے یدووں نے سلاہار کو تباہ کیا ۱۳۳۳ء کے سنڈا کا نام نہیں سُنا گیا۔

گیارہویں صدی کے وسط میں دفعتہً جب چلو کاؤں کا اقبال یاور ہوا ہے اس سے دو سو برس پہلے کا تاریخی حال دکن کا بہت کم معلوم ہے اس صدی کی ابتدا میں مشرقی چلو کا بالکل اُس ملک کے مالک تھے جو ساحل مشرقی پر حدود اڑیسہ سے جنوب میں پالو ملک کی حد تک پھیلتا ہے۔ پالو کی سلطنت بڑی زبردست تھی۔ اس کا ساحل پر قبضہ وہاں سے تھا جہاں وہ چلو کا سے ملتا ہے چولا کے ملک شمالی حد تک یعنی ٹھیک کابنی کے جنوب تک چولا اور پانڈیاں میں سے ہر ایک اپنی حدود کے اندر رہا اس سے قدم باہر نہیں نکالا۔ مگر کونکن کے فرمان دہون نے قدیمی چیرا کے ملک پر

حکومت کی جو بلیا تم کے اضلاع کے مشرق میں ساحل پر تھے اگرچہ وہ مطلق العنان اور قوی تھے مگر ایک چھوٹی سی ریاست ہوئے سال بلال کی ایسی بڑھ گئی تھی کہ اوس کے حملوں کا اثر اس پر بھی پہنچنے لگا تھا اور اُس نے اپنے گرد نواح کی سلطنتوں کو غارت کر کے اُلٹ پلٹ کر دیا تھا۔

۱۰۰۲ء میں چولا اور چلو کاؤں کے خاندان میں باہم شادی بیاہ کے ایسے ناتے رشتے ہوئے کہ چولا کے فرمان دہ کو کل مشرقی چلو کاؤں کی سلطنت ہاتھ لگ گئی اسکے بعد ۱۰۶۳ء و ۱۱۱۳ء میں یہ ہوا کہ راجندر کلوٹ وٹنگا جو راجہ مذکور کا جانشین ہوا۔ تو اُس نے پاوں کی سلطنت کو بالکل مغلوب کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ راجندر نے پانڈیان کے ملک کو بھی فتح کر لیا اور فرماں رواؤں کا ایک نیا خاندان چولا پانڈیان دوراں قائم کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ہوئے سل بلالوں نے کونکو راجاؤں کے راج کو تہس نہس کر دیا اور ان کا سارا ملک لے لیا۔ جس سے دکن میں معاملات ملکی میں ایک زلزلہ پڑ گیا۔ جس کا آخر کو انجام یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے لئے چولاؤں کو سلطنت عامہ ہاتھ آگئی انکو ہوئے سل بلالوں نے میسور میں گھاٹوں میں روکا۔

تیرہویں صدی کے آخر میں اس آخر سلطنت نے کدمبوں اور کال چوریوں پر فتح حاصل کر کے اپنی سلطنت کی شان و شوکت کو بہت بڑھا لیا۔ ۱۱۸۳ء میں مغربی چلو کا کی سلطنت کو کچھ تو کدمبول کے ساتھ لڑائی نے اور کچھ بلال لون کی ترقی نے بالکل نیست و نابود کر دیا اس سبب سے بھی چولاؤں کی سلطنت کو رونق ہو گئی کچھ تھوڑے عرصہ کے بعد چولاؤں کے ہاتھ تنلے سے شمالی ملک نکل گیا اسکو ورنگل کے کاکتیوں نے لے لیا۔

تیرہویں صدی میں دکن میں تین بڑی سلطنتیں تھیں چولاؤں کی اور پانڈیانوں کی اور بلال لوں کی۔ اول دو سلطنتیں ضعیف ہوتی جاتی تھیں اور تیسری سلطنت جلد جلد قوت پکڑتی جاتی تھی۔ گھاٹوں سے بلال لون اترتے تھے اور میدانی

ملکوں پر ہاتھ صاف کرتے تھے اور پرانے بنسوں کو تیس نہیں کرتے تھے کہ دکن میں مسلمانوں کی قوت کا ظہور ہوا جس نے ہندوؤں کی ساری سلطنتوں کو خاک میں ملا دیا اس مختصر بیان کو توجہ کے ساتھ پڑھو تو خوب سمجھ میں آئیگا۔

دکن اور دہلی کے مسلمان بادشاہوں کا بیان اس زمانہ تک کہ مسلمانوں کی جدا جدا سلطنتیں قائم ہوئیں۔ اگرچہ جملے دہلی کے بادشاہوں کے ذکر میں انکی مہمات دکن کا بیان لکھ دیا ہے مگر اب ایک مختصر بیان اس مہمات کا تاریخ دکن میں مقدمہ کے طور پر لکھتے ہیں۔ کاکتیہ کے مغلوب ہونے کے بعد انکی سلطنت کا جنوبی حصہ ہوئے سل بلالوں کے اور دوار سمدر کے یدوں کے ہاتھ آیا اور شمالی حصہ پر ایک اور دیو کا خاندان قابض ہوا جنہوں نے آخر میں اپنا دار القرار دیوگری (اسلمانوں کا دولت آباد) ٹھیرایا۔ یہاں رامچندر جس کو رام دیو بھی کہتے ہیں ۱۲۷۰ء سے ۱۳۰۹ء میں راج کرتا تھا اور اس کی مملکت میں مانہ حال کی اعاطہ بمبئی کا مالوا وسط و جنوب کا ملک شامل تھا۔ ۱۲۹۶ء میں دہلی کے بادشاہ سلطان جلال الدین خلجی کے بھتیجے سلطان علاء الدین خلجی نے دکن پر حملہ کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھی تھی اسنے رام دیو پر حملہ کیا۔ رام دیو شکست پاکر قلعہ دیوگری میں بھاگ گیا۔ اس کا شہر سارا لٹ گیا۔ رام دیو نے صلح کا پیغام بھیجکر علاء الدین کو مراجعت پر راضی کر لیا۔ مگر اس کا بیٹا بہت سا لشکر لیکر دار السلطنت میں آگیا۔ پھر لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتحیابی ہو گئی۔ پھر رام دیو نے پہلی کی نسبت سخت شرائط پر صلح کر کے فتحمندوں کو مراجعت پر راضی کر لیا۔ ۱۳۰۰ء میں رام دیو نے خراج کے ادا کرنے سے انکار کیا۔ اب علاء الدین خود دہلی میں پادشاہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے ایک نہایت عمدہ غلام خواجہ سرا ملک کافور کو ایک لاکھ سوار دیکر بھیجا کہ دکن کو مفتوح کرے وہ دیوگری میں آیا۔ رام دیو میں مقابلہ کی قوت نہ تھی اس لئے اس نے اطاعت اختیار کی اور ۱۳۰۱ء میں خود دہلی گیا جہاں اس کا اعزاز و احترام ہوا اور اس کے ساتھ یہ فیاضی برتی گئی کہ اس کا ملک اسی کو پھر دے دیا گیا وہ اپنی آخر عمر تک خراج دیتا رہا۔ ۱۳۰۹ء میں ملک فوجیب ورنگل کو فتح کرنے آیا ہے تو اس کی مہمانداری بہت تپاک و توانع کے

ساتھ کی۔

دکن کو پھر ۱۳۱۰ء میں سلطان علاء الدین نے ملک کافور کو بھیجا کہ ورنگل کے گپتی راجہ دودر کو مغلوب کرے۔ دودر کا عرف پرتاب رودر دوم ہے اس مہم میں ملک کافور کامیاب ہوا ورنگل کو اس نے فتح کر لیا۔ راجہ نے شرائط کے ساتھ صلح کر لی۔ اس کا بیان حضرت امیر خسرو نے تاریخ علائی میں بہت اچھی طرح کیا ہے۔ دوسرے سال پھر ملک کافور دوارسمدر کے مغلوب کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ مستدیہ سالار بہت جلد دیوگری میں گذرتا ہوا ساحل ملیبار پر پہنچا۔ اس مہم کی یادگار میں سیت بن رامیشور میں مسجد تعمیر کی اس نے دوارسمدر کو حملہ کر کے لے لیا۔ نہایت مشہور بل بید و کی مندر کو لوٹا اور دہلی چلا آیا۔

۱۳۱۱ء میں دیوگری کے یدوؤں نے پھر فساد مچایا۔ رام دیو کا بیٹا سنکر یہاں راج کرتا تھا اسکے مطیع کرنے کے لئے ملک کافور پھر بھیجا گیا۔ لڑائی میں پھر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اس میں راجہ کی جان گئی۔ چار سال بعد سلطان علاء الدین نے انتقال کیا اور ملک کافور قتل ہوا۔

۱۳۱۷ء میں دہلی کا بادشاہ مبارک خلجی ہوا اول کام اس کا یہ تھا کہ تیسری دفعہ دیوگری سے ہنگامہ رزم کو گرم کرے۔ اس نے ہر بال دیو کو پکڑ لیا وہ رام دیو کا داماد تھا۔ اس کی زندہ کھال اتروائی۔ حضرت امیر خسرو نے نہ سپہر میں یہ حال مفصل لکھا ہے کہ خسرو خاں عرف ملک خسرو نے کس طرح راجہ ورنگل کو شکست دی۔ مگر تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر نہیں ہے مگر یہ لکھا ہے کہ راجہ تلنگ مین ورنگل میں گیا اور اطاعت اختیار کی۔ آخر میں یہ لکھتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور وہ راجہ کا تمام مال اسباب منقولہ سمیٹکر واپس چلے آئے۔

۱۳۱۸ء میں مبارک کو ملک خسرو نے قتل کیا اور ملک خسرو کو غازی خاں تغلق حاکم لاہور نے مارڈالا اور وہ ارکان سلطنت کے انتخاب سے غیاث الدین کے لقب سے بادشاہ ہوا

۱۳۲۱ء میں اس نے اپنے بڑے بیٹے الغ خاں کو ورنگل کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے دار السلطنت کا سخت محاصرہ کیا۔ محصورین عنقریب فتح ہونے کو تھے کہ ایک جھوٹی بات لوگوں نے شرارت سے مشہور کردی کہ سلطان مرگیا۔ جس کے سبب سپہ سالار بھاگ گئے۔ سپاہ کا انتظام بگڑ گیا محصورین نے سخت حملہ کرکے محاصرین کو بھگا دیا۔

۱۳۲۳ء میں سلطان پھر پرتاب رودر سے لڑا اور کامل فتح پائی ورنگل فتح ہوگیا اور راجہ مطیع ہوکر دہلی بھیجا گیا۔ ۱۳۲۵ء میں سلطان غیاث الدین کی جگہ سلطان محمد تغلق بادشاہ ہوا ۱۳۲۷ء میں دکن میں مسلمان سپہ سالار نے علم بغاوت بلند کیا اس کی سرکوبی کے لئے شہنشاہ دہلی نے لشکر کو روانہ کیا اس کے خوف سے سرکش سپہ سالار عیلی میں بھاگ گیا جو وجیانگر کے قریب تھا۔ یہ راجہ ایسا قوی تھا کہ لشکر شاہی اس کا کچھ نہیں کرسکتا تھا اس لئے وہ مجبور واپس آیا۔ سرکش سپہ سالار ہوس بلال راجہ تاتور پاس میسور میں چلا گیا یہاں کا راجہ آپ لشکر شاہی سے مجبور ہورہا تھا اس لئے اس نے مفرور سرکش کی تواضع و مدارات نہیں کی اس کو گرفتار کرکے اسکے آقا کو حوالہ کیا جس نے بغاوت کی سزا یہ دی کہ اسکی زندہ کھال کھچوائی۔

۱۳۲۷ء یا ۱۳۲۸ء میں محمد تغلق نے دہلی سے دار السلطنت کو دیوگری میں منتقل کیا اور اس کا نام دولت آباد رکھا۔ ۱۳۴۱ء میں ملیبار میں بغاوت ہوئی جس کے دبانے کے لئے سلطان چلا مگر راہ میں ایسا بیمار ہوا کہ دار السلطنت کو واپس آیا۔

تین برس بعد دکن میں پھر بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں مسلمانوں کے علاقوں میں آپس میں جوتی پیزار ہونے لگی اس کا آخر کار نتیجہ یہ تھا کہ دولت آباد کے حاکم نے اپنے مطلق العنانی کا اعلان کیا اور شاہی لشکر کو شکست دی اور اول خاندان جنیہ کی سلطنت کی بنیاد کی افتاد پڑی جسکا بیان مفصل نیچے لکھتے ہیں۔

وقائع شاہان حسن آباد گلبرگہ و احمد آباد بیدر یہ جو سلاطین جنیہ مشہور ہیں

فہرست دکن کے بہمنی بادشاہوں کی

نمبر شمار	اسمائے سلاطین	مدت سلطنت	تاریخ وفات
۱	علاء الدین حسن شاہ گانگو ولی بہمنی	۷۴۹ھ - ۷۵۸ھ / ۱۳۴۸ء - ۱۳۵۸ء	۱۰- فروری ۱۳۵۸ء
۲	محمد شاہ اول	۷۵۹ھ - ۷۷۵ھ / ۱۳۵۸ء - ۱۳۷۵ء	۲۱- مارچ ۱۳۷۵ء
۳	مجاہد شاہ	۷۷۶ھ - ۷۷۸ھ / ۱۳۷۵ء - ۱۳۷۸ء	۱۴- اپریل ۱۳۷۸ء
۴	داؤد شاہ	۷۷۸ھ / ۱۳۷۸ء	۱۹- مئی ۱۳۷۸ء
۵	محمود شاہ اول	۷۷۸ھ - ۷۹۹ھ / ۱۳۷۸ء - ۱۳۹۸ء	۲۰- اپریل ۱۳۹۸ء
۶	غیاث الدین	۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء	۱۵- نومبر ۱۳۹۷ء
۷	شمس الدین شاہ	۷۹۹ھ / ۱۳۹۷ء	۱۵- نومبر ۱۳۹۷ء
۸	فیروز شاہ	۸۰۰ھ - ۸۳۰ھ / ۱۳۹۷ء - ۱۴۲۲ء	۱۵- ستمبر ۱۴۲۲ء
۹	احمد شاہ ولی (خانخاناں)	۸۳۰ھ - ۸۳۵ھ / ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء	۱۸- فروری ۱۴۳۵ء
۱۰	علاء الدین شاہ دوم	۸۳۵ھ - ۸۳۸ھ / ۱۴۳۵ء - ۱۴۵۸ء	۱۴۵۸ء
۱۱	ہمایوں ظالم	۸۶۲ھ - ۸۶۵ھ / ۱۴۵۷ء - ۱۴۶۱ء	۳- ستمبر ۱۴۶۱ء
۱۲	نظام شاہ	۸۶۵ھ - ۸۶۶ھ / ۱۴۶۱ء - ۱۴۶۳ء	۲۹- جولائی ۱۴۶۳ء
۱۳	محمد شاہ	۸۶۶ھ - ۸۸۷ھ / ۱۴۶۳ء - ۱۴۸۲ء	۲۴- مارچ ۱۴۸۲ء
۱۴	محمود شاہ دوم	۸۸۷ھ - ۹۲۴ھ / ۱۴۸۲ء - ۱۵۱۸ء	۸- اکتوبر ۱۵۱۵ء
۱۵	احمد شاہ دوم (نام کے بادشاہ)	۹۲۴ھ - ۹۲۵ھ / ۱۵۱۸ء - ۱۵۲۰ء	۱۵۲۰ء
۱۶	علاء الدین شاہ سوم	۹۲۵ھ - ۹۲۹ھ / ۱۵۲۰ء - ۱۵۲۲ء	معزول ۱۵۲۲ء ہوا
۱۷	ولی اللہ	۱۵۲۲ء - ۱۵۲۲ء	"
۱۸	کلیم اللہ	۱۵۲۲ء - ۱۵۲۵ء	"

علاء الدین حسن گانگوئی بہمنی

سلطان علاء الدین حسن گانگوئی بہمنی کی اصل و نسب کے باب میں اقوال مختلفہ یہ ہیں

ان میں زیادہ تر جو مشہور ہیں وہ نقل ہوتے ہیں۔ دار الخلافۃ دہلی میں گانگو نامی برہمن برہمن
ایک منجم تھا جو شاہزادہ محمد تغلق کا مقرب تھا اس کا نوکر حسن تھا جو نہایت فلاکت سے گذران
کرتا تھا۔ ایک دن تنگی معاش سے تنگ ہو کر اس نے گانگو سے خدمت و شغل کی درخواست
کی۔ گانگو نے ایک بیلوں کی جوڑی اور دو مزدور اور حوالی دہلی میں کچھ زمین عنایت فرمائی
کہ اس میں زراعت کرکے وہ اپنی اوقات فراغت سے بسر کرے حسن زراعت و قلبہ رانی میں
مشغول ہوا اتفاق سے حسن کو قلبہ رانی میں طلائی اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک خزانہ
زمین کے اندر سے ہاتھ لگا اوسکو وہ گانگو برہمن کے پاس لے گیا اور حقیقت حال کو
عرض کیا گانگو نے اوسکی امانت دیانت پر تحسین و آفریں کی۔ یہ حال گانگو نے شہزادہ
محمد تغلق سے اور شہزادہ نے اپنے باپ بادشاہ غیاث الدین سے عرض کیا۔ بادشاہ
نے مرحمت خسروانہ سے ایران صدہ کے سلسلہ میں اسکو منتظم کیا۔ ایک دن حسن کے زائچہ
طالع کو گانگو نے ملاحظہ کرکے کہا کہ تو صاحب اقبال اور درجہ اعلیٰ پر پہنچے گا بس اب
مجھ سے تو یہ شرط کر کہ جب بخشندۂ بے منت تجھے دولت عظمیٰ ارزانی کرے تو تو میرے
نام کو اپنے نام کا ایک جزو بنالے۔ تاکہ تیرے نام کی برکت سے میرا نام بھی بقاء
دوام حاصل کرے حسن نے یہ بات قبول کی۔ ابھی دولت ملی بھی نہ تھی کہ اوس نے
اپنی مہر میں اسکے نام کو اپنا جزو نام بنا کے کندہ کرایا اب وہ حسن گانگو بہمنی کے نام سے
مشہور ہوا یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی دعوت میں شاہزادہ
محمد تغلق آیا تھا۔ جب دعوت ختم ہوئی اور دسترخوان اوٹھ گیا تو وہ شہزادہ
چلا گیا پھر حسن گانگو بہمنی حضرت کی خانقاہ کے دروازہ پر آیا تو حضرت نے فرمایا کہ
سلطان نے رفت و سلطانے آمد۔ خدمت گار کو بھیجکر حسن کو بلایا اور شیخ نے اس کے
حال پر بہت التفات کی اور خاص اپنی روٹی اس کو کھلائی اور کہا کہ چترشاہی ایک
مدت دراز اور محنت کے بعد دکن میں تجھے نصیب ہوگا حسن گانگو بہمنی کو اس
بشارت سے حکومت دکن کا سودا سر میں پیدا ہوا اس لئے وہ دکن میں رہنے کی

ترتیب فصہ پڑھتا۔ جب بادشاہ تغلق دکن میں گیا تو حسن نے قتلق خاں کی رفاقت اختیار کی
اور یہیں دکن میں رہ گیا۔ جب سلطان محمد تغلق نے امراء صدہ پر عتاب اس سبب سے فرمایا
کہ ان کو گجرات میں بلایا تھا انھوں نے آنے میں تاخیر کی اور وہ م باغیان گجرات کو پناہ
دی ان کے قتل کا حکم دیا جب بیدار جان خراش ایران صدہ کے کان میں آئی تو انہوں
نے اپنی انجمن بنائی اور اس میں کہا کہ بادشاہ محمد تغلق بیگانا ہوں کو بے پرسش قتل کرتا ہے
اور بزرگ گناہوں سے منسوب کرتا ہے جب ہم اوس کی نظر کے سامنے جائیں گے تو وہ
کچھ گناہ گار اور بے گناہ میں تمیز نہیں کریگا ہمارے قتل کا حکم دے گا۔ بس مناسب یہ ہے
کہ دکن سے کہیں نہ جائیں اور اپنے تئیں گوسفند کی طرح دست و پا بستہ قصاب کو نہ حوالہ
کریں اور جان کو مفت و رائگاں نہ جانے دیں وہ دولت آباد چلے گئے یہاں کی
رعایا بادشاہ کے غضب و کشش سے جان سے عاجز ہو رہی تھی وہ امیران صدہ سے
مل گئی۔ غرض ایک ایسا فتنہ اٹھایا کہ جس کے علاج سے سلطان عاجز آیا۔ ان تمام
فسادوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین مہینے کے عرصہ میں ملک دکن جو برسوں میں فتح ہوا تھا
سلطان محمد تغلق کے قبضۂ اقتدار سے نکل گیا اس کا سبب امیران صدہ ہوئے تھے انہوں نے
آپس میں مشورہ کرکے کہا کہ اس قسم کے امور بے سردار اور حاکم کے صورت پذیر نہیں
ہوتے شرط عقل یہ ہے کہ اپنے ہی میں سے کسی کو بادشاہ بنائیں تاکہ مہمات کی صورت
وزونق پیدا کریں۔ ؎

سراں جملہ گفتند بالاتفاق — کہ بے شاہ مستاست ہر اتفاق
ہم از ما بگردد یکے مرد سر — بہ بندیم ما جملہ پیش کمر

سید اسمٰعیل فتح افغان کو جو امراء دو ہزاری سے تھا امیر الامراء سپہ سالار بنایا ناصر الدین
شاہ کا خطاب پایا۔ حسن گانگو کو خطاب ظفر خانی کا ملا۔ گڑی در اے باغ مرج
گلبرگہ۔ وحسن آباد گلبرگہ۔ اس کو جاگیر میں ملے۔ حصار۔ گلبرگہ کا حاکم بھیرون رائے
تھا جو محمد تغلق شاہ کے معتبر نوکروں میں تھا اس کو مار کر حسن مستقل ہوا۔ ناصر الدین

اور فرخ شاہ کی جنگ ہوئی جس میں ناصر الدین کو شکست ہوئی حسن گانگوئی اور تمام سرداران دکن کی یہ صلاح ہوئی کہ جنگ صف صلت نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ ناصر الدین شاہ حصار دولت آباد میں چلا جائے۔ اور حسن گانگوئی بارہ ہزار سوار لیکر قلعہ گلبرگہ چلا جائے۔ تاکہ لشکر شاہی جس طرف متوجہ ہوا اس کی دفع میں کوشش کیجائے۔ باقی امراء جاگیجا اپنے اقطاع میں محفوظ رہکر غنیم کریں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں تصور نہ کریں۔ پادشاہ نے عماد الملک کو حسن گانگوئی کے پیچھے بھیجا اور خود دولت آباد فتح کرنے گیا پادشاہ کو تو ایک ضرورت کے سبب سے دولت آباد سے مراجعت کرنی پڑی اور حسن گانگوئی تیس ہزار سوار کا رگذار لیکر قلعہ احمد آباد بیدر کی طرف گیا یہاں عماد الملک ترکمان المخاطب بہ سرتیز لشکر گراں کے ساتھ پڑا ہوا تھا طرفین نے اپنے لشکر گاہوں کے گرد خندق کھودی تین دن تک آمنے سامنے لشکر پڑے رہے لڑنے پر کسی کی جرأت نہ ہوئی۔ مملکت تلنگ کے راجہ نے کہ سلطان محمد تغلق کے خون کا پیاسا تھا۔ کولاس سے پندرہ ہزار پیادہ حسن گانگوئی کی مدد کو بھیجے ناصر الدین شاہ نے بھی دولت آباد سے پانچہزار سوار مع خزانہ کے اسکی کمک کو روانہ کئے غرض جب یہ سامان جمع ہوا تو عماد الملک اور حسن گانگوئی کی جنگ عظیم ہوئی اور عماد الملک ہارا گیا اس کا لشکر پریشان ہوا کچھ قلعہ احمد آباد بیدر میں آیا۔ بعض قلعہ قندہار کو چلے گئے کچھ منڈو کو ہزار خرابی سے پہنچے۔ حسن گانگوئی اس فتح کے بعد بہت سامان کے ساتھ ناصر الدین شاہ کی امداد کے لئے دولت آباد گیا جو امراء کہ سلطان تغلق کی طرف سے دولت آباد کے محاصرہ میں مصروف تھی وہ عماد الملک کے کشتہ ہونے سے اور حسن گانگوئی کے خوف سے دہلی اور گجرات کو چلدیئے ناصر الدین نے حسن گانگوئی کی طرف خلعت کی رجوع دیکھی تو جمیع امراء کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب میں پادشاہی کے سزاوار نہیں رہا بوڑھا ہوگیا ہوں عشرت و فراغت کی طرف میری رغبت ایسی ہے کہ میں ملک داری کی پروا نہیں رکھتا اول میں نے امیروں کی خاطر سے اس امر خطیر کو قبول کیا تھا اب مجھے معذور رکھو اور دوسرے کی طرف رجوع کرو۔ امیروں نے عرض کیا کہ جس کو آپ فرمائیں

بادشاہ بنائیں ہم اوسکی اطاعت کو حاضر ہیں ناصر الدین نے کہا کہ حسن گانگوی تاج و تخت کے لایق ہے یہ رائے اسکی سب خاص و عام کو پسند آئی ۷۴۸ھ میں تاج شاہی اسکے سر پر رکھا گیا اور چتر سیاہ کہ جس پر خطا، عبا سیہ کا نشان ہے تیمنا و تبرکا اس کے سر پر رکھا گیا اور مملکت دکن میں اس کا خطبہ و سکہ جاری۔ علاء الدین حسن گانگوئی بہمنی خطاب ہوا۔ گلبرگہ کا نام حسن آباد رکھا۔ مگر اس چتر سیاہ کے سبب سے لوگ یقین کرتے ہیں کہ اسکا مذہب شیعہ تھا باوجود کم آبی اور بے صفائی کے اس موضع کو اپنے لئے مبارک سمجھتا تھا اسلئے اسکو پائے تخت بنایا اور اپنے ممالک محروسہ کا دفتر محاسبہ گانگوی بہمن کو سپرد کیا وہ سلطان محمد تغلق کی ترک ملازمت کرکے اس پاس آگیا تھا۔ ظفر خاں فرامین نقش نگین میں اسطرح سے اپنے اسم کا جزو بنایا کہ گمنہ بین بندہ حسن حضرت سبحانی علاء الدین حسن گانگوئی بہمنی مشہور ہے کہ اس سے پہلے شہریاران اسلام کی ملازمت برہمن نہیں کرتے تھے۔ یہی پنڈت گانگوئی پہلا برہمن تھا جسنے مسلمانوں کی نوکری کی اور ۱۰۱۶ھ تک ممالک ہندوستان کے برخلاف دکن میں یہ رسم جاری رہی کہ پادشاہان دکن کا دفتر اور ولایات کی محرری برہمنوں کو سپرد ہوتی تھی۔ علاء الدین حسن نے اپنی حسن تدبیر و رائے صائب و ضرب شمشیر سے تھوڑی مدت میں اس قدر ملک دکن کو فتح کرلیا جس قدر پادشاہ محمد تغلق کے آخر عہد میں اسکے امراء کے تصرف میں تھا امرائے تغلق و افغان و راجپوت کہ سلطان تغلق کی جانب سے قلعہ بیدر و قندہار میں تھے انکو لطف و ملائمت سے مطیع و منقاد کیا دونو حصاروں پر اپنا قبضہ کیا۔ کولاس مع مضافات رائے ورنگل سے لے لیا۔ اور اس کے ساتھ محبت کا طریقہ مسلوک کیا گلبرگہ میں مسجد و قلعہ کو کہ شکستہ ہورہی تھی تھوڑے عرصہ میں ان کو تیار کرالیا۔

اسمٰعیل فتح جو منصب امیر الامرائے سپہ سالاری کا رکھتا تھا وہ ملک سیف الدین غوری کی وکالت و نیابت سے ناراض ہوکر علاء الدین کے جان کے درپے رہنے لگا جس کے سبب سے پادشاہ نے بعد تحقیق کے اسکو قتل کیا مگر اسکے فرزندوں کی تعظیم و تکریم کی جس کے سبب سے بادشاہ کا استقلال و استیلا ایک سے ہزار ہوگیا رائے تلنگ کہ مدت سے سرکشی کررہا تھا اور پادشاہ اس سبب سے کہ

اسنے اسکی امداد کی تھی اسکے ساتھ مدارا اور مواسا رکھتا تھا وہ اخلاق پادشاہی سے شرمندہ
ہوکر اخلاص و اطاعت کا اظہار کرتا تھا اور پادشاہ دہلی کو باج و خراج جسکے دینے کا وعدہ کرلیا
تھا ہر سال خزانہ مرو میں بھیجتا تھا۔ جب علاء الدین حسن کا کوئی معاند و منازع کسی گوشہ میں
نہیں رہا تو اس نے امرا اور ارکان دکن کو ایک انجمن میں جمع کیا اور کہا کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ
نے مجھے ایسی بے قیاس دولت ارزانی فرمائی اور لشکر دہلی کا خلاصہ کہ ملک دکن کی حفاظت کیلئے
اس طرف آیا تھا۔ محض عنایت یزدانی سے میرے علم کے نیچے مجتمع ہوا۔ میرے دل میں یہ آتا ہے
کہ میں جس طرف توجہ کرونگا افواج فتح و فیروزی میرا استقبال کرینگی اس صورت میں بہتر یہ ہے
کہ ملک گیری میں مشغول ہوں اور حسن آباد گلبرگہ سے اپنے سمند خوشخرام کو جلوہ دوں اور
آب پونہ سے قلعہ اودگی تک اور سیت بن رامیشور سے ولایت تلنگ تک اپنے تصرف میں لاؤں
اور بعد ازاں گوالیار کی جانب اپنے لشکر کو لیجاکر عرصۂ مالوہ و خطۂ گجرات کو اپنے خطبہ و
سکہ سے بلند مرتبہ کروں۔ ملک سیف الدین نے عرض کیا کہ ولایت کرناٹک اشجار و انہار سے
پُر ہے اور ہوا میں رطوبت کو غلبہ ہے خصوصاً ایام برسات میں ہمارے لشکر کے ہاتھی
گھوڑے و شتر گاؤ۔ اور جمیع حیوانات اس ولایت کے پرورش یافتہ ہیں کہ جبکی ہوا
کرناٹک کی ہوا کی ضد ہے اگر مدتوں تک اس ملک میں رہینگے تو ان کو جینا نہایت دشوار
ہوگا۔ بادشاہ علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق شاہ کے عہد میں دو تین دفعہ دھور سمندر
پر لشکر کشی ہوئی تھی۔ حیوانات صامت و ناطق کے دس حصوں میں سے ایک حصہ بھی سلامت
پھر کر نہ آیا تھا۔ یہ ولایت اس قابل نہیں ہے کہ بادشاہ خود جائے۔ بلکہ اول ایک جماعت
کرناٹک کی اس سرحد پر بھیجے جس کی ہوا سے اس ملک کی ہوا فی الجملہ موافقت رکھتی ہے اور ان عدو
کے گردن کش رایوں نے اتنک تحفے وہدیے اور ایلچی پادشاہ کی درگاہ میں نہیں بھیجے ہیں
اور رابطۂ اخلاص و یک جہتی نہیں پیدا کیا ہے وہ غازیان اسلام کی ضرب شمشیر سے مطیع
و منقاد کرکے امر باج و خراج لے اور انکی طرف سے خاطر جمع کرے اور اس وقت کہ
تخت گاہ دہلی کمال رونق ہو رہا ہے اور مالوہ و گجرات و گوالیار امرا کے وجود

سے خالی ہیں اُن کی تسخیر کے لئے پادشاہ نہضت کرے۔ سلطان علاء الدین حسن نے ملک
سیف الدین غوری کی حسن رائے کی تحسین کی اور عماد الملک تاشکندی و مبارک خاں لودی کو کہ
امراء عظام میں تھے کرناٹک کی جانب روانہ کیا۔ انہوں نے ابتدا ولی نگری تک ملک کو تاخت
و تاراج کیا اور اس نواح کے رایوں سے یہ چیزیں لیں۔ دو لاکھ اشرفی طلائی جن کا
دو ہزار تولہ سونا ہوتا ہے۔ اور جواہر و مروارید اور بہت آلات و اسباب اور دو سو
نامی ہاتھی اور ایک ہزار کنیز رقاص و سازندہ۔

بعد ازاں برسات کے شروع میں معاودت کی ملک سیف الدین غوری کے استصواب سے سلطان
نے اس لشکر کا سامان درست کرکے ۷۰۰ھ میں گلبرگہ سے دولت آباد روانہ کیا۔ بالاگھاٹ
میں جب سپاہ کی موجودات لی گئی تو پچاس ہزار سوار نیزہ گذار شمار میں آئے
ان کو دربار اور سلطان پور کی طرف سے مالوہ بھیجنا چاہا۔ اہل گجرات نے سلطان علاء الدین
کے بلانے کے لئے اصرار کیا۔ سلطان نے یہ خیال کرکے کہ مالوہ اور گجرات جانا برابر ہے
اپنے بیٹے شاہزادہ محمد کو پہلے گجرات روانہ کیا۔ اور خود آہستہ آہستہ پیچھے چلا جب
یہ شاہزادہ قصبہ نوساری میں آیا تو شکار کے لئے جانور بہت دیکھے باپ کو بھی یہاں بلالیا
یا وہیں آنکر شراب و کباب میں ایسا مصروف ہوا کہ اوسکو ہیضہ ہوا جس سے وہ چھ مہینے
بیمار رہکر ۵۔ ربیع الاول ۷۱۰ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت کی۔ گیارہ
سال دو ماہ سات روز سلطنت کی۔

دکن میں ایک نئی سلطنت مملکت مسلمانوں کی پیدا کر گیا جو ایک زمین مرتفع کا
بُرج تھا جس کا ہر ایک ضلع تین سو میل لمبا تھا وہ مہاراشٹر یعنی مرہٹوں کے ملک کے مشابہ
تھا۔ اوس کا کوئی مخرج سمندر میں نہ تھا شمال میں دریائے نربدا اور مغرب میں مغربی گھاٹ
جنوب میں دریائے کرشنا تھے مشرق میں گونڈوانہ کے جنگل اور مملکت تلنگ تھی اور مالوہ اور
خاندیس کے واسطے وہ ہندوستان سے بھی پیوند رکھتی تھی یہ دونوں ملک بھی دہلی
کی سلطنت سے جدا ہوکر اپنی مطلق العنان حکومت جما رہے تھے۔ مالوہ نربدا کے

شمال میں تھا اور خاندیس نربدا کے جنوب میں تھا۔ مغرب و مشرق و جنوب میں اس کے ہندوؤں کی سلطنتیں تھیں اس کی خود رعایا ہندو تھی اور دکن میں ہندوؤں کا اثر و رعب داب بہت کچھ تھا۔

اس سلطنت جدید کا دشمن جاں مشرق میں تلنگ تھا جسکو سب جانتے تھے اور جنوب میں کرناٹک تھا جو ایسا مشہور نہ تھا ان دونو ہندوؤں کی ریاستوں سے ہمیشہ اس کو خوف لگا رہتا تھا کرناٹک اپنی جون بدل کر وجیانگر یون بن گیا کہ ورنگل کے شاہی خاندان کی ایک شاخ نے جنوب میں اپنے خاندان کی ریاست کو جمایا اور تم بدراندی کے کنارہ پر وجیانگر کو بسایا اور اپنا نام کرناٹک کے نام کی جگہ زبان زد خلائق کرایا جو اس جزیرہ نما میں سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی سلطنت ہو گئی اس کی مملکت کرشنا سے جنوب میں سمندر سے سمندر تک تھی۔ یہ ریاست اسلام کا ایک ہیبت ناک دشمن تھا یعنی سلطنت کا دارالسلطنت گلبرگہ کا تھا جو ورنگل سے مغرب سے ایک سو پچاس میل پر تھا اور وجیانگر سے شمال میں ڈیڑھ سو میل تھا۔ تحفۃ السلاطین و سراج التاریخ و حسن نامہ دکنی میں حسن کو سلطان جمن شاہ ایران کی نسل میں بتا دیا ہے۔ اور شجرہ بھی بنا دیا ہے۔ یہی وجہ تسمیہ بہمنی ہونے کی بیان کی۔

فرشتہ نے اس کے خاندان کے لئے جو تشی برہمن کی کہانی بنائی ہے جو دل لگی سے خالی نہیں مگر شیخ سے خالی معلوم ہوتی ہے۔ اب ان دونوں باتوں میں فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ شعرا اور مورخین نے خوشامد گوئی سے حسن کے سلسلہ نسب کو شاہان کیاں تک پہنچایا یا فرشتہ نے اسکو ایک کہانی بنا کے ایک برہمن کا مزدور بنایا۔

سلطنت محمد شاہ بن سلطان علاء الدین حسن

سلطان محمد شاہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ وہ عقل و شجاعت و سخاوت سے اتصاف رکھتا تھا اس نے بادشاہ ہو کر اسباب تجمل و آلات شوکت پادشاہی میں اعلیٰ درجہ کی سعی کی تو اپنی و سپاہیوں کو بڑھایا اس کے اسلحہ خاص کو دو سو آدمی اٹھاتے تھے

اور اسلحہ دار کہلاتے تھے۔ یہ جو امان خاصہ چار ہزار تھے ان کا نام خاصہ خیل تھا ملکت کے ہر طرف دار کے خطاب یہ مقرر کئے۔ دولت آباد کے طرفدار کا خطاب مسند عالی اور برار کے طرفدار کا خطاب مجلس عالی اور بیدر و تلنگ کے طرفدار کا خطاب اعظم ہمایوں اور حسن آباد گلبرگہ اور بیجاپور کے طرفدار کو جو منصب وکالت رکھتا تھا ملک نائب اور تمیع ممالک محروسہ کے سپہ سالار اور امیر الامرا کا خطاب عنایت کیا۔ بلاد دکن میں یہ خطاب مدتوں تک جاری رہے جمعہ کے سوائے شب و روز وہ باپ کے تخت نقرہ پر وسط ایوان میں پہروں بیٹھتا تھا اور تعظیماً پہلے باپ کے تخت کو سجدہ کرتا کمال شوکت و صلابت سے دربار عام کرتا۔ اور لوازم جہانبانی میں مشغول ہوتا۔ جب ظہر کی اذان موذن دیتا تو وہ تخت سے اٹھ جاتا اور مجلس ختم ہو جاتی۔ طبیعت اسکی شیر تھی وہ تخت پدر کے سجدے جو نقرئی تھا دلگیر ہوتا۔ رائے تلنگ نے ایک سونے کا تخت شاہ دہلی کے لئے بنوایا تھا وہ اس نے محمد شاہ کو دیدیا اس خاندان میں یہ تخت سو برس تک رہا اور تخت فیروزہ کے نام سے سارے دکن میں مشہور تھا اسکی پوشش فیروزہ رنگ کی تھی اس لئے فیروزہ اسکا نام ہوا۔ وہ آبنوس اور سونے کا بنا ہوا تھا۔ ہر سلطان اپنی تخت نشینی میں اس کو جواہر سے مرصع کرتا۔ وہ تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا جب وہ آخر کو شکستہ ہوا تو چار کروڑ روپیہ اسکی قیمت کا تخمینہ ہوا۔ محمد شاہ نے دربار عام میں اسے بچھوایا اور باپ کے تخت کو کونے میں لگا کے رکھ دیا۔ کوئی امیر اسکے سامنے بیٹھنے نہیں پاتا تھا سلطان فیروز شاہ کے عہد میں یہ تخت مدینہ بھوایا گیا جہاں وہ ٹکڑے ہو کر سادات میں تقسیم ہوا۔

اسنے حکم دیا کہ زر پر سکہ لگائیں اور ہر روز پانچ وقعہ نوبت بجائیں دربار عام کے وقت سب آدمی زانو زدہ سر زمین پر رکھیں۔ بادشاہ بہمنیہ کے انقراض کے بعد دکن میں بادشاہوں کے چند فرقے صاحب خطبہ و سکہ ہوئے مگر اصلا کسی نے زر پر سکہ نہیں لگایا اس بادشاہ کے سونے کے سکے چار طرح کے تھے دو تولے سے چند ماشہ تک ان کا وزن تھا۔ ایکطرف کلمہ طیبہ شہادت اور چار یاروں کا نام تھا اور دوسری طرف

بادشاہ عصر کا نام اور تاریخ وقت ارتسام۔ رایان وجیانگر (بیجانگر) و تلنگ کی تحریک سے ہندو عمراف تعصب کے سبب سے سکہ زر محمد شاہی کو کہ لے غل و غش تھا گلا دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ وجیانگر تلنگ کے زر مسکوک دکن میں رائج ہیں۔ جب محمد شاہ کو اسکی اطلاع ہوئی تو اسنے چند دفعہ عمرانوں کو تنبیہ کی مگر انہوں نے نہ مانا اس نے عمرانوں کو قتل کر ڈالا۔ مگر اسپر بھی مسلمانوں کے سونے کے سکوں کا رواج دکن میں ہمیشہ نہیں رہا بلکہ ہندو بنئے سکے جن کے نام ہون اور پرتاب تھے جاری رہے۔ غرض زر مسکوک پر دکن میں ہندو اور مسلمان فرمانروایوں کے درمیان بڑے جھگڑے رہتے ایک دوسرے کے سکوں کو گلاتا اور اپنے سکے جاتا۔ محمد شاہ کو ترویج شریعت محمدی کا بڑا خیال تھا۔ اس نے ہندوں کے زر مسکوک کو اپنی مملکت سے خارج کر دیا۔ رائے وجیانگر اور تلنگ اسکو صاحب جاہ جانکر مخالف ہوئے۔ ایک فرقہ امرائے اسلام کا مکہ معظمہ کو نقود و خزانہ بھیجنے سے ناراض تھا۔ اس خزانہ بھیجنے کی حکایت یوں بیان کیجاتی ہے۔

مکہ معظمہ خزانہ بھیجنا

جب سلطان علاء الدین مرگیا تو محمد شاہ ہر شب جمعہ کو اسکی قبر پر جاتا اور ہمیشہ باپ کی تربت پر دو سو آدمیوں سے قرآن پڑھواتا۔ ملکہ جہاں والدہ سلطان محمد شاہ نے اپنے تمام نقود و جواہر و زر خاصہ اپنے شوہر کی روح کی ترویج میں صرف کر دیے۔ ایکسال بعد وہ حج کو روانہ ہوئی تو محمد شاہ نے چاہا کہ باپ نے جو مصلحت دنیوی کے لئے خزانے جمع کئے تھے اونکو ملکہ جہاں کے ہمراہ اماکن شریفہ کو بھیجے کہ روح پدر کی ترویج کے لئے وہ فقراء اور مساکین میں خیرات کرے خزانچی نے حسب الحکم صندوق طلا و نقرہ سے بھرے ہوئے حاضر کئے وہ تولے گئے تو دیگی وزن سے چار سو من سونا اور سات سو من چاندی وزن میں ہوا۔ بعض امراء اور ارباب حل و عقد نے معروض کیا کہ پادشاہ دہلی فیروز شاہ بارہ بک جیسا اس مملکت کی انتزاع کے فکر میں لگ رہا ہے اور پادشاہوں کو مصالح

لشکر و حفظ مملکت کے لئے سوائے خزانوں کے موجود رکھنے کے چارہ نہیں ہے اسلئے صلاح دولت یہ ہے کہ بقدر کفاف روپیہ ملکہ جہاں کو دیا جائے اور باقی پھر خزانہ میں داخل کیا جائے کہ امور بادشاہی میں کام آئے۔ ملک سیف الدین نے یہ کہا کہ جو کچھ ارکان دولت نے عرض کیا حق و صدق ہے۔ بادشاہ کے لئے مال اور خزانہ رکھنا ضرور ہے مگر جو نقود کہ اس نیت سے خزانہ سے نکالے گئے ہیں کہ راہ خدا میں خرچ ہوں مناسب نہیں ہے کہ وہ پھر خزانہ میں داخل ہوں محمد شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو بے مال و مملکت کے ایسی بادشاہی کرامت فرمائی اگر وہ چاہے گا تو میرے بھی خزانے بغیر نگہبانی کرے گا ملکہ جہاں کو ان خزانوں کے ساتھ روانہ کیا اور جب وہ واپس آئے تو خوشی کے مارے ایک بڑا جشن کیا۔ ۷۳۵ھ میں جب ملکہ جہاں کا انتقال ہوا شوہر کے پہلو میں اوس نے آرام کیا۔ جو فرقہ اس روپیہ کے بھیجنے سے ناراض ہوا تھا اس نے رائے وجیانگر اور رائے تلنگ کو اپنے اتفاق سے تقویت دی اور محمد شاہ کے مخالفت پر ترغیب و تحریص کی بعض امرائے کبار ان رایوں سے باطنا ہمزبان ہوئے۔ رائے وجیانگر نے محمد شاہ پاس آدمی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ قدیم الایام سے قلعہ رایچور دوآب مع مضافات کے کنار آب کرشنا تک وجیانگر کے رایوں کے ماتحت رہے ہیں اگر آپ کو ہماری ہمسائگی کی اور اپنی بقاء شاہی کی آرزو ہو تو دوستی کے ساتھ آب کرشنا کے کنارہ تک قلاع و پرگنات مجھے دیدیجئے تاکہ تمہارے ممالک شاہان دہلی کے صدمات سے اور میرے عساکر کی نہیب کی آسیب سے محفوظ رہیں۔ ایسی ہی رائے تلنگ نے الجیو کو وارنگل بھنی میں بھیجا کہ میرا بیٹا ونایک راؤ (ناک دیو) مجھ سے سرکش ہو رہا ہے اور قلعہ کولاس (یہ قلعہ سلطان علاء الدین کو پیش کش میں رائے تلنگ نے دیا تھا) کے اور اسکے مضافات کے استرداد میں عازم جازم ہے۔ اب صلاح دولت اسی میں ہے کہ جنگ بغیر اس مال کو مجھے دیدیں۔ تاکہ میں آپ کے ساتھ موافقت میں راسخ دم اور ثابت قدم ہو کر آپ کے دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن رہوں۔ محمد شاہ نے

دانائی اور عاقلی کے ساتھ ان ایلچیوں کی تعظیم تکریم کی اور ڈیڑھ سال تک ان کو یہاں ہی لیت ولعل میں لگائے رکھا اور ملک سیف الدین غوری کی صلاح سے مکاتیب محبت اساس مرقوم کرکے سخندان ایلچیوں کے وجیانگر و تلنگ کو روانہ کئے اور اس عرصہ میں جن امیروں سے وہ متوہم تھا اور مخالفت کا گمان رکھتا تھا متواصل کیا اور ان کی جاگیر میں مقرر کیا۔ غرض ہندوؤں کو بھلاوے میں رکھکر اپنے تئیں سب طرح سے قوی کیا اور بار عام کیا اور ایک پرشوکت وجلالت مجلس آراستہ کی اور وجیانگر و تلنگ کے ایلچیوں کو نہایت قہر وغضب و نہایت استیلا وتسلط سے کہا کہ ایک مدت سے تخت دکن میرے قدموں سے رونق پا رہا ہے میرا اقبال بلند ہو رہا ہے اب تک اوان کے راجوں نے پیش کش وہدیے نہیں بھیجے ہیں اون کو چاہیے کہ ان کی سرکار میں جتنے کارآمد ہاتھی ہوں اون کی پیٹھوں پر زر وجواہر وکل اسقعہ واقمشہ لادکر جلد میری درگاہ میں بھیجدیں اس لئے کہ خزانہ عامرہ کے نقود وکل مخطہ و مدینہ منورہ میں صرف ہوگئے ہیں روپیہ کی ضرورت بہت ہے۔

جب ایلچیوں نے سلطان محمد شاہ کے پیغام اپنے حاکموں کو لکھ بھیجے تو رائے تلنگ نے اپنے بڑے بیٹے ناگ دیو اور نائک ارم کو ورنگل سے بہت سپاہ کے ساتھ کولاس میں بھیجا اسکی مدد کے لئے رائے وجیانگر نے بیس ہزار سوار و پیادے بھیجے۔ سلطان محمد شاہ نے بہادر خاں ولد اسماعیل فتح کو سپہ سالار کیا اور اعظم ہمایوں وصفدر خاں ستانی کو لشکر بیدر وبرار کے ساتھ اس کے ہمراہ کیا۔ بہادر خاں لشکر لیکر مخالف کے مقابل آیا طرفین میں جنگ عظیم ہوئی بہادر خاں کو فتح ہوئی اور اس نے ورنگل تک تعاقب کیا اور وہاں کے قلعے سے ایک لاکھ ہون اور پچیس قوی ہیکل ہاتھی اور نفیس تحفے لیکر گلبرگہ میں چلا آیا۔ سنہ ۷۳۸ میں سلطان محمد شاہ کرسی پر بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ سوداگروں نے گھوڑے دکھائے جن میں کوئی گھوڑا اسکی سرکار و سواری کے لایق نہیں تھا تو اسنے سوداگروں سے کہا کہ تمہارے گھوڑے پادشاہوں کی سواری کے لایق و قابل نہیں ہیں تم کو سزا دوں

گا یہ کہکر ملک بیدر کو ایسے گھوڑے بادشاہوں کو دکھاؤ سوداگروں نے عرض کیا کہ بندگان بادشاہی کے لئے نہایت عمدہ گھوڑے لائے تھے مگر ناگ دیو والی ویلم پٹن نے خواہ تخواہ عمدہ گھوڑے چھین لئے ہر چند ہم نے اس سے کہا کہ ہم یہ گھوڑے محمد شاہ بہمنی کے لئے لائے ہیں مگر اس نے ایک نہ سنی سلطان محمد شاہ پہلے ہی سے ناگ دیو کے اوضاع ناملائم سے آزردہ خاطر تھا اور اب اور زیادہ کدورت اس کی بڑھ گئی اور ناگ دیو کے استیصال کے درپے ہوا۔ ایک ہزار سوار کے ساتھ نوامی ویلم پٹن میں آگیا افغانوں کی ایک جماعت کو ان سوداگروں کا لباس پہنایا جن کا مال لٹا تھا دروازہ پر پہنچکر شہر میں داخل ہوئے دروازوں کے محافظ ان کے پاس ہتھیار دیکھکر ان کا حال دریافت کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ مال اسباب سارا ہمارا لٹ گیا ہے ہم حاکم شہر سے فریاد کرنے آئے ہیں غرض یہاں یہ حیلے وبہانے ہو رہے تھے کہ محمد شاہ ایک ہزار سوار لے کر جا پہنچا اور اس نے شہر کے دروازہ کے بند کرنیکی مخالفوں کو فرصت نہ دی اور محافظوں کو قتل کر ڈالا اور سلطان سیدھا ارک پر پہنچا۔ ناگ دیو کو اس فتح سلطان کے آنے کا سان گمان بھی نہ تھا ایک باغ میں عیش وعشرت اڑا رہا تھا کہ ناگہانی یہ حادثہ پیش آیا وہ ہزار خرابی ارک میں گیا۔ سلطان نے حصار کا محاصرہ کیا۔ توپ وتلنگ وکل آلات حصار داری سے حصار ماری تھا۔ غرض ناگ دیو سے کچھ نہ بن پڑا۔ ناچار وہ بھاگا مگر دستگیر ہوا۔ محمد شاہ کے ساتھ گفتار ناہموار کی اسنے زبان اس کی گدی کی طرف سے نکلوا کر منجنیق میں رکھوا کر جلتی آگ میں پھکوایا۔ اور خاکستر بنایا۔ پندرہ روز تک جشن آراستہ کیا اور اس عرصہ میں اہل شہر سے بہت روپیہ وصول کرکے اپنے گلبرگہ کو واپس آیا۔ جب اہل تلنگ کو خبر ہوئی تو انہوں نے ورنگل کی طرف ہجوم کرکے سلطان محمد شاہ کے لشکر کو آگے پیچھے گھیر لیا۔ محمد شاہ نے لشکر کو حکم دیا کہ سوا زر وجواہر کے کچھ اور نہ لیں اور خیمہ واسباب کو چھوڑ دیں گھوڑوں کے ساتھ جو بارکش استر وگائے نہ چل سکیں ان کو صحرا میں چھوڑ دیں اور

صبح سے سہ پہر تک روز سفر کریں اور جس قریہ میں پہنچے وہاں سے بقدر کفایت آذوقہ وعلف لیکر صرف کریں اور رات کو صحرا میں اتریں اور گھوڑوں سے زین نہ اوتاریں اور ہر جماعت ہر رات کو باری باری سے ہشیاری و بیداری میں قیام کرے باوجود اس حال کے سلطان کے چار ہزار سواروں میں سے پندرہ سو سوار سلامت اپنے مکان منازل پر پہنچے۔ کئی دفعہ تلنگوں اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی مگر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ لڑائی میں ایک دفعہ سلطان محمد کے بازو پر ایک گولی لگی مگر کارگر نہ ہوئی۔

۷۳۷ھ میں رائے تلنگ شکست سابق اور فرزند کے کشتہ ہونے سے غمزدہ ہوا اور دہلی کے بادشاہ ملک فیروز شاہ بارہک کو عرائض بھیجیں محمد شاہ کے مخبروں نے دہلی سے نوشتے بھیجکر یہ اس کو اطلاع دی کہ رائے ورنگل نے عرائض بادشاہ دہلی کے پاس اس مضمون کے بھیجے ہیں کہ بندہ جاوہ اطاعت پر شایت قدیم اور راسخ دم ہے اگر امراء مالوہ اور گجرات کے نام فرمان صادر ہو کہ وہ ملک دکن کو تسخیر کریں تو میں بھی رائے وجیانگر کو اپنے ساتھ متفق کرکے خدمت و جان سپاری کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے بندگی اور دولتخواہی میں کوئی تقصیر نہیں ہوگی اور تھوڑی مدت میں اس خطہ کو مخالفان وقت سے لے کر تحف و پیش کش چندین سالہ کے ساتھ حضور کی پائبوس سے مشرف ہونگا۔ مگر اس سبب سے کہ یہ امر مشہور ہو گیا تھا کہ دکن پر لشکر کشی شاہان دہلی کو مبارک نہیں ہے۔ ان عرائض کے جواب پر فیروز شاہ نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اس زمانہ کے دکن کے مشرق میں تلنگ نے اور جنوب میں وجیانگر کے راے روبہ تھے کہ بجنے دہلی کی سلطنت کے جوئے سے کندھا اس لئے نکالا تھا کہ دشمنوں کو اپنے دروازہ پر زور آور کریں۔

محمد شاہ نے مملکت تلنگ کے تسخیر کے ارادہ سے اپنے امراء کو مع لشکر بلایا اور کولاس میں گیا اس اثناء میں رائے وجیانگر مر گیا۔ اس کا بیٹا کرشن راؤ جانشین ہوا رائے تلنگ اسکی کمک سے مایوس ہوا۔ غرض اس نے مسلمانوں کا استیلا ایسا دیکھا

کہ بہت منت سماجت کرکے ان شرائط پر صلح کی تین سو ہاتھی اور تیرہ لاکھ ہون اور دو سو گھوڑے محمد شاہ پاس بھیجے اور بلدہ گلکنڈہ کو مع مضافات کے پیش کش میں دیدیا

بادشاہ نے اس فتح کے بعد چالیس روز تک عیش و عشرت کے جشن کئے اور اپنے بیٹے مجاہد شاہ کی شادی بہادر خاں ولد اسمٰعیل فتح کی بیٹی سے کی ان عیش و نشاط کی مجلس میں تین سو قوال دہلی سے آئے تھے وہ حضرت امیر خسرو کے اشعار بادشاہ وقت کی تعریف میں گاتے تھے ان اشعار اور شراب سے محمد شاہ ایسا مست ہوا کہ ایک فرمان وجیانگر کے حاکم کے نام لکھوا کر بھیجا کہ ان تین سو قوالوں کو وظیفہ وہ دیا کرے وجیانگر کا راجہ کرشن راؤ نہایت مغرور و شجاع تھا وہ اس بات سے نہایت آشفتہ ہوا۔ اسنے جو شخص قوالوں کے وظیفہ کی برات لایا تھا گدھے پر سوار کرا کے وجیانگر کے تمام محلوں میں پھرایا اور نکالدیا اور لشکر کے حاضر ہونیکا حکم دیا اور شاہان بھنیہ کے ممالک کی تسخیر کے لئے تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے اور تین ہزار فیل لیکر دکن کی سرحد پر متوجہ ہوا اور دریائے تم بدرا سے عبور کیا کہ مدکل اور رائے چور قلعوں کو تسخیر کرے اور تاخت و تاراج کے لئے آدمی بھیجے برسات کا موسم آگیا تھا اور دریائے کشنا (کرشنا) چڑھاؤ پر تھا۔ کرشن راؤ خاطر جمع سے حصار مدکل کے نیچے آیا سرحدوں کے قلعے اکثر مشرقی بادشاہوں میں جنگ کے سبب ہوتے ہیں یہ قلعے جن بادشاہوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں ان کا تسلط و استیلا اوروں پر زیادہ ہو جاتا ہے اور انکی بدولت وہ اوروں کے خراج وصول کرتے ہیں۔ وجیانگر کی طرف سرحدی قلعے مدکل اور رائے چور تھے وہ دریائے کرشنا اور دریائے تم بدرا کے درمیان واقع تھے اسکو رائے چور دوآب کہتے ہیں یہ دوآب مع قلعوں مدکل اور رائے چور کے بھنیہ بادشاہوں اور وجیانگر کے رایوں کے درمیان مبدء فساد رہا ایسے ہی تلنگ کی طرف قلعہ گلکنڈہ تھا جو حیدرآباد کے نزدیک ہے محمد شاہ نے اس کو اہل تلنگ پر اپنا خوف جمانے کے لئے تسخیر کر لیا تھا قلعہ گیری کے لوازم میں اسقدر سعی و کوشش کی کہ طاقت بشری میں نہیں سماتی تھی۔ قلعہ میں آٹھ سو مسلمان تھے قلعہ کو رائے وجیانگر نے فتح کر لیا مسلمانوں کو زن و فرزند سمیت مار ڈالا۔ ایک مسلمان اتفاق سے بچ رہا اس نے محمد شاہ

پاس آکر سارا حال سنایا تو اُسنے اس بیچارہ کو بھی مار ڈالا اور کہنے لگا کہ جس شخص نے آدمیوں کا
مرنا دیکھا ہو اُس کو دیکھنا نہیں چاہئے۔ ۸۳۸ھ میں محمد شاہ نے بھی انتقام لینے کا ارادہ کیا
گلبرگہ کی مسجد میں قرآن پر قسم کھائی کہ ان آٹھ سو مسلمانوں کی عوض میں جب تک لاکھ ہندو
قتل نہیں کرونگا شمشیر جہاد کو نیام میں نہیں کرونگا تو ہزار سوار لیکر وہ دریا سے کرشنا پار
گیا اور رائے وجیانگر کے تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے تھے محمد شاہ دریائے کرشنا کے پار گیا
اور بیج کو رائے کے لشکر گاہ پر پہنچا۔ مشرقی ملکوں میں لڑائیاں پہلے ایسی ہی ہوتی تھیں
جیسے وحشی جانوروں میں ہوتی ہیں۔ جب وہ کرشن رائے کے لشکر کے روبرو آیا تو اسکے آدمیوں
کو سوار فرار کے اپنی سلامتی دیکھتی تھی سلطان جہاں رائے کا لشکر پہنچتا تھا وہاں
جاتا تھا اور خوب غارت اور قتل کرتا تھا اس نے ستر ہزار عورتیں و مرد و جوان و
پیر و بندہ و آزاد قتل کرڈالے تحفۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ دو ہزار ہاتھی تین لاکھ
توپ و ضرب زن و سات سو گھوڑے عربی اور ایک مرصع سنگاسن سرکار شاہی میں
داخل ہوئے۔ باقی تمام پر امرا اور لشکری متصرف ہوئے۔ سلطان محمد شاہ نے
اس فتح کو اور فتوحات کا مقدمہ جانا برسات کا موسم قلعہ مدکل میں بسر کیا جب
خان محمد مع لشکر دولت آباد محمد شاہ سے مل گیا تو ایک جمعیت عظیم اس پاس ہوگئی اور
دشمنوں کے قتل کے لئے قلعہ ادونی کی طرف روانہ ہوا۔ رائے کشن راؤ نے دریا تم بدرا
عبور کیا اور ادونی قلعہ کے باہر اترا اور یہاں اپنے بہانجے کو حاکم مقرر کرکے اپنی ولایت
کے رستہ میں گیا اور اطراف و جوانب سے لشکر جمع کیا۔ اور وجیانگر سے خزانہ و ہاتھی اور
اثاثۂ شاہی طلب کیا محمد شاہ نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ نہیں کیا اور توپ ضرب زن
سب طرف سے جمع کئے۔ کارخانہ آتشباری پر بڑا عبور کیا اب تک دکن کے اندر اس کا
رواج مسلمانوں میں تھا۔ ایک توپ خانۂ بزرگ مرتب ہوا مقرب خان سیستانی
اور تمام رومیوں اور فرنگیوں کو جو بادشاہ کے ملازم تھے اس کا اہتمام سپرد ہوا
یہ مشہور تھا کہ اس ملک کے آدمی چوروں کی طرح لشکر میں آکر گھوڑوں اور آدمیوں

ضائع کرتے ہیں اسلئے یہ تجویز ہوئی کہ وجیانگر کے ہاتھی گلبرگہ کو بھیجدیئے جائیں اور سپاہی
اسباب ضروری ہمراہ رکھیں اور باقی سب بھیجدیں اور طناب طناب اُتریں اور توپخانے کے
لدواوں کا زنجیر و بناکے ہوشیاری اور بیداری کے لوازم بجالائیں بادشاہ تم بدرہ
سے اترا اور ولایت وجیانگر میں داخل ہوا۔ کشن راؤ نے بھوج رائے مل کو پیشدار مقرر
کیا جس نے گھنٹہ میں آنکر کشن راؤ سے کہا کہ اگر ارشاد ہو تو مسلمانوں کے بادشاہ کو زندہ گرفتار
کرکے خدمت میں لاؤں یا اوسکے سر کو تلوار سے کاٹ کر پیش کروں کشن رائے نے کہا کہ
ہر حال میں دشمن کا زندہ رکھنا منظور نہیں اسکا مرنا سب حال میں بہتر و خوشتر ہے بھوج مل نے
لشکر کو دلاسا دیا اور چالیس ہزار اور پانچ لاکھ پیادے لیکر بادشاہ سے لڑنے آیا اور حکم
دیا کہ امرا اپنی مجلس میں حکم دیں کہ پنڈت کتابوں کو پڑھ کر خلایق کو مسلمانوں کے مارنیکا ثواب
بتلائیں اور ان کو مسلمانوں کے یہ اعمال بتلاکر اس سے لڑنیکی ترغیب و تحریص دیں کہ گائے کو
قتل اور اصنام کی ہتک کرتے ہیں اور بتخانوں کو ڈھاتے ہیں اور ہندوؤں کو قتل کرتے
ہیں۔ بادشاہ پاس پندرہ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے تھے جنمیں سے دس ہزار سوار
اور بیس ہزار پیادے اور سارے آتش بازی کے کارخانے لڑنے کو گئے ۱۴۔ ذیقعدہ کو
بیچ سے پہر تک خوب جوش و خروش سے لڑائی ہوئی اور توپ خانہ نے مسلمانوں کو
شکست سے بچایا۔ تفنگ و توپ کی ضربوں سے ہندوؤں کے لشکر کو متزلزل کیا اور ایسے
قریب دونوں لشکر آگئے کہ شمشیر و خنجر سے لڑائی ہوئی۔ بھوج مل رائے زخمی ہوکر بھاگا
ہندوؤں کو شکست ہوئی مسلمانوں نے قتل کا بازار ایسا گرم کیا کہ عورتوں اور دودھ
پیتے بچوں کو بھی نہ چھوڑا۔ محمد شاہ تو ہندوؤں کے قتل کی قسم کھائے ہوئے تھا کہ
دو تین مہینے تک کشن راؤ کے لشکر کے پیچھے پڑا پھرا اور اس کو قتل کیا۔ آخر کو کشن راؤ بھاگ کر
وجیانگر میں چلا گیا اور نو ہزار پیادے مداخل مخارج کے بند کرنے کے لئے مقرر کئے محمد شاہ
نے وجیانگر کے نواح میں خیمے ڈیرے ڈالے اور ہر روز شہر کے گرد جنگ ہونے
لگی رات کو لشکر میں دشمن آن کر گالیاں دے جاتے تھے شہر کا تسخیر ہونا بڑا مشکل تھا

اسکے تین طرف فصیل تھی جسمیں سخت پتھر بہت بڑے بڑے لگے ہوئے تھے اور بیچ بارہ سے لے ہوئے۔ اور چوتھی طرف دریائے تم بدرا تھا جو ایسے جوش و خروش سے تیز بہتا تھا جسمیں عبور دشوار تھا۔ مطلع السعدین میں لکھا ہے کہ وجیانگر ایک مدور شہر تھا اسکے گرد سات فصیلیں مدور بہم مرکز تھیں اور باہر کی فصیل کے باہر ایک میدان پچاس گز کا تھا جسمیں پتھر پاس پاس گڑے ہوئے تھے۔ آدھے زمین میں دبے ہوئے اور آدھے باہر کہ سوار اور پیادے بہت مشکل سے باہر کی دیوار تک جا سکتے تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ایک مدت تک کوشش کی کہ اس بلدہ کے اندر داخل ہو مگر کسی حیل سے میسر نہ ہوئی تو وہ حیلہ گری کو کام میں لایا کہ اپنے تئیں بیمار بنایا اور کوچ کا نقارہ بجوایا کشن رائے مسلمانوں کے قتل کے قصدسے اور ہندوؤں کے خون کی تلافی لینے کے لئے دار الملک وجیانگر سے نکلا۔ اور مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے پڑا۔ راتوں کو ہندو ارابوں کے کنارہ پر آکر کہتے کہ تمہارا پادشاہ مردہ ہے ہمارے برہمنوں کی دعا مستجاب ہوئی۔ تم میں سے ایک آدمی کو ہم زندہ نہ چھوڑینگے۔ پادشاہ کوچ کے وقت سنگاسن میں سو کر چادر سر پر ڈالتا تو اہل اردو کو پادشاہ کی زندگی پر بدگمانی اور شک ہوتا اور وہ مضطرب ہوتے خان محمود مقرب خاں جو رازدار تھے خلایق کی دلدہی کرتے اور کوچ پر کوچ کرتے۔ محمد شاہ کی تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی کشن رائے و ارکان دولت اسکے اپنے دشمنوں کا حال نہایت زبون سمجھ کر ساری رات شراب پیتے اور ناچ دیکھتے کہ ناگاہ سلطان نے ان پر شب خون مارا دشمن کے ہوش اڑے وہ بھاگا دس ہزار ان میں سے مارے گئے اور کشن رائے وجیانگر کو بھاگا وجیانگر سے تیس چالیس کروہ پر جہاں مسلمان آبادی کا نام سنتے وہاں غارت کرتے دوڑے جاتے وجیانگر کے معتبروں اور نامداروں نے جب یہ حال دیکھا تو انہوں نے کشن رائے پر سرزنش و ملامت کی اور کہا کہ تیری حکمرانی ہمارے لئے شوم ہے دیوتا تجھ سے خفا ہوئے۔ ہمارا مال اور ناموس برباد گیا دس ہزار برہمنوں کے قریب قتل ہوئے بت کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ کشن رائے نے کہا کہ میں نے کوئی کام ایمان ملک کے

بے مشورہ نہیں کیا۔ اپنی قسمت پر اختیار نہیں رکھتا۔ اب جو کہو سو کروں۔ انہوں نے اسے یہ سمجھایا کہ تیرے باپ نے مسلمانوں سے لڑائی چھوڑ کر سلطان علاء الدین سے صلح کی تھی تو بھی مسلمانوں سے صلح کرے۔ کشن رائے نے یہ رائے پسند کی۔ محمد شاہ سے صلح کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے کشن رائے سے تو ابوں کے وظیفہ کا دینا قبول کرایا اور صلح کر لی اور ایلچیوں نے اسے ادا کر دیا۔ سلطان محمد شاہ نے کہا کہ جو بات میری زبان سے نکلی تھی میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ لغو و ضائع ہو کر صفحۂ روزگار پر رہے الحمد للہ کہ جو کچھ کہا تھا اوس کو کر کے چھوڑا مشرقی بادشاہوں کی یہ ادائیں ہوتی ہیں کہ اپنی ایک بیہودہ بات کے پورا کرنے کے لئے ہزاروں جانوں کے جانے کا خیال نہیں کرتے۔ جب ایلچیوں نے بادشاہ کو خوش وقت دیکھا تو کہا کہ ہم اس وقت بادشاہ کو بغایت مشفق و مہربان دیکھتے ہیں اگر حکم عالی ہو تو اخلاص کی راہ سے دو کلمے عرض کریں ان کو اجازت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کسی دین میں روا نہیں ہے کہ کسی گناہگار کی عوض میں کوئی بے گناہ مارا جائے خصوصاً عورتیں اور بچے۔ اگر کشن رائے نے قلعہ مدکل میں مسلمانوں کے ساتھ یہ بیراہی کی ہو مگر اس میں فقیر اور مساکین کا کیا گناہ ہے۔ سلطان محمد شاہ نے کہا کہ قلم تقدیر یوں ہی چلی تھی اس میں میرا کچھ اختیار نہیں تھا۔ ایلچیوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے ممالک دکن کا خلاصہ آپ کو عنایت کیا ہے اور ممالک کرناٹک کشن رائے کو جو آپ کی مملکت کے ہمسایہ میں واقع ہیں تعین ہے کہ آپ کو اور آپ کی اولاد کو برسوں تک اس سرزمین کے ساتھ ہمسائگی رہیگی۔ دنیا داروں کو شاید پھر اس طرح کے قضایا واقع ہوں تو خلایق کا حال کیا ہوگا۔ خیر اندیشی و رعایا کی صلاح حال اس کا اقتضا کرتی ہے کہ فقرا اور مساکین کے قتل کا طریقہ موقوف کیا جائے۔ سلطان محمد شاہ اس کہنے سے متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے بعد فتح اودھر کہ گذاری کے کسی کو قتل نہ کرونگا اور بعد میرے میرے فرزند بھی اسی شیوہ پر عمل کریں گے۔ اس تاریخ سے دکن میں یہ دستور ہو گیا کہ جنگ کے بعد جو زندہ گرفتار ہوتا وہ قتل نہیں ہوتا۔ اور بے سبب رعایا و ضعفا کا قتل عام نہیں ہوتا

محمد شاہ نے گلبرگہ کو مراجعت کی۔ پانچ روز بستر راحت پر استراحت فرمائی تھی کہ وہ دولت آباد
محمود اذ ہوا۔ اُسنے اپنے تئیں بیمار بنایا تھا اس لئے اُس کے مرنے کی خبر مشتہر ہو گئی تھی
جس سے جابجا فساد کھڑے ہو گئے تھے۔ دولت آباد لشکر و اسباب سے خالی تھا۔ بہرام خاں
باشندہ ارانی جسکو سلطان علاء الدین نے دیوانا بنایا تھا۔ کونبہ دیو مرہٹہ سردار پانگان کے
خواہ اُسنے علم مخالفت بلند کیا۔ سیرا کے بعض امرا نے بھی اسکے ساتھ اتفاق کیا راجہ بھیم
نے بھی اسکو امداد کی امید دلائی۔ ان مقدمات خام پر بہرام خاں مغرور ہوا۔ پرگنات
ولایت مرہٹہ کا چند سال کا خراج جو سلطان محمد شاہ کے حکم سے دولت آباد میں رکھا گیا تھا
اس پر وہ متصرف ہوا۔ خیل و حشم میں اشتغال کیا اور اکثر بلاد و پرگنات مرہٹہ کو تحت تصرف
میں لایا اور اپنے اعوان و انصار میں اس کو تقسیم کیا۔ بارہ ہزار سوار اور پیادے جمع
کر لئے۔ سلطان محمد شاہ نے اس خبر کو سنکر بہرام خاں کو لکھا کہ تو اپنی ان حرکات
سے باز آ۔ ابتک جو کچھ تو نے قصور ... کیا ہے میں اُسے معاف کرتا ہوں۔ بہرام خاں نے
کونبہ دیو سے اس امر میں مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ سلطان محمد شاہ تمام و غیورہے ہے تو
اعمال ناشائستہ کئے ہیں۔ ان سے ہم کو کسی وجہ سے امین نہیں ہونا چاہئے جس وقت
کہ قلعہ دولت آباد پر ہم متصرف ہوں۔ اور راجہ بگلانہ اور برار کے بعض امرا معتبر
ہمارے ساتھ ہوں تو صلاح یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مہم سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ بلکہ
اتمام کو پہنچائیں۔ غرض اُس نے پادشاہ کی نصیحت نہ سنی۔ پہلے سے زیادہ مقابلہ و
مقاتلہ پر مستعد ہوا۔ جب محمد شاہ نے مسند عالی خان محمد کو اپنے سے پہلے اس طرف بھیجا
اور خود شکار کرتا ہوا اس طرف متوجہ ہوا قصبہ پٹن کے حوالی میں بہرام خاں و
کونبہ دیو اور بعض متعلقین راجہ بگلانہ محمد خاں کے مدافعت کے لئے آئے۔ بادشاہ بھی جب
قصبہ پٹن سے چار کروہ پر آیا تو راجہ بگلانہ مع متعلقین فرار ہوا اور مخالفین سے ترک موالفت
کی۔ بہرام خاں و کونبہ دیو بھی بغیر قتال و جدال کے دولت آباد کے قلعہ میں بھاگ گئے
خاں محمد دولت آباد سے دو کروہ پر پہنچا اور محاصرہ کے فکر میں لگا تو بہرام خاں نے

کونبہ دیو خواب مستی سے بیدار ہوئے۔ اور رات کو تغیر لباس کر کے شیخ زین الدین پاس آئے
اس شیخ نے انکو صلاح بتائی کہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑ کر گجرات چلے جاؤ
ہی میں تمہاری خیر ہے اونہوں نے یہی کیا۔ محمد شاہ جب اس امر سے آگاہ ہوا تو سرحد
گجرات تک انکے تعاقب میں ایلغار کیا۔ مگر ان کو نہ پکڑ سکا۔ دولت آباد میں آیا۔ دکن کے کل
مشائخ نے حاضرانہ و غائبانہ سلطان محمد شاہ سے بیعت کی تھی۔ مگر شیخ زین الدین نے اس سبب سے
بیعت نہیں کی تھی کہ وہ شراب پیتا تھا اور بعض اور مناہی کا مرتکب ہوتا تھا۔ شاہ نے شیخ کو
حکم بھیجا کہ میری مجلس میں حاضر ہو یا میرے خلافت کی بیعت کا نوشتہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر
بھیجے۔ شیخ نے جواب دیا کہ کسی سبب سے کفار نے ایک دانشمند اور ایک سید اور ایک محتسب کو
گرفتار کیا اور تینوں کو بتخانہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ جو کوئی بت کو سجدہ کرے اس کو جان کی
امان دی جائے اور جو کوئی انکار کرے وہ قتل کیا جائے۔ دانشمند نے آیہ کریمہ پر عمل کر کے
سجدہ کیا اور سید نے بھی دانشمند کا طریقہ اختیار کیا۔ مگر محتسب نے کہا کہ میں ساری عمر اعمال
ناشائستہ میں مشغول رہا ہوں۔ میں عالم ہوں نہ سید کہ ایسا کام کروں مجھے قتل ہونا قبول
ہے اور بت کو سجدہ کرنا منظور نہیں۔ میرا قصہ بھی اس قصہ کے مشابہ ہے کہ میں تیری جفاؤں کا
تحمل ہونگا۔ مگر تیری مجلس میں حاضر نہیں ہونگا نہ تیری خلافت پر بیعت کروں گا۔ محمد شاہ نے
خفا ہو کر شیخ کو شہر بدر کر دیا۔ مگر شیخ کے ساتھ اس سختی کرنے سے پادشاہ شرمندہ ہوا
صدر الشریعت کے ہاتھ یہ مصرعہ لکھ کر بھیجا ع من زآن تو ام تو زآن من باش۔
شیخ نے کہا کہ اگر سلطان محمد شاہ غازی شریعت محمدی کے مراتب و مراسم کا حفظ کرے
تو ممالک محروسہ میں سے شراب خانوں کو دور کرے اور سنت پیغمبر پر عمل کرے اور
خلق کے روبرو شراب نہ پیئے۔ قضات۔ و علما۔ و صدور کو حکم دے کہ امر معروف و
نہی منکر میں کوشش کریں تو زین الدین فقیر سے زیادہ کوئی اس کا دوست نہ ہوگا اور یہ بیت
لکھی ؎ تا من بزیم بجز نکوئی نہ کنم ✣ جز نیک دلی و نیک خوئی نہ کنم۔
آنا کہ بجائے ما بدیہا کردند ✣ تا دست رسد بجز نکوئی نہ کنم

شیخ نے سلطان کو غازی کہا اس سے وہ بہت خوش ہوا اور اسکو اپنے لقب میں لیا۔ وہ کیا اور جب دولت آباد سے گلبرگہ میں گیا تو اُس نے ملک میں شراب فروشی کی دکانیں بند کرادیں اور شریعت کی ترویج میں بڑی کوشش کی۔ پھر شیخ اور بادشاہ کے درمیان خط و کتابت جاری ہوگئی۔ اب امن و امان تھا۔ محمد شاہ نے دکن کے جو مفسد و دزد مشہور تھے انکی بیخ کنی میں کوشش کی اسنے اپنے ملک کے حاکموں کو حکم بھیجا کہ جو رہزن دزد ہو اسکا سر کاٹ کر گلبرگہ بھیجدو گلبرگہ میں سات مہینے میں آٹھ ہزار سروں کا انبار لگا۔

وجیانگر و تلنگ اور سب زمیندارانِ دکن محمد شاہ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے مال مقرری کے ارسال میں کچھ تخلف نہیں کیا۔ سلطان نے لشکر کشی کو موقوف کیا۔

ہر سال اطراف اربعہ میں سے ایک طرف جاتا۔ اور تین چار مہینے شکار میں مصروف رہتا اہل دکن اس بادشاہ کو نعمت عظمیٰ سمجھتے۔ اسکے عہد میں زندگانی عیش و کامرانی سے بسر کرتے ۸۳۳ھ میں موت نے اس کی حیات پر پنجہ مارا۔ سراج التواریخ میں لکھا ہے کہ سرکار محمد شاہی میں جس قدر خزانہ اور فیل جمع ہوئے۔ اس کے بعد شاہانِ جہنیہ میں سے کسی کے پاس نہیں جمع ہوئے اس کی سرکار خاصہ میں سب قسم کے تین ہزار ہاتھی تھے کسی اور بادشاہ کی سرکار میں دو ہزار سے زیادہ نہ ہوئے اور خزانہ بھی اس قدر تھا کہ اور بادشاہوں پاس کبھی اس سے آدھا بھی نہ ہوا۔ بادشاہان دہلی اور شاہان جہنیہ جو اس سے پہلے اور پیچھے ہوئے۔ ان میں سے کسی نے رائے کرناٹک کو ایسا عاجز نہیں کیا جیسا اسنے اول سے آخر تک پانچ لاکھ آدمیوں کو قتل کیا ہوگا۔ اور بلکہ کرناٹک کو ایسا ویران کیا کہ قرنوں میں بھی وہ اپنی اصلی حالت پر نہ آیا۔ اسکی سلطنت ۱۰ سال ۹ ماہ پانچ یوم رہی۔

سلطنت مجاہد شاہ بہمنی

ملک سیف الدین غوری کا دخترزادہ سلطان مجاہد شاہ تھا وہ باپ کے بعد تخت پر بیٹھا وہ قوی ہیکل تھا۔ مناسب اعضا و چہرہ خورشیدی رکھتا تھا اور اپنی تمام اقوام میں مختار تھا۔ زور و تنومندی و جلادت و شجاعت میں بے نظیر تھا۔ ترکی زبان

خوب بولتا تھا۔ ترکون اور فارسی زبانون سے مصاحبت و مجالست رکھتا تھا لڑکپن سے تیر و کمان سے میل رکھتا تھا ہر وقت شمشیر و نیزہ و خنجر کا ذکر زبان پر رہتا تھا لڑکپن میں رات کو باپ کا خزانہ توڑ کر اشرفیوں کی تھیلیاں لے گیا اور اپنے ہمبازلڑکون میں اُن کو تقسیم کر دیا جس پر باپ نے اُس کو بلا کر چند چابک مارے۔

کشن رائے والی وجیانگر کو مجاہد شاہ نے لکھا کہ اب کشنا (کرشنا) و تم بدرا کے درمیان جو ممالک ہیں وہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں اور ہمیشہ فریقین کے درمیان نزاع اور گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ صلاح یہ ہے کہ ہم تم آب تم بدرا کو سرحد بنالیں دریا کے اس طرف سیت بن رامیشور تمہارے پاس رہے اور دریا کے اُس پار شرقاً و غرباً ہمارے پاس اس صورت میں قلعہ بنکاپور اور اور قلاع و بلاد ہمارے ملازموں کو سپرد کرو کہ مایہ النزاع دور ہو اور مخالفت و موافقت کا طریق مسلوک ہو۔ کشن رائے نے اُس کے جواب میں لکھا کہ قدیم الایام سے قلعہ رائچور اور مدکل کنار کشنا تک وجیانگر کے رایوں کے قبضہ میں رہے ہیں مناسب یہ ہے کہ آب کشنا سرحد ہو قلاع مذکورہم کو حوالہ ہوں اور ہاتھی جو سلطان محمد شاہ امرائے کنبر سے لے گیا ہے وہ واپس ہوں تاکہ کدورت صفائی سے مبدل ہو۔ مجاہد شاہ یہ جواب سنکر لشکر کی تیاری کرنے لگا اور پانچ سو ہاتھی اور خزانہ ہمراہ لے کر آب تم بدرا سے عبور کیا۔ شکار کھیلتا ہوا قلعہ ادونی پر پہنچا۔ یہ قلعہ دکن میں عدیم المثال ہے اس کی تسخیر پر راغب ہوا۔ صفدر خان سیستانی کو سپاہ برار کے ساتھ اس کے محاصرہ کے لئے مامور کیا امیر الامرا بہادر خان و اعظم ہمایوں کو مقدمہ لشکر بنا کے روانہ کیا اس نے سنا تھا کہ کشن رائے پرگنہ گنگاولی میں آب تم بدرا کے کنارہ پر مقیم ہے اس کی طرف وہ خود آپ چلا جب کشن رائے کو اُس کے پاس آنے کی خبر ہوئی تو وہ مقابلہ مقاتلے کے لئے مستعد ہوا اس عرصہ میں زمینداران نے مجاہد شاہ کو اطلاع دی کہ فلان جنگل میں ایک بڑا زبردست شیر ہے اس نے پیادہ پا جاکر اس بہادری اور شجاعت سے شیر کو مارا کہ اس کی شہرت سے وجیانگر کے آدمیوں کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا ہوا کہ باوجود اس کے کہ وجیانگر سے بہت بڑا لشکر مرتب ہو کر لڑنے کے لئے روانہ

پھر کبھی تاگروہ لڑنے کے ارادہ سے باز آئے اور یہ تجویز کی کہ دور دراز جنگلوں میں چلے جائیں
اگر سلطان محمد شاہ تعاقب کرے تو توپچی اور کماندار مسلمانوں کے ہلاک کرنے میں کوشش
کریں۔ پس وجیانگر میں حاکم مقرر کرکے اس کے جنوبی جنگل کی طرف متوجہ ہوئے مجاہد شاہ
نے وجیانگر کی تعریف بہت سنی تھی وہ کوچ پر کوچ کرکے اس کی طرف متوجہ ہوا مگر شہر کے
استحکام کے سبب سے اس کی تسخیر و تخریب کے درپے نہ ہوا۔ کشن رائے کے تعاقب میں
گیا۔ کشن رائے کوہ و جنگل کے درمیان سیت بن رامیشور کی طرف رواں ہوا۔ سلطان مجاہد شاہ
اس کے پیچھے چلا۔ جہاں جنگل میں جاتا درختوں کو کٹوا کر ایک راہ سو گز عرض کی بنواتا پانچ چھ
میل تک کشن رائے کے پیچھے اس طرح پہرا۔ کشن رائے جا بجا نقل و تحویل کرتا اور اعلانیہ
مجاہد شاہ کا مقابلہ نہ کرتا۔ ہر چند دولت خواہوں اور امیروں نے مجاہد شاہ سے عرض کیا کہ
اس تعاقب کا نتیجہ کچھ نہیں ہے مگر اس نے کچھ نہ سنا اور کشن رائے کا تعاقب نہ چھوڑا۔
کشن رائے اور اس کے فرزند و قرابتی اکثر بیمار ہوئے اطبا نے کہا کہ درختوں اور پانی کے
اثر سے یہ بیمار ہوئے ہیں کشن رائے نے کہا کہ میں یہ سوچتا تھا کہ مجاہد شاہ کو جنگل کی آب و ہوا موافق
نہیں ہوگی وہ بھاگ جائیگا۔ اب قضیہ برعکس ہوا مجھے بھاگنا چاہئے پا بجا رد وجیانگر میں وہ آیا بادشاہ
سیت بن رامیشور گیا وجیانگر سے چھ سو کروہ ہے مسجد جو امرائے علاء الدین خلجی نے بنائی تھی اس
کی تیسرو درست کی عمارتوں کو توڑا اور ویران کیا اور وجیانگر میں آیا۔ وجیانگر کی دو راہیں تھیں ایک
وسیع دوسری تنگ وسیع راہ میں دشمن کی تیر و تفنگ اندازی پہاڑوں کی کمین گاہوں و سرکوب کا
خوف تھا اس لئے وہ تنگ راہ سودرہ سے آیا اور دہنہ سودرہ کو اپنے چچا داؤد کو چھ ہزار سوار اور
سپہ دیکر کشن رائے مجاہد شاہ کے جرات پر واقف ہو کر لحظہ بہ لحظہ سوار و پیادوں کو مستعد کرکے لشکر اسلام
کے دافعہ کے لئے بھیجتا۔ مجاہد شاہ محلات میں داخل ہوا اور اس کو توڑ کر دریا کے اس کنارہ
پر پہنچا جو اس کے اور اس حصار کے درمیان فاصل تھا جس میں کشن رائے تھا۔ یہاں پہاڑ
پر ایک بڑا بت خانہ شریر رنگ تھا۔ اس کو مجاہد شاہ نے توڑا تو کشن رائے کو لوگ سوار کرا کے
لڑنے کو لائے پہلے اس سے کہ دونوں لشکروں میں تقارب ہو مجاہد شاہ تاج اوتار کرا پنے

شبرنگ گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں کے اثر و عام و ہجوم کے تماشے کو گیا۔ ایک ہندو نے
اسے پہچان کر سر پر تلوار ماری مگر وہ کارگر نہ ہوئی۔ سلطان نے اسے مار ڈالا۔ بعد ازاں ایک
سخت لڑائی ہوئی جس میں کشن رائے کو شکست ہوئی۔ ابھی مسلمانوں نے آسائش نہیں کی
تھی کہ کشن رائے کا بھائی آٹھ ہزار سوار چھ لاکھ پیادے لے کر اپنی جاگیر سے شہر وجیانگری
میں آگیا اور کشن رائے نے اپنا پراگندہ لشکر جمع کیا اور پھر وہ بارہ ایسی لڑائی ہوئی
کہ نہ کبھی دیکھی تھی نہ سنی تھی۔ مقرب خاں اور بعض اور نامور بہادر قتل ہوئے۔ داؤد خان
جس کو چھ ہزار سوار دے کر دہنہ سودرہ کی حفاظت سپرد ہوئی تھی وہ اس لڑائی کا حال
سنکر کہ دشمن کو ہر وقت تازہ کمک پہنچتی رہتی ہے اس لئے مغلوب نہیں ہوتا ناعاقبت اندیشی
سے دہنہ کو خالی چھوڑ کر سات ہزار سوار لے کر معرکہ میں آن موجود ہوا اور ایسی کارزار
کی کہ تین دفعہ اس کا گھوڑا زخمی ہوا مسلمانوں کو فتح ہوئی مجاہد شاہ نے داؤد خاں کو
گالی دیکر کہا کہ تو نے یہ کیا کیا کہ دہنہ کو خالی چھوڑ دیا اگر وہ کفار کے ہاتھ آجائے تو
کوئی مسلمان اس شہر سے جانبر نہیں ہو سکتا۔ بعض امرا کو اس نے دہنہ
کی حفاظت کے لئے بھیجا مگر مخالف اس پر قابض ہو گئے تھے وہ دفع نہ کر سکے انہوں نے
مجاہد شاہ کو اس حال سے اطلاع دی مجاہد شاہ نے توقف میں صلاح نہ دیکھی سودرہ
دہنہ کی طرف وہ متوجہ ہوا۔ اس کے آنے سے دہنہ خالی ہوا اور اپنے سارے لشکر
کو دہنہ سے باہر نکالا جس شخص نے اس ملک کو دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ مجاہد شاہ نے
کیا کام کیا۔ ولایت کنہڑہ جس کو کرناٹک بھی کہتے ہیں طول اس کا شمالاً و جنوباً دریائے
کشنا سے سیت بن رامیشور تک سولہ سو کروہ ہے اور عرض اس کا غرباً و شرقاً تخمیناً
ڈیڑھ سو کروہ بحر عمان سے سرحد مملکت تلنگ تک ہے اور ملک کرناٹک جنگلوں اور
قلعوں سے بھرا ہوا ہے اکثر آدمی یہاں کے کنہڑی زبان بولتے ہیں اور بعض
تلنگی اور وہ بہت شجاع و مردانہ ہوتے ہیں روز رزم میں وہ میدان میں تالیاں بجاتے
ہوئے اور ناچتے ہوئے آتے ہیں مگر آخر میں ثبات قدم نہیں رکھتے۔ سپاہ اسلام کی صلابت

وشوکت اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ سلاطین بہمنیہ باوجود قلت سپاہ کے ان پر غالب رہتے تھے ملکت وسپاہ کے حساب سے رائے وجیانگر شاہان بہمنیہ سے ہر اعتبار زیادہ تھا خصوصاً اُس وقت کہ سلطان مجاہد شاہ ترک تازی کر رہا تھا۔ مملکت تلنگ ہنوز بہمنیوں کے تصرف میں بالتمام نہیں آئی تھی۔ بندر گودہ قلعہ بلگام وغیرہ کہ کرناٹک میں داخل ہیں راے وجیانگر کے قبضے میں تھے اور ولایات تلنگ کا بہت سا حصہ اس نے تغلب کر لیا تھا اور مملکت جو باغیوں سے خالی تھی اس کے زیر حکم تھی۔ راے سیسلوں ویلیار اور اور نامور وجبار کے حکام اس کے پاس اپنے سفیر بھیجتے تھے اور نفائس وظرائف بھیجکر تقرب ڈھونڈھتے تھے اور کرشن راے کے باپ دادا سات سو برس سے یہاں راج کرتے تھے اور ایک دوسرے کے اندوختے کو خرچ نہیں کرتے تھے اور اس مدت دراز میں کوئی حادثہ بھی نہیں واقع ہوا تھا اس سبب سے اس کا خزانہ ساری دنیا کے بادشاہوں کے خزانہ کی برابری کرتا تھا۔ علاء الدین خلجی کے عہد میں کشن راے کے دادا نے جو وجیانگر کا بانی تھا آبا و اجداد کے خزائن کو نوآ وغیرہ آخرت کی نیت سے زمینوں میں مدفون کیا تھا اور اُن کے اوپر بت خانے بنائے تھے۔ بعض خزانے کہ سرزمین سیت بن رامیشور میں دفن ہوئے وہ سلطان علاء الدین خلجی دہلوی کو نصیب ہوئے اس ولایت کے منجموں نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ یہ تمام خزانے بادشاہان اسلام میں سے ایک بادشاہ کو ہاتھ آئیں گے جس کی تفصیل اپنی جگہ پر مذکور ہے جب سلطان مجاہد شاہ نے چاہا کہ وجیانگر آسانی سے نہیں فتح ہوگا تو اس شہر سے کوچ کیا اور اپنے باپ محمد شاہ کے عہد کا پاس کیا رعایا و مساکین کو قتل نہ کیا بلکہ قریب سات ستر ہزار دختر و پسر ہندوؤں کے اسیر کئے۔ قلعۂ اودنی کو مجاہد شاہ کے ملازموں نے محاصرہ کر رکھا تھا وہاں وہ خود گیا اور قلعہ گیری میں دو مہینے ضائع کئے۔ گرمی کا موسم ختم ہو گیا تھا اُمید تھی کہ بے آبی کے سبب سے اہل قلعہ مسلمانوں کو قلعہ حوالہ کر دیں گے مگر بارش ہو گئی اس لئے یہ اُمید بر نہ آئی۔ سلطان کے لشکر میں قحط غلہ کے آثار نمایاں ہوئے اسہال وہیضہ امعا کا مرض شایع ہوا خلایق جاں سے تنگ ہوئی۔ مراجعت کے خواہاں ہوئے۔ ملک نائب

سیف الدین غوری بھی اجازت لے کر یہاں آیا اس نے بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ اس حصار کی فتح جلد میسر نہ ہوگی۔ وہ پندرہ قلعے ایک دوسرے کے اوپر رکھتا ہے اور ایک بلند و سیع کوہ پر واقع ہے۔ اس سے بہتر ہوگا کہ اول دواب کے قلاع و بقاع و بندر کوہ بلگام سے بنکاپور تک تصرف میں لائے جائیں اور پھر اس قلعہ کی فتح میں کوشش کی جائے اس بہانے سے بادشاہ نے اپنے ملک کو مراجعت کی۔ داؤد خاں جس کو سلطان نے دشنام دی تھی آزردہ خاطر ہو کر آئین شاہی کے فکر میں ہوا اور مجاہد شاہ کو قتل کر ڈالا۔ مجاہد شاہ کے کوئی فرزند نہ تھا اور داؤد خاں وارث ملک تھا اس لئے سب نے داؤد خاں کی بادشاہی مسلم کر لی اُس نے بھتیجے کے جنازہ کو گلبرگہ میں دفن کرایا۔ یہ واقعہ ۱۱ ذالحجہ ۸۷۹ھ میں واقع ہوا۔ مجاہد شاہ کی فرمان دہی کی مدت تین سال تھی حاجی محمد قندھاری کی تاریخ سے یہ مستفاد ہوتا ہے۔ مبارک ایک شخص تھا جو قنبول داری کے مرتبہ سے قرب امارت کے درجہ پر پہنچا تھا۔ مجاہد شاہ نے خزانہ کا دروازہ توڑ کر چند بدرہ زر نکال کر اپنے ساتھ کے کھیلنے والوں لڑکوں کو دیدئے تھے مبارک قنبول دار نے سلطان محمد شاہ سے یہ حال عرض کیا۔ سلطان نے غصہ میں آن کر چند چابک اپنے بیٹے کے لگائے۔ سلطان مجاہد شاہ مبارک سے کینہ رکھنے لگا مبارک قنبول کو خوف ہوا کہ کہیں اس سے وہ انتقام نہ لے داؤد خاں وغیرہ سے وہ مل گیا اور سلطان کو قتل کیا۔ بعض کی زبان قلم یہ کہتی ہے کہ مسعود خاں ولد مبارک خاں قنبول دار خاصہ نے یہ کام کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مبارک بیس برس کا جوان بڑا قوی تھا مجاہد شاہ نے اُس سے کہا کہ آؤ کشتی لڑو وہ اُسے لڑکا سمجھ کر کشتی لڑا مجاہد شاہ نے جو چودہ برس کا تھا کشتی میں اُس کی گردن توڑ ڈالی وہ مر گیا اس کے بیٹے مسعود نے باپ کا انتقام لیا

داؤد پادشاہ بن سلطان علاء الدین حسن گانگوئی

جب مجاہد شاہ کی شہادت کی خبر منتشر ہوئی تو ہر طرف فتنہ خوابیدہ بیدار ہوا امراء

نے خود سری اختیار کی۔ بعض امرا یہ چاہتے تھے کہ چھوٹا بیٹا سلطان علاء الدین حسن کا محمود بادشاہ ہو اور بعض امرا، داؤد شاہ کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے آخر کو ملک نائب سیف الدین غوری کی سعی سے داؤد شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور شہر میں وہی تخت فیروز پر بیٹھا مگر محمد شاہ کی بن روح پرور آئی اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینا چاہتی تھی۔ اس نے باکر نامی جوان کو جو مجاہد شاہ کا مقرب تھا ترغیب دی اور روز جمعہ یکم محرم ۷۷۸ھ کو داؤد شاہ کو جامع مسجد میں سجدہ کے اندر اس کے ہاتھ سے قتل کرا دیا۔ مسند عالی خان محمد نے اپنے عم زادہ کو کشتہ دیکھ کر باکر کا بھی سر تن سے جدا کیا۔ ایام حکومت داؤد شاہ بہمنی ایک ماہ پانچ روز تھے۔

ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ بہمنی بن سلطان علاء الدین حسن گانگوی

داؤد شاہ بہمنی کے کشتہ ہونے کے بعد مسند عالی خان محمد نے یہ ارادہ کیا کہ داؤد شاہ کے بیٹے محمد سنجر کو کہ نو برس کی عمر رکھتا تھا باپ کا جانشین بنائے۔ جب روح پرور آغا کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے سنجر کو پیش کیا اور کہا کہ ایسے ناخدا ترس ظالم کا بیٹا جس نے میرے بھائی کا خون کیا بادشاہی کے لائق نہیں ہے بلکہ محمود خاں خلف سلطان علاء الدین ہے۔ محمود خان اپنے مقتول بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا یہ بادشاہ سلیم النفس و کم آزار و خوش خلق و عدالت آثار تھا۔ امور دنیوی میں باریک نظر رکھتا تھا عدل و داد میں کوشش کرتا تھا۔ ابتدائے سلطنت میں مسند عالی خان محمد کو خیر یا یہ فساد سمجھ کر قلعہ ساگر میں قید کیا و مسعود خاں ولد مبارک کو کہ مجاہد شاہ کے قتل میں شریک تھا دار پر کھینچا اور ملک نائب سیف الدین کو پیرو کالت سلطنت کا خلعت دیا اس کے مشورہ بغیر کوئی کام نہیں کرتا یہ وزیر اس کو ایسا مبارک ہوا کہ اس کی سلطنت میں اصلا قواعد میں دولت میں کوئی فتور و قصور نہ واقع ہوا۔ راے وجیانگر نے راے چور کا محاصرہ چھوڑ دیا اور باج و خراج دینا قبول کیا۔ سلطان محمود بڑا خوشخط تھا۔ قرآن خوب پڑھتا تھا۔ طبع ناظم تھی۔ علوم متداولہ

سے باخبر تھا۔ عربی فارسی فصیح بولتا تھا۔ فتوح سے مسرور اور مکروہ سے غمگین نہیں ہوتا تھا عمر بھر میں سوائے ایک بیوی کے دوسری بیوی نہیں کی۔ خواجہ حافظ شیراز کو اس نے بلایا۔ کشتی محمودی دکن سے اس کے لانے کے لیے بھیجی وہ ہرموز میں اس کشتی میں سوار ہوا ابھی کشتی چلی نہ تھی کہ ہوا مخالف چلنی شروع ہوئی کشتی سے اتر پڑا پھر سوار ہوا اور یہ ایک غزل لکھ بھیجی جس کا مطلع یہ ہے ؎

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمی بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

میر فیض اللہ انجو نے یہ غزل سلطان محمود کو سنائی تو اس نے ہزار تنکہ طلا حافظ پاس بھیجے۔ سلطان محمود ایوان بزم کو میدان رزم سے زیادہ پسند کرتا تھا ؎

بسے سالہا در جہاں کام یافت
بر اورنگ بے رزم آرام یافت

اس کے آخر عہد میں فتنہ و فساد ہوا کہ بہاء الدین تمانہ دار ساگر کے دو بیٹوں محمد و مغرب نے بغاوت کی اور ایک ہزار سوار لیکر باپ سے جا ملے۔ سلطان محمود کے لشکر نے اس کو شکست دی اور بہاؤ الدین کا سر کاٹا گیا۔ اس کے دونوں بیٹے لڑائی میں مارے گئے

۲۱ رجب ۸۹۹ھ کو سلطان تپ محرقہ سے مر گیا ۱۹ سال ۹ ماہ ۲۰ روز سلطنت کر گیا۔

"شرع کا ایسا پابند تھا کہ کوئی کام خلاف شرع نہیں ہونے دیتا تھا اس کے زمانہ کی یہ حکایت مشہور ہے ایک عورت زنا کی علت میں گرفتار ہو کر دار القضا میں قاضی کے روبرو آئی جب قاضی نے اس سے پوچھا کہ یہ برا کام کیوں کیا تو اس نے کہا کہ اے قاضی میں یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ کام حرام ہے میرا گمان یہ تھا کہ جیسے مرد کے واسطے چار عورتیں حلال ہیں ایسی ہی عورت کے لئے چار مرد روا ہونگے۔ اب مجھے اصل حال معلوم ہوا پھر یہ امر ناشائستہ نہیں کرونگی۔ اس طرح حیلہ شرعی کر کے وہ عورت سزا سے بچ گئی۔

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ

سلطان محمود شاہ کے بعد اس بڑا بیٹا غیاث الدین ۱۰ برس کی عمر میں تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور اُمور سلطنت میں اپنے باپ کا پیرو ہوا۔ سلطان محمود کا بہت بڑا منہ چڑھا ترکی غلام تغلچین تھا وہ چاہتا تھا کہ منصب وکالت اُسے ملجائے مگر سلطان غائبانہ و حاضرانہ کہتا تھا کہ میرے نزدیک یہ امر بہت قبیح ہے کہ خلایق کے سر پر جس میں بہت سے سید ہوتے ہیں غلاموں کو حاکم کروں اس سبب سے یہ غلام اس کے معزول کرنے کے درپے ہوا۔ تغلچین کی بیٹی حسن و جمال میں موصوف اور ہندی علم موسیقی میں معروف تھی اس کے عشق میں سلطان کو پھنسا کر ایک دن دعوت میں اس کو بلایا اور تنہا کر کے اُس کی آنکھیں نکال لیں اور ۲۴ اُس کے مقربوں کو دغا سے قتل کیا اور اُس کے چھوٹے بھائی شمس الدین کو بادشاہ بنا دیا اور اس اندھے کو قلعہ ساغر میں بھیج دیا۔ رمضان ۸۹۹ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ غیاث الدین کی مدت سلطنت ایک ماہ میں روز سے زیادہ نہ تھی۔

سلطان شمس الدین بہمنی بن سلطان محمود شاہ بہمنی

بھائی کے عزل و حبس کے بعد شمس الدین پندرہ برس کی عمر میں مسند خلافت پر متمکن ہوا وہ بھائی کا حال دیکھ چکا تھا اس نے فقط نام کی سلطنت پر قناعت کی۔ ترکی غلام تغلچین کو ملک نائب کا خطاب اور امیر جملگی کا منصب دیا۔ سب امرا نے اس کی اطاعت قبول کی شمس الدین کی ماں سلطان غیاث الدین کی لونڈی تھی اس کا خطاب مخدومہ جہاں تھا وہ ہمیشہ بیٹے کو نصیحت کرتی تھی کہ تغلچین کی برابر کوئی تیرا دولتخواہ نہیں تجھے چاہیے کہ اس کے کہنے میں چلے اور اُس کے حق میں ارباب غرض کی کوئی بات نہ سنے تغلچین بھی مخدومہ جہاں کو تخت مخالفت سمجھکر شیرین دل بنائے تھا۔ داؤد شاہ مقتول کے تین بیٹے تھے ایک محمد جس کا اوپر مذکور ہوا کہ روح پرور آغا نے اس کو اندھا کیا دوم فیروز خاں سوم احمد خاں۔ یہ دونوں سگے بھائی تھے باپ کے قتل ہونے کے وقت انکی عمر

سات اور چھ سال کی تھی ان کا چچا سلطان محمد شاہ ان کی تربیت جیسی کہ شاہزادوں کی ہونی چاہیے کرتا تھا اس وقت تک سلطان محمود کے کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوا تھا ان دونوں نے اپنی دو بیٹیاں بیاہی تھیں اور فیروز خاں کو اپنا ولیعہد کیا تھا اور اپنے خاندان میں اوس کو بہتر جانتا تھا جب اس کے بیٹے پیدا ہوئے تو سلطان غیاث الدین کو ولیعہد کیا اور مرنے کے وقت فیروز خاں اور احمد خاں کو وصیت کی کہ اوس کی اطاعت کریں انہوں نے بھی لوازم صداقت و اخلاص میں کوئی تقصیر نہیں کی مگر جب تغلچین نے سلطان غیاث الدین کو اندھا کیا تو فیروز خاں و احمد خاں کی بیویوں نے جو سلطان کی خواہر ایانی تھیں اپنے شوہروں کو انتقام کی تحریص و ترغیب دی تغلچین اس بات کو سمجھ گیا وہ اس کے درپے ہوا کہ سلطان شمس الدین اُن کی قید کا حکم دے۔ مخدومہ جہاں سے کہا کہ ان دونوں بھائیوں کا دو تین روز میں فکر کرنیں تو تیرے بیٹے کو معزول کرینگے اور تجھے کہ میری دوستی کے ساتھ متہم ہے بہت تکلیف دینگے۔ مخدومہ جہاں نے بیٹے کو چچازاد بھائیوں کے قتل پر راغب دلایا کیا ہی معاملہ فیروز خاں و احمد خاں اطلاع پاکر ساغر کی طرف بھاگ گئے یہاں سدو حاکم تھا اس خاندان کا غلام بڑا صاحب حشمت و شوکت تھا اُنے ان کو قلعہ میں اتارا اور یہ حکم کیا۔

نظم

چنیں گفت سدو بہ فیروز خاں — ندارم دریغ از تو مالے و جاں
بگو شم کر اورنگ کے خسروی — ز فرق کلاہ تو گردد قوی

سلطان شمس الدین کو اول فیروز خاں و احمد خاں نے کہا کہ تغلچین کا دفع کرنا ہمارا مقصود ہے اپنے اعمال ناشائستہ اس سے سرزد ہوئے ہیں کہ اس نے غیاث الدین کو اندھا کیا اور اور باتیں اسکی مخل ناموس ہیں سب جانتے ہیں اگر اس کو سزا دو تو ہم تم کو بادشاہ مانتے پر تیار ہیں اگر یہ نہ ہوگا تو یقین جانو کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں اس میں تقصیر نہیں کرینگے سلطان شمس الدین نے تغلچین اور مخدومہ جہاں کے استصواب کے جواب ان کو ایسا لکھا کہ اس نے اور انکو بہکا دیا دونوں بھائیوں نے سدو کے اہتمام سے تین ہزار پیادے بہم پہنچائے اور اس گمان سے

کہ تخت گاہ کے آدمی ان سے مل جائینگے گلبرگہ کو روانہ ہوئے جب وہ آب بھور سے گذرے تو کسی کوئی آدمی آنکھ اٹھا کے نہیں ملا وہ ٹھیر گئے اور انہوں نے فیروز خاں کے سر پر چتر رکھا۔ اعظم خاں کو منصب امیر الامرائی دیا۔ سدھو کو میر نوبتی بنایا۔ میر افضل اللہ انجو کو وکالت کا منصب دیا اور ایسے ہی اسنے ہمراہیوں کو منصب دئے اور آگے چلے۔ گلبرگہ سے چار کروہ پر پہنچے تغلقیوں سے خزانہ کا روپیہ پیادوں میں تقسیم کیا۔ سلطان شمس الدین کو لیکر فیروز خاں کے مقابلہ کے لئے چلا سخت لڑائی ہوئی۔ جسمیں فیروز خاں نے شکست پائی وہ ساغر کو روانہ ہوا۔ مخدومہ جہاں تغلقین کا استقلال اعلیٰ درجہ پر پہنچا خلائق کی طبائع ان سے متنفر ہوئیں اور اکثر بندگان شاہی کو فیروز خاں کی طرف میل ہوا انھوں نے فیروز خاں کو پیغام دیا کہ سلطان شمس الدین سے عہد نامہ لکھا کر تم گلبرگہ میں چلے آؤ اور فرصت کے وقت اپنا کام بناؤ۔ تخت گاہ کے آدمی تمہارے ساتھ یک دل و یک جہت ہیں۔ فیروز خاں نے اپنے معتمد مخدومہ جہاں اور تغلقین پاس بھیجکر عرض کیا کہ ہم بعض آدمیوں کے بہکانے سے متوہم ہوے تھے تو ایسے امور کے مرتکب ہوئے تھے۔ اپنے کئے سے پشیمان و شرمسار ہیں اگر سلطان سے امان نامہ حاصل ہو تو ہم دونو بھائی دار الخلافہ میں آکر سایۂ عاطفت شاہی میں زندگی بسر کریں۔ بادشاہ نے استمالت نامہ عہود و مواثیق کے ساتھ بھیجا۔ دونو بھائی گلبرگہ میں آگئے۔ فیروز خاں اپنی حکمت و فطرت سے محل کے اندر گیا اور سلطان شمس الدین و تغلقین کو پابزنجیر کیا باہر کچھ آدمیوں میں لڑائی ہوئی فیروز خاں باتفاق ارکان دولت دیوانخانہ میں آکر تخت فیروزہ پر جلوہ افروز ہوا۔ سلطان شمس الدین کو اندھا کرکے قلعہ بیدر میں بھیجدیا۔ سلطان غیاث الدین کو بلاکر تغلقین کو اسکے حوالہ کیا اسنے باوجود نابینائی کے اپنے ہاتھ سے ایک ضرب شمشیر سے اسے قتل کیا سلطان فیروز شاہ سے شمس الدین اجازت لیکر مکہ معظمہ گیا۔ پانچ ہزار فیروز شاہی اشرفیاں اور تحائف اسکے پاس ہر سال بھیجے جاتے تھے مدینہ منورہ میں ۸۱۶ھ میں فوت ہوا اسکی مدت سلطنت ۳۸ سال ۸ ماہ ۱۰ روز تھی۔

ذکر سلطنت فیروز شاہ بہمنی

بہمن نامہ دکنی و فتوح السلاطین منظوم سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ اور شاہان بہمنیہ سے امتیاز رکھتا تھا اور اس کے سبب سے اس خاندان کی شہرت ہوئی وجیانگر کی رائے اپنی لڑکی کو سوائے اپنے جنس کے نہیں بیاہتے تھے اس کی دختر سے بیاہ کیا اور اپنے ایام دولت میں چوبیس لڑائیاں لڑا اور اس کے عہد میں سلطنت بہمنیہ زیادہ وسیع ہوگئی قلعہ بنکاپور و خلاصہ مملکت تنگ ارباب اسلام کا مسخر ہوا یہی اول پادشاہ دکن تھا جس نے تاج مرصع کو دستار کی صورت کا بنا کے سر پر رکھا۔ پادشاہوں کی نوشتہ و بہتر صفت سخاوت ہے اس میں کوشش کرکے اس نے اپنا نیک نام یادگار چھوڑا۔ محرمات سے سوا و استماع نغمہ و شراب پوشیدہ پینے کے کسی اور محرمات کے پاس نہیں گیا۔ اکثر متبرک روزوں میں وہ صوم و صلوٰۃ میں مصروف رہتا کوئی فریضہ اس سے فوت نہ ہوتا اور ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ ان دو منتہی شرعی سے دلگیر و آزردہ ہوں اگر مجھے ذکر حق میں نغمہ مشغول کرتا ہے اور میرے نفس میں کوئی فتنہ شراب نہیں برپا کرتی خدا سے امید ہے کہ وہ میرے ان دو گناہوں کو معاف کردیگا اس کو عورتوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا علماء و فضلاء سے اس نے کہا کہ چار اصیل عورتوں سے زیادہ نکاح نہیں ہوسکتا اس کا علاج کیا ہے ان میں سے بعض نے کہا کہ ہمیشہ چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیکر دوسری کرے بعض نے کچھ اور راہ بتائی مگر اس کی طبیعت کے موافق کوئی نہ آئی۔ وکالت پناہ میر فضل اللہ نے متعہ کی سمجھائی اس کو یہ بات بہت پسند آئی۔ ایک روز میں آٹھ سو عورتوں سے متعہ کیا۔ حاجی محمد قندھاری نے لکھا ہے کہ یہ بادشاہ متشرع قرآن شریف کا پابند سپارہ ہر روز لکھتا تھا خدا کی پرستش کرکے احوال مخلوق کی پرستش میں مصروف ہوتا تھا رات کو دو دو تین تین مہینے علماء و مشائخ و شعراء و قصہ خوانوں و افسانہ گویوں و ندیموں و خوش طبعوں میں اپنی طبیعت کو شگفتہ رکھتا تھا وہ مراتبہ شاہی کو الگ کرکے ایک جماعت کے ساتھ برادرانہ سلوک

کرتا تھا اُن سے کہتا تھا دیوانداری کے وقت میں تخت پر بیٹھتا ہوں پادشاہ ہوتا ہوں اور ناچار شاہانہ خلق کے ساتھ سلوک کرتا ہوں تاکہ شوکت اصلابت فرمانروائی کی دلوں میں جگہ رہے اور مہمات سلطنت بے نظام نہ ہوں اور جب اور وقتوں میں تمہاری ساتھ مجالست کرتا ہوں تو اپنے تئیں تم میں سے ایک شمار کرتا ہوں جس طرح تم اس میں بے تکلفانہ بصحبت رکھتے ہو اور باتیں کرتے ہو میرے ساتھ میں ہی طریقہ مسلوک رکھو تاکہ میں پادشاہی اور غیر شاہی دونوں سے حظ وافر اٹھاؤں اور ان آدمیوں کو اجازت دیدی تھی کہ شب نشینی کے وقت جس وقت چاہیں آئیں جس وقت چاہیں جائیں مجلس میں جو کچھ کھانا پینا چاہیں وہ پادشاہی نوکروں سے طلب کریں۔ سوا دو باتوں کے جو چاہیں کہیں اور سُنیں ایک کاروبار دنیوی کی کوئی بات نہ کہیں اسکو دیوانداری کے وقت پر موقوف رکھیں۔ دوم ایک دوسرے کی غیبت بدی نہ کریں۔

سلطان فیروز شاہ ہر سال بندرگاہ دوا بل وچیول سے اطراف میں جہاز بھیجتا تھا اور حکم دیتا تھا کہ ہر ولایت کے تحف واستعہ لاؤ۔ اور کہا کرتا تھا کہ سب تحفوں سے بہتر تحفہ ہر مملکت کا اسکے صاحب کمال آدمی ہوتے ہیں پس پادشاہ کو ایسی سعی کرنی چاہئے کہ ہر ولایت کے صاحب کمال اپنی سرکار میں جمع کرے اس وجہ سے بہت مشہور مشہور آدمی اسکے دربار میں جمع ہو گئے تھے اس بادشاہ کو اکثر زبانیں آتی تھیں ہر ولایت کے آدمیوں سے اُنکی زبان میں گفتگو کرتا تھا قوت حافظہ ایسی تھی کہ ایک دو دفعہ میں بات یاد ہو جاتی تھی اور پھر وہ بھولتی نہ تھی متقدمین کے اشعار خوب سمجھتا تھا کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا تھا۔ کبھی ہوی کبھی فیروزی تخلص کرتا تھا۔ ملا داؤد بیدری نے تاریخ تحفۃ السلاطین اسکے نام پر لکھی ہے۔ اس کو اکثر علوم میں خصوصاً تفسیر واصول وحکمت نظری طبعی میں مہارت تامہ تھی اصطلاحات صوفیہ سے باخبر تھا۔ ہفتہ میں تین روز شنبہ دوشنبہ وچہارشنبہ کو وہ کتب ذیل کا درس دیتا تھا۔ واہدی۔ شرح تذکرہ یا منی میں شرح مقالید کلام میں۔ تحریر اقلیدس ہندسہ میں ومطول ملا سعد الدین علم معانی

وبیان میں اگر کسی روز دن کو درس کی فرصت نہ ہوتی تو رات کو طالب علموں کو بلا کر پڑھاتا۔ اسی پادشاہ نے اپنے خاندان اور سیدوں میں بیاہ شادی کا رشتہ پیدا کیا فیروز شاہ کو پری پیکر عورتوں سے بڑی رغبت تھی اس نے بھور کے کنارہ پر ایک شہر فیروز آباد آباد کیا اور اس میں باغات اور عمارات نہایت پُر تکلف بنائے اور ہر ایک محل ایک ایک حرم کو دیا۔ عورتوں کی کثرت واژدحام سے اندیشہ کر کے ایسے ضابطے مقرر کئے کہ اپنی زندگی میں ان سے تجاوز نہیں کیا اس کے قوانین میں سے ایک قانون یہ تھا کہ جن محلوں میں زنان خاصہ تھیں ان میں سے ہر ایک محل میں تین کنیز خدمتگاروں سے زیادہ نہ ہوتی تھیں اور وہ اُنکی ہمزبان ہوتی تھیں۔ عربی کلام کا بڑا شوق تھا۔ دکنی محل جہیں سلطان محمود شاہ کی بیٹی رہتی تھی اس کا اول نمبر رہتا تھا بعد اس کے عربی محل کا جس میں عورتیں عرب وحجاز ومکہ اور اُس کے حدود کی رہتی تھیں اور فصاحت وبلاغت میں کمال رکھتی تھیں اور تمام حبشی وحبشی زاد عورتیں خوش شکل وعربی زبان آنکر ملازم رہتیں اس محل میں جو عورت عربی زبان نہیں جانتی تھی جانے نہ پاتی۔ کہ کہیں اور زبانوں کے مخلوط ہونے سے عربی زبان میں خلل نہ پڑے جب ان میں سے کوئی عورت مرجاتی تھی تو اس کی عوض میں دوسری اور عورت بلالی جاتی تھی۔ ایسی ہی عجم کی نو عورتیں ہوتی تھیں اور ان کے نوکر چرکس و ترک روس دگرجی وفارسی زبان ہوتی تھیں یہی حال ترک وفرنگ وخطا وافغان راجپوت وبنگالی وگجراتی ودکنی وکنہری مرہٹی وغیرہ عورتوں کا تھا۔ سلطان ان سب کی زبانیں جانتا تھا۔ ہر روز ایک محل میں جاتا اور انکے ساتھ زندگانی ایسی بسر کرتا کہ ہر محل کی عورتیں یہ سمجھتیں کہ ہم کو ہی پادشاہ زیادہ دوست رکھتا ہے۔ وہ انجیل اور توریت کو بھی پڑھ سکتا تھا ہر مذہب کے علماء اس پاس رہتے تھے اور وہ اون کی روش سے واقف تھا جب فیروز شاہ نے خطبہ وسکہ اپنے نام کا جاری کیا تو اپنے بھائی احمد خاں کو خانخانان کا خطاب دیا۔ اور امیر الامرا مقرر کیا اور اپنے استاد میر فضل اللہ آنجو کو وکیل السلطنۃ مقرر کیا اور ملک نائب کا خطاب دیا اور بہت سے برہمنوں کو صاحب اختیار کیا۔ مورخین کا اتفاق ہے

کردہ چوبیس لڑائیاں ہندوں سے لڑا ملا داؤد بیدری وصاحب سراج التواریخ وغیرونے
صرف چند لڑائیوں کا حال شرح وتفصیل سے کیا ہے اور باقی میں خاموش ہیں انہیں سے ایک یہ ہے
کہ ۸۰۰ھ میں بجانگر کے والی دیورائے تیس ہزار اور لولاکھ پیادے کماندار اور تفنگ انداز کے ساتھ
اسلام کی طرف اس قصد سے متوجہ ہوا کہ مدکل اور رائچور اور دوآب اکر شنا وتم بدرا کے
دریائی ملک کے مابین بعض پرگنات وقصبات کے تسخیر کرے۔ جب سلطان فیروز کو
یہ خبر ہوئی تو ساغر میں اس نے بارہ ہزار سوار جمع کئے اول اس نے ساغر کے زمینداروں
میں سے ایک زمیندار کو اور سات آٹھ ہزار کولیوں کو گرفتار کرکے قتل کیا یہاں سے فارغ
ہوکر برار اور دولت آباد کے لشکر اس پاس آگئے۔ دیورائے کی مدافعت کیلئے
کوچ کرنے کو تھا کہ اس پاس ناگاہ یہ خبر آئی کہ نرسنگہ والی قلعہ کھرلا نے حکام تلنگ و
آسیر کی امداد سے اور رائے وجیانگر کی تحریک وتحریص سے مملکت برار میں آکر حوالی قلعہ
ماہور تک تاخت وتاراج کی ہے اور بہت مسلمانوں کی اہانت کی اور انکو اذیت
دی اور ان پر بیداد کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اس سبب دولت آباد اور برار کا
تمام لشکر اس فتنے کے دور کرنے کے لئے مامور کیا اور خود بارہ ہزار آدمیوں سے
دیورائے کی تادیب کے لئے روانہ ہوا برسات کا موسم تھا آب کشنا طغیانی پر تھا
دیورائے دریا کے اس طرف خیمہ وخرگاہ لگا کر مسلمانوں کے عبور کا مانع ہوا سلطان
فیروزشاہ نے ارکان دولت اور سران سپاہ سے مشورہ کیا تو کسی نے ایسا جواب نہ دیا
کہ سلطان کی تشفی خاطر ہوتی مگر قاضی سراج نے کہ نامور امیروں میں تھا اسے معروض
کیا کہ اگر حکم ہو تو سراج اپنے معتمد اقارب کے ساتھ دریا سے عبور کرکے کسی حیلے
جس کو میں جانتا ہوں یا کرسکتا ہوں اپنے تئیں رات کو دیورائے یا اس کے بیٹے
کی مجلس میں پہنچکر اس کو اپنے خنجر وکٹار سے مار ڈالوں بشرطیکہ جب دشمن کی لشکرگاہ
میں خوفناک بلند ہو تو چار پانچ ہزار سوار خاطر جمعی سے دریا سے عبور کرکے دریا کو ہندوؤں کی
طرف سے نکالیں اور پھر بادشاہ بھی بفراغت تمام دشمنوں کا کچومر نکالے سلطان فیروزشاہ نے

اس بات کو مان لیا اور تھوڑی مدت میں دو سو ٹوکرے گائے کے چمڑے سے مندہوا کے
تیار کرائے قاضی سراج نے سات جوان سات لئے جو اس کے ساتھ یکدل ویک جہت
تھے ہندوؤں کا لباس پہن کے دریا سے عبور کیا اور دیورائے کے لشکر میں آئے اور خرابات خانہ
میں فروکش ہوئے اور ایک پاترہ پر عاشق ہوئے۔ اتفاقاً اسی روز شام کے قریب
یہ پاترہ آراستہ ہوکر جانے کو ہوئی تو قاضی نے اپنی بے صبری اور بیقراری ظاہر کی کہ اے
محبوب بجا کار کہاں جاتی ہے اور اپنی جدائی سے میری رگ جان قطع کرتی ہے۔ پاترہ
نے کہا کہ رائے زادے نے آج ایک بڑا جشن کیا ہے اور مجھے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ قاضی نے
کہا کہ میں تیری جدائی میں کیونکر زندہ رہونگا مجھے بھی ہمراہ لیچل اس نے کہا کہ اس مجلس میں سوائے
اہل طرب ونغمہ کے کسی اور کو جانا نہیں ملتا قاضی نے کہا کہ جو نغمہ ساز تیرے پاس ہیں میرے
پاس بھی ہیں اور سوائے ان کے اور چیزیں میرے پاس ہیں کہ دیورائے کے سامنے ظاہر
کرونگا۔ پاترہ نے تمسخر سے اپنا مندل اسکے روبرو رکھ دیا کہ بجاؤ قاضی نے مندل
بجایا اور وہ گایا تو پاترہ نے کہا کہ تیرا ساتھ لے جانا میری عزت وحرمت کا سبب ہے
پس قاضی اور ان کے یار پاترہ کے ساتھ رائے کی بارگاہ میں جاکر مجلس میں داخل ہوئے۔ وہاں
خوب ناچ گانا ہوا۔ قاضی نے ایک عورت کے ساتھ زنانہ لباس پہنکر خوب بازی گری
کی یہاں کے دستور کے موافق مخروں کے طور پر دو ننگی کٹاریں لیکر بازی کرتے ہوئے
رائے زادہ کے پاس گئے اور جلدی سے قاضی نے رائے زادہ کے سینہ وشکم میں کٹاریں
بھوک دیں اور پانچ چھ ہمراہی اسکے جو باہر کھڑے تھے وہ داخل ہوئے۔ بنگ وشراب
کے نشہ میں ایسے مست پڑے تھے کہ انہوں نے انکو زخمی کیا اور چراغ بجھادئے اور سراپردہ
کو خالی کرکے باہر چلے آئے اور ایک گوشہ میں لشکر اسلام کے عبور کے انتظار میں کھڑے
ہوئے۔ دشمن کی انجمن میں اکثر آدمی شراب کے نشہ میں مست پڑے تھے وہ ہوش میں
نہ تھے سراسیمہ وحیران ہوئے لشکر میں غل شور پڑا۔ رات اندھیری تھی۔ کوئی کہتا تھا
کہ مسلمانوں کا بادشاہ اس بارہ ہزار سواروں سے دریا سے عبور کرکے چلا آیا

اور دیورائے اور اس کے بیٹے کو مار ڈالا بعض کہتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر نے شب خون مارا ہے۔ طول و عرض میں پانچ فرسنگ سے زیادہ میں سپاہی اور امراء اپنی جگہ پر مستعد ہو سنے مگر خیموں سے باہر نہیں نکلے۔ یہاں تک مسلمانوں کے تین چار ہزار سوار تو کروں میں بیٹھکر اور گھوڑوں کو تیراکر دریا پار ہوئے۔ دریا کے کنارہ پر دشمن کے پیادے جو ہوشیاری سے محافظت کرتے تھے وہ مسلمانوں کے عبور کرنے سے اور اردو کے غوغا سے پیدستہ پا ہوئے اور بھاگ گئے۔ صبح کو سلطان فیروز شاہ نے بھی دریا سے عبور کیا اور دشمن کے لشکر پر تاخت کی۔ دیورائے کا لشکر متفرق ہو گیا تھا اور بیٹے کے کشتہ ہونے سے اس کے عقل و ہوش برجا نہ تھے وہ بیٹے کی لاش اوتھا کر صبح کو بھاگ گیا سلطان نے وجیانگر تک اس کا تعاقب کیا چند جگہ مقابلہ و مقاتلہ کا اتفاق ہوا میر فضل اللہ انجوی وکیل شاہی کی سعی و نیکو خدمتی سے فتح و ظفر ہوئی اور ہندوؤں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جب دیورائے قلعہ میں متحصن ہوا تو جنگ صف موقوف ہوئی اور سلطان فیروز شاہ نے خانخاناں اور میر فضل اللہ انجوی شیرازی کو ممالک جنوبی کنار کی آخت و تاراج کے لئے بھیجا انہوں نے نہیب و غارت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا بے حساب لڑکے لڑکیوں کو اسیر کر کے مراجعت کی ان میں برہمنوں کی لڑکیاں دو ہزار سے زیادہ تھیں تو صاحب اعتبار برہمنوں نے دیورائے سے عرض کیا جمیع ممالک کے امرا نے اور ہم نے اتفاق اس بات پر کر لیا ہے کہ جس قدر زر کا حکم ہو گا ہم دیدینگے خدا کے واسطے رائے دیو مسلمانوں سے صلح کرے کہ سب ہندوؤں کو رستگاری ہو جائے۔ دیورائے نے انکی درخواست کو منظور کر لیا۔ ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ بہت گفت و شنید کے بعد امیر فضل اللہ انجوی کی کوشش سے یہ بات قرار پائی کہ دس لاکھ ہون تو خزانہ عامرہ میں داخل کریں اور ایک لاکھ ہون میر مذکور کو حق السعی کی عوض میں ملیں۔ بند قیدی آزاد ہوں۔ اور یہ بات قرار پائی کہ ایک دوسرے کے دہات اور رعایا کی مزاحمت کوئی نہ کرے۔ قیدی آزاد ہوئے

زر مذکور وصول ہوا۔ فیروز شاہ گلبرگہ میں آیا۔

سنہ میں نرسنگہ کی گوشمالی کے قصد سے برار کی طرف توجہ ہوئی۔ جب سلطان شکار کھیلتا ہوا ماہور میں آیا تو یہاں کا مقدم جو نرسنگہ کے بروسے سے سرکش ہو رہا تھا امان مانگ کر سلطان کی پابوسی سے مشرف ہوا اور بیٹوں سمیت اوس کے ہمراہ ہوا۔ سلطان ماہور میں ایک مہینے پانچ روز مقیم رہا یہاں سے چل کر حوالی کھرلہ میں آیا۔ نرسنگہ صاحب سامان تھا تمام کوہستان گوندوانہ اور بہت سے ملک اس طرف کے اوس کے متعلق تھے اس نے خاندیس و مالوہ کے آدمی بھیجکر وہاں کے فرماں دہوں سے امان طلب کی مگر انہوں نے اسکو جواب شافی نہیں دیا۔ نرسنگہ نے اسپر بھی مقابلہ کا ارادہ کیا۔ خان خاناں اور میر فضل اللہ انجوں سے لڑنے گئے۔ ایک جنگ عظیم ہوئی۔ ہندوؤں نے غلبہ کر کے لشکر اسلام کو متفرق کیا۔ کسی شخص نے میر فضل اللہ سے جھوٹ موٹ کہدیا کہ خانخاناں مارا گیا جس سے مسلمانوں کا لشکر پراگندہ خاطر ہوا۔ مگر میر فضل اللہ نے خانخاناں سے مل کر کوسل اے والہ نرسنگہ رائے کو مغلوب اور اسیر کیا اور مخالفوں کو قلعہ کھرلہ تک تعاقب کر کے بھگایا۔ دس ہزار سوار و پیادے ہندوؤں کے قتل کئے قلعہ میں نرسنگہ ہزار خرابی داخل ہوا۔ لشکر اسلام نے محاصرہ کیا۔ دو مہینے کے بعد اہل قلعہ کا حال زبون ہوا۔ امان مانگی میر فضل اللہ نے کہا کہ بیشک صلح نہ ہو گی کہ نرسنگہ رائے سلطان کے پاس نہ آئیگا آخر وہ ایلچپور میں سلطان فیروز کی خدمت میں گیا۔ سلطان نے اس کی بیٹی سے بیاہ کیا اور چالیس ہاتھی اور پانچ من سونا اور پچاس من چاندی اور تحائف لے کر قلعہ کھرلہ کی تسخیر سے ہاتھ اوٹھایا اور نرسنگہ کو رخصت کیا اور سلطان گلبرگہ میں آگیا۔ نرسنگہ رائے گوندوانہ کا فرماں روا تھا۔ اور کوہستان ست پڑہ پر قلعہ کھرلہ اس کا دار الحکومت تھا۔ ست پڑہ کا سلسلہ نربدا کے جنوبی کنارہ پر ایسا واقع ہے جیسا کہ شمالی کنارہ پر کوہستان بندھیاچل اس قلعہ کے کھنڈرات اب تک شہر مذکور کے قریب موجود ہیں۔

سنہ میں امیر تیمور کی خبر آئی کہ اس کا ارادہ ہے کہ تخت گاہ دہلی کو اپنی کسی بزرگ اولاد کو

دیے کہ جمیع ممالک ہندوستان کو مسخر و مفتوح کرے۔ اور اگر ضرورت ہو تو دوبارہ
خود چہ یہاں آئے۔ سلطان فیروز شاہ نے حزم و پیش بینی سے امیر تقی الدین محمد داماد امیر
فضل اللہ انجو کو مولانا لطیف اللہ سبزواری کے ساتھ تحائف و نفائس دیگر دربارگی راے
امیر تیمور کے پاس بھیجا اور ایک کتابت جو اتحاد و اخلاص سے خبر دیتی تھی روانہ کی جبسا
امیر تیمور کی آستان بوسی سے مشرف ہوئے تو اس نے بہت انکا اکرام کیا ان ایلچیوں
نے امیر تیمور سے عرض کیا کہ سلطان فیروز شاہ بہمنی درگاہ عالم پناہ کے یک جہتوں میں سے
ہے اور مخلص دولت خواہوں میں اپنے تئیں شمار کرتا ہے اسکا ارادہ ہے کہ جس وقت حضرت
دار الخلافت دہلی کی طرف توجہ فرمائیں یا کسی شہزادہ کو اس دیار کے لئے نامزد کریں تو وہ
وکن سے دہلی کا عازم خدمت گذاری کے لئے ہو اور کوئی شائستہ خدمت بجا لائے
امیر تیمور اس حسن اخلاص سے خوش حال ہوا کہ اس نے باوجود بعد مسافت کے اسکا اکرام کیا
اور زبان مبارک سے فرمایا کہ ہم نے دکن و مالوہ و گجرات کی شاہی فیروز شاہ کو دی اور
چتر اور جمیع لوازم شاہی کی اجازت دی اور اسی مضمون کا فرمان صادر کیا جس میں اس کو
فرزند خیر خواہ لکھا اور خلعت و گھوڑے بھیجے۔ گجرات و مالوہ و خاندیس کے بادشاہوں نے
فیروز شاہ کی اس ہوشیاری سے اندیشہ کر کے اس کی خدمت میں اپنے ایلچی بھیجے اور لکھا کہ
ہم سب بھائی ہیں چاہیے کہ سب باہم متفق رہیں کہ بادشاہ دہلی کے صدمے مصئون رہیں
فرمان تیمور کچھ عمل میں نہ آیا مگر اس نے ان بادشاہوں کو اکسایا کہ انہوں نے دیوراے وجیانگر
سے خصومت و آشنائی پیدا کی کہ مخفی پیغام بھیجا کہ جس وقت تم کو کمک کی احتیاج ہو تو اطلاع
دو حتی المقدور لوازم اعانت و امداد بجا لائیں گے۔ اس سبب سے راے وجیانگر نے
سلطان فیروز سے اپنے سلوک کو متغیر کیا تین چار سال سے باج و خراج مقرری نہ ادا
کیا۔ ظاہر میں شاہان مالوہ و گجرات و خاندیس ملائمت برتتے تھے مگر باطن میں پرخاش
رکھتے تھے۔ فیروز شاہ نے صلاح وقت دیکھ کر باج و خراج کی طلب میں شدت نہ کی اور
تغافل کیا اور موقع کا منتظر رہا۔ ایک سنار کی لڑکی سرمایہ آشوب ہوئی اور فتنہ خوابیدہ کو

بیدار کر دیا اور سلطان فیروز شاہ کو کام روا کیا اس کی تفصیل ملا بدری نے یہ لکھی ہے کہ ولایت
بدل میں ایک نہایت مفلس ذلیل زرگر کے گھر میں ایک لڑکی پرتھال نام نہایت حسین پیدا ہوئی
اس کے ماں باپوں نے چاہا کہ برادری میں اس کی چھوٹی عمر میں شادی کریں مگر لڑکی نے نہ مانا
اس اثنا میں ایک دانشمند برہمن کہن سال کہ وجیانگر سے کاشی جاترا کو گیا تھا یہاں سنار کے
گھر میں مہمان ہوا اس پنڈت نے اس لڑکی کو جنتر و منتر و منڈل بجانا سکھایا اس لڑکی کو
اس فن سے نہایت مناسبت تھی ایک سال کے بعد یہ برہمن وجیانگر گیا اور اس لڑکی
کے حسن و جمال و علم موسیقی کے کمال کا چرچا کیا دیوراے نے سنا۔ برہمن کو اس لڑکی کے
لانے کے لئے بھیجا مگر لڑکی نے وجیانگر کے جانے سے انکار کیا۔ برہمن وجیانگر واپس گیا تو
رام دیو نے پانچہزار سوار اور بہت سے پیادے بھیجے کہ زرگر کی لڑکی پرتھال کو پکڑ لائیں مگر لڑکی
خبر پاکر ایک روز پہلے کہیں بھاگ گئی دیوراے کے لشکر نے اس جانے میں سلطان فیروز شاہ
کے مملکت پر بہت دست درازی کی اور بہت سے قریوں و قصبوں کو خاک سیاہ کیا
خواجہ خاں ان حدود کا ضابط اس لشکر سے لڑا اور اس کو شکست دے کر دو ہزار ہندوؤں
کو قتل کیا اس خبر کو سنکر موسم سرما کے آغاز میں ۷۹۸ھ میں بڑی شان و شکوہ سے سپاہ کو
لے کر وجیانگر کو روانہ ہوا۔ رام دیو متحصن ہوا۔ فیروز شاہ نے چاہا کہ شہر میں داخل ہو کر
اس کو قتل کرے۔ مگر کرناٹکیوں نے مسلمانوں کو شہر نہ لینے دیا اور سلطان فیروز شاہ کو تیر سے
زخمی کیا۔ خانخاناں نے وجیانگریوں سے جنگ کی بازی قائم اٹھائی اور فیروز شاہ وجیانگر
کے مقابلے سے ہٹ کر ایک ہموار اور مسطح میدان میں آگیا اور وجیانگر کی تسخیر سے قطع نظر
کی۔ امیر الامرا خانخاناں میاں سد حسین میر نوبت کو دس ہزار سواروں کے ساتھ
وجیانگر کے ممالک جنوبی کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجا اور میر فضل اللہ انجو شیرازی کو
لشکر براری کے ساتھ قلعہ بنکاپور پر مامور کیا وہ کرناٹک کے مشہور قلعوں میں سے تھا
اور خود لشکر کے گرد عمارتوں سے توپ و ضرب زن کا لگا کر کمال ہوشیاری سے دیوراے
کے مقابل میں بیٹھا۔ اس مدت میں مسلمان اور ہندوؤں کے درمیان آٹھ لڑائیاں

ہوئیں۔ اور سب میں سلطان فیروز شاہ کو فتح ہوئی اس سبب سے دیورائے نے شاہان گجرات
و مالوہ پاس ایلچی بھیجے اور مدد کی طلب کی۔ چار مہینے تک کہ دیورائے کے مقابل میں سلطان با
احمد خاں خانخاناں کرناٹک کی بلاد عظیم میں تاخت و تاراج کرتا رہا اور میر فضل اللہ انجوی سے
رخصت پاکر قلعہ بنکاپور کو مع توابع و مضافات کے جبر و قہر سے مسخر و متصرف کر لیا اور میساں
سدھو کے حوالہ کرکے پادشاہ پاس چلا آیا احمد خاں خانخاناں بھی اکثر ممالک کو خراب
کرکے ساٹھ ہزار رنڈی اور لڑکیاں اسیر کرکے بہت غنیمت لیکر بسانی کے پاس چلا آیا پھر دیورائے
کے تعاقب میں احمد خانخاناں اور قلعہ اودنی کے تسخیر کے واسطے امیر فضل اللہ انجو بھیجے گئے ملک
کرناٹک میں اس قلعہ سے زیادہ کوئی اور قلعہ مستحکم نہ تھا۔ دیورائے کو ادھر یہ خبر وحشت اثر
پہنچی ادھر وہ گجرات و مالوہ اور خاندیس کی امداد سے ناامید ہوا اب حیران تھا کہ کیا کروں
ناچار صلح کا پیغام دیا اور ان شرائط پر صلح ہوئی کہ دیورائے اپنی بیٹی سلطان سے
بیاہے اور دس لاکھ ہون اور پانچ من مروارید اور پچاس نامی ہاتھی اور دو ہزار کنیز و غلام
گانے بجانے و ناچنے والے پیشکش کرے قلعہ بنکاپور کو گو وہ اہل ایمان کے قبضہ میں آچکا تھا
عوضی میں حساب میں لگائے کہ پھر اس قلعہ کے باب میں کوئی گفتگو نہ ہو۔ اگرچہ ابتک ایمان
کرناٹک نے اپنی لڑکی اپنے ابنائے جنس سے غیر کو نہیں بیاہی تھی اور انکو یہ بات نہایت مکروہ
معلوم ہوتی تھی مگر بضرورت اس امر کو اختیار کیا طرفین سے شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام
سے ہوئیں۔ چالیس روز تک وجیانگر سے سلطان کے خیمہ گاہ تک کہ سات فرسخ پر تھا بستہ کے
دونو طرف دکانیں لگائی گئیں۔ ہندو مسلمان ہنرمندوں نے اس مسافت میں انواع نعمت کا
بازار لگایا۔ لولیوں اور بازی گروں نے جو کچھ وہ جانتے تھے اسکے دکھانے میں کمی
نہیں کی۔ احمد خاں خانخاناں و میر فضل اللہ انجو دامادی کے قاعدہ کے موافق بجا لاگئے
اور سات روز بعد دلہن کو مع جہیز کے لشکر شاہی میں فیروز شاہ پاس لے گئے۔ رائے اور
پادشاہ میں ملاقات کی تھیری۔ دولہا دلہن دونو خسرے لینے چلے۔ تین فرسخ تک مخمل و
طلمہ و شجر کا فرش بچھایا گیا۔ رائے دیوا مرپادشاہ عنان در عنان چلے۔ جب شہر میں آئے

دونو طرف سے عورتوں اور لڑکوں نے طلا اور نقرہ کے پھول نثار کئے۔ سارے رستہ امراء
و سپاہی و رعیت نے پادشاہ پر نچھاور کی رسم ادا کی۔ دولہا دلہن دونو ایک عنایت
پر محل مکان میں اترے۔ رخصت کے وقت دیورائے ۱۵ فرسخ فیروز شاہ کے
ہمراہ آیا۔ کنڑی زبان میں چند محبت کی باتیں کہہ کر رخصت لیکر چلا گیا۔ پادشاہ اس سے
خجستہ ہو گیا کہ وہ لشکر تک ساتھ نہ گیا اور اس نے کہا کہ انشاء اللہ تعالے انتقام لیا
جائیگا جب یہ خبر دیورائے کو پہنچی تو اس نے بھی کلمے ناخوش کہے۔ غرض اس شستہ مندی
نے دلوں میں صفائی نہیں پیدا کی۔ سلطان فیروز آباد میں آیا دل میں ایک جماعت کو بھیجکر
پرتال کو مع مادر و پدر بلایا۔ اس لڑکی میں اس سے زیادہ خوبیاں دیکھیں جو سنی تھیں
پادشاہ نے کہا میں بوڑھا ہوں اس لڑکی سے کیا شادی کروں اپنے بیٹے حسن خاں سے
کر نوجوان تھا شادی کر دی اور اوس کے ماں باپوں کو روپیہ دیا اور وہ قریہ جس میں وہ
رہتا تھا معافی میں دیا۔

سنہ ۸۰۰ سلطان نے کہ ریاضی داں تھا حکم دیا کہ بالا گھاٹ پر دولت آباد میں رصد بنائی
جائے۔ اور حکیم حسن گیلانی کو اسکا اہتمام سپرد ہوا مگر اس حکیم کے جلد مرجانے سے یہ کام ناتمام رہا
سنہ ۸۰۱ میں شکار کا بہانہ کرکے گونڈواڑہ میں گیا وہاں سے تین سو کے قریب ہاتھی لئے اور
اس مملکت کو خوب لوٹا اور اپنے مرکز دولت میں چلا آیا۔ فیروز آباد میں اس نے سنا کہ
دہلی کی جانب سے ایک سید عالی مقام میر سید محمد گیسو دراز دکن سے تشریف لائے اور حسن آباد
گلبرگہ کے حوالی میں پہنچے ہیں۔ سلطان فیروز شاہ تو حکیم طبیعت تھا وہ ان کی طرف ملتفت نہیں
ہوا مگر احمد خاں خانخاناں انکا سچا معتقد ہوا۔ اکثر اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان
کے کلام متصوفانہ سے محظوظ ہوتا۔ سنہ ۸۰۲ میں جب فیروز شاہ نے اپنے بیٹے حسن خاں کو
گرفتار اور خفیف العقل تھا خلیعد کیا اور سید محمد گیسو دراز سے بھی استدعا کی کہ اوس کے
حق میں دعاے خیر کرکے فاتحہ پڑھیں انہوں نے جواب دیا کہ جب اپنے اس کو بادشاہ بنایا
تو اب فاتحہ کی کیا ضرورت ہے مگر سلطان نے بھی دعا کے لئے اصرار کیا تو انہوں نے

فرمایا عالم بالا سے تاج شاہی تیرے بھائی احمد خاں خان خاناں کے لئے مقرر ہوا ہے اوروں کے واسطے کوشش کرنی بے فائدہ ہے۔ سلطان نے بخجستہ ہوکر پیغام دیا کہ تیری خانقاہ قلعہ کے نزدیک ہے اور آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے شہر سے باہر جانا چاہئے وہ شہر سے باہر چلے گئے۔

۸۰۰ھ میں فیروز شاہ نے رائے تلنگ سے کئی سال کا باج و خراج وصول کیا اور اسی سال کے وسط میں قلعہ پانگل کی تسخیر کا ارادہ کیا (جواب ورنگل مشہور ہے اور وہ قلعہ اودنی سے اسی فرسنگ پر ہے) اور اس طرف لشکر کشی کی دو برس تک اس قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ پھر اوس کے لشکر میں وبا پھیلی۔ گھوڑے آدمی مرے۔ سپاہی اپنی جاگیروں کو بھاگے۔ فرخ بادشاہ کا خزانہ زر و مال سے خالی ہوا مگر قلعہ دشمنوں سے نہ خالی ہوا اس زمانہ میں دیو رائے نے زمت پاکر بے حد و حساب سوار اور پیادے اطراف مملکت سے جمع کئے۔ کل راجاؤں کو یہانتک کہ راجہ تلنگ کو مدد کے لئے طلب کیا اور ایک حشر عظیم برپا کیا اگرچہ بادشاہ جانتا تھا کہ میں اس معرکہ کا حریف نہیں ہوں مگر غیرت میں آن کر لڑا مرا مین لڑائی میں میر فضل اللہ انجو اسکے ایک کھڑی ملازم نے اسکے سر میں زخم لگا کے شربت شہادت چکھایا۔ اس ملازم کو دیو رائے نے امارت کا وعدہ کر کے مرتبہ دیا تھا۔ فیروز شاہ کو شکست ہوئی اور احمد خاں خانخاناں اس کی جان بچا کے نکال لایا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور جنگ گاہ میں انکے سروں کے چبوترے بنائے سلطان کا تعاقب کیا اور اکثر اوسکے ممالک پر متصرف ہوئے اور ارباب اسلام کے قتل عام میں کچھ تقصیر نہیں کی مسجدوں کو توڑا۔ چند سال کا کینہ سینہ سے نکالا۔ فیروز شاہ نے عاجز ہوکر میر غیاث الدین ولد میر فضل انجو کو گجرات امداد کے لئے بھیجا۔ احمد شاہ گجراتی ابھی تخت پر بیٹھا تھا اسکی مہمات شاہی کو خود قرار نہ تھا۔ اس پیغام کا کوئی اثر مترتب نہیں ہوا۔ احمد خاں نے خزانوں کے منہ کھولے اور لشکر جمع کر کے دیو رائے کو مملکت شاہ سے باہر کر دیا اور گلبرگہ میں بھائی کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ کو پیری میں اس شکست عظیم کے

صدمہ نے بہت ضعیف کیا۔ مریض ہوا۔ ملک کے سارے کام دو غلام ہشیار عین الملک اور بیدار نظام الملک کے ہاتھ میں دیدئے۔ انہوں نے احمد خاں کے اوضاع سے معلوم کیا کہ احمد خاں خانخاناں سلطنت کا داعیہ رکھتا ہے۔ انہوں نے پادشاہ سے کہا کہ تیرے بیٹے حسن خاں کی دارائی اس وقت تک نہیں قائم ہوگی کہ تیرے بھائی احمد خاں کی شوکت سے ملک نہ خالی ہوگا سلطان کو گیسو دراز کا قول بھی یاد تھا اسلئے احمد خاں کے زندہ کرنے کا ارادہ کیا احمد خاں مطلع ہوکر اپنے فرزند علاء الدین کو ساتھ لیکر سید محمود گیسو دراز کے گھر گیا اور اُن سے مشورت کی انہوں نے اپنی دستار پھاڑ کے آدھی آدھی باپ اور بیٹے کے سر پر باندھ دی اور سلطنت کا مژدہ سنا دیا فاتحہ پڑھی اور تینوں نے ایک طبق میں کھانا کھایا۔ دوسرے روز احمد خاں چار سو مسلح جوان لے کر گھر سے نکلا کہ راہ میں اس کے دوست خلف حسن بصری نے اس طرح سلام کیا جیسے کہ بادشاہوں کو کرتے ہیں احمد خاں نے کہا کہ تو بیلہ اپنے گھر میں چلا جا ایسا نہ ہو کہ میری آشنائی کے سبب سے گزند پہنچے۔ خلف حسن بصری نے کہا کہ فراغت و آسائش کے وقت مجلس و ندیم ہونا اور محنت و تعب میں بیوفا ہونا ارباب وفا کے مذہب میں پسندیدہ نہیں ہے بیشک تن میں جان اور بدن میں رمق باقی ہے قسم ہے کہ میں تیری رکاب سے جدا ہوں۔

بیت

سرے کز تو برپیچد بریدہ باد چو زلف — دلے کہ از تو بگردد سیاہ باد چو خال

جیسی کہ بادشاہوں کو بزرگ نوکروں کی ضرورت ہوتی ہے ایسی ہی بندگان فقیر کی بھی حاجت ہوتی ہے۔ جو کام سوزن سے ہوتا ہے وہ نیزہ سے نہیں ہوسکتا جو کام کہ قطرہ اشک سے نکلتا ہے وہ شمشیر سے نہیں ہوسکتا اگر آپ مجھے اپنے گزین بندوں میں داخل کریں تو خدمات شائستہ بجا لاؤں خانخاناں نے اُسے ہمراہ لیا اور کہا کہ اگر پادشاہی مجھے ہاتھ آئی تو تو میرا سہیم و شریک ہوگا۔ جب ہشیار عین الملک اور بیدار نظام الملک تین چار ہزار سوار اور چند فیل احمد خاں کے

تعاقب میں آئے۔ اُس نے رفیقوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب سے چاہا کہ راہ
ملک میں چلا جائے اور وہاں امرار کو اپنا طرفدار بنائے۔ مگر خلعت حسن بصری اس ارادہ کا
مانع ہوا اور احمد خاں کے سر پر تاج رکھا اور گلبرگہ و بیدر و کلیانی میں آدمیوں کو
بیکر بادشاہی ملازموں اور اوباشوں اور بیکاروں کو دل فریب وعدے کرکے احمد خاں
کے علم کے نیچے جمع کر دیا اور احمد خاں نے لڑائی سے پہلو تہی کرکے گلبرگہ کے
حوالی میں جا بجا گشت کیا۔ ہشیار عین الملک اور بیدار نظام الملک نے کمک منگا کر
احمد خاں کو تنگ کیا۔ سلطان کے آٹھ ہزار آدمی تھے اور احمد خاں پاس ایک ہزار
اتفاقاً بنجارے دو ہزار گاؤ خلقہ کے لیکر ولایت برار سے حوالی کلیانی میں فرکش ہوئے
اور ایسے ہی سوداگران لاہوری آشوب راہ کے سبب سے کلیانی میں گھرے ہوئے تھے
ان پاس تین سو گھوڑے تھے۔ بنجاروں کے بیلوں اور سوداگروں کے گھوڑوں پر
سپاہیوں کو بٹھا کے حسن بصری نے احمد خاں کے لشکر کی صورت بنا دی۔ اور
میدان جنگ میں ان کو اس طرح نمودار کیا کہ مخالفوں کو یہ معلوم ہوا کہ احمد خاں سے امرار
آن کر ملے ہیں۔ اس طرح نظام الملک اور عین الملک کو شکست دی۔ بادشاہ خود بھی لڑنے
آیا۔ مگر احمد خاں کا کچھ بھی نہ کر سکا بادشاہ پر ضعف طاری ہوا اور بیہوش ہو گیا اس کے
مرنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ چھوٹے بڑے امیر احمد خاں سے جا ملے۔ عین الملک و نظام الملک
فیروز شاہ کو پالکی میں ڈالکر قلعہ میں لے گئے احمد خاں نے قلعہ کو گھیر لیا۔ قلعہ پر سے توپ تفنگ
اس پر چلی ایک گولہ اسکے خیمہ میں آکر پڑا جس سے اسکے بعض مقرب ہلاک ہوئے۔ جب یہ خبر
سلطان کو ہوئی تو اُسنے حسن خاں سے کہا کہ بادشاہی لشکر و امرار کی موافقت سے ہوتی ہے
اب خلایق تیرے چچا کے ساتھ گرویدہ ہے صلاح ملک یہی ہے کہ بساط نزاع لے لیا
جائے وہ خرابی اور فنا کا سبب ہے تجھکو اوس کی اطاعت کرنی چاہئے۔ قلعہ کا دروازہ
کھول کر احمد خاں کو بلایا وہ بہمانی کے سرہانے آیا اور پاؤں پر سر رکھ کر نذر روپیہ
سلطان نے بشاش ہو کر کہا کہ الحمد للہ کہ میں نے اپنی زندگی میں تجھے شاہ دیکھا پادشاہی کا

استحقاق اور قابلیت سلطنت تجھ ہی میں ہے یہ شفقت پدری کا سبب تھا کہ میں اپنے پسر کو پسند کروں
اور اپنی حتی المقدور کوشش کروں اب میں تجھے خدا کو اور حسن خاں کو تجھے سپرد کرتا ہوں اب جاؤ اور
مہمات سلطنت میں مشغول ہو میں چند روز کا مہمان ہوں مجھے نہ بھولنا پانچویں شہر شوال ۷۴۸ھ کو
آنجہانی نے مقدمہ کیا تھا اُس نے سر پر رکھا اور تخت فیروزہ پر بیٹھا اور اپنا خطاب سلطان
احمد شاہ بہمنی رکھا اور خطبہ و سکہ دکن میں اپنے نام کا جاری کیا۔ ۱۵۔ کو فیروز شاہ مر گیا اور
۵ سال ۸ ماہ ۱۵ روز سلطنت کر گیا۔ یہ بھی کتابوں میں پڑھنے میں آیا کہ احمد خاں نے
شیر خاں اپنے بھانجے کی تحریک سے فیروز شاہ کا دم گھوٹ کر مار ڈالا۔

ذکر سلطنت احمد شاہ بہمنی

احمد شاہ بہمنی نے بادشاہ ہو کر خلعت حسن بصری کو وکیل سلطنت مقرر کیا اور ملک التجار کا
خطاب اس لئے دیا کہ وہ پہلے تجارت پیشہ تھا فیروز شاہ کے بیٹے حسن خاں کو فیروز آباد میں بھیجا
کہ وہیں آرام زندگی بسر کرے مگر شہر سے چار کوس سے پرے نہ جائے وہ بھی عیاش تھا اس لئے
ہوائے عیش کے دوسری طرف خیال نہ کیا۔ چچا کی حیات تک خوب اس کی زندگی بسر ہوئی
اسکے بعد وہ کھول ہوا اور قلعہ فیروز آباد میں مقید ہوا اور یہیں مر گیا۔

احمد شاہ لشکر کشی کے قوانین سے اور فرماں روائی کے آئین سے خوب ماہر تھا وہ تخت
پر بیٹھتے ہی فیروز شاہ کی شکست کے جبر کے لئے دیورائے سے انتقام لینے میں مصروف ہوا اور ساز و
سامان تیار کیا چالیس ہزار سوار جرار نامدار معرکہ گذار لیکر کرناٹک کو چلا۔ دیورائے بھی بہت لشکر
لیکر رایاب اسلام کی استیصال کے لئے روانہ ہوا اور تنگ بھدرا (تم بدرا) کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا
سلطان بہمنی یہاں دیورائے کے مقابل میں آیا۔ اس پاس دس لاکھ توپچی و کماندار تھے
عالم خاں لودی خاں دولا رخاں افغان دس ہزار سوار لیکر دریا سے پار آ گئے یہ اتفاق
کی بات تھی کہ دیورائے ایک نیشکر کے باغ میں سوتا تھا وہاں پادشاہی آدمی باغ کو لوٹنے
گئے اور وہاں دیورائے کے سر پر نیشکر کا گٹھ رکھ کر لائے وہ فرصت پاکر بھاگ گیا احمد شاہ
بھی شکار کو گیا تھا۔ دیورائے جان بچی ہزاروں پائے سمجھ کر کچھ نہ بولا جب کچھ راہ چلا تو

سلطان احمد شاہ کے عبور کرنے کا اور دیورائے کے غائب ہونے کا حال سنا۔ اس کی فوج کی ترتیب بانی کی کمان
کی سپاہ متفرق ہوئی اور بادشاہ کی سپاہ لوٹ پر جھکی۔ لشکر سے زیادہ تر شیریں اشیاء اس نے
لگی دیورائے کو فرصت ملی اور بھگوڑوں کی طرح وہ بھاگا۔ دو پہر کے بعد وہ ایک اپنے
مقرب امیر کے پاس پہنچا اور تاج سر پر رکھا جب اس کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو سپاہ
پھر جمع ہوئی مگر دیورائے اس واقعہ کو جنگ کے لئے نیک فال نہ سمجھا۔ قلعہ بیجانگر میں
جاکر متحصن ہوا۔ احمد شاہ بیجانگر پر ملتفت ہوا اور رائے کے ملک کے اندر گھسا۔ جہاں گیا
وہاں بخلاف قرارداد سلطان محمد شاہ کے زن و فرزندوں کو اسیر کرکے شمشیر سے
لایا اور رحم و شفقت کو ایک طرف رکھ دیا جب بیس ہزار ہندوؤں کا قتل قلم بند ہوتا تو
تین روز مقام کرتا اور بڑے بڑے جشن کرواتا۔ شادیانے کے نقارے بجواتا۔ بتخانوں کو توڑ کر
معابد کو ڈھاتا۔ گائے کو ذبح کراتا۔ چاربت روئیں گلبہ کہ بیچے کہ محمد گیسو دراز کے
آستاں خانہ میں زمین میں نصب کئے جائیں۔ تاکہ وہ زائروں کی لگد کوب میں آئیں
اتفاقاً ایک دن سلطان لشکر گاہ سے شکار کو نکلا اور ایک ہرن کے پیچھے چھ کروہ لشکر
گاہ سے دور ہو گیا پانچ چھ ہزار ہندوؤں نے آپس میں عہد کرکے قسم کھائی
تھی کہ عند الفرصت فدویانہ سلطان کے پاس پہنچکر اس کو ہلاک کریں گے اور انتقام لیں گے
وہ گھوڑوں پر سوار ہوکے سلطان کے پیچھے پڑے۔ سلطان کے ساتھ دو سو سنل
تیر انداز جانوروں کے پیچھے چلے گئے۔ یہ ہندوؤں کا لشکر سلطان نے دیکھا تو تنہا ہوا
اور اسے ایک چار دیواری کہ اہل زراعت نے گاؤ و گوسفندوں کے لئے جنگل میں
بنائی تھی دکھائی دی سلطان بہت جلد اس طرف چلا کہ راہ میں آب شکستہ آیا ہے
اس پر سے گذرنے میں توقف ہوا کہ دشمن قریب آ گئے انہوں نے دو سو کنی بادشاہی
زخمی کئے قریب تھا کہ سلطان کے بھی بندوق لگی ہوتی کہ سو سنل تیر انداز سوار
آ گئے اور دونوں نے اپنی تیر اندازی سے دشمن کو روکا کہ سلطان آب شکستہ
سے گھوڑا پھندا کر چار دیواری میں پہنچ گیا سواروں نے دیواروں پر چڑھ کر

تیر اندازی شروع کی ان تھوڑے آدمیوں اور پانچ چھ ہزار ہندوؤں کی لڑائی ہونے لگی
کہ بعد اقتدار سلداروں کا سردار دو تین ہزار خاصہ خیل کے سپاہی لیکر آن موجود ہوا
اس نے ہندوؤں کو مار کر بھگا دیا اور ایک ہزار کو قتل کیا۔ پانچ سو مسلمان مارے گئے۔ ع

رسید مژدہ بلائے ولے بخیر گذشت

سلطان بیجانگر میں آیا اور اس کے تسخیر کی
تدبیریں لگا اور حصورین کا ناک میں دم کیا۔ دیورائے نے اپنی خلاصی عجز میں دیکھی
باغیوں پر خراج چند سالہ لاد کر بھیجدیا اور اس سے صلح ہو گئی۔ سلطان اپنی دار السلطنت کو چلا گیا
اس سال میں قحط عظیم پڑا جس سے احمد شاہ کی شاہی کو خلائق نے اپنے لئے شوم جانا
استسقا کی نماز کو گیا تو بڑی شدت سے مینہ برسا۔ اس کرامت پر لوگوں نے اس کو
ولی کا خطاب دیا۔ اس نے اس قحط کے دور کرنے کے لئے اپنے خزانوں کو خالی کیا
اور بھوکوں کا پیٹ بھرا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ۸۱۸ھ میں احمد شاہ کی خلاف رائے تلنگ نے رائے بیجانگر سے
اتفاق کیا تھا اس لئے شاہ نے کل ملک تلنگ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور گلکنڈہ میں آن کر
خان اعظم عبد اللطیف کو برسم منقلا بھیجا اور خود ایک سو بیس روز بعد روانہ ہوا اس اثنا میں
ورنگل کا فتحنامہ اس پاس آ گیا۔ رائے ورنگل نے سات ہزار تلنگوں کو ساتھ لیکر خان اعظم کا مقابلہ
کیا اور کشتہ ہوا اور ورنگل مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ سلطان ورنگل میں آیا۔ کل خزائن و دفائن
کہ رائے کے باپ دادا نے جمع کئے تھے اور جنکو بڑی مشکل سے سلطان محمد تغلق کے ہاتھ سے
بچایا تھا۔ وہ بے مشقت احمد شاہ کے ہاتھ آئے وہ گلبرگہ چلا آیا۔ خان عالم عبد اللطیف نے
تین چار مہینوں میں اکثر بلاد تلنگ پر تصرف کیا اور بادشاہ کی خدمت میں آیا۔

۸۲۰ھ میں قلعہ ماہور کہ سلاطین بہمنیہ کے قبضہ سے نکل گیا تھا اور ایک ہندو زمیندار کے پاس تھا
صلاح و پیمان سے لیا لیا اور خلاف عہد کرکے زمیندار کو پانچ ہزار آدمیوں سمیت مار ڈالا اور انکی لڑکیوں اور
لڑکوں کو پکڑ کر مسلمان کیا۔ حصار کلم کو لیکر معدن الماس پر جو یہاں تھی تصرف کیا وہ حاکم گونڈوارہ کے
قبضہ میں تھی۔ بہت سے بتخانے توڑ کر انکی مسجدیں بنائیں۔ قاری و خادم و روغن چراغ کے خرچ انکے لئے مقرر کئے

ایک سال کے قریب سلطان اچلپور میں رہا۔ قلعہ کاویل کو از سر نو بنایا۔ قلعہ ترنالہ کی مرمت کی اس سے مقصود اسکا یہ تھا کہ مملکت خاندیس و مالوہ و گجرات کو صاحب قران امیر تیمور نے سلطان فیروز شاہ کو عنایت کئے تھے اچلپور میں رہ کر تدبیر و تزویر سے لے لے اور بعد ازاں وجیانگر کو تسخیر کرے یہ بات ہوشنگ شاہ والی شادی آباد مانڈو کو معلوم ہوگئی۔ نرسنگہ حاکم قلعہ کھیرلہ بھمنیوں کا باجگزار تھا اس کو ہوشنگ شاہ نے اپنی موافقت و متابعت کی ہدایت کی نرسنگہ نے اسے قبول نہ کیا تو ہوشنگ شاہ نے اس پر دو دفعہ لشکر بھیجا اور دونوں دفعہ وہ شکست پاکر پریشان حال واپس آیا۔ تیسری دفعہ ہوشنگ شاہ نے غصہ میں آکر اپنے معتمد امرا کی جماعت کو روانہ کیا اور انہوں نے اوسکی مملکت میں بڑی خرابی مچائی اس کے بعض پرگنوں پر متصرف ہوا۔ نرسنگہ نے لشکر جمع کرنا شروع کیا تو ہوشنگ خود اس طرف کا عازم ہوا۔ نرسنگ نے بے تابانہ تشنہ میں احمد شاہ پاس ولی کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ ان دنوں میں ہوشنگ والی مالوہ نے لشکر بے قیاس جمع کیا ہے اور اس دکن کی مملکت کا قصد کیا ہے اس زمانہ سے کہ میں فیروز شاہ کا مطیع ہوا ہوں حکام اطراف مجھے آپ کے منسوبوں میں سے جانتے ہیں۔ آپ اپنے بندوں کی معاونت و امداد میں تساہل نہ فرمائیں اور فریاد رسی کریں۔ سلطان نے اس ساعت میں عبدالقادر حاکم برار کو حکم بھیجا کہ لشکر برار کو جمع کرکے نرسنگہ کی کمک کرے اور خود شکار کے بہانہ سے اچلپور میں گیا۔ ہوشنگ شاہ نے بلا تاخت و تاراج کے کھیرلہ کا محاصرہ کیا اور لاانگر گرانگنا شروع کیا۔ احمد شاہ یہ خبر سنکر اچلپور سے کھیرلہ کی طرف متوجہ ہوا۔ علما نے سلطان سے کہا کہ اب تک ایسا نہیں ہوا کہ شاہان بہمنیہ نے مسلمانوں سے جنگ کی ہو آپ بدنامی سے بچیں گے سب لوگ کہیں گے کہ کفار کی حمایت کرکے مسلمانوں سے جنگ و محاربہ کیا سلطان ان کے اس مشورے سے متین کردہ پیرو تھا کہ علما کے اس کلام نے اس پر اثر کیا۔ ابھی مالویوں کے اردو سے یہ خبر اٹھی پہنچا نہ تھا کہ دکنیوں نے کوچ کیا ہوشنگ شاہ اس پیغام سے آشفتہ ہوا اس لئے کہ بادشاہی لشکر میں پندرہ ہزار سوار تھے اور اس پاس تیس ہزار پیادہ بھی کوانہ ہوا۔ احمد شاہ نے

علما سے کہا کہ جو مجھ پر واجب تھا وہ میں نے کیا اور اس بے ناموسی کو قبول کیا کہ کل کوچ کرکے دریا کے کنارہ پر مقیم ہوتا ہوں جو میرے مقابل میں آئیگا اس سے لڑونگا بموجب حدیث عذاب اوسکی گردن پر ہوگا۔ علما نے اس تجویز کو پسند کیا اپنی فوج کو آراستہ کیا ہوشنگ شاہ بھی لشکر سمیت پہنچ گیا ہوشنگ پاس آدمی بھیجا جس نے اس سے کہا کہ نرسنگہ اس جانب کے متعلقین میں سے ہے محبت کا اقتضا یہ ہے کہ اپنی ولایت کو چلے جاؤ اور ہم بھی علما کے کہے سے اپنے ملک جاتے ہیں۔ دونوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی اور ہوشنگ کو شکست ہوئی اسکے دو ہزار آدمی قتل ہوئے۔

اسکے حرم مع دو لڑکیوں کے مقید ہوئے جن کو احمد شاہ نے نہایت اعزاز سے ہوشنگ شاہ پاس بھجوادیا۔ نرسنگہ مع اپنے بیٹوں کے احمد شاہ کی خدمت میں آیا اور شاہ کو کھیرلہ میں لے گیا اور دعوت بڑی دھوم سے کی۔ ایک سو الماس و یاقوت مروارید مدان پیش کش میں دئے تاریخ مالوہ میں یہ لکھا ہے کہ احمد شاہ نے کھیرلہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ نرسنگہ نے ہوشنگ شاہ مالوہ کو امداد کو بلایا اس سبب سے ان دونوں پادشاہوں میں لڑائی ہوئی۔

اسی یورش میں جب سلطان حصار بیدر میں آیا تو اس نے یہاں ایک پرفضا صحرا میدان دیکھکر شہر آباد کیا جس کا نام (احمد آباد) بیدر رکھا اور قلعہ بنایا۔ یہاں سے بہتر آب و ہوا کہیں اور ملک دکن میں نہ تھی۔ پانچ ہزار سال ہوئے کہ شہر بیدر رایان دکن کا پایۂ تخت تھا یہاں کا راجہ بیم سین تھا جسکی بیٹی دمن پر مالوہ کا راجہ نل عاشق ہوا تھا فیضی کی مثنوی نلدمن مشہور ہے۔ ملا آذری جو اس پادشاہ کے عہد کا بڑا شاعر تھا اس نے اپنے بہمن نامہ میں اس شہر و قلعہ کی بہت تعریف لکھی ہے۔

احمد شاہ نے عاقبت اندیشی سے اپنے بیٹے علاء الدین کا عقد نکاح نصیر خاں حاکم آسیر کی بیٹی سے کیا۔ حاکم خاندیس نے بھی اسے غنیمت جانا کیونکہ گجرات کے حاکموں سے ہمیشہ خونریزی میں وہ رہتا تھا۔

تشنہ میں خلعت ابھری کو سپہ سالار دولت آباد مقرر کرکے حکم دیا کہ کوکن زمین کو

جو ساحل دریائے عمان پر واقع ہے باغیوں سے پاک صاف کرے اس نے تھوڑے دنوں میں کل مفسدوں کا علاج آہستی سے کردیا اور جزیرہ بہائم کو تسخیر کیا وہ شاہان گجرات کے قبضہ میں تھا سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس خبر کو سنکر اپنے بیٹے ظفر خاں کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ شاہ دکن نے اپنے بیٹے علاء الدین کو بھیجا۔ خلف حسن بصری سے شاہزادہ ظفر خاں کی سخت لڑائی ہوئی طرفین کے دو ہزار آدمی مارے گئے دکنیوں کو شکست ہوئی۔ جب سلطان احمد شاہ کو اس شکست کی خبر ہوئی وہ لشکر لیکر گجرات پر چڑھا۔ گجرات اور دکن کے لشکر آمنے سامنے اترے مگر لڑائی نہ ہوئی۔ علماء نے بیچ میں پڑکر صلح کرائی کہ دونوں اپنے اپنے ملک پر قبضہ و تصرف رکھیں ایک دوسرے کے ملک کی طمع نہ کریں۔ تاریخ الفی میں ذکر ہوا ہے کہ گجراتیوں کے فکر میں سلطان احمد شاہ تھا اور جزیرہ بہائم میں دکنیوں کی شکست سے پیچ و تاب کھاتا تھا کہ ۸۳۵ھ میں خبر آئی کہ محمود خاں ولد حاکم گجرات کسی تقریب کے سبب سے ولایت مندر بار میں مقیم ہے اسلئے احمد شاہ دکنی اس طرف متوجہ ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی بھی ایلغار کرکے اوجہ آیا دکنیوں نے صلح مراجعت میں دیکھی چار منزل پیچھے ہٹے۔ گجراتی بھی معاودت کے نرم ہوئے تاپتی کے کنارہ پر فروکش ہوئے۔ جاسوس دوبارہ خبر لائے کہ دکنیوں نے بغاوت کرکے قلعہ بیسول محاصرہ کیا ہے گجراتی بھی بیسول پر اُلٹے آئے ایک دن صبح سے شام تک دونوں لڑے پر دوسرے روز دونوں اپنے ملک کو چلے گئے۔

۸۳۷ھ میں ہوشنگ شاہ نے دکنیوں اور گجراتیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا تو وہ فرصت پاکر ولایت نرسنگہ پر لشکر کش ہوا اور نرسنگہ لڑائی میں مارا گیا اور ہوشنگ شاہ کے قبضہ میں قلعہ کھیرلہ آگیا جب سلطان احمد شاہ نے اس طرف لشکر کشی کی تو نصیر خاں والی آسیر مانع ہوا اور اس نے ان دو بادشاہوں میں لڑائی نہ ہونے دی اور آپس میں ان کے یہ اقرار ٹھیرا دیا کہ قلعہ کھیرلہ ہوشنگ شاہ پاس رہے اور ملک برار سلطان احمد شاہ بہمنی پاس رہے جب احمد شاہ کی سلطنت پر بارہ سال اور دو ماہ کی مدت گذر گئی تو ۸۳۸ھ ماہ رجب میں

اس کی شمع حیات بجھ گئی۔ خلاصہ اسکی سلطنت کا یہ ہے کہ احمد شاہ تخت پر بیٹھتے ہی وجیانگر کے راجہ سے لڑا اور اس کو شکست دیکر باجگزار بنایا وہ ورنگل کے راجہ سے لڑا جسکا انجام یہ ہوا کہ ملک تلنگانہ بالکل مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اس نے شہر احمد آباد بیدر کو آباد کیا اور ۱۰ فروری ۱۴۳۵ء کو مر گیا۔

ذکر سلطنت علاء الدین بن سلطان احمد شاہ

باپ کے پیچھے احمد آباد بیدر کے تخت پر سلطان علاء الدین بیٹھا۔ ولاور خاں افغان کو وکیل شاہی اور خواجہ جہاں الہ آبادی کو وزیر کل مقرر کرکے ان کو امور مملکت شاہی میں قوی کیا اور عماد الملک ایک مرد کہن سال جسکی ساری عمر سلاطین بہمنیہ کی خدمت میں گذری تھی امیر الامرا مقرر کیا رائے وجیانگر نے پانچ سال سے خراج نہیں دیا تھا اسلئے عماد الملک اپنی بہالی شاہزادہ محمد خاں اور خان جہاں کو اسکے وصول کے لئے بھیجا۔ انہوں نے جاکر ولایت کمتہ میں تاخت و تاراج اور قید کرنا شروع کیا تو رائے وجیانگر نے مضطر ہوکر بیس ہاتھی اور آٹھ لاکھ ہون نقد اور دو سو لونڈیاں رقاص ہنرمند اور اور چیزیں شاہزادہ محمد خاں کو دیکر واپس کیا۔ دکن کے فتنہ پرداز شرارت آفاق ہیں انہوں نے جب شاہزادہ قلعہ مدکل کے حوالی میں آیا تو اس کو یہ سمجھایا کہ سلطان احمد شاہ نے تجھے شریک سلطنت کیا تھا۔ مناسب یہ ہے کہ سلطان علاء الدین شاہ ان دو کاموں میں سے ایک کام کرے یا تو تجھ کو مسند فرمانروہی پر اپنے پہلو میں برابر بٹھائے اور باتفاق امور سلطنت کو سرانجام دے یا ممالک کے دو حصے کرکے ایک پرد و متصرف ہو اور دوسرے پر تو قابض ہو۔ اب صلاح دولت یہی ہے کہ یہیں بیٹھکر آدھے ملک پر قبضہ کرلے۔ شاہزادہ اس فریب میں آگیا عماد الملک غوری اور خواجہ جہاں کو اپنے ساتھ متفق کرنا چاہا جب وہ نہ ہوئے تو دونو کو قتل کر ڈالا اور وجیانگر کی دولت جو بیدر میں آئی تھی اسے خرچ کرکے سپاہ بہت بھرتی کرلی مدکل و رائے چور و شولاپور و ملدرک کو ملازمان شاہی سے چھین لیا۔ سلطان علاء الدین بھی لشکر لے کر بھائی سے لڑنے گیا دونو بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ سلطان علاء الدین کو فتح ہوئی اور اکثر امرا دستگیر ہوئے

شاہزادہ محمد خاں کو وہ جنگل میں چلا گیا۔ سلطان احمد آباد بیدر میں آیا۔ امراء کی جماعت کی تقصیرات معاف کی اور انکو بند وزنجیر سے آزاد کیا اور مکتوب نصیحت آمیز بھیجکر بھائی کو بلالیا۔ دوسرا بھائی داؤد خاں ملک تلنگ میں مرگیا تھا اسکی اقطاع راے چورہ دیو کی نوخاں کو دیدی اس نے یہیں اپنی باقی زندگی چین وآرام سے بسر کی۔

ششہ میں دلاور خاں کو کونکن کی سرکشوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ راے نیل وسنگیسر نے بیزر وخراج دینا قبول کیا۔ دلاور خاں نے راے سنگیسر کی لڑکی کو جو خوش شکلی وحسن صورت و موسیقی دانی میں مشہور تھی سلطان کے لئے لایا۔ سلطان کی وہ منظور نظر ہوئی اور زیبا چہرہ اس کا خطاب ہوا۔ دلاور خاں اس علت میں ماخوذ ہوا کہ اس نے رایان کونکن سے رشوت لے کر سرکشوں کا استیصال نہیں کیا اس نے انگشتہ وکالت کو واپس کیا اور بلاے اپنے نہیں بچایا۔ دستور الملک خواجہ سرا کو اسکا منصب ملا جسکی زشت خلقی سے خلائق کی جان تنگ تھی بادشاہ کے بیٹے ہمایوں نے اسکو کسی کام کو کہا تھا اسکا جواب اس نے یہ دیا کہ ایسے کام مجھ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کو اسکی سعی کرنی مناسب نہیں ہے شہزادہ نے دستور الملک کو قتل کرادیا اور قاتل کو اپنی سفارش وحمایت سے بچالیا۔

ششہ میں زوجہ سلطان آغا زینت مخاطب بملکہ جہاں نے اپنے باپ نصیر کو زیبا چہرہ کی استمالت کی اور شوہر کی کم عنایتی کی شکایت کی۔ نصیر خاں سلطان علاء الدین سے رنجیدہ ہوگیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی کے استصواب سے وہ مملکت برار کی تسخیر کا عازم ہوا فتحی آدیسوں کو بیکار امراء برار کو طمع دیکر اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔ انہوں نے متفق اللفظ والمعنی یہ کہا کہ نصیر خاں حضرت فاروق کی اولاد میں سے ہے اگر ہم اس کی نوکری کرکے مخالفوں سے شمشیر زنی کرینگے تو غازی یا شہید ہونگے۔ غرض انہوں نے نصیر خاں کو بلایا وہ بے توقف دو ہزار سوار اور پیادے بیشمار کو رایہ گوند واڑہ نے اسکی امداد کے لئے بھیجے تھے ہمراہ لیکر ولایت برار میں آیا جو انجو امراء نے چاہا کہ اپنے سرلشکر خاں جہاں کو مقید کرکے نصیر خاں پاس لیجائیں کہ خاں جہاں کو انکے ارادہ سے اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ ترنالہ میں جاکر متحصن ہوا اور

اور بیقت حال سلطان علاء الدین کو لکھی کہ یہاں کے امراء نصیر خاں سے مل گئے اور بے تامل انہوں نے خطبہ اس کا پڑھوایا اور قلعہ ترنالہ کا محاصرہ کیا۔ سلطان نے خسرو خاں بھری ملک التجار دولت آباد کے لشکر کو اس یورش کے لئے تعین کیا خلف بھری نے عرض کیا کہ امراے دکنی اور حبشی ملک ہوس کے سبب نہیں چاہتے ہیں کہ ہمارے ابنائے جنس سے بن کو وہ غریب پردیسی کہتے ہیں۔ مات شائستہ خلوت میں آئیں اس لئے حضور امراے مغل میرے ہمراہ کریں اور کوئی ایک بھی دکنی کو اس کام میں دخیل نہ فرمائیں خدا سے امید ہے کہ سب کام اچھی طرح سرانجام پائیں سلطان نے تین ہزار مغل تیراندار کہ سب خاصہ خیل تھے اور امراے مغل اس خدمت پر مامور کئے۔ خان جہاں قلعہ ترنالہ سے اس لشکر میں آملا۔ گھاٹ ہنگیر پر فاندیسیوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی۔ نصیر خاں کو شکست ہوئی وہ برہان پور بھاگ گیا اور لشکر کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ خلف حسن بھری بھی برہان پور پہنچا۔ نصیر خاں کے پاؤں اس کے سامنے نہ جمے وہ قلعہ تلنگ میں بھاگ گیا۔ خلف بھری نے خاندیس کو خوب غارت کیا اور شہر برہان پور کی عمارات شاہی کو جلایا اور نانگیر اور تلنگ پر یلغار کرکے چار ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا۔ نصیر خاں بارہ ہزار سوار لیکر قلعے سے دو کروہ پر لڑا۔ خاندیسیوں کو شکست ہوئی نصیر خاں کے مردم معتبر اور برار کے امراء باغی کشتہ ہوئے۔ خلف حسن بھری ترہاتی اور توپخانہ لیکر احمد آباد بیدر میں آیا۔ یہاں سے دولت آباد گیا۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ داہنی طرف غیاناں (پردیسی) اور بائیں طرف دکنی اور حبشی رہا کریں اس نے جب دکنیوں کو موقع ملا انہوں نے پردیسیوں کو قتل کیا جس کی تفصیل آگے آئیگی

دیگر امراے نے پنڈتوں اور ارکان دولت سے کہا کہ مملکت کرناٹک کچھ ممالک ہندیہ سے کم نہیں ہے اور خیل وحشم ہمارا ان کی جمعیت سے زیادہ ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ اکثر ہندو مغلوب ہوتے ہیں پنڈتوں نے تو اپنی کتھا بکھانی کہ ہماری پوتھیوں میں پہلے سے لکھا ہوا ہے کہ مسلمانوں کا تسلط ہوگا۔ یہ کل جگ ہے۔

بعض ارکان دولت نے کہا کہ مسلمانوں کو فتح دو سبب سے حاصل ہوتی ہے اول یہ کہ انکے

گھوڑے چاق اور دوڑنے والے اور کلاں ہوتے ہیں برخلاف اسکے ہمارے یابو ریزہ اندام کم قوت
و ہم شکر ہیبت میں تیر انداز ہیں اور ہمارے لشکر میں کم یسنکر دیوراے نے حکم دیا کہ سلطان
نوکر رکھے جائیں اور ان کو اقطاع جاگیر خوب دی جائیں اور بیجانگر میں مسجد بنائی جائے
اور شعار اسلام کا مزاحم کوئی نہ ہو۔ قرآن شریف رحل پر رکھکر روز میرے سامنے لایا جاوے
تا کہ مسلمان اس کو سلام کریں اور ہندوؤں کو بھی حکم دیا کہ وہ تیر اندازی سیکھیں۔ اس کے پاس پیادہ لاکھ
سوار اور اٹھارہ ہزار ہاتھی تھے۔ اب اس نے آیندہ حکم دیا کہ ستر ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے ہوں
اس حکم کے بعد اسکے اہل دیوان دس ہزار مسلمان سوار اور سات ہزار ہندو سوار کر علم تیر اندازی
سے خالی نہ تھے اور تین لاکھ پیادے ترتیب دیکر دیوراے کی نظر کے روبرو لائے۔ اب اسکی سلاطین
بہمنیہ کے ملک کی تسخیر کی ہوس ہوئی ۱۳۸۳ء میں اس نے آب تنگ بھدراے گذر کر قلعہ مدکل کو فتح کیا
اور اپنے بیٹوں کو قلعہ رائے چور و بنگاپور کے محاصرہ کے لئے مامور کیا۔ خود اس نے آب کشنا
(کرشنا) پر قیام کیا اور سافر و بیجاپور تک اس کے آدمیوں نے تاخت تاراج کی۔ سلطان علاء الدین
بہمنی اپنا لشکر پچاس ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیادوں کا جمع کیا جسکے ساتھ توپ خانہ آلات اسباب
حرب بہت باعظمت و شوکت تھا۔ دیوراے کو پسپا کر کے قلعہ مدکل میں آیا اور سلطان کی
جنگ کے واسطے سپاہ مامور کی۔ سلطان مدکل سے چھ کروہ پر مقیم ہوا خلف بھری ملک التجار کو
دیوراے کے فرزندوں کی تادیب کے لئے بیجا۔ خاں زماں سرلشکر بیجاپور و خان اعظم سرلشکر
برار و تلنگ کو دیوراے کے لئے تعین کیا۔ ملک التجار نے دیوراے کے بڑے بیٹے کو زخمی کر کے
مودگرے بھگایا اور بنگاپور پر متوجہ ہوا ابھی وہ وہاں آیا نہ تھا کہ دیوراے کا چھوٹا بیٹا
خانمرہ کو چھوڑ کر باپ پاس چلا گیا۔ وہ تین مہینے تک مدکل کے قلعہ کے باہر مسلمانوں اور
ہندوؤں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اول دفعہ ہندو غالب ہوگئے پھر مسلمان بڑی محنت سے
غالب ہوئے دیوراے کے آدمی فخر الملک اور اسکے بھائی کو پکڑ کر لیگئے۔ سلطان علاء الدین
نے دیوراے کو لکھا کہ اگر ان میں کسی ایک کو مارو گے تو ایک ایک کی عوض میں لاکھ ہندوؤں کو
قتل کروں گا۔ دیوراے نے اپنے آدمی بھیجے کہ اگر سلطان عہد کرے کہ پھر میرے ملک پر

لشکر کشی نہیں کریگا تو میں عہد کرتا ہوں کہ ہر سال پیش کش لائق بھیجتا رہوں گا اور فخر الملک اور
اسکے بھائی کو حوالہ کرونگا سلطان نے اسکے التماس کے موافق عہد نامہ لکھکر بھیجدیا اسنے فخر الملک اور
اسکے بھائی کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں دونوں نے علم مراجعت بلند کیا نہ سلطان نے کرناٹک پر لشکر کشی
کی نہ راے دیوے نے خراج کے ادا کرنے میں التوا کیا۔

سلطان نے اس آباد بھید میں ایک دار الشفا کمال لطافت صفائی سے تیار کرایا اور چھ
فریقہ وقف کئے کہ ان کا فضول بیماروں کی دواؤں اور غذاؤں میں صرف کیا جائے۔ ہندو مسلمان
طبیب چلن کریں۔ قضات امین محتسب خدا ترس شہر میں مقرر کئے۔ باوجودیکہ وہ خود شراب
پیتا تھا مگر حکم دیا کہ نہ کوئی شراب پئے نہ جوا کھیلے۔ قلندروں دریوزہ خواروں کے گردن پٹوق
آہنیں پنا کے اُن سے شہر گاؤ و موت اُٹھوایا اور سنگ و گل کا کام کرایا اور تعذیب شاقہ
فرماتا کہ لوگ متنبہ ہو کر کسب معیشت میں مشغول ہوں یا اس کی قلمرو سے باہر چلے جائیں۔ جو شراب
پیتا یا سکوہ دیتا خواہ کوئی ہو۔ چنانچہ اُس نے اس حرکت پر سید محمد گیسو دراز کے رشتہ داروں
میں سے ایک کو بر سر بازار کھڑا کر کے دو سو تازیانے لگوائے وہ جمعہ کو منبر کے نیچے کھڑا ہو کر وعظ
سنتا۔ بتخانوں کو توڑ کر مسجدیں بناتا۔ کفار۔ اوژنار دار و برہمن وغیرہ سے باتیں نہیں کرتا اور
حمامات دیوانی میں ان کو داخل نہ دیتا۔ جب بیجانگر کی یورش سے واپس آیا تو عیش و
عشرت میں ڈوب گیا۔ امور کلی و جزوی و مہمات ملکی و مالی نوکروں کے حوالہ کیں۔ قریب ایکہزار
کے حسین عورتیں سراپردہ میں جمع کیں اور دریا کے کنارہ پر ایک نعمت آباد باغ بنایا۔ اس میں
باد و گل خام اور دلبران سیم اندام اور مطربان شیریں کلام سے رات دن مشغل رکھتا تھا
چار پانچ مہینے میں ایک دفعہ سلام عام لیتا۔ دکنیوں نے اسے گھیر لیا میان من اللہ دکنی
وکیل شاہی مستقل ہوئے شاہ قلاع ساحل کی تسخیر کا عازم ہوا۔ ساحل پر ملک کوکن جس کو اب
کونکن کہتے ہیں وہاں کے راجہ راہزنی اور بحری قزاقی کیا کرتے تھے۔ مغربی گھاٹ اور بحر ہند کے درمیان
ملک انکے پاس تھا۔ ان کا ملک بہت دشوار گذار اور بیماری کا گھر تھا وہ شمال میں بمبئی تک اور جنوب میں گوہ
تک کو پھیلتا تھا۔ خلف حسن بھری ملک التجار کو سات ہزار سوار دکنی اور تین ہزار سوار عرب کے

ساتھ اس خدمت پر مامور کیا۔ ملک التجار نے قصبہ جاکنہ میں کہ بلدہ منیر کے قریب تھا، اپنا نشیمن بنایا اس کا قلعہ تعمیر کرایا اور دفعہ دفعہ کرکے کوکن کو لشکر بھیجا۔ اس طرف کے راجاؤں کو جو کرتا پر جو اس آئی تو خود اس سو بہ پر توجہ کی اور ایک حصار کو جو سر کئے پانچ تھا فتح کرکے بیرو قہرے سر کیا سہ کو مجبور کیا کہ کیا اسلام اختیار کرے یا تلوار کے نیچے سر رکھے سرکش نے کمر عذر کا طریقہ اختیار کیا اور یہ معروض کیا کہ میرے اور راے سنگیر کے درمیان پرانی دشمنی ہے وہ قلعہ کنڈانہ کے حوالے میں بہتاب اگر میں حلقہ اسلام میں آجاؤنگا اور وہ اپنے قصبہ دولت میں متمکن رہیگا تو آپ کی مراجعت کے بعد مجھ پر زبان طعن دراز کریگا اور میں ملک پر جیسے میرے باپ دادا قرنوں سے حکومت کرتے چلے آئے ہیں متصرف ہوگا۔ سب زمیندار اقارب میرے مجھ سے منحرف ہوجائیں گے۔ اگر آپ اس جانب تشریف فرما ہوں تو تھوڑی توجہ سے اس کا ملک آپکے قبضہ میں آجائیگا ان حدود کو مجھے عنایت کیجئے یا اس کا سر تن سے جدا کرکے اس کی مملکت کو کسی اپنے امیر کو دیدیجئے تو بندہ کلمہ خطبہ پڑھنے کو موجود اور ہر سال خراج خزانہ عامرہ میں فلاں مقدار کا داخل کرنے کو جانتا ہے۔ ملک التجار نے کہا کہ وہاں جانے کی راہ بہت تنگ ہے اور وہاں تک پہنچنا نہایت دشوار ہے سرکہ نے کہا کہ میں ایسی راہ پر لے جاؤں گا کہ جنگل میں کوئی خار دامن کو آزار نہیں پہنچائے گا اور مجمل مقصود ہاتھ آجائے گا۔ ملک التجار نے دشمن کے قول کا اعتبار کرلیا ۱۸۸ھ میں اس سمت کا عازم ہوا۔ اکثر دکنی و حبشی نفاق کے سبب سے جدا ہوگئے۔ اور ملک التجار کے ہمراہ جنگل میں نہ آئے۔ سرکہ ملک التجار کو دو روز تو فراخ راہ پر لایا لیکن تیسرے روز وہ گمراہ ایسی راہ پر لے گیا ؎ کہ گاز ہول او شیر نر مادہ بود ✦ اس راہ سے گزرتے پڑتے باہر نکل ایک جنگل میں آئے جس کے تین طرف پہاڑ اور ایک طرف خلیج۔ ملک التجار اس خونی میں گرفتار تھا۔ ہر چند سعی کرتا تھا کہ آدمی ترتیب و قاعدہ کے ساتھ نزدیک نزدیک آپس میں چلیں مگر اسکا کچھ سودمند نہ ہوتا تھا ہارے تھکے شام کو جو آتے وہ کسی درخت کے تلے آرام لیتے اس جنگل میں درختوں کے انبوہ سے اتنی جگہ نہ تھی کہ دو خیمے ہم پہلو استادہ ہوسکیں

کہ اس میں رات بسر کیجائے ایسے وقت میں کہ سپاہی اپنے حال میں گرفتار تھے سرکہ نے یہ سرکشی کی کہ خود لشکر دوں میں یساب کی طرح نایاب ہوا۔ راے سنگیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے ایسا موقع شکار تیرے دام میں پھنسا دیا ہے۔ اب جو کچھ تو کرسکتا ہے کر۔ راے سنگیر نے تیس ہزار توپچی و کماندار و تفنگچی اور سب طرف سے جمع کئے اور سرکہ بھی اپنی جمعیت کے ساتھ اس سے مل گیا۔ آدھی رات گذری تھی کہ دروں و غاروں کی اطراف و جانب سے جنگل میں وہ آئے اور انہوں نے درختوں کے نیچے سات آٹھ ہزار مسلمانوں کو چڑیوں بچوں گھونسلوں کی طرح ذبح کیا۔ ہوا کے چلنے سے درختوں کے پتوں کی آواز کھڑکھڑاہٹ ہوتی تھی کہ مقتولوں کے فریاد و نالہ کی آواز ایک دوسرے کے پاس تک پہنچتی تھی ہمسایہ کے احوال سے ہمسایہ واقف نہ ہوتا تھا۔ شب کی ظلمت اپنی وحشت وحشت انگیزی کارہی تھی کہ ایک دوسرے کی فریاد رسی نہیں کرسکتا تھا۔ ملک التجار کے سر پر دشمن جا پہنچے اس کو اور پانچ سو سیدوں کو کہ مرنی و کربلائی و بنجی تھے قتل کیا جو تقدیر سے زندہ بچے وہ بہت مشقت اٹھا کر جنگل سے باہر نکلے اور امراء دکن کی ایک جماعت نے جو ملک التجار کے ساتھ جنگل میں نہیں گیا تھا اس نے کہا کہ تمہارا حال بہت پریشان و نامناسب ہے کر اپنی جاگیروں کو چلے جاؤ اور سامان کرکے جلد چلے آؤ۔ دکنی اور حبشی جو لشکر تھے وہ اپنی اقطاع کو چلے گئے اور مغلوں نے کہا کہ ہماری جاگیریں دور واقع ہیں۔ ہم بے حکم بادشاہی کے نہیں جائینگے بلکہ قصبہ جاکنہ میں کہ ملک التجار کا نشیمن گاہ ہے اور بہت زر و نقد ہے وہاں جائینگے اور قرض وغیرہ لیکر اپنا سامان کرینگے اور پھر جلد آئیں گے وہ جاکنہ میں چلے گئے۔ اس وقت بعض ناعاقبت اندیش مغلوں کی زبان سے نکل گیا کہ دکنیوں کے امراء کے نفاق سے ملک التجار اور سادات وغیرہ کشتہ ہوئے۔ جب یہ قصبہ جاکنہ میں پہنچیں گے تو حقیقت حال عرضداشت میں لکھ کر درگاہ شاہ میں بھیجیں گے۔ یہ خبر دکنیوں کو پہنچی انہوں نے پیشدستی کرکے مکر و حیلہ کی راہ سے بادشاہ کو لکھا کہ ملک التجار ایک زمیندار کی رہنمونی سے اور سادات اور تمام مغلوں کی ترغیب سے فلاں بیشہ میں گیا

ہر چند ہم خیر خواہوں نے اس کی قباحتیں خاطر نشان کیں مگر تقدیر نے اس کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالدیا تھا کہ اس نے اصلاح دو تخواہوں کی بات پر التفات نہیں کیا جس کے سبب جو ہوا سو ہوا۔ بعد ملک التجار کے مرنے کے ہمنے مفل وسادات و خاصہ خیل کے امرا سے کہا کہ وہ تنخواہی کے لئے مناسب یہ ہے کہ بادشاہ سے سر لشکر ہم طلب کریں اور اتفاق کرکے سرکوب رائے سنگیر سے انتقام لیں انہوں نے قبول نہیں کیا سہ کشی کی اور گالیاں اور کلام ناخوش زبان پر لائے۔ قصبہ جاکنہ میں چلے گئے ان کے اوضاع سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ چاہتے ہیں قلعہ جاکنہ میں متحصن ہوکر رایان کوکن سے موافقت کریں اور علم مخالفت بلند کرکے فتنہ قوی اٹھائیں۔ اس عریضہ کو مشیر الملک دکنی پاس کہ مغلوں کا دشمن جانی تھا بھیجا اسنے بادشاہ کے روبرو اسکی عین مستی کی حالت میں یہ عریضہ پیش کیا اور ملک التجار کے قتل ہونیکا اور پردیسیوں کے تمرد کا بیان قبیح صورت میں تقریر کیا۔ سلطان غیظ و غضب میں آکر کہ معاملہ کو نہیں پہنچا مشیر الملک دکنی اور نظام الملک بن عماد الملک غوری کہ پردیسیوں کے خون کا پیاسا تھا اور ان استیلا و تفوق سے آزار اٹھایا تھا قصبہ جاکنہ کے امرا کے قتل کے لئے معین ہوا اور وہ بہت لشکر لے کر اس طرف روانہ ہوا۔ سادات عرب و عجم وغیرہ کے امرا کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اتفاق کرکے حصار قصبہ جاکنہ میں متحصن ہوئے اور اپنی عرضداشت جو اخلاص و یک جہتی کے اظہار پر مبنی تھی احمد آباد بیدر ارسال کی لیکن ان کی عرضداشت اثنا راہ میں مشیر الملک دکنی کے ہاتھ لگی اسکو پرزے پرزے کرڈالا اور دار الخلافت نہ پہنچنے دیا پردیسیوں کو جب ان حال کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عرضداشتیں اور راہوں سے اپنے قدیمی ہندوستانی نوکروں کے ہاتھ بھیجیں مگر انہوں نے بھی عداوت جبلی کے سبب سے مشیر الملک دکنی کو وہ عرضداشتیں دیدیں اسنے اوسکو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکدیا اور راہوں کا انتظام پہلے سے زیادہ کیا اس حالت میں سادات حیران تھے۔ ناچار سب پردیسی امرا کے اتفاق کرکے غلہ و اذوقہ بقدر امکان قلعہ کے اندر لے گئے اور محافظہ کے درپے ہوئے۔ جب یہ خبر مشیر الملک دکنی کو پہنچی جو امرائے دکنی ملک کوکن میں تھے اور انہوں نے یہ فتنہ اٹھایا تھا ان کو اپنی مدد کو بلایا اور جنیر اور اسکے گرد و نواح

بے شمار پیادے جمع کئے اور قصبہ جاکنہ کی طرف آیا اور اس کو احاطہ کرکے محصورین کا ناک میں دم کیا دو مہینے تک لڑائی رہی اور دکنیوں کی عرضداشتیں برابر بادشاہ پاس پہنچتی رہیں کہ پردیسی مخالفت اور مخموری میں راسخ و ثابت قدم ہیں سلطان گجرات سے مدد طلب کرنی چاہتے ہیں کہ قلعہ ان کو دیدیں۔ دکنی صاحب دخل تھے وہ ان عرضداشتوں کو اپنے حسب الدعا سلطان کے برعکس پیش کرکے جواب میں متواتر فرامین بھیجواتے تھے کہ باغی طاغی پردیسیوں کی جماعت کے قلع و قمع میں ایسی کوشش کرو کہ وہ اوروں کی عبرت کا سبب ہو۔ پردیسیوں کی عرائض اگرچہ بہت محنت و مشقت سے دار الخلافہ میں پہنچتی تھیں تو ان کے جواب میں لکھدیتے تھے کہ ہمنے سلطان کے پاس بعض بھیجے وہ بسبب قہر و خشم کے جواب پر ملتفت نہیں ہوتا۔ پردیسیوں نے دیکھا کہ دو تنخواہ کا حال یہ ہے اور اذوقہ کم ہوگیا ہے تو یہ قرار دیا کہ اپنے زن و فرزند کو ایک جنگی جماعت کے ساتھ قلعہ میں چھوڑیں اور خود اتفاق کرکے باہر آئیں اور ایلغار کرکے احمد آباد بیدر کو روانہ ہوں و سلطان سے حال عرض کریں۔ مشیر الملک و نظام الملک دکنی اور امرا جب انکے اس ارادہ پر مطلع ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر پردیسی ایسا کریں گے اور ہم ان کا تعاقب کریں گے تو ایک جماعت کثیر ہم میں سے جب تک قتل نہ ہوجائے گی ہم ان پر غالب نہ ہونگے اور مقصود ہمارا کہ صحرا میں اس جماعت کا قتل عام کریں حل میں نہ آئیگا۔ بس انہوں نے پیغام دیا کہ ہم پیغمبر کی امت ہیں اور اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور تم میں اکثر سادات ہیں اس لئے ہم نے تمہاری اور تمہارے فرزندوں کی بیکسی پر رحم کرکے سلطان سے عرض کرکے یہ حکم دلادیا ہے کہ وہ تم کو جانی اور مالی آزار نہیں پہنچائیگا۔ تم کو اجازت دیتا ہے جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اور اس مضمون کا جعلی فرمان بنا کر دکھلا اور اس پر واللہ باللہ کرکے قرآن شریف اور خدا کی قسم کھائی اور عہد کیا کہ تم کو کوئی جانی و مالی آزار نہیں پہنچائیگے پردیسیوں نے جو ذہانی نہ رکھتے تھے جن میں سے بارہ سو سادات صحیح النسب تھے دشمنوں کے قول پر اعتماد کیا اور اہل و عیال و اسباب مال کے لئے وہ مرکب بارکش نہیں رکھتے تھے قلعہ سے باہر نکلنے کی تلاش کرنے لگے۔ مشیر الملک دکنی و نظام الملک قلعہ میں آئے اور تین روز تک وفائے عہد کیا اور کچھ انکو آسیب نہیں پہنچایا۔ مگر چوتھے روز انہوں نے پردیسیوں کے امرا و رؤسا کو ضیافت میں

قلعہ کے اندر طلب کیا۔ قاسم بیگ صف شکن و قراخاں گرد و احمد بیگ یکہ تاز کے سوا پردیسیوں کے سارے امرا اور مشاہیر قریب تین سو کے قلعہ میں حاضر ہوئے۔ جب دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے لگے تو دکنیوں کی جماعت کہ مسلح کمین میں بیٹھی ہوئی تھی ان دغا شکنوں کے اشارہ ملتے ہی کمانوں پر سے تلواریں لے کر نکل پڑی سارے پردیسیوں کو دم کی دم میں بندوقیت شہادت چکھایا چار ہزار دکنی ندوہ پوش کہ جا بجا گھات تھے اور ندوے متفرق تھے وہ پردیسیوں کے خیمہ و خرگاہ پر آئے۔ اتفاق مذکور ایک سال سے کم و بیش آگے پیچھے ۱۰۰۰ سنہ ہجری میں واقع ہوا۔ پانچ چھ ہزار معصوم طفل ان ظالموں نے قتل کر ڈالے۔ اس کے علاوہ ان میں سے قاسم بیگ صف شکن و قراخاں گرد و احمد بیگ یکہ تاز پردیسیوں سے اور دکنیوں سے ایک لڑائی جھگڑے دکنیوں کے آشوب سے واقف ہو کر جبہ پہنا اور اپنی عورتوں کو مردوں کا لباس پہنایا اور احمد آباد بیدر کی طرف متوجہ ہوئے۔ بشیر الملک دکنی نظام الملک غوری نے دو ہزار سوار بسرکردگی داؤد خاں کے انکے تعاقب میں بھیجے اور کہا کہ داؤد خاں جاگیر دار ہے اگر وہ تمہارا مقابلہ کرے تو تم اس سے لڑنا ورنہ اس کو کچھ نہ کہنا کیونکہ ہم اس کو اپنا آدمی سمجھتے ہیں۔ داؤد خاں نے ان کو پیچھے آتے دیکھا تو سمجھا کہ یہ جماعت حرام خور ہیں جو اخلاص و تلخواہی کا دم بھرتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ ان کو قتل کریں اور ان کے گھوڑے اور مال لوٹ لیں اور کسی موقع پر آمنا سامنا ہو تو ان سے لڑتے تھے۔ قاسم بیگ صف شکن اور اور امرا میں سوا آدمی چلے جاتے تھے امرا دکنی جو ان سے لڑتے تھے ان سے وہ بھی لڑتے تھے۔ اور راتوں کو جنگل میں اترتے تھے قلعہ بیدر کے حوالی میں داؤد خاں نے ان کے سر راہ کو نہایت تنگ پکڑا اور حسن خاں جاگیر دار بیدر کو پیغام دیا کہ یہ لوگ سلطان کے حرامخور ہیں تجھے چاہئے کہ اپنے لشکر کے ساتھ انکی دفع کے لئے متوجہ ہو اور ان حرامخوروں کے تن سے سر جدا کر کے ہم اور تم سلطان پاس بھیجیں۔ قاسم بیگ اور حسن خاں میں سابق کی آشنائی کا سابقہ تھا اور معارک بیجانگر میں اس نے اس کی کمک کر کے دشمن کے ہاتھ سے خلاص کیا تھا اس نے جواب دیا کہ یہ لوگ حرامخوار ہوتے تو گجرات کی سرحد میں کہ تین روز کی راہ ہے کیوں نہ چلے جاتے اس لئے حسن خاں کی کمک سے داؤد خاں مایوس ہوا۔ پس ماندہ لشکر قاسم بیگ سے لڑ

قریب ڈھائی ہزار سواروں کے آس پاس جمع ہو گئے تھے وہ داؤد خاں سے لڑ داؤد خاں کے دو تیر لگے اور وہ مر گیا۔ دکنیوں نے یہ حال دیکھ کر اور مخالفوں کے قتل میں کوشش کی اور ان کو تنگ کیا کہ اس اثنا میں حسن خاں نزدیک آ گیا تو دکنی داؤد خاں کا جنازہ لیکر قصبہ جاکنہ چلے گئے اور قاسم بیگ قصبہ بیر سے باہر آیا۔ حسن خاں سے اتفاق کر کے بادشاہ کو عرضداشت لکھی بادشاہ نے اس عرضداشت کو سنکر قاسم بیگ صف شکن کی طلب میں فرمان بھیجا وہ اور پردیسی جو تلوار سے بچے تھے بادشاہ پاس گئے اس نے ان کا حال دریافت کیا قراچغتائی خاں کی گردن اڑوائی۔ جو پردیسیوں کی عرضی بادشاہ پاس نہیں پہنچاتا تھا اور اس کی لاش کو تشہیر شہر میں کرائی۔ قاسم بیگ کو ملک التجار کی جگہ دولت آباد وغیرہ کا سرلشکر مقرر کیا اور قراخاں گرد اور احمد بیگ یکہ تاز کو منصب ہزاری دیا اور از سر نو بادشاہ پردیسیوں کی تربیت پر متوجہ ہوا اور ان میں سے بہت سے آدمیوں کو صاحب دخل کیا۔ بشیر الملک دکن و نظام الملک غوری کے گھروں کو ضبط کیا اور حکم دیا کہ ان کو مع بہت سے امرا دکن کے طوق و زنجیر ڈال کر پیادہ پا قصبہ جاکنہ سے دار الخلافہ میں لائیں اور اور پردیسیوں کے مخالفوں کو سخت سزائیں دیں۔ یہ حال ہمنے تاریخ فرشتہ سے نقل کیا ہے جو خود پردیسی اور شیعہ تھا اس لئے اس نے اس واقعہ کو نمک مرچ لگا کے مبالغہ سے لکھا ہے۔

۹۵۵ھ میں ملا آذری جو اس پادشاہ کا مقتدا تھا ایام شاہزادگی میں الفت بہت رکھتا تھا اس تحریر سے وہ ایسا موثر ہوا کہ اس نے شراب سے توبہ نصوح کی اور پھر از سر نو اس دکنی جماعت کو جو پردیسیوں کے قتل میں شریک تھی سیاست کی اور دولتخانہ کی خدمات بزرگ سے دکنیوں کو معزول کیا۔

۹۵۸ھ میں شاہ کا ساق یا مجروح ہوا تھا اس سبب سے وہ گھوڑے کمتر باہر آتا تھا اکثر اوقات اس کے مرنے کی خبر منتشر ہو جاتی تھی یہاں تک کہ سلطان احمد شاہ دکنی کا داماد جلال خاں کہ سید جلال بخاری کی اولاد سے تھا اور تنگ میں

سرکار نلکنڈہ میں اقطاع رکھتا تھا۔ بادشاہ کی موت کا یقین کرکے گرہ نواح سے بہت سے ملک کو دبا بیٹھا اور اپنے بیٹے سکندر خاں کو جو سلطان احمد خاں بہمنی کا دختر زادہ تھا تقویت دے کر اس ولایت پر تسلط کیا۔ خان اعظم بھی مرگیا تھا اس لئے تلنگ کے اکثر امرا سکندر خاں سے متفق ہوگئے تھے اور اس مملکت کا بادشاہ اسکو بنانا چاہتے تھے سلطان علاء الدین نے باوجود درماندگی کے حضار لشکر کو فرمان دیا کہ لشکر کشی کا تہیہ کریں۔ جلال خاں کو جب بادشاہ کی حیات پر آگاہی ہوئی تو وہ خود تلنگ میں آیا اور سکندر خاں کو ماہور کی جانب بھیجا تھا کہ سلطان ہیبر کی جانب توجہ کرے اس کے دوسری طرف خلل عظیم پیدا کرکے دوسرے کی کمک پر مستعد ہو۔ یں جو تلنگ اور برار کے درمیان ہے سکندر خاں نے جمعیت کی سلطان ہرچند توانا مرد بہمنیہ تھا مگر دو مؤنث نہ ہوتا تھا۔ اس واسطے کہ شہزادہ محمد خاں کی بغاوت میں سکندر خاں دخل عظیم رکھتا تھا اور یہ مخالفت بھی کسی وجہ سے سلطان سے مطمئن خاطر نہیں ہونے دیتی تھی۔ یہاں تک سلطان محمود شاہ خلجی مالوی کو پیغام دیا گیا کہ سلطان علاء الدین بیمار ہوکر مدت ہوئی کہ مرگیا احسان درگاہ نے اس کے مرگ کو اپنے مقاصد کی وجہ سے مخفی کر رکھا ہے وہ چاہتے ہیں کہ بزرگان مملکت کو پایۂ بزرگی سے گرائیں۔ اگر آپ اس طرف عزیمت کریں تو مملکت برار و تلنگ بے نزاع و جنگ آپ کے قبضہ میں آجائیں۔ سلطان محمود شاہ خلجی نے اس بات کو یقین کرلیا اور والی آسیر و برہان پور کے مشورہ سے دکن کا سفر کیا۔

۸۳۸ھ میں بڑے شان و شکوہ سے روانہ ہوا۔ سکندر خاں ایک ہزار سواروں کے ساتھ آملا گیا۔ سلطان علاء الدین نے خود اپنے جانے کا عزم فسخ کیا اور خواجہ محمود المشہور گاواں کو جلال خاں سے لڑنے کے لئے مقرر کیا۔ لشکر برار کو حاکم برہان پور کی بازداشت کے لئے رکھا۔ قاسم بیگ صف شکن سرلشکر دولت آباد کو پہلے روانہ کیا اور خود چلا۔ لشکر بیجاپور و خاصہ خیل کے ساتھ پالکی میں بیٹھ کر سلطان محمود سے جنگ و جدال کے لئے صحرائے ماہور سے پانچ کروہ پر اترا۔ جب سلطان محمود شاہ کو معلوم ہوا کہ شاہ دکن حیات ہے اور لشکر کے ساتھ مستعد رزم ہے تو وہ آدھی رات کو اپنے ملک کو چلا گیا اور

لڑنے والے عایشان میں سے ایک کو مدد کے بہانے سے سکندر خاں کے ہمراہ کیا اور اس سے کہدیا کہ اگر سکندر خاں پھر دکنیوں سے لڑنے کا ارادہ رکھے تو تمام اس کے ہاتھی گھوڑے اور اثاثہ شوکت لیکر منڈو میں چلے آؤ۔ سکندر خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ مالویوں سے بدا ہوکر نلکنڈہ کی طرف دو ہزار افغان اور راجپوتوں کے ساتھ چلا۔ اس وقت خواجہ محمود گاواں نے قلعہ نلکنڈہ کو گھیر رکھا تھا۔ سکندر خاں کسی حیلہ سے قلعہ کے اندر پہنچ گیا خواجہ خدا سے یہ چاہتا تھا اس نے پہلے سے اور زیادہ اہل قلعہ کی جان ضیق میں کی۔ باپ بیٹوں نے جلدی سے سلطان سے امان نامہ طلب کرکے قلعہ کو خواجہ کے حوالہ کیا اور خواجہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں گئے اور ان کو نلکنڈہ پھر جاگیر میں ملگیا۔ سلطان دارالسلطنت میں چلا آیا۔

۸۳۹ھ میں سلطان علاء الدین بہمنی نے اسی درد پا کے مرض سے علم فنا بلند کیا اسکی مدت سلطنت ۲۳ سال ۹ ماہ ۲۰ روز تھی۔

کہتے ہیں کہ سلطان علاء الدین شاہ بہمنی بہت فصیح و بلیغ تھا فارسی خوب جانتا تھا فی الجملہ تحصیل علوم بھی کی تھی۔ کبھی کبھی روز جمعہ و عیدین کو مسجد جامع میں بھی جاتا تھا اور منبر پر بیٹھکر خود خطبہ پڑھتا تھا اور اس القاب سے اپنی ستائش کرتا تھا کہ السلطان العادل الکریم الحلیم الرؤف علی عباد اللہ الغنی علاء الدنیا والدین علاء الدین بن اعظم السلاطین احمد شاہ ولی بہمنی۔ ایک تاجر عرب تھا اس نے گھوڑے بیچے تھے جنکی قیمت ادا کرنے میں اہل دیوان بہانے بناتے تھے۔ یہ تاجر سادات کے کشتہ ہونے سے بھی آزردہ تھا وہ منبر کے پایہ کے نیچے آیا۔ جب منبر پر سلطان کلمات مذکور زبان پر لایا تو عرب نے نزدیک جاکر کہا لا واللہ لا عادل ولا کریم ولا رحیم ولا رؤف انما الظالم الکذاب تقتل الذریۃ الطاہرہ وتتکلم بہذا الکلمات علے منابر المسلمین۔ اس کہنے سے شاہ متاثر ہوا اور زار زار رویا اور اسی وقت گھوڑوں کی قیمت دلائی اور کہا کہ وہ لوگ غضب الٰہی سے نجات نہ پائینگے۔ جنہوں نے مجھے دنیا و آخرت کا یزید بدنام بنایا ہے۔ پھر وہ گھر میں جاکر باہر نہیں نکلا اس کا

جنازہ ہی نکلا۔

جب سلطان علاء الدین مرنے کو ہوا تو امراء و وزراء کی توقع کے خلاف ہمایوں شاہ نام کو جسکے اوضاع سے خلائق متنفر تھی اپنا ولیعہد کیا۔ ابھی بادشاہ مرا نہ تھا کہ ولیعہد کے خوف سے نظام الملک دولت آبادی وکیل السلطنت اور اس کا بیٹا دونو گجرات بھاگ گئے اور سلطان ہمایوں کے غیظ سے بچ گئے۔

ذکر سلطنت ہمایوں شاہ ظالم ولد سلطان علاء الدین بہمنی

جب سلطان علاء الدین تخت سے تختہ پر آیا تو اسکا بڑا بیٹا ہمایوں شاہ مشہور ظالم گھر میں تھا امرائے کبار سیف خاں و ملو خاں نے سلطان کی وفات کو مخفی رکھا اور بے توقف اسکے چھوٹے بیٹے حسن خاں کو تخت پر بٹھایا۔ خلائق ہمایوں شاہ کے گھر لوٹنے اور اس کے قتل کے لئے گئے۔ شور و فغاں مچا۔ ہمایوں شاہ اپنی سوار جیہ پوش لیکر نکلا تنیں سکندر خاں بھی تھا اور لٹیروں کو مار کر بھگایا وہ حسن خاں کی حمایت میں گئے یہ ان کے پیچھے گیا اور ایک جمعیت عظیم کے ساتھ دیوانخانہ میں آیا چھوٹا بھائی تخت سے اتر ابدن میں رعشہ آگیا اس کو پکڑ لیا سیف خاں کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کے شہر و بازار میں پھرایا اور امیروں کو قید کیا۔ ملو خاں ڈرتا ہوا نکل گیا۔ اور کرناٹک میں پہنچا۔ ہمایوں شاہ تخت پر بیٹھ کر بالاستقلال بادشاہ ہوگیا۔ باپ کی وصیت کے موافق خواجہ محمود گاواں کو ملک التجار کا خطاب ملا اور وکیل السلطنتی اور طرفدار بیجاپور مقرر ہوا اور شاہ کو خواجہ جہاں کا خطاب ملا اور تلنگ کا طرفدار ہوا اور عماد الملک فوجی کے برادر زادہ کو نظام الملک کا خطاب و منصب ہزاری ہوا اقطاع تلنگ سے مخصوص کیا گیا۔ بابا سے سکندر خاں بن جلال خاں نہایت دلگیر ہوا وہ ایام شاہزادگی میں شاہ کا صاحب تھا بسپہ سالاری تلنگ کا امیدوار تھا۔ وبے حکم باپ پاس نلکنڈہ میں چلا گیا۔ اور جلال خاں نے ناچاہیئے کے سبب علم مخالفت بلند کیا۔ بادشاہ نے خاں جہاں چاکر برادر کو اس کے دفع کے لئے مامور کیا۔ تلنگ میں سکندر خاں نے اسپر فتح پائی۔ پھر ہمایوں خود نلکنڈہ کے باہر آیا سکندر خاں نے اس پر شب خون مارا اور نقصان دیا۔ پھر

بیجا نگر کو ہمایوں قلعہ کی تسخیر میں مصروف ہوا۔ سکندر خاں سات آٹھ ہزار افغان راجپوت دکنی سوار مقابل لایا۔ ہمایوں شاہ نے کہلا بھیجوایا کہ ولی نعمت سے لڑنا مبارک نہیں ہوتا تجھ جیسے بہادر کا خراب ہونا حیف ہے میں تیرا گناہ بخشتا ہوں دولت آباد میں جس پرگنہ کہے گا میں جاگیر میں دیدونگا۔ سکندر خاں نے جواب دیا کہ اگر تو پسر زادہ محمد شاہ ہے تو میں بھی اس کا دخترزادہ ہوں مملکت میں تیرے ساتھ شریک ہوں تلنگ مجھے دیدے یا آمادہ جنگ ہو۔ لڑائی ہوئی سکندر خاں نے ہمایوں کے ہر حملہ کو ہٹادیا ایک اتجار گاواں لشکر بیجاپور اور خواجہ جہاں لشکر تلنگ لے کر آگئے کہ ان سبنے مل کر سکندر خاں کو مار ڈالا اور اس کے لشکر کو بھگا دیا خواجہ جہاں کے نلکنڈہ کا محاصرہ کیا جلال خاں نے بیٹے کے مارے جانے کے ایک ہفتہ کے بعد جانا کہ امان سے زیادہ کوئی میرا فریادرس نہیں ہے۔ بادشاہ کا پابوس ہوکر محبوس ہوا اس نے چند روز کی حیات کو غنیمت جانا۔

ہمایوں شاہ کو جب اس ہنگڑے سے فرصت ملی تو قلعہ دیوکنڈہ کی تسخیر کے درپے ہوا وہ تلنگی زمینداروں کے پاس تھا خواجہ جہاں نے اس کا محاصرہ کیا۔ مردم تلنگ بہ تنگ ہوکر رائے اڑیسہ اور صاحب شوکت رایوں کے پاس چلے گئے اور انسے مدد لیکر پھرے اور ایک طرف سے رائے اڑیسہ و اوریا کی سپاہ نے دوسری طرف سے لشکر تلنگ و قلعہ نے خواجہ جہاں کی سپاہ پر حملہ کیا اور لشکر اسلام کو شکست دی اور خواجہ جہاں اور امراے بھاگ کر ورنگل میں ہمایوں شاہ پاس پہنچے خواجہ جہاں بیم جان سے سچ نہ بولا اور اپنی مصلحت کے لئے جھوٹ بولا اور اس نے کہا کہ نظام الملک فوجی کے سبب سے یہ واقعہ ظہور میں آیا ہمایوں نے اسی وقت نظام الملک کو مار ڈالا اس کے اقارب و عشائر محمود خلجی مالوی کے پاس چلے گئے اور خواجہ جہاں ترک کو ایک قلعہ میں محبوس کیا اس کا ارادہ تھا کہ دیوکنڈہ پر پھر لشکر کشی کرے کہ جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ یوسف ترک کچل شہزادہ حسن خاں اور شاہ حبیب اللہ کو

زندان سے نکال کر قصبہ بیر کی طرف لے گئے ہیں۔ اس شہزادہ نے جاکر بیر پر قبضہ کر لیا
جمادی الآخر ۹۳۶ھ ہمایوں دارالخلافہ میں آیا اور خسلم پر پایا اور جو کچھ دل میں آیا
وہ کر گذرا اول ان میں ہزار آدمیوں کو قتل کیا جن کو شہر کی حفاظت سپرد تھی کہ انہوں نے کیوں
شہزادہ کو قید خانہ سے باہر جانے دیا اور کوتوال شہر کو قفس آہنیں میں بند کر کے ہر روز
ایک عضو کو کاٹتا تھا اور اسکو کہلاتا تھا وہ اسی قفس میں فوت ہوا۔ پھر آٹھ ہزار سوار اور
پیادے بے شمار بھائی کے دفع کرنے کے لئے متعین کئے بھراے بیر میں خانقاہ کے قریب جنگ
واقع ہوئی۔ شاہ حبیب اللہ وزیر جملۃ الملک کے سبب سے شہزادہ حسن خاں کو فتح نصیب ہوئی
ہمایوں شاہ کے غضب جبلی نے جلوہ دکھایا۔ تمام امراء اور ساحد ار کو جو یورش تلنگ میں
ہمراہ تھے خزانہ اور خنگی ہاتھیوں سمیت قصبہ بیر کی جانب روانہ کئے اور ان کے زن و فرزند کو
موکلوں کے حوالہ کیا کہ مبادا وہ روگرداں ہوں اور شہزادہ حسن سے نہ مل جائیں اس واقعہ
حسن خاں کو شکست ہوئی وہ بیجانگر کا عازم ہوا۔ وہ خستہ و بدحال سات آٹھ
سو سواروں کے ساتھ حوالی بیجانگر میں پہنچا۔ یہاں کے تھانہ دار سراج خاں جنیدی
نے جس کا خطاب خواجہ معظم خاں تھا یہ مکروہ خاکی کہ حسن خاں کو پیغام دیا کہ یہ مملکت آپ
سے تعلق رکھتی ہے ان حدود کا طرف دار خواجہ جہاں گاواں تلنگ میں ہے اور یہ مملکت
خالی ہے اگر اس دیار میں آپ تشریف لائیں تو میں متعہد ہوتا ہوں کہ بیجانگر رائچور مدکل کی رعایا
اور سپاہ آپ کی مطیع و منقاد ہوگی حسن خاں نے اپنے امراء کی صلاح سے اس بات کو
منظور کر لیا اور قلعہ میں جس کی دیوار گلی تھی چلا آیا۔ سراج خاں جنیدی نے سلام چراغ
کے بہانہ سے اس کو شک کو جس میں یہ سب حضرات تھے محاصرہ کیا دوسرے روز ارادہ کیا
کہ ان کو پکڑ کے ہمایوں شاہ پاس بھیجے شاہ حبیب اللہ تو لڑکر شہید ہوا باقی سب یہانتک کہ
دہولی ستے خاکروب بھی گرفتار کر کے ہمایوں شاہ پاس احمد آباد بیدر میں بھیجے اب
ہمایوں شاہ نے بازار سیاست گرم کیا۔ احمد آباد بیدر کے بازاروں میں
سولیاں پھانسیاں نصب کرائیں۔ اور جا بجا مست ہاتھیوں اور سب قسم کے درندوں

کو چھوڑا اور کئی ہزار دیگوں میں تیل اور پانی کو جوش دیا اور خود قصر دیوانخانہ پر بیٹھا حسن خاں
کو شیر سے پھڑوایا۔ پھر اور امیروں کی گردن اڑوائی اور ان کے زن و فرزند کی وہ فضیحت
کی کہ جس کا بیان حسن ادب سے دور ہے پھر شاہزادہ کے سات سو متعلقین کو جن کو اس معاملہ کی
اصلا خبر نہ تھی یہاں تک کہ اس کے بورچی و دیگ شوئی کو بازار میں بھیجا کر کسی کو بھوکے
شیر نے پھاڑا۔ کسی کو مست ہاتھی نے مسلا۔ کوئی جلتے ہوئے پانی اور کھولتے ہوئے تیل
میں ابلا۔ صاحب تاریخ محمود شاہی لکھتا ہے کہ میں نے ہمایوں پادشاہ کے مقربوں
سے سنا ہے کہ جب ورنگل میں شہزادہ حسن کی خبر ہمایوں نے سنی ہے تو اسپر
خشم و غضب ایسا مستولی ہوا تھا کہ کبھی اپنے کپڑے پھاڑتا تھا کبھی زمین اور فرش کو
دانتوں میں ایسا پکڑتا تھا کہ لب و دہن اوس کے مجروح ہو جاتے تھے اور جب احمد آباد بیدر
میں آیا جس کے جور و جفا کے سامنے حجاج ظالم نوشیرواں معلوم ہوتا تھا۔ اکثر شاہزادے
اور ارکان مملکت کہ قلاع و گوشہ و کنار میں پڑے۔ فقر و فاقہ پر قناعت کرتے
تھے ان سب کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ وہ تمام خلایق سے بدگمان تھا۔ اصلا ظلم میں
تخفیف نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ اس کے غضب کا شعلہ مسلم و کافر کو ایک طرح جلاتا تھا اور اسکے قہر کا
دلالہ مجرم و بے گناہ کو ایک نرخ پر بیچتا تھا اس کی سیاست کا جلاد ایک جرم پر ایک قبیلہ کو
قتل کرتا تھا اس کے خشم و کینہ کی آگ خشک و تر کو جلاتی تھی۔ آدمیوں کے عیال و فرزند
کو وہ گرفتار کر کے نفس امارہ کا ایسہ ہوتا تھا۔ انھوں کو راستہ میں سے اپنے پاس پکڑوا کر
بلواتا تھا اور اپنا منہ کالا کر کے ان کو شوہروں کے پاس بھیجتا تھا۔ ارکان دولت جب
اس پاس جاتے تھے تو اپنے زن و فرزند سے رخصت ہو کر جاتے تھے۔ اور
فراری وصیت کر جاتے تھے۔ آخر کو یہ ظالم بیمار ہوا اور اپنے بڑے بیٹے
نظام شاہ کو ولیعہد کیا جس کی عمر آٹھ برس کی تھی وہ ۹۶۵ھ میں مر گیا۔ لیکن صحیح
یہ ہے کہ ہمایوں شاہ نے مرض سے شفا پائی شہاب خان خواجہ سرائے
حبشی نے عورتوں سے سازش کی۔ ایک رات وہ شراب کے نشہ میں سوتا تھا کہ ایک

جش نے اسکے سر پر لاٹھی ایسی ماری کہ وہ اسی ضرب سے ہلاک ہوگیا نظیری شاعر نے جسکو اس نے قید کیا تھا اسکی تاریخ میں یہ قطعہ کہا ہے۔

قطعہ

ہمایوں شاہ مُردودیست عالم — تعالےٰ اللہ ترے مرگ ہمایوں
جہاں پُر ذوق شد تاریخ فوتش — ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

مدت شاہی پر شور و شرش سہ سال و شش ماہ و شش روز بود۔
ایسے ظالم کی سلطنت کا تین سال تک رہنا تعجبات سے ہے۔

ذکر سلطنت نظام شاہ بہمنی بن ہمایوں شاہ بہمنی

ہمایوں شاہ فوت ہوا۔ اس کا بڑا بیٹا نظام شاہ بہمنی جو بہت خوبصورت تھا آٹھ سال کی عمر میں تخت دکن پر جلوس فرما ہوا۔ اس کی ماں زن عاقلہ تھی اور معاملات ملکی و مالی سے واقف تھی۔ ہمایوں کی وصیت کے موافق وہ خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار گاواں کی بے مشورت کوئی کام نہ کرتی تھی اور ان دو شخصوں کے سوا وہ کسی کو دخل نہیں دیتی تھی۔ ملک التجار محمود گاواں کو جملتہ الملک و وزیر کل اور طرفداری بیجاپور مقرر کیا تھا۔ اور خواجہ جہاں ترک کو منصب دکالت اور طرفداری تلنگ پر سرافراز کیا۔ ایک عورت ماہ نو کی معرفت تمام معاملات کی گفتگو والدہ شاہ سے ہوتی۔ یہ تینوں آدمی ہمایوں کی ظلم و ستم کی تلافی کرتے تھے لیکن اطراف کے ہندو مسلمان حاکموں نے جب سُنا کہ تخت گاہ دکن پر ایک طفل نے تاج شاہی سر پر رکھا ہے اور ہمایوں شاہ کے ارتکاب ظلم و ستم سے امرا اور سپاہ کی خاطر خستہ و مجروح ہے اور اس کی اصلاح نہیں ہوتی تو اول رائے مملکت اڈیسہ اور یا نے تلنگ کے زمینداروں کے ساتھ

اتفاق کرکے راجمندری کی راہ سے تسخیر دکن کے عازم ہوئے اور ولایت اسلام پر لشکر غارت کی جاروب سے رفت و روب شروع کی۔ ولایت کو اس تک معموری کا نشان نہیں باقی رکھا۔ والدہ نظام شاہ و خواجہ جہاں ترک و ملک التجار محمود گاواں نے اتفاق کرکے انکے دفع رفع میں توجہ کی اور چالیس ہزار لشکر پائے تخت میں جمع کیا۔ احمد آباد بیدر سے دس کوس پر طرفین کے لشکر مقابل ہوئے رائے اڈیسہ کا ارادہ تھا کہ مملکت کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال کر شاہ دکن سے خراج و باج لے اور مراجعت کرے مگر ابھی اُس نے اس بات کو ظاہر نہیں کیا تھا کہ ارکان دولت نظام شاہیہ نے آدمی بھیجکر رائے اڈیسہ کو پیغام دیا کہ شاہ ران بخت چاہتا ہے کہ دیار جاج نگر و اڈیسہ و اوریا پر لشکر کشی کرکے ان کو مسخر و مفتوح کرے اب تم نے خود کام کو آسان کر دیا کہ اس جانب میں آگئے یہ خوب بات ہوئی۔ اس صورت میں تم خوب جان لو کہ جبتک خراج نہ قبول کروگے اور بلاد اسلام سے تم نے جو زر لیا ہے واپس نہ دوگے ایک آدمی تمہارا سلامت نکل کر باہر جانے نہ پائیگا اس پیغام کے ساتھ ہی محب اللہ بن شاہ خلیل اللہ کہ جماد کے قصد سے ہمراہ ہوا تھا ایک سو ساٹھ سواروں کا مسلح و مردانہ لشکر ساتھ لیکر نظام سے جدا ہوا اور رائے اڈیسہ و اوریا کے مقدمہ پر جس میں دس ہزار پیادے اور چار سو سوار تھے حملہ کیا صبح سے دوپہر تک مردی و مردانگی کی داد دی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی رائے اڈیسہ و اوریا بھاگ کر اپنے لشکر میں گئے۔ رات کو لشکر سمیت بھاگ گئے۔ خواجہ جہاں ترک اور ملک التجار محمود گاواں نے تعاقب کیا اور دو تین ہزار ہندو مار ڈالے۔ آخر کو بعد بہت سی قیل و قال کے رائے اڈیسہ و اوریا نے پانچ لاکھ ٹنکہ خزانہ شاہی میں داخل کئے نظام شاہ مظفر و منصور احمد آباد بیدر میں آیا۔

ابھی بیدر میں اسنے اچھی طرح آرام نہیں لیا تھا کہ خبر آئی کہ نظام الملک غوری کے نواسے سلطان محمود خلجی پے در پے کوچ کرکے دیار دکن میں چلا آتا ہے امرائے دکن نظام شاہ کو لے کر مانڈو کے لشکر سے لڑنے چلے۔ جب تین فرسخ کا فصل دونوں میں رہا تو نظام شاہ نے دس ہزار

سوار یمینیہ میں نامزد کئے اور اس کا سرانجام خواجہ محمود گیلانی کو سپرد کیا۔ فوج میسرہ ملک تقام الملک کو حوالہ کی اور خود گیارہ ہزار اور سو ہاتھی لیکر قلب میں تھیرا۔ اور فوج کا اہتمام خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو تفویض کیا۔ سلطان محمود خلجی اپنی اٹھائیس ہزار سپاہ کی تین فوجیں بنا کر معرکہ جنگ میں آیا۔ صفوں کا آپس میں مقابلہ ہوا ملک التجار نے پیش دستی کر کے خلجی سپاہ پر حملہ کیا اور اس نے سردار نظیر الملک کو مار ڈالا۔ منڈو کے لشکر کو شکست عظیم ہوئی۔ دو کروہ تک اُس کا تعاقب کیا اور لشکر خلجی کو لوٹ لیا اس وقت کہ سپاہی لوٹ میں مصروف تھے

۱۸۱ ان محمود دو ہزار سوار لے کر نظام شاہ کی فوج کے عقب سے نمودار ہوا۔ خواجہ جہاں ترک کہ فوج کے قلب کا سردار تھا اس نے یہ کھوٹا کام کیا کہ نظام شاہ کی باگ موڑ کر بیدر کی طرف متوجہ ہوا۔ باوجودیکہ ملک التجار نے فتح حاصل کی تھی مگر نظام شاہ کی عنان تابی سے یہ فتح شکست سے بدل گئی اور جو سپاہی لوٹ میں مصروف تھے وہ وہیں مارے گئے ملکہ جہاں نے خواجہ جہاں کے مکر و غدر کو ملاحظہ کر کے قلعہ بیدر کی حراست ملوخاں کے سپرد کی اور خود نظام شاہ کو لیکر فیروز آباد میں چلی گئی۔ سلطان محمود نے بیدر کے دروازہ تک تعاقب کیا اور بیرون قلعہ کو بالکل غارت کیا اور قلعہ کے اسباب تسخیر میں مشغول ہوا۔ نظام شاہ جس وقت جنگ کو گیا تو حقیقت واقعہ کو صحیفۂ اخلاص میں لکھ کر سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں بھیجا۔ جب اُس نے فیروز آباد میں دم لیا تو بھاگی ہوئی سپاہ اُس پاس جمع ہوئی خواجہ جہاں کو ایک انبوہ لشکر کے ساتھ سلطان محمود کے دفع کرنے کے لئے بھیجا اور اسی حال میں خبر ملی کہ سلطان محمود گجراتی سرحد دکن پر اسی ہزار سوار لیکر پہنچا ہے۔ سلطان محمود نے اپنے میں مقاومت کی قوت نہ دیکھی تو وہ سترہویں دن گونڈوانہ کی راہ سے منڈو کی طرف متوجہ ہوا خواجہ جہاں نے تین چار منزل تعاقب کر کے بازگشت کی۔ شاہ مالوہ کی مراجعت کے وقت راہ گونڈوانہ قلعب تھی ہر منزل میں اس پر دست درازی ہوتی تھی۔ کم آبی کی وجہ سے بھی چند ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ پانی کا پیالہ اگر دو ٹنکہ کو بھی مل جاتا تھا وہ ارزاں سمجھا جاتا تھا۔ سلطان محمود خلجی کی یہ حرکت بیداد سے خالی نہ تھی

اس نے اس کا یہ نتیجہ سوا رشامت کے کچھ اور نہ ہوا جیب وہ صحرا میں آیا تو گونڈوانہ کے راجاؤں کو جنہوں نے شائستہ خدمات کی تھیں بے گناہ مار ڈالا۔

۸۸۶ھ میں سلطان محمود خلجی نوے ہزار سوار لیکر بیرکن کی تسخیر کے ارادہ سے سوار ہوا نظام شاہ جنگ کے لئے مستعد ہوا اور سلطان محمود گجراتی سے مدد مانگی۔ جب سلطان خلجی دولت آباد کی سرحد میں آیا تو جاسوسوں نے خبر دی کہ سلطان محمود گجراتی آیا ہے تو لشکر منڈو نے اپنی راہ چھوڑ کر نالکنڈہ کی طرف کوچ کیا اور گونڈوانہ کی راہ سے منڈو میں مراجعت کی۔ نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا سلطان راہ سے پلٹ کر احمد آباد گیا۔ اسی سال کے ذیقعدہ کے مہینے میں نظام شاہ مریض ہوا اور مر گیا اس کی مدت شاہی دو سال ایک ماہ تھی۔

ذکر شاہی محمد شاہ بن ہمایوں شاہ

ہمایوں شاہ کے تین بیٹے ملکہ جہاں سے تھے ایک نظام شاہ جس کا اوپر بیان ہوا دوم محمد شاہ سوم احمد شاہ۔ نظام شاہ نوجوان مر گیا۔ اس کی جگہ محمد شاہ دس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا باوجود صغر سنی کے وہ لوازم عدل و انصاف میں سعی کرتا تھا۔ اسکی فرماں روائی کے زمانہ میں کافۂ خلایق امن و امان میں آسودہ رہی۔ امور جہانبانی میں ارباب دول سے مشورت کرنے کا طریقہ اس نے اختیار کیا اسمیں ظاہری بزرگی کے ساتھ باطنی بزرگی تھی اس نے اپنا خطاب محمد شاہ رکھا اور اپنی رائے صائب و فکر ثاقب پر کارکنادار رکھا جو کچھ ملہم دولت اس کے صحیفۂ خاطر پر نقش کرتا تھا اوسکو صواب سمجھکر مقدم جانتا تھا اس لئے انتظام مملکت اور اسباب حشمت اسکے ایام دولت میں اس مرتبہ پر پہنچا کہ پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں وہ نہ پہنچا تھا اس نے ہزار ترکی غلاموں کو تربیت کیا اور انمیں جو بڑے لایق تھے ان کو مرتبہ بلند اور مناصب ارجمند پر سرفراز کیا انمیں سے عماد الملک کو کابل اور نظام الملک کو منیر اور خداوند جہاں کو ماہور اقطاع میں دئے

سابق کی طرح قلعوں کی فتح پر بمجرد اظہار اطاعت اور ارسال تحفہ ہدایا پر اکتفا نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کی ساری توجہ اس طرف ہوتی تھی کہ وہ قلعے خاص تصرف میں آجائیں فی الحقیقت طبقہ جمنیہ کی سلطنت کا خاتمہ اسی پر ہوگیا۔ سلطان ہمایوں شاہ اور نظام شاہ کے عہد میں مملکت میں جو فتنہ و آشوب اٹھا تھا اس کو اس نے مٹا دیا۔ امور مملکت کا اور سلطنت میں جہاں کوئی قصور راہ پاتا وہ اس کی توجہ سے مصلاح پذیر ہو جاتا جب مملکت کا انتظام کر چکا تو ارکان دولت کے انتظام قلوب پر متوجہ ہوا۔ خواجہ جہاں نے سلطان محمود خلجی کے واقعہ میں اس خاندان کی بناء دولت کی تخریب میں سعی کی تھی اس کے سوائے اس نے خزانوں میں دست تصرف و تغلب دراز کیا تھا۔ بادشاہ نے ان کو اپنے دولتخانہ کے آگے قتل کرایا اور ملک نظام الملک حاکم جنیر کو قلعہ کھیرلہ کی تسخیر کیلئے بھیجا کہ وہ مندو کے حکام سے تعلق رکھتا تھا۔ نظام الملک جا کر لڑا۔ مخالف بھاگ کر قلعہ میں گئے اس کے سپاہیوں کے قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا اہل قلعہ کو جب نظام الملک کی شکست پر اطلاع ہوئی تو انھوں نے امان مانگی۔ نظام الملک نے آدمیوں کو امان دی اور ان میں سے ہر ایک کو رخصت کے پان دیتا تھا کہ ایک شخص نے اس کو خنجر لگا کے شہید کیا اس کی اولاد ارشد عادل خاں و دریا خاں تھے۔ انھوں نے تہانہ و اراور تمام اہل قلعہ کو قتل کیا اور اپنے ایک معتمد کو قلعہ حوالہ کیا اور باپ کی نعش لیکر محمد شاہ پاس آئے بادشاہ نے ان کو باپ کا منصب اور اقطاع دیدئے۔

۸۸۸ھ کے شروع میں رائے سنگیسر کمنیہ کی تعذیب و تادیب اور کوکن کی قلعوں کو تسخیر کرنے کے لئے محمود گاواں بھیجا گیا۔ ان رایوں نے مسلمانوں کے مارنے اور لوٹنے کے لئے تری میں تین سو کشتیاں مقرر کر رکھی تھیں اور خشکی میں بھی مسلمانوں کی ایذا اور مضرت کے لئے فساد اٹھاتے تھے جب انھوں نے سنا کہ محمود گاواں ان کی خبر لینے آتا ہے تو انھوں نے آپس میں عہد کیا اور مسلمانوں کے قتل کرنے کو بہشت میں جانا جانا اور بڑے گھمنڈ سے گھاٹ (گریوہ) کی راہوں کو بند کیا۔ محمود گاواں نے گھاٹ کے نیچے آن کر ان کو

حسن تدبیر سے مخالفوں کے قبضہ سے نکال لیا یہاں سواروں کا کچھ کام نہ تھا اسلئے بت سا لشکر اس نے واپس کر دیا اور سعید خاں گیلانی جو محمود گاواں کا ہم قوم تھا اور خوش قدم اس کا غلام لشکر سمیت اس پاس آ گئے اور تھوڑے دنوں میں جنگل کمنیہ کو جس سے گذرنا دشوار تھا کاٹ کر اور جلا کر مسطح کر لیا۔ پانچ مہینے اس کا محاصرہ رکھا۔ برسات ہو گئی گھاٹ کے سروں کو دس ہزار پیادے توپچی و کماندار کو حوالہ کیا اور گھاٹ سے اتر کر کھولاپور میں آیا اور یہاں چھپر چھا کر لشکر کو آرام دیا اور اس موسم میں بھی بیکار نہیں بیٹھا۔ قلعہ ام کنہ کو تھوڑی مدت میں فتح کر لیا۔ برسات کے بعد تدبیر و حیلے سے اور زر و دینار کی پاشش سے قلعہ کمنیہ کو تسخیر کیا۔ یہ قلعہ ایسا تھا کہ کسی قلعہ کشا کی تدبیر کا تیر اسکی تسخیر کی ہوا میں پہنچا ہی نہ تھا۔ جب برسات آئی تو سال گذشتہ کی طرح چار مہینے گذار کر ولایت سنگیسر میں آیا اور سہل طرح سے اسکو مفتوح کیا اور حسن بصری کا انتقام زمینداروں سے لیا اور رعیت کو مطیع کیا اور خود جزیرہ گوہ کی طرف گیا کہ وہ بیجانگر کے مشہور بنادریں سے تھا ایک سو بیس جہازیں کارآمد آدمیوں کو بٹھا کر دریا میں بھیجا اور خشکی کی طرف سے خود لشکر لیکر آیا۔ اور لڑائی شروع کی پہلے اس سے کہ رائے بیجانگر کو اسکے آنے کی خبر ہو اسنے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ محمود گاواں جزیرہ گوہ کو اپنے معتمد آدمیوں کو سپرد کر کے دار الخلافہ احمد آباد بیدر میں تین سال بعد آیا۔ اسکی خدمات کو سلطان نے مستحسن جانا اور اسکو اعظم ہمایوں خواجہ جہاں کا خطاب دیا انتظام ملکی میں اسکا اقتدار بڑھایا۔ اس کے غلام خوش قدم کو جو اس یورش میں تین سال تک خدمات شائستہ بجالایا تھا کشور خاں کا خطاب دیا اور امرائے کلاں میں داخل کیا اور قلعہ گووہ و بنیدوہ و کوندوال و کولاپور اسکے اقطاع میں اضافہ کئے کہتے ہیں کہ جب سلطان محمد شاہ خواجہ کے گھر میں ایک ہفتہ رہ کر اپنے دولتخانہ کو گیا تو خواجہ اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے خوب رویا اور سارا مال و اسباب خیرات دیدیا اور لباس درویشی اختیار کیا۔ گلی گلی میں پھرتا اور محتاجوں اور بیکسوں کی مدد کرتا۔

۸۸۹ھ میں خبر آئی کہ رائے اوریا بیمار ہو کر مر گیا اس کا چچازاد بھائی ہمیر تخت نشین ہوا

مگر اس کو منگل رائے اور دریا کے متبنیٰ نے تخت سے اُتار دیا۔ اسلئے ہمیر نے سلطان محمد شاہ کو لکھا کہ رائے اور یا فوت ہوا اب وقت ہے کہ آپ اس دیار میں لشکر بھیجکر اس ولایت کو اپنے ملک میں شامل کر لیں اور ہر سال پیشکش میں سالانہ خراج اس قدر ادا کیا کرونگا۔ سلطان محمد شاہ ہمیشہ ملک اور یا راجمندری و کندنیر کی تسخیر کے فکر میں رہتا تھا یہ مضمون اس کے حسب دلخواہ تھا۔ اس نے ملک حسن بحری کو جو شاہان بہمنیہ کا جد ہے اور شاہان بہمنیہ کے غلاموں میں سے ہے نظام الملک کا خطاب دیکر اور یا ہمیر اس سے ملا۔ ان دونوں منگل رائے سے خوب لڑائی ہوئی۔ بہت کوشش و کشش کے بعد منگل رائے شکست ہوئی۔ دوسرے روز ہمیر کو اور یا کا تخت و تاج ہاتھ لگا اور مملکت موروثی پر متصرف ہوا۔ راجمندری اور کندنیر کو نظام الملک فتح کرتا ہوا پادشاہ کی خدمت میں آیا اس کو خلعت خا[illegible] نایت ہوا اور تلنگ کا سرلشکر مقرر ہوا۔ شاہان بہمنیہ کا داب سلطنت یہ ہے کہ طرفداران اربعہ کے سوا کسی کو خلعت خاص عنایت نہیں ہوتا انہیں دنوں میں فتح اللہ عماد الملک کرشاہان عماد الملکیہ کا جد ہے برار کا سرلشکر ہوا اور یوسف عادل خاں سرلشکر دولت آباد کا سرلشکر مقرر ہوا۔

یوسف عادل خاں کو پادشاہ نے قلعہ ویراکھرہ کی تسخیر کے لئے اور قلعہ انتور کے استخلاص کے لئے بھیجا کہ وہ سلاطین لودھیوں کے زمانہ میں ایک مرہٹہ کے تصرف میں آگیا تھا۔ یوسف عادل خاں نے قاسم بیگ صف شکن کو قلعہ انتور کے محاصرہ کے لئے مقرر کیا اور دریا خاں اپنے منہ بولے بھائی کو ویراکھرہ کو بھیجا۔ انتور کے ہندوؤں نے جنگ سے امان مانگ کر قاسم بیگ صف شکن کو قلعہ حوالہ کیا۔ جینگ رائے راجہ ویراکھرہ پانچ مہینہ تک لڑا اور پھر اپنے تئیں دریا خاں کے حوالہ کیا یوسف عادل خاں ایلغار کرکے قلعہ میں آیا قلعہ کے خزائن و دفائن و اسلحہ و تحف نفیسہ پر متصرف ہوا۔ یہاں کے کلان ترون و مقدموں پر نوازش کی پھر قلعہ لانجی پر متوجہ ہوا یہاں کے رائے زادہ نے جس کا باپ ابھی مرا تھا اطاعت اختیار کی قلعہ اور سارا اپنا اسباب حشمت عادل خاں کو حوالہ کیا۔ رائے زادہ کو قلعہ اور سارا مال اسباب واپس دیدیا اور وہ امرا شاہی میں منسلک

یوسف عادلخاں بادشاہ کی خدمت میں آیا اسکا مرتبہ ایسا اعلیٰ ہوا کہ اقران و امثال کا مقصود ہوا۔

۹۵۸ھ۔ وجیانگر کے راجہ ابی رائے کی تحریک سے پرکتنیہ بلگوان کا رائے اور بنکاپور کا سپہ سالار جزیرہ گوہ کی تسخیر کے لئے عازم ہوئے۔ محمد شاہ نے سران سپاہ کو حکم دیا اور خود شکار کھیلتا ہوا گیا اور رائے پرکتنیہ حصاری ہوا یہ حصار نہایت استوار گچ و سنگ سے بنایا گیا ہے۔ خندق اسکی پرآب ہے اور دیواریں ایک دوسرے کے سامنے کچھی ہوئی ہیں ایسی محکم ہیں کہ کوئی آفریدہ آسانی سے قلعہ کے اندر نہیں جا سکتا۔ سلطان محمد شاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ رائے پرکتنیہ نے امان مانگی اور کہا کہ میں بندۂ پُرگناہ درگاہ ہوں عذرخواہ آتا ہوں۔ سلطان نے اپنی اظہار قدرت اور رایوں کی عبرت کے سبب اسکی التماس کو نہیں قبول کیا اور عزم جزم کیا کہ اس حصار کو جبراً و قہراً مسخر کرے آتش بازوں کو اپنے پاس بلایا اور حکم دیا کہ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو دو ہفتہ میں اس قلعہ کے برج و بارہ کو اڑا دو اور لشکر کے جانے کی راہ پیدا کر دو۔ خواجہ یوسف عادل خاں سے کہا کہ خاکریز کرنا اور خندق کا بھرنا تیر اکام ہے جس روز کہ ہنرمند دیوار حصار کو توپ ضرب زن سے ڈھائیں اس روز خندق بھری ہوئی ہو کر لشکر فراغت سے جائے اور رخنہ سے قلعہ میں آئے۔ خواجہ دن کو چوب و سنگ خاک خندق میں ڈالتا رات کو اہل قلعہ نکالکر لے جاتے خواجہ نے مداخل و مخارج کے روکنے کے لئے ایک دوسری دیوار حصار کے دو دیواروں کے آگے کھڑی کی اور مورچل تقسیم کئے سرکوب بنائے و نقب لگائے ابتک دکن میں ان کا رواج نہ تھا۔ نقب کے آڑ سے قلعہ میں رخنے ڈالے۔

رائے پرکتنیہ کے آدمیوں نے ان رخنوں پر کھڑے ہو کر لڑنا شروع کیا۔ دو ہزار پادشاہی آدمی مارے۔ محمد شاہ نے خود جا کر ان رخنوں پر سے دشمن کے سپاہی ہٹائے اور حصار اول پر متصرف ہوا۔ قلعہ دوم کے لئے مشغول تھا کہ رائے پرکتنیہ تغیر لباس کر کے قلعہ کے اندر سے سلطان محمد شاہ کے مورچل میں آیا اور اس پاس پہنچا۔ زمین خدمت پر بوسہ دیا اور گردن میں دستار ڈالی۔ معروض کیا کہ رائے پرکتنیہ ہوں

سے فرزندوں کے خاکبوس ہونے آیا ہوں۔ اب خواہ مجھے بخشو یا مارو۔ اُنکو اختیار ہے اُس کا جرم معاف کیا اور امان دی اور سلک امرا میں منتظم کیا۔ سلطان قلعہ دیکر اور راجہ کو بیکر اپنی دار السلطنت کو روانہ ہوا۔ بادشاہ کی والدہ مخدومہ جہاں اس یورش میں ہمراہ تھی اسی کے سبب سے کل کاروبار شاہی کو رونق تھی وہ مرگئی اس کا جنازہ بیدر کو بھیجا گیا۔ بادشاہ بیجاپور آیا۔ یہاں کی آب و ہوا اس کو خوش آئی۔ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ یہاں ہمیں کائنی چاہتا تھا۔ اتفاقاً اسی سال میں تمامی دکن میں اسکا باران ہوا۔ بیجاپور کے کنوئیں تمام خشک ہوگئے اس لئے ناچار سلطان دار الملک احمد آباد بیدر میں آیا دوسرے سال بھی مینہ نہ برسا۔ اکثر آدمی مرگئے۔ ملک بہت جگہ ویران ہوگیا۔ تلنگ و مالوہ و مہرہٹہ و جمیع قلمرو جنمیں پنج تک نہ بویا گیا سال سوم میں بارش ہوئی۔

برہن نامہ میں مسطور ہے کہ جب قحط اور وبا سے آدمیوں کو نجات ہوئی اور دکن کی آبادی کے آثار نمودار ہوئے۔ کنڈیر کے اہل قلعہ نے اپنے حاکم کو مار ڈالا وہ ظالم و فاسق تھا اور ہمیر رائے اوریا کو قلعہ دیدیا جو سلطان محمد شاہ کا دست گرفتہ تھا۔ ہمیر اوریا نے اپنے معتبر آدمی رائے اڑیسہ پاس بھیجے اور پیغام دیا کہ مملکت تلنگ کے استرداد کے تم درپے رہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وارثوں کے تصرف میں ملک موروثی آجائے ایسا وقت پھر ہاتھ نہیں آئیگا ہمسائیگی کا حق بجا لاؤ اور ان حدود میں آجاؤ۔ دکن میں بسبب دو سالہ قحط کے کوئی لشکر باقی نہیں رہا۔ مملکت تلنگ آسان طور سے لیکر اس مخلص کو عنایت کرو اور خاکی میں قلعہ کنڈیر پر مع مضافات کے آپ متصرف ہو۔ رائے اڑیسہ اس کے دام میں آگیا اور اُس نے اپنی حد سے باہر قدم رکھا دس ہزار سوار اور آٹھ سات ہزار پیادے تھے کنڈیر کے اور رائے جاج نگر کو بھی کمک کے لئے ساتھ لیا اور مملکت تلنگ میں آن موجود ہوا نظام الملک بحری حاکم راجمہندری اس جماعت کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا اس لئے منتظر ہوا اور ان حالات کی کیفیت و چگونگی کو لکھ کر بادشاہ پاس بھیجا۔ محمد شاہ سپاہ کو ایک سال کی تنخواہ دے اور اسکو ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہوا وہ راجمہندری کے

حوالی میں آیا تو ہمیر نے صلاح جنگ میں نہ دیکھی وہ قلعہ کنڈیر میں حصاری ہوا اور رائے اڑیسہ آب راجمہندری سے گذر کر اپنی ولایت کی طرف دریا کے کنارے پر بیٹھا کشتیاں اوسکے تصرف میں تھیں اور پانی کا عرض بہت تھا اسلئے محمد شاہ کنارآب پر خیمہ و خرگاہ مرتفع کرکے چلا عبور نہیں کرسکتا تھا جب اسنے عبور کا سامان کشتی و ٹوکروں کا کرلیا تو رائے اڑیسہ اپنے دار الملک کو چلا گیا۔ ۸۵۲ھ میں محمد شاہ دریا سے عبور کرکے دار الملک اڑیسہ میں گیا۔ اور خرابی مملکت میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔ رائے اڑیسہ اپنے ملک کی انتہا پر سارے ملک کو خالی چھوڑ کر چلا گیا تھا اس لئے محمد شاہ نے چھ مہینے یہاں توقف کیا اور رعایا وغیرہ سے بمقدار امکان دام اور خنجہ سے بہت مال تحصیل کیا۔ رائے اڑیسہ نے پیغام دیا کہ میں عہد و شرط کرتا ہوں کہ پھر تلنگ کے زمینداروں کی کمک و مدد نہیں کرونگا اور بہت سے تحفے اور ہاتھی نذر کے لئے بھیجے۔ سلطان محمود شاہ نے کہا کہ ان ہاتھیوں کے سوا جو بھیجے ہیں اپنے باپ کے خاص پچیس ہاتھی بھیجدو تو میں تیری التماس کو قبول کرونگا۔ رائے کو اگرچہ یہ ہاتھی جان سے زیادہ عزیز تھے مگر مجبوراً بھیجدیئے۔ سلطان نے مراجعت کی راہ میں ایک قلعہ کو پر دیکھا اہل قلعہ سے پوچھا کہ یہ کس کا قلعہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ رائے اڑیسہ کا قلعہ ہے کسی کی کیا مجال ہے کہ جو اسپر نظر ڈال سکے بادشاہ کو اس کہنے پر غصہ آیا جنگ پر آمادہ ہوا۔ بہت سے اہل قلعہ کشتہ ہوئے۔ رائے اڑیسہ نے محمد شاہ سے کہلا بھیجا کہ یہ جماعت صحرائی ہیں انکی بے ادبی پر میں معافی مانگتا ہوں آپ یوں تصور فرمائیں کہ قلعہ فتح کرکے میں اپنے کسی سپاہی کو عطا کرتا ہوں۔ سلطان کو اسکا حسن پیغام خوش آیا ڈیڑھ مہینے کے محاصرہ کے بعد وہ کنڈیر میں آیا اسکو محاصرہ کیا پانچ چھ مہینے کے بعد ملک نے قلعہ اور شہر اماں مانگ کر سپرد کیا۔ بادشاہ نے شہر و قلعہ کی سیر کی اور ایک برہمنی بت توڑا اور چند برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے مار اجتماعہ کی جگہ مسجد اسی روز بنوانی شروع کی اور ایک منبر چوبی بنوا کے اُسپر خود اذان دی اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور دو گانہ شکر ادا کیا۔ غازی کا لفظ اپنے لقب میں بڑھایا۔ خاندان بہمنیہ میں یہی بادشاہ پہلا تھا

جنے برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا پہلے بادشاہوں نے کتر برہمنوں سے قتل کا حکم دیا تھا
یہ جائیکہ خود قتل کیا ہو۔

محمد شاہ نرسنگ کے ملک کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ یہ راجہ قوی ہیکل وعظیم الجثہ تھا۔
لشکر و مال کی کثرت میں مشہور تھا ولایت کرناٹک و تلنگ کے درمیان اسکا مقام تھا۔ اس طرف
کے ساحل سمندر پر مچھلی پٹن تک ملک اوسکے ماتحت تھا اور اسنے فرصت پاکر ضرب شمشیر
سے راے ویجانگر کا بہت سا ملک دبا لیا تھا۔ بہت مستحکم قلعے بنائے تھے۔ اکثر زمیندار اپنی
کو برائگیختہ کرکے مدد کرتا اور شاہان بہمنیہ کی سرحد میں شور و غوغا مچواتا امراے سرحد
اوسکا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے اکثر بادشاہ کو اسکی شکایت لکھا کرتے۔
بادشاہ نے اثناے سفر میں پہاڑ پر ایک قلعہ ویران دیکھا۔ جو بادشاہان دہلی کے آثار
میں سے تھا اسکو خواجہ نے ایسا جلد بنوا دیا کہ بادشاہ اسے دیکھکر بہت خوش ہوا اور
اُسنے کہا کہ یہ خدا کا فضل و کرم محض ہے کہ ایک شاہی اور ریاست خلق دی۔ دوم خواجہ
بھیا نوکر بس اپنا جامہ اُتار کر اسکو پہنا دیا اور اسکا جامہ خود پہنا۔ آج تک یہ کسی کتاب میں
پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی بادشاہ نے نوکر کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو اس قلعہ کو کسی معتمد کو
سپرد کرکے ہر جگہ قتل و غارت کرتا ہوا چلا جب گوٹہ پٹن میں آیا تو ایک جماعت نے اُس سے
عرض کیا۔ یہاں سے دس دوزہ راہ پر ایک تہخانہ ہے کنجی اُسکا نام ہے در و دیوار اُسکے زر و
جواہر سے آراستہ ہیں۔ اور لآلی و گوہر سے پیراستہ۔ اب تک شاہان اسلام میں سے
کسی نے اسکو دیکھا بھی نہیں بلکہ اسکا نام بھی نہیں سُنا غرض محمد شاہ نے اس تہخانہ کو جہاں آفتاب
لے لیا اور اسکو تاراج کرکے شہر کنجی میں ایک ہفتہ قیام کیا۔ ملک حسن نظام الملک بحری و
یوسف عادل خاں و فخر الملک کو پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ نرسنگ سے لڑنے کو بھیجا۔
خود مچھلی پٹن میں جو نرسنگ کے ملک میں تھا گیا اور ان حدود کو تسخیر کیا اور گندلی پور میں
مراجعت کی۔ خواجہ محمود گاوان کی اب کم بختی آئی۔ محمد شاہ کے عہد میں ملک بہت وسیع ہوگیا تھا
اسلئے سلطان علاء الدین حسن گانگوئی کی ضوابط میں خواجہ دخل دیتا۔ اور بادشاہ کو

دلائل عقول سے سمجھا کر اونپر عمل کراتا انمیں سے ایک یہ تھا کہ پہلے مملکت کی چار قسمتیں تھیں۔
اب خواجہ نے اسکو آٹھ قسموں میں منقسم کیا اور آٹھ سرلشکر جنکو یہاں کی اصطلاح میں طرفدار
کہتے تھے مقرر کئے مملکت برار کی دو قسمتیں کیں۔ کاویل فتح اللہ خاں عماد الملک کو دیا بابور
فیروز خاں حبشی کو سپرد کیا۔ دولت آباد یوسف عادل خاں کو جنیر اور بہت سے محال
آتاپور اور ماہین دماں و بس و بندر گودہ و نگلواں فخر الملک کو کہ خواجہ جہاں ترک کے
فوجوں میں تھا دیجاپور و بہت سے اسکے ممالک آب ہورہ تک و رائچور و مدکل خواجہ
جہاں گاواں کو ارزانی کیئے۔ حسن آباد گلبرگہ و ساغر تا تل درک شولاپور دستور دینار
کو حوالہ کیا وہ حبشی خواجہ سرا تھا اور باقی تمام مملکت تلنگ کہ ملک حسن نظام الملک بحری
پاس تھی۔ اسکی دو قسمتیں کیں۔ راجمہندری و نلگنڈہ و مچھلی پٹن و اوریا اور دیگر مواضع بہت
سے انتظام الملک کو دیئے اور ورنگل کی حکومت اعظم خاں ولد سکندر خاں بن جلال خاں
کو دی۔ ہر ایک اطراف ثمانیہ میں سے بہت سے قصبات و پرگنات کو خاصہ خزانہ شاہی
کے تحت و تصرف میں بنایا۔ دوم سلطان حسن علاء الدین گانگوئی کے زمانہ میں دو تنخانہ
کی رسم یہ تھی کہ جو شخص مملکت پر سرلشکر ہوتا تھا تمام قلعے اُس طرف کے اسکے تصرف میں
ہوتے تھے اور جس شخص کے مقرر کرنے کی صلاح وہ دیکھتا تھا اسکے حوالہ کرتا تھا۔
طرفدار مثل کونڈیو و بہرام خاں و سکندر خاں تین قلعوں کے استقلال پر سرکشی کا دعوے
کرتے تھے اسلئے خواجہ نے اسکو شرائط دوم سے بعید سمجھ کر مقرر کیا کہ قلعوں میں
سے ایک قلعہ طرفدار پاس رہے اور قلعوں کے امرا اور منصبدار بادشاہ کی طرف سے مقرر
ہوں چنانچہ قلعہ دولت آباد جنیر و بیجاپور و حسن آباد و گلبرگہ و ماہور و کاویل و ورنگل و راجمہندری
ان مکام کو مفوض ہوئے جو بادشاہ نے مقرر کئے۔ سوم ضوابط گانگوئی میں سے یہ تھا کہ ملک
تلنگ پہلے زمانہ میں شاہان بہمنیہ کے قبضہ میں نہیں آیا تھا یہ مقرر تھا کہ پانصدی کو ایک لاکھ
ہون اور ہزاری کو دو لاکھ ہون نقد خزانہ سے دیا جاگیر ملے۔ تمام ملک تلنگ کی تسخیر کے بعد
یہ مقرر ہوا کہ پانصدی کو ایک لاکھ پچیس ہزار ہون اور پنج ہزاری کو دو لاکھ پچاس ہزار ہون پیشکش

جاگیر جو اس طرح دی جاتیں۔ اگر انکا حاصل ایک لاکھ سے کم ہوتا تو خزانہ بادشاہی سے کمی کو غلام پہنچائیں اور اگر امرا رتعداد مقرری سے ایک سپاہی کم رکھیں تو اہل دیوان اسکی بازیافت کریں ان ضوابط سے لشکر و ولایت کا انتظام و رفاہیت خلائق کا مبنی ظہور میں آئی۔ امور سلطنت میں رونق عظیم نمودار ہوئی مگر یہ ضوابط اس جماعت کے موافق نہ تھے کہ صاحب دایہ تھے انھوں نے خواجہ پر کمر عداوت چست کی خواجہ اسکو سمجھاتا مگر اپنے صاحب کی دو تنخواہی پر اسکی توجہ تھی اسلئے وہ پروا نہیں کرتا تھا۔ خواجہ و یوسف عادل خاں میں پدری اور فرزندی کی نسبت تھی۔ آپس میں نہایت اخلاص رکھتے تھے اس وقت یوسف عادل خاں زسنگر سے لڑنے کو گیا ہوا تھا۔ دشمنوں کو یہ وقت غنیمت تھا ظہیر الملک و مفتاح حبشی اور ہندی غلاموں نے خواجہ کے ایک حبشی غلام سے جو اسکا مہردار تھا دوستی و خصوصیت پیدا کی اسکو بہت دولت دے کر یار بنایا۔ شراب کے نشہ میں اس سے ایک سفید کاغذ پر مہر کرالی پھر یہ دونوں ملک حسن نظام الملک بحری کے پاس گئے اُسنے ایک سفید کاغذ پر راے اڑیسہ کو خواجہ کی طرف سے یہ لکھا کہ سلطان محمود شاہ کے شراب پینے سے اور ظلم سے ہم متنفر ہیں۔ آپ کی ادنی توجہ سے دکن مسخر ہو جائیگا۔ اسلئے کہ راجہندری اور اس سرحد میں کوئی سردار لایق نہیں ہے جب آپ اپنے لشکر کے ساتھ بے مانع و مزاحم ولایت دکن میں آئیں۔ اکثر امرا میرے کہنے سے باہر نہیں ہیں میں بھی ہر طرف علم خلاف بلند کرونگا۔ شاہ کے دفع کرنے کے بعد مملکت دکن کو ہم تم برابر تقسیم کریں گے۔ یہ جعلی کتابت ملک حسن نظام الملک بحری نے بادشاہ کے نظر کے سامنے گذرانی۔ سلطان خواجہ کی مہر کو پہچانتا تھا۔ سراسیمہ ہوا ملک حسن نظام الملک نے اور بہوش باتیں بنا کے اسکے غصہ کو ایسا بھڑکایا کہ وہ بے اختیار ہو گیا حقیقت حال دریافت کئے بغیر خواجہ کو بلا کر قتل کروا دیا۔ خواجہ کو لوگوں نے جانے سے منع کیا تھا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

بیت

چوں شہید عشق در دنیا و فقی سرخرو ست	خوش دے باشد کہ ما را کشتہ زیں میداں برند

یہ واقعہ ۱۰ ماہ صفر ۸۸۷ھ کو ہوا اوسکے قتل کی تاریخ یہ ہے ؎

سال فوتش گر کسے پرسد بگوئے ؎ بے گنہ محمود گاواں شد شہید

اسکی عمر ۶۰ برس کی تھی احمد آباد بیدر میں اسنے ایک مدرسہ بنایا تھا وہ طب ریاضی خوب جانتا تھا۔ نظم دلکش و نثر و انشا و حساب میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھا خط سیاق خوب لکھتا تھا۔ مولانا عبد الرحمن جامی سے اسکی خط و کتابت تھی اسکا مارا جانا بہمنیہ کا زوال آنا تھا۔ خبر آئی کہ سیورائے حاکم وجیانگر نے لشکر عظیم بندر گووہ میں تعین کیا ہے اور عنقریب وہ اسکو لینے کو ہے یہاں یوسف عادل خاں کو لشکر بیجاپور کے ساتھ بادشاہ نے بھیجا اور خود کوچ کر کے فیروز آباد میں آیا۔ اُسنے تین مہینے شراب ارغوانی کے مزے اُڑائے دل میں اُسکے غم واندوہ مستولی تھا۔ دن بدن زبوں ہوتا جاتا تھا۔ اُسنے شاہزادہ محمود خاں کو ولیعہد اور ملک حسن نظام الملک بحری کو وکیل السلطنت مقرر کیا۔

احمد آباد بیدر میں آیا شراب نے اُسے تباہ کیا۔ (شراب زدہ را علاج شراب است) کے غلط مقولہ کے فریب میں آیا۔ بیمار ہوا۔ حالت سکرات میں جب ہوش میں آتا تھا۔ تو کہتا تھا کہ باطن میں خواجہ مجھے ہلاک کرتا ہے۔ غرہ صفر ۸۸۷ھ میں اقلیم عدم میں قدم رکھا اسکے مرنے کی تاریخ یہ ہے ؎ دکن چوں شد خراب از رفتن او۔ خرابی دکن تاریخ اوشد۔

سلطنت محمود شاہ بہمنی

محمد شاہ کے بعد اسکا بیٹا محمود شاہ بادشاہ ہوا نظام الملک بحری اسکا وزیر ہوا۔

یوسف عادل شاہ دربار میں آیا۔ مگر جب اسکے مارنے کا قصد یہاں ہوا تو وہ بیجاپور میں چلا گیا۔ محمود شاہ مہم تلنگانہ میں گیا تو اسکا وزیر نظام الملک مارا گیا اسکے بیٹے احمد نے بنیر میں اپنی مطلق العنانی کا شہرہ دیدیا۔ عماد الملک نے برار میں سرکشی کی بادشاہ نے اپنے لڑکے کی شادی ۸۹۳ھ میں یوسف عادل خاں سے کی۔ بیدر میں قاسم بریدہ ایک ترکی غلام وزیر تھا وہ ۹۰۴ھ میں مر گیا۔

اسکا بیٹا امیر بریدہ بادشاہ کو بالکل اپنے اختیار میں رکھتا ۹۱۲ھ میں قطب الملک

جانتا تھا کہ شراب نے میرے خاندان کی سلطنت کو برباد کیا ہی۔ اس نے شراب سے پرہیز کیا ہوش سے کام کیا امیر برید کی جان کا قصد کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تین ماہ کی شاہی کے بعد معزول و محبوس ہوا اور جلدی سے مرگیا۔

شاہ ولی اللہ بہمن بن سلطان محمود شاہی

شاہ ولی اللہ بادشاہ ہوا تین سال تک امیر برید کی مٹھی میں رہا اور نان و جامہ پر قناعت کرتا رہا۔ گھر میں قید رہا امیر برید نے اسکی منکوحہ سے میل کیا۔ بادشاہ کو مار ڈالا۔ منکوحہ پر متصرف ہوا۔

کلیم اللہ بہمن

جب کلیم اللہ تخت پر بیٹھا تو بجز نام کے خاندان بہمنی میں بادشاہی نہیں رہی تھی سنہ ۹۳۲ میں بابر کابل سے ہندوستان میں آیا تو اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ بحری اور سلطان قلی قطب شاہ نے عرائض اخلاص آمیز اس پاس بھیجیں شاہ کلیم اللہ نے بھی عریضہ بھیجا۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ حسب تقدیر یا عدم تدبیر سے قدیمی نوکروں نے اطراف و جوانب دکن کو غصب کر لیا ہی۔ اور اس دو تنخواہ کو محبوس رکھتے ہیں اگر حضرت اس طرف قدم رنجہ فرمائیں تو بندہ باخلاص اس گرفتاری سے نجات پائے مملکت برار و دولت آباد بندگان درگاہ کو سپرد کروں مگر اسکا اثر اس سبب سے کچھ مرتب نہوا کہ ابھی بابر بادشاہ کو ہند میں استقلال نہیں حاصل ہوا تھا مالوہ و گجرات درمیان میں تھے یہ راز فاش ہوا۔

سنہ ۹۳۴ کلیم اللہ بیجاپور میں آگیا وہاں اسکے ماموں اسمٰعیل نے اسکے گرفتار کرنے کا قصد کیا تو وہ احمد نگر گیا یہاں برہان نظام شاہ نے اسکا اعزاز و اکرام اس خیال سے کیا کہ اسکو دکن بنا کے احمد آباد بیدر کو مسخر کرے۔ جبوقت کلیم اللہ اسکی مجلس میں جاتا دست بستہ اسکے سامنے کھڑا ہوتا۔ اسپر شاہ طاہر نے لعنت ملامت کی نظام الملک نے اسکا بلانا مجلس میں موقوف کیا۔ وہ انہیں سالوں میں اجل طبعی سے یا زہر سے مرگیا بعد کلیم اللہ کے کوئی شخص خاندان بہمنیہ میں سے برائے نام بھی بادشاہ نہیں ہوا۔ اُسکے بعد

حاکم تلنگانہ نے اپنے تئیں مطلق العنان گول کنڈہ میں کیا۔ بعض لڑائیاں بیجاپور اور برار کے لشکروں سے بادشاہی لشکر سے ہوئیں۔ ۴ ذی الحجہ ۹۲۴ھ کو سلطان محمود شاہ کی زندگی ختم ہوئی۔ اسکی سلطنت بڑی پر اختلال تھی باوجود تزلزل و انقلابات کے ۷۴ سال و ۲۰ روز رہی اسکی سلطنت میں چار فریق۔ ترکی۔ حبشی۔ دکنی۔ مغل تھے جنکے سردار آپس میں کٹ کٹ کر مرے اور تمام فسادوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ خاندانوں کی سلطنت کی بنیاد پڑی مسلمانوں کی جو ایک سلطنت تھی وہ نہ رہی اُسکے پانچ ٹکڑے ہوگئے وہ سب اپنے زور کے بندوں کے مقابلہ میں یکجا نہیں جمع کر سکتے تھے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں دکن ایک مربع تھا جسکے مرکز میں ایک چھوٹی سلطنت تھی اور اوسکے چاروں کونوں پر بڑی بڑی سلطنتیں تھیں بیدر سلطنت کے مرکز میں تھی اور بیدر کے شمال میں احمد نگر اور برار اور بیدر کے جنوب میں بیجاپور و گول کنڈہ اسکا مفصل حال آیندہ آتا ہی۔

سلطنت احمد شاہ

محمود شاہ کے بیٹے احمد شاہ کو سنہ ۹۲۷ میں ملک برید نے اس خیال سے بادشاہ بنایا کہ اُسکے پاس مملکت قلیل تھی اور اسکے نوکر تین چار ہزار سے زیادہ نہ تھے حکام اطراف کا نون تھا کہ وہ احمد آباد کی طمع نہ کریں۔ احمد شاہ نے باپ کا طریقہ اختیار کیا کہ نرگس والا کی طرح بے قدح و پیالہ نہ رہتا۔ امیر برید نے اُسکے لئے شراب پینے کا سامان شاہانہ تیار کر دیا تھا اور کسی کو اسکے پاس پھٹکنے نہیں دیتا تھا۔ جتنا خرچ اسکو دیتا تھا وہ اسکو کفایت نہیں کرتا تھا اسلئے اُسنے تاج بہمنیہ جو چار لاکھ ہون قیمت کا تھا ٹکڑے کر کے بیچ ڈالا۔

امیر برید نے بہت آدمیوں کے ٹکڑے اُڑائے کہ تاج کے ٹکڑو بتا پتہ لگے مگر اُسکا ذرہ بھی ہاتھ نہ آیا۔ احمد شاہ دو سال ایک ماہ کے بعد سنہ ۹۲۷ میں زہر سے یا اجل طبعی سے مرگیا۔

سلطان علاء الدین بن سلطان احمد شاہ

امیر برید نے احمد شاہ کے مرنے کے بعد دو ہفتہ تک مہمات سلطنت کو معطل رکھا۔ بعد بہت فکر کے اسی سبب سے جو اوپر مذکور ہوا علاء الدین کو تخت پر بٹھایا۔ یہ شاہزادہ

یہ پانچ فرقے نمودار ہوئے۔ عادل شاہیہ۔ نظام شاہیہ۔ قطب شاہیہ۔ عماد شاہیہ بریدشاہیہ۔ جنکا آگے مفصل بیان آتا ہی۔

تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور

یوسف عادل شاہ ۸۹۵ھ/۱۴۸۹ء اسمٰعیل عادل شاہ ۹۱۵ھ/۱۵۰۹ء۔ ملا عادل شاہ ۹۴۱ھ/۱۵۳۴ء
ابراہیم عادل شاہ ۹۴۱ھ/۱۵۳۵ء علی عادل شاہ ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی ۹۸۸ھ/۱۵۷۹ء

یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کے خاندان کی داستان۔ اسکے شاہ زادہ ثابت کرنے کے لیے تاریخ فرشتہ میں یہ لکھی ہی کہ عادل شاہیوں کا خاندان روم کے سلاطین عثمانیہ کی نسل سے ہی۔ یوسف کا باپ سلطان مراد ۸۵۴ھ/۱۴۵۰ء میں مرگیا اور اسکا بڑا بیٹا سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ اسکے جلوس کے بعد ہی ارکان دولت نے متفق اللفظ والمعنی یہ کہا کہ سلطان مراد کے عہد میں ایک شخص مصطفی پیدا ہوا۔ اور اوسنے دعوی کیا کہ میں سلطان ایلدرم بایزید کا بیٹا ہوں جسکے سبب سے ایسے فتنے برپا ہوئے کہ آل عثمان کے ارکان دولت میں تزلزل آگیا ہوتا اسلئے مناسب یہ ہی کہ اولاد ملوک میں سے سوائے ولی عہد کے کوئی قید حیات میں باقی نہ رہے تاکہ اس فتنہ سے اور فتنے نہ پیدا ہوں۔ سلطان محمد نے اسلئے حکم دیا کہ اسکے بھائی شاہزادہ یوسف کا دم گھوٹ کر اسکا جنازہ خاص وعام کی اطلاع کے لیے باہر لے جائیں جہاں سے یوسف کو مانگا تو اس نے ایک دن کی مہلت اسکے حوالہ کرنے کے لئے حاصل کی خواجہ عماد الدین محمود کو جستانی تاجر ساکن سناوہ ماں نے ایک غلام جو یوسف کا مشابہ تھا خریدا اور دوسرے روز یوسف کی جگہ اسکو حوالہ کیا۔ جسکا دم گھوٹ کر یوسف کا جنازہ بنایا گیا۔ اور خواجہ کو یوسف غلامی میں دیا گیا مگر تاریخ روم شہادت دیتی ہی کہ سلطان مراد کا ایک ہی بچہ تھا وہ قتل کیا گیا۔ اور جب اسکی ماں کی ماتا پھٹر کی تو قاتل اسکے پاس بھیجا گیا جسکی بوٹیاں اُسنے اُڈوا کر کتوں کو کھلائیں یہ واقعہ یقین کے قریب معلوم ہوتا ہی۔

اس نے فرشتہ کی داستان پیرایہ صدق سے معرا معلوم ہوتی ہی۔ خواجہ عماد الدین نے اس بچہ شاہزادہ کو اپنے وطن ساوا میں اپنے بچوں کے ساتھ تربیت وتعلیم کیا۔ اس ماں نے اپنے بیٹے کی خبر پاکر اپنے پاس اسکے کو کہ فضفر کو بھیجدیا۔ یوسف سولہ برس کی عمر تک ساوا میں رہا اسلئے وہ ساوی کہلاتا ہی عوام الناس سوائی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ اسکی یہ بتاتے ہیں کہ وہ ملک وتلوار میں دکن میں سب سے سوا تھا ۸۶۳ھ میں یوسف سفر ہند کا عازم ہوا اور ہرموز میں کشتی میں سوار ہوا اور بندر مصطفی آباد داہل کے ساحل پر اترا۔ یہاں عماد الدین گرجستانی تجارت میں مشغول تھا یوسف اسکے ساتھ احمد آباد دو بیدر کی طرف گیا۔ ہم اقلیمی کے سبب سے وہ خواجہ محمود گاواں گیلانی سے خصوصیت رکھتا تھا اسلئے کہ اہل گیلان سے کرجستان ہی خواجہ محمود نے یوسف کی حسن صورت وسیرت اور خط وسیع دوستی دانی وآداب سپاہگری میں لیاقت دیکھ کر اسکا حال نظام شاہ بہمنی اور اسکی والدہ مخدومہ جہاں سے عرض کیا اور اسکی اور ایک اور چرکس غلام کی قیمت خواجہ عماد کو بادشاہ سے دلوادی۔ خلاصہ یہ ہی کہ یوسف عادل شاہ ترکی غلام تھا جس نے اپنے خاندان میں غلامی سے شاہی پیدا کردی۔

یوسف کا بندوستان میں آنا

بادشاہ کی طرف سے یوسف کو درجہ اعلیٰ پہنچنا

محمد گاواں نے مخدومہ جہاں کے استصواب سے اُسکو خویزخاں میر آخور کے حوالہ کیا وہ اس خاندان کا ترکی غلام تھا۔ عزیز خاں بوڑھا تھا اسنے میر آخوری کے تمام کام اسکو سکھادیئے۔ وہ فوت ہوا تو یوسف کو اسکی جگہ بادشاہ نے مقرر کردیا اور منصب صدی پایا اور اصطبل کی ریاست پر سرافراز ہوا اسکی اور بہمن نویسندہ کی نہ بنی تو اس عہدہ سے وہ استعفا دیکر نظام الملک کی مجلس میں گیا کوئی ترک امیر اُس سے بڑا نہ تھا اور اپنے حسن سلوک سے اس جگہ پر پہنچا کہ نظام الملک اسکو اپنا بھائی کہتا تھا اور بغیر اسکے ایک لمحہ اسکو چین نہیں پڑتا تھا۔ جب برار کا طرفدار نظام الملک مقرر ہوا تو یوسف کا منصب پانصدی ہوگیا اور عادل خاں کا خطاب اُسکو ملا۔

جنت تاریخ شاہان بہمنیہ میں لکھا ہی کہ نظام الملک نے ایک سال میں قلعہ کھرلہ فتح کیا تھا کہ وہ ایک راجپوت کے ہاتھ سے مارا گیا اور یوسف عادل شاہ نے اپنی شجاعت کی کر

استوار کرکے دشمنوں کے ہجوم کو متفرق کیا اور قلعہ کو مضبوط کرکے ہاتھیوں اور غنائم کو خود بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ شاہ کو اسکی خدمت پسند آئی اُسنے ہزاری امرا میں اسکو داخل کیا بڑھتے بڑھتے امرائے عظیم الشان میں ہوگیا اور بیجاپور کا طرفدار ہوگیا اس نے لشکر خوب جمع کیا۔ سلطان محمود شاہ بہمنی کی وفات کے بعد بہمنیہ تخت گاہ میں بہت زیادہ جمع مرج ہوا تو اس نے سپاہ کی ترتیب میں کوشش کی اور اکثر مغلوں اور ترکوں کو پایہ تخت احمد آباد بیدر سے شاہانہ وعدے کرکے بلایا اور مناصب ارجمند پر مقرر کیا دو برس اسکی قوت و کثرت زیادہ ہوئی ۸۹۵ھ میں یا ۸۹۶ھ میں بحکم السیف لمن ضرب والملک لمن غلب بیجاپور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور چھتر شاہی لگایا اور تمام پردیسیوں اور ترکوں نے جو پانچ چھ ہزار تھے اسکی شاہی کو تسلیم کیا۔ یوسف عادل شاہ نے بہت سے قلعے جو امرائے سلطان محمود کے تصرف میں تھے اپنے زور بازو سے فتح کئے اور آب بھور (ایما) سے بیجاپور تک اور دریا کرشنا سے رائے چور تک اپنے قبضہ میں لایا اور اپنے نام میں لفظ خانی کو شاہی سے تبدیل کیا اور اپنا نام عادل شاہ رکھا۔

یوسف عادل شاہ کے خطبہ پڑھوانے اور سر پر چتر لگانے سے قاسم بریدترک کے سینہ میں حسد پیدا ہوئی وہ بیجاپور کی شاہی کے فکر میں رہتا تھا۔ ۸۹۹ھ میں وجیانگر کا حال یہ تھا کہ سیراج (ٹیراج) وزیر وجیانگر نے سلطنت کو غصب کرلیا تھا۔ سیو رائے کی اولاد برائے نام راجہ کہلاتی تھی اسکو قاسم برید نے لکھا کہ سلطان محمود شاہ بہمنی نے قلعہ رائے چور اور مدکل کو جمیع مضافات کے ساتھ تم کو پیشکش کیا تمکو چاہیے کہ لشکر کشی کرکے اسکو تسخیر کرلو اور ایسے ہی بہادر گیلان کو جو بندرگوہ اور تمام دریا پار جسکو دکنی اپنی اصطلاح میں کوکن کہتے ہیں متولی ہوا تھا نامہ بھیجکر یوسف عادل شاہ کے ملک کی تاخت و تاراج کی ترغیب دی۔ نامہ کے پہنچتے ہی سیراج اور رائے زادہ (مکرعمر راجہ) سپاہ لیکر روانہ ہوا اور دریا تنگ بھدرہ سے عبور کیا اور قلعہ رائے چور اور مدکل کو لے لیا اور ملک کے خراب کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

بہمنیہ سے اور بہادر گیلانی سے ملک محمود کی سے ۱۱ ر ابراہیم عادل کے (زمانہ) اور مخالفت

اور بہادر گیلانی نے بھی فرصت پاکر جام کھنڈی کو یوسف عادل شاہ کی عملداری میں سے نکال کر تصرف کرلیا۔ اس زمانہ میں ایک جماعت نے جو محرم اسرار تھی عادل شاہ کے دشمنوں کے خیالات اسکے گمان میں پہنچائے اور اضطراب ظاہر کیا اس نے انکی نقل کی کہ جمیع امور میں میں نے ارواح مقدسہ ائمہ معصومین اور شیخ صفی سے استعانت کی ہے اور کہتا ہوں یقین ہے کہ اعدا پر مظفر و منصور ہونگا اور اس نے عہد کیا کہ اگر اس عقدہ مشکلہ سے نجات پاؤں تو ائمہ اثنا عشریہ کا خطبہ پڑھواؤں اور مذہب شیعہ کو رواج دوں حسن تدبیر سے قلعہ رائے چور و مدکل کا خیال چھوڑ کر سیراج اور رائے رادے صلح کی وہ اور ممالک کی تسخیر و نہیب و غارت سے دست کش ہوکر بیجانگر کو چلے گئے اور اُسنے بہادر گیلانی کو جبر و قہر سے حواشی مملکت سے نکال دیا اور بمقتضار وقت وہ جام کھنڈی کے استرداد کے درپے نہ ہوا اور قاسم برید ترک کی تادیب کے سر ہوا آٹھ ہزار سپاہ جس میں اکثر مغل اور ترک تھے لیکر احمد آباد بیدر کی طرف کوچ کیا قاسم برید ترک نے ملک احمد نظام الملک بحری سے مدد چاہی۔ وہ خواجہ احمد دیسی حاکم برید کے ساتھ اتفاق کرکے دارالخلافہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قاسم برید ترک سلطان محمود شاہ بہمنی کو لیکر شہر سے نکلا اور ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں دکنی سے میمنہ و میسرہ و قلب کو آراستہ کرکے یوسف عادل شاہ کی جانب جو دارالخلافہ سے پانچ کروہ پر تھا۔ روانہ ہوا یوسف عادل شاہ صف آرا ہوا میمنہ میں دریا خاں تھا۔ میسرہ میں فخر الملک ترک اور قلب میں وہ خود اور غضنفر بیگ برادر رضاعی ایک ہزار مغل تیر انداز کے ساتھ طرح میں تھا یعنی جہاں کمک کی ضرورت ہو وہاں جائے۔ لڑائی ہوئی مگر اس لڑائی میں قاسم برید نہ تھا۔ تو غضنفر بیگ نے کہا کہ جنگ کا سبب قاسم برید تھا۔ جب وہ خود معرکہ میں نہیں ہے تو اس حال میں ہمیں جنگ کرنا اپنے تئیں خراب کرنا ہے۔ چاہیے کہ باہم صلح کرلی جاے۔ طرفین سے آدمیوں نے آجاکر صلح کرادی اور لشکروں نے اپنے اپنے مقام میں مراجعت کی لیکن عادل نامہ کا ناظم عامی جس نے عادل نامہ

کے ایام اسیری اور رشاہی کی تاریخ لکھی ہے۔ بطریق اجمال اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ یہ لڑائی حوالی نلدروگ میں واقع ہوئی۔ ملک احمد نظام الملک بحری اس معرکہ میں نہ تھا اور سلیمان محمود دہنی کے ساتھ خواجہ جہاں دکنی تھا۔ شاہ اور قاسم بریدکو فتح ہوئی یوسف عادل شاہ بیجاپور کی جانب چلا گیا اور ملک نظام الدین بحری اور بہادر گیلانی سے اپنے مصاحبوں کی

تخت گاہ وجیانگر میں امرا میں آپس میں فساد ہوا جس سے حرج مرج واقع ہوا۔ یوسف عادل شاہ بیجاپور سے انتظام کے عزم سے رائے چور کی جانب روانہ ہوا۔ اثنار راہ میں عیش و عشرت اور مستانہ نوشی میں ایسا مصروف ہوا کہ دو مہینے تک بیمار رہا اسکی جگہ شفتر بیگ دیوانخانہ میں سلطنت کا کام کرتا تھا۔ خلائق میں اسکا مرنا مشہور ہو گیا۔ جب یہ خبر اطراف میں پہنچی تو ۹۰۳ھ ہیمراج ورائے زاد سپاہ کثیر لیکر رائے چور کی طرف روانہ ہوئے شفتر بیگ درتمام سران سپاہ اس خبر کو سنکر خائف ہوئے اور عادل شاہ کے لئے دعائیں مانگنے لگے وہ اچھا ہو گیا اُسنے ساٹھ ہزار روپیہ خیرات میں تقسیم کئے اور بہت سا روپیہ ساوا میں مسجد تعمیر کرنے کے لئے اور خیرات کرنے کو بھیجا۔

اس اثنا میں خبر آئی کہ ہیمراج تنگ بھدرا سے اُتر کر بیجاپور کو چلا آتا ہے۔ عادل شاہ نے اپنی سپاہ کو جمع کیا تو وہ آٹھ ہزار سوار دو اسپہ اور دو سو ہاتھی چھوٹے بڑے تھے۔ شفتر بیگ مرزا جہانگیر۔ داؤد خاں لودی اسکے بڑے شمشیر زن امرا تھے۔ اسنے انکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ خدا اس سپاہ جنگجو و تند خو کو فتح دیگا۔ بہتر ہوگا کہ دشمن سے بڑھ چلوں اسنے سفر کیا۔ اور ہیمراج کے لشکر پاس آگیا۔ زمین کو امرا پر قسمت کیا۔ حزم و احتیاط کے سبب لشکر کے گرد خندق بنائی گئی روز تک لشکر یونہیں آمنے سامنے پڑے رہے۔ جب ۹۰۴ھ کو لڑائی شروع ہوئی۔ عادل شاہ کے پانچسو آدمی مارے گئے اور باقی لشکر پراگندہ ہوا۔ عادل شاہ حیران تھا کہ کیا کروں کہ سونیک بہادر اوڈیک نے کہ سلحداروں میں تھا عرض کہ میں اثنار جنگ میں دشمنوں کے جنگ میں گرفتار ہو گیا تھا وہاں سے بھاگ کر آیا ہوں۔ سارا لشکر لوٹ میں مصروف ہو رہا ہے اُسوقت حملہ ہو تو نہایت سودمند ہوگا پادشاہ نے بھی سپاہ کو جمع کر کے لڑائی شروع کی ہیمراج

اپنی ساری سپاہ کو جمع نہ کر سکا سات ہزار سوار اور بہت سے پیادے اور تین سو ہاتھی لیکر روانہ ہوئے اور بہت سے جواہر اور قیمتی خزائن محمد دں کے ہاتھ آئے۔ ہیمراج اور رائے زاد دونوں بیجانگر کو بھاگے لڑائی میں رائے زاد زخمی ہوا تھا وہ تو راہ ہی میں مر گیا اور ہیمراج سلطنت کا مالک ہو گیا۔ مگر اس غضب پر امرا نے فساد برپا کیا اس سبب سے عادل شاہ کو زحمت ہوئی رائے چور اور مدکل کو آسانی سے تسخیر کر لیا اور اپنے معتمدوں کو سپرد کر کے مظفر و منصور بیجاپور کو چلا آیا۔ دستور خاں کہ ایک مرد کہن سال اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ یہ بیان کرتا ہے کہ جب رائے بیجانگر سے عادل شاہ کو شکستہ ہوئی تو وہ ایک بلندی پر چڑھ گیا

اور طبل جنگ پھر بجوایا جس سے پراگندہ سپاہ جمع ہوئی۔

تین ہزار پردیسی ورک جمع ہو گئے اسوقت اسنے براہ حیلہ ہیمراج کو پیغام دیا کہ رائے بیجانگر بزرگ پادشاہی میں اپنی جنگ سے پشیماں ہوں اگر میری تقصیر کا عذر قبول ہو اور مجھے اپنے منسوبوں میں تصور فرما کے اس ملک کو مجھے حوالہ کریں تو میں ہمیشہ جادۂ اطاعت پر چلونگا ہیمراج اسکے دم میں آگیا اور اسکی درخواست کو قبول کر لیا وہ صلح اور ایفاء عہد کے لئے رائے زاد اور تین ہزار آدمیوں کو ہمراہ لیکر دریا کے کنارہ پر بیٹھا۔ یوسف عادل شاہ چار سو منتخب آدمیوں کے ساتھ لیکر اسکے نزدیک گیا۔ مقصد کی چند باتیں کہیں اور عہود کے ظاہری لوازم بجا لایا۔ اور رائے کے آگے چلا۔ اور نفیر سر کیج جو جنگ کے روز کے سوا کسی دن نہیں بجائی جاتی اسکو بجوایا اسکی آواز کو سنکر عادل شاہ کا لشکر ہیمراج کے لشکر پر پل پڑا۔ امرائے بیجانگر یوسف کے فریب سے غافل تھے کچھ جمع ہو کر لڑے اور اپنے سینوں کو بلا کے تیروں کا سپر بنایا۔ رائے زاد اور ہیمراج کو بھاگنے کی صلاح دی اس بھاگنے میں بیجانگر کے ستر امیر مارے گئے۔

عادل شاہ نے دشمنوں کے چہ نفر کو اپنے ہاتھ سے مجروح و بے روح کیا۔ دشمن کو جمع ہونے کی فرصت نہ دی وہ خزانہ و ہاتھی گھوڑے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ فتح کے بعد سونیک بہادر کو بہادر خانی

دیجانگر کے راے کا عادل شاہ پر اور عادل شاہ کا یوسف کی فتح راے پر اور راے کا عادل شاہ پر

کا خطاب و امارت سے سرفراز کیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون عطا کیں۔ قلعہ کل کی مہم
کی فتح کے لئے مامور کیا اس نے چالیس روز میں حسن تدبیر سے انکو تسخیر و مفتوح کیا۔ عادل شاہ
اپنے مرکز دولت میں آیا۔ اس فتح سے عادل شاہ کی بہت دھوکت کی بہت شہرت ہوگئی۔ ان
غنائم میں سے بعض نہایت عمدہ تحائف اسنے شاہ محمود بہمنی کی خدمت میں بھیجے۔

اب یوسف عادل شاہ اس فکر میں تھا کہ قلعہ جام کمنڈی کو بہادر خاں گیلانی کے اقتدار
سے نکالے اس ارادہ سے کوچ کرنے کو تھا کہ شاہ محمود گجراتی نے ایک ایلچی تیز زبان خیر اندیش
شاہ محمود بہمنی پاس بھیجا جسنے آنکر کہا کہ ایک جہاز مکہ معظمہ جاتا تھا اُسکو بہادر گیلانی کے آدمیوں نے
گرفتار کر لیا ہے۔ اگر تم اس قطاع الطریق کو دفع نہیں کر سکتے تو ہمکو اطلاع دو کہ ہم اپنے کسی سردار کو
بھیجکر اسکو نیست و نابود کریں۔ محمود شاہ نے قاسم برید کی رہنمونی سے یوسف عادل شاہ سے
بہادر گیلانی کے دفع کرنے کے لئے کمک مانگی یوسف عادل شاہ تو یہ خدا سے چاہتا تھا اس نے
پانچ ہزار انتخابی سپاہ بسرکردگی کمال خاں دکنی شاہ کی مدد کو بھیجی۔ بہادر گیلانی جام کمنڈی کے
حوالی میں اسلئے آیا ہوا تھا کہ وہ عادل شاہ کے ارادہ سے واقف تھا۔ شاہ بہمنی دریا کراس کر
ہو کر اس طرف متوجہ ہوا۔ بہادر گیلانی بلگوان کو بھاگا شاہ محاصرہ میں مشغول ہوا۔ دو تین مہینے کے
بعد قلعہ اماں دیکر مسخر ہوا۔ قاسم برید کی صلاح سے وہ قلعہ کمال خاں دکنی کو اس سبب سے دیا کہ
وہ یوسف عادل شاہ کا تھا۔ بہادر گیلانی اِدھر اُدھر بھاگتا پھرا اور ایک لڑائی میں مارا گیا۔ یوسف
عادل شاہ نے بادشاہ کو بیجاپور میں بُلا کر دس روز تک مہمان رکھا اسکی ضیافت شاہانہ کی اور بڑی
بیش بہا پیشکش دی۔ ہمیں بادشاہ نے ایک ہاتھی لیلیا اور باقی پیش کش واپس کی اور مخفی کہلا بھیجا
کہ یہ چیزیں میرے پاس نہیں رہینگی سب قاسم برید لیگا۔ بہتر ہے کہ بطریق امانت اسے رکھو۔
جب مجکو اسکے تسلط سے خلاص کروگے تو مجھے وہ دینا۔ اگرچہ یوسف عادل شاہ اس امر پر
قادر تھا کہ قاسم برید کو دفع کر دے مگر اس نے اپنی صلاح دولت دیکھکر یہ جواب دیا
کہ یہ کار ملک نظام الدین بحری و فتح اللہ عماد الملک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوگا۔ جب
حضور تخت گاہ میں تشریف فرما ہوں دونوں کو متعلق کیجئے میں بھی وہیں حاضر ہونگا۔ اور علاج

کرونگا۔ شاہ اس فرد سے بمقتضا ہاس مصرعہ کے ع گرچہ یقین نیست گماں ہم خوش است۔
سمدر ہوا یوسف عادل شاہ نے پوشیدہ رخصت کے وقت شاہ پاس پانچہزار ہون بہنچا دیں قاسم
پیر بزرگ و قطب الملک ہمدانی کو لایق پیش کش دیکر خوش کر کے واپس کیا۔

۹۰۱ھ میں دستور دینار خواجہ سرائے حبشی گلبرگہ مہاغر (ساگر) اللہ اور دریاء بھیورا۔
(بیا) اور تلنگانہ کے درمیان اور قلعے اور پرگنے تصرف میں رکھتا تھا۔ اُسنے یہ چاہا کہ میں بھی
اوروں کی طرح صاحب سکہ ہو جاؤں اس لئے اُس نے ملک احمد نظام الملک
سے رابطہ و آشنائی اُستوار کیا اور پیغام بھیجا کہ فتح اللہ عماد الملک یوسف عادل شاہ
کے استظہار سے مملکت برار کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتا ہے اور شاہی کر رہا ہے کیا ہو اگر
آپ کی عنایت و اعانت سے یہ دوست صادق الاخلاص منصب شاہی پر فائز ہو کر بلند
آوازہ ہو۔ ملک حسن نظام الملک نے دستور دینار کو اپنا فرزند بنایا تھا۔ امداد اسکی لازم
جانی۔ دستور دینار نے ان ممالک میں خطبہ اپنے نام کا پڑھوایا اور دار الخلافہ کے تصرف
سے قصبات و مواضع کال لیئے اور قاسم برید کے آدمیوں کو نکال باہر کیا قاسم برید نے
مضطرب ہو کر شاہ سے کمک یوسف عادل شاہ سے کمک طلب کی۔ یوسف عادل شاہ نے
فتنفریگ آقا کو امرائے معتمد کے ساتھ مدد کو بھیجا اور شاہ کو لکھا کہ اگر میں خود آتا تو ملک
نظام الملک بحری بھی دستور دینار کی مدد کے لئے لشکر کشی کرتا اور جھگڑا طول پکڑتا۔ میں
اس سبب سے نہیں آیا حضور کچھ اور نہ سمجھیں۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ خواجہ جہاں دکنی احمد نگر
کا خلاصہ لشکر لیکر بہت جلد آتا ہے اور ملک احمد نظام الملک بحری بھی سرانجام سفر کر رہا ہے
کہ اگر ضرورت ہو تو دستور دینار کی کمک کو جائے۔ یوسف عادل شاہ بھی ایلغار کر کے اپنے
تکیہ جا ملا اور قاسم برید ترک کو جلد بلا کر ساتھ لیا اور دستور دینار سے لڑنے پر متوجہ ہوا
دستور دینار اپنے آٹھ ہزار سوار خاصہ اور ملک احمد نظام ملکی و خواجہ جہاں دکنی کے بارہ ہزار
سوار لیکر میدان جنگ میں آیا۔ اور بہادرانہ لڑا۔ مگر شکست پائی اور مقید ہوا۔ پادشاہ
نے قتل کرنا مگر یوسف عادل شاہ نے سفارش کر کے جان بچا دی اور جاگیر گلبرگہ دولتاباد

اور خود بادشاہ سے بغیر ملے وہ بیجاپور چلا آیا اور باقی اور امرا اپنے اپنے مسکن کو گئے۔

۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء میں یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی ستی سے کہ ابھی گہوارہ میں جھولتی تھی اپنے بیٹے شاہزادہ احمد سے بیاہ کی خواستگاری کی اور یہ قرار پایا کہ شادی گلبرگہ میں ہو۔ محمود شاہ اور عادل شاہ دونوں اس طرف چلے آن مصرت کے آنے سے دستور دینار متفکر ہوا۔ اسوقت عادل شاہ نے شاہ پاس مخفی پیغام بھیجا کہ میرے اور بادشاہ کی لڑائی میں دستور دینار کے پرگنات کے سبب سے فاصلہ ہوگیا ہے اگر جناب کو قاسم برید کا کام دفع کرنا منظور ہے۔ تو ان پرگنات کو میری جاگیر میں دیدیجئے۔ کہ اس بہانے اپنی عدہ سپاہ وہاں رکھوں کہ بوقت فرصت ایلغار کرکے پہلے اس سے کہ ملک احمد نظام بحری خبردار ہو قاسم برید ترک کا کام تمام کروں شاہ نے اسکی درخواست منظور کی اور اسنے اس محال پر تصرف کیا اور قاسم برید کی پناہ میں دستور دینار چلا گیا۔ جب یوسف عادل شاہ کے ساتھ قطب الملک ہمدانی متفق ہوا تو قاسم برید خائف ہوکر دستور دینار اور وہاں جہاں دکنی اور ایک اور جماعت امرا ہندی کو ساتھ لیکر اور شاہ کی رفاقت چھوڑ کر الندہ میں جا گیا عادل شاہ قطب الملک ہمدانی کو ساتھ لیکر انکے سر پر چڑھا اور گنجوتی میں سخت لڑائی ہوئی۔ اور غالب ہوا۔ امرا منہزم و منکسر اطراف کے قلعوں میں بھاگ گئے۔ جنگ گاہ میں ایک ہاتھی پر محمود شاہ اور عادل شاہ نے ہنیکر یہ قرار دیا کہ سال آیندہ میں نظام الملک بحری و عماد الملک سے اتفاق کرکے لشکر کشی کریں اور قاسم برید ترک کو ستاصل۔ ملک الیاس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ یوسف نے اسکی جاگیر اور اسکا منصب اسکے بڑے بیٹے میاں محمد کو دیا اور عین الملک کا خطاب دیا اور شاہ کو وداع کرکے دار الخلافہ بیجاپور میں آیا۔ دوسرے سال یوسف عادل شاہ دستور دینار کے استیصال کے درپے ہوا اور اسپر لشکر کشی کی۔ ملک احمد نظام الملک بحری برق و باد کی طرح دستور دینار کی کمک پر پہنچا۔ یوسف عادل شاہ بیدر چلا گیا۔ اس نے قطب الملک ہمدانی و فتح اللہ عماد الملک کو مانگا۔ ملک احمد نظام الملک بحری اس اندیشہ سے کہ فساد طول نہ پکڑے نزاع کو دور کرکے

احمد نگر میں چلا گیا۔ دوسرے سال یوسف عادل نے یہ سوچا کہ نظام الملک سے دوستی پیدا کرکے دکن ملک میں سعی کرے اس نے نظام الملک پاس ایلچی بھیجا کہ مملکت دکن ایک چھوٹی سی سرائے ہے اس میں ان سب حکام کی گنجایش نہیں ہے جب تک فرصت ہے آپ پرندہ و دولت آباد و بیدر و کالنہ دیونہ اور جاگیر پر قابض ہوں اور میں اقطاع دستور دینار و عین الملک پر متصرف ہوں اور علاء الملک جاگیر خداوند خاں حبشی کو ہاتھ میں لے اور قطب الملک ہمدانی مملکت تلنگ پر متصرف ہو اور تخت گاہ بیدر مع مضافات قلیل کے قاسم برید ترک سے متعلق ہو ہم سب آپس میں کمال اتحاد و یگانگی رکھیں اور کوئی جھگڑا نہ ہونے دیں حکام دکن کا حال اس وقت یہ تھا کہ دولت بھمنیہ میں تنزل آگیا تھا۔ صوبہ داران دکن اپنے اپنے استحکام اور تقویت میں کوشش کرتے تھے جو جہاں تھا وہاں اپنی گرد آوری میں سعی کرتا تھا اور اپنے سوا دوسرے کو نہیں سمجھتا تھا اور دوسرے کے آگے سر نہ جھکاتا نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ دس امیر جدا جدا اپنی اپنی سلطنت جماتے تھے (۱) یوسف عادل شاہ بیجاپور میں (۲) ملک احمد نظام الملک جیز میں (۳) فتح اللہ عماد الملک برار میں (۴) قطب الملک ہمدانی تلنگ میں (۵) بہادر گیلانی بیجاپور کی جانب غرب میں دریائے شور تک پرگنات بزرگ مانند مرچ و کلیر و کلھر و قلاع متین مثل پنالہ و گودہ اس کے مرنے کے بعد محمود شاہ بہمنی کے حکم سے ملک الیاس امین الملک کو دیئے گئے اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے میاں محمد امین الملک کے لئے مقرر ہوئے (۶) دستور دینار اپنے قبضہ قدرت میں یہ ملک رکھتا تھا۔ بیجاپور کے جنوبی طرف میں نہر بسوارہ اور پائے تخت بیدر کے درمیان۔ ان دونوں کو خارج کرکے اس کے ملک پر یوسف عادل شاہ مالک ہوگیا تھا۔ ملک احمد نظام الملک بحری کے ہمسایہ میں دو آدمیوں نے علم استقلال بلند کیا تھا (۷) ایک خواجہ جہاں دکنی نے دو اس کے بھائی زین خاں نے کہ قلعہ پرندہ و شولاپور اور ان دونوں قلعوں کی نواح کا ملک رکھتے تھے۔ دوسرا زین الدین علی جو کہ پونہ و ہمایکہ و چاکن کونڈہ اور قلعہ ویمار اچپوری پر متصرف تھا اور قلمرو ولایت دولت آباد رکھتا تھا (۸) دو بھائیوں ملک وجیہ و ملک اشرف کے پاس تھے اس ولایت کے حکام کو ملک احمد نظام الملک بحری نے خارج کردیا تھا جس کا ذکر کیا جائیگا اور برار

میں (۱) خداوند خاں خان جہتی فتح اللہ عماد الملک کا شریک تھا مہکر و نومارو کم و قصہ مابور رہنے تصرف میں رکھتا تھا اس کو عماد الملک نے مستاصل کیا (۱۰) پائے تخت بیدر میں خود قاسم برید استیلا و استقلال رکھتا تھا۔

القصہ بعد سیل و رسائل و قرار و مدار کے یوسف عادل شاہ نے اول فرمان یہاں علی میں الملک کی طلب میں بھیجا وہ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور میں آیا اور یوسف عادل شاہ کو اس رتبے سلام اس طرح کیا جیسے کہ بادشاہوں کو کرتے ہیں۔ عادل شاہ نے بھی اس کو خلعت دیا۔ غرض علی میں الملک نے یوسف عادل شاہ کی بادشاہی کو مان لیا۔

اس تقسیم ملک کے قرار و مدار میں دستور دینار اپنی تباہی سمجھا۔ اُس نے امیر برید کو جو اپنے قاسم برید کا جانشین وزارت محمود شاہ پر ہوا تھا لکھا کہ آپ اپنے باپ کی طرح میری امداد میں کوشش فرمائینگے اس سبب سے امیر برید نے تین ہزار سوار اس کی مدد کے لئے بھیجے۔ دستور دینار دریائے بھیما کے کنارہ پر فروکش ہوا تھا خواجہ جہاں دکنی اپنے بھائی زین خاں اور پانچ ہزار سواروں سمیت خواجہ دینار سے مل گیا جب یہ اخبار یوسف عادل شاہ کے کان میں پہنچے تو اس نے وہ خزانہ جو وجیانگر سے حاصل کیا تھا لشکر میں بیدریغ خرچ کیا اور سارا لشکر لیکر ملک دینار کی طرف روانہ ہوا اور دشمن کے لشکرگاہ سے ایک فرسخ آن پہنچا اور ایک دانشور ملازم دستور دینار پاس بھیجا کہ وہ اس کو اطاعت و انقیاد کی ترغیب دے اور سمجھائے کہ وہ یمین الملک کی طرح ہماری اطاعت کرے تو وہ مسند امارت و حشمت پر متمکن رہیگا اور اگر نادانی اور تیرہ کاری سے ہمارا کہنا نہیں مانے گا تو ذلیل و خوار ہوگا۔ دستور دینار نے اس پیغام کو نہیں مانا اور اس نے پنجہ ہزار حبشی یوسف عادل شاہ کے لشکر سے لڑنے کو بھیجے۔ اُنہوں نے شکست پائی اور بہت سپاہی اُن میں مارے گئے اور سارے ہاتھی اس کے ہاتھ میں گئے۔ دوسرے روز صبح کو یوسف عادل شاہ خود لڑنے گیا سخت لڑائی ہوئی دستور دینار کشتہ ہوا اور لشکر شکستہ۔ نصیر خان بھی اس لڑائی میں تیر سے زخمی ہوا اور تین روز کے بعد مر گیا۔ یوسف عادل شاہ کو اس رضائی بھائی کے مرنے کا از حد رنج ہوا۔ دستور دینار کے نام ملک گلبرگہ و ساغر (ساگر) اور سارے قلعوں پر قبضہ کیا اور بیجاپور میں آیا۔ جہانگیر وحید بیگ کو اعلیٰ درجہ

یوسف عادل شاہ کا شیعہ مذہب کا رواج دینا

اُنہوں نے اس لڑائی میں بڑی مردانگی اور شجاعت دکھائی تھی۔

بعد اس فتح کے یوسف عادل شاہ کا استقلال درجہ اعلیٰ پر پہنچا ایک بات جودت سے اس کے دل میں نمی اس کا ظہور ہوا ۹۱۸ھ میں ایک مجلس عظیم ترتیب دی اور مرزا جہانگیر قمی وحید بیگ وغیرہ کو کہ شیعہ مذہب کے امراء تھے سید احمد صدر اور اور اسی مذہب کے اور علماء کو بلایا اور اُن سے کہا کہ عالم رویا میں آنحضرت نے مجھے مژدہ سلطنت سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تجھے سلطنت ہو تو ہمیشہ سادات اور اہلبیت کے محبوں کو معزز و مکرم رکھنا اور مذہب اثنا عشرہ کو تقویت دینا۔ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ مجھے ملک کرامت کرے گا تو مذہب شیعہ کو رواج دونگا اور منابر کو القاب ہمایون اللہ سے مزین کرونگا۔ جس وقت کہ ہمراج (فرج) اور بہادر گیلانی نے میری مملکت کے دونوں طرف سے آشوب و غوغا مچایا تھا اور قریب تھا کہ مملکت میرے ہاتھ سے نکل جاتی تو مجھے اپنے عہد کے وفا نہ کرنے کا اثر معلوم ہوا تھا تو پھر میں نے واقف الضمائر سے عہد کیا کہ مہمات سے فارغ ہونے کے بعد مذہب شیعہ کی ترویج میں کوشش کروں گا اب آپ صاحب اس باب میں کیا کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مبارک ہے بسم اللہ۔ بعض نے حزم و احتیاط کی شرائط کی رعایت کرکے یہ کہا کہ اب ہی سلطنت کی بنا تازی پڑی ہے شاہ محمود بہمنی کو وارث ملک ہے موجود ہے وہ پاک اعتقاد سنی ہے ملک احمد نظام الملک بحری و فتح اللہ عماد الملک و امیر برید سنی موجود ہیں اور سپاہ کے اکثر سردار حنفی مذہب رکھتے ہیں اس لئے اس امر سے اندیشہ ہے کہ کوئی حادثہ ایسا برپا نہ ہو کہ اس کا تدارک نہ ہو سکے یوسف عادل شاہ نے متامل ہو کر کہا کہ جب میں اپنے وعدہ کو ایفا کرتا ہوں تو خدا تعالیٰ میرا حامی و حافظ ہوگا اسی زمانہ میں ایران سے خبر آئی کہ شاہ اسمٰعیل صفوی نے ائمہ عشرہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کا رواج دیا یوسف عادل شاہ اس خبر کو سن کر بڑا خوش ہوا۔ روز جمعہ ماہ ذی الحجہ سال مذکور کو مسجد جامع قلعہ ارک بیجاپور میں حاضر ہوا۔ نقیب خاں کہ مدینہ کے سادات عظام میں سے تھا منبر پر چڑھا اور اذان میں اس نے ان اشہد علیاً ولی اللہ بڑھایا اور بعد اذان ائمہ عشرہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور باقی صحابہ کا نام نکال ڈالا۔ اول شخص یوسف عادل شاہ ہے

جس نے کشور ہند میں ائمہ اثنا عشرہ کا خطبہ پڑھوایا اور مذہب شیعہ کو رواج دیا باوجود اس حال کے کمال ضبط و ہوشیاری کی گئی کہ جہاں شیعہ کی یہ مجال نہ تھی کہ صحابہ کرام کی نسبت کوئی نجاست کا لفظ صراحۃً یا کنایۃً زبان پر جاری ہوتا اس سبب سے شیعوں اور سنیوں کے درمیان بھی بالکل زائل ہو گیا تھا۔ علاوہ مذہب جعفری و فضلاء حضرت حنفی و شافعی شیر و شکر کی طرح رہتے تھے۔ انہوں نے بساط مباحثت و منازعت کا تہ کر کے اثمار کہا تھا۔ اس بیت کے مضمون پر عمل کیا

گر آں بہتر و ایں بہتر تراچہ
چو حلقہ ماند ۂ بر در تراچہ

مساجد و معابد میں ہر ایک اپنی طرز و آئین کے موافق اپنے اپنے معبود کی عبادت کرتا اور اپنے مذہب کی فضیلت پر زبان دراز نہ کرتا۔ اکابر دین و مشائخ اہل یقین و عابدین و عاشقین سجادہ نشین کو کرتے اور اس نظام و انتظام کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ جب یوسف عادل شاہ نے مذہب شیعہ کو رواج دیا۔ بمقتضا الناس علی دین ملوکہم بہت سے امراء نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ بعض پاک سینوں نے مثل میاں محمد عین الملک و دلاور خاں حبشی محمد خاں ستانی نے کدورت و نفرت کا اظہار کیا قریب تھا کہ وہ فتنہ اٹھائیں کہ یوسف عادل نے رفق و ملائمت لکم دینکم و لی دین (تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے) کی آیت ان کے خاطر نشان کی اور فتنہ کو دفع کیا۔ ۹۰۹ھ میں عین الملک متوہم ہو کر سپہ سالاری سے معزول کیا جاگیر قدیم اس کی لے لی اور اس کی خوش دامن پرگنہ رکھی بیگم دے دیا۔ امیران حنفی مذہب کو مطلع کر دیا کہ وہ اپنی اقطاع میں اپنے طریق پر اذان دیں اور کوئی شخص اہل سنت کے مذہب کا مزاحم نہ ہو باوجود اس کے اپنے حزم و ہوشیاری سے ہر امیر و مہتر و منصب دار کے لئے مخبر مقرر کر رکھے تھے کہ ان کے حال پر مطلع ہو کر اس کی خبر کرتا رہے۔ اس زمانہ میں ملک احمد نظام الملک بحری اور امیر برید کر مذہب تسنن میں کمال تعصب رکھتے تھے اس معاملہ کے سبب سے یوسف عادل شاہ

سے رنجیدہ ہوئے اور دونوں نے متفق ہو کر اس کے ملک پر لشکر کشی کی اور اول امیر برید گرفتار ہو گجوتی اور بعض اور پرگنات و قصبات پرجو دستور دینار سے لئے گئے تھے متصرف ہوا۔ ملک نظام الدین نے بیجاپور میں آدمی بھیج کر قلعہ تلدرگ کو کہ ایک حصار کہنہ تھا مانگا۔ یوسف عادل نے باوجودیکہ وہ بعض سران سپاہ سے مطمئن نہ تھا ملک کو سخت جواب دیا۔ گجوتی کو جا کر اچھی طرح قبضہ میں کر لیا۔ محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کی تعلیم سے اپنے آدمی حکام پاس بھیجے۔ قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عماد الملک و خداوند خاں حبشی و ملک نظام احمد بحری سے مدد چاہی۔ خداوند خاں اور عماد الملک آپس میں ایک دوسرے سے بیم و ہراس رکھتے تھے انہوں نے تو عذر لکھ بھیجے۔ قطب الملک ہمدانی باطن میں شیعہ تھا اور اس مذہب کا رواج خدا سے چاہتا تھا مگر اقتضائے وقت اور امرائے تلنگ کی تکلیف کے سبب سے بیدنگ درگاہ شاہی کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک احمد نظام الملک نے خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ و زین خاں حاکم قلعہ شولاپور سے اتفاق کیا اور ۱۲ ہزار سوار اور توپ خانہ لے کر احمد آباد بیدر کو روانہ ہوئے اور دار الملک سے محمود شاہ بہمنی بھی لشکر تلنگ کے ساتھ اور امیر برید کی ہمراہ چلا۔ جب یہ جمعیت عظیم ہوئی تو یوسف عادل شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ اسمٰعیل کو کہ پانچ برس کا تھا کمال خان دکنی اور امراء کے ساتھ بیجاپور بھیجا اور دریا خاں و فخر الملک ترک کو گلبرگہ کے انتظام کے واسطے روانہ کیا اور خود یمین الملک گیلانی اور چھ ہزار سوار لے کر بیدر کی طرف گیا۔ جہاں گیا وہاں تباہ و خاک سیاہ کر کے آیا۔ ملک احمد نظام الملک نے دیکھا کہ میرا ملک برباد ہو رہا ہے تو اس نے شاہ کو مع کل سپاہ کے ساتھ لیا اور یوسف عادل شاہ کے پیچھے پڑا۔ یوسف عادل شاہ ملک کو غارت کرتا ہوا دولت آباد گیا اور یہاں سے برار میں آیا۔ فتح اللہ عماد الملک آن حضرت کے تعاقب سے گھبراتا تھا اس نے کہا کہ اور ملک احمد نظام الملک حنفی مذہب ہیں وہ دین کو بہانہ بنا کے مجھ برباد کرینگے۔ مجھ میں شاہ سے لڑنے کی تاب و توانائی نہیں ہے صلاح وقت یہ ہے کہ یوسف عادل شاہ اپنے کئے سے پشیمان ہو اور مذہب روافض سے احتراز و

اجتناب کرے اور بحسب ظاہر مجھ سے رنجیدہ ہوکر برہان پور چلا جائے تاکہ مجھے فرصت ملے کہ میں قطب الدین ہمدانی کی معرفت اس معاملہ کی صلاح کروں یہ رائے یوسف عادل شاہ کو پسند آئی اس نے بیجاپور پروانہ بھیجا کہ خطبہ اثنی عشر موقوف ہوکر خطبہ چار یار پڑھا جائے۔ اور خود عماد الملک سے بظاہر رنجیدہ ہوکر برہان پور چلا گیا فتح اللہ عماد الملک نے اپنے قوشیوں میں سے کسی ایک کو ملک احمد نظام الملک بحری پاس بھیجکر پیغام دیا کہ امیر بریدکو یہ دلاسہ کہ عادل شاہ کو نکالنے لگا کے ولایت بیجاپور پر خود متصرف ہو اب تو وہ پانچ چھ فرسخ زمین پر مالک ہے سلطان کی پناہ میں خزانہ بھیجنے سے کام کرتا ہے تو کوئی شخص اُس سے معاملہ نہیں ہوسکتا اگر ولایت بیجاپور اس کو نصیب ہوگئی تو ہم کو اور ہماری اولاد کو دکن میں ٹکنے نہ ہوگا۔ ہم سپاہی ہیں ہم کو اوروں کے ملت و مذہب سے کیا کام ہے قیامت کو ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا باوجود اس بات کے یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے رافضیوں کے مذہب باطل سے استغفار کی ہے اور آدمی بیجاپور بھیجا ہے کہ وہ اُن کے شعار کو منع کرے میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ پادشاہ کو لشکر کشی کرنے کی اور ایک دوسرے کو مدد کرنے کی تعلیم نہ سکھائیں اور ہر شخص اپنے مسکنوں کو چلا جائے۔ ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی نے عماد الملک کی صوابدید سے آدھی رات کو اپنے ممالک کو کوچ کیا۔ وہ اس بات کی ریش سفید تھا جب صبح ہوئی تو شاہ و امیر بریدنے نہ کی شعبدہ بازی کو دیکھ حیران رہ گئے فتح اللہ عماد الملک پاس آدمی بھیجکر بیجاپور کی تسخیر کے لئے مدد طلب کی اُس نے ان کو چند اسپ لیت و لعل میں رکھا اور یوسف عادل شاہ کو مخفی پیغام بھیجدیا کہ وقت معاودت ہے۔ وہ عماد الملک پاس ہوا کی طرح اُڑ کر آیا۔ دونوں سردار فوجیں آراستہ کرکے شاہ اور امیر بریدسے لڑنے کو تیار ہوئے تو مخالف مضطرب ہوکر سب مال اسباب چھوڑ احمد آباد بیدر کو بھاگے یوسف عادل شاہ نے شاہ کے لشکر کو لوٹا اور عماد الملک کو رخصت کیا اور خود بیجاپور میں آیا اور پہلی طرح سے خطبہ اثنا عشریہ پڑھوایا اور مذہب شیعہ کے رواج میں کوشش کی امین الملک گیلانی اور کمال خاں دکنی و فخر الملک ترک کو طرح طرح کے الطاف سے سرفراز

کیا سید احمد ہروی کو تحف و برکات کے ساتھ شاہ اسمٰعیل صفوی پاس بھیجا۔

۹۱۵ھ میں بندر گووہ میں پرتگیز بے خبر چلے آئے یہاں حاکم کو غافل پایا وہ قلعہ کے اندر آئے۔ بہت مسلمانوں کو قتل کیا جب یہ خبر یوسف عادل شاہ کو پہنچی تو وہ دو تین ہزار خاصہ خیل دکنی و پردیسی ساتھ لے کر بیجاپور سے راہنمار کرکے پانچویں دن صبح کو قلعہ گووہ پر آیا اور پرتگیزوں کو جو دروازہ کے محافظ تھے قتل کیا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا تو پرتگیز جو کمال غفلت میں پڑے تھے بیدار ہوئے اور فرصت پاکر کشتیوں میں بیٹھکر بھاگ گئے اور جن کی اجل آئی تھی وہ مسلمانوں کی تلوار تلے آئے گووہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ معتمد آدمیوں کے سپرد کیا۔

پرتگیزوں کا گووہ فتح کرنا اور یوسف عادل شاہ کا پھر ان سے لینا

فیرامونز پرتگیز اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ البوکورک نے گووہ پر حملہ کیا۔ یاقوت نے چوجار جیا کا رہنے والا تھا مقابلہ کیا اور آخر کو امیر علی نے ۲۰ فروری ۱۵۱۰ء کو گووہ حوالہ کیا پرتگیزوں نے توپوں کا ذخیرہ وہاں خوب پایا۔ مگر مئی میں کمال خان نے جو اسمٰعیل عادل شاہ کا جرنیل تھا اس کو بیس روز محاصرہ کرکے لے لیا۔ معلوم نہیں ان دونوں بیانوں میں کون سچا ہے۔

یوسف عادل نے بیس سال دو ماہ باستقلال سلطنت کی بیجاپور میں وہ مرض موت الثعلبہ میں مبتلا ہوا۔ ۹۱۶ھ میں اس زندان فانی سے ریاض جاودانی میں گیا۔ تاریخ وفات اس کی ؎

یوسف عادل شاہ کی وفات اور خصائل حیات

بگفتا نماند ہ شہنشاہ عادل

شاہ طاہر ہروی جس نے یوسف عادل شاہ کی خدمت میں اپنی عمر عزیز صرف کی تھی وہ کہتا ہے کہ یوسف عادل شاہ کو روزگار کا تجربہ بہت تھا۔ سخاوت و حلم میں موصوف شجاعت و عدالت و انواع احسانات میں معروف خط نستعلیق خوب لکھتا تھا علم عروض و قوافی میں وقوف رکھتا تھا۔ علم موسیقی میں سرآمد روزگار تھا۔ طنبور اور عود خوب بجاتا تھا۔ اہل فن کا اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ ہمیشہ اس کی مجلس میں متقدمین کے اشعار پڑھے

جاتے تھے۔ وہ کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا تھا۔ عیش اور امور طرب کو مقتضات امور شاہی و ملک ستانی کے ساتھ جمع رکھتا تھا اور ایک لحظہ احوال مملکت سے غافل نہ ہوتا۔ ہمیشہ ارکان دولت کے عدل و داد امانت و دیانت کی ستایش کرتا تاکہ ان کو ان صفات کی طرف میل ہو اور اس کی نائم اخلاق سے مملکت کو صفا و طراوت ہو۔ صولت و سطوت میں اور قوی ہیکل ہونے میں اپنا روزگار ممتاز و مستثنیٰ تھا۔ حسن و جمال میں کمال رکھتا تھا۔ وہ ایران و توران و عربستان و روم میں نامے بھیجکر ہنرمندوں کو جوانوں و شجاعوں کو اپنے پاس بلاتا تھا اور اتنی رعایت ان کی کرتا تھا کہ وہ راضی و شاکر ہوکر اس کے سایہ حمایت میں زندگی بسر کرتے تھے قلعہ ارک بیجاپور کا پہلے مٹی کا بنا ہوا تھا توڑکر گچ و سنگ کا بنایا۔

یوسف عادل شاہ ایک دفعہ حوالی پرگنہ اندا پور میں گیا وہاں اس نے سنا کہ امرائے شاہ بہمنی میں مکند رائے مرہٹہ اور اس کا بھائی تھا اور لشکر کے آسیب سے وہ رعیت کے ساتھ بھاگ کر فلاں کوہستان میں چلے گئے ہیں وہ شاہ کے حکم سے دو ہزار سوار پانچ ہزار پیادے لے کر اس جماعت پر متوجہ ہوا انہوں نے اطاعت نہیں اختیار کی تو ان پر حملہ کی گئی سارا اسباب و اموال انکا غارت کیا عیال و اطفال و عورت و مرد اسیر کئے ان میں ایک عورت مکند راؤ مرہٹہ کی بہن تھی نہایت زیرک و عاقلہ اس کی صورت نہایت خوب و حسین بغایت مرغوب۔ یوسف عادل شاہ نے اس عورت سے کہ سولہ برس کی تھی مسلمان کرکے نکاح اور بولوجی خاتون کا خطاب دیا اس سے چار لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں بیٹا اسمعیل خانین پیدا ہوئیں ایک مریم سلطان منکوحہ برہان نظام شاہ دوم خدیجہ زوجہ شیخ علاء الدین عماد الملک سوم ایک ستی بو محمود شاہ بہمنی کے نکاح میں آئی۔

یوں مان لینے سے اس کی سلطنت کی وسعت کا خیال ذہن میں آتا ہے کہ جاور کرناٹک اس کی مشرقی حد تھی جنوبی سرحد پرتم بدرا ندی تھی اور گووہ سے بیجی تک سمندر مغرب میں تھا اور غالباً دریا نیرا اس کے شمال میں تھا۔

اسمعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کی اولاد و ہمشیرگان سلطنت

جب یوسف عادل شاہ دنیا سے اٹھ گیا تو اسکا بیٹا اسمعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھ گیا۔ ابھی اسکی عمر ایسی نہ تھی کہ وہ مہمات سلطنت کا انصرام کرسکتا اسلئے اختیار امور و رعایت جمہور کمال خاں دکنی میر نوبت کو مفوض ہوئے اور تمام کام سلطنت کے اسکے قبضۂ اقتدار میں آئے۔ کمال خاں وزیر دکن سلطان محمود بہمنی کے امرائے کبار میں سے تھا یوسف عادل شاہ نے اوسکو عہد و پیماں و مواسا و دلاسا سے اپنے پاس بلاکر میر نوبت کے منصب سے سرفراز کیا تھا اور جنگ ہیمراج (عمراج) میں نہایت شجاعت و مردانگی ظہور میں آئی تھی جس سے اسکی عزت زیادہ ہوگئی تھی اور وہ امیران بزرگ میں سے ہوگیا تھا اور یوسف عادل شاہ نے اپنے مرض الموت کے زمانہ میں وکالت کا عہدہ اسکے پہلے منصب پر اضافہ کردیا تھا۔ دریا خاں و فخر الملک و مرزا جہانگیر و حیدر بیگ اور امرا کو موافقت و مصاوقت کے باب میں مبالغہ سے وصیت کی تھی اسلئے ان امرا نے اسکو بزرگ جانا اور مطلق العنان کیا۔ سب مہمات ملکی و مالی میں اسکی طرف رجوع کرتے کمال خاں نے ابتدا میں نیک افعال و احوال اختیار کیے خلفا کا خطبہ پڑھوایا اور مذہب شیعہ کے شعار کو برطرف کیا وہ خواص و عوام کے دلوں کو ہاتھ میں رکھتا اور امرائے صاحب احتشام کی تعظیم و تکریم میں تقصیر نہ کرتا۔ اور قاعدان نظام شاہیہ و عماد شاہیہ و قطب شاہیہ و بریدشاہیہ سے مدارا و مواسا رکھتا۔ اور جیسے گورنا دعاقل کام کرتے ہیں ایسے ہی امور شاہی میں وہ انتظام کرتا۔

گووہ سے جب یوسف عادل شاہ چلا آیا تو پرتگیزوں نے قلعہ گووہ کا محاصرہ کیا اور تانہ دار کو بہت روپیہ رشوت کا دیکر اسکو اسمعیل عادل شاہ کی ابتدا سلطنت میں فتح کرلیا۔ کمال خاں نے پرتگیزوں سے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ قلعہ پر اکتفا کریں اور ان حدود کے قصبات و قریوں کے مزاحم نہ ہوں۔ پرتگیزوں نے اس شرط کا ایفا کیا کہ سلطنت عادل شاہیہ کے حوالی میں کوئی مزاحمت انہوں نے نہیں کی۔

گووہ پر پرتگیز

دوسرے سال میں دریا خاں و فخر الملک نے انتقال کیا انکی جاگیریں کمال خاں نے اپنے فرزندوں قرابتیوں کو دیدیں اور ہر ایک کے واسطے ایک درا ور درگاہ بنادی مرزا جہانگیر

ومرزا حیدر بیگ کی اقطاع میں سے بھی پندرہ گنے کتر کر اپنے اعوان وانصار کو حوالہ کیے غرض جو کوئی فوت ہوتا یا کسی گناہ میں متہم ہوتا تو اُنکی جاگیریں اپنے منسوبوں کو دیتا۔ اس طرح اپنی سخت وقوت کو بڑھا کر فرماں روائی کا سودا ہوا۔ یہ زمانہ ایسا آگیا تھا کہ شاہان دکن کے امرا اس طرز کو نیک جانتے تھے کہ پادشاہوں کو دور کرکے خود بادشاہ بنیں ان سنوں میں یہ حرکت دکن کے حکام عظام پر مبارک ہوئی کہ نفر اپنے خداوندوں پر متسلط ہوئے اور آہستہ آہستہ فرمانروائی کی عناں اپنے ہاتھ میں لیتے۔ سب سے اوّل اس بات کی ابتدا ہیمراج (ٹیمراج) نے کی کہ راجہ وجیانگر کے راجہ سیورائے کے بیٹے پر استیلا پیدا کیا اور جب وہ بالغ ہوا تو اسکو زہر دیکر ہلاک کیا اور اسکے چھوٹے بھائی کو اپنی دولت کا آلہ بنایا اور جب یوسف عادل شاہ سے اُس نے ہزیمت پائی تو اوسکو بھی مار ڈالا اور اکثر امرا کو مطیع کیا اور اپنے دل کی تمنا پوری کی قاسم بریدترک نے اور امیروں نے محمود شاہ بہمنی کو مار کر بتدریج خطبہ وسکہ کو تغیر کرکے اپنے نام کا کیا۔ ان باتوں کو کمال خاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا تو اُن سے یہ سبق سیکھا کہ جب اسکا ارباب شوکت وحشمت مرتب ہوگیا تو امیر قاسم بریدکا متوسل وہمداستاں ہوا اور اسکو پیغام دیا کہ اس آپ کے دوست نے ایک طرح کی استعداد شاہی حاصل کی ہے۔ احمد نگر میں ایک لڑکا تخت پر بیٹھا ہے اور فتح اللہ عادل شاہ والی ہزار بمقتضائے جوانی عیش وطرب میں مشغول ہے آپ کو چاہیئے کہ اس مخلص کی اعانت کرکے حکام دکن کی سلک میں منتظم کریں اور بندہ کو فرماں بردار تصور کرکے اپنی توسیع ملک میں کوشش کریں اس سے بہتر فرصت کا وقت پھر نہ آئیگا۔ امیر قاسم بریدترک مدتوں سے اس بات کو چاہتا تھا۔ انیں عہد وپیماں کے بعد یہ بات قرار پائی کہ قاسم برید تو وہ ولایت لے لے جو دستور دینار پاس تھی اور باقی ولایت بیجاپور کو کمال خاں دکنی میر نوبت اپنے تصرف میں لائے اور اسمٰعیل عادل شاہ کو محمول یا بیروز کرے اور قلعہ شولاپور کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی زین خاں پاس ہے۔ امیر بھی کمال خاں دکنی متصرف ہوا انکے مقصود کی ابتدا یوں ہوئی کہ امیر قاسم بریدنے

شاہ محمود شاہ بہمنی کو اپنے گھر میں محبوس کیا اور لشکر کو مرتب کرکے احسن آباد گلبرگہ کو روانہ ہوا اور کمال خاں دکنی میر نوبت نے اسمٰعیل عادل شاہ کو مع اسکی ماں بوبو بی خانم کے قلعہ ارک بیجاپور میں محبوس کیا اور انکی محافظت اپنے فرزندوں کے سپرد کی اور خود عظمت وشوکت کے ساتھ شولاپور کی طرف چلا۔ تین مہینے محاصرہ پر گذر گئے ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں دکنی نے کمک بھیجی تو زین خاں نے جان ومال کی اماں پاکر قلعہ اور ساڑھے پانچ پٹے کمال خاں کو حوالہ کئے اور اس ساڑھے پانچ پٹے کا قصہ اس طرح ہے کہ جب امرائے دکن نے احمد آباد بیدر کے بادشاہ پر چڑھائی کی ہے تو ہر ایک اُن میں سے ایک ولایت پر متصرف ہوا گیارہ پٹہ جو گیارہ پرگنوں سے عبارت ہے خواجہ جہاں حاکم پرندہ کے تصرف میں آئے اسکے بھائی زین خاں کہ شولاپور کا حاکم تھا بلدہ احمد آباد بیدر میں گیا اور ایسا تردد کیا کہ محمود شاہ بہمنی نے فرمان جاری کیا۔ کہ قلعہ شولاپور اور آدھی ولایت کہ خواجہ جہاں دکنی کے تصرف میں ہے اسکو دی جائے مگر خواجہ جہاں دکنی نے احمد نظام الملک کی حمایت کے سبب سے نیمہ ولایت زین خاں کو ندی وہ صرف قلعہ شولاپور میں متصرف رہا جب احمد نظام شاہ مرگیا تو یوسف عادل شاہ نے زین خاں کی کمک کرکے فرمان شاہی کے مطابق ساڑھے پانچ پرگنے خواجہ جہاں سے اسکو دلوائے جسکا محاصل تین لاکھ ہون تھا۔ یہ پرگنے نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں مادہ نزاع وفساد رہے اور اکثر انپر منازعت رہی۔ (صدا پور کا سولاپور پھر شولاپور ہوا)

امیر قاسم برید قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر رہا تھا کہ شولاپور کی فتح کی خبر اسکو پہنچی اُسنے تمنیت تمام کمال خاں دکنی میر نوبت کو بھیجا جس سے اسکا غرور اور تکبر اور بڑھا وہ بیجاپور میں آیا امرائے مغل کو اُس نے معزول کیا اور تین ہزار خاصہ خیل مغل میں سے تین سو کو نوکر رکھا اور باقی کو جواب دیا اور یہ تجویز کی کہ اگر معزول مغل ایک ہفتہ کے بعد یہاں نظر آئیں تو انکا جان ومال سبیل ہے جو چاہے لوٹ لے۔ اس سبب مغل پریشان ہوکر ادھر اودھر چلے گئے۔ اسسبب طرف سے کمال خاں دکنی کی خاطر جمع ہوئی کوئی اسکا معاند ومزاحم باقی نہ رہا۔ اسنے

نام آوری کے بڑھانے کے لیئے ہر رقم کو سہ چند کر دیا۔ جو ہزاری تھا اُسکو سہ ہزاری کر دیا۔ حکم دیا کہ گورہ راوت کو نگاہ رکھیں۔ گورہ راوت دکنیوں کی اصطلاح میں اس لشکر کو کہتے ہیں کہ جب اوسکی ضرورت ہو تو وہ گھوڑوں پر سوار مسلح موجود ہوں اس طرح ۹۱۷ھ میں بیس ہزار سوار دکنی و حبشی اس پاس موجود تھے اسلئے اپنے اعوان و انصار کو بُلا کر اپنی تخت نشینی کے لیئے مشورہ کیا۔ سب نے متفق اللفظ کہا کہ اسکا کوئی مانع نہیں ہے جسقدر اس میں جلدی ہو بہتر ہے۔ کمال خاں دکنی میر نوبت نے منجموں کو طلب کیا اور جلوس کی ساعت کا استفسار کیا۔ منجموں نے بہت تامل کے بعد کہا کہ اس مہینے کے پندرہ روز حسب مدعا نہیں۔ آپ پر بہت سخت ہیں سولھویں روز آپ تخت پر بیٹھیں۔ کمال خاں ان منجموں کے کہنے سے ڈر گیا اور قلعہ ارک میں چلا گیا۔ اُس سے زیادہ تر کوئی مکان محفوظ نہ تھا اور بخارا اور دربار کا بہانہ کیا اور حکم دیدیا کہ جسکو کچھ کام ہو وہ میرے بیٹے صفدر خاں پاس جائے۔ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ سولھویں روز اسمٰعیل عادل شاہ معزول ہوگا اور کمال خاں تخت نشیں ہوگا۔

یہ خبر سنکر بولوجی خانم نے یہ تدبیر کی کہ محل میں ایک بڑھیا رہتی تھی وہ کمال خاں کو سارے محل کی خبر جا کر سُنایا کرتی تھی اُسکو بُلایا اور شفقت اور دلسوزی سے کمال خاں کی نسبت محبت کی باتیں بنائیں اور اس سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ وہ دو تین روز سے بیمار ہے اس سبب سے میری خاطر مشوش و بیقرار ہے بارہ ہزار ہون لے جا اور اسکے سر پر سے صدقے اُتار کر فقیروں میں تقسیم کر دے۔ جب یہ بڑھیا چلی تو اسکو بلا کر کہا کہ مدت سے یوسف ترک کا ارادہ حج کا ہے اسکو ہمراہ لیکر کچھ ایسا کر کہ کمال خاں اسکو پان دیکر رخصت کرے اور پروانہ اپنی مہر لگا کے دیدے کہ کوئی حاکم بندر اسکا مزاحم نہ ہو اور اس خدمت کی عوض میں اُس نے بہت روپیہ بڑھیا کو دیدیا۔ بڑھیا یوسف ترک کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئی کمال خاں کی خدمت میں پہنچی۔ خاتون محل کی مشفقانہ باتیں اُس نے دوہرائیں اور ان ہونوں کو تصدق کیا اور یوسف ترک کے حج کی اجازت کا ذکر کیا۔ کمال خاں بولوجی کی عنایت سے نہایت مسرور ہوا اور یوسف کو بُلایا۔ جب وہ اسکو پان دینے لگا تو اُسنے ایک خنجر ایسا مارا کہ وہ اُسی وقت مر گیا۔ کمال

کی ماں نے اس حال پر اطلاع پاکر بڑھیا کو اور یوسف ترک کو مروا ڈالا۔ اور اپنے آدمیوں کو قلق و اضطراب سے منع کیا۔ کمال خاں کو زندوں کی طرح غرفہ قصر میں تخت پر بٹھایا اور خیل و خدم خاصہ کو قصر کے نیچے کھڑا کیا اور اپنے بیٹے صفدر خاں کو بُلایا اور اسکو سمجھایا کہ اسمٰعیل عادل شاہ اور اسکی ماں کو قتل کر کے باپ کا انتقام لینا چاہیئے اور تخت شاہی پر جلوس کرنا۔

صفدر خان کی عمر اُس وقت پچیس سال کی تھی جو آدمی قلعہ میں موجود تھے وہ اسنے ساتھ لیے اور قلعہ کا دروازہ بند کیا۔ بولوجی نے یہ گمان کیا کہ یوسف ترک کا کام کر چکا رہا اور کمال خاں کو حقیقت حال پر اطلاع ہو گئی اور وہ اُسکے درپے ہوا اُسکے دفعہ کرنے کے لیئے خسروانہ ہمت کی۔ دیوانخانہ کے پہرہ چوکی میں دو سو مغل موجود تھے جنکا اوپر مذکور ہوا اور دو ستون سو دکنی و حبشی بھی تھے ان کو خواجہ صندل خواجہ سرا کو بھیجکر بُلایا اور بولوجی نے پس پردہ آن کر سمجھایا کہ اسمٰعیل خاں کو کمال خاں مارنا چاہتا ہے اور خود بادشاہ بننا۔ اس صورت میں جس کسی کو دولتخواہی اور نمک حلالی منظور ہو۔ حتی المقدور دشمنوں کے دفع میں کوشش کرے اور دشمنوں کی کثرت سے اندیشہ نہ کرے۔ عنقریب کفران نعمت کے سبب سے انکی جماعت متفرق ہو جائیگی۔ جس کسی کو جان عزیز ہو اور وہ اس دولت عظمیٰ کو نہ چاہتا ہو وہ مختار ہے جہاں چاہے چلا جائے۔ الغرض ڈھائی سو مغل اور سترہ حبشی دکنی از روے صدق و اخلاص عمارت شاہی میں داخل ہوئے اور باقی نے بیوفائی کی اور صفدر خاں سے جا ملے۔ بولوجی اور دلشاد آغا مع اسمٰعیل عادل شاہ نے مردانہ لباس پہنا اور تیر و کمان ہاتھ میں لیئے اور شاہزادہ کے ساتھ پشت بام محل پر کہ بہت مرتفع تھا آئیں اور مغلوں کو بُلایا اور اُن کو قوی دل کیا اس اثنا میں صفدر خاں جمع عظیم کے ساتھ نزدیک آیا دروازہ توڑنے کا حکم دیا مغل تیر چلاتے تھے اور عورتیں پتھر۔ تو قلعہ کے اندر ایک بڑا غوغا ہوا اور حین گیر و دار میں مصطفیٰ خاں رومی بجائے پگڑی کے لیکر محل کے نیچے آیا انکو رسیاں ڈال عورتوں نے اوپر کھینچ لیا۔ صفدر خاں کا ہنگامۂ جنگ گرم ہوا تو اسکی ماں نے توپ خانہ بھیجا۔ ابھی یہ توپ خانہ آیا نہ تھا کہ محل کی عورتوں نے مغلوں کو چھپا دیا تو صفدر خاں نے یہ گمان کیا کہ وہ بھاگ گئے۔ تو اُسنے دروازہ

والدہ کمال خاں کی تدبیر اور صفدر خاں پسر کمال خاں کا مارا جانا

کو توڑنا شروع کیا۔ اندر سے کوئی مزاحم نہوا۔ صفدر خاں خوشی خوشی اندر گیا تو عورتوں کے اشارہ سے مغلوں نے اللہ اللہ کا نعرہ مار کر تیر و تفنگ چھوڑے صفدر خاں کی آنکھ میں تیر لگا۔ سراسیمہ ہو کر اس دیوار کے نیچے آیا جہاں اسمٰعیل عادل شاہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کے اشارہ سے ایک پتھر صفدر خاں پر پھینکا جس سے اُسکا بھیجا نکل پڑا۔ مخالفوں نے اپنے سردار کو کشتہ دیکھا تو وہ کمال خاں کے گھر گئے اسکو مرا ہوا دیکھا تو وہ قلعہ کا دروازہ کھول کر بھاگ گئے۔ اور کمال خاں کے دوست آشنا رشتہ دار یہ حال دیکھکر صرصر کی طرح اُڑ گئے۔ اسمٰعیل نے اپنے کاکا یوسف کو دفن کیا اور بہت روپیہ صدقہ خیرات میں دیا اسکے قتل کے روز ہر سال بادشاہ قبر پر جاتا۔ دوسرے روز اسمٰعیل نے تخت پر جلوس فرمایا اور اس ہنگامہ کا حال لکھکر شاہان اطراف پاس بھجوایا۔ برلوجی نے کمال خاں کے سب متعلقین کے جرموں کو معاف کر دیا اور خلعت و زر دیکر معزز کیا۔ اور جن لوگوں نے اس ہولناک واقعہ میں اسکا ساتھ دیا تھا۔ بقدر حالت ہر ایک پر نوازش فرمائی۔ اور جو سردار کہ کمال خاں کے جور و جفا کے سبب سے دور چلے گئے تھے انکو استمالت نامے بھیجکر بلوایا۔ اس عاقبت نا اندیشی میں اسمٰعیل نے قسم کھائی تھی کہ سوائے مغل کے کسی کو نوکر نہیں رکھونگا۔ اس قسم کو اُسنے پورا کیا۔ اپنے عمال اور کارکنوں کو حکم دیا کہ ہماری دولت مغلوں کی بدولت ہے۔ دکنی و حبشی و مغل نادہ کو نوکر نہ رکھیں۔ بارہ برس تک اس حکم تعمیل ہوئی۔ کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوئی۔ مغلوں نے اتفاق کر کے اپنے فرزندوں کے لیئے کہا۔ انکی درخواست قبول ہوئی اور یہ بھی حکم ہوا کہ راجپوت اور افغان نوکر رکھے جائیں۔ مگر حبشی و دکنی کسی طرح نوکر نہ ہوں یہ قاعدہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت تک جاری رہا۔

ہمنے ذکر کیا ہے کہ امیر بریدنے کمال خاں کی حیات میں عادل خاں کے بہت سے ممالک اپنے تصرف میں کر لیے تھے۔ کمال خاں نے قتل کے بعد مرزا جہانگیر کو جو احمد نگر سے برگشتہ ہو کر یوسف عادل شاہ کی خدمت میں آیا تھا۔ اور اقطاع حسن آباد گلبرگہ پائی تھی اُسنے امیر بریدکے چار سو آدمیوں کو تیر و شمشیر سے ہلاک کیا اور قلعہ نصرت آباد و ساغر اور ساتیگیر کو لے لیا۔

اور ان حدود کو جیسا کہ چاہیئے مخالفوں سے پاک صاف کیا۔ اور امیر بریدکے بھائیوں کو کہ دکن میں شجاعت میں مشہور تھے قتل کیا۔ امیر برید اس خبر کو سُنکر زخمی سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتا تھا۔ محمود شاہ بہمنی کی زبان سے خود اس نے والیان دکن کو نامے لکھے اور انہیں اسقدر مبالغہ اور الحاح کیا کہ نظام شاہ بحری و سلطان قلی قطب شاہ و علاء الدین و عماد نامے نے لشکر کمک کے لیے مقرر کیا۔ امیر بریدنے ان لشکروں کے جمع ہونے کے بعد امیر برید سنہ ۱ بیجاپور کی طرف متوجہ ہوا جہاں گیا وہاں ملک برباد کیا۔ شاہ محمود بھی امیر برید کے ہمراہ تھا۔ اسمٰعیل نے استقبال نہیں کیا اور دم بخود تھا کہ بادشاہ اللہ پور میں آگیا۔ اللہ پور کو یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے قریب آباد کیا تھا اور اسنے محاصرہ کا ارادہ کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنمیں اکثر مغل تھے شہر سے باہر آیا۔ ایک سخت جنگ ہوئی۔ امیر برید اور اسکے کمکی لشکروں نے ہزیمت پائی اس بلا عظیم میں شاہ محمود بہمنی اور اسکا بیٹا شہزادہ احمد اپنے گھوڑے سے گر کر گرفتار ہو گئے اسمٰعیل عادل شاہ نے تواضع کے سبب سے چند گھوڑے دیا کی حاضر کئے اور انکو سوار کرا کے چاہا کہ بیجاپور میں لے جائے اور امیر بریدکے تسلط سے نجات دلائے۔ مگر بادشاہ نے یہ بات قبول نہ کی اور اللہ پور میں رہ کر اپنے زخموں کا علاج کیا اور اچھا ہونے کے بعد بی بی مستی سے جسکی منگنی یوسف عادل شاہ کے زمانہ میں ہوئی تھی اپنے بیٹے احمد شاہ کا نکاح کیا اور اسمٰعیل نے بادشاہ کو پانچ ہزار مغلوں کو حفاظت کے لیئے ساتھ کر کے بیدر پہنچا دیا۔ امیر بریدنے جانا کہ یہ سوار مجھسے ہی لڑنے آئے ہیں وہ اسباب شاہی و خزانہ لیکر اپنے قلعہ کو چلا گیا۔ محمود شاہ بہمنی نے تاج و رنگ و شراب میں چند دن بسر کئے۔ جب اسمٰعیل بادشاہ کا لشکر بیدر سے چلا گیا تو امیر بریدنے تین چار ہزار سواروں کے ساتھ یلغار کر کے شہر میں آکر بدستور سابق اپنے سارے اختیارات حاصل کر لیئے۔ محمود شاہ بہمنی کو تو امراء کے تسلط کی خو ہو گئی تھی وہ چنداں آزردہ نہ ہوا اور جو اسباب عیش و عشرت امیر بریدنے مہیا کر دیا تھا۔ اُسپر قانع ہوا۔

سنوات سابق میں شاہان ہند کی خدمت میں شاہ صفوی کے ایلچی آئے تھے۔

رائے وجیانگر اور شاہ گجرات نے انکی تعظیم وتکریم کی اور انکو تحفے دیکر ایران کو روانہ کیا۔ شاہ محمود بہمنی نے بھی ایلچی کو شہر میں بہت عزت کے ساتھ اُتارا تھا اور سب دلخواہ اُسکو رخصت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن امیر برید ترک نے مذہب کی مخالفت کے سبب سے دو برس تک ایلچی کو رخصت نہ کیا۔ ایلچی نے بہ تنگ ہوکر خائفانہ اسمٰعیل عادل پادشاہ کو بیجاپور میں نامہ لکھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے محمود شاہ بہمنی اور امیر برید کو لکھا کہ ایلچی کو اتنے دنوں تک رخصت نہ دینا حسن ادب سے بعید ہے۔ اگرچہ امیر برید کو یہ لکھنا شاق گذرا۔ مگر ایلچی کو رخصت کیا وہ اسمٰعیل عادل شاہ پاس آیا۔ اس نے الہ پور میں اُتارا اور اسکو بندر مصطفےٰ آباد دابول سے روانہ کیا۔ شاہ ایران نے اپنا ایلچی ابراہیم ترکمان کو بھیجا اور اسکے ہاتھ ایک مکتوب ارسال کیا جسمیں القاب مجد السلطنۃ والحشمۃ والشوکۃ والاقبال اسمٰعیل عادل شاہ تھا۔ لفظ وخطاب شاہی سے کہ بادشاہ عجم کی زبان سے نکلا اسمٰعیل عادل شاہ نہایت شادماں ہوا اور کہا کہ اب ہمارے خاندان میں شاہی آئی۔ اور ایلچی کو بیجاپور میں اوتارا موافق لباس کے لیئے حکم دیا کہ تمام مغل زادہ سپاہ دوازدہ ترک کا تاج سُرخ سر پر رکھے جو کوئی تاج پوش نہ ہوگا اسکا سلام نہیں لیا جائیگا۔ اس سے بارہ گوسفند جرمانہ لیا جائیگا۔ تاکہ وہ شخص دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے اسکے سر پر سے بازار میں دستار اُتاریں اور بازاری آدمی اسکو کچھ بُرا کہیں اس سبب سے کسی مسلمان سپاہی کا یارانہ تھا۔ کہ بے تاج کے شہر میں آتا جاتا اور یہ بھی حکم تھا کہ جمعہ اور عیدین کے دنوں اور تمام مہر تک ایام میں منابر پر اسمٰعیل شاہ صفوی کے لیئے فاتحہ سلامتی پڑھی جائے۔ یہ حکم ستر برس تک جاری رہا

ہمنے پہلے بیان کیا ہے کہ رائے چور اور مدکل دواب کو یوسف عادل شاہ رائے وجیانگر کے قبضہ سے نکال کر اپنے تصرف میں لایا تھا مگر کمال خاں دکنی کی فساد انگیزی کے سبب ہیمراج (ثمراج) پھر دواب رائے چور پر متصرف ہوا ۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء تک اسمٰعیل عادل شاہ کو انکے استخلاص کی کچھ فکر نہوئی مگر جب اطراف وجوانب سے امراء اُس پاس جمع ہوئے اور امیر برید کے تصرف سے ممالک کو نکال لیا تو برسات میں قلعہ رائے چور اور مدکل کے

خلاص کے لیئے بیجاپور سے کوچ کیا۔ ہمراج کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ دریا کرشنا کے کنارہ پر آیا۔ اور اُس نے یہاں پچاس ہزار سوار اور چھ لاکھ پیادے جمع کئے اسمٰعیل عادل شاہ بھی دریا کے مقابل سات ہزار تاج پوش سواروں کے ساتھ خیمہ زن ہوا باوجود عظیم کے روز کے مقابلہ و مجادلہ کے اُسنے تغافل کیا۔ جس وقت مینہ برستا شراب کا دور چلتا۔ ایک ندیم نے نشہ میں دلکش آواز سے یہ شعر پڑھا۔ ؎ خیز در کاسۂ زر آب طرب ناک انداز پیش ازاں دم کہ شود کاسۂ سر خاک انداز

بادشاہ نے فوراً بزم عیش مرتب کی اور پری پیکروں کا ناچ شروع کرایا۔ شراب کے نشہ میں بدمست ہوا۔ اس میں دریا سے عبور کرنے کا فکر ہوا۔ ارکان دولت سے پوچھا کہ اس ورنگ کا سبب کیا ہے اُنہوں نے معروض کیا کہ تین سو ٹوکرے چمڑے جڑے ہوئے موجود ہیں باقی اور چند روز میں موجود ہوجائینگے۔ غرض وہ اپنی بے عقلی اور نشہ کی حالت میں کشتیوں اور ہاتھیوں پر دریا سے پار لشکر کو لے گیا اور صف جدال کو گرم کیا۔ دو ہزار آدمی اسکے لشکر میں تھے۔ اور دشمن کی جمعیت تیس ہزار اور پیادے دو لاکھ سے کم نہ تھے دشمنوں میں سے ایک ہزار آدمی مرے اور سنگت رائے سپہ سالار وجیانگر نے شربت فنا پیا۔ مگر مسلمانوں کا لشکر ضرب وتوپ وتفنگ اور آلات آتشبازی سے عاجز ہوا اسکے پندرہ سو آدمی مارے گئے اور جو بچے وہ سراسیمہ ہوکر بھاگے معبر نہ تھا کہ دریا سے اُترتے۔ اُنہوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے ترسوں بہا دراور ابراہیم بیگ اسمٰعیل عادل شاہ نے ہاتھی دریا میں ڈالے۔ اسمٰعیل کا فیل پانی سے پار اُترا باقی ہاتھی اور گھوڑے اور آدمی بحر فنا میں غرق ہوئے۔ ایسا کمتر تاریخ میں دیکھنے میں آیا ہے کہ بادشاہ لشکر پر متفق ہو اور ایسے قوی خصم کے مقابل میں جا کر ہارا ہو اور کل دو تنخواہوں کو قتل کرا۔ اپ اس خرابی سے نجات پائے۔ اسد خاں کے مشورہ سے شاہ بیجاپور گیا اور قسم کھائی کہ جبتک قلعہ رائے چور و مدکل کے کنگرہ پر کمند تحریر نہ ڈالونگا مجلس نشاط کے پاس نہ جاؤنگا۔ اُس نے اس قسم کو پورا کیا۔ رائچور اور مدکل کو فتح کرکے شراب پینا شروع کیا۔ اب رائے وجیانگر کے مغلوب کرنے کے لیئے نظام شاہ بحری سے محبت و وداد ہوا۔ اور سلطان یوسف عادل شاہ کی بیٹی بنی اپنی بہن کا نکاح نظام الملک سے کیا۔ قرار یہ پایا تھا کہ صداپور جو سولاپور مشہور ہے

اور ساڑھے پانچ پرگنے جو زین خاں سے لیئے گئے ہیں وہ مریم سلطان کے جہیز میں دیئے جائیں مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے انکے دینے میں تغافل کیا اسلئے اس خویشی کا اثر کچھ مرتب نہ ہوا بلکہ دشمنی بڑھ گئی۔

دوسرے سال نظام شاہ نے علاء الدین عماد شاہ والی برار سے اتفاق کرکے لشکر کشی کی اور شولاپور میں آکر قلعہ کا محاصرہ کیا اور امیر بریدکو بھی کمک کے لیئے بلایا۔ اسمٰعیل شاہ اگرچہ جانتا تھا کہ دشمنوں پاس چالیس ہزار سوار ہیں۔ مگر وہ دس ہزار سوار لیجا کر لڑنے گیا۔ اول دونو لشکروں میں جنگ ہوئی۔ نظام شاہ کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا۔ اسد خاں لاری نے اسکا تعاقب کیا اور اسکا علم دولت چھین لیا۔ سارا بنگاہ لوٹ لیا۔ چالیس ہاتھی اور توپ خانہ عادل شاہیوں کو ہاتھ لگا۔ یہ اول لڑائی تھی جو خاندان عادل شاہیہ اور دودمان نظام شاہیہ کے درمیان ہوئی۔ مابہ النزاع شولاپور اور ساڑھے پانچ پرگنہ تھے۔

۹۳۳ھ میں برہان نظام شاہ بحری نے علاء الدین عماد شاہ سے جنگ کی اور شکست دی۔

دوسرے سال امیر بریدسے متفق ہوکر پہلے شکست کے خبر کرنے کے لیئے بیجاپور آیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ انہی دنوں کردہ پر لڑنے گیا سخت لڑائی ہوئی۔ اس دفعہ بھی نظام شاہ نے مکر کرکے جنگ میں پیٹھ دکھائی۔ اسد خاں لاری نے حوالی قلعہ پرندہ تک اسکا تعاقب کیا اور بیس ہاتھی نیل چھین لیئے۔

۹۳۴ھ میں علاء الدین عماد شاہ سے اپنی چھوٹی بہن خدیجہ سلطان کا نکاح کردیا جس کے سبب سے انکے درمیان دوستی و یگانگت ہوگئی۔

۹۳۵ھ ۱۵۲۸ء میں ولایت برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی مستولی ہوا جب الالتماس برہان نظام شاہ کے اسمٰعیل عادل شاہ نے چھ ہزار سوار اور دس لاکھ ہون ہمراہ امیر بریدکے اسکی کمک کو بھیجے۔ جب بہادر شاہ گجراتی دکن سے چلا گیا اور لشکر مذکور نے بیجاپور میں مراجعت کی تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کو سنایا کہ امیر بریدترک ان امرا سے جو برہان نظام شاہ بحری کی رفاقت میں لڑائی میں گئے تھے کہتا تھا کہ میری اطاعت کر

تاکہ میں بیجاپور جاکر اسمٰعیل عادل شاہ کو مقید کروں۔ اور ولایت کو برادرانہ قسمت کروں، اسلئے اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر بریدکی تادیب کا ارادہ کیا۔

۹۳۶ھ میں برہان نظام شاہ بحری پاس کارواں ایلچی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ امیر بریدکے کردیکہ حد سے زیادہ گذرے آپ خوب جانتے ہیں کہ اوسنے کئی دفعہ سلطان قلی قطب شاہ سے اور وجیانگر کے راویوں سے دمساز ہوکر فتنہ برپا کیئے ہیں اور اس مخلص نے تغافل کرکے اسکے گناہوں کو معاف کردیا ہے۔ لیکن ان ایام میں اسکے دفع شر کو واجبات عقلی مہمات شرعی سے جانتا ہوں۔ گرگ سے ملائمت کرنی مارسے یدارا کرنا عقل سے بعید ہے۔

قطعہ

نہ کند از ورندگی توبہ		گرگ تا نہ شکند دندانش	
کے کند مار ترک زخم زدن		تا نہ کوبند سر بہ سندانش	

میری رائے ہے اگر آپ بھی اوسکے ہمداستاں ہوں تو تادیب کی رخصت دیجئے تاکہ اسکی تنبیہ احسن وجہ سے کی جائیگی۔ اس مدت میں برہان نظام شاہ اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد کا شرمندہ احسان تھا اور ابھی بہادر شاہ گجراتی کے خرخشہ سے خاطر جمع نہوئی تھی اسنے اوسکی موافقت کی اور کہا کہ جسمیں آپ کی خوشی ہو اس میں میری خوشی ہے۔ ایلچی یہ جواب باصواب سنکر مسرور آئے اسمٰعیل عادل شاہ دس ہزار سوار لیکر احمد آباد بیدر کی طرف دوڑا۔ امیر بریدترک بہت بوڑھا ہوگیا تھا۔ آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا تاہم برہمن اسکا وزیر تھا اسکے مشورہ سے قلعہ کی محافظت اپنے بڑے بیٹے علی بریداور فرزندوں کو سپرد کی اور خود قلعہ اودگیر میں چلا گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ نے بیدر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سب سمتوں میں نقب و مورچے لگائے امیر بریدکے آدمی بھی آنکر خوب لڑتے۔ امیر بریدکے بیٹے نے پانچہزار دکنی مسلح و مکمل کیئے اور قلعہ سے نکل کر صف قتال آراستہ کی۔ مادر علی بریدکے تین بھائی تھے جنمیں سے ہر ایک ایک لشکر کی برابر سمجھا جاتا تھا انمیں سے ایک تو مرزا جہانگیر قمی کی لڑائی میں گلبرگہ میں مارا گیا تھا دو یہاں بہادرانہ لڑکر کام میں آئے۔ اس اثنار میں ایک طرف سے سلطان قلی قطب شاہ کی

افواج نمودار ہوئیں۔ اسدخاں لاری ان سے لڑنے کے لیئے مامور ہوا اسید حسن عرب امیر برید کی سپاہ کے سامنے ہوا۔ خوب جنگ ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کو فتح ہوئی۔ دشمن کے چار سو آدمی مارے گئے۔ اسد بیگ لاری نے قلعہ کا محاصرہ پیشتر سے بیشتر کیا۔ اور اسکے دخول و خروج کی راہ مسدود کی امیر برید اس خبر کو سُنکر مضطر ہوا۔ علاء الدین عماد شاہ سے متوسل ہوا کہ وہ آنکر میری سابق و لاحق تقصیرات کو معاف کرائے۔ علاء الدین عماد شاہ اس سبب سے کہ ماپری اور ماہور اسکے ہاتھ سے نکل گئے تھے اس نے امیر برید کی طلب و اسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات کا وسیلہ بنایا۔ وہ اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت سے اودی نگر میں جہاں امیر برید تھا نہیں گیا بلکہ لشکر عادل شاہیہ سے ایک فرسخ پر اوترا۔ عادشاہ نے اسمٰعیل سے ملاقات میں کہا کہ میری غرض یہاں آنے سے صرف آپ کی ملاقات تھی اب مجھے امید ہے کہ امیر برید کے تقصیرات جو اندازہ سے باہر ہیں آپ معاف فرمائینگے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے کہا کہ اس جنگ میں میرے قدیمی بہادر بہت سے مارے گئے ہیں جنکا انتقام نہ لوں آپ صلح کے لئے تکلیف نہ فرمائیں بعد ازاں یہ دونوں پادشاہ ایک ہفتہ تک جشن کرتے رہے پھر عادشاہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ جب امیر برید نے دیکھا کہ عادشاہ کی قسمت رو ہوئی تو وہ اودی گیرے دوڑکر عادشاہ پاس گیا کہ اب جس طرح ہو سکے صلح کرائے مگر اُسنے کہا کہ جبتک حصار احمد آباد بیدر واگذار کروگے صلح نہیں میسر ہوگی۔ امیر برید کو یہ بات گراں معلوم ہوئی وہ اپنے لشکر میں گیا اور قوی دشمن سے نہ ڈرا عیش و طرب میں مشغول ہوا۔ چند آدمیوں کے سوا کوئی پاسبانی نہیں کرتا تھا۔ سب نوکر ہارے تھکے چین و آرام کرتے تھے جب اسمٰعیل عادل شاہ کو یہ خبر ہوئی کہ اپنے لشکر میں امیر برید آگیا ہے تو اُسنے اندھیری رات میں اسدخاں لاری کو حکم دیا کہ شب خوں مارے جب امیر برید کے لشکر کے حوالی میں وہ آیا۔ اور کسی متنفس کی آواز نہ سُنی تو اسنے چند جاسوس خبر لانے کے لیئے بھیجے اُنھوں نے خبر دی کہ کوئی شخص حفاظت ہوشیاری سے نہیں کرتا امیر برید اور اسکے پاسبان

بے ہوش پڑے ہیں ہم انکی تلواریں اور دستاریں اپنے اس قول کے سچے ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں۔ اسدخاں لاری پانچ سو اور پچاس پیادے لیکر امیر برید کے دربار میں گیا وہاں دیکھا کہ شراب کے سبو ہر طرف ٹوٹے پڑے ہیں اور پاسبان بنگ و بوزہ و شراب میں مست ہوکر سو رہے ہیں۔ خود وہ امیر برید کے خیمہ میں گیا وہاں اندر باہر سے بھی بدتر حال تھا۔ امیر برید پلنگ پر مست و مدہوش پڑا تھا اور گویّوں اور ناچنے والوں نے قیئں کی تھیں انہیں سنے وہ اوندھے سیدھے پڑے تھے اسدخاں اس پر جھپٹا۔ وہ عاقل کارواں کی چارپائی اُٹھاکر لے چلا اور اپنی فوج میں آیا۔ ابھی آدھی رات باقی تھی اس نے کہا کہ اگر قتل و تاراج میں مشغول ہوتے ہیں تو مسلمان اور کافر کی تمیز نہیں ہوگی صبح تک مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر ضائع ہوگی۔ اب گوہر مقصود ہاتھ آگیا ہے مناسب یہ ہے کہ شبخون نہ ماریں اس شکار کو بادشاہ پاس لے چلیں۔ غرض وہ امیر برید کے پلنگ کو لیکر چلے۔ رستہ میں اوسکو کچھ ہوش آیا تو اُسنے جانا کہ جن مجھے اٹھائے لیئے جاتے ہیں۔ فریاد مچائی۔ اسدخاں لاری نے اسکو تسلی دی کہ یہ جن کی سپاہ نہیں ہے بندہ اسدخاں لاری ہے پھر اُسنے تمام قصہ بیان کرکے اسکو سرزنش و ملامت کی کہ تیرے سر پر دشمن پڑا ہوا اور تیرا یہ سن و سال ہوا اس رسوائی سے شراب پینے کے کیا معنی ہیں۔ ؟ اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے دربار میں وہ دست و گردن بستہ پیش کیا گیا۔ اور دو گھنٹے تک دھوپ میں کھڑا رکھا گیا۔

متقدمین و متاخرین کی تصنیفات میں ایسا واقعہ عجیب پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی شخص مباحکہ و خطبہ کو خوابگاہ میں سے اس حال سے دشمن لے جائیں اور اسکی سپاہ اور خیل خفلت سے کچھ کام نہ کریں۔ اسمٰعیل عادل شاہ اُس سے نہایت آزردہ تھا۔ اسکے قتل کا اشارہ کیا۔ جلاد تلوار نکالے ہوئے اس کی طرف گیا وہ بہت گڑگڑایا اور کہنے لگا کہ میں نے تمہارے اور تمہارے باپ کی خدمت میں بے ادبیاں اور گستاخیاں بہت کی ہیں۔ اب میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے اور اپنے واجب القتل

ہونے پر خود گواہی دیتا ہوں اگر آپ مجھے جان کی اماں دیں تو قلعہ احمد آباد بیدر
دیتا ہوں جسکے کنگرے پر کسی صاحب اقتدار نے ابتک تسخیر کی کمند نہیں ڈالی ہے
اور اسکے ساتھ خزانے اور دفینے حوالہ کرتا ہوں اسمٰعیل شاہ نے بحکم العفو ذکاۃ الظفر
امیر برید کی بات کو مان لیا امیر برید نے اپنے بیٹوں پاس آدمی بھیجا کہ قلعہ حوالہ کردو۔
اُنہوں نے باپ کو جواب دیا کہ تو بڈھا ستر ابہتر ا ہوگیا ہے چند روز تیری زندگی کے
باقی ہیں انکے لئے ایسا قلعہ ہاتھ سے نہیں دیا جاسکتا۔ غرض انکی یہ تھی کہ دفع الوقت
ہیں اسکے پیچھے باپ پاس ایک معتمد بھیجا کہ اگر اُس کی جان بغیر قلعہ دیئے کسی طرح
بچ سکے تو ہم اس قلعہ کو اسکی جان پر سے صدقہ کر دینگے امیر برید دل میں تو مطمئن ہوا
مگر ظاہر میں بیٹوں کی شکایت کی تو پھر دوبارہ اسکے قتل کا حکم صادر ہوا اور مست ہاتھی آیا
کہ اسکے پانوں تلے اُسے ڈالیں تو امیر برید نے کہا کہ مجھے اس برج پاس لیجا کر کھڑا
کریں کہ میں اپنے بیٹوں سے خود باتیں کروں۔ غرض اسنے بیٹوں سے باتیں کرکے
اس شرط پر قلعہ حوالہ کرادیا کہ اسکی عورتیں اور فرزند دروازہ سے باہر بغیر کسی زد و کوب
اور تلاشی کی چلی جائیں یہ عورتیں اپنے برقعوں میں بہت دولت و جواہر شاہان بہمنیہ
چھپا کے لے گئیں۔ قلعہ میں اسمٰعیل عادل شاہ آیا اور شکر الٰہی بجالایا۔ اور شاہان بہمنیہ
کی مسند پر بیٹھا۔ شاہزادہ ملوخاں اور ابراہیم خاں کو اسد خاں لاری کے ہمراہ علاء الدین
عمادشاہ پاس بھیجدیا اور جو کچھ دولت اُسکے ہاتھ آئی تھی وہ سب تقسیم کردی۔ اسمٰعیل عادل
شاہ نے بیجاپور میں جاکر امیر برید کو احمد آباد بیدر اس شرط سے دے دیا کہ قلعہ کیلیان قندھار
اسکے اہل کاروں کو سپرد کردے۔ امیر برید نے ان قلعوں کی کنجیاں نہ حوالہ کیں
تو ۹۳۸ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ ان قلعوں کی تسخیر کا عازم ہوا مگر برہان نظام شاہ
کی سفارش سے وہ اس ارادہ سے باز رہا۔

جب برہان نظام شاہ کی سلطان بہادر سے خاطر جمع ہوئی اور خطاب شاہی اور
چتر پایا تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کو پیغام دیا کہ بہادر گجراتی نے مملکت برار اور احمد آباد

بیدر مجھے دیئے ہیں۔ سزاوار دولت یہ ہے کہ میرے کہنے سے آپ باہر نہ ہوں۔ حال
اور مستقبل کو ماضی پر خیال نہ کرکے گوشہ نشینی اور سلامتی کو بہترین امور جانیں اسمٰعیل عادل
شاہ نے ایلچی کو رخصت کیا اور کہلا بھیجا کہ میدان جنگ میں آئے۔ غرض برہان نظام شاہ
پچیس ہزار سوار اور توپخانہ اور امیر برید کو ساتھ لے کر اسمٰعیل بادشاہ کی سرحد پر آیا۔ اور
یہ بھی بارہ ہزار سوار لیکر اس سے لڑنے گیا اسد خاں لاری نے صف جنگ کو آراستہ کیا۔
نہایت سخت جنگ ہوئی قاعدہ ہے کہ ایک غالب دوسرا مغلوب ہوتا ہے اسمٰعیل عادل شاہ کو
فتح ہوئی پھر ان دونوں میں آپس میں صلح ہوگئی کہ سلطان قلی قطب شاہ برہان نظام شاہ
بحری و علاء الدین عمادشاہ اپنی اپنی ولایت پر متصرف ہوں۔ اور باہم یک دل و دوست ہیں
۹۳۷ھ میں اسمٰعیل بادشاہ نے امیر برید کو اپنا طرفدار بنالیا اور اسکو ساتھ لیکر تلنگ کو روانہ
ہوا۔ تلنگانہ تلنگ کے مشہور قلعوں میں سے ہے اور سرحد پر واقع ہے اسکا محاصرہ کیا۔
سلطان قلی قطب شاہ خود تو اپنی دار الحکومت گل کنڈہ سے نہیں ہلا مگر اہل حصار کی حمایت کے
لیے بہت پیادے اور سوار بھیجدیئے۔ اسد خاں لاری اور رہائی تلنگ کے درمیان کئی
لڑائیاں ہوئیں اور ہر دفعہ اسد خاں کو فتح ہوئی قریب تھا کہ حصار فتح ہو کہ اسمٰعیل عادل شاہ
بیمار ہوا مگبر کہ کو روانہ ہوا کہ روز چارشنبہ ۱۲۔ ماہ صفر ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء کو موت آگئی۔

امیر سید احمد ہروی سے منقول ہے کہ اسمٰعیل بادشاہ حلیم و کریم و سخی تھا اپنی علو ہمت
سے مملکت کے دخل و خرچ کو نہ دیکھتا اور اغماض کا طریقہ رکھتا۔ کبھی نحش لفظ زبان پر نہ لاتا۔
ہمیشہ علماء و فضلاء و شعراء سے صحبت رکھتا انکی مراعات کو واجب جانتا۔ علم موسیقی و علم شعر
میں مہارت رکھتا۔ وفائی تخلص کرتا۔ کسی نے سلاطین دکن میں سے اسکی برابر متانت و لطافت
سے سخن نہیں کیا

ملو عادل شاہ ابن اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ کی وصیت کے موافق ملو عادل خاں اسکا جانشین ہوا۔ وہ تخت پر
بیٹھتے ہی شرب خمر اور استماع نغمہ میں مصروف ہوا۔ اور ہزل و بازی میں رات دن

گذرانے لگا وہ کام کرنے لگا کہ پادشاہوں کو سزاوار نہیں ہی ساری خلقت اُس سے متنفر ہونے لگی۔ متقی و بزرگ آدمیوں کے پسروں کو خواہی نخواہی پکڑوا بلواتا۔ ایکبار ان یوسف ترک شحنہ دیوان کے بیٹے کو طلب کیا۔ باپ بیٹے کے بھانے کا مانع ہوا تو طوایلیا قفچاق میں آیا کہ ایک جماعت کو بھیجا کہ اسکے بیٹے کو قہر و جبر سے پکڑ لائیں اور اگر یوسف شحنہ دم مارے تو سر اسکا تن سے اُڑائیں یوسف شحنہ امرائے تاج پوش میں سے تھا اس نے ملو کے آدمیونکی خوب تادیب کی غرض بولوجی داودی اور اسدخاں لاری اور یوسف شحنہ کی کوشش سے طو عادل شاہ مکحول ہوا اور ابراہیم عادل شاہ اسکا بھائی فرماں روا ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

لکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا شجاع تھا۔ اور بے باک ایسا تھا کہ سیل کی طرح نشیب و فراز سے نہیں ڈرتا تھا۔ جیسا قہر و غضب میں اُسکا شہرہ تھا ویسا ہی حلم و خلق میں وہ بلند آواز تھا۔ جب سے خزانہ شاہی کی کنجی اسکے ہاتھ میں آئی تھی اجل تک لشکر کشی اور صف آرائی میں مشغول رہا ؎ ملک را گر قرار خواہی داد تیغ را بے قرار باید کرد۔ پر اسکا حل تھا اس دفعہ وہ نظام شاہیوں سے لڑا اور ہر لڑائی میں وہ موجود تھا اُس نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا خطبہ سے ائمہ اثنا عشریہ کے نام نکال ڈالے اور حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کو رواج دیا۔ طائفہ امامیہ کے شعار کو برطرف کیا تاج دوازدہ ترک کہ اس زمانہ میں سپاہ شیعہ کا شعار تھا اسکو حکم دیا پھر کوئی سر پر نہ رکھے اور پردیسی امرا میں سے سوائے اسدخاں لاری اور خوشحال گلای آقا رومی اور شجاعت خاں گرد کے سب کو موقوف کر دیا۔ اور امارت سے معزول دکنی و حبشی انکی جگہ مقرر کیے۔ نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں کی طرح کورہ راوت کیا۔

تین ہزار پردیسی نوکر خاصے کہ ہمیشہ ملازم درگاہ رہتے تھے انمیں سے چار سو کو نوکر رکھا اور باقی سب کو موقوف کیا وہ پراگندہ ہو کر گجرات و دکن و احمد نگر میں چلے گئے۔

وہ پراگندہ ہو کر گجرات و دکن و احمد نگر میں چلے گئے۔ ایک اور بڑا تغیر یہ تھا کہ حساب کا دفتر جو فارسی زبان میں تھا اوس کو موقوف کیا اور اوس کی جگہ مرہٹی میں حساب مقرر اس خیال سے کیا کہ تمام دہات کے محاسبین اور مال کے کاموں کے افسروں و تراپچیوں کی زبان مرہٹی تھی۔ اس پادشاہ کے عہد کا واقعہ عظیم یہ ہے کہ سُنی و شیعہ کے باہمی فساد کے سبب مرہٹوں کا اقبال چمکا۔ ہندو بالکل احمد نگر اور بیجاپور کے شاہوں کے ایسے مغلوب ہو گئے کہ سر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ ان کا راج دیوگیری کا بالکل محکوم اور رعیت بن گیا تھا۔ مگر مرہٹونکی ملازمت پر مسلمان اعتماد کرتے تھے۔ یوسف عادل شاہ نے بارہ ہزار پیادوں کا افسر ایک مرہٹے کو مقرر کیا۔ بعد اس کے ان کو دیسیوں میں ملازمت کے صیغہ میں بڑا حصہ ملا۔ مسلمان انکو برگی کہتے تھے۔ ان کے لڑنے کی وضع ایسی تھی کہ وہ دشمنوں پر تاخت و تاراج خوب کرتے تھے۔ رات کو دشمنوں کے لشکر میں چوروں کی طرح جاکر جانداروں کی جانوں کا نقصان بہت کرتے تھے۔ اس پادشاہ نے بہت دفعہ دشمنوں کی غارت گری کے لئے انکو مامور کیا رام راج والی وجیانگر بھی آدمیوں کو بھیجکر اکثر مغلوں کو استمالت کے ساتھ اپنے پاس بلاتا تھا

ابراہیم عادل شاہ کی عہد سلطنت میں وجیانگر کی سلطنت تہ و بالا ہوئی۔ اوس میں بڑی بڑی سازشیں اور بہت خونریزیاں ہوئیں جس کی داستان بڑی ہولناک ہے اس سے وہ انقلاب ہوا جو ہندوؤں کی سلطنت میں اکثر ہوتا ہے کہ راجہ کے خاندان سے وزیر کے خاندان میں سلطنت منتقل ہوتی ہے نہایت قدیمی زمانہ سے ایشیائی شاہی خاندان میں فدا کی ماریہ چلی آتی ہے کہ ارکان سلطنت آپس میں بیوفا اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔ اور وہ سلطنت کو برباد کر دیتے ہیں۔ کبھی آپ ملک کے مالک ہو جاتے ہیں۔ کبھی غیروں کو ملک دلا دیتے ہیں۔

دیورائے کا وزیر تمما (بھیما) تھا۔ جب دیورائے مر گیا تو اسکا بیٹا کوئی اتنا بڑا نہ تھا کہ وہ وجیانگر کے راج کا کام کافی کر سکتا۔ تمما نے اسکے ایک چھوٹے بچے کو تخت پر بٹھایا اور اسکے نام سے خود سلطنت کرنے لگا۔ جب اس لڑکے میں سلطنت کرنے کی قابلیت پیدا ہوئی تو اوس

مار ڈالا۔ اسی طرح تین بچوں کو بعد ایک دوسرے کے تخت پر بٹھایا اور انکو مار ڈالا کسی کو مقدور نہ تھا جو کچھ دخل دیتا۔ ٹما کی مٹھی میں سارا خزانہ تھا۔ سپاہ پر وہ حکمران تھا۔

اس اثنا میں ٹما نے اپنے بیٹے رام راج کا بیاہ دیورائے کی پوتی سے کیا جس سے رام راج کو تخت نشینی کا حق ایک طرح کا پیدا ہوا۔ ٹما کی ساری سازشوں کا جزو اعظم یہ امر ہوا کہ رام راج راجہ ہو۔ اور محل کے تاریک مکانوں میں بے گناہوں کا قتل ہوا۔ شاہی خاندان کے تمام ذکور قتل ہوئے۔ مگر سادہ لوح نرسل اور ایک بچہ جس کی تمہیں اس خاندان میں تھی بچ گئے۔

رام راج تخت پر بیٹھ گیا اور کوئی اس کا مانع و مزاحم نہیں ہوا۔ اگر وہ امرا اور اعیان سلطنت کے ساتھ وہ سلوک برتتا جو راجاؤں کو چاہئے تو عمر بھر راج کرتا مگر اوس کا دماغ ایسا آسمان پر چڑھا کہ امرا کے ساتھ نخوت سے پیش آیا جس سے اون کو ایسی نفرت پیدا ہوئی کہ انہوں نے اس غاصب کو معزول کر کے راجہ کے خاندان میں سے کسی کو راجہ کرنا چاہا۔

اب رام راج کی سلطنت اور جان دونو معرض خطر میں آئیں اس نے اپنے تئیں اس طرح بچایا کہ امرا کی درخواست کے موافق راجہ کے خاندان میں سے ایک بچہ کو تخت پر بٹھایا اور لڑکے کے ماموں کو جس کا نام ہوج نرسل راج تھا اور جنون سے خالی نہ تھا امارت کے درجہ پر مقرر کیا اور اس طفل کی پرورش اس کے سپرد کی اور اس سے عہد و پیمان کر لئے خود اس نے امرا سرکش کو تباہ کیا اور کوئی اثران کا باقی نہیں رکھا۔ اور اپنے غلاموں سے ایک کو قوی کر کے بیجانگر اور رائے زاد کو اسکے حوالہ کیا اور خود ان رایوں کے استیصال میں مصروف ہوا جو اسکی شاہی کے مانع تھے اور آراستہ سپاہ لیکر اطراف ممالک میں گیا انہیں سے کئی ایک رایوں کو مستاصل کیا۔ ان اطراف کے حصاروں میں سے ایک حصار کا محاصرہ کرنا تھا کہ محاصرہ کو طول ہوا جو روپیہ ساتھ لایا تھا وہ سب اوٹھ گیا اس لئے اپنے غلام کو لکھ کر پچاس لاکھ ہون وہ بھیجے۔ غلام نے جو خزانہ کھولا تو اس کی آنکھیں بند ہو گئیں کہ وہاں جواہر و زر لے بے شمار نظر آئے۔ دل میں اس نے علم بغاوت بلند کیا۔ اونبیرہ ابی رائے

کو گھر سے نکال کر راجہ بنایا اس کے ماموں اور ہوج نرسل راج کو اپنے ساتھ متفق کر کے اپنے تئیں وزیر بنایا اور خیل و حشم کے تیار کرنے میں مشغول ہوا۔ وہ رائے کہ رام راج سے خائف تھے بہت جلد آن کر وارث ٹما سے مل گئے۔ بیجانگر میں ایک جمعیت عظیم ہو گئی ہوج نرسل راج نے اس غلام کو اس بہانہ سے مار ڈالا کہ وہ رام راج کا یار و یاور اعتماد کے قابل نہیں ہے رام راج سے صلح چاہی۔ رایوں نے بیچ میں پڑ کر یہ تجویز کی کہ پایۂ تخت بیجانگر تو رائے زاد کا ہے اور جو ولایت کہ رام راج کے تصرف میں بالفعل ہے وہ اس پاس رہے اس پر رام راج دم بخود ہو رہا۔ رائے اپنی اپنی ریاستوں کو گئے رائے زاد کے دیوانہ ماموں کو سروری کا خبط ہوا اس نے خواہرزادہ کا دم گھوٹ کر مار ڈالا اور خود مسند شاہی پر ہو بیٹھا۔ اور غرور و نخوت کو اپنا پیشہ بنایا اور چھوٹے بڑے امیروں کے ساتھ بدمعاشی شروع کی۔ امرا نے اس سے متنفر ہو کر رام راج سے ابواب دوستی کشادہ کئے اور اس کے آنے کی درخواست کی جب ہوج نرسل راج کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے بیچ لاکھ ہون نقد اور تحائف ابراہیم عادل شاہ پاس ایلچی کے ہاتھ بھیجے اور کمک کی التماس کی اور وعدہ کیا کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ہون نذر دونگا۔

۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء میں ابراہیم عادل شاہ بیجانگر کی طرف روانہ ہوا۔ رام راج نے ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی کا سبب معلوم کر کے مکر و تزویر سے یہ تدبیر کی کہ ایک نامہ ہوج نرسل راج کو لکھا جسمیں اپنی اطاعت کا اور اپنے کئے کی پشیمانی کا اظہار تھا اور یہ پیغام تھا کہ اگر سپاہ اسلام اس مرز بوم میں قدم رکھیں گے تو ان کے گھوڑوں کے سموں کے صدمے ہمارے گھر اور معابد انہدام ہونگے اور شاہان بہمنیہ کے زمانہ کی طرح سب امیروں اور غریبوں کے بچے اسیر و دستگیر ہوں گے مناسب یہ ہے کہ معتمد آدمی ابراہیم عادل شاہ پاس بھیجکر مراجعت کے لئے التماس کرو اس کے بعد بندہ آیندہ فرمان بری کے لئے موجود ہے ہوج نرسل راج بچھیا کا باوا تھا۔ وہ رام راج کے دم میں آگیا اور چوالیس لاکھ ہون نقد اپنے وعدہ کے موافق ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیجکر معاودت کی التماس کی

ابراہیم عادل شاہ کی غرض فقط ہوج نرپل راج کی رفاہیت تھی اس لئے اُسنے بیان مذکور
لیکر مراجعت کی اب ہی وہ دریا کرشنا سے اُترنے نہ پایا تھا کہ رام راج اور کل امرا نقض عہد
کرکے باد و برق کی طرح بیجانگر میں آئے۔ اور تمام اندرونی خیل و حشم کو جو شہر کی محافظت
کرتے تھے۔ بعض کو طمع زر دیکر اور بعض کو تہدید کرکے ہوج نرپل راج سے برگشتہ کیا اور یہ تقریر کیا
کہ اس کو گرفتار کرکے اس کے حوالہ کریں تاکہ اُس سے راے کے زادہ کے خون کا قصاص لیا جاے
اس صورت میں ہوج نرپل راج نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے نکل گیا اور فرار کی راہ محض مسدود ہے
تو اس نے تمام گھوڑوں کی کوچین کاٹین۔ اور ہاتھیوں کو اندھا کیا۔ جواہر جواز قسم یاقوت و
الماس وزبرجد وغیرہ قرنوں کے اندوختہ تھے۔ چکیوں میں ان کو پیسکر آٹا بنایا اور خاک میں
ملایا جسوقت دروازہ بانوں نے دروازوں کو کھولا اور رام راج شہر میں آیا ہوج نرپل راج
نے اپنے سینہ میں خنجر مار کر اپنے تئیں ہلاک کیا تو رام راج بے منازعت وبیجانگر کے تخت پر بیٹھا

ابراہیم عادل شاہ نے حقیقت حال پر آگاہ ہوکر اسد خاں لاری کو تمام لشکر کے ساتھ
قلعہ ادونی کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ اس اثنا میں رام راج کا بھائی وینکٹا دری سوار اور
پیادے لے کر اسد خاں لاری کے مدافعت کے لئے آیا۔ اسد خاں محاصرہ چھوڑ کر اس سے
لڑنے گیا۔ حرب صعب کے بعد اسد خاں نے معرکہ سے عنان موڑی اُس کا تعاقب سات
فرسخ تک دشمنوں نے کیا اتنے میں رات ہوگئی لشکر منہزم وشکستہ سے ایک فرسخ پر
وینکٹا دری آن کر سو رہا کہ اسد خاں لاری نے چار ہزار سوار لے کر اوس پر شبخون مارا
اول دشمنوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر مسلمانوں کے تیروں کی ضرب سے دشمنوں نے
فرار پر قرار اختیار کیا۔ بیجانگریوں کے بڑے ہاتھی وینکٹا دری کے زن و
فرزند وغیرہ اسد خاں کے ہاتھ آئے۔ وینکٹا دری نے اپنے پراگندہ سوار و پیادہ جمع
کرکے اسد خاں کے لشکر سے چھ فرسخ پر اپنا خیمہ گاہ بنایا اور اپنے عریضہ میں کیفیت
واقعہ لکھ کر رام راج پاس بھیجکر کمک طلب کی اس نے لکھا کہ ابھی مجھے اطراف کے ایوں
سے فرصت نہیں ہے جس طرح تجھ سے ہوسکے اسد خاں لاری سے صلح کرکے اپنے

قلعہ ادونی پر لشکر کشی

زن و فرزند کو خلاص کرلے۔ غرض اس نے اسد خاں سے صلح کرلی۔ ابراہیم عادل شاہ نے گھوڑے
ہاتھی جواہر الماس میں ہاتھ گئے تھے وہ اسد خاں لاری کو دیدئے اور اس کے قدر و جاہ کے پایہ کو
بلند کیا۔ اس سے یوسف شحنہ دیوان کہ منصب وکالت اور میر جملگی رکھتا تھا اس کو اسد خاں
لاری پر رشک و حسد پیدا ہوا اُس نے بادشاہ سے خلوت میں عرض کیا کہ اسد خاں
لاری اتحاد مذہبی کے سبب سے برہان نظام شاہ سے اخلاص رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ
حلقہ بلگواں (بلگام) اس کو دے کر اس کا حلقہ بگوش بنے۔ ابراہیم عادل شاہ نے جھوٹ
سچ کی تحقیق بغیر حاسد کی بات کا یقین کرلیا اور یہ تحریر آیا کہ شاہزادہ علی کے ختنہ میں
اس کو بلگواں سے بلاکر مقید کرنا چاہئے مگر یہ بات کھل گئی۔ جب اس کی طلب کا فرمان
جاری ہوا تو اس نے بیماری کا بہانہ بنایا اور نہ آیا تو پھر اوس کے مسموم کرنے کا ارادہ ہوا
اس کا اثر بھی کچھ مرتب نہ ہوا پھر یوسف ترک شحنہ کو بلگوان کے ہمسایہ میں جاگیر دی گئی
کہ بوقت فرصت وہ اُس کو تزویر و حکمت سے اسیر و دستگیر کرے۔ غرض اس طرح اسد خاں
لاری اور یوسف ترک شحنہ میں سخت جنگ ہوئی جسمیں اسد خاں لاری کا پلہ بھاری
رہا۔ یوسف ترک شحنہ ابتر و پریشان بھاگا۔ اظہار التفات کے لئے ابراہیم عادل شاہ نے
یوسف ترک شحنہ کو تقید کیا اور اسد خاں لاری کو لکھا کہ اس کی بے ادبی سے ہماری خاطر
نہایت آزردہ ہے۔ تم اس کو جو چاہو سزا دو۔ اسد خاں لاری معاملہ سے خبر رکھتا تھا
اس نے لکھا کہ تقصیر بندہ سے واقع ہوئی ہے امید عفو ہے۔

سنہ ۹۴۳ھ میں برہان نظام شاہ امیر برید کو ہمراہ لیکر احمد نگر سے چل کر حوالی برندہ میں
خواجہ جہاں دکنی سے ملا اور ساڑھے پانچ پرگنے زین خاں کے کہ شولاپور کے تحت میں
تھے عادل شاہیہ آدمیوں کے قبضہ سے نکالے گئے اور خواجہ جہاں دکنی کے آدمیوں کے
حوالہ کئے جب برہان نظام شاہ بلگوان (بلگام) کے حوالی میں آیا تو اسد خاں چھ ہزار
سواروں کے ساتھ اس سے ملا جس سے برہان نظام شاہ مستظہر ہوا اور اس نے غارت
کی آگ مملکت عادل شاہیہ میں بھڑکائی۔ علاء الدین عماد شاہ نے اسد خاں لاری کی

اسد خاں لاری کی شکایت

برہان نظام شاہ کی تسخیر

صفائی ابراہیم عادل شاہ سے کرائی وہ اس پاس چلا گیا۔ سلطان ابراہیم نے اسکو گلے لگایا اس کا منصب جاہ زیادہ کیا پھر لڑائی شروع ہوئی۔ امیر برید کا انتقال ہوا شاہ علی نے واسطہ بن کر صلح کرادی نظام شاہ نے ساڑھے پانچ پرگنے شولاپور کے عادل شاہیوں کے حوالہ کئے اور ہر ایک اپنے مقام کو چلا گیا۔

برہان نظام شاہ کی لڑائی

۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں ابراہیم عادل شاہ نے عماد شاہ کی بیٹی رابعہ سے نکاح کیا۔ برہان نظام شاہ نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنوں کے نکل جانے کی غیرت کے مارے استراحت اور آرام اپنے اوپر حرام کیا تھا۔ اسنے رام راج و جمشید قلی قطب شاہ سے ملطائف الحیل کے ساتھ اتحاد کیا اور علی برید اور خواجہ جہاں دکنی کو ساتھ لیا اور ساڑھے پانچ پرگنوں پر متصرف ہوا قلعہ شولاپور کا محاصرہ کیا اور ولایت کی سرحد کو خراب کیا۔ کئی دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی سپاہ کو شکست دی۔ جمشید قلی قطب شاہ نے بھی برہان نظام شاہ کی تحریک سے ولایت بیجاپور پر لشکر کشی کی اور پرگنہ کاکنی میں ایک حصار نہایت مستحکم بنا کے ولایت گلبرگہ کا ملک متصرف ہوا اور قلعہ اتگیر کا محاصرہ کیا۔ اور ایسے ہی برہان نظام شاہ کی دلالت سے رام راج نے اپنے بھائی وینکٹادری کو سپاہ گراں کے ساتھ قلعہ اچور کی تسخیر کے واسطے تعین کیا اب ابراہیم شاہ نے دیکھا کہ اسکی مملکت کی کشتی چار موجہ بلا میں گرفتار ہوئی سب سمتوں سے طوفان بلا آگھیرا تو بحر حیرت میں غوطہ کھایا۔ اسد خاں لاری کو پنگواں (بیلگام) سے بلایا اس نے آکر حقیقت میں برہان نظام شاہ دشمن ہے اور سب اس کے طفیل سے اس ملک کے متعرض ہوئے ہیں سا اول برہان نظام شاہ کے فتنہ کا انتظام کرنا چاہئے پھر اوروں کے دفع کرنے کا علاج کرنا چاہئے۔ برہان نظام شاہ کا علاج یہ ہے کہ ساڑھے پانچ پرگنے جو مایہ نزاع ہیں اسکو دیدئے جائیں۔ پھر نہایت فروتنی اور تواضع کے ساتھ ایک نامہ رام راج کو بھیجنا چاہئے اور پھر اور رایوں پاس بھی تحائف ایلچیوں کے ہاتھ بھیجنے چاہئیں کہ ان کی رائے تھوڑی تواضع سے بہت خوش ہو جائینگے اور دوستی کا دم بھرنے لگیں گے۔ خصوصاً رام راج کہ جسکا اپنا ملک ابتک خلل سے خالی نہیں۔ اور اطراف کی رائے اس سے

منازعت کرنے کو بیٹھے ہیں وہ مصالحہ کر لیگا۔ جب اس کا خرخشہ مٹ جائیگا تو جمشید قلی کا دفع کرنا بہت آسان ہے۔ اسد خاں لاری کی تدبیروں پر عمل ہوا اور وہ سب چل گئیں۔

اسد خاں لاری اور جمشید قلی قطب شاہ کی لڑائی

اب ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو بہت لشکر کے ساتھ جمشید قلی قطب شاہ کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ اسد خاں نے اول قلعہ کاکنی کو جسے قطب شاہ نے بنایا تھا محاصرہ کیا۔ اور جبرو قہر سے لیا اور بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکا یا اور کوئی نشان اسکا باقی نہ رکھا۔ پھر قلعہ اتگیر کی طرف متوجہ ہوا۔ جمشید قلی نے حوالی قلعہ گلکنڈہ میں اسد خاں لاری سے مقابلہ کیا اور لشکر قطب کو شکست ہوئی اور جمشید قلی اسد خاں کی تلوار سے زخمی ہوا اسد خاں لاری فتح پاکر بیجاپور میں آیا۔

۹۵۱ھ/۱۵۴۴ء میں رام راج کی تحریک سے برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ کی تسخیر کا عازم ہوا اور اس کا محاصرہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ لشکر جمع کر کے اسکے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور بھیوڑہ (بھیما) ندی کے کنارہ پر پہنچا۔ برہان نظام شاہ کی سپاہ کنارہ پر ایسی محیط تھی کہ اوس کو دو تین مہینے تک عبور کرنے نہ دیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے بہ تنگ ہو کر برسات کے آخر میں جبراً دریا پار کیا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی اور ابراہیم کو فتح ہوئی اور دشمن کے گھوڑے ہاتھی ہاتھ آئے اس فتح سے ابراہیم کا دماغ عرش پر پہنچا اور شراب کے نشہ میں برہان نظام شاہ اور اس کے ایلچیوں کو گالیاں دیتا اور ارباب دغل کو تھوڑے سے تصور پر مارتا باندھتا

۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء میں برہان نظام شاہ ولایت علی برید میں قلعہ اوسہ و قندہار کی دار و گیر میں مشغول ہوا۔ علی برید نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان دیکر اس سے کمک چاہی۔ ابراہیم عادل شاہ اسکی مدد کو دوڑا گیا اور چھ مہینے دو دفعہ شکست فاحش پائی اور اثاثہ سلطنت کھویا ابراہیم عادل شاہ نے ان شکستوں کا سبب یہ خیال کیا کہ اس کے نزدیک مقرب ارباب دغل و رنگ ہیں اس نے دو تین مہینے میں چالیس برہمنوں اور ستر مسلمانوں کو مار ڈالا۔ خلائق اوسکے اوضاع سے متنفر و مخالف ہوئی۔ بعض نے یہ قرار دیا کہ اسکے بھائی شہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھائیں یہ خبر پہلے اس سے کہ ارادہ قوہ سے فعل میں آئے اس کے کان تک پہونچ گئی تو اسنے اور

بازار سیاست کو گرم کیا اور بہت آدمیوں قتل کیا۔ شہزادہ عبداللہ مشکل سے بھاگ کر بندر گووہ میں گیا اور پرتگیزوں سے پہلہ مانگی انہوں نے اسکی عزت و احترام میں کوشش کی

ابراہیم عادل شاہ کسی ظاہری تقصیر بغیر اسدخاں لاری سے بدگمان ہوا اور بہمانیہ شہزادوں سے نفاق سے ہوئی ہیں۔ اس پاس پروانہ التفات و میوہ بھیجنے کی جو رسم تھی اسکو برطرف کیا اسدخاں لاری نے یہ عریضہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا ؎

چہ شد چہ شد کہ بدینساں رمیدۂ از من　　چہ کردہ ام چہ شنیدی چہ دیدۂ از من

اس بے اعتنائی کا سبب کیا ہے اور اس بے التفاتی کی وجہ کون ہے ؎

گر گناہے کردہ ام اینک سر تیغ و کفن　　ورنہ بے موجب نشاید دوستاں آزردنی

ارباب غرض نے جو کچھ میری تقصیرات کو آپکے کان تک پہنچایا ہے میں ہر ایک بات کو دفعہ اقرار کروں۔ مگر تہمت سے بیخبر ہوں۔ اور گرگ یوسف کی طرح بے گناہ ہوں جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں نہ وہ میری زبان پر گذرا نہ میرے دل میں آیا نہ میرے عقیدہ میں ہے۔ مفرت اعدا سے بچنے کے لئے بندہ اپنے حصن میں رہا اور حضور کی خدمت میں نہیں حاضر ہوا۔ اس بات کو کوتاہ نظر آدمیوں نے میری حرافوری تبلایا اگر حضور مراحم و عاطفت فرما کر حاضری کے لئے اشارہ فرمائیں تو میں دشمنوں کی خجل دلی و شرمندگی کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوں ابراہیم عادل شاہ نے پھر اس پر التفات کیا اور اس کے متعلقین کو بھی خلعت بھیجنا چاہتا تھا کہ شاہزادہ عبداللہ کا قصد و کھڑا ہوا جس کے سبب سے انکے بھیجنے میں توقف ہوا شہزادہ عبداللہ کا قصہ اس طرح ہے کہ جب وہ بھائی کے جلاد غضب سے بھاگ بندر گووہ میں گیا اور پرتگیزوں نے اسکو اپنے سر پر بٹھایا تو بیجاپور کے بعض آدمیوں کے خواہ اسنے برہان نظام شاہ بحری و جمشید قلی قطب شاہ سے خصوصیت پیدا کی اور مدد کی التماس کی وہ ابراہیم عادل شاہ اور اسدخاں لاری کی رنجش سے واقف تھے یہ اسکے مقبول کئے اور شہزادہ عبداللہ کے نصب کرنے پر متفق ہوئے۔ اور ولایت بیجاپور پر متوجہ ہوئے اور پرتگیزوں پاس آدمی بھیجکر شہزادہ عبداللہ کو بلایا کہ بیجاپور کے تخت پر بٹھائیں پرتگیزوں

عبداللہ کے سر پر چتر رکھا اور برہان نظام شاہ و جمشید قلی قطب شاہ نے اسدخاں لاری پاس پیغام بھیجا کہ ابراہیم عادل شاہ کی ناہنجاری حد سے گذری اور آپ بھی اس سے دلگیر ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اسکی جگہ عبداللہ کو تخت پر بٹھائیں اور آپ کو سکا اتالیق بنائیں آپ ہمارے پاس آئیں۔ اسدخاں لاری اس درخواست سے نہایت خفا ہوا تو برہان نظام شاہ اس کی مدد سے مایوس ہوا مگر تھوڑے دنوں میں یہ خبر آئی کہ اسدخاں بیمار ہے تو برہان نظام شاہ نے ایک برہمن کو مخفی بہت سا روپیہ دیکر بیلگام مخفی بھیجا کہ وہ اہل قلعہ سے ایسی سازش کرے کہ اسکے مرنے پر یہ قلعہ اسکو حوالہ کردیں۔ اسدخاں لاری اپنی حالت بیماری میں اہل قلعہ کے ارادہ سے واقف ہوا تو اس نے اس برہمن اور ستر اور اسکے بیٹوں کو جنمیں نے روپیہ لیکر قلعہ دینا قبول کیا تھا مار ڈالا۔ اس سبب سے یہ شہرت ہوگئی کہ سلطان لاری ابراہیم عادل شاہ کا طرفدار ہے تو سب نے شہزادہ عبداللہ کی خدمت کا عزم فتح کیا۔ بندر گووہ کے پاس جو شاہزادہ کی جمعیت ہوئی تھی وہ اس خبر سے درہم و برہم ہوگئی اور اکثر آدمی اس سے جدا ہوگئے جب اسدخاں نے اپنے مرض کو مرض الموت جانا تو ابراہیم عادل شاہ کو بلایا وہ اس سے ملنے چلا۔ راہ ہی میں تھا کہ اسدخاں کے مرنے کی خبر اس پاس آگئی۔ شاہ اسی رات بیلگام رہ گیا اسکے پس ماندوں پر نوازش کی اور اسکے سب متروکہ پر متصرف ہوا۔ پرتگیزوں نے شاہزادہ کی جمعیت کو پریشان ہوتے دیکھا تو وہ اسکو پھر گووہ میں لے گئے اور پادشاہوں نے بھی اپنے اپنے مقام میں کوچ کیا۔

اسدخاں

اسدخاں لاری میں فراست و کاردانی کے اوصاف تھے وہ ضبط و ربط دل عقد میں بیمثل تھا اسکے ساتھ بیجانگر کے راے اور اور شاہ یاری رکھتے تھے۔ مکاتبات اور ہدایا بھیجتے تھے ارباب جاہ و مکنت زر و جواہر اس قدر اس کی سرکار میں تھے جن کا حساب کرنا دشوار ہے۔ سو من چاول اور پچاس بھیڑیں و ایک سو مرغ روز کا دسترخوان تھا اس نے قبا و زرہ و خنجر کو ایجاد کیا۔ ہاتھی پر زین رکھ کر اور اسکے منہ میں لگام دیکے سوار ہونا اسی کا

اسدخاں لاری کے اوصاف

اختراع تھا۔ ہاتمی دہنہ آہنی سے بیسا کہ چاہئے مطیع نہیں ہوا اس لئے اس اختراع نے شہرت نہیں پائی اور اسکا رواج نہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اپنی بیٹی مہتاب بی بی کا نکاح علی بریدسے کرکے اسکو اپنا دوست بنا لیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان دوستی ہوگئی۔ اس سبب سے ابراہیم عادل شاہ نے رام راج کے ایلچیوں کے ساتھ جو اوس پاس تھے ایسا سلوک کیا کہ وہ پریشان ہوکر بیجاپور کو بھاگ گئے اور اُنھوں نے رام راج سے کہا کہ برہان نظام شاہ سے جو آپ کی دوستی ہوئی ہے اس وجہ سے ابراہیم عادل شاہ نے ہمکو قتل کیا ہوتا ہم بڑی کوشش سے یہاں بچکر آئے ہیں رام راج ان اوضاع سے آشفتہ ہوا۔ برہان نظام شاہ کو پیغام بھیجا کہ علی بریدنے اپنے باپ کے خلاف انکی دوستی سے زیادہ ابراہیم عادل شاہ کی دوستی کو پسند کیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اسکی تادیب کی جائے اور قلعہ کلیان پر تصرف کیا جائے۔ برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو جاکر محاصرہ کرلیا۔ مگر یہاں قحط کے غلبہ کے سبب محاصرہ کو چھوڑکر احمد نگر چلا گیا اس کا حال واقعات نظام شاہیہ میں بھی بیان ہوگا۔

۵۹ھ میں رام راج رائے چور کی طرف متوجہ ہوا اور برہان نظام شاہ بھی اس سے جاکر ملا۔ دونو بادشاہوں نے رائچور کو امان دیکر لے لیا۔ مدکل کے قلعہ والوں نے یہ خبر سنکر قلعہ کی کنجیاں رام راج پاس بھیجدیں اُس نے یہ قلعہ اپنے معتمد آدمیوں کے سپرد کرکے اپنے چھوٹے بھائی کو لشکر گراں کے ساتھ برہان نظام شاہ کے ہمراہ کیا کہ قلعہ شولاپور کی تسخیر کریں رام راج اپنے دار الملک کو گیا۔ برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو ضرب توپ سے توڑپھوڑکر لے لیا اور پھر اسکو تعمیر کرکے ایک معتمد کو سونپ دیا۔ اور خود احمد نگر میں آیا برہان نظام شاہ بحری کی وفات کے بعد اس کا جانشین حسین شاہ ہوا اور اس میں اور ابراہیم عادل شاہ میں دوستی ہوگئی اور سرحد پر ملاقات ہوئی اور عہد و پیمان ہوئے اور اپنے گھروں کو گئے مگر یہ محبت جلد خصومت سے بدل گئی۔ حسین نظام شاہ کے خوف سے خواجہ جہاں دکنی بیجاپور میں آیا اس کی سلسلہ جنبانی سے قلعہ

شولاپور کے استخلاص کے فکر میں ابراہیم ہوا۔ اوس نے رام راج سے موافقت پیدا کی سیف عین الملک سپہ سالار برہان نظام شاہ بحری سے متوہم ہوکر برہان عماد شاہ برار پاس چلا گیا تھا۔ اس کو بھی دلفریب وعدے کرکے ابراہیم عادل شاہ نے اپنے پاس بلالیا اور اسد خاں لاری کی جگہ اس کو تفویض کی اور نقد و جاہ و منصب و جاگیر سے سرفراز کیا۔ اسی ہڑبڑمیں خواجہ جہاں دکنی نے شاہزادہ علی بن برہان نظام شاہ کے سر پر تاج رکھا وہ اس کی پناہ میں آیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اول اسکو احمد نگر کے تخت پر بٹھائے اور پھر شولاپور کی تسخیر کے لئے جائے۔ سپاہ بیجاپور کو جمع کرکے شاہزادہ علی کو بارہ ہزار سوار نظام شاہی کے ساتھ سرحد کی طرف روانہ کیا یہ سوار حسین نظام شاہ کے غضب سے ڈرکر بیجاپور میں آئے تھے اور احمد نگر کے اکابر اور اشراف کو نامے بھیجکر شاہزادہ علی کی شاہی قبول کرنے پر ترغیب دی مگر نظام شاہی آدمیوں میں سے کسی ایک نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ حسین نظام شاہ برہان عماد شاہ کا ممکی لشکر لیکر سرحد کی طرف متوجہ ہوا ابراہیم عادل شاہ نے برخلاف عادت چھ ہزار ہون سپاہ میں تقسیم کئے۔ اور سیف عین الملک کے استظہار پر جنگ کا عازم ہوا۔ شولاپور کے میدان میں ایسی لڑائی ہوئی کہ اس زمانہ میں ایسی نہیں ہوئی۔ کسی نے ابراہیم عادل شاہ سے جاکر کہدیا کہ سیف عین الملک نے گھوڑے سے اُترکر اپنے صاحب قدیم کو سلام کیا اور بیڑہ پان کا لیا کہ تجھے گرفتار کرکے اسکے حوالہ کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے کچھ جھوٹ سچ کی تحقیق نہیں کی میدان جنگ سے چلا گیا۔ سیف عین الملک نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچا اور ابراہیم عادل شاہ کے پیچھے گیا۔ جب اس نے سیف عین الملک کو دیکھا کہ وہ پیچھے آیا تو یہ جان کر کہ وہ مجھ سے لڑنے آتا ہے۔ جلد بھاگ کر بیجاپور میں داخل ہوا۔ سیف الملک کو موقوف کردیا اور کہدیا کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اسلئے سیف عین الملک اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی ہونے لگی۔ ابراہیم عادل شاہ کا لشکر اس سے تین دفعہ لڑا اور تینوں دفعہ شکست فاش پائی۔ تیسری دفعہ میدان جنگ میں وہ خود چتر لگائے موجود تھا

کہ سیف عین الملک نے کہا کہ جس فوج میں چتر ہو اس سے لڑنا نہیں چاہئے تو ایک سپاہی نے
رستمی انجنے کہا کہ چتر جنگ نہیں کرتا اس نے لڑنے کے لئے گھوڑا اٹھایا اور دشمن کو شکست
دی۔ اور ابراہیم عادل شاہ کو سوار اس کے کچھ نہ بن پڑی کہ رام راج کو سات لاکھ
ہون بھیجیں۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی وینکٹا دری کو دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے بھیجا
سیف عین الملک نے اس پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ وینکٹا دری کو جب یہ ارادہ معلوم
ہوا تو اس نے سب چھوٹے بڑوں کو حکم دیا کہ ایک پارچہ چوب جس کا طول ساڑھے ہی گز ہو لیکر
اسکے سرے پر لتے تیل میں بھگو کر لگاؤ اور رات کو جس وقت فوج خابر پا ہو سب چیزوں کو روشن
کردیں۔ سیف عین الملک کو اسکی خبر نہ ہوئی اس نے صلابت خاں کو اور دو ہزار سواروں کو
لیکر شب خون مارا تو بیجانگریوں نے ان فلیتوں کو روشن کرکے رات کا دن بنا دیا اور ہزار آدمی
مارا اور سیف عین الملک اور صلابت خاں کو بھگا یا۔ سیف عین الملک لشکر نظام شاہیہ کیطرف چلا گیا۔

انہیں دنوں میں ابراہیم عادل شاہ امراض متضاد۔ ناسور۔ بواسیر۔ وذرق الاحا
تپ مطبقہ۔ دوران سر میں گرفتار ہوا۔ جس طبیب کے علاج سے کچھ اثر مرتب نہ ہوتا اس کو
مار ڈالتا۔ اس سبب سے یہانتک نوبت پہنچی کہ اوسکی ولایت کے سارے حکیم بلاد وطن بھاگ
اور دوا فروشوں نے اپنے پیشہ کو ترک کرکے دکانیں بند کردیں وہ دو سال تک بیمار
رہا ۱۰۵۵ھ میں مرگیا۔ اس کی شاہی ۴۲ سال چند ماہ تھی اس کی اولاد میں دو بیٹے علی اور
طہماسپ تھے۔ علی ولیعہد تھا اور طہماسپ کا بیٹا ابراہیم عادل شاہ ثانی ہوا۔ ایک
بیٹی مہتاب بی بی علی بریدکی زوجہ اور دوسری بیٹی ہدیہ سلطان مرتضےٰ نظام شاہ
کی منکوحہ تھی۔

ابو المظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

ابراہیم عادل شاہ باپ کا مذہب چھوڑ کر شیعہ سے سُنی ہوا تھا۔ علی عادل شاہ باپ
کا مذہب ترک کرکے سُنی سے شیعہ ہوا وہ باپ کے مرنے کے بعد جانشین ہوا۔ دو بیٹے باپ
سے باہر جہاں بادشاہ ہوا تھا وہاں قصبہ شاہ پور آباد کیا۔ اوس نے دادا پردادا کے

طریقہ کے موافق خطبہ ائمہ اثنی عشری کا پڑھوایا اور اذان میں لفظ علی ولی اللہ کا پڑھایا
اس نے اور ولایتوں سے علماء و فضلاء اور ارباب کمال کو بلایا اسکو باپ سے ورثہ میں قریب
ڈیڑھ کروڑ ہون کا ہاتھ آیا تھا وہ تھوڑے دنوں میں خلق کو دیدیا۔

اول سال جلوس میں اس نے قلعہ شولاپور اور کلیان کو نظام شاہیوں کے ہاتھ سے نکالنا
چاہا اس لئے اس نے رام راج سے اتحاد کو ایسا بڑھایا کہ جب رام راج کا بیٹا مرگیا تو اسکی
تعزیت کے لئے خود گیا۔ ۹۶۷ھ میں بیجاپور میں واپس آیا اور حسین نظام شاہ پاس ایلچی
بھیجکر پیغام دیا کہ دونو قلعے شولاپور اور کلیان کے عنایت کیجئے اور دوستی و اتحاد کو قائم
رکھئے۔ نہیں تو میرے لشکر کے کوچ سے رعایا خراب ہوگی اور فتنہ عظیم برپا ہوگا۔

حسین نظام شاہ نے اس پیغام پر درشت سخن کہے۔ علی عادل شاہ نے اپنے علم کا رنگ زرد
بنایا تھا اب نظام شاہیوں کی طرح اس کا رنگ سبز بنایا اور ۹۷۳ھ میں رام راج کو کمک کیلئے
بلایا۔ احمد نگر کی طرف اس نے کوچ کیا۔ حسین نظام نے قلعہ کلیانی دیکر علی عادل شاہ سے
صلح کرلی۔ رام راج اور علی عادل شاہ اپنے اپنے دار الملک کو چلے گئے۔ حسین نظام شاہ نے
قطب الملک سے اتحاد پیدا کیا تو علی عادل شاہ نے پھر رام راج سے استعانت لی اور
پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے لے کر بیجاپور کو چلا۔ قطب الملک کا قاعدہ تھا
کہ وہ جانب غالب کا طالب تھا وہ رام راج اور علی عادل شاہ سے جا ملا۔ یہ دیکھ کر
حسین نظام شاہ احمد نگر کو دوڑ کر بھاگا۔ علی عادل شاہ نے اس کا تعاقب کیا تو وہ جنیر میں
چلا گیا۔ تینوں بادشاہوں نے احمد نگر کا محاصرہ کیا اور چاروں طرف ملک غارت کرنے
کے لئے آدمی بھیجے۔ بیجانگر کے ہندوؤں نے ملک کو خوب لوٹا۔ عمارات کو اکھیڑا اور جلایا
مسجدیں گھوڑے باندھے اور انکی چھتوں کو جلایا۔ مصاحف کو جلایا۔

ابیات

همه شهر بازار احمد نگر — شد از صدمهٔ قهر زیر و زبر
همه گشته شد طعمهٔ چار پائے — نماند اندراں مرز چیزے بجائے

محاصرہ نہایت سختی سے ہوا۔ محاصرین نے خوب اس کا مقابلہ کیا۔ وہ اس امید میں تھے کہ برسات دشمنوں کو پرے ہٹا دیگی۔ ان کی امید پوری ہوئی کہ جب مینہ برسنے لگا تو اوزوقہ اور غلہ میں کمی ہوئی۔ قطب شاہ محصورین کی مدد غلہ سے کرتا تھا۔ علی عادل شاہ نے محاصرہ کو چھوڑا اور پانچ چھ منزل چلا تھا کہ کشور خاں نے بیجانگر کے ہندوؤں کا اجتماع دیکھ کر علی عادل شاہ سے کہا کہ شولاپور کا محاصرہ اس وقت مناسب نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مفتوح ہوگا تو یقین ہے کہ رام راج ہمکو نہیں دیگا بلکہ وہ ممالک میں طمع کرکے فتنہ عظیم اٹھائیگا بہتر ہوگا کہ فتح غزمیت کرکے نلدروگ میں قلعہ نہایت مستحکم بنائیں اور اس کے استظہار سے بتدریج قلعہ شولاپور کو فتح کریں۔ علی عادل شاہ نے اس تجویز کو مان لیا اور قلعہ کی دیواریں گچ و سنگ سے برسات میں بنالیں اور اس کا نام شاہ درگ رکھا۔ یہاں سے تینوں بادشاہ اپنے اپنے ملک کو رخصت ہوئے۔

دفعہ اول میں عادل شاہ نے جو حسین نظام شاہ بحری سے بہ تنگ آن کر رام راج سے مدد طلب کی تھی تو یہ عہد تھا کہ عداوت دینی کے سبب سے اہالی اسلام کو مضرت جانی نہ پہنچائیں اور دستبرد اور دستگیر نہ کریں اور مساجد کو خراب نہ کریں۔ مومنوں کے ننگ و ناموس کے متعرض نہ ہوں لیکن اس کے خلاف ان سے ظہور میں آیا کہ احمد نگر میں ہندو نے مسلمانوں کی تخریب و تعذیب میں اور ان کی حرمت کی ہتک میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ جس کا اوپر بیان ہوا انھوں نے مسجدوں میں آتر کر بت پرستی کی۔ باجے بجائے گانے گائے۔ علی عادل کو یہ باتیں ناگوار ہوئیں مگر ان کے منع کی قدرت نہ تھی وہ تغافل کرتا تھا سوائے اس کے رام راج مسلمان بادشاہوں کو جز وضعیف جانتا تھا ان کے ایلچیوں کو آنے نہ دیتا تھا اگر عنایت کرکے انکو بلاتا تو بھیجنے نہیں دیتا تھا۔ ان کو خود سوار ہوکر پیدل یا برکاب کچھ دور لے جاتا تھا۔ اور بہت انتظار کے بعد ان کو سوار ہونے کا حکم دیتا دوسری دفعہ جب لشکر کا کوچ نلدروگ کی طرف ہوا ہے تو رام راج کے سپاہی مسلمانوں سے استہزا اور تمسخر کرتے تھے

اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب وہ قم بھدرہ پر آیا تو اوس نے اپنی سپاہ کشیر دیگنادری کے ماتحت عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ ممالک کی تسخیر کے لئے بھیجی اس وجہ سے کہ وہ نظام شاہ کو اپنا دشمن جانتے تھے اور اوس کی مقاومت کی طاقت نہیں رکھتے تھے ناچار ہر ایک نے اپنے ملک کا کچھ حصہ اس کو دیا اور نہایت فروتنی کے ساتھ صلح کی علی عادل شاہ نے تو ولایت اینگیر اور باگری کوٹ دے کر صلح کی اور ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ کویل کنڈہ اور پانگل اور گنوا۔ دیگنادری کو دے کر سر پر سے بلا کو ٹالا۔ کامراج کا استیلا بڑھتا گیا اور وہ عادل شاہیہ ملک کو دباتا رہا۔ علی عادل شاہ انتقام کے درپے ہوا۔ خردمندان صاف رائے اور وزرائے عقدہ کشا منش محمد کشور خاں و شاہ ابوتراب شیرازی نے معروض کیا کہ آپ نے جو بیجانگر کے ہندوؤں کے زیر کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ عین صواب ہے لیکن یہ بات بیشک نہیں بنے گی کہ اہل اسلام کے شاہان دکن باہم اتفاق نہ کرینگے۔ رام راج پاس لشکر و حشم بہت ہے اور اس کی مملکت کا محصول ساحل بندرگاہوں سے اور بہت سے قلاع و ملاذ سے قریب بارہ کروڑ ہون کے آتا ہے اور اس کی صولت و سطوت لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے ایسے شخص سے تنہا مقابلہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ان بادشاہوں کے درمیان آپس میں ایلچی دوڑے اور سب کے نزدیک یہ امر مسلم ہوا کہ سلاطین اسلام متحد ہوکر طریق موافقت اور اتحاد کو مسلوک رکھیں۔ تاکہ قوی دشمن کے ہاتھ سے بچیں اور سلطنت محفوظ رہے اور کرناٹک کے سارے راجہ جو بیجانگر کے رائے کے مطیع ہیں انکا دست استیلا ممالک اسلام کے دامن سے کوتاہ ہو اور بہت قوی اور دلیر رام راج کے شر سے رعیت کو جو خدا کی امانت ہے محفوظ رکھیں۔ وہ بار بار اس ملک میں آن کر نہایت خیرہ ہوگیا ہے غرض سب نے اس پر اتفاق کیا حسین نظام شاہ بحری نے علی عادل شاہ سے اپنی بیٹی چاند بی بی کا نکاح کیا اور قلعہ شولاپور جہیز میں دیا۔ غرض شاہان دکن میں باہمی اتحاد پر قسم و عہد ہوگیا۔ اب علی عادل شاہ نے رام راج پاس ایلچی بھیجکر

پرگنہ آبگری و ناگرکوٹ اور قلعہ راے چورہ مدکل کو طلب کیا۔ رام راج نے اپنی کو رنگی
بیجانگر سے بکالدیا تو علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ بحری اور ابراہیم قطب شاہ و علی برید
کو ہمراہ لے کر جہاد کا ارادہ کیا ۹۶۵ھ میں وہ کے موافق چاروں پادشاہوں نے
حوالی بیجاپور میں ملاقات کی اور ۲۰ ماہ جمادی الاول کو یہاں سے لڑنے کے ارادہ سے
کوچ کیا اور کئی روز میں تالی کوٹ میں پہنچے۔ اس لڑائی کا نام مسلمانوں کی تاریخ میں
تالی کوٹ کی لڑائی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اکثر پادشاہوں کا صدر مقام یہاں تھا
ورنہ لڑائی کرشنا کے جنوبی کنارہ پر یہاں سے بیس کوس پر واقع ہوئی ہے۔ راے
بیجانگر کو ان سلاطین کے اتفاق کی اور ان کے لشکر کے آنے کی خبر ہوئی تو اسلام سکو تزلزل
نہ ہوا اور کوئی بات فروتنی کی زبان پر نہ لایا۔ بلکہ ان کے ساتھ جنگ کو بہت آسان
کام سمجھا۔ اول اپنے چھوٹے بھائی تمراج کو بیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھیوں اور
ایک لاکھ پیادوں کے ساتھ بھیجا کہ آب کرشنا پر پہونچ کر گھاٹوں کو بند کرے اور پھر مقابلے
بھائی وینکٹادری کو بہت لشکر کے ساتھ روانہ کیا انھوں نے اہل اسلام کے گذرنے
کے لئے گھاٹوں کو روکا۔ رام راج نے اطراف کے راجوں کو اپنے ساتھ لیا۔ اور
سپاہ بیکراں کے ساتھ روانہ ہوا۔ ہر معبر پر دیوار کھینچکر آتشبازی لگا رکھی تھی۔ اہل
اسلام نے یہ تجویز کی کہ اپنے مقام سے تین منزل پرے ہٹے تو ہندوؤں نے جانا کہ وہ
کسی اور معبر سے عبور کرینگے تو وہ اپنے مقام سے ہٹ کر ان کے سامنے آئے۔ مسلمانوں
نے پھر کر اس معبر سے جہاں سے گئے تھے عبور کیا اور یہاں سے پانچ کروہ پر راجراج
کا لشکر تھا وہاں لشکر اسلام آیا شاہان اسلام نے دوسرے روز بارہ علم بارہ لاکھوں
کے گھڑے کئے اور صفین باصفا آراستہ کیں میمنہ میں علی عادل شاہ اور میسرہ
میں علی برید و ابراہیم قطب شاہ اور قلب میں حسین نظام شاہ بحری نے زیب و زینت
دی اور آتشبازی کے اراپوں کا زنجیرہ باندھا اور قاعدہ و دستور کے موافق
جنگی فیلان مست کو جابجا کھڑا کیا رام راج نے پھر صف آرائی کی میمنہ میں تمراج کو

ابراہیم قطب شاہ کی برابر کھڑا کیا۔ اور میسرہ میں وینکٹادری کو علی عادل شاہ کے مواجہ
میں مقرر کیا اور قلب میں خود حسین نظام شاہ بحری کے روبرو کھڑا ہوا اور دو ہزار ہاتھی اور
ایک ہزار ارابۂ توپخانہ کو جابجا ترتیب و قاعدہ سے لگایا۔ جب دوپہر ہوئی سنگاسن میں
رام راج بیٹھا جب اس کو لوگوں نے گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ بازیچۂ
اطفال میں سواری اسپ کی احتیاج نہیں ہے یہ جماعت اب بھاگتی ہے۔ غرض یکبار
اسلام اور ہنود کے لشکر تیغ و تبر و نیزہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگے۔ لڑائی نے
کئی پلٹے کھائے۔ مگر آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی اور رام راج کو ایک فیل بان پکڑ کر
لایا اور نظام شاہ نے اس کا سر اڑایا۔ رام راج کا لشکر بھاگا۔ مسلمانوں کے لشکر نے اس کا
تعاقب کیا۔ اس قدر ہندوؤں کو مارا کہ کئی کوس تک زمین ان کے خون سے سرخ ہوگئی اور
بیجانگر سے دس کروہ تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا اس قدر زر و جواہر ہاتھ آیا کہ بحر و کان کی طرح
اس سے لشکر اسلام مستغنی و بے نیاز ہوگیا۔ ہر شخص کو غنیمت میں جو کچھ ہاتھ لگا تھا وہ
اس کو دیدیا۔ مگر ہاتھی اس سے لے لیا گیا۔ منشیوں نے فتحنامے لکھ کر اطراف میں قاصدوں کے
ہاتھ بھیجے۔ حوالی بیجانگر تک لشکر اسلام نے جاکر بڑی بڑی عمارات کو مسمار کیا اور بتخانوں
اور کاشانوں کو ڈھاکر زمین کا پیوند بنایا۔ بہت سے بلاد اور قریوں کو ویران کیا بعد ازاں
وینکٹادری برادر رام راج جو معرکہ سے جان سلامت لے گیا تھا اور ایک کونہ میں چھپا
ہوا تھا اس نے آدمی بھیجکر اپنی زاری اور عاجزی کو ظاہر کرکے تمام قلاع و بقاع
عادل شاہیہ و قطب شاہیہ واپس کئے اور نظام شاہ بحری کو سب طرح خوش کیا پادشاہوں
نے اپنی مسند دولت کو مراجعت کی۔

غرض ۱۵۶۵ء میں سے تالی کوٹ پر ایسی لڑائی ہوئی کہ اس نے دکن میں ہندوؤں کی سلطنت
کو سرد کردیا۔ وجیانگر کا راج پھر نہ پنپا۔ اس میں یہ سکت کبھی نہ آئی کہ وہ مسلمانوں
کی سلطنت کی مزاحمت کرتا۔ بلدۂ وجیانگر ایسا خراب اور ویران ہوگیا تھا کہ
وینکٹادری نے اس کی تعمیر میں اصلاح نہیں کی اور شہر پنکنڈہ میں اپنا دار السلطنت بدل دیا

سیٹزر فریڈرک کا بیان اس لڑائی کے

سیٹزر فریڈرک جو شہر وجیانگر میں اس لڑائی کے دو برس بعد آیا وہ یہ بیان کرتا ہے کہ رام راج کو جو شکست ہوئی تو اس کا سبب یہ تھا کہ دو مسلمان سپہ سالار وقت عین ہنگام جنگ میں اس سے دغا کرکے اُلٹے اس سے لڑنے لگے (ان سرداروں کا نام نہ بتانا اس بیان کو پایۂ صداقت سے گراتا ہے) شہر کو چھ مہینے تک مسلمان لوٹتے رہے اور سب جگہ گھر بے خزانے ڈھونڈتے رہے۔ مکان کھڑے تھے مگر خالی تھے دار السلطنت وجیانگر سے پن کنڈہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ شہر میں باشندوں کا پتا نہ تھا وہ کہیں اور چلے گئے تھے۔ شہر کے گرد ملک میں چوروں کا ایسا غلبہ ہو گیا تھا کہ سیٹزر فریڈرک کو مجبوری چھ مہینے وجیانگر میں مدت مقررہ سے اور زیادہ رہنا پڑا۔ جب وہ گووہ کو چلا تو اسکو ہر روز چوروں کو کچھ بھینٹ دینی پڑتی تھی۔

ہندوں کا بیان اس لڑائی کا

رام راج کی وفات کے سو برس بعد وجیانگر کی تاریخ کو برہمنوں نے بالکل معکوس کر دیا انہوں نے ایسی کہانیاں گھڑ دیں جن میں مسلمانوں کی فتح کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ بلکہ یہ بیان ہوتا ہے کہ وجیانگر کے راجہ کے وہ ملازم تھے اور اس کے حکم سے وہ اپنی پالکیوں میں حکومت کرتے تھے ان میں سے ایک ہاتھیوں کا دوسرا گھوڑوں کا تیسرا بیلوں کا چوتھا چھتہ کا سردار تھا۔ مگر آگے اس کی کچھ تفصیل نہیں۔ یہ بھی عجیب بے ربطا و بے تکی کہانی ہے۔

حال شاہ کا اپنی حکومت بڑھانا

حسین نظام شاہ بحری فوت ہوا اوس کا ولیعہد بڑا بیٹا مرتضیٰ نظام بحری جانشین ہوا علی عادل شاہ کو فرصت ملی کہ وہ جنوب میں اپنی سلطنت کو وسعت دے وہ ایک سپاہ لیکر قلعہ انا کنڈی کی طرف چلا تاکہ انا کنڈی میں تمراج پسر رام راج کو پن کنڈہ میں مسند نشین کرے۔ اور وینکٹا دری کو معزول کرے جو قوی ہو کر رام راج کا جانشین اس کے بیٹے کو محروم کرکے ہو گیا تھا یوں اپنا مطلب حاصل کرے کہ انا کنڈی کو تمراج کرے اور وجیانگر پر خود متصرف ہو وینکٹا دری کو جب اس امر پر اطلاع ہوئی تو اوس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھ کر بھیجا

مملکت حسین نظام شاہ بحری نے مجھے عنایت کی تھی مگر اب علی عادل شاہ اسکی طمع کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ خود لے لے۔ اب میں امیدوار ہوں کہ آپ حمایت کرکے دستگیری فرمائیں اور اس بلا سے چھڑائیں۔ خونزہ ہمایوں نے باستصواب ملا عنایت اللہ مرتضیٰ نظام شاہ کو لیکر بیجاپور کی طرف لشکر کشی کی اور جاکر محاصرہ کر لیا۔ ناچار علی عادل شاہ نے انا کنڈی سے بازگشت کی اور بیجاپور میں چلا آیا جس کے سامنے دشمن کا لشکر موجود تھا چند روز تک اس شہر سے باہر لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کو خونزہ ہمایوں نے یہ مصلحت دیکھی کہ وہ بیٹے کو لے کر احمد نگر چلی گئی۔

دوسرے سال ۱۰۰۳ھ خونزہ ہمایوں کی التماس سے علی عادل شاہ نے نظام شاہ سے متحد ہو کر ولایت برار پر لشکر کشی کی اور اس ملک کو لوٹ مار کرکے بیجاپور میں آیا اور اس شہر میں ایک حصار کی گچ اور سنگ سے بنانے کی تیاری کی۔ محمد کشور خاں کے اہتمام سے وہ تین سال میں تمام ہوا۔ اس سبب سے کہ خونزہ ہمایوں کی حکومت سے اور اس کے بھائیوں کی بے اعتدالیوں سے نظام شاہ کی سلطنت کی رونق شکستہ ہوئی تو علی عادل شاہ کو بعض ممالک نظام شاہیہ کی ہوس ہوئی۔ محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا منصب و علم دیا اس علم پر شیر شرزہ کی صورت منقش تھی اور ۱۰۰۴ھ میں اس کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ سرحد نظام شاہیہ کی طرف مامور کیا اس نے سرحد پر بعض پرگنات قصبہ پیچ تک قبضہ کیا (راے نظام شاہی اسکی مدافعت کے لئے آئے ان کو اس نے قصبہ مذکور میں شکست دی اور یہاں پرگنات کے ضبط کے لئے ایک قلعہ نہایت مضبوط بنایا اور اُس کا نام دارور (دھارور) رکھا اور اس کو توپ و ضرب زن و بان و تفنگ سے بھر دیا اور اس مملکت سے دو سال کا محصول اگھایا اور قلاع و بقاع کی تسخیر میں کوشش کر رہا تھا کہ ناگاہ مرتضیٰ نظام شاہ ۱۰۰۶ھ میں اپنی ماں کے استیصال سے خاطر جمع کرکے دفع مضرت پر متوجہ ہوا۔ محمد کشور خاں نے قلعہ کو آلات آتشبازی سے درست کیا۔ عین الملک اور آنکس خاں و نور خاں کو علی عادل شاہ نے اس کی مدد کے لئے بھیجا تھا وہ ان سے متفق ہو کر اسباب رزم کے تہیہ میں مصروف ہوا

لیکن یہ جماعت کمال نامردی سے یا نفاق کے سبب جو انکو محمد کشور خاں سے تھا بغیر لڑے متفرق ہوگئی اور محمد کشور خاں سے کہا کہ ہم کو مرتضیٰ نظام شاہ بحری سے جنگ کرنے کی تاب نہیں۔ ہم احمد نگر میں جاکر پائے تخت نظام شاہیہ میں خلل ڈالتے ہیں تاکہ مرتضیٰ نظام مضطرب ہوکر قلعہ داری سے ہاتھ کھینچے اور ہمارے پیچھے دوڑے۔ مرتضیٰ نظام نے قسم کھالی تھی کہ رکاب سے پاؤں نہیں اتارے گا۔ جبتک قلعہ نہیں فتح کرلے گا۔ اس نے قلعہ پر تیر و تبر مینھ برسایا۔ ایک تیر محمد کشور خاں کے لگا اور اسی وقت ہلاک ہوا اور قلعہ مرتضیٰ کو ہاتھ لگ گیا اور علی عادل شاہ سے اس نے اپنے تمام پرگنے چھین لئے۔ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو کہ جس کو آخر میں خطاب چنگیز خانی ملا وہ عین الملک اور نور خاں کی جانب احمد نگر کو آیا۔ اس نواح میں سخت جنگ ہوئی جس میں خواجہ میرک فتحیاب ہوا اور عین الملک قتل اور نور خاں دستگیر ہوا اور لشکر ابتر ہوکر بیجاپور میں آیا۔ اس سال میں عادل شاہ کے لشکر کو صدمہ عظیم پہنچا اور اسکی تمام سعی و کوشش نابود ہوگئی۔

انہیں مہینوں میں علی عادل شاہ نے قلعہ گووہ کی استخلاص کے لئے اور پرتگیزوں کے برباد کرنے کے لئے کوچ کیا بہت سے آدمی مارے گئے اور بے نیل و مرام بازگشت کی شاہ ابوالحسن کی رہنمونی سے قلعہ ادونی کی تسخیر کا عازم ہوا اور انکس خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پیادے و توپ خانہ دیکر اس طرف روانہ کیا۔ اس قلعہ کا والی رام راج کی طرف سے تھا مگر وہ خود مختار صاحب سکہ ہوگیا تھا وہ مدافعت کے درپے ہوا۔ کئی دفعہ انکس خاں سے لڑائیوں میں مغلوب ہوا۔ غلہ و آذوقہ قلعہ میں لے گیا اور حصاری ہوا۔ جب محاصرہ کو طول ہوا تو امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا۔ یہ قلعہ ایک تلعہ کوہ پر واقع تھا۔ بہت رفیع و وسیع تھا۔ خوش گوار پانی کے چشمے اس میں تھے۔ سیورائے کے باپ دادا سے جو تخت وجیانگر پر راجہ قدم رکھتا تھا وہ شاہان اسلام کے خوف سے ادھر کا استحکام کرتا تھا چنانچہ اس کے گیارہ حصار تھے۔ علی عادل شاہ اس قلعہ کو فتح کرکے اور فلاح و بقاع کی تسخیر میں لگا اور خواجہ میرک چنگیز خاں سے سرحد پر اوس نے

ملاقات کرکے یہ قرار دیا کہ مرتضیٰ نظام شاہ بحری تو ولایت برار پر متصرف ہوا اور علی عادل شاہ مالک بیجانگر ملک برار کی مقدار کے موافق اپنے تصرف میں لائے۔ تاکہ ایک دوسرے کی ولایت باعتبار وسعت کے مزیت نہ پائے۔

۹۸۰ھ میں قلعہ طورگل پر لشکر کشی کی۔ جو رام راج کے عملوں میں اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور رام راج کے مرنے کے بعد وجیانگر کے ایک سپاہی وٹکئی یسو رائے نے اس کو اپنے لئے فتح کیا تھا سات مہینے تک محاصرہ رہا اس کے بعد وٹکئی یسو رائے نے قلعہ کو اور اپنے تئیں حوالہ کیا علی نے اس کو بہت بری طرح سے مارا پھر شاہ قلعہ دار ہوا رکی تسخیر کا عازم ہوا۔ یہ کرناٹک کے مشہور قلعوں میں سے ہے اس وقت رام راج کے ایک امیر کے پاس تھا ہر سال کچھ ہاتھی پیشکش راج کو دیتا تھا اور اب اس نے بہت قوت و شوکت پائی تھی مصطفےٰ خاں اردستانی امیر جملہ وکیل السلطنت تھا اس کی سعی سے چھ مہینے میں یہ قلعہ فتح ہوگیا اور بادشاہ نے سات مہینے یہاں قیام کرکے اسکے حواشی و حوالی کو بانیوں کے خس و خاشاک سے پاک کیا اب مصطفےٰ خاں کی تجویز سے بادشاہ نے بنگاپور کی تسخیر کے لئے جنبش کی یہاں رام راج کا قبول دار بلیہ رائے حاکم تھا جس نے قلعہ بنگاپور پر غلبہ پاکر قلعہ جزہ اور چندر گوٹی کرو کے راؤں کو اور اور قلعوں کو اپنا محکوم بنایا تھا تو وہ بادشاہ کے آنے کی خبر سنکر قلعہ میں متحصن ہوا اور اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ دیکر بنگل اور کوہستان کی طرف بھیجا تاکہ فرصت کے وقت لشکر اسلام کے پیچھے تاخت کرکے ان کے پاس غلہ و آذوقہ نہ پہنچنے دے اور وینکٹادری برادر رام راج کو عریضہ بلگوان کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے جو اپنے ولی نعمت سے مخالفت کی اس سے نادم و پشیمان ہوں اور اپنے گناہ کا معترف ہوں اس وقت کہ بادشاہ اسلام بنگاپور کی تسخیر کا عازم ہوا ہے اگر اب میرے جرائم کو معاف فرمائیں اور خود میری امداد کو اس طرف آئیں یا بعض امرائے کبار کو میری کمک کے لئے بھیجیں تو یقین ہے سپاہ اسلام کی دستبرد سے میں امین رہوں اور میں مدد کرتا ہوں

کہ اسکے بعد میں ہمیشہ مطیع رہونگا اور کبھی نافرمانی نہیں کرونگا اور ہر سال فلاں مقدار کا مال خزانہ میں داخل کرتا رہونگا دیکٹادری نے جواب دیا کہ تو رام راج کے مقربوں میں سے تھا تیرے سرکش و متمرد کی شامت سے اور امراء کی مخالفت اور سرکش ہوکر ممالک پر متصرف ہوئے شاہان اسلام نے بلدہ پن کندہ (بلکندری) اور چندرگری مجھے دے دیئے جن کے حفظ و ضبط سے عاجز ہوں۔ اگر تو جانے کہ سونے چاندی و جواہر و مروارید دینے سے صلح ہوجائیگی تو اس میں بخل نہ کرنا اور اگر صلح کسی صورت سے نہ ہو تو تجھے چاہئے کہ جس تدبیر سے بن سکے حوالی و حواشی کے رایوں کو اپنے سے ایسا راضی و خوشنود کرے کہ وہ تیرے بیٹے کے ساتھ اتفاق کرکے وقت بے وقت مسلمانوں کے لشکر گاہ کے گرد تاخت و غارت کرکے ان کو چین نہ لینے دیں اور راتوں کو اپنے پیادوں کو چوروں کے طور پر ان کے لشکر گاہ میں بھیجیں۔ کہ جو جان کو انسان جیوان ہاتھ لگے اس کو کٹاروں سے بے جان کریں میں نے اس باب میں تین رایوں کے نام لکھے ہیں جو تیرے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ اگر وہ ان کو مانینگے تو تیری تقویت اور مدد میں سعی کرینگے فھو المراد وہ اپنے لئے کام کریں گے وہ یقین ہے کہ قلعہ بنکاپور چھن جانے کے بعد ارباب اسلام اور قلعوں کو تسخیر کرلیں گے اگرچہ اس جواب سے بلب کو بالکل مایوسی ہوئی مگر ضرورت کے سبب سے اوس نے وارث مملکت کے ارشاد کے موافق قلعہ جرہ۔ چندرگوٹی اور قلعوں کے رایوں کو اپنے ساتھ متفق کیا کہ اس کے بیٹے کی بیعت مذکور کے موافق عمل میں لائیں۔ اس سبب سے عادل شاہ کے لشکر میں غلہ کا قحط ہوا ہر رات کو چوروں نے اُن اُن آدمیوں کو مارا کرناٹک کے پیادے کہ اپنی جان کی کچھ قدر نہیں کرتے تھے اور تھوڑے نفع کی طمع میں برہنہ ہوتے تھے اور اپنے بدن پر تیل ایسا ملتے تھے کہ کوئی ان کے بدن کو پھسلنے کے سبب سے پکڑ نہیں سکتا تھا جہاں ان کو فرصت ملتی وہ جاکر گھوڑوں اور آدمیوں کو جو سامنے آتا قتل کرڈالتے اور باہر بھاگ جاتے ہرچند شاہی لشکر کے آدمی ان کے شر کو دفع کرتے مگر کامیاب نہ ہوتے۔ محاصرہ ادھر سے تھا کہ مصطفےٰ خاں نے قحط کا

اور چوروں کا علاج اس طرح کیا کہ امرائے برگی کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ دشمن کے لشکر کے مقابل ہوکر کسی کو لشکر اسلام کی راہوں کی مزاحمت نہ کرنے دیں اور آٹھ ہزار پیادے لشکر میں ایک ایک گز کے فاصلہ پر مقرر کردے کہ جہانتک طاقت بشری ہو لشکر کی محافظت میں قیام کریں اور کہیں غفلت کے سبب سے چور لشکر میں نہ گھس آئیں۔ اور لشکر میں غل پکار ہو تو کسی چور کو زندہ باہر نہ نکلنے دیں رات کو کوئی سپاہی لشکر سے باہر نہ جاتا۔ جو چور لشکر میں داخل ہوتا وہ جان سلامت باہر نہ لے جاتا۔ اس طرح چوروں کی شرارت سے بالکل مانعیت ہوئی اور مخالف کے لشکر کے آسیب سے نجات ہوئی اور غلہ اور لشکر کی تمام ضروریات اطراف و جوانب سے اس قدر آئیں کہ سب چیزوں کی نہایت ارزانی ہوگئی ایک سال تک امرا برگی اور پسر بلب اور اور رایوں سے سخت لڑائیاں ہوتی رہیں۔ طرفین سے بہت آدمی مارے گئے۔ ارباب اسلام خاطر جمع سے قلعہ کو گھیرے رہے۔ ہر روز لڑکر قلعہ کے ابواب دخول و خروج کے بند کرنے میں تقصیر نہیں کرتے اور اہل قلعہ بھی آلات آتشبازی میں کچھ کسر نہیں رکھتے۔ اس اثنا میں پسر بلب اجل طبعی سے مرگیا۔ اس سبب سے اہل قلعہ دل شکستہ ہوئے اور بلب غمناک ہوا محاصرہ پر تیرہ مہینے گزر گئے۔ ذخیرہ میں کمی ہوئی۔ ان حدود کے رائے بھی بہ تنگ ہوکر اپنے اپنے گھر چلے گئے اہل حصار نے شاہ سے جان و مال و اہل و عیال کی امان مانگ کر قلعہ حوالہ کیا بلب کرناٹک میں گیا اور بادشاہ قلعہ میں آیا اس نے اذان بطریق مذہب امامیہ دلوائی اور ایک تمانہ عظیم توڑکر اوسکی جگہ مسجد کی بنیاد کا پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا مصطفےٰ کو خلعت خاص عنایت کیا اور اس طرف کے بہتسے پرگنے اور قصبات اسکی جاگیر میں دیے۔

بادشاہ نے بنکاپور کی فتح کے بعد چار مہینے میں مملکت بنکاپور کا جیسا کہ چاہئے انتظام کیا اور بعد ازاں قلعہ میں آنکر نشاط و انبساط میں مشغول ہوا۔ مصطفےٰ خاں کو بیس ہزار سوار و خزانہ و توپخانہ و قورخانہ دیکر قلعہ جرہ و چندرگوٹی کی تسخیر کے لئے بھیجا جب یہ لشکر قلعہ جرہ پر آیا تو یہاں کے رائے نے اطاعت قبول کی اور باج و خراج دینا منظور کیا

یہاں سے وہ چندر کوٹی گیا۔ یہاں کا راجہ مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ مصطفےٰ خاں نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور امرائے برگی کو بھیجا کہ جو رائے اہل قلعہ کی مدد کے لئے آتے ہیں انکا مقابلہ کرے چنانچہ انہیں قلعہ کو تشدد طوعاً و کرہاً تسخیر کیا اور علی عادل شاہ بنگاپور سے اس قلعہ میں آیا۔ یہاں تین مہینے رہ کر بیجاپور میں آیا۔ مصطفےٰ خاں چندر کوٹی میں سرحد کی حفاظت کے لئے رہا بادشاہ نے اپنی مہر اوس کو حوالہ کی اور حکم دیا کہ جس وقت کسی زمان پر اہل دیوان کا سکہ لگایا جاوے تو وہ بیجاپور سے چندر کوٹی میں بھیجا جائے اگر اس کا مضمون مصطفےٰ خاں کے نزدیک معقول ہو اور وہ تجویز اُس کو مقبول ہو تو وہ مہر بادشاہ کی کر کے دار الملک میں بھیجے ورنہ موقوف معطل رکھے۔

دوسرے سال مصطفےٰ خاں کی عرضداشت آئی کہ پہلے پہاڑ پر قلعہ چندر کوٹی بنا ہوا تھا اور اب وہ اس کوہ پر مسطح بنایا گیا ہے بادشاہ قلعہ کے پرانے مقام کو آن کر ملاحظہ فرمائے اگر قدیمی مقام پسند آئے تو قلعہ وہاں بنایا جائے بادشاہ آیا اور اوس نے وہ مقام پسند کیا۔ قلعہ ایک سال میں تیار ہوا اور بادشاہ پھر اوس کو دیکھنے گیا۔ شنکر نائک بادشاہ کی ملاقات کو آیا اور اُس نے درخواست کی کہ میرے ملک کی سیر فرمائے علی عادل شاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور چندر کوٹی میں اپنی سپاہ چھوڑ کر اور مصطفےٰ خاں اور پانچ ہزار سپاہ کو لیکر قلعہ کرور میں گیا۔ یہ قلعہ کوہستان میں واقع ہے جس میں درختوں کا ہجوم ہے کہ آنے جانے کی راہ ایسی تنگ ہے کہ ایک سوار سے زیادہ نہیں جا سکتا اس موضع ہولناک میں اکثر آدمی دلگیر ہو کر مراجعت کے خواہاں ہوئے بادشاہ نے لوگوں کے کہنے سے اس جگہ کا قلعہ شنکر نایک کو دیدیا اور خود چندر کوٹی میں چلا آیا مصطفےٰ خاں نے دولت خواہی کے سبب سے کہا کہ میں نے بڑی مشکل سے تمہاری بازگشت کی اجازت دلائی ہے اگر اپنی سلامتی اور بھلائی چاہتے ہو تو سب رایوں سے اتفاق کر کے باج و خراج دینا قبول کر دو تاکہ بادشاہ کی خاطر سے ان ممالک کی قلاع کی تسخیر کا ارادہ دور کراؤں۔ جرہ کے سیوا ناتکا اور پارسی پوری رانی

اور بعض والیان ملک شنکر نائک کے کہنے سے بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ اور پیش کش میں ساڑھے سات لاکھ ہون دئے اور ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون خراج دینا قبول کیا ہر ایک کو خلعت شاہانہ دیا گیا اور وہ اپنے گھروں کو رخصت ہوئے اور خراج معمولی ادا کرتے رہے اور فتح مصطفےٰ خاں کو بھی اپنی سلامتی اور نجات کے لئے جواس کی غایت اور توجہ پر موقوف تھی تیس ہزار ہون نقد اور مروارید اور یاقوت و زبرجد اور جواہر دیتے رہے۔ کہتے ہیں کہ عادل شاہ نے ان رایوں کو رخصت کے وقت خلعت دئے تھے۔ تو رانی ہردیوی و بھردیوی اور رانی باسلور کے لئے زنانہ خلعت دئے۔ تو ان سورما عورتوں نے ان خلعتوں کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ اگرچہ ہم صورت میں عورت ہیں لیکن اپنی مملکت کو ضرب شمشیر سے اپنے تصرف میں رکھتے ہیں جو مردوں کا لازمہ ہے۔ شاہ ان کی اس بات سے نہایت خوش حال ہوا اور ان کو مردانہ خلعت عطا کئے یہ دو نو رانیاں قرنوں اور مدتوں تک بطناً بعد بطنٍ اس دیار میں حکومت کرتی رہیں اور اس دیار کی یہ رسم ہو گئی کہ عورتیں ہی بادشاہ ہوتیں۔ شوہران کے امرا اور خدمتگار رہتے ہیں ہوتے اور پادشاہی امور میں کچھ دخل نہیں دیتے۔

علی عادل شاہ نے اپنے ایک معتمد بدری پنڈت کو اسطرف کا دیوان مقرر کیا اور مصطفےٰ خاں کو اس صوبہ میں صاحب اختیار کیا اور سارا ملک اس کے اقطاع میں دیا اور منصب کالت و امیر جملگی افضل خاں شیرازی کو دی اور وہ بیجاپور میں آیا۔ مصطفےٰ خاں بادشاہ کا خیر خواہ تھا ہمیشہ اسکی مملکت بڑھانا چاہتا تھا ان حدود کا انتظام کر کے بادشاہ کی خدمت میں اُسنے اپنا ایک معتمد علی خاں بھیجا کہ پن کنڈہ دار السلطنت رائے کرناٹک سے تسخیر کی ترغیب دے یہ التماس اسکی عین مدعا شاہ کا تھا۔ اُس نے لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ نہایت تجمل کے ساتھ بیجاپور سے چلا اور اُس سے مصطفےٰ خاں مع لشکر کرناٹک اور امرائے برگی کے والی بیجاپور کرشنا طا اور بلکنڈہ (بن کنڈہ) کی سمت چلا۔ وینکٹاوری میں بادشاہ سے لڑنے کی سکت نہ تھی وہ اس مقام کو اپنے ایک معتمد کو سونپ کر اور خزانہ ہاتھی و اثاثہ سلطنت لے کر چندر گیری میں چلا گیا

علی عادل شاہ پن کنڈہ میں پہنچا اور قلعہ اور شہر کے اطراف کو گھیر لیا تین مہینے کے بعد قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ وینکٹا دری نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ بڑے ہاتی ہندیا ہتم نائک امیر اعظم برگی پاس بھیجے اور اسے پیغام دیا کہ تو اپنے ولی نعمت کی مخالفت کر۔ ہندیا ہتم نائک نے یہ حرامخوری کی کہ چار ہزار سوار لیکر اپنے مورچے سے چلا گیا اور اردوے شاہی کے حوالی میں غارتگری کرنے لگا اور اسکے اشارے سے اور چار امرائے برگی نے بغاوت کی اور اپنے پانچہزار سوار اس پاس بھیجدیئے انہوں نے اب لشکر شاہی کا قافیہ نہایت تنگ کیا۔ چوروں کی طرح آدمیوں کا مارنا شروع کیا۔ غلہ کی رسد کی راہیں بند کیں ناچار پادشاہ الناپیجاپور میں آگیا۔ جب پادشاہ نے سنا کہ امرائے برگی سرکشی کرکے اپنے اقطاع پر متصرف ہوئے جو سرحد بیجانگر پر واقع تھے تو اس نے مرتضےٰ خاں انجو سیف مین الملک کا جانشین تھا بھیجا۔ وہ تین ہزار سوار تیر انداز اور کچھ دکنی اور حبشی امرا کو ساتھ لیکر چلا۔ ایک سال میں مرتضیٰ خاں و برگیوں میں کئی مرتبہ جنگ واقع ہوئی غالب مغلوب متمیز نہیں ہوتا تھا طرفین سے بہت آدمی مارے گئے۔ آخر الامر مصطفےٰ خاں نے جو بنگاپور میں تھا علی خاں کو بھیجکر پادشاہ پاس زبانی پیغام بھجوایا کہ چوروں کے مقابل لشکر کو بھیجنا اس کو خراب کرنا ہے اور حزم سے دور ہے اب مناسب یہ ہے کہ بطائف الحیل برگیوں کو بیجاپور میں بلائے اور جس بات کے وہ سزاوار ہوں وہ ان کے ساتھ کیجئے پادشاہ نے اسکی یہ رائے پسند کی اور بیسو پنڈت اور اس کے دوستوں کو بھیجا کہ وہ ان کو بلا لائیں ہندیا ہتم نائک نے امرا کو بہت سمجھایا کہ تم نے اس وقت کہ ساری سلطنت رام راج کی علی عادل شاہ پاس منتقل ہو جاتی مخالفت کی ہے اور اس کو دولت سے محروم کیا ہے اب محال ہے کہ ایسا بڑا گناہ پادشاہ کی خاطر سے محو ہو جائے اور پھر تمکو ہماری خدمتیں اور جاگیریں ملجائیں۔ غالباً مسلمان ہم کو فریب دیکر بیجاپور لیجائیں گے اور اپنا انتقام لیں گے۔ اس سمجھانے پر بھی اکثر امرا بیجاپور چلے گئے اور ہندیا ہتم نائک ان کی رفاقت سے جدا ہو کر بلدہ پن کنڈہ میں وینکٹا دری کا ملازم ہو گیا۔ کچھ دنوں تک

پادشاہ نے ان امرا پر مہربانی کی پھر موجب اس مضمون کے ؎

سنگ در دست و مار بر سر سنگ — نے زوانش بود سکون و درنگ

علی کیا اور ان میں سے اکثر امرا کو مار ڈالا۔

۹۸۰ھ میں اس سبب سے کہ پادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اپنے بھائی طہماسپ کے بیٹے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو ولی عہد کیا۔ اس پادشاہ کو ایک خواجہ سرا نے جس کو خلوت میں اس بات کے لئے بلایا تھا ۹۸۸ھ کی رات کو مار ڈالا۔ شاہجہاں شد شہید تاریخ وفات ہے۔ بیجاپور میں اس کو دفن کیا اس کا مقبرہ روضہ علی کے نام سے مشہور ہوا۔ خواجہ سرا قصاص میں مارا گیا۔

علی عادل شاہ نے عہد میں اکبر شہنشاہ کے ایلچی دو دفعہ آئے۔ ایک ایلچی اسکے مارے جانے کے وقت موجود تھا۔ بیجاپور میں جامع مسجد۔ حوض شاہ پور اور فصیل شہر اور پٹی ہولی نہر سب آدمیوں پر سبیل تھی اس کے زمانہ کی یادگار ہیں۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر نو برس کچھ مہینوں کی تھی۔ کامل خاں اور چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ تمام اختیارات سلطنت لے۔ کامل خاں نے کچھ دنوں کام اچھا کیا مگر پھر چاند بی بی کو اپنی بے ادبی سے خفا کر دیا اس نے کشور خاں ولد کمال خاں کو اس کے عہدہ کے لئے بلوایا۔ جس نے بیخبر کامل خاں کو آنکر مار ڈالا۔ چاند بی بی کی امداد سے حاجی کشور خاں کل سلطنت کے کام کرنے لگا۔

انہیں دنوں میں بہزاد الملک ترک میر نوبت مرتضیٰ نظام شاہ نے پندرہ ہزار سوار لیکر عادل شاہ کے سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کیا۔ حاجی کشور خاں نے بعد سخت جنگ کے اس کو شکست دی بہزاد الملک بھاگ گیا۔ ہاتھی اور اسباب غنیمت بہت ہاتھ لگے۔ حاجی کشور خاں نے چاند بی بی سے مشورہ لے کر سو ہاتھیوں کے قریب جو

جو امرا کو نظام شاہ کے لشکر سے ہاتھ لگے تھے طلب کئے۔ سب امیروں نے ہاتھیوں کے دینے سے انکار کیا اور مشورہ کرکے چاند بی بی کو یہ عریضہ بھیجا کہ وہ مصطفےٰ خاں کو بنگاپور سے بلا کر مہمات سلطنت اس کو حوالہ کرے۔ جب حاجی کشور خاں کو یہ اطلاع ہوئی تو اس نے سازش کرکے بنگاپور میں سید مصطفےٰ کو شہید کرا دیا۔ جب یہ خبر چاند بی بی کو پہنچی تو وہ سادات کو جان کی برابر عزیز رکھتی تھی اس نے کشور خاں کی عداوت پر کمر چست کی۔ کشور خاں نے چند روز بعد چاند سلطان کے حق میں یہ بہتان و افترا باندھ کے کہ وہ ہمیشہ اس طرح کے اخبارات اپنے بھائی مرتضیٰ نظام کو لکھ بھیجتی ہے اور ملک عادل شاہ کی ملک کی تسخیر کی ترغیب دیتی ہے اس لئے اس کو زبردستی پالکی میں ڈال کر قلعہ ستارہ میں بھیجدیا اسکے بعد وہ حد سے زیادہ مغرور ہوگیا اور میاں بدو دکنی کو جس کے اخلاص و یک جہتی پر اسکو بڑا بھروسا تھا۔ سرحد کا سرلشکر مقرر کیا اور اسکو یہ ہدایت کی کہ لشکر کے حبشی افسروں کو دغا سے گرفتار کرکے شاہ دروگ میں قید کرے یہ خبر ان امیروں کو بھی ہوگئی جن کے پکڑنے کے لئے جال بچھایا گیا تھا انھوں نے میاں بدو کے پکڑنے کا ارادہ کیا۔ اخلاص خاں حبشی نے یہ بہانہ بنایا کہ بیجاپور سے یہ خوش خبر آئی ہے کہ خدا نے مجکو بیٹا دیا ہے اس خوشی میں جشن شادی مرتب کیا۔ اور تمام امرا میاں بدو کو بلایا۔ میاں بدو اخلاص خاں کے خیمہ میں گیا اور گرفتار ہوگیا۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ جس چال سے وہ اوروں کو پکڑنا چاہتا تھا اسی چال سے وہ خود پکڑا گیا اور اوس کے پاؤں میں زنجیریں پڑیں اسی روز سارے امرا بیجاپور کو روانہ ہوئے۔ عین الملک اور انکس خاں اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ جب کشور خاں نے سنا کہ یہ سازش اس کے برخلاف ہوئی ہے تو اس نے مقابلہ کرنے کا خیال بالکل چھوڑا۔ لوگوں کے دلوں میں وقر پیدا کرنے کے واسطے اوسنے بادشاہ کی دعوت اپنے گھر میں کی مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ بیجاپور کے کوچہ و بازار میں جاتا تو عوام عورتیں اور بچے میاں پکار پکار کر اس کو لعنتیں کرتیں کہ تو نے فرزند رسول کا قاتل ہے اس نے چاند بی بی کو قلعہ میں قید کیا ہے۔ جب

کشور خاں نے جانا کہ خاص و عام کی طبیعت اس سے متنفر ہوگئی ہے اور امرا حبشی بھی ایک منزل پر آپہنچے ہیں تو وہ پادشاہی جواہر اور خزانہ اور چار سو سوار لیکر اس طرح احمد نگر کی طرف بھاگا جیسے کوئی جانور دام سے نکل کر بھاگتا ہے یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ ارکان دولت نظام شاہی اس کے رہنے کو پسند نہیں کرتے ہیں تو وہ گلکنڈہ دار السلطنت قطب شاہیہ کی طرف چلا گیا۔ یہاں ایک شخص نے سید مصطفےٰ کے انتقام میں اسکو خنجر سے مار ڈالا امرا حبشی پادشاہ کی خدمت میں آئے۔ ان میں سے اخلاص خاں حبشی منصب وکالت پر سرافراز ہوا اور ملکی و مالی اختیارات اسکو ملے۔ چاند سلطان ستارہ سے بیجاپور میں آئے اخلاص خاں نے پادشاہ کی محافظت اور ترتیب بدستور اس کے سپرد کی اور چاند بی بی نے پیشوائی کا منصب افضل خاں شیرازی کو سپرد کیا اور پنڈت بیسو کو منصب استیفا کا دیا اور مستوفی ممالک بنایا۔ چاند بی بی کو غریبوں یعنی پردیسیوں پر توجہ تھی اس لئے اخلاص خاں نے متوہم ہوکر افضل خاں اور بیسو پنڈت کو مار ڈالا اور بعض اور پردیسی امرا کو مار کر حمید خاں اور دلاور خاں کے اتفاق سے مہمات سلطنت کے سرانجام میں مصروف ہوا۔ عین الملک کو اس کی جاگیر سے بلایا جب وہ آیا تو امرائے ثلاثہ مذکور اس کے استقبال کو گئے جن کو اس نے تنہا سمجھ کر قید کیا مگر جب شہر میں آیا تو ایسا رنگ دیکھا کہ وہ خود اپنی جاگیر کو بھاگا اور ان قیدیوں کو چھوڑ گیا۔ ان باتوں سے تخت گاہ میں جرح مرتع واقع ہوا۔ شاہان دکن یہ حال دیکھ کر عازم تسخیر مملکت ہوئے بہزاد الملک نے سید مرتضیٰ امیر الامرا برار سے اتفاق کرکے اول قلعہ شاہ درگ کا محاصرہ کیا۔ صبح سے شام تک لڑائی رہتی اور قلعہ کی فتح کے لئے ہر طرح کے حیلہ و تزویر کی تدبیر کیجاتی۔ مگر محمد آقا پردیسی قلعہ دار قلعہ کے آگے کچھ تدبیر نہ چلتی اسنے بہت آدمی محاصرین کے مار ڈالے۔ چار مہینے محاصرہ میں لگ گئے۔ اور کچھ نہ ہوا تو اسے چھوڑ کر چالیس ہزار سوار لے کر بیجاپور کے باہر خیمہ زن ہوا لڑائی شروع کی بیجاپور میں اسوقت دو تین ہزار سوار خاصہ خیل کے تھے مگر فرمان شاہی سے عین الملک اور انکس خاں

ساٹھ ہزار سوار خاصہ خیل لیکر آموجود ہوئے لڑائیاں ہوئیں ۔ قلعہ کی دیوار بھی بیس گز ڈھ گئی
بہزاد الملک سے سید مرتضیٰ سپہ سالار نہایت آزردہ تھا وہ اسکے کاموں میں اپنی تدبیر سے
فصل ڈالتا تھا بیجاپور کے لوگوں کو اتنی فرصت دلادی کہ انھوں نے قلعہ کی دیوار بنالی
اس سبب سے کہ ملک کے اشراف اور امراء حبشی غلاموں کی حکومت سے راضی نہ
تھے اور ان کے قول اور فعل پر اعتماد نہیں کرتے تھے اور بیجاپور میں نہیں آتے تھے
تو صاحب دل حبشیوں نے مصلحت وقت دیکھ کر چاند بی بی سلطان سے عرض کیا
کہ ہم غلام ہیں اور اشراف و اعیان ملک ہماری حکومت و ریاست سے آزردہ
ہیں تو اصلاح دولت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ کسی اصل نجیب کو صمات ملکی اور مالی حوالہ
کی جائیں ۔ چاند بی بی نے شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو امیر جملگی کا منصب عطا کیا اس نے
امرائی سپاہ بلا کر امراء عظام کو ایسا خوف دلایا کہ وہ بیجاپور سے اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے
محمد قلی قطب شاہ نے مصلحتاً خاں کو سپاہ دے کر عادل شاہی ملک پر تاخت کرنے کے
لئے بھیجا اس نے چند پرگنے اور قصبے لے لئے ۔ مگر اخلاص خاں اور دلاور خاں حبشی
نے آن کر کھبر گیریں ایسا ہنگامۂ جنگ برپا کیا کہ مخالفوں کو شکست دی اور ایک سو
پندرہ ہاتھی چھین لئے ۔ اس فتح سے دلاور خاں کو یہ خیال ہوا کہ منصب وکالت اور
امیر جملگی حاصل کیجئے اس خیال سے وہ اخلاص خاں سے خوب لڑا اور شہر
میں خوب توپ و تفنگ چلے ۔ حیدر خاں تھانہ دار دلاور خاں کا طرف دار ہوا
اور بیل خاں نے اخلاص خاں کی حمایت کی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلاور خاں نے
اخلاص خاں کو گرفتار کرکے اندھا کر دیا ۔ غرض اب دلاور خاں بڑا صاحب
اختیار ہو گیا اور اس نے اپنے بیٹوں کو بادشاہ کے بڑے بڑے کاموں میں لگا دیا
اس نے ایک لاکھ پردیسی اور ساٹھ ہزار حبشی سپاہ میں رکھ کر باقی
کو عادل شاہ کی قلمرو سے نکال دیا اور شاہ ابوالحسن جو اخلاص خاں کے حکم سے
محبوس ہوا تھا ۔ اول کھول کیا ۔ پھر شہید کیا اور امور ملکی و مالی میں چاند بی بی کا

ہاتھ ایسا کوتاہ کیا کہ کوئی اوس کو نہ پوچھتا تھا اور مذہب امامیہ کی جگہ مذہب اہل سنت کو
رواج دیا ۔ ۹۸۰ھ سے ۹۸۸ھ تک آٹھ سال کچھ دنوں علاوے اختیارات شاہی اپنے
ہاتھ میں رکھے ۔ جب اس نے مہمات کو حسب دلخواہ دیکھا کسی طرف کوئی معاند اور مزاحم
نہیں رہا تو بیل خاں کو بلیبار بھیجا کہ وہاں سے مال اور خراج مقرری وصول کرے وہ
ایسوناک حاکم جرہ کو ساتھ لے کر شنکر نایک ضابط قلعہ کروہ کے سر پر جا چڑھا وہ اطاعت
نہیں کرتا اور خراج نہیں دیتا تھا اس کے آدمیوں نے بیل خاں کو قید کر لیا جب شنکر نے
سرشکر گرفتار دیکھا تو وہ بھی پریشان ہوا ۔ بیل خاں ایک گھسیاری کے گھاس کے
گٹھے میں چھپ کر قید سے نکل آیا ۔ دلدار خاں نے خراج و باج کی تحصیل کو اور وقت
پر بھیجنے اور نظام شاہیوں سے خصوصیت اور آشنائی پیدا کرنے کا ارادہ کیا
۹۸۸ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے میراں حسین کا نکاح بی بی خدیجہ سے ہوا جو
ابراہیم عادل شاہ کی سوتیلی بہن تھی اپنی دلہن کے ساتھ چاند بی بی بھی اپنے بھائی
مرتضیٰ نظام شاہ سے ملنے گئیں ۔

۹۹۵ھ میں جب بادشاہ بالغ ہوا تو اوس کی شادی بلکہ جہاں ہمشیرہ محمد قلی قطب شاہ سے
ہوئی ۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے گوشہ نشینی اختیار کی تھی دیوانگی کے آثار نمایاں تھے
اس نے اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کو قتل کرنا چاہا مگر بعض امراء نے ابراہیم عادل شاہ
ثانی کو احمد نگر بلا کر اس کی حمایت سے اس کے بہنوئی میران حسین شاہ کو تخت پر بٹھایا ۔ اور
مرتضیٰ نظام شاہ کو قید کیا میراں حسین شاہ نے یہ نادانی کی کہ اپنے باپ مرتضیٰ
نظام شاہ کو مار ڈالا ۔ جس پر ابراہیم شاہ خفا ہو کر احمد نگر سے لے لیے بیجاپور چلا آیا
بیل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ رایاں بلیبار سے باج و خراج کی
تحصیل کے لئے بھیجا ۔ تین سال کا محصول اکتیس لاکھ پچاس ہزار ہوں اس پر چڑھ گیا تھا
جمال خاں مہدوی دولت خانہ نظام شاہیہ پر مسلط ہوا اور بدعتی مذہب مہدویہ
کو رواج دیا اور پردیسیوں اور اوروں کی استمالت کی ۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو

اسکی خبر ہوئی تو اس نے دلاور خاں کے استصواب سے دولت خانہ نظام شاہیہ کی اصلاح کے لئے ۹۹۳ھ میں سفر کیا اور بلیل خاں کو تاکید سے طلب فرمایا ۔ دلاور خاں قلعہ شاہ درک سے باہر قریب ایک ماہ کے پڑا رہا مگر بلیل خاں نہ گیا تو وہ احمد نگر کی جانب روانہ ہوا۔ جب جمال خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ پندرہ ہزار سپاہ اور توپ و تفنگ لیکر اسمٰعیل نظام شاہ کے ساتھ لڑنے آیا اور قصبہ اشتی کے حوالی میں ایک قلب جگہ میں اترا۔ بیس روز گذرے مگر برسات کے سبب لڑائی نہیں ہوئی ۔ جمال خاں مضطرب و پراگندہ ہوا اس نے صلح کو جنگ سے بہتر جانا اور ایک جماعت کو واسطہ بناکر اس شرط پر صلح ہوگئی کہ اس نے خدیجہ جہاں زوجہ میراں حسین مقتول کو جو ابراہیم عادل شاہ کی بہن تھی صلح پیشتر ہزار ہون کے بھیجدیا ۔ بلیل خاں بھی آگیا اور باج و خراج جو ان عہدوں سے لایا تھا پیش کیا دلاور خاں کو بلیل خاں سے اس کے دیر کر آنے کے سبب سے عداوت ہوگئی تھی ۔ بلیل خاں نے ایک دن موقع پاکر پادشاہ سے عرض کیا کہ میں نے جو اس ملک میں توقف کیا وہ بالضرورت تھا جس وقت فرمان طلب پہنچا میں رایان گھاٹ سے باج و خراج وصول کر رہا تھا اگر چلا آتا تو سارا روپیہ محصول کا مارا جاتا اور یہ مبلغ گرانقدر نہ وصول ہوتے اگر دلاور خاں شاہ درک میں پندرہ روز توقف کرتا تو اس کا کچھ حرج نہ تھا پھر وہ میرے لشکر کے ساتھ ولایت نظام شاہ میں داخل ہوتا تو اکثر قلاع و بقاع فتح ہو جاتے ۔ باوجود اس کے میں اپنے گناہ کا معترف ہوں حضور معاف فرمائیں پادشاہ نے اس کا عذر قبول کر لیا دلاور خاں بھی اس پر بظاہر مہربانی کرنے لگا مگر آخر کو اس نے بلیل خاں کو اندھا کر دیا جس سے پادشاہ آزردہ ہوا جب میراں حسین نے باپ کی مکافات میں شربت حمام پیا تو اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ احمد نگر کے تخت پر بیٹھا تو چھوں طرف سے لشکر محن اور حشر فتن نے ملک کو گھیر لیا امن امان کی جگہ کو آفت و مخالفت نے لے لیا یہاں سے رفاہیت کے قافلے اور سلامت کے کارواں چل پڑے ۔ فتنہ جانسوز کے شرارے غریب دیوی کے

باشوں کو گھیرنے لگے ۔ وضیع و شریف یکساں ہوگئے ۔ جمال خاں صدوی نے اجلاف و اوباشوں کی جماعت جمع کی وہی امور مالی اور ملکی کا متصدی ہوا ۔ برہان نظام شاہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے بھاگ کر جلال الدین محمد اکبر پادشاہ کی ملازمت میں چلا گیا تھا اب اس نے اپنے بیٹے کی جلوس کی خبر سنی تو انتزاع سلطنت کے درپے ہوکر یہ چاہتا تھا کہ پادشاہ دہلی کا لشکر دکن میں جاکر خواہی نخواہی ملک موروثی اس کو دلوائے مگر اب رائے اس کی بدل گئی اس نے اکبر شاہ سے عرض کیا کہ اگر لشکر پادشاہی اپنے ہمراہ لے جاؤں گا تو اس سبب سے امرائے نظام شاہی مجھ سے رمیدہ خاطر ہو جائیں گے اور میرے پاس نہیں آئیں گے اگر حکم ہو تو تنہا اس حدود میں جاؤں اور ان امراء کو مطیع بناؤں اور ملاطفت و ملاطفت سے ولایت موروث پر متصرف ہوں پادشاہ نے اس بات کو معقول جان کر رخصت فرمائی اور یہ شرط ٹھیرائی کہ جب ممالک آبا واجداد پر تم کو استیلا ہو تو ملک برار جسکو ۹۸۰ھ میں تفاں خاں نے ہمارے پیش کش میں دیا تھا وہ تم بھی دینا برہان شاہ نے طوعاً و کرہاً اس کو قبول کیا اور دکن کی طرف روانہ ہوا اور راجہ علی خاں والی خاندیس کے استصواب سے اس نے خواجہ نظام استحرابادی کو قلندروں کا لباس پہناکے امراء برار پاس بھیجا کہ ان کو اطاعت پر دلالت کرے اور عہد و پیمان کرے اور قسم لے ۔ وہ ان امراء پاس آیا تو بعض نے اطاعت کا اقرار کیا اور بعض نے انکار ۔ جہانگیر خاں حبشی حاکم سرحد برار مذہب مہدویہ کی ترویج سے جمال خاں کی دولت کا زوال چاہتا تھا اس نے عریضہ خواجہ نظام کی معرفت برہان شاہ کی تشریف آوری کے لئے لکھا اس کے اصرار سے برہان شاہ چند آدمیوں کے ساتھ برار میں آیا جب وہ مسکن جہانگیر میں آیا تو ملاقات کے وقت بحسب اتفاق یا از روئے نفاق ان میں جنگ واقع ہوئی ۔ جہانگیر خاں کو فتح ہوئی ۔ برہان شاہ جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے ہند کی طرف بازگشت کرکے ہنڈیا میں آیا ۔ راجہ علی خاں کو حقیقت واقع پر مطلع کیا اور جمال خاں اور سرکش امرا کے دفع کرنے کے لئے اور مملکت احمد نگر کی تسخیر کے واسطے مشورہ کیا تو اس نے یہ

صلاح بتائی کہ اگر اکبر شاہ سے لشکر کی مدد طلب کریگا تو سلاطین دکن تجھ سے رنجیدہ ہو جائینگے اور جمال خاں سے متفق۔ جس سے کام کو طول ہو جائیگا اور معلوم نہیں کہ یہ معاملہ دس بیس برس میں بھی فیصلہ ہو یا نہ ہو اور مجھ میں اتنا مقدور نہیں کہ جمال خاں سے جنگ کے لئے لشکر آراستہ کروں اور تجھے احمد نگر کے تخت پر بٹھاؤں میرے نزدیک صلاح کار یہ ہے کہ تو اپنے سب کاموں کو ابراہیم عادل شاہ کے مفوض کرے کہ یہ امر بغیر اس کی توجہ کے صورت پذیر نہ ہوگا۔ پس برہان شاہ نے ابراہیم عادل شاہ سے خط و کتابت شروع کی۔ ابراہیم عادل شاہ مہربان ہو کر امداد کے درپے ہوا۔ ۵۔ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ میں جمال خاں مہدویہ کے استیصال کے لئے اور برہان خاں کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کے لئے روانہ ہوا۔ شاہ ورک میں آیا اشران اور اعیان مملکت کے نام فرامین جاری کئے کہ ہمارا ارادہ ہے کہ برہان شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائیں اور اسمٰعیل کو اٹھائیں۔ باپ کے ہوتے کم عمر جاہل بیٹے کے امر پادشاہی کا متکفل ہونا ارباب جاہ کو سخن نہیں معلوم ہوتا۔ تم کو چاہئے کہ برہان نظام شاہ کی دولت خواہی سے عدول نہ کرو جب پادشاہ شاہ ورک سے وارسنگ میں کہ برار کی سرراہ ہے آیا برہان شاہ اور راجہ علی خاں کو اپنے آگے بڑھنے کی اطلاع دی اور لکھا کہ ہم نے امرا برار کو برہان شاہ کی اطاعت کے لئے مقتضاء وقت نوشتے بھیجے ہیں اب تم دو تو سہ مدبرار پر آن کر ان کو بلا لو۔ وہ جمال خاں سے ٹوٹ کر تم سے ملیں گے۔ جمال خاں جانتا تھا کہ یہ شورے کیا ہو رہے ہیں اس نے امجد املک مہدویہ کو کہ برار کا سرلشکر تھا لکھا کہ سلاطین اطراف دہیوں سے میرے استیصال کے درپے ہیں ایک پادشاہی دعمات دنیوی کے سبب سے دوم دینی سبب سے کہ وہ چاہتے ہیں کہ مذہب مہدویہ کو کہ جس نے مشقت سے رواج پایا ہے درہم و برہم کریں ہم دی اور یک جہتی کی شرط یہ ہے کہ شجاعت کرکے امرائے برار کو جسطرح جانو ولاسا دیکر برہان شاہ سے نہ ملنے دو اور سرحد برار پر بیٹھ کر برہان شاہ کو مملکت برار میں نہ داخل ہونے دو اور اگر راجہ علی خاں اس سے مل کر سرکشی کرے تو ہم بھی اعلام جنگ بلند کرکے اسمٰعیل نظام شاہ کی دولت خواہی میں تقصیر نہ کریں میں عنقریب دلاور خاں سے صلح کرکے تمہاری مدد کو آؤں گا

پھر اس نے دلاور خاں کو نامہ بھیج کر صلح کے باب میں مبالغہ کیا جب اس کا اثر کچھ اس پر مرتب نہ ہوا تو اس نے نظام شاہیہ خزانوں کا منہ کھول دیا اور زر و سیم کے تقاطیس سے خواص عوام کی خاطر کو جذب کر لیا اور بڑا جنگی لشکر جمع کیا اور اسمٰعیل نظام شاہ کی ملازمت میں احمد نگر سے جنگ کے قصد سے وارسنگ کی طرف کوچ کیا اور لشکر عادل شاہی سے سات کروہ پر آن پہنچا۔ پھر دلاور خاں پاس اپنے آدمی بھیجکر نہایت تضرع اور تملق اور چاپلوسی کی دلاور خاں نے پھر اس کے مدعا کو رد کیا۔ جمال خاں اپنے کام میں سراسیمہ تھا کہ دلاور خاں سے خوشامد گویوں نے کہا کہ جمال خاں چاہتا ہے کہ مہدویوں کی جماعت لے کر بھاگ کر نایک دوں کے جنگل میں چلا جائے۔ اسنے اس بات کو باور کر لیا اور یہ ارادہ کیا کہ جمال خاں کو جا کر پکڑ لے یا بھگا دے۔ اسی زمانے میں جمال خاں سے امرائے حبشی میں ابھنگ خاں برگشتہ ہو کر عادل شاہی لشکر میں آیا اور ابراہیم عادل شاہ سے رخصت لے کر بیر کی راہ سے برہان شاہ پاس گیا۔ جمال خاں نے جانا کہ وزیر و زامرائے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو وہ اور زیادہ مضطر ہوا اور کوچ کیا اور کہیں قریب وہاں اترا جہاں آب کندہ پہاڑوں کے درمیان تھے اور جا مستحکم تھی اور لشکر کا انتظام ہو سکتا تھا دلاور خاں اس کوچ کو فرار سمجھ کر اپنے پادشاہ کی اجازت کے بغیر تیس ہزار سوار لیکر جمال خاں کے لشکر کے پاس پہنچا۔ پادشاہ کے آدمی نے انکر اس سے کہا کہ سامان جنگ درست نہیں ہے آج نہ لڑنا کل لڑنا۔ مگر اس کو اپنی سپاہ کی کثرت اور ہاتھیوں پر ایسا غرور تھا کہ اوس نے پادشاہ کی بات ماننے میں عذر کیا اور کہا کہ میں ابھی جمال خاں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر لاتا ہوں۔ یہ کہکر اس نے جمال خاں کے لشکر کو سب طرف سے گھیر لیا اب جمال خاں نے دیکھا کہ اس کا فریاد رس کوئی تلوار کے سوا نہیں ہے پانچویں جمادی الاول کو لشکر کو مرتب کرکے میدان جنگ میں آیا۔ ہنگامہ جنگ گرم ہوا امرائے کیا دعین الملک اور انکس خاں و عالم خاں جانتے تھے کہ بلبل خاں کے اندھا کرنے سے اور اس کے بے حکم جمال خاں سے لڑنے سے دلاور خاں پادشاہ کے دل سے اترا ہوا ہے تو وہ شکست کا بہانہ بنا کے وارسنگ کو بھاگ گئے اور دلاور خاں کو ننگ بلا کے

منہ میں چھوڑ گئے سخت جنگ ہوئی۔ جمال خاں کو فتح ہوئی اور تین سو ہاتھی ہاتھ آئے۔ دلاور خاں بھی وارنگ کو اور جمال خاں کو بھی ارنگ کی جانب روانہ ہوا اسنے وحدہ میں رایہ علی خاں اور برہان شاہ اور امراء برار ملکر احمد نگر کی طرف آئے جمال خاں ان کی طرف گیا جس سے وہ بڑے پریشان ہوئے اور امجد الملک اور بیجن اور امراء محمدیہ کو جن کے مکر سے ایسن نہ تھے مقید کرکے قلعہ آسیر میں بھیجدیا اب لشکر عادل شاہی نے بھی جمال کے پیچھے کوچ کیا اور آٹھ ہزار سوار برگی کو جمال خاں کے لشکر پر تاخت وتاراج کرنے کے لئے روانہ کیا اس سفر میں دلاور خاں بادشاہ کے ساتھ بیجا کانہ اور گستاخانہ باتیں کرتا تھا اس لئے بادشاہ نے اسکے ہاتھ سے خلافت پانے کا ارادہ کیا۔ وہ لڑبھڑکر صحیح سلامت احمد آباد بیدر کو چلا گیا اور حنفی مذہب تھا کوئی بادشاہ کو حنفی مذہب جانتا تھا کوئی اس کو علی عادل شاہ کا بھتیجا جانکر شیعہ مذہب جانتا تھا مخالفوں نے اس کو شیعہ سمجھا اور اہل سنت نے جو کمال تعصب رکھتے تھے اپنے تئیں شیعہ بناکے موذنوں سے یہ اذان دلائی کہ اشہدان علیاً ولی اللہ اس پر بادشاہ خفا ہوا۔ بیجاپور میں بدستور اہل سنت کی طرح اذان ہوتی۔ انہیں دنوں میں برہان شاہ کی فتح کی اور جمال خاں کے کشتہ ہونے کی خبر آئی بہت نامے لکھے گئے۔

دلاور خاں حبشی احمد آباد بیدر سے برہان نظام شاہ پاس چلا گیا اور اس نے برہان شاہ کو سمجھایا کہ شاہ درگ اور شولاپور کے قلعوں کو تسخیر کرے۔ ۹۴۴ھ۔ ابراہیم عادل شاہ کے بیٹا پیدا ہوا اور دو مہینے کا زندہ رہکر مرگیا۔ مگر برہان نظام شاہ نے نہ تعزیت دی نہ تہنیت کی اس سبب سے ابراہیم عادل شاہ کو برہان نظام شاہ سے ایک گونہ کدورت پیدا ہوئی۔ دلاور خاں کی تحریک وتجویز سے غزہ جمادی الثانی ۹۴۴ھ میں برہان نظام شاہ نے عادل شاہ کے ملک میں نہب وغارت شروع کی اور قصبہ منگلسر میں جو بیجاپور سے تیس کروہ ہے قلعہ بنایا جس کو ابراہیم شاہ نے یہ کہکر کہ یہ قلعہ بنانا اس کا ایسا ہے کہ جیسے لڑکے خاک بازی میں عمارت بناتے ہیں اور خود ڈہاتے ہیں غرض اس بادشاہ نے برہان نظام شاہ کے ٹرینکا کچھ سامان نہیں کیا اور موسم برسات میں کہ اس ملک کی خیر الفصول ہے مہ وموشق کے کام رکھا

تو دلاور خاں نے ابراہیم عادل شاہ پاس آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ آپ کے دشمن قوی ہوتے جاتے ہیں آپ کو بلدا اسکا علاج کرنا چاہئے۔ بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ اب تک میں مردم عزیز کی قدر نہیں جانتا تھا اب مجکو معلوم ہوا کہ تیرے بغیر مہمات سلطنت کسی وجہ سے روفق نہیں پاسکتی اور معاملہ برہان شاہ سے مجھے فراغ تیری رائے عقدہ کشا کے بغیہ نہیں ہوگا دلاور خاں حبشی اس وعدہ سے بادشاہ کی خدمت میں آیا کہ کوئی جانی مالی نقصان اس کو نہ پہنچایا جائیگا بادشاہ نے اس کو آتے ہی اذیا کیا اور اپنے وعدہ کے ایفا کی یہ حجت شرعی عمری کر آنکھوں کا نکالنا مالی اور جانی نقصان نہیں ہے بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے امراء برگی پر منقلائے چھ سات ہزار سواروں کے ساتھ برہان شاہ کی طرف بھیجے اور شبہان ہی رومی خاں کو سرلشکر بناکر دس ہزار سواروں اور بہت توپخانوں کے ساتھ نظام شاہیہ لشکر کے دفعہ کرنے کے لئے روانہ کیا بعد اس کے الیاس خاں میر نوبت کو تین ہزار خاصہ خیل کے ساتھ بھیجا۔ امراء برگی سے برہان شاہ نے کئی دفعہ شکست پائی۔

برہان شاہ کے لشکر میں قحط وبا سے بہت آدمی مرگئے۔ برہان شاہ نے شولاپور کے قلعہ لینے کا ارادہ کیا ابراہیم عادل شاہ نے رومی خاں اور الیاس خاں کو اس طرف روانہ کیا لڑائی ہوئی اور سپاہ عادل شاہیہ کو فتح ہوئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی اس واقعہ کے بعد برہان شاہ کی سرکار میں خلل عظیم واقع ہوا۔ سفر کثیر الضرر کی تمادی ایام سے اس کی سپاہ بھاگنے لگی اور امرائے حبشی دکنی اس کے بیٹے اسمٰعیل کو اسکی جگہ بادشاہ بنانے کا ارادہ کرنے لگے برہان نظام شاہ کو احمد نگر جانا جب نصیب ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ سے اس شرط پر صلح کرلی کہ برہان نظام شاہ نے جو قلعہ منگلسر میں بنایا تھا اوس کو خود اوس نے مسمار کیا۔

۹۴۵ھ میں بادشاہ نے منجھی خاں ولد بزرگ کمال خاں کو ملیسبار کی جانب تحصیل باج و خراج کے لئے بھیجا۔ کنک رائے جو سب رایوں میں بڑا تھا اور آٹھ ہزار پیادے وسوار اسکے زیر حکم تھے وہ منجھے خاں سے آن کر ملا اور رایوں نے جیسے کہ دیکنا دری اور اوسب نائک

اور بیرہ دیوی اور کشتی وزیر تھے وہ کنگ رائے کے کرہ مذہب سے متوحش تھے اور مرتد اسلام سے ملنے پر دلیری نہیں کرتے تھے بیس ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر ان حدود کے کوہستان میں چلے گئے اور باج وخراج دینے سے انکار کیا۔ ربیع الثانی ۷۰۰ھ میں ان سے لڑائی ہوئی تین روز تک معرکہ رزم گرم رہا۔ غالب ومغلوب متمیز نہ ہوتا تھا لیکن ان راجپوتوں میں تفرقہ ہوا ہر ایک اپنے دار القرار میں گیا اول فوج شاہی نے قلعہ جبرہ کو محاصرہ کر کے اس سب نائک کو مطلع کیا دو تین روز میں قلعہ میواڑی کہ دیگام دری کے قبضہ میں تھا سلیمان قلعوں کی تسخیر اور رایوں کی تادیب ہو رہی تھی کہ بلگواں کے فتنے کی خبر محشر ہوئی اور تمجین خان طیبار سے بیجاپور میں بلایا گیا۔

طہماسپ کے دو بیٹے اسمٰعیل وابراہیم تھے جن میں شہزادہ ابراہیم پادشاہ ہوا۔ اسمٰعیل تین برس کا تھا بھائی کے ساتھ رہا کرتا جب بڑا ہوا تو قلعہ بلگواں میں مقید ہوا ابراہیم عادل شاہ نے اسکے پاؤں کی زنجیر سے نکال دیا اور قلعہ میں اس کے لئے سامان عیش مہیا کر دیا ہزار ہون ماہوار کر دیا اور ہمیشہ اس پر طرح طرح کی عنایتیں کرتا رہا اس کے لئے دنیا کے سارے عیش موجود تھے مگر وہ قلعہ سے باہر نہیں جانے پاتا تھا۔ اب اس نے کوتوال اور قلعہ کے لشکر اور بعض امرائے شاہی کو اپنا طرفدار بنا کر کھلی بغاوت اختیار کی بھائی نے اس کو لکھ کہ انکسار کے ساتھ اعتذار کرو اور اپنی تقصیرات کے تدارک میں مشغول ہو تو عواطف برادرانہ اور مراحم خسروانہ تم پر کروں گا نہیں لشکر سے تیرا سر کچلوں گا۔ جب پادشاہ کا رسول نور عالم کو شیخ المشائخ قطب عالم کی اولاد میں تھا بلگواں میں آیا تو اسمٰعیل نے اسے قید کیا۔ جواب سوال کی مانند بے صواب بھیجا اور برہان شاہ سے اعانت چاہی وہ تو یہ چاہتا تھا اس نے اسمٰعیل کو لکھ کہ تم کو یہ کام کرنا چاہئے کہ اول امرائے کبار بیجاپور کو کسی سبب سے اپنا یار بنانا چاہئے خصوصاً عین الملک کو جس کی جاگیر بلگواں کے قریب ہے۔ عین الملک نے نفاق کا پیشہ اختیار کیا کہ ظاہر میں شاہ کا خیر خواہ معلوم ہوتا تھا اور باطن میں وشہزادہ کی مدد کرتا تھا پادشاہ نے الیاس خاں کو پایا

شہزادہ اسمٰعیل ابن طہماسپ کا فرار ہونا اور اسکے قید کا قصہ

چھ ہزار سواروں کے ساتھ بلگواں روانہ کیا اور اس نے قلعہ کو جا گھیر لیا۔ پادشاہ کے لشکر عین الملک نے بھی جا کر وہاں اپنا مورچہ جمایا مگر پوشیدہ پوشیدہ شہزادہ کو غلہ اور آذوقہ پہنچایا جب یہ حال اس کا پادشاہ کو معلوم ہوا تو اس کو بہانہ بنا کے اپنے پاس بلایا اور اسکی بہت خاطر کی اور اس کو اپنی جاگیر پر رخصت کیا وہ بکری میں آیا یہاں آن کر شہزادہ کی امداد غلہ اور آذوقہ سے کی۔ ان دنوں میں حیات خاں کو توال بیجاپور الیاس پاس گیا تھا اس نے مراجعت کے وقت پرگنہ بکری میں عین الملک کو بڑے آڑے ہاتھوں لیا اور حرامخوری کا الزام لگایا جس سے عین الملک نے حیات کو پابزنجیر کیا اور یہ سمجھ کر کہ فنگر کو داماں کے نیچے نہیں چھپا سکتے اس نے چاروں طرف احکام بھیجے کہ شہزادہ کی اطاعت کرو اور برہان شاہ کو بھی اس نے بلایا کہ بغیر آپ کی توجہ کے اسمٰعیل کے سر پر تاج نہیں رکھا جا سکتا۔ برہان شاہ نے پہلے حقوق اور عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھا اور امداد کا نامہ مہر لگا کے بھیجدیا چاروں طرف ملک میں بدنظمی نے پانوں پھیلائے طیبار کے چند رایوں نے سرکشی کی۔ الیاس خاں رومی خاں دشمنوں کے ساتھ موافقت کرنے سے متہم ہوئے اور امارت سے معزول اور مقید ہوئے۔ پادشاہ نے امرا کی طلب میں چاروں طرف فرمان جاری کئے۔ عالم خاں دکنی آیا۔ عین الملک نے بلگواں کو پادشاہ کے لشکر سے خالی پایا۔ انکس خاں کو بہت روپیہ دیکر دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے جمع کئے اور بلگواں میں گیا۔ برہان نظام شاہ کا بھی انتظار نہ کیا اور اسمٰعیل شاہ کے سریر تاج رکھ دیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے حمید خاں حبشی کو سر لشکر کیا۔ حمید خاں بہت جلد بلگواں گیا عین الملک نے اس سے درخواست کی کہ وہ شاہزادہ کی اطاعت کرے حمید خاں نے کہا کہ میں جنگ کے ارادہ سے نہیں آیا بلکہ شہزادہ کی اطاعت کے لئے آیا ہوں اگر آپ برہان شاہ کا انتظار نہ کر کے شہزادہ کو لے کر میرے پاس چلے آئیں تو بہتر ہے کہ گوہر مقصود بے زحمت ومشقت وبے منت غیر ہاتھ لگ جائے حمید خاں کے قبل میں عین الملک آگیا اس نے برہان شاہ کا انتظار نہ کیا جو پرندہ میں

آ گیا تھا۔ چند منزلوں کو طے کرنے کے بعد ایک میدان میں حمید خاں اور امراء سے الاقات
ہوئی سب نے اس کو پادشاہ بنایا وہ خاطر جمع اور دل شاد شراب میں مشغول ہوا کہ حمید خاں سے
نزدیک آنکر توپ و ضرب زن و تفنگ سے آتشباری شروع کی جسکا انجام یہ ہوا کہ امین الملک کو
سر کاٹا گیا اور پادشاہ کے پاس بھیجا گیا اور وہ توپ میں اڑایا گیا اور شہزادہ اسمٰعیل دستگیر ہو
برہان نظام شاہ جو پرینڈہ میں شہزادہ کی اعانت کو آیا تھا احمد نگر واپس گیا۔

جب پادشاہ کو بلگواں کے سرکشوں سے فراغت ہوئی تو اور سرکشوں کی فکر ہوئی ان میں سے
کسی کو محبوس کسی معزول کیا۔ گھر کے چوروں کو نکالا اور آسیبوں کی آگ کو بجھایا۔ ایام قریب
کرناٹک کے کسی راجہ نے قلعہ چندر گوٹی کو ابراہیم عادل شاہ کے اہلکاروں سے چھین لیا تھا
وجیانگر کے راجہ کو یہ فکر تھا کہ ابراہیم عادل شاہ ضرور اس قلعہ پر لشکر کشی کرے گا۔ مالی شاہ
پسر امین الملک باپ کے مرنے کے بعد اس راجہ پاس آیا تھا اس نے رائے کو صلاح دی کہ
برہان شاہ والی احمد نگر سے اتفاق کیجئے اور آپ اس طرف سے اور وہ اس طرف سے
عادل شاہ کے قلعوں اور ملکوں پر متصرف ہوں رائے نے یہ رائے پسند کی برہان شاہ اور
رائے میں یہ امر قرار پایا کہ رائے قلعہ بنکاپور و مدگل پر متصرف ہو اور برہان شاہ قلعہ شولاپور
شاہ درگ کو اپنے تصرف میں لائے برہان شاہ نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر شولاپور
اور شاہ درگ کے فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ جب یہ سپہ سالار پرینڈہ کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ
ابھی رائے وجیانگر نے جنبش بھی نہیں کی اس لئے یہاں توقف نہیں کیا اور قریوں اور قصبوں
کو لوٹا۔ اذبک بہادر نے زیادہ دست درازی کی تھی وہ مارا گیا اس وصیہ میں برہان نظام شاہ
تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اس کی جگہ ابراہیم نظام شاہ جس کی ماں حبشن تھی پادشاہ
ہوا اس سبب سے امرائے حبشی کا اعتبار زیادہ ہوا ابراہیم عادل شاہ اور ابراہیم نظام شاہ
کے لشکروں میں سخت جنگ ہوئی جس میں ابراہیم نظام شاہ مارا گیا۔ ان دو خاندانوں
میں ہمیشہ جوتی پیزار رہی۔ باقی حال اس پادشاہ کا اور اس کے خاندان کا تاریخ
مغلیہ میں اکبر شاہ کے بیان میں لکھا جائیگا۔

تاریخ سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر

احمد ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء — برہان ۹۱۴ھ / ۱۵۰۸ء — حسین ۹۶۱ھ / ۱۵۵۳ء — مرتضیٰ ۹۷۲ھ / ۱۵۶۵ء — میران حسین ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء
اسمٰعیل ۹۹۵ھ / ۱۵۸۷ء — برہان دوم ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء — ابراہیم ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء — احمد دوم ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء
بہادر ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۷ء

احمد شاہ۔ ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا تھا اور ملک نائب بیجاپور کے برہمنوں کی اولاد
میں تھا۔ نام اس کا اصلی بیمابھٹ تھا اور اس کے باپ کا نام بھیرو تھا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے
زمانہ میں بیجانگر میں وہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوا اور ملک حسین اس کا نام ہوا اور پادشاہی
غلاموں میں شمار ہوا۔ سلطان احمد شاہ نے اس کو یہ دیکھ کر کہ ہندی کی نوشت خواند میں لائق
اور قابل ہے اس کو اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کے حوالہ کیا۔ اس شہزادہ کے ساتھ اس نے تھوڑے دنوں
میں فارسی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ وہ عوام میں ملک حسن بھیرو مشہور ہوا۔ مگر شاہزادہ کے منہ سے
کبھی طرح بھیرو کا تلفظ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس نے بھیرو کی تحریف کر کے بحری کر دیا اسلئے خاص
عام میں اس کا لقب بحری ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہزادے نے اپنی خاص بحری (شکاری پرند)
بھیرو کی تھی اور قوش بیگی یعنی کل شکاری جانوروں کی افسری دی تھی اس لئے بحری اس کے
لقب میں داخل ہوا آہستہ آہستہ اس کے القاب و خطاب بڑھتے بڑھتے وہ نظام الملک بحری
ہوا اور خواجہ جہاں گاواں کی عنایت سے وہ تلنگ کا طرفدار ہوا۔ خواجہ جہاں کے مرنے
کے بعد اس کا قائم مقام ہوا اور ملک نائب کا خطاب اور سرلشکر کا منصب پایا۔ بھیرو سلطان محمود
بہمنی کا وکیل السلطنت ہوا۔ سلطان محمود نے اس کی سابق جاگیر پر بیر اور پرگنوں کا اضافہ
کیا جن کو ملک نائب نے اپنے بیٹے ملک احمد کو حوالہ کیا اور خواجہ جہاں دکنی کے ہمراہ جنیر بھیجا
اب بیجاپور حاکم نشین ہو گیا تھا یہاں ملک احمد نے اقامت اختیار کی اور ضبط و نسق میں مشغول
ہوا اگرچہ ملک نظام الملک بحری پادشاہ سے ذمایں حاصل کر کے بیجاپور آیا تھا کہ قلعہ جنیر اور
بیجاپور ملک احمد کو حوالہ کریں مگر ایک مرہٹوں کی جماعت کو جن پر خواجہ جہاں گاواں نے اعتماد
کیا ان قلعوں کو حوالہ کیا تھا وہ ان فرامین پر عمل نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہمارا

پادشاہ محمود جبنی بالغ ہوگا تو اس کو حوالہ کریں گے لیکن ملک احمد نے اول بیر کے قلعہ کا محاصرہ کر
چھ مہینے محاصرہ رہا اہل قلعہ نے تیغ و کفن گلے میں ڈال کر اپنے تئیں ملک احمد کے حوالہ کیا۔ ملک احمد
نے ان سے پنج سالہ خراج وصول کیا اور بعد ازاں قلعہ جوند۔ لوہ گدہ۔ رنگ کورے
تکونہ۔ کندہانہ۔ سنگھور۔ پورندھر۔ بھروپ۔ جودھن۔ مرنجن۔ گھرورگ۔ ماہولی۔ پالی گ
جیرا دھرا مسخر کیا اور کانکن پر بالکل قبضہ کر لیا۔ قلعہ ڈنڈراج پور کی تسخیر میں مصروف تھا کہ اپنے
باپ کے قتل کی خبر سنی تو وہ محاصرہ چھوڑ کر جنیر میں آیا اور اپنے باپ کا لقب اپنے اوپر اطلاق
کیا تو وہ احمد نظام الملک بحری مشہور ہوا اور تھوڑے دنوں میں قصبہ بیر اور سیہ گانو
پٹن وغیرہ کے حوالی کا ایسا ضبط کیا کہ اس کی مملکت میں تمساطیس نے جذب آہن کا تعرض چھوڑ
دیا۔ اور کاہربانے کا ہر سے دست تصرف اٹھا لیا تھا۔ ان تشبیہات سے مطلب یہ ہے کہ کوئی
شخص دوسری چیز کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتا تھا گو وہ مقتضاء طبع ہو یعنی کوئی کسی پر دست
درازی نہیں کر سکتا تھا۔ ایام شباب میں اور یارا جہ کے ساتھ کندیل و راجمندری میں لڑنے
سے اسکی شجاعت و مردانگی ایسی عالمگیر ہوگئی تھی کہ ہر چند سلطان محمود امیروں و منصبداروں
و سلحداروں کو اس کے تسلط و استیلا کے دفع کرنے کے لئے نامزد کرتا تھا مگر ان میں بعض قوت
توانائی نہ ہونے کے سبب سے اور بعض عاقبت اندیشی اور دور بینی کی وجہ سے اصلا
قبول نہیں کرتے تھے احمد نظام الملک نے ظریف الملک افغان کو امیر الامرا کیا نصیر الملک بحری
کو امیر جملہ بنایا اور زین الدین علی طالش حاکم جاکنہ پاس اپنا آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ مجھے تم
ہمسائگی منظور ہے اس لئے میں آپ کو اپنی دولت میں شریک غالب کرتا ہوں اس نے بات
کو قبول کر لیا اور اس کا مطیع ہو گیا۔

احمد نظام شاہ کے استیصال کے لئے شیخ مودی عرب بہادر الزماں بارہ ہزار سوار لیکر جنیر
کی طرف متوجہ ہوا اور احمد نظام نے اپنے اہل و عیال کو جنیر کے قلعہ سینر میں بھیجدیا اور خود لشکر شاہی کے
قریب آیا اور اپنی سپاہ کی قلت اور دشمن کے لشکر کی کثرت کے سبب جنگ سے محتہ ہوا
اس نے زین الدین علی کے اوضاع و اطوار سے یہ دریافت کیا کہ وہ مودی عرب کے لشکر سے

چاہتا ہے تو وہ لشکر کو نصیر الملک اور زین الملک کو حوالہ کر کے قصبہ جاکنہ میں جو زین الدین علی کا مسکن
مقام تھا یلغار کر کے رات کو پہنچا وہاں کوئی آدمی محافظت میں مشغول نہ تھا اور قلعہ کی دیوار پر
چڑھنے لگے اور سب سے اول قلعہ میں وہ آیا اور سترہ آدمی اس کے پیچھے آئے پھر چار طرف سے قلعہ میں
اس کے سوار آئے اہل قلعہ غافل اور خواب آلود تھے زین الدین علی اور اسکے سپاہی سات تیر انداز
قتل ہوئے اور قلعہ جاکنہ مفتوح ہوا نصیر الملک بھی تین ہزار آدمیوں سے شیخ مودی سے دو دفعہ
لڑا اور اس کو شکست دی مگر تیسری دفعہ میں شکست فاش پائی اور ظریف الملک پاس بھاگ
گیا۔ احمد نظام شاہ نے جاکنہ سے فارغ ہو کر شیخ مودی کے لشکر پر کشت و خون مارا جس میں
شیخ مودی عرب بہت دکنیوں احبشیوں کے ساتھ مقتول ہوا اس کا خیمہ و خرگاہ

قتال نظام شاہیہ کی کمنت کے اسباب بننی کا سبب ہوا۔ احمد نظام جنیر میں آیا اس خبر کے سننے سے
سلطان محمود آشفتہ ہوا عظمت الملک کے ساتھ سترہ امرائے نامدار اور لشکر جرار کو جنیر کے لئے نامزد
کیا۔ احمد نظام۔ احمد آباد بیدر یلغار کر کے اور دروازہ بانوں سے سازش کر کے شہر میں رات
کو گیا اور اپنے باپ کے سب متعلقین کو پالکیوں میں سوار کرا کے جنیر کو روانہ کیا اور خود تمام امرا کے
زن و فرزند کو پکڑ کر باہر چلا آیا اور قلعہ پرینڈہ کو چلا امرا کے زن و فرزند کے حفظ و ناموس میں
نہایت کوشش کی۔ امرا حوالی قصبہ بیر میں اس کے نزدیک آئے اور پیغام دیا کہ ہم اس سبب سے کہ تو نے
ہمارے حفظ و ناموس میں سعی کی اور اپنی اولاد کی طرح ان کو رکھا تیرے ممنون ہیں لیکن شرط مردی کا
مقتضا یہ نہیں ہے کہ اوباشوں اور چوروں کے طور پر ہمارے سامنے سے بھاگ کر عورتوں کا متعرض
حال ہو اور جو کام گبر و فرنگی کے مذہبوں میں درست نہ ہو تو اس کا مرتکب ہو۔ احمد نظام
نے اس پیغام پر امیروں کے اہل و عیال کو تعظیم و تکریم کے ساتھ بھیجدیا اور خود قلعہ
پرینڈہ کی طرف چلا اس اثنا میں سلطان محمود کا فرمان آیا جس میں امرا کو یہ سرزنش کی گئی
کہ ملک احمد بحری تو بحری کی طرح دراز پردراز کرتا ہے اور تم اس کے خوف سے خیمہ و خرگاہ کے
سایوں میں اسکے خوف سے مرغ جاں کے بچانے کے لئے گھستے ہو۔ اگر تم اس باغی کو گرفتار کر کے
درگاہ میں لائے تو فبہا اور نہیں یقین جانو کہ تم قہر و غضب شاہی میں گرفتار ہوگے اور اپنے

باپ دادا کی آبرو کو خاک میں ملاؤ گے امرا نے اس فرمان کے جواب میں لکھا کہ ہم سپاہی پیشہ تلوار مارنا اور دشمن مقابل کرنا ہمارا کام ہے اگر غفلت ہے تو عفتہ الملک دبیر کی ہے اگر دوسرا دبیر آئے تو دشمن اچھی طرح دفع ہو جائیگا بادشاہ نے عفتہ الملک کو اپنے پاس بلالیا اور جہانگیر خاں کو اقطاع قتگ سے تین ہزار سواروں کے ساتھ کولاس سے بلا کر سر لشکر مقرر کیا۔ جہانگیر خاں شجاعت و حسن تدبیر میں دکن میں یکتا تھا غرض دونو لشکر چل کر بیکا پور میں چھ کوس کے فاصلے خیمہ زن ہوئے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے مقابل بے حرکت پڑے رہے برسات کا موسم آگیا تھا اور احمد نظام کے حال کو جہانگیر نہایت زبون جانتا تھا تو وہ عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور روسا پرور کے پینے میں اور نغمات دلکش کے سننے میں مصروف ہوا غنیم کو وجود اصلا نہ جانا اس گروہ کی بے خبری کی خبر احمد نظام کو پہنچی تو ۳۰ رجب ۹۵۳ھ میں تاروں کی چھاؤں میں وہ دشمن پر حوادث روزگار کی طرح جا پہنچا۔ کسی کو پیکار و قتال کی مجال نہ ہوئی۔ بعض نے خواب مستی میں آخرت کی راہ لی بعض نے آنکھیں کھولیں تو اجل نظر پڑی عدم آباد کو چلے۔ جہانگیر خاں و سید اسحٰق و سید لطیف اللہ و نظام خاں و فتح اللہ خاں کشتہ ہوئے اور اسکے سوائے باقی امرا اسیر ہوئے احمد شاہ نے ان کو بھینسے پر سوار کرا کے اور سنگ جامہ کو تا ٹونک پارہ کرا کے اپنے لشکر میں پھرایا اور جان کی امان دیکر دار الملک کو روانہ کیا اس لڑائی کا نام جنگ باغ مشہور ہوا اس لئے کہ احمد نظام نے جہاں فتح ہوئی تھی ایک باغ لگایا تھا اور اس باغ کو نظام کی اولاد بڑا مبارک جانتی تھی۔ احمد نظام جنیر میں گیا اور یوسف عادل خاں کے استصواب سے خطبہ میں سے سلطان محمود کا نام نکال ڈالا اور اپنا نام داخل کیا اور چتر سفید جو اس زمانہ میں پادشاہ دہلی اور شاہ گجرات و شاہ مندو کا نشان شاہی تھا سر پر رکھا۔

ایسا احمد نظام شاہ نے بندر اندراج پوری کی تسخیر کا ارادہ کیا وہ بندر چیول کے پاس تھا دو مہینے یا ایک سال تک محاصرہ کر کے مصالحت سے اسے لے لیا اور قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا ارادہ کیا وہ جانتا تھا کہ اس قلعہ کو زور سے نہیں لے سکتا اسلئے اس نے والیان حصار ملک وجیہ و ملک اشرف سے جو ان مدار کا طریقہ اختیار کیا یہ دونو سگے بھائی تھے اول میں خواجہ جہاں گاواں کے نوکر تھے پھر امرا میں داخل ہوئے

وجیہ دولت آباد کا تھانہ دار تھا اور ملک اشرف حاکم ولایت تھا انہوں نے ان حدود کا ایسا انتظام کیا تھا کہ دولت آباد کے متمرد اور قطاع الطریق جو شہر و آفاق تھے مثلاً سلطانپور اور نذر بار کی سرحد تک اور بالکانہ گجرات تک ایسا صاف کیا کہ سوداگر بے کھٹکے آتے جاتے تھے رعیت ان سے راضی اور ان کی شاکر تھی اور ولایت معمور اور آباد ان تھی۔ جب سلطنت بہمنیہ میں خلل پڑا تو مرہٹوں کے ایک امیر نے قلعہ کالنہ تغلب سے لیلیا تھا اس نے بھی راہزنی سے احتراز کر کے اطاعت قبول کی یہ دونوں بھائی ملک نائب کے حق تربیت کا پاس لحاظ کر کے احمد نظام شاہ سے دوستی رکھتے تھے اس نے بھی اپنی بہن بی بی زینب کو ملک وجیہ کے ساتھ بیاہ دیا جسکے سبب سے مصادقت مواصلت سے مستحکم ہوئی۔ جب ان کے لڑکا پیدا ہوا تو احمد نظام شاہ نے اسکا نام سوتی رکھا جو خود اسکا نام لڑکپن میں تھا ملک اشرف کو بھائی سے ایسی عداوت ہوئی کہ اسکو اور بیٹے کو مار ڈالا اور حکام برہان پور اور برار سے محبت و وداد پیدا کیا سلطان محمود گجراتی سے عداوت اور مخالفت پیدا کر کے اپنے تئیں منسوب کیا زینب فریاد کرتی ہوئی بھائی پاس جنیر گئی بھائی نے اس کو دلاسا دیا اور ۹۵۴ھ میں جنیر سے لشکر و جمعیت کے ساتھ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جب بیکاپور کے حوالی میں اپنے باغ میں آیا تو قاسم برید کے ایلچی اس پاس آئے کہ یوسف عادل خاں نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ دولت آباد کے ارادہ کو ترک کر کے اس طرف آئیں تو میں آپ کے ساتھ دولت آباد کی تسخیر میں سعی کروں گا۔ احمد نظام شاہ احمد آباد بیدر چلا گیا اور جو کچھ کام اس نے کیا وہ واقعات سلطان محمود میں بیان ہوا پھر احمد نظام شاہ دولت آباد آیا وہ مہینے تک محاصرہ رکھا جب اس کا جبر و قہر سے لینا دشوار معلوم ہوا تو جنیر کو چلا گیا۔ اثنار راہ میں قصبہ بیکاپور (بیدر) میں جو دولت آباد اور جنیر کے بیچ میں ہے ایک شہر بنانے کا ارادہ کیا کہ اس کو دار الملک بنائے اور ہر سال جب خریف و ربیع میں غلہ کے کاٹنے کا وقت آئے تو دولت آباد لشکر بھیجکر تاخت و تاراج کرے۔ اور دولت آباد کے اندر آدمیوں کو قوت لایموت سے عاجز کرے ۹۵۵ھ میں منجموں سے نیک ساعت پوچھ پاچھ نظام کے مقابل سین ندی کے کنارہ شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنے نام پر

اس کا نام احمد نگر رکھا اور وہ دو تین سال میں بڑا شہر ہو گیا اور ہر سال دو دفعہ لشکر نظام شاہی دولت آباد پر تاخت و تاراج کر کے زراعت کو خراب و غلہ کو غارت کرتا اور رعایا کے گھر جلا کر خاک سیاہ بناتا۔

وقائع نظام شاہ بحری میں جس کو سید علی طباطبائی نے برہان نظام شاہ کے عہد میں تصنیف کیا ہے اور تمام کرنے سے پہلے مر گیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ احمد نظام شاہ بحری کی دولت کا آوازہ جب دور و نزدیک حکام نے سنا تو عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی والی برہان پور نے احمد نظام شاہ سے اتحاد پیدا کیا دو ہزار آدمیوں کی کمک ہر سال مقرر کی کہ وہ ہمیشہ دولت آباد کے سفر میں نظام شاہ کے لشکر کے ہمراہ ہوا کریں اور اس کی تسخیر میں کوشش کریں اور نائب فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستی کر کے برخلاف اپنے اباء اجداد کے سلطان محمود گجراتی سے مخالفت کی اور ہر سال جو مال بھیجا کرتا تھا وہ موقوف کیا۔ سلطان محمود بیکرہ ۹۱۹ھ میں سیر کو نکلا تو ملک اشرف حاکم دولت آباد نے فرصت پا کر اپنے آدمی اس کی خدمت میں بھیجے اور احمد نظام شاہ کے تسلط کی اور قلعہ کے محاصرہ کرنے کی اور خرابی ولایت کے شکایت کی اور اس کو بلایا سلطان محمود قلعہ دولت آباد کی طمع میں لشکر عظیم جمع کر کے دکن کی طرف متوجہ ہوا جب وہ سلطان پور اور ندربار کے قریب آیا تو عادل خاں فاروقی نے احمد نظام شاہ کو کمک کے لئے بلایا وہ دولت آباد کا محاصرہ چھوڑ کر پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ برہان پور میں آیا۔ اور عماد الملک بھی برار کا لشکر لیکر کمک کو آن موجود ہوا۔ سلطان گجرات قلعہ آسیر کے قریب آیا تو احمد نظام شاہ کے حکم سے میاں احمد نصیر الملک نے اس سے مراسلت شروع کی اور اسلے ایک مقرب کو بھیجا کہ ہر چند احمد نظام شاہ کا ملازم بندہ ہے۔ مگر میری آنول نال گجرات ہی میں گڑی ہے اور میں وہیں پل کر بڑا ہوا ہوں اس خطہ کی دولت خواہی میری گھٹی میں پڑی ہے تعجب ہے کہ سلطان کشورستان امور جزئیہ کے لئے اپنے نفس نفیس سے ایسی مہمات شاقہ کا مرتکب ہو حاکم برہان پور حضور کے ایک امیر کی برابری لشکر و جمعیت میں نہیں کر سکتا اس سے مقابلہ کے لئے آنا خصوصاً اس وقت کہ دکن کا جوان بخت پادشاہ سپاہ مصمم شکن کے ساتھ

اس کی مطاہرت اور معاونت کے لئے آیا ہو۔ آپ از روئے اخلاص و دولتخواہی سلطان سے عرض کریں کہ صلاح دولت اس میں ہے کہ بساط منازعت کو تہ کریں نصرت و ہزیمت مشیت میں ہوتی ہے اگر سلطان کو نصرت نصیب ہوئی تو خلقت کہے گی کہ سلطان محمود نے جنود نامعدود سے چھوٹے آدمی پر غلبہ پایا اور اگر معاملہ منعکس ہوا تو یہ بے ناموسی قیامت تک رہیگی۔ یہ نوشتہ جب سلطان کے روبرو پیش ہوا تو وہ صلح و جنگ میں متردد ہوا۔ نظام شاہ نے سلطان گجرات کے فیل بحری سال کے فیلبان کو بہت سیم و زر دیکر یہ قرار دیا کہ فلاں نہ ہیری رات میں کہ شاہ و سپاہ اپنے خیمہ و خرگاہ میں آرام کریں تو اس ہاتھی کو لشکر میں چھوڑ دینا اس شب موعود میں نظام شاہ نے گجراتیوں کے لشکر کی طرف پانچہزار پیادے و تیچی و کماندار و باندار اور پانچہزار سوار تیر انداز روانہ کئے کہ کمین گاہ میں بیٹھیں اور جب لشکر گاہ میں شور و غوغا ہو تو اطراف سے آکر تفنگ و بان دشمنوں پر چلائیں۔ یہ لشکر دشمن کے لشکر کے حوالی اور اطراف میں چھپ کر ہو بیٹھا۔ جب آدھی رات ادھر اور آدھی رات ادھر ہوئی تو فیل بحری سال کو چھوڑا جس سے لشکر میں غل غبارہ ہوا کمین گاہ سے پیادہ اور سوار نے نکل کر اور نفیر و نقارہ بجا کر تیر و تفنگ و بان چلانے شروع کئے امرائے گجرات لشکر دکن و خاندیس کو غرور کے سبب سے خاطر میں نہیں لاتے تھے خیموں میں خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے وہ اس غل و شور سے بیدار ہوئے اور سراسیمہ ہو کر سواری پر آمادہ ہوئے فیل بحری سال نے سراپردہ شاہی کے پرچے آڑائے اہل سراپردہ نے شیون و غوغا کیا تو سلطان محمود چند معدودے آدمیوں کے ساتھ تین کروہ پر بھاگ گیا امرائے گجرات نے فوجوں کو آراستہ کر کے جنگ کی۔ دکنیوں نے اپنی لشکر گاہ میں مراجعت کی۔ اعیان لشکر سلطان کو فتح کی مبارکباد دینے آئے تو اس کو سراپردہ میں نہ پایا تو سب امرا یہ بہانہ بنا کے کہ ہوا میں تعفن ہے بادشاہ پاس چلے گئے پھر فریقین میں صلح ہو گئی اور انہوں نے اپنے اپنے مسکنوں کو کوچ کیا۔

گجرات کے مورخوں نے اس جنگ کا حال شرح و بسط سے نہیں لکھا اس میں انکے سلطان کی ہتک ہوتی تھی یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ بیان جھوٹا ہے یا سچا ہے۔

نظام شاہ نے دولت آباد کا پھر سختی کے ساتھ محاصرہ کیا اور ملک اشرف نے سلطان محمود

گجراتی کو عریضہ لکھا کہ احمد نظام شاہ کا تسلط و استیلا بڑھتا جاتا ہے اگر حضور تشریف لائیں اور اس بلا سے مجھے بچائیں تو میں قلعہ میں آپ کا خطبہ پڑھوا دوں۔ اور سال بہ سال باج و خراج خزانہ عامرہ میں داخل کروں۔ سلطان اہل دکن کی تادیب و گوشمالی کر کے پہلے اپنی گریز کا انفعال مٹانا چاہتا تھا وہ دولت آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ احمد نظام شاہ محاصرہ کو چھوڑ کر احمد نگر کی طرف چلا ملک اشرف نے محاصرہ کی نیستی سے نجات پائی اور سلطان محمود کا خطبہ پڑھوایا اور ہر سال خراج دینا قبول کیا۔ سلطان عادل خاں سے بھی چند سال کا خراج وصول کیا اور اپنے قصر دولت میں گیا۔ جب نظام شاہ نے یہ خبر سنی تو سال کے آخر میں دولت آباد کی طرف بجری کی تیز پروازی سے گیا۔ ملک اشرف نے جو سلطان محمود کا خطبہ پڑھوایا تھا اور اس سے ملاقات کی تمنی تو اس سے متنفر ہو گئے تھے اور احمد شاہ نظام کو مخفی عرائض بھیجتے تھے کہ ہم آپ کے بندے ہیں اور آپ کو خاندیس کے لئے لائق جانتے ہیں۔

معتقد اور دولت خواہ ہیں۔ آپ تشریف لائے اور ہماری جانفشانی دیکھئے احمد نظام شاہ دو تین ہزار سوار لیکر دولت آباد میں آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ملک اشرف کو قلعہ کے لشکر کا حال معلوم ہوا تیس رہتے تھے غم و غصہ سے بیمار ہوا پانچ چھ روز میں مر گیا۔ اہل قلعہ نے قلعہ کی کنجیاں احمد نظام شاہ کو حوالہ کیں اس نے قلعہ کی سیر کی اور اس کی ضروری مرمت کی اس کو اپنے معتمد کے سپرد کر کے احمد نگر کو مراجعت کی اور باغ نظام میں ایک حصار گل و سنگ سے بنایا اور اس کے اندر عمارات عالیہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں دلکش تصویریں سرخ و زرد آبگینہ کی مانند بنائیں اور ان سنوات میں سمندر کے کناروں کے قلعوں کو بالکل مسخر کیا۔ راجہ کالنہ و بگلانہ سے پیش کش لی اور اپنا باگذار بنایا۔

۹۱۳ھ میں داؤد خاں فاروقی مر گیا اسکی جانشینی کے لئے ایک جھگڑا کھڑا ہوا ملک حسام الدین مغل جو اس دولت خانہ کا ایک عمدہ امیر تھا اس نے احمد نظام شاہ کی مدد سے عالم خاں کو تخت سلطنت پر بٹھانا چاہا اور محمود شاہ گجرات نے اپنے بھانجے میراں عادل خاں پسر حسن خاں کو مسند شاہی پر جلوہ افروز کرنا چاہا۔ اس مطلب کے لئے شاہ گجرات نے خاندیس کی

طرف کوچ کیا اور اس عرصہ میں ملک لادن قیصر اتخت کا دعویدار کھڑا ہوا اس کے پاس قلعہ آسیر تھا اس نے دونوں شاہوں کی اطاعت سے انکار کیا احمد نظام شاہ اور عماد الملک حاکم کاویل برہان پور میں آ گئے اور حقیقت حال پر آگاہ ہوئے اور انہوں نے ثنا کہ سلطان محمود گجراتی تاپتی نیر میں تاپتی کے کنارہ پر آ گیا ہے تو ان میں سے ہر ایک نے چار چار ہزار سوار ملک حسام الدین کی کمک کے لئے مقرر کرائے اور خود دونوں کر کاویل میں چلے گئے اور یہاں سے احمد نظام شاہ دولت آباد کو چلا گیا خان زادہ عالم خاں خاندیس سے بھاگ کر احمد نظام شاہ پاس چلا آیا۔ جب سلطان محمود نے مراجعت کی تو نظام شاہ نے سلطان محمود سے بذریعہ کتابت درخواست کی کہ خان زادہ عالم خاں میری جانب میں التجا آیا ہے میں متوقع ہوں کہ آسیر و برہان پور کی ولایت کا کچھ حصہ اس کو بھی عنایت ہو۔ سلطان پہلے ہی سے نظام شاہ سے آزردہ تھا اس نے اس درخواست کی۔ اور کہا کہ سلاطین بہمنیہ کے غلام زادہ کی کیا مجال ہے جو سلاطین سے برار کی کتابت کرتا ہے اور اپنی گھیم سے قدم باہر رکھتا ہے اگر اپنے اوضاع سے نادم و تائب نہ ہوگا تو عنقریب گوشمالی پائے گا۔ احمد نظام شاہ اس بات کو پی کر چکا ہو رہا اور عالم خاں کو ساتھ لیکر احمد نگر چلا گیا۔

۹۱۴ھ میں نصیر الملک کہ اس کی دولت کا کارکن تھا مر گیا اور اس کی جگہ مکمل خاں حبشی مقرر ہوا دو تین مہینے کے بعد وہ خود بیمار ہوا اور شاہزادہ برہان کو اوس نے ولیعہد کیا جس کی عمر سات برس کی تھی۔ امراء سے اس کی اطاعت کا عہد و پیمان لیا پھر وہ مر گیا۔ اُنیس برس سلطنت کر گیا۔ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ جب سوار ہوتا تو دائیں بائیں طرف نہیں دیکھتا۔ کہ مبادا کسی نامحرم عورت پر نگاہ جا پڑے۔ قلعہ کاویل کی فتح میں ایک عورت نہایت حسین قیدیوں میں تھی جب یہ رات کو ہم صحبت ہونے کے لئے اس پاس آئی اور اس کی زبانی جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا شوہر اور مادر و پدر اسیر ہیں تو انکو چھوڑ کر اس عورت کو حوالہ کیا یہ اس کی عادت تھی کہ جو شخص میدان رزم میں لوازم شجاعت میں

کچھ فرو گذاشت نہ کرتا تو سب سے زیادہ اُس کی قدر کرتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہ میرے مرنے کا ہوتے ہیں انکو دشمنوں کے شکار کے واسطے جوان ہم پہنچانے چاہئیں۔ بادشاہ کو شمشیر بازی کا شوق تھا اور شمشیر بازی کا علم خوب جانتا تھا قاعدہ ہے کہ بادشاہ کے ہنر کی طالب خلق ہوتی ہے چھوٹے بڑے سب اس فن میں وقت صرف کرتے جیسے کہ بلاد اسلام میں مکتب خانے ہوتے ہیں ایسے سارے دکن میں شمشیر بازی کے ورزش خانے بن گئے لوگ کسی کام کو اس سے بہتر نہیں جانتے تھے ہر مجلس و انجمن میں سوا اس کے کسی اور بات کا چرچا نہ تھا اب ہوائے دکن کا تقاضا فتنہ خیزی ہے۔ ہر ایک شمشیر زنی میں اپنی بگھارتا اور اپنی برابر دوسرے کو نہ جانتا جب آپس میں جھگڑا ہوتا تو احمد نظام شاہ پاس مرافعہ ہوتا اور وہ حکم کرتا کہ میرے سامنے مردی اور مردانگی شمشیر بازی کریں۔ جو اول شمشیر حریف کو لگائے وہ بہتر ہوگا دیوان خانہ میں روز جماعت کی جماعتیں آنے لگیں۔ دو تین آدمیوں کی لاشیں روز دیوانخانہ سے جانے لگیں تو بادشاہ اس سے متنفر ہوا اور اس نے کالا پیوترہ مقرر کر دیا۔ اس رسم کو انگریزی میں ڈیول کہتے ہیں جس کا رواج تمام یورپ میں کثرت سے تھا مگر ایشیا میں کہیں اور نہیں اس کی ابتدا یہیں ہوئی اور اس کا نام یکیک رکھا گیا بادشاہ کا حکم تھا کہ جب دو آدمیوں میں یکیک ہو تو کوئی اس کا ہوادار اس میں دخل نہ دے ان کو حسب دلخواہ باہم شمشیر زنی کرنے دے تاکہ ان میں ایک غالب اور دوسرا مغلوب ہو اور جو کوئی اس جنگ یکیک کی ہوس کرے اور کشتہ ہو تو اس کا قصاص نہ لیا جائے۔ نہ اس کی کچھ پرسش ہو یہ بدعت دکن کے مسلمانوں کو ایسی مرغوب ہوئی کہ احمد نگر سے سلاطین ہند کی وساطت سے جمیع بلاد دکن میں اس نے سرایت کی بلکہ شائع و رائج ہوگئی اور اس عمل شنیع کی برائی دلوں سے ایسی محو ہوگئی کہ اب مالک دکن کے طالب العلم و مشائخ و ملوک و امراء و خواتین اس یک یک کو کرتے ہیں اور اس کو حیثیت اور قابلیت میں اعظم جانتے ہیں اور اگر ان کے فرزند یکیک نہ کریں تو شجاعوں میں نہیں داخل ہوتے اور ان پر سرزنش کرتے ہیں محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں بلدہ بیجاپور میں میں نے

شاہ و کیا کہ سید مرتضیٰ و سید حسن کہ دو بھائی صحیح النسب تھے اور ریش سفید رکھتے تھے ابراہیم عادل شاہ کے سامنے انکی عزت تھی اور دکن کے معقول آدمیوں میں اُن کو لوگ جانتے تھے انکے اور تین بھائیوں سے جو دکنی تھے اور ریش سفید رکھتے تھے اور دکن میں مردم روشناس میں شمار ہوتے تھے کسی ادنیٰ بات پر بازار کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا اول سید مرتضےٰ کا بیٹا کہ بیس سال کا جوان تھا باپ کی حمایت میں ایک دکنی سے یکیک را اور قتل ہوا۔ سید مرتضےٰ نے بیٹے کو کشتہ دیکھا تو دوسرے دکنی سے لڑا وہ بھی بیٹے کی طرح عدم کو گیا۔ جب سید حسن نے بھائی اور بھتیجے کا حال یہ دیکھا تو وہ بھی ان تینوں دکنیوں میں سے ایک سے لڑا اور فنا ہوا ان تینوں سیدوں کی لاش بازار سے نہیں اُٹھی تھی کہ وہ تین دکنی جن کو مقتولوں کے ہاتھ سے زخم کاری لگے تھے اُنہوں نے قابض ارواح کو روح سپرد کی۔ غرض بسابقۂ عداوت ایک لحظہ میں چھ گھر ماتم خانہ بن گئے۔ فی الواقع دکن کے مسلمان شمشیر بازی اور یکیکی میں بے نظیر اور بے مثل تھے اور ان کے ساتھ کوئی شمشیر بازی نہیں کر سکتا تھا جب تک اس کو اس فن میں مشاقی نہ ہو۔ اسکی غایت یہ ہوئی کہ اکثر دکن کے آدمی روئے زمین پر شمشیر کی ورزش کرتے تھے جس کے سبب سے اسپ سواری۔ تیر اندازی و نیزہ بازی اور چوگان بازی سے عاری تھے۔ بس جنگ فوج میں بخصوص کہ مخالف دکنی نہ ہو عاجز ہو کر ہر زبونی سے زبون تر ہو جاتے تھے اور خانہ و کوچہ و بازار کی جنگ میں شیر درندہ کی مانند مردانہ ہوتے تھے۔

بادشاہان بہمنیہ کی دولت کے جاتے رہنے کے بعد کل سلاطین نے جنھوں نے دکن میں حکومت کی اس فعل شنیع کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کی بلکہ اس کی ترویج میں سعی کی لیکن ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں معاملہ یکیک کی تخفیف ہوئی یہ عمل زشت کسی مملکت میں اور کسی عہد میں نہ تھا اب امید ہے کہ بادشاہان کامل اور حاکمان عادل کی برکت سے بالکل زائل ہو جائیگا۔ عادل شاہ اور قطب شاہ نے اس میں تخفیف کر دی۔

برہان نظام شاہ بن احمد شاہ بحری

برہان نظام شاہ بحری جس کو مروج مذہب اثنا عشری کہتے ہیں سات سال کی

دریں باپ کا جانشین ہوا۔ مکمل خاں دکنی پیشوا اور امیر جملہ بدستور رہا اور اسکے بیٹے میاں رحمان الدین کو سرنوبتی کا منصب اور عزیز الملکی کا خطاب ملا۔ وہ دونو باپ بیٹے دولتخانہ کے مالک بنے۔ مامور ملکی اور مالی میں ان کو کمال استقلال ہوا۔ تین سال اسی حال میں گذرے مگر جب عزیز الملک کی بے اعتدالی حد سے گذری۔ تو صاحب شوکت وزراء شل رومی خاں و کرم خاں و شیر خاں کو اُن پر رشک پیدا ہوا بی بی عائشہ سے انہوں نے خصوصیت پیدا کی یہ بی بی والدہ برہان شاہ کی مرضعہ تھی اور کمال اعتبار رکھتی تھی۔ اور یہ تجویز کی کہ وہ فرصت کے وقت میں برہان شاہ کے چھوٹے بھائی راجا جیو کو قلعہ سے نکال کر اس کے حوالہ کرے اور وہ اس کو پادشاہ بنائیں اور برہان شاہ کو سلطنت سے معزول کریں اور یوں مکمل خاں اور عزیز الملک کے تسلط سے نجات پائیں۔ لیکن راز دیر کر بی بی عائشہ راجا جیو کو کہ چار سال کا لڑکا تھا لڑکیوں کے کپڑے پہنا کے پالکی میں سوار کرا کے شہر کو بھیجیں اتفاق سے والدہ برہان شاہ کو اپنا بچہ یاد آیا اور اوس کو نہ پایا تو اوس کی ڈھنڈیا مچوائی۔ حوض اور چاہیں بانس ڈالے گئے۔ بعض بی بی عائشہ کے پیچھے دوڑے گئے۔ ابھی وہ دوی خاں کے گھر تک نہ پہنچنے پائی تھی کہ لوگوں نے راجا جیو کو اُس سے لیا اور محل میں لے آئے وہ اس لڑکے کو اپنے گھر میں کبھی کبھی لیجاتی تھی اُس نے گھر لے جانے کا بہانہ بنا دیا مگر جب راز فاش ہوا تو مکمل خاں نے برہان شاہ اور راجہ جیو کی محافظت کی برہان شاہ کی تربیت و پرورش بڑی کوشش کی کہ وہ دس برس کی عمر میں کافیہ و متوسط پڑھتا تھا اور خط نسخ خوب لکھتا تھا ایک علم اخلاق کا رسالہ بہت خوشخط اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا جب امرائے ثلاثہ اور میاں مکمل خاں کی خصومت و عداوت حد سے زیادہ گذری تو ناچار اُنھوں نے پانچ چھ روز وزیروں کے ساتھ اتفاق کیا اور رات کو اتمہ نگر سے نکلے اور آٹھ ہزار سوار لے کر چلے اور علاء الدین عماد الملک کو مجلس میں بیٹھکر ارنگر کی تسخیر کو نہایت سہل طور پر زبانی مقدمات میں بیان کیا عماد الملک ان ارباب فن کے فریب میں آگیا اور کاویل اچلپور سے سرحد نظام پر جا کر قصبات و پرگنات پر قابض ہوا۔ خواجہ جہاں دکنی حاکم پرینڈہ اور برہان نظام شاہ کو

مکمل خاں لیکر عماد الملک سے لڑنے آیا۔ ۹۱۲ھ میں قصبہ رانوری میں فریقین نے سپاہ آراستہ کرکے لڑنا شروع کیا۔ اس لڑائی میں برہان نظام شاہ اپنی صغر سنی کے سبب اپنے اتالیق یوسف خاں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی عماد الملک کو شکست ہوئی اور وہ بے توقف اچلپور کو ٹوک دم بھاگا تمام مال و منال اور اسپ و فیل نظام شاہی لشکر کو ہاتھ آیا مکمل خاں نے آن کر برار کو خوب لوٹا مارا۔ عماد الملک خان برہان پور فرار ہوا۔ یہاں کے حاکم نے علماء و مشائخ کی معرفت صلح کرادی کہ ہر ایک اپنے اپنے مقام میں گیا۔ کہتے ہیں کہ نظام شاہیہ کے اجداد میں سے کوئی پاتری کا کلکیرنی (مورونی محاسب موضع) تھا کسی سبب سے وہ جلائے وطن ہوکر اپنی ولایت بیجانگر میں چلا گیا تھا اور وہیں رہتا تھا جب ان کے خاندان میں سلطنت آئی تو برہمن جو نظام شاہ سے خویشی اور قرابت کہتے تھے سب بیجانگر سے احمد نگر میں آئے اور وطن کا اشتیاق ان پر غالب ہوا مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کی زبان سے عماد الملک کو کہا کہ مجھکو پرگنہ پاتری سے یہ نسبت ہے اور اب وہ تجھ سے متعلق ہے اور ہماری سرحد میں واقع ہے دوستی و یاری کا مقتضا ہے کہ وہ مجھکو دیدو اور اُس کی عوض میں لوئی اور پرگنہ میرے ملک کا جو اس سے محصول میں زیادہ ہووے لو۔ عماد الملک نے یہ بات نہیں قبول کی اب وہ جانتا تھا کہ اُسپر نزاع ہوگا۔ اس نے اس پرگنہ میں احتیاطاً ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی مکمل خاں نے اس قلعہ کے بنانے کو اس سبب سے عماد الملک کو منع کیا کہ اسی جگہ قلعہ بنانے سے تمہارے لشکر آدمی ہمارے سرحد پر مزاحمت کرینگے مناسب یہ ہے کہ اس کا بنانا موقوف کرو عماد الملک نے اس کی پروا نہ کی اور قلعہ پورا بنا لیا اتفاقاً مکمل خاں بالا گھاٹ دولت آباد۔ اورنگ آباد کی سیر کو گیا اور ۹۱۳ھ میں ایلغار کرکے پاتری گیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا اور قلعہ کشا دلیروں نے خندق میں جاکر کندیں دینے لگائے اور ان پر چڑھ گئے اور قلعہ تسخیر کیا اور ولایت پاتری پر متصرف ہوئے میاں محمد فوری کو جس نے اس قلعہ کشائی میں سب سے زیادہ مردانگی دکھائی تھی۔ کامل خاں کا خطاب دے کر قلعہ اور اس کے حدود انتظام کے لئے سپرد کئے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہی ہندو نژاد ہونے سے شرماتے نہ تھے۔ پاتری پر اسلئے جھگڑتے تھے کہ ان کے باپ دادا برہمن اسکے کلکیرنی تھے اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ نے احمد نگر میں مراجعت کی اور بمقتضار جوانی آمنہ ایک کنجنی پر عاشق زار ہوا اور اس سے نکاح کیا اور حرم میں اسی کو بزرگ بنایا اس نے اس کو شراب پر لگایا۔ کمل خاں مرد کامل اور عاقل تھا اسنے وزارت سے استعفاء دیا اور پادشاہ نے منظور کیا اور اس کے بیٹے کو امیر کبیر بنایا اور شیخ جعفر دکنی کو پیشوائی کا منصب دیا کمل خاں نے اپنی باقی عمر گوشہ نشینی میں صرف کی ۹۴۳ھ میں احمد نگر میں شاہ طاہر تشریف لائے۔ اور اس نے مذہب مہدویہ کی جڑ کاٹی اس کا رواج بہت ہو چلا تھا پادشاہ نے اپنی بیٹی کا نکاح اسکے خاندان میں سے کسی ایک کے ساتھ کر دیا۔

۹۴۴ھ میں قلعہ شولاپور سے باہر برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ملاقات ہوئی اور بی بی مریم دختر یوسف عادل شاہ کا نکاح برہان نظام شاہ سے ہوا۔ اسد خاں بلگوانی نے عہد کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دیا جائیگا اس لئے برہان شاہ نے اس قلعہ کا مطالبہ کیا اسمٰعیل عادل شاہ نے جواب دیا کہ مجھے اس بات کی اصلا خبر نہیں۔ اگر کسی آدمی نے ناواقفیت ایسی بات کی ہو تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ برہان نظام شاہ خاموش احمد نگر میں چلا آیا۔ بی بی آمنہ والدہ حسین نظام شاہ نے بی بی مریم کے ساتھ سلوک نا ہموار کے کچھ مدت اس طرح گذری کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کے سفیروں کو جو بیجاپور میں رہتے تھے کہا کہ کسی پاتر کو سلاطین کے فرزندوں پر مسلط کرنا حزم و اصالت سے بعید ہے برہان نظام شاہ کے کان میں یہ بات پہنچی تو مباحثہ نے ایک طول پکڑا اور اس نے امیر بریدا اور عماد الملک کو اپنے ساتھ متفق کیا۔

۹۴۵ھ میں ان کو اور بیس ہزار سوار اور توپ خانہ لے کر قلعہ شولاپور کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اسمٰعیل عادل شاہ نو ہزار سوار تیر انداز لیکر لڑنے آیا۔ سرحد پر فریقین ملے اور ایسی لڑائی ہوئی جس کے تصور سے دل ڈر جائے۔ اول علاء الدین عماد الملک اسد خاں بلگوانی سے شکست پاکر بے توقف کاویل کو بھاگا۔ برہان نظام شاہ بھی ہوا کی گرمی کی شدت سے پالکی میں پڑ کر احمد نگر کو سدھارا

۹۴۵ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ کی تحریک سے عماد شاہ نے سلطان قلی قطب شاہ کو ساتھ لیکر قلعہ پاتری نظام شاہیہ تصرف سے نکال لیا مخدوم خواجہ جہاں اور امیر برید کو برہان شاہ ساتھ لیکر پاتری کی طرف گیا اور دو مہینے میں توپ و ضرب زنوں کی ضرب سے قلعہ کو گرا دیا اور اس کو فتح کر لیا اور اس قلعہ کی بنیادیں تک اکھیڑ کر پھینک دیں اور پاتری پر دوبارہ متصرف ہوا اور اپنے برہمن بھائی بندوں کو پرگنہ پاتری دیدیا اس پرگنے سے شہنشاہ اکبر تک بطنا بعد بطن ان کا تعلق رہا۔ برہان نظام شاہ نے یہاں سے جاکر قلعہ ماہور کو خداوند خاں حبشی سے چھین لیا پھر بیجاپور کی تسخیر کا عازم ہوا پھر عماد الملک میں لڑنے کی سکت نہ تھی برہان پور گیا۔

سلطان محمد شاہ فاروقی اس کی کمک پر آمادہ ہوا اور اس کے ساتھ وہ نظام شاہ کی جنگ پر متوجہ ہو جب دونو پاس آئے تو ایک جنگ صعب ہوئی عماد الملک اور محمد شاہ پریشان برہان پور کو بھاگ گئے اور نظام شاہ ان کے تین سو ہاتھیوں و خیمہ و خرگاہ اور سلطنت کے تمام کارخانوں پر متصرف ہوا اور اکثر ممالک برار کو اپنے اختیار میں کر لیا۔ عماد الملک اور محمد شاہ نے سلطان بہادر پادشاہ گجرات سے مدد طلب کی۔ سلطان بہادر نے انکی امداد کو فتوحات غیر متناہی سے تصور کیا۔

۹۴۵ھ میں وہ سلطان پور اور نندربار کی راہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ نظام شاہ نے مضطرب ہو کر دہلی کو بابر پادشاہ پاس عریضہ بھیجا جس میں یہ فقرہ تھا کہ چہ بلطائف عواطف الٰہی واثق است کہ مقرب سنیان اقبال شود توجہ جنود تصرف قرین سعادت قرآن باستیصال اعادی ایں حدود بمسامع یکجہتان برسانند و بمشران فرخ بخش مسرت رسان بشارت قتل جار الحق و زہق الباطل از اطراف و اکناف ایں دیار منتشر گردانند تا منتظران امیدوار و معتقدان خدمت گذار باقبال تمام استقبال نمودہ مقصود حاصل نمایند۔ ایسے ہی خطوط اس نے اسمٰعیل عادل شاہ و سلطان قلی قطب شاہ کو لکھے سلطان قلی تو کچھ کے ہندوؤں سے لڑ رہا تھا اس نے عذر کیا اور اسمٰعیل عادل شاہ نے پنج ہزار سوار غریب و غریب زادہ اپنے لشکر سے منتخب کر کے ساتھ لے اور امیر برید کو

ہمراہ لیا برہان نظام شاہ کی مدد کو چلا۔ سلطان بہادر نے قلعہ ماہور اور پاتری کی جو ولایت برار میں تھے طمع کی اور ان کے لئے کچھ توقف کیا ان کو عماد الملک نے اپنی زوال سلطنت کے خوف سے سلطان بہادر سے کہا کہ یہ ولایت حضور ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر آپ قدم بڑھا کر برہان شاہ کو ستاصل کریں اور اس کی ولایت میں سے مجھے بھی کچھ حصہ دلائیں میں اپنے زن وفرزند کو قلعہ کاویل میں بھیجدوں گا اور اس ولایت کو باتمام تسلیم کردونگا اور ہمیشہ ملازم رکاب رہونگا۔ سلطان بہادر نے اس کی التماس کو قبول کیا اور نظام شاہ کے لشکر کی طرف جو کوہستان بیر میں اقامت رکھتا تھا متوجہ ہوا اور امیر بریدنے چھ ہزار سوار عادل شاہیہ اور تین ہزار سوار خاصہ اس سے لڑنے کو بھیجے۔ پٹن اور بیر کے درمیان کوچ کیا اور گجراتیوں کی فوج پر تاخت کی۔ دو تین ہزار سوار قتل کئے اور اموال اور اسباب انکا مع ستر شتر خزانہ گجرات کے لئے سلطان بہادر نے یہ خبر سنکر خداوند خاں وزیر کو بیس ہزار سوار دے کے ساتھ انتقام کے لئے نامزد کیا اس لشکر نے بھی امیر بریدسے شکست پائی۔ پھر خداوند خاں کی کمک کو عماد شاہ بیس ہزار سوار لیکر آیا اس نے برہان نظام شاہ کو مجبور کیا کہ اول وہ پریندہ گیا اور پھر جنیر۔

سلطان بہادر احمد نگر میں آیا۔ باغ نظام کے احاطہ میں اترا اس نے ایک چبوترہ بنوایا اس کا نام کالا چبوترہ مشہور ہوا اوس پر بیٹھکر چالیس روز تک ہاتھیوں اور اور جانوروں کی لڑائیوں کا تماشا دیکھتا رہا یہاں اور زیادہ ٹھیرنے کا ارادہ تھا مگر امرائے نظام شاہ نے غلہ اور بایحتاج اس کے لشکر میں فراغت سے نہ پہنچنے دیا اور اس سبب سے لشکر میں قحط پڑا اور بہت آدمی اور گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہوئے۔ خداوند خاں اور امرائے گجرات نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر اس ولایت کی تسخیر کا ارادہ حضور کا ہے تو اول قلعہ دولت آباد کو کہ گجرات کی راہ کے سر پر ہے فتح کیجئے پھر احمد نگر میں ان کو اور قلاع و بقاع کو لیجئے۔ دو تین روز بعد وہ دولت آباد کو گیا اور عماد الملک ہزاری اور امرائے گجرات کو محاصرہ کے لئے مامور کیا۔ خود بالا گھاٹ دولت آباد میں اترا

نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ پاس یہ پیغام بھیجا کہ اے برادر آپ امداد کے باب میں مروت و یاری کی شرط بجالائے لیکن جب تک خود اس طرف تشریف نہیں لائینگے مجھے اس ورطہ سے خلاصی میسر نہیں ہوگی عادل شاہ نے جواب دیا کہ راجپور کے حوالی میں بیجانگر کے ہندوگھات لگائے بیٹھے ہیں جاں میں نے بیجاپور سے حرکت کی تو وہ دریا کرشنا سے عبور کرکے میری مملکت پر تاخت کرینگے اب میں پانچ سو بہادر مسلح سوار دو اسپہ بسرکردگی حیدر الملک قزوینی کی پہلی کمک پر اضافہ کرکے روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ فتح سے مسرور ہوگے اب برہان شاہ کو عادل شاہ کے آنے کی امید نہ رہی تو اس نے شیخ جعفر کو معزول کیا اس کی پیشوائی سے رعیت و سپاہ آزردہ و دلگیر تھی۔ کنور سین برہمن کو جو عقل و فراست و امانت و دیانت سے متصف تھا پیشوائی کا خلعت دیا اور اس کی صوابدید سے جنیر سے احمد نگر میں آیا۔ بقدر قدرت و امکان اس پیشوا نے لشکر فراہم کیا اور اس کے ساتھ لشکر دکن لیکر دولت آباد کی طرف چلا اور لشکر گجرات کے مقابلہ میں دو میل پر کوہستان کے اندر تین مہینے نہایت ہوشیاری سے پڑا رہا اور دشمن کے لشکر کو شبخونوں اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے ستاتا رہا پھر ایک بڑی لڑائی ہوئی برہان نظام شاہ کو شکست ہوئی۔ اس لئے میراں محمد خاں فاروقی اور عماد شاہ کی معرفت صلح چاہی اور ہاتھیوں اور قلعوں کو جو اس نے لڑائی میں لئے تھے واپس دینے کا وعدہ کیا یہ دونوں شاہ خداوند خاں کی منزل میں گئے اور اس سے کہا کہ ہمارا مقصود سلطان کی مدد سے یہ تھا کہ پاتری اور ماہور کو نظام شاہ کے قبضے نکال لیں اور اس کی عوض میں برار اور احمد نگر میں اس کا خطبہ پڑھوائیں اور ہر سال تحف و ہدایا بھیجا کریں اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کو یہ طمع ہے کہ اس ملک کو ہمارے ہاتھ سے نکال لے۔ خداوند خاں وزیر کریم النفس نیکخواہ خلائق نے کہا کہ یہ کام تم نے خود کیا ہے جس وقت شاہان دکن یک جہت ہو کر اپنی ممانعت کو دور کرینگے تو ان کا بھلا ہوگا۔ یہ شاہ اس کے مقصود کو سمجھ کر مجلس سے آئے۔ اول عماد الملک نے اپنے مورچہ سے بہت غلہ اور آذوقہ قلعہ دولت آباد کے اندر منجھن خاں پاس بھیجا اور برسات کے شروع میں ایلچپور چلا گیا برسات کے آنے سے سلطان بہادر نے میراں محمد شاہ فاروقی اور امرائے

مراجعت و توقف کے باب میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ کہا کہ ندی تاپتی کی اور اور دریاؤں کی طغیانی سے گجرات اور خاندیس سے غلہ و آذوقہ کی رسد بند ہو جائیگی اور احتمال کلی ہے کہ سلاطین دکن بالضرورت باتفاق متوجہ ہونگے اور بحث طولانی ہوگا اسمیں صلاح دولت ہے کہ نظام شاہ عادشاہ کو یہ ملک تسلیم کرکے انکو اطاعت اور فرماں برداری سے تخصیص دیجائے اسلئے یہ امر کیا گیا کہ برہان شاہ اور عادشاہ نے میراں محمد شاہ کی تجویز سے سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوایا سلطان بہادر گجرات چلا گیا۔ جب برہان شاہ احمد نگر میں آیا تو میراں محمد شاہ نے اس پاس پیغام بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو کہ جو اس سے جنگ و انوری میں چھینے تھے انکو واپس کردو۔ یہ باتیں مع تحائف کے اس پاس واپس بھیجدیئے گئے مگر جب عادشاہ نے قلعہ پاتری اور ماہور واپس نہ کئے تو اوس کو جواب کچھ ہاں نہیں کا نہ دیا گیا بالکل اس سے ناآشنا بن گیا میراں محمد شاہ کا مقصد حاصل ہوا اسنے عادالملک کی بات نہ پوچھی اس سے خصومت پیدا کی برہان شاہ نے دوسرے سال اشیا نفیسہ اور چند نامی ہاتھی اور اسپان تازی شاہ طاہر کے ہاتھ سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجے بہادر شاہ نے شاہ طاہر سے ملنے میں توقف کیا اور میراں محمد شاہ کو لکھا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ برہان الملک نے صرف ایک دفعہ میرے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ میراں محمد شاہ نے جواب لکھا کہ برہان الملک مخلص و یک جہت ہے آپ اوس کے ایلچی سے ملاقات فرمائیں۔ سلطان شاہ طاہر سے اچھی طرح نہیں ملا جب اس کو اس کی دشمندی اور بیوفائی کا حال معلوم ہوا تو ملاقات میں تلافی مافات کی اور تین مہینے کے بعد رخصت کیا۔

۱۰۰۴ھ میں سلطان بہادر نے مالوہ فتح کیا تو اس پاس برہان شاہ نے تہنیت فتح کے لئے شاہ طاہر اور کنور سین کو بھیجا برہان پور میں میران محمد شاہ نے بہادر شاہ سے شاہ طاہر کی ملاقات کرائی اور دلائل کے ساتھ برہان شاہ کے اخلاص کا یقین کرایا اور کہا کہ کانذان تیموریہ کا اقبال بلند ہو رہا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ آپ برہان شاہ کو اپنا بنالیں سلطان کو بادشاہ دہلی کے ساتھ ہمسری کا دعوی تھا۔ اس نے شاہ طاہر پر بہت عنایت کی اور اسکی معرفت برہان شاہ کو برہان پور میں بلایا۔

شاہ طاہر نے آکر برہان نظام شاہ سے کہا کہ برہان پور چلئے اول اس نے نہ کیا کہ

برہان نظام شاہ اور بہادر شاہ کی دوستی و دوستی

کنور سین کے سمجھانے سے اس نے جانا منظور کیا اور سات ہزار سوار اور شاہ طاہر کو ساتھ لیکر برہان پور چلا اور اس نے خواجہ ابراہیم اور بھجا جی شیب نویس (چھٹی نویس) کو اپنے سے پہلے میراں محمد شاہ پاس بھیجا کہ وہ یہ مقرر کریں کہ پیش کش کیا دی جائیگی اور ملاقات کیونکر ہوگی موضع مانک دیوی میں برہان پور کے نزدیک برہان شاہ اور میراں محمد شاہ کی ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ یہ مقرر ہوا ہے کہ سلطان تخت پر بیٹھے اور ہم سلام کھڑے ہوکر کریں۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کو خلوت میں بلایا اور کہا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ فلاں تخت پر بیٹھے اور ہم سلام کرکے کھڑے رہیں بہتر یہ ہے کہ فتح ارادہ کیا جائے۔ شاہ طاہر نے کہا کہ دنیاداری کی شرط یہ ہے کہ ایک روز صلاح دولت کے لئے نہایت فروتنی اختیار کی جائے جس سے برسوں کامرانی کی مسند پر فراغت و شوکت سے بیٹھ کر زندگانی بسر کی جائے شاہ طاہر نے یہ تدبیر بھی معروض کی کہ ایک قرآن شریف میرے پاس امیرالمومنین علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہے جس کی خبر سلطان بہادر کو جب سے ہوئی ہے وہ بہت اس کا خواہاں ہے۔ خداوند خاں سے اس بات کا ذکر کرکے ملاقات کے روز قرآن شریف کو ساتھ لے چلیں گے تو سلطان بے اختیار ہوکر تخت سے اتر کر استقبال کریگا۔ برہان شاہ اس سے نہایت خوش ہوا۔ دوسرے روز صبح کو میراں محمد شاہ اور شاہ طاہر ملاقات کے لئے چلے جب مسکن شاہی کے قریب آئے تو شاہ طاہر نے قرآن شریف کو سر پر رکھا اور برہان شاہ کے ساتھ سراپردہ میں داخل ہوا کہ سلطان کی نظر دور سے اُن پر پڑی تو خداوند خاں سے پوچھا کہ یہ شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے خداوند خاں نے عرض کیا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ہاتھ کا مصحف لکھا ہوا ہے۔ سلطان بے اختیار تخت سے اتر کر استقبال کو دوڑا اور اول مصحف پر تین مرتبے بوسے دئے اور آنکھوں کو لگایا۔ پھر کھڑے ہوکر برہان شاہ کا سلام لیا اور گجراتی زبان میں پوچھا کہ کیسے ہو اور کیا حال ہے اس نے فارسی میں جواب دیا کہ جناب کا نیازمند ہوں اور دولت بادشاہ سے خوشحال۔ سلطان تخت پر آیا اور برہان شاہ و شاہ طاہر و محمد شاہ سامنے کھڑے ہوئے۔ سلطان بہادر شاہ طاہر کے کھڑے رہنے سے

مضطرب تھا اس کو بیٹھنے کو کہا تو شاہ نے معذرت کی کہ بندہ کو نظام ملک کے ساتھ نسبت ارادت آفاکی ہے شرط ادب یہ نہیں کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں سلطان نے ناچار ہو کر برہان نظام کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی شاہ طاہر نے اس کو ہاتھ پکڑ کر اوپر بٹھایا اور خود نیچے بیٹھا برہان شاہ سے فارسی زبان میں سلطان بولا کہ اس عرصہ میں انقلاب ایام کی سختی کو کس طرح گذارا اور روزگار کی تہاگاری کو کیسے انتہا پر پہنچایا۔ برہان نظام شاہ نے عرض کیا کہ جس ادبار کا خاتمہ اقبال پر ہو اور جس فراق کا انجام وصال پر ہو اس کے اختتام کی حلاوت مجھے یاد ہے اور ابتدا فراموش ہے الحمد للہ کہ جو کچھ سالہا دراز میں مجھ پر گذرا اسکی تلافی اس لحظہ کی حلاوت کرتی ہے۔ سلطان نے میراں محمد شاہ سے کہا کہ تو نے سنا کہ برہان الملک نے کیا جواب دیا اس نے کہا کہ میں دور تھا اس لئے نہیں سنا سلطان بہادر نے پھر ان سوال و جواب کو بہ آواز بلند کہا شاہ طاہر نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ اثر سلطان کی التفات کا ہے امید ہے کہ روز بروز عنایت و شفقت زیادہ ہوتی رہے گی سلطان بہادر نے کمر خنجر و شمشیر مرصع کہ اپنی کمر میں باندھے ہوئے تھا کھول کر برہان نظام شاہ کی کمر میں اپنے ہاتھ سے باندھی۔ اس وقت تک برہان نے اپنے نام میں لفظ شاہ کا اطلاق نہیں کیا تھا سو سلطان نے کہا کہ خطاب نظام شاہی مبارک ہو پھر اس کو اپنے اسپ خاصہ پر سوار کرایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تجھکو گھوڑے پر چڑھنا خوب آتا ہے تو میرے سراپردہ کے گرد اسکو پھیر۔ اس نے دکن کی روش پر گھوڑے کو سراپردہ کے گرد پھرایا۔ سلطان بہادر نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ ایسا سوار بے چتر کے خوشنما نہیں معلوم ہوتا اشارہ کیا چتر سفید آفتاب گیر جو بادشاہ منڈوے لیا تھا وہ اس کے سر پر رکھا جائے اور میراں محمد شاہ اور خداوند خاں کو حکم دیا کہ اسی طرح سوار سر پر چتر رکھے ہوئے سراپردہ سے لے جاؤ اور اس کے دائرہ میں سلطان محمود خلجی کا جو سراپردہ ہے وہ لگے اس میں اس کو اتارو غرض بڑے شوق سے ملاقات کا جشن ہوا پھر برہان نظام شاہ کو احمد نگر کو رخصت کیا۔ اب بادشاہ گجرات اور برہان شاہ میں بالکل منازعت کا غبار دور ہوا تو

تھے تین وزیر نے اپنی حسن تدبیر سے پانچ مہینے کے عرصہ میں تیس قلعے بے جنگ کے ان مرہٹوں سے لے لئے جو اب تک کبھی نظام شاہیوں کے مطیع نہ ہوئے تھے۔

۹۶۷ھ میں اسمٰعیل عادل خاں نے قلعہ کلیان (کلیانی) و قندھار کی فتح کے ارادہ سے بیجاپور سے کوچ کا حکم کیا امیر برید نظام شاہ سے ملتجی ہوا اور حمایت کا طالب۔ نظام شاہ نے ضرورتاً خط عادل شاہ کو لکھا جس میں ان قلعوں کی فتح سے منع کیا۔ عادل شاہ نے اس کو سخت درشت جواب لکھا کہ اس طرح کا سلوک تم سے ہرگز مشاہدہ نہ ہونا چاہئے تھا سبب کیا ہے کہ احمد نگر کی ویرانی کو اور واقعات سابق کو فراموش کر کے ایسے نامناسب فقرے مرقوم کئے ہیں۔ اگر بادشاہان منڈو کے چتر پر اور کنہ سراپردوں پر اتنا غرور کرتے ہو تو اس کی گنجایش نہیں اور اگر خطاب شاہی پر تفاخر کرتے ہو تو تم سے زیادہ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ مجدد شمشاہ ایران نے کہ فرزند پیغمبر آخر الزماں ہے خطاب شاہی دیا ہے۔ تم کو سرخیل گجراتی سے مرتبہ ملا ہے۔ اگر ایسے ہو سے تو پشیمان ہو تو یہی سعادت ہے ورنہ تنگی تمواریں لے کر باغ نظام سے میدان میں آؤ اور عادل شاہی تعصبوں کا زور دیکھو نظام شاہ جنگ کا سامان تیار کر کے عادل شاہ کی سرحد پر آیا اور فریقین میں نائرہ قتال بالا ہوا طرفین سے مردان مرد اور معرکہ نبرد کے دلیر میدان میں آئے۔ اور شمشیر براں اور سنان جاں ستاں سے معرکہ کی خاک کو خون سے کیچڑ بنا دیا۔ احمد نگر کے لشکر کو شکست ہوئی اس کے دو تین ہزار آدمی مارے گئے۔ سارا اسباب غارت ہوا طرفین سے آدمیوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں بادشاہوں کی ملاقات سرحد پر ۹۶۷ھ میں کرادی اور یہ مقرر ہو کر نظام شاہ ملک برار کو اور عادل شاہ ولایت تلنگانہ کو فتح کرے اور دکن کو دونو قسادی حصوں میں تقسیم کریں اسی سنوں میں اتفاق سے اسمٰعیل عادل شاہ کی اجل آ گئی کل مقدمات یوں ہی اکارت گئے۔

۹۷۲ھ میں شاہ طاہر کی دلالت و ارشاد سے برہان شاہ کو اہل بیت کی محبت بہت غالب ہوا۔ خطبہ میں سے اصحاب ثلاثہ کا نام خارج کیا۔ بارہ اماموں کے علم کا

رنگ سبز تھا اس نے بھی اپنے علموں اور چتر کا رنگ سبز کیا تبرائیوں کا وظیفہ مقرر کیا گیا گھر گھر بازاروں مسجدوں معبدوں میں خلفاء راشدین اور ان کے پیروؤں پر لعن طعن علی الاعلان کریں امراء کبار حنفی مذہب رافضی کیشوں کے خوف سے یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادلشاہ جو آرزوئیں اپنے ساتھ قبر میں لے گئے تھے اور کسی طرح نہ بر لاسکے تھے اس میں برہان شاہ کامراں ہوا۔ گو ان اطوار کے مشاہدہ سے ملا پیر محمد استاد اور بعض علماء برآشفتہ ہوئے۔ اور احمد نگر میں خوفا و شور مچا بہت سے متعصب منصب دار ملا پیر محمد کے گھر میں گئے اور شاہ طاہر کی نسبت کہا کرتے + اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست + باس سید کہ کردل ودین کی بلا ہے۔ کہاں سے لایا اُس نے بادشاہ کو گمراہ کیا اب تدبیر یہ ہے کہ شاہ طاہر کو مارنا چاہئے اور برہان شاہ کو معزول کرکے شاہزادہ عبدالقادر کو بادشاہ بنانا چاہئے غرض یوسف عادل شاہ کے قضیہ کی طرح دین کے واسطے خلائق کا ہجوم ہوا۔ ملا پیر محمد کے ہمراہ بارہ ہزار سوار و پیادے قلعہ کے نزدیک پہنچے۔ محاصرہ کا قصد کیا اور شاہ طاہر کو مع فرزندوں کے موکلوں کے سپرد کیا۔ برہان شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے بند کئے جائیں اور قلعہ کے برج و بارہ سے توپیں ماری جائیں۔ مگر شاہ طاہر نے رمل سے دریافت کیا کہ باہر جاکر لڑنے میں فتح ہے۔ بادشاہ باہر آیا اور اُس کے نقیبوں نے بآواز بلند کہا کہ جو دو تنخواہ ہے وہ شاہ کے چتر و علم کے نیچے آئے اور جو حرا خور ہے وہ ملا پیر محمد پاس جاکر قہر و سیاست شاہی کا منتظر رہے غرض نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ملا پیر محمد مقید ہوا اور فتنہ فرو ہوا برہان شاہ نے مذہب کی ترویج کے لئے اہل سنت کے وظائف شیعہ مذہبوں کو دئے اور قلعہ احمد نگر کے مقابل ہی چار دیواری دگچ و سنگ سے بنائی اور اس کا نام لنگر دروازہ انعام رکھا اور چند دیہات اس کے خرچ کے لئے وقف کئے ہر روز وقت چاشت پختہ آش موٹھوں کو ملتی تھی۔ شاہ طاہر نے اطراف و اکناف سے محبان اہل بیت بہت جمع کئے اور زرخطیر کربلا کو بھجوایا۔

جب احمد نگر میں شیعہ مذہب کے جمال نے اور تبرائیوں نے خلفاء راشدین پر لعن طعن کی زبان دراز کی تو سلطان محمود گجراتی ویران مبارک شاہ فاروقی و ابراہیم عادل شاہ و عماد الملک نے ذہنی خیال سے آپس میں یہ قرار دیا کہ لشکر کشی کرکے مملکت احمد نگر کو آپس میں تقسیم کریں جب برہان نظام شاہ کو اس جماعت کی لشکر کشی کی خبر ہوئی تو اوس نے ہمایوں بادشاہ پاس اپنے ایلچی رستی خاں کے ہاتھ عرضداشت بھیجی کہ حضور گجرات پر لشکر کشی فرمائیں بندہ خدمت کے لئے حاضر ہے۔ لیکن شیر شاہ کا جھگڑا کھڑا ہو گیا اس لئے اس درخواست کا اثر کچھ نہ ہوا۔ رستی خاں پھر آیا برہان شاہ نے سلطان گجرات اور شاہ برہان پور کو تواضعات رسمی اور ارسال تحائف سے راضی کرلیا اور ابراہیم عادل شاہ نے جس قدر پردیسی ملازم برطرف کئے تھے ان کو نوکر رکھ لیا اور ان کو اقطاع خوب دئے اور ان کے استظہار پر بیجاپور پر لشکر کشی کی تیغ دسنان کی تحریک کے بعد برہان شاہ غالب آیا۔ عادل شاہی سوفیل اور چند توپخانوں پر متصرف ہوا اور احمد نگر چلا آیا اس فتح سے اس کی بڑی شہرت ہوگئی چار سال میں ان دونو بادشاہوں میں تین لڑائیاں واقع ہوئیں اور ہر دفعہ برہان شاہ غالب رہا۔

جب ۹۳۹ھ میں بیجاپور میں اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان رنجش ہوئی برہان شاہ اور امیر برید اتفاق کرکے بیجاپور کی طرف چلے۔ برہان شاہ نے اس بات کو خوب مشہور کردیا کہ اسد خاں نے یگانگی مذہب کے سبب سے مجھے طلب کیا ہے تاکہ قلعہ بلگوان مجھے حوالہ کردے یہ بات کچھ لگتی لگاتی تھی اس لئے ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں کی طرف سے وہم زیادہ ہوگیا اور وہ بیجاپور سے باہر نہ نکلا برہان شاہ نے شولاپور کے حوالی میں زین خاں کے ساتھ پانچ پٹھان (پرگنے) پر قابض ہوا اور خواجہ جہاں دکنی کو وہ دئے۔ اور آگے بڑھا اور بلگواں کی جانب متوجہ ہوا اور ولایت مرہٹہ و کلہ دبان و پاس کو لوٹا اور چلا آیا اور آبادی کا نشان مٹایا۔ اسد خاں نے تہمت کی شہرت کے

سب سے برہان شاہ سے موافقت کی اور چھ ہزار سوار لے کر برہان شاہ سے مل گیا۔ اور عادل شاہ پاس نہ گیا برہان شاہ کی تدبیر چل گئی وہ بیجاپور گیا۔ عادل شاہ میں تاب مقاومت نہ تھی وہ آب بیدہ (بیدا) سے مجبور کر کے گلبرگہ چلا گیا۔ برہان شاہ نے بیجاپور کا محاصرہ چند روز کیا مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا تو وہ حسن آباد گلبرگہ میں چلا گیا تھوڑے عرصہ میں عماد شاہ حاکم برار اس کی کمک کو آ گیا جب برار کی سپاہ برہان نظام شاہ کے لشکر کے قریب آئی تو چند روز میں اسد خاں کو موقع ملا کہ وہ برہان شاہ کو چھوڑ کر عماد شاہ سے جا ملا جس وقت اسد خاں برار کی سپاہ سے ملا اسی وقت برہان نظام شاہ مع امیر برید احمد نگر کو بھاگا۔ برار اور بیجاپور کے سپاہیوں نے احمد نگر تک اس کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے میں مقابلہ و مقاتلہ کا مقدور نہ دیکھ کر دولت آباد ی حصن حصین میں پناہ لی یہاں امیر برید شاہ کی اجل آ گئی تو برہان نظام شاہ نے صلح کر لی اور شولاپور کے سوا سب پانی برگنے جو اس یورش میں لئے تھے ابراہیم عادل شاہ کو دیدئے۔

۹۶۷ھ میں جمشید قطب شاہ کے پاس شاہ طاہر کو تخت نشینی کی تہنیت کے لئے گولکنڈہ بھیجا تو جمشید نے اس کی بڑی خاطر و تعظیم کی برہان شاہ نے انتقام کے سبب سے نقض عہد کیا اور رام راج والی وجیانگر اور قطب شاہ کو ممالک عادل شاہیوں کی تسخیر کی تحریص کی اور خود شولاپور کو مراجعت کی۔ عادل شاہ نے جب دیکھا کہ چاروں طرف سے اس کے ملک پر طوفان آنیوالا ہے تو اس نے سابقہ پانی برگنے نظام شاہ کو دیدئے اور رام راج کو بھی سب طرح راضی کر کے اکٹھا ہو آیا ۹۶۸ھ میں برہان نظام شاہ رام راج کے استظہار سے گلبرگہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور ابراہیم عادل شاہ اس کے مقابلہ کے لئے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ قصبہ ہورچیال کے نزدیک اس کو معلوم ہوا کہ بیماندی کے مشرقی کنارہ پر ایک مستحکم مقام میں برہان نظام شاہ مقیم ہے ندی سے پار جانا ناممکن ہے وہ مقابل کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ بارش کے سبب سے تین مہینے تک دونوں لشکر آمنے سامنے بے حرکت پڑے رہے ندی انکے درمیان حائل تھی آخر کو ابراہیم عادل شاہ انتظار دیکھتے دیکھتے تھک گیا وہ ندی سے کسی ڈھب سے پار گیا اور نظام شاہیوں پر حملہ کیا

اور ان کو شکست دی وہ توپخانہ علم و فیل و توپخانہ چھوڑ کر احمد نگر کو بھاگے۔ ۱۰ ہاتھی سو گھوڑے اور ایک سو ستر توپیں ابراہیم عادل شاہ کو ہاتھ آئیں اس نے دشمنوں کو اپنے ہاتھ سے مارا اور اس فتح کو اسد خاں کے سبب سے جانتا تھا اس لئے اس نے اسکی جاگیر بڑھا دی اور منصب زیادہ کیا اب برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی بریدہ کے پاس بیجا اور اپنی موافقت پر دلالت کی۔ علی بریدہ نے موافقت سے انکار کیا۔ اس سبب سے برہان نظام شاہ نے علی بریدہ کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ کیا اول قلعہ اسیر کا محاصرہ کیا۔ علی بریدہ نے اس شہر پر قلعہ کیلانی ابراہیم عادل شاہ کی نذر کیا کہ وہ اسکی امداد کرے عادل شاہ آنکر علی بریدہ سے ملا اور ان دونوں برہان نظام شاہ سے ایک کوس پر قرار ہوئی ان دونوں کو شکست ہوئی برہان نظام شاہ نے قلعہ اسیر کو امان دے کر لیا اور قلعہ اوسہ کو جا کر محاصرہ کیا اس کو تسخیر کر کے قلعہ قندھار کو محاصرہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ اور علی بریدہ برہان نظام شاہ سے لڑے اس دفعہ بھی دونوں کو شکست ہوئی ان کے بہت سے ہاتھی اور گھوڑے احمد نگریوں کے ہاتھ آئے۔

۹۷۰ھ میں قلعہ قندھار کو فتح کر کے برہان نظام شاہ احمد نگر میں آیا تو ابراہیم عادل شاہ کے معتبروں نے اس سے درخواست کی کہ بادشاہ کی قراری اور یہ خونریزی سپاہی جان مذاب میں آتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ عبداللہ بن اسمٰعیل عادل شاہ کو بوبندر گوا میں پرتگیزوں کے پاس ہے بادشاہ بنائیں۔ اور یہ کام حضرت کی توجہ بغیر میسر نہیں ہوگا۔ برہان شاہ جمشید قطب شاہ کو سمجھا چکا تھا کہ عادل شاہ کی ولایت پر متوجہ ہو اتفاق اس زمانہ میں اسد خاں بھوان کی بیمار ہوا۔ برہان شاہ نے اصل مقصود کو تعویق میں ڈالا اس فکر میں ہوا کہ اس قلعہ پر کسی حیلہ سے متصرف ہو۔

جتنے اس کا حال پہلے لکھا ہے کہ اسد خاں مر گیا اور ابراہیم عادل شاہ قلعہ پر قابض ہوا جب یہ قلعہ برہان شاہ کو ہاتھ نہ آیا تو وہ احمد نگر میں آیا۔ ۹۷۱ھ میں شاہ طاہر کا انتقال ہوا اس کی جگہ قاسم بیگ حکیم اور بھوپال رائے کو صاحب دفتر اور محل اعتماد بنایا اور عماد شاہ سے ایسی باتیں بنائیں کہ عادل کی امداد سے اس کی رائے منحرف ہو گئی اور چیرہ دستی اور جہانگیری

دکن کے اتفاق سے قلعہ کلیان کی تسخیر کے لئے لشکر آراہوا اور اس حصار کا جاکر محاصرہ کیا
ابراہیم عادل شاہ نے امرائے برگی (مرہٹہ) کو آگے بھیجا اور پیچھے خود روانہ ہوا امرا برگی
نے راہوں کو ایسا روک لیا کہ غلہ و آذوقہ کا دشمن کے لشکر میں پہنچنا دشوار ہوا اور وہ گاہ و
بیگاہ بطریق دزدی یا بطریق شب خون برہان شاہ کے لشکر پر جا گرتے اور آدمیوں کو سونے
نہ دیتے۔ برہان نظام شاہ نے حکم دیا کہ لشکر کے گرد ایک حصار تین گز بلند اور بعض
جگہ چار گز بلند بنایا جائے۔ یوں قلعہ کلیانی ایک اور قلعہ کے اندر آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ
بھی قلعہ کلیانی کے پاس پہنچا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پہلو میں اترا اور اپنے لشکر کے
گرد دیوار کھینچی۔ جب ماہ رمضان آیا اور غلہ اور کل مایحتاج کی رسد میں کمی واقع ہوئی تو
لشکر احمد نگر میں ایک عجب قحط نمودار ہوا۔ روزوں میں دو دو تین تین فاقے آدمیوں پر
ہونے لگے۔ برہان شاہ نے دلگیر ہو کر ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ بعض نے صلاح دولت
مراجعت میں بتائی بعض نے کہا کہ دیوار سے نکل کر دشمن سے لڑنا چاہئے اگر فتح ہوئی تو
پھر محاصرہ آنکر کرنا چاہئے اگر شکست ہوئی تو اپنے ملک کی راہ لینی چاہئے برہان شاہ نے کہا
کہ گھوڑوں کا پتلا حال ہو رہا ہے وہ کام نہیں کر سکیں گے بہتر یہی ہے کہ لڑائی کو چھوڑ کر اتر
جائیں مگر بھوپال رائے سے جب برہان شاہ نے مشورہ لیا تو اس نے کہا کہ کل عید ہے آپ
خزانچی کو حکم فرمائیں کہ جو کچھ میں طلب کروں وہ مجھے بے عذر دیدے۔ نظام شاہ نے یہ حکم
دے دیا وہ رات کو ایک لاکھ ہون خزانہ سے لے کر امیر کبیر عین الملک کی منزل میں
گیا اور کہا کہ کل حال کو آپ دیکھ رہے ہیں بے جنگ ترک محاصرہ کرنا اور اپنے ملک کو جانا
ہزارہا فساد اور خرابیاں پیدا کریگا اور ایسے پریشان لشکر کو اور بد حال پادشاہ کو
جنگ صف میں لیجانا بہت دشوار نظر آتا ہے اس باب میں آپ کی کیا صلاح ہے؟
سیف الدین عین الملک نے کہا کہ ہم تو صاحب شمشیر ہیں جو آپ کی رائے ہو اس پر عمل
کرنے کو موجود ہیں بھوپال رائے نے کہا کہ میں اس میں صلاح دیکھتا ہوں کہ عید کی
صبح کو لشکر آراستہ کر کے غنیم کے دائرہ پر جمیں عید کے سبب سے سب لوگ غافل ہونگے جو کر کے

فتح حاصل کریں۔ عین الملک نے قبول کیا اور بھوپال رائے نے مبلغ مذکور کو اسکو دے کر عید کے
فرح کے بہانہ سے لشکر کو دیدیجئے۔ یہی ہوا کہ لشکر اپنے دیوار و در کو توڑ کر باہر گیا۔ اور
دشمن کے لشکر کے قریب پہنچکر اوس کی دیوار کو ۴۰ گز ہاتھیوں سے ڈھایا اور ایک دفعہ قتل
کی کوشش میں کوشش کی۔ عادل شاہی آدمی کمال غفلت میں پڑے تھے۔ سب چھوٹے
بڑے بھاگ گئے۔ عادل شاہ عید کا غسل کر رہا تھا کپڑے پہننے کی بھی فرصت نہ ملی کہ بھاگ
گیا۔ اس کے چتر و علم اور بہت اسپ و فیل و توپ خانہ نظام شاہیوں کے ہاتھ آیا اور پہلی
شکست کی تلافی ہوئی۔ اسی روز قلعہ کلیان بھی آسانی سے فتح ہو گیا۔ اس شکست کے بعد
عادل شاہ اپنے ملک کے بچانے کے لئے دشمن کے ملک میں آیا۔ بیر اور پرگنوں کو خراب کیا۔ اور
بے خرابیوں کے قلعہ پرندہ کو لے لیا اور خواجہ جہاں کے آدمیوں کو قتل کیا اور قلعہ پر متصرف
ہوا ایک دکنی کو یہ قلعہ سپرد کر کے بیجاپور کو مراجعت کی۔ جب نظام شاہ کو اس کی خبر ہوئی
تو قلعہ کلیان اپنے کسی معتمد کو حوالہ کر کے پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ دو منزل پر
پہنچا تو یہاں کے تھانہ دار کو مچھر کی آواز یہ معلوم ہوئی کہ نظام شاہ کے نفیر کی
آواز ہے تو قلعہ چھوڑ کر وہ بھاگا اور آدمی بھی بھاگ گئے۔ نظام شاہ نے دو روز بعد قلعہ
لے لیا اس نے خواجہ جہاں دکنی کو حوالہ کیا (پرندہ و پرینڈہ سے ایک ہی قلعہ سمجھنا چاہئے)
۹۳۵ھ میں برہان نظام شاہ کی سپاہ نے ولایت بیجاپور کے بڑے حصہ میں گشت کیا اور
کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا اور قلعہ رائے چور کے حوالی میں رام راج اور برہان نظام شاہ
کی ملاقات ہوئی اور یہ آپس میں قرار پایا کہ دونو اپنی سلطنت کو بیجاپور کے ملک کو فتح
کر کے بڑھائیں۔ رام راج دریا کرشنا کے جنوب میں رائچور اور مدگل اور اون کے
مضافات کو فتح کرے اور برہان نظام شاہ شولاپور اور گلبرگہ کو تسخیر کرے۔

شولاپور کا محاصرہ کیا گیا اور تین مہینے کے بعد جبر و قہر سے فتح ہوا۔ برہان نظام شاہ
گلبرگہ کو کوچ کرنے کو تھا کہ اس نے سنا کہ رام راج نے رائے چور اور مدگل کو فتح کر لیا۔ اور
ادھر گلبرگہ چلا گیا تو برہان نظام شاہ بھی احمد نگر میں چلا آیا۔

۱۵۹۰ء میں برہان نظام شاہ نے رام راج سے دوستی پیدا کی اور بیجاپور کی طرف چلا ابراہیم عادل شاہ میں اس سے مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی اس لئے وہ پنالہ میں چلا گیا۔ برہان شاہ نے بیجاپور کا محاصرہ کیا اور قریب تھا کہ اس کو فتح کر لیتا۔ مریض ہوا اور احمد نگر میں آیا اور مر گیا۔ زندہ اولاد یہ چھوڑ گیا۔ حسین و عبد القادر۔ جن کی ماں ایرانی تھی۔ شاہ علی جس کی والدہ بی بی مریم دختر یوسف عادل شاہ تھی اور شاہ حیدر جو نواسی دکنی کا داماد تھا۔ میراں محمد باقر بیجاپور میں اور شہزادہ سلطان محمد خدا بندہ بنگالہ میں فوت ہوا۔ مدت سلطنت قریب ۴۸ سال۔

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ بحری

حسین نظام شاہ اپنے باپ کا جانشین تیس سال کی عمر میں ہوا اس کا سگا بھائی عبد القادر اور بھائیوں کو لے کر دار السلطنت سے چلا گیا اور دولت خانہ کے آدمیوں کے دو فریق ہو گئے ایک فریق میں غریبان (پردیسی) اور حبشی نظام شاہ کے طرفدار تھے دوسرے فریق میں دکنی ہندو مسلمان عبد القادر کے جانب دار ہوئے مگر آخر کو عبد القادر کا فریق ٹوٹ کر حسین نظام شاہ سے مل گیا اور عبد القادر بھاگ کر عماد الملک والی برار کی پناہ میں چلا گیا شاہ علی اور میراں محمد باقر اپنے ماموں ابراہیم عادل پاس بیجاپور چلے گئے اور شاہ حیدر پرندہ میں اپنے خسر خواجہ جہاں دکنی کے پاس چلا گیا خسرو چاہتا تھا کہ عادل شاہ کے انتظار سے داماد کو احمد نگر کا بادشاہ بنائے اس نے نہ پادشاہ کی تعزیت کی نہ مبارکباد اس لئے حسین نظام شاہ نے غصہ میں آن کر اوس کو عتاب آمیز خط لکھا تو وہ حیران تھا اس میں نہ انکار مخالفت کا حوصلہ تھا نہ ملازمت میں اپنی سلامت جانتا تھا جواب ناصواب لکھا تو حسین نظام شاہ نے جا کر قلعہ پرندہ کو محصور کیا اہل حصار شام تک لڑے مگر آخر کو نظام شاہ نے اسے فتح کر لیا اور وہ قلعوں کے رخنوں کو بند کر کے احمد نگر چلا گیا اس واقعہ سے ابراہیم عادل شاہ نے شاہ حیدر اور خواجہ جہاں کی اعانت کا بیڑا اٹھایا اور حسین نظام شاہ سے لڑنے قلعہ شولاپور کو گیا جس کو برہان نظام شاہ نے

تعمیر کیا تھا اس اثنا میں حسین نظام شاہ نے عماد شاہ والی برار سے اتحاد پیدا کیا اس نے سات ہزار سوار اس کی امداد کو بھیجے وہ اس لشکر کو لیکر شولاپور کو ابراہیم عادل شاہ کے محاصرہ کے اٹھانے کے لئے چلا دونوں لشکر خوب لڑے۔ سیف الدین عین الملک نے نظام شاہی کی نوکری چھوڑ کر عادل شاہیوں کا نوکر ہو گیا تھا اس نے عماد الملک اور بعض امرائے نظام شاہی کے لشکر کو پراگندہ کر دیا اور فوج خاصہ نظام شاہیہ پر حملہ کر کے اسکے میسرہ کو تنزل کر دیا اور اس کے چتر و علم کی طرف متوجہ ہوا۔ بہادران نظام شاہی اسکی مدافعت پر متوجہ ہوئے۔ چار سو نامی سواروں کو قتل کیا۔ عین الملک کا قاعدہ تھا کہ جب اس کا کام تنگ ہوتا تو وہ خود پیادہ ہو کر لشکریوں کو جنگ پر تحریص و ترغیب دیتا اس لڑائی میں بھی وہ گھوڑے سے اتر کر مقابلہ کے لئے اپنی سپاہ کو ترغیب دیتا تھا کہ کوتاہ بین آدمیوں نے ابراہیم عادل شاہ سے کہا کہ سیف عین الملک کرد حیدر کی راہ سے بیجاپور میں آیا تھا۔ اب اس نے گھوڑے سے اتر کر نظام شاہ کو سلام کیا تھا۔ عادل شاہ نے اس بات کو یقین کر لیا۔ سپاہ کو میدان لڑائی میں چھوڑا اور خود بیجاپور چلا گیا۔ باقی حال وقائع عادل شاہیہ میں لکھا ہے کہ کس طرح اس کا گلا گھوٹ کر مارا ہے۔ قبول خاں عین الملک کی عورات کو لیکر ابراہیم قطب شاہ پاس گولکنڈہ میں گیا اس کے ساتھ پانسو سوار تھے اس نے کئی جگہ اولاد نظام شاہی کو لڑکر شکست دی۔

جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہوا تو حسین نظام شاہ اور قطب شاہ نے گلبرگہ میں ملاقات کی اور یہ قرار دیا کہ اول متفق ہو کر گلبرگہ کو مسخر کریں اور پھر اتیگیر کو انہوں نے گلبرگہ کا محاصرہ کیا اور توپوں کی مار سے قلعہ کے برج و بارہ کو ہلا دیا۔ مصطفےٰ خاں اردستانی نے جو قطب شاہ کا جملۃ الملک تھا اپنے شاہ سے کہا کہ حسین نظام شاہ قہار اور بے اعتدال و عہد شکن ہے اگر قلعہ گلبرگہ کو فتح کرے گا تو ہم کو قلعہ اتیگیر کے فتح کرنے سے منع کریگا۔ بہتر ہے کہ اس کی تقویت میں کوشش نہ کرو اور ایسا نہ کرو

کو عادل شاہ پر اس کو فتح حاصل ہوا ابراہیم قطب شاہ نے مصطفےٰ خاں کے لئے یہ حل کیا اور رات کو اپنے خیمہ و خرگاہ آگ میں کر اپنی مملکت کی راہ لی اس سے حسین نظام شاہ کو لڑائی میں ایسی وقت پڑی کہ اس نے احمد نگر میں مراجعت کی۔ ملا عنایت اللہ نظام شاہ اور قطب شاہ کے درمیان اتحاد اور انقطاع کا واسطہ تھا وہ حسین نظام شاہ کی بیماری اور فراری کے سبب سے گلکنڈہ میں بھاگ آیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے جانشین علی عادل شاہ نے رام راج اور ابراہیم قطب شاہ سے دوستی پیدا کی۔ اور حسین نظام شاہ نے عماد الملک والی برار سے از سر نو اتحاد پیدا کیا۔ یہ دونو ۹۶۵ھ میں گوداوری کے کنارہ پر سنیت میں ملے۔ عماد الملک کی بیٹی کا نکاح حسین نظام شاہ سے ہوا۔

اسی سال میں حسین نظام شاہ نے محمد استاد نیشاپوری اور علی ردمی خاں کو قلعہ ریوڈنڈا (ریکنڈہ) کی فتح کے لئے بھیجا۔ یہ قلعہ پرتگیزوں نے سمندر کے کنارہ پر بنایا تھا اور یہاں سے وہ اپنی حد سے قدم باہر رکھ کر مسلمانوں کو ستاتے تھے پرتگیزوں نے اپنے کئے پر پشیمانی ظاہر کی اور آیندہ کے لئے عہد و پیمان کئے کہ مسلمانوں کی مزاحمت نہیں کریں گے۔ حسین نظام شاہ نے اس سال کے آخر میں تین چار مہینے کے اندر قلعہ گالنہ خاندیس میں اور کئی قلعے اور فتح کئے اور اپنے آدمیوں کے حوالہ کئے۔

اس اثنا میں بیجانگر اور گول کنڈہ اور بیجاپور کے والیان نے مل کر نظام شاہ کے ملک پر تاخت کی اور قلعے کھیانی اور شولاپور طلب کئے۔ شاہ حسن و قاسم بیگ نے حسین نظام شاہ کو صلاح دی کہ ہم میں ان تین پادشاہوں سے لڑنے کی تاب و تواں نہیں ہے اس لئے عادل شاہ کو قلعہ کلیانی کو دے کر صلح کرلیں۔ حسین نظام شاہ نے کہا کہ جس قلعہ کو میرے باپ نے ضرب و شمشیر مردانگی سے لیا ہو مجھے اس کو دشمن کو دیتے ہوئے ننگ و عار معلوم ہوتا ہے۔ شاہ حسن نے کہا کہ ہر وقت کا ایک تقاضا ہوتا ہے وہ وقت لینے کا مقتضی تھا یہ وقت دینے کا مقتضی ہے

قصہ ریوڈنڈا پر پرتگیزی

علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی جنگ

بادشاہوں کو اور اہل دنیا کو اس قسم کے امور بہت پیش آتے ہیں حسین نظام شاہ اس مقدمہ سے آشنا نہ ہوا۔ یہاں تک لڑا کہ ان تین پادشاہوں کی سپاہ ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادے احمد نگر کے گرد جمع ہوگئے۔ نظام شاہ نے قلعہ احمد نگر جو مٹی کا بنا ہوا تھا اور خندق اس کے گرد نہ تھی آذوقہ اور آلات آتشبازی اس کے گرد بھر دیا مردم جنگی کو ہوا کر کے خود خزانہ و اہل و عیال لیکر پٹن کی جانب روانہ ہوا تاکہ دریا عماد الملک اور میراں مبارک شاہ فاروقی اور علی برید کو اپنے ساتھ متفق کر کے دشمنوں سے معاف کرے۔ اتفاقاً خان جہاں برار اور امیر برید نے کہ عماد الملک پاس جا کر مدار علیہ ہوگیا تھا عادل شاہ کی تحریک سے عماد الملک کو نظام شاہ کی مدد کرنے سے منع کیا اور خود پانچ ہزار سوار اور پیادے لے کر ولایت نظام شاہ کی تخریب کے درپے ہوا حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشاپوری کو تین ہزار سواروں کے ساتھ اس سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ حملہ اول میں خان جہاں نے ایسی شکست پائی کہ عماد الملک کو منہ دکھانے کو جگہ نہ رہی عادل شاہ کی خدمت میں وہ گیا اب سب شاہوں نے احمد نگر کا محاصرہ کیا ابراہیم قطب شاہ اپنی عاقبت اندیشی سے یہ نہیں چاہتا تھا کہ علی عادل شاہ اس قلعہ کو لیکر نظام شاہ پر فائق ہوجائے۔ اس نے اپنے مورچوں سے قلعہ کے آدمیوں کے لئے آنے جانے کی راہ کھول رکھی تھی اور اہل قلعہ پاس سارے احتیاج پہنچنے دیتا تھا۔ اور ملا عنایت اللہ کہ اس وقت قطب شاہ کا ملازم تھا اور اس قسم کے امور میں بڑا دخل رکھتا تھا وہ اہل قلعہ سے دوستی رکھتا تھا اور اپنے اخلاص اور دولت خواہی کی وجہ سے حسین نظام شاہ پاس بھیجتا تھا اس قسم کی باتیں مخفی نہیں رہ سکتیں رام راج اور عادل شاہ مطلع ہوئے اور انہوں نے قطب شاہ سے پرخاش شروع کی وہ بہت جلد گلکنڈہ میں اور ملا عنایت اللہ قلعہ احمد نگر میں چلا گیا اور یہاں سے پٹن میں حسین شاہ کی ملازمت میں گیا خان جہاں کی شکست کے بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا بنا کر خوب جمعیت کے ساتھ نظام شاہ کی کمک پر بھیجا تھا وہ عادل شاہ کی سرحد پر پہنچا اور اوس نے غلہ اور آذوقہ کی رسد کو بند کر دیا رام راج اور عادل شاہ کے لشکروں میں غلے کا قحط پڑا۔ دونو

مجبور ہو کے قصبہ اشٹی میں آئے اور یہاں یہ ٹھیری کہ ایک دستہ سپاہ پرنڈہ کو اور دوسرا اوسہ کو جائے اور وہاں سے آذوقہ کا سامان کر کے احمد نگر کا محاصرہ کرے۔

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ اور ملا عنایت اللہ کو رام راج پاس صلح کے لیے ان تین شرطوں پر صلح منظور ہوئی۔

اول حسین نظام شاہ علی عادل شاہ کو قلعہ کلیانی دے۔

دوم جہانگیر خاں کو جس سے ہمارے لشکر کو بڑی مضرت پہنچی ہے اور ہمارا دشمن ہے مار ڈالے۔

سوم حسین نظام شاہ رام راج پاس ملنے آئے اور اس کے ہاتھ سے پان لے (جس پان کا دینا ایسی جگہ سے دیا جاتا ہے تو دینے والا بڑا سمجھا جاتا ہے اور جب وہ سونے چاندی کے تھال میں دیا جاتا ہے تو مسادات مراد ہوتی ہے) حسین شاہ نے اپنے حفظ دولت کے لئے ان شرائط کو منظور کیا اور اس نے یہ بیمروتی کی کہ مصلحت ملک کے لئے اپنے جاتی دوست کو قتل کیا عماد الملک کو اپنے ملک کو وداع کیا۔ حسین نظام شاہ اور خود رام راج کے لشکر میں آیا۔ رام راج نے اس کی کچھ تواضع نہ کی اور بیٹھے بیٹھے نظام شاہ سے دست بوسی کی حسین نظام شاہ اس کے غرور سے نہایت پر آشفتہ ہوا اور اوس کی ایذا کے لئے اپنا طشت و آفتابہ منگا کر اپنے ہاتھ دھوئے۔ رام راج نے یہ دیکھ کر پیچ تاب کھائے اور کنڑی زبان میں کہا کہ اگر یہ مہمان نہ ہوتا تو اس کی سر انگشتیوں کو کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکاتا رام راج نے بھی اپنا طشت آفتابہ منگا کے ہاتھ دھوئے۔ حسین نظام شاہ نے قلعہ کلیان رام راج کی پیش کش میں دیا اس نے کنجیاں علی عادل شاہ پاس بھجوا دیں حسین نظام شاہ نے احمد نگر میں جا کر قلعہ کو اینٹ اور مٹی کا بنا ہوا تھا توڑا اور اس کا دائرہ بڑا بنا کر گچ و سنگ سے بنوایا اور ایک خندق وسیع و عمیق اسکے گرد کھدوائی۔

۹۰۱ھ میں اپنی بیٹی خدیجہ کا نکاح جمال الدین حسین بن شاہ حسن سے کیا۔ دریا عماد الملک مر گیا۔ اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک چھوٹی عمر میں باپ کا قائم مقام ہوا۔

۹۱۰ھ میں حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کلیانی کے ہمسایہ میں مرے یہاں لی [illegible]

بت حسین نظام شاہ کا نکاح ابراہیم قطب شاہ سے ہوا اور دونوں بادشاہ قلعہ کلیانی کے محاصرہ میں مصروف ہوئے پہلی طرح عادل شاہ اور رام راج بڑا لشکر لیکر اس طرف ہوئے اور برہان عماد الملک کو حسین نظام سے بہ سبب جہانگیر خان کے مارنے کے بخنی ہو گئی تھی وہ علی بریدہ سے اتفاق کر کے عادل شاہ سے ملا حسین نظام شاہ نے محاصرہ چھوڑ کر قلعہ اوسہ میں اپنے بیٹے اور داماد کو بھیجا اور سات سو ارابہ توپ و ضرب زن اور پانچ سو ہاتھی لے کر قطب شاہ کے ساتھ دشمن سے چھ کوس پر آیا۔ دوسرے روز رام راج کی طرف متوجہ ہوا اور قطب شاہ عادل شاہ اور برید شاہ سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ برسات کا موسم نہ تھا مگر ایسا ابر آیا اور ایسا برسا کہ صحرا و دشت میں پانی پانی ہو گیا اور ندی اور نالے چڑھ گئے۔ آدمی اور ہاتھی اور گھوڑے اور گائیں ایسے حیران ہوئے کہ لشکریوں نے ہتیار پھینک دیے اور کیچڑ میں پھنسکر رہ گئے۔ دوسرے روز صبح کو برگی کے گھوڑوں نے قطب شاہ کو بھگا دیا اور مرتضیٰ نظام بھی سات سو توپوں میں سے جو میدان جنگ میں لایا تھا چالیس توپیں لے کر بھاگا اس شکست سے احمد نگر کی سلطنت کی بڑی شان معلوم ہوتی ہے اس لئے چھ سو ساٹھ توپیں ایک جنگ میں چھنوائیں ان میں ایک برنجی توپ تھی جو اب بیجانگر میں ہے۔ ایسی بڑی برنجی توپ دنیا میں کہیں نہیں ہے اس کا وزن ایک ہزار ایک سو بیس من ہے اور محیط قطر چار فٹ آٹھ انچ ہے اور پندرہ فٹ عمیق ہے اور اس کے سوراخ کا قطر دو فٹ چار انچ ہے۔ اس کو رومی خاں نے برہان شاہ کے عہد میں ڈھالا تھا۔ اس کا سانچا رومی خان کے مقبرہ میں پڑا ہوا ہے۔ تیسرے روز وہ توپیں بھی جو چند باقی رہی تھیں چھوڑ کر احمد نگر کو بھاگا اگرچہ اس کے ساتھ ایک ہزار سوار سے زیادہ نہ تھے۔ مگر وہ چتر و علم مرتفع کئے ہوئے کمال تجمل و وقار سے جاتا تھا اس کے چاروں طرف پانچ چھ ہزار سوار حملہ آور جاتے تھے مگر ان کا یہ حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ اس پر حملہ کریں اور اس شیر منیہ شاہی پر نظر ڈالیں وہ نمائ

کا عقید ہو گیا تھا کہ وقت پر نماز پڑھا تا ظہر کی نماز کا وقت آیا تو اُس نے ارادہ کیا کہ اُتر کر نماز پڑھوں تو ارکان دولت نے کہا کہ اس وقت گھوڑے سے اُتر کر نماز پڑھنی شرعاً درست نہیں۔ ایما و اشارے سے ہی نماز پڑھ لو۔ اُس نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں اس وضع سے نماز ادا کروں اُس نے اُتر کر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی دشمنوں کی سپاہ کی اصناف و مضاعف نہیں دور کھڑی دیکھتی تھیں آگے نہ آئی تھیں۔ حسین نظام شاہ نماز سے فارغ ہوا اور اپنی کمر کو چست بندھے ہوئے دیکھا شیعہ مذہب میں ایسے لباس سے نماز درست نہیں تو کمر کھول کر پھر نماز دوبارہ پڑھی اور پھر کمر کس کر سوار ہوا اہل تعاقب نے کہا جب ہم نے اس وقت میں کچھ کام نہیں کیا تو اور وقت کیا کام کریں گے پس سب نے ایک آدمی پاس بھیجکر کہا کہ شجاعت تجھے مسلم ہے ہم تعاقب سے باز رہے کہ ذات اشرف کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ حسین نظام شاہ اوسہ میں پہنچا اور مرتضیٰ شہزادہ کو ساتھ لے کر احمد نگر میں آیا اور قطب شاہ کو وداع کیا جب احمد نگر میں آیا تو اُس نے سنا کہ عادل شاہ و رام راج و برہان عماد الملک و علی برید کوچ پر کوچ کرتے ہوئے اس طرف آتے ہیں تو اس نے قلعہ کو ذخیرہ و مردجنگی و آلات آتشباری سے مضبوط کیا اور خود جنیر چلا گیا۔ جب دشمن احمد نگر میں آئے۔ بیجانگر کے ہندوؤں نے مساجد اور منازل کو ویران کیا جن مسجدوں کی چھتیں لکڑیوں کی تھیں ان کو ویران کیا مسلمانوں کو آزار پہنچایا اور عورتوں اور بچوں کی بے ناموسی کی۔ عادل شاہ ان باتوں کے سننے سے غمزدہ ہوا مگر منع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے رام راج سے کہا کہ اس قلعہ کا محاصرہ اول ہی زیادہ سخت ہو گیا ہے بہتر ہے کہ یہاں سے کوچ کر کے نظام شاہ کے پیچھے چلیں رام راج اس پر راضی ہوا علی برید و برہان عماد الملک کو معاودت کی اجازت دی۔ عادل شاہ اور رام راج جنیر کی طرف گئے۔ حسین نظام شاہ جب اُن کی توجہ سے واقف ہوا تو بارہ امیروں کو جیسے کہ رستم خاں حبشی اور سنبھاجی وغیرہ تھے اُن کو حکم دیا کہ مخالف کے لشکر کے آگے پیچھے غارت گری کریں اور غلہ و رسد اور اسباب معیشت کو دشمنوں پاس کہیں

طرح نہ پہنچنے دیں اور خود جنیر سے ایک ندی کے پل کی طرف کہ کوہستان میں واقع تھی روانہ ہوا۔ رستم خان قصبہ کالوکے نواح میں مخالفوں کے پاس پہنچکر غلہ و آذوقہ کے وصول کا مانع ہوا اس اثنا میں کہ علی عادل شاہ شکار میں مشغول تھا اور اس کی فوج اُس کے خالو کے ہمراہ جاتی تھی رستم خان نے برخلاف قرارداد کے افواج عادل شاہی پر کہ اصناف مضاعف تھی حملہ کیا اور علی عادل شاہ کے خالو کو قتل کیا اور خود بھی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ کشتہ ہوا جو زندہ رہے وہ پریشان حال بھاگ گئے۔ لیکن رستم خاں کی جرأت دیکھ کر بیجاپوریوں اور بیجانگریوں کے بھی ہوش اُڑے برسات کا موسم نزدیک آگیا تھا رام راج اور عادل شاہ پھر احمد نگر گئے۔ رام راج ندی سین کے کنارہ اور اُس کے اطراف میں اُترا تھا۔ اور علی عادل شاہ اُس سے دور خیمہ زن ہوا۔ دونوں اس میں متردد تھے کہ اپنے ملکوں کو جائیں یا احمد نگر کا محاصرہ کریں اس اثنا میں احمد نگر کے شمال میں مینہ برسا اور رات کو ایک سیل عظیم آئی جس امیروں کو اور تین سو ہاتھیوں کو جن کے پیروں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں اور بارہ ہزار آدمیوں کو جن کا نام رام راج کے دفتر میں درج تھا بہا کر لے گئی اور بحر فنا میں غرق کیا۔ رام راج اس کو بدشگونی سمجھ کر اپنے ملک کو گیا۔ علی عادل شاہ کے قلعہ ملدرگ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ رام راج سے کہا کہ اس قلعہ کا نام پسند ہو تو رام درگ رکھوں اُس نے منظور کیا۔ رام راج نے برات کا بہانہ بنا کے قصبہ اونکی میں مقام کیا۔ اور عادل شاہ اور قطب شاہ کے چند پرگنوں کو دبا لیا اور بیجانگر چلا گیا۔ عادل شاہ نے قلعہ ملدرگ میر مرتضیٰ خان انجو کے حوالہ کیا اور اپنی جگہ پر چلا گیا۔ میر مرتضیٰ خان قرب و جوار کے سبب سے گاہ بہ گاہ ولایت سولاپور کو تاخت و تاراج کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ اس بات کو عادل شاہ کی تحریک سے سمجھا اُس نے قلعہ شولاپور کو مستحکم کیا اور غلہ کی بارہ ہزار گونین قلعہ کو روانہ کین۔ مرتضیٰ خان کو جب یہ خبر لگی تو اُس نے امراء برگی کو لے کر ایلغار کی اور پرینڈہ اور شولاپور کے درمیان آتش قتال روشن ہوئی امراء نظام شاہی کو شکست ہوئی ایک سو دس ہاتھی چھن گئے اور شاہ تقی اسیر ہوا۔ امراء برگی

اس فتح سے مغرور ہو کر تاراج میں مشغول ہوئے اور غلہ کی گوں کو آگ لگا دی یا لوٹ کر لے گئے۔ مرتضیٰ خاں نے ہاتھی بیجاپور بھیجدیئے۔ اس اثنا میں ایک حبشی غلام بچہ قید یوں میں تھا اور وہ ایک شخص کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اس نے رونا شروع کیا مرتضیٰ خان نے اُس سے پوچھا کہ کیوں روتا ہے اگر تو یہاں رہنا چاہتا ہے تو ہم تیری خاطر کریں گے اور اگر اپنے صاحب پاس جانا چاہتا ہے تو ہم تجھے قید سے آزاد کر سکتے ہیں اُس نے کہا کہ میں اپنے صاحب پاس جانا چاہتا ہوں۔ وہ رہائی پا کر شاہ محمد باقر اور بھاگے ہوئے امیروں پاس گیا اور اُن سے کہا کہ سارے عادل شاہی آدمی لوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ مرتضیٰ خاں تھوڑے آدمیوں کے ساتھ فلاں مقام پر کھڑا ہے اُس کو اپنے ہاتھیوں کی عوض میں پکڑ لو۔ شاہ محمد باقر نے دو تین ہزار آدمی لے جا کر مرتضیٰ خاں کو زندہ دستگیر کر لیا اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر احمد نگر بھیجدیا۔ حسین نظام شاہ دوبارہ غلہ کی بارہ ہزار گونی خود لے کر شولاپور کے قلعہ میں آیا۔ یہ آنا جانا اُس کا دس روز میں ہوا۔ پھر صلح ہو گئی طرفین کی سرحد پر قیدیوں کو لا کر چھوڑ دیا۔ اس طرف سے شاہ تقی اور اُس طرف مرتضیٰ خاں رہا ہوئے۔ پہلا احمد نگر دوسرا بیجاپور گیا۔

بعد ان واقعات کے حسین نظام شاہ نے لڑائی جھگڑوں اور خود رائی کو چھوڑا ملک اور سلطنت کو صائب رایوں کے حوالہ کیا۔ وقائع عادل شاہیہ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ دولت خواہوں کی سعی سے سلاطین ثلاثہ کے درمیان عداوت صداقت سے بدل ہو گئی اور علی عادل سے چاندبی بی بنت حسین نظام شاہ کا عقد نکاح بندھا۔

۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء میں جس طرح سے کہ علی عادل شاہ کی داستان میں بیان ہوا کہ چار سلطان شاہان احمد نگر و بیجاپور و بیدر و گول کنڈہ نے رام راج رائے وجیانگر کے استیصال کے لئے اتفاق کیا۔ دکن میں یہ رائے اناولا غیری کا ڈنکا بجا رہا تھا۔ ان چاروں بادشاہوں کے لشکر نے متفق ہو کر دریائے کرشنا سے عبور کیا اور قصبہ بیکری میں جو

کرشنا سے بارہ میل پر ہے خیمے ڈالے۔ رام راج ستر ہزار سوار اور نوے ہزار نولاکھ پیادے جنگی جن میں اکثر توپچی اور تیر انداز تھے بیجانگر سے ساتھ لے کر چلا۔ مسلمانوں کو اس کے لشکر کی حشمت و شوکت سے وہم پیدا ہوا اور وہ اس پر راضی تھے کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کا ملک جو اُس نے لیا ہے واپس دیدے اور آئندہ عہد کرے کہ پھر مسلمانوں کی مزاحمت نہ کرے گا۔ مگر رام راج انگی ہستی اپنے آگے کیا سمجھتا تھا اُس نے اس طرح صلح کرنے سے انکار کیا۔ اُن نے اپنے بھائی وینکاد یا کو دو لاکھ پیادوں اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ وہ میسور میں علی عادل شاہ سے مقابلہ کرے اور اپنے دوسرے بھائی ملیتم راج کو بیس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کے ساتھ ابراہیم قطب شاہ اور علی بریدکے یمنہ میں لڑنے کو بھیجا اور خود پندرہ ہزار منتخب سواروں کے ساتھ جو اُس کی کمک کو ہمسایہ کے رایوں نے بھیجے تھے اور ایک ہزار ہاتھی اور پانچ لاکھ پیادوں کے ساتھ قلب میں حسین نظام شاہ سے لڑنے کے لئے مقیم ہوا اُس نے اپنے بھائی کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کو زندہ گرفتار کرے کہ اُن کو ساری عمر لوہے کی زنجیروں میں جکڑا رکھوں اور ہزاول میں ویسار کو حکم دیا کہ نظام شاہ کا سر تن سے جدا کر کے لائے۔

سلاطین اسلام نے غزا و جہاد کے قصد پر کمر باندھی اور کثرت اعداسے خوف نہیں کیا۔ عادل شاہ نے یمنہ میں اور قطب شاہ و علی بریدنے میسر میں اور نظام شاہ نے قلب میں قیام کیا اور ہر ایک نے دوازدہ امام کے اعلام مرتفع کئے اور نقارۂ جنگ بجا۔ حسین نظام شاہ نے چھ سو ارابہ توپ تین قطاروں میں اپنے آگے رکھے۔ اول قطار دو سو بڑی توپوں کی دائیں بائیں طرف سب سے آگے تھی اور اس کے پیچھے دوسری قطار دو سو ارابہ ضرب زن جو عبارت درمیانی توپوں سے ہوتی ہے ایستادہ کی اور اس کے پیچھے دو سو ارابہ زنبورک جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی

بے قاعدہ کے موافق کمڑی کی اور حلبی رومی خان کو جو فنون آتشبازی میں بے نظیر تھا اُس کو ان توپوں کا اہتمام سپرد ہوا اُس نے سب کو گولہ و بارود سے لیا کیا۔ اس اثنا میں دو ہزار غریب (پردیسی) نظام شاہی کہ قراول ہوئے تھے افواج رام راج کو آہستہ آہستہ بردش و قاعدہ سپاگری توپخانہ کے زد میں لائے رومی خاں نے کمان توپیں مارنی شروع کیں اور جب وہ خالی ہوگئیں تو ضرب زنوں کی باڑھ ای اور پھر زنبورکیں چھوڑیں جس سے رام راج کے بہت پیادے اور سوار کشتہ ہوئے رام راج کے لشکر نے پھر زور کیا۔ رومی خاں نے پھرتی اور مردانگی سے توپوں اور ضرب زنوں میں بجائے گولوں کے تانبے کے پیسے بھرے اور رام راج کے لشکر پر مارے کہ ایک دفعہ میں پانچ چھ ہزار سوار اور آدمی اور چند فیل اور گھوڑے جل کر بے جان ہوئے اُس وقت نظام شاہ اپنی افواج کے ارابوں کے عقب سے نکلا اور کشور خاں لاری پاس آٹھ سات ہزار سوار عادل شاہی تھے۔ ان دونوں نے متفق ہو کر دشمنوں پر حملہ کیا۔ جس وقت طرفین اس طرح مشغول تھے نظام شاہی ہاتیوں سے ایک ہاتی جس کا نام غلام علی تھا اور رومی خاں کے پاس تھا اُس نے رام راج کے ہاتیوں میں سے ایک پر حملہ کیا اور اس کو بھگایا اور پیچھا کیا اور رام راج کے شامیانوں کی طرف گیا۔ رام راج ہاتیوں کے خوف سے کرسی پر سے اُٹھا وہ بڈھا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو نہیں سکتا تھا وہ سنگاسن پر سوار ہوا ہاتی وہاں ہی پہنچے سنگاسن کے کمانڈل نے جن کو دکنی زبان میں بوئی کہتے ہیں سنگاسن (تخت) کو زمین پٹکا اور بھاگ گئے۔ نظام شاہی فیلبانوں نے مرصع تخت کے لالچ سے ہاتی کو کھڑا کیا اور ہاتی کو اشارہ کیا سونڈ میں تخت کو اُٹھائے تو رام راج کے ایک نوکر نے جو اس پاس کھڑا تھا وہ ڈکر بہت تضرع و زاری کی جس کا سبب فیلبان سمجھ گیا اور اُس نے رام راج کو ہاتی کی سونڈ سے اوپر کھینچ لیا اور رومی خاں پاس لے گیا۔ رومی خاں نے نظام شاہ پاس بھیجوایا نظام شاہ نے اُسے پہچان کر سر تن سے جدا کیا۔

اور نیزہ پر سر کو چڑھا کر ہاتی پر مرتفع کیا اور دشمن کے لشکر کے سامنے بھیجا۔ بجانگر کے لشکر نے یہ سر دیکھا تو اُس نے فرار کیا اور سلاطین اسلام نے اٹھی کندنی تک جو بجانگر سے دس کوس پر ہے تعاقب کیا۔ کہتے ہیں کہ ہندوں کے ایک لاکھ آدمی مارے گئے اور غنیمت بے حساب مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ سلاطین اسلام نے فقط ہاتی اس غنیمت میں سپاہیوں سے لئے باقی مال جو جس کے ہاتھ آیا اُس کے پاس رہنے دیا۔ سلاطین نے اپنے اپنے مقاموں کو مراجعت کی۔ حسین نظام شاہ نے احمد نگر میں گیارہ روز آنے کے بعد افراط شراب اور کثرت مباشرت سے اُس دنیا کو وداع کیا۔ اس کی تاریخ وفات

آفتاب دکن بشد پنہان

حسین نظام شاہ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں چار بیویوں سے تھیں۔ بی بی تو بنزہ بابوں سے دو بیٹے مرتضیٰ و برہان تھے اور دولڑکے چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ سے بی بی خدیجہ منکوحہ جمال الدین حسین انجو اور سریہ کے دو بیٹے شاہ قاسم و شاہ منصور اور دو لڑکیاں آقا بی بی زن میر عبدالوہاب اور بی بی جمال زوجہ ابراہیم قطب شاہ تھیں۔ مدت سلطنت ۱۱ سال۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

ابوالمظفر مرتضیٰ حسین نظام شاہ بادشاہ ہوا اس کی مملکت کا دائرہ فراخ ہوا اور مذہب اثنا عشری کا رواج کمال کو پہنچا۔ سادات اور اہلبیت کے محب پہلے سے زیادہ معزز و مکرم ہوئے۔ برار کو فتح کر کے اس کے دماغ میں خبط ہوا اور سوا برہا تک گوشہ نشین رہا ایک دو خدمتگاروں سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھتا تھا ارکان دولت کو سپرد تھیں جب کوئی عمدہ کام ہوتا تو عریضہ لکھ کر خادم کے ذریعہ سے اندر بھیجتے بادشاہ اس کا جواب معقول لکھ کر بھیجدیتا۔ ایسی مثال کتابوں میں دیکھنے میں نہیں آئی کہ کسی بادشاہ کو سو برس تک کوئی نہ دیکھے اور اُس کی مملکت میں خلل

نہ پڑے۔ بادشاہ عنفوان جوانی میں ملک اور مال کے کاموں میں مشغول ہوا چھ سال تک مہمات شاہی کی ذمہ دار اُس کی ماں رہی اُس نے اپنے بھائیوں عین الملک اور تاج خاں کو اور اپنے خواجہ سرائے اعتبار خاں کو امرار کبار بنا دیا، ملا عنایت اللہ کو پیشوا بنایا۔ وہ ہر روز پردہ کے پیچھے بیٹھتی اور قاسم بیگ حکیم کے استصواب سے اُمور ملکی و مالی کا سرانجام کرتی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اپنے لہو و لعب میں مشغول تھا۔ مہمات میں اصلا دخل نہ دیتا خونزہ ہمایوں شاہ قراقویلو بادشاہ آذربائجان کی اولاد میں تھی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا حال یہ تھا تو علی عادل شاہ نے بلدہ رانی گندی و بیجانگر پر لشکر کشی کی اور یہ چاہا کہ تمراج ولد رام راج کو بن کنڈہ دار الملک کرناٹک میں راجہ بنائے اور رانی گندی اور بیجانگر کو مع مضافات اپنے فرماں روائی کا ماتحت بنائے۔ اس سبب سے ونکٹا دری حاکم بن کنڈہ نے مضطرب ہو کر مرتضیٰ نظام شاہ و خونزہ ہمایوں کو عریضہ لکھا اور کمک طلب کی۔ خونزہ سلطان نے لشکر اور جوان بیٹے کو لیکر بیجاپور پر لشکر کشی کی اور علی عادل شاہ کو مجبور کیا کہ وہ رانا گندی کو چھوڑ کر اپنے ملک کی حفاظت کو آیا۔ لڑنے کا ارادہ تھا طرفین سے خیر اندیش آدمیوں نے صلح کرانے کی کوشش کی کہ دو ہم مذہب بادشاہوں میں باہم منازعت مروت سے دور ہے۔ شرط انصاف یہ ہے کہ مصالحت ہو۔ صلح ہو گئی خونزہ ہمایوں احمد نگر میں آئی۔ دوسرے سال مرتضیٰ نظام شاہ بحری اور علی عادل شاہ نے اتفاق کر کے تعاقب کیا کہ وہ بیجانگر کی یورش میں شریک نہیں ہوا تھا عوض لینا چاہا۔ وہ برہان عماد شاہ کا وزیر اعظم تھا اور برار کی سلطنت کو اُس نے غصب کر لیا تھا۔ ان دونوں کا لشکر برار میں گیا اور ملک کو غارت و تباہ کر کے برسات کے موسم کے سبب سے اُلٹا چلا آیا۔ اس مراجعت میں علی عادل شاہ نے فریب سے احمد نگر کے نوجوان شاہ کو گرفتار کرنا چاہا مگر خونزہ ہمایوں کو اس کی اطلاع ہو گئی تو وہ دفعۃً رات کو جیسے آکر چلی گئی اور دریا جوان دونوں کے درمیان حائل تھا ایسی طغیانی پر آیا کہ دونوں لشکروں کو

کراس نے جدا رکھا اور لشکر نظام شاہی احمد نگر میں آگیا۔

۱۰۰۱ھ میں علی عادل شاہ نے نظام شاہ کی بعض ولایات کی تسخیر کا ارادہ کیا قلعہ کن الا کو کہ بیجاپور کے اس پر قصبہ جاگنہ سے تھا اس کے لشکر کو ملا کر فتح کر لیا پھر کشور خاں کو سرحد پر بھیجا خونزہ ہمایوں نے دکنی سرداروں کو اس کی مدافعت کے لئے مامور کیا انھوں نے حوالی قصبہ کیج میں شکست پائی پریشان حال ہو کر احمد نگر میں آئے۔ کشور خاں نے رعایا کو دلاسا دیکر خریف و ربیع کا محصول جو بیس لاکھ ہن کے قریب تھا وصول کیا اور فتح کی جگہ پر ایک قلعہ گچ اور سنگ کا بنایا۔ خونزہ ہمایوں نے اپنے بھائیوں اور منسوبوں کو نظام شاہی آدھا ملک جاگیروں میں دیدیا تھا اور وہ سپاہیوں کے حال پر متوجہ نہیں ہوتے تھے تو کشور خاں کا تسلط کم نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے شاہ جمال الدین حسین انجو اور قاسم بیگ حکیم اور شاہ احمد و مرتضےٰ خاں جو مرتضےٰ نظام شاہ کے مصاحب تھے دولت خانہ کے اوضاع و اطوار کو دیکھ کر دلگیر ہوئے اور خلوت میں خونزہ کی شکایت کی۔ شاہ نے جواب دیا کہ دولت خانہ کی کل خلائق والدہ کی جانب سے ہے میں اکیلا تسلط کو کس طرح دور کر سکتا ہوں انھوں نے کہا کہ اگر حکم ہو تو فرہاد خاں و اخلاص خاں و حبشی خاں کہ حبشیوں کے امرائے کبار ہیں اپنے ساتھ متفق کر کے اس کے تسلط کا علاج کیا جائے۔ نظام شاہ نے اس امر کو قبول کر لیا۔ امرائے مذکور ہمداستان ہو کر سلام کے بہانہ سے قلعہ میں آئے اور عرض کیا کہ ہم فلاں فلاں حاضر ہیں اگر فرمان ہو تو خونزہ اور خواجہ سرایوں کو پکڑ کر خونزہ ہمایوں کو مقید کریں نظام شاہ اس بات پر راضی ہوا۔ شاہ جمال الدین حسین و شاہ احمد و مرتضےٰ خاں اس کام کے سرانجام کے لئے تیار ہوئے بحسب اتفاق خونزہ ہمایوں نے کسی کام کے واسطے نظام شاہ کو حرم میں طلب کیا۔ نظام شاہ کو گمان ہوا کہ اس کی ماں کو اس مشورہ پر اطلاع ہو گئی ہے وہ مجھے سلطنت سے معزول کرنے کے لئے بلاتی ہے اس لئے اس نے ماں پاس جا کر اپنی خلاصی کے لئے کہدیا کہ فلاں فلاں اتفاق کر کے تجھے قید کرنا چاہتے ہیں

خونزہ ہمایوں کو یہ علم ہوا تو شام کے وقت پردہ کے نیچے بیٹھی اور شاہ جمال الدین حسین کو پکڑ کر قید کیا۔ امیر برہان الملک تھے یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے پھر آکر خونزہ ہمایوں نے بلایا کچھ آئے کچھ نہ آئے۔

۱۵۶۱ء کشور خاں کے قتنہ و دو کرنے کے واسطے خونزہ ہمایوں اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو لیکر احمد نگر سے باہر آئی پھر امرا نے خونزہ ہمایوں کی شکایت کرکے اس کے متعید کرنے کی منظوری شاہ سے حاصل کی حبشی خاں حوالی سراپردہ میں پہنچا۔ خونزہ ہمایوں واقف تھی کہ کیوں وہ آتا ہے اس نے برقع پہنا اور ترکش و شمشیر و خنجر کمر سے باندھی اور گھوڑے پر سوار ہوئی۔ حبشی خاں نے آگے جاکر کہا کہ پادشاہ کا حکم ہے کہ تو اور عورات کی طرح گھر میں بیٹھ کر محلات میں دخل نہ دے۔ خونزہ ہمایوں نے کہا کہ اے غلام تیری کیا مجال ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے حبشی خاں نے چاہا کہ اس کا بازو پکڑ کر گھوڑے سے نیچے اتارے کہ اس نے خنجر نیام سے نکال کر اس پر حملہ کرنا چاہا کہ حبشی خاں نے اس کا ہاتھ ایسا مروڑا کہ خنجر گر پڑا۔ عین الملک اور تاج خاں نے اپنی بہن کی چھڑانے کی کوشش نہیں کی اور آگے چلے گئے۔ حبشی خاں نے خونزہ کو پالکی میں ڈال کر پادشاہ پاس بھیجا اس نے موکلوں کے حوالہ کیا امرا جو بھاگ گئے تھے وہ اپنے منصب و جاگیر پر بحال ہوئے اور عین الملک اور تاج خاں پکڑے آئے۔

قلعہ دارور (دھارور) کی طرف شاہ کشور خاں کے استیصال کے لئے گیا اور ابراہیم قطب شاہ سے امداد طلب کی مگر ہنوز یہ کمک نہ آئی تھی کہ کشور خاں کشتہ ہوا۔ اور قلعہ سنستوح۔ اس قلعہ کا فتح ہونا بھی ایک عجیب واقعہ ہے اس لئے اس کی شرح کی جاتی ہے جب مرتضیٰ نظام شاہ دھارور سے ایک منزل پر پہنچا کھانے پکوانے میں مصروف تھا کہ اس اثنا میں کشور خاں کا جاسوس آیا اور ایک کاغذ سربمہر دیا جس کو نظام شاہ پڑھ کر بہت آشفتہ ہوا اور اسی گھڑی سوار ہوکر کہا کہ میں اس گھوڑے پر سے نہیں اترتے کا جب تک قلعہ سر نہ ہو۔ جب قلعہ کے نزدیک آیا تو دروازہ پر خان خاناں

مرتضیٰ خاں نے معروض کیا کہ قلعہ کشائی کا طریق یہ نہیں ہے کہ ابھی گردراہ کو جھاڑا نہ ہو کر ایسے محکم قلعہ کو فتح کرلیں۔ نظام شاہ نے کہا کہ خدا کی توفیق سے دروازے کے پاس جاکر اس کو تیغ و تبر سے توڑ کر قلعہ میں داخل ہوتا ہوں اگر میری اجل نہیں آئی تو مجھے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اور اگر آئی ہے تو اس سے کنارہ کرنا بے فائدہ ہے۔ جب ہیبت خواہوں نے یہ حال دیکھا تو اس کو ہتھیار لگانے کو کہا کہ سنت آنحضرتؐ ہے تو اس نے جوشن پہنا اور تیر و کمان کو ہاتھ میں لیا اور روانہ ہوا۔ غرض توپ و تفنگ و تیر اندازی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ کشور خاں کے ایک تیر لگا اور وہ فوت ہوا نظام شاہ کو قلعہ ہاتھ آیا وہ شکر الٰہی بجا لایا۔

کشور خاں کے واقعہ کے بعد عین الملک اور نور خاں امرائے بزرگ عادل شاہی احمد نگر کی طرف چلے۔ امرائے نظام شاہی مثل فرہاد خاں اور اخلاص خاں کے پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بسرکردگی خواجہ میرک دبیر کے ان سے لڑنے کو چلے جب فریقین میں معرکہ جنگ گرم ہوا تو خواجہ میرک نے چالیس پادشاہی ہاتھیوں پر علم سبز بلند کئے اور چار سو خاصہ خیل کو علم سبز دے کر یہ شہرت دی کہ نظام شاہ آگیا۔ عین الملک اور نور خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے آنے کو یقین کیا اور بھاگ گئے خواجہ میرک نے تعاقب کرکے عین الملک کو قتل کیا اور نور خاں کو زندہ دستگیر کیا اور مظفر و منصور نظام شاہ کی خدمت میں آیا اس عرصہ میں قطب شاہ بھی نظام شاہ پاس آگیا تھا اب دونو پادشاہ بیجاپور کی تسخیر کے ارادہ سے عادل شاہ کی ولایت میں آئے شاہ ابوالحسن کہ عادل شاہ کا پسر بڑا تھا اس نے نظام شاہ سے ملاقات کرکے اوس کو سمجھایا کہ ابراہیم قطب شاہ کی موافقت ظاہری پر اعتماد کرنا اور عادل شاہ سے خشونت کرنی حزم و دور اندیشی سے بعید ہے اگرچہ بظاہر قطب شاہ تمہارے ساتھ ہے لیکن خفیتہً وہ اوروں سے ملا ہوا ہے ایک کتابت نفاق آمیز اس کی کہ عادل شاہ کو اس نے لکھی تھی دکھائی غرض باتیں بناکر اوس کو ایسا بدظن کیا کہ نظام شاہ نے امرا اور سران سپاہ کو قطب شاہ کی گوشمالی

اور تادیب کے لئے نامزد کیا۔ قطب شاہ گول کنڈہ میں بھاگ کر گیا اس کا لشکر گاہ نظام شاہیوں نے لوٹ لیا۔

پرتگیزوں نے قلعہ ریواڈنڈا (دیکنڈہ) کو بہت مستحکم بنالیا تھا اور اوسپر مغرور ہوکر اپنی حد سے قدم باہر رکھا تھا۔ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے تھے اور اون کی اہانت کرتے تھے اور اذیت پہنچاتے تھے۔ مرتضےٰ نظام شاہ نے سنہ مذکور میں قلعہ ریواڈنڈا کی کو بندرجیول کے قریب ہے کوچ کیا اور جاکر اس کا محاصرہ کیا۔ پرتگیزوں نے مدافعہ و مجادلہ کے علم اُٹھائے۔ دو سال تک گاہ و بیگاہ پرتگیزوں اور مسلمانوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں اور توپ و تفنگ اور حربہ باروت سے اکثر دفعہ مسلمان کشتہ ہوتے رہے۔ ہر لشکر کے ہر گوشہ میں آوازہ نوحہ زاری بلند ہوتا اور تکفین و تجہیز سے فرصت نہ ملتی اس کا سبب یہ تھا کہ امرائے دکنی سوا تدبیر اور کمال جہل سے شرائط قلعہ کشائی نہ بجالاتے اور خاک ریز و نقب و سابا ط نہ بناتے۔ یہ چاہتے تھے کہ نردبانوں کو لگاکے قلعہ پر چڑھ جائیں اور اندر کے آدمیوں کو زبون کرکے تسخیر کریں پرتگیزوں کو آتشبازی میں مہارت کامل تھی وہ بھلا یہ صورت کب واقع ہونے دیتے تھے۔ اس قدر وہ باروت کے ہتھے مارتے تھے کہ مسلمان الامان پکارتے تھے آخر الامر یہ تجویز ہوئی کہ اہل قلعہ کے ابواب دخول و خروج مسدود کئے جائیں کہ اسباب معیشت ان پاس نہ پہنچنے پائے۔

اس سے پرتگیزوں کو اضطراب ہوا کہ قلعہ کو خالی کرکے اور بنادر کی طرف بھاگ جائیں لیکن بعض پرتگیز اس کے مانع ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ سلطان کا مال جو ذخائر کے پاس قلعہ کے اندر ہے اس کو قلعہ کی محافظت میں خرچ کریں اگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہو تو اور بنادر میں فرار اختیار کریں۔ امرائے نظام شاہی خصوص اخلاص خاں فرہاد خاں حبشی کو بہت نقد و جنس اور مبلغ لمبے شراب پرتگالی رشوت میں دیتے ہر شب کو ایک افسر آذوقہ اور کل اجناس پرتگیزوں پاس

پہنچادیتا اور دفعہ مظنہ کے لئے چوبیں نردبانیں حصار کی دیوار پر لگاکے لڑنے کا حکم دیتے تھے اور پرتگیز آلات آتشبازی سے مسلمانوں کو مار کر پرے ہٹاتے تھے شاہ جمال الدین حسین وکیل سلطنت جوانی کی مستی میں مہمات ملکی اور مالی میں دل نہ لگاتا اور عیش و عشرت میں مشغول رہتا۔ مرتضےٰ نظام شاہ طول ایام محاصرہ و محنت سفر سے اُکتا گیا۔ اس اثنا میں مسلمانوں کی ایک کشتی پرتگیزوں نے پکڑلی اور اوس کے اسباب و اموال پر متصرف ہوئے اور مسلمانوں کو اسیر کرلیا۔ ان میں دو جوان غریب جنبی تھے ایک رستم خاں دوسرا شمشیر خاں ان کو سپاہی بھگاکر قلعہ کے برج و بارہ پر کھڑا کرتے اور مسلمانوں سے لڑنے کا حکم کرتے وہ بھی مجبور ہوکر لشکر اسلام پر تیر و تفنگ لگاتے یہ ایک تدبیر سے قلعہ سے بھاگ آئے۔ مرتضےٰ نظام شاہ نے اون کو خلوت میں بلاکر اہل قلعہ کی قوت و ضعف کا حال پوچھا ان دو غریبوں نے بے ملاحظہ جو کچھ حال نفس الامر میں تھا تفصیل سے عرض کیا کہ پرتگیز کمال فراغت سے رہتے ہیں۔ یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ گھرے ہوئے ہیں اس لئے کہ اسباب معیشت ان کو پہنچتا رہتا ہے ہر شب اطراف قلعہ سے امرائے حبشی۔ دکنی۔ ان سے نذر کے صندوق لیکر غلہ و روغن و برنج و گوسفند اور جو کچھ ان کی خواہش ہوتی ہے پہنچاتے رہتے ہیں اور ون کو جنگ زرگری کرکے نامراد آدمیوں کو لڑواتے ہیں۔ میر ک دبیر ان کا ہمزبان نہیں ہے۔ نظام شاہیوں مخالف و موافق پر مطلع ہوا اس نے خواجہ میر ک سے مشورہ کرکے قلعہ کا محاصرہ چھوڑا اور احمد نگر میں آیا تو خواجہ میر ک کو خطاب چنگیز خانی اور وکیل السلطنت کا منصب دیا۔ چنگیز خاں کی سعی سے نظام شاہ اور عادل شاہ کی ملاقات سرحد پر ہوئی اور یہ مقرر ہوا کہ علی عادل شاہ کو ناتک میں اس قدر ممالک فتح کرے کہ وہ محصول میں برابر ملک برار۔ و بیدر کے محصول کے ہوں اور مرتضےٰ نظام شاہ ولایت برار کو تقال خاں کے قبضہ سے اور بیدر کو علی بریدکے تصرف سے نکال لے اور قطب شاہ کو اپنی حالت میں رہنے دے اور کسی جانب

عادل شاہ و نظام شاہ کی صلح و قتل چنگیز خاں بدست قطب شاہ و شکست پرتگیز

کچھ دنوں وہ دونوں بادشاہ اپنے دارالملکوں میں گئے۔ قلعہ ریواڑ ٹنڈا میں جو نقصان ہوا تھا
اُس کی اصلاح یہ کی گئی کہ تین ہزار غریب (پردیسی) ترکش دار نوکر رکھے گئے۔
۱۵۴۰ء میں ملا حیدر کاشی تفال خاں پاس بھیجا گیا اور اس کے ہاتھ نوشتہ گیا کہ دیا علاء الملک
برابر اور عزیز تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث ملک
ہوتا ہے جب تک وہ لڑکا تھا تجھ پر واجب تھا کہ سر انجام ملک کا متصدی ہو کر اس کی
پرورش کرتا اب وہ بالغ ہو گیا ہے اس کو گھر میں محبوس رکھنے اور خود صاحب اختیار ہونے
کیا معنی ہیں اس نامہ کے پہنچتے ہی اس کے کہنے اور حکم سے تجاوز نہ کرے اور مہمات ملکی اور
مال کو برہان الملک سے رجوع کر کے اپنے تئیں بالکل بیدخل کرے اگر یہ نہ کرے گا تو جب
دیکھے گا کہ کیا تیرا حال ہوتا ہے تفال خاں نے مضطرب ہو کر اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک
سے صلاح لی اس نے باپ کو ایسی صلاح دی کہ وہ حرف صلح و سخن ملائمت زبان پر نہ لایا
اور ملا حیدر کو رخصت کیا۔ نظام شاہ نے ایلچپور کی طرف کوچ کیا۔ ایک مدت لڑائی
ہوئی چنگیز خاں کی بہادری سے تفال خاں اور شمشیر الملک دونوں
بشکستہ سلاح شکستہ کمر ایلچپور کو بھاگے۔ چنگیز خاں دو سو ستر ہاتھی برار کے لیکر
مظفر و منصور نظام شاہ کے پاس آیا اس نے رعایا کے لئے استمالت نامے مملکت برار
کے چاروں طرف بھیجے۔ سب نے اطاعت کا اظہار کیا زمینداروں اور مقدموں اور
قانون گویوں نے دربار میں آن کر خلعت پائے۔ نظام شاہ موضع فتح سے آگے
بڑھا تفال خاں اور شمشیر الملک جنگ کے پاس نہ آئے۔ جنگل میں گئے نظام شاہ نے
ان کا تعاقب کیا جنگل جنگل چھ مہینے تک پھرایا کہ تفال خاں اور اس کا بیٹا ایسے جنگل میں آئے
کہ کوئی راہ گریز نہ تھی قریب تھا کہ وہ گرفتار ہوتے کہ ناگاہ میر موسے مازندرانی کہ سید
مجذوب تھا نظام شاہ کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا کہ تجھے بارہ اماموں کی قسم ہے کہ
دوازدہ امام کی محبت میں جب تک ہم کو بارہ ہزار ہون نہ دے تو آگے
قدم نہ بڑھائے۔ نظام شاہ نے ہاتھی کو آنکس لگا کے ٹھیرایا۔ سید کا اصل

نام پوچھا۔ چنگیز خاں و امین الملک کو اشارہ کیا کہ اس سید کو بارہ ہزار ہون
دیدیا۔ چنگیز خاں نے عرض کیا کہ خزانہ پیچھے ہے منزل پر پہنچ کر ہون دیدوں گا میاں
لشکر توقف کرنا صلاح نہیں ہے کہ اس لحظہ میں تفال خاں اور شمشیر الملک مع
فرزندان اسپ اور فیل کے گرفتار ہو جائیں گے نظام شاہ نے کہا کہ اگر تفال خاں سے
بچے ملکت برار کی برابر سو ملک مل جائیں تو میں دوازدہ امام کے لئے جو مجھ سے مانگا گیا ہے
پیچھے قدم نہ اٹھاؤں گا۔ چنگیز خاں نے سید سے کہا کہ بہت مشقت کے بعد آج کا دن
نصیب ہوا ہے کہ غنیم گرفتار ہوا ہے خفیہ بادشاہ سے کہئے کہ روپیہ مجھے بھیج گیا یہ
بیہ اکام ہے کہ گھر پہنچے ہی آپ کو روپیہ بھیجدوں گا سید نے کہا کہ کبھی برسوں کے بعد
یہ مقصود ہاتھ آیا ہے باوجود دیوانگی کے میں اس قدر جانتا ہوں کہ نقد کو
نسیہ پر فروخت کرنا نہیں چاہئے چنگیز خاں نے جلدی کے لئے گھوڑے ہاتھی
بڑی بڑی قیمتی پیش کر کے سید صاحب سے کہا کہ آپ ان کو رہن رکھئے روپیہ بھیج کر
آپ سے چھڑا لئے جائیں گے۔ سید صاحب نے کہا کہ ان کو خود بھیجکر مجھے عنایت کیجئے
آئندہ نہ میں تجھے دیکھوں گا نہ تو مجھے دیکھے گا۔ چنگیز خاں نے عقل مندوں کے ہاتھ
ان کو بھیج کر سید کو قیمت دی مگر اس عرصہ میں تفال خاں فرصت پاکر اوسی روز برہانپور
کو چلا گیا۔ نظام شاہ نے سرحد خاندیس میں یہ ان محمد شاہ حاکم ولایت
خاندیس کو لکھا کہ تفال خاں ہمارے لشکر سے بھاگ کر تمہاری پناہ میں آیا ہے
اس کو آپ پناہ نہ دیں اور اپنے ملک سے نکال دیں تو آپ کی دانائی اور دوراندیشی
ہے ورنہ ہمارا لشکر آپ کے دیار میں اس کے تعاقب میں آئے گا۔ جس
سے دونوں زیر و زبر ہو گا۔ میر ان محمد شاہ نے اس نوشتہ کو بجنسہ تفال خاں
کو دکھایا تو اس کا مضمون سمجھ کر وہ دوسری راہ سے ولایت برار میں آیا۔ اور
جلال الدین محمد اکبر شاہ کو عریضہ لکھا کہ میں حضور کے لشکریوں میں سے ہوں
ان دنوں میں حکام دکن نے اپنی مذہبی موافقت کے سبب سے اتفاق کر کے

اس مملکت کو میرے تصرف سے نکال لینا چاہتے ہیں بندہ ولایت برار کو حضور کی پیش کش میں دیتا ہے۔ امرائے سرحد کو مامور فرمائیں کہ ان حدود میں آن کر اس پر قابض ہوں تاکہ خاص سرکو قدم بناکر حضور کا قدبوس ہو۔ اور ان کے شر سے مصئون ہو وحیف کو جواب نہیں آیا تھا کہ تقال خاں قلعہ پرنالہ میں اور شمشیر الملک قلعہ کاویل میں چلا گیا نظام الملک نے قلعہ پرنالہ کا محاصرہ کیا تقال خاں کا عریضہ اکبر شاہ پاس گجرات میں پہنچا اس نے نظام شاہ کو لکھا کہ تقال خان بندگان درگاہ میں سے ہے اور برار کی ولایت ہمارے ملازموں سے متعلق ہے تم کو چاہئے کہ اس ولایت کے تسخیر سے اور پرنالہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھاؤ اور تقال خاں کے متعرض حال نہ ہو۔

نظام شاہ نے اس تحریر پر التفات نہ کیا۔ اکبر پادشاہ کی توجہ اس وقت مہم بنگال کی طرف تھی وہ اس طرف متوجہ نہ ہوا۔ لشکر نظام شاہ سے قلعہ فتح نہ ہوسکا بہت اس پر سر مارا اس کے بیٹا پیدا ہوا اس کی صورت کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا صاحب خاں کے عشق میں گرفتار ہوا اس نے مراجعت کی صلاح دی طول سفر سے بھی دلگیر تھا غرض قریب تھا کہ تین سال کی محنت برباد جاتی کہ اس اثنا میں ایک افغان تاجر ہندوستان سے آیا۔ چند گھوڑے اور متاع لاہور سے لایا چنگیز خاں سے کہا کہ لاہور سے یہ گھوڑے تقال خاں کے لئے لایا ہوں۔ اگر اجازت پاؤں تو قلعہ کے اندر جاکر اون کو پہنچا دیا اجازت دینا آپ کی مروت سے بعید نہ ہوگا۔ چنگیز خاں نے کہا کہ میں ایک شرط سے اجازت دیتا ہوں کہ قلعہ سے مراجعت کرکے نظام شاہ کی نوکری تو کرے اور تجارت چھوڑ دے تیرے چہرے سے عقل و کیاست و شجاعت کے آثار نمایاں ہیں اور تو اس لائق ہے کہ بادشاہ کا نوکر ہو۔ تاجر طمع خام میں آگیا اور اس نے کہا کہ یہ بات ہو تو میری بڑی سعادت ہے۔ چنگیز خاں نے کہا کہ نظام شاہی امارت تیری پیشانی پر کھچی ہوئی ہے مجھے چاہئے کہ نظام شاہ کی دولت خواہی

میں تقصیر نہ کرے جس روز وہ قلعہ میں جانے کو ہوا تو ایک اپنے معتمد کو لباس تجارت پہنا کے اور اس کو مبلغ خطیر دیکر اس نے ہمراہ کیا کہ قلعہ کے عمدہ محافظوں کو روپیہ دے کر نظام شاہ کا طرفدار بنائے اور ان سے کہے کہ قلعہ کو چھوڑ کر نظام شاہ پاس چلے جاؤ غرض اس مملکت سے کوئی تقال خاں پاس نہ رہا اسد خاں و روہی خاں نے قلعہ کا ایک برج آزاد دیا۔

۹۰۰ھ/۱۵۹۴ء میں قلعہ میں چنگیز خاں گیا۔ تقال خاں بھاگ گیا۔ اس فتح کی تاریخ فاتح ملک برار ہوئی۔ غرض نظام شاہ نے عماد الملک کو جو تقال خاں کی قید میں قلعہ پرنالہ میں تھا مع تقال خاں اور اس کے فرزندوں اور برار کے ملک کے گل وارثوں کو ایک قلعہ میں قید کیا تھوڑے زمانہ میں یہ سب اجل طبعی سے یا دوسرے طرز سے عالم فانی کو چلے گئے اور ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ مرتضٰے نظام شاہ بحری نے ملک برار کو اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا اور بیدر کی فتح کو چلا۔ محمد شاہ فاروقی نے فرصت پاکر برہان عماد الملک کے دایہ زاد کو دریا عماد الملک کا فرزند قرار دے کر چھ ہزار سواروں کے ساتھ برار روانہ کیا جب وہ حوالی سرحد میں آیا تو سات آٹھ ہزار قدیمی نوکر کہ گوشوں میں چھپے پڑے تھے اس پاس جمع ہوئے اور انھوں نے نظام شاہی تھانوں کو اٹھا دیا۔ مگر نظام شاہ نے سید مرتضٰے کو بھیجا جس نے برہان عماد الملک جعلی کا نام نشان تک مٹا دیا میراں محمد شاہ فاروقی جو سرحد پر لشکر لئے بیٹھا تھا آسیر میں چلا گیا۔ نظام شاہ نے برہان پور تک بہت خرابی مچائی چنگیز خاں قلعہ آسیر کی سیر کو دو ہزار سوار خاصہ کے ساتھ جن میں اکثر پردیسی تھے روانہ ہوا محمد شاہ نے اپنے امرا کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مدافعت کیلئے بھیجا لشکر خاندیس چنگیز خاں سے لڑا اور اس کو شکست دی نظام شاہ بھی برہان پور سے یہاں آیا اور مملکت خاندیس کو لوٹا مارا۔ قلعہ آسیر کا محاصرہ کیا۔ محمد شاہ نے چند لاکھ مظفری شاہ کو اور چار لاکھ چنگیز خاں کو دیکر سر پر سے بلا کو بیدر پر ٹالا۔ مرزا اصفہانی صاحب ابراہیم قطب شاہ نظام خاں کے لشکر گاہ میں اس مقصد سے گیا کہ وہ بیدر پر جو حملہ کرنے کو ہیں نہ کرے ان مطالب کے حاصل کرنے کے لئے چنگیز خاں کو دو لاکھ ہون حوالہ کئے

کر اپنے سپاہیوں میں خرچ کرے۔ مگر چنگیز خاں نے ان کے لینے سے انکار کیا اور کہا نظام شاہ کا خزانہ جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے اس کی بدولت مجھے کسی چیز کی کمی نہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس سرحد کے غبار کو دور کروں۔ تمہاری مملکت اور نظام شاہ کی مملکتوں میں فصل نہ رہے اور شاہان دکن کو محب اہلبیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کر کے پادشاہ دہلی کے لشکر کے دندنہ اور آسیب سے محفوظ رہوں۔ جب چنگیز خاں سے یہ جواب صواب مرزا نے سنا تو مایوس ہوا صاحب خاں کو جو نظام شاہ کا معشوق تھا فتو دا اور جواہر سے محظوظ کیا مرزا نے مجلس شراب میں ایک دن صاحب خاں سے کہا کہ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار کی حکومت لے کر اپنے نام کا خطبہ پڑھوائے۔ اس وقت نظام شاہ کا آدھا لشکر اسی کا تربیت یافتہ ہے وہ اچھی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے اسی لئے تم کو جنگل جنگل پھراتا ہے کہ زحمت پا کر اپنا مقصد حاصل کرے۔ صاحب خاں مرزا کے کلام کو سچ جانا کہ چنگیز خاں کی بربادی کے درپے ہوا اور بادشاہ سے یہ حال کہا کہ ایک دن بادشاہ شراب پیئے ہوئے تازہ و نیاز کی باتیں کر رہا تھا کہ اوس نے مرزا کو بلا کے اپنے قول کی تصدیق کرائی جس سے بادشاہ کو صاحب خاں کی بات کا یقین ہوا بادشاہ نے احمد نگر جانے کو چنگیز خاں سے کہا تو اس نے کہا کہ یہ ملک نیا ہاتھ آیا ہے چھ مہینے اور توقف کیجئے اور بعد ازاں مجھے اس ملک دیجئے کہ میں اس کا خاطر خواہ انتظام کروں۔ اس سے بادشاہ کو اور شبہ پیدا ہوا اور اس پر بے التفاتی کرنے لگا۔ چنگیز خاں نے دربار میں جانا چھوڑا۔ بیماری کا بہانہ بنایا نظام شاہ نے معالجہ کے لئے حکیم محمد مصری کو شربت مسموم دیکر بھیجا کہ اس کو پلائے۔ چنگیز خاں نے اوس کو بیاحالت نزع میں یہ عریضہ لکھا کہ مخلص دولتخواہ میرک دبیر جس کی عمر کا آفتاب ساٹھ برج طے کر چکا ہے اور ستروین برج میں ہے سر آستانہ پر رکھکر عرض کرتا ہے کہ شربت جو جناب نے آب حیات ملا کر اس دولتخواہ کو مرحمت کیا تھا نہایت ذوق و شوق سے اس کے تمام جرعے پیئے بادشاہ کا نقد وفا اور اخلاص مجھ پر وارد انعمت نے اپنے صندوق سینہ میں رکھکر فیر کے مشاہدہ سے چشم پوشی کی جبتک میری خاک رہے بادشاہ کو بجا ہو۔ التماس یہ ہے

کہ بندہ کو اپنے بندگان دولت خواہ میں شمار کر کے جو دستور العمل میں نے اپنے خط سے لکھکر بھیجا ہے اس پر عمل کریں اور اس خیر خواہ کے کالبد کو کربلا نہ بھیجیں۔ سید مرتضےٰ و شاہ علی و صلابت خاں و مرزا محمد تقی نظیری و امین الملک نیشاپوری و قاضی بیگ طہرانی کو کار آمد آدمیوں میں شمار کریں اور ان کے احوال سے غافل نہ ہوں اور جس قدر کہ پردیسی میری سرکار میں ہیں انکو اپنے علماء میں جمع کریں۔ یہ وظیفہ اور دستور العمل سید جہین کے ہاتھ میر مرتضےٰ نظام شاہ پاس بھیجا اور پلنگ پر تکیہ لگایا اور دوسرے دن صبح کے وقت جسم سے جان کا تعلق جدا کیا۔

اوس کی فتنہ انگیز زمین دولت خواہوں کو سازگار نہیں۔ عماد الدین محمود خواجہ جہاں گاواں خواجہ میرک چنگیز خاں اور مصطفےٰ خاں اردستانی جو اکثر باتوں میں ہمقرین تھے ناحق اس مملکت میں ضائع ہوئے۔

چنگیز خاں کے ترکہ میں شاہ مرزا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تین چار خط نکلے جن سے چنگیز خاں کا پاک اعتقاد ہونا ثابت ہوا تو نظام شاہ کو چنگیز خاں کے تلف ہونے سے ندامت ہوئی مگر اب اس سے کیا ہوتا تھا اس نے غصہ میں آکر شاہ مرزا کو لشکر سے باہر نکلوا دیا اور احمد نگر میں آکر اس نے دنیا کے ترک کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے احمد نگر کے امراء اور رؤسا کو بلا کر کہا کہ تم آگاہ ہو اور جانو کہ مجھ میں بادشاہی کی قابلیت نہیں ہے میں اپنے میں اس قدر حالت نہیں دیکھتا کہ عدل کو ظلم سے اور ظلم کو عدل سے تمیز کر سکوں۔ اکثر اوقات ظلم کو عدل کی صورت بناتا ہوں جس کی حقیقت مجھے آخر میں معلوم ہوتی ہے میں اپنی حکومت اور بادشاہی سے بیزار ہوں اب میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ فردائے قیامت کو کہ روز جزا ہے تم سے شہادت طلب کرونگا کہ قاضی بیگ کو کہ رسول آخر الزماں کا فرزند ہے وکیل مطلق میں نے اپنا کیا ہے کہ بمقتضا شریعت و عدالت خلایق سے سلوک کرے اور اصلا معاملات اور فیصلہ مقدمات میں قوی کی جانب کو ضعیف پر ترجیح نہ دے اور حق کو منظور رکھے۔ اگر کسی بڑھیا سے کوئی ظلم سے سوئی چھین لے اور کل قیامت کو مجھ سے پوچھیں کہ تیرے عہد میں ایسا ستم واقع ہوا تو غافل اور بے خبر تھا تو میں جواب دوں گا کہ مجھے اس طرح کے کاموں میں دخل نہ تھا

میرے وکیل مطلق قاضی بیگ سے پوچھا جائے اور اگر وہ اس مشکل کام کو تنہا نہ کرسکے تو اس میں امین الملک و مرزا محمد تقی و قاسم بیگ کو اپنے ساتھ متفق و شریک کرے اور مہمات کو طے کرے۔ میں قہر اور عذاب الٰہی سے ہراساں ہوں اور چنگیز خاں کی نسبت جو امر وقوع میں آیا اس سے پشیمان ہوں میں چاہتا ہوں کہ مدۃ العمر گوشہ عزلت میں بیٹھوں اور عبادت حق میں مشغول ہوں۔ یہ کہکر وہ احمد نگر میں عمارت بلند اور میں گوشہ نشین ہوا۔ صاحب خاں کے سوا کوئی اس پاس نہیں جاسکتا تھا۔ دو تین مہینے کے بعد عزلت کا ست ایسا چڑھا کہ ہدیۂ سلطان والدہ میراں حسین اور سب عورتوں کو قلعہ سے باہر نکالدیا۔ شاہ قلی کو جو شاہ طہماسپ نے برہان نظام شاہ پاس بھیجا تھا اور صلابت خاں اس کا خطاب تھا قلعہ کا دروازہ اسکو سپرد کیا۔

۱۵۶۰ء میں اکبر پادشاہ شکار کھیلتا ہوا سرحد مالوہ میں آیا۔ صلابت خاں نے صاحب خاں کی معرفت پادشاہ کو خبر دی کہ اکبر بادشاہ دکن کی جانب چلا آتا ہے تو نظام شاہ بے توقف پالکی میں سوار ہوکر سو آدمیوں کے ساتھ دولت آباد کی جانب روانہ ہوا۔ یہاں چند روز توقف کیا کہ احمد نگر کا لشکر پانچ چھ ہزار خاصہ خیل آگیا اس لشکر کو لے کر وہ اکبر بادشاہ سے لڑنے چلا امرا اس کو بہت منت کرکے روکنا چاہتے تھے کہ اکبر پادشاہ مالوہ کی سرحد میں شکار کھیل کے اپنے دار الملک کو آگیا۔ نظام شاہ اس خبر کو سنکر مسرور ہوا اور دولت آباد میں آیا اور پھر احمد نگر میں جاکر عزلت نشیں ہوا۔ صاحب خاں کے ستایش و قدر افزائی منصب امارت پر پہنچ گئے اون کو بڑی بڑی جاگیریں مل گئیں۔ پادشاہ کو برسات کے موسم میں صاحب خاں دولت آباد لے گیا۔ یہاں مشائخ کی قبروں کی زیارت سے پادشاہ کو اور جوش مذہبی اُٹھا۔ جامہ ورویشانہ پہن کر صبح کے وقت امام رضا کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوا صاحب خاں کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی جب دو تین کوس نکل گیا تو ایک سپاہی نے اس کو پہچان کر ارکان دولت کو خبر کی وہ اس کے پیچھے دوڑے گئے اور بڑی منتیں کرکے اوسکو لائے ایک مہینہ تک اپنا فقیری لباس نہیں اوتارا اور تاج و تخت کے ترک کرنے میں

کوشش کرتا رہا۔ جب قاضی بیگ نے اس سے پوچھا کہ بادشاہی سے نفرت کا سبب کیا ہے تو اس نے کہا کہ اس دنیائے فانی سے نفرت کا سبب ظاہر ہے اس کی محبت و الفت کا سبب پوچھنا چاہیے۔ جب اس نے دیکھا کہ ارکان دولت اس کے مانع ہیں تو وہ احمد نگر میں باغ بہشت میں عزلت نشین ہوا صاحب خاں نے بے اعتدالی شروع کی اکثر اوقات مست و تین ہزار دکنی اوباشوں اور ہاتھیوں کو لیکر احمد نگر کے کوچے و بازار میں پھرتا اور لڑکوں اور عورتوں کو زبردستی بھلے مانسوں کے گھروں سے نکال لاتا۔ اور افعال قبیحہ کرتا ایک دن سید صحیح النسب میر مہدی کی لڑکی کو زبردستی پکڑ لیا جس کی حفاظت میں اس سید کی جان گئی۔ صاحب خاں کا نام حسینی تھا کبھی کبھی لوگ اور بادشاہ اس کو حسین خاں کہتے تھے اس نے حسین خاں سخت کمان ترشیزی سے جو برار کے امرا میں سے تھا کہا کہ اپنا نام بدل ڈالے اور نہیں گوشمالی کی جائیگی حسین خاں نے اس بات کو نامنظور کیا جس پر ایک نزاع شروع ہوا صاحب خاں فیل مست پر سوار ہوا اور پانچ چھ ہزار پیادے لے کر حسین خاں کے گھر پر چڑھ گیا۔ حسین خاں نے ایک تیر ایسا صاحب خاں کے ہاتھی کی پیشانی پر مارا کہ سو فار تک بیٹھ گیا۔ ہاتھی چنگھاڑتا ہوا درختوں میں بھاگا۔ صاحب خاں باغ میں گیا اور باہر آیا اور اوس نے کہا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ کل غریبوں (پردیسیوں) کو مار ڈالو۔ واقعہ طلب حبشی کہنی تو یہ بات خدا سے چاہتے تھے ایک ہنگامۂ جنگ برپا ہوگیا صاحب خاں نے بادشاہ سے جاکر کہا کہ پردیسیوں نے ہجوم حضور کے قصد سے کیا ہے وہ شہزادہ میراں شاہ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ نظام شاہ جھوٹ سچ کی تحقیق کے لئے باغ سے باہر آیا افواج غریب کو مسلح و مکمل دیکھا تو اوس نے صاحب خاں کے کہنے کو سچ جانا تو وہ ہاتھی پر سوار ہوا اور اوس نے لشکر کو حکم دیا کہ غریبوں کو قتل کرو۔ یہ غریب پادشاہ کو دور سے سلام کرکے قطب شاہ پاس چلے گئے۔ جو کچھ پردیسی پیچھے چھپائے باقی رہے انکو صاحب خاں اور اُس کے بھائیوں نے مار ڈالا۔ جب اسکی بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے صلابت خاں کو

حکم دیا کہ وہ صاحب خاں کو خواہی نخواہی شہر سے باہر کرکے غریبوں کو آزار نہ پہونچانے
دے۔ صلابت خاں نے صاحب خاں کو اہانت کے ساتھ شہر سے باہر نکال دیا تو وہ
صلابت خاں کی جان کے درپے ہوا۔ اعیان سلطنت میں سے ایک جماعت انکی
مدعی ہوئی کہ قاضی بیگ نے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ ہون کے جواہر خزانہ سے
نکال لئے ہیں۔ حکم ہوا تو اس سے بازیافت کیجائے نظام شاہ نے اپنے خط سے لکھا کہ
جس وقت کسی سید نے خیانت کی مذلت کو اپنے لئے قرار دیا ہوا اور ہمارے خزانہ سے اس محتقر
جیفہ دنیا کی طمع کی ہو تو اس کا واپس لینا اس سے کمال بے مروتی ہے ہم نے اس کو یہ روپیہ
بخش دیا چاہیے کہ اس کو مع اہل و عیال و مال کشتی میں بٹھاکے دکن کو روانہ کردو عہدہ
داروں نے اس حکم کی تعمیل کی صاحب خاں پر صلابت خاں نے ایسی سختی کی کہ وہ
احمد نگر سے باہر چلا گیا اور بیدر کے حوالی میں پہنچا۔ وہاں کے آدمیوں نے اس
کی جماعت کو پریشان کر دیا۔ پادشاہ کو اسکی مفارقت کب گوارا تھی خود پالکی میں بیٹھ کر
اس کو منانے گیا اوس نے کہا کہ میرا وصال پادشاہ کو ان دو شرطوں سے حاصل
ہو سکتا ہے ایک یہ کہ صلابت خاں کو حضوری درگاہ سے دور کریں۔ دوم شہر بیدر
کو علی بریدسے لے کر میری جاگیر میں دے دیں۔ نظام شاہ اس پر والہ و شیدا تھا
دونوں شرطیں منظور کریں۔ صلابت خاں کو تو بیر اس کی جاگیر میں بھیجدیا اور بیدر کی
تسخیر میں مصروف ہوا۔ علی بریدنے عادل شاہ سے کمک مانگی اس نے ہزار سوار مدد کو
بھیجدئے۔ اس عرصہ میں خبر آئی کہ شہزادہ برہان جو قلعہ میں محبوس تھا اس کا خروج
ہوا وہ احمد نگر پر متوجہ ہوا ہے۔ نظام شاہ نے مرزا یادگار کنڈی اور سردار لشکر ابراہیم
قطب شاہ کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر کے محاصرہ کے لئے چھوڑا
اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کو روانہ ہوا۔ چند روز بعد لشکر عادل شاہی
احمد آباد بیدر کے حوالی میں آیا۔ قطب شاہ کے آدمی جو بہانہ طلب تھے وہ گلکنڈہ
کو روانہ ہوگئے مرزا یادگار ترک محاصرہ میں مشغول رہا۔ شہزادہ برہان حوالی

احمد نگر میں آیا۔ صاحب خاں سے جو دس بارہ ہزار آدمی ہزارتے وہ اس سے مل گئے
اس سبب سے نظام شاہ نے مضطر ہو کر صلابت خاں کو بلایا جس سے صاحب خاں پھر
روانہ گیا۔ نظام شاہ نے شہزادہ برہان کو لڑکر برہان پور بھگا دیا اور آپ قلعہ میں
آن کر پھر گوشہ نشین ہوا سید مرتضےٰ سر لشکر برار کو حکم دیا کہ صاحب خاں کو تسلی دیکر عزت
کے ساتھ ہمارے پاس بھیجدے اور اگر وہ آنے سے انکار کرے تو اسے مار ڈالے اور
اس کا گھوڑا اور ہاتھی ہمارے پاس بھیجدے۔ صاحب خاں نے بحری خاں قزلباش کی
بہن سے نکاح کی درخواست کی تو بحری خاں نے کہا کہ مرغ زرکش از کے کو گیا منا سب ہے
کہ ہمارے رشتہ و پیوند پیدا کرے اس سبب سے اس نے بحری خاں پر حملہ کیا وہ بھاگ
کر بالاگھاٹ چلا آیا۔ سب امرا نے مل کر صاحب خاں کو مار ڈالا اور سید مرتضےٰ نے
نظام شاہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایک جماعت کو بھیجا کہ وہ صاحب خاں کو تسلی دیکر حضور میں
روانہ کرے وہ بیوقوف لڑنے کھڑا ہو گیا اور کشتہ ہوا بعد اس کے صلابت خاں بغیر
کسی معارض و معاند کے مہمات سلطنت کا متکفل ہوا اور چند سال استقلال سے گذارے
اس مدت میں دو تین دفعہ اکبر پادشاہ کے ایلچی احمد نگر میں آئے اور ہر دفعہ خوشنود
گئے۔ صلابت خاں کے عہد میں امنیت و ضبط کمال کے مرتبہ کو پہنچ گیا تھا تجار
بزرافت آمد و رفت کرتے تھے اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ
اور ایسے ہی اور آدمیوں کو لشکر چشم دیکر حکم دیا کہ سارے ملکوں میں گشت کیا کریں اور
جس پر دزدی کا اطلاق ہو خواہ وہ ایک کوڑی کی ہو بے پرسش قتل کر ڈالیں خود اس
نے آباد انی ملک اور باغ و بلوستان و قصبات کے احداث میں کوشش
کی اور عالی شان عمارات بنائیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے عہد وکالت میں پانچ لاکھ
درخت انبہ والی کہ مرتوں رہتے ہیں مملکت نظام شاہ میں زیادہ ہوئے اور
باعث اس کے ذکر خیر کے ہوئے صلابت خاں نے ملا ملک قمی اور ملا ظہوری کی بڑی
قدرشناسی کی اور وظائف اور انعامات دئے۔

۱۵۹۶ء میں علی عادل شاہ شہید ہوا اور اس کا بھائی ابراہیم عادل شاہ نو برس کی عمر میں نائب مناب ہوا اس حال میں صلابت خاں نے نظام شاہ کو سمجھایا کہ اسکی تسخیر ملک آسان ہے۔ نظام شاہ نے اپنے پرکس غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار بنا کے اور امیر الامراء سید مرتضےٰ کو لشکر برار کے ساتھ سرحد عادل شاہ پر روانہ کیا۔ جب قلعہ شاہ درگ کے پاس وہ آئے تو امرائے عادل شاہی پانچ چھ کوس پر اُن کے مقابلہ کو آئے ایک مہینے تک لشکر دونو کے ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے جب امرائے عادل شاہی کو معلوم ہوا کہ سپہ سالار بہزاد الملک سے سید مرتضیٰ آزردہ خاطر ہے وہ اپنی فوج سے اس کمک نہیں کریگا تو کچھ رات باقی تھی وہ روانہ ہوئے صبح کو ترشح باران تھا دشمن کے آدمی کمال غفلت سے اپنے دائرہ میں پڑے تھے بہزاد الملک خوش گوار ہوا مجلس شراب کو آراستہ کئے ہوئے تھا جب اسنے دشمنوں کی دمامہ و نفیری کی آواز سُنی تو وہ گھبرا کر لشکر سے باہر گیا امراء لشکر اُس پاس نہ جمع ہوئے۔ وہ ابتر حال سے منہزم ہوا۔ سید مرتضیٰ نے صلابت خاں کو لکھ بھیجا کہ بہزاد الملک نے جنگ میں جلدی کی اور دوستوں کے آنے کا انتظار نہ کیا اس لئے اس پر صدمہ پہنچا۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس وجہ سے تدارک کیا جائیگا۔ صلابت خاں نے اس کے نام پر سرلشکر ہونے کا فرمان بھیجا جس سے وہ خوش ہوگیا اور خیل وحشم کے جمع کرنے میں کوشش کی۔ اس اثنا میں ابراہیم قطب شاہ مرگیا اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ جانشین ہوا اس لئے اس مہم میں قطب شاہ کا لشکر جو نظام شاہ کے ہمراہ تھا وہ متفرق ہوگیا سید مرتضےٰ نے شاہ مرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا مراسلت کرکے محمد قلی قطب شاہ کو بلایا اور قلعہ شاہ درگ کا محاصرہ کیا چار پانچ مہینے تک چاروں طرف جنگ کی مگر جب یہاں جنگ میں ناکامی ہوئی تو محاصرہ چھوڑ کر بیجاپور کی راہ لی۔ اور وہاں جاکر اونھوں نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد وہ بیجاپور کی فتح سے بھی مایوس ہوئے تو قطب شاہ اپنے ملک کو چلا گیا اور سید مرتضیٰ و بہزاد الملک اپنے ملک کو آئے اس کا مفصل حال پہلے بیان ہوچکا ہے سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں باہم ایسی عداوت ہوئی کہ لشکر کشی کی نوبت

پہونچی۔ صلابت خاں نظام شاہ کو باغ بہشت سے باغ فرح بخش میں لے آیا اور عمارت بغداد کو اس کی عبادت کے لئے مقرر کیا۔ فتح شاہ پاتری کو کہ حسن و جمال میں آراستہ تھا اور نرد و شطرنج خوب کھیلتا تھا۔ خدمت کے بہانہ سے قلعہ میں داخل کیا اور نظام شاہ اس پر فریفتہ ہوا اور اپنا ہم خواب بنایا سید مرتضےٰ لشکر لیکر احمد نگر کے حوالی میں آگیا۔ صلابت خاں نے لڑنے کی اجازت نظام شاہ سے لی اور وہ شاہزادہ میران حسین کے ہمرکاب سید مرتضےٰ کے مقابلہ میں آیا اور جنگ کے بعد غالب ہوا سید مرتضےٰ برار کو بھاگا اور صلابت خاں کے لشکر نے تعاقب کیا تو وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں چلا گیا۔

۱۵۹۹ء میں نظام شاہ نے علی عادل شاہ کی بہن خدیجہ بی بی سے اپنے بیٹے میران حسین شاہ کی نسبت بھی وہ منظور ہوئی اور بی بی خدیجہ احمد نگر میں آئی۔ بعض مردم فتنہ انگیز شہزادہ برہان کو درویشوں کے لباس میں احمد نگر میں لائے۔ اور اونھوں نے یہ قرار دیا کہ صلابت خاں کو غفلت کی حالت میں مار ڈالیں اور بعد ازاں نظام شاہ کو معزول کریں اور برہان شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائیں مگر صلابت خاں کو اس کی اطلاع ہوگئی کام نہ چلا تو شاہزادہ برہان اکبر بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اکبر بادشاہ نے اس سال میں دکن کی فتح کا ارادہ کیا اور خان اعظم کوکہ حاکم مالوہ کو سپہ سالار بناکر برہان نظام شاہ اور سید مرتضےٰ اور کل سرداران دکنی کو جو اوس پاس تھے ہمراہ کرکے ولایت نظام شاہ کو روانہ کیا اس جلدی میں چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ بھی اپنے بھائی نظام شاہ کے دیکھنے کو احمد نگر میں آئی صلابت خاں نے لاور خاں وکیل السلطنت عادل شاہ پاس پیغام بھیجا کہ حسین نظام شاہ نے چاند بی بی کے جہیز میں قلعہ شولاپور دیا تھا اب وہ بیوہ ہوکر میکہ میں آگئی ہے چاہئے کہ یہ قلعہ نظام شاہ کے گماشتوں کے حوالہ کرو لاور خاں نے اس بات کو نامنظور کیا۔ صلابت خاں نے رنجش کا اظہار اس طرح کیا کہ علی عادل شاہ کی

بن کو دولت آباد میں بھیجدیا کہ جس وقت عادل شاہ قلعہ شولاپور دیدے تو بشن ہو کر وہیں دادو پاس جائے اور نہیں یہ کام معطل و موقوف رہے۔ اس اثنا میں اکبر بادشاہ کے لشکر کی خبر مالوہ میں آنے کی بنی صلابت خاں نے اس بیت پر عمل کیا ؎

کارنہ ایں گنبد گرداں کند　　چہ کند ہمت مرداں کند

دشمن کی مدافعت پر کمر باندھی مرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار کیا اور بیس ہزار سوار دیگر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مرزا محمد تقی برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے ملاقات کی اور اس کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ جب عزیز کوکہ نے یہ سنا تو شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں پاس بھیجا تاکہ وہ دکن کے لشکر کے ساتھ موافقت نہ کرے اور اکبر شاہ کے لشکر سے متفق ہو۔ یہ بات نہ ہوئی۔ شاہ فتح اللہ بے نیل مقصود عزیز کوکہ پاس گیا ان دنوں میں عزیز کوکہ اور شہاب الدین احمد خاں حاکم امین کے درمیان منازعت تھی ان میں اعلیٰ درجہ کا نفاق تھا مرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں لشکر دکن کے ساتھ ہنڈیہ میں عزیز کوکہ کے مقابل آئے چند روز لشکر مقابل رہے۔ عزیز کوکہ نے صف جنگ میں صلاح نہ دیکھی برار کی راہ سے دوبرار میں آیا۔ اور اچلپور اور بالاپور کو غارت کیا اور جب مرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں ہنڈیہ سے اس کے تعاقب میں آئے تو اس نے نرسالہ سے ولایت مالوہ کو مراجعت کی۔ راجہ علی خاں برہان پور چلا گیا۔ اور مرزا محمد تقی احمد نگر میں آیا۔

ان دنوں میں فتح شاہ لولی نے کہ صلابت خاں کا دست گرفتہ تھا پادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل پیدا کیا اور پادشاہ سے دو مالائیں کہ رام راج کی غنائم میں ہاتھ آئیں تھیں طلب کیں۔ پادشاہ نے صلابت خاں کو ان کے دینے کا حکم دیا اس نے جملی مالائیں نہ دیں ان کی نقلی مالائیں بنا کر دے دیں فتح خاں نے اس کی شکایت پادشاہ سے کی۔ پادشاہ نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ میرے تمام جواہر فلاں مکان میں میرے ملاحظہ کے لئے سجائے جائیں

جب جواہر رکھے گئے اور پادشاہ آیا اور ان میں اون مالاؤں کو نہ پایا تو کل جواہرات کو توشہ میں لپیٹ کر آگ لگا دی اور چلا گیا امرا نے فوراً آگ بجھا کے تمام جواہر نکال لئے صرف موتیوں کو نقصان پہنچا اس حرکت کو شاہ کی دیوانگی اور جنون پر حمل کیا اس تاریخ سے شاہ کا لقب دیوانہ مشہور ہوا۔

نظام شاہ سے لولیوں نے یہ مدعا کیا کہ ارکان دولت حضور کی پردہ نشینی سے دلگیر ہیں چاہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے میراں حسین کو بادشاہ بنائیں اس لئے بیٹے کے مارنے کا ارادہ نظام شاہ نے کیا۔ مگر صلابت خاں کے سبب سے بیٹا کسی طرح باپ کے ہاتھ نہ آتا تھا کہ اس اثنا میں ابراہیم عادل شاہ نے دلاور خاں حبشی کے مشورہ سے لشکر رزم خواہ سرحد نظام شاہ میں بھیجا اور پیغام دیا کہ شہزادہ میراں حسین کو دو تسلیم کیجائے یا وہ پالکی میں سوار کرا کے واپس بھیجدی جائے۔ صلابت خاں نے جواب دیا کہ ان دو باتوں میں سے ایک بات نہیں ہوگی جبتک قلعہ شولاپور حوالہ نہ کیا جائیگا صلابت خاں کی اس بات سے عادل شاہ دشمن ہوگیا اور اوسہ کا محاصرہ کیا نظام شاہ نے جانا کہ صلابت خاں کے سبب سے یہ ہوا اس لئے اس سے رنجیدہ ہوا اور اس سے کہا کہ تو حرام خور ہے یا حلال خور صلابت خاں نے کہا کہ میں آپکا بندۂ با اخلاص ہوں نظام شاہ نے کہا کہ میں تیری نافرمانی سے آزردہ ہوں اور تیرے حبس و قید کی قدرت نہیں رکھتا ہوں صلابت خاں نے معروض کیا کہ آپ کوئی قلعہ مقرر کیجئے میں خود پابزنجیر ہو کے قلعہ میں جا کر خاطر اقدس کا خیال رکھتا ہوں نظام شاہ نے کہا کہ قلعہ ڈنڈراج پور میں جانا چاہئے۔ اس سادہ ترک نے نے اندیشہ میں اپنے پاؤں میں زنجیر ڈالی اور پالکی میں بیٹھ کر اپنے متعلقوں کو مامور کیا کہ بیٹے قلعہ ڈنڈراج پور میں محبوس کرو ہر چند دوستوں اور رشتہ داروں نے منع کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ صلابت خاں کی قید کے بعد نظام شاہ نے وکالت قاسم بیگ حکیم کو اور وزارت مرزا محمد تقی نظیری کو دی اور حکم دیا کہ عادل شاہ سے صلح کریں

اونہوں نے حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ سے صلح ہوگئی اور عادل شاہ کی بہن جو اب تک
داماد میراں حسین سے بیاہی تھی اُس کے حوالہ ہوئی۔ نظام شاہ نے میراں حسین کے قتل کرنے
کا ارادہ کیا اور اوس کو اپنا اشتیاق ظاہر کرکے اپنے پاس بلایا اور ایک حجرہ میں بہانی
اور بالاپوش میں لپیٹ کر بند کیا اور اوس کو آگ لگادی۔ فتحی شاہ نے رحم کرکے
دروازہ کھول کر شہزادہ کو نکال لیا۔ اور مرزا محمد تقی و قاسم بیگ نے اُس کو پالکی میں
سوار کرکے دولت آباد میں بھیجدیا۔ پادشاہ نے دو تین روز بعد حجرہ میں جاکر دیکھا تو بیٹے
کے استخوان کو نہ پایا اصل حال کی تحقیقات کے بعد مرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو محبوس کیا
مرزا محمد صادق کو مہمات سلطنت سپرد کیں۔ اُس نے بھی شاہزادہ کے قتل سے انکار کیا
تو دو روز کے بعد اس کو بھی مقید کیا اور سلطان حسین سبزواری کو وکالت کا عہدہ اور
مرزا خاں کا خطاب دیا اور پیشوائی کا منصب۔ اس نے دلاور خاں حبشی پاس فتحی
بیجاپور آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ یہ پادشاہ بالکل دیوانہ ہوگیا ہے اور اپنے بیٹے
کو قتل کرنا چاہتا ہے اگر آپ سرحد پر آجائیں تو میں پدر کو برطرف کرکے پسر کو تخت
پر بٹھادوں۔ دلاور خاں نے اس بات کو قبول کیا مرزا شاہ نے نظام شاہ سے
کہا کہ عادل شاہ بہت سپاہ کے ساتھ ولایت احمد نگر کی تسخیر کے ارادہ سے
آتا ہے اس باب میں حکم کیا ہے نظام شاہ کو اصل مقدمہ سے خبر نہ تھی اُس نے اور امراء
کو قید کیا مرزا خاں مع کل امراء کے دولت آباد گیا اور میراں حسین کو قلعہ سے نکال کر
پادشاہ بنایا اور احمد نگر لایا بیٹے نے باپ کو حمام میں بند کیا اور آگ زیادہ روشن
کرائی اور پانی بند کیا جس سے وہ ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء میں مرگیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے
اس کی استخوان کربلا بھجوائیں اس نے ۲۴ سال ۵ ماہ سلطنت کی۔ یہ بادشاہ قوی
ہیکل گندم گوں۔ فراخ چشم بلند اندام تھا۔ شوکت و صلابت رکھتا تھا۔ فارسی
خوب بولتا تھا۔

میراں حسین نظام شاہ

جب مرزا خاں کی رہنمونی سے میراں حسین باپ کو مار کر صاحب اختیار ہوا اُس کی
عمر سولہ برس کی تھی اس کو مرزا خاں چاہتا تھا کہ گھر میں بیٹھا رہے اور جمیع مہمات کا خود پیرو کا
ہو لیکن یہ میراں حسین شوخ طبیعت اور اجلاف پیشہ اور بے اعتدال اور ناعاقبت اندیش
تھا اس لئے یہ صورت نہ ہوئی دایہ زادوں اور ہمسایوں کو اس نے امارت کے منصب دیکر
مقرب بنایا اور لہو ولعب میں لگا۔ اُن باتوں کو اوباشوں اور رذالوں کے ساتھ احمد نگر
کے کوچہ و بازار میں پھرتا اور حالت مستی تیر و تفنگ و شمشیر سے جو نظر آتا اوسے مارتا بعض
مقربوں نے میراں حسین سے کہا کہ مرزا خاں نے شاہ قاسم برادر مرتضےٰ نظام حسین کو تسلہ
بھیجے طلب کیا ہے اور اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے تاکہ فرصت کے وقت تجھکو معزول کرکے
اس کو پادشاہ بنالے میراں حسین نے خالفت ہوکر مرزا خاں کو موکلوں کے حوالہ کیا
دوسرے روز اس کو معلوم ہوا کہ شاہ قاسم کی حکایت غلط تھی پھر مرزا خاں کو مقرب و
معزز کیا مرزا خاں نے اپنی طرف سے مخلصہ دور کرنے کے لئے میراں حسین سے کہا کہ
دارثان مملکت فتنہ و فساد کا سبب ہوتے ہیں صلاح دولت یہ ہے کہ شاہ قاسم کو
مع آل و اولاد کے قتل فرمائے میراں حسین نے اس درخواست کو قبول کرکے ایک آن میں
پندرہ شہزادوں کا خون اپنی گردن پر لیا۔ سنکس خاں و طاہر خاں کہ میراں حسین
کے برادر رضاعی تھے میراں حسین سے اس کی مستی و ہوشیاری کی حالت میں مرزا خاں
کی شکایت کرتے وہ برافروختہ ہوکر کبھی کہتا کہ میں اس کو پکڑ کر اُس تلوار سے مار ڈالوں گا
اور کبھی کہتا کہ میں فلاں ہاتھی کے پاؤں تلے اوس کو مسلواؤں گا۔ مرزا خاں نے اپنے تئیں
بے تاج و تخت پادشاہ سمجھا اور میراں حسین کے قلع قمع میں مصروف ہوا اوس نے
پادشاہ کو اس بہانہ سے کہ پادشاہ کا مصاحب آقا میر کا بڑا حال ہے عیادت کے
لئے اوس کو بلایا وہ تنہا چلا آیا۔ مرزا خاں نے اس کو مقید کیا اور برہان نظام شاہ
کے دو بیٹوں اسمٰعیل و ابراہیم کو لوہ گڈھ کے قلعہ سے احمد نگر میں بلایا اور ان میں
اسمٰعیل کو جو بارہ برس کا تھا بادشاہ بنایا کہ ایک بار گی قلعہ کے باہر جمال خاں

مولہ مہدوی کہ منصب داران صدہ میں سے تھا دکنی اور حبشی منصب داروں سے اتفاق کر
آیا اور دونوں نے کہا کہ چند روز سے ہم نے اپنے پادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا ہے اور
اُس کے حال کی کچھ خبر ہمکو نہیں اس کو ہمارے پاس بھیجو یا اوس کی ملازمت میں جانے دو
مرزا خاں نے بیباکی سے جواب دیا کہ میراں حسین کو پادشاہی کی لیاقت و قابلیت
نہیں ہے۔ ہمارا تمہارا پادشاہ اسمٰعیل نظام شاہ ہے ابھی وہ باہر آتا ہے اسکو سلام کرو
جمال خاں نے احمد نگر میں منادی کی کہ اہل دکن کو معلوم ہو کہ مرزا خاں اور کل پردیسیوں
نے مجتمع ہو کر میراں حسین شاہ کو مقید کیا ہے اور کسی اور کو پادشاہ بنانا چاہتے ہیں تم کو
چاہیے کہ اپنے پادشاہ کو چھڑا کر غریب غریب زادوں کے تسلط کو دفع کرو اور نہیں تو تین
جان لو کہ بعد اس بحث کے دکنیوں کے زن و فرزند ان کی غلامی میں گرفتار
ہونگے یہ بات اہل دکن کے لئے نہایت تھی اِن باتوں کو سُنکر مکمل و مسلح فوج لیکر قلعہ
پر متوجہ ہوئے۔ دو تین ساعت میں جمال خاں پاس پانچ چھ ہزار سوار و پیادے اور
بہت سے بازاری وغیرہ جمع ہو گئے اور کل حبشیوں نے قلعہ گھیر لیا۔ مرزا خاں نے
بہت تھوڑے آدمی ان کے مقابلہ کے لئے بھیجے جن میں سے اکثر مارے گئے اور باقی زخمی
ہو کر قلعہ میں گئے اب مرزا خاں نے یہ خیال کر کے کہ سارا جھگڑا میراں حسین کے سبب
ہے ہے اس کو مار ڈالا اور اس کے سر کو نیزہ پہ رکھ کر دروازہ کے برج پر سے دکھایا۔ اور
کہلا بھیجا کہ یہ ہجوم و مرتبہ میراں حسین شاہ کے لئے ہے اس کا سر یہ نیزہ کے اوپر
ہے اب چاہئے کہ اسمٰعیل نظام شاہ کی اطاعت کرو اور اپنے گھر کو جاؤ۔ انھوں نے
میراں حسین کا سر مانگا جب وہ ان پاس آیا تو کہدیا کہ وہ اس کا سر نہیں ہے۔ اس
اثنا میں حلت، سرگیں کے سویل لاکر آگ لگائی جس سے قلعہ کا دروازہ جل گیا۔ مرزا خاں
قلعہ سنیر کو بھاگا۔ دکنیوں نے قلعہ میں جاکر تین سو پردیسیوں کو مار ڈالا۔
میراں حسین کو دفن کیا اور پردیسیوں کی لاشوں کو بے گور و کفن میدان میں سڑنے
دیا۔ اور سارے پردیسی وضیع و شریف و توانگر و گدا و نوکر و سوداگر و مجاور

سب کو بڑی رسوائی سے مارا اور اُن کے گھروں کو جلا کر خاک سیاہ کیا جن آدمیوں کا
سر آسمان ساتھا اُن کو پامال کر کے زمین کا پیوند کیا۔ وہ وہ بشیزہ جو اپنا منہ مہر و ماہ سے
چھپاتی تھیں اُن کے جھونٹے پکڑ کر مستوں کی بزم میں لائے۔ چوتھے روز مرزا خاں کو جنجیر
سے پکڑ کر لائے اول اس کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھرایا اور اس کے پارچے کر کے بازار
میں لٹکائے۔ بعض امیروں کو توپ میں اُڑایا کہ اُن کے چیتھڑوں کا پتا نہ لگا۔ سات ہزار
میں ایک ہزار غریب مارے گئے اس اثنا میں فرہاد خان حبشی کہ امرائے کلاں میں
تھا اپنی جاگیر سے آیا تو اس نے دکنی اجلاف و اوباشوں کی سیاست کی تو فتنہ
کم ہوا اور کچھ غریب کہ حبشیوں اور دکنیوں کی آشنائی کے سبب سے چھپے ہوئے تھے
بچ گئے۔ میراں حسین شاہ کی مدت سلطنت دو ماہ تین روز تھی۔ کتب تاریخ سے یہ
ثابت ہوتا ہے کہ پیر کش کی مدت سلطنت زیادہ نہیں ہوتی اس لئے ایک شاعر نے
یہ شعر کہا ہے کہ ؎ پیر کش پادشاہی را نشاید ۔۔ گر شاید بجز دو مہ نپاید

جمال خاں نے اسمٰعیل شاہ کی پادشاہی قبول کر لی اور سارے اختیارات شاہی خود
لے لئے۔

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی

(تخت نظام شاہ کے وقائع میں مذکور ہوا ہے کہ برہان نظام شاہ قلعہ لاگڑ (لوہ گڈھ)
میں محبوس تھا اس تقریب سے کہ اس کا بھائی نظام شاہ زندہ نہیں ہے یا
دیوانہ ہو گیا ہے اور مہمات سلطنت کا سرانجام نہیں کر سکتا قید سے نکلا اور بھائی
سے لڑا شکست پائی اور اکبر پادشاہ پاس چلا گیا اس وقت دکن میں اسکے دو
بیٹے تھے۔ ایک ابراہیم دوسرا اسمٰعیل۔ ابراہیم کی ماں حبشی تھی اُسکا رنگ کالا تھا۔ صورت
ظاہری سے چنداں بہرہ بھی نہیں رکھتا تھا اور اسمٰعیل کی ماں کو کئی عالی خاندان
تھی۔ اس میں سیرت و صورت کی خوبیاں تھیں۔ صلابت خاں نے دونو کو قلعہ
لاگڑ میں محبوس کیا تھا۔ جب مرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا تو ان

دو بھائیوں کے سوا کوئی اور وارث مملکت نظام شاہی میں موجود نہ تھا ان دونوں کو قید خانہ سے بلایا باوجودیکہ ابراہیم بڑا تھا مگر مرزا خاں نے حکمرانی کے تخت پر اسمٰعیل کو بٹھایا۔ پہلے لکھا گیا کہ جمال خاں مہدوی نے اسمٰعیل کی بادشاہی قبول کی۔ مہمات شاہی کی باگ اپنے اقتدار کے ہاتھ میں لی اور فرقہ مہدویہ کی تربیت میں ہمت صرف کی اسمٰعیل کو جو خورد سال تھا اپنے مذہب میں لایا اور خطبہ اثنا عشریہ کو برطرف کیا۔ مہدوی اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص حنفی مذہب سید محمد نام نے ہندوستان میں ۹۶۱ھ کے آخر میں دعوے کیا کہ میں بلسان شیخ مہدی موعود ہوں چونکہ بعض آثار و علامات کہ مہدی آخر الزماں میں قرار دئے ہیں اس میں موجود تھے اس کے قول کی تصدیق کی جس کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے تھوڑے زمانہ میں ہندوستان کے اطراف وجوانب سے طائفہ مہدویہ جمع ہوا اور اسمٰعیل نظام شاہ کو قدوتی اور جمال خاں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اس طائفہ نے شمشیر زنی اور جان نثاری کی۔ ابتدا میں صلابت خاں سرحد برار میں جو قلعہ کھرلہ میں محبوس تھا میراں حسین کی خبر کشتہ ہونے کی سنکر خروج کیا اور امرائے برار اس سے گرویدہ ہوئے وہ مذہب مہدویہ کے رواج سے آزردہ تھے وہ جمال خاں کے استیصال کے قصد سے احمد نگر پر متوجہ ہوا دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے ولایت نظام شاہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہوا جمال خاں اول اسمٰعیل کو لیکر صلابت خاں سے لڑنے آیا اور دریا گودری کے کنارہ پٹن میں لڑکر اس کو برہان پور تک بھگایا۔ وہاں سے پھر کر عادل شاہیوں سے لڑنے آیا طرفین کے لشکر آشتی میں ملے۔ پندرہ روز تک دونو لشکر پڑے رہے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ دوسرے پر حملہ کرتا آخر کو ان شرائط پر صلح ہوئی کہ چاند بی بی زوجہ میراں حسین نظام مقتول کی بیوہ کو پالکی میں سوار کرا کے بیجاپور میں وہ بھیجے اور نظام شاہ کی سلطنت دو لاکھ ستر ہزار ہون (۲۷۰۰۰۰ پیگوڈا) لعل ہمیں دے (خرچ جنگ) جمال خاں یہ روپیہ دیکر احمد نگر میں آیا۔

سی سال کے بعد رمضان کے دن جو پردیسی کہ فرہاد خاں کی شناعت سے زندہ بچے تھے ان میں سے زیادہ نہ تھے ان کو جمال خاں نے نکال دیا وہ بیجاپور میں جاکر نوکر ہو گئے۔

۹۰۰ھ میں صلابت خاں نے جس کی ستر سال کی عمر تھی۔ جمال خاں سے قول نامہ (امان نامہ) لیکر آسیر برہان پور سے احمد نگر میں آیا اور نوکری قبول نہیں کی۔ اور قصبہ تولی کام میں کہ اس کا آباد کیا ہوا تھا اقامت اختیار کی اور مرنے کا منتظر تھا کہ اس سنہ میں موت آئی اور مرتضیٰ قلی نے ایک بیٹا چھوڑا۔ جب اکبر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اسمٰعیل نظام شاہ تخت پر بیٹھا تو اس نے برہان نظام شاہ کو بنگلش سے کہ سنہ کابل کے درمیان ہے بلایا یہاں اس کی جاگیر تھی اور اس سے کہا کہ احمد نگر کی سلطنت تجھے ارثاً و استحقاقاً پہنچتی ہے ہم نے اوجھ کو دی۔ جس قدر لشکر اوس کی تسخیر کے لئے درکار ہو لیجا۔ اور بیٹے کو معزول کرا کر مملکت موروثی کے لئے توجہ کر۔ برہان شاہ نے معروض کیا کہ اگر بادشاہ کی سپاہ ہوگی تو دکن کے آدمی مجھ سے خوش ہونگے اور تمرد اور عناد کریں گے اگر حکم ہو تو سرحد دکن پر تنہا جاؤں اور اہل دکن کو اپنی ایل کروں اور ملائمت اور نرمی سے مملکت موروثی پر متصرف ہوں۔ بادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا اور دکن کو رخصت کیا اور پرگنہ ہنڈیہ میں اس کو جاگیر دی۔ راجہ علی خاں حاکم آسیر کو فرمان لکھا کہ برہان الملک کی معاونت میں تقصیر نہ کرے۔ جب سرحد دکن پر وہ ہنڈیہ میں آیا تو ولایت نظام شاہ کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے دکن کی رسم کے موافق بھیجے سب نے اخلاص و یک جہتی کا اظہار کیا اور اس کو بلایا۔ برہان شاہ ولایت برار میں آیا۔ ہمانگیر خاں حبشی جس نے بہت اپنا اخلاص اس کے ساتھ ظاہر کیا تھا وہ اپنے عہد و پیمان سے پشیمان ہوا اور اتفاق و وفاق کو نفاق سے بدلا۔ اس سے لڑنے کھڑا ہوا برہان شاہ شکست پاکر ہنڈیہ میں چلا آیا۔ رات دن جمال خاں کے استیصال اور فک موروثی کی اخذ کی اُدھیڑ بُن میں لگا رہتا۔ ابراہیم عادل شاہ اور راجہ علی خاں اسکے اعوان ہوئے تو وہ ہنڈیہ سے برہان پور میں آیا۔ جمال خاں پاس بھی دس ہزار سوار کا تھا جب طائفہ مہدویہ جمع ہوا اس نے سید امجد الملک مہدویہ سر لشکر برار کو لکھا کہ

وہ اس حدود کے امراء کو راجہ علی خاں اور برہان شاہ کے مقابلہ کے لئے معین کر کے دلاور جمال خاں خود احمد نگر کی سپاہ لیکر عادل شاہیوں کی مدافعت کو گیا اور قصبہ وار سنگ کے قریب دلاور خاں سے جنگ کی اور اس کو شکست دی اور تین سو ہاتھی چھین لئے۔ ابھی وہ وار سنگ میں تھا کہ اس پاس خبر آئی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوشش سے امراء برار برہان شاہ کے مطیع ہو گئے اور برہان پور کی سرحد میں آن سٹے اس خبر پر جمال خاں نہایت شوکت و حشمت سے برار کو روانہ ہوا عادل شاہ نے اس کا تعاقب کیا اور امرائے برگی کو مامور کیا کہ سب جگہ اسمٰعیل نظام شاہ کے لشکر کے گرد تاخت کر کے غلہ و آذوقہ کو اس پاس نہ پہنچنے دیں اس سبب سے جمال خاں کو بہت آدمی چھوڑ کر برہان شاہ پاس چلے گئے۔ جمال خاں راہنگر کے گھاٹ پر پہنچا جس کو برہان شاہ کے آدمیوں نے بند کر رکھا تھا تو وہ دوسری راہ سے نہایت صعوبت اوٹھا کر برہان شاہ کے لشکر پاس گیا اس راہ میں پانی کم اور ہوا گرم زیادہ تھی جمال خاں اور اس کے آدمیوں نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ ان کو خبر ملی کہ تین کوس پر پانی بہت ہے۔ جمال خاں پانی کی امید میں یلغار کر کے تشنہ بدحال وہاں گیا۔ وہاں پہلے ہی سے راجہ علی خاں و برہان شاہ اترے ہوئے تھے تو پھر وہ اسی صحرا میں گیا کہ محشر نشاں تھا وہاں ایک تلستان میں کچھ پانی مل گیا۔ اور رجب ۹۹۹ھ میں برہان شاہ اور راجہ علی خاں سے جا لڑا۔ مددیوں کو فتح ہو جاتی لیکن جمال خاں کی پیشانی پر ایک گولہ لگا جس سے وہ مر گیا تو اسمٰعیل نظام شاہ مع امرا بھاگ گیا۔ امرائے برہان شاہ نے ان کا تعاقب کیا۔ یاقوت خاں اور خداوند خاں نے سر کاٹے۔ سہیل خاں کو بیجاپور میں جلد بھگا دیا۔ اسمٰعیل کو گرفتار کیا۔ برہان شاہ احمد نگر میں آن کر پادشاہ ہوا۔ راجہ علی خاں کو رخصت کیا اسمٰعیل نظام شاہ نے دو سال سلطنت کی۔

برہان نظام بن حسین نظام شاہ

برہان شاہ اپنے بھائی مرتضٰے نظام شاہ کے عہد میں قلعہ گاگرون میں محبوس تھا۔ مگر جاگیر اس پاس ایسی تھی کہ بفراغت زندگی بسر ہوتی تھی ان دنوں میں کہ صاحب خاں

بے اعتدالی کرنے لگا اور اوس کے اوضاع کے سبب سے مرتضٰی نظام شاہ سے امرا لشکر متنفر ہوئے اور صاحب خاں کے منانے کے لئے نظام شاہ بیدر گیا تو امرا نے فرصت پا کر برہان شاہ کو واہن لکھیں کہ تیرا بھائی دیوانہ ہو گیا ہے پادشاہی کے قابل نہیں رہا اگر تو قلعہ سے باہر آئے تو ہم سب تیری خدمت کے لئے موجود ہیں۔ برہان شاہ حاکم قلعہ اوس سے سازش کر کے باہر آیا اور بیدر کے پانچ چھ ہزار سوار اوس سے ملے اور چتر اس کے سر پر بلند کیا۔ جب یہ خبر حوالی بیدر میں نظام شاہ کو پہنچی تو وہ جلد برہان سے ایک روز پیشتر تین سو آدمیوں کے ساتھ قلعہ احمد نگر میں آیا۔

عوام الناس یہ کہتے تھے کہ وہ زندہ نہیں ہے ان کے گمان دور کرنے کے لئے وہ عصر کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر بازار میں پھرا۔ ایک ادویہ فروش۔ خواجہ ابن سمنانی سے یہ لطیفہ ہوا کہ اس نے اوس سے پوچھا کہ کوئی دوا تیرے پاس ایسی بھی ہے کہ دیوانگی کو مفید ہو اس نے کہا ہاں ہے۔ تو نظام شاہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں دیوانہ ہوں کہ بطریق مشائخ گوشہ نشین ہوا ہوں اور چاہتا ہوں کہ پادشاہی کروں یا میرا بھائی دیوانہ ہے کہ اس سبب اپنے تئیں خرخشہ میں گرفتار کیا ہے اور مجھ پر لشکر کشی کی ہے۔ دوا فروش نے کہا کہ برہان شاہ دیوانہ ہے کہ باوجود کمال فراغت کے ایسے مشفق و مہربان بھائی سے لڑتا ہے اور اس نعمت کی قدر نہیں جانتا۔ نظام شاہ نے ایک ہزار ہون اوس کو انعام دیا دئے۔ آٹھ سال کے بعد وہ اپنے آدمیوں کو دکھائی دیا تھا وہ اپنے آدمیوں اور شاگردوں کو ہمراہ لیکر ان سے باتیں کرتا تھا وہ شہر کی سیر کر کے قلعہ میں گیا دوسرے روز صبح کو برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں اترا۔ نظام شاہ کی سواری کی خبر سنکر اکثر آدمیوں نے برہان شاہ کی رفاقت چھوڑی اور احمد نگر گئے۔ ظہر کے وقت نظام شاہ پہلے روز کی طرح ہاتھی پر سوار ہوا۔ قلعہ سے باہر نکلا۔ دس ہزار سوار اوسکے خبر کے لئے جمع ہوئے۔ صلابت خاں کو سرلشکر مقرر کیا وہ ہشت بہشت کے قریب برہان شاہ سے لڑا۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی وہ بیجاپور چلا گیا۔ دو سال بعد

بعض امراء کی طلب سے وہ درویشوں کے لباس میں احمد نگر میں آیا اُس کے اعوان و انصار نے مقرر کیا کہ فلاں روز اس کو پادشاہ بنائیں گے اور نظام شاہ کو معزول کریں گے مگر صلابت خاں کو اُس کی خبر ہوگئی اس نے ان امراء کی جماعت کو کشتہ کیا جنھوں نے یہ سازش کی تھی۔ برہان شاہ گجرات ہوتا ہوا اکبر پادشاہ کی خدمت میں چلا گیا اور اس نے اول تہ صدی کا منصب پایا۔ جب خان اعظم عزیز کوکہ کو کن پر لشکر کشی کے لئے نامزد ہوا تو برہان شاہ کو ہزاری منصب ملا۔ عزیز کوکہ کے بے نیل و مرام مراجعت کی تو برہان شاہ ہمراہ صادق محمد خاں کے افغانوں کے لڑنے کے لئے مابین نیلاب و کابل مامور ہوا۔ اور ولایت بنگش اس کو اقطاع میں ملے۔ جب اس کا بیٹا اسمٰعیل احمد نگر میں پادشاہ ہوا تو اکبر پادشاہ نے بنگش سے طلب کرکے دکن بھیجا جس کا بیان اوپر ہوا بمقتضاء مَنْ طَلَبَ شَیْئاً جَدَّ وَجَدَّ آخر میں صاحب تخت و تاج ہوا۔

مذہب مہدویہ جس کا رواج اس کے بیٹے کے عہد میں ہوگیا تھا اس نے خارج کیا اور حکم دیا کہ جس جگہ کوئی مہدوی ہو اوس کو قتل کرو اور ان کا مال و اموال سبیل کردو۔ اس کی تھوڑی مدت میں اس نحلت میں اس مذہب کا نشان تک نہ رہا اور سابق کی روش پر مذہب اثنا عشری نے رواج پایا۔ منبروں پر خطبہ اثنا عشری پڑھا گیا۔ اس کتخدا کے پردیسی جو مرزا خاں کی کفران نعمت سے جلاے وطن ہوئے تھے احمد نگر میں آئے۔ اور یہ بلدہ اہل کمال کا ملجا و ماوا ہوا۔ ولاور خاں حبشی جو ابراہیم عادل شاہ کے قہر کے خوف سے احمد آباد بیدر بھاگا تھا یہاں آیا اس کو اقطاع لائق عنایت ہوئیں۔ عادل شاہ کے مزاج کے موافق اس کی یہ حرکت نہ تھی اس نے پیغام بھیجا کہ شرط دوستی اور طریق یکجہتی اس کی مقتضی ہے کہ ہم دوست کے ساتھ دوست اور دشمن کے ساتھ دشمن ہوں اور نیکی و بدی میں شریک یگانگی کو راہ نہ دیں آپ سے یہ عجب ہے کہ اس دولت خانہ کے غلام حرام خور کو اپنی سرکار اشرف میں جگہ دیکر مقرب درگاہ بنائیں۔ وظیفہ برادری اور طریقہ حق گذاری منظور کرکے دوستوں کی خاطر کا پاس کرو اور اس کو دوام دولت کا سبب سمجھو اور ایسا کام کرو کہ ایں بانب کی

خوشنودی کا سبب ہو۔ برہان شاہ اس پیغام سے آشفتہ ہوا اور وحشت آمیز و فتنہ انگیز باتیں کہنے لگا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ عادل شاہ دشمن ہوگیا اور اس نے حاجی ابابت اللہ بھری کو احمد نگر بھیجکر پیغام دیا کہ ولاور خاں کی خامی و ناوانی سے جو تین سو باقی نظام شاہیوں کے ہاتھ آئے ہیں وہ بستی کو مری رکھکر میرے پاس بھیجدیجئے ورنہ قافلہ و اہال میں اپنا نقصان عظیم سمجھئے اور اپنی بد انجامی سے اندیشہ کیجئے۔ برہان شاہ اس پیغام سے اور زیادہ آزردہ ہوا اور لشکر کی حاضری کا حکم دیا باوجودیکہ امراء کو اس سے تامل تھا۔ مگر وہ کوچ پر کوچ کرکے عادل شاہ کی ولایت میں آگیا۔ عادل شاہ نے اس کی حیثیت کچھ نہ جانی اور وہ بیجاپور سے روانہ ہوا اور برہان شاہ منگلسر میں دریائے بیورہ کے پار اتر آیا۔ یہاں سے آگے بڑھنا مصلحت نہ جانا۔ دریا کے کنارہ پر ایک قلعہ بنا کر یہاں ٹھہرا عادل شاہ کی ولایت پر متصرف ہونے کا ارادہ کیا کہ یہ قلعہ ان کے درمیان سرحد ہو یہاں سے بتدریج شولاپور اور شاہ درگ بھی مسخر و منقوح کیا جائے۔ مین گڑی میں آب بیورہ سے جو پایاب تھی۔ چابک دست ہنرمندوں نے عبور کیا اور اس جگہ پر کہ قدیم الایام سے قلعہ تھا اور مدت گذرنے سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا وہ پایہ بہ پایہ جلدی میں قلعہ بننا شروع ہوا۔ بیجاپور سے کوئی لشکر ان کی مدافعت کے لئے نہیں آیا اس لئے وہ خاطر جمع سے اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ برسات کا موسم قریب آیا اور وہ خیال یہ تھا کہ بیماندی چڑھ جائیگی اور پائین قلعہ اور برہان شاہ کے لشکر گاہ کے درمیان حائل ہوگی اور مردم عادل شاہی خود و فرسے اس پر متصرف ہونگے۔ ابھی قلعہ ناتمام تھا کہ دروازوں کو نصب کرکے اسکو توپ و زنبورک و فیروسے بھر دیا۔ بہت روپیہ خرچ کرکے برسات کے موسم میں اسکے ختم کرنے کی کوشش کی اس اثنا میں کہ ولاور خاں نے یہ تصور کرکے کہ عادل شاہ عہدہ برا نہ ہوگا اور مجھ جیسے کی فراست کا محتاج ہے۔ یہ چاہا عادل شاہ سے قول نامہ لیکر بیجاپور جائے اور پھر پہلی طرح حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے۔ عادل شاہ یہ بات خدا سے چاہتا تھا برہان شاہ نے اس کو جانے سے منع کیا مگر مفید نہ ہوا وہاں جاتے ہی

دمتیہ بجوس ہوا عادل شاہ کی خاطر جمعی سے رومی خاں و الیاس خاں اور بہت سے
امیروں کو برہان شاہ کی مزاحمت کے لئے نامزد کیا یہ امراء قلعہ کے مزاحم نہ ہوئے۔ بلکہ
امراء برگی کو جن کے پاس پانچ چھ ہزار سوار تھے جریدہ دریا کے پار بھیجا کہ برہان نظام شاہ کے
لشکر کے حوالی کو تاخت و تاراج کریں کہ اس کو آسائش اور استراحت میسر نہ ہو۔
اس لشکر کی تاخت نے برہان کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار کئے۔ ناچار وہ قلعہ
جدید کو اسد خاں ترک کو سپرد کر کے چند منزل اپنی ولایت کی جانب آیا کہ غلہ و آذوقہ
بفراغت لے اور غلہ کے قحط سے نجات حاصل ہو رومی خاں و الیاس خاں نے اسکا تعاقب
کیا اور برہان شاہ کو شکست فاحش دی اور ڈیڑھ سو ہاتھی چھین لئے۔ برہان شاہ اس
شکست سے ایسا ذلیل ہوا کہ کامل خاں دکنی اور اس کے بھائیوں نے یہ چاہا کہ اسے معزول کر کے
اسمٰعیل کو بادشاہ بنائیں۔ برہان شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اوس نے کامل خاں اور اوس کے
بھائیوں کی سیاست کی۔ اس سبب سے برہان شاہ سے دکنی اور زیادہ بگڑ گئے۔ انھوں نے
یوسف خواجہ سرا سے کہ حسن و جمال میں بے عدیل تھا اور برہان شاہ کے مقربوں میں تھا
سازش کی کہ شب کے وقت اس کو خواب میں کشتہ کر کے اسمٰعیل کو بادشاہ بنائیں۔ برہان شاہ
نے یہ خبر سنی مگر اس کو باور نہ کیا ایک رات کو یوسف خنجر لے کر خیمہ میں آیا کہ برہان شاہ ہوشیار
ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس سے تعلق خاطر بہت تھا اس لئے اس نے چشم پوشی کی اسکا خون
نہیں کیا برہان شاہ اور عادل شاہ کی صلح ہو گئی اور قلعہ جدید ڈھایا گیا۔

برہان شاہ اور پرتگیزوں کے معاملات

۱۵۴۰ء میں ریواڈنڈا (ریکڈنڈہ) کی پرتگیزوں کے دفع کرنے کے لئے بندر جول کی طرف
ایک جماعت امراء کو نامزد کیا اور حکم دیا کہ سمندر کے کنارہ پر اس پہاڑ کے اوپر قلعہ بنائیں
جس کے نیچے پرتگیزوں کی کشتیاں ریواڈنڈا میں آمد و رفت رکھتی ہیں اور اس کی برجوں کے
اوپر توپ و ضرب زن لگائیں اور پرتگیزوں کی آمد و رفت کو بند کریں جب قلعہ
بن گیا تو اس کا نام کھوالہ (کوالہ) رکھا گیا۔ پرتگیزوں نے راتوں کو بحری سفر کر کے اور بہادر
سے اپنی مدد کے لئے اپنی اہم قوموں کو جمع کر لیا اور دو مرتبہ لشکر اسلام پر شب خون مارا

اور ہر دفعہ دو تین ہزار دکنی قتل کئے۔ برہان شاہ اگرچہ دل سے دکنیوں کے کشتہ ہونے سے خوش
تھا لیکن بسبب ظاہر رنج کا اظہار کرتا تھا۔ فرہاد خاں و شجاعت خاں حبشی امت سے امرائے دکن کے
ہواخواہ سے وہ ایمن و مطمئن نہ تھا اور ان پاس دس ہزار سواروں کے قریب تھے اس جانب روانہ
کیا تاکہ اس معرکہ کا مضمون ظہور پائے تا زہر طرف کہ شود کشتہ شود اسلام است۔ اس سبب سے
گروہ بین اور دین سے کہ مابین گجرات و دکن کے ہیں طرح طرح کے آدمی ریکڈنڈا میں پہنچے
تھے۔ بہادر خاں گیلانی کو سر لشکر کر کے اور پردیسی امراء کے ساتھ بنا در پر نامزد کیا۔ جب
بہادر خاں یہاں آیا اور چہارشنبہ ۱۰ شوال سال مذکور ایک ہزار پرتگیزوں اور بہت سے
دکنیوں نے علم مخالفت بلند کیا اور حبشیوں اور دکنیوں نے جو قلعہ کھوالہ کے نزدیک مشغول و
منتشر تھے تعرض نہ کی اور پرتگیزوں کے علم کو نگونسار کیا اور سو پرتگیزی اور دو سو ہندوستانی
پرتگیزوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد ریواڈنڈا کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ قلعہ کو ان کی جانب سے مدد کو
پرتگیزوں تک پہنچنے نہ دیتا تھا اور قریب تھا کہ پرتگیز تنگ ہو کر جلا وطن ہوں کہ ناگاہ برہان شاہ
نفس امارہ کا گرفتار ایسا ہوا کہ غلمان و نسواں کی مباشرت و مخالطت کا حریص ہوا اور حکم
دیا کہ جہاں کوئی عورت میری خدمت کے لئے شائستہ ہو خواہ خاوند والی ہو یا نہ ہو میرے
سبستان میں حاضر کر دیہ بات اس کی خاص و عام کو پسند نہ آئی اس سے وہ متنفر ہو گئے
اس نے سنا کہ شجاعت خاں حبشی کی بیوی بڑی خوبصورت ہے وہ امراء معتبرین سے تھا
اس کو طلب کیا۔ شجاعت خاں نے بھیجنے سے انکار کیا اس کو قلعہ کے اندر حوالات میں بھیجا یا
اس کی بیوی کو جبر و قہر سے بلایا جیسی اس کی تعریف سنی تھی اس کو نہ پایا اس لئے اس کو واپس
بھیجا۔ مگر شجاعت خاں نے اس خبر کو سنکر اپنے پیٹ میں خنجر مارا اور مر گیا اس خبر کی شہرت
ہوئی۔ فرہاد خاں اور جمیع امراء کھوالہ برہان شاہ کی اوضاع سے دلگیر ہوئے اور قلعہ کی
محافظت اور پرتگیزوں کے ساتھ لڑنے میں پہلی طرح کوشش نہیں کی یہ چاہنے لگے کہ
رخصت لے تو اس نمک حرام سے فرار ہوں اور بغاوت کر کے برہان شاہ کو دفع کریں پرتگیزوں کے
حاکم بھاذر بہادر سے ریواڈنڈا کے قریب آئے ان میں بڑے بڑے بہادر پرتگیز اور اسباب

بدال وقتال تھا۔ شب تاریں حصار کھور لے سے گذرے اور ریوا ڈونڈا میں پہنچ گئے۔
۱۰۔ ذی الحجہ چار ہزار کے قریب پرتگیز اس حصار پر متوجہ ہوئے۔ تاج خاں والی رائے
قلیل سپاہ کے ساتھ قلعہ سے باہر پڑے تھے وہ خواب سے سراسیمہ ہو کر اٹھے اور قلعہ میں
بھاگے۔ زہاد خاں دلگیری کے سبب سے پہلی سی محافظت نہیں کرتا تھا اور دروازہ بانوں
نے آدمیوں کی آمد و رفت کے لئے دروازہ کھلا رکھا تھا سپاہ فرنگ کہ بھگوڑوں کے
پیچھے چلی آتی تھی اس نے ہجوم کر کے دروازہ نہ بند کرنے دیا۔ تاج خاں اور رائے
کے پیچھے پیچھے وہ قلعے میں آگئے اور قتل کرنا شروع کیا۔ زہاد خاں اور اسد خاں اہل قلعہ کا
خواستگار صبح کی شکر خوابی سے بیدار ہو کر اٹھے باوجودیکہ پرتگیزوں سے
لشکر مضاعف تھا مگر غفلت کی شامت سے ان کی مدافعت میں نہ شامل ہوئے۔ حیران و
بہوت کھڑے ہو گئے۔ پرتگیزوں نے ان کو بھیڑوں کی طرح ذبح کیا۔ ایک گھنٹہ میں دس
بارہ ہزار آدمی مرد اے قلعہ کو توڑ پھوڑ کر کل توپ و ضرب زن و مال و اموال پر متصرف ہوئے
زہاد خاں زخمی تھا وہ اسیر ہوا اور باقی کل امراء مارے گئے۔ برہان شاہ نے ان اخبار کو سنا
اور اس جماعت کے کشتہ ہونے کو وہ عین فتح سمجھا اور اس نے پردیسیوں پر التفات
شروع کی۔ مرتضیٰ خاں انجو و شیخ عبد السلام عرب و احمد بیگ و تزلباش خاں و خلیفہ
عرب و اوذبک بہادر و خواجہ اندق ماوزلہری وغیرہ کو امارت کے منصب پر مشرف
کیا اور چاہتا تھا کہ بندرجیول کی طرف اس کو بھیجکر پرتگیزوں کو مستاصل کرے کہ ناگاہ
برادر عادل شاہ جو قلعہ بلگواں میں تھا برہان شاہ سے طالب امداد ہوا اور متعہد ہوا
کہ اگر وہ تخت گاہ پر قابض ہو گا تو نو لاکھ ہن اور دو سو فیل و قلعہ شولاپور حوالہ کرے گا
برہان شاہ اس طمع میں آگیا اور اس نے کہا کہ اول میں اس کام کو سرانجام کروں
بعد پرتگیزوں کو مستاصل کروں (پرتگیزی مورخ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے
ہیں کہ تین سو آدمی لیبن سے اور دو سو آدمی سال ستی سے آئے اور قلعہ کے آدمی
مل کر کل پندرہ سو فرنگستانی اور اسی قدر ہندوستانی سپاہی تھے۔ ان

پادیوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور دس ہزار آدمی مارڈالے زہاد خاں حاکم مع اہل و عیال
اسیر ہوا اور اسکی لڑکیاں عیسائی ہو گئیں اور پرتگال گئیں ۵۰ توپیں ہاتھ آگئیں۔

ماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگواں کی طرف روانہ ہوا اور قلعہ پر ندا
کے والی عادل شاہ کے بھائی کے کشتہ ہونے کی خبر سنی کمال خجالت و انفعال کے
ساتھ پھرا اس کدورت و غصہ سے اور اس کے علاوہ اور کلفتوں سے بیمار ہوا۔ عادل شاہ نے
اس سبب سے کہ اس کے بھائی شہزادہ اسمٰعیل کی امداد کی تھی برہان شاہ سے خاطر آزردہ ہوا امرائے
سرحد کو حکم دیا کہ ولایت برہان شاہ میں جا کر غارت گری میں تقصیر نہ کریں۔ برہان شاہ نے
دیکھا دری راجہ کرناٹک سے یہ تمہیدیا کہ تو اس طرف سے قلعہ بنکاپور پر لشکر کشی کر۔ میں اس طرف
سے قلعہ شولاپور پر لشکر لیجاتا ہوں اور اس کو مسخر و منتوح کرتا ہوں راجہ کرناٹک نے اس بات کو
قبول کیا برہان شاہ نے غرہ جمادی الاول سال مذکور کو مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر اور کل
امرا پردیسی اور دس بارہ ہزار سوار ساتھ کر کے امرائے برگی کی مدافعت کے واسطے اور
ولایت عادل شاہ کی خرابی کے لئے روانہ کئے اور کہا کہ میں مرض سے شفا پانے کے بعد لشکر
بزرگ کو ساتھ لیکر آتا ہوں۔ مرتضیٰ خاں جب حوالی قلعہ میں آیا تو اس نے اوذبک بہادر کو امراء
برگی کے مقابلہ میں بھیجا۔ یہاں برہان شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور اوذبک بہادر
کشتہ ہوا۔ برہان شاہ اس خبر کو سنکر غم و غصہ سے اور زیادہ بیمار ہوا رفتہ رفتہ مرض سوداویہ
و اسہال خونی و تپ محرق میں مبتلا ہوا اور ایک بارگی صاحب فراش ہوا اپنے بڑے بیٹے ابراہیم
کو بلا بھیجا۔ آئیں کو اس سبب سے اڑا دیا کہ معتمد و مذہب رکھتا تھا اور پردیسیوں کا
دشمن تھا۔ اخلاص خاں اس خبر سننے سے دلگیر ہوا وہ اس کی سلطنت چاہتا تھا اور یہ جانتا تھا
کہ پردیسیوں نے یہ کام کیا ہے اس نے لشکر مرتضیٰ انجو سے یہ مشہور کیا کہ برہان شاہ فوت
ہوا۔ اور اشارہ کیا کہ جمال خاں کے زمانہ کی طرح کل پردیسیوں کو مار کر ان کا مال اسباب لوٹ لو
مرتضیٰ خاں اس خبر کو سنکر مسلح ہوا اور بعض امرائے غریب کے ساتھ احمد نگر گیا اور برہان شاہ
کے پہنچ گیا بہادر شاہ گیلانی شاہ کی موت کا یقین کر کے بعض امرائے غریب کے ساتھ بیجاپور

چلا گیا۔ شیخ عبد السلام وجہ نے حبشیوں اور دکنیوں کی دوستی پر بہت زور دیا تھا، انھوں نے اس کو سخت سست کہنے کے بعد کہا۔ اخلاص خاں حبشی اس طرح غریبوں کو متفرق کرکے کل سرداران حبشی اور دکنی کو ہمراہ لیکر احمد نگر گیا برہان شاہ نے آدمی بھیجکر نصائح کیں جب اس کو تمرد و عصیان میں راسخ و راغب پایا تو وہ باوجود ضعف و ناتوانی کے پالکی میں بیٹھ کر قلعہ سے نکلا اور پتہ و آفتاب گیرہ اپنا سلطنت ابراہیم کو ارزانی کیا اوسی روز ہمایوں پور میں گیا کہ اوسکی ماں خونزہ ہمایوں نے معمور کیا تھا اور دوسرے روز اخلاص خاں کو شکست دیکر پرینڈہ کی جانب اس کو بھگایا اور خود احمد نگر میں آیا اس لڑائی کے رنج و تعب سے ۱۰ ماہ شعبان ۱۰۴۵ھ کو اس کے نفس کی آمد و رفت کی ڈاک بند ہوئی اس کی مدت سلطنت ۴ سال ۱۰ روز تھی مولانا ظہوری نے ساقی نامہ چار ہزار بیت کا برہان شاہ کے نام سے مزین کیا ہے اور شاہی کی داد دی ہے اکثر شعرا، و عقلا و صاحب طبع اس کو پسند کرتے ہیں اسی نے یہ ساقی نامہ اختراع کیا ہے۔

سلطنت ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

ابراہیم نظام شاہ باپ کے بعد تاج و نگیں کا مالک ہوا۔ میاں منجو دکنی کہ برہان شاہ کے اتابک تھے بموجب وصیت کے وکالت کے منصب پر مقرر ہوئے اس نے اپنے بھائیوں اور دوستوں کو امراء کی سلک میں منتظم کیا۔ اخلاص خاں مولہ ابراہیم نظام شاہ سے قول نامہ لیکر احمد نگر میں آیا۔ حبشیوں اور مولہ وں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ غرض اب دو فرقے ہو گئے ایک میاں منجو کا اور دوسرا اخلاص خاں کا۔ ہر ایک صاحب داعیہ تھا دوسرے کی بزرگی کو مانتا نہ تھا۔ اس سبب سے مہمات سلطنت نے رونق نہ پائی۔ ہر کس کی ایک ہوا و ہزار کس کی ایک رائے تھی۔ مجلسوں میں لاف و گزاف بکتے تھے۔ کبھی لشکر اکبری کے مقابلہ کے متعہد ہوتے تھے کبھی امراء عادل شاہ کی مدافعت کے متکفل۔ میر صفوی عادل شاہ کے ایلچی سے ناہموار سلوک کیا اور سختیاں موحش مذکور کیں۔ جب عادل شاہ کے کان میں یہ اخبار پہنچے تو وہ دو تھانہ نظام شاہی کی اصلاح اور بے ادبوں کی گوشمالی اور تادیب کے لئے بیجاپور

سے شاہ ورک میں آیا۔ اخلاص خاں کی رائے یہ تھی کہ عادل سے محاربہ کیجئے۔ میاں منجو اس رائے کو پسند نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہمارا خیل و حشم بے سامان اور بے سرانجام ہے اور امراء ایسے کہ چاہئیں مطیع و منقاد نہیں ہیں مناسب یہ ہے کہ تحفے و ہدیئے اس پاس بھیج کر صلح کرلیں۔ اور خاطر جمع سے ملک و مال و لشکر کو درست کرکے اکبر بادشاہ سے مقابلہ کریں اخلاص خاں لایعنی و لایعقل تھا وہ اس بات کو نہیں قبول کرتا تھا اور شاہ ورک کی طرف لشکر کشی پر اصرار کرتا تھا۔ نظام شاہ کا میل خاطر بھی اسی طرف تھا۔ میاں منجو نے سکوت اختیار کیا۔ بادشاہ اس طرف متوجہ ہوا میاں منجو نے اتمام حجت کے لئے پھر سمجھایا کہ عادل شاہ اپنی مملکت میں بیٹھا ہے اس کی سپاہ نے اب تک ہمارے ملک کی مزاحمت نہیں کی یہ صلاح دولت نہیں ہے کہ ہم اس کی مملکت میں داخل ہو کر سلسلہ نزاع کی تحریک کریں اب تک در صلح باز ہے۔ صلح کرو لڑو نہیں ابراہیم نظام شاہ بہت شراب پینے لگا تھا ایک لحظہ ہوشیار نہیں ہوتا تھا۔ اس نے میاں منجو کی بات پر کان نہ لگایا۔ ولایت عادل شاہ میں قدم رکھا، عادل شاہ کا سر لشکر حمید خاں تھا اس پاس میاں منجو نے پیغام بھیجا کہ بادشاہ ہمارا خرد سال و بے تجربہ ہے اور اس لشکر یہ جماعت کے پنجہ میں گرفتار ہے جو دائرہ انسانیت سے خارج ہے۔ دائم الخمر ہونے سے عقل باقی نہیں رہی یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے اس مہینے میں جدال و قتال حرام ہے جنگ کو موقوف رکھو۔ شاید ہم اس کو نصائح و مواعظ کرکے جنگ کے ارادے سے باز رکھیں۔ حمید خاں نے اس بات کو قبول کیا نظام شاہ کی سر راہ سے کنارہ کیا اور دائیں طرف ایک کوس پر اترا۔ نظام شاہ نے حمید خاں کو مقابل میں نہ دیکھا تو شراب کے نشہ میں زبونی پر حمل کیا اور حمید خاں سے جا لڑا۔ خوب لڑا مگر جان شیریں اس کی گئی اور اوس کی فوج بھاگ گئی۔ میاں منجو سب سے پہلے قلعہ احمد نگر میں آئے اور بارہ سال کے لڑکے احمد کو اس گمان سے کہ وہ نظام شاہ کے خاندان سے ہے دولت آباد سے بلا کر تخت اس کے سر پر رکھا اور شہزادہ بہادر کو جو ابراہیم شاہ کا طفل شیر خوار تھا اس کو قلعہ جوندھا نیر میں محبوس کیا۔ ابراہیم نے چار ماہ سلطنت کی۔

احمد شاہ بن شاہ طاہر

جب احمد شاہ پادشاہ ہوا تو چند روز بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان شاہی سے نہیں ہے۔ اخلاص خاں اور اور امرا اوس کے معزول کرنے کے درپے ہوئے اس داستان کی توضیح یہ ہے کہ جب برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری اس جہاں سے وداع ہوا حسین نظام شاہ اس کا ولیعہد ہوا اور اوس کے بھائی (۱) سلطان محمد خدابندہ (۲) شاہ علی (۳) محمد باقر (۴) عبدالقادر (۵) شاہ حیدر۔

یہ بچے کہ اپنی مملکت موروثی میں رہنا اپنی جان کا کھونا ہے اس لئے وہ ممالک ہندوستان کے اطراف میں چلے گئے ایک مدت مدید کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں ایک شخص شاہ طاہر حیدرآباد میں آیا اور اس نے بیان کیا کہ فلاں تاریخ ملک بنگالہ میں محمد خدابندہ فوت ہوا اور میں اوس کا حقیقی بیٹا ہوں اور حوادث روزگار سے اپنی مملکت موروثی میں پناہ لینے آیا ہوں ارکان دولت خصوصاً صلابت خاں نے اس کے احوال کی تفتیش کی مگر طول عہد اور تغیر اوضاع کے سبب سے حق و باطل کی تمیز میں عاجز ہوئے نہ اس کی تصدیق ہو سکی نہ انکار۔ حزم و احتیاط کی وجہ سے کہ کہیں اوباش و عوام اس پاس جمع ہو کر فتنہ انگیزی نہ کریں اس کو ایک قلعہ میں محبوس کیا اور معتمد آدمی برہان شاہ ثانی پاس تحقیق کے لئے آگرہ گئے وہ اس وقت جلال الدین محمد اکبر پادشاہ کی ملازمت میں تھا اس سے بیان کیا گیا کہ ایک شخص اس شکل و شمائل کا کہتا ہے کہ میں سلطان محمد خدابندہ کا بیٹا ہوں اور شاہ طاہر میرا نام ہے۔ آپ کو خدابندہ کا حال خوب معلوم ہوگا۔ بتلائیے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ اس نے جواب دیا کہ سلطان محمد خدابندہ میرے ہی گھر میں مرا ہے اور اس کی تمام اولاد ذکور و اناث جن کے نام فلاں فلاں ہیں میرے پاس موجود ہیں اگر کوئی شخص اپنی غرض کے لئے سلطان محمد خدابندہ کے بیٹے کا نام بتائے تو محض غلط اور افترا ہے۔ جب صلابت خاں کو حقیقت حال پر اطلاع ہوئی تو اوس نے یہ سمجھ کر کہ اس شخص کی شہرت ہو گئی ہے کہ وہ خدابندہ کا بیٹا ہے عوام الناس کے دل سے اس بات کا خاطر نشان

کرنا کہ وہ بیٹا نہیں ہے بہت مشکل ہے اس لئے اس کو قلعہ میں جب تک رہنے دینا چاہئے کہ اجل طبعی آئے چنانچہ وہ اجل طبعی سے مر گیا۔ ایک بیٹا احمد چھوڑ گیا۔ جس کو منجھو نے دھوکہ میں آنکر بادشاہ بنایا۔ اخلاص خاں اور تمام امرا حبش اس مقدمہ کے سبب سے میاں منجھو سے برگشتہ ہوئے۔ اور اوضوں نے کالا چبوترہ پر صف قتال آراستہ کی۔ میاں منجھو نے قلعہ کے برج پر احمد شاہ کے سر پر تاج رکھ کر کھڑا کیا اور میاں حسن کو سات سو آدمیوں کے ساتھ دشمنوں کے دفع کرنے کے لئے باہر بھیجا۔ فریقین میں کارزار عظیم ہوئی۔ طرفین سے ایک جماعت کثیر قتل ہوئی حبشیوں کی توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر پر لگا جس سے غل شور پڑا۔ میاں حسن نے دشمنوں کا غلبہ دیکھا تو کارزار سے پانوں کھینچا اور قلعہ میں آیا جس سے اخلاص خانیوں کا استیلا بڑھا وہ قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہوئے اور اطراف و جوانب میں سیب و مورچال آگے بڑھا کر لے گئے اور آنے جانے کا رستہ بند کیا اور دولت آباد کے حاکم پاس آدمی بھیجا کہ آہنگ خاں حبشی و حبشی خاں کو کہ برہان شاہ کے زمانہ سے اس زمانہ تک قلعہ میں محبوس تھے بھیجدے۔ دولت آباد کے تھانہ دار نے ان کی اعانت کر کے بھیجدیا اور اس سبب سے کہ تھانہ دار نے بہادر شاہ کو میاں منجھو کے حکم بغیر ان کو دیا نہیں۔ انہوں نے اتفاق کر کے ایک طفل مجہول النسب کو احمد نگر کے بازار میں سے پکڑ کر نظام شاہ کے دودمان سے منسوب کیا اور سکہ و خطبہ اس کا جاری کیا اس تقریب سے دس بارہ ہزار سوار اُن پاس جمع ہو گئے اس سے میاں منجھو و محصورین حیران ہوئے۔ سلطان مراد ولد اکبر پادشاہ کو ولیعہد لکھ کر گجرات بھیجا اور التماس کیا کہ قدم رنجہ فرمائے۔ شاہزادہ کو دکن کی تسخیر کے واسطے باپ نے مامور کیا تھا وہ تو خدا سے چاہتا تھا کہ ایسی تقریب ہاتھ آئے جلد لشکر لیکر احمد نگر کو چلا۔ لیکن ابھی یہ عریضہ گجرات پہنچا نہ تھا کہ امرائے حبشی میں مناصب و اقطاع پر جنگ باہم شروع ہوئی اور ایک دوسرے کے قتل میں کوشش کرنے لگا۔ بعض امرائے دکن جو ان کے ساتھ تھے وہ متنفر ہو کر میاں منجھو سے آن ملے اس لطیفہ غیبی سے حیات تازہ اور دولت بے اندازہ حاصل ہوئی۔ ۵۔ محرم ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء کو اوس نے نماز گاہ کی

حوالی میں امرائے حبشی کو شکست دی اور ان کے بادشاہ کو اسیر کر لیا اب سلطان مراد کے کلام سے پریشان ہوا اور اس اندیشہ میں تھا کہ ناگاہ مرزا عبدالرحیم خانخاناں اور رایہ علی خاں حاکم خاندیس شاہزادے مکرتیس ہزار مغل و راجپوت افغان سوار سے احمد نگر کے حوالی میں آ گئے میاں منجھو نے جوان کی طلب سے تاب تھے۔ قلعہ احمد نگر کو قلعہ و آذوقہ سے بھرا و خیل و حشم سے مغبوط کیا اور اوس کو انصار خاں کو کہ اس کے انصاریں تھا سونپا اور چاند بی بی سلطان جو اس کے ساتھ رفاقت پر مائل نہ تھی اوس کو بھی مع جواہر و نقود کے قلعہ کے اندر نگاہ رکھا اور خود سپاہ کے فراہم کرنے کے لئے اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے کمک طلب کرنے کے لئے احمد شاہ کے ہمراہ قلعہ اوسہ میں گیا اب چاند بی بی نے لشکر مغل کے مدافعہ پر کمر باندھی اور اس خوف سے کہ میاں منجھو کے انصاریں سے انصار خاں بے وفا دشمن سے ایک زبان ہو کر قلعہ اس کو حوالہ کرے خود خاں سے اسے قتل کرا دیا اور اسی روز غالباً بانہ شہد و قلعہ میں بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور اوس نے شمشیر خاں حبشی اور افضل خاں قزلباش اور کارآمد آدمیوں کو قلعہ میں بلا لیا۔

۳۰۰۳ ربیع الثانی ۱۰۰۱ھ کو سلطان مراد احمد نگر کے شمال میں اس طرح آیا جس طرح سے کہ پہاڑ پر سے سیل اترتی ہے۔ چاند بی بی کے حکم سے اہل حصار رزم و پیکار پر مستعد ہوئے اونہوں نے چند توپیں مار کر دشمن کو متفرق کیا۔ دن آخر ہو گیا۔ شاہزادہ مراد باغ بہشت بہشت میں اترا ساری شب ہوشیاری اور بیداری میں بسر کی۔ شہزادے نے ایک جماعت کو شہر کی اور برہان آباد کی محافظت کے لئے متعین کیا اور متوطنین کی استمالت کی اور ان پر کمال التفات کیا اور سب اونے اطمینان کو امان کی منادی سنا دی۔ رعایا و تجار نے شہر میں توقف کیا اور مغلوں کے قول پر اعتماد۔ دوسرے روز شہزادہ اور امرا نے قلعہ کو گھیر لیا اور مورچل اور النگ کو تقسیم کر لیا۔ اس مہینے کی ۲۰ کو شکیبا خاں کنبو شہزادہ کے حکم بغیر لشکر کثیر کے ساتھ سیر و گشت کا بہانہ بنا کے سوار ہوا اور اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ فقیر و فنی کو لوٹ لیں ایک طرفۃ العین میں

احمد نگر و برہان آباد کے تمام منازل و مساکن برباد ہو گئے۔ اس کو مذہب تسنن میں کمال تعصب تھا اس نے چاہا کہ محبان اہل بیت کو کہ لنگر دوازدہ امام مشہور تھا غارت کر کے وہاں کے رہنے والوں کو قتل کرے۔ شاہزادہ اور خانخاناں نے مطلع ہو کر اس کو زجر و ملامت کی اور جرح کے لئے بہت سے غارتگروں کی سیاست کی لیکن احمد نگر کی خلایق جیب متاع و نیوی اُن پاس کچھ نہ رہی تو رات کو جلاوطن ہو کر میں کہیں تو کہیں جہاں جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ امرائے نظام شاہ کے تین فریق ہو گئے جن میں کوئی ایک دوسرے کا مطیع نہ تھا اول فریق میاں منجھو کا کہ احمد شاہ کو بادشاہ جانتے ہوئے تھے عادل شاہ کی سرحد کی جانب بیٹھے ہوئے تھے دوم اخلاص خاں حبشی کہ حوالی دولت آباد میں موتی شاہ مجہول النسب کو سلطان کے نام سے قصد کر کے اطاعت کے علقہ میں سر ڈالے ہوئے تھے سوم آہنگ خاں حبشی کہ وہ بھی عادل شاہ کی سرحد میں اقامت رکھتا تھا۔ اس نے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو جو بیجاپور میں رہتا تھا اور اس کی عمر قریب ستر برس کے ہو گئی اپنے پاس بلایا اور چتر اس کے سر پر رکھا اور بادشاہ بنایا اخلاص خاں جرأت کر کے دس ہزار سواروں کے ساتھ دولت آباد سے احمد آباد کی طرف چلا خانخاناں سپہ سالار نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ اس کے دفع کرنے کے لئے نامزد کیا۔ گوداوری کے کنارہ پر لڑائی ہوئی اہل دکن کو شکست ہوئی اور دولت خاں و سپاہ مغل نے تعاقب کیا اور قتل و غارت کرتے ہوئے قصبہ پٹن میں آئے۔ یہ شہر بہت آباد تھا اس کو بال بال ایسا لوٹا کہ عورت و مرد پاس لتا بدن ڈھکنے کو کوئی نہ رہا۔ پھر وہ احمد نگر کو دوڑے۔ چاند بی بی بہ سبب بہادر شاہ کے حبس کے اور احمد شاہ کے بادشاہ ہونیکی میاں منجھو سے سرگراں تھی اس نے اس لئے آہنگ خاں کو پروانہ بھیجا کہ حصار کی محافظت اور دشمنوں کی مدافعت کے لئے شجاع و معتمد سپاہ ساتھ لیکر احمد نگر آؤ۔ آہنگ خاں سات ہزار سوار و پیادے لیکر احمد نگر کی طرف چلا جب اس سے چھ کوس پر آیا تو اس نے جاسوس بھیجے کہ وہ حصار میں داخل ہونے کی راہوں کی کیفیت تحقیق کریں۔ جاسوسوں نے بعد تحقیق کے جا کر کہا کہ احمد نگر کے حصار کی جانب شرقی سپاہ مغل سے خالی ہے اور کوئی امرا مغل میں اسطرف

قیام نہیں رکتا اس سبب سے آہنگ خاں رات کے وقت شاہ علی اور اسکے بیٹے مرتضیٰ کی ملازمت
میں جاسوس کی رہنمائی سے چلا یہ ایک نادر اتفاق ہے کہ اسی دن کی صبح کو سلطان مراد حصار
کے ملاحظہ کے لئے اور مورچل اور النگ کی تاکید کے واسطے سوار ہوا اسنے جانب شرقی کو خالی دیکھکر
خانخاناں کو یہاں بھیجا تھا آہنگ خاں کو اسکی خبر نہ تھی وہ اندھیری رات میں تین ہزار سوار اور ایکہزار
پیادہ توپکی لیکر یہاں آیا اس نے غنیم کے لشکر کو غفلت میں پایا اسکو غنیمت جانا اور شمشیر بازی
شروع کی۔ خانخاناں دوسو تیر انداز سواروں سے اور دولت خاں لودی کمیر شمشیر اور سکا
تھا پارسو جوانوں سے لڑنے آئے اور ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ پیر خاں پسر دولت خاں بھی چھ سو
آدمیوں کو لیکر شریک جنگ ہوا آہنگ خاں نے جب دیکھا کہ میدان جنگ میں ثابت قدم
رہنا ہلاک ہوتا ہے تو وہ پسر شاہ علی اور اور چارسو آدمیوں کو ساتھ لے کر قلعہ میں چلا آیا
شاہ علی ایک ضعیف رنجیف مرد تھا اوس نے قلعہ میں جانے سے انکار کیا اور چند روز کی زندگی
غنیمت جانکر اپنے لشکر کے ساتھ میں راہ سے آیا تھا اوسی راہ چلا گیا۔ دولت خاں نے اسکا
تعاقب کرکے نوسو آدمی اس کے مار ڈالے۔ جب دار السلطنت بیجاپور میں احمد نگر کی ویرانی اور
طائفہ مغلیہ کی استیلا کی خبر آئی اور چاند بی بی کے استغاثہ کے نوشتے متواتر عادل شاہ پاس
آئے تو اس نے سہیل خاں خواجہ سرا کو پچیس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ ورک روانہ کیا یہاں
نجم احمد شاہ کو لیکر سہیل خاں سے ملا اور محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مہدی قلی سلطان گولکنڈہ
بھی سرلشکر تلنگ پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ آنکر مل گیا۔ جب شاہ ورک میں سپاہیوں کے
جمع ہونے کی خبر شاہزادہ مراد کو آئی تو اس سبب سے کہ خانخاناں اور اس کے درمیان
نفاق تھا اس صادق محمد خاں اتابک کے امرائے کبار سے مشورہ کیا سب نے مراسم استعارہ
اور لوازم استشارہ کی تقدیم کے بعد متفق اللفظ والمعنی بیان کیا کہ جب تک لشکر دکن یہاں
آئے۔ ان حدود میں نقبیں کھودی جائیں اور دیوار قلعہ کے نیچے کی زمین خالی کی جائے
اور اس طرح نقب کیا جائے۔ شاہزادہ نے اس کام کے واسطے حکم دیدیا۔ تھوڑے دنوں میں
بیشمار نقابوں نے پانچ نقبیں شاہزادہ کے مورچل سے قلعہ تک پہنچا دیں نہیں باروت اور

بھرے گئے اسکے سوراخوں کو گچ و سنگ سے بنایا تھا۔ جب جمعہ کو ظہر کی نماز کے بعد اسنگ آرائے
ہوا ارادہ تھا کہ خواجہ محمد خاں شیرازی جو شاہزادہ کے لشکر میں تھا ترحم کرکے اندھیری رات میں قلعہ کے
اندر گیا اور اہل قلعہ کو نقب کے مقامات بتلا دے اور سپاہ مغل کے ارادہ سے اطلاع دی
کہ وہ کل ان نقبوں کو اڑائیں گے۔ نقبوں کا پتا جہاں محمد خاں نے بتلایا تھا وہاں چاند بی بی
کے حکم سے سب چھوٹے بڑے کھودنے میں لگے۔ جمعہ کے دوپہر تک دو نقبوں کو دریافت کرکے
بارود نکال لی اور نقبوں کے پیدا کرنے میں مصروف تھے شہزادہ و صادق محمد خاں یہ نہیں
چاہتے تھے کہ خان خاناں کے نام فتح ہو۔ شہزادہ کے حکم سے امرائے اکبری سوائے خانخاناں کے
قلعہ کے پاس آئے اور نقبوں میں آگ لگائی اور پچاس گز کے قریب دیوار گرائی اس دیوار کے نزدیک
جو آدمی تھے وہ سنگ خاک کے نیچے ہلاک ہوئے اور جو دور تھے وہ قرار پر تیار ہوئے رخنہ کو
خالی دیکھ حصار کے خالی کرنے پر آمادہ ہوئے مگر چاند بی بی نے برقع اوڑھا۔ اور سلاح جنگ
کو لگایا اور پابرہنہ شمشیر در دست اپنی خدمت کے آدمیوں کو ساتھ لیکر اس رخنہ کے
پاس آئی جب اہل قلعہ نے اس عورت کی یہ ہمت دیکھی تو مرتضیٰ خاں و آہنگ خاں
و شمشیر خاں وغیرہ ناچار گوشہ و کنارے نکل آئے شاہزادہ اور امراء اور نقبوں
کے اڑنے کے منتظر تھے اور وہ خالی ہو چکی تھیں۔ اس سبب سے اہل قلعہ کو فرصت
ملی کہ توپ و تفنگ و ضرب زن اور آلات آتشباری اس رخنہ پر لگائے اوس کو
دہلیز دوزخ بنا دیا جب اور نقبوں کے اڑنے سے مایوس ہوئے تو سپاہ مغل اس
پر اڑنے آئی۔ اندر باہر کے آدمی خوب لڑے اکبری لشکر کے آدمی اتنے مرے کہ خندق
مردوں کی لاشوں سے بھر گئی رات ہوگئی قلعہ نہ فتح ہوا صادق محمد خاں اور شہزادہ
دلگیر ہوکے اپنے خیموں میں گئے۔ چاند بی بی کا خطاب اس شجاعت و مردانگی
کے سبب چاند سلطان ہوا اس نے رات میں اس رخنہ کو گل و سنگ سے دو
چند گرا اور بلند بنا لیا اس عرصہ میں سہیل خاں دکن کے لشکر کو لیکر بیر میں آگیا تھا
اس کو نوشتہ بھیجا گیا جس میں غلبہ اعدا اور زبونی اہل حصار و قلت رسد کی آذوقہ کا

حال درج تھا اتفاقاً قاجو جاسوس کہ اس نوشتہ کا حامل تھا وہ مغلوں کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا
اس کو محمد صادق خاں اور خانخاناں پاس پہنچایا۔ انہوں نے ایک خط سہیل خاں کو لکھا کہ ہم مدت
سے آپ کی توجہ کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ یہ تنازعہ و مناقشہ رفع ہو جس قدر جلد آؤ گے بہتر ہوگا
اس خط کو مع چاند سلطان کے نوشتوں کے قاصد کے ہمراہ بھیجدیا۔ سہیل خاں ان نوشتوں
کے پہنچتے ہی کوہستان مانگ دوں سے قلعہ احمد نگر کی طرف آیا مغلوں کے لشکر میں تحطہ پڑا
گھوڑے دبلے ہوئے شاہزادہ اور تمام امرائے اکبری متفکر ہوئے۔ مجلس استشارہ منعقد کی
سب کی رائے اس امر پر قرار پائی کہ اس وقت سپاہ دکن سے جنگ کو موقوف کرکے چاند سلطان
سے اس شرط پر صلح کر لینی چاہئے کہ وہ ولایت برار پادشاہ کی پیش کش میں دے باقی
ولایت اس پاس حسین شاہ کے زمانہ کے مطابق رہے گی۔ سید مرتضیٰ کی معرفت اس طرح صلح
ہو گئی شاہزادہ اور خانخاناں اوائل شعبان میں برار کو روانہ ہوئے سہیل خاں اور سران
سپاہ احمد نگر میں داخل ہوئے۔ میاں منجھو نے چاہا کہ امنہ شاہ پہلی طرح سے احمد نگر کا پادشاہ
رہے۔ آہنگ خاں نے امنہ شاہ کو نکال کر میاں منجھو کے لئے قلعہ کا دروازہ بند کیا اور جونہ کے
تھانہ دار پاس آدمی بھیجکر بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو اپنے پاس بلایا قلعہ کے اندر اس
کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ میاں منجھو فتنہ اٹھانا چاہتے تھے کہ ابراہیم عادل شاہ نے احمد شاہ
کو اچھی جاگیر اپنے علاقہ میں دیدی اور میاں منجھو کو اپنے امرا میں داخل کر لیا۔ یوں فتنہ کو
مٹایا۔ احمد شاہ کی سلطنت آٹھ مہینے رہی۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ ثانی

چاند سلطان نے اپنی کوشش سے بہادر شاہ کو صاحب افسر کیا اور محمد خاں
کو پیشوا بنایا اس نے زمانہ کی رسم و عادات کے موافق اپنے استحکام میں
کوشش کی اور اپنے اعوان و انصار کو مناصب ارجمند پر سربلند کیا اور آہنگ خاں
اور شمشیر خاں کو حسن تدبیر سے گرفتار کرکے محبوس کیا اور امرا یہ حال دیکھکر
دل تنگ ہوئے اور اطراف میں چلے گئے۔ چاند سلطان اپنا زوال دیکھکر مضطرب ہوئی

عادل شاہ سے التجا کی ایسے وقت میں کہ دشمن قوی کمین میں بیٹھا ہے اور اس وقت کے آدمی
سرکشی کر رہے ہیں اور ہر گھڑی فتنہ آشوب کھڑا کرتے ہیں۔ محمد خاں نے سلطنت کو غصب کیا ہے
اگر حضرت اس جماعت کی گوشمالی نہ فرمائینگے تو عنقریب یہ مملکت بھی اکبر پادشاہ کی سلطنت
میں داخل ہوگی۔ عادل شاہ نے سہیل خاں کو اس مطلب کے لئے احمد نگر روانہ کیا اور اسکو
ہدایت کر دی کہ چاند سلطان کی مرضی کے موافق کام کرنا۔ ۱۰۰۱ھ میں سہیل خاں دوبارہ
احمد نگر میں آیا محمد خاں قلعہ میں متحصن ہوا اور اس کا قلعہ میں آنے کا مانع ہوا سہیل خاں نے
چاند سلطان کی تجویز سے قلعہ کا محاصرہ کیا اور چار مہینے اس میں صرف ہوئے محمد خاں نے
خانخاناں سے جو گجرات میں تھا کمک طلب کی کہ آپ آئے اور ملک لے لیجئے قلعہ کے
آدمیوں کو جب اس پر اطلاع ہوئی تو وہ اس سے پھر گئے اور اس کو مقید کرکے چاند سلطان کے
حوالہ کیا۔ چاند سلطان نے آہنگ خاں حبشی کو پیشوا اور وکیل السلطنت کیا اور سہیل خاں
کو خلعت دیکر بیجاپور کو رخصت کیا۔ اس کو اثنائے مراجعت میں دریائے بیاکے کنارہ پر راجہ پور
کے حوالی میں معلوم ہوا کہ امرائے اکبری نے یہ نقض عہد کیا ہے کہ قصبہ پاتری وغیرہ پر
متصرف ہوئے ہیں جو مملکت برار سے خارج ہیں۔

یہاں اوس نے توقف کیا اور عادل شاہ کو حقیقت حال پر مطلع کیا۔ چاند سلطان اور
آہنگ خاں بھی مغل کے نقض عہد پر مطلع ہوئے اور بہت جلد بیجاپور کمک کی طلب کے
لئے آدمی بھیجے کہ وہ ان مغلوں کو دکن سے نکالے۔ عادل شاہ نے سہیل خاں کو
سپہ سالار بنا کے مغلوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ قطب شاہ نے عادل شاہ کی پیروی کرکے
مودی قلی سلطان کو لشکر تلنگ کے ساتھ سہیل خاں پاس بھیجا اور احمد نگر سے بھی
عاقل خاں سپہ سالار مغل قصبہ جاکنہ میں مقیم تھا۔ دکنیوں کا ہجوم دیکھ کر
لشکر کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ خود بلدہ شاہپور شاہزادہ پاس آیا اور
حقیقت حال کو معروض کیا وہ چاہتا تھا کہ میرے نام پر فتح ہو۔ شاہزادہ نے

اور اس کے اتالیق محمد صادق خاں کو شاہ پور میں چھوڑا اور کل امرائے اکبری و رجب علی خاں برہانپوری بیس ہزار سواروں کو ساتھ لیکر دکنیوں سے لڑنے کے لئے گئے گوداوری کے کنارہ پر دونوں لشکر پندرہ روز تک بے حرکت پڑے رہے ۱۵ جمادی الاول ۱۰۰۵ھ کو پہلے دن پہلے جنگ کی مفیں آراستہ ہوئیں عصر کے وقت لڑائی شروع ہوئی۔ سہیل خاں نے ابو علی خاں، ورایہ جگناتہ کو چار ہزار سپاہ کے ساتھ ہلاک کیا لیکن امرائے نظام شاہی و قطب شاہی اکبری سپاہ کے سامنے کھڑے نہ رہ سکے بھاگے۔ سہیل خاں نے افواج خصم کے مقابلہ اور مقاتلہ کو اپنے اوپر فرض جانا۔ شام کے وقت سپاہ مغل کے میمنہ و میسرہ پر حملہ کیا اور ایسی اون کو شکست دی کہ مقام جنگ سے اون کو شاہ پور تک سپاہ کے ساتھ شہزادہ کے پاس بھگایا۔ صادق محمد خاں کا ارادہ ہوا کہ شہزادہ کو اس ملک دکن سے باہر لے جائے۔ مگر خان خاناں نے باوجود لشکر کے تفرق کے رات بھر میدان جنگ میں تھوڑی سپاہ کے ساتھ پانوں جمایا کہ دوسرے روز میسرہ خاں پر غالب آیا اور اس کو شاہ ورک بھگایا اور امرائے نظام شاہی و قطب شاہی جو روز بھاگے تھے وہ ابتر و پریشان ہوکر احمد نگر اور حیدر آباد کو پہنچ گئے وہ بھی جان بچی ہزاروں پائے۔ خانخاناں نے اس فتح کے بعد قلعہ پرنالہ اور کاپل کی تسخیر کے لئے ایک جماعت کو بھیجا برار کے یہ قلعے مشہور تھے۔ خود جالنہ پور میں اقامت کی۔ شہزادہ سلطان مراد نے صادق محمد خاں پنجہزاری کی تحریک سے خانخاناں پاس پیغام بھیجا کہ فرصت کا وقت ہے کہ احمد نگر کو جاکر تسخیر کریں اور مملکت نظام الملکی پر متصرف ہوں۔ خاں خاناں نے جواب دیا کہ بمقتضائے وقت مناسب یہ ہے کہ اس سال برار میں رہ کر اوس کے قلعوں کو مفتوح کریں۔ اور جب یہ مملکت کما حقہ ضبط میں آجائے تو اور جگہ اعلام تسخیر کو بلند کریں۔ یہ جواب شہزادہ کے مزاج کے موافق نہ تھا۔ اس سبب سے خانخاناں اور شہزادہ میں رنجش ایسی بڑھ گئی کہ اکبر شاہ تک شکایتوں کی نوبت پہنچی خان خانان کو

بادشاہ نے طلب کیا اور ابو الفضل کو دکن کا سپہ سالار بنا کے بھیجا اور مرزا یوسف کو اوس کا شریک کیا ۱۰۰۹ھ میں خان خاناں بادشاہ پاس گیا۔ آہنگ خاں پیشوائے چاند سلطان کی عداوت میں شدت کی اور یہ ارادہ کیا کہ چاند سلطان کو کسی قلعہ میں مقید کرکے بہادر شاہ کو اپنے اختیار میں کرے اور پھر انا و لا فیری کا کوس بجائے۔ چاند سلطان نے اس کے اس ارادہ پر اطلاع پاکر قلعہ کا دروازہ اوسکے لئے بند کیا اور حکم دیا کہ وہ قلعہ کے باہر ارکان دولت سے اتفاق کرکے دیوان داری کا کام کرے۔ آہنگ خاں نے چند روز اطاعت کی اور پھر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ کئی دفعات طرفین میں لڑائی ہوئی۔ ابراہیم عادل شاہ نے حاجب بھیجکر چند چاہا کہ ان میں صلح ہو مگر کسی طرح یہ صورت نہ ہوئی آہنگ خاں کا استقلال حد سے زیادہ ہوا معرکہ کو خانخاناں کے وجود سے خالی دیکھا۔ عین برسات کے موسم میں دریا، گوداوری خوب چڑھا ہوا تھا اور شہزادہ کی طرف سے کمک پہنچنی دشوار تھی ایک سرداروں کی جماعت کو قصبہ بیر کی طرف بھیجا اس قصبہ کا حاکم شیر خوا بہ چھ کوس پر ان سے لڑنے آیا سخت جنگ کے بعد زخمی ہوا شکست پائی اور قصبہ بیر میں جاکر متحصن ہوا اور اکبر بادشاہ کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں دکنیوں کی تسلط کی اور شیخ ابو الفضل فہامی وسید یوسف خاں کی کمک نہ پہنچنے کی شکایت ایسے فقروں میں لکھی کہ بادشاہ نے ابو الفضل کو بلا لیا اتفاق ان دنوں شہزادہ مراد شراب زیادہ پینے سے شاہ پور میں مرگیا۔ اکبر بادشاہ نے اس کی جگہ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے شہزادہ دانیال کو اور خانخاناں کو احمد نگر کی فتح کے لئے بھیجا۔ ابھی یہ مرحد دکن پر پہنچنے نہ پائے تھے کہ ابو الفضل کے لکھنے سے خود بادشاہ ۱۰۱۰ھ میں دکن کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ ننگ خاں نے احمد نگر کا محاصرہ چھوڑا اور پندرہ ہزار سوار و پیادے ساتھ لے کر جے پور کوٹلی گھاٹ پر قبضہ کرنے اور وہاں لڑنے کے لئے گیا۔ جب شہزادہ اور کل امرا کو اس کی خبر ہوئی تو اس گذرگاہ کو چھوڑ کر قریہ منوری کی طرف سے کہ صحرائے وسیع ہے احمد نگر کے قصد سے چلے

آہنگ خاں سراسیمہ ہو کر سب اسباب چھوڑ کر جنیر کو بھاگ گیا شہزادہ اور امرائے نظام احمد نگر کے نیچے آئے اور بطریق سابق محاصرہ کیا مورچل آدمیوں میں تقسیم کئے اور نقیبیں لگائیں اور سرکوب بنائے کہ جن سے قلعہ فتح ہو۔ چاند سلطان نے حمید خاں خواجہ سرا کو قلعہ میں بڑا افسر تھا کہا کہ آہنگ خاں اور سرداروں نے نقض عہد کیا اور ایسی سرکشی و بے اعتدالی کی کہ اکبر پادشاہ خود دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بھی چند روز میں مفتوح ہو جائیگا۔ حمید خاں نے کہا کہ گذشتہ گذشت بالفعل علاج کیا ہے جو کچھ رائے صواب نما کا تقاضا ہو اس کا حکم ہو تا کہ اس پر عمل ہو۔ چاند سلطان نے کہا کہ صلاح یہ ہے کہ شہزادہ دانیال کو قلعہ تسلیم کیا جائے اور جان و عرض و ناموس کی امان مانگ کر اور بہادر شاہ کو ساتھ لیکر جنیر چلے جائیں اور انتظار کریں کہ خدا کیا دکھاتا ہے جب حمید خاں نے اہل حصار کو طلب کر کے زیادہ کی کہ چاند سلطان امرائے اکبری کی ہزہان ہوتی ہے اور چاہتی ہے کہ قلعہ ان کو سپرد کیا جائے دکنیوں نے حرم سرا میں جا کر چاند سلطان کو شربت شہادت چکھایا۔ اعیان دولت اکبری نے سر نگیں اڑا کر اور قلعہ کی دیوار گرا کر قلعہ میں دخل کیا۔ اطفال اور زنان جوان کو اسیر کیا اور حمید خاں اور سب اہل قلعہ کو سوا بہادر شاہ کے قتل کیا سرکار نظام شاہی کے نقود و جواہر و نفائس پر شہزادہ دانیال متصرف ہوا اور قلعہ اپنے معتمدوں کے سپرد کر کے اور بہادر شاہ کو ساتھ لے کر برہان پور میں بادشاہ پاس گیا امرائے نظام شاہی نے مرتضیٰ دلہ شاہ قمی کو بادشاہی سے منسوب کر کے کچھ دنوں پیشوا بنایا۔ بہادر شاہ نے اس زمانہ تک کہ گوالیار میں محبوس ہوا تین سال اور چند ماہ سلطنت کی۔

مرتضیٰ نظام شاہ ثانی بن شاہ علی بن برہان شاہ اول

جب اکبر پادشاہ برہان پور سے آگرہ تشریف فرما ہوا تو نظام شاہ کے ذکروں میں سے وہ آدمی جو خیل و حشم نہیں رکھتے تھے مگر ہمت بلند کی برکت سے امرائے کبار میں سے ہو گئے تھے انھوں نے سلطنت نظام شاہیہ کو بالفعل سپاہ مغل کے آسیب سے محفوظ رکھا۔ ان دو

آدمیوں میں سے ایک ملک عنبر حبشی تھا جو قطب شاہی اور عادل شاہی سرحدوں سے شمال میں بیر سے ایک فرسخ پر اور جنوب سے احمد نگر سے چار کوس پر اور مغرب میں دولت آباد سے آٹھ کوس پر اور اسی فاصلہ پر جیول سے ملک اپنے قبضہ میں رکھتا تھا دوسرا راجو دکنی تھا جو دولت آباد پر شمالاً سرحد گجرات تک اور جنوباً احمد نگر تک چھ کوس تک ملک تصرف میں رکھتا تھا۔ دونو بحسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے قلعہ اور چند قریے اس کے اخراجات ضروری کے لئے چھوڑ رکھے تھے ان دونو آدمیوں میں ہر ایک اس گھات میں لگا رہتا تھا کہ دوسرے کے ملک پر متصرف ہو۔ اس لئے ان میں صفائی نہ تھی ہمیشہ عداوت رہتی تھی۔ خان خاناں اس بات کو سمجھتا تھا اس نے اپنے آدمی مامور کئے کہ ولایت عنبر کو جو تلنگ کی جانب واقع ہے متصرف ہوں چنانچہ عنبر نے سات آٹھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کر کے مغلوں کے تھانے اٹھا دئے اور اپنے ممالک سے ان کا تصرف دور کیا۔ خان خاناں نے اپنے بڑے بیٹے ایرج کو پانچ ہزار سوار دیکر عنبر کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا۔ دونو کے لشکر قصبہ ماندیر میں مقابل آئے ایک نے اپنی بلند نامی کے لئے اور دوسرے نے اپنے حفظ ملک کے لئے قہر و غضب کے ساتھ ایک دوسرے پر حملے کئے اور گرز و نیزہ و شمشیر و تیر سے ایک نے دوسرے کے منہ توڑے اور خون کی ندیاں بہائیں ایرج خاں کو فتح ہوئی۔ عنبر زخمی ہوا اس کے آدمی میدان سے اس کو اٹھا کر لے گئے پھر اس نے لشکر کو جمع کیا اور اپنے ممالک کی محافظت میں نگاہ کرنے سے باز نہیں رہا۔ خان خاناں اور عنبر کے درمیان صلح ہو گئی اور طرفین کی ولایت کی حدود مقرر ہوئیں اور عہد و پیمان مدتوں تک ان میں قائم رہے انہیں دنوں میں ویٹھل رائے کولی وزیر دکن مولد و ملک صندل خواجہ سرا اور بعض دیگر امیران دکن نے عنبر کی رفاقت کو ترک کیا اور مرتضیٰ نظام شاہ ثانی سے جا ملے اور اس کو عنبر کے دفع کرنے کے لئے مستعد کیا اور قلعہ اوسہ کے حوالی میں لشکر گاہ بنایا۔ عنبر ان حدود میں آیا اور مرتضیٰ نظام شاہ پر مقابلہ میں غالب ہوا اور

وینکٹ رائے کو زندہ گرفتار کرکے مقید کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے بھی عنبر سے صلح کرلی۔
عنبر قلعہ پرندہ پر تصرف کرنا چاہتا تھا وہ اواخر ماہ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ میں انعام شاہ
کو قلعہ کی طرف لے گیا۔ قلعہ کا تھانہ دار نجمی خاں حبشی بیس برس سے یہاں حاکم تھا
اس نے پیغام نظام شاہ کو دیا کہ ہم تجھکو اپنا صاحب سمجھ کر قلعہ میں جگہ دیتے ہیں لیکن جو
کو کہ خان خاناں سے ملاقات کرکے اکبر کا نفرمان گیا ہے اعتماد نہیں کرتے اپنی فوج
قلعہ میں نہیں آنے دیں گے۔ عنبر نے کہا کہ میں وینکٹ رائے و فرہاد خاں و ملک مندل سے
امین نہ تھا اس سبب سے صلاح وقت دیکھ کر خان خاناں سے ملاقات کی اور بسبب ظاہر
اس کا دوست ہوگیا۔ لیکن میں دل سے نظام شاہ کے دوستداروں میں ہوں اور چاہتا
ہوں کہ لوازم دولت خواہی کو بجا لاکر اس خاندان کی حفظ سلطنت میں مساعی جمیل
کروں نجمن خاں نے ان مقدمات کو قبول نہیں کیا اور ابواب حسن و
حکایات کو بند کیا۔ عنبر نے اس خوف سے کہ مبادا نظام شاہ فرصت پاکر
قلعہ میں چلا جائے جس سے نجمن خاں قوی ہو جائے۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو موکلوں کے ہاتھ
کیا۔ فرہاد خاں و ملک مندل نظام کے گرفتار ہونے سے دلگیر ہوئے اور قلعہ کے
نیچے گئے اس سے نجمن خاں مستاصل ہوا۔ ایک مہینے تک وہ اعلام مخالفت
مرتفع کرتا رہا۔ نجمن خاں کا بیٹا سونا خاں تھانہ، لشکر، حصار کے زن و فرزند کے
ساتھ بے اعتدالیاں و دست درازی کرتا تھا انھوں نے ہجوم کرکے اس کو
مار ڈالا۔ نجمن خاں جریدہ بھاگ گیا اور عادل شاہ کا نوکر ہوگیا اہل قلعہ کچھ مدت
تک حصار میں متحصن رہے آخر کو عنبر حسن تدابیر سے قلعہ پر متصرف ہوا۔ نظام شاہ
پر موکل دور کئے اور اس کے سر پر چتر رکھا اور اس قلعہ میں اس کا مسکن مقرر کرکے
آپ خیل و حشم کے ساتھ باہر گیا۔

۱۰۱۳ھ میں شہزادہ دانیال برہان پور سے دختر عادل شاہ کی بیاہ کے
استقبال کے لئے احمد نگر کی طرف چلا۔ اور راجو پاس ایک جماعت کو بھیج

کر وہ بھی عنبر کی طرح مطیع ہو جائے اور ملازمت میں حاضر ہو اور اپنے اقطاع لیکر
واپس جائے۔ راجو نے شہزادہ کے عہد و قول پر اعتماد نہیں کیا تو شہزادہ خشمگیں ہوا اور
اس کے استیصال کا قصد کیا۔ راجو آٹھ ہزار سوار لیکر مقابل ہوا اور جنگ صعب نہ کی مگر شہزادہ
کے لشکر کی تاخت و تاراج اس نے ایسی کی کہ شہزادہ نے جالنہ میں خان خاناں پاس کمک
کے لئے آدمی بھیجے خانخاناں خود پانچ ہزار سوار لیکر آگیا جس سے شہزادہ کو ارام ملا راجو
اپنے ملک کی انتہا پر بھاگ گیا۔ شہزادہ برہان پور میں آیا نظام شاہ نے راجو پاس ایک
جماعت کو بھیجا اور عنبر کی سخت گیری کی شکایت کی۔ راجو نے قلعہ پرینڈہ میں آکر نظام شاہ
سے ملاقات کی اور عنبر کے دفع کرنے کا متعہد ہوا اور چند دفعہ جنگ ہوئی ہر دفعہ راجو کو غلبہ
رہا۔ عنبر خانخاناں پاس آدمی بھیجکر کمک کا طالب ہوا خانخاناں نے دو تین ہزار سوار بسرکردگی
مرزا حسین بیگ متصل ولایت بیر کو اس کی مدد کے لئے بہت جلد روانہ کئے عنبر اس کمک سے
قوی ہوا اور اس نے راجو کو دولت آباد کی طرف بھگا دیا شہزادہ برہان پور میں مرگیا
عنبر نے فرصت دیکھ کر راجو پر دولت آباد کی طرف لشکر کشی کی۔ مگر اس دفعہ راجو اس سے
لڑنے سکا برہان پور میں خانخاناں پاس کمک کے لئے آدمی بھیجے خانخاناں دولت آباد کیطرف
گیا اور راجو اور عنبر کے لشکروں کے درمیان ایسا حائل رہا کہ ایک دوسرے پر حملہ کرکے
غالب نہ ہو سکا۔ جب عنبر نے خانخاناں کو راجو کی حمایت کرتے ہوئے دیکھا تو اسکے کہنے سے
راجو سے صلح کرلی اور پرینڈہ کے حوالی میں آیا اور خانخاناں جالنہ پوریں گیا۔ ملک عنبر جانتا تھا کہ اول
دفعہ راجو نے لشکر کشی مرتضیٰ نظام شاہ کی فتنہ انگیزی کے سبب سے کی ہے تو وہ اسکے درپے ہوا کہ مرتضیٰ کو
معزول کرکے کسی دوسرے کو دودمان نظام شاہیہ میں سے شاہ بنائے لیکن اس بات پر ابراہیم
عادل شاہ راضی نہ ہوتا تھا ارادہ اس کا قوت سے فعل میں ظہور نہ پاتا تھا اوائل ۱۰۱۴ھ میں
عادل شاہ کے کہنے سے عنبر نے نظام شاہ کے ساتھ ملائمت کی اور بعد ازاں ان دونوں میں
صفائی ہوگئی اور ایک دوسرے پر اعتماد کرنے لگے دونو متفق ہوکے دس بارہ ہزار سواروں
کے ساتھ جنیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ نظام شاہ نے اپنے اجداد کے مسکن کو اپنا مقر بنایا

اور کئی سردار سلطان اور ہندو دولت آباد کی جانب اس لئے گئے کہ عنبر کے خوف سے راجو
بیر میں نہیں آتا تھا۔ راجو گرفتار ہوا اور اس کا ملک نظام شاہ کے قبضہ میں آیا اور اس
ملک میں عنبر صاحب اختیار رہا اور اس کا استقلال و بیشتر سے بیشتر ہوا اب خاندان نظام
شاہیہ کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی بادشاہ تھا اور عنبر حبشی مہاری
سلطنت کے کام کرتا تھا یہ تاریخ نہ مطبوعہ میں لکھیں گے کہ یہ سلطنت کیونکر شاہان دہلی کی
مملکت کا قسمہ ہوگئی۔

اس سلطنت کی وسعت عظیم یہ تھی کہ مال کا صوبہ اورنگ آباد اور برار کا مغربی حصہ
اور ساحل بحر پر گجرات اور بیجاپور کی سلطنتوں کے درمیان کونکان۔

تاریخ قطب شاہیہ ملک تلنگ

سلطان قلی ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء — جمشید ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء — سبحان قلی ۹۵۰ھ / ۱۵۵۰ء
ابراہیم ۹۵۰ھ / ۱۵۵۰ء — محمد قلی ۹۸۸ھ / ۱۶۰۰ء

سلطان قلی قطب شاہ

ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں شاہ خورشید ایرانی نے خاندان قطب شاہی کی
تاریخ لکھی تھی کہ تاریخ فرشتہ کے مصنف کی نظر سے بھی نہیں گذری یہ کتاب برگ صاحب
مترجم تاریخ فرشتہ کو ہاتھ آئی۔ صاحب ممدوح نے اس تاریخ سے جو اس خاندان کا
حال لکھا ہے اس کا ترجمہ میں کرتا ہوں اور تاریخ فرشتہ سے بھی اس کا مقابلہ کرتا ہوں

سلطان قلی کا نسب نامہ یہ ہے شاہ سلطان قلی بن اویس قلی بن پیر علی بن امیر الوند
بن امیر اسکندر بن امیر قرا یوسف بن امیر قرا محمد بن امیر ترسون بن قرا منصور بن قرا یزم
بن قرا یرلش بن امیر تورا بیگ۔ غرض یہ سلسلہ اوغز خاں تک اور پھر حضرت یافث بن
نوح تک مورخ نے پہنچایا ہے۔

آق قوئلو اور قراقوئلو دو ترکی قومیں ایک دوسرے کی رقیب تھیں۔ اول قوم نے
دوسری قوم کے سردار امیر پیر قلی کو حکومت سے محروم کر دیا تھا مگر دوسرے قوم کے

سلطان قلی کا نسب نامہ اور سلسلہ ہندوستان میں آنا

شاہ امیر حسن بیگ یا اوزون حسن بیگ نے امیر پیر قلی کو جس کا مزاج صلح جو تھا مطمئن کیا اور
پھر اس کو اور اس کے خاندان کو ستانا چھوڑا۔ جب امیر حسن بیگ مرگیا اور اس کا بڑا بیٹا امیر
خلیل سلطان اس کا جانشین ہوا اس نے اویس قلی بن امیر پیر قلی قراقوئلو کے ساتھ اپنے
باپ کا برتاؤ برتا مگر جب امیر یعقوب آق قوئلو بادشاہ ہوا تو اعیان سلطنت نے بتلایا
کہ سلطان قلی ولد اویس قلی ہونہار ہے اسی کی تاریخ کا بیان کرنا ہمارا اصلی مقصد ہے
وہ اپنے باپ کا بڑا لاڈلا تھا، اور اپنے قوم کی امید گاہ تھا قوم جانتی تھی کہ ہمارے دن
اسی کے سبب سے پھریں گے اور گئی ہوئی حکومت پھر ہاتھ آئے گی۔ امیر یعقوب بیگ نے
نجومیوں سے سلطان قلی کی قسمت کا حال پوچھا تو انھوں نے پیشین گوئی کی کہ وہ بادشاہ
ہوگا مگر ایران کا نہیں بلکہ ہندوستان میں جس کے میدان میں اسلام کے علم کو وہ
بلند کرے گا پھر تو امیر یعقوب بیگ آق قوئلو اس نوجوان کی جان کا خواہاں ہوگیا
یہ خبر باپ کو بھی ہوئی تو اس نے اپنے بھائی امیر علی قلی کے ساتھ اس کو
ہندوستان بھیجدیا۔ مرغوب القلوب میں جو صدر جہاں نے خود سلطان قلی کی زبانی
حال سنکر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ وہ امیر قرا یوسف ترکمان کے خاندان میں تھا
اور ایران کے بادشاہ جہاں شاہ کے قریب کے رشتہ داروں میں تھا اس کی جنم بھوم
سعد آباد تھی جو ایک چھوٹا سا گاؤں صوبہ ہمدان میں تھا اس کا خود اپنا بیان یہ ہے
جب میری قوم قرا قوئلو کو قوم آق قوئلو نے مغلوب کر لیا تو مجھے بہ مجبوری اپنے بچپنے میں
اپنے چچا امیر قلی کے ساتھ ہندوستان کے دکن میں بھاگنا پڑا۔ یہاں کچھ دنوں
رہکر پھر میں اپنے باپ پاس ہمدان گیا مگر بہمنی شاہ کے دربار کی شان و شکوہ
اور اس کی توجہ جو ہمارے حال پر ہوئی وہ میری تو عمری کے خیالات میں ایسی
سمائی کہ ہند اور دکن کا قصور رات دن رہتا تھا۔ میں ایسا کم عمر تھا کہ میرا چچا مجھے
دکن میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ مجھے زبردستی ایران کو لے گیا جب ہماری
قوم کے دشمنوں کو غلبہ ہوا اور امیر یعقوب بیگ میری جان کا خواہاں ہوا تو

میں نے دکن کے جانے کا قصد کیا شاہ بہمنی کی نذر کے لئے چند گھوڑے اور تحفے لے کر
میں پہلے شاہ نورالدین سے سفر کی اجازت لینے گیا شاہ نور الدین جیسا میرا قریب کا
رشتہ دار تھا ویسا ہی وہ میرا پیر و مرشد رہنما تھا اس نے اپنی بہن کی شادی میرے
دادا امیر علی سے کی تھی وہ علم نجوم سے ماہر تھا اور عنایت الٰہی سے غیب کی باتیں
بتاتا تھا جب میں اس سے رخصت ہوا تو اس نے کہا کہ ہندوستان کے ایک حصہ
میں تو بادشاہ ہوگا اوس نے کچھ اشرفیاں مجھے دیں اور دعا دی اور کہا کہ یہ
تیری آئندہ کامیابی کی علامت ہے کیا کہوں کہ اس بات نے میرے دل پر کیا
سحر کا سا اثر کیا کہ جب میں اور میرا چچا ہندوستان کو چلے تو میں اپنے تئیں بادشاہ سمجھنے
لگا بحری سفر ختم کر کے ہم سیدھے احمد آباد بیدر دارالسلطنت دکن میں گئے دو تین
روز بعد محمود شاہ بہمنی کی ملازمت میں حاضر ہوئے اور گھوڑے اور تحفے پیش کئے
اوس نے ہمارے لئے سکونت کا مکان مقرر کر دیا تھوڑے دنوں کے بعد میرے
چچا نے اپنے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ شاہ نے ہر چند اس سے کہا کہ آپ
یہیں رہیے مگر اس نے خاص کر اس سبب سے نہیں مانا کہ اس نے یہ سنا تھا کہ ہمارے
خاندان کا قدیمی جانی دشمن امیر یعقوب بیگ مر گیا جس کے ظلم کے سبب سے مجھے جلا
وطن ہونا پڑا تھا پھر شاہ نے میرے چچا سے کہا کہ اچھا تم خود جاتے ہو تو بھتیجے کو یہیں چھوڑتے
جاؤ میں اس کو اپنے بچوں کی طرح پالوں گا۔ یوں میرا چچا چلا گیا میں اکیلا ہندوستان
میں رہ گیا۔

محمود شاہ بہمنی نے اپنے کہنے کے موافق عنایت توجہ و محنت سے سلطان قلی کی
پرورش کی۔ چونکہ اس کو معلوم تھا کہ یہ نو عمر دولت بڑا عالی خاندان ہے تو روز
بروز اس پر التفات ایسا زیادہ ہوا کہ شاہ کے فرزندوں اور ارکان سلطنت کو اس پر
حسد ہوا اور شاہ سے اس کی چغلیاں وہ کھانے لگے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان قلی بھار لو ترکوں میں سے اور علی شکر کی قوم سے

تھا بعض اس کے خاندان کو بڑھاتے ہیں اور مرزا جہاں شاہ متوطن وشاہ ایران کی اولاد
میں بتاتے ہیں مگر پہلی بات صحت سے اقرب ہے بہر تقدیر اس کا مولد و منشا ہمدان ہے
وہ سلطان محمد شاہ بہمنی کے آخر عہد میں نوعمری میں دکن میں آیا۔ چونکہ شاہ ترکی
غلاموں کو معزز و مکرم رکھتا تھا اس نے بھی اپنے تئیں ان غلاموں کے حلقہ میں داخل کیا
علم حساب سے ماہر تھا خط سیاق خوب لکھتا تھا اس کو شاہ نے محلات حرم کا مشرف مقرر
کیا خواتین اس کے حسن سلوک اور امانت و دیانت سے راضی و شاکر تھیں ملک تلنگ میں
اہل حرم کی اقطاع بہت تھیں وہاں سے عوائض شکایت آمیز آئیں کہ پرگنوں میں چوروں اور
راہزنوں کی کثرت ہو گئی ہے اور روز بروز رعایا سرکش ہوتی جاتی ہے معلوم نہیں کہ
محصول کا دسواں حصہ بھی وہ دیتی ہے یا نہیں۔ شاہ نے چاہا کہ وہاں امراء کبار میں
سے کسی ایک کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ بھیجے کہ سلطان قلی نے خواتین حرم میں
سے ایک کو واسطہ بنا کے شاہ سے عرض کرایا کہ یہ خدمت بندے سپرد ہو میں ان حدود میں
بے لشکر جا کر باغیوں کو دفع کر دونگا اور سرکشوں کا سر اڑا دونگا۔ شاہ نے اس خدمت
پر اس کو سرفراز کیا اس نے ان پرگنوں میں جا کر اپنی حسن تدبیر سے بہ تدریج ان کو
چوروں اور رہزنوں سے پاک صاف کیا۔

تواریخ ہند میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات کو شاہ شراب پی رہا تھا اور
نغمہ و ساز سن رہا تھا۔ پری رویوں کے ساتھ اختلاط میں مشغول تھا کہ حبشیوں اور
دکنیوں کی جماعت نے اس پر حملہ کیا اس وقت قسمت کی یاوری سے سلطان قلی
دس پردیسیوں کے ساتھ بادشاہ کی ذات خاص کا محافظ تھا جب اونھوں نے غل
سنا تو وہ باہر آئے اور حملہ آوروں کو پرے ہٹایا اور بادشاہ کو ساتھ لیکر
قلعہ میں داخل ہوئے۔ سلطان قلی کے پانچ ہمراہی مارے گئے اس نے اور اس کے
باقی پانچ ہمراہیوں اور خود بادشاہ نے محل شاہی کی حفاظت تیر و کمان سے
کی اس اثنا میں حکیم خواجہ جہاں پاس گیا کہ وہ قلعہ کے برجوں پر بیٹھے خراسانی

جمع کر کے لیکر آئے۔ اس حکم کی تعمیل میں فصیلوں پر چڑھنے میں بہت آدمیوں کی جانیں گئیں۔ آخر کو حملہ آوروں کو سب مقامات میں شکست ہوئی اور پادشاہ کے محافظین نے شہر کے دروازہ پر قبضہ کر لیا کہ باغی بھاگ کر نکل نہ جائیں۔ رات بہت اندھیری تھی۔ شاہی سپاہیوں نے ایک ہاتھ میں شمع لی اور دوسرے میں تلوار اس طرح اول شب میں وہ خوب لڑے۔ آدھی رات کو جانہ نکلا تو شاہ و جو اس ہنگامہ میں چند آدمیوں کے ساتھ شریک تھا۔ حسن خواجہ جہاں پاس گیا شاہ کے ساتھ سلطان قلی تھا جس نے آگے بڑھ کے پادشاہ کے لئے دشمنوں کے اندر سے راہ کھولی صبح کو شاہی سپاہ ہر جگہ فتحمند ہوئی اور باغی پراگندہ ہو کر تلوار سے بچنے کے لئے گلیوں میں بھاگے اور فصیلوں سے گرے اور جو گھروں میں چھپتے تھے وہ وہاں سے نکال کر قتل کئے گئے۔

محمود شاہ بہمنی یقینی جانتا تھا کہ سلطان قلی کی ذاتی کوشش سے میری جان بچی ہے اس لئے اس کو قطب الملک کا خطاب دیا اور اس کو دوسرے درجہ کا وزیر مقرر کیا۔ اور باقی کے پانچ ایرانیوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنھوں نے بہادری سے اس کی جان بچائی تھی جاگیر اور منصب دیا۔

تاریخ دکن میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب خانہ ان بہمنیہ کی سلطنت کا ضعف سب پر نمودار ہوا تو امرائے کبار نے شاہ سے کنارہ کیا اور اپنے تئیں مطلق العنان بنایا۔ ان میں ملک دینار حبشی اور ملک نوش قدم ترک تھے جنھوں نے اپنے اقطاع میں شاہی اطاعت سے سرتابی کی۔ محمود شاہ بہمنی ان سے لڑنے گیا اور ملک دینار کو قید کر لیا مگر بعض صلاح کاروں کی سفارش سے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور تمام ہاتھی جو اوس سے لئے تھے وہ اس کو واپس دیدئے اس معرکہ میں سلطان قلی نے اپنی شجاعت کے کارنامے دکھائے تھے اس لئے شاہ نے اس کو صوبہ تلنگانہ کا طرفدار بنایا اور امیر الامرا کا خطاب دیا۔

اور اس کی ذاتی جاگیر میں کوٹ گیر اور اودگ کا اضافہ کیا۔

تاریخ محمود شاہ بہمنی میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کشو خاں مر گیا تو اس کی جگہ بہادر گیلانی کو نکان جس میں ویجل دگ، اور بناور داخل تھے حاکم مقرر ہوا وہ بہمنی امیر تھا جس نے ایک جنگ میں بڑی بہادری دکھائی تھی اب اس نے بیدر کی سلطنت سے انحراف کیا کہ مدت کے بعد تجارت کے کل جہازوں پر دست غارت دراز کیا ساحل پر گشت کیا اور محمود شاہ سے پادشاہ گجرات کی رعایا کے جہازوں کو پکڑ لیا جو کنارہ کنارہ جاتے تھے اور ان میں تجارت کا مال بھرا ہوا تھا۔

جب محمود شاہ گجرات نے اپنے جہازوں کا حال سنا کہ ان پر بلا نازل ہوئی تو اس نے بہادر گیلانی کو خطوط لکھے کہ مال جو لوٹا ہے واپس کر دو بہادر نے مال دینے سے انکار کیا اور خطوں کے جواب سخت سست لکھے۔

محمود شاہ گجرات نے اپنا ایلچی محمود شاہ بہمنی پاس بھیجا جس نے جا کر کہا کہ بہادر آپ کی رعیت ہے اس سے ہمارا تمام مال اور اسباب و لوا دیجئے شاہ بہمنی نے بہت شد و مد کے ساتھ فرمان بہادر کے پاس بھیجے کہ گجرات کے جہازوں کو کمبایت بھیجدے اور مال اسباب ان کا دار السلطنت بیدر میں بھیجدے تاکہ اسے گجرات کے ایلچی کو جو میرے پاس یہاں آیا ہے میں حوالہ کروں جب بہادر کو معلوم ہوا کہ میرے پاس ایسے فرمان ایلچی لئے چلے آتے ہیں تو ان کو رستہ ہی میں روکا اور بیدر کی اطاعت سے انکار کا اشتہار دیا۔

محمود شاہ بہمنی فوراً اس سرکش امیر کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا اور بغیر کسی مقابلہ کے قلعہ مرچ میں آگیا اس ولایت کا زمیندار پوتا نائک پانچ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے لے کر اس سے لڑنے آیا مگر اس کو مجبوراً حصار مرچ میں جانا پڑا اور لشکر شاہی نے اس کا محاصرہ کیا۔ لڑائیوں میں دیوتا نائک پسر پوتا نائک نے بڑے لشکر سے شاہی لشکر کے اس حصہ پر حملہ کیا جس کا سپہ سالار سلطان قلی

قطب الملک تھا۔ مسلمانوں کا خوب مقابلہ دو بدو ہندوؤں نے کیا صبح سے شام تک لڑے اور دیوتانائک کو سب جگہ فتح ہوئی مگر وہ جب سلطان قلی کے سامنے بذات خود آیا تو قتل ہوا دوسرے روز ہندو میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ پوتانائک بیٹے کے مرنے کے بعد لڑائی کو سنبھال نہ سکا اس نے کچھ حرجہ ہاتھی گھوڑے بادشاہ کو تحفۃً بھیجے اور سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا اور یہ بھی شرط قرار پائی کہ قلعہ مرج مع کل اسباب سرکاری کے شاہ کو حوالہ کیا جائیگا اور شاہ اہل قلعہ کو جان و مال کی امان دیگا پوتانائک ایکسان بعد شاہ کی خدمت میں گیا شاہ نے خود یہ قلعہ پھر اوس کو دیدیا اور اسکا سرکاری اسباب سلطان قلی کو حوالہ ہوا۔ بہادر گیلانی کی سرزنش کے بعد شاہ اپنی دار الحکومت میں آیا اور سلطان قلی قطب شاہ تلنگانہ میں حاکم ہو کر گیا۔ کچھ دنوں کے بعد امیر قاسم بریدکہ ارکان سلطنت میں تھا جب اوس نے دیکھا کہ شاہ پاس کوئی اور لائق امیر کبیر نہیں ہے تو اُسنے شاہ کو اپنے اوپر متنفت کیا اور دوبارہ امیر الامراء ہو گیا۔ اول اس کے اختیار کا اثر یہ تھا کہ شاہ کے قدیمی مقرب اس سے جدا ہو گئے اور آخر کو وہ ایسا محیط ہوا کہ سلطنت کے سارے اختیارات اسکی مٹھی میں آ گئے۔ قاسم برید خوب جانتا تھا کہ میرا ایسا ذی اختیار ہونا یوسف عادل اور قطب الملک اور ولایتوں سے حاکموں کو بالکل ناپسند ہوگا اس لئے اس نے شاہ ہی کو بالکل معزول کرنا چاہا مگر اس کے یہ منصوبے مکمل گئے اور اعیان سلطنت نے اتفاق کر کے ان کو بالکل سنا دیا اور انہوں نے پھر ملک قاسم کے اختیارات ایسے قائم نہ رکھے کہ وہ بادشاہ کو کاٹ کی پتلی کی طرح ہاتھ میں نچاتا یہ قرار پایا کہ ولایتوں کے بعض حاکم دار السلطنت میں جائیں اور شاہ کے اختیارات کو بحال کریں۔ بیجاپور سے یوسف عادل خاں اور گلبرگہ سے ملک دینار حبشی اول یہ دو سردار مع لشکروں کے دار السلطنت میں آئے اور یہاں قطب الملک سے ملے۔ جب یہ سب امراء اتفاق کر کے قریب آ گئے تو ملک قاسم نے گلے میں پٹکا اور تلوار گلے میں ڈال شاہ کے قدموں پر سر رکھا اور اپنے قصوروں کی معافی چاہی اور التماس کی کہ ان ایسروں کے ہاتھ سے مجھے بچائے۔ محمود شاہ بہمنی ہیں

یہ بڑا عیب تھا کہ وہ آرام طلب اور متلون تھا اوس نے بیدر کے سارے مشائخوں کو ان ایسروں پاس بھیجا کہ وہ ان کو سمجھائیں کہ قاسم برید کے خلاف کوئی کام نہ کریں آخر یہ قرار پایا کہ قاسم برید اپنی جاگیر اوسہ اور قندہار کو جائے اور شاہ کا بالکل قبضہ دار السلطنت بیدر پر ہو اور ہر سال شاہ کی خدمت میں امراء کو آنے کی اجازت ہو اور وہ بیجانگر کے ہندوؤں پر حملہ کیا کریں بعد اس انتظام کے امراء اپنے علاقوں میں گئے۔

۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء کے وسط میں محمود شاہ بہمنی ہندوؤں سے لڑنے چلا۔ قطب الملک لشکر شاہی سے تین ہزار سوار اور دس ہزار پیادے لیکر ملا اور امراء بھی شاہ سے ملے اور رائے چور اور مدکل کے قلعے فتح گئے اور وہ عادل خاں کو ملے اس کے بعد محمود شاہ اپنی دار السلطنت میں آیا اس کے پاس تھوڑی سپاہ رہ گئی کہ ملک قاسم برید نے ۹ ذی الحجہ ۹۱۰ھ/۱۵۰۵ء کو دار السلطنت کا محاصرہ کیا اور دروازہ بانوں کو رشوت دیکر شہر کے اندر داخل ہوا اور سیدھا خاں جہاں وزیر کے محل پر پہنچا اور اُسے مار ڈالا۔ اور شاہ کی بغیر مرضی کے خود وزارت کرنے لگا اور شاہ کے سارے اختیارات لے لئے۔ جب ولایتوں کے حاکموں کو شاہ کا اس طرح مقید ہونا معلوم ہوا تو وہ سب دار السلطنت کو چلے یہاں جو آئے تو دیکھا کہ ملک قاسم برید اور اور شاہ (جس کو وہ زبردستی لے آیا تھا) شہر کے باہر خیمہ زن ہیں اور شاہی پھریرا پھرا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاہ کو پورے اختیار حاصل ہیں وہ ساتھ لاختیار نہیں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ طرفین نے داد شجاعت دی۔ قاسم برید نے اور ایسروں کے لشکروں کو تنزل کیا مگر قطب الملک نے اس کے لشکر کے قلب پر ایسا ملا کیا کہ جنگ کا فیصلہ ہو گیا اور قاسم برید قلعہ اوسہ میں بھاگ گیا۔

سب امرائے متفقہ پادشاہ کی خدمت میں آئے اور اس کو تخت پر بٹھایا اور پھر اپنے اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء میں یوسف عادل خاں سے شاہ ناراض ہو گیا اور ملک قطب الملک کو ہمراہ لے کر اس کی تادیب کے لئے روانہ ہوا مگر پھر اپنے شاہ مہربان ہو گیا اور دار السلطنت کو چلا آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ملک فتح اللہ عماد الملک حاکم برار

قطب الملک کا محمود شاہ کے ہمراہ ہونا

قاسم برید اور امراء کی لڑائی

ایلچ پور میں مرگیا اور شاہ نے اس کے بیٹے علاء الدین کو اس کا قائم مقام کیا اور یوسف عادلخاں بھی کول گنڈہ میں مرگیا اس کی جگہ بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ مسند نشین ہوا۔ شولاپور کا حاکم خواجہ جہاں کا قائم مقام اس کا بیٹا نور خاں ہوا اور اس کو بھی خان جہاں کا لقب ملا اور پرینڈہ اور اس کے مضافات میں حاکم ہوا۔

۹۱۵ھ میں محمود شاہ نے دار السلطنت میں اپنے امراء کو بلایا اور وہ بیجانگر کی طرف متوجہ ہوا۔ دیولی میں جب آیا تو لشکر شاہی کا مقابلہ ہندوؤں نے شروع کیا۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ ملک قطب الدین نے دشمن کے میمنہ کو ہزیمت دی مگر محمود شاہ قلب سے بھاگا اور گھوڑے سے گرا اور ٹھوکروں میں آکر قریب المرگ ہوا۔ کچھ زندگی باقی تھی کہ اس کے چاپلوسوں نے اسے پہچان لیا اور پالکی میں ڈالکر اس کو سید لطف اللہ شیخ صب اللہ کے خیمے میں لیگئے سپاہ دار السلطنت کو آٹھ آنی اور امراء اپنے اپنے علاقوں پر گئے۔ شاہ ایسا ضعیف العقل ہوگیا تھا کہ اس نے قاسم برید کو پھر وزیر مقرر کیا پھر محمود شاہ سخت بیمار ہوا۔ ۲۲ ذی الحجہ ۹۱۸ھ کو ۶۰ برس کی عمر میں اور سینتیسویں سال سلطنت میں مرگیا۔ اس شاہ کے مرنے کے بعد امراء نے اپنے اپنے صوبوں میں مطلق العنانی اختیار کی تھوڑا لحاظ اور پاس جو اب تک شاہ بہمن کا چلا جاتا تھا وہ بھی نہ رہا۔

اول ملک احمد نظام الملک نے بیجاپور اور دولت آباد میں آزادی کا ڈنکہ بجایا اور انہیں دنوں میں اس نے احمد نگر کے شہر و قلعہ کو آباد کیا اور آیندہ اس کو اپنا دار السلطنت بنایا

دوم اسمٰعیل عادل شاہ نے ولایت بیجاپور و مرج و کوکنان غصب کیا اور بیجاپور کو اپنا دار الملک بنایا۔

سوم علاء الدین عماد الملک حاکم برار نے اپنی شاہی کا اشتہار دیا۔ ایلچ پور کو دار الحکومت بنایا۔ چہارم ملک قاسم برید نے محمود شاہ کے خزانہ پر قبضہ کیا اور بیدر میں خود مختار ہوا۔ پنجم سلطان قلی قطب الملک نے شاہی پرچھائیں سے جو اب تک چلی جاتی تھی کچھ محبت رکھی اور صوبہ تلنگانہ پر قبضہ رکھا۔ اور

گول کنڈہ کو اپنا دار القرار بنایا۔

نہایت معتبر اسناد تاریخی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قلی قطب الملک نے اپنی سلطنت کی ابتدائی سالوں میں ہمسایہ کے زمینداران تلنگانہ کو زیر کرنا چاہا۔ اکثر اس کا محل یہ تھا کہ وہ دشمن کے ملک میں جاتا اور وہاں کے حالات خوب مشاہدہ کرتا اور پھر مراجعت کرتا اور دشمن کو اپنے پیچھے ایسا لگا لاتا کہ وہ اس کی کمین گاہ میں آجاتا پھر وہاں سے نہیں ہلتا۔ مرغوب القلوب کا مصنف صدر جہاں لکھتا ہے کہ میں نے خود اس کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے قاسم برید اور فتح اللہ عماد الملک نے اُن ولایات جنی کو بزور لینے کے لئے بلایا جو میرے ہمسایہ میں تھیں مگر میں نے ہمیشہ جانے سے انکار کیا میں اپنی سلطنت اور قوت کو صرف ہندو زمینداروں کے استیصال کرنے سے بڑھانا چاہتا ہوں۔ جو سچے اسلام کے دشمن ہیں اس نے خود ایک دن صدر جہاں سے کہا کہ میں سات برس سے اعلام اسلام کو بلند کر رہا ہوں اور تلنگانہ کے ہندوؤں کو استیصال کر رہا ہوں۔ حدود ورنگل سے مسلی پٹم اور راج مندری تک اور ان کے درمیان ساٹھ ستر قلعے اپنی سپاہ کے زور سے تسخیر کر چکا ہوں۔ جیسے راج کنڈہ۔ کول کنڈہ۔ دیور کنڈہ۔ پنگل۔ گن پور۔ چیر کنڈہ۔ بیل کنڈل۔ ملن گور۔ انگیسہ۔ میدک۔ بھون گیر۔ بیلم کنڈہ۔ ورنگل کمیلست۔ انمر اکنڈہ۔ رام گیر۔ گنڈاپلی۔ ایلور۔ چنٹ کول۔ میں نے آن حضرت اور اس کی آل کی قسم کھائی ہے کہ اگر میں بادشاہ ہوگیا تو میں مذہب اثنا عشری کے ترویج ان مقاموں میں کروں گا جہاں اب تک اسلام کا علم نہیں گیا۔ یہ نہیں تصور کرنا چاہئے کہ شاہ اسمٰعیل شاہ ایران نے میرے دل میں یہ خیال پیدا کیا ہو بلکہ اس سے پہلے سلطان یعقوب کے زمانہ سے میرا مذہب اثنا عشری تھا یہی میرے آباء و اجداد کا مذہب چلا آتا ہے اب میری عمر سو برس کے قریب ہونے کو آئی ہے اس کا زیادہ تر حصہ میں نے مذہب صادقہ کی ترویج میں صرف کیا ہے۔ اب میں دنیا کو ترک کرنا چاہتا ہوں کہ باقی عمر عبادت میں صرف کروں یہاں تک

بیان وہ ہے جو صدر جہاں نے سلطان قلی کی زبان سے سُنا تھا۔

جن کی تمام تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔

جب بیجاپور میں عادل شاہ نے اور احمد نگر میں نظام الملک نے اور اور امرا نے شاہ کا خطاب اختیار کیا تو سلطان قلی کے امرا نے بھی عرض کیا کہ آپ اپنے تئیں تلنگانہ کا شاہ بنالیں کوئی اور آپ کے سوا اس خطاب کا مستحق نہیں ہے اور اس پاس اسی مضمون کے خط و پیغام احمد نظام شاہ کے آئے تو سلطان قلی نے تخت سلطنت پر شاہانہ جلوس کیا اور حکم دیا کہ سارے ملک میں خطبہ میں دوازدہ امام کا نام پڑھا جائے اور سیرا خطاب سلطان قلی قطب شاہ مشتہر کیا جائے۔

سلطان قلی ہر سال بیجانگر کے ہندوؤں پر لشکر کشی کرتا تھا اور اپنی دار السلطنت کو واپس چلا آتا تھا مگر اب اُس نے ارادہ کیا کہ اپنی دار السلطنت کا مقام بین وسط میں قرار دوں اس لئے اُس نے موضع گلکنڈہ کے قریب شہر محمد نگر آباد کیا اور وہاں اپنی دار الحکومت منتقل کیا۔ سلطان قلی نے اپنے محسن محمد شاہ کے نام پر اس شہر کا نام محمد نگر رکھا قلعہ گول کنڈہ کی مرمت کے بعد سلطان قلی نے اپنی توجہ قلعہ راج کنڈہ کی تسخیر کی طرف کی جس کے رائے دنکمٹی نائک نے اس کے ملک پر حملہ کیا تھا اُس نے جاکر اس قلعہ کا محاصرہ کیا بھاری توپیں مار کے قلعہ کی دیواروں میں رخنے ڈالدئے۔ اہل قلعہ نے محاصرین پر گولی وار کئے مگر وہ ان کو روک نہ سکے انہوں نے جبر و قہر سے قلعہ لے لیا اور ان کا کچھ نقصان بھی نہیں ہوا راجہ دنکمٹی نائک مقید ہوا اور گلکنڈہ بھیجا گیا۔

شاہ نے دار السلطنت میں آکر دیور کنڈہ کی تسخیر کا ارادہ کیا یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا بہت دنوں تک محاصرہ رکھنے سے وہ تسخیر ہوا۔ شاہ کے حکم سے ہندوؤں کے مکانات اور معابد ڈھا کر خاک میں ملائے گئے اور انکی جگہ مساجد تعمیر ہوئیں۔

جب کرشن راؤ بیجانگر کے راجہ نے دیور کنڈہ کی فتح کا حال سُنا تو وہ تین ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے لے کر قطب شاہ کے ملک پر حملہ کرنے کے لئے آیا اور اس کی سرحد کا ملک برباد

اور ویران کیا۔ جب سلطان قطب شاہ کو اس غارتگری کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی پانچ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے لیکر اس سے لڑنے گیا۔ اس سپاہ کے ساتھ جو دشمن کی سپاہ کے مقابلہ میں تھوڑی تھی شہر پنگل میں گیا جہاں دشمن مقیم تھا ہندوؤں کے ہراول پر مسلمانوں کا لشکر ایسا وفعتہ آن پڑا کہ اُس نے کچھ مقابلہ نہ کیا اور اپنے لشکر سے اُٹنا جاکر جا ملا کرشن رائے اپنی سپاہ کی کثرت پر مغرور تھا اُس نے اپنے لشکر کو مسلمانوں پر جو پنگل کے قریب اُترے ہوئے تھے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک سخت لڑائی صبح سے شام تک ہوئی۔ قطب شاہ اپنی سپاہ کو جو دشمنوں کی کثرت سے ہراساں ہوئی تھی دلاسا دیتا اور اون کے پژمردہ دل کو شگفتہ کرتا۔ قطب شاہ کا قاعدہ تھا کہ وہ سواروں کی فوج کو ضرورت کے وقت کے لئے الگ رکھتا اور وہ اس وقت حرکت کرتی کہ اس کو حکم ہوتا۔ اس میں منتخب پندرہ سو سوار تھے جب اس کے قلب کی سپاہ فرار ہوئی تو اس نے خود ان سواروں کو لے کر دشمن پر حملہ کیا۔ ہندو اس تازہ سپاہ کے مقابلہ کے لئے تیار نہ تھے انکی صفیں شکستہ و پراگندہ ہوئیں اور ایک ہی دفعہ سب فرار ہوئے۔ جنگ کا فیصلہ ہوا اندھیری رات نے انکی مراجعت پر ایک سیاہ پردہ ڈالا کہ تلوار کی چمک ان پر نہ پڑی۔ ہاتھی اور بھاری اسباب قطب شاہ کے قبضہ میں ہوئے۔ دوسرے دن قطب شاہ نے پنگل کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ پہاڑ پر تھا اور اس کے گرد گھنا درختان تھا۔ مسلمانوں نے اس کو جلدی سے گھیر لیا۔ وہ قریب الفتح نظر آتا تھا۔ کرشن رائے نے پنگل کا یہ حال سنکر تین سو سوار اور ایک ہزار پیادے کمک کو بھیجے اور اس سپاہ کو حکم تھا کہ وہ درختان میں جائے اور وفعتہ محاصرین پر شب خون مارے اور اسی وقت اہل قلعہ اندر سے باہر آنکر دشمنوں پر حملہ کریں اہل قلعہ نے چند بار محاصرین پر حملہ کیا جس سے قلعہ ایسا جلد فتح نہ ہوا جیسا کہ ابتدا میں معلوم ہوتا تھا آخر کو حاکم قلعہ نے جو کرشن راؤ کا قریب کا رشتہ دار تھا۔ قلعہ حوالہ کرنے کی شرائط پیش کیں اور دوسرے دن قلعہ سپرد کیا اور اہل قلعہ کو اختیار دیا گیا جہاں چاہیں چلے جائیں۔

اب سپاہ پنگل سے گن پور گئی جو اس قلعہ اور گولکنڈہ کے درمیان تھا۔ شاہ سے جاتے ہی حاکم قلعہ سے کہا کہ وہ اپنے تئیں حوالہ کرے مگر اس نے اس کا جواب توپوں سے دیا اور ہر ایک سپاہ پہاڑ سے اُتر کر میدان میں آئی اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس گئی مگر مسلمانوں نے اس حملہ کو ہٹا دیا اور اہل حملہ نے مجبور کیا کہ وہ قلعہ کی چار دیواری میں گھس گئے۔ گن پور کا دو مہینے تک محاصرہ رہا۔ جس میں مسلمانوں کے بہت سے بہادر افسر اور سپاہی کام آئے اور قطب شاہ کو بھی اس کی فتح سے مایوسی ہوئی۔ گن پور کا قلعہ پہاڑ پر تھا۔ اور اس کے دروازہ کو صرف ایک بتیا جاتی تھی جس کے ہر طرف بڑے خار تھے اور وہ پتھروں سے اور کٹہ گروں سے مسدود تھی اور دروازہ پر دو برج بنے ہوئے تھے جو اس کے محافظ تھے۔ قطب شاہ نے اول یہ دو برج گروائے اور پھر وہ خود سپاہ کو لیکر گیا اور قلعہ کو فتح کر لیا مگر جانوں کا نقصان بہت ہوا۔ گن پور سے گولکنڈہ کو شاہ چلا۔ جس نے بہت دنوں تک بہادرانہ مقابلہ کیا۔ مسلمانوں پر اہل قلعہ نے بعض سخت حملے کئے جن میں طرفین کے بہت سپاہی مرے آخر کو قلعہ میں مسلمان رخنے ڈال کر داخل ہوئے اور آدھی رات کو قلعہ پر حملہ کیا۔ اگرچہ وہ اس کو لے نہ سکے مگر دوسرے روز صبح کو قلعہ دار نے کنجیاں شاہ کے ہاتھ میں دیں اور ہوشیاری سے اپنے تئیں حوالہ کیا۔ اہل قلعہ کو اجازت ہوئی کہ وہ اپنا ذاتی اسباب لے کر چلے جائیں۔ خزانہ سرکاری جو بڑا بھاری تھا وہ شاہ کے ہاتھ آیا جس کو اس نے دل سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ یہاں ایک مسلمان افسر کو حاکم مقرر کیا اور اپنی دار السلطنت کو چلا آیا اور اپنے شہر کے سب رؤسا سے ملاقات کی۔

سلطان قلی قطب شاہ جو لشکر کشی کے سبب سے اپنے ملک سے غیر حاضر رہا تو قوام الملک ترک نے اس کے شمالی اضلاع پر حملہ کیا اور ان کو ویران کیا یہ ترک ایک بہمنی سلطنت کا افسر تھا اور آخر سلطنت کی دہلی و برہمی میں قلعوں ایلگندیل اور ملن گوپر اور بیلفن اور اضلاع پر قبضہ کر لیا تھا اور چھ ہزار کے قریب

سوار اور دس ہزار پیادے جمع کر لئے تھے اور اپنے ہمسایہ کے ملکوں پر تاخت و تاراج کرتا تھا قطب شاہ کو اپنے دار السلطنت میں آنے سے قوام الملک کی غارت گری کا حال معلوم ہوا اس نے ناصحانہ اور مشفقانہ خطوط لکھے کہ جو مال و اسباب اس نے قطب شاہ کے ملک میں سے لوٹا ہے واپس دیدے اس نے ایلچیوں کو سمجھا دیا کہ وہ قوام الملک سے کہیں کہ ہمارے شاہ کو ان واقعات پر افسوس ہوا ہے وہ دل سے اپنے سب مسلمان ہمسایوں کے ساتھ دوستانہ رہنا چاہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ سب مومنین بھائی ہیں۔ مگر قوام الملک غرور کے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ قطب الملک کو اپنے آگے کیا سمجھتا تھا اور اس نے دوبارہ اپنی سپاہ قطب شاہ کے ملک کی غارت گری کے لئے بھیجی تو پھر قطب شاہ بھی اپنے غصہ کو نہ روک سکا اس نے اپنے لشکر کو میدان میں آنے کا حکم دیا اور وہ ایل گندیل کی طرف چلا۔ اس مقام سے ایک دن کی راہ پر قوام الملک سے نزدیک ہوا دوسرے روز لڑائی صبح سے دوپہر تک رہی۔ قطب شاہ نے خود اپنے دو ہزار سوار لڑائے۔ اور قوام الملک کو شکست دی جو پراگندہ ہو کر بھاگا اور قلعہ ایل گندیل میں چلا گیا۔ اس مقام پر قطب شاہ آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا جب قوام الملک نے دیکھا کہ میں اپنے دشمن سے نہیں لڑ سکتا تو وہ برار کو بھاگ گیا اور علاء الدین عماد شاہ کی امداد کا طالب ہوا۔ چند روز بعد قلعہ ایل گندیل قطب شاہ کے ہاتھ آیا اور قوام الملک کے سپاہیوں نے اس کی نوکری کر لی۔ شاہ قلعوں ایلگندیل اور ملن گور اپنے سپاہیوں کو سپرد کر کے اپنی دار السلطنت میں چلا گیا۔

قوام الملک برار میں گیا اس نے علاء الدین عماد الملک کو اغوا کیا کہ وہ اس کا معاون ہو اور چلکر اس کا ملک اُسے پھر دلادے۔ جب قطب شاہ نے یہ سنا تو اس نے اپنا ایلچی عماد الملک پاس بھیجا۔ جس نے قوام الملک کی دھمین و سرکوبی بیان کی۔ اور عماد الملک کو یاد دلایا کہ اس کے لشکر نے وہ سات پٹے (پٹہ ایک تلنگی لفظ ہے جس کے معنی پرگنے کے ہیں) غصب کر لئے ہیں جو محمود شاہ بہمنی نے سلطان قلی کو

دیئے تھے انہیں بائیں ہاتھ سے عنایت کیجئے اور اپنے ملک میں قوام الملک رہنے دیجئے
ان درخواستوں میں سے علاء الدین عماد شاہ نے کسی درخواست کو نہ مانا اور غصہ میں آکر
جواب دیا جس کے سبب سے سلطان قلی اپنی سپاہ کے ساتھ اس کی مملکت کی طرف چلا
عماد الملک بھی ایلچ پور سے روانہ ہوا اور رام گیر کے قلعہ کے قریب قطب شاہ سے مقابلہ کیا
دوسرے دن دوپہر تک لڑائی ہوئی۔ قطب شاہ نے فتح پائی۔ علاء الدین عماد شاہ برار کو بھاگا
اور سلطان قلی نے اپنے سات پٹوں میں اپنے آدمی متعین کئے اس کے بعد وہ گل کنڈہ میں آیا
یہاں اس نے سنا کہ سیتاپتی راجہ کم میٹ قطب شاہ کے ملک کا وہ حصہ دبا بیٹھا ہے جو اس کے
ملک کے قریب تھا اس راجہ پاس بڑے مضبوط قلعے کم میٹ۔ بیلم کنڈہ۔ ورنگل۔ اور اسکے
سوائے اور قلعے بھی تھے اور بارہ ہزار پیادے خوب نشانہ باز اس پاس تھے۔ قطب شاہ نے اول
بیلم کنڈہ کی طرف کوچ کیا اور اس کو جا کر خوب محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ مدت تک رہا۔ شاہ نے
اس پر زینے لگا کے چاروں طرف حملہ کر کے اسکو لیا سپاہی بہت مارے گئے۔

جب راجہ سیتاپتی نے سنا کہ قلعہ بیلم کنڈہ فتح ہو گیا جس کو وہ جانتا تھا کہ کوئی دشمن اسکے
اندر قدم نہیں رکھ سکتا تو وہ فوج لیکر میدان میں قطب شاہ سے لڑنے آیا وہ بھی لڑنے کو
تیار بیٹھا تھا دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ بڑے بڑے بہادر مسلمان دشمن کے پیادوں کی
قدر اندازی تیر اندازی سے ہلاک ہوئے مگر آخر کو ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ بہت
سا مال غنیمت اور اسباب گراں مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس کے بعد قطب شاہ گل کنڈہ میں آیا۔ سیتاپتی
شکست پاکر کم میٹ کو گیا اور روپیہ ہمسایہ کے راجاؤں کو بھیجے کہ گنڈ اپلی اندر کنڈہ
وار اپلی اور ایٹ گیر کے راجہ تھے چٹھیاں لکھیں اور سب کو بلایا تاکہ متفق ہو کر سلطان قلی
قطب شاہ سے لڑیں جس نے تلنگانہ کا بڑا حصہ تسخیر کر لیا ہے اور ہر روز اپنا استقلال ایسا
بڑھا رہا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں کوئی ہندو رئیس اس کے مقابلہ کا نہیں رہیگا۔ یہ سب راجہ
اس کے بلانے سے کم میٹ کے قریب آپس میں ملے جب سلطان قلی نے ان راجاؤں کا متفق
ہونا سنا تو ان سے مقابلہ کرنے کے لئے کوچ کیا اور کم میٹ کے قریب ہندوؤں سے سخت

سخت لڑائی ہوئی جسمیں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور سیتاپتی رامچندر دیو پاس بھاگا اور
مسلمانوں کے لشکر نے کنڈاپلی اور اندراکنڈہ اور ایٹگیر پر قبضہ کیا۔ قطب شاہ کم میٹ
کو تسخیر کرنے گیا۔ یہ تلنگانہ کے مضبوط قلعوں میں سے تھا قطب شاہ ناحق خونریزی
نہیں چاہتا تھا اُس نے حاکم قلعہ پاس ایلچی بھیجا اور اسکو راجہ کی شکست سے مطلع کیا اور
اُس سے مسلمانوں کو قلعہ حوالہ کرنے کی درخواست کی جس سے اُس نے انکار کیا مسلمانوں
نے کئی حملہ اس قلعہ پر کیئے مگر ناکامیاب رہے پھر قطب شاہ نے خود جھنجھلا کر چاروں طرف
سے حملہ کیا مسلمان اپنے سروں پر سپر لگا کر قلعہ کی دیواروں پر زینے لگا کر چڑھ گئے اگرچہ
اس طرح مسلمانوں میں جانوں کا زیان بہت ہوا مگر وہ فصیلوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے
اس دفعہ انہوں نے کسی کو امان نہ دی ہر ایک مرد عورت۔ بچے کو مار ڈالا فقط سیتاپتی
کے عورتوں کو شاہی محل میں داخل ہونے کے لئے زندہ رکھا۔

جب سیتاپتی کو شکست ہوئی تو وہ بھاگ کر راجہ رامچندر لسپہ گج پتی پاس گیا۔ جس کا
دارالقرار کنڈاپلی تھا اور اسکے قبضہ میں تلنگانہ اور اڑیسہ کا ساحل بحر بنگالہ کی
حدود تک تھا اور خشکی میں کچھ ملک تھا۔ سیتاپتی نے اس سے یہ بیان کیا کہ سلطان قلی
قطب شاہ اپنے جبر و قہر سے مجھے جلاوطن کرنے میں کامیاب ہوا اس نے سارا ملک
تلنگانہ فتح کر لیا ہے اب آگے وہ اور قدم بڑھائیگا اور رامچندر کے ملک پر حملہ کریگا جو اسکی
مملکت سے متصل ہے گج رامچندر نے اسکی باتوں کو یقین کر لیا اسکو بڑا بھروسہ اسپر تھا
کہ وہ میدان جنگ میں بڑی سپاہ لا سکتا تھا۔ اس نے احکام جاری کیئے
کہ کنڈاپلی میں اسکے تابعین لشکر لائیں یہاں اسنے ایک لشکر جمع کیا۔ جس میں
تین لاکھ پیادے اور تین ہزار سوار تھے سب پاس نیزے تھے۔ سیتاپتی و ناوری
اور ہری چند اور اور نامور راجہ لشکر کے ساتھ تھے ان سب نے باہم اتفاق رکھنے
پر قسم کھائی اور سلطان علی قطب شاہ پر حملہ کرنے چلے سلطان قلی نے اُنکے مقابلہ
کے لیئے صرف پانچ ہزار سوار تیار کیئے اور دشمن سے پانچی مقابلہ ہوا ہندوؤں نے

سیتاپتی راجہ تلنگانہ سے لڑائی

گجپتی راجہ رامچندر کے ساتھ لڑائی

دوسرے روز اپنی صف آرائی کی۔ گج راجمندر دس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ قلب میں میمنہ میں اسکا بھتیجا دونادری دس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں اور دو ہاتھیوں کے ساتھ۔

میسرہ میں ہری چند اور سیتا پتی دس ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں اور دو ہاتھیوں کے ساتھ ہر ہاتھی کے ساتھ چند آدمی تیر و کمان لیئے ہوئے تھے۔ قطب شاہ نے دشمن کے سپاہیوں کی شمار پر کچھ خیال نہیں کیا اُنے اپنے بیٹے حیدر خاں کو پندرہ سو سواروں کے ساتھ میمنہ میں اور فتح خاں کو اسی قدر سواروں کے ساتھ میسرہ میں مقرر کیا اور قلب میں خود دو ہزار سواروں کے ساتھ لڑنے کھڑا ہوا۔ عادت کے موافق وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور خدا تعالیٰ کو سجدہ کیا اور بہت گڑگڑا کر دعا کی کہ اے خدا تو کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار کر پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور دشمنوں پر وار کیا اور ہندوؤں کو ڈرا کر بھیڑوں کی طرح آگے رکھ لیا۔ اور قصائیوں کی طرح فتح کیا۔ راجہ راجمندر قید ہوا اور اسکا بھتیجا دونادری شاہزادہ حیدر کے ہاتھ سے مارا گیا سب ہاتھی اور خزانے چھن گئے اور تمام ملک ساحل بحر بنگ شاہ کے قبضہ میں آیا۔ یہاں سے قطب شاہ کنڈاپلی گیا جسکو اُسنے مسخر کیا۔ یہاں سے ایلور اور راجمندری گیا۔ ایلور میں بہت ہندو مارے گئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر راجمندری آیا تو راجہ نے گوداوری کے کنارے پر خیمہ لگایا میاں شاہ کو اطلاع ہوئی کہ درختوں اور پہاڑوں میں بہت دشمن جمع ہوئے ہیں اور انکا ارادہ اسپر شبخون مارنیکا ہے۔ تو شاہ نے اپنے دو سپہ آرا فتح خاں اور رستم خاں بھیجے کہ وہ دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھتے رہیں اور اُنکے مارنے کے لیئے کوشش کریں۔ فریقین میں جنگ ہوئی جب دو ہزار ہندو مارے گئے تو وہ پھر جنگلوں میں چلے گئے اور گھمیت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔

دیجاناتھ (دیوہ) جسکو عوام الناس گج پتی کہتے ہیں ممالک بنگال میں ساحل سمندر پر

قلنگانہ کی حدود تک راج کرتا تھا۔ جب اسنے راجہ راجمندر کی شکست کا حال سُنا تو اُسنے ایلچیوں کو سلطان قلی قطب شاہ پاس بھیجا اور آخر کو یہ صلح قرار پائی۔ مسلمانوں اور اڑیہ کے ہندوؤں کی مملکت کے درمیان حد فاصل دریا گوداوری رہے عہدنامہ پر دونوں قطب شاہ اور دسنا ناتھ دیو (دیجاناتھ دیو) کی مہریں ہوگئیں اور مسلمانوں کو تنسلیم ایلور مل گیا۔ جب سپاہ گولکنڈہ میں واپس آئی تو پادشاہ نے سُنا کہ اُسکے ایام غیر حاضری میں وجیانگر کے راجہ کرشن رائے نے اُس کی سرحد کے بعض اضلاع پر حملہ کیا اس لیے سلطان قلی فوراً لڑائی کے لیئے تیار ہوا۔ اول کنڈبیر کو گیا۔ یہاں آنکر اُسنے قلعہ کا محاصرہ کیا کوہستانی دو قلعوں بسیلم کنڈہ اور راناکنڈا سے جو کنڈبیر دو گول (گولی ۴ کوس) کے فاصلہ پر تھے۔ کنڈبیر میں سپاہ کی کمک آگئی اور محاصرین پر کئی شب خون مارے اور انمیں کامیاب ہوئے۔ قطب شاہ دشمنوں کے اس طریقہ سے لڑنے سے ایسا حیران ہوا کہ اس نے کنڈبیر کو چھوڑکر اون دو قلعوں کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اول اس نے بسیلم کنڈہ کا محاصرہ کیا۔ اِدھر اہل قلعہ نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ اُدھر ہندوؤں نے شبخونوں کا مارنا بھی نہیں چھوڑا۔ ان حملوں میں مسلمانوں کے بڑے بڑے بہادر افسر اور بہت سے سپاہی مارے گئے۔ قطب شاہ اپنی ہمیشہ تدبیر کام میں لایا کہ اُس نے سب طرف سے قلعہ پر حملہ کیا اور دیوار پر زینے لگا کے قلعہ فتح کر لیا۔ مگر بہت نقصان اُٹھایا۔ قلعہ میں جو مال و اسباب ہاتھ لگا وہ سپاہ میں اُسی وقت تقسیم کر دیا۔ یہاں سیل خاں خواجہ سرا کو حاکم مقرر کیا اور خود کنڈاپلی کو چلا۔ اس اثنا میں کنڈبیر میں لشکر شاہی کے بہت سے ہندو افسر شہزادہ حیدر خاں کے باغی ہوگئے اسلئے قطب شاہ کو مجبوراً اپنے بیٹے کی سطوت قایم رکھنے کے لیئے مراجعت کرنی پڑی اس عرصہ میں کرشن راؤ راجہ وجیانگر نے یہ دیکھکر کہ مسلمانوں کی سپاہ کنڈبیر کو جاتی ہے ایک سپاہ جمع کی اور اپنے بھتیجے کو پانچ ہزار گھوڑے اور پچاس ہزار پیادے دے کر مسلمانوں سے میدان میں لڑنے کے لیئے بھیجا یہ سپاہ اپنے مقام مقررہ پر پہنچے اور بسیلم کنڈہ میں سیل خاں

پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھی سہیل خاں نے یہ پیچ کیا کہ دشمن سے کہا کہ مجھ میں اتنا
سپاہ کثیر کے ساتھ لڑنے کی تاب و تواں نہیں ہے۔ مجھے تین روز کی مہلت دو کہ میں
قلعہ حوالہ کردوں۔ ادھر یہ کہا اُدھر شاہ پاس اپنے لڑکی دوڑا کے اپنے حال سے
اطلاع دی۔ قطب شاہ اس بات کے سنتے ہی اپنے سواروں کے ساتھ ایلغار کرکے
دشمن رفتہ آن پڑا جو اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ اب قلعہ حوالہ ہوتا ہے شاہ نے دشمن کو
پراگندہ کیا اور انکا بھاری اسباب چھین لیا اور ساٹھ ہاتھی جو سپاہ محافظ بیم کنڈہ
و کنڈاپلی کی تنخواہ کے لیے خزانہ لیے جاتے تھے وہ پکڑ لیے اس طرح بیلم کنڈہ
کو دشمن کے محاصرہ سے شاہ نے چھٹایا اور کندبیر کو آیا۔ توپ خانوں سے قلعہ کی دیواریں
کو توڑا پھوڑا اور نیچے کا قلعہ فتح کیا اہل قلعہ اوپر کے قلعہ میں پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دوسرے
روز وہ بھی فتح ہوگیا۔ بادشاہ نے اپنی سپاہ کو اُسکے لوٹنے کی اجازت دی مگر
سب باشندوں کو جان کی امان دی۔ جب کرشن رائے راجہ وجیانگر کو کندبیر
کی خبر پہونچی تو اُس نے اپنے سپہ سالار اور داماد سیوارام کو ایک لاکھ پیادوں
اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ قطب شاہ نے
اپنی سپاہ کی قوت کو اس طرح ضعیف کرنا نہ چاہا کہ وہ کندبیر میں اسکو چھوڑتا۔
اُس نے قلعہ کے دروازے جلا دیئے اور اسکی عمارات کو ڈھایا اور کنڈاپلی کو نذر آتش
کی اور کرشنا کے کنارہ پر اوترا ہندوؤں کو مسلمانوں کی اس دفعتہ مراجعت پر
تعجب ہوا۔ انہوں نے جاکر کندبیر کی دیواروں کی مرمت کی۔ اور سپاہ وہاں
چھوڑی اور اسکو اپنے خزانوں اور بھاری اسباب کے لیے بنگاہ بنایا۔ پھر ہندو
قطب شاہ کی سپاہ کے پیچھے پڑے قطب شاہ نے اُن کو اپنی لشکرگاہ سے چند
میل کے قریب آنے دیا۔ پھر شاہ پانچ ہزار سواروں کو ساتھ لیکر ہندوؤں کے
لشکر پر صبح کو اس طرح گیا جیسا کہ چڑیوں پر باز جھپٹا مارنے جاتا ہے۔ دو مہینے تک
لڑائی رہی۔ طرفین نے مردانگی دکھائی۔ آخر کو ہندوؤں نے قلعہ کندبیر میں جاکر

پناہ لی قطب شاہ نے اوس کو دوبارہ محاصرہ کیا جب ہندوؤں نے دیکھا کہ قلعہ کو ہم
بچا نہیں سکتے تو انہوں نے خراج گذار ہونا قبول کیا اور سالانہ تین لاکھ ہن۔
(۱۲۰۰۰۰۰ روپیہ) دینے کا وعدہ کیا اور اسی وقت دو لاکھ ہن (۸۰۰۰۰ روپیہ) انہوں
نے ادا کردیئے۔ اور باقی ایک لاکھ ہن کے لیے چار نوجوان راجہ زادوں میں دیئے۔
ہندو مسلمانوں کے درمیان ان معاملات کے زمانہ میں قلعہ کنڈاپلی میں اکثر ہندو
جو نائک داری تھے اُنہوں نے قطب شاہ کے بیٹے حیدر خاں کے احکام کا ماننا
چھوڑ دیا تھا اور چار مہینے کے عرصہ سے کھلی بغاوت کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے
سیورام کی شکست کا اور کندبیر کے دوبارہ مفتوح ہونے کا حال سنا تو ٹھنڈے
ہوئے اور سمجھے کہ ہم کو کامیابی کی امید کم ہے اس لیے انہوں نے اپنی جان کی امان
مانگی اور لشکر شاہی کو قلعہ کے حوالہ کرنے کے لیے عرض کیا۔ سلطان قلی نے نائک
داریوں کو معاف کردیا اور اُسنے حکم دیا کہ کنڈاپلی کی سرکش سپاہ گن پور کے قلعہ
میں جائے اور قلعہ گن پور کی سپاہ کنڈاپلی میں آئے۔

اس عرصہ دراز کی لشکر کشی کے بعد سلطان قلی نے اپنی دارالسلطنت کی طرف کوچ کیا
کہ اثنار راہ میں سنا کہ بیجاپور کے اسمٰعیل عادل شاہ نے وجیانگر کے راجہ کے اغوا
سے قلعہ کوول کنڈہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور اس خدمت کے لیے راجہ نے اسکو دو لاکھ
ہن (۸۰۰۰۰۰ روپیہ) دیئے ہیں اور پچاس ہزار ہن ہر کوچ پر جو بیجاپور کی سپاہ قطب
شاہ کے ملک میں کرے دینے کا اقرار کیا ہے۔

یہاں اس زمانہ میں جعفر بیگ بادشاہ کا قلعہ دار تھا اور ضلع گوول کنڈہ میں حاکم تھا۔
عادل شاہ نے اسکو بیس ہزار سپاہ سے ایک مہینہ سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اوس نے
قطب شاہ کو لکھا کہ اب میرے پاس جنگ کا ذخیرہ بہت کم ہوگیا ہے اگر کمک نہ پہونچیگی
تو تھوڑے عرصہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قلعہ نہیں بچے گا۔ سلطان قلی قطب شاہ
نے فوراً اپنا انتظام کیا کہ قلعہ کی کمک کو خود جائے مگر اس کے مشیر کار اسکے جانے

قطب شاہ اور اسمٰعیل کی لڑائی

کے مانع ہوئے اُنہوں نے کہا کہ آپ پاس صرف تین ہزار سوار جنگ کے قابل موجود ہیں اور باقی سپاہ ہاری تھکی ہی۔ ہاتھی دُبلے اور ضعیف ہو رہے ہیں۔ دوبرس سے تلنگانہ میں لڑ رہے ہیں کہاں تک نہ تھکیں۔ سلطان قلی نے جواب دیا کہ میں کم دشمنوں کی کثرت تعداد سے خوف زدہ نہیں ہوتا چنانچہ یہ امر رامچندر راجہ کی لڑائی سے ثابت ہی۔ اسلئے افسروں نے کہا کہ برہان نظام شاہ کی کمک پہنچنے تک آپ انتظار کیجئے۔ اس باب میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مگر وہ اپنے مسلمان ہمسایہ کے برخلاف جبتک وہ اسکو خود برانگیختہ نہ کرے فوراً سفر کرنے میں متامل تھا۔ کول کنڈہ کے قدیم نشینوں کو اطلاع دی گئی کہ بادشاہ خود مدد کرنے آیا ہی جب وہ گن پور میں آیا تو اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایلچی بھیجا اور اسکو کافروں کے اغوا سے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر لعنت ملامت کی اسمٰعیل نے یہ بات سُنکر قلعہ کول کنڈہ کے محاصرہ میں سپاہ چھوڑی اور خود سلطان قلی سے لڑنے آیا۔

سلطان قلی نے اپنی لشکر گاہ میں علما، اور مشائخ کی انجمن منعقد کی اور اُنسے پوچھا کہ جب کوئی مسلمان بادشاہ کافروں سے رشوت لے کر اپنے ایمان کے اصول کو چھوڑ کر اپنے دوسرے ہمسایہ مسلمان شاہ سے اڑے تو شرعاً اُس سے لڑنا جائز ہی یا نہیں؟ اس انجمن کی رائے یہ تھی کہ ایسے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرنا چاہیئے جو کافر کے ساتھ کیا جاتا ہی۔ بس اُسنے اپنی تھوڑی سی سپاہ کو یہ بات سمجھائی اور حملہ آوروں سے لڑنے کو آگے بڑھا۔ میمنہ میں عین الملک کو اور میسرہ میں فتح خاں سپہ آرا کو اور قلب میں شاہ حسین کو معین کیا اور خود منتخب سواروں کے ساتھ ضرورت کے منتظر رہا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے بھی اپنی سپاہ کی صف آرائی کی اور دونوں لشکر جنگ میں مصروف ہوئے۔ سارے دن لڑائی رہی رات نے جنگ کو موقوف کیا کوئی غالب و مغلوب نہوا۔ تین روز تک متواتر لڑائی رہی۔ تیسری رات کو عادل شاہ نے تین ہزار سوار گولکنڈہ کے لوٹنے کے لیئے بھیجے۔ چوتھے روز سارے دن لڑائی رہی اور دونوں سپا اپنے اپنے جگہ پر

میں گئیں۔ جاسوسوں نے سلطان قلی کو مطلع کیا کہ عادل شاہ نے گولکنڈہ کی غارتگری کے لیئے سپاہ بھیجی ہی۔ تو اُس نے اپنا بھاری اسباب گن پور میں رکھا دو روز میں اس سپاہ کو آن لیا۔ اس میں ایک آدمی زندہ نہ چھوڑا۔ جب اسمٰعیل عادل شاہ نے یہ حادثہ سُنا۔ تو اُسنے جاکر پہلے سے زیادہ سخت کول کنڈہ کا محاصرہ کیا۔ جب سلطان قلی کو معلوم ہوا کہ اس محاصرہ کے لیئے عادل شاہ نے مراجعت کی ہی تو وہ اپنے تین ہزار سواروں کو ساتھ لیکر عادل شاہ کے لشکر کے حوالی میں اُترا اور شب خون مارا اور سپاہ کو دشمن کے لیئے رسد بند کرنے کے لیئے بھیجا اسکے بعد ایک لڑائی قصبہ گن پور کے قریب ہوئی۔ جسمیں سلطان قلی کے چہرہ پر تلوار کا زخم لگا جس سے ناک کا کچھ حصہ اور ایک گال اُڑ گیا اس زخم نے اُنکی صورت بگاڑ دی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ اسد خاں لاری بیجاپور کے ہاتھ سے اُس کے بیٹے جمشید قطب شاہ کے چہرہ پر یہ زخم لگا تھا۔ کول کنڈہ کے حوالی میں گیارہ مہینے یہ چھیڑ چھاڑ ہوتی رہیں۔ اس عرصہ میں محصورین نے بھی قلعہ سے باہر آنکر مجاہرین پر کئی دفعہ حملہ کیا مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ بخار میں مبتلا ہوکر ۱۲ صفر ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء کو اس دنیا سے سفر کر گیا۔ اور ملو عادل شاہ اسکا جانشین ہوا اور پھر صلح ہوگئی کول کنڈہ کے قلعہ میں بعض ناٹک تھے جنھوں نے اپنی مردانگی دکھائی تھی اُنکو سلطان قلی نے انعام اکرام دیئے۔ اب لشکر کو تین برس برابر لڑتے ہوئے ہو چکے تھے تو اسکے افسروں اور سپاہیوں کو شاہ نے گھر جانے کے لیئے رخصت دی۔ اور خود اپنی دارالسلطنت میں آیا۔

شوال ۹۳۶ھ / ۱۵۳۰ء میں سلطان قلی کے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم قلی رکھا گیا جس زمانہ میں کہ اسمٰعیل عادل شاہ سے قطب شاہ لڑ رہا تھا۔ تو برید شاہ بیدر نے فرصت پاکر تلنگانہ کے شمالی قصبے و پرگنوں پر تاخت و تاراج کی سلطان قلی کچھ دنوں اپنی دارالخلافہ میں رہا اور پھر میدان جنگ میں آیا کہ اس غارتگری کا انتقام لے وہ بیدر کو روانہ ہوا۔ اور مخالفوں سے ایک لڑائی ہوئی اور پہلے روز

خوب صف جنگ رہی مگر دوسرے روز بریدشاہی سپاہ کو ہزیمت ہوئی اور ایک سو پچاس ہاتھی اسکے دشمنوں کے ہاتھ آئے بعد اسکے سلطان قلی نے اپنی سپاہ کو حکم دیدیا کہ بریدشاہ کے سارے ملک میں پھیل کر تاخت وتاراج کریں۔ گج ویل۔ ایلور۔ پتران کے زمینداروں نے آن کر خراج ادا کیا اور اپنا ملک شاہ کی سپاہ کے سپرد کیا جسنے اسپر قبضہ کیا۔ اب سلطان قلی قطب شاہ قلعہ گوہیر کی تسخیر کے لیے آگے بڑھا۔ جب بریدشاہ نے یہ سُنا تو وہ قطب سے لڑنے آیا۔ سلطان قلی نے اپنی آدھی سپاہ سے اسکا مقابلہ کیا اور آدھی سپاہ کو محاصرہ میں مصروف رہنے دیا اس لڑائی نے طول کھینچا۔ بریدشاہ کی سپاہ نے لشکر کے رسد کی راہ بند کرنے میں کوشش کی اور اُس میں کئی لڑائیاں بھی ہوئیں آخر کو برسات آجانے کے سبب سے طرفین اُسپر راضی ہوئے کہ قاسم برید قلعہ کو ہیر کو دیدے اور شاہ گولکندہ اپنی دارالسلطنت کو چلا جائے۔

قطب شاہ کچھ دنوں گولکندہ میں رہا پھر اُس نے بندوں پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اور سپاہ کو فراہم کرکے نلکندہ کی طرف چلا جہاں کے راجہ نے اس ملک میں کچھ غارتگری کی تھی۔ جب قطب شاہ وہاں آیا اُسنے قلعہ حوالہ کرنے کے لئے درخواست کی راجہ نے اسکو منظور نہیں کیا تو شاہ نے محاصرہ کیا کچھ دنوں کے بعد راجہ کے بھائی نے قلعہ سے نکل کر شاہ کی سپاہ پر حملہ کیا جسمیں وہ خود قید ہوا اور لشکر کو شکست ہوئی۔ اس شکست سے راجہ ہری چند حاکم قلعہ بیدل نہیں ہوا اُس نے کئی حملہ دن رات کو محافظین پر کئے جنمیں طرفین کے بڑے بڑے بہادر شاہی مارے گئے۔

اس کوہستانی مستحکم قلعہ پر شاہ نے کئی دفعہ حملہ کیا مگر ہر دفعہ وہ ناکام رہا۔ اور اسکا حملہ دفع کیا گیا۔ آخر کو اُس نے حکم صلح قلعہ کی دیوار پر پہنچایا اور منادی کی کہ اگر ہری چند گول کنڈہ کا باجگذار ہونا قبول کرے۔ تو پھر قطب شاہی سپاہ اسکے ملک پر حملہ نہ کریگی اور شاہ گول کنڈہ کو چلا جائیگا لیکن اگر راجہ ان شرائط کو منظور نہیں

کریگا تو خدا شاہد ہے کہ شاہ بہت سپاہ بھیجے گا قصبوں کو غارت کریگا اور ملک کو ویران اور قلعہ کو سربند کرکے تسخیر کریگا اور پھر قلعہ میں کسی مرد عورت بچے کی جان نہ چھوڑیگا۔ ہری چند نے صلح کی شرائط کو منظور کرلیا اور شاہ پاس تحائف ونفائس بھیجے سالانہ خراج دینا قبول کیا جب راجہ کے ایلچی آئے تو شاہ نے اُن سے کہا کہ نلکندہ ہی کوہستانی قلعہ ایسا ہے کہ جسکو میں نے فتح نہیں کیا میں اسکی سیر کرنی چاہتا ہوں۔ میری محافظ سپاہ نیچے کھڑی رہیگی۔ میں ایک دو آدمیوں کو ساتھ لیکر قلعہ کے اندر جاؤنگا۔ راجہ نے اسکی درخواست کو اس لیئے قبول کرلیا کہ اس طرح شاہ خود پنجہ میں آئیگا جبکا دم گھوٹ کر نکالا جائیگا مگر نہ سمجھا کہ سلطان قلی یہ پیچ کھیلا کہ اس نے اپنی سپاہ کو کہدیا کہ جس وقت میں قلعہ کے دروازہ میں تین چار آدمیوں کے ساتھ پہنچونگا تو اپنی تلوار ننگی کرونگا۔ اُسے دیکھکر تم آنا میں دروازہ میں جب تک تم آؤ کھڑا رہونگا غرض وہ چار سپاہیوں کے ساتھ جو مکمل ومسلح تھے پہاڑ پر چڑھا جب دروازہ میں داخل ہوا تو اُس نے تلوار کھینچی اور پہرہ کے سپاہی کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا اور اس کے ساتھیوں نے اور دروازہ بانوں کا خون کیا اور دروازہ پر بالکل قبضہ کرلیا کہ شاہ کی محافظ سپاہ آن پہنچی پھر تو نہ عورت کو نہ مرد کو نہ بچے کو اُس نے زندہ چھوڑا۔ راجہ کو قید کرکے ایک آہنی قفس میں بند کیا اور پھر اوسکو مار ڈالا۔ نلکندہ سے شاہ نے کنہ بیر کی طرف خراج کے وصول کرنے کے لیئے کوچ کیا۔ یہاں کے راجہ نے خراج کے ادا کرنے میں تغافل کیا تھا۔ کنہ بیر کا محاصرہ پہلی طرح سے کیا گیا۔ مدت تک اہل قلعہ نے بہادرانہ مقابلہ کیا۔ راجہ نے ایک مسلمان افسر کو رشوت دیکر چاہا کہ صلح ہوجائے مگر بادشاہ نے کہا کہ میں اس قلعہ کو جب تک فتح نہ ہو نہیں چھوڑوں گا پھر چند روز میں وہ فتح ہوگیا۔ اہل قلعہ نے اپنے تئیں بیعیاری سے حوالہ کیا۔ قلعہ کے اندر شاہ نے ایک برج اپنی فتح کی یادگار کے لیئے بنایا اور اپنی دارالسلطنت کو آیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد ملو جانشین ہوا تھا جسکو اسد خاں لاری نے

اندھارکے ابراہیم عادل شاہ کو پادشاہ بنایا جب سلطان قلی قطب شاہ کو ہیر کا محاصرہ کر رہا تھا تو ابراہیم عادل شاہ نے بریدشاہ سے اتفاق کرکے ممالک تلنگانہ کے بعض حصول پر تاخت وتاراج کی تھی۔ سلطان قلی نے اب اسکا انتقام لینا چاہا وہ قلعہ ایت گیر پر لشکر کوے گیا۔ یہ قلعہ بیجاپور پاس تھا اور اُس نے اور سپاہ کے دستے روانہ کیے کہ اضلاع کا کنی۔ گرولی اوتارگی کو فتح کریں جنکو اسمٰعیل عادل شاہ نے اس عرصہ میں غصب کرلیا تھا کہ وہ رامچندر اور سیتاپتی سے لڑ رہا تھا۔ ان سپاہ کے دستوں نے تھوڑے عرصہ میں ان اضلاع کو تسخیر کرلیا اور قطب شاہ کے نام سے حکومت انمیں قائم ہوگئی اسکے بعد قلعہ ایت گیر کو محاصرہ کیا اور اسی وقت اس نے بریدشاہ پاس ایلچی بھیجا۔ اور اُس سے قصبات میڈک اور کولاس طلب کیے۔ سلطان قلی قطب شاہ سے قاسم بریدشاہ لڑ نہیں سکتا تھا۔ اُس نے ایلچی بھیجکر برہان نظام شاہ احمدنگر سے درخواست کی آپ مدد کرکے مجھے اس آفت سے بچائیے۔ اس وقت برہان نظام شاہ ابراہیم عادل شاہ سے ضلع شولاپور کے لیے جنگ کر رہا تھا وہ اس پیغام سے خوش ہوا کہ اسکو سلطان قلی قطب شاہ سے عہد وپیماں کرنے کا موقعہ ملیگا۔ جس کی مہربانی کا وہ آرزومند تھا۔ اُس نے اپنے وزیر شاہ طاہر کو قطب شاہ کے لشکرگاہ میں بھیجا۔ اور شرائط صلح یہ ٹھہرائیں کہ قاسم بریدشاہ قلعہ میڈک کو قطب شاہ کے حوالہ کرے اور قطب شاہ اسکے قصور معاف کرے۔ جب شاہ طاہر گول کنڈہ میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ برسات کے آجانے کے سبب سے قطب شاہ ایت گیر کا محاصرہ اُٹھانے کو اور اپنے دارالخلافہ میں آنے کو ہے قطب شاہ نے شاہ طاہر کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور اُس نے قاسم برید کے صلحنامہ پر آسانی سے دستخط کرلیے۔ اور شاہ طاہر نے اس سے یہ درخواست بھی کی کہ وہ پانچہزار سوار برہان نظام شاہ کی کمک کے لیے بھیجدے کہ وہ قلعہ شولاپور کی تسخیر میں شریک ہوں۔ شاہ طاہر کو بیس ہزار ہن دیکر رخصت ہوئی۔ بعد ان فتوحات کے سلطان قلی قطب شاہ نے جسکی عمر نوے برس کی ہوگئی تھی یہ ارادہ کیا کہ حیات کے باقی چند روز کو

کو اپنے ملک کے انتظام وترقی میں بسر کرے جسکو اپنی قوت بازو سے حاصل کیا تھا۔ گو اسکا جسم ضعیف تھا مگر دل قوی تھا اب اُس نے اپنی دارالسلطنت کو مساجد اور باغات اور عمارات سے آراستہ دینی شروع کی۔ کہتے ہیں جمادی الاول ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کے آخر میں جمعرات کے دن گول کنڈہ کی جامع مسجد کی اصلاح کے لیے دروازہ خاص سے آیا اور جماعت کی نظر سے مخفی رہا اسکا چہرہ زخم لگنے سے ڈراؤنا ہوگیا تھا۔ خلقت اسکو تماشا سمجھ کر دیکھنا بہت چاہتی تھی وہ اس سے پرہیز کرتا تھا۔ غرض وہ مسجد میں آکر معماروں کو ہدایت کر رہا تھا کہ اسکے ہاتھ سے وہ رومال گرگیا جسپر بارہ اماموں کا نام منقش تھا تو اُس نے اصلاح تعمیر کے بتلانے کو اور روز موقوف رکھا اور مسجد سے چلا گیا۔ اتوار کے دن ۲ر جمادی الثانی ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کو مسجد میں آکر نماز پڑھتا تھا کہ شاہزادہ جمشید قلی کی اغواے میر محمود ہمدانی حاکم وقلعدار گول کنڈہ نے شاہ کو شمشیر سے شہید کیا۔ اس مقبرہ میں کہ خود تعمیر کرا رہا تھا دفن ہوا سلطان قلی نے ساٹھ برس حکومت کی جس میں ۱۲ برس تلنگانہ میں محمود شاہ بہمنی کے نام سے وہ حکومت کرتا رہا باقی چوبیس شاہانہ حکومت کی نوے برس کی عمر میں شہید ہوا اسکے چھ بیٹے اور چار لڑکیاں تھیں۔

(۱) حیدر خاں جو باپ کی زندگی میں مرگیا۔ (۲) قطب الدین جس کو شاہ نے اپنا ولیعہد اور قایم مقام مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی جمشید کے حکم سے اندھا کیا گیا۔ جمشید نے ہی باپ کو مروایا تھا اور تخت کو غصب کیا تھا۔ چند سال بعد قطب الدین اجل طبعی سے مرگیا۔ (۳) یارقلی جمشید خاں جو اپنے باپ کا جانشین ہوا (۴) ہجدر کریم جس نے سرکشی کی اور ملک سے بھاگیا اور پیچھے مارا گیا (۵) دولت خاں جسکو شہزادہ کہتے تھے وہ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں مرا۔ (۶) ابراہیم جو اپنے بھائی جمشید کے بعد مسند نشین ہوا۔

جب یارقلی جمشید نے دیکھا کہ باپ نے قطب الدین کو اپنا ولیعہد بنایا اور اپنی جانشینی کے لیے منتخب کیا تو اُس نے باپ کے قتل کرنے اور تخت کے غصب کرنے کا ارادہ

کیا۔ جب قطب شاہ کو یہ خبر ہوئی تو جمشید کو قید کرنے کا حکم دیا اور قلعہ گولکنڈہ کے محل میں اوسکو مقید رکھا اس قید میں بھی اس نے باپ کو قید حیات سے رہائی دلانے کی تدبیریں کیں اور اپنے محافظ اور قلعہ دار گول کنڈہ کو ترغیب و تحریص کی کہ اُسنے شاہ کو مار ڈالا جسکا اوپر بیان ہوا اس دراز مدت سلطنت میں وہ اپنا ملک اپنے وارثوں کو چھوڑ گیا جو گوداوری سے کرشنا سے پرے تک اور سمندر پر اس خط تک جو بیدر آباد کے ۱۰۰ درجہ طول بلد شرقی سے کھینچا جائے اسکے ملک کے شمالی مغربی اضلاع تو مملکت جنی کے حصے تھے اور جنوب و مغرب کے اضلاع وجیانگر کے راجہ سے چھینے تھے مگر زیادہ تر اسکی قلمرو میں وہ اضلاع تھے جو اس نے ورنگل کے باقیماندہ خاندان سے اور تلنگانہ کے اور زمیندار ان سے لیئے تھے۔

جمشید قطب شاہ

سلطان قلی کے مرتے ہی میر محمود قاتل گول کنڈہ میں آیا اور شاہزادہ جمشید کو قید خانہ سے نکال کر اپنی جماعت کے ساتھ شاہزادہ قطب الدین کے محل پر گیا جسکو سلطان قلی قطب شاہ نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اسکو اندھا کیا پھر وہ محل شاہی میں آیا اور رسوم کے موافق جمشید کو تخت پر بٹھایا اور سارے ملک تلنگانہ میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور شاہان دکن نے اسکو تہنیت نامے بھیجے۔ جب جمشید نے اپنے بڑے بھائی کی آنکھیں نکالیں تو اوس نے دیور کنڈہ میں احکام بھیجے کہ وہاں جو اسکا چھوٹا بھائی ابراہیم حاکم قلعہ ہے وہ گرفتار ہو کر یہاں آجائے۔

جب شاہزادہ کو یہ خبر ہوئی تو وہ قاسم برید کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنی امداد چاہی۔ قاسم برید نے اسکی بڑی آؤ بھگت کی اور سپاہ جمع کر کے اور شاہزادہ کو ساتھ لیکر گول کنڈہ میں بغیر مقابلہ کے آگیا۔ قاسم برید نے دفعۃً تلنگانہ پر چڑھائی کر کے شاہان دکن کو متحیر کیا خاص کر برہان نظام شاہ کو وہ اسکی بلند ہمتی کے خیالات سے واقف

تھا۔ اور اس کے بڑھنے سے خائف تھا اس لیے فوراً اپنی سپاہ جمشید قطب شاہ کی مدد کو بھیجی برہان نظام شاہ نے کوہیر کو جو قاسم برید کے قبضہ میں تھا۔ حملہ کر کے لے لیا اور یہاں سے گول کنڈہ کی طرف آگے بڑھا۔ قاسم برید میں یہ طاقت کہاں تھی کہ وہ نظام شاہی اور قطب شاہی کے متفق لشکروں کا مقابلہ کرتا اس لیئے وہ بیجاپور چلا گیا۔ مگر راہ میں اسکو ایسا موقع ملا کہ مہمان نوازی کے حقوق بھول کر اس نے ابراہیم کے ہاتھیوں اور مال اسباب پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ شاہزادہ کو جب اسکے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو وہ بیجانگر چلا گیا۔ اور رام راج کی دوستی کا طالب ہوا وہ پہلے سلطان قلی قطب شاہ کا تابع تھا اور اب وہ بیجانگر میں راج کرتا تھا۔

رام راج کی ترقی کی حقیقت دراصل یہ ہے کہ جب سلطان قلی قطب شاہ نے بیجانگر کی مملکت کی طرف کوچ کر کے سرحد پر بعض اضلاع کو زیر کیا تھا تو وہ مسلمانوں کی سپاہ کو یہاں چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا اس لیے رام راج کو جو ثابت خاندان کا ہندو تھا۔ یہ اضلاع سپرد کیئے اور خود گول کنڈہ کو چلا گیا۔ تین برس بعد اس ملک میں عادل شاہ کی سپاہ جو تخت و تاراج کرنے آئی تھی اور اُس نے رام راج کی ریاست کو تہ و بالا کیا تو وہ بھاگ کر سلطان قلی قطب شاہ پاس آیا جسنے اس جھگڑے میں کوا وس کی نامردی جانا اور اپنے پاس سے دور جانے کا حکم دیا۔ رام راج نے اس طرح ذلیل ہو کر وجیانگر کی راہ لی اور کرشن راج کا نوکر ہوا اُس نے اُسکی ایسی قدر کی کہ اپنی بیٹی بیاہ دی جب خسر کا انتقال ہوا اور وارث تخت و تاج۔ ابھی گودیوں میں کھیل تا تھا وہ سلطنت کے کاموں کا انجام نہیں دے سکتا تھا اس لیے رام راج اول اس لڑکے کی طرف سے نائب وکیل سلطنت ہوا پھر اس نے سلطنت کو غصب کیا اور اپنے تئیں صاحب اقتدار بنانے میں کوشش کی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بڑے بڑے عہدے اور منصب دیئے وجیانگر کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ سیدی اور ریحان حبشی منصب بجیمہ خاں اور کانا نائی برہمن کو شاہزادہ ابراہیم ہمراہ لے کر رام راج پاس آیا۔

شاہزادہ کے چند اور خاص نوکروں نے بھی قاسم برید کے لشکر کو چھوڑ کر بیجاپور کا رستہ لیا۔ یہاں شاہزادہ کی تعظیم و تکریم اسکے رتبہ کے موافق ہوئی شہزادہ شہر میں رہتا تھا۔ کہ ایک دن عجب اتفاق ہوا کہ ملک عین الملک گیلانی ابراہیم عادل شاہ کی ملازمت چھوڑ کر رام راج کا نوکر ہوگیا تھا اور اسکو اپنی بہادری اور شجاعت ایسی دکھائی تھی کہ وہ اسکو بھائی کہتا تھا۔ ایک دن وہ رام راج سے ملکر اپنی سپاہ کے ساتھ چلا آتا تھا۔ راہ میں شاہزادہ ابراہیم سے وہ دوچار ہوا۔ شہزادہ اپنے ملازمین اور سیدی اور عنبر خاں کے ساتھ جاتا تھا۔ رستہ تنگ تھا ہر ایک اسپر واجب ہوا کہ رستہ اسکے لیئے خالی کیا جائے۔ آخر کو شاہزادہ کے آدمیوں نے جو گھوڑوں پر سوار تھے عین الملک کے آدمیوں پر تلواروں سے وار کیا اور اپنے لیئے رستہ خالی کیا کہ جسکے بعد شہزادہ رامراج سے ملنے گیا۔

جب قاسم برید شاہ گول کنڈہ سے چلا گیا اور برہان نظام شاہ گول کنڈہ کے قریب آیا تو جمشید قطب شاہ کو اپنے دارالخلافہ کی طرف سے کوئی فکر دل میں نہیں رہا وہ اپنے دوست سے ملنے چلا۔ جمشید کو برہان نظام شاہ نے امارات شاہی دینے اور اسکے سر پر تاج رکھنے کا ارادہ کیا تو جمشید نے یہ کہہ کر انکے لینے سے عذر کیا اگر میں میدان جنگ میں تاجدار ہونے کا استحقاق نہیں رکھتا تو میں تاج لینے کے لایق نہیں اسکے بعد برہان نظام شاہ نے اسکو اپنے ساتھ اور علاء الدین عماد کے ساتھ یک جہت ہونے کی اور بیجاپور کے بادشاہ سے مخالف ہونے کی ترغیب دی اور ان تینوں شاہیوں کی سپاہ قلعہ شولاپور کے فتح کرنے کے لیے چلی۔ جب ابراہیم عادل نے اس اتفاق کی خبر سُنی تو وہ برید شاہ کو اپنے ساتھ لیکر برہان نظام شاہ کی سرحد پر پرینڈہ پر چڑھا۔ وہ تینوں شاہیوں کی سپاہیوں سے برابری کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے انکے متفرق کرنے کے لیئے پرینڈہ پر لشکر کشی کی۔ یہاں آنکر اس نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اسکا منصوبہ بن آیا کہ سپاہ متفقہ شولاپور کو چھوڑ کر پرینڈہ کو چلیں۔ ابراہیم عادل شاہ نے ان سپاہیوں کی یہ حرکت سنکر خاص پور میں انپر حملہ کیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔

جسمیں جمشید شاہ نے اپنی بڑی مردانگی دکھائی بیجاپور کے بادشاہ کو شکست ہوئی۔ اسکے خیمے وخرگاہ اور بنگاہ سب دشمنوں کے ہاتھ آئے اب جمشید قطب شاہ کو موقع ملا کہ وہ قاسم برید سے انتقام لے اسکا پیچھا اُس نے بیدر کے دروازوں تک کیا اور اپنے تئیں اور اپنی سپاہ کو یہاں کے غنائم سے مالامال کیا۔

جب قاسم برید شاہ نے سُنا کہ جمشید قطب شاہ سپاہ متفقہ کو چھوڑ کر اپنے دارالخلافہ کو گیا۔ (فرشتہ اس چھوڑنے کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جمشید قطب شاہ کی یہ خوش طبعی تھی کہ وہ جانب غالب کے ساتھ متفق ہوتا اور پھر اوس کو دفعتہً ایسا چھوڑ کر چلا جاتا کہ اپنے خیمہ وخرگاہ کی بھی خبر نہ لیتا) تو وہ اُن آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیادہ لیکر جمشید پر حملہ کرنے آیا۔ ابھی گل کندہ سے چار کوس پر موضع چلکور میں قاسم برید پہونچنے نہ پایا تھا کہ اُس کے آنے کی خبر کو جمشید سُنکر ایسا گھبرایا اور اُسکے ہوش وحواس پریشان ہوئے کہ اپنے دارالخلافہ کو خالی کیا اور قلعہ میں کچھ سپاہ اسکی محافظت کے لیئے چھوڑی اور خود کوشش کی کہ مختلف اقطاع سے اپنے امرار کو جمع کرے دشمن کی توجہ بٹانے کے لیئے وہ بیدر کی طرف چلا اور کمٹانا میں پہنچا اور گرد کے اضلاع کو لوٹا مارا۔ جب برید شاہ نے یہ حال سنا تو اُس نے گول کنڈہ کا پیچھا چھوڑا اور اپنے دارالخلافہ کی محافظت کے لیئے مراجعت میں جمشید قطب شاہ سے وہ تین سو سوار کے ساتھ دوچار ہوا اور اوسکے لشکر پر ٹپن چرو کے قریب حملہ کیا۔ جسکا خاتمہ اس پر ہوا کہ دونوں بادشاہ اپنے اپنے دارالخلافہ کو جائیں جمشید شاہ نے اپنی دارالسلطنت میں آن کر روپیہ اور لشکر سب طرف سے جمع کیا اور پھر بیدر کیطرف کوچ کیا۔ کولاس میں پہنچکر اس نے اپنی سپاہ کو چاروں طرف ملک میں لوٹ مار کرنیکے لیئے بھیجا۔ قاسم برید شاہ بیدر سے آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیادے لیکر اسکے مقابلہ کے لیئے نکلا۔ جمشید نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا کہ آیندہ کیا کرنا چاہیے۔ جگ دیو راؤ نائک واری نے یہ تدبیر پیش کی کہ کولاس کی بلندیوں پر قبضہ

کرکے اکو مسلم کرنا چاہیے۔ اور قلعہ کو زودگاہ بنانا چاہیئے۔ جہاں سے لوٹ مار کے لیے صف آرائیاں کیجائیں۔ جمشید نے اس تجویز کو منظور کیا اور جگدیو راؤ کو قوی سپاہ کے ساتھ یہاں چھوڑا کہ وہ قلعہ بنائے اور خود قاسم برید کے مقابلہ کے لیے نرائن کھیڑہ میں ... نہ ہوا۔ یہاں صف جنگ ہوئی پھر دونوں سپاہیں کچھ دنوں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ جب جمشید پاس جگدیو راؤ کے قلعہ کی تیاری کی خبر آئی تو کچھ سپاہ کے ساتھ جمشید اس قلعہ کی طرف چلا۔ اس اثنار میں قاسم برید شاہ نے گول کنڈہ کی سپاہ کو خوب لوٹا بگاڑے کو ہیں جمشید سے ٹ۔ قاسم برید نے بجائے تعاقب کرنے کے بیدر کی راہ لی تو قطب شاہ لڑائی چھوڑے بغیر کولاس اور نرائن کھیڑہ و احسن آباد و گلبرگہ کے اضلاع پر قابض ہوا۔

آخر جنگ میں جمشید ہمیشہ اپنے دوست برہان نظام شاہ کو کل واقعات سے اطلاع دیتا رہتا تھا۔ جب اسکی سپاہ کو کولاس میں خود چلے جانے سے شکست ہوئی تو اُس نے اسکو اپنے سارے حال سے اطلاع دی اور لڑائی میں شریک ہونے کے لیے اسکو بلایا۔ برہان شاہ تو ایسے کاموں میں شریک ہونے کے لیے تیار بیٹھا رہتا تھا وہ ادسہ اور اودگیر کی طرف گیا اور اُس نے جمشید کو اطلاع دی کہ وہ اور لشکر برار اُس سے ملنے چلے آتے ہیں اور اسکو صلاح بتلائی کہ دشمن کے ملک پر جو اسکی سرحد پر ہے حملے کرنے شروع کرے کولاس کی راہ سے جمشید پل کر دستوں کی سپاہ سے جا ملا۔ جو ادسہ کا محاصرہ کر رہے تھے۔ یہ آپس میں ٹھیرا کہ دوست تو ادسہ کے محاصرہ پر قرار رکھیں اور جمشید قلعہ میدک کو فتح کرے جسپر قاسم برید نے قبضہ کر لیا ہے۔ جمشید نے آن کر میدک کا خوب محاصرہ کیا اور اس کے نیچے کے قلعہ کو جبر و قہر سے فتح کر لیا اور حاکم قلعہ نے ہوشیاری سے اپنے تئیں حوالہ کیا اس عرصہ میں اسکے دوستوں نے ادسہ اور اودگیر کو فتح کر لیا اس سبب سے قاسم برید نے ابراہیم عادل شاہ سے مدد چاہی۔ اوس نے اخلاص خاں کو

پانچہزار سواروں کے ساتھ اُس کی کمک کے لیے بھیجدیا۔ جمشید نے راہ ہی میں اس کو نرائن کھیڑہ میں روکا۔ خود قلب میں یا اور میمنہ میں سیف خاں امین الملک کو اور میسرہ میں جگدیو راؤ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ قاسم برید نے بھی اپنی سپاہ کو قلب میں رکھا اور میمنہ میں عادل خانی سپاہ کو اور میسرہ میں اپنے بھائی خان جہاں کو کھڑا کیا نہایت سخت کارزار ہوئی۔

سیف امین الملک نے اپنی بہادری سے دشمن کے میسرہ کو شکست دی اس جنگ میں برید قاسم کے بڑے بہادر افسر سپاہی قتل اور اسیر ہوے۔ اس فتح کے بعد جمشید شاہ اپنے دار الخلافہ میں آیا۔

قاسم برید شاہ کی لڑائیاں کشور برہان نظام شاہ کے ساتھ رہتی تھیں اس نے مصلحت ملکی اس میں سوچی کہ وہ ابراہیم عادل شاہ سے اتحاد پیدا کرے اس مطلب کے لیے وہ ہمیشہ تحفے تحائف بھیجتا اور اپنی دوستی و یک جہتی جتاتا اُن کے اس ربط کے توڑنے کے لیے جمشید قطب شاہ نے گول کنڈہ میں آنکر یہ تدبیر سوچی کہ برہان شاہ کو لکھا کہ قاسم برید کی عادت ہوگئی ہے کہ ہمسایہ کے ملکوں پر ہمیشہ تاخت و تاراج کرتا ہے اس لیے شاہان دکن کو مناسب ہے کہ متفق ہو کر اس کا استیصال بالکل کریں اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے ابراہیم عادل شاہ سے عہد و پیمان کرنے چاہیں کہ وہ ہمارے ساتھ متفق ہوا اور قاسم برید کا ملک فتح ہو کر آپس میں تقسیم ہو۔ برہان نظام شاہ نے ابراہیم عادل شاہ کو یہ مطلب لکھا وہ دل سے ان کے ساتھ ہوا۔ اور یہ قرار پایا کہ برہان نظام شاہ قاسم برید کے ملک پر حملہ کرے اور بیجانگر پر حملہ کرنے میں عادل شاہ کا مزاحم کوئی نہو۔ پس برہان نظام شاہ نے شرق کی جانب میں قندہار کو حملہ کر کے فتح کر لیا۔ قاسم برید شاہ اس فتح سے متغیر ہوا اُس کو معلوم نہیں تھا کہ آپس میں ان شاہوں کے درمیان سازش ہوئی ہے وہ بیدر میں سپاہ چھوڑ کر اپنے قدیمی دوست ابراہیم عادل شاہ پاس گیا اس نے اُس کو گرفتار کر کے مقید کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جنوب کی طرف کوچ کیا اور بیجانگر کے ملک میں سے بہت سے حصہ کی فتح میں کامیاب ہوا۔

برہان نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ نے بیجانگر کا ملک بہت سا فتح کر لیا ہے تو اس کو ابراہیم کی سطوت و شوکت و مملکت کے بڑھنے سے خوف پیدا ہوا۔ شاہان دکن کی بڑی حکمت عملی یہ تھی کہ دکن میں قوتوں کی موازنت سلطنت رکھتے تھے اس لیے اس نے بیجاپور کی مملکت کے شمالی غیر محفوظ حصہ پر حملہ کیا اور قلعہ شولاپور پر جو ہمیشہ ان دو بادشاہوں میں باعث نزاع رہتا تھا حملہ کیا اس لیے عادل شاہ شمال میں دشمن سے لڑنے گیا اب دونوں بادشاہوں نے اپنے دوست جمشید پاس گولکنڈہ ایلچی بھیجے وہ یہ سمجھ کر کہ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہونا اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ شولاپور کے میدان میں آیا۔ اور دونوں لڑنے والے لشکروں کے درمیان اُترا اور ظاہر میں کسی کو طرفدار نہ ہوا دونوں طرف سے خط و کتابت و قول قرار جاری رکھے اس عرصہ میں اس پاس ایک خط مخفی برید شاہ کا آیا اس نے وعدہ کیا کہ اگر مجھے قید سے رہا کرا دو گے تو میں اپنے ملک کا ایک حصہ آپ کو دے دوں گا۔ جمشید نے ابراہیم عادل شاہ کے سفیر کو بلایا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تمہارا شاہ قاسم برید کو رہا نہ کرے گا تو میں اس سے خط و کتابت ترک کروں گا اُس کو دو میرے خیمہ گاہ میں بھیجدے جس سے ثابت ہو کہ وہ آزاد ہو گیا اور اس کے ساتھ یہ چیزیں بھی مانگیں کہ گھوڑا جس کا نام صباح اُنجیر اور دو ہاتھی جن کا نام نان ریزہ اور چنبیل ہیں۔ اگر یہ میری سب باتیں منظور ہوں گی تو میں اس کے ساتھ برہان نظام شاہ سے لڑوں گا۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ سب باتیں اس کی مان لیں اور اس نے گھوڑا۔ ہاتھی۔ قاسم برید اس پاس بھیجدیے۔ اب جمشید نے مجلس مشاورت جمع کی کہ اس نازک معاملات میں جو وہ مشورے دے وہ میں کروں اس نے بیان کیا کہ برہان نظام شاہ جو ہمیشہ میرا دوست رہا اور اب بھی میری دوستی چاہتا ہے۔ اس لیے مصلحت ملکی نہیں ہے کہ اس کے برخلاف ابراہیم عادل شاہ سے اتحاد کیا جائے اور یہ بے عزت کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ سے ترک رفاقت کی جائے جس سے ابھی عہد و پیمان ہوئے ہیں سب امرا کے مشورہ سے اس نے اپنے خیمے اُکھیڑے

اور بیدر کو چلا گیا اور وہاں قاسم برید کو تخت پر بٹھایا۔ قاسم برید نے جمشید کو گئے اور ناچنے والے جمشید کی ہمراہ کیے اور شاہان بہمنی کے جواہرات جو اس کو ہاتھ لگے تھے وہ نذر میں دیے اب جمشید گول کنڈہ میں آن کر بالکل عیش و عشرت میں ڈوب گیا محل میں پڑا رہتا تھا مہینوں نظر نہ آتا تھا آخر کو بیمار ہوا اور ۱۵۵۰ء میں سات برس سلطنت کر کے مر گیا اور باپ کی بغل میں قبر میں سویا۔

سبحان قلی قطب شاہ

جمشید قطب شاہ کے مرنے پر ارکان سلطنت نے اُس کے بیٹے سبحان قلی کو تخت پر بٹھایا وہ سات برس کا لڑکا تھا۔ عصاء سلطنت ہاتھ میں نہیں سنبھال سکتا تھا اس لیے اُس کی ماں اور ارکان سلطنت نے سیف خاں امین الملک کو احمد نگر سے بلایا۔ جمشید نے اس کو یہاں سے نکال دیا تھا۔ جگدیو راؤ جو اول درجہ کا امیر تھا اس نے یہ مصلحت جانا کہ دولت خاں جو شاہ مرحوم کا سب سے چھوٹا بھائی تھا شاہ بنائے اس باب میں اس نے بحری خاں اور جگت راؤ سے گفتگو کی۔ ان امیروں نے اس امر کو ناپسند کیا اُن کو اس کے اقتدار پر رشک و حسد پیدا ہوا جگدیو راؤ نے کھلی بغاوت اختیار کی۔ اس نے فوراً دار السلطنت چھوڑا اور سپاہ کو جمع کر کے بھون گھر میں گیا جہاں شاہزادہ دولت خاں مقید تھا۔ اس نے اس شاہزادہ کو قید سے نکالا اور ہمایہ میں جو نائک دار رہتے تھے اُنہوں نے اور بھون گر کے متصل اضلاع نے شاہزادہ کی شاہی کو تسلیم کیا۔

اس عرصہ میں سیف خاں احمد نگر سے آیا اور نائب السلطنت کے عہدہ پر سرفراز ہوا دو سپاہ لے کر جگدیو راؤ سے لڑنے آیا یہ اس سے لڑ نہیں سکتا تھا اس لیے اُس نے تفال خاں نائب سلطنت برار کو اپنی حمایت کے لیے بلایا۔ تفال خاں فوراً آ کر جگدیو راؤ سے مل گیا اور موضع سنگ رام میں سیف خاں اور باغیوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں دولت خاں کو بالکل ہزیمت ہوئی اور تفال خاں کے سامنے ہاتھی اور خیمہ و خرگاہ چھین گئے جگدیو راؤ

اور دولت خاں قلعہ بھون گر کی طرف بھاگے وہاں پناہ گیر ہوئے اُن کا تعاقب ہوا اور اُن کو محصور کیا۔ قلعہ پر مہینہ بھر تک حملے ہوتے رہے۔ جگدیو راؤ نے بھی قلعہ سے نکل کر دشمن پر حملے کیے اور اس کے مورچوں میں گھس گیا اور بہت سے بہادر افسر اُس کے مارے آخر کو سیف خاں نے شرائط صلح پیش کیں لیکن محصورین نے اُن کو نہ سُنا مگر جب بھوکے مرنے لگے تو مجبور ہو کر قلعہ عین الملک کو سپرد کیا۔ شاہزادہ دولت خاں بدستور سابق قلعہ بھون گر میں مقید ہوا اور جگ دیو راؤ دارالخلافہ کو بھیجا گیا۔ اب حقیقت میں تلنگانہ کا بادشاہ عین الملک تھا اس نے ارکان سلطنت کو ستانا شروع کیا اُن کو اپنے منصبوں سے معزول کیا چند امراء جو باقی رہے اُن کو بھی اپنے غرور و نخوت کے سبب سے لعن وطعن کی جب امراء کو مایوسی ہوئی تو انہوں نے مخفی جمشید کے چھوٹے بھائی شاہزادہ ابراہیم کو لکھا کہ یہاں آؤ اور شاہ ہو۔ یہ حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شاہزادہ بیجانگر میں رامراج کے سایہ عاطفت میں رہتا تھا۔ اس مصیبت کی حالت میں دو دوست سیدنی اور حمید خاں تھے انہوں نے اس کو صلاح بتلائی کہ دارالخلافہ میں فوراً جائے اور اپنی شاہی کا اشتہار دیجئے شاہزادہ نے رامراج سے بھی اس بات میں مشورہ لیا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ شاہی کے ایسے بیہودہ دعوے کے لیے وہ اس کی خدمت سے جدا ہو مگر خسرہ کو اُس نے بھی جانے کی صلاح دی اور پیشکش کیا کہ وہ اپنے بھائی وینکٹادری کو دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ شاہزادہ کو تخت سلطنت پر بٹھانے کے لیے بھیجے مگر سیدنی اور حمید خاں نے شاہزادہ کو صلاح دی کہ وہ اس سپاہ کثیر کے ساتھ لیجانے سے انکار کرے جو اس شاہزادہ کے نام سے وہ کام کر سکتے تھے جو اس کے راجہ کا مقصود تھا کہ اس سلطنت کو غصب کرلے غرض شاہزادہ نے کسی ہندو کو اپنی کمک میں ساتھ نہیں لیا اور بیجانگر سے چلدیا اور بنگل میں پہنچا یہاں اس سے بہت قطب شاہی افسر ملے اور تھوڑے عرصہ میں اس پاس تیس ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے جمع ہوگئے گول گنڈہ میں جو نائک داری تھے اُنہوں نے بھی وعدہ کیا کہ قلعہ اس کو حوالہ کردیں گے۔

اور قسمیں کھا کر اُس سے امداد کا وعدہ کیا۔ شاہزادہ ابراہیم اس قلعہ میں گیا جہاں کہ اعلیٰ افسروں نے اس کو نذریں دیں۔ یہاں چند روز ٹھیرا ہر روز گول گنڈہ کے امراء اس کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ دو مہینے میں چار ہزار سوار قواعدداں جمع ہوگئے سیف خاں نائب سلطنت نے اس کے مقابلہ کے لیے سفر کیا اور گن پور تک آیا کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا شاہزادہ نے اس کی پیش قدمی سُنکر گول گنڈہ ایک نائک داری کو بھیجا کہ وہ قلعہ گول گنڈہ میں جاکر وہاں کے نائک داریوں سے سازش کرے اور جگ دیو راؤ کو قید سے چھڑا کر کو ویل کنڈہ میں لے آئے نائک داریوں نے آسانی سے اس سازش میں شرکت قبول کی اور انہوں نے جگ دیو راؤ کو قید سے رہا کیا اور وہ بگت راؤ کے محل پر گئے جو نائب سلطنت کی غیر حاضری میں قلعہ دار تھا اس کو پکڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں زنجیروں میں جکڑ کر رکھا پھر وہاں بڑے بڑے امیروں کے گھر گئے جو سبحان قلی کے فریق میں تھے جن کو انہوں نے مارا اور سبحان قلی کو قید کیا اس کے بعد انہوں نے شاہزادہ ابراہیم کو اپنی کامیابی کا حال لکھا اور دارالخلافہ میں بلایا جب عین الملک نائب سلطنت کو معلوم ہوا کہ دارالخلافہ کی حفاظت کی تدابیر میں میں ناکام رہا تو اس نے شاہزادہ ابراہیم کو بڑی عاجزانہ عرضی لکھی کہ معافی نامہ جس پر حضور کی دستخطی مہر ہو عنایت ہو۔ شاہزادہ نے جواب دیا کہ جب تک میں گول گنڈہ میں تخت شاہی پر نہ بیٹھوں گا تجھ سے کوئی عہد نہیں کرسکتا۔ سیف خاں اس جواب کو اپنے مقید اور قتل ہونے کی تمہید سمجھا تو وہ جمشید کا بہت سا زر خزانہ لے کر کولاس کی راہ سے پانچ ہزار سواروں اور بعض اپنے تابعین کے ساتھ سرحد پر چلا گیا۔ شاہزادہ نے اس کا تعاقب نہیں کیا یہ دارالخلافہ کی طرف چلا آیا ایک منزل پر سب شہر کے رؤسا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں جگ دیو راؤ اور نائک داری تھے جنہوں نے قلعہ گولکنڈہ کی کنجیاں اُس کے قدموں میں رکھ دیں دوسرے روز دوشنبہ ۱۲ رجب ۹۱۸ھ کو محمد نگر میں دستور کے موافق شاہ ہوا اور ابراہیم قطب شاہ لقب ہوا۔

ابراہیم قطب شاہ

جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے تئیں رموز ملکی سے واقف کیا اور مظلوموں کی دادرسی کی اور مملکت کی ترقی اور استواری کے لیے قوانین اور ضوابط و آئین مقرر کیے جب اور شاہان دکن کو اس کی خبر ہوئی تو اس کو تہنیت نامے لکھے حسین نظام شاہ نے اپنا ایک اعلیٰ درجہ کا امیر قاسم بیگ شیرازی تحفوں کے ساتھ بھیجا اور ابراہیم قطب شاہ نے مصطفےٰ خاں کو ایلچی بنا کے حسین نظام شاہ پاس بھیجا۔

اس نے احمد نگر میں جا کر یہ امر پیش کیا کہ اوّل دونوں شاہوں کی ملاقات ہونی چاہیے بیدر اور گلبرگہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے جانا چاہیے یہ مقدمات قاسم بیگ شیرازی امیر نظام شاہ نے گلکندہ میں پیش کیے مگر یہ کام التوا میں جب تک رہا کہ دونوں شاہ اپنے لشکروں سمیت گلبرگہ میں ملنے آئے انہوں نے یہاں آن کر گلبرگہ کا محاصرہ کیا۔ اہل گلبرگہ نے ایک مہینہ تک اُن دونوں دوستوں کا خوب مقابلہ کیا۔ قلعہ میں دو ایک نقب ڈال کر ملے ہوئے جن کو اہل قلعہ نے رفع کیا اور نظام شاہ کی سپاہ کے عمدہ افسر مارے گئے۔ گلبرگہ شاہ بیجاپور سے متعلق تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں ان متفق شاہوں کی سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے رامراج راجہ وجیانگر سے امداد طلب کی۔ اس درخواست پر وہ خود مع سپاہ کے شاہ بیجاپور کی امداد کو آیا اور اتنا ہی سفر میں اس نے ابراہیم قطب شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا آپ کو معلوم ہو کہ بیجاپور اور احمد نگر کے شاہ آپس میں مدت سے لڑ رہے ہیں جنگ کی حالت اور قوتوں میں موازنت ایسی اُن میں مساوی درجہ کی ہے کہ باوجود ایک دوسرے کی سرحد پر ہر سال لشکر کشی کرتا ہے مگر کسی کا پلڑا نہیں جھکتا ہے مگر اب آپ نے اپنی سپاہ نظام شاہ کی طرف بھیجکر اس کا پلہ بھاری کیا ہے باوجودیکہ نہ آپ کے دادا نے لڑائی جھگڑوں میں دخل دیا نہ آپ کے اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان کوئی عداوت کا سبب ہے اس نے اب ہم سے امداد چاہی ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان مدت سے رابطہ و اتحاد مستحکم ہے

اس لیے ہم کو مناسب معلوم ہوا کہ آپ کے سامنے یہ دلائل پیش کر کے آپ سے درخواست کریں کہ آپ نے یہ جو مضرت ناک اتحاد پیدا کیا ہے اُسے ترک کریں اور صلح کے ساتھ اپنے دارالسلطنت کو چلے جائیں اور ان دونوں کے ساتھ اتحاد رکھیں جن کے درمیان خصومت کو صلح ہو جائے اور اس دراز جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا اس زمانہ میں اس مضمون کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے بھی آئے تھے۔

ابراہیم قطب شاہ نے چاہا کہ رامراج سے ملاقات کر کے صلح کی شرائط قرار دے کر کہ بیجاپور اور احمد نگر کے درمیان مصالحت کرائے جس کی ضامن درمیانی سلطنتیں ہوں انہیں دنوں یہ خبر آئی کہ بیتم راج برادر رامراج نے سواروں اور بیجاپور کے بعض افسروں کو ساتھ لے کر پنگل کے قریب ملک کو لوٹا مارا ہے۔ اس باب میں حسین نظام شاہ سے خط و کتابت کر کے چاروں شاہ وہاں ملے جہاں دریا، بیما اور کرشنا ملتے ہیں ان میں مصالحت ہو گئی اور ہر ایک شاہ اطمینان سے اپنے اپنے ملک کو گئے۔ رام راج جو اپنے دارالسلطنت سے غیر حاضر ہوا تو اس کے بھائیوں تم رام اور گوبند راج کو جو ادونی میں حاکم تھے۔ فرصت ملی تو اُنہوں نے ادونی پر تسلط کرنے پر بس نہیں کی بلکہ اور ضلعوں کو بزور اپنا تابع بنا لیا۔ جب بیجانگر میں رامراج واپس آیا تو اس نے اپنے بھائیوں کو برادرانہ خطوط بھیجکر سمجھایا۔ مگر اُن کو اپنی سپاہ پر ایسا غرور تھا کہ اُنہوں نے بھائی کے کہنے کو نہ مانا تو رامراج نے ابراہیم قطب شاہ پاس گلکندہ ایلچی بھیجے اور کمک کی درخواست کی ابراہیم قطب شاہ نے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے بسرکردگی قبول خاں بھیجے کہ وہ رامراج سے جا کر ملیں۔ رامراج نے بیجانگر میں آن کر اپنی سپاہ کو میدان جنگ میں بھیجا تھا۔ اور اب سدراج نما یا۔ نورخاں۔ بجلی خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی سپاہ لے کر کمکی لشکر سے ملیں اور سب ملکر باغیوں سے لڑنے جائیں۔ جب باغیوں نے دیکھا کہ ان شاہی فوجوں سے ہم نہیں لڑ سکتے تو انہوں نے مستحکم قلعہ ادونی میں پناہ لی اس کا چھ مہینہ تک محاصرہ رہا جب اذوقہ کی تنگی ہوئی تو بیجانگر کے راجہ پاس اہل قلعہ نے اپنی عرائض بھیجیں رامراج نے

اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور فوجوں کو دارالسلطنت میں طلب کیا اور انعام و اکرام کے بعد قبول خاں کو گلکنڈہ جانے کی اجازت دی ابراہیم قطب شاہ نے اس کو اس حسن خدمت کے صلہ میں امین الملک کا خطاب دیا۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نائک واریوں نے جگدیو راؤ کو قید سے چھڑایا تھا اور اس نے اُن کی مدد سے شاہزادہ سبحان قلی کو اندھا اور اس کے فریق کے امراء کو قتل کیا تھا۔ جب تک کہ ابراہیم قطب شاہ دارالخلافہ میں آیا قلعہ اور شہر کو اپنے بس میں رکھا۔ شاہ نے اس کے اس احسان کو مان کر ہمیشہ کیر اور وزیر اعظم بنا دیا جب وہ اس بلند مرتبگی کو پہنچا تو اس نے یہ بلند ارادہ کیا کہ شاہ کو معزول کر کے شاہزادہ دولت خاں کو جو احمق مشہور تھا تخت پر بٹھائے اور اس طرح سارے اختیارات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لائے اس منصوبے کے حاصل کرنے کے لیے جگدیو راؤ کو نائب راؤ نے بہت سے مسلمان امراء کو ذلیل کیا ان سب امراء نے ملکر شاہ سے ان دو ہندوؤں کے اختیارات کی شکایت کی اور اس کو تنبیہ کیا کہ شاہ کو ان دونوں پر بڑا اعتبار ہے اور قلعہ میں سارے نایک واری بھرے ہوئے ہیں جو جگدیو راؤ کو اپنا سردار سمجھتے ہیں۔

شاہ نے یہ شکایتیں نہیں مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر اُن کے ظلم و ستم کی بہت شکایتیں بادشاہ کے کانوں تک پہنچنے لگیں اور جگدیو راؤ کا بھائی وینکٹ راؤ بے اجازت اپنی جاگیر کو چلا گیا جو اس کی بغاوت پر دلالت کرتی تھی تو شاہ نے رامے راؤ کو پکڑوا کر مار ڈالا۔ جگدیو راؤ نے جب اپنی نائب کی یہ بُری گت دیکھی تو گلکنڈہ سے وہ اپنے دو تین ہزار سوار لیکر ایل گندیل کو گیا اور یہاں سے ملک کو غارت اور تباہ کرتا ہوا برار کے دربار میں پہنچا اُس کی شجاعت مشہور تھی برہان عماد شاہ نے اُس کی بڑی خاطرداری کی اور اُس کو دس ہزار سواروں کا سپہ سالار بنایا اس وقت اس کی لڑائی میران محمد فاروقی حاکم خاندیس سے ہو رہی تھی اس میں جگدیو راؤ کو بھیجدیا اُس نے اکثر لڑائیوں میں خاندیس کے لشکر کو شکست دی اور غنائم کثیر حاصل کیں اس کے سوار اُس نے برار کے

بہت چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مطیع اور باجگذار بنایا اس نے اپنی جاگیر میں سپاہ جمع کی جس میں ہزار سوار سوار عربی، ایرانی، حبشی پیادوں کے تھے اب وہ خاندیس اور برار کے شاہوں کے ساتھ برابری کا دعوی رکھنے لگا۔ برہان عماد شاہ نے اُس سے یہ گلے اور شکوے کی باتیں کیں کہ جب تو یہاں آیا تھا تو کوئی دوست تیرا ساتھی نہ تھا میں نے تجھ پر کمال عنایت کی تیرے گذارہ کے لیے جاگیریں دیں اپنی سپاہ کا سپہ آرا بنایا اب تو نے اپنے تئیں ایسا بڑا صاحب شکوہ سمجھ لیا کہ مصلحت ملکی یہ جاننے لگا کہ میرے ملک چلا جائے میں تجھکو حکم دیتا ہوں کہ ابھی چلدیا۔ جگدیو راؤ پاس اگرچہ سپاہ بہت تھی مگر برار کے مستحکم قلعوں میں سے کوئی قلعہ نہ تھا کہ شکست کی حالت میں وہاں جا کر اپنا مامن بناتا اس لیے اس کو مجبوری یہ کہنا پڑا کہ آپ نے جو میرے حال پر التفات فرمایا ہے اس کا میں شاکر ہوں اور اس احسان کو بھولوں گا نہیں وہ برار سے چلدیا اور اس ملک کو برباد کرتا ہوا ایل گندیل میں آیا یہاں سے بیجانگر جانے کا ارادہ کیا جب ابراہیم قطب شاہ نے سنا کہ جگدیو راؤ پاس پانچ ہزار سپاہ ہے جن میں عرب ایرانی اور حبشی اور تین سو ہاتھی ان کے علاوہ ہندو پیادے ہیں اور اب وہ پاس آگیا ہے تو اس نے مصطفے خاں کو اس کے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا کہ ہیٹ کے قریب لشکر شاہی کا مقابلہ اُس سے ہوا مصطفے خاں نے پہلے جگدیو راؤ کو لکھا کہ بادشاہ سے اپنے قصور معاف کرائے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جاگیر جو اس کی تھی وہ چھڑا کر اس کو دلادوں گا۔ ان باتوں کو اس نے کچھ نہ سنا اُس نے لشکر کو حکم دیا کہ مسلح ہو کر مصطفے خاں پر حملہ کرے سخت لڑائی ہوئی وینکٹ راؤ برادر جگدیو راؤ اور چار عرب شیخ یعنی شیخ فاضل شیخ عطی علوانی شیخ عبدالکریم شیخ ابراہیم مارے گئے جگدیو راؤ کو شکست ہوئی وہ مجبور ہو کر میدان جنگ سے بیجانگر کو بھاگا اور اپنا سارا مال اور خزانہ اور دو سو ہاتھی چھوڑ گیا جو شاہی سپاہ کو ہاتھ آئے دستور کے موافق ہاتھی اصطبل شاہی میں داخل ہو گئے اور خزانہ سپاہ میں تقسیم ہوا

تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیجا اور کرشنا کے ملاپ کی جگہ رام راج اور ابراہیم قطب شاہ اور ابراہیم عادل شاہ ملے تھے اس کے تھوڑے دنوں بعد ابراہیم عادل شاہ بیجاپور میں

مرگیا اور علی عادل شاہ نو عمر اُس کا جانشین ہوا۔ مرتضےٰ نظام شاہ بیجاپور میں ایک نو عمر شاہ کو دیکھکر سمجھا کہ یہ موقع خوب ملک پر تسلط کرنے کا ہاتھ آیا اس نے لڑائی سے علی عادل شاہ کو جانتا تھا کہ میں اکیلا اس کے پنجہ سے بچ نہیں سکتا اس لیے اُس نے دار الخلافہ خالی کیا اور اور غوثے اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ بیجاپور گیا کہ رامراج کو یار بنا کے اپنا کام بنالے۔

رامراج نوراً اپنی سپاہ کو ساتھ لیکر علی عادل شاہ کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلا اس زمانہ میں ان دونوں شاہوں نے ابراہیم قطب شاہ کو حملوط بھیجے کہ بموجب آخر عہد نامہ کے اُس کو ہم سے ملنا چاہیے اگرچہ حسین نظام شاہ کی مرضی کے خلاف ابراہیم قطب شاہ کام کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اس نے مصلحت ملکی اس میں جانی کہ اس پر عہد شکنی کا الزام نہ لگے اور اس سے یہ شاہان متفقہ انتقام کے درپے نہوں و شہر گلبرگہ میں جاکر اُن سے ملا۔ یہ سب متفق ہوکر احمد نگر گئے۔ راہ میں بیجانگر کی سپاہ نے تمام قصبات اور دیہات کو لوٹا۔ حسین نظام شاہ ان متفقہ سپاہیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اُس نے اپنی دار السلطنت میں سپاہ جرار کو چھوڑا اور بہت سے آذوقہ کو بھرا اور خود دولت آباد گیا اس اثنا میں ابراہیم قطب شاہ نے مخفی حسین نظام شاہ کو لکھا کہ مصلحت ملکی کی ضرورت کی وجہ سے میں ان شاہان متفقہ کے ساتھ ملا ہوں اور میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے حتی المقدور دشمنوں کو اس پر راضی کروں گا کہ وہ مراجعت کریں اور جنگ کو چھوڑیں اور اس نے قلعہ احمد نگر کے بعض افسروں کے ساتھ خط و کتابت کرکے اُن کو نصیحت کی کہ تم حتی الوسع مقابلہ کرو اور آخر وقت تک قلعہ کو ہاتھ سے نہ دو شاہان متفقہ نے دو مہینہ تک بڑے زور شور سے حملے کیے اور اہل قلعہ کا ایسا تنگ حال کیا کہ وہ بیدل ہو گئے لیکن ابراہیم قطب شاہ نے ہر وقت تحفے بھیجکر بیجانگر کے بڑے بڑے افسروں کو ترغیب دی کہ وہ اپنے سپاہیوں کو لیکر اپنی دار الخلافتوں کو چلے جائیں ان امیروں نے اپنے راجہ سے بیان کیا کہ برسات قریب آگئی ہے اگر برسات خوب ہوئی تو دریاؤں کے چڑھ جانے سے سفر کرنا

محال ہوگا رامراج نے ان باتوں کا یقین کرکے مراجعت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ جانتا تھا کہ اہل قلعہ غلہ کے کال سے بدحال ہو رہے ہیں تو اس نے رامراج کی منت سماجت کی اور کہا کہ جب تک قلعہ نہ فتح ہو وہ وہاں سے جائے نہیں اگر ایک مہینہ تک وہ اور ٹھیرا رہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ضلع کندا پلی اس کو دیدوں گا۔ رامراج نے اس درخواست کو منظور کرلیا اور محاصرہ میں پہلے سے دوچند زیادہ سختی کرنے لگا۔ اس وقت ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ میں آذوقہ بھجوایا اور دولت آباد سے جو بادشاہ نے توپیں بھیجے تھے اُن کو بھی قلعہ میں داخل کیا۔ دشمنوں کی سپاہ قلعہ کی دیواروں پاس جا پہنچی اور قلعہ کے فتح ہونے کا منقریب ایسا یقین تر کہ ابراہیم قطب شاہ نے یہ کوشش کی کہ اگر ممکن ہو تو اس وقت کو ٹالے اس لیے اُس نے پیہ سالار اور وزیر مصطفےٰ خاں کو رامراج پاس بھیجا کہ اس کو جاکر ایسی ترغیب دے کہ وہ محاصرہ سے دست بردار ہو۔ ہر حال میں اس کو مطلع کرے کہ قطب شاہ کی سپاہ ابھی گھنکہ کو مراجعت کرے گی مصطفےٰ خاں نے رامراج پاس جاکر جہانتک ہو سکا ایسی باتیں کیں کہ لشکر میں غلہ کی کمی ہے برسات آگئی ہے حسین نظام شاہ نے گجرات اور برہان پور کے شاہوں سے دوستی پیدا کرکے بلالیا ہے اور وہ سپاہ جمع کرکے اُس کی کمک کے لیے آنے والے ہیں غرض بہاری باتیں ایسی بنائیں کہ جن سے مقصد حاصل ہو مصطفےٰ خاں نے مخفی یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر وہ محاصرہ چھوڑ دے گا اور اپنے دار الحکومت کو چلا جائے گا تو ابراہیم قطب شاہ اس کو ضلع و قلعہ کندا پلی دیدیگا۔ یہ آخر بات بڑا وزن رکھتی تھی۔ جس کے سبب سے رامراج نے مراجعت کرنے کو منظور کرلیا اور علی عادل شاہ پاس مراجعت کرنے کا پیغام بھیجا۔ اب تینوں شاہ اپنی اپنی دار السلطنت کو چلے گئے۔

احمد نگر میں جب آخر جلسہ ان شاہوں کی ملاقات کا ہوا اور ابھی وہ جدا نہوئے تھے کہ رامراج کو اطلاع ہوئی کہ برہان عماد شاہ کا وزیر اعظم تفال خاں نائب سلطنت چار ہزار سپاہ کو ساتھ لیکر تلنگانہ کے ملک کو تاخت و تاراج کر رہا ہے رامراج نے

ابراہیم قطب شاہ کو یہ خبر سنائی اور اس سے کہا کہ اگر اس کو بیجانگر کی سپاہ کی مدد کی ضرورت ہوگی تو میں اس کو حملہ آوروں کے نکالنے کے لیے بھیجدوں گا ابراہیم قطب شاہ بیگانوں کی امداد سے دق ہوتا تھا اس نے رامراج کے ربرو دستور خاں کو حکم دیا کہ صرف سو سواروں کو لیجا کر تفال خاں کو نکالدے اور جس قدر جلد ممکن ہو اپنی کامیابی کے حال سے مطلع کرے دستور خاں ترکمانوں کو ساتھ لیجا کر ہیم کل قصبہ میں جا کر تفال خاں سے لڑا اور اس کو شکست فاش دی اور کچھ آدمی قید کیے جن میں گیارہ افسر تھے تفال خاں زخمی ہوا اور بھاگ گیا اور عماد شاہ کا منڈپ یعنی سولہ چوب کا خیمہ بھی دستور خاں کے ہاتھ آیا

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب سپاہیوں نے احمد نگر کی طرف کوچ کیا تھا تو قلعہ کلیانی انہوں نے لیلا اور بیجاپور کے شاہ کو حوالہ کیا۔ اب کلیانی کے قریب مرتضے نظام شاہ کی بیٹی کا نکاح ابراہیم قطب شاہ سے ہوا اور اس شادی سے ایک مہینہ بعد ان دونوں شاہوں نے قلعہ کلیانی کا محاصرہ کیا۔ علی عادل شاہ نے پھر رامراج سے مدد طلب کی وہ اپنی سپاہ کو ساتھ لیکر مدد کو آ پہنچا راو میں علی عادل شاہ سے علی برید شاہ بیدر بھی جس کو اس نے بلایا تھا آن ملا۔ جب یہ شاہ پاس آئے تو ابراہیم شاہ مطلع ہوا کہ میں جو دارالخلافہ سے بھاگا ہوا تو رامراج نے سمجھا کہ خوب موقع ہاتھ آیا اس نے اپنے بھائی وینکٹادری کو جگدیو راؤ اور مین الملک کی ہمراہ پندرہ پندرہ ہزار سواروں اور تیس ہزار پیدلوں کا سردار بنا کے جنوبی ضلاع پر حملہ کرنے کے لیے بھیجدیا اس امر پر مطلع ہوکر ابراہیم قطب شاہ نے مرتضی نظام شاہ سے مشورہ لیا تو یہ امر قرار پایا کہ کلیانی کا محاصرہ چھوڑ کر ہر ایک اپنی اپنی دارالسلطنت کو جائے ابراہیم قطب شاہ کو دارالخلافہ جانے میں دشمنوں کے سامنے آنا پڑتا تھا اس لیے مرتضی نظام شاہ نے شاہزادہ مرتضی خاں کو تین ہزار سواروں کے ساتھ اس کی ہمراہ کیا۔ باوجود اس کے بھی عادل شاہی سپاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے شیر خاں حسن۔ عرب خاں۔ دولتخاں

شیخ محمد مصطفے میاں بھائی کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجوں کو لیکر پیچھے رہیں اور سپاہ کلیان کی مراجعت کو مخفی رکھیں اول ہی منزل میں موسلا دھار مینہ برسا اور تین دن تک لگاتار برستا رہا جس نے چلنا دشوار کر دیا۔ چوتھے روز پہلی سپاہ کے بہت قریب دشمن آیا توپخانہ کیچڑ میں ایسا پھنسا کہ نہ ہلا اور غریب خاں شیخ محمد مصطفے مقید ہوئے اور ابراہیم قطب شاہ ہزار خرابی سے اپنی دارالسلطنت میں پہنچا۔ کچھ دنوں بعد شاہان متفقہ نے احمد نگر پر مراجعت کی تو ملنگانہ میں شکر کیا اور موضع تارپلی میں خیمہ لگایا یہاں سے انہوں نے جگدیو راو مین الملک وینکٹادری کو ملک پر تاخت و تاراج کرنے کے لیے روانہ کیا ابراہیم قطب شاہ نے مجاہد خاں کو فوج دیکر ان سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور موضع ترکل کے قریب کئی روز جنگ ہوئی۔ اور اس کا کچھ فیصلہ نہ ہوا اسی زمانہ میں رامراج نے سدراج ٹمایا راجہ کنڈ بیر کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ کنڈاپلی اور پاسلی پاتم پر حملہ کرنے کے لیے اور اپنے داماد جنم راج کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ دیور کنڈا پر چڑھائی کے لیے بھیجا اور اس کی اپنی سپاہ گولکنڈہ کے حوالی کو غارت اور تباہ کر رہی تھی ابراہیم شاہ کے باغوں اور بیجواڑہ کے قریب کئی لڑائیاں ہوئیں چار مہینے ان ہی لڑائیوں میں کٹ گئے جگدیو راؤ نے پانگل اور گولکنڈہ اور گرن پور کے نائک داریوں سے درخواست کی کہ ان قلعوں کو وہ رامراج کے حوالہ کریں۔ کاش راؤ نے اندراکنڈ کی کنجیاں دیدیں جنوب میں سدراج ٹمایا نے کنڈاپلی پر اور سیتاپتی اور ودیادری نے راجمندری سے قلعہ ایلپور پر حملہ کیا اس طرح شاہ دارالخلافہ میں چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں آگیا اس نے ارادہ کیا کہ خود نکل کر شاہان متفقہ پر تاربیل لی پر حملہ کرے علی برید شاہان متفقہ میں سے ایک تھا اس کا پیغام نہایت مناسب وقت پر یہ آیا کہ ابراہیم قطب شاہ اپنے وزیر مصطفے خاں کو لشکرگاہ میں بھیجدے تاکہ شرائط صلح مقرر ہو جائیں۔ مصطفے خاں کو مخفی یہ ہدایت کی گئی کہ وہ جگدیو راے کو

کسی طرح گانٹھے جس کی مرضی بغیر شرائط صلح کے مقرر ہونے میں مایوسی ہو کر علی عادل شاہ سے
مصطفےٰ خاں ملا اور اس کے ساتھ رامراج کے خیموں پر گیا وہ مشکل سے بیجانگر جانے پر راضی
اس شرط پر ہوا کہ گن پورا اور بنگل کے قلعہ اس کو حوالے کیے جائیں اس تصلح کے بعد شاہان متفقہ
اپنے اپنے دار الخلافہ کو چلے گئے۔

جب قطب شاہ کو اس طرح دشمنوں سے فراغت ہوئی تو اس نے گلکنڈہ کے قلعہ کو پتھر اور چونے
سے بنایا وہ پہلے اس قابل نہیں تھا کہ دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا قلعہ میں حصار کے اندر امرا نے
بھی اپنی اپنی حویلیاں بنالیں اور آئندہ شاہ یہیں اپنا دربار کیا کرتا تھا۔

یہ اوپر بیان ہوا ہے کہ لڑائی ہو رہی تھی کہ جگ دیو راونے کاشی راؤ نائک ڑاری سردار قلعہ
اندا کنڈا کو ترغیب دی کہ وہ قلعہ پر قبضہ کر لے اس نے مولانا محمد مومن حاکم قلعہ کو مقید کیا اس لیے
شاہ نے مصطفےٰ خاں کو دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ بھیجا کہ اس مقام کو واپس لے
قلعہ اندا کنڈا کے گرد درختان تھے اول محاصرین نے ان درختوں کو کاٹا پھر قلعہ کو جا کر محاصرہ کیا
دو مہینے کے عرصہ میں نتھے ڈالکر حملہ کر کے اس کو فتح کیا۔ کاشی رام مقید ہوا اور وہیں اس کا سر
کاٹا گیا اور مقید حاکم رہا ہوا مصطفےٰ خاں دار الخلافہ کو واپس آیا اور پیشوا مقرر ہوا۔ بادشاہ نے
نائک ڑاریوں کے اختیارات کو گھٹانا چاہا وہ کاشی راؤ کے ساتھ بغاوت میں شریک تھے
سورما راؤ جو قلعہ گلکنڈا میں قلعہ دار تھا اس کو بادشاہ کے ارادے پر علم ہو گیا اس نے ان
نائک ڑاری سرداروں سے کہ مختلف قلعوں میں افسر تھے یہ سازش کی کہ جب شاہ شکار کھیلنے
جائے تو اشارات مقررہ پر سارے قلعوں پر قبضہ کیا جائے اور سورما راؤ دار الخلافہ میں خزانہ
پر قبضہ کرے اور تمام مسلمانوں کو تہ تیغ۔ اس سازش کے حال پر رامراج کو بھی اطلاع دی گئی جس نے
وعدہ کیا کہ اس سازش کی حمایت کے لیے وہ فوج بھیجے گا۔ جب شکار کا موسم آیا تو شاہ نے دستور
کے موافق حکم دیا کہ وہ میدان میں خیمہ لگائے ان خیموں میں آنے کے لیے جونہی قلعہ سے اس نے
باہر قدم رکھا تو قلعہ کے دروازہ بند ہو گئے اور نائک ڑاریوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنا شروع کیا

دو مسلمانوں نے آ کر شاہ سے یہ حال عرض کیا تو شاہ نے قلعہ کو اپنی جاہ سے پھیرا جب بانیوں
نے دیکھا کہ وہ اس طرح گھر گئے تو فیصل پر آ کر انہوں نے مصطفےٰ خاں کی منت کی کہ ہم سے وہ صاحب
اختیار ہوا ہے نائک ڑاریوں کو شاہ ہم کو خوف ہے کہ وہ اس طرح ہمارے ساتھ بد سلوکی کریگا
کہ اگر حضور ہم کو مصطفےٰ خاں کو حوالہ کریں تو ہم خدمت گزاری اور اطاعت کے لیے طرح
حاضر ہیں۔ شاہ نے مصطفےٰ خاں کو بلا کر ان مقدمات کو بیان کیا جو اس کی وزارت کے
اندر واقع ہوئے مصطفےٰ خاں نے جواب دیا کہ اگر شاہ میری موت کو اپنے ملک کے حق میں بہتر
جانتا ہو تو میں تیار ہوں کہ مجھ باغیوں کے حوالہ کر دیجئے شاہ نے نائک ڑاریوں کی درخواست کو منظور
کیا تھوڑے دنوں میں یہ باغی اور اس کا سردار اپنے تئیں حوالہ کرنے پر مجبور کیے گئے اور وہ قتل
ہوئے تاکہ اوقلعوں کے نائک ڑاریوں کو عبرت ہو۔ قلعہ ایل پور پر دیوادری نے حملہ کیا۔
دلاور خاں نے دشمن کی ہر ایک کوشش کا مقابلہ کیا اور شاہ کو اپنے حالات کی اطلاع دی
شاہ نے دو ہزار پیادے اس کی کمک کو بھیجے اور حکم دیا کہ محاصرین کو ہٹا کے قصبہ
نبر ڈول میں ایک قلعہ بنائیں۔

اس قلعہ کے بنانے سے کچھ دنوں کے بعد دلاور خاں نے شاہ سے اور درخواست کی کہ
قصبہ اجمندری پر جو یہاں سے آٹھ میل ہے سپاہ حملہ آور ہو۔ شاہ نے رفعت خاں ملقب ملک
نائب کو حکم دیا کہ دس ہزار سوار وہ ایل پور میں لیجائے اور وہاں سے راجمندری پر حملہ کرنے
کے لیے تیار رہے جب نبر ڈول میں اس کے آنے کی خبر دیوادری اور سیتاپتی نے سنی تو انہوں
بکس سم کوٹا دکھنم کوٹا کے راجہ کو اور اور راجاؤں کو حمایت کے لیے بلایا یہ راجہ دو ہزار سوار اور
ایک لاکھ پیادے اور دو ہزار بندوقچی اور بان انداز جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنے چلا۔ ایک
لڑائی ہوئی جس کا انجام یہ ہوا کہ راجہ اور کنڈا مارا گیا اور دیوادری اور سیتاپتی قلعہ راجمندری کو
بھاگے دو میل سور تک جو قلعہ راجمندری سے چار میل پر تھا مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا
تھوڑے دنوں بعد دھولی سور کو حملہ کر کے مسلمانوں نے لے لیا اور وہاں بھاری پرتال لگکر

مسلمان قلعہ ٹاٹ پاک کی فتح کو چلے وہ اس نواح میں ایک بڑے دست مینڈا نرسنگ راؤ کے قبضہ میں تھا
خندق کے عمیق ہونے کے سبب سے اس قلعہ کے محاصرہ میں ایک مہینہ لگ گیا نرسنگ اور تین ہزار سوار
اور دس ہزار پیادے لیکر قلعہ سے نکلا اور اُس نے مسلمانوں پر حملہ کیا مگر وہ گرفتار ہوا اور اُس کا
گروہ بالکل شکستہ ہوگیا۔ جب شاہ نے سُنا کہ نرسنگ راؤ گرفتار ہوا تو اس نے سپاہ کو واپس
آنے کا اور برسات میں ڈھول سوہرے کا حکم بھیجا اس کے بعد رفعت خاں پھرناٹ پاک
حملہ کرنے گیا اور اس کو اور راجمندری کے تمام متعلقات کو مسخر کیا سپاہ کو دارالخلافہ میں مراجعت
کے لیے اور قلعوں کو معتمد نائک داریوں کے سپرد کرنے کے احکام بھیجے گئے۔

اب ابراہیم قطب شاہ نے اس پر غور کی کہ شاہان دکن کو رامراج کی اکثر مداخلت برداشت کرنی
پڑی اور تاکہ وہ ام کرتی ہے۔ آخر لڑائیوں میں اس نے حسین نظام شاہ کے ملک ہی کو ویران نہیں کیا
بلکہ مساجد میں اپنے موچی باندھے اور سپاہیوں کے آثار کے اُن کو ناپاک کیا اور اپنی مراجعت میں
اس نے اپنے دونوں دوستوں کے ملک کو دشمنوں کی طرح ویران کیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے
یہ وقت اس کام کے لیے نہایت مناسب جانا کہ اور شاہان دکن کو بیدار کرے اور رامراج
کے برخلاف متفق کرے کہ کیا وہ اس کی قوت کا بالکل استیصال کریں یا اس کو اتنا کم کردیں
کہ آئندہ کو کوئی خوف خطر اس سے باقی نہ رہے اس میں بڑی مشکل یہ تھی کہ شاہان احمد نگر اور بیجاپور
کو اس میں شریک کیا جائے اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے ابراہیم قطب شاہ نے
وزیر مصطفےٰ خاں کو بھیجا کہ اوّل حسین نظام شاہ پاس جائے اور وہاں سے پھر بیجاپور میں
ابراہیم عادل شاہ پاس اس پیغام بھیجنے کے دو مقصد تھے اوّل شاہان دکن میں اتفاق ہو
اور اگر ممکن ہو تو آپس میں نامہ برشتہ کرنا۔ دوم سفیر کا یہ دریافت کرنا کہ رامراج کے برخلاف
اتفاق کرنے میں ان شاہوں کے خیالات کیا ہیں۔ مصطفےٰ خاں اپنے کام میں ایسا
اچھی طرح کامیاب ہوا کہ شاہوں میں آپس میں اتفاق ہوا اور یہ امر قرار پایا کہ حسین نظام
شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی عادل شاہ سے بیاہ ہے اور قلعہ شولاپور اس کے

جہیز میں دے اور علی عادل شاہ اپنی بہن بدیع سلطانیہ شاہزادہ مرتضیٰ حسین نظام شاہ کے بڑے
بیٹے سے بیاہ ہے اور شولاپور میں تینوں شاہوں کی ملاقات ہو اور وہاں سے متفق ہوکر اور اپنے
سپاہیوں کو لیکر رامراج سے لڑنے چلیں اس قرارداد کے موافق ۲۰ جمادی الاول ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء کو
سپاہ متفق ہوکر جنوب کو چلیں اور کرشنا کے کنارہ پر تالی کوٹ میں پہنچیں راہ میں کسی نے
مقابلہ نہیں کیا۔ رامراج نے دریا کرشنا سے سیلون تک کے راجاؤں اور اپنے تابعین کو
بلا کر جمع کیا اس کے لشکر میں ایک لاکھ سوار اور تین لاکھ پیادے تھے اس سپاہ کو لیکر وہ شاہوں
سے لڑنے چلا ۲۰ جمادی الثانی ۹۷۲ھ / ۱۵۶۵ء کو لڑائی ہوئی جس کا خاتمہ یہ ہوا کہ رامراج مارا گیا۔
جس سے ہندوؤں کی سپاہ کو شکست ہوئی شاہان متفقہ کی سپاہیں دس روز میدان جنگ
میں مقیم رہیں۔ اور پھر دارالسلطنت بیجانگر کی طرف چلیں وہاں انہوں نے ملک کو اور شہر
کو لوٹا اور سنگین بت کدوں کو مسمار کیا اور پھر شاہ گلکندہ نے اپنے سپہ سالار مصطفےٰ کو اور نظام شاہ
نے اپنے سپہ سالار مولانا عنایت اللہ کو اور علی عادل شاہ نے کشور خاں کو مدکل اور راچور
کے فتح کے لیے بھیجا یہ مقامات آسانی سے فتح ہوگئے۔ مصطفےٰ خاں نے احکام شاہی کا کچھ
انتظار نہیں کیا کہ کیا آئیں گے اور ان قلعوں کی کنجیوں کو کشور خاں کے حوالہ کیا جس سے
حسین نظام شاہ ایسا طیش میں آیا کہ اُس نے شاہ گلکندہ کو حقیقت حال پر مطلع کر کے
درخواست کی کہ مصطفےٰ خاں کی گردن اڑائی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ گو اس سید کی جان کا
بڑا خواہاں نہ تھا مگر اس پر دغا کا الزام لگایا اور اس کا عذر نہ سُنا اور حکم دیا کہ وہ مکہ کو جاوے
اور اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرے۔ شاہ نے گلکندہ کو خطوط لکھے کہ مصطفےٰ خاں کے
اہل وعیال اور اسباب مال کو مغربی بنادر بحری پر بھیجدو کہ وہاں اس کے ساتھ روانہ
ہونے کے لیے تیار رہیں۔ یہ امر تحقیق تھا کہ اس کے اہل عیال اور مال کے لیے سات سو گاڑیوں
اور پانچ ہزار مزدوروں کی ضرورت ہوئی مصطفےٰ خاں بادشاہ کے پاس سے علی عادل شاہ
کے پاس چلا گیا جس نے اس کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور اپنا وزیر اعظم مقرر کیا علی عادل شاہ

کے مرنے کے بعد ۱۰۲۰ھ میں مصطفےٰ خاں ملک بلیار میں قتل کیا گیا اس ملک کو اُس نے فتح کیا تھا اور یہاں حاکم رہا تھا اس لڑائی کو تفصیل سے علی عادل شاہ کی سلطنت کے بیان میں لکھا ہے۔)

بیجانگر میں نہنوں شاہ چھ مہینے رہے اور پھر اپنے اپنے دارالخلافہ کو چلے گئے۔ ابراہیم قطب شاہ کے بھتیجے ملنع رامراج نے لیے تھے وہ قطب شاہ کو مل گئے ۱۰۲۵ھ میں قطب شاہ کے ایک بیٹا پیدا ہوا اس کا نام محمد قلی رکھا گیا۔

حسین نظام شاہ اپنے دارالخلافہ میں جا کر ۹ ذیقعدہ ۱۰۲۴ھ کو مر گیا اس کا بڑا بیٹا مرتضیٰ نظام شاہ بادشین ہوا۔ یہ شاہ پیش عشرت میں مبتلا رہا۔ معاملات سلطنت خونزہ خاتون ماں کے ہاتھ میں آئیں تھوڑے دنوں میں خلقت کو اس سے نفرت ہو گئی تو کشور خاں پیشوا نے علی عادل شاہ کو مخفی خط لکھے احمد نگر پر حملہ کرنے کے لیے بلایا اس کے ساتھ ایک بردست فریق تھا۔ مرتضےٰ کو اس سازش کی اطلاع ہوئی تو وہ خواب غفلت سے بیدار ہوا اور مجلس مشورہ کو جمع کیا جس پر یہ صلاح ٹھہرائی کہ نظام شاہ کو خاندانی قدیمی دوست ابراہیم قطب شاہ کے اس سے استمداد کی جائے مگر پہلے اس سے کہ گول کنڈہ سے کمک آئے علی عادل شاہ سرحد پر آن پہنچا مرتضیٰ نظام شاہ و احمد نگر چھوڑنے پر مجبور ہوا دو برار گیا اور تفال خاں کو یار بنایا جو اس وقت برار میں حکومت کرتا تھا اور اس نے سلطنت کو غصب کیا تھا اور عماد شاہی خاندانی وارث کو قید میں رکھتا تھا۔ برار کی سپاہ کی کمک لیکر مرتضےٰ نظام شاہ نے کولاس کی طرف کوچ کیا علی عادل شاہ کے لشکر نے بھی حرکت کی قندہار اور کولاس کے درمیان دونوں شاہوں کی ملاقات ہوئی اور آپس میں صلح ہو گئی اب یہ امر قرار پایا کہ احمد نگر اور برار اور گولکنڈہ کی سپاہ متفق ہو کر بیجاپور پر حملہ کریں علی عادل شاہ اپنی دارالسلطنت میں سپاہ کثیر مامور کر کے خود دارالخلافہ سے کوچ کر کے بیجاپور کو چلا گیا سپاہ متفقہ نے بیجاپور کا محاصرہ کیا اور گرد نواح کے ملک کو لوٹا مارا۔ ابراہیم قطب شاہ کو یہ منظور نہیں تھا کہ علی عادل شاہ کوئی اپنے ملک کا بڑا حصہ مرتضیٰ نظام شاہ کو

دیوے اس نے اور شاہوں کو یہ صلاح بتلائی کہ محاصرہ اٹھا کر وہ اپنے اپنے دارالسلطنت کو جائیں (درختہ سے تاریخ نظام شاہی میں جو اس مہم کا حال ہم نے نقل کیا ہے وہ اس بیان سے بالکل مختلف ہے اس واقعہ کے بعد علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ کے درمیان پردہ پوشیری کہ وہ خلعت دوستی میں ملاقات کریں یہاں ملاقات میں یہ امر قرار پایا کہ برابر کی سلطنت کو تو مرتضیٰ نظام شاہ اور بیدار اور تلنگانہ کو علی عادل شاہ فتح کرے اول ان دونوں کی سپاہ نے متفق ہو کر شمال کی جانب سے تفال خاں پر حملہ کرنے کے لیے کوچ کیا وہ ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے گاول گڈہ کو بھاگا ایک مدت کے بعد یہ قلعہ دشمنوں کو حوالہ ہونے کا تھا کہ تفال خاں نے علی عادل شاہ کو دو لاکھ ہون دے اور ہیجاس ہاتھی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ محاصرہ اٹھا لے اس مخفی عہد کے سبب سے علی عادل شاہ نے مرتضےٰ نظام شاہ پاس پیغام بھیجا کہ یہ شرم کی بات ہے کہ دو شاہ اپنی تضییع اوقات ایک قلعہ کی فتح میں کر رہے ہیں اُن کے حق میں یہ زیادہ مفید ہوگا کہ وہ ملک تلنگانہ کو تسخیر کریں اس کہنے سے مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرہ کو چھوڑا اور جنوب کی طرف گیا اور اپنی طرف سے اخلاص خاں کو اور علی عادل شاہ کو جانب یمین الملک کو کولاس کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ مگر راہ میں ایک امر ایسا وقوع میں آیا کہ جس نے مملکت تلنگانہ کو بچا دیا۔ ایک دن بیجاپور کی سپاہ چھ ہزار مرہٹوں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے چند اول پر جا پہ مارا منصور خاں نے جو چند اول کا افسر تھا مقابلہ کیا اور مارا گیا جس سے ان دونوں شاہوں کا رشتہ اتحاد ٹوٹ گیا اور ہم فساد ہو گیا اور ہر ایک اپنی اپنی دارالسلطنت کو پھر گیا

احمد نگر میں مرتضیٰ نظام شاہ آیا اور علی عادل شاہ سے انتقام لینے کے لیے ابراہیم قطب شاہ پاس ایلچی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ بیجاپور کی مخالفت کے لیے ہم آپس میں موافقت کریں شاہ گول کنڈہ نے اس سے پہلے خود بھی مرتضیٰ نظام شاہ پاس پیغام بھیجا تھا۔ ہم کو شادی کی طرف توجہ کریں اور یتیم راج ولد رامراج متوفی کو اپنے ساتھ ملائیں کہ ہم سب مل کر بیجاپور کی تسخیر کے لیے چلیں۔ شاہان گول کنڈہ اور احمد نگر نے کرشنا پر پہنچکر یتیم راج کو بلایا کہ وہ ہمارے ساتھ

شریک ہو جائے لیکن ایک مرلیسا وقوع میں آیا کہ جیسا یہ اتفاق جلدی ہو گیا تھا ویسا ہی جلدی ٹوٹ گیا
مرتضیٰ نظام شاہ جب تخت پر بیٹھا تو بارہ برس کا بھی نہ تھا تمام اختیارات سلطنت اس کی مامخ نزہ
ہمایوں کے ہاتھ میں تھے اُس نے بد اندیشوں کی صلاح سے بیتم راج سے دو لاکھ ہن اس
ملک کے معاوضہ میں طلب کیے جو اس کے ملک میں شاہ بیجاپور کی مداخلت بیجا دور کرنے
کے لیے دوستوں نے کی تھی بیتم راج کو یہ امید تھی کہ دوست اس کو وہ ملک دلا دیں گے جو
علی عادل شاہ نے رامراج سے چھین لیے تھے اب بجائے اس کے اُلٹے دو لاکھ ہن اُس سے
طلب کیے گئے اس کی اطلاع ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی اس نے اپنی بھیجکہ کے قطب شاہ نے فوراً
اپنا معتمد خونزہ ہمایوں پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ مجھے حیرت ہے کہ یہ کیسی درخواست روپیہ کی کی گئی ہے کہ جو
جس کا سان گمان بھی نہ تھا یہ تو مصلحت ملکی کے برخلاف ہے بیتم راج سے بجائے کمک کے بانگ
روپیہ کی طلب کی جائے اور ایسے کام کا دوست ہے جس کی دس ہزار فوج ہمارے سخت دشمن
کے مقابلہ میں کام کر سکتی ہے جس پر ہم حملہ کرنے کو ہیں مگر خونزہ ہمایوں نے اس پیغام پر توجہ
نہیں کیا بلکہ روپیہ کی طلب میں زیادہ سختی کی بیتم راج نے روپیہ دینے سے انکار ہی نہیں کیا
بلکہ وہ ان دونوں کے ساتھ دشمنانہ سلوک کرنے لگا جب ابراہیم قطب شاہ نے اس معاملہ کا
یہ رنگ دیکھا تو اس نے بیتم راج کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنے ملک کو مراجعت کرے۔ میری سپاہ بھی اب
آنی جاتی ہے دوسرے روز ابراہیم قطب شاہ نے خیمے اکھڑوا دئے اور گول کنڈہ کو چلا آیا اور
بیتم راج نپکنڈہ کو چلا گیا جب مرتضیٰ نظام شاہ نے دیکھا کہ اس کے یہ دوست اُسے چھوڑ کر چلے
گئے اور عادل شاہ کے سواروں نے اُس اوکو جس پر وہ جاتا تھا گھیر لیا تو اس نے تلنگانہ کی مملکت
میں گئے کر مراجعت کی اور ضلاع گولکنڈہ اور گن پور کو تباہ کیا ابراہیم قطب شاہ نے صلابت خاں
تین ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ وہ ملک کو نظام شاہ کے ہاتھوں سے بچائیں اور بنی دار اور
حوالداروں کو احکام بھیجے گئے کہ دشمنوں کی راہوں کو حتی المقدور روکیں اور قصبات کے دروازوں کو
بند کریں اور رعیت کے جان و مال کو جہاں تک ہو سکے دشمنوں کی دست درازی سے بچائیں

تا احکام سے دیہات کے حاکم راتوں کو بڑی ہوشیاری کرتے اور چھوٹے چھوٹے گروہ اُن کے پیچھے
نیچے کے چاروں طرف آتشبازی کر کے حیران کرتے نظام شاہ کا لشکر ان جتھا حملوں سے
بہت عاجز ہوا کہ اس نے اپنے گرد حفاظت کے لیے خندق کھودی کہ قطب شاہی سواروں کے ہاتھ
سے بچیں جو اس کے گرد ہمیشہ رہتے ہیں نظام شاہی لشکر نے نا چیزی سے پاؤں نہ اُٹھایا۔ اور
سلابت خاں کی جلد و گھات سے نہ ڈرکے تو اس نے چناول پر حملہ کر کے بالکل اس کو شکست دی مرتضیٰ
نظام نے معتمد خاں کی سرکردگی میں بڑی سپاہ قطب شاہی لشکر سے لڑنے کو بھیجی۔ لڑائی ہوئی جس
میں ایک نظام شاہی افسر مارا گیا اور دوسرا افسر کمال خاں زخمی ہوا اور قطب شاہی لشکر میں
مقرب خاں مارا گیا۔ رات نے آن کر لڑائی کو چھڑایا۔ دوسرے روز صبح کو نظام شاہی لشکر نے
کیا اور برید شاہی ملک میں آ کر دم لیا۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ کتالی کوٹ کی سرائے سے پہلے
رفعت خاں لاری ملک نائب نے راجمندری کے ایک حصہ کو فتح کیا تھا مگر وہ اور لڑائیوں
میں گیا بارہ مہینے بعد پھر دس ہزار سواروں کے ساتھ راجمندری کے فتح کے لیے بھیجا گیا جب وہ
راجمندری میں آیا تو اس نے راجمندری (راجمہندری) پر حملہ کرنے کی تدابیر کیں سیتاپتی کے قبضہ میں
دو حصے بن ماپو اور راج بوندی تھے اس کی عادت تھی کہ رات کو وہ کمک اور آذوقہ راجمندری میں
بھیجا کرتا تھا اس لیے رفعت خاں نے یہ تجویز کی کہ پہلے ان دو قصبوں پر حملہ کرنا چاہیے۔ اوّل
اس نے پٹاپور کی طرف کوچ کیا راہ میں دشمن نے اس سے مقابلہ کیا اور سخت لڑائی ہوئی
ہندوؤں کو شکست ہوئی اور قلعہ پٹاپور میں چلے گئے مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور زینہ لگا کے
قلعہ لے لیا۔ سیتاپتی مع اپنے اہل و عیال کے جنگلوں میں ہو کر قلعہ راج بوندی میں گیا دوسرے
روز مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا مگر قلعہ تک پہنچنے میں بعض یہ موانع پیش آئے کہ راہ نہایت
تنگ تھی اور اس کے دونوں طرف درختان ایسے تھے کہ راہ نہ تھی رفعت خاں نے قلعہ کی فتح کا
ارادہ مصمم کر کے جنگل کاٹنے وار کے جلانے کا حکم دیا۔ ایک دن میں مسلمانوں کا لشکر صرف دو
میل چلتا تھا۔ غرض انہوں نے رستہ بنا لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر قلعہ کے پاس پہنچے تو سیتاپتی راجمندری

رفعت خاں کا راجمندری کے حاکم کو اور وزیر کا گولکنڈہ کے حاکم کو خط لکھنا

کے جنگلوں میں چلا گیا یہاں راجہ دویادری سے مل گیا اور قلعہ راج پوندی چھوڑ گیا جس پر
رفعت خاں نے قبضہ کیا اور یہاں سے راجمندری کی طرف چلا یہاں دیادری اور کس سم کوٹا
دکشم کوٹا کی سپاہیوں نے جس میں تیس ہزار سوار اور اتنے ہی پیادے تھے لشکر اسلام کا مقابلہ
کیا مسلمانوں کے لشکر نے ہندوؤں کو شکست دی اور دویادری اور سیتاپتی دونوں قلعہ راجمندری
میں محفوظ ہوئے چار مہینے بعد قطب شاہی توپ خانوں نے قلعہ کی دیواروں پر اثر کیا اور اس میں
پچاس ہاتھ کے برابر رخنہ ڈالا اس عرصہ میں علم صلح قلعہ پر نمودار ہوا اور حوالہ کرنے کی شرائط کے لیے
انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لشکر میں جو پنڈت محاسب ہو اُس کی معرفت بھیجیں گے۔ پنڈت قلعہ
میں آیا اس کی معرفت یہ شرائط منظور ہوئیں کہ قلعہ خالی کیا جائے اور دویادری اور سیتاپتی جہاں
اُن کا دل چاہے چلے جائیں اور کوئی اُن کو آزار نہ پہنچائے دویادری کس کوٹ اور سیتاپتی بیجوا
کو گیا یہ واقعہ ۱۰۳۲ھ میں واقع ہوا اور اس کی تاریخ معبد کافراں بدست افتاد ہے۔

جب راجمندری فتح ہو گیا تو شاہ نے حکم بھیجا کہ وہ کس کوٹ میں بھی مسلمانوں کی حکومت
قائم کرے اس لیے اس نے اُڑیسہ کی طرف کوچ کیا یہ ملک درختانوں سے بھرا پڑا تھا اس میں
جنگل بڑے دشوار گذار تھے رفعت خاں نے سب طرف ان کے جلانے اور کاٹنے کا حکم دیا
مسلمانوں کے دفع کرنے کو بیس ہزار ہندو جمع ہوئے۔ لڑائی ہوئی جس میں ہندوؤں کو ہزیمت
ہوئی اور بڑا نقصان اُن کا ہوا بیسہ سالار مشکل سے بھاگا دو قلعے گوپال پلی اور ویراگوتم مسلمانوں
کے ہاتھ آئے۔ یہاں سے لشکر اسلام کس کوٹا کو چلا اس ملک کے دو بڑے راجہ سردار راج اور
اور اس کا بھائی ایسے بلند رتبے تھے جب انہوں نے لشکر اسلام کے آنے کی اور قلعوں کے مفتوح
ہو جانے کی خبر سُنی تو انہوں نے اپنے ایلچیوں کو صلح کے لیے بھیجا صلح ہو گئی اور یہ امر قرار پایا کہ چھوٹا
بھائی سردار راج گنگنہ دیو رہے اور بڑا بھائی بھے بلندر اپنے ملک میں راج کرے اور شاہ کا باجگذار
رہے یہاں سے لشکر اسلام گوپال اور پریعنی اودیا کے ملک میں گیا وہ اپنے ملک کو چھوڑ کر جنگل چلا
گیا اور یہ ملک آسانی سے مسلمانوں کے ہاتھ آگیا اور سپاہ کا قبضہ اس پر ہو گیا۔ دویادری کے

ملک میں رفعت خاں گیا جس میں پرتاپ راج سلطنت کرتا تھا وہ مسلمانوں کے قریب آنے سے دیوپور اں
کو بھاگ گیا یہ ایک پہاڑی قلعہ دویادری کے قبضہ میں تھا وہ ساحل سمندر کے قریب تھا اور اس
کے گرد درختان ایسے تھے کہ وہاں گذرنا مشکل تھا یہاں میں بیس ہزار ہندوؤں نے
مقابلہ کیا ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ کو بھاگے جس کا محاصرہ چار مہینے تک رہا آخر کو
ناچار ہو کر ول پرتاپ راج نے باجگذار ہونا قبول کیا اس طرح دویادری کا ملک شاہ گولکنڈہ کے
قبضہ میں آگیا۔ یہاں سے رفعت خاں ہندبار کو گیا۔

یہ ملک دو بھائیوں نرسنگ اور سورسنگ کے قبضہ میں تھا۔ اور ایک ایک رو میں ان
پاس ایک قلعہ بھی تھا۔ اس ہزار پیادے تھے انہوں نے قلعہ کے گرد خندق کھودی اور پہاڑی
کی برابر اونچا حصار بنایا اور دشمنوں کے مقابلہ کے لیے توپوں کو لگایا رفعت خاں نے جب
تک انتظار کیا کہ درمیں اس کی توپیں آئیں پھر اس نے حصار کو ڈھایا اور حملہ کر کے قلعہ کو
لے لیا اور دونوں بھائیوں کو قید کر لیا اور اس کے ملک کو شاہ گولکنڈہ کا مطیع کیا۔

اب رفعت خاں نے آخر دو سالوں میں بہت سے قلعے اور نہلاع راجمندری اور کس سم کوٹ
کے فتح کر لیے اب اس کا ارادہ ہوا کہ بیجانگر دیو پر حملہ کیجیے وہ اس ملک میں سب
راجاؤں سے زیادہ زبردست تھا اُس نے اس کی بسم اللہ کوہستانی قلعہ پٹ نور سے
کی اس کو فتح کر لیا اور راجہ کے بھائی کو قید کیا یہاں سے وہ کنڈ ویدو پلی پر آگے بڑھا جس کا
اس راجہ کو بڑا آسرا و سہارا تھا اس کو بھی مسلمانوں نے شجاعت سے فتح کر لیا مگر ان
قلعوں کی فتح میں اتنا عرصہ لگ گیا کہ بیجانگر دیو کو اپنی سپاہ کے جمع کرنے کی فرصت
مل گئی اور اس پاس پانچ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے اور پانچ سو ہاتھی جمع ہو گئے
رفعت خاں اس سپاہ سے ڈرا نہیں اس سے لڑا اور دشمنوں کو شکست فاش دی راجہ اپنی
سلطنت کو بھاگ گیا اور جاتے ہی رفعت خاں پاس اپنے بڑے بیٹے کو ایلچی بنا کے بھیجا۔
جس نے شرائط صلح یہ پیش کیں کہ راجہ سالانہ بیس ہزار بہن اور چالیس ہزار ہاتھی بھیجا کریگا

ان شرائط کو رفعت خاں نے بڑی خوشی سے اس سبب سے قبول کرلیا کہ اس کی سپاہ ناخوش
اور ناراض ہو رہی تھی اور راجمندری تک تمام اضلاع ساحل بحر پر فتح بھی ہو گئے تھے۔
علی عادل شاہ نے جب احمد نگر کا محاصرہ کیا اور مرتضےٰ نظام شاہ اس سے مقابلہ نہ کر سکا تو اس نے و
ابراہیم قطب شاہ کی طرف رجوع کی وہ اول بیدر گیا اور علی برید شاہ کو اپنے ساتھ شریک کر کے
مرتضیٰ نظام شاہ سے ناگپوری میں ملا جہاں ان سب نے اس قرآن شریف پر قسمیں کھائیں
جو حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور یہ امر قرار دیا کہ اول سب ملکر بیجاپور پر حملہ کرنے میں ذرا
توقف نکریں مگر بیدر مرتضیٰ نے نظام شاہ کو بلا صلح پر راضی کر لیا اور فریقین کو صلح ہو گئی۔
ابراہیم قطب شاہ گولکنڈہ میں آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ میں مرتضیٰ نظام شاہ سے اس بد
معاملی کا انتقام لوں جو اس نے ہم مذکور میں کی۔ برار کی سلطنت ہمیشہ اس کی مدد کیا
کرتی تھی سو اس نے تقال خاں نائب سلطنت پاس اپنا ایلچی بھیجا مرتضیٰ نظام شاہ
سے لڑنے کے لیے اس کو بلایا وہ مرتضیٰ نظام شاہ کا دوست اس سبب سے نہیں ہو سکتا تھا
کہ اس کے ملک پر حملہ اور گاول کا محاصرہ کیا تھا تقال خاں خوش تھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ
سے انتقام لینے کا خوب موقع ہاتھ آیا اس نے فوراً ابراہیم قطب شاہ کی دعوت کو قبول
کیا اور اپنے بیٹے شمشیر الملک کو تین ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم قطب شاہ سے ملنے کے
لیے بھیجا ابراہیم قطب شاہ نے اپنی سپاہ کو جمع کیا بیدر کی طرف شکارگاہ کا بہانہ کر کے چلا
اور برار کی ملکی سپاہ سے اور علی برید شاہ سے شہر بیدر اور کولاس کے درمیان ملا۔ یہاں علی
عادل شاہ کو بھی بلایا کہ وہ اُن کے ساتھ متفق ہو۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے سستی کو چھوڑا اور اپنی
سپاہ کو جمع کیا اور عزم مصمم کیا کہ علی عادل شاہ کو خواہ بزور یا بحکمت ابراہیم قطب شاہ سے نہ ملنے دے
وہ اپنی کل سپاہ کو ساتھ لیکر بیجاپور کی طرف چلا اور اس نے وزیر چنگیز خاں کو
بہت تحائف کے ساتھ عادل شاہ کے لشکرگاہ میں بھیجا کہ وہ سعی کر کے اس کو شاہان
متفقہ سے نہ ملنے دے اور اس کے ارکان سلطنت کو رشوتیں چٹائے کہ وہ

بادشاہ کو جب تک ملنے کو روکے رکھیں کہ نظام شاہی پاس آئیں۔ چنگیز خاں نلدرگ میں
ں عا شاہ سے ملا اور وہ اپنی تدابیر اور حکمت اس طرح کام میں لایا کہ عادل شاہ نے
شاہان متفقہ سے ملنے کا خیال دل سے بالکل اُڑا دیا اور مرتضےٰ شاہ سے دوستانہ ملنے
کا ارادہ کیا۔ علی عادل شاہ کے اس طرح ارادہ بدلنے سے ابراہیم قطب شاہ کو حیرت ہوئی
اور اُس نے برار کی فوج کو انعام دیکر رخصت کیا اور علی برید شاہ کو قلعہ بیدر جانے
کی اجازت دی۔ گول کنڈہ میں آن کر اس نے اپنا سراپردہ کھڑا کیا اور نائک داری
سپاہ کو اپنے علم کے نیچے آنے کا حکم دیا ان تیاریوں کی ضرورت اس سبب سے تھی کہ علی عادل
شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے متفق ہو کر بیدر اور تلنگانہ کے ملکوں کی تسخیر کا ارادہ مستحکم کیا
مرتضیٰ نظام شاہ نے بیدر کے شہر کا محاصرہ کیا تو ابراہیم قطب شاہ نے گول کنڈہ کی
حفاظت کی تیاریاں کیں اور فصیل پر خیمہ لگا کے خوب ناچ گانے کی مجلسیں کرنے لگا اور
چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے بسرکردگی صلابت خاں بھیجے کہ وہ دشمن کے گرد پھریں
اور جس لشکر نے بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اس پر شب خون ماریں اور نیموا پیادے سب
طرف کامیاب ہوئے اور رات کے وقت دشمنوں کی تین چار نائکیں اور کان کاٹ کے
لاتے اور ہر نائک کے لیے ایک بن اور ہر کان کے واسطے ایک پرتاب انعام پاتے اور
دن کو موقع کے وقت محاصرین پر حملہ کرتے جو آذوقہ کی کمی سے مصیبت زدہ ہو رہے تھے
اور راتوں کو جو اُن پر پیادے اور سوار شب خون مارتے تھے تو وہ سونے نہ پاتے تھے
اس سبب سے دن کو بڑی تکلیف اُٹھاتے تھے اب اُن کا ارادہ محاصرہ چھوڑنے کا ہوا مگر اس
کے ساتھ اُن کو یہ خوف بھی لگا ہوا تھا کہ اگر ہم یہاں سے چلیں گے تو ابراہیم قطب شاہ ہم پر
حملہ کریگا علی عادل شاہ نے کمال خاں کو پندرہ ہزار سوار دیکر اور مرتضیٰ نظام شاہ نے مرزا
یادگار کو اتنے ہی سوار دیکر بھیجا کہ وہ کولاس کے ہمسایہ میں ٹھیریں اور مرتضیٰ نظام شاہ
تقال خاں کو اس قصور کی سزا دینے چلا کہ اُس نے پہلے سال میں ابراہیم قطب شاہ کی امداد

کی تھی اور علی عادل شاہ نے جنوب میں بنکاپور اور ہندوؤں کے ملک پر جو وجیانگر سے متعلق تھے غارت کرنے کے لیے کوچ کیا۔

بیجاپوریوں نے جب مراجعت کی ہے تو علی عادل شاہ نے اپنے اہل و عیال کو جو ابھی تک بھونت اور بھونگیر میں تھے ناندیڑ بھیج دیا کہ وہ ان کے ہمراہ ترپتی بیجاپور پہنچ جائیں۔ دیونائک میں اپنے سرداروں کو چھوڑ دیا تھا کہ وہ ان کے ہمراہ ترپتی بیجاپور پہنچ جائیں۔ دیونائک میں اپنے سرداروں کو چھوڑ دیا تھا کہ وہ ان کے ہمراہ ترپتی بیجاپور پہنچ جائیں۔ اس لشکری سپاہ نے قطب شاہ کے ملک کو غارت کیا۔ صلابت خاں سپہ سالار گولکنڈہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست فاش دی اور دو ہاتھی فتح لشکر اور فتح جنگ و ماہی مراتب چھین لیے۔ جسونت راؤ بڑی مشکل سے عادل شاہی عورتوں کو بیجاپور لے گیا۔ یہ اور پریشان ہوا کہ تیس ہزار سوار کولاس کے حوالی میں اس لیے متعین ہوئے تھے کہ ان دو شاہوں کی دو فوجوں کی مراجعت کو روکیں جن میں سے ایک برار اور دوسری بنکاپور گئی۔ اس نے تلنگانہ کی سرحد پر ملکوں کو لوٹا۔ ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ محمد انجو کو، ۱۰ ہزار سواروں کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور مرزا حسین بیگ ترکمان چار ہزار ترکمانوں کو ساتھ لیکر گولکنڈہ کی سپاہ کے ساتھ گیا اور کولاس اور دیگ نور کے درمیان فوجوں کا مقابلہ سید حیدر حاکم دیگ نور نے کیا مگر تین ہزار سوار لیکر ایسا بیقاعدہ لڑا کہ آسانی سے اس کو شکست ہوئی اور اس کا تعاقب حملہ دیگ نور کے اندر تک ہوا جس کے سبب سے یہ قلعہ آسانی سے ہاتھ آگیا دوسرے روز شاہ انجو نے دیگ نور اور قندہار کے درمیان خیمے دشمن کے ہمسایہ میں ڈالے اول اس پر حملہ مرہٹے سواروں نے کیا جن کا افسر جسونت راؤ دوسرا اس راؤ اور کولی راؤ تھا جو ہراول میں چھ ہزار مادیان سواروں (شتر قاتی ملکوں میں گھوڑوں کے اخته کرنے کا دستور کبھی جاری نہیں ہوا اس لیے ان کے سواروں کے سامنے میں ہر ایک سوار یاس کیا گھوڑا ہوتا یا مرہٹے گھوڑیوں کو اس سبب سے پسند کرتے تھے کہ وہ جلد تر بیت پذیر اور تیز ہوتی ہیں دم و ہنہناتی کم ہیں جس کے سبب سے شب خون مارنے میں دشمنوں کو اطلاع نہیں ہوتی) پر تھے ان کے تئیں کو مرزا حسین اور ترکمانوں نے دفع کر دیا اور بہت سے کولیوں کی جان گئی (کولی ایک قوم صحرانورد گجرات میں بستی ہے وہ جیلوں اور

کے نشانہ ہوتے ہیں مگر کولی بکلانہ اور کونکان میں زمیندار بھی ہوتے ہیں) مسلمانوں کی تاریخ میں یہ لوگ کولی سوار لکھے ہیں ان سے مراد مرہٹہ سوار ہوتی ہے) پس اول ان کی لڑائی کا خاتمہ تو اس طرح ہوا۔ دوسرے روز ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں کسی کو کچھ غلبہ نہ حاصل ہوا۔ تیسرے دن کی لڑائی میں لشکر گنده کو غلبہ ہوا جس میں اور کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کو ایک بڑی صف جنگ ہوئی جن میں گولکنڈہ کے لشکر کو فتح عظیم ہوئی اس نے دشمنوں کے خیمے اور پرتال سب لیے اور گولکنڈہ کو چلی آئی۔

یہ اور پریشان ہوا ہے کہ شہر بیدر کا محاصرہ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ تفال خاں سے لڑنے گیا اور علی عادل شاہ ملک جہانگیر کو شری رنگ راے سے چھیننے کے لیے گیا تھا۔ یہ رایہ بیجاپور کے شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اسلیے اس نے ابراہیم قطب شاہ سے اپنے اور اس کے مشترک دشمن سے لڑنے کے لیے کمک مانگی۔ شاہان دکن میں یہ معمول قرار پا گیا تھا کہ بیجانگر کے ملک پر جب تک حملہ نہ کیا جائے کہ آپس میں صلاح و مشورہ ہو کر اس پر اتفاق نکیا جائے۔ ابراہیم قطب شاہ نے فوراً راجہ سری رنگ کی امداد کو منظور کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑنے کا اور اسکو آگے نہ بڑھنے دینے کا وعدہ کیا اس نے اپنے سپہ سالار شاہ محمد انجو کو ملکی سپاہ کے ساتھ بھیجا کہ وہ عادل شاہی سرحد پر تاخت و تاراج کرے خود اس نے سری رنگ راے سے ملنے کی تیاری کی۔ وہ بیجانگر کی سرحد پر شاہ محمد انجو سے ملا جس نے اس کی ہدایتوں سے واقف دشمن کے ملک کو لوٹا مارا تھا کچھ تھوڑے دنوں بعد وہ سری رنگ راے سے ملا اور ان کے ملنے کے سبب سے علی عادل شاہ نے بیجانگر کا محاصرہ ترک کر کے بیجاپور جانے کا ارادہ کیا اس سبب سے شاہ ہفتہ کا کیمپ ٹوٹ گیا اور ہر ایک اپنی دارالسلطنت کو گیا

نہایت مستند طور سے یہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ سلطان قلی قطب شاہ کے عہد سے راجہ وشنکنڈری کستوری رنگراج۔ نرسنگ راؤ سالانہ خراج دولاکھ ہن خزانہ گولکنڈہ میں داخل کرتے تھے قلعہ کنڈیر کے فتح ہونے پر یہ عہد و پیمان ہوا تھا کہ چند سالوں میں جو شاہ اور شاہان دکن کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف ہا تو ان راجاؤں نے خراج نہ دیا اور اس پر طرہ یہ کہ کرشنا سے پار اتر کر قلعہ کنڈ اپلی پر حملہ کیا

اور اس صلح کو برقرار کیا۔ ابراہیم قطب شاہ مدت تک اپنی شمالی سرحد کی حفاظت میں مصروف رہا
اس کی سپاہ کو فرصت نہ ملی کہ ان راجاؤں کی تادیب و گوشمالی کرتی۔ اب ابراہیم قطب شاہ نے
اپنی سپاہ کو آرام دیکر عماد الدین محمود شیرازی حیدر الملک کو سپاہ کثیر کے ساتھ بھیجا کہ وہ قلعہ کنڈیر
کو فتح کرے اس نے کرشنا سے اتر کر اول قلعہ ناگنہ کو فتح کیا اور پھر مستحکم قلعہ گولکنڈا کی طرف بڑھا
کنتوجی نیگما اور مودنا پینا نے بیس ہزار پیادوں سے حفاظت کی۔ مگر جب مسلمان قریب آئے
تو ایک گولی نہ چلائی اور بھاگ گئے شاہی سپاہ نے اس پر قبضہ کیا پھر حیدر الملک نے قلعہ کم کو
بغیر تسخیر کر لیا اب مسلمان قلعہ کنڈیر کی طرف متوجہ ہوئے یہاں حیدر الملک کو خبر ہوئی کہ
کنتوجی نیگما اور مودنا پینا کنتور نیگما نے تیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جمع کیا ہے اور اس پر حملہ کرنے کو
ہیں۔ اس لیے اس نے کنڈیر کے محاصرہ میں التوا کیا اور اس سے لڑنے گیا مسلمانوں پر
درختوں سے نکلکر ہندوؤں نے حملہ کیا مگر سولے اپنی جان دینے کے کچھ نہ کر سکے مسلمانوں کو فتح
کامل حاصل ہوئی اور دشمنوں کا تعاقب انہوں نے قلعہ گورم تک کیا جس نے اپنے تئیں خود حوالہ
کیا پھر سپہ سالار نے بیلم کنڈا کو جا گھیرے لیا اور آس پاس کے تمام چھوٹے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔
حیدر الملک کنڈیر کی طرف چلا جو اس صوبے کا دار السلطنت تھا اس قلعہ کا محاصرہ میں بہت
وقت ضائع ہوا اور حیدر الملک نے گولکنڈہ سے کمک طلب کی۔ شاہ نے سید شاہ تقی اور شاہ قلی
کو مغل و ایرانی سپاہیوں کی فوج دیکر بھیجا کہ وہ کرشنا کے جنوب میں ہماری فوجوں کی سپہ سالاری
حیدر الملک سے لے۔ شاہ میر نے کنڈیر کے لیے زینے لگا کے بہت سی تدبیریں کیں مگر کوئی بھی
نہیں چلی اس نے تو بیں منگا کے لگائیں۔ غرض صفر ۹۵۷ھ کو یہ قلعہ بہت نقصان اٹھا کے
فتح کیا اور کبوری تمراج و امادا امراج وجیانگر کو قید کیا۔ بیس تمام صلع کنڈیر تسخیر ہو گیا اور ان کے
مملکت قلعہ ہاتھ آ گئے اور دقن بنادر ساحل بحری پر قبضہ ہوا۔ کل ملک ساحل بحر سے بیجانگر
تک امیر شاہ میر کے ہاتھ آ گیا۔ کبوری تمراج کو ہمراہ لیکر گولکنڈہ کو مراجعت کی۔
ان فتوحات پر مرتضی نظام شاہ نے قلعہ بیدر کی فتح کا اور بریدشاہ کے ملک کی تسخیر کا

مصمم عزم کیا مگر وہ جانتا تھا کہ ابراہیم قطب شاہ کی امداد کے بغیر یہ کام نہیں چلے گا اس لیے
اس نے میر ابوالقاسم کو ایلچی بنا کے شاہ پاس بھیجا اس نے شاہ کو ترغیب دی کہ امیر شاہ میر کو
دس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ احمد نگر کی اعانت کو بھیجے علی بریدشاہ نے بیجاپور سے امداد
کی درخواست کی علی عادل شاہ نے اس کی درخواست اس شرط پر قبول کی کہ وہ ایک غمخوار
سفیر کو جس پر وہ فریفتہ تھا بھیجے اس نے خواجہ سرا کو بھیجدیا جس نے علی عادل شاہ کو مسموم
۹۵۷ھ کو مار ڈالا۔ اب علی عادل شاہ کی جگہ کم عمر ابراہیم عادل شاہ جانشین ہوا مرتضی نظام
شاہ نے اس کو بچہ سمجھ کر اس کے ملک پر حملہ کے لیے ہزاد الملک کو متعین کیا اس کی لڑائی دارسون
میں جوتی روگ اور شولاپور کے درمیان بیجاپور کے لشکر سے ہوئی اور ہزاد الملک کو شکست
ہوئی اس کا تعاقب بیدر کے حوالی تک ہوا۔ سید مرتضی سپہ سالار نظام شاہ جو برار سے اس
محاصرہ میں تائید کے لیے آیا تھا اس سپاہ مفرور ملکی مرتضی نظام شاہ نے ہزاد الملک کو بلا کر
کل سپاہ کا سپہ سالار سید مرتضی کو کر دیا اور یہ سپہ سالار امیر شاہ میر اور قطب شاہ ملکی سپاہ سے ملکر
تلدروگ کی طرف گیا جہاں اب تک ابراہیم عادل شاہ کی سپاہ خیمہ زن تھی ایک اور لڑائی
ہوئی جس کے بعد سپاہ بیجاپور نے قلعہ میں پناہ لی۔ اب تلدروگ میں بیجاپور کی سپاہ کا بڑا حصہ
محصور ہو گیا۔ یہ مصلحت ٹھیری کہ شرایان مستقر بیجاپور پر حملہ کریں تلدروگ کی سپاہ نے جب ان
کا یہ ارادہ سنا تو انہوں نے آدھی رات کے غروب ہونے پہ تلدروگ سے سفر کیا اور اپنی دار السلطنت
میں دشمن سے پہلے جا پہنچے جب سپاہ پہنچی تو اخلاص خاں اور دلاور خاں نے بڑی بہادری
اور دلاوری سے نظام شاہی سپاہ کو شکست دی مگر گولکنڈہ کے سواروں نے دشمنوں پر حملہ کر کے
لڑائی کا پلڑا پلٹ دیا اور عادل شاہی سپاہ مجبور ہو کر شہر کی چار دیواری میں داخل ہوئے اور اپنے
دو ہاتھی آتشبارہ اور کوہ پارہ دشمنوں کے ہاتھ چھوڑ گئے دوسرے روز قلعہ سے نکلکر جنگیوں
کی سپاہ نے دشمنوں پر حملہ کیا مگر وہ ناکام واپس گئے اس کے بعد یہ خبر آئی کہ امیر ترین جو سپاہ
قطب شاہی کے ساتھ اضلاع ناگا وی۔ کل ور۔ کانی کی فتح کے لیے گیا تھا وہ بیجاپور میں

سپاہ متفقہ سے ملنے چلا آتا ہے۔ ابراہیم عادل شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ اگر ممکن ہو تو اس کو اس سپاہ متفقہ سے ملنے نہ دے اس نے مرزا نورالدین نیشاپوری کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ رات کو روانہ کیا کہ امیر زین کو وہ راہ میں روکے۔

اضلاع ناکنی۔ کل اور۔ ناکاوین۔ اصل میں سلطان علی قطب شاہ نے ہندوؤں سے فتح کر کے لیے تھے۔ لیکن سبحان قلی کی تھوڑے دنوں کی سلطنت میں یہ اضلاع گولکنڈہ کے افسروں سے علی عادل شاہ نے لے لیے تھے۔ اگرچہ ابراہیم قطب شاہ ان پر اپنے حق کا دعویٰ ہر وقت کر سکتا تھا مگر اس سبب سے کہ وہ لڑائیوں میں مصروف رہتا تھا اور مصلحت ملکی کا مقتضا نہ تھا کہ یہ ملک عادل شاہ سے اس حال میں کہ وہ دوست تھا طلب کرتا یا خاص ان اضلاع کے لیے اس سے لڑتا۔ لیے ان کی طلب کبھی نہیں کی گئی بلکہ اب اُس کو موقع ایسا ملا کہ اُن کو دوبارہ اپنے ہاتھ میں لائے اور کوئی اس کا مقابلہ نکرے اس مطلب کے لیے امیر زین کو بڑی سپاہ کے ساتھ مامور کیا اس سپہ آرا کا مقابلہ اولاً دلت خاں اور میاں بوندو نے کیا جن کو شکست ہوئی اور وہ مجبور ہو کر معزول ہوئے۔ تصبات کاکنی۔ ناکاوی اور کرنول زین خاں کے قبضہ میں آئے یہاں وہ اپنے آدمی متعین کر کے قلعہ کرنول پر گیا وہ بھی مقابلہ بغیر ہاتھ آگیا انہیں دنوں میں امیر زین کو خبر لگی کہ ڈیڑھ سو ہاتھی ابراہیم عادل شاہ کے جو ساگر (ساغر) میں تھے بیجاپور کو جاتے ہیں اس لیے اُن کے پکڑنے کے لیے کوچ کیا مگر ہاتھی اُلٹے ساگر چلے آئے اور ہاتھ نہ آئے اس کے ہاتھ نہ آیا۔ ساگر کے حاکم سید الشرف نے تین ہزار مرہٹوں کے سواروں کے ساتھ لے کر قطب شاہی سپاہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی اور بہت نقصان اُٹھایا اور خود قید ہو گیا امیر زین نے ساگر کے دروازوں کو آگ لگا دی اور قلعہ مار گی کی فتح کو چلا اور اُس کو جلد فتح کر لیا یہاں سے ایتگیر کو گیا اور یہاں عادل شاہی سپاہ کو ایک اور شکست دی جو ملک پہلی سلطنت گولکنڈہ کی قلمرو میں تھا اس کو حاصل کیا امیر زین کو ہدایت ہوئی کہ ایک لاکھ بہین (۴۰۰۰۰۰) روپے اور دس ہزار کنڈی غلہ کی باشندوں سے وصول کر کے بیجاپور کو چلا جائے اب

اب دشمنوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ کسی طرح بیجاپور میں سپاہ متفقہ سے ملنے نہ پائے۔ نکلنڈہ کے قلعہ سے پچاس ہزار پیادوں نے نکلکر اس پر حملہ کیا مگر اُن کو شکست ہوئی اور دو ہزار آدمی اُن کے مارے گئے۔ امیر زین نے اپنا سفر جاری رکھا۔ پچیس ہزار پیادوں نے اُس کی راہ روکی اور اس کے سواروں کے دانہ چارہ بند کرنے کے لیے تدابیر کیں غرض ہر طرح کی تدبیر اُس کے روکنے کے لیے کی گئیں اسی کام کے لیے مرزا نورالدین نیشاپوری پانچ ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے بھیجا گیا۔ جب محاصرین کو اس کی خبر ہوئی تو اس کے پیچھے اس کی فوج کی برابر فوج اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی جس نے دوسرے روز جا کر اس کو شکست دی امیر زین بافراغت اپنے روپے اور غلے سمیت سپاہ متفقہ سے آن ملا۔ دشمن سر پیٹتا رہ گیا اس وقت شہر بیجاپور میں ارکان سلطنت میں فساد ہوا۔ دو امیر کبیر کشور خاں اور عین الملک حبشیوں کے ظلم سے مجبور ہو کر سپاہ متفقہ پاس آگئے۔

دوسرے روز حبشیوں نے ایک اپنا معتمد سید مرتضیٰ سپہ سالار نظام شاہی پاس بھیجا اور یہ عرض کیا کہ شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر (جو سید مرتضیٰ کا بڑا دوست تھا) کو بیجاپور کا وزیر اس شرط پر ہم مقرر کرتے ہیں کہ نظام شاہی سپاہ شاہ میر سپہ سالار قطب شاہی کی فوج پر حملہ کرے طرفین سے اس امر کے اخفا میں ذرا کوشش نہیں کی گئی یہاں تک کہ امیر شاہ میر نے خود اس بات کو سُن لیا۔ سید مرتضیٰ نے دیکھا کہ بھانڈا پھوٹ گیا راز افشا ہو گیا تو وہ نور آخود امیر شاہ میر پاس گیا اور اس نے صاف کہدیا کہ بیجاپور کے حبشیوں نے یہ عہد و پیمان پیش کیے ہیں مگر ہم باہم اتحاد رکھیں گے اس پر قول و قسم اُن کے درمیان ہوئے۔

جب حبشیوں کی یہ تدبیر نہ چلیں تو انہوں نے محاصرہ اُٹھوانے کی ایک اور تدبیر چلی کہ دس ہزار مرہٹے سوار مقرر کیے کہ وہ محاصرین کا آذوقہ بند کریں اور رسد کو کسی طرف سے اُن پاس پہنچنے نہ دیں یہ روش لڑنے کی ایسی ہے کہ جس میں خواہی نخواہی دشمن مجبور ہو جاتا ہے اب محاصرین کو محاصرہ رکھنا محال ہو گیا۔ غرض انہوں نے محاصرہ اُٹھایا اور اضلاع مرج

رائے باغ، بہادر، ستارا، بھوکری کو لوٹا یہاں سے گلبرگہ کی طرف چلے اور نلدرگ کے قلعہ کے محاصرہ کا ارادہ کیا کہ ان دنوں میں خبر آئی کہ ابراہیم قطب شاہ نے انتقال کیا اور محمد قلی قطب شاہ اس کا جانشین ہوا۔

جب ابراہیم قطب شاہ نے جنوبی حدود ہندوستان کے ملک لیکر اس کا انتظام کیا اور اس نے اپنے سپہ سالار امیر شاہ میر کو ہمسایہ کے مسلمان شاہوں سے لڑنے بھیجا تو اس کے تمام امور سلطنت کا انتظام ایک برہمن مرہاری راؤ کے ہاتھ میں تھا وہ دس ہزار پیادوں کا سپہ سالار تھا اور اس کے ماتحت بہت سے مسلمان افسر تھے اور اس کو نوبت بجوانے کی اجازت تھی شاہ کے آخر ایام سلطنت میں اودنی کے قریب ایک مشہور بت خانہ پر اس نے حملہ کیا اور اس کے سونے چاندی کے لعل جڑے ہوؤں کو لوٹ لیا اور باشندوں سے چار لاکھ ہن (۴۰۰۰۰۰) روپے وصول کیے ان بتوں کو دیکھکر بادشاہ بیمار ہوا پھر تندرست ہوا اور ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ کو سلطنت کے اکتیسویں برس میں اور اکیاون برس کی عمر میں دنیا سے انتقال کیا۔

مصنف کا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ ان بتوں میں ایسا سحر و طلسم تھا کہ مرہاری راؤ نے شاہ کو اس لیے دکھائے تھے کہ شاہ ان کو دیکھکر مرجاے اس داستان کا یقین بت و مسلمان دونوں کو تھا ہندوؤں کو تو اس سبب سے کہ دیوتاؤں نے بتوں کے توڑنے کا انتقام لیا اور مسلمانوں کو اس سبب سے کہ بتوں میں شیطانی قوت ہے جس نے برہمنوں کے حال پر (جو مسلمانوں کو مارنا چاہتے ہیں التفات کیا)

ابراہیم قطب شاہ کے تیس بچے تھے۔ جن میں چھ لڑکے اور تیرہ لڑکیاں بالغ تھیں اول سب سے بڑا بیٹا عبدالقادر تھا۔ جس کا لقب شاہ صاحب تھا وہ قلعہ دیوا کنڈا میں محبوس تھا۔ قید خانہ ہی میں اکیس برس کی عمر میں مرگیا۔ دوسرا بیٹا مرزا حسین قلی تھا وہ کم عمر کے تال میں نہاتا تھا کہ ۹۸۳ھ میں ڈوب کر مرگیا۔ ۲۰ برس کی عمر تھی۔ تیسرا بیٹا محمد قلی تھا جو اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ چوتھا بیٹا مرزا ابوالفتح تھا

اس کی عمر تیرہ برس کی باپ کی وفات کے وقت تھی وہ ۲۰ برس کی عمر میں ۱۰۱۹ھ میں مرگیا۔

پانچواں بیٹا مرزا محمد نذیر نگا بھائی محمد قلی کا تھا۔ وہ شجاعت میں مشہور تھا ۱۰۱۱ھ میں اس نے اپنے بڑے بھائی کے معزول کرنے کے لیے سازش کی تھی جس کے سبب گولکنڈہ میں مقید ہوا اور قید میں مرگیا۔ چھٹا بیٹا مرزا محمد امین تھا وہ سب میں چھوٹا بچہ تھا اپنی اہل طبعی سے ۱۰۱۸ھ میں عمر کے پچیسویں سال میں مرگیا۔ تاریخ میں بالکل اس کا ذکر نہیں ہے کہ کہیں وہ خود سپاہ کا افسر بنکر گیا ہو اور وہاں اس نے شکست پائی ہو وہ اپنے لشکر گاہ میں علماء کی صحبت میں بیٹھتا تھا اور ان سے ہمیشہ شرعی احکام پوچھتا رہتا تھا اس کی عدالت اور انتظام ملکی کی یہ کیفیت تھی کہ ایک بڑھیا سونے کا تھال سر پر رکھکر گولکنڈہ سے بنگال تک اور بیجاپور تک اور احمد نگر تک چلی جائے کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ تیرے سر میں کیا ہے امرا اس وقت نہایت تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ خیال کریں کہ تلنگانہ بالکل بیباک سفاک چوروں اور راہزنوں سے بھرا پڑا تھا اس کی فتوحات اعظم یہ تھیں۔ کس سم کونڈا راجمندری کا کنڈبیر کا فتح ہونا۔ اس نے جو عمارات خیر کے لیے نمائش کے لیے رہنے کے واسطے۔ عام نفع کے لیے بنا ہیں۔ ان میں مشہور یہ ہیں گولکنڈہ کے پہاڑ کے گرد حصار ابراہیم باغ۔ لنگر خانہ بارہ امام۔ ابراہیم پٹن میں۔ نانک جس کو حسین ساگر کہتے ہیں کا لاجپوترہ گولکنڈہ میں۔ سوا اس کے مساجد و مدارس اس کے حکم سے بنائے گئے۔

ابراہیم قطب شاہ کی سلطنت میں تلنگانہ کا حال مصر کا سا ہوگیا تھا۔ اس میں ترکستان عرب ایران کے سوداگر آتے تھے۔ یہاں سے ایسی دولت وہ کما کے لیجاتے تھے کہ بار بار وہ آتے تھے تاریخ فرشتہ میں اس کے خصائل یہ بیان کیے ہیں کہ بادشاہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ ضابط و ہوشیار و سخی و جواد و مدبر تھا۔ لیکن قہر و غضب ایسا اس پر مستولی تھا کہ ذرا سے جرم پر بندگان خدا کی جان لیتا اور حکم دیتا کہ مظلوموں کے ہاتھوں کے ناخنوں کو تازیانوں سے جدا کر کے ایک ظرف میں بھر کے میرے آگے لاؤ کہ

ہے دیکھکر میرے دل کو تسلی ہو۔ کہ نہایت تکلف کا کھانا علم تاریخ اور پہلے بادشاہوں کی حکایتیں
کی نقلوں سے بہت رفت رکھتا تھا۔ ننگ کی ولایت چوروں اور حرامیوں کا جنگل ہے اُس نے
اس کی حرامت ایسی کی کہ سوداگر اور مال دار رعیت کا دیوالہ اور رفتہ کے رات دن بے کھٹکے آنے جانے لگے

سلطان محمد قلی قطب شاہ

ابراہیم کے بعد اس کا بیٹا محمد قلی جانشین ہوا اور اس نے اپنے خاندان کا لقب قطب شاہ
اپنے نام میں بڑھایا۔ اوّل کام اُس کا یہ تھا کہ وہ اپنی اس فوج کی کمک کے لیے بڑی سپاہ ساتھ
لیکر جاتا تھا جو نلگ روگ کا محاصرہ کر رہی تھی وہاں قلعہ کے اس جانب کے قریب وہ گیا
جس کی خندق خشک تھی مگر عاکم قلعہ نے کئی حملے ایسے محاصرین پر کیے کہ نہ اُن کی توپوں
کو لگنے دیا نہ اُن کو قریب آنے دیا۔ دو مہینے کے عرصہ میں بہت ہی کم محاصرہ نے آگے
قدم رکھا آخر کو تھک کی دیوار میں نقب ڈال کر حملہ کر کے لینا چاہا۔ مگر اہل قلعہ نے پتھر اور بارود
کے مقابلے پہنچنے کہ قلعہ کے اندر حملہ آور نہ جا سکے۔ اتنے میں خبر آئی کہ بیس ہزار سوار
مرہٹوں کا لشکر لشکر گاہ کے گرد آگیا ہے اس لیے محاصرین نے بالفعل محاصرہ چھوڑا۔ ابراہیم
عادل شاہ نے شرائط صلح پیش کیں۔ شاہ گولکنڈہ نے منظور کیں۔ اور محاصرہ چھوڑ دیا اور
مرتضیٰ خاں سپہ سالار نظام شاہی کو اس نے رخصت کیا خود گول کنڈہ میں آیا۔

اس سلطنت میں علی خاں لودانی آدمی تھا مگر اُس نے میدان جنگ میں اپنی شجاعت
ایسی دکھائی کہ وہ امیر ہو گیا اور کرشنا کے جنوب میں کنڈیر کے ہمسایہ میں سپاہ کا سپہ سالار مقرر
ہوا اس ضلع کے عاکم رائے راؤ نے اس کو ایسی اقطاع نہیں دیں کہ جس کی آمدنی سے سپاہ
کا خرچ حسب ضرورت چلتا اس لیے علی خاں مستقل ہو گیا اور وہ اپنے متعلقین و تابعین
کے ساتھ وجیانگر کے راجہ سے جا ملا اور کنڈیر کی تخت و تاراج کے لیے ایک سپاہ لیگیا
علی خاں کی مدد بھکر ٹھاکر اور لے بیجانگر نے کی اور تیس ہزار پیادوں اور سواروں
اور پچاس ہاتھیوں کو ساتھ لے کر ضلع کنڈیر کی طرف وہ چلا۔ اوّل قلعہ کم مم کا محاصرہ

کیا۔ فوج شاہی ماتحت رائے راؤ کے لڑی جس نے اس کو شکست فاش دی اور اُس کے
دس ہزار پیادے مقتول و زخمی ہوئے اور چار ہاتھی اور بڑا نقارہ چھین گیا علی خاں اور رائے
بھکر ٹھاکر بیجانگر گئے علی خاں ایک مقام سے دوسرے مقام میں سپاہ جمع کرتا ہوا جب تک
بڑا پھرا کہ رحیم داد خاں اور طاہر محمد خاں پٹھان کو بہت سپاہ کے ساتھ کرشنا کے جنوب میں
شاہ نے بھیجا۔ لشکر شاہی علی خاں کی طرف چلا تو وہ قلعہ ارونگا میں گیا اور یہاں سے
پہاڑوں میں چلا گیا فوج شاہی نے آنکر قلعہ ارونگلے لیا اور قلعہ میں ایک آدمی کو زندہ
نہ چھوڑا اور پھر علی خاں کا تعاقب کیا جس کے ایک ہزار آدمی قتل اور زخمی اور اسیر کیے وہ
وہ بھاگ گیا۔ اگرچہ اس کی فوج نے بھی کمین گاہ سے نکلکر شاہی آدمی مارے اس زمانہ میں
سنتراؤل کا حولدار افضل خاں ایک ہزار سواروں کے ساتھ لشکر شاہی سے آن ملا یعنی اس
نے نظام شاہی پٹم میں جا کر سارے دولتمند تاجروں کو لوٹ لیا اور کنڈیر کی طرف کوچ کیا
اور کشور خاں پر جو ہوڈی سپاہ کے ساتھ یہاں پڑا تھا حملہ کیا اور شاہی سپاہ کا سارا مال
اسباب چھین لیا اور بہت آدمی مار ڈالے رحیم خاں نے علی خاں کے پیچھے پڑکر اُسے
رڈالا اور دار السلطنت میں وہ آیا اور عالم خاں کا خطاب پایا۔

ابراہیم عادل شاہ کا نکاح ملکہ زماں بیٹی حسین شاہ گول کنڈہ سے ہو گیا جس سے
ان دونوں میں رابطہ اتحاد مستحکم ہوا۔

۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں شاہ نے اپنی دار السلطنت کو گول کنڈہ سے اس وجہ سے سرکایا کہ وہ
تنگ جگہ تھی اور پانی کمیاب تھا اور بیماری ہمیشہ اُس میں رہتی تھی یہاں سے پانچ
کوس پر دریا موسیٰ کے کنارہ پر ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام اپنی معشوقہ بھاگ متی
کے نام پر بھاگ نگر رکھا مگر اس کے مرنے کے بعد اس کا نام حیدر آباد رکھا (اب بھی
لوگ حیدر آباد کو بھاگ نگر کہتے ہیں) قطب عالم کا مصنف کہتا ہے کہ نئے شہر حیدر آباد
کے گرد فصیل نہ تھی اور اس کے نہ ہونے کے سبب سے شہر دو دفعہ لٹا اور لٹیروں کا مقابلہ

کرنول اور نندیال کی فتح

بگڑ نہ ہو کہ مرتضیٰ خاں جب اس کا صوبہ دار مقرر ہوا تو اس نے دس میل کی فصیل اس کے گرد کھچوائی مگر وہ پوری نہ ہونے پائی تھی کہ اس کی اجل آئی اور آصف جاہ اس کے قائم مقام نے اسے پورا کیا۔ یہ شہر بہت جلد آباد ہو گیا امرا نے محل اور باغ بنا لیے اور بڑا اہتمام کیا گیا کہ ملک میں پانی سب موسموں سے پہنچ سکے جس کے سبب سے آبپاشی میں ایسی آسانی ہوئی کہ مالگذاری میں چار لاکھ ہن (۴۰۰۰۰۰) روپے کا اضافہ ہو گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی اور شہر کے اندر چار مینار بنائے حمام اور دار الشفا بنیں اور مدرسے بنائے اور ان میں طلبہ اور معلم مقرر کیے جن کو خزانہ شاہی سے تنخواہیں ملتی تھیں۔ بہت دنوں تک لڑائی ہوئی اس عرصہ میں بادشاہ نے انتظام ملکی اور فلاح عام اور آسائش عام کے لیے قواعد اور ضوابط مقرر کیے اور تو کو اس نے جنوب میں اپنی سلطنت بڑھانے کا ارادہ کیا اور اول قلعہ موسل مور پر حملہ کیا اور بندوقوں اور توپوں کے سبب سے اس کو آسانی سے فتح کر لیا اور پھر نندیل اور کل گور کی طرف سپاہ گئی۔ یہ دونوں قلعے بسونت راج اور نرسنگ راؤ کے پاس تھے پہلا رام راج کا داماد اور دوسرا بھتیجا تھا مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا انہوں نے چند روز میں باجگذار ہونا قبول کیا ان کی دیکھا دیکھی اور بہت سے زمیندار خراج گذار ہو گئے جن میں نجل مورہ جہوری۔ چوول۔ نندوت کوٹ۔ ڈول جن مور گنڈی کوٹ کے زمیندار تھے۔

اکثر وجیانگر کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں نے مسلمانوں کے جوئے کے نیچے کندھا رکھ دیا۔ اب شاہ نے چاہا کہ سب ہی راجہ جو اس کے ہمسایہ میں ہیں مطیع ہو جائیں اس لیے اس نے وزیر امیر الملک کو بڑی سپاہ کے ساتھ قلعہ گنڈی کوٹا کی فتح کے لیے بھیجا۔ یہ مقام نرسنگہ راج پاس تھا اور وہاں ایک بڑا مندر تھا جس کی جاترا کو ایک لاکھ ہندو سالانہ آتے تھے اور بڑا روپیہ پیٹ میں چڑھاتے تھے۔ تھوڑے محاصرہ کے بعد نرسنگ راج نے باجگذار ہونا قبول کیا۔

وجیانگر میں جب ٹیکٹ پٹی راجہ ہوا تو اس نے اپنا دار السلطنت یہ قلعہ پنکنڈہ میں

بو قطب شاہ کی سرحد پر تھا بدل لیا اس کے باپ اور قطب شاہ کے درمیان جو عہد نامہ ہوا تھا اسے توڑ کر بعض حصے بھی گولکنڈہ کی مملکت پر کیے تھے اُن کے روکنے کے واسطے شاہ نے اپنی سپاہ گنڈی کوٹ کی فتح کے بعد پنکنڈہ کی فتح کے لیے بھیجی جس نے جا کر اس کا محاصرہ کرنا شروع کیا مگر تھوڑے دنوں بعد راجہ نے اپنے وزیر گوپ راج نما اور سپہ سالار پاویا جی کو ایلچی بنا کے بھیجا انہوں نے جملہ شرائط صلح مرتب کر کے مانگی۔ ہندوؤں نے جب دیکھا کہ قلعہ کے پاس سے مسلمان ہٹ گئے ہیں تو انہوں نے تین دن میں اپنا آذوقہ قلعہ میں بہت جمع کیا۔ چوتھے روز قلعہ میں جگدیو راؤ مع گول ننگ سنی اور منسوپ راج اور پاپیا سا سوار کے قلعہ میں داخل ہوا اس کے ساتھ تیس ہزار پیدل اور سوار علاوہ چار ہزار بندوقچی انداز کے تھے۔ جب شاہ نے یہ دیکھا تو اس نے محاصرہ شروع کیا مگر اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ برسات آگئی۔ خوف تھا کہ کرشنا کے چڑھ جانے سے گولکنڈہ اور لشکر کے درمیان آمد و رفت منقطع ہو جائے گی اس لیے اس نے محاصرہ چھوڑنا مصلحت جانا اس نے سنجر خاں کو گنڈی کوٹ میں اور اسے راؤ کو موسل مور میں اور بھگت راؤ کو نندیل میں مامور کیا اور مرتضیٰ خاں کی سرکردگی میں بڑی سپاہ کرشنا کے جنوب میں چھوڑی اور خود گولکنڈہ میں آیا۔

جب مسلمانوں کی سپاہ کو ضرورت ہوئی کہ وہ گنڈی کوٹ اور پنکنڈہ کو جائیں تو ضلع کندھیر بالکل غیر محفوظ ہو گیا تھا وینکٹ پٹی کو یہ موقع خوب ہاتھ آیا کہ اس نے کولانند راجہ اودگری و درگ کی ملک کو سپاہ دی اور اس کو حکم دیا کہ دشمن کی چند اول پر دفعتہً حملہ کرے اور کندھیر اور کرشنا تک ملک کو ویران کو لانند اس سپاہ سے ملا وے اپنے داماد ویس اوٗ کو بھیجا کہ اس منصوبہ کے موافق کام کرے

ضلع کندھیر کے حاکم افضل خاں نے یہ دیکھکر کہ اس کا ضلع ویران ہو گیا ہے اور سپاہ کے نہونے سے ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تمام جاگیر داروں کو لکھا کہ وہ اپنے عہدہ سوار جمع کریں اور اونگول کی راہ سے اودگری و درگ کی ملک کو تاخت و تاراج کریں

یہ ایک تدبیر تھی کہ جس سے ہندوؤں کو اپنے ملک کی طرف جانے کی ترغیب ہوتی مگر انہوں نے
فضل خاں کو آنکھ گھیر لیا اس پاس سپاہ تھوڑی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ بالکل تباہ ہوا
کہ اثر در خاں پانچ سو سوار لیکر مدد کو آیا جس سے پاسا پلٹ گیا اور دوریس رائے کو شکست
ہوئی اور تین ہزار آدمی اس کے مقتول و زخمی و اسیر ہوئے اور خیمہ و خرگاہ و بنگاہ غارت
ہوا دریاؤں کی طغیانی اور شاہ کی غیر حاضری سے دنبکٹ راؤ کو اتنی فرصت ملی کہ اس نے
اپنی سپاہ جمع کر لی جس میں ایک لاکھ آدمی تھے اور اُن کے سپہ آرا بلیتم راج اور گوبند نگ
سنی اور منوپ راج تھے جنہوں نے گندی کوٹ کو سنجر خاں کے ہاتھ سے نکالنے کے لیے
کوچ کیا۔ یہاں قلعہ سے نکلکر مسلمانوں کی سپاہ نے ہندوؤں کی سپاہ پر حملے کیے مگر وہ جمع
رکھنے میں جمع رہے اُنہوں نے سنا کہ مرتضیٰ خاں مسلمانوں کی بڑی سپاہ کے ساتھ کدپا
(کدپہ) شہر میں داخل ہو گیا ہے اس ملک میں یہ شہر بڑا مشہور تھا اور اس میں ایک بڑا
بتخانہ تھا۔ مسلمانوں نے اس کی عمارت کو جس قدر ڈھا سکتے تھے ڈھایا۔ بتوں کو توڑا
شہر کو لوٹا دنبکٹ پتی کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے بلیتم راج اور منوپ راج کو
دس ہزار سواروں کے ساتھ مرتضیٰ خاں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا سخت لڑائی ہوئی
ہندوؤں کو شکست ہوئی اور فرار میں انہوں نے اپنی جان کی سلامتی جانی۔

محمد قلی خاں قطب شاہ نے ان لڑائیوں کا حال سنتے ہی رستم خاں کو پانچ ہزار
سواروں کے ساتھ مرتضیٰ خاں کی کمک کو بھیجا اور اس کو کل سپاہ کا سپہ سالار بنایا
مرتضیٰ خاں تین مہینے تک ہندوؤں کا مقابلہ کرتا رہا مگر اس عرصہ میں اُن کی سپاہ اتنی
بڑھ گئی کہ مسلمانوں کا لڑنا ان سے میدان جنگ میں ناممکن تھا اس لیے وہ تاخت
تاراج کرتے اور رسد کو لوٹتے یا بند کرتے رستم خاں کی سپاہ مرتضےٰ خاں کے لشکر
سے ملگئی مرتضےٰ خاں کو دل سے یقین تھا کہ ہم میدان جنگ میں ہندوؤں سے لڑ نہیں
سکتے اس لیے اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ آدھی سپاہ لے کر بنکنڈہ کو چلا جائے اور

رستم خاں سپہ سالار تھا اس لیے مرتضیٰ خاں کے کہنے کو ذرا نہ سُنا۔ ہندوؤں سے لڑنے
گیا اور ایک ریلے پار بار کر خالی چکنی مٹی کے اوپر خیمہ زن ہوا جہاں مینہ برستا تھا
ہندوؤں کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کمک آگئی ہے اس زمانہ میں ہندوؤں نے ایک
سنج بیل کے سینگوں پر سنگھوٹیاں جھلاجڑ ہائیں اور اس کو مختلف رنگوں سے رنگا اور
اس کی ٹانگوں اور گردن میں گھنٹے لٹکائے اور اس کو مسلمانوں کی طرف بھگایا رستم خاں
کے سامنے جب یہ بیل آیا تو ڈر کر وہ پیچھے بھاگا اور سارے لشکر میں ہل چل ڈالدی۔ جب
ہندوؤں نے مسلمانوں کے لشکر کا حال یہ دیکھا تو اُن کے ہندو تیوں نے جا گھیرا۔ اور
مارنا شروع کیا۔ لشکر چکنی کالی مٹی میں پھنسا پڑا تھا وہ حرکت نہ کر سکا۔ کوئی مسلمان زندہ
نہ رہتا مگر مرتضیٰ خاں جلد کچھ سپاہ لیکر حمایت کو جا پہنچا جس کے سبب سے مسلمان کچھ بچ گئے
مگر مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ رستم خاں بڑی ڈینگیں مارا کرتا تھا وہ ڈینگیا مشہور تھا۔
جب گولکنڈہ میں آیا تو بڑا ذلیل کیا گیا عورتوں کا لباس اس کو پہنایا گیا اور قید خانہ میں
ڈالا گیا مرتضیٰ خاں کو حسن خدمات کی جلد میں انعام اکرام خطاب ملا۔ یہ ساری آفت اس
سبب آئی کہ مسلمان ہندوؤں کی رسم پولا سے واقف نہ تھے۔ اب شاہ نے مصمم ارادہ کیا کہ
ہندوؤں کے ساتھ لڑنے میں نہ روپیہ کے خرچ کرنے میں نہ سپاہ کے جمع کرنے میں کوئی
کسر رکھی اس نے اعتبار خاں یزدی حولدار کندیر (جو مرتضیٰ نگر کہلاتا ہے) کو حکم دیا کہ وہ
اپنی ساری سپاہ جمع کرے اور بن کنڈہ کی طرف جائے اور جتنے قصبے و بلات راہ میں آئیں
اُن کو خاک میں ملائے ہندوؤں کو جب مسلمانوں کے لشکر کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ ڈر کر
جنگلوں میں اپنے پیادوں کے ساتھ بھاگ گئے۔ انت گیران اضلاع میں بڑا مشہور
کوہستانی قلعہ تھا اس کا راجہ نرسانند راجہ تھا اس نے اس موقع پر پچاس ہزار پیادے
اور تین ہزار سوار لیکر کوچ اس ارادہ سے کیا کہ وہ مسلمانوں پر شب خون مار مار کر
حیران کیا کرے دس ہزار منتخب سپاہ کو مسلمانوں کے لشکر گاہ گھیرنے کے لیے

ہیجا کہ بارش کا طوفان آیا جس کے سبب سے اس کی تدبیر نہ چل سکی مسلمانوں نے ہندوؤں پر حملہ کیا اگرچہ اُن کے بہت آدمی مارے گئے مگر آخر کو اُنہوں نے ہندوؤں کو شکست دی اور ہندوؤں کے سارے کنبوں کو قید کر لیا اور خیمہ و خرگاہ لے لیا۔

اعتبار خاں اب کولسٹری میں گیا جہاں ہندوؤں کو توڑا اور بتخانوں میں نمازیں پڑھوائیں۔ مسلمانوں کی سپاہ کرشنا کے جنوب میں کئی برس تک کام کرتی رہی۔ مسلمانوں کی قوت کا سکہ ایسا بٹھا کہ ہندوؤں کا حوصلہ اُن پر حملہ کرنے کا نہیں رہا جب امیر الملک محمد قلی قطب شاہ کا میر جملہ ہوا تو اُس نے مختلف جاگیرداروں سے خراج کا روپیہ طلب کیا۔ اتنی مدت سے جاگیرداروں سے روپیہ نہیں لیا گیا تھا کہ یہ طلب اُن کو بدعت معلوم ہوتی تھی اس لیے انہوں نے بغاوت اختیار کی۔ عالم خاں پٹھان خانخاناں اور سمجھا بھی مرہٹہ اور بالا راؤ نے شاہی تھانوں کا مقابلہ کیا اور انہوں نے صرف روپیہ ہی دینے سے انکار نہیں کیا بلکہ راجہ وجیانگر سے گفتگو کی کہ وہ شاہی فوج سے لڑنے کو تیار ہیں اور اس کو اپنی بغاوت کا یقین دلانے کے لیے گلکنڈہ کے ہمسایہ کے ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔

اعتبار خاں نے شاہ کو ان امیروں کی بد اندیشی اور بدخواہی کی اطلاع دی اُن کی تنبیہ کے لیے امین الملک دس ہزار سوار لیکر حیدرآباد سے چلا اور کندہیر میں آیا۔ کولانند سے ملا جو وہاں کا بڑا سردار تھا اور اس کو وہ جانتا تھا کہ اس ملک کی بغاوت اُسی کا سرغنہ وہی ہے اس نے اس کو پھانسی دی جس سے تمام سرکشوں کے کان کھڑے ہوئے باوجودیکہ انہوں نے سات ہزار سوار دس ہزار پیادے جمع کر لیے تھے اور قلعہ ارونگا کو مستحکم کر لیا تھا مگر اس پھانسی نے اُن کو مشوش کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ شاہ کی سپاہ سے لڑتے راے وجیانگر پاس چلے گئے امین الملک نے اُنکا تعاقب کیا مگر اُن کی جاگیروں پر قبضہ کرنے پر اکتفا کی اور دو سو نائک داریوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ یوں سرکشی کا سر کاٹا

اس زمانہ میں ایک شخص نے اپنے تئیں شاہ صاحب بنا کر سلطنت میں بڑی ہل چل ڈالی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم قطب شاہ کے بڑے بھائی کا نام عبدالکریم تھا اُس نے لباس فقیری میں آنکر شاہ صاحب کا لقب پایا اور نعمت اللہ ولی کی خاندان میں شیخ خلیل اللہ تھے ان کے مقدس خاندان میں بیدر میں اپنا نکاح کیا تھا اور قلعہ دیورکنڈا میں باپ نے اسکو قید کیا تھا وہاں رہتا تھا۔ وہ اکیسویں سال میں مرگیا اور شاہی مقبرہ میں دفن ہوا اور اس کی بیوی اپنے میکہ میں بیدر چلی گئی اب ایک شخص نے جو شاہزادہ کا عمر بھر رفیق تھا اُس نے شہر بیدر میں لوگوں کو یقین دلایا کہ میں شاہزادہ شاہ صاحب ہوں۔ اُس کی بیوی کے رشتہ داروں نے یقین کیا کہ حقیقت میں یہ شاہ صاحب ہے۔ محمد قلی قطب شاہ نے اس حال کو سنکر اُن آدمیوں سے تحقیق کیا جو اُس کے بھائی کے مرنے اور دفن کرتے وقت موجود تھے سب نے شہادت دی کہ بیس برس اسکو قبر میں دفن ہوئے ہوئے محمد قلی نے علی بریدشاہ بیدر کو خط لکھا کہ اس مکار کو پکڑ کر میرے پاس بھیجدے وہ پکڑا گیا اور قید کیا گیا۔ مگر مقدس مشائخ برادروں نے اُسے چھڑا لیا اور اس کو وجیانگر بھیجدیا وہاں وہ ان آدمیوں سے ملا جو شاہ سے بگڑے ہوئے بیٹھے تھے ان میں ایک خاوندخاں تھا جس کی شجاعت کی دکن میں دھاک تھی۔ دوسرا خیر علی خاں پسر دلاور خاں بیجاپوری تھا اس مکار نے چار ہزار سپاہی جمع کر کے مشتہر کیا کہ میں گولکنڈہ کے تاج کا اصل وارث ہوں اور کرشنا کے کنارے پر خیمے ڈیرے ڈالے۔ تلنگانہ کے نائک داری رئیسوں کے بلانے کے لیے خطوط روانہ کیے اور اُن ارکان دولت سے ڈھب لگایا جو ایسی باتوں کے منتظر بیٹھے تھے اُس نے

اعتبار خاں کو حکم بھیجا کہ کندہیر سے چلکر اس مکار کی تنبیہ کرے اور گلکنڈہ سے بھی سپاہ بھیجی پہلے اس سے کہ شاہ کی سپاہ پہنچے اس مکار کی سپاہ نے ملک غارت کرنا شروع کیا۔ اعتبار خاں نے دو ہزار سوار لے جاکر اس مکار کے چھ ہزار سواروں کو شکست دی اور خاوندخاں حبشی کی شجاعت نے بھی کچھ کام نہیں کیا۔ یہ مکار کب

ابراہیم عادل شاہ ثانی پاس چلا گیا اور پھر شاہی کا دعویٰ نہیں کیا اور گمنام ہی مر گیا انہیں
دنوں راجہ کسم کوٹ کا راجہ بھی بلند مر گیا۔ جو ہر سال خراج بلا ناغہ ادا کرتا تھا اور اس کا
بیٹا مکند راج بارہ برس کا لڑکا اُس کا وارث تھا محمد قلی قطب شاہ نے اس کو بلا کر
مسند نشینی کا خلعت عنایت کیا اور رخصت کیا اُس نے اپنی دارالحکومت میں جاتے
ہی اپنے رشتہ داروں دیاوروں کے خواہ سے اپنے بھائی دیوراج کو مار ڈالا اور
کچھ دنوں بعد اس ملک کے حاکم شاہی برلاس خاں کے گرفتار کرنے میں سعی کی
اس لیے شاہ کو اس کے معاملات میں مداخلت کرنی پڑی خاص کر اس وجہ سے
کہ وہ اپنی سپاہ کی بہادری پر اور اپنے ملک کے پہاڑوں اور جنگلوں کے محافظ ہونے پر
مغرور تھا اور خراج سالانہ شاہ پاس نہیں بھیجا شاہ نے اس کی گوشمالی اور تنبیہ کے واسطے
اپنے سپہ سالار امیر زین العابدین رسوم دار کو حکم دیا کہ وہ سپاہ کو لے جائے۔ جب وہ
کس سم کوٹا کے قریب آیا تو سپہ سالار نے مکند راج کو لکھا کہ چڑھا ہوا خراج بھیجدے
اور آئندہ وقت پر خراج ادا کرتا رہے مگر اس نوجوان احمق نے جواب خاطر خواہ نہ دیا
مسلمانوں کی سپاہ تھوڑی تھی اس لیے زبردستی راجہ پر نہیں ہو سکتی تھی اس لیے میر
زین العابدین نے کمک کی درخواست کی شاہ نے فوراً امیر جملہ امین الملک کو سپاہ
دیکر بھیجا اور کل سپاہ کی سپہ سالاری لے لینے کا حکم دیا۔ امیر جملہ کے ساتھ شنکر راج
بھی بلند رائے توفی کا بھتیجا تھا۔ مکند راج نے اپنی مدد کے لیے ہمسایہ کے سب راجاؤں کو
بلایا اور وینکٹ پتی راجہ وجیانگر کو بھی ترغیب دی کہ اس وقت سے زیادہ کوئی اور
وقت فائدہ کا نہیں ہاتھ آئے گا وینکٹ پتی نے کنڈیر کو سپاہ بھیجے اور میں تیس ہزار پیادوں
اور تیس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ کی سپاہ سے راجمندری کے حوالی میں لڑتا ہوا
ایک بڑی خونریز لڑائی ہوئی جس میں شنکر راج مارا گیا اور مسلمانوں کو شکست فاحش
ہونے کو تھی کہ امیر الملک نے آنکر لڑائی کو سنبھال لیا اور فتح کامل حاصل کر لی گو بڑی

بہادر نامور سپاہی مارے گئے اور مکند راج کسم کوٹ کو بھاگ گیا اور یہاں اُس نے برلاس
خاں اور مصنفر بیگ کو مار ڈالا اور بہت سے مسلمان سرداروں کو اپنے سامنے اندھا کیا
تھوڑے دنوں میں مسلمان کس سم کوٹا میں بھی آگئے تو مکند راج مدورا اور چکاچیل کو بھاگا
امین الملک نے اس کا تعاقب کیا اور راہ میں قصبات اور دیہات کو خاک میں ملاتا
گیا۔ شاہی سپاہ کے سامنے مکند راج ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا اس لیے وہ وینکٹا پور کو
بھاگ گیا اور مدتوں تک جنگلوں اور پہاڑوں میں ایک گاؤں سے دوسرے روز بھاگتا
پھرا مسلمانوں نے اس کو ایک دم چین لینے نہ دیا آخر کو وہ راجمندر راج کی پناہ میں گیا جو
بڑا قوی مشہور راجہ اس ملک میں تھا راجمندر نے حملہ آوروں کی مدافعت کے لیے مادہو سنگھ
کو خطوط لکھے جس کا ملک بنگال کی سرحد پر ختم ہوتا تھا وہ اکبر بادشاہ دہلی کے راجپوتوں
کی بڑی سپاہ کا سردار تھا مادہو سنگھ نے راجمندر کی درخواست پر اُس کی مدد کے لیے کوچ
کیا امین الملک مفروروں کے تعاقب میں اس راجہ کی قلمرو میں آگیا۔ اُس نے قصبوں
سے بانچھ لی اور دیہات کو لوٹا اور ملک کو ویران کیا۔ مادہو سنگھ نے سوچا کہ لڑائی میں
کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا وہ بنگال کو چلا گیا اور راجمندر کو شاہ گولکنڈہ کے باجگذار ہونے کے
لیے چھوڑ گیا مکند راج اپنے ملک میں مزاحمت نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ بنگال میں
پناہ گیر ہوا امین الملک نے اپنے کام دنخواہ کے عالم خاں نے اسے راؤ اور دو بیڈی وار
افسر سرحد کی حفاظت کے لیے مامور کیے اور کس سم کوٹا میں اپنی سپاہ متعین کی اور خود
حکومت شروع کی۔ اب مکند راج کا بیان ختم ہوا اب وینکٹا پتی راجہ وجیانگر کے حالات
لکھتے ہیں اس کو ایسا وقت پھر نہیں ہاتھ آسکتا تھا اس لیے کہ سارے مسلمانوں کی سپاہیں
شاہزادہ مراد سے احمد نگر کی سلطنت بچانے میں مصروف تھیں۔ وینکٹ پتی نے دولا کہ سوار
و پیادے اور ایک ہاتھی لیکر کنڈیر کی طرف کوچ کیا۔ شاہ گولکنڈہ کو پہلے سے اس کے ارادوں کی
اطلاع ہو گئی تھی اس نے اپنی سپاہ بسرکردگی عادل خاں بنگی (بنگلش کا رہنے والا) دو سو

ہاتھیوں اور بہت سی توپوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجے جب ابدونیک پٹی نے مسلمانوں کی سپاہ کی تیاریاں دیکھیں تو اس نے اپنے ایلچی شاہ پاس بھیجکر عرض کیا کہ میں کنجیر میں فقط کرتال دیکھنے آیا تھا اس تال کا محیط سولہ میل ہے اور بہتے سے ندی نالے اس میں بہتے ہیں اور ایک دریا اس میں بہتا ہے جسکو گونتا کم کہتے ہیں۔ ۱۰۰ میل بہہ کر سمندر میں مونا پلی کے قریب ملتا ہے۔ شاہ نے عادل خاں بنگی کو حکم دیا کہ راجہ کے ملک پر حملہ آوری سے باز رہے اور سپاہ کے ساتھ کنجیر میں رہے اور انتظار کرے کہ کیا ظہور میں آتا ہے

جب مکند راج سے لڑنے کے لیے راجمندری اور ایلور سے ساری سپاہ چلی آئی تو ریڈی وار اور ریڈی وار اور مینواری اور نایک اور پیادہ سپاہ کے نام مختص المقام ہیں) کو فرصت ملی کہ انہوں نے گردنواح کے ملک نیمڑدول اور ایل لور اور پہاڑ چلی کو لوٹنا شروع کیا۔ بیچارے باشندے بھاگ کر جنگلی درختوں میں چلے گئے۔

شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے عادل خاں کو روی وار کی تنبیہ کے لیے بھیجا اس نے ان سب کو ہر مقام میں شکست دیکر مار کر بھگایا اور وہ بھاگ کر سب کے سب اس مقام میں جمع ہوئے جہاں ٹھیر سکتے تھے سارا ملک پہاڑوں جنگلی درختوں سے بھرا پڑا تھا اس لیے انکا تعاقب نہیں ہو سکتا تھا۔ جب دریاؤں میں سے ایک دریا سے شاہی فوج نے عبور کرنے میں کوشش کی تو بیس ہزار پیادے اس کے روکنے کو کھڑے ہو گئے تو اس نے توقف کیا اور ایلچی سے اپنی توپیں اور بان منگائے وہ حکم شاہی بعد ان پاس آئے میرزین العابدین اور کریم خاں مع تمام بندوق اندازوں اور بان اندازوں کے ہمسایہ عادل خاں بنگی کی مدد کو گئے انہوں نے دیکھا کہ جب تک دریا سے عبور نہو کچھ نہیں ہو سکتا اس لیے چند دستے فوج کے بھیجے کہ وہ کہیں دریا کا پایاب مقام تلاش کریں پایا بھی اور ہم راؤ نے لشکر گاہ سے دس میل پر پایاب مقام پایا وہاں سے اتر کر ریڈی وار کو کناروں اور جنگلوں میں بھگایا اور ان کا تعاقب کیا اور ایک رہ کے دہانہ پر پہنچے جسکو مخالفوں نے

پتھروں سے بند کر کے ان کے پیچھے توپیں اور بندوقیں لگا دی تھیں سپاہ نے اس رہ کو بڑی بہادری سے فتح کیا آخر کوری اری نے شاہ سے پناہ مانگی۔ شاہ نے اپنی سپاہ طلب کر لی عادل خاں بنگی نے گول کنڈہ کو مراجعت کی میرزین العابدین نے اپنے علاقہ کس ہم کوٹا کو معاودت کی جہاں اس کی غیر حاضری کے سبب کچھ فساد ہوا تھا۔

جب مکند راج نے شاہ سے مخالفت کی تو بیچے بلند کو جو بیجا نگر راج اور بھائی ہری چند حیدرآباد میں تھے اور امین الملک کی ہمراہ مکند راج سے لڑنے گئے تھے نگر راج تو راجمندری کی لڑائی میں مارا گیا۔ راوت راؤ ایک چھوٹا سا راجہ تھا اور بہادری میں مشہور تھا وہ اپنی کچھ سپاہ سواروں اور پیادوں کی لیکر امین الملک کے ساتھ لڑائیوں میں اور ان کے مشوروں میں شریک ہوا مگر وہ امین الملک کے بعض احکام سے آزردہ خاطر ہو گیا اور بادشاہ کا لشکر چھوڑ کر اجازت کے بغیر چلا گیا اور بعد ازاں ہر چند کو شاہ کے لشکر چھوڑنے کے لیے اغوا کیا اور کہا کہ تو میرے ساتھ مل جا اور کس ہم کوٹا کی آبائی سلطنت حاصل کر۔ اول راوت راؤ نے اپنی بغاوت کا اظہار یوں کیا کہ دس ہزار پیادوں کی سپاہ جمع کر کے لشکر شاہی پر چڑھ آیا جس نے اس کو درختوں میں بھگا دیا جو اس ملک میں بڑی پناہ گاہ ہیں مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور اس کی آنکھ میں تیر لگا جس سے وہ مر گیا اس کی بغاوت دب گئی ہر چند بھاگ کر بیجانگر دیو پاس گیا جو ایک بڑا بلند اور راجہ تھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کی دستگیری کرے اسی وقت اس نے مکند راج کو لکھا جس کا لقب بچے بلند ہو گیا تھا کہ اپنے تابعین کو جمع کر کے وہ قلعہ جو جو ہر حملہ کرے جو ملک تابع کے قبضہ میں تھا مکند راج نے ہمسایہ کے تمام مینواری اور نایک اری جمع کیے اور پھر جو جو قلعہ میں صرو کیا اور مسلمانوں نے بہادری سے مقابلہ کیا اور جنگلیر خاں مدد کو آیا جس نے دشمنوں کو چاروں طرف بھگا دیا اسوقت بیجانگر دیو اور ہر چند نے میرزین العابدین پر حملہ کرنے کے لیے جمع کیا ان کے پاس سپاہ پانچ ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل تھے ان کو بھی شکست ہوئی اور بہت نقصان اٹھایا بیجانگر دیو قلعہ دیا گوتم کو بھاگا اور مسلمانوں نے نواحی ہم پر تصرف دیرے

ڈالے۔ اس اثنا میں مکند راج جلوری نے قلعہ محمد قلی قطب شاہ آباد کا محاصرہ کیا مگر اوپر کی شکست کا حال سنکر اپنے دار الحکومت جلور کو بھاگ گیا یہ قلعہ پہاڑوں اور جنگلوں کے درمیان تھا جنگیز خاں نے دو مہینے تک اس کا تعاقب کیا جب اس نے دیکھا کہ اب بڑی بنی تو اس نے بیجناتھ دیو کو اپنے حال سے اطلاع دی۔ بیجناتھ دیو نے اپنے بھتیجے نولا پانرس ونڈی کو دو ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ بھیجکر دو گی ہرچندر کے اس کی مدد کو بھیجا مسلمانوں کے لشکر میں پانچ ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے وہ ہندوؤں کے اس لشکر سے لڑنے گئے ہندوؤں کے لشکر کا مقام ایک وادی کے مرکز میں تھا جس کے چاروں طرف دشوار گذار پہاڑ تھے شاہی سپاہ بلندیوں پر چڑھ کر نیچے اتر کر دشمنوں کے چاروں طرف آئی اور ہندوؤں کو شکست دی انہوں نے بھاگنے سے اپنی جان بچائی۔ ہرچندر کا تعاقب ہوا اور ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں وہ اور اس کے ساتھی تو پالانرس ونڈی بڑی مشکل سے بھاگ کر بیجناتھ دیو کے پاس پہنچے بہت سے رشتہ دار زخمی و اسیر ہوئے بیجناتھ دیو کو معلوم ہوا کہ ہرچندر کی حمایت کرکے لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اسلیے اس نے تیس لاکھ (۳۰۰۰۰۰۰ روپیہ) اور پچاس ہاتھی بھیجکر صلح کر لی اور ہر سال قدر سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ کے رشتہ دار بطور اول کے جب تک ہرکہ نولا پانرس ونڈی شاہی سپاہ کو حوالہ کیا جائے ہی سرفتنہ تھا جنگ کا باعث عظیم تھا اس صلح کے بعد جنگیز خاں نے مکند راج کو جلور سے بھی بنگال میں بھگا دیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اور کس سم کونا کے کل ضلع نے اس جنگ کے خرچ دینے کا وعدہ کیا کہ ناگا کشتم راج پسر راوت راؤ نے لشکر جمع کیا اور مکند راج نے بھی جلندر کو لکھا کہ وہ بنگال سے چلا آئے اور اپنی موروثی سلطنت کے حاصل کرنے میں سعی کرے اور خود اس نے قلعہ چت نور کا محاصرہ کر لیا اور قبضہ کرنے کی کوشش کرنے لگا اس زبردستی کو سنکر میر زین العابدین نے جنگیز خاں اور دھرم راؤ ادیبالے راؤ کو دشمنوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا مکند راج نے شکست پائی صلح ہوئی اور ہرچندر کو بھاگ گیا یہ قلعہ ایسے گھنے جنگل کے درمیان واقع تھا کہ یہ قلعہ تسخیر کرنا دشوار تھا۔ دھرم راؤ نے میر زین العابدین سے کہا کہ لڑائی میں التوا کرے اور مکند راج کو

مدارا اس شرط پر دے کہ وہ شاہ کا باجگذار ہو جائے مگر اس صلح کو میر زین العابدین نے نہ مانا ہیں ایسے ان دونوں واقعوں میں شکر رنجی ہو گئی اور میر زین العابدین کی جگہ شاہ نے سید حسن کو بھیجدیا۔ اُنہوں آنکر ہرچندر کی شرائط سبع کو منظور کر لیا اور مکند راج پر فتح حاصل کرنے کے لیے دریا اور تنگ راہوں سے تین قلعے مصطفی آباد قطب شاہ آباد اور محمد آباد تعمیر ہوئے جن میں ہمیشہ تھوڑی سپاہ رہی اس طرح مکند راج چاروں طرف سے گھر گیا تو اس نے کشتم راج سے مدد مانگی اس نے تین ہزار نبرد قلی پیادوں سے محمد آباد پر حملہ کیا جس میں تیر لگنے سے دو خود مارا گیا اور سپاہ کو شکست ہوئی مکند راج اس دوست کے مرنے سے شکستہ خاطر ہوا مگر اس کی جگہ سدا شو کو بھیجا وہ بھی شکست پاکر مکند راج پاس آیا۔ اگنی راج نے مصطفی آباد پر دس ہزار پیادوں کو لیکر حملہ کیا مسلمانوں کی سپاہ نے اس پر چاروں طرف حملہ کرکے مار ڈالا اسوقت میں بوچنا راج نے قطب آباد شاہ پر حملہ کیا اور مارا گیا ان فتحوں کے بعد سید حسن نے مدار پر حملہ کرنے کے لیے جنگل کو جلوایا اور کٹوایا۔ مکند راج مسلمانوں سے جان توڑ کر بہ آخر لڑائی لڑا مگر شکست پائی اور پھر بنگال کو بھاگا گیا اس طرح سے کس سم کونا کے ضلع میں کوئی ہندو راجہ ایسا نہیں رہا کہ وہ مسلمانوں کو ستائے شاہ نے سوے راے کو اس ضلع کا حاکم مقرر کیا یہ ضلع گلگنڈہ کے تابعین ضلاع میں داخل ہوا۔

ان دنوں میں شاہ نے سید میر محمد امین استرابادی کو میر جملہ ولایہ بیں (۶۰۰۰۰۰ اشاہی) پر نوکر رکھا پیشتر اس میں شاہ ایران اور شاہ حیدر آباد کا ایسا اتحاد بڑھا کہ شاہ عباس شاہ ایران نے اوغلو سلطان اپنے رشتہ دار کو محمد قلی قطب شاہ پاس بھیجا اور بہت بیش قیمت تحائف ایک نے دوسرے پاس بھیجے اور بہ پیغام میں شاہ حیدر آباد کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلطان پسر شاہزادہ محمد امین سے ہوا تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شاہ کے بیٹے سے ہوا۔

تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ اہل ہند کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تین مملکتیں محاذی ایک دوسرے کے واقع ہیں اور ان ولایتوں کی ہوا تاثیر اور خواص میں ہم رنگ ہیں۔

ان ملکوں کے نام تلنگ۔ ونگ۔ بنگ ہیں۔ تلنگ تو یہی ملک ہے جس کا بیان کیا گیا جو جنوبی ہندوستان میں واقع ہے اور سلاطین قطب شاہیہ کے قبضہ میں ہے بنگالہ ولایت بنگالہ ہے اور بنگ اور تلنگ کے درمیان ولایت ونگ ہے جس کو اب تک شاہان اسلام نے فتح نہیں کیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اس کا بہت سا حصہ فتح کیا۔

۱۰۱۸ھ میں مغل یعنی پردیسی تمام ملکوں سے جمع ہو کر خصوصاً آگرہ اور لاہور سے شہر حیدرآباد میں آ کر بس گئے تھے ایک دن اُن میں سے بعض بغیر اجازت کے جمع ہو کر کنایت گھاٹ کے محلوں اور باغوں کو دیکھنے گئے شراب پی کر وہ پہاڑ پر چڑھے جہاں یہ عمارت بنی ہوئی ہیں۔ خواجہ سراؤں نے جو وہاں محل میں متعین تھے ہر چند شاہی محلوں میں جانے سے اُن کو روکا مگر وہ نشہ کے گھوڑے پر سوار تھے وہ کب سنتے تھے۔ یہ حال شاہ سے عرض کیا گیا اُس نے علی آقا کوتوال شہر کو حکم دیا کہ امن کے ساتھ ان مداخلت بیجا کرنے والوں کو نکالدے علی آقا نے عرض کیا کہ دہلی کی فوج کے محلوں کے سبب سے بہت سے مغل حیدرآباد و کن میں آ گئے ہیں جنکو سوائے فسق و فجور کے کچھ اور کام نہیں اور وہ ہمیشہ شہر کے انتظام میں خلل انداز ہوتے ہیں اور اُن کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی ہے کہ عوام کے آرام میں خلل انداز ہے اس پر بادشاہ نے اس مضمون کا اشتہار دیا کہ جو مغل یہاں برسرکار نہیں ہیں وہ یہاں سے نکل جائیں علی آقا کوتوال نوجوان تھا اور اپنے عہدہ کے نشہ میں مست تھا اشتہار ایسا دیا کہ تمام پردیسی خواہ وہ پٹھان ایرانی۔ عرب۔ تاتاری ہوں شہر سے باہر نکل جائیں اس اشتہار کی تعمیل کے لیے اُس نے اپنے ماتحت افسران پولس سے کہدیا کہ ان کو زبردستی نکالدو یا قید کر لو مغلوں نے جب سنا کہ اُن کی حکومتوں نے یہ حرکت کر کے بادشاہ کو غصہ دلا دیا ہے تو اُنہوں نے جان لیا کہ اب ہماری جان گئی اور بھی خوف شاہی شہر میں پھیل گیا دکنیوں کو یہ موقع اپنے تئیں دولت مند بنانے کا خوب ہاتھ لگا اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ ان پردیسی داگروں کے مال اسباب کا لوٹنا شروع کیا جو حیدرآباد میں آباد ہو گئے تھے۔ بہت سے

سوداگروں کی جانیں مال کی حفاظت میں گئیں۔ جب میر جملہ کو اس شورش کی خبر ہوئی تو اپنا کام چھوڑ کر شاہی محل میں دوڑا گیا۔ شاہ سوتا تھا۔ نوکروں نے اس کو جانے نہیں دیا مگر اس نے دلیری کر کے دروازہ کھولا اور شاہ کے کان میں شہر کے آشوب کی آواز پہنچائی اور کہا کہ حضور محل کی کھڑکیوں میں سے شہر کا حال دیکھ لیں جس سے میرے قول کی تصدیق ہو جائے۔ شاہ نے حکم دیا کہ فوراً یہ اشتہار جاری کیا جائے کہ جو شخص مغلوں کے مال اسباب کو لگی لگائیگا وہ مارا جائے گا اور علی آقا کوتوال کو بلا کر ہدایت کی کہ وہ خود جا کر اس فساد کو مٹائے اور نہیں تو وہ ہاتھیوں کے پیروں تلے مسلوایا جائے گا اس ہدایت کے موافق علی آقا شہر میں گیا اور بہت سے فسادیوں کو اس نے مار ڈالا اور خلقت کی حمایت کے لیے اُس نے بہت چھوٹے چھوٹے پولس کے افسروں کو جو زیادہ لوٹ پر تلے ہوئے تھے پھانسی دی یا زندہ کھال کھچوائی بہت آدمیوں کے اعضا کٹوائے اور ان کو اس حال میں اہل شہر کو دکھایا۔

۱۰۱۸ھ میں شاہ کے چھوٹے بھائی محمد خدا بندہ نے سرکشی کی جس کا مطلب یہ تھا کہ کل پردیسیوں کو جو شیعہ مذہب رکھتے تھے قتل کر ڈالیں اور شاہ کو معزول کر کے محمد خدا بندہ کو تخت سلطنت پر بٹھائیں مگر اس شاہ کی سازش کا حال کھل گیا اور اُس نے سرغنوں کو مع شاہزادہ محمد خدا بندہ کے گرفتار کر کے قلعہ گلکندہ میں مقید کیا اور ۱۰۱۹ھ کو یہ شہزادہ قید ہی میں مر گیا۔ باقی حال اس شاہ کا تاریخ سلطنت مغلیہ میں بیان ہوگا۔

تاریخ مملکت برار جس کے شاہوں کا لقب عماد شاہ ہے

فتح اللہ	۸۸۳ھ / ۱۴۷۸ء	علاء الدین	۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء	دریا عماد شاہ	۹۳۶ھ / ۱۵۲۹ء
برہان	۹۶۵ھ / ۱۵۵۸ء	تفال خاں			

برار کی سلطنت چھوٹی سی تھی اس کی تاریخ ہمسایہ کی سلطنتوں کے تاریخ کے اندر بیان ہو گئی اس کی وسعت مغرب میں انجاذری کے پہاڑوں سے گوداوری تک مغرب میں احمد نگر اور خاندیس پر وسط ۲۰ درجہ مشرقی طول پر ختم ہوتی تھی۔ مشرق میں اس کی حدود

محقق نہیں غالباً ناگپور اس میں شامل نہ تھا۔

فتح اللہ عماد الملک

اس خاندان میں اوّل شخص جو ممتاز ہوا وہ فتح اللہ عماد الملک تھا جو وجیانگر کے کنڑی ہندو راجہ کی اولاد میں تھا وہ لڑکپن میں وجیانگر کی لڑائیوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا۔ اور خان جہاں سپہ سالار اور حاکم برار کے غلاموں میں شامل ہوا عہد شباب میں اُس نے ایسی قابلیت و شجاعت دکھائی کہ وہ معتمدوں اور مقربوں میں داخل ہوا۔ خان جہاں کی وفات کے بعد سلاطین بہمنیہ کی ملازمت میں آیا سلطان محمود شاہ بہمنی کے عہد میں خواجہ محمود گاوان کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب پایا اور برار کا سپہ سالار مقرر ہوا ۹۳۴ھ/۱۵۲۷ء میں اس نے اطاعت شاہی سے قدم باہر نکالا اور مطلق العنان ہوا کچھ دنوں بعد مر گیا اور اس کا بڑا بیٹا اس کا جانشین ہوا۔

علاء الدین عماد شاہ

فتح اللہ کے مرنے کے بعد اُس کا بڑا بیٹا علاء الدین جانشین ہوا یہی اوّل شخص ہے جس نے اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی تقلید کر کے اپنے اوپر لفظ شاہ کا اطلاق کیا اور قلعہ کاویل اگاوں کو اپنا مقر حکومت بنایا۔ جب امیر برید کے ظلم و ستم کے حوالات سے محمود شاہ بہمنی تنگ آکر اس پاس گیا تو وہ برار کی گل سپاہ لیکر سلطان محمود کے ہمراہ محمد آباد بیدر آیا کہ امیر برید کو مستاصل کرے اور وارث ملک کو شہر بیدر میں صاحب مسند بنائے۔ خاندان بہمنی کے بحال ہونے سے برہان نظام شاہ کی جان نکلتی تھی وہ امیر برید کی حمایت کرنے کے لیے چل پڑا۔ یہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جب ہنگامۂ کارزار گرم ہوا تو عین لڑائی میں شاہ دوست کو چھوڑ کر پھر امیر برید کے پنجہ میں خود جا پھنسا۔ ۹۲۳ھ/۱۵۱۶ء میں امیر برید نے بیدر سے کوچ کیا اور قلعہ ماہور تسخیر کیا اس کے بعد قلعہ رام گیر پر حملہ کر کے فتح کیا اور یہاں کے حاکم نعمت خاں حبشی کو مار ڈالا۔ علاء الدین عماد شاہ نے اس حملہ کی خبر سنکر اپنی سپاہ کو

خداوند خاں کے بیٹوں کی حمایت کے لیے جمع کیا تو امیر برید نے لڑائی سے بچنے کے لیے خداوند خاں کے ایک بیٹے کو قلعہ ماہور اور دوسرے بیٹے کو قلعہ رام گیر دیدیا اور اُن کو بھیجا دیا کہ وہ اپنے تئیں علاء الدین عماد شاہ کا باجگذار سمجھیں علاء الدین نے ان قلعوں کے پاس آن کر اُن کو دغا سے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ خداوند خاں کے بیٹے برہان نظام پاس دوڑے گئے کہ وہ اُن کی حمایت کرے علاء الدین نے ان قلعوں میں اپنے حاکم اور سپاہ متعین کئے۔ ان قلعوں کے غصب ہونے نے اور برار کی شوکت بڑھنے نے برہان نظام شاہ اور علاء الدین کی دوستی کو دشمنی سے بدل دیا ان دونوں میں بہت لڑائیاں ہوئیں آخر کو علاء الدین شکست فاحش پاکر اپنے دار الحکومت گاموں کو بھاگ گیا علاء الدین نے اسمٰعیل عادل شاہ کی بیٹی سے نکاح کر کے اُس کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا تھا مگر اس وقت وہ وجیانگر کی راے سے لڑائیوں میں اُلجھا ہوا تھا اس لیے وہ اپنے داماد شاہ برار کی مدد نہیں کر سکتا تھا اس وجہ سے برہان نظام شاہ کو اچھا موقع ہاتھ لگا کہ اُس نے ماہور اور رام گیر (رائے نگر) کے قلعے چھین لیے۔

۹۳۱ھ/۱۵۲۴ء میں علاء الدین نے بہران محمد خاں حاکم خاندیس کے ساتھ اتفاق کر کے کوچ کیا کہ برہان نظام شاہ سے اپنا انتقام لے ان میں سخت جنگ ہوئی جس میں نظام شاہ کو فتح ہوئی اُس نے ان دشمنوں کے ہاتھی اور توپ خانے چھین لیے اور اُن کو اپنی اپنی دار السلطنتوں کو بھگا دیا علاء الدین نے اوّل اسمٰعیل عادل شاہ سے امداد کی درخواست کی گئی مگر وہ اپنے جھگڑوں میں ایسا گرفتار تھا کہ وہ مدد نہیں کر سکتا تھا یہاں محمد خاں نے اس سبب سے کہ اُس کے کل ہاتھی اور توپ خانے چھین گئے تھے اپنے رشتہ دار گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ سے امداد طلب کی اُس نے قبول کی۔ سلطان بہادر شاہ کو سوا اپنی سلطنت کے بڑھانے کے کوئی اور فکر نہ تھی دکن کی فتح کی اُمید پر دن میں رہتا تھا وہ لشکر عظیم کے ساتھ برہانپور کی راہ سے برار میں آیا تو علاء الدین کو اس کی نیت کا حال معلوم ہوا کہ وہ خود دکن فتح کرنا چاہتا ہے

برہان نظام شاہ و دو قلعوں کا لینا

بہادر شاہ کا برار کی امداد کے لیے آنا اور علاء الدین کی وفات

اسلیے وہ اس کے بلانے سے پشیمان ہوا مگر ناچار تھا گاول میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور برار کی سلطنت اُس کے نذر کی اب اس کا دوست میراں محمد خاں حاکم خاندیس شاہ گجرات پر متقاضی ہوا کہ وہ سید ہا احمد نگر کو چلے اور نظام شاہ کے خاندان کو اطاعت پر مجبور کرے بہادر شاہ ان اپنے دوستوں کی فرماں برداری سے خوش ہوا اور دولت آباد کی راہ سے احمد نگر کی طرف کوچ کیا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جہاں سکہ اُس کے نام کا جاری ہوا اور اس کی شاہی مانی گئی اسکے بعد ان شاہوں نے اپنی اپنی دار السلطنت کو مراجعت کی۔ تھوڑے دنوں بعد علاء الدین عماد شاہ کا انتقال ہوا اور اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔

برہان عماد شاہ

دریا عماد شاہ کے مرنے کے بعد برہان عماد شاہ تخت نشین ہوا وہ ابھی بچہ تھا تفال خاں وکنی کہ غلاموں میں تھا دولت خانہ پر مسلط ہوا۔ ہنوز برہان کی عمر اتنی نہیں ہوئی تھی کہ وہ عنان سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیتا کہ نائب سلطنت تفال خاں نے حاکم خاندیس اور نظام شاہ کی امداد سے سلطنت کو غصب کر لیا اور آخر کو اس نے اپنے شاہ کو پا بزنجیر کر کے قلعہ پرنالہ میں مقید کیا اور خود سریر آرا بن کے شاہ بنا۔

تفال خاں

اس عالی ہمت نائب سلطنت کی ذات میں اوصاف شجاعت و سخاوت کی تھیں جو اس پر شاہی کو موزوں کرتی تھیں غصب سلطنت کے بعد اس کی قوت ایسی جلد بڑھ گئی کہ شاہان احمد نگر اور بیجاپور نے آپس میں متفق ہو کر اُس کے استیصال پر کمر چست کی اور دونوں کی سپاہوں نے اُس کے غارت کرنے کے لیے کوچ کیا تفال خاں دونو شاہوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو وہ علی عادل شاہ سے ملتجی ہوا اور اس پاس اور اس کے وزیر پاس بیش بہا جواہرات بھیجے کہ وہ جنگ سے دست بردار ہو مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان معاملات کی

خبر ہوئی تو وہ احمد نگر کو چلا گیا۔ لیکن ۹۵۶ھ میں تفال خاں سے لڑنے کے لیے مرتضیٰ نظام شاہ نے کوچ کیا اور یہ بھانا بنایا کہ وہ مقید شاہ برار کو برنالہ کے قید خانہ سے نکالنا چاہتا ہے تفال خاں متنبہ ہوا اور اُس نے ابراہیم قطب شاہ گولکنڈہ سے امداد چاہی اور اُس کی کمک سے اُس نے چنگیز خاں پیشوا احمد نگر پر حملہ کیا مگر تفال خاں کو شکست فاحش ہوئی اسکا تعاقب ہوا اور سپاہ نظام شاہ کی صولت اور سطوت نے اس کو مدتوں جنگل جنگل بھگایا آخر کو وہ قلعہ پرنالہ میں اور اس کا وزیر شیر الملک گاول گڑھ میں محصور ہوئے نظام شاہ نے قلعہ پرنالہ کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ ایک کوہ پر واقع تھا وہ توپ منجنیق و خاکریز کے ذریعوں سے فتح نہیں ہو سکتا تھا ایام محاصرہ کے طول سے مرتضیٰ نظام شاہ ایسا تنگ ہوا کہ اُس نے احمد نگر کی مراجعت کا ارادہ کیا مگر امیر جملہ چنگیز خاں اصفہانی اس ارادہ کا مانع ہوا اور اُس نے اپنی حسن تدابیر سے اور زر و دینار کے بخشش سے قلعہ کے اندر کے آدمیوں کو جو قلعہ کے محافظ تھے بلا لیا وہ ضیق محاصرہ سے تنگ ہو رہے تھے وہ قلعہ کے برج و بارے کمندیں لگا کے نیچے اُتر آئے اور جا کر چنگیز خاں سے مل گئے اُس نے اُن کو انعام و مناسب بزرگ اور اقطاع دیئے اور آدمی بھی جس طرح بن سکا قلعہ سے باہر آئے اور بڑے ذوق شوق سے چنگیز خاں سے ملے اور اُس کے توسل سے سرکار نظام شاہ میں اپنے مقاصد علیہ پر پہنچے اب قلعہ کے اندر بارہ نفر توپ اندازوں اور آتشبازوں سے زیادہ باقی نہ رہے۔ نظام شاہ کی سپاہ نے مورچے آگے بڑھا کے بڑی بڑی توپوں سے قلعہ کی دیواریں رخنہ ڈال دیا اب قلعہ میں کوئی جنگی مرد نہ تھا۔ چنگیز خاں نے زینے لگا کے اٹھائیس آدمی چڑھائے اور نفیر سر کی کہ جنگ سے مخصوص تھی بجوائی جس کی آواز سے تفال نے جانا کہ چنگیز خاں قلعہ میں آگیا اُس نے کچھ مقابلہ کا سامان نہیں کیا۔ قلعہ سے نکلکر وہ بھاگا دوسرے روز مرتضیٰ نظام شاہ قلعہ میں آیا خزائن و اموال و اسباب نفیسہ خود لے لیے اور باقی اسباب کو حکم دیا کہ سوار اور پیادے لوٹ لیں۔ سید حسن استرآبادی نے تفال خاں کا تعاقب کر کے

تیسرے روز اس کو گرفتار کیا اور نظام شاہ پاس لایا قلعہ گاول بھی امان دینے سے معنوع ہوا
شمشیر الملک گرفتار ہوا نظام شاہ نے بجائے اس کے کہ مقید بادشاہ کو تخت سلطنت پر
بٹھاتا اس غاصب سلطنت تفال خاں اور اس کے بیٹے شمشیر الملک کو مع اولاد کے نظام
شاہی قلعوں میں سے ایک قلعہ میں قید کر کے بھیجدیا اُن کی اولاد بھی اس قید خانہ میں جا کر
رہی ان سب نے ایک رات میں جان شیریں قابض ارواح کو سپرد کی اور دنیا کی کشمکش سے
رہائی پائی بعض کہتے ہیں کہ قلعہ کے محافظوں نے نظام شاہ کے فرمان کے موافق قلعہ
کے اندر دفعتہً واحد دم گھوٹ کر مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ پاسبان تنگ حجرہ میں اُن
کو بند کرتے تھے تاکہ وہ یہ تنگ ہو کر اُن کو روپیہ دیکر خوش کریں مگر خود ایک دن کی روٹی کو وہ
محتاج تھے اس لیے وہ پاسبانوں کی مٹھی نہیں گرم کر سکتے تھے وہ اُن پر اور زیادہ شدت
اور سخت گیری کرتے تھے ایک رات ہوا نہایت گرم تھی یہ سب آدمی عورت مرد چھوٹے
بڑے چالیس آدمی تھے دم گھٹنے سے مر گئے پاسبانوں نے جو دروازہ کھولا تو سب کو مردہ پایا
الغرض اس سال میں عماد شاہیہ و تفال شاہیہ کی پادشاہی باقی نہ رہی اور نہ ان دونوں
خاندانوں کا کوئی آدمی قید حیات میں رہا اور سلطنت ۹۸۳ھ / ۱۵۷۲ء میں احمد نگر کی سلطنت میں
شامل ہو گئی۔

تاریخ بیدر جس کے شاہوں کا لقب بریدشاہ تھا

قاسم برید ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء امیر برید ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء علی برید ۹۲۵ھ / ۱۵۴۹ء
ابراہیم برید ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء قاسم ثانی ۹۹۷ھ / ۱۵۸۹ء مرزا علی ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء امیر برید ثانی

بہمنی شاہوں کی وزارت میں۔ اوّل اس خاندان کا عروج ہوا اور سلطنت کے کاموں
میں اس کو قدرت حاصل ہوئی جس پردہ کے اندر وہ سلطنت کرتا تھا اس کو قاسم برید نے اُٹھا دیا
قاسم برید ترکی گرجی غلام تھا اُس کو خواجہ شہاب الدین یزدی ولایت سے دکن میں
لایا اور سلطان محمد شاہ بہمنی کے ہاتھ فروخت کیا وہ شجاع تھا۔ خوشنویس تھا۔ سازوں کو

خوب بجاتا تھا اس بادشاہ کے عہد میں اُس نے مرہٹوں پر فتح پانے سے بڑا نام پیدا کیا اور
صاحب رتبہ ہو گیا مرہٹے پنی ٹن اور جالنہ کے درمیان باغی ہو گئے تھے اُن کے دفع
کرنے کے واسطے وہ نامزد ہوا۔ مرہٹوں سے وہ بڑی لڑائی لڑا اور اس نے فتح بزرگ
حاصل کی۔ مرہٹوں کے سب سے بڑے سردار سنبھاجی کو قتل کیا اور اُس کی بیٹی سے اپنے
بڑے بیٹے امیر برید کا نکاح کیا۔ سلطان نے اس حسن خدمت کے صلہ میں سنبھاجی کی
مملکت اس کو اقطاع میں دی تو ملازم بھونگیر کے چار کوس کے قریب برشتہ دار اس کے ملازم
ہوئے جن میں سے ہر ایک شجاع اور جواں مرد تھا۔ زمانہ کے گذرنے کے بعد ان میں سے
اکثر مسلمان ہو گئے اس مخلص اور فدائی جماعت کے استظہار سے سلطان محمود کے زمانہ
میں اس کا تسلط اور استقلال بڑھ گیا اور اس کے دل میں بھی امرا کی طرح پادشاہی
کی ہوس پیدا ہوئی عادل شاہ اور نظام شاہ و عماد شاہ کی صلاح سے اس نے قلعہ اوسہ اور
قندھار اور اودگیر پر قبضہ کیا اور ان میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ بیچارہ محمود شاہ پاس
صرف دار السلطنت احمد آباد باقی چھوڑی۔ اس شاہ کی زندگی میں بارہ سال شاہی
کی ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء میں مر گیا اور اس کا بڑا بیٹا قائم مقام ہوا۔

امیر برید

باپ کا قائم مقام امیر برید ہوا اُسکے زمانہ میں سلطان محمود شاہ نے وفات پائی
اور آخر بادشاہ کلیم اللہ احمد نگر کو بھاگ گیا۔ شہر بیدر جمیل عادل شاہ کے ہاتھ میں آیا مگر
جمراس نے امیر برید کو دیدیا اس زمانہ میں عماد الملک الی برار اور محمد شاہ والی برہانپور
کی التماسوں سے سلطان بہادر شاہ گجرات دکن میں آیا تو اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے
امیر برید معہ اپنی جمعیت کے بیجاپور گیا اور عادل شاہ نے چار ہزار سوار غریبہ پردیسی
تاج پوش اس کے ہمراہ کیے اور اپنے لشکر کا سرلشکر بنا کے برہان نظام شاہ کی مدد کو بھیجا
وہ لشکر گجرات سے ریتمانہ لڑا (ان لڑائیوں کا بیان اپنے محل پر شرح وبسط سے پہلے لکھا گیا)

اس کے چند سال سند کامرانی پر تکیہ لگا کے وہ بیمار رہا آخر عمر میں برہان نظام شاہ اول کی گود گیا اور حوالی دولت آباد میں فوت ہوا۔ ۵۰ سال سلطنت کی۔ دکن میں اس کی حکایت مشہور ہے کہ جاڑے میں ایک رات شراب پیے ہوئے باغ میں بیٹھا تھا کہ گیدڑوں نے معمول سے زیادہ غل شور مچایا امیر بریدنے پوچھا کہ یہ کیوں اتنا غوغا مچاتے ہیں ایک ندیم نے عرض کیا کہ جاڑے مرتے ہیں اسلیے داد خواہی حضور سے چاہتے ہیں اُسنے علی الصبل حکم دیا کہ باغ صحرا میں تین چار ہزار لحاف بچھا دیے جائیں کہ حضرات شغال بیابانی اُن کے اندر آرام کر کے جاڑے کی ایذا سے بچیں۔

علی برید شاہ

اس خاندان میں اوّل شخص ہے کہ جس نے برہان نظام شاہ کے طفیل سے اپنے نام کا جزو لفظ شاہ کو بنایا اُس کے دادا اور باپ نے امارات شاہی کو حاصل کیا مگر اپنے نام کے پیچھے لفظ شاہ کا کبھی نہیں لگایا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اپنے مقدس وزیر شاہ طاہر کو احمد آباد شاہی کی تہنیت دینے کیلئے بھیجا۔ علی برید شاہ نے اس وزیر کے مسائل اور عقاید پر ایسے گستاخانہ اعتراض کیے کہ وہ نہایت آزردہ اپنے شاہ پاس آیا اور ان گستاخیوں کا ذکر کر کے اس کو بیدر پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا نظام شاہ بیدر پر لشکر کش ہوا۔ امیر برید شاہ نے قلعہ کیلان ابراہیم عادل شاہ کی نذر کیا اور اس کو بلایا مگر وہ آتا ہی رہا کہ نظام شاہ نے یورش کر کے قلعہ اوسہ قندیار اور گیرے لیے اور اس قدر ملک امیر برید کے قبضہ میں چھوڑے جس کی آمدنی چار لاکھ طلائی ہن تھی مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے عہد میں اخلاص خاں کی استدعا سے ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء میں بلدہ احمد آباد کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کی جان بسیج میں کی امیر برید نے عادل شاہ پاس آدمی کمک کی طلب کے لیے بھیجا۔ علی عادل شاہ نے جواب لکھا کہ تیری سرکار میں جو فلاں فلاں خواجہ سرا ہیں اگر اُن کو تو مجھے حوالہ کرے تو میں تیری مدد کرتا ہوں امیر برید شاہ نے بجز اطاعت کے چارہ نہ دیکھا یہ بات قبول کیا علی عادل شاہ نے ہزار سوار بیجاپور میں کمک کے لیے بھیجے

مرتضیٰ نظام شاہ اس خبر کے سننے سے اور احمد نگر کی حوالے میں اپنے بھائی کے فتنہ انگیزی کی اطلاع پانے سے مضطرب ہوا لشکر تلنگ کو مرزا یادگار کی سرکردگی میں محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر گیا جب بیجاپوری سپاہ چند میل کے فاصلہ پر آئی تو مرزا یادگار محاصرہ چھوڑ پسپا ہوا۔ علی برید نے محصور ہونے کی تکلیف سے نجات پائی ۹۸۰ھ میں وعدہ کے موافق دونو خواجہ سراؤں کو علی عادل شاہ پاس بھیجدیا ان پر حیات خواجہ سراؤں نے بے ناموس کے خوف سے عادل شاہ کو کشتہ کیا۔ علی برید شاہ ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں تخت سے تختہ پر گیا۔ ۵۰ سال سلطنت کر گیا اس کا ولد اکبر ابراہیم برید بادشاہ ہوا اُس نے سات سال سلطنت کی بعد اسکے قاسم برید تین سال تک حکومت میں سرگرم رہا جب وہ مر گیا تو اس کا چھوٹا بیٹا چار برس کا تھا شغل حکومت میں تنگا پوکی تو ایک اور شخص اسی خانوادہ کی اولاد میں مرزا علی برید پیدا ہوا اُس نے ۱۰۰۰ھ میں اس خورد سال کو محمد علی قطب شاہ کی پایہ تخت بھاگ نگر کی میں بھگا یا اور خود بادشاہ ہوا اس کے بعد امیر برید شاہی تخت پر بیٹھا اور خاندان کا خاتمہ ہوا

اس خاندان کی سلطنت بہت چھوٹی تھی اسلیے مملکت کی حد بندی بھی اچھی طرح نہ تھی اور اس کے خاندان کے ختم ہونے کا زمانہ بھی معلوم نہیں امیر برید دوم ۱۰۱۹ھ میں سلطنت کرتا تھا کہ تاریخ فرشتہ نے اپنی تاریخ کو ختم کر دیا۔ برار اور بیدر کی تاریخوں کا پتہ کچھ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے اور اُسنے خود لکھا ہے کہ میں نے یہ حالات سنے سنائے لکھے ہیں کوئی تاریخ مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔

ضمیمہ تاریخ دکن

اس ضمیمہ میں مختصر بیانات اہل ہند اور پرتگیزوں کی لڑائیوں کا اور ان کے اور معاملات کا پرتگیزی مورخ فاریا سوزا کی تاریخ سے اخذ کر کے تحریر کرتا ہوں۔ تاریخ کے پڑھنے والوں کو اس سے وہ علم ہوگا جو ہندوستانی مورخوں کی تاریخوں سے نہیں حاصل ہوتا وہ دونوں

مسلمانوں اور پرتگیزوں کے بیانات کے اختلافات اور اتفاقات کو مطالعہ کرکے اصلی واقعات کو تحقیق کرسکتے ہیں اور یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ مسلمان مورخوں کا اعتبار کسدرجہ تک صحیح یا غلط ہے

۸ جولائی ۱۴۹۷ء کو لسبن دارالسلطنت پرتگال سے ویسکو دی گاما تین چھوٹے جہاز اور ایک سو ساٹھ آدمی ہمراہ لیکر چلا۔ افریقہ کے شرقی ساحل بحر پر جنوبی عرض بلد ۱۴ درجہ ۳۰ دقیقہ پر ایک جزیرہ موزمبین (سینٹ جارج) ہے وہاں آیا یہاں کا حاکم شاہ خواجہ تھا جہاں سے ۱۱ مارچ ۱۴۹۸ء کو گاما جہاز میں روانہ ہوا اور اسی ساحل پر ملنڈا میں آیا یہاں اس کو چند گجراتی سوداگر ملے جن میں ایک گجراتی بحری رہنما معالم خاں تھا جو خطرلاب کے علم سے ایسا ماہر تھا کہ وہ گاما کے جہازی خطرلاب کے عیوب بتاتا تھا سکو گاما نے نوکر رکھ لیا کالی کٹ میں گاما آیا یہاں ایک ہندو حاکم تھا جس کا لقب زاموری (سامری) تھا اتفاق سے گاما کو میاں زید ایک مسلمان مل گیا جو قزلستان کا باشندہ تھا اور سپین کی زبان خوب بولتا تھا اس کو اس نے اپنا ترجمان بنایا۔ کالی کٹ میں بہت سے مسلمان سوداگر تھے جو خلیج فارس اور بحر قلزم کی راہوں سے یورپ میں جاکر بڑی تجارت کرتے تھے مسلمانوں کو گاما پر رشک و حسد پیدا ہوا راجہ زاموری نے مسلمانوں کے کہنے سے سات پرتگیزوں کو مقید کیا۔ گاما ان کو رہا نہ کراسکا تو اس نے اس کا عوض یوں لیا کہ بیس ہندوستانی ماہی گیر پکڑ کر قید کرلیے۔

۱۴۹۹ء کو گاما پرتگال واپس آیا اور اپنے ترجمان میاں زید کو ہمراہ لایا اس ۲۰ مہینے کے سفر میں اس کے ۱۰۰ آدمیوں میں سے ۱۰۵ آدمی ضائع ہوے۔

۸ مارچ ۱۵۰۲ء کو گاما دوبارہ ۱۴ جہازوں کا بیڑا لیکر چلا جس میں بارہ سو آدمی تھے اور اس کے ساتھ سولہ پادری اور ایک پادریوں کا سردار تھا جن کا اصلی مقصود یہ تھا کہ اگر مواعظ سے کام نہ لیں اور اگر یوں نہ بنے تو سر تلوار کو چمکائیں اور اس سے اپنا مقصد حاصل کریں۔ ۲۰ اگست کو وہ ملنڈا میں آیا دو گجراتی بحری رہنماؤں کی

ہنہونی سے ۱۵ ستمبر کو کالی کٹ میں آیا۔ زاموری نے اپنے قیدیوں کو گاما کے ہاتھ سے چھٹایا اور اُن کی عوض میں گاما کی فرمائش کے موافق ۸ برہمن اول میں وہیں مکہ کے تاجر پرتگیزوں کی تجارت کے متعرض ہوئے ایک جہاز ہر سال حجیوں کو لیے سیلون (لنکا) سے گجرات کو جاتا تھا۔ مسلمانوں نے پرتگیزوں پر حملہ کرنیکی ترغیب دی انہے پرتگیزوں پر حملہ کیا اور آگ کی طرف چند بندوقیں داغیں اور کرنگانور کی راہ لی۔ پھر پرتگیزوں نے گجرات کے جہاز پر حملہ کیا اور اُسکو پکڑ لیا اور کوچل کے راجہ کو دیدیا کرنگانور میں (کرنگانور) پرتگیزوں سے چند نسطی عیسائی ملے۔ گاما پرتگال واپس گیا

گاما پھر ۱۵۰۳ء میں ۱۰ جہاز لیکر روانہ ہوا۔ اس بیڑے اور سلطان مصر کے جہاز مریم میں مٹ بھیڑ ہوئی اس جہاز میں ۳۰۰ سو حاجی مسلمان تھے جن میں زیادہ تر مسلمان حج کو جاتے تھے مسلمانوں نے اپنے جہاز پرتگیزوں کو حوالہ نہیں کیا اور سخت مقابلہ اور جنگ کرکے سب مارے گئے دو بچے بچے تھے جن کو عیسائی کرلیا۔ گاما ہندوستان میں آیا کنگانور کے عیسائیوں نے اس پاس اپنا ڈیپوٹیشن (پیغام آدمیوں کے ہاتھ) بھیجا ان ارمنی عیسائیوں کی تعداد بیس ہزار تھی جن کی نگرانی ارمینا کا بشپ کرتا تھا۔ گاما کے دس جہازوں نے کالی کٹ کے ۲۹ جہازوں کا مقابلہ کیا اہل ہند جہازوں پر سے آتشبازی کرتے تھے ہندوؤں کے دو جہاز پرتگیزوں کو ہاتھ آئے جن میں سے ایک میں سونے کا بت جواہر سے مرصع وزن میں ۱۵ سیر اُن کو ملا گاما اپنے بیڑے میں سے کچھ جہازوں کو ہمراہ لیکر لسبن روانہ ہوا۔

۱۵۰۳ء میں الفونسو البوکرک ۹ جہاز لیکر یہاں آیا۔ زاموری نے کوچین میں ۵۰ ہزار سپاہ سے بحری و بری دونوں طرف سے پرتگیزوں پر حملہ کیا۔ ہند کے بیڑے میں سب قسم کے اسّی جہاز تھے جن میں ۸۰ توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور چار ہزار آدمی سوار تھے آٹھ جہاز اور ۱۳ توپیں پرتگیزوں نے چھین لیں ہندوں نے دو کشتیوں پر ۱۵ فٹ بلند قلعے بنائے۔ ہر ایک میں آدمی بٹھائے سخت لڑائی

مسلمانوں اور پرتگیزوں کے بیانات کے اختلافات اور اتفاقات کو مطالعہ کرکے اصلی واقعات کو تحقیق کرسکتے ہیں اور یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ مسلمان مورخوں کا اعتبار کسقدر تک صحیح یا غلط ہے

۸ جولائی ۱۴۹۷ء کو لسبن دارالسلطنت پرتگال سے ویسکو دی گاما تین چھوٹے جہاز اور ایک سو سانحہ آدمی ہمراہ لیکر چلا۔ افریقہ کے شرقی ساحل بحر پر جنوبی عرض بلد ۱۴ درجہ ۲۰ دقیقہ پر ایک جزیرہ موزمبین (موزنبیق جارج) ہے وہاں آیا یہاں کا حاکم شاہ خواجہ تھا یہاں سے ۲۲ مارچ ۱۴۹۸ء کو گاما جہاز میں روانہ ہوا اور اسی ساحل پر ملنڈا میں آیا۔ یہاں اس کو چند گجراتی سوداگر ملے جن میں ایک گجراتی بحری رہنما معالم خاں تھا جو حضرلاب کے علم سے ایسا ماہر تھا کہ وہ گاما کے جہازی خضرلاب کے عیوب بتاتا تھا اسکو گاما نے نوکر رکھ لیا کالی کٹ میں گاما آیا یہاں ایک ہندو حاکم تھا جس کا لقب زاموری (سامری) تھا اتفاق سے گاما کو یہاں زید ایک مسلمان مل گیا جو فرنگستان کا باشندہ تھا اور سپین کی زبان خوب بولتا تھا اس کو اس نے اپنا ترجمان بنایا۔ کالی کٹ میں بہت سے مسلمان سوداگر تھے جو خلیج فارس اور بحر قلزم کی راہوں سے یورپ میں جاکر بڑی تجارت کرتے تھے مسلمانوں کو گاما پر رشک و حسد پیدا ہوا راجہ زاموری نے مسلمانوں کے کہنے سے سات پرتگیزوں کو حبسیہ کیا۔ گاما ان کو رہا نہ کراسکا تو اس نے اس کا عوض یوں لیا کہ جس ہندوستانی ماہی گیر بیڑے کو قید کرلیے۔

۲۹ اگست ۱۴۹۸ء کو گاما پرتگال واپس آیا اور اپنے ترجمان میاں زید کو ہمراہ لایا اس ۲۰ مہینے کے سفر میں اس کے ۱۰۰ آدمیوں میں سے ۱۰۵ آدمی ضائع ہوے۔

۹ مارچ ۱۵۰۱ء کو گاما دوبارہ ۱۰ جہازوں کا بیڑا لیکر چلا جس میں بارہ سو آدمی تھے اور اس کے ساتھ سولہ پادری اور ایک پادریوں کا سردار تھا جن کا اصلی مقصود یہ تھا کہ اول موعظہ سے کام نکالیں اور اگر یوں نہ بنے تو پھر تلوار کو چمکائیں اور اپنا مقصد حاصل کریں۔ ۳۰ اگست کو وہ ملنڈا میں آیا دو گجراتی بحری رہنماؤں کی

ہنموئی سے ۱۵ ستمبر کو کالی کٹ میں آیا۔ زامورکی نے اپنے قیدیوں کو گاما کے ہاتھ سے چھڑایا اور ان کی عوض میں گاما کی فرمائش کے موافق۔ برہمن اول میں اپنے مکہ کے تاجر پرتگیزوں کی تجارت کے معترض ہوئے ایک جہاز ہاتھیوں کو لیے سیلان (لنکا) سے گجرات کو جاتا تھا۔ مسلمانوں کے پرتگیزوں پر حملہ کرنیکی ترغیب دی انہے پرتگیزوں پر حملہ کیا اور انکی طرف چند بندرگاہیں اور کرنگانور کی راہ لی۔ پھر پرتگیزوں نے گجرات کے جہاز پر حملہ کیا اور اسکو پکڑ لیا اور کوچل کے راجہ کو دیدیا کرنگانور میں (کرنگانور) پرتگیزوں سے چند اہل عیسائی ملے۔ گاما پرتگال کو واپس گیا

گاما پھر ۱۵۰۲ء میں ۲۰ جہاز لیکر روانہ ہوا۔ اس بیڑے اور سلطان مصر کے جہاز مریم میں مٹھ بھیڑ ہوئی اس جہاز میں ۳۰۰ سو اسی مسلمان تھے جن میں زیادہ تر مسلمان حج کو جاتے تھے مسلمانوں نے اپنے جہاز پرتگیزوں کو حوالہ نہیں کیا اور سخت مقابلہ اور جنگ کرکے سب مارے گئے دو بچے بچے تھے جن کو عیسائی کرلیا۔ گاما ہندوستان میں آیا کنگانور کے عیسائیوں نے اس پاس اپنا ڈپوٹیشن (پیغام آدمیوں کے ہاتھ) بھیجا ان ارمنی عیسائیوں کی تعداد بیس ہزار تھی جن کی نگرانی ارمینا کا بشپ کرتا تھا۔ گاما کے دس جہازوں نے کالی کٹ کے ۲۹ جہازوں کا مقابلہ کیا اہل ہند جہازوں پر سے آتشباری کرتے تھے ہندوؤں کے دو جہاز پرتگیزوں کو ہاتھ آئے جن میں سے ایک میں سونے کا بت جواہر سے مرصع وزن میں ۱۵ سیر اُن کو ملا گاما اپنے بیڑے میں سے کچھ جہازوں کو ہمراہ لیکر لسبن روانہ ہوا۔

۱۵۰۳ء میں الفونسوی البوکرک ۸ جہاز لیکر یہاں آیا۔ زامورکی نے کوچین میں ۵۰ ہزار سپاہ سے بحری و بری دونوں طرف سے پرتگیزوں پر حملہ کیا۔ ہند کے بیڑے میں سب قسم کے اسّی جہاز تھے جن میں ۸۰ توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور چار ہزار آدمی سوار تھے آٹھ جہاز اور ۱۴ توپیں پرتگیزوں نے چھین لیں ہندوں نے دو کشتیوں پر ۱۵ فٹ بلند قلعے بنائے۔ ہر ایک میں آدمی بٹھائے سخت لڑائی

کے بعد پرتگیزوں کے بیڑے کے درمیان اپنے ان رواں قلعوں کو لے گئے گویا اُن کو آتشبار جہاز بنا لیا لیکن اُن کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پرتگال سے ۱۳ جہاز ۱۲۰۰ آدمیوں کو لیکر ہندوستان میں آگئے۔

دون الفنسو البوکرک نے اہل عرب کے ایک جہاز کو برباد کیا جس میں سات سو ترکوں کی جانیں ضائع ہوئیں، وہ ہندوستان سے جنوری ۱۵۱۰ء کو ۱۲ جہاز لیکر روانہ ہوا ان میں اسکے اپنے بیڑے کے تیں جہاز تھے اور ۲۲ جولائی کو لسبن پہنچا۔

دون فرانسیسکو الميدا ہندوستان میں ۲۲ جہاز اور ۱۵۰۰ سپاہی لیکر آیا پرتگیزوں نے جغرافیہ میں مغربی ساحل کی تقسیم اس طرح کی ہے اوّل حصہ کمبی (کھنبایت) بمبئی کے شمال میں جو شاہ گجرات کے قبضہ میں تھا۔ دوم کونکن جو گوا اور بمبئی کے درمیان واقع ہے اور احمد نگر اور بیجاپور کے شاہوں کے زیر حکومت تھا سوم کنارا جو گوا اور کنانور کے درمیان ہے اور راجہ وجیانگر کے زیر حکومت تھا چہارم ملک کا وہ حصہ جو کنانور کے جنوب میں واقع ہے اس کا نام ملیبار ہے اور وہ سین۔ کالی کٹ۔ کنانور۔ کوچین۔ کوئیلون۔ ترا ونکور کے حاکموں کے درمیان منقسم تھا۔

۱۵۰۹ء میں دون فرانسیسکو الميدا نے اپنے بیٹے دون لورنیز و کو گیارہ جہاز دے کر مسلمانوں کے بیڑے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جس کے ۱۰ جہاز پرتگیزوں کے جہازوں سے بڑے تھے اس سنہ میں پرتگیزوں کو سیلون کی بھی راہ معلوم ہوگئی۔

مارچ ۱۵۰۹ء میں ۱۳ جہاز اور ۱۳۰۰ آدمی لسبن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے الفونسو البوکرک لسبن سے ۱۲ جہاز ہندوستان میں لایا مصری اور گجراتی بیڑے جن کے سردار میر ہاشم اور ملک ایاز تھے پرتگیزی بیڑے سے بندر جول سے پرے لڑے مسلمانوں نے اُن پر گولہ زنی اور آتشباری کی۔ پرتگیزوں کا امیر البحر دون لورنیز و مارا گیا اور ایک سو چالیس آدمی مارے گئے مسلمانوں کے امیر البحر نے اس مقتول

دون فرانسیسکو الميدا کا ہندوستان میں آنا

الفنسو البوکرک کا آنا ۱۵۰۹ء

امیر البحر کے باپ دون فرانسیسکو الميدا کا جو گوا کو گورنر جنرل تھا تعزیت نامہ لکھا

لسبن سے ۱۷ جہاز روانہ ہوئے۔ دون الفنسو البوکرک گورنر جنرل مقرر ہوا اور ۱۵۱۰ء میں دون فرانسیسکو الميدا مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ۱۹ جہاز اور ۱۶۰۰ سپاہی لیکر چلا ان سپاہیوں میں ۸۰۰ ہندوستانی سپاہی تھے (یہ اول ہندوستانی فوج تھی جس نے اہل فرنگ کی خدمت کی) ۲۰ دسمبر ۱۵۱۰ء کو دابل پر وہ اترا اور اُس نے شہر کو جلا دیا مگر قلعہ کو فتح نہ کر سکا اور ایک مسلمانوں کے جہاز میں بندرگاہ بمبئی کے قریب سوار ہوا ۲۰ فروری ۱۵۱۰ء کو دیو میں آیا۔ ترکوں سے خونریز لڑائی ہوئی جس میں پرتگیزوں کو فتح ہوئی پرتگیزوں نے اپنے تمام قیدیوں کو مار ڈالا جنہوں کے جہازوں میں بہت سی کتابیں انکو ہاتھ لگیں۔ دیو کے حاکم نے سید علی کو پرتگیزوں کے امیر البحر پاس ایلچی بنا کے بھیجا اور ایک عہد نامہ لکھا گیا دیو کے کنارہ پر ترکوں نے اپنی تمام توپیں اُتار دیں۔

۱۵۱۰ء میں لسبن سے پندرہ جہاز اور گئے۔ الميدا پرتگال کو واپس جاتے ہوئے مارا گیا۔ البوکرک اور کائن ہونے ۲ جنوری ۱۵۱۰ء کو کالی کٹ پر حملہ کیا مگر اُن کو ہٹنا پڑا اور اس لڑائی میں کائن ہو اور ۸۰ فرنگی مارے گئے۔ اور البوکرک زخمی ہوا اور اور سپاہی بھی زخمی ہوے۔

البوکرک نے سیبایو سے گوا لینے کا ارادہ کیا۔ کنارا کے حاکم تمایجی نے اس کی مدد کی ۲۰ فروری ۱۵۱۰ء کو گوا فتح کیا بہت توپ و گولہ اور جنگی ذخیرے پرتگیزوں کے ہاتھ آئے مگر بھر یہ گوا اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مخالفوں نے ۲۰ روز محاصرہ کر کے لے لیا البوکرک کی مدد کو ۱۳ جہاز یورپ سے آئے ۳۰۰ جہاز اور پندرہ سو سپاہی۔ لیکر گوا پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا مادھو راؤ تمایجی کا امیر البحر اس کا مددگار ہوا۔

گوا پھر پرتگیزوں نے لے لیا۔ ملکی انتظام تمایجی ورادلور کے راجہ مالی راؤ کے سپرد کیا گیا۔ پرتگیزوں نے یہاں کے باشندوں اور اپنی قوم کے آدمیوں میں شادی بیاہ

البوکرک نے گوا فتح کیا ۱۵۱۰ء

کی رسم کا رواج دیا۔ البوکرک عرب کے ساحل پر ۱۹ جہاز اور ۸۰۰ پرتگیزی سپاہی اور ۶۰۰ ملیباری سپاہی لیکر روانہ ہوا اور گوا کو روڈریگو اور ۴۰۰ فرنگیوں اور مالی راؤ اور ۵۰۰ ہندوؤں کو سپرد کیا کہ اس میں انتظام رکھیں۔

سنہ ۱۵۱۱ء میں مشرقی مجمع الجزائر کی جانب البوکرک روانہ ہوا۔ ملاکا کی ایک قوم نے اس کا مقابلہ کیا جو توپیں کام میں لاتی تھی اور اپنے بازاروں کو سرنگوں کے ذریعہ سے بچاتی تھی۔ بحری جنگ میں ہاروت اور ناواکیجا دستیاروں کو کام میں لاتی تھی جزیرہ جاوا میں شاہ محمد پاس آٹھ ہزار توپیں تھیں جن میں سے وہ قابل اعتبار تین ہزار توپیں کام میں لایا گوا کو البوکرک واپس آیا دیجیانگر کے راجہ نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر راجہ نے شکست پائی البوکرک ۶ جہاز ۷۰۰ پرتگیزوں ۸۰۰ کناری اور ملیباری لیکر عدن کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ۳ توپیں دشمنوں نے چھین لیں۔ اگست میں البوکرک نے دیو میں لنگر ڈالے ایک تجارت کی کوٹھی بنانے کی اجازت ملک ایاز سے حاصل کی۔

سنہ ۱۵۱۳ء میں البوکرک ہرمز کی طرف سے ۲۷ جہازوں کا بیڑا لیکر روانہ ہوا ان جہازوں میں ۱۵۰۰ فرنگی اور ۶۰۰ کناری اور ملیباری تھے ایران میں اسمٰعیل صوفی شاہ تھا لبسبن میں البوکرک اپس بلایا گیا لیکن وہ گوا میں بیمار ہو کر مر گیا لسبن سے بارہ جہاز آئے اور پھر اور ۱۳ جہاز آئے جن میں ۱۵۰۰ سپاہی تھے اول اول پرتگیزی افسروں نے تجارت شروع کی فائدہ سوز ان افسروں کی تجارت کو تنزل سلطنت کا اول سبب بتاتا ہے۔

لرپ سرزگورز جنرل ساحل عرب پر ۲۷ جہاز جن میں ۱۲۰۰ پرتگیزی سپاہی اور ۸۰۰ ہندوستانی سپاہی اور ۵۰۰ ملاح تھے عدن پر حملہ کرنے چلا کوسر کی پرتگیزی سپاہ شاہ بیجاپور سے لڑ رہی تھی انکس خاں بیجاپور کا سپہ سالار کونکان میں بہت بڑی سپاہ لیکر آترا۔ پرتگیزوں نے بونڈا پر حملہ کیا دشمن کے ایک سپہ سالار پر پرتگیزوں کو

فتح ہوئی۔ بیجاپور کی فوج واپس گئی۔

گوا کے گورنر رائے دی سیلونے ۷۵ سواروں اور ۸۰۰ کناری پیادوں سے ملاکا کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک پرتگالی بیڑا جس میں ۴۸ جہاز ۳ ہزار فرنگی ۸۰۰ ملیباری تھے دیو پر قبضہ کرنے کو روانہ ہوا۔ مگر نہایت درجہ پر ناکام رہا دوبارہ پھر دیو پر قبضہ کرنے کو روانہ ہوا مگر نہایت درجہ پر ناکام رہا۔ دوبارہ پھر دیو کی فتح کرنے میں کوشش کی تو اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ گجراتی بیڑے نے پرتگالی بیڑے کو درہم برہم کر دیا اور ان کا ایک جہاز برباد کیا۔ شاہ احمد نگر سے پرتگیزوں نے چول پر ایک کارخانہ کھولنے کی اجازت حاصل کی تاکہ عربی فارسی گھوڑوں کی تجارت ہاں ہوا کرے گجراتی امیر البحر ملک ایاز سے فساد ہوا اور اس نے پرتگیزوں کو چول پر شکست دی اور ان کا ایک جہاز ڈبو دیا ۲۰ روز تک یہ گجراتی امیر البحر بندرگاہ میں محصور رہا اور اس کارخانہ کی عمارت جو لوگ بنا رہے تھے اُن کے اور پرتگالی بیڑے کے درمیان آمد و رفت کو بالکل بند کر دیا پرتگیز واپل پر اُترے اور شہر سے ڈنڈ لیا۔ گجراتی امیر البحر دیو کی طرف روانہ ہوا پرتگیزوں نے گوا کے قریب کا ملک پالیا تھا اس کو شاہ بیجاپور نے پھر چھین لیا۔

گجرات کے شاہ نے ۱۰ جہازوں کا بیڑا پرتگیزوں پر چول پر حملہ کرنے کو روانہ کیا پرتگیزوں کا مددگار شاہ احمد نگر ہوا۔ گجراتی بیڑا بالکل تباہ ہوا ۳۰ جہاز جل گئے یا ڈوب گئے پرتگیزوں نے احمد نگر کے شاہ کی مدد سے ایک گجراتی قلعہ فتح کر لیا اور احمد نگر کے سپہ سالار کو دیدیا۔ مانگلور کو بھی فتح کر کے اس کو حوالہ کیا پرتگیز شمال کو بڑھے اور ٹاناسین کو خراج دینے پر مجبور کیا۔

ہندوستان میں سنہ ۱۵۱۵ء فاریا سوزا۔ پرتگال کا مورخ آیا۔ پور نے اس بات پر بہت زور لگایا کہ دیو پر جزیہ شرائط پر قبضہ ہو سکے قبضہ کیا جائے سنہ ۱۵۱۵ء میں انٹونی دی سلویرا نے چھوٹے بڑے ۵۱ جہاز لیکر دریا تاپتی سے عبور کیا اور سورت کو جا کر لوٹ لیا

اور ۱۰ جہاز جلا دیئے دمن کو بھی جلا کر خاکستر کیا۔ چول کے قلعہ میں بھی پرتگیز بند تھے انکی مدد پہنچانے میں پرتگیزوں نے بہت نقصان اٹھایا اور الٹا آنا پڑا۔ دیو پر حملہ کرنے کے لیے لڑائی کا بڑا ٹھاٹھ باندھا گیا ۱۵۳۱ء میں مئی بیڑوں کے ٹھیرنے اور جمع ہونے کی جگہ مقرر کی گئی اس مہم میں چار سو جہاز تھے جن میں باربرداری کے جہاز شامل تھے ان جہازوں میں ۴۰۰۰ فرنگی سپاہی اور ۱۴۰۰ فرنگی ملاح ۷۰۰۰ ملیباری اور کناری سپاہ اور ۸۰۰۰ کافری سپاہ علاوہ ۵۰۰۰ ہندوستانی ملاحوں کے سوار تھے۔ غرض کل ۴۰۰۰ ملاح اور ۱۴۰۰۰ سپاہ تھی سب ملکر ۲۰۰۰۰ آدمی ہوئے ۷ فروری ۱۵۳۱ء کو بیڑے نے مئی کا محاصرہ کیا اور فتح کر لیا اور ۱۰ تو پیں چھین لیں ۱۶ فروری کو دیو پر بیڑا بھیجا۔ مسلمانوں کے مصطفیٰ خاں رومی نے بڑی جانمردی اور شجاعت سے شہر کو بچایا اور پرتگیزوں کو مار ہٹایا وہ گوا میں ۱۵ مارچ کو پہنچے انٹونی سلویرا کے بیڑے کے ایک حصہ نے مظفر آباد کو جو دیو اور مئی کے درمیان واقع ہے جلا دیا اور گوگو کے قریب تھوڑی سی ہندوستانی فوج اتاری لیکن ان کو یہاں سے ہٹنا پڑا اور ناچار آخر کار بیڑے میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔

شاہ گجرات کا بھائی شہزادہ چاند خاں تخت سلطنت کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا وہ اہل پرتگال سے ملتجی ہوا بسین تارا پور۔ ٹانا پور۔ ماہم۔ (بمبئی) پرتگیزوں کے خراج گذار ہو گئے۔ نونو دی کنہا پرتگیزوں کا گورنر جنرل ہمایوں بادشاہ سے بہادر شاہ گجرات کے بادشاہ کے برخلاف سازش میں ملگیا۔ دمن کو نوچ کر لے لیا بہادر شاہ اور پرتگیزوں کے درمیان دیو کا عہدنامہ ان شرائط پر ہوا کہ کل جہاز جو ہندوستان سے جائیں وہ بسین پرتگیز کا محصول دیں اور مال کا روز لیں اور گجرات کا بادشاہ ترکوں کے جہازوں کا جو بحر ہند میں آئیں معاون ہو۔ بہادر شاہ کی خدمت میں چند پرتگیز اور ۴۰ فرانسیسی چندے کے محاصرہ میں موجود تھے ہمایوں بادشاہ نے بہادر شاہ کو شکست دی

تو وہ دیو میں بھاگا اور پرتگیزوں نے اس کو اپنی پناہ میں لیا ۵۰ افسر اور ۴۵۰ فرنگی پیادے اس کی کمک کے لیے دئے اور بہادر شاہ سے کارخانہ کے لیے قلعہ بنانے کی اجازت لی اب اس بات پر جھگڑا ہی رہا کہ قلعہ میں مورچے کس طرح بنائے جائیں کہ وہ بنکر تیار ہو گیا۔ بہادر شاہ نے دوبارہ اپنی سلطنت حاصل کرنے کا اور اس قلعہ کو پرتگیزوں سے چھیننے کا ارادہ کیا اس نے نونو دی کنہا کو گوا سے دیو میں اس نیت سے بلایا کہ اس کو گرفتار کرے بہادر شاہ گورنر کے جہاز پر گیا اور گجراتیوں اور پرتگیزوں میں لڑائی ہوئی جس میں دیو کا گورنر اینیوال دی سا بہادر شاہ کے جہاز پر مارا گیا۔ بہادر شاہ جہاز میں سے کود پڑا اور مر گیا۔

۱۵۳۰ء میں دیو کو سلیمان آغا ترکی امیر البحر کے بیڑے اور خواجہ ظفر کی فوج سے بڑی بہادری کے ساتھ بچایا۔ نونو دی کنہا نے ایک بیڑا دیو کی کمک کے لیے تیار کیا جس میں ۱۰۰ جہاز اور ۱۰۰۰ توپیں اور ۵۰۰۰ سپاہی تھے ۱۵۳۵ء میں نونو دی کنہا کی جگہ گریشیا دی نورونہا مقرر ہوا۔ گجرات کے پسر آرا خواجہ جہاں نے بسین کا محاصرہ کیا لیکن ناکام واپس جانا پڑا۔

۱۵۳۳ء میں بلگام کے حاکم اسد خاں نے گورنر جنرل دون گریشیا کو نذرانے پیش کیے کہ بیجاپور کے شہزادہ ملو خاں کو اس کے حوالہ کر دے۔ ابراہیم عادل شاہ اول شاہ بیجاپور نے بھی اس مطلب کے حاصل کرنے کے واسطے صلح کی اور اس کے سردار اسد خاں نے کونکان دینے کا وعدہ کیا جس کی قیمت دس لاکھ روپیہ تھی مگر گورنر نے ملو خاں کی طرف داری کو نہ چھوڑا بلگام کا اسد خاں مر گیا پرتگیز شہزادہ ملو خاں کو اس کے بھائی ابراہیم عادل شاہ کو اس شرط پر حوالہ کرنے کو راضی ہوئے کہ اسد خاں کی ساری دولت ان کو ملجائے یہ روپیہ خواجہ شمس الدین کی حفاظت میں گوا میں بھیجا گیا مگر پرتگیزوں نے یہ جانا کہ ہم کو روپیہ کا ایک دسواں حصہ خواجہ نے

پہنچا ہوا اُن کے نزدیک اسد خاں کی دولت کا تخمینہ ایک کروڑ ڈاکٹ تھا۔

۱۵۵۳ء میں گجرات کے شاہ محمود شاہ نے دیو کے فتح کرنے میں کوشش کی اس نے شاہان دکن کے دلوں میں جوش پیدا کیا کہ وہ متفق ہو کر پرتگیزوں کو یہاں سے نکال دیں انہوں نے ملوخاں کو اپنے معاہدہ کے موافق اسکے بھائی شاہ بیجاپور کو نہیں حوالہ کیا۔

۱۵۵۵ء میں پرتگیزوں کا گورنر جنرل ہندوستان میں دی کاسٹرو مقرر ہوا دیو کا محاصرہ ہوا۔ شاہ گجرات کی سپاہ میں توپچی فرانسیسی تھے ۶۰ توپیں انہوں نے محاصرہ کے مورچوں میں قلعہ کے محاذی چڑھائیں۔ خواجہ خضر گجراتی سپہ آرا اور ایک فرانسیسی افسر مارے گئے اس کے بعد رومی خاں اور جمجھار خاں حبشی نے اُن کی تا ختم مقامی کی۔ جمجھار خاں حبشی بھی ایک حملہ میں مارا گیا اس کا بھتیجا اس کا جانشین ہوا

دون جان دی کاسٹرو بذات خود گوا کے بچانے کے لیے آیا اور میدان جنگ میں بہت سی سپاہ لایا ایک سخت لڑائی ہوئی اس نے دشمن کے سارے مورچے چھین لیے ۱۲۰۰ آدمیوں کو گرفتار کیا اور دو سو توپیں چھین لیں جن میں ۴۰ توپیں قلعہ شکن تھیں رومی خاں اور نور خاں مارے گئے اور پانچ ہزار آدمی مقتول اور زخمی ہوئے۔ پرتگیزوں نے دشمنوں کا تعاقب گوتک کیا اور یہاں فوج کا ایک حصہ پیڑے پر سے اُترا اور جمجھار خاں کو قید کر لیا ابراہیم عادل شاہ نے سالسٹ اور بارڈیز پرتگیزوں کو اس خدمت کی عوض میں دینے کا وعدہ کیا کہ ملوخاں کو اس کے حوالہ کریں پرتگیزوں نے بارڈیز پر قبضہ کر لیا اور ملوخاں کے حوالہ کر دینے سے انکار کر دیا شاہ بیجاپور نے بارڈیز کے فتح کرنے کے لیے فوج بھیجی اس کو شکست ہوئی اور دیو پنڈا گوا واپس آنا پڑا۔ صلابت خاں سپہ سالار مارا گیا اور پرتگیزوں نے سری دردیم (دمان کوٹ) اور گوا کے درمیان ساحل پر بندرگاہوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا

۱۵۵۶ء میں دون جان دی کاسٹرو را کی بیجاپور کے شاہ سے صلح ہو گئی

اور شاہان دکن نے اپنے اپنے سفیر پرتگیزوں کے گورنر جنرل پاس بھیجے۔

علو عادل خاں نے ۱۵۵۳ء میں تیس ہزار پرتگیزی پیادے اور دو سو سوار لیکر بیجاپور کی شاہی کا دعویٰ کیا اس نے قلعہ پونڈا کو فتح کر لیا اور اس میں انتونی دی نورتھا کو ۶۰۰ آدمیوں کے ساتھ چھوڑ گیا اور تمام کو مکان پرتگیزوں کے حوالہ کیا انتونی نے خراج وصول کرنا شروع کیا۔ ملوخاں بیجاپور کی طرف گیا اور وہاں لڑائی میں شکست پائی اور مقید ہو کر مارا گیا اور شاہ بیجاپور نے پرتگیزوں سے کالیکان چھین لیا۔ مارڈیز بیجاپور کی سپاہ نے حملہ کیا لیکن پرتگیزی سپاہ نے جس میں تین ہزار فرنگی اور ایک ہزار کنارہ اور ۴۰۰ سوار تھے بیجاپور کی سپاہ کو شکست دی وہ ہٹ کر پونڈا کی طرف چلی گئی

۱۵۵۸ء میں پرتگیزوں نے دمن کو فتح کیا۔ تمردی نورتھا کو ۱۲ ہزار آدمیوں کے ساتھ قلعہ کی نگرانی کے واسطے مقرر کیا۔ بلسر کو بھی پرتگیزوں نے فتح کیا۔ گجرات کی فوج نے اس پر حملہ کیا پرتگیز میدان میں نکلنے آئے مگر گجراتی سپاہ نے اُن کو نیست و نابود کر دیا اور گجراتیوں نے بلسر پر پھر قبضہ کر لیا۔

۱۵۶۱ء میں پرتگیزوں کا بیڑا سورت کو روانہ ہوا اور شہر پر حملہ کیا مگر اپنی سپاہ کو اُلٹا ہٹانا پڑا فرانسی گونہو گوا کا وایسرائے مقرر ہوا۔ اس کے ساتھ تین ہزار فرنگی سپاہ آئی۔ ۱۵۶۴ء میں جان دی منذوزا وایسرائے مقرر ہوا اور تالی کوٹ کی لڑائی ہوئی جس میں شاہ بیجاپور پکڑا گیا اور اس کا سر قلم ہوا پھر دی نورنہو وایسرائے مقرر ہوا ۱۵۶۸ء میں لوئس دی ایندہ وایسرائے ہوا۔

۱۵۶۹ء میں گوا کا وایسرائے ۱۳ جہاز کا بیڑا لے کر انور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس بیڑے میں ہندوستانیوں کے سوا ۳۰۰۰ فرنگی تھے پرتگیزی بیڑا ملیبار کے لگوان روانہ ہوا۔ جہاز اسکو ملے سب پر اُنے قبضہ کیا اور شہروں کو جلا دیا

۴۰ جہازوں کے قریب برباد کیے ایک ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور مارا۔

احمد نگر اور بیجاپور اور کالی کٹ کے بادشاہوں نے پرتگیزوں پر ایک دفعہ ہی حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ علی عادل شاہ بونڈا کے گھاٹ سے اُتر کر کونکان میں داخل ہوا اس کے ساتھ ایک لاکھ پیادے اور ۳۵ ہزار سوار تھے اور ۲۱۵۰ ہاتھی اور ۳۵۰ توپیں تھیں وہ گوا میں داخل ہوا کسی نے اس کو روکا ٹوکا نہیں خشکی میں تین طرف فوجیں ڈالدیں پرتگیزوں کی ایک ہزار چیدہ سپاہی اور ۳۰ توپیں شہر کی حفاظت و حراست کرتی تھیں انہوں نے دشمن کی فوج پر کئی دفعہ حملہ کامیابی کے ساتھ کیا سلیمان آغا نے پانچہزار سپاہ کے ساتھ جزیرہ گوا پر قبضہ کرلیا۔ لیکن پرتگیزوں نے اسپر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اور اس کی جان لی ویسرائے لوئس دی ایتڈا نے عادل شاہ کے مارنے کے لیے ایک سپہ آرا نورخاں کے ساتھ سازش کی اور اس کو تخت سلطنت حاصل کرنے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ فریب معلوم ہوگیا اور عمل میں نہ آسکا انور کے رانمانے دو ہزار عادل شاہی فوج کی مدد لیکر قلعہ انور کے تسخیر کرنے کے لیے کوشش کی لیکن شکست پائی اگست ۱۵۷۰ء میں دس مہینے کی لڑائی کے بعد علی عادل شاہ نے گوا کے محاصرہ سے دست کشی کی اس محاصرہ میں اس کے بارہ ہزار آدمی اور ۳۰۰ ہاتھی ۴۰۰۰ گھوڑے ۶ ہزار بیل ضائع ہوئے ان میں سے کچھ تو تہ تیغ ہوئے اور کچھ آب و ہوا کی ناسازی سے تلف ہوئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے سپہ آرا فرہاد خاں نے چول کا محاصرہ کیا اس کی فوج میں آٹھ ہزار سوار اور ۲۰ ہزار پیدل تھے۔ شاہ احمد نگر فوج کا بڑا حصہ لیکر کونکان میں اُترا پرتگیزوں کے تخمینے کے موافق اس فوج میں ۲۲ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور ۱۶۰ سو سفر مینا ۴ ہزار راج اور لُہار اور صناع ترکی۔ فارسی۔ خراسانی حبشی اور ۲۰۰ ہزار ہاتھی اور بیشمار بیل تھے اور ۴۰ بڑی توپیں تھیں کونکان کے متصل ہی ۴ ہزار آدمی

شمال کی طرف روانہ ہوئے تاکہ بیجاپور اور دیگر مقامات سے پرتگیزوں کی رسد بند کردیں مرتضیٰ نظام شاہ نے پرتگیزوں پر ہر طرف حملہ کیا۔ لیکن سب طرف شکست فاحش ہوئی۔ نو پرتگیز قلعہ سے بھاگ گئے میدان میں ایک لڑائی ہوئی جس میں شاہ احمد نگر کے تین ہزار آدمی مارے گئے اور پھر صلح ہوگئی۔

۱۵۷۰ء میں سپیل پر جو کالی کٹ کے قریب واقع ہے اور اس بندر پر پرتگیز قابض تھے سامری نے ایک لاکھ سپاہ سے حملہ کیا۔ قریب تھا کہ وہ شہر کو فتح کرلیتا لیکن پرتگیزوں کی کمک مع سامان رسد آگئی اس لیے صلح ہوگئی۔

۱۵۷۱ء میں انتونی دی نورنہا ویسرائے مقرر ہوا۔ کل شاہان دکن سے صلح ہوگئی شاہ بیجاپور نے ایک جہاز سخت مقابلہ کے بعد پرتگیزوں سے چھینا۔ پرتگیزی سفیر اور اس کے ہمراہی بلگام میں قید کردئے گئے جب تک اس کا معاوضہ نہ دیا گیا وہ قید میں رہے۔ ۱۵۷۲ء میں دون فرانسسکو ماسکرینہا ویسرائے مقرر ہوا۔ دمن پر شہنشاہ اکبر کی سپاہ نے حملہ کیا لیکن شکست پائی ۱۵۷۳ء میں پانچ جہاز پرتگال سے آئے۔ مظفر شاہ گجرات کا معزول شاہ اپنے ملک میں واپس آیا اور نوانگر جام کی مدد سے ۴۰ ہزار سپاہ جمع کی اور اپنی سلطنت کا بہت سا حصہ حاصل کرلیا اُس نے بروچ کا محاصرہ کیا۔ پرتگیزوں نے مظفر شاہ کے پاس اور اُس کے دشمن پاس سفیر بھیجے تاکہ اس موقع پر بخوبی فائدہ اُٹھائیں مغلوں کی سلطنت کا آغاز ہوا۔ دون جان دی کاسٹرو کے جہاز کا دو بلیساری جہازوں سے مقابلہ ہوا لڑائی میں وہ بالکل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا گو امین ملوخاں کے بیٹے کے دل میں بیجاپور کی شاہی لینے کی ہوس پیدا ہوئی جیز لویز پائم ایک پرتگیز بیجاپور کے شاہ کا ملازم تھا وہ گوا میں آیا اور اس نے اس مدعی کی آنکھیں پھوڑ دالیں۔ یہ پرتگیز شاہ بیجاپور سے اس کام کے کرنے کا بیڑا اٹھا کے آیا تھا۔

۱۵۸۰ء میں دون دوا[illegible] دی نزر گوا کا ویسرائے مقرر ہوا شاہ بیجاپور نے

اس سے ارتباط پیدا کیا تاکہ سنگ میشور کے نائک پر حملہ کرے پرتگیزوں نے ایک بیڑا تیار کیا اور پونڈا سے رستم خاں ایک فوج لے کر خشکی کی راہ سے روانہ ہوا اُس نے نائک کو اپنے ملک سے جنگل میں بھگایا۔ نائک نے جان کی امان مانگی تو اس کا ملک اسی کو پھیر

۱۵۸۶ء میں دو جہاز لسبن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور شمالی عرض ۳۰ درجہ ۳۰ دقیقہ پر اُن کو دو انگریزی جہاز ملے اور اُنپر حملہ کیا ان میں سے ایک جہاز کو جو انگلستان جاتا تھا۔ سر فرانسس ڈریک بحیرہ اروزے نکال کر لے گیا ۱۵۸۸ء میں دون دوارٹ منز مارا گیا اور اس کی جگہ المنیوال دی سورا کو نیہو وائسرائے مقرر ہوا پانچ جہاز پرتگال سے آئے لسبن کو وائسرائے واپس گیا اور اس کی جگہ ماتھین دی البوکرک مقرر ہوا۔ برہان نظام شاہ نے پرتگیزوں پر چول پر حملہ کیا ۱۵ سو فرنگی اور ایک ہزار پانچ سو ہندوستانیوں نے قلعہ میں سے نکلکر بہت بہادری سے شہر کو بچایا محصورین نے نظام شاہ کو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کیا۔ فریاد خاں کو مع زن و فرزند اسیر کیا ۱۵ ہاتھی اور ۷۰ توپیں چھین لیں۔ فریاد خاں کی بیوی فدیہ دیکر رہا ہوئی لیکن فریاد خاں اور اسکی بیٹی نے دین مسیحی اختیار کیا اور لسبن کو چلے گئے۔

۱۵۸۹ء میں لسبن سے ہندوستان میں ۸ جہاز آئے دون فرانسسی دی گاما وائسرائے مقرر ہوا ۱۶ پرتگیز دو تومیں آپس میں حریف و رقیب تھیں دو جہازوں میں ڈچ ہندوستان میں آئے اب پرتگیزوں کو مجبوری گوا سے سالانہ دو بیڑے بھیجنے پڑے۔ ایک تو شمال میں ساحل پر قبضہ رکھنے کے لیے اور دوسرا جنوب میں سیلون تک حفاظت کرنے کے لیے پہلے بیڑے میں دس جہاز تھے ۱۶۰۰ء میں ڈچ کے دو جہازوں کا پرتگیزی بیڑے سے جس میں چھ جہاز تھے مقابلہ ہوا آٹھ دن تک لڑائی رہی اس کے بعد ایک جہاز ڈچ کا پھٹ گیا اور دوسرا بھاگ کر اتفاق سے پیگو کے ساحل پر جا لگا۔

۱۶۰۱ء میں چول کے حاکم عبدالکریم نے پرتگیزوں سے لڑنے کے لیے ۳۰ جہاز بھیجے

گوا کے وائسرائے نے نظام شاہ سے اس بات کی شکایت کی لیکن فیصلہ قابل اطمینان نہیں ہوا

خلاصہ تواریخ دکن اور اس پر ریویو

تاریخ ہند ایسی دلچسپ ہے نہ ایسی وسیع ہے جیسی کہ شمالی ہند کی تاریخ ہے جب مسلمانوں نے شمالی ہند کو فتح کیا تو اُن کے سپاہیوں کی تعداد نئے سپاہیوں کی بھرتی سے برابر کرتا تھا جو حرارت و محبت اسلامی کا گہرا تھا اس کے باشندے مذہبی اخوت رکھتے تھے جب سنت و جماعت میں ایسے پکے تھے کہ کبھی اس میں مذبذب نہیں ہوتے تھے نہ مذہب کو کبھی لگاؤ نہیں رکھتے تھے۔ نہ اُن میں ہندو امیرزادیوں کے ساتھ وہ ناتے رشتے ہوتے تھے نہ امور سلطنت میں ہندوؤں کی مداخلت ہوتی تھی غرض جو کا کوئی اثر اُن کے کاموں میں نہ تھا۔

مگر جب دکن میں مسلمانوں کا تسلط ہوا تو اُن کے مذہبی و ملکی معاملات نے اپنا ایک تاریخ دکھایا جو ملک اُن کو اب تک معلوم نہ تھے اُن میں اُن کی سلطنت نے قدم رکھا نئی قومیں دیکھیں نئی زبانیں سنیں غرض ایک دوسری عالم نظر آیا۔ اپنے پنجابی اور شمالی ہند کے بھائی ہندوستانیوں سے دور پڑے دکن کی عورتوں سے اُنہوں نے اپنا بیوند کیا جس سے اُن کا ہندوؤں سے میل جول بڑھا اور ہندوپن کیطرف میلان ہوا ان اثروں نے اُنکو سلطنت دہلی کے جوئے کو کندھے سے اُتار دینے کے لیے بیتاب کیا۔ اگرچہ مسلمانوں کی صورت اپنے بھائی ہندوؤں سے جدا ہونے کی جو دکن میں تھی وہی بنگال میں تھی اور دونوں نے بغاوت کرکے دہلی کی سلطنت سے اپنے تئیں بے تعلق کیا مگر بنگال کے ہندوؤں کا ذرا اثر بھی مسلمانوں پر نہ ہوا نہ یہاں کے ہندوؤں نے مسلمانوں کی مدد شاہان دہلی سے بغاوت اختیار کرنے میں کی بنگال کی حرارت اور رطوبت یہاں کے باشندوں کی ضعیف الخلقت بناتی ہے وہ لڑائی سے دور رہتے ہیں۔ بنگالی ہمیشہ سے برہمنوں کے محکوم چلے آتے تھے اس لیے

مسلمانوں کے محکوم ہونے کے لیے جلد آمادہ ہو گئے بہت سے ان میں مسلمان ہو گئے بعض ہندوؤں کی صورت میں رہے مگر مسلمان ہو گئے۔

مسلمانوں کی سلطنت کا مرکز و مرجع دہلی تھی جب اس میں بغاوت کا سوا جوش میں آتا تو پنجاب و سرحد کی سپاہ اس کو ٹھنڈا کر دیتی مگر دکن میں اس مواد کا اس طرح نہیں ہو سکتا تھا اس لیے دکن دہلی سے آزاد ہو گیا۔

دکن میں ہندوؤں کے سمندر میں مسلمانوں کی روا ئی اور اس نے مسلمانوں کو ڈبا بنا دیا اور اس کی نوک سمندر میں نکالی بغاوت کے حوادث نے اس کو جس سے ایک تلاطم برپا ہو گیا۔

سنہ ۱۳۲۰ء میں دہلی میں جو بغاوت کا ہنگامہ برپا ہوا تو دکن کی سپاہ نے اپنی پر مگر اس کی پروا کچھ نہ کی گئی۔ تغلق کی بدعتوں نے دوسری بغاوت برپا کی جن اس پر ہوا کہ سلطنت کے اعضا شکستہ ہو کر جدا جدا ہو گئے۔

سنہ ۱۳۳۰ء میں دہلی کے ہندو بانیوں نے دکن کے راجاؤں سے مخفی خط و کتابت کی جب ہی میں ہندوؤں نے سرتابی کی تو دکن میں راجاؤں نے بغاوت کی۔ غیاث الدین نے دہلی میں امن امان قائم کیا اور دکن میں بغاوت کے دبانے کے لیے اپنے بیٹے محمد تغلق کو بھیجا تو اس شاہزادہ نے دیوگڑھ تک انتظام کیا مگر ورنگل میں اس کو بڑی مصیبت اٹھانی پڑی۔ تلنگہ فتح ہونے کو تھا کہ دفعتہً سپاہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئی اور وہ مشکل سے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ دیوگڑھ میں آیا۔

ایشیا کی سپاہیں جو فوجیں ہیں اور بیوفائی کرتی ہیں وہ ایسا راز سربستہ ہوتا ہے کہ کہا نہیں اگر ایشیائی سپاہیوں کو تنخواہ اپنے وقت پر ملتی رہے تو وہ بڑی نمک حلالی سے خدمت کرتی ہیں اور شاذ و نادر ہی سرکش ہوتی ہیں مگر وہ آسانی سے خوف زدہ ہو کر بھاگ جاتی ہیں ورنگل کی سپاہ کو ایک جھوٹی خبر شاہ دہلی کے مرنے کی سنا دی کہ وہ ڈر کر آوارہ ہو گئی

کے پاس مکار دغاباز ورنگل کے راجہ سے ساز باز رکھتے تھے۔ جب سپاہ معزول ہوئی ان کی سپاہ نے تعاقب کر کے خوب اس کا پچھلا نکالا۔ شاہزادہ نے کرامت کی کہ بچ گیا سپاہ اور سپاہ دکن کی فتح کے لیے آمادہ ہو گئی جو ہندوؤں کو غضب کی نگاہ سے دیکھتی تھی لشکر ورنگل کو فتح کیا اور تلنگ کا راجہ اور اس کے تمام سردار قید ہو کر دہلی آئے اور اپنے کیے گئے۔

سنہ ۱۳۲۷ء میں چھبیس برس کے بعد دہلی میں سرکشی کا بازار گرم ہوا یہ وقفہ ۲۰ برس کا ہی بیالیس کی برابر ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی سرکشی فرو کی جائے اور اس کے اسباب کی دور کی جائے تو پھر وہ پھوٹتی ہے اور اپنا سر اٹھاتی ہے۔ نئی نسل نہیں جانتی کہ ہمارے سرکشی کا خمیازہ کیا اٹھا چکے ہیں اس لیے وہ از سر نو سرکشی پر آمادہ ہوتی ہے دکن میں صورت وقوع میں آئی کہ سنہ ۱۳۲۰ء کے بعد جب ایک نسل گزری تو پھر دوسری نسل نے بیوفائی اور دغا و مکر و فریب سے کام کرنا شروع کیا گو بغاوت کے اسباب کا تعین کرنا مشکل ہے

سنہ ۱۳۳۰ء میں جو فتنہ انگیزی کے لیے افواہیں اڑی تھیں وہی سنہ ۱۳۴۰ء میں اڑیں۔

محمد تغلق کے اعمال سے راجاؤں کو ایسا خوف پیدا ہوا کہ انہوں نے دہلی کے خاتمہ اطاعت کو دوش سے پھینکا مسلمان سپاہی بھی ایسی دہشت میں آئے کہ بغاوت اختیار کی ہندو راجاؤں نے ان کی اعانت کی جس کے سبب سے دہلی کی سلطنت سے دکن نکل گیا اس بغاوت میں اول حسن گانگو کامیاب ہوا اور سب سے پہلے دکن میں وہ مطلق العنان بادشاہ ہوا سنہ ۱۳۴۷ء سے سنہ ۱۵۱۰ء تک یعنی ایک سو اکہتر برس تک یہ بادشاہ اس کی برابر حکمران رہیں۔ جب دہلی کی سپاہ اس سے لڑنے آئی تو بیجانگر اور ورنگل کے راجاؤں نے اس جدید سلطنت کی اعانت کی۔ مگر جب دہلی کے اس مشترک دشمن سے ان کو نجات ملی تو وہی باہمی نفرت جو بحکم ضرورت چند روز افسردہ پژمردہ ہو گئی تھی رفتہ رفتہ پھر شگفتہ ہوئی۔ یہ آپس کی لڑائیاں مدتوں تک قائم رہیں۔ جن میں آخر کو

مسلمان غالب ہی۔ خاندان ہمنی نے بیجانگر سے کرشنا اور تم بدرا (تنگ بھدرا) کے دوآبہ تک فتح کیا اور ورنگل کی ریاست کو خاک میں ملایا اُڑیسہ کا کچھ ملک فتح کیا مزید میں مسلی بنیم اور مغرب میں گوا تک قبضہ کیا۔

مدتوں لڑائیاں رہیں جن میں صلح اکثر مساوات کی شرائط پر ہوئیں اور کبھی مشترک دشمن سے لڑنے کے لیے صلح ہی ہو جاتی۔ ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کے معمولانہ برتاؤ کرتے گئے ہندو مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی خدمت کرنے لگے مسلمان ہندو فوج میں ہندوؤں کی بھرتی کرنے لگے بڑے بڑے عہدے و منصب اُن کو ملنے لگے۔ ایسے ہی ہندو راجہ اپنی فوج میں مسلمانوں کو نوکر رکھنے لگے دیوراج راجہ وجیر نے مسلمانوں کو سپاہ میں بھرتی کیا اور اُن کے سرداروں کی جاگیریں مقرر کیں اور اُن کی دلداری کے لیے دارالسلطنت میں مسجد بنوائی۔

سنی شیعوں کے سبب نزاع

مسلمانوں میں سنی شیعوں کی عداوت زمانہ دراز سے چلی آتی ہی اس مخالفت نے دکن میں اپنے بڑے بڑے کرشمے دکھلائے اور اس عداوت نے اس کی تاریخ میں عجب عجب رنگ دکھائے سُنی ہندوؤں سے دشمنی رکھتے تھے شیعہ ہندوؤں سے میل رکھتے تھے بہت دفعہ جب ہندو راجاؤں سے لڑے تو شیعہ راجاؤں کے طرفدار ہو گئے۔

ایشیا کی اکثر سلطنتوں کا یہ قاعدہ ہی کہ بادشاہ اول رعایا کے مقابل میں اپنی فوج کا اعتبار کرتا ہی اور بعد اس کے اپنی فوج کی نسبت خانہ زاد یعنی ملوک فوج کا اعتماد کرتا ہی اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آتی ہی کہ یہ ملوک اس کی سلطنت دبا بیٹھتے ہیں دکن میں یہ نقشہ نہ تھا اس کا یہ حال تھا کہ دکن پر جو مسلمان اول حملہ آور ہوئے وہ سنی تھے۔ دکن میں جو مسلمانہ پیدا ہوئے وہ بھی سنی تھے اس لیے سنی دکنی اور سنی کہلائے۔

خاندان ہمنی کو جس فوج کی بدولت سلطنت ہاتھ لگی اور وہ دہلی کی شاہنشاہی سے جدا ہوئی اس میں اکثر مغل تھے اور پھر ایرانی اور ترکی اور اہل جارجیا اور سرکیشیا قاقلوق وسوائے اُن کے تاتاری داخل نہ تھے اُن کو غریب یعنی پردیسی کہتے تھے اور ان میں بہت سے آدمی شیعہ تھے اختلاف نسل کی نسبت مذہب کے اختلاف سے زیادہ تر دیسیوں اور پردیسیوں میں قضیئے قضایا برپا ہوئے اور ملک حبش سے جو حبشی سپاہی اجرت پر مغربی سواحل کے بندرگاہوں میں کثرت سے وارد ہوتے تھے اور زیادہ تر سنی المذہب ہوتے تھے وہ ہمیشہ دیسی فوج کا ساتھ دیتے تھے سلطنت ہمنی میں ان دیسی اور پردیسی لوگوں کی تعداد ایسی ملی رہتی تھی کہ کوئی گروہ ایسا غالب نہ ہوتا تھا کہ وہ دوسرے گروہ کو بالکل پست کر دیتا تھا۔ علاء الدین ثانی ہمنی کے عہد دولت میں ۸۳۰ھ میں دیسی اور پردیسی فوجوں کی عداوت اپنی حد غایت کو پہنچی چنانچہ اس عداوت کے سبب لشکر میں آپس میں پھوٹ پڑی اور اس کا انتظام بگڑ گیا اور جیسے گوارکان سلطنت کے باہمی تنازعات سے حکومت میں نقصان ہوتا تھا ویسے ہی فوج کے نفاق کے سبب سے لڑائی میں سلطنت کو مضرت پہنچی جب تک کہ قوی بادشاہوں کے ماتحت سپاہ رہتی تو اُن کی دبکہ بحال اور لاگ ڈانٹ کے مارے چندے وہ تھمی رہتی مگر جب خاندان ہمنی ختم ہونے کو ہوا اور محمود شاہ بادشاہ ہوا تو وہ اپنی کمزوری کے سبب سے کبھی پردیسی فوج کا کہلونا ہو جاتا تھا جو یوسف عادل شاہ خاں ترکی کے زیر حکومت تھی اور کبھی دکنیوں کے داؤ پر چڑھ جاتا تھا جو نظام الملک بحری کے ہاتھ تلے رہتی تھی ہمنی خاندان کی سلطنت کے بگڑنے سے بیجاپور میں عادل شاہیوں کی اور احمد نگر میں نظام شاہیوں کی گول کنڈہ میں قطب شاہیوں کی احمد آباد بیدر میں برید شاہیوں کی برار میں عماد شاہوں کی سلطنتیں جدا جدا پیدا ہوئیں یہ سلطنتیں آپس میں سنی و شیعہ مذہب کے سبب سے لڑتی رہیں اور آخر کو سب سلطنت جمہوریہ میں داخل

ہوگئیں۔

ان سلطنتوں کی فتوحات کا مستقل اثر بہت دنوں تک ہندوؤں کی ریاستوں پر رہا۔ بیجانگر کے راجاؤں نے دکن کی سلطنتوں میں اپنی بات بنائے رکھی اور مسلمان بادشاہوں کی لڑائی جھگڑوں میں اور سلوک و اتفاق میں وہ شریک اور معاون ہوتے رہے مگر ۱۵۶۵ء میں تالی کوٹ کی لڑائی سب مسلمان شاہان دکن متفق ہوکر ایسے لڑے کہ اس سلطنت کو پائمال کر دیا۔ فتح میں مسلمانوں کی اُن فتوحات عظیم میں سے ایک ہے جو ہندوستان میں اُن کو حاصل ہوئی ہیں۔ مگر ایسی فتح عظیم سے وہ زیادہ پائدار فائدہ آپس کی رشک و حسد سے نہ اٹھا سکے نہ اپنی قلمرو کی حدوں کو بہت بڑھا سکے اور بیجانگر کا ملک ان چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے ہاتھوں میں جا پڑا جو بیجانگر کے پرانی سلطنت کے باغی سردار گنے جاتے تھے اور پولی گار یعنی زمیندار کے نام سے پکارے جاتے تھے فقط